جلد: ۷۵ | یوم چہارشنبہ | ربیع الاول ۱۴۰۲ھ ہجری — بمطابق — ۶ جنوری ۱۹۸۲ء عیسوی | شمارہ (۱)

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ

اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے ہماری انجمن کا اٹھاسٹھواں جلسہ سالانہ بخیر و خوبی انجام پذیر ہوا۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک اس مرتبہ بلادِ غیر سے صرف دس مندوبین شریکِ اجلاس ہوئے جبکہ سالِ گذشتہ پچاس احباب و خواتین تشریف لائے تھے البتہ اندرونِ پاکستان سے تشریف لانے والے احباب جماعت کی تعداد سابقہ سالوں سے بہت زیادہ تھی اور جلسہ ہر لحاظ سے بفضلہ تعالیٰ کامیاب رہا۔ بیش قیمت علمی تقاریر اور معارف کے بیان اور نوجوانوں و خواتین کے جوشِ خلوص اور جذبۂ ایثار کے بہت سے ایمان افروز واقعات دیکھنے میں آئے جو حاضرین کے ازدیادِ ایمان کا موجب ہوئے۔

سالِ گذشتہ کے واقعات کا اعادہ کرتے ہوئے سالانہ رپورٹ میں حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس کامیاب دورۂ بلادِ غیر کا ذکر کسی قدر تفصیل سے حاضرینِ جلسہ کو سنایا گیا جو آپ نے بہ حیثیت سینئر نائب صدر انجمن یورپ اور امریکہ کے ان تمام مقامات کا جہاں ہمارے مشن یا احمدی احباب موجود ہیں فرمایا اور جس کے حاصل کے طور پر ساڑھے نو لاکھ روپیہ فراہم ہوا۔ ساڑھے چار لاکھ روپیہ لندن میں مرکز کے قیام کیلئے اور پانچ لاکھ روپیہ تراجم قرآن کیلئے۔ نیز جماعت کو بتایا گیا کہ ہسپانوی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ مکمل ہو چکا ہے اور مزید دو زبانوں (فرانسیسی اور جاپانی) میں ترجمہ کا کام عنقریب شروع کیا جائے گا۔ اس خبر سے متاثر ہو کر شرکاءِ جلسہ نے ایک لاکھ سینتیس ہزار پینتیس ۔/۳۵، ۳۷، ۱ روپے کی رقم تراجم قرآن فنڈ میں پیش کی۔ علاوہ ازیں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی اپیل جلسہ سالانہ پر احباب جماعت نے ایک لاکھ اٹھاسی ہزار آٹھ صد بیالیس ۔/۸۴۲، ۸۸، ۱ روپے پیش کئے۔ جماعت کی خواتین نے دستکاری فنڈ و خورد و نوش کے سٹالوں سے فراہم کردہ رقم اور اپنے چندہ کی رقم شامل کر کے کل انتالیس ہزار سات سو بیالیس ۔/۷۴۲، ۳۹ روپے کی رقم عنایت فرمائی۔ اس طرح جلسہ سالانہ پر کل جمع شدہ چندہ کی میزان تین لاکھ پینسٹھ ہزار چھ صد انیس ۔/۶۱۹، ۶۵، ۳ روپے ہے۔ اللّٰھم زد فزد۔ اللہ تعالیٰ معطیین کو جزائے خیر عطا کرے۔ پروردگار سے دعا ہے کہ اس نئے سال میں ہمارے جذبۂ خدمت اور قوتِ عمل میں مزید ترقی ہو اور ہمارا قدم اور آگے بڑھے۔

تمام احباب جماعت، خواتین و حضرات اور بچوں کو نیا سال مبارک ہو!

والسلام

خاکسار (مرزا) مسعود بیگ۔ جنرل سیکرٹری

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ لاہور

چوہدری غلام مصطفٰے خاں صاحب جموں (مقبوضہ کشمیر)

قبولِ احمدیّت کی کہانی

اللہ تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے اس عاجز کو تحریکِ احمدیت

در پکارتے ہیں۔

طویل عرصہ ملازمت میں کبھی کبھی فرقہ قادیانی یا مرزائی کا ذکر آتا تھا۔ عام مسلمان جن سے مجھے واسطہ تھا اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کہتے تھے حالانکہ اُن کی اکثریت کے عمل میں سنّتِ رسول مقبولؐ کی کوئی جھلک نہ تھی۔ احمدیوں سے بہت ہی کم ملنے کا اتفاق ہوا

اور اس امر پر غور و فکر کرتا رہتا تھا کہ غیر از جماعت احباب ایسے شخص کو جو کہ پابندی اور تعدیل ارکان سے نماز پنجگانہ پڑھتا ہے اور چہرہ مہرہ سے بھی مسلمان ہی معلوم ہوتا ہے کافر اور فاسق کیوں کہتے ہیں۔ چونکہ یہ عاجز اس وقت ایسے ماحول میں زندگی بسر کرتا تھا اور فکر و عقل بھی ابھی پختہ نہ تھی۔ مذہبی معلومات بھی بہت کم تھیں اور ساتھ ہی ساتھ احمدیوں کے نزدیک رہنے کا اتفاق بھی ہوا تھا۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ تحریک احمدیت کی نسبت معلومات حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ جب بھی غیر از جماعت مسلمانوں میں اس تحریک کا ذکر ہوا اور اس تحریک کی طرف طرح طرح کی بُرائیاں منسوب کی گئیں لیکن باری تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ عاجز ان سب باتوں سے جو کہ اس تحریک کی نسبت یا حضرت مرزا صاحب کی نسبت کہی گئیں کبھی بھی متاثر نہیں ہوا۔ اور نہ ہی کبھی اپنی زبان سے کوئی ناشائستہ بات اس تحریکِ احمدیّت اور حضرت اقدس مرزا غلام احمد رحؒ کی نسبت کہی۔

اسی طرح زندگی گزرتی گئی۔ عاجز کو بچپن سے ہی مذہبی مطالعہ کا شوق تھا۔ اسی شوق کی بدولت مسلمانوں میں اچھی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اوائل عمر سے ہی مذہبی تقاریر کیا کرتا تھا۔ جوں جوں علم میں وسعت ہوئی بڑے بڑے اجتماع میں بروز جمعہ شریف خطاب کرنا شروع کیا۔ مقدس تہوار میلاد النبیؐ کے عظیم الشان اجتماعوں میں بھی خطاب کرنے کا موقع ملتا رہا۔ حتےٰ کہ ۱۹۴۷ء کا دورِ ابتلا آیا۔ اور اس عاجز کو بیشتر افراد سے محروم کر دیا۔ اکثریت تعداد جان بچا کر پاکستان چلی گئی اور کچھ تعداد شورش میں ختم ہوئی۔ بقول غیر مسلم

بھدرواہ میں قیام کیا۔ بھدرواہ میں احمدیت کے نام سے دو جماعتیں کام کر رہی تھیں اور اب بھی ہیں۔ ایک جماعت کو لوگ قادیانی کہتے تھے اور دوسری کو لاہوری۔ عاجز نے قادیانی اور لاہوری لٹریچر کا مطالعہ کرنا شروع کیا بہت جلد اس نتیجہ پر پہنچا کہ قادیانی جماعت کے عقائد حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کے عقائد سے مطابقت نہیں رکھتے برعکس اس کے لاہوری احمدیوں کے اعتقاد کو حضرت اقدس مرزا صاحب کے اعتقاد کے مطابق پایا اور ساتھ ہی ساتھ قرآن پاک کو نہایت درجہ غور سے پڑھا تاکہ معلوم ہو کہ حضرتِ اقدس مرزا صاحبؒ کی پیش کردہ تعلیم اور دعاوی مطابقت رکھتے ہیں یا نہیں

اللہ تعالےٰ کا شکر ہے رُوح کو تسکین ہوئی اور دل یقین کی دولت سے مالامال ہوا۔۔۔ قریباً ایک سال کے مطالعہ کے بعد حضرت اقدس مرزا صاحبؒ کے مشن کی حقیقت سے آگاہ ہوا اور شرح صدر سے احمدیت کو قبول کیا۔

اس ایک سال کے مطالعہ میں اس امر میں غور کیا گیا کہ مسلمانانِ عالم میں وہ کون سی ایسی جماعت ہے جو کہ قرآنِ مقدس کی آیت شریفہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون "تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیئے جو کہ لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے نیکی کرنے کا حکم دے اور بُرائی کرنے سے منع کرے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں" کی مصداق ہو۔ پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ صرف ایک ہی تبلیغی جماعت ——— آیہ شریفہ مندرجہ بالا کی مصداق ثابت ہوئی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ جماعت اپنی اس خصوصیت میں کہ "ہر ایک کلمہ گو مسلمان ہے" منفرد ہے کیونکہ یہ اصول قرآن پاک کی تعلیم کو "ولا تقولوا لمن القیٰ علیکم السلام لست مومنا۔ جو تم کو السلام علیکم کہے اس کو مت کہو کہ تو مومن نہیں ہے" زندہ کرتا ہے اور جملہ مسلمانانِ عالم کو بھائی بھائی بناتا ہے اور ایک مضبوط پلیٹ فارم مہیّا کرتا ہے نیز اُمتِ مسلمہ کو جس کو تکفیر و تفسیق کی بیماری نے بے حد کمزور کر دیا ہے ان سب بیماریوں کے لئے یہ اصول تریاق کا حکم رکھتا ہے۔ کاش جملہ مسلمانانِ عالم ہر ایک کلمہ گو کو مسلمان سمجھنے اور کل المومنین اخوۃ کے حقیقی رشتہ کو زندہ کرنے اور دنیا کی باطل قوتوں کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوتے۔ اور امتِ مسلمہ کی مجموعی عقلی، فکری، علمی اور مالی قوت تبلیغ اسلام کے لئے صرف ہوتی اور قرآن پاک کی زندگی بخش تعلیم ہوا پانی کی طرح عام ہوتی اور گلشن انسانیت سرسبز و شاداب ہوتا۔ اے تمام قوتوں کے مالک خدا ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین!

——— ٭٭٭ ———

ہیں جلسۂ سالانہ کے ایّام میں مصروفیت اور کام کے بوجھ کے باعث آپ کی طبیعت کچھ ناساز رہی بفضلہ تعالیٰ اب ٹھیک ہیں۔

ایک غیر معمولی اور عظیم الشان تصرفِ الٰہی نے — معجزے کے رنگ میں جس طرح قوم کو آپ کے ہاتھ پر جمع کر دیا اُسے مشاہدہ کر کے ہمارے سر بے اختیار خدا تعالےٰ کے سامنے سجدۂ شکر میں گر پڑے اور خدا تعالےٰ کے فضل اور احسان کو مشاہدہ کر کے دل اس یقین سے بھر گئے کہ اس جماعت کی پشت پر خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ بزرگان سلسلہ و احباب جماعت آپ کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے اپنی دعائیں جاری رکھیں۔ کہ اللہ تعالیٰ دینی مہمات میں حضرت کو اپنی نصرتوں سے نوازے۔

٭ **وفات:** چوہدری محمد حیات صاحب محرر دارالسلام مکرم جنرل سیکرٹری صاحب کی خدمت میں لکھتے ہیں کہ "نہایت رنج و غم سے اطلاع دی جاتی ہے کہ چوہدری ارشاد اختر صاحب چک ۸۱ جنوبی کے والد بزرگوار چوہدری علی احمد صاحب وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے بیرونی جماعتوں سے جنازۂ غائبانہ کی درخواست ہے۔ بعد نمازِ جمعہ جامع احمدیہ دارالسلام میں جنازہ غائبانہ پڑھایا گیا۔

٭ **وفات:** محترمہ بیگم صاحبہ مرغوب عالم شہید بعارضہ قلب وفات پا گئی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ مخیر نیک اور حوصلہ مند خاتون تھیں۔ تقدیر الٰہی سے اپنی زندگی میں انہیں شدید صدمات سہنے پڑے مگر مرحومہ نے ان صدمات کو بڑے صبر و تحمل اور استقامت سے برداشت کیا۔ ہمیں اس صدمہ میں مرحومہ کی بیٹی عزیزہ غزالہ اقبال سے دلی ہمدردی ہے حضرت امیرِ قوم فوت ہونے کی شب کو بعد نماز مغرب مرحومہ کے مکان پر خود تشریف لے گئے اور عزیزہ غزالہ اقبال کو دلاسہ دیا۔ سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور تعزیت فرمائی۔ دن کو گیارہ بجے جامع احمدیہ دارالسلام میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے جنازہ پڑھایا اور تدفین تک موجود رہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ عزیزہ غزالہ اقبال کو صبر عطا فرمائے اور مرحومہ کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ بیرونی جماعتوں سے جنازۂ غائبانہ کی درخواست ہے۔ بیماری اور فوتیدگی کے وقت مرحومہ کے تینوں بیٹے ملک سے باہر تھے!

——— ٭٭٭ ———

از جناب نائب امام محمد انور صاحب، ایم۔ اے۔

رپورٹ لندن مشن بابت ماہ نومبر ۸۶ء

مکرم جناب جنرل سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

اس ماہ کے اوائل کے چند دن تو TURIN SHROUD کے ترجمہ میں گذرے۔ ہر اتوار کو کلاسیں بھی بدستور جاری رہیں اور احباب سے ملاقات بھی وقتاً فوقتاً ہوتی رہی۔ دو غیر احمدی احباب سے جماعت اور احمدیت کے متعلق بڑی تسلی بخش گفتگو ہوئی۔ کچھ بیرونی خط و کتابت کا سلسلہ بھی جاری رہا اور مختلف افراد کو لٹریچر کی ترسیل بھی کی گئی جس کا بڑا اچھا اثر ہوا۔ آخری ہفتہ عشرہ ورلڈ کانگرس آف فیتھس سے متعلق چند کتب کے مطالعہ میں گزرا جس کی مفصل رپورٹ شامل ہذا ہے۔ مسٹر زمان شاہ کے ہاں حضرت مولانا صدرالدین صاحب مرحوم و مغفور کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ تلاش مکان کی کوشش تا حال کامیاب نہیں ہو سکی یعنی ایسا مکان جو جماعت اور مشن کی ضروریات کے لئے مکتفی ہو بہر حال کوشش جاری ہے اللہ تعالیٰ کے اختیار میں سب کچھ ہے اور بزرگان و احباب سلسلہ سے دعا کی درخواست ہے، چند طلباء و مشتمل قرآن کریم ناظرہ پڑھانے کی کلاس بدستور جاری ہے خدا کا شکر ہے احباب جماعت انتہائی مصروفیت کے باوجود جب بھی ضرورت پڑتی ہے وقت نکال لیتے ہیں۔ بیرونی ممالک کو لٹریچر کی ترسیل کے ساتھ مرکز کا پتہ دیا جاتا ہے تاکہ ان کی مزید مانگ مرکز پورا کر سکے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ساتھ ہو۔ آمین — "محمد انور"

لندن سے کوئی ڈیڑھ سو میل دور "AMMER DOWN" کے مقام پر "ورلڈ کانگرس آف فیتھز" کے زیر اہتمام ایک سہ روزہ اجتماع اس سال 4/12 تا 6/12 ہونا تھا۔ موضوع تھا ISLAM A CHRISTIANS REFLECTIONS۔ جماعت کی طرف سے مجھے اس میں شریک ہونا تھا۔۔۔ تیسرا دن یعنی 6 12/81 کا دن باہمی گفتگو اور اختتامی مقصد کے لئے مخصوص کیا گیا تھا مگر ۹-۴۵ تا ۱۱-۰۰ بجے کا وقت ایک نہایت اہم موضوع کو دینا ضروری سمجھا گیا۔ موضوعات علی الترتیب یوں تھے ISLAM IN ITS PILGRIMS

(۲) ISLAM IN ITS THEOLOGIANS

(۳) ISLAM IN ITS POETS

(۴) ISLAM IN ITS ARTS

(۵) ISLAM IN ITS PLITICIANS

ہر موضوع پر خطاب مشہور مذہبی سکالر BISHOP KENNETH GRAGG نے کرنا تھا۔ جب پروگرام تعارفی تقریب کا آغاز ہوا۔ حاضرین کی تعداد تیس کے لگ بھگ تھی جن میں دس سے زائد خواتین تھیں۔ سب کے سب عیسائی تھے AMMERDOWN کالج کے گرجا کے بشپ بھی تشریف فرما تھے۔ تعارف کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ بشپ کنتھ کون ہیں۔

تعارفی سلسلہ کچھ اس طرح تھا کہ ہر ایک نے اپنے دائیں ہاتھ بیٹھے ہوئے صاحب یا صاحبہ کا تعارف کرانا تھا۔ میری دائیں طرف ایک کافی معمر خاتون تشریف فرما تھیں۔ جو کسی کالج کی ریٹائرڈ پرنسپل تھیں۔ انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ والے صاحب کا تعارف کرانے کے بعد اس سلسلہ کو کچھ الٹ کر میرا قدرے مفصل تعارف کرایا کہ یہ جماعت احمدیہ کا نمائندہ ہے اور ہمارے لئے بڑی خوشی کا باعث ہے کہ ہمارے اندر ایک مسلمان موجود ہے۔ اتفاق سے اس کانفرنس میں شریک میں واحد مسلمان تھا۔ اس کے بعد بشپ کنتھ کا تعارف کرایا گیا جو بڑی دلکش شخصیت کے مالک ہیں۔ موصوف میانہ قد۔ میانہ جسم۔ سادہ مگر دلکش شخصیت رکھتے ہیں۔

۹-۴۵ پر باقاعدہ نشست کا آغاز ہوا۔ صدارت کے فرائض ورلڈ کانگرس آف فیتھز کے چیئرمین REV-MARCUSS-BRARBROOKE نے انجام دیئے۔ ان کی درخواست پر بشپ کنتھ میرے ساتھ والی کرسی پر تشریف فرما ہو گئے اور بغیر کسی لمبی چوڑی تمہید کے اپنے موضوع کا آغاز فرمایا قرآن کریم اُن کے پاس تھا۔ خانہ کعبہ سے ابتداء کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق اس کی بنیاد حضرت ابراہیمؑ نے رکھی تھی اور اپنے بیٹے حضرت اسماعیل اور بیوی حضرت ہاجرہ کو وہاں لا کر چھوڑا تھا جو ایک تاریخی واقعہ ہے۔ قرآن نے ان کو حنیف کہا ہے۔ اور مع تمام دوسرے انبیاء کے مسلمان قرار دیا ہے۔ یعنی وہ ایک واحد خدا کی پرستش کرتے تھے۔ اسلام کسی صورت اور کسی رنگ میں بت پرستی اور شرک کو برداشت نہیں کرتا۔ مسلمان جہاں بھی ہو نماز میں اپنا رخ کعبہ کی طرف کرتا ہے اور یہ مقام "قبلہ" کہلاتا ہے اس سے عالمگیر اسلامی برادری اور یک جہتی مقصود ہے۔ حج کے موقع پر اس اسلامی مساوات کا اعلیٰ نمونہ نظر آتا ہے جہاں کوئی چھوٹا بڑا نہیں ہوتا۔ انہوں نے مقام ابراہیم۔ طواف۔ حجر اسود۔ مد منا۔ غرضیکہ مناسک حج پر بہت اچھے اور مبنی بر حقیقت انداز میں روشنی ڈالی۔ رمی جمار کے متعلق وہ ذرا محتاط تھے گو رمی یعنی پتھر پھینکنا اُن کے نزدیک بھی شیطان سے نفرت کا اظہار تھا مگر ان کا خیال تھا ایسا کرنا ممکن ہے کسی توہم پرستانہ رسم کا نتیجہ ہو۔ چونکہ موصوف اکثر اسلامی ملکوں کا دورہ کر چکے ہیں فرمانے لگے مجھے افسوس ہے حدود حرام سے آگے غیر مسلموں کے داخلے کی ممانعت کی وجہ سے میں حج کے منظر اور کیفیت کو قریب سے نہ دیکھ سکا۔ الغرض انہوں نے انتہائی غیر جانبدارانہ انداز میں اسلامی جذبہ اور روح کی بڑی حد تک صحیح تصویر کشی کی۔ اس کے بعد سوال و جواب کا وقفہ تھا۔ بشپ موصوف کے جوابات اسلامی روح کی عکاسی کرتے تھے۔ اس دوران میں صاحب صدر نے مجھ سے استفسار فرمایا کہ آیا میں بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ میں نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے پندرہ بیس منٹ کی اجازت چاہی اس پر صاحب صدر نے حاضرین سے پوچھا آیا وہ بھی سننا چاہتے ہیں ان کا جواب بھی اثبات میں تھا۔ اس پر میں نے خانہ کعبہ کی قدامت۔ حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیلؑ کی تعمیر نو۔ بعد کی تعمیرات۔ خانہ کعبہ کی کبھی پوجا نہ ہونا وغیرہ واقعات کا ذکر کیا اور حج کا مقصد۔ حج میں پایا جانے والا سبق اور حج کی روحانی کیفیات بیان کیں۔

آخر میں کسی صاحب کی طرف سے قربانی پر سوال ہوا۔ بشپ موصوف نے رسم ابراہیمی کے علاوہ تقوٰے کے مفہوم میں اس کی وضاحت کی اور فرمایا قرآن میں ہے کہ خون، گوشت خدا کو نہیں پہنچتے بلکہ تقوٰے پہنچتا ہے۔ بہر حال ان کا جواب جانبدارانہ نہ تھا اس کے ساتھ ہی یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

دوسرے دن بشپ موصوف نے حضرت نبی کریم صلعم سے ابتداء کی۔ ہجرت کا ذکر کیا اور فتح مکہ کو ایک فوجی کارروائی قرار دیا یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ موصوف نبی کریمؐ کی عظمت کے دل سے قائل ہیں قرآن کے بارے میں فرمانے لگے کہ اس کی فصاحت و بلاغت ایک اعجاز ہے چونکہ ہم اہل زبان نہیں ہیں۔ اس لئے اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے اگر کسی صاحب زبان سے پوچھا جائے تو وہ برملا کہہ اٹھے گا کہ یہ کلام انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ چونکہ محمدؐ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اس لئے ایسا کلام ان کا نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ عام معنوں میں انہیں ناخواندہ کہنے سے میں اتفاق نہیں کرتا کیونکہ انہوں نے تجارت وغیرہ اور سفر بھی کئے۔ نزول قرآن کے متعلق انہوں نے فرمایا کہ ایسا کہیں نظر نہیں آتا کہ نزول کتاب ہو رہا ہو اور ساتھ ساتھ لکھا جا رہا ہو اور براہ راست خطاب ہو جیسے جگہ جگہ آیا ہے "قل" یعنی کہہ دے۔ یہ بات ہمیں بائیبل میں نظر نہیں آتی بلکہ وہ کافی بعد میں لکھی گئی ہے بعد ازاں مختلف فرقہ ہائے اسلام پر روشنی ڈالی اور شیعہ، سنی، وہابی الیجاہ محمد وغیرہم کا ذکر اختصار سے کیا۔ انہوں نے حضرت نبی کریم صلعم کی کامیابی اور حضرت مسیح کی بظاہر ناکامی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ایسا مقدر تھا کہ مسیح کے ساتھ ہوتا۔ خدا نے انسانوں پر رحم فرمانا تھا۔

وقفہ سوال و جواب میں ایک پادری صاحب نے بشپ موصوف سے پوچھا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن زیادہ مستند ہے اور اس کی صحت زیادہ یقینی ہے اور بائیبل کی وہ حیثیت نہیں جبکہ ہم صدیوں سے اس کی صداقت کا درس دیتے آ رہے ہیں۔ بشپ کنتھ نے جواب دیا۔ میرا مطلب بائیبل پر شک نہیں بلکہ یہ حقیقت حال کا بیان ہے۔ صاحب صدر کی مہربانی سے کچھ وقت مجھے مل گیا میں نے فتح مکہ کی وجوہات بیان کیں مشرکین مکہ اور مدینہ کے یہودیوں کی باہمی سازشوں کا ذکر کیا۔ حضرت مسیح کے متعلق میں نے کہا کہ ہم ان کو باقی خدا کے فرستادوں کی طرح ایک نبی مانتے ہیں۔ میں مانتا ہوں انہوں نے گناہگاروں کے لئے بڑی قربانیاں دیں مگر اس مفہوم میں نہیں۔۔ بلکہ اس طرح کہ حضرت مسیح نے گناہگار لوگوں سے گناہ ترک کرنے اور نیک زندگی گزارنے کے لئے ہر مصیبت جھیلی۔ موصوف کی تقریر میں "تقدیر" کا ذکر بھی آیا تھا جس کی میں نے بعد میں وضاحت کی۔ اور یہ کہ اسلام میں نجات کا دار و مدار کسی سفارش پر نہیں۔

انسانوں کیلئے تو انسان ہی نبی ہو سکتے تھے کیونکہ وہ تمام بشری لوازمات کے حامل ہوتے تھے۔ انسانوں میں انسانی لباس میں خدا کا مبعوث ہونا سمجھ سے بالاتر بات ہے۔ نہ خدا انسان ہو سکتا ہے اور نہ انسان خُدا۔ بہر حال توقع سے کچھ زیادہ ہی ملا۔ سامعین نے کافی خوشی کا اظہار کیا۔ بعض نے بعد میں مجھے کہا کہ بات تمہاری اچھی تھی۔ اس دن کے لئے شریک محفل ہونے والے پادری نے جاتے ہوئے میری بہت حوصلہ افزائی فرمائی۔ کہنے لگے۔ THANK YOU VERY MUCH YOU HAVE GIVEV US QUITE A GOOD KNOWLEDGE ON ISLAM یہ بھی کافی حوصلہ افزا تھا۔

تیسرا اجلاس ۵ء۴ پر شروع ہوا۔ موضوع ISLAM IN ITS POETS تھا۔ شعراء میں جو صوفی حضرات زیر گفتگو رہے وہ مولانا رومی۔ سعدی۔ حافظ وغیرہم تھے۔ تصوّف اور صوفی کی وضاحت کرتے ہوئے موصوف نے فرمایا۔ اس کا اصل صوف ہے یہ دراصل سادہ زندگی کی طرف ایک تحریک ہے اس کا مقصد سادہ زندگی بسر کرنا۔ موٹے کپڑے پہننا۔ اور ہر وقت خدا کو یاد کرنا ہے بعض مفکرین نے اسے اسلام میں بیرونی دخل قرار دیا ہے۔ کا ذکر بالخصوص تھا کہ "انا الحق" کہنے کا نتیجہ اسے تختۂ دار کی صورت میں بھگتنا پڑا۔ ایسے کلمات کا زبان سے بے اختیار ادا ہونا صوفیا کے نزدیک "فنا" کا مقام ہے۔ اور شریعت ظاہرہ میں کفر۔ تیسلسل MEDITATION یا استغراق کی طرف چلا گیا۔ جو آجکل یورپ میں کافی مشہور ہے۔ اور اکثر تعلیمیافتہ طبقہ پر اس کا گہرا اثر دکھائی دیتا ہے۔ الغرض لیکچر کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا جس میں سب سے زیادہ دلچسپ یہ سوال تھا کہ اسلام میں خدا اور انسان کے درمیان تعلق کا کیا ذریعہ ہے، موصوف نے جواب دیتے ہوئے فرمایا اسلام کسی رنگ اور کسی صورت میں بُت پرستی کو برداشت نہیں کرتا انہوں نے ایک مخروطی شکل بناتے ہوئے وضاحت کی (اللہ — انسان — بت) کہ یہی وجہ ہے کہ لوگوں نے اللہ تعالےٰ اور انسان کے درمیان اس خلاء کو بتوں کے ذریعہ پورا کیا۔ اسی ضمن میں آگے چل کر حضرت مسیح کو بھی خدا اور انسان کے درمیان وسیلہ قرار دیا۔

وہاں پر موجود ایک ANGLICAN جوڑے کی طرف سے یہ سوال ہوا کہ دنیا میں اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ بیٹا باپ سے بڑھ جاتا ہے۔ یا باپ اضمحلال کا شکار ہو جاتا ہے تو اس صورت میں مسیح اور خُدا کے درمیان کس تعلق کی اُمید رکھی جا سکتی ہے۔ اس سوال کا جواب شائد تھا ہی نہیں۔ سیشن کے خاتمہ پر میں نے علیحدگی میں بشپ موصوف سے عرض کیا کہ خدا اور انسان کے درمیان کسی ذریعہ کی ضرورت بڑی عجیب لگتی ہے۔ فرمانے لگے وہ تمہارا خیال ہے۔ ہم مسیح کو وسیلہ مانتے ہیں انسان کی بخشش کے لئے مسیح نے بڑی تکلیفیں اُٹھائیں۔ اور خُدا نے انسانوں پر رحم فرمایا۔ وغیرہ وغیرہ۔ میں نے پوچھا۔ جناب ہمارا سب پر ایمان ہے۔ خدا ہر جگہ موجود ہے۔ قادر مطلق۔ علیم و خبیر ہے۔ اور لامحدود ہے۔ عاجز انسان اس کی تخلیق ہے اور تخلیق گو اشرف المخلوقات مگر محدود۔ جیسا ہم سب جانتے ہیں انسان ایک خاص حد سے آگے دیکھ نہیں سکتا اور ایک خاص مقام سے اُوپر سوچ نہیں سکتا۔ کیا اپنے خیالات، اپنی خواہشات یا اپنے تصورات کو ایک بُت کی شکل دے کر اور پھر اس پر توجّہ مرکوز کر کے اس لامحدود ذات کا تصوّر کر سکتا ہے۔ میں نے کہا یہ کس قدر تضحیک کا پہلو ہے۔ یہ کس قدر مقام انسانی سے بھی گری ہوئی حرکت، دوم، اگر خدا محبت ہی محبت تھا تو مسیح سے پہلے یہ محبت کہاں تھی۔ اُن سے قبل بھی تو انبیاء راہِ ہدایت دکھانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے بقول آپ کے نذیر و بشیر بھی تھے۔ آخر مسیح پر آکر خُدا نے اپنی اس سنت کو کیوں چھوڑ دیا۔ ان لوگوں پر یہ کرم اور پہلے لوگوں کے ساتھ وہ نا روا سلوک کیوں؟ سوئم۔ پہلے انسان یا پہلے نبی نے خدا کے ساتھ تعلق قائم کرنے کے لئے کون سے بُت کا سہارا لیا تھا۔

چہارم: اگر بخشش ہو ہی گئی تو پھر مسیح کے انجیل میں یہ احکامات کیا؟

اس پر کافی گہرا سکوت چھا گیا۔ جب چند ثانیے بعد میں نے یہ کہہ کر توڑا۔ آپ شاید زیادہ تھکے ہوئے ہیں۔ فرمانے لگے ہاں میں ذہنی طور پر تھک گیا ہوں۔ یقیناً تھکے ہوئے بھی ہوں گے۔

چوتھا سیشن ۵ء۷ پر شروع ہوا۔ موصوف نے آغاز میں اسلامی فن تعمیر۔ جیومیٹریکل ڈیزائننگ اور نقاشی کے نہایت خوبصورت کارڈ اور تصاویر دکھائیں۔ بعد ازاں انہوں نے سکرین پر دنیا بھر کے مختلف اسلامی ممالک کی مساجد تاج محل۔ ممتاز محل دکھائے۔ حاضرین عش عش کر اُٹھے۔ اس دوران کسی خاتون نے یہ سوال اُٹھایا کہ کیا غیر مسلم مسجد میں جا سکتے ہیں۔ موصوف نے جواب دیا۔ ہاں۔ ایسی کوئی پابندی نہیں۔ وہ خاتون کہنے لگیں مجھے ایک دفعہ کسی نے مسجد سے نکال دیا تھا۔ موصوف نے فرمایا ممکن ہے جوتوں کی بنا پر ہو۔ اس پر میں نے اُٹھ کر وفد نجران کا واقعہ سنایا اور خواتین کا مساجد میں شریک نماز کا ذکر کیا۔

اس دن دو بڑے عجیب واقعات پیش آئے۔ میں اپنے ساتھ ایک عدد قرآن کریم اور دس کاپیاں "Teaching of Islam" لے گیا تھا۔ پہلے دن ہی لیکچر کے بعد میں نے بشپ کینتھ سے کہا تھا کہ آپ کے لئے میں ایک کاپی قرآن اور ایک کاپی TEACHING OF ISLAM لایا ہوں۔ دکھانے پر انہوں نے کہا میرے پاس میرا خیال ہے یہ ہیں میرا لٹریچر [illegible] ہے۔ میں وہاں ان کی مسجد میں گیا بھی ہوں۔ آپ دوسرے کو [illegible] میں نے اثبات میں جواب دیا کہنے لگے کسی اور کو دے دیں۔ تو اس کا بھی فائدہ ہو جائے۔ سو وہ قرآن اور اسلامی اصول کی فلاسفی میں نے صدر مجلس مسٹر مارکس کو دے دی۔ وہ بہت خوش و ممنون ہوئے۔ اسلامی تعلیمات کی باقی کاپیاں اکثر خواتین نے نہ صرف بہت خوش ہو کر لیں بلکہ بہت ممنون بھی ہوئیں۔ میرے ساتھ والے کمرہ میں ٹھہرے ہوئے۔ چاق و چوبند۔ اچھے قد۔ نہایت سرخ رنگ اور سفید ریش صاحب مجھے ONE MINATE کہہ کر اپنے کمرہ سے ایک قرآن کریم اُٹھا کر لے آئے۔ کہنے لگے یہ میں نے لیا ہے اور ابھی پڑھا نہیں۔ میں نے دیکھا تو وہ مع متن عربی لاہور کا طبع اپنا قرآن تھا۔ میں نے انہیں حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا قدرے مفصل تعارف کرایا۔ کہنے لگے جو قرآن تم نے مسٹر مارکس کو دیا ہے وہ میں نے دیکھا ہے اسی لئے تم کو یہ دکھایا ہے۔

دوسرا واقعہ ایک خاتون کا ہے۔ انہوں نے مجھے روک کر کہا کہ میرے پاس ایک قرآن ہے۔ تم ذرا دیکھو قرآن ہی ہے یا کوئی کتاب۔ کیونکہ میں نے پڑھا نہیں۔ اور یہ میرے خاوند کو کسی نے جنگ میں دیا تھا۔ جب وہ ملایا میں ایک یونٹ کی کمانڈ کر رہے تھے۔ بظاہر یہ چھوٹی تقطیع کا قرآن تھا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ آپ رکھیں یا کہنے لگے تم دیکھو تو سہی۔ اور ساتھ ہی انہوں نے کور الٹ دیا۔ میری نظر جن الفاظ پر پڑی وہ "محمد علی" تھے۔ میں نے پلیز کہتے ہوئے جلدی سے ان کے ہاتھ سے لے لیا۔ یہ بغیر متن کے ۱۹۵۱ء کا پہلا ایڈیشن تھا۔ میری آنکھوں سے آنسو تیر گئے۔ عجیب کیفیت محسوس ہونے لگی۔ کور کے اوپر شاید D. S. F حروف لکھے ہوئے تھے۔ میں نے اس خاتون کو تفصیل سے حضرت امیر مرحوم اور اپنی جماعت کے متعلق بتایا۔ اور یہ بھی کہ یہ ایڈیشن آؤٹ آف پرنٹ ہے کہنے لگیں اتنی نایاب چیز کی تم کو تو بہت ضرورت ہوگی لیکن اس وقت میں تم کو نہیں دے سکتی۔ ایک تو اس لئے کہ میں نے ابھی اسے پڑھا نہیں دوم اس لئے کہ میں نے خاوند سے پوچھا نہیں۔ سوم یہ بھی ممکن ہے کہ خاوند مجھے نہ دینے دے۔ میں نے انہیں کہا میرا یہ مطلب نہیں۔ آپ کے خاوند اگر اجازت دیں بھی تو بھی آپ اسے اپنے پاس رکھیں اور ضرور پڑھیں۔

اتوار کو آخری دن صبح چیپل کی تقریب کو دیکھنے میں بھی شریک تھا۔ بائبل کی پہلی دعائیہ تلاوت کے بعد چیپل کے بشپ نے محترم بشپ کینتھ کو میز پر بلایا۔ وہ بات جس سے میری حیرت کی انتہا نہ رہی اور جس سے محترم بشپ کینتھ کے دل میں صداقت اسلام و قرآن نظر آئی۔ وہ تھی ان کا انگریزی میں سورۂ نور کی چند آیات سنانا۔ اور ان کی تشریح کرنا اور اسلام کا دیگر ادیان کے بانیوں کا سچا سمجھنا۔

اس دن آخری سیشن حسب پروگرام تھا ۹-۴۵ پر شروع ہوا۔ موضوع تھا ISLAM IN ITS POLITIUAUS موضوع قدرے لمبا تھا۔ مختلف اسلامی ممالک اور وہاں اسلام کے نام پر دی جانے والی سزاؤں کا ذکر آیا مگر یہ ذکر سرسری ہی رہا۔ اور کوئی بات اسلام کی اصل رُوح کے خلاف نہیں کہی گئی۔

پھر حسب معمول سوال و جواب کا سلسلہ تھا۔ کسی نے خدا محبت اور قربانی کا نظریہ پیش کیا اور اُسے درست کہا۔ بشپ موصوف سے کسی نے تعدد ازدواج کا سوال پوچھا۔ اُنہوں نے قرآن کریم کا حوالہ دیتے ہوئے کہا۔ یہ حکم نہیں بلکہ ایک اجازت ہے مشروط بالانصاف۔ اور ظاہر ہے ایسا کرنا ممکن نہیں ہے۔ پھر ایک حدیث

"TEACHING OF ISLAM"

کا ذکر کیا کہ محمدؐ نے فرمایا ہے کہ ایک سینے میں دو دل نہیں ہوتے۔ عورت کے حقوق اور اس کی آزادی کے سوال کا جواب بھی بڑا معقول تھا۔ خاندانی منصوبہ بندی کا سوال بھی پوچھا گیا کہ اسلام میں اس کی کیا حیثیت ہے اسی طرح ایک صاحب جو بشپ موصوف کی تقاریر کا خلوص کم برداشت کر نے سکتے نے سوال اٹھایا کہ "خلافِ فطرت افعال" کے متعلق اسلام کیا کہتا ہے کیونکہ کسی ملک کے صدر مقام کا نام لیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وہاں سرِ شام ہی نوجوان لڑکوں کے ٹولے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے اور بوس وکنار کرتے نظر آتے ہیں۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ عورت مرد کو ایک دوسرے سے دور رکھا گیا ہے۔ اس کا جواب بشپ موصوف نے بہت اچھا دیا۔ فرمانے لگے۔ اسلام مغربی تہذیب کی سی آزادی نہیں دیتا اور اسی بناء پر اسلامی ممالک میں نئی تحریک مغربی تہذیب سے دوری کی پیدا ہو رہی ہے۔ اور یہ قابلِ قدر ہے۔ ہم بھی اس آزادی سے تنگ ہیں۔ ہم جنسی کے متعلق انہوں نے فرمایا۔ اسلام میں ایسی تو کوئی اجازت نہیں۔ ہو سکتا ہے آپ کو غلط فہمی ہوئی ہو۔ دنیائے عرب میں آپ جہاں جائیں منہ چومنا عزت کی علامت سمجھا جاتا ہے اور وہ ایسا بار بار کرتے ہیں اپنی دلی محبت اور خلوص کا اظہار کرتے ہیں۔ طلاق بیوگی پر سوالات بھی ہوئے۔

اس کے بعد میں نے اجازت چاہی گو صاحبِ صدر میرے بار بار کے اشارے سے سیشن ختم کرنے پر تلے ہوئے تھے مگر ایک صاحبہ نے یہ کہہ کر میرے لئے موقع فراہم کر دیا کہ ہم عورتوں کے حقوق کی بات ہو رہی ہے اور آپ جلدی میں ہیں۔ اس موقع کو خدا کا خاص فضل ہی قرار دیا جا سکتا ہے میں نے اولاً تو خدا محبت کا موضوع اور وہ ساری گفتگو ذرا تفصیل سے دہرائی جو میں علیحدگی میں بشپ کنتھ سے کر چکا تھا آگے چل کر میں نے پوچھا کہ اگر خدا اور انسان کے درمیان کسی ذریعے کی ضرورت ہی ہے تو وہ ذریعہ خدا کو پیدا کرنا چاہیئے تھا۔ نہ کہ انسان اس ذریعے کا خالق بنے۔ اگر خدا اور اس کے نائب کے درمیان کوئی براہِ راست تعلق نہیں ہے تو مختلف کیفیات کے اثرات روح پر کیوں محسوس ہوتے ہیں۔ مثلاً ہر مذہب کی یہ تعلیم ہے کہ خدا کے احکامات کی تعمیل کرو۔ اسی کو ہر وقت یاد کرو۔ اس کی نافرمانی نہ کرو وغیرہ وغیرہ۔ ارتکابِ گناہ کے بعد روح کی بے چینی۔ دل کی چبھن اور بے قراری کس ہستی کے توسط سے ہوتی ہے اور نیکی کرنے سے روحانی تسکین کس صورت کے ذریعے آتی ہے۔ کون سا بُت۔ کون سی طاقت اور کون سا دیوتا۔ انسان کے اندر مختلف اچھی تحریکات کا موجب ہوتا ہے؟ اس دس پندرہ منٹ کے دوران خاص گہرا سکوت طاری رہا۔ ازاں بعد میں نے اسلام میں عورت کے مقام کو لیا۔ حقوقِ والدین از روئے قرآن۔ ماں کے قدموں میں جنت از روئے حدیث۔ بیوی کا مقام۔ اس کے حقوق۔ وراثت۔ بیوہ کی حیثیت۔ اسکو اپنے مستقبل کی آزادی۔ طلاق کا ذکر کیا اور بشپ موصوف کے اس خیال سے اتفاق نہ کیا کہ تین دفعہ طلاق کہنے سے طلاق ہو جاتی ہے اس کی حسبِ توفیق تشریح کی اور کا ذکر کیا۔ عورت کے حقِ طلاق اور عورت کے تقدس کے متن کچھ تشریح کی اور یہ کہ اسلام عورت کو ایک مالِ منقولہ نہیں کہتا۔ عورت کی عصمت۔ عزت و ناموس اسلام کا مایہ امتیاز ہیں اور شریعت میں عورت اور مرد کے حقوق یکساں ہیں۔ عورت نے نبی کریمؐ کے زمانہ میں جنگوں میں حصہ لیا خرید فروخت کی۔ ان کی اپنی کمائی کا انہیں اسلام پورا حق دیتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلام عورت کو "گناہ کے خلاف مضبوط قلعہ" قرار دیتا ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی کے متعلق میں نے حدیث عزل کا ذکر کیا۔ بشپ موصوف نے بھی اسے خلافِ اسلام قرار نہیں دیا تھا۔ مختلف چھوٹے چھوٹے سوالات پر بشپ موصوف نے نبی کریم صلعم کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ چھوٹی چھوٹی باتیں نہ پوچھا کرو۔ میں نے اس کی حقیقت میں قدرے اضافہ کیا کہ اس سے حدود اور پابندیاں بڑھ جاتی ہیں اور مذہب سے دوری اور نفرت پیدا ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں قوتِ فکر محدود ہو کر رہ جاتی ہے ہم جنسی کے متعلق میں نے صرف یہ کہا کہ نامعلوم ان صاحب کا مدعا کیا ہے مگر یہ عام روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ یہ حرکت حیوانات میں بھی شاذ و نادر نظر آتی ہے۔ کیا خدا کا یہ دین۔ بلکہ کوئی بھی دین ایسی گری ہوئی حرکت کی اجازت دے سکتا ہے۔

اس کے بعد اختتامی مرحلہ شروع ہوا صاحبِ صدر نے جناب بشپ کنتھ کراپنا کوئی پیغام یا نصیحت فرمانے کو کہا:

سبحان اللہ انہوں نے جو سب سے اول فرمایا وہ حدیث مبارک تھی کہ محمدؐ نے فرمایا؛ "اگر تم کسی برائی کو دیکھو تو اُسے ہاتھ سے روکو۔۔ اور اگر ہاتھ سے نہ روک سکو تو زبان سے روکو۔ اور اگر زبان سے بھی نہ روک سکو تو کم از کم اسے دل میں برا کہو۔" اور جو لا جواب اس کی تشریح کی روح پھڑک اٹھی۔ فرمانے لگے۔ میں فیصلہ نہیں کر سکتا کہ ان تین باتوں میں سے عظیم تر کون سی ہے کیونکہ مجھے تو ایک سے ایک بڑھ کر لگتی ہے۔ ہاتھ سے روکنے کا مطلب اس کے خلاف اُٹھ کھڑا ہونا ہے۔ اس کی بیخ کنی کے طریقے اختیار کرنا ہے یعنی "عمل" ہے۔ اور زبان سے روکنے کا مطلب "گواہی" ہے۔۔۔ لوگوں کو سمجھانا ہے۔ اس طرح دل میں برا سمجھنے کا مطلب انسان کی ذاتی عظمت ہے۔ برائی سے نفرت ہے۔ اور یہی پہلی دو باتوں کی محرک ہے۔ سبحان اللہ۔

اس کے بعد تقریباً اس مضمون کی کچھ باتیں پرانے و نئے عہدنامے سے سنائیں۔ اور اس طرح یہ سہ روزہ مگر بہت اعلیٰ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

ADDRESSES کا بہت سے حضرات سے تبادلہ ہوا۔ بشپ موصوف نے بڑے خلوص اور محبت سے میرا ایڈریس مانگا۔ اور فرمایا کہ وہ مجھے کچھ (غالباً لٹریچر وغیرہ) بھیجیں گے۔ میں نے اسی قسم کی عرض کرتے ہوئے ان سے ان کا ایڈریس لیا۔

— * * * —

آسماں سے ہے چلی توحیدِ خالق کی ہوا

آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج

نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع

پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

باغ میں ملّت کے ہے کوئی گلِ رعنا کھلا

آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے

گو کہو دیوانہ کرتا ہوں میں اس کا انتظار

آسماں سے ہے چلی توحیدِ خالق کی ہوا

دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار

اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے

وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار

اک زماں کے بعد پھر آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا

پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

ملتِ احمدؐ کی جو مالک نے ڈالی تھی بنا

آج پوری ہو رہی ہے اے عزیزانِ دیار

گلشنِ احمد بنا ہے مسکنِ بادِ صبا

جس کی تحریکوں سے سنتا ہے شجر گفتارِ یار

پاک و برتر ہے وہ جھوٹوں کا نہیں ہوتا نصیر

ورنہ اُٹھ جائے اماں پھر سچے ہو دیں شرمسار

المسلم مرآۃ المسلم

مسلمان مسلمان کا آئینہ ہوتا ہے

آؤ! اپنے پیارے آقا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں ایسی دنیا بسائیں جہاں پیار کا دور دورہ ہو۔

ان احدکم مراۃ اخیہ فان رای بہ اذی فلیمطہ منہ

تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے۔ اگر کوئی کسی میں برائی دیکھے تو چاہیئے کہ اُسے دور کر دے۔"

یہ اس حکیم انسانؐ کا قول ہے جس کی ہر بات اپنے اندر حکمت و معرفت کے دریائے درخشندہ رکھتی ہے اور جس کی اتباع باعث سعادت دنیوی اور اخروی ہے۔ اس حدیث میں آپ نے مومن کی نہایت لطیف و حکیمانہ مثال دی ہے۔ اگر اس مثال ہی کو پیش نظر رکھ کر زندگی بسر کی جائے تو بہت سے رذائل سے انسان کلیتاً پاک ہو جاتا ہے۔

ایک مومن دوسرے کا آئینہ ہے۔

آپ نے کبھی آئینہ دیکھا۔ آئینہ پر نگاہ ڈالتے ہی سب سے پہلے جو چیز آپ کے سامنے آتی ہے وہ آپ کی شکل جس سے آپ معاً اندازہ لگا لیتے ہیں کہ آپ کا چہرہ صاف ہے یا داغدار۔ اس مثال سے اس طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے کسی مسلم بھائی میں کوئی نقص یا کمزوری دیکھے تو جھٹ اُسے آگاہ کر دے یہ اس کا فرض ہے۔ اکثر انسان کسی میں کوئی نقص دیکھتے ہیں تو اُسے دل میں رکھ چھوڑتے ہیں۔ اس شخص کے متعلق ایک برا خیال لے کر بیٹھ رہتے ہیں اور اگر کہیں موقعہ ملے تو نشتر زنی بھی کرتے ہیں حالانکہ ہونا یہ چاہیئے کہ اپنے بھائی میں اگر ذرہ بھر بھی کمزوری نظر آئے تو اسے اس کی اصلاح کے متعلق اطلاع کی جائے۔

حدیث شریف میں مذکور ہے کہ اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ رضؓ نے پوچھا کہ ظالم کی مدد کس طرح ہے؟ فرمایا اس کی مدد یہ ہے کہ اسے زیادتیوں سے روکا جائے۔ ہاں اپنے بھائی کو مطلع کرتے وقت طریق ایسا اختیار کیا جائے کہ وہ اپنی غلطی کا احساس کر لے نہ کہ وہ آپ پر بدظنی کرنے لگ جائے کیونکہ اکثر ..... آئینہ کو آپ نے دیکھا وہ صرف چہرہ پر جو عیب ہو اُسے دکھا دیتا ہے اس پر تنقید نہیں کرتا۔ بلکہ خود ہی انسان کے دل میں احساس پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنی برائی کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ کوئی شخص دنیا میں ایسا نہیں ہوتا جو دنیا میں عیب دار ظاہر ہونے کو پسند کرے۔ اس لئے مومن کا فرض صرف یہ ہے کہ وہ اس نقص سے آگاہ کر دے اور اصلاح کا کام اپنے بھائی پر چھوڑ دے۔

اکثر اوقات دیکھا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کو کہا جائے کہ جناب میں یہ خامی ہے اور اس کی اصلاح ضروری ہے تو وہ بجائے اس کے کہ اپنے نقص پر نگاہ رکھے اور اپنے بھائی کا مشکور ہو الٹا اس پر ناراض ہو جاتا ہے کہ تو کون ہے جو میرا عیب پکڑے اپنے آپ کو تو دیکھ۔ مگر آئینہ ہمیں یہ سبق نہیں دیتا آپ کبھی آئینہ کے سامنے گئے ہیں کتنی بار گئے ہوں گے اور اپنا چہرہ بھی دیکھا ہو گا۔ اب اگر آپ آئینہ میں اپنے چہرے پہ ایک داغ دیکھتے ہیں تو کیا کریں گے۔ کیا شیشہ توڑ ڈالیں گے کہ کم بخت تو نے میرے چہرے پر بدنما داغ کیوں دکھایا آپ ایسا تو نہیں کرتے بلکہ یہی کرتے ہیں کہ شیشہ کو حفاظت سے رکھ کر اپنا داغ دور کریں گے۔ یہی سلوک اپنے مومن بھائی سے ہونا چاہیئے۔ اگر وہ آکر آپ کو آپ کے نقص سے آگاہ کرے تو آپ کو چاہیئے کہ اس کے شکرگزار ہوں اپنے نقص کو دور کریں اور اس سے پوچھیں کہ کیا وہ نقص اب بھی ہے کہ نہیں۔ اگر آپ اپنے چہرہ کی سیاہی دور کرنے کی بجائے اس کے پیچھے پنجے جھاڑ کر پڑ جائیں تو سیاہی آپ کے چہرہ پر رہے گی اور آپ ہاتھ سے ایک شفیق دوست بھی کھو بیٹھیں گے۔

دوست کا فرض ہے کہ جو عیب کسی دوست میں ہو اُسے ہی بتائے یہاں بھی آئینہ کی صفت ہونی چاہیئے۔ آپ ایک آدمی میں کوئی خامی دیکھتے ہیں اور اُسے جا کر اوروں کے سامنے بیان کرتے ہیں تو اس طرح آپ اس کا نقص دور نہیں کر سکیں گے اور اس صورت میں آپ نے اس کے ساتھ کون سی نیکی کی اور اس کا نقص دور کرنے میں کس طرح معاون ہوئے۔ اس روش کے نتیجہ سے باقی لوگ بھی اس سے بدظن ہو جائیں گے اور اس کی اصلاح بھی نہ ہو گی۔ حالانکہ اصل غرض انسان کی اصلاح ہے بلکہ جن جن لوگوں کے سامنے آپ یہ بات بیان کریں گے وہ بھی آپ کو ناقابلِ اعتبار سمجھیں گے۔

"قرآن کریم نے اس طریقِ کار کو غیبت سے تعبیر کیا ہے اور اس سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیبت کے معنی بتاتے ہوئے فرمایا۔

ترجمہ:۔ تم جانتے ہو غیبت کسے کہتے ہیں۔ عرض کی اللہ اور اُس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا:۔

"اگر کوئی تم میں سے اپنے بھائی کی بابت اس کی غیر حاضری میں ایسی بات کہے جو اُسے ناپسند ہو تو یہ غیبت ہے۔"

ایک شخص نے عرض کی، جو بات میں نے کہی اگر وہ میرے بھائی میں موجود ہو تو؟ فرمایا "جو کچھ تم نے کہا اگر اس میں موجود ہو تو تم نے غیبت کی اور اگر موجود نہ ہو تو تم نے بہتان باندھا۔"

پس ہمارا فرض یہی ہونا چاہیئے کہ اپنے بھائی کے عیب کا ڈھنڈورہ شہر میں نہ پیٹتے پھریں۔ یہ خداتعالے کا حکم ہے اور قرآن کا حکم ہمیشہ حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ (الحجرات)

جب یہ کہا گیا ہے کہ اپنے بھائی کا نقص اُسے بتا دیا کرو تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ سب کام چھوڑ کر اپنے بھائی کے نقائص کی جستجو میں لگ جاؤ کہ ملے ثواب حاصل کریں۔ یہ غلط روش ہے قرآن شریف یہ فرماتا ہے لا تجسسوا کہ ایک دوسرے کی اندرونی حالت کو ٹٹولنے کی کوشش میں مت لگے رہو۔ آپ صرف یہ کریں کہ ایک بھائی کا آپ سے معاملہ پڑتا ہے۔ یا آپ اس میں کسی رنگ میں صریح غلطی دیکھتے ہیں اور اس پر آپ کو یقین ہو جاتا ہے تو پھر اسے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی اصلاح کرے۔ اب ایک دقت پیش آتی ہے وہ یہ کہ کس طرح معلوم ہو کہ ہمارے بھائی نے فلاں حرکت جو کی ہے وہ قابلِ اصلاح ہے۔ تو اس کا آسان طریق یہ ہے کہ اُسے قرآن وسنت اور حدیث پہ پیش کرو۔ قرآن نے اس کے متعلق کیا فرمایا ہے۔ نبی کریم صلعم کا اسوۂ حسنہ اس بارہ میں کیا تھا۔ یہ ایک معیار ہے جس کو پیشِ نظر رکھنے سے آپ بہت سی ٹھوکروں سے بچ رہیں گے۔

اس ساری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے بھائی کو آئینہ سمجھیئے اور خود اس کا آئینہ بن جایئے اگر کوئی بھائی کوئی نقص بیان کرے تو دیکھیئے کہ وہ آپ میں ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو اس کی اصلاح کیجئے اگر نہیں تو خدا کا شکر ادا کریں۔

میرا تو یہ ایمان ہے کہ جو خدا اور اس کا رسول صلعم فرمائیں اس پر بلا چون وچرا عمل کیا جائے تو پھر ہر طرف محبت ہی محبت ہو گی آپ کو دن رات کے فسادات نظر ہی نہیں آئیں گے۔ سو آؤ ہم اپنے پیارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کو حرزِ جاں بنائیں اور ایک ایسی دنیا بسائیں جہاں محبت، صلح، آشتی اور پیار کا دور دورہ ہو اور باہمی محبت و پیار کے جھونکے مسحور و مسرور کرتے ہوں۔

انذار

(۱) جو شخص متواتر تین جمعہ کی نمازیں سستی سے چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر سیاہی کی مہر کر دیتا ہے۔ (ابوداؤد)

(۲) آدمی کا لمبی نماز پڑھنا اور مختصر خطبہ پڑھنا اس کے سمجھدار ہونے کی علامت ہے (مسلم)

(۳) اگر تم میں سے کوئی تپتی ہوئی پتھریلی زمین پر نماز پڑھتا ہے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ جمعہ کے دن اپنے گھر میں بیٹھا رہے اور جب امام خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہو تو لوگوں کی گردنیں پھلانگتا اندر آئے۔ (مالک)

(۴) خدا کے نزدیک بہترین عمل بروقت نماز ہے۔

(۵) عہد کی پابندی کرو کیونکہ قیامت کے دن اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

(۶) سچ بولو کہ سچ بولنے والا بزدل نہیں ہوتا۔

(۷) تم زمین والوں پر رحم کرو خداتعالے عرش پر تم پر رحم فرمائے گا۔

تھے کہ وہ جس قبیلے سے تعلق رکھتی ہے وہ بہت زبردست اور مغرور ہے اس کے آدمیوں خاص طور پر عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا جانا اس کے وقار پر ایک کاری ضرب ہے۔ آپؐ نے جویریہ سے کہا وہ نہ صرف اُسے آزاد کرتے ہیں بلکہ اُسے اپنے عقد میں لینا چاہتے ہیں وہ رضامند ہوگئی۔ آپؐ کے اس دانشمندانہ اقدام نے اس دن بنیے کے دل جیت لئے اور وہ تمام کا تمام قبیلہ مسلمان ہوگیا اور اسلام کا پُرجوش حامی بن گیا۔

صلح حدیبیہ

آپؐ کی بے پناہ ذہانت کا ایک اور واقعہ سنیئے جس نے آپؐ کی خداداد ذہانت اور دوراندیشی کو ظاہر کر دیا۔ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کا تھا۔ ہجری کے چھٹے سال آنحضرت صلعم کچھ مسلمانوں کے ساتھ حج کرنے کی غرض سے مکہ کے پُرامن سفر پر روانہ ہوئے لیکن کفارِ مکہ نے آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیا۔ آپؐ نے مکہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈال دیا۔ قریش کے سردار آپؐ کو ملنے کے لئے آئے۔ آپ نے انہیں بتایا کہ مکہ کسی معاندانہ مقصد کے لئے نہیں جا رہے لیکن قریش نے اس کے باوجود مکے میں داخلے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد دونوں جماعتوں میں گفت و شنید کا سلسلہ شروع ہوا جو صلح حدیبیہ کے مشہور معاہدے پر منتج ہوا۔

معاہدے کی شرائط یہ تھیں۔

(۱) مسلمانوں اور قریش کے درمیان دس سال کے لئے جنگ نہ ہوگی۔

(۲) قریش کا جو شخص اسلام قبول کرنے کے لئے مسلمانوں کے پاس آئے مسلمان اُسے قریش کے پاس واپس بھیج دیں گے لیکن اگر کوئی مُسلمان قریش کے پاس آجائے تو اسے مُسلمانوں کے پاس واپس نہیں بھیجا جائے گا۔

(۳) ہر شخص آزاد ہے خواہ وہ اسلام قبول کر کے مسلمانوں کے ساتھ مل جائے یا وہ قریش کا حلیف بن جائے۔

(۴) مُسلمان اس سال حج نہیں کریں گے لیکن اگلے سال انہیں حج کرنے کی اجازت ہوگی وہ پُرامن طور پر آئیں اور اپنے ساتھ صرف ایک تلوار نیام میں بند کر کے لائیں اور انہیں تین دن سے زیادہ مکے میں ٹھہرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ آپؐ نے اپنے چچا زاد بھائی علی رضؓ کو بلایا اور انہیں معاہدے کی شرائط لکھوائیں۔

آپؐ نے (اس معاہدے کو) اس طرح شروع کرایا ”اللہ کے نام سے جو الرحمان اور الرحیم ہے“ لیکن سہیل بن عمرو جو قریش کا نمائندہ تھا اس نے ان الفاظ پر اعتراض کیا۔ آپؐ نے اس کی بات مان لی اور حضرت علی رضؓ کو حکم دیا کہ وہ صرف (باسمك اللّٰھم)“ اللہ کے نام سے ” لکھے پھر آپؐ نے علی رضؓ کو کہا کہ وہ لکھیں ”یہ معاہدہ محمد رسول اللہ اور سہیل بن عمرو کے درمیان طے پایا ہے“ لیکن سہیل نے یہ کہتے ہوئے پھر احتجاج کیا کہ اگر وہ آپ کو اللہ کا رسول مان لیں تو پھر آپؐ سے جھگڑا کیا؟ اس لئے آپؐ اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھوائیں۔

آپؐ نے حضرت علی رضؓ سے کہا کہ وہ ان الفاظ ”رسولِ خدا“ کو مٹا دیں اور اس کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھیں لیکن علی رضؓ ایسا کرنے سے ہچکچائے اس پر آپؐ نے اپنے ہاتھ سے یہ الفاظ مٹا دیئے۔

بہت سے مؤرخین کہتے ہیں اس معاہدے کی رُوح اور طرز بظاہر یہ معاہدہ مسلمانوں کے حق میں نہ تھا۔ اور وہ اس معاہدے سے خوش نہ تھے خاص طور پر اس کی دُوسری شرط سے۔ چنانچہ حضرت عمر رضؓ نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے کہا کہ کیا آپؐ اللہ کے نبی نہیں ہیں؟ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ اور کیا وہ کافر نہیں ہیں؟ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے تصدیق کی کہ ایسا ہی ہے۔ عمر رضؓ نے پوچھا کہ حضورؐ کے لئے پھر یہ کیوں ضروری ہوا کہ وہ کفار کو ایسی رعائتیں دیں۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے حضرت عمر رضؓ سے کہا اے عمر رضؓ صبر کو ہاتھ سے نہ چھوڑ کیونکہ میں یہ ایمان رکھتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں۔ عمر رضؓ نے جواب دیا کہ میں بھی انہیں اللہ کا نبی مانتا ہوں۔ لیکن عمرؓ بے چین تھے انہوں نے یہ مسئلہ آپؐ کے سامنے بھی اُٹھایا اور وہی باتیں کہیں جو حضرت ابوبکر رضؓ سے کہی تھیں۔

آپؐ نے جواب دیا۔ میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں۔ میں اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ اور وہ (خُدا) مجھے بے کس نہیں چھوڑے گا آپؐ نے اس کے بعد وضاحت فرمائی کہ اس معاہدے کی بعض شرائط جو مسلمانوں کے خلاف نظر آتی تھیں انہیں کیوں تسلیم کیا گیا۔ اس معاہدہ کی دُوسری شرط مسلمانوں کے لئے ناقابلِ قبول تھی اس کے متعلق روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:۔

”البتہ جو شخص ہم سے بھاگ کر جائے گا“ کہ خدا تعالےٰ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہوگا۔ اور جو شخص ہمارے پاس آئے گا ممکن ہے اللہ تعالےٰ اس پر کشادگی اور خلاصی کا راستہ کھول دے۔“

آخر کار صلح حدیبیہ مسلمانوں اور اسلام کے لئے مفید اور دشمنانِ اسلام کے لئے تباہی کا باعث بنی۔

اس معاہدے کے فوراً بعد ایک معزز قریشی ابوجندل مسلمانوں کے پاس آئے اور کہا میں اسلام لاتا ہوں لیکن مسلمانوں نے اُسے واپس کر دیا کیونکہ اس نے اپنے قبیلے کے سردار سے اجازت حاصل نہیں کی تھی مخالفین اسے واپس لے گئے وہ چلاتا رہا اے مسلمانوں تم مجھے کفار کے پاس کیوں بھیج رہے ہو جو مجھے ایمان لانے پر سزا دیں گے۔

آنحضرت صلعم نے اس سے کہا! اے ابوجندل صبر کر اور اللہ پر ایمان رکھو۔ خدا تمہارے اور تمہارے ساتھ دوسرے مسلمانوں کیلئے کوئی اور راستہ پیدا کر دے گا۔ ہم نے ان لوگوں کے ساتھ معاہدہ کیا اس لئے ہم ان کو دھوکا نہیں دے سکتے۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد ابو بصیر بن اُسید ثقفی نے اسلام قبول کر لیا اور مسلمانوں میں شامل ہوگیا۔ یہ اپنے قبیلے کا سرکردہ رکن تھا۔ قریش نے ابو بصیر کے تعاقب میں دو آدمی بھیجے انہوں نے آنحضرتؐ سے کہا کہ اُسے ان کے حوالے کر دیا جائے۔

ابو بصیر نے آپؐ سے کہا۔ آپ مجھے کفار کے سپرد کس طرح کرتے ہیں جبکہ یہ مجھے دین سے ہٹا دیں گے اور مجھے سزا دیں گے درآنحالیکہ خُدا نے مجھے ان سے نجات دی ہے۔

آپؐ نے جواب دیا۔ خُدا تمہارے اور تمہارے بھائیوں کے لئے کوئی راستہ نکالے گا۔ ابو بصیر مدینہ جانے کے بجائے ساحلِ سمندر کے قریب ایک مقام پر رہنے لگے۔ ابوجندل بھی وہاں اُن کے ساتھ مل گئے۔ اور بہت سے آدمی جو اسلام لا چکے تھے وہ بھی ان کے ساتھ آ ملے یہاں اُنہوں نے ایک گروہ بنا لیا جس نے قریش کے خلاف خوف و ہراس پھیلانا شروع کر دیا اور ان کے تجارتی راستوں کو پامال کیا۔ آخر قریش ان لوگوں کے ہاتھوں بہت تنگ ہوئے اور آنحضرت صلعم کو لکھا کہ وہ انہیں صلح حدیبیہ کی دوسری شرط سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں جو شخص ہم میں سے مسلمان ہو کر آپ کے پاس چلا جائے اُسے واپس بھیجنے کی ضرورت نہیں۔

آنحضرت صلعم نے دشمنانِ اسلام سے نمٹنے کے لئے جو پالیسی طے کی تھی اس کی خوبیاں دن بدن روشن تر ہوتی چلی گئیں صلح حدیبیہ آپ کی بصیرت اور دوراندیشی کی ایک درخشاں مثال ہے یہ شرائط نزاکتِ حالات کے اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ اگر یہ معاہدہ نہ کیا جاتا تو مسلمان اس کامیابی سے محروم رہتے جو انہوں نے اتنی جلدی حاصل کر لی۔ صلح حدیبیہ کے وقت مسلمانوں کی تعداد چند سو تھی لیکن جب مکہ فتح ہوا تو اُن کی تعداد دس ہزار تھی۔

تمام مؤرخ اس بات پر متفق ہیں کہ صلح حدیبیہ حقیقت میں مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔ اس لئے مسلمانوں کے لئے تبلیغ اسلام کے دروازے کھل گئے اسلام کے دشمنوں کو ایک موقع فراہم ہوا کہ وہ عداوتوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے اس دین کی خوبیوں پر غور کریں جس کے خلاف وہ ضواں لڑتے رہے۔ اس صلح کے نتیجہ میں بہت سے لوگ اسلام لے آئے۔ یہ صلح ایک بہت بڑی کامیابی نظر آنے لگی۔ جس نے مسلمانوں کے لئے بڑے شاندار نتائج پیدا کئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے صلح حدیبیہ کے متعلق کہا تھا:۔

”تاریخ اسلام میں صلح حدیبیہ سے بڑی کوئی فتح نہیں دکھائی جا سکتی“

مسلمانوں کے لئے اس سے زیادہ سچائی کی بیّن شہادت نہیں ہو سکتی تھی کہ صلح حدیبیہ کے متعلق قرآنِ کریم کی یہ آیت:۔

ترجمہ:۔ ”یقیناً ہم نے تمہیں ایک واضح فتح عطا کی“

” ” ہم نے تیرے لئے ایک کھلی فتح (کی راہ) کھول دی۔

(۴۸-۱)

ـــــ ٭٭٭ ـــــ

ارشادِ باری تعالےٰ:۔
اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کر اور خود اس پر قائم رہو۔

تلخیص و ترجمہ :- محمد شاکر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال دانشمندی اور حکمت عملی

ہمارا ایمان ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے تھے اور ان کا پیغام ہر دور، ہر ملک وقوم کے انسانوں کے لئے تھا آپ کے سپرد سب سے مشکل کام تھا۔ آپ نے اپنے عمل سے بنی نوع انسان کو اخلاق کی تعلیم دی اور دشمنوں کے دلوں میں گھر کر کے انہیں اپنا بنا لیا۔ اسلام کے ابتدائی ایام کی تاریخ نبی صلعم کی زندگی اور خیالات کی آئینہ دار ہے اور یہ ظاہر کرتی ہے کہ حضرت نبی صلعم ایک نہایت حد درجہ قوت برداشت اور سوجھ بوجھ والے اور مثالی اخلاق کے انسان تھے ۔ یہ وہ صفات تھیں جنہوں نے آنحضرت صلعم کو ان کے مشن میں مؤثر طور پر کامیاب کیا اور وہ صفات جو ایک راہنما کے لئے ضروری ہوتی ہے آپؐ ان میں منفرد نظر آتے ہیں :۔

مشہور مسلم فقیہہ قاضی عیاض مصنف الشفا بتعریف الحقوق المصطفیٰ آنحضرت صلعم کی زندگی کے متعلق لکھتے ہیں کہ "میں نے ۷۱ کتابیں پڑھی ہیں اور ان سب میں میں نے یہی پڑھا ہے کہ پیغمبر صلعم بہت دانا اور سمجھے تھے ۔ ۔ ۔ اور ان تمام کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ اللہ نے آغاز آفرینش سے کسی شخص کو بھی اتنی خوبیوں سے نہیں نوازا جتنی آنحضرت صلعم کو عطا فرمائیں :۔

آنحضرت صلعم کی زندگی کے متعلق بہت سے واقعات بیان کئے جاتے ہیں پس اب ان سے چند ایسے واقعات بیان کئے جاتے ہیں جو آپ کی سیاسی اور حکمت عملی کی حیران کن صلاحیتوں کو ظاہر کرتے ہیں

ایک بدّو

ایک بدّو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آیا اور آپؐ سے خیرات مانگی آپؐ نے اُسے کچھ دیا اور پوچھا کہ آیا وہ اب مطمئن ہے۔ جواب ملا نہیں ۔ آپؐ کے پاس چند اصحاب بیٹھے تھے وہ اس شخص کے جواب سے خفا ہو گئے اور قریب تھا کہ وہ اس بدّو کو اس کی گستاخی پر سزا دیتے آپؐ نے فوراً ان کو روک دیا۔ آپؐ گھر تشریف لے گئے بدّو کے لئے کچھ اور لائے اور اُسے دیکر پوچھا کیا اب وہ مطمئن ہے ۔

بدّو نے کہا۔ ہاں ! میرا خدا آپ کو اور آپ کے بھائی بندوں کو اجر دے ۔ پھر حضورؐ نے فرمایا :" میرے دوست تمہارے پہلے جواب سے خوش نہ تھے۔ اگر تم ناراض نہ ہو تو مہربانی کر کے ان کو کہہ دو کہ اب میں مطمئن ہوں ۔ بدو رضامند ہو گیا۔ دوسرے دن جب آپؐ اپنے صحابہ رضؓ میں تشریف فرما تھے تو وہ بدّو آیا۔ آپؐ نے (اپنے صحابہؓ کو مخاطب کر کے کہا) کیا تمہیں یاد ہے اس بدّو نے کیا کہا تھا۔ میں نے اس کے بعد اسے اور دے دیا اور اس نے کہا تھا کہ اب وہ مطمئن ہے (آپؐ نے بدّو سے مخاطب ہو کر فرمایا) کیا ایسا نہیں ہے ۔ بدّو نے جواب دیا۔ ہاں : میرا اللہ آپؐ کو اور آپؐ کے بھائی بندوں کو اجر دے۔

پھر آپؐ نے اپنے صحابہ رضؓ سے کہا میرا واقعہ اس آدمی کے ساتھ ایسا ہے جیسے کسی آدمی کا اونٹ بھاگ گیا ہو۔ لوگ اس اونٹ کا تعاقب کریں اور جونہی اس کے قریب پہنچیں وہ تیز بھاگ کھڑا ہو۔ پھر اس اونٹ کا مالک تعاقب کرنے والے لوگوں سے کہے اس جانور کو جانے دو میں اسے جانتا ہوں اور یہ مجھے جانتا ہے۔ پھر وہ آدمی اکیلا اس وقت اونٹ کے پیچھے بھاگ کھڑا ہو اور جب وہ اسے پکڑے تو اُسے پیار سے تھپکے اور وہ اونٹ نرم پڑ جائے۔ پھر وہ جانور جھک جائے اور وہ آدمی اس پر سوار ہو جائے۔ اور اپنے سفر پر بڑے اطمینان کے ساتھ روانہ ہو جائے۔ میرے معاملے میں اس آدمی نے بے اطمینانی کا اظہار کیا تھا اگر میں مداخلت نہ کرتا تو تم اس کی بے عزتی کرتے لیکن اب یہ آدمی محفوظ ہے "۔ یہ قصہ آپ کی خداداد قوت برداشت کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ انسانی کردار کی خامیوں کو کس درجہ جانتے تھے اور آپ کی خطاؤں سے درگذر کرنے اور ان کی دل جوئی کی کتنی خواہش اور صلاحیت رکھتے تھے ۔

ایک قرض خواہ

آنحضرت صلعم کی عاجزی وانکساری ، صبر وتحمل نے ہمیشہ لوگوں پر اچھا اثر ڈالا اور آپؐ کا یہ سلوک ابتدائی ایام میں اسلام کی کامیابی کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ایک دفعہ ایک غیر مسلم اپنا قرضہ مانگنے کے لئے آپؐ کے پاس آیا اور آپؐ کے ساتھ بڑا ترش سے پیش آیا۔ آپؐ کا گریبان پکڑ لیا اور آپؐ کو برا بھلا کہنے لگا۔ آپؐ بالکل خاموش تھے حضرت عمر رضؓ نے یہ ماجرا دیکھا تو آگ بگولا ہو گئے اور اس آدمی کی اس گستاخی کی وجہ سے اس پر حملہ کرنے ہی والے تھے مگر آپؐ نے فرمایا عمرؓ! تجھے ایسا نہیں کرنا چاہیئے ہم دونوں کو کسی اور چیز کی ضرورت ہے تمہیں چاہیئے تھا کہ مجھے کہتے کہ آپ اپنا قرض ادا کریں اور اس شخص کو کہتے کہ تم مناسب طریق سے مطالبہ کرو۔ پھر آپؐ نے اس آدمی کی رقم سے کچھ زیادہ ادا کرنے کا انتظام کیا۔ اس واقعہ کا اس آدمی پر اتنا اثر ہوا کہ وہ فوراً مسلمان ہو گیا۔ اس طرح کے اچھے اخلاق اور انسانی احساسات کی قدر کا مظاہرہ ہمیشہ آپ نے کیا جس کی وجہ سے اسلام نے دن دگنی رات چوگنی ترقی کی۔

ایک جنگی قیدی

ایک لڑائی میں بنی حنیفہ کا سردار ثمامہ بن اثال گرفتار ہوا مسلمان سپاہیوں نے ثمامہ کو نہ پہچانا اور وہ اسے قیدی بنا کر آپؐ کے پاس لے آئے ۔ آپؐ نے اسے پہچان لیا۔ وہ اسلام کا سخت دشمن تھا لیکن آپؐ نے اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ اسے تین دن تک مہمان رکھا۔ اسی دوران میں آپ نے اسے اسلام لانے کی دعوت دی لیکن ثمامہ نے انکار کر دیا۔ لیکن آپؐ نے مسلمانوں کے قاتل کو بغیر کسی شرط کے آزاد کر دیا۔ ثمامہ آپؐ کے پاس واپس آیا اور کہا۔ اے محمدؐ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ روئے زمین پر تمہارے چہرے سے زیادہ نفرت انگیز میرے نزدیک کوئی چہرہ نہ تھا۔ لیکن آپؐ کا چہرہ ساری دنیا کے چہروں سے مجھے زیادہ محبوب ہے۔ اور قسم ہے خدا کی میرے نزدیک تمہارے دین سے زیادہ نفرت انگیز کوئی دین نہ تھا لیکن اب آپ کا دین سارے دینوں سے زیادہ مجھ کو پسند ہے اور قسم ہے اللہ کی میرے خیال میں تمہارے شہر سے زیادہ نفرت انگیز کوئی شہر نہ تھا لیکن اب آپؐ کا شہر مجھے سارے شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ اسلامی تحریک کے ابتدائی ایام میں مضبوط بنانے کے لئے ثمامہ کا قبول اسلام ایک بہت بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ اسلام لانے کے بعد وہ اس قدر پرجوش اور وفادار ثابت ہوا کہ اس نے یمامہ سے جو رسد قریش کو پہنچتی تھی اُسے روک دینے کا فیصلہ کر دیا۔ قریش نے بہت کوشش کی کہ ثمامہ کی عائد کردہ پابندیاں ختم ہو جائیں اور جب وہ ہر طرف سے ناکام ہو گئے تو انہوں نے آنحضرتؐ سے اپیل کی۔ آپؐ جو رحمت اور صبر کے اوصاف سے متصف تھے ثمامہ سے فرمایا کہ وہ ان (کفارانِ قریش) کی رسد بحال کر دے ثمامہ نے اسے قبول کر لیا۔

آخری زمانہ میں جب یمامہ کے لوگ مرتد ہو گئے تو ثمامہ وفادار اور ثابت قدم رہے انہوں نے لوگوں سے کہا کہ وہ مسیلمہ (کذاب) کی باتوں میں نہ آئیں اور اس سے دھوکا نہ کھائیں۔ ایک مشہور تقریر میں فرماتے ہیں۔ " اے لوگو ! اپنے بد انجام سے بچو اور جو تم کرنے کا ارادہ رکھتے ہو وہ تم پر مصیبت لائے گا۔ اور اگر تم اسلام میں واپس نہ آئے تو تمہارا انجام برا ہو گا "۔ آخر جب انہوں نے دیکھا کہ ان کی نصیحت ان پر کارگر نہیں ہوئی تو وہ مرتد لوگوں سے جنگ کرنے کے لئے ان سے جدا ہو کر اسلامی فوجوں میں شامل ہو گئے ۔

خاتون جویریہ رضؓ

حضرت محمد صلعم کی سخاوت ، رحم دلی اور ذہانت کے متعلق ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے جس سے آپ کو بے شمار انسانوں کی ہمدردیاں حاصل ہو گئیں۔ آپؐ کو اطلاع ملی کہ ایک قبیلہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاریاں کر رہا ہے۔ آپؐ نے اس قبیلے کے خلاف جنگ کی جس میں مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی ۔ بہت سا مال غنیمت بھی ہاتھ آیا۔ اس زمانے کے رسم و رواج کے مطابق اس قبیلے کے کچھ مرد اور عورتوں کو قیدی بنا لیا گیا۔ قیدیوں میں اس قبیلے کے سردار کی بیٹی جویریہ بنت الحارث بھی تھی۔ وہ (جویریہ) ایک مسلمان سپاہی کو دے دی گئی۔ وہ عورت آپؐ کے پاس آئی اور فریاد کی کہ میں اس قبیلے کے سردار کی بیٹی ہوں اور مجھے ایک عام آدمی کے قبضے میں دے دیا گیا ہے ۔ آپؐ چاہتے

مضبوط نظام کے بغیر کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی

قومی وحدت اور استحکام کو ہر وقت پیش نظر رکھو

سبح اللہ ما فی السموٰت و ما فی الارض . . . .

. . . . مرصوص (الصف)

ترجمہ :- اللہ کی تسبیح کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک یہ سخت بیزاری کی بات ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔ اللہ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اس کے رستہ میں صف باندھ کر جنگ کرتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ہیں۔

جماعت کا نظام کیسا ہو!

وہ بے نظیر نظام جماعت کا جو دین حق نے پیدا کیا اور جو اصل منشاء اس کی آمد کا تھا ان آیات میں اسی کا ذکر ہے۔ فرمایا ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص۔ کس قدر زبردست نظام ہے جماعت کا کہ جنگ کرتے ہیں، ملک گیری کے لئے نہیں۔ مال و دولت کے لئے نہیں اقتدار حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ فی سبیلہ محض خدا کے راستے میں اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے اور سر کٹواتے ہیں تو کس حالت میں صفا ایک لائن میں کھڑے ہو کر۔ کانھم بنیان مرصوص گویا کہ مضبوطی میں وہ سیسہ پگھلائی ہوئی دیوار کی طرح ہیں۔ تیروں کی بوچھاڑ ان پر ہوتی ہے۔ دشمنوں کے زبردست حملے ہوتے ہیں مگر ان میں جنبش پیدا نہیں ہوتی۔ ان کے قدم پیچھے نہیں ہٹتے اور وہ نہایت استقامت سے ان کا مقابلہ کرتے ہیں اور ایسی مضبوط دیوار کا نقشہ پیش کرتے ہیں جس کے اجزا باہم ملے ہوئے ہیں اور بیرونی طاقت کا جس پر کوئی اثر نہیں۔

نظام کی اہمیت اور اطاعت امیر

ہمارے نبی کریم صلعم کے سامنے تو کسی کو چون و چرا کی طاقت نہ تھی مگر پھر بھی آپ نے ایک زبردست نظام مقرر کیا اس کے لئے قانون وضع کیا اور جماعت کو اس کا سختی سے پابند بنایا اور اسی نظام جماعت کو قائم کرنے کے لئے آپ بیعت بھی لیتے رہے اور نہ صرف خود ہی بیعت لی بلکہ آئندہ کے لئے بھی فرما دیا کہ جو کوئی تمہارا امیر مقرر ہو اس کے ساتھ کیا سلوک کرو۔ فرمایا۔

السمع والطاعۃ . . . .

فلا سمع ولا طاعۃ

ہر مسلمان پر یہ فرض ہے کہ وہ سنے اور عمل کرے اور خواہ وہ اس بات کو پسند کرتا ہو یا نہ کرتا ہو جب تک کہ اسے خدا اور رسول کی نافرمانی کا حکم نہیں دیا جاتا اور اگر نافرمانی کا حکم دیا جائے تو پھر بات نہ سنے اور نہ فرمانبرداری کرے۔

آپ کے سامنے نظام کی پابندی نہایت ضروری تھی یہاں تک فرمایا اسمعوا و اطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی کان راسہ زبیبۃ "یعنی اگر ایک حبشی غلام بھی جس کا سر سوکھے انگور کی طرح ہو تمہارا حاکم مقرر کیا جائے تو اس کی بات بھی توجہ سے سنو اور اس کی تابعداری کرو۔ اور ایک اور روایت میں ہے :-

ما اقام فیکم کتاب اللہ۔ اس وقت تک کہ وہ اللہ کی کتاب کو تمہارے درمیان جاری رکھے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ میرے بعد حق تلفیاں ہوں گی ستروں بعدی اثرۃ بعض حکام سختیاں برتیں گے۔ اصحاب نے دریافت کیا کہ ایسے حالات میں کیا حکم ہے؟ فرمایا صبر کرو۔ حکام کے حق ادا کرو اور اپنے حقوق خدا سے طلب کرو۔ یہ فی الحقیقت نظام کا اصول تھا جس پر جماعت کی طاقت کی بنیاد تھی اور جب تک دنیا قائم ہے رہے گی۔ ایک اور حدیث میں ہے آپ نے فرمایا :-

"جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

یہ ہے وہ بلند اصول جو آپ نے اتحاد ملی کے لئے قائم کیا اور جو نظام کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ غور کر کے دیکھ لیجئے اس کے بغیر کوئی نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ یہی اصول تھا جس نے حضرت ابوبکر رض۔ عمر رض اور عثمان رض کے زمانہ میں مسلمانوں پر فتوحات کے دروازوں کو کھول دیا۔

اقرار بیعت کو پورا کرو

جو آیت میں نے پہلے پڑھی تھی اس میں جو یہ الفاظ ہیں لم تقولون ما لا تفعلون کہ ایسی بات نہ کہا کرو جو تم کرتے نہیں یہ خدا تعالیٰ کے نزدیک نہایت ہی مکروہ اور ناپسندیدہ ہے تو بات یہ ہے کہ وہ لوگ جو بات کو منہ سے نکالتے تھے اس پر پکے نہ تھے یہ نہ تھا کہ بیعت تو کر لی کہ ہم آپ کی بات سنیں گے اور مانیں گے مگر جب حکم ہوا تو پھر بھاگ گئے۔ یہ جوانمردی نہیں اس سے بہتر ہے کہ پہلے ہی علیحدہ رہے تاکہ نظام میں رخنہ اندازی نہ ہو۔ وہ شخص جو بیعت کرتا ہے اور پھر بیعت کے اقرار کو پورا نہیں کرتا دراصل دوست نہیں دشمن ہے جو جماعت کے نظام کو کمزور کرتا ہے اور کام کو نقصان پہنچاتا ہے۔

صحابہ کرام رض کا جوش ایمان

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں پھر قلمی۔ لسانی اور مالی جہاد کا موقع دیا ہے۔ اور ہم نے اس کام کے لئے بیعت کی ہوئی ہے اب اگر ہماری راہ میں سخت ترین مشکلات بھی آئیں تو ہمیں ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہئے۔ اور ہمارا جو قدم اٹھے وہ آگے ہی ہو ایک دفعہ صحابہ کرام رض کو بہت سخت مہم درپیش تھی مگر وہ اطاعت اور فرمانبرداری کے پیکر کام کرنے جاتے تھے اور جھوم جھوم کر پڑھتے جاتے تھے :-

نحن الذین بایعوا محمداً علی الجہاد ما بقینا ابداً

ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد صلعم کی جہاد پر بیعت کی ہوئی ہے اور یہ اقرار ہمارا تا زندگی ہے۔

نظام کی بنیاد "سنو اور اطاعت کرو" پر ہے

آج کے زمانہ میں حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ نے بھی ہمیں ایک جہاد پر لگایا ہے جس پر ہم نے تمام عمر کاربند رہنے کی بیعت کی ہے مگر یاد رکھو کہ کوئی جہاد نظام کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ یہ ہے ہی ناممکن اس لئے ہمارا سب سے پہلا فرض ہے کہ نظام قائم کریں اور وہ وہی اصول ہے جس پر نبی کریم صلعم نے نظام کو قائم کیا۔ مگر پھر کہتا ہوں کہ نظام کی بنیاد ایک ہی بات پر ہے کہ اسمعوا و اطیعوا۔ سنو اور اطاعت کرو۔ جب تک یہ روح پیدا نہ ہو جائے، جب تک تمام افراد جماعت ایک آواز پر حرکت میں نہ آ جائیں جب تک تمام اطاعت کی ایک سطح پر نہ آ جائیں ترقی محال ہے۔

وحدت پاش امور

بعض باتیں ایسی ہیں جو نظام جماعت کو کمزور کر دیتی ہیں اور جو بظاہر معمولی معلوم ہوتی ہیں مگر قوم کے لئے مہلک ہیں۔ ان آخری سورتوں میں جو فتوحات کے وقت نازل ہوئیں اللہ تعالیٰ نے ان ہی باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے اور جو نظام کو بچانے کے لئے ضروری ہے سورہ حجرات میں ہے :-

لا تلمزوا انفسکم اجتنبوا کثیراً من الظن

ولا تجسسوا

اپنے بھائیوں پر عیب نہ لگاؤ۔ بہت بدگمانی سے بچو اور ایک دوسرے کے بھید مت ٹٹولو اور ایک دوسرے کی چغلی مت لگاؤ اس قسم کی اور بھی بہت قیمتی نصائح ہیں بظاہر یہ معمولی ہیں مگر یہی باتیں قومی نظام کو قائم کرتی ہیں۔ ایک دوسرے کی خیر خواہی سے محبت بڑھتی ہے اور محبت استحکام کا باعث ہوتی ہے لیکن جب ان برائیوں میں افراد پڑ جاتے ہیں تو محبت کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے اور قوم کا شیرازہ منتشر ہو جاتا ہے۔

اپنے بھائی کی جان۔ مال اور عزت کی اپنے خون سے حفاظت کرو

ہماری قومی زندگی کا راز ہی باہمی محبت اور ایک دوسرے کی خیر خواہی میں ہے۔ نبی کریم صلعم کا آخری پیغام جسے وصیت کہنا چاہئے یہی تھا :-

ان دماءکم واموالکم - - - - - - - -

فی شہرکم ھذا فی بلدکم ھذا۔

ترجمہ :- خبردار مسلمان کا خون۔ مال اور آبرو دوسرے مسلمانوں پر ویسے ہی حرمت والے ہیں جیسے کہ یہ حج کا دن۔ یہ ماہ محرم اور یہ

مکہ مکرمہ کا شہر حرمت والے ہیں۔

اس سے صاف واضح ہے کہ مسلمان کی ہر چیز حرمت والی ہے اسے مقدس سمجھنا چاہیئے۔ نہ کسی کی عزت پر حملہ کرو۔ نہ کسی کی برائی کرو نہ چغلی کھاؤ۔ یہی چیزیں جن کی مذمت ظاہر ہے جماعت کے نظام کو برباد کرتی ہیں ہر وقت یہی اصول سامنے ہونا چاہیئے اسمعوا اطیعوا سنو اور اطاعت کرو اور بس اور اس نظام کو بربادی سے بچانے کے لئے ہر وقت بچنا چاہیئے بدگمانی سے۔ تجسس سے، غیبت سے۔ اس میں راز کیا ہے اسلام نے ہمارے سامنے ایک نہایت بلند مقصد رکھا ہے لیکن جب ایک مومن ان برائیوں میں لگ گیا۔ دن رات عیب جوئی اس کا شعار بن گیا تو وہ بلند مقصد جس کے لئے وہ کھڑا ہوا ہے فوت ہو گیا۔ کیوں؟ اس طرح ان کا قیمتی وقت ضائع جاتا ہے۔ توجہ جاتی ہے دماغ خرچ ہوتا ہے اصل کام کو کمزوری پہنچنے لگ جاتی ہے۔ اور نظام برباد ہو جاتا ہے۔

کیچڑ اچھالنا پست فطرت پر دال ہے

یہ کیوں ہے یہ ایک طبعی مناسبت ہوتی ہے بعض کو گند کی رغبت ہوتی ہے اور بعض کو خوبی سے۔ دو ہی قسم کے انسان ہوتے ہیں ایک بلند فطرت جن کی نگاہیں اوپر رہتی ہیں اور وہ خوبیوں پر نگاہ رکھتے ہیں دوسرے پست فطرت وہ ہمیشہ نیچے کی طرف ہی دیکھتے ہیں اور دوسروں کے عیبوں کی تلاش میں ہی ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اور یہ ان کی طبیعت کی مناسبت کی وجہ سے ہے آپ اس کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں اگر کہیں پھولوں کا باغ ہو وہاں پر بے شمار مکھیاں اڑ رہی ہوں تو بغیر قریب جا کر دیکھے ہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ شہد کی مکھیاں ہیں۔ لیکن اگر کہیں غلاظت ہو تو کبھی وہم میں بھی نہیں آتا کہ یہاں شہد کی مکھیاں ہوں گی۔ دوسری ہی مکھیاں ہونگی جنہیں غلاظت سے نسبت ہے۔ بعینہٖ یہی حال بلند فطرت اور پست فطرت لوگوں کا ہے۔

نکتہ چینی کو چھوڑو اور اصلاح میں لگ جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جماعت دی ہے اگر تم آج عیب جوئی میں لگ جاؤ تو سمجھ لو کہ جماعت گئی یہ نظام خدا کا قائم کردہ ہے ہمارا کام یہ نہیں کہ اسے اپنے ہاتھوں سے برباد کریں۔ بلکہ ضروری ہے کہ اس کو اور بھی مستحکم کریں۔ اور دنیا کو اس نظام کے اندر کھینچ لائیں۔ اور اس بات کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پست فطری کو چھوڑو۔ اگر دوستوں میں کوئی ڈاکو۔ یا بے راہرو وغیرہ نظر آتے ہیں تو بالکل ان سے الگ ہو جاؤ۔ لیکن اگر یہ خیال ہے کہ ہر ایک ہمارے منشاء اور خیال کے مطابق پورا نہیں اترتا۔ اس میں فلاں کمزوری ہے تو اس کا علاج محبت اور اصلاح کا طریق ہے۔

تو اگر کوئی کمزوری دیکھو کہ فلاں شخص نظام پر پورا نہیں اترتا۔ اطاعت میں غفلت برتتا ہے تو اسے سمجھاؤ۔ محبت سے۔ نرمی سے۔ اپنے نمونے سے۔ عیب شماری سے آج تک نہ کسی نے اصلاح کی اور نہ ہی اس کی توقع رکھنی چاہیئے۔ جہاں کبھی شریعت کے خلاف کوئی بات دیکھو وہاں غیرت اختیار کرو۔ لیکن اگر دوست کی بعض باتیں ناپسند ہوں تو اپنے آپ کو سنبھالو ممکن ہے کہ وہ دراصل عیب نہ ہو۔ اپنی نگاہوں کو ہر وقت بلند رکھو ترقی کی طرف قدم بڑھاؤ اور بلند مقصد حاصل کرنے کے لئے شب و روز مصروف رہو۔ دوسروں کی خوبیوں پر نگاہ رکھو اور اپنی کمزوریوں کی اصلاح کی طرف توجہ دو۔ ہر شخص تم میں سے اپنی اپنی اصلاح کر لے تو قوم بنتے دیر نہیں لگے گی۔

حضرت اقدس مرزا صاحبؒ کا اسوۂ حسنہ

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ آپ کے ایک مرید داڑھی منڈواتے تھے اور وہ آپ کے گھٹنے سے گھٹنا ملا کر بیٹھتے تھے کہ ایک وہابی منش مرید کو غصہ آیا اور کہا کہ آپ ایک داڑھی منڈے کو اپنے ساتھ لئے بیٹھے ہیں۔ فرمایا۔ آپ کو داڑھی کا خیال ہے اور مجھے دلوں کی فکر ہے بات یہ ہے کہ یہ بھی شریعت کا حکم تھا مگر ہر بات کا مراتب خیال رکھنا پڑتا ہے۔

دو تین بنیادی باتیں

میں یہاں پھر وہ تین باتیں نظام کے لئے دوہراتا ہوں بنیاد یہ "سنو اور اطاعت کرو" اس وقت تک جب تک کہ گناہ کا حکم نہ ہو اور بربادی بچانے کے لئے عیب شماری کو چھوڑ دو۔ کہ نیکوں کا کام نہیں پست فطرتوں کا کام ہے۔

اگر آپ ان دو باتوں کو سختی سے پکڑ لیں تو دنیا کی کوئی طاقت اس نظام کو نہیں ہلا سکتی۔ جہاں کسی کو ایک دوسرے کی عیب شماری کرتے دیکھو اگر اس کو ہاتھ سے روک نہیں سکتے تو اس جگہ سے چلے جاؤ۔ خیال رکھو کہ جس طرح غلاظت کے چھینٹوں سے بچتے ہو اسی طرح اس عیب شماری سے بھی بچو۔ اور جماعت کے اس نظام کی پوری پوری پابندی کرو جو امام نے مقرر کر دیا ہے۔

واقعات گذشتہ سے عبرت پکڑو

دیکھو باہمی نکتہ چینی اور عیب شماری ہی قوموں کو برباد کرتی ہے۔ حضرت عثمان رضؓ کے وقت میں جب بعض مسلمانوں نے یہی طریق اختیار کیا کہ وہ ایک دوسرے کی عیب شماری کے درپے ہو گئے تو وہی قوم جس سے دشمن کانپتے تھے اس کی قوت برباد ہو گئی۔ جو نظام قائم ہے اس کو برباد ہونے سے بچاؤ۔ اور اسے زیادہ مضبوط بناؤ کیونکہ جس قدر نظام مضبوط ہو گا اسی قدر کامیابی کی منزل قریب تر ہوتی جائے گی۔

تعمیر جماعت ہی راز بقا ہے۔

جانتے ہو کہ تمام بزرگ ہم سے ایک ایک دو دو کر کے رخصت ہو رہے ہیں۔ ان کی تعداد کہیں اس قدر ہو گی جس قدر کہ ہماری اس وقت تعداد ہے۔ شیخ رحمت اللہ، خواجہ کمال الدین مرحوم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ مرحوم ہم سے جدا ہو گئے مگر نظام قائم ہے اس پر ہی جماعت قائم ہے۔ اسی طرح ہم چلتے جائیں گے کوئی دس سال اور کوئی پانچ سال نئے پرزے آتے جائیں گے اور اس مشینری کو جاری رکھیں گے اگر تو یہ نظام اس طرح چل رہا ہے تو کچھ بھی نہیں بگڑے گا۔ لیکن اگر نظام صحیح اصول پر نہ ہو تو کوئی بھی اسے نہیں بچا سکتا۔

(حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علیؒ)

مسلم فارانی :-

بدرگاہِ آقائے یثرب
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بروئے خواجۂ یثرب فدائم
نثارِ خاکِ کوئے دلربائم

بسوزم روز و شب در آتشِ ہجر
چساں داغِ دلم آورا نمائم

چوں شبنم برگلے امید بنیش
زلالِ کام را دل چکائم

بہ آں روئے کہ بنمودی بہ مسکیں
فدائش روئے صد سلطانم

رخت بنما دگر ہجرت بسوزد
ترحم یا رسول اللہ ترحم

حیاتِ جاوداں کن بہرہ من
بہ رحمت یک نظر کن در سرائم

تنم را خاکِ راہت ساز مولا
ہمیں یک آرزو و بس از تو خواہم

بدہ رہ در حریم ناز و عشقت
ز آدابِ محبت ناشنائم

ز بیم برگ و سامانست عصیاں
پذیر از من دعائے نارسائم

بدہ یک جرعۂ من تلخ کامم
ترا رحمت فراواں من گدائم

بجز لطفت نہ دانم دستگیرے
کریما غرقِ عصیاں ناسزائم

خوشا بختم کہ بس لہ منزلیک
نا کریم بہ حیش می برایم

بدرگاہت بدو رہ شاہ خوباں
ہمیں بوسم ہمیں برنگ سائم

ببخش ایں ناسزا سوز عشقت
زنم ہر ما سوا را پشت پائم

بمعنی کافر و نامست مسلم
چوں اسم سازو نورت کن دوائم

از بیتے عاجز

بن ہی جاتا ہے ایک دن کُندن

خواہشِ نفس جو کچلتا ہے + دامِ شیطاں سے بچ نکلتا ہے

رحم یا رب کہ سایۂ ظلمت + نُور کے ساتھ ساتھ چلتا ہے

اِک فسانہ ہے جامِ آبِ حیات + نظمِ فطرت کہاں بدلتا ہے

جانے والا جہاں سے وقتِ سفر + یاس و حسرت سے ہاتھ ملتا ہے

نفس کی سرکشی معاذ اللہ + میں سنبھلتا ہوں یہ مچلتا ہے

منکرینِ خُدا یہ بتلائیں + کیڑا پتھر میں کیسے پلتا ہے

کس طرح اُس پہ اعتماد کریں + اپنے اقوال جو بدلتا ہے

بن ہی جاتا ہے ایک دن کُندن + عشق کی آگ میں جو جلتا ہے

آئینہ دل کا ناصحِ ناداں + حُسنِ اخلاق سے نکھلتا ہے

معصیاتِ حیاتِ رفتہ پر + آنکھ روتی ہے دل اُبلتا ہے

آدمی وہ ہے جس کا اے عاجز
خوفِ محشر سے دِل دہلتا ہے

نام اس کا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے

وہ پیشوا ہمارا جس سے نُور سارا + نام اس کا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اِک دُوسرے سے بڑھ کر + لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

پردے جو تھے ہٹائے اندر کی رہ دکھائے + دِل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے + وہ طیب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے

حق سے جو حکم آئے اس نے وہ کر دکھائے + جو راز تھے بتائے نعم العطا یہی ہے

آنکھ اس کی دُور بیں ہے دِل یار سے قریں ہے + ہاتھوں میں شمع دیں ہے عین الضیا یہی ہے

جو رازِ دیں تھے بھارے اُس نے بتائے سارے + دولت کا دینے والا فرمانروا یہی ہے

اس نُور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں + وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ + باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

***

دُنیا کی زِندگی کیا ہے

- لوگوں کو مرغوب چیزوں (جیسے) عورتوں۔ بیٹوں اور ڈھیروں ڈھیر سونے چاندی اور پلے ہوئے گھوڑوں اور مویشی اور کھیتی کی محبّت بھلی معلوم ہوتی ہے یہ دُنیا کی زندگی کا سامان ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جانے کی جگہ ہے۔ (آلِ عمران)
- جان لو کہ دنیا کی زندگی کھیل اور تماشا اور زینت اور آپس میں فخر کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دُوسرے پر کثرت چاہنا ہے۔ بارش کی مثال کی طرح جس کا (کھیتی) کو اُگانا کسانوں کو خوش لگتا ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہے تو اُسے زرد پڑی ہوئی دیکھتے ہیں پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے مغفرت اور رضا بھی ہے۔ دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے۔ (حدید)
- ترجمہ حدیث:۔ دنیا کی محبت سب گناہوں کی سردار ہے اور ایک ہی چیز کی محبّت تمہیں اندھا اور گونگا کر دیتی ہے۔ (ابوداؤد)
- ابنِ مسعود روائیت کرتے ہیں کہ:۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں گیا۔ آپ کھجور کی چٹائی پہ لیٹے تھے اور بدن پہ چٹائی کے نشان پڑے ہوئے تھے میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! ہم آپ کے لئے ایک بچھونا بنا لیتے ہیں جو چٹائی پر ڈالا جائے تاکہ آپ کے بدن پر نشان نہ پڑیں۔ آپ نے فرمایا:

مجھے دُنیا سے کیا پیری اور دنیا کی مثال ایک سوار کی ہے کہ اُس نے ایک درخت کے نیچے آرام کیا اور پھر اُسے چھوڑ کر چلتا بنا۔ (ترمذی)

- جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اُسے دنیا سے اس طرح رکھتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی بیمار کو پانی سے روکتا ہے۔ (ترمذی)

مظہرے نورے کہ پنہاں بود از عہد ازل

چوں زمن آید ثنائے سرورِ عالی تبار + عاجز از مدحش زمین و آسمان و ہر دو دار

آں مقام قرب کو دارد بدلدارِ قدیم + کس نداند شانِ آں از واصلان کردگار

سرورِ خاصانِ حق شاہِ گروہِ عاشقان + آنکہ روحش کرد طے ہر منزلِ وصلِ نگار

از ہمہ چیزے فزوں تر در رہِ نوعِ کمال + آسماں ہا پیشِ اوجِ ہمّت او ذرّہ دار

مظہرے نورے کہ پنہاں بود از عہد ازل + مطلعِ شمسے کہ بود از ابتدا در استتار

حُسنِ روئے او بہ از صد آفتاب و ماہتاب + خاکِ کوئے او بہ از صد نافۂ مشکِ تتار

ہست او از عقل و فکر و وہمِ مردم دور تر + کے مجالِ فکر تا آں بحرِ ناپیدا کنار

زندہ آں شخصے کہ نوشد جرعۂ ز چشمہ ات + زیرک آں مردے کہ کرد است اتباعت اختیار

عارفاں را منتہائے معرفت علم رخت + صادقاں را منتہائے صدق بر عشقت قرار

یا نبی اللہ توئی خورشیدِ رہ ہائے ہدیٰ + بے تو نارد رُو براہے عارفِ پرہیزگار

یا نبی اللہ لب تو چشمۂ جاں پرور است + یا نبی اللہ توئی در راہِ حق آموزگار

یا نبی اللہ فدائے ہر سرِ موئے تو ام + وقفِ راہِ تو کنم گر جاں دہندم صد ہزار

راغب اندر رحمتت یا رحمت اللہ آمدیم + اے کہ چوں ما بر درِ تو صد ہزار امیدوار

یا نبی اللہ نثارِ روئے محبوبِ تو ام + وقفِ راہت کردہ ام ایں سر کہ بر دوش است بار

بینم انوارِ خدا در روئے تو اے دلبرم + مست عشقِ روئے تو بینم دلِ ہر ہوشیار

خوشتر از دوران عشقِ تو نباشد ہیچ دور
خوب تر از وصف و مدحِ تو نباشد ہیچ کار

*** (حضرت مجدد صد چہاردہم)

محسنِ انسانیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بعض ایسی بیماریوں کا ذکر کیا ہے جن کا کسی دوسری آسمانی اور زمینی کتاب میں ذکر نہیں ہے وہ بیماری جو ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے وہ کیا ہے۔ اما الانسان اذا ما ابتلٰہ ربہ۔ انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے فہم و ادراک سے نوازا ہے اس کا یہ حال ہے کہ دولت و ثروت کو حاصل کر لینے کو عزت کا معیار قرار دیتا ہے اور غربت کو ذلت کی نشانی قرار دیتا ہے۔ حالانکہ عزت کا معیار کردار ہے خدا تعالیٰ دولت و غربت دونوں میں انسان کا امتحان لیتا ہے جس میں بعض فیل ہو جاتے ہیں اور بعض پاس ہو جاتے ہیں۔

عزت و عظمت کا حقیقی معیار

فاما الانسان اذا ما ابتلٰہ ربہ فاکرمہ و نعمہ جب اللہ تعالیٰ انسان کو کوئی نعمت عطا کرتا ہے کوئی زیور عطا کرتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ میں بڑا معزز انسان بن گیا ہوں۔ گویا اس کے نزدیک عزت و تکریم ہونے کا یہ قاعدہ ہے کہ عہدہ میسر آ جائے یا دولت حاصل ہو جائے یا کوئی بڑا عہدہ مل جائے یا روپیہ پیسہ ہو اور اراضیات ہوں پٹواریاں ہوں اور خدام و حشم ہوں۔ انسان کی عزت کا یہ معیار درست نہیں ہے۔ عزت کیرکٹر اور کردار سے ہوتی ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم یعنی وہ انسان خدا کے نزدیک معزز و مکرم ہے جو خدا ترس ہے اور مخلوقِ خدا سے احسان و مروت کا سلوک روا رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یوں بھی امتحان لیتا ہے۔ فقدر علیہ رزقہ کہ انسان پر تنگی رزق کی نوبت آ جاتی ہے پھر وہ کہتا ہے کہ خدا نے مجھے ذلیل کر کے رکھ دیا ہے۔ حالانکہ ذلت تنگی رزق سے وابستہ نہیں۔ اگر تنگی رزق کے باوجود اس کا کیرکٹر بلند ہے تو امیر آدمی سے زیادہ قابلِ عزت ہے۔ غرض عزت کردار سے ہے۔

قرآن کریم میں باطنی بیماریوں کا علاج

خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں انسان کی اندرونی بیماریوں کا ذکر کیا ہے وہاں ان کی شفا کا بھی ذکر فرمایا ہے اسی لئے قرآن کریم کو شفاء لما فی الصدور کہا ہے کہ وہ انسان کی باطنی بیماریوں کو دور کرتا ہے۔ چنانچہ اس بیماری کا علاج یہ فرمایا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم لوگوں کے سامنے کوئی شخص اپنے بلند رتبہ اور دولت کی وجہ سے معزز نہیں قرار دیا جاتا اگر اس کا کیرکٹر اچھا نہیں تو اس کی دولت اور رتبہ کے باوجود دل سے اس کو پسند نہیں کیا جاتا۔ اور خدا کے نزدیک بھی وہی شخص معزز ہے جو تقوے کی راہ اختیار کرتا ہے۔ خواہ اس کو دولت اور اقتدار میسر نہ بھی ہو۔

حضور کے جانی دشمن آپ کی بلند کرداری کے معترف تھے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دشمن بہت تھے اس حد تک کہ وہ حضورؐ کی جان لینے کے درپے تھے۔ آپؐ کے متبعین کو تباہ کرنا اور آپؐ کے دین کو نیست و نابود کر دینا چاہتے تھے لیکن یہ سب کچھ اس وجہ سے تھا کہ آپ بتوں کی پرستش سے منع کرتے اور توحیدِ الٰہی کا وعظ کرتے تھے۔ ورنہ جہاں تک آپ کی شخصیت اور ذات کا تعلق ہے سب آپ کی بلندیٔ کیرکٹر کے قائل تھے اور آپؐ کو الامین کہتے تھے۔ امین کے معنے یہی نہیں کہ روپیہ پیسہ کے بارے میں دیانت دار بلکہ تمام معاملات میں دیانت داری اور حسنِ اخلاق کا برتاؤ کرنے والے کو امین کہتے ہیں تو اہلِ عرب کو آپؐ کی ذات پر کوئی اعتراض نہیں تھا بلکہ آپ کے معاملات اور کیرکٹر کی وجہ سے قابلِ عزت سمجھتے تھے اور کہتے تھے لاکذب محمد قط محمد (صلعم) نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ فانہم لا یکذبونک ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون۔ ان کو تیری ذات پر کوئی اعتراض نہیں ہے وہ تجھے جھوٹا نہیں کہتے بلکہ یہ ظالم لوگ اللہ کی باتوں کا انکار کرتے ہوئے آپؐ کے دشمن بن گئے۔ آپؐ کی ذات آپؐ کے بلند کیرکٹر کی وجہ سے کٹر دشمنوں کے نزدیک قابلِ عزت سمجھی جاتی تھی۔

حضور نبی کریمؐ کی پابندیٔ عہد

حدیبیہ کے مقام پر جب کفار کے ساتھ معاہدہ ہوا تو اس کی ایک شرط یہ تھی کہ مکہ سے جو مسلمان بھاگ کر مدینہ آ جائے گا اس کو واپس کر دیا جائے گا۔ یہ بڑی سخت شرط ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں کو بڑا دکھ ہوا۔ عین اسی وقت ابوجندل آ گیا جو کفار کی طرف سے معاہدہ کرنے والے سہیل بن عمرو کا فرزند تھا۔ وہ مسلمان ہو چکا تھا اور اسلام لانے کی وجہ سے اسے بڑی اذیت پہنچائی جاتی تھی اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پناہ مانگی سہیل نے اُسے واپس کرنے کے لئے کہا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ ہم معاہدہ کر چکے ہیں اس لئے تمہیں پناہ نہیں دے سکتے۔ ابوجندل نے کہا کہ میں اسلام لا چکا ہوں اور اسلام کی وجہ سے تکلیف اٹھا رہا ہوں صحابہ رضؓ کو بھی اس کی حالت دیکھ کر جوش آیا مگر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا یہ درست ہے کہ اسے تکلیف ہے لیکن ہم عہد کے پابند ہیں اس لئے اس کو واپس کر دینا مناسب ہے۔ وہ شخص اپنی پیٹھ ننگی کر کے زخم دکھلاتا ہے۔ دیکھئے مجھ پر کس قسم کا ظلم ہو رہا ہے۔ زخم دیکھ کر مسلمانوں کے دل پگھل گئے لیکن حضرت نے فرمایا کہ ہم عہد کے پابند ہیں اس لئے اسے نہیں رکھ سکتے۔ اس کو کہتے ہیں صاحب کردار ہونا اور باخدا ہونا۔ ورنہ ایسے مقام پر اکثر کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش کر لیا جاتا ہے۔ اور عہد توڑ دیا جاتا ہے۔ لیکن حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم مشکل ترین حالات میں بھی عہد و پیمان کے پابند رہے اور آپؐ نے ایسے حالات میں بھی بلندیٔ کردار کا نمونہ دکھایا۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا بلند نمونہ

ایک واقعہ حضرت اقدس مرزا صاحب کا بھی سن لیجئے۔ امرتسر کے ایک عیسائی اخبار کو حضور نے ایک مضمون آریوں کے خلاف بھیجا اس میں ایک خط بھی رکھ دیا جس پیکٹ میں یہ مضمون اور خط بھیجا اس کی دونوں اطراف کھلی تھیں اور یہ جرم ہے کہ ایک پیکٹ میں مضمون کے ساتھ خط بھیجا جائے جس کا حضرت کو پتہ نہ تھا۔ چونکہ خط میں اسلام کی صداقت اور دوسرے مذاہب کے بطلان کی طرف اشارہ تھا اس لئے اس عیسائی نے مخبری کر کے افسران ڈاک خانہ سے حضرت صاحب کے خلاف مقدمہ دائر کرا دیا۔ حضرت صاحب نے اس مقدمہ کی پیروی کے لئے لاہور کے مولوی فضل دین وکیل سے مشورہ کیا انہوں نے کہا کہ مرزا صاحب یہ تو کوئی مقدمہ ہی نہیں کہہ دیجئے کہ خط میں نے پیکٹ میں نہیں رکھا رلیا رام نے خود پیکٹ میں رکھ دیا ہوگا۔ حضرت صاحب نے جواب دیا کہ خط تو میں نے ہی رکھا ہے۔ وکیل صاحب نے کہا کہ بے شک خط آپ نے رکھا ہے لیکن اگر آپ کہہ دیں کہ میں نے نہیں رکھا تو مقدمہ خارج ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا ایک تو میں نے حکومت کا گناہ کیا۔ دوسرے خدا کا بھی گناہ کر دوں یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ وکیل صاحب نے کہا پھر ہم سے کیا مشورہ لیتے ہیں۔ فوجداری مقدمہ ہے جرمانہ ہوگا یا قید۔ حضرت نے پرواہ نہ کی اور عدالت میں بھی بیان دیا کہ ہاں میں نے ہی خط رکھا ہے لیکن گورنمنٹ کو نقصان پہنچانے کے لئے بد دیانتی سے یہ کام نہیں کیا بلکہ اس کا اصل مضمون سے علیحدہ نہیں سمجھا اور نہ اس میں بیچ کی کوئی بات تھی۔ یہ بات سن کر انگریز حاکم عدالت نے آپ کو بری کر دیا۔

یہ تھا آپ کا کیرکٹر اور تقوٰے اللہ جس کو دیکھ کر موچی دروازہ کے وکیل مولوی فضل دین صاحب لاہور میں لوگوں کو بارہا کہتے تھے کہ لوگو! تم مرزا صاحب کے دعوے کو مانو یا نہ مانو لیکن وہ شخص جھوٹ بولنے والا نہیں وہ صدق و صفا کا پیکر ہے۔ ہمارا تجربہ یہ ہے بے شمار لوگ ہیں جو مقدموں میں معمولی معمولی باتوں پر وکیل کے کہنے پر جھوٹ بول دیتے ہیں لیکن مرزا صاحب کا مقام اس سے بہت بلند ہے۔

* * *

کلام الامام

بشنو از دل ثنا خوانِ محمدؐ

عجب نوریست درجانِ محمدؐ
عجب لعلیست در کانِ محمدؐ

ندانم ہیچ نفسے در دو عالم + کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ
اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس + بیا در ذیلِ مستانِ محمدؐ
اگر [illegible] + بشنو از دل ثنا خوانِ محمدؐ

---

(۱)

18 مخدوم محمد اسلم صاحب
15 فضل الٰہی سٹریٹ
[illegible] ڈاک خانہ اچھرہ لاہور 16

جلد ۶۹ { یوم چہارشنبہ ۱۶ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ — بمطابق — ۱۳ جنوری ۱۹۸۲ء { شمارہ ۲: ۱

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جنکے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا

اس میں شک نہیں کہ توحید اور خدا دانی کی متاع رسول کے دامن سے ہی دنیا کو ملتی ہے۔ بغیر اس کے ہرگز نہیں مل سکتی اور اس امر میں سب سے اعلیٰ نمونہ ہمارے نبیؐ نے دکھایا کہ ایک ایسی قوم کو جو نجاست پر بیٹھی ہوئی تھی ان کو نجاست سے اٹھا کر گلزار میں پہنچا دیا۔ اور وہ جو روحانی بھوک اور پیاس سے مرنے لگے تھے ان کے آگے روحانی اعلیٰ درجہ کی غذائیں اور شیریں شربت رکھ دیئے۔ ان کو وحشیانہ حالت سے انسان بنایا۔ پھر معمولی انسان سے مہذب انسان بنایا۔ اور اس قدر ان کے لئے نشان ظاہر کئے کہ ان کو خدا دکھلا دیا۔ اور ان میں ایسی تبدیلی پیدا کر دی کہ انہوں نے فرشتوں سے ہاتھ جا ملائے۔ یہ تاثیر کسی اور نبی سے اپنی امت کی نسبت ظہور میں نہیں آئی۔ کیونکہ ان کے صحبت یاب ناقص رہے۔ پس میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبیؐ ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اسکی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اسکی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اسکو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے

ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازل ہے۔ ہم کیا چیز ہیں۔ اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ توحید حقیقی ہم نے اسی نبیؐ کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ اور اس کے نور سے ملی ہے۔ اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبیؐ کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا اور اسی آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے۔ اور اسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں ——————— (حقیقۃ الوحی)

مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب،

دنیا میں حیرت انگیز روحانی انقلاب کا بانی

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضورؐ کی زندگی میں تعلق باللہ کے عظیم الشان نمونے

کرد ثابت بر جہاں عجزِ بتاں ٭ وانمودہ زور آں یک قادرے

نے بعلمش کس رسید و نے بزور ٭ در شکستہ کبرِ ہر متکبرے

"فلاسفر، مقرر، پیامبر، مقنن، جرنیل، فاتح نظریات، عقیدۂ توحید کو ...... قائم کر دکھلانے والا ...... دنیا میں ایک روحانی انقلاب کا بانیٔ اعظم! یہ ہے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) انسانی عظمت کے جتنے بھی معیار مقرر کئے جا سکتے ممکن ہیں، ان سب کی بناء پر محمدؐ سے بڑا اور کون شخص ہو سکتا ہے؟" (لیمارٹین)

انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے ماحول سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی بلکہ عام طور پر افراد اپنے ماحول کی پیداوار ہی ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسی نظریہ کی بناء پر منکرین نبوت یہ کہتے ہیں کہ انبیاء و مصلحین خدا بھی اپنے ماحول کی پیداوار ہی تھے۔ جس قسم کا تقاضا ماحول نے کیا مصلحت وقت سے اسی قسم کا مصلح کھڑا ہو گیا۔ اس سے بھی آگے ترقی کر کے معترضین یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مکی زندگی میں کچھ اور نمونہ پیش کرتے ہیں مگر مدینہ جانے پر حالات کی تبدیلی سے آپ نے بھی نعوذ باللہ اپنا سارا موقف و مقصد ہی بدل لیا تھا۔ ان لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ مکہ میں تو بے شک آنجناب کی زندگی ایک حقیقی مصلح و سچے ریفارمر کی دکھلائی دیتی ہے جو اصلاح کے لئے ہر قسم کے دکھ و مصائب اٹھاتے نظر آتے ہیں، مگر مدینہ پہنچکر آپ کے مسلک میں نعوذ باللہ یکسر تبدیلی آ گئی اور بجائے ایک مصلح کے سچے مشن کے آپ آپ نے جبر و اکراہ اور تشدد و حکومت کے حصول کے رویے اختیار کر لئے۔ دشمنوں کے مقابل طاقت و قوت کا مظاہرہ کیا، جنگوں کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری کر دیا۔ حکومت و طاقت کے بل بوتے پر دوسروں سے اپنا دین و عقیدہ تسلیم کرایا، محبت و رحمت کی بجائے انتقام، تشدد اور بدلہ کے جذبات سے کام لیا، کہاں مکی زندگی میں صبر و حوصلہ اور مصائب و اذیتوں کے مقابل عفو و درگذر کے عالی نمونے اور کہاں مدنی زندگی کے مشاغل شمشیر زنی اور فاتحانہ عزائم! کہاں مکی زندگی کی غربت و مسکنت اور عاجزی و بے بسی کے اظہار اور کہاں مدنی حکومت کی شان و شوکت اور رعب و داب کے مظاہرے!! غرضیکہ مکی اور مدنی زندگیوں کا ایسا عظیم اختلاف کیا یہ ثابت نہیں کرتا کہ آنحضورؐ نعوذ باللہ اپنے سیرت و کردار میں یکسر بدل گئے تھے؟ یہ ایک اہم و بنیادی اعتراض آنحضورؐ کی صداقت پر مخالفین پیش کرتے ہیں ہمیں تاریخی واقعات کی روشنی میں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ اس میں کہاں تک صدق و سچائی ہے؟

انسانی زندگی کے دو پہلو، گھریلو اور پبلک زندگی ہیں، جو شخص ماحول کی تبدیلی کے باعث اپنے کردار میں تبدیلی پیدا کرے گا۔ آؤ ہم از روئے واقعات حقہ ان دونوں پہلوؤں کے نقطۂ نگاہ سے دیکھیں آنحضرتؐ پر جو اعتراض مخالفین نے لگایا ہے اس میں کہاں تک صداقت ہے؟ آنحضرت صلعم کی گھریلو زندگی کو ہم پہلے دیکھتے ہیں وہاں ہمیں کیا نظارہ نظر آتا ہے؟ کیا آنحضورؐ کی مکی زندگی اور مدنی زندگی میں کوئی فرق ہے؟ مکہ میں آنجنابؐ طاقت و زر سے کلیتہً تہیدست تھے۔ مگر مدینہ میں بادشاہ بن چکے تھے لیکن اس قدر عظیم بیرونی اختلاف کے باوجود کیا آپ کے رہن سہن اور بود و باش میں کوئی ذرہ بھر فرق پڑا؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ کئی کئی روز مسلسل ہمارے گھر چولہا نہ جلتا تھا اور آنحضرت صلعم مدینہ میں بادشاہ بن کر جو کے ستو اور کھجور پر گذارا کیا کرتے۔ وفات پر آپؐ کے گھر میں نہ درہم تھا نہ دینار، نہ لونڈی تھی نہ غلام۔ مدینہ میں ایک موقعہ پر حضرت عمرؓ آنحضورؐ سے ملنے آئے تو دیکھا کہ دوپہر کی استراحت کے بعد جسم مبارک پر چٹائی کے نشانات پڑ گئے ہیں، آبدیدہ ہو کر کہا کہ حضورؐ آپ کی یہ کیسی حالت ہے۔ دنیا کے بادشاہ تو محلات میں عیش و عشرت کے سامانوں سے لطف اندوز ہوں اور آپ کی یہ حالت؟ آنحضورؐ نے فرمایا عمرؓ ان کا عیش عارضی ہے اور میرا دائمی آخرت تک ممتد ہے۔ میری حالت تو ایک مسافر کی سی ہے جو تھک کر آرام کے لئے کسی درخت کے نیچے تھوڑی سی دیر کے لئے سو لیتا ہے اور پھر اپنی منزل کی جانب چل پڑتا ہے ایک مخلص دوست کے توجہ دلانے پر آنحضرت صلعم کو مقدرت رکھنے کے باوجود دنیاوی زیبائش ...... و آسائش اور آرام و عیش سے ایسی بے اعتنائی ہے کہ ان کی طرف دیکھنے بھی نہیں پاتے ...... ولا تمدن عینیک الی ما متعنا به ازواجا منهم زهرة الحيوة الدنيا لنفتنهم فيه ورزق ربك خيراً و ابقى ۔ ہم نے بطور آزمائش جن لوگوں کو ظاہر دنیا کے سامانوں سے مال و متاع دیا ہے تو تیری آنکھ ان کی طرف اونچ سے بھی نہ دیکھنے پائے۔ اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد ۔ جائے غور ہے کہ رہن سہن کے معاملہ میں آنحضورؐ کی مدنی زندگی میں کیا واقعی کوئی تبدیلی آئی؟ فتوحات کے سلسلہ میں مال غنیمت کی تقسیم جاری تھی کہ ازواج مطہرات نے بھی قدرتاً اپنے حصہ کا مطالبہ کیا تو اس پر فرمایا ان كنتن تردن الحيوة الدنيا وزينتها فتعالين امتعكن واسرحكن سراحاً جميلاً ۔ ہم تمہارا مطالبہ پورا کرنے کی بخوبی مقدرت رکھتے ہیں اور اسے منظور کر لیں گے لیکن اس صورت میں تمہیں ہمارے گھر سے رخصت ہونا ہوگا اور اگر اللہ و رسولؐ کا ساتھ دینا ہے تو پھر مطالبات سے دستبردار ہونا پڑے گا۔ یہ تاریخی واقعہ کس قدر وضاحت سے ثابت کرتا ہے کہ آنحضورؐ اپنی گھریلو زندگی مکہ و مدینہ میں قطعی طور پر لا تبدیل رہے۔ مکہ میں بھی دشمن نے دو مرتبہ دنیا کا لالچ پیش کیا تھا۔ ایک مرتبہ جناب ابوطالب کی معرفت اور دوسری مرتبہ عتبہ کی معرفت۔ مکہ کی بے سروسامانی اور غربت و ناداری اور مصائب و اذیتوں کے عوض عرب کا تخت و تاج پیش کیا گیا لیکن آپ نے ایسے صبر آزما حالات میں بھی تبدیل ہونے اور توحید کے مشن سے باز آنے کی کسی ادنیٰ سی تبدیلی کو بھی گوارا نہ کیا۔ بلکہ اسکے برعکس یہ جواب دیا کہ اگر دنیاوی نظام سورج اور چاند بھی میرے ماتحت کر دیئے جائیں تو بھی میں اس مقصد توحید سے باز نہ آؤں گا۔ لیکن اب مدینہ میں تو اپنے کسی اعتقاد کی کسی تبدیلی کا بھی کوئی مطالبہ نہ تھا بلکہ گھر میں ازواج مطہرات نے ایک نہایت جائز و منصفانہ مطالبہ کیا تھا۔ لیکن استقامت و استقلال کے شہنشاہ کو یہ بھی منظور نہ ہوا۔ جب آنحضورؐ کی پیاری بیٹی فاطمہ رضؓ نے اپنے ہاتھ دکھلائے کہ کس طرح چکی پیسنے سے متورم ہو گئے ہیں اور ایک لونڈی کی درخواست کی تو آنحضرتؐ نے اس کی بجائے چند وظائف بتلا دیئے۔ جائے غور ہے کہ دنیاوی زندگی اور اس کی زیب و زینت، عیش و عشرت کی باطنی آرزوؤں کو حضورؐ نے کس عظیم قوت ارادی سے مسخر و محکوم کر لیا تھا اور بدلتے ہوئے حالات میں کیونکر پہلی سی حالت کمال استقلال سے قائم و دائم رہے! کیا اس کی کوئی دوسری مثال دنیا کے کسی شخص کی زندگی سے پیش کی جا سکتی ہے؟ اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد ۔ خدا اور انسانوں سے جو تعلق لگایا، کیا آخر دم تک اسے پوری طرح آنحضرتؐ نے نہیں نبھایا؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ مدینہ میں شب بیداری اور عبادت گذاری کا یہ عالم تھا کہ قدم مبارک متورم ہو جاتے جب آنحضورؐ کی توجہ اس طرف منعطف کرائی گئی تو جواب ملا افلا اکون عبداً شکوراً ۔ کیا میں خدا کا شکر گذار بندہ ہونے کا حق ادا نہ کروں؟ کسی دوسرے بادشاہ نے تعلق باللہ کے ایسے عظیم نمونے کہاں پیش کئے ہیں؟ مصیبت و مایوسی کے دوران تو خدا کا یاد آنا فطرت کا تقاضا ہے لیکن یہاں تو مقدرتؐ حکومت کے حصول کے بعد تو اسے بھی بڑھ کر عبودیت کا عاجزانہ تعلق اور وہی پہلی سی عبادت و ریاضت۔ جو استغراق غار حرا میں یاد الٰہی اور دعائے بہبود خلق کے لئے ظاہر فرمایا اس سے بڑھ کر بادشاہ بن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے حجرہ میں ظاہر کیا جب آنحضورؐ اجازت طلب فرماتے کہ کیا میں یہ رات عبادت میں گذار دوں۔ فتح و کامیابی کے وقت یہ عشق وفا! تاریخ عالم میں کیا کسی دوسرے شخص نے ایسا نمونہ پیش کیا ہے۔ اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد ۔ زندہ انسانوں سے تعلق و وفا تو کیا ذکر، وفات شدہ دوستوں سے وفا شعاری کا یہ عالم تھا کہ ایک موقعہ پر حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں آپؐ حضرت خدیجہ رضؓ کی تعریف فرما رہے تھے تو جذبۂ نسوانیت سے متاثر ہو کر حضرت عائشہؓ نے ٹوکا کہ کیا خدا نے آپ کو ایک بوڑھی عورت کے عوض ایک جوان باکرہ لڑکی عطا نہیں کی؟ تو آنحضرت صلعم نے فرمایا خدا کی قسم نہیں! خدیجہ رضؓ نے میری اس وقت مدد کی جب کوئی میرا مددگار نہ تھا، اور مجھے اس وقت قبول کیا جب سب لوگ انکار کر رہے تھے۔ ایسا ہی مرض الموت میں جب نماز پڑھاتے ہوئے حضرت ابوبکر رضؓ کو امام دیکھا تو خوشی سے باغ باغ ہو گئے۔ یہ نہ فرمایا

— انسان یا تو اسے ... یعنی گھریلو معاملات میں تبدیلی ہوگا یا پھر اپنے معاملات یعنی اپنے دوستوں اور دشمنوں سے برتاؤ میں کوئی تبدیلی پیدا کرے گا۔

کہ میرے بعد تو میری نیابت کا میرے قریبیوں اور بنی ہاشم کا حق ہے۔ وہی ثانی اثنین وفادار دوست جس نے غار ثور میں رفاقت کا حق ادا کیا اسی کو اپنے بعد اپنی نیابت کا حقدار سمجھا اور وہی انسان آپ کے پہلو میں بھی وفات کے بعد ابدی رفیق ثابت ہوا۔ اللّٰھم صل علےٰ محمد وعلےٰ آل محمد انسانوں سے وفا ایک طرف آنحضورؐ نے اس شہر سے وفا کا سلوک روا رکھا جس نے آپ کو پناہ دی چنانچہ جب ایک موقعہ پر مال غنیمت کے متعلق انصار مدینہ نے اعتراض کیا تو فرمایا کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تم خدا کے رسول کو لے جاؤ۔

دشمنوں سے سلوک کرنے میں کیا آنحضورؐ نے کسی تبدیلی کا اظہار فرمایا؟ جب آپ پندرہ سو قدوسیوں کی معیت میں مدینہ سے مکہ، حج کی غرض سے روانہ ہوئے مگر کفار نے حدیبیہ کے مقام پر آپ کو روک لیا۔ صحابہ کرامؓ نے اس وقت باوجود کسی تیاری نہ ہونے کے اس وقت تجدید بیعت کر کے مرنے مارنے کے عزم کا اظہار کیا مگر جب دشمن صلح پر رضامند ہو گیا تو اس دب کر کئے جانے والی صلح کو جس پر آپ کے ساتھیوں کا انشراح نہ تھا بھی قبول کر کے بتلا دیا کہ آپؐ دشمنوں کے مقابل پر بھی غیظ و غضب اور انتقام و بدلہ کا معاملہ کرنے کے لئے آمادہ نہیں بلکہ امن و صلح کاری اور رحمت و مغفرت کے جذبات عالیہ سے یکسر سرشار ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر جب دس ہزار قدوسیوں کی معیت میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تو کفار مکہ اور ابوسفیان اور اس کی بیوی ایسے ظالموں سے کیا انتقام لیا؟ کہ بلا استثنائے واحد لاتثریب علیکم الیوم کہہ کر معافی عام کا اعلان فرما دیا۔ وہ شہر جہاں سے آنحضورؐ کے قتل اور سر لانے پر بھاری انعام کا اعلان ہوا تھا، وہ مکہ جہاں سے ایک ایک مومن کو ایسی ایسی عظیم اذیتوں کا تختہ ظلم بنایا گیا تھا، وہ شہر جہاں تیرہ برس تک آنحضورؐ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو ادنےٰ انسانی حقوق سے محروم کر کے تختہ جور و جفا بنایا گیا تھا،

اُسی مکہ میں فاتح ہو کر کسی شخص سے ادنےٰ بدلہ بھی نہ لیا۔ سب کو بلا طلب معافی اور عام آزادی دے دی! کیا تاریخ عالم میں ایسی عظیم فتح پر کسی اور انسان نے ایسی عظیم فراخدلی و معافی کا اظہار کبھی کیا؟ اللّٰھم صل علےٰ محمد وعلیٰ آل محمد۔

کیا یہ ایک حقیقت نہیں کہ آنحضورؐ کے بیرونی حالات یکسر بدل گئے مگر آپؐ باطنی طور پر بکلی لاتبدیل رہے۔ ماحول کی ایسی زبردست تبدیلی کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں یعنی اُمّی ہونے کی حالت سے ترقی کر کے شہنشاہیت کے مقام کو حاصل کر لینا اور گھریلو اور پبلک زندگی میں وہی پہلا سادہ و مسلک، دوستوں و دشمنوں سے وہی پہلا سا سلوک! ایک انسان کے اندر و کا یہ عظیم استقلال و استقامت! اللّٰھم صل علےٰ محمد وعلےٰ آل محمد۔ اگر مسکینی و غربت اور یتیمی و بےبسی میں مال و دولت تخت و تاج کی محبت ذرہ بھر اپنے مسلک سے نہیں کو ہٹا نہ سکی تو حکومت و بادشاہت کے حصول کے بعد بھی گھریلو زندگی اور اقربا کی محبت دنیاداری کی طرف ذرہ بھر مائل نہ کر سکی۔ اگر مصائب و مشکلات میں خدا پر توکل و بھروسہ اور اسی کی نصرت و اعانت پر اعتماد قائم رہا کبھی مایوسی و نامرادی کا شکوہ نہ کیا تو ملک، قوم کی حکومت لے کر بھی خدا کی عبادت و شکر گذاری سے ذرہ بھر منہ نہ موڑا۔ اگر مصائب و آلام میں دوستوں پر پورا اعتماد کیا تو تخت و تاج کے حصول کے بعد بھی اپنے رفیقوں و صحابیوں کے کارناموں پر خراج تحسین پیش کیا۔ کسی ایک ادنےٰ سی بات میں بھی قطعاً کوئی تبدیلی آنحضورؐ کے کردار و مزاج اور سیرت و اخلاق میں واقع نہ ہوئی۔ اللّٰھم صلی علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد۔

تبدیلی کردار و سیرت کے نامعقول اعتراض کا جواب تو اس عظیم انقلاب میں ہی موجود ہے جو آپؐ کی ذات سے ملک عرب میں اور پھر کل دنیا میں ظہور پذیر ہوا۔ جس انسان نے تاریخ انسانی کو یکسر بدل ڈالا ہو، جس نے بیک وقت ایک نئی تہذیب و تمدن، ایک نئے نظریہ و دین اور ایک نئی سلطنت کی بنا ڈالی ہو کیا ایسا عظیم انسان وہ ہو سکتا ہے جو اپنے عزم و ارادہ اور استقامت و استقلال کا مضبوط ترین انسان ہو یا وہ جو خود بدلنے والا ہو؟ آپ نے انسانیت کو ایسا نظریۂ توحید عطا کیا کہ ایسا زبردست انقلاب پہلے کسی نے پیدا نہ کیا تھا۔ کیا یہ کایا پلٹ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں کہ آپ اپنے کردار و سیرت میں ناقابل تسخیر و ناقابل تبدیل انسان تھے؟ بیرونی حالات یکسر بدل گئے مگر آپؐ لاتبدیل رہے۔ آنحضورؐ نے حالات کو کلیتہً تبدیل کر دیا، بلکہ آنحضور صلعم نے نئے حالات پیدا کر دیئے۔ اس صورت میں یہ اعتراض کس قدر کوتاہ فہمی پر مبنی ہے کہ آنجنابؐ حالات کی پیداوار تھے یا حالات کی تبدیلی سے بدل گئے تھے۔ آنحضرتؐ کی زبردست قوت قدسی نے نئے حالات کو جنم دیا اور تاریخ انسانیت کے دھارے کو تبدیل کر کے رکھ دیا۔ ایک مشہور مغربی مصنف باسورتھ سمتھ اس بارہ میں لکھتا ہے:۔

"تعجب یہ نہیں کہ حالات کے اختلاف سے محمدؐ کس قدر بدلے بلکہ تعجب تو یہ ہے کہ آپ میں اتنی کم تبدیلی واقع ہوئی۔ صحرا کا چرواہا، شام کا تاجر، غار حرا کا تنہا، اکیلا مصلح، مدینہ کا مہاجر، مسلّمہ فاتح، شاہان قیصر و کسریٰ کا ہم پلہ، غرضیکہ ان تمام بدلتی ہوئی حالتوں میں ہمیں ایک بنیادی شان وحدت نظر آتی ہے۔ مجھے شک ہے کہ کوئی اور انسان جس کے بیرونی حالات اس قدر زبردست تغیر پذیر ہوئے ہوں مگر وہ خود اس قدر کم تبدیل ہوا ہو کبھی ہو گذرا ہے۔ بیرونی حالات تبدیل ہو جاتے ہیں۔ مگر آپ کے اندر مجھے وہی پہلی روح کام کرتی نظر آتی ہے"

قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدا کردہ تبدیلی کو نئی زمین اور نئے آسمان سے تعبیر کیا ہے، ایک نئی خلقت وجود میں آنے کا ذکر ہے، ایک نئی انسانیت کی پیدائش سے نام دیا ہے۔ بھلا غور کرو کہ انسانی زندگی کا شعبہ تھا جو آنحضور کی مساعی مبارک سے تبدیل نہ ہوا، عرب کے عادات و اطوار بدل گئے۔ دنیا کی تہذیب و تمدن بدل دی، انسانوں کے نظریات و معتقدات میں انقلاب آ گیا۔ کل عالم کی کایا پلٹ گئی، انسانی تاریخ کا رخ تاریکی جہالت، توہم پرستی، بت پرستی، شراب خوری، زناکاری، ظلم و استیصال، نفس پرستی سے ہٹا کر خدائے واحد کی حقیقی عبادت، انسانیت کی سچی خدمت، کمزور و ناتوانوں کی اعانت، انسانوں کی باہمی مواخات، مساوات و جمہوریت، علم دوستی، تسخیر کائنات اور بلا امتیاز قوم و نسل بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کی طرف موڑ دیا گیا۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد۔ محمدؐ حالات کی پیداوار نہ تھے بلکہ آپؐ حالات کے خالق اور پیدا کرنے والے تھے۔ آپؐ حالات سے بدلنے والے نہ تھے بلکہ آنحضورؐ حالات کے بدلنے والے تھے۔

بقیہ:۔ محمد صلعم دُنیا کے کامیاب ترین انسان ہیں۔ آمدہ صہ ۵

تو اور تیرا رب جا کر لڑو۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قوم نے اسلام لانے کی پاداش میں دردناک عذاب سہے۔ بے پناہ مصائب جھیلے اور جب لڑائی کا حکم ہوا تو وہ آپ کے دائیں بھی لڑے۔ بائیں بھی لڑے۔ پیچھے بھی لڑے۔ یہ حضور کی تعلیم و تربیت کا اور آپ کے اپنے عملی نمونہ کا اثر تھا۔ کمانڈر ان کہ لڑائی کے وقت حضور خود صف اول میں رہتے تھے۔ کیا لاجواب قوم ہے اور کیسا لاجواب ترین رسول ہے۔ آج دنیا کے ۸۰ کروڑ مسلمان سورۃ فاتحہ کو نمازوں میں دہراتے اور حضورؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ ایک قوم تیار کی جس نے

صحابہ رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چل کر دکھایا اور آپ کے حکم سے دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے اشاعت اسلام کے لئے اپنی دولت لٹا دی۔ غرباء کے لئے ایثار کیا۔ کمزوروں کو اٹھایا۔ محتاجوں کا مصیبت میں ساتھ دیا۔ بھائی کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھا۔ یہ ہمارا فرض ہے کہ ان کے نمونہ کی پیروی کریں۔ اپنی تجارتوں اور کاروبار میں گھر کے اندر اور باہر اپنے ملازموں اور ماتحتوں میں اپنے رسول مقبول صلعم کا نمونہ پیش کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے۔ آمین

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکم نثار کوچۂ آلِ محمدؐ است
دیدم بعین قلب و شنیدم بگوش ہوش
در ہر مکاں ندائے جلالِ محمدؐ است
ایں چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ زبحرِ کمالِ محمدؐ است
ایں آتشم ز آتشِ مہر محمدی است
ویں آبِ من ز آبِ زلال محمدؐ است

(حضرت اقدس مرزا صاحب)

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا کے کامیاب ترین انسان ہیں

حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب مرحوم و مغفور

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا: سب تعریف تمام جہانوں کی پرورش اور ربوبیت کرنے والے اللہ کے لئے ہے جو الرحمٰن والرحیم ہے۔ اس کی صفتِ رحمانیت کا تقاضا ہے کہ بغیر طلب اور معاوضہ وہ تمام مخلوقات کی ضروریات کو پورا کرتا ہے اس نے انسانوں اور سب مخلوقات کی پیدائش سے بھی پہلے ان کے قیام زندگی کے اسباب مہیا فرما رکھے ہیں اور اس کی رحیمیت انسانوں کی محنت پر سوگنا زیادہ اجر عطا کرتی ہے۔ اس کی تیسری صفت مالک یوم الدین ہے یعنی وہ انسانوں کے اعمال کی جزا و سزا کے دن کا مالک ہے۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ۔ اس روز جس شخص نے ذرّہ بھر بھی نیکی کی ہوگی اس کا اجر پائے گا اور جس نے کچھ بھی برائی کی ہوگی اس کی سزا سے بھی وہ نہ بچ سکے گا۔ اس سورت کو دن بھر کی پانچوں نمازوں میں پڑھا جاتا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز ہی نہیں ہو سکتی اس لئے فرض نمازوں میں بھی اور سنتوں اور نوافل میں بھی اسے بار بار دہرایا جاتا ہے۔ اس بار بار کے دہرائے جانے کا ایک ہی مقصد ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ کی صفتِ ربوبیت کو اپنے اندر لے۔ کمزوروں کی پالنا کرے۔ محتاجوں کو امداد دے اور بغیر امید معاوضہ دے۔ ضرورت مندوں کی دستگیری کرے۔ اسی غرض کے پیش نظر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تخلقوا باخلاق اللہ۔ اپنے اندر خدائی اخلاق پیدا کرو اور اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت اور رحمانیت و رحیمیت سے مزین ہونے کی کوشش کرو۔ جب دن میں پانچ بار انسان صدق اور اخلاص اور حضورِ قلب سے سورۃ فاتحہ کو دہراتا ہے تو اس پر ضرور صفاتِ الٰہیہ کا پرتو پڑتا ہے۔ بشرطیکہ اس کو سمجھ کر پڑھتا ہو۔ ایسا انسان مخلوقِ الٰہی کے حق میں سراپا خیر و برکت بن جاتا ہے۔ بادشاہوں کے دربار میں بھی انسان ایک خاص لباس اور وضع قطع کے ساتھ حاضر ہوتا ہے۔ اسی طرح ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ کے دربار میں بھی نماز کی حالت میں جب حاضری دی جائے تو لباسِ تقویٰ پہننے کا حکم ہے اور عاجزی انکساری اور فروتنی اختیار کی جائے۔ انہی سے دنیا جہان کی کامیابیاں اور کامرانیاں وابستہ ہیں۔ انسان میں اسی سے اخلاقِ حسنہ پیدا ہوتے ہیں فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا۔ اللہ نے اپنی فطرت پر انسان کو پیدا کیا ہے۔ اور اسی فطرت کو انسان کے اندر اجاگر کرنے، ابھارنے اور ترقی دینے کے لئے قرآن کریم نازل ہوا ہے۔ اور قرآن کریم کی تعلیم کا عملی نمونہ محمد رسول اللہ صلعم ہیں۔ چنانچہ فرمایا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اللہ کا رسول تمہارے لئے اسوۂ حسنہ اور خدائی احکام کی انسانی اور بشری تعمیل کا مکمل نمونہ ہے۔ یہ خدائے پاک کا انسانوں پر بڑا فضل اور احسان ہے کہ انہیں اپنی فطرت پر پیدا کیا پھر ان کی راہنمائی کے لئے رسول بھیجے چنانچہ فرمایا: ولکل قوم ھاد، ہر قوم میں ہدایت پہنچانے کے لئے ہادی اور رسول آئے۔ یہ اللہ تعالےٰ کے لاانتہا احسانوں کا ایک حصّہ ہے پس تم بھی ارشادِ رسول صلعم تخلقوا باخلاق اللہ الٰہی اخلاق کو اپنا کر دوسروں کے لئے فیض رساں اور نفع بخش وجود بن جاؤ۔ یہاں تک کہ تمہارے اس اخلاق اور فیض سے کوئی تمہارا دشمن اور مخالف بھی محروم نہ رہے۔ اپنی دولت، جسمانی طاقت اثر و رسوخ اور ذاتی وجاہت اور مرتبے سے خدا کی مخلوق کی ربوبیت کرو۔ اور انہیں فیض پہنچاؤ۔ حضرت مجدد زماں نے فرمایا کہ جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنے ادنے خیر سے محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

الحمد للہ رب العالمین کہنے کا منشاء تب ہی پورا ہوگا جب خدا کی مخلوق کے ساتھ بلا امتیاز نیکی اور فیض رسانی کا برتاؤ کیا جائے اس کی رحمانیت و رحیمیت کی صفات اپنے اندر پیدا کی جائیں۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین اور اس کی عبادت کرتے ہوئے اس کے رنگ میں رنگین ہونے کے لئے اسی کی استعانت چاہو۔ کیونکہ زمین کا ذرہ ذرہ اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے ایک پتا بھی اس کی اجازت کے بغیر جنبش نہیں کر سکتا۔ پھر اھدنا الصراط المستقیم کی دعا سکھائی ہے۔ یعنی اے کامل صفتوں کے مالک خدا ہمیں سیدھی راہ پر چلا۔ صراط الذین انعمت علیھم ہمیں گذشتہ راستبازوں کا وارث بنا اور ہر وہ نعمت جو انہیں دی جاتی تھی ہمیں بھی عطا فرما۔ غیر المغضوب علیھم والضالین اور ہمیں بچا تاکہ ہم نافرمان ہو کر مورد غضب نہ بن جائیں۔ اور ہمیں بچا کہ ہم تیری وحدانیت اور پاک صفات کو چھوڑ کر گمراہ نہ ہو جائیں۔ غرضیکہ اس سورت فاتحہ کو ساری دنیا کے مسلمان نماز میں پڑھتے ہیں۔ فرائض میں بھی اور نوافل میں بھی یہی پڑھی جاتی ہے۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ اس سورۃ کے بار بار دہرانے کا ایک ہی مقصد ہے کہ جس بادشاہ کے دربار میں درباری جمع ہوں وہ اس راجہ یا بادشاہ کے مزاج و منشا کے مطابق لباس۔ گفتگو اور نشست و برخاست کریں۔ یہ دربار خداوندی ہے جس میں دن میں پانچ بار حاضر ہو کر بادشاہ کی صفات بیان کی جاتی ہیں تاکہ بیان کرنے والے درباری انہیں صفات میں رنگے جائیں۔ یہ بہت بڑا مقام ہے جو محمد رسول اللہ صلعم نے اپنی قوم کو حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔ جو بات بار بار دہرائی جائے وہ ضرور دل پر نقش ہو جاتی ہے۔ حضور نبی کریم صلعم حالتِ فقر سے اٹھ کر بادشاہت تک پہنچے مگر ہر حالت میں ایک ہی قسم کے اخلاق آپؐ کے وجود میں نظر آتے ہیں۔ نہ فقر و فاقہ میں کمزوری دکھائی دی اور نہ بادشاہت و سطوت میں عیش و عشرت میں زندگی بسر کی۔ کسی حالت میں بھی آپ کے اخلاق میں فرق نہ آیا۔ اگر تخلقوا باخلاق اللہ فرمایا تو خود نمونہ بن کر دکھا بھی دیا۔ جس کے صلہ میں لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اور انک لعلیٰ خلقٍ عظیم کے سرٹیفکیٹس خدا تعالیٰ کی جناب سے آپ کو ملے۔

حضورؐ کے اخلاق کی عظمت اپنوں اور غیروں دونوں نے دیکھی۔ آپ نے حکومت میں بھی فقیری کی۔ سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک سال میں جس کو عام الوفود کہا جاتا ہے آپ کی خدمت میں کئی قوموں اور حکومتوں کے وفود مذہب اسلام کی پڑتال کی غرض سے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے جس کا انکار دشمن بھی نہیں کر سکتا۔ وفود کے سرداروں کو حضورؐ نے اسلام کی تلقین کی جو بڑی مؤثر ثابت ہوئی۔ رسول کریم صلعم اس لحاظ سے دنیا کے کامیاب ترین انسان ہیں۔ جو کہا وہ کر کے بھی دکھا دیا۔ اور اسی رنگ میں اپنی پوری قوم کو رنگ دیا۔ مسلمان تاجر یا بادشاہ جہاں جہاں گئے حضورؐ کے اخلاق کے رنگ میں رنگین ہونے کی وجہ سے حسنِ اخلاق۔ دیانت و امانت اور پاسِ عہد کے کمالات ساتھ لے گئے۔ مسلمانوں کو حضورؐ کے ساتھ ایک عشق تھا لکھا ہے کہ رسول کریم صلعم مدینہ سے کعبۃ اللہ کی زیارت کے لئے ایک دفعہ مکہ لے گئے تو راستہ میں ایک پتھر سے آپؐ کو ٹھوکر لگی۔ صحابۂ کرام کے عشق کا یہ حال تھا کہ آپؐ کی محبت سے مجبور ہو کر مکہ جاتے وقت ہر سال دانستہ اسی پتھر سے ٹھوکر کھا کر آگے بڑھتے تھے۔ یہ عشق کا کمال اور محبت کی معراج ہے۔ اس سے آگے عشق و محبت کی معراج ہے؟ اس سے آگے عشق و محبت کی اور کوئی منزل نہیں۔ آج ساری دنیا کے مسلمان اپنی پنجوقتہ نمازوں میں حضورؐ پر درود بھیجتے ہیں اور جب خدا تعالیٰ کی طرف سے اپنے محبوب کے لئے دعا کی تلقین ہو تو وہ کیسے قبول نہ ہوگی۔ یہ خصوصیت صرف محمد رسول اللہ صلعم کو حاصل ہے کہ ایک بگڑی ہوئی قوم کو فرشتہ بنا دیا جو آپ کے عشق و محبت اور اخلاقِ فاضلہ میں دنیا کے لئے نمونہ ثابت ہوئی۔ اس کے مقابلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھئے، پیغمبرِ خدا ہیں، ہم ان کی دل سے قدر کرتے ہیں۔ لیکن اپنی ساری زندگی میں صرف چند آدمی اپنے ساتھ ملا سکے سو وہ بھی آزمائش کے وقت سب بھاگ گئے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے بھی ایک قوم تیار کی مگر جب اسے دشمن سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا تو باوجود یکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے فتح کا وعدہ تھا انہوں نے حکم ماننے سے انکار کر دیا اور کہا:۔

فاذھب انت و ربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون

(بقیہ صفحہ ۱۲ کالم ۲ پر)

بحضور حضرتِ اقدس خاتم الانبیاء محمد ﷺ مغربی مؤرخین کا نذرانۂ عقیدت

حضرتِ اقدس رسولِ عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پاک اور طیبہ سوانح حیات کا جن مغربی مؤرخین و دیگر مستشرقین نے از رُوئے انصاف بے لوث مطالعہ کیا ہے۔ ان میں سے بیشتر حضرات نے بے لاگ تبصرہ کیا ہے کہ آنحضورؐ کی بے مثال و مانند عظیم کامیابی کا باعث فوق البشر الٰہی نصرت و تائید ہوئی تھی آپؐ نے جو عدیم النظیر و عالمگیر روحانی انقلاب بپا کیا وہ بشری طاقتوں سے بالا تر ربّانی صفات کا ثبوت اور خُدائی قدرت و جلال کا ظہور تھا۔ آپؐ کی ذاتِ اقدس و بابرکات میں جمیع کمالاتِ انسانیہ اپنے نقطۂ کمال پر ارتقاء پا گئے۔ اس لئے آپ نہ صرف کامل ترین انسان تھے بلکہ اکمل و افضل الرسل نبی تھے۔ ذیل میں ہم چند ایسے انتخابات احباب کرام بالخصوص نو تعلیم یافتہ طبقہ کی ضیافتِ طبع کے لئے پیش کرتے ہیں۔ (ادارہ)

اِنسائیکلو پیڈیا برٹینیکا:

-: عظیم انسان :-

"محمدؐ مذہبی شخصیتوں میں کامیاب ترین انسان ہیں۔"

نپولین بونا پارٹ

-: رُوحانی و مادی انقلاب کا علمبردار :-

"محمدؐ نے اعلان کر دیا کہ بجز اللہ کے کوئی دوسرا معبود نہیں جس کا نہ کوئی باپ ہے نہ بیٹا۔ چنانچہ آپ نے قرآن کے سرورق پر یہ تحریر کندہ کر دی لا الٰہ الا اللہ۔ محمدؐ ایک شہزادہ تھے جس نے اپنے گرد لوگوں کو جمع کر کے مسلمانوں کے ذریعہ چند سالوں میں نصف کرۂ ارض کو فتح کر لیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ محمدؐ ایک عظیم انسان تھے اور وہ خدا بنا لئے جاتے اگر وہ انقلاب جو آپؐ لانے میں کامیاب ہوئے اسباب و ذرائع سے دُنیا نہ ہوا ہوتا۔ جب آپؐ کی بعثت ہوئی تو عرب باہم خانہ جنگی میں مُبتلا تھے۔ وہ تمام اقوام جنہوں نے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں تب ہی کامیاب ہوئیں جب وہ ان مصائب و آلام میں سے گذریں جن کے ذریعہ اُن کی رُوحوں اور جسموں کو یک بیک وقتِ جلا بخشا گیا۔"

اے ایم لاتھراپ سٹاڈرڈ (نیو ورلڈ آف اسلام)

-: مُعجزانہ فتح :-

"اِسلام کی بعثت تاریخِ عالم کا سب سے حیرت انگیز واقعہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کمزور ترین انسانی امداد کے ساتھ اسلام نے اپنی یلغار قوی ترین مادی ہتھیاروں کے برخلاف کی مگر باوجود اس کے اسلام نے معجزانہ آسانی سے فتح پائی۔"

باسورتھ سمتھ (محمد اور محمد ازم)

یکسانیت کا مظہر اتم

"حیرت اس امر پر نہیں کہ محمدؐ کس قدر تبدیل ہوئے بلکہ اس بات میں ہے کہ آپ میں کس قدر کم تبدیلی آئی۔ صحرائی گڈریئے کی شکل میں ہوں یا شام کے تاجر کی صورت میں، غارِ حرا کی خلوت میں ہوں یا تنِ تنہا ایک مصلحِ قوم کی صورت میں۔ مُسلم فاتح کے رُوپ میں ہوں یا قیصر و کسریٰ کے شہنشاہوں کی مانند۔ ان تمام حیثیتوں میں آپؐ کے اندر ہمیں ایک یکسانیت نظر آتی ہے۔ جس انسان کے ظاہر احالات اس قدر تغیر پذیر ہوئے ہوں مگر وہ خود ان میں لاتبدیل رہا ہو، ایسا انسان کہیں اور نہیں ملے گا۔ بیرونی حالات یکسر تبدیل ہو جاتے ہیں مگر ان تمام تغیرات میں اس کی رُوح وہی کی وہی لاتبدیل رہتی ہے۔"

ٹامس کارلائل (ہیروز اور ہیرو ورشپ)

-: توحید کا داعیِ اعظم :-

"(محمدؐ) ایک خاموش عظیم رُوح رکھتے تھے جو سراسر اخلاص سے بھری تھی۔ خالقِ کائنات نے جس غرض کے لئے آپ کو تخلیق کیا ہے (یعنی توحید) آپ نے ساری دُنیا کو اس سے منور کر دیا۔ عرب کا شرک اس کے سامنے کوئی حقیقت نہ رکھتا تھا، آپ نے خدا کے فضل سے یہ حقیقت دریافت کر لی تھی کہ سوائے خُدا کے کوئی دوسرا معبود نہیں، خدا سب سے بڑا ہے اور اس کے سوائے اور کسی کو کبریائی مستحق نہیں۔ وُہی اصلیت و حقیقت ہے۔ ہم اور تمام باقی مخلوق محض اس کے ظِلّ ہیں اور دائمی عظمت کے لئے محض ایک عارضی لباس ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہمیں خُدا کے سامنے سربسجود ہونا چاہیئے اور یہی اسلام ہے۔"

"اہلِ عرب ایک جاہل اور مفلس قوم تھی جو صحرا نوردی کرتے۔ ان میں ایک نبی مبعوث ہوتا ہے۔ کس قدر حیرانی کی بات ہے کہ وہی قوم جسے کوئی جانتا بھی نہ تھا کُل دنیا میں مشہور ہو گئی اور جو لوگ سب سے چھوٹے تھے وہ یک دم سب سے بڑے بن گئے۔ ایک صدی کے بعد اگر مغرب میں غرناطہ تک عربوں کا سکّہ رواں ہو گیا تو مشرق میں دہلی تک انہی کے نام کا سکّہ چلنے لگا۔ جرأت اور اولوالعزمی سے متصف ہو کر ملک عرب کے لوگ صدیوں تک دُنیا کے ایک حصّہ پر چمکتے رہے۔

ایچ۔ جی۔ ویلز (آؤٹ لائن آف ہسٹری)

-: صادق و مخلص انسان :-

"وہ شخص جو خود خوبیوں سے محروم ہو، کیا اپنے رفیقوں میں وفا پیدا کر سکتا ہے؟ ان لوگوں کا ایمان محمدؐ پر سب سے زیادہ تھا جو سب سے زیادہ آپؐ سے واقف تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ابوبکرؓ آپ پر ایمان لائے جو انسان اس وقت کی تاریخ کا مطالعہ کرے گا وہ ابوبکرؓ پر اعتماد اور یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ علیؓ نے اپنی جان کو آپؐ کی خاطر خطرہ میں ڈالا۔ بہرحال محمدؐ کوئی مفتری انسان نہ تھے۔"

ڈیلی ایکسپریس، ۱۰ نومبر ۱۹۲۵ء

-: بے نظیر استقلال :-

"اگر کسی شخص کی بڑائی کا اندازہ اس عزت سے ہو سکتا ہے جو اس کے منہ کے الفاظ ان لوگوں میں پیدا کرتے ہیں جو ان کو الہامی مانتے ہیں تو اس لحاظ سے محمد (صلعم) دُنیا کے سب سے عظیم انسان ہو گزرے ہیں"

سر ولیم میور (لائف آف محمد جلد دوم صفحہ ۲۲۸)

-: زندگی کی نئی رُوح :-

"محمد نے دشمنوں کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ انہیں مٹھی بھر آدمیوں کے ساتھ دن رات اپنی کامیابی کا انتظار تھا۔ بظاہر بالکل غیر محفوظ بلکہ یوں کہیئے کہ شیر کے منہ میں رہ کر ایسی ہمت اور استقلال دکھلایا کہ اس کی نظیر اگر کہیں مل سکتی ہے تو صرف بائبل میں جہاں ایک نبی کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے ایک موقعہ پر خدا سے کہا تھا صرف میں ہی باقی رہ گیا ہوں۔"

"محمدؐ کی تعلیم بہت مختصر اور سادہ تھی۔"

زندگی بخش جامِ احمدؐ ہے
کیا پیارا یہ نامِ احمدؐ ہے

لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا ٭ سب سے بڑھ کر مقامِ احمدؐ ہے
باغِ احمدؐ سے ہم نے پھل کھایا ٭ میرا بستاں کلامِ احمدؐ ہے

(درثمین)

در عشقِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

از حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانئے سلسلہ احمدیہ

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے
اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے

پہلے تو راہ میں ہارے پار اس نے ہیں اتارے
میں جاؤں اس کے وارے بس ناخدا یہی ہے

پردے جو تھے ہٹائے اندر کی راہ دکھائے
دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے

وہ یارِ لامکانی وہ دلبرِ نہانی
دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہنما یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے
وہ طیب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے

حق سے جو حکم آئے اس نے وہ کر دکھائے
جو راز تھے بتائے نعم العطا یہی ہے

آنکھ اس کی دور بیں ہے دل یار سے قریں ہے
ہاتھوں میں شمع دیں ہے عین الضیاء یہی ہے

جو رازِ دیں تھے بھارے اس نے بتائے سارے
دولت کا دینے والا فرمانروا یہی ہے

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

وہ دلبر یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بےخطا یہی ہے

سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

ہم تھے دلوں کے اندھے سو سو دلوں پہ پھندے
پھر کھولے جس نے جندے وہ مجتبیٰ یہی ہے

اے میرے ربِ رحماں تیرے ہی ہیں یہ احساں
مشکل ہو تجھ سے آساں ہر دم رجا یہی ہے

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

"سیدالانبیاء رحمۃ للعالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ"

از :—— حافظ شبیر محمد خوشابی

نٓ والقلم وما یسطرون ۝ ما انت بنعمۃ ربک بمجنون ۝ وان لک لاجرًا غیر ممنون ۝ وانک لعلٰی خلق عظیم (الخ)

" دوات اور قلم اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں گواہ ہے کہ تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں اور یقینًا تیرے لئے اجر ہے جو منقطع نہ ہوگا۔ اور تو یقینًا عظیم الشان اخلاق پر قائم ہے سو تو دیکھ لے گا اور یہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کس کو جنون ہے "

یہ سورۃ القلم کی ابتدائی آیات ہیں ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر قلم اور دوات اور ان کی مدد سے دنیا میں جس قدر علوم پھیلیں گے ان سب کو بطور دلیل پیش کیا ہے کہ جو انسان عسرت میں افلاس حکومت اور بادشاہت میں اعلیٰ درجہ کے اخلاق کا مالک ہو وہ مجنوں کیسے ہو سکتا ہے۔ ایک دیوانہ تو غصہ کی حالت میں یا جوش کے وقت کبھی بھی اعلیٰ درجہ کے اخلاق نہیں دکھلا سکتا۔ لیکن آنحضرتؐ ہیں کہ بڑی سے بڑی تکلیف میں اخلاق کے اعلیٰ مقام پر نظر آتے ہیں۔ آپ نے نہ صرف خود دکھوں سے نجات پائی بلکہ تمام دنیا کو دکھوں اور غموں سے نجات دلائی۔

یہ کوئی خوش عقیدگی کی بات نہیں واقعات کی بات ہے جس سے مسلمان کیا غیر مسلم بھی انکار نہیں کر سکتے۔ اس بات کو ماننے سے کسی کو بھی انکار نہیں کہ نسل انسانی پر سب سے بڑھ کر احسان حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ آپ نے جو کچھ نسل انسانی کے لئے کیا دنیا کا کوئی دوسرا مصلح کسی قوم یا ملک کے لئے نہیں کر سکا۔ آپ نے بالکل مختصر عرصہ میں ملک عرب میں ہر قسم کے غلط خیالات اور عقائد ہی کو دور نہیں کیا بلکہ ہر طرح کی بداخلاقیوں اور بدکرداریوں سے بھی نجات دلائی۔ آپ اس وقت دنیا میں تشریف لائے جب تمام دنیا پر تاریکی ہی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ میور جیسا متعصب عیسائی بھی لکھنے پر مجبور ہو جاتا ہے :-

" کہ ساتویں صدی کی عیسائیت نہایت گری ہوئی اور ذلیل حالت میں تھی۔ اگر ملک عرب میں حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت مشعل نہ جلائی ہوتی تو دنیا میں تاریکی کا ہی دور دورہ ہوتا اور تہذیب اور علم دنیا سے مفقود ہو جاتے۔"

میور کی شہادت واقعات کی شہادت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر دنیا میں جتنے مصلح۔ ریفارمر، ہادی اور انبیاء گزرے ان کے ماننے والوں نے ان کے متعلق ایسے ایسے غلط خیالات پھیلا رکھے تھے کہ ان کا وجود ایک افسانہ نظر آتا تھا لیکن آنحضرتؐ چودہ سو سال کے طویل عرصہ کے بعد بھی آج ہمیں اتنے ہی قریب نظر آتے ہیں جتنے کہ اپنے عہد اور اپنے زمانہ کے لوگوں کو نظر آتے تھے کیونکہ آپ کے اقوال و افعال ارشادات و تعلیمات، شمائل و خصائل کو تاریخ نے اس طرح محفوظ کر رکھا ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے جزئیات تک بھی کتابوں میں لکھے ہوئے موجود ہیں۔ آنحضرتؐ نے غربت سے لے کر بادشاہت تک جو کیرکٹر اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ دکھلایا ہے دنیا میں کسی کی نظیر نہیں مل سکتی۔ حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی ہر قسم کے اخلاق کا مکمل مجموعہ تھا۔ خصوصًا سورۃ قلم کی ان آیات میں بیان کردہ دو باتیں جو حضور صلعم کی زندگی میں ہمارے سامنے آتی ہیں مخالف سے مخالف بھی آنحضرت صلعم کے سامنے گردن جھکانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ وہ ہیں کہ فقر اور غربت کی حالت میں آپؐ بادشاہ ہیں اور بادشاہت اور سلطنت کے زمانہ میں آپؐ فقیر ہیں۔ ایک انسان کی زندگی پر روشنی ڈالنے کے لئے یہی دو باتیں کافی ہیں انہی باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ انسان کس قدر اخلاق فاضلہ کا مالک ہے۔ ان آیات میں انہی دو پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ یہ آیات اس زمانہ میں نازل ہوئیں جب آپ انتہائی تکالیف اور دکھوں کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ مخالفت زوروں پر تھی کوئی ساتھ دینے والا نہ تھا بیگانے تو بیگانے رہے اپنے بھی بیگانے ہو چکے تھے خود حضور علیہ السلام کے چچا ابولہب کا یہ حال تھا کہ جہاں آپؐ دعوت حق کو پہنچانے کے لئے تشریف لے جاتے یہ پیچھے پیچھے کہتا پھرتا کہ لوگو میرا بھتیجا مجنوں ہو گیا۔ دیوانہ ہو گیا اس کی باتوں کی طرف توجہ نہ کرنا۔ خدا تعالیٰ ان کے جواب میں فرماتے ہیں۔ نٓ والقلم وما یسطرون۔ قلم اور دوات اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں اس بات پر گواہ ہیں کہ آپ دیوانہ نہیں۔ آج آپ کو غریب اور تنہا سمجھ کر دیوانہ کہا جاتا ہے ایک وقت آ رہا ہے کہ آپؐ

- - - - - - - - - -

- - - - - - - - - -

- - - - - - - - - -

بادشاہ ہوں گے۔ آپ کے قدموں میں دولت کے انبار لگے ہوئے ہوں گے پورا ملک آپ کے زیر نگیں ہوگا۔ تو جیسے آج آپ اخلاق فاضلہ کے مجسم ہیں اس زمانہ میں بھی آپ اخلاق کے اعلیٰ مقام پر ہوں گے۔ دولت اور حکومت کی وجہ سے کسی قسم کی کوئی تبدیلی آپ میں نہیں آئیگی عمومًا دنیا میں ایسا ہوتا ہے کہ غریب آدمی کو جب کوئی اچھا سا عہدہ مل جاتا ہے یا اس کے پاس دولت آجاتی ہے تو اس کا معیار زندگی بلند ہو جاتا ہے۔ سوسائٹی بدل جاتی ہے۔ حالات تبدیل ہو جاتے ہیں لیکن آنحضرت صلعم کے متعلق فرمایا کہ آپؐ خواہ غربت کی حالت میں ہوں یا بادشاہت کے مقام پر آپ کے قلب مطہر میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی آپ نہ دیکھیں گے وانک لعلٰی خلق عظیم۔ آپ ہر حالت میں دکھ اور سکھ میں عسر اور یسر میں امیری اور غریبی میں اور بادشاہت میں اخلاق کے بلند ترین مقام پر آتے ہیں۔ انسان پر جب ابتلاء آتے ہیں اس کا امتحان ہو جاتا ہے تو بڑے بڑے

- - - - - - - - - -

- - - - - - - - - -

- - - - - - - - - -

القصیدہ
فی مدح
حضرت محمد مصطفٰے
صلی اللہ علیہ وسلم
میں سے
تین اشعار
(از مجدد صد چہاردہم)

یا بدرنا یا اٰیۃ الرحمٰن — اھدی الھداۃ واشجع الشجعان

اے ہمارے چودھویں کے چاند! اے نشانِ رحمٰن — بے شک تو سب ہادیوں کا ہادی اور بہادروں کا بہادر ہے

انی اری فی وجھک المتھلل — شانا یفوق شمائل الانسان

میں تیرے چمکدار چہرے میں وہ شان دیکھتا ہوں جو کسی اور انسان میں نہیں پائی جاتی

وقد اقتفاک اولو النھٰی وبصدقھم — ودعوا تذکر معھد الاوطان

سب عقلمندوں نے تیری اتباع کی اور اپنے صدق و ایمان کی وجہ سے اپنے وطنوں کی یاد تک کو خیرباد کہہ دیا

آدمی ذلیل ہو جاتے ہیں۔ کوئی طاقت سے مرعوب ہو جاتا ہے۔ کوئی لالچ میں آکر ختم ہو جاتا ہے کوئی جذبات کی رو میں بہہ جاتا ہے کوئی عزت کو بچانے کے لئے اپنا پہلو بچا لیتا ہے لیکن آنحضرت صلعم کی ذات ہے کہ نہ طاقت سے مرعوب ہوئے نہ ان کے کوئی محبت آڑے آسکی نہ دولت و حکومت کا لالچ انہیں حق بات کہنے سے باز اور دور رکھ سکا۔ حسین و جمیل عورت کی پیشکش آپ کے جذبات کو مغلوب کر سکی نہ لڑائی اور جنگ کے وقت آپ نے اخلاقِ حمیدہ کو چھوڑا۔

۱ - قریش کے بڑے بڑے آدمیوں کا ایک وفد ابوطالب کے پاس آیا جس نے آکر ابوطالب کو دھمکی دی کہ اب ہم اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتے۔ یا تو تم اپنے بھتیجے سے الگ ہو جاؤ یا خود بھی اس کے ساتھ مل جاؤ تاکہ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ ہو جائے یہ بات ابوطالب کے لئے بڑی مشکل تھی آپ نے نبی کریمؐ کو بلایا اور کہا کہ مجھ پر اور اپنی ذات پر رحم کرو مجھ پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جس کو میں اٹھا نہیں سکتا آنحضرتؐ پر یہ کتنا مشکل وقت تھا کہ دنیا میں صرف ایک چچا مددگار رہ گیا تھا وہ بھی اب الگ ہونے لگا ہے جس چچا کو آپ نے زندگی بھر جواب نہ دیا تھا اور اس کے منشا کے خلاف کوئی بات نہ کی تھی اسے بڑے سکون اور اطمینان سے کہتے ہیں کہ اے چچا اگر یہ لوگ سورج کو میرے دائیں ہاتھ میں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیں اور یہ چاہیں کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں تو میں ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ آپ نے اس درد کے رنگ میں یہ الفاظ کہے کہ چچا نے اسی وقت گلے لگا لیا اور کہا کہ اے بیٹے جاؤ اور جو چاہو کرو میں کسی صورت میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا کتنا کیریکٹر ہے کہ حق کے مقابلہ میں آپ کو کوئی طاقت مرعوب کر سکتی ہے نہ چچا کی محبت۔

اسی بے کسی کی حالت کا ایک اور واقعہ

۲ :- کہ کفار مکہ آپ کو لالچ دے کر اس مشن کو آپ سے چھڑانا چاہتے تھے جس کے لئے آپ مبعوث ہوئے تھے۔ عتبہ بن ربیعہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے اس نے آکر آپ کی خدمت میں تین باتیں پیش کیں۔ دولت۔ حکومت اور خوبصورت سے خوبصورت عورت۔ ان تینوں باتوں میں سے جو چاہیں ہم دینے کو تیار ہیں آپ تبلیغ سے باز آجائیں۔ مگر اس قلب مطہر میں دنیا کے مال و عزت کی خواہش کبھی بھی نہ آئی تھی، آپ اسے جواب دیتے ہیں کہ مجھے نہ مال و دولت کی خواہش ہے نہ حکومت کی نہ حسن و جمال کی۔ مجھے خداتعالیٰ نے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے میں تم کو خدا کا پیغام پہنچاتا ہوں اگر قبول کرو گے خوشحال رہو گے اگر قبول نہ کرو گے تو خداتعالیٰ فیصلہ کرے گا۔ عتبہ نے واپس آکر کہا کہ تم محمدؐ کی مخالفت ترک کر دو وہ اس دنیا کا انسان نہیں۔ یہ ہے آپ کے قلب کا استغنا کہ آپ دنیا کی حکومت اور دولت کو ایک تنکا کے برابر وقعت نہیں دیتے۔ اس بے کسی اور عاجزی کے زمانہ میں کتنی قوت اور طاقت اور خوداعتمادی کا اظہار ہے یہی دراصل وہ چیز ہے جو ایک انسان کو ایک عظیم انسان بناتی ہے۔

۳ :- آپ کا اور آپ کے خاندان کا تین سال تک بائیکاٹ کیا جاتا ہے آپ پر وہ زمانہ آتا ہے مشکلات کا زمانہ ہے کہ الامان والحفیظ۔ اس بائیکاٹ کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے بچے بھوک کے مارے بلبلاتے ہیں۔ ان کے رونے کی آواز سے کئی راہ گزر لوگوں کے دلوں میں درد اور ٹیس پیدا ہوتی ہے قوم کے ڈر سے کوئی ان کی مدد نہیں کر سکتا لیکن آنحضرت صلعم اس اطمینان سے وہ تکلیف برداشت کرتے ہیں آپ کی پیشانی پر شکن تک نہیں آتی۔

۴ :- آپ ایک دفعہ خداتعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے لئے طائف میں تشریف لے جاتے ہیں۔ خداتعالیٰ کا انہیں پیغام سناتے ہیں۔ جواب میں طائف کے سرداروں نے بچوں اوباشوں اور بازاری لوگوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا وہ مذاق کرتے ہیں: تالیاں بجاتے ہیں استہزاء کرتے ہیں آپ پر پتھر پھینکتے ہیں۔ آپ کو شہر سے باہر نکال دیا جاتا ہے۔ پتھروں کی بوچھاڑ سے آپ لہولہان ہو جاتے ہیں اور تکلیف کی وجہ سے چل نہیں سکتے کہیں سستانے اور آرام کرنے کے لئے بیٹھتے ہیں تو وہ بدبخت بازو سے پکڑ کر اٹھا دیتے ہیں کہ ہمارے علاقہ سے نکل جاؤ کئی میل تک وہ متواتر آپ کے پیچھے چلتے ہیں۔ جب وہ آپ کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں تو آپ زخموں کی تاب نہ لاکر ایک باغ میں جو ایک کافر کا تھا آرام کرنے کے لئے بیٹھ جاتے ہیں۔ آپ کے غلام زید بن حارث کو پتہ چلتا ہے وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی اس نازک حالت کو جب دیکھتا ہے تو درخواست کرتا ہے کہ حضورؐ ان بدبختوں کے لئے بددعا کیجئے تو حضورؐ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں :-

اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون

یہ تو غربت کا زمانہ ہے آپ کے جنگ کے حالات میں بھی اس قسم کے سینکڑوں واقعات احادیث اور تاریخ میں موجود ہیں۔

۵ :- جنگ کی حالت میں بھی آپ نے اخلاقِ فاضلہ کو نہیں چھوڑا۔ آپ نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ بچوں پر تلوار نہیں اٹھانی۔ عورتوں پر نہیں اٹھانی۔ بوڑھوں پر نہیں اٹھانی۔ جو اپنا دروازہ بند کر لیں انہیں کچھ نہیں کہنا۔ آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان حالات کو ایک طرف رکھیں۔ دوسری طرف جب آپ مکہ فتح کرتے ہیں۔ آپ کو حکومت مل جاتی ہے دولت کے ڈھیر آپ کے قدموں میں لگ جاتے ہیں لاکھوں جان نثار اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ اس وقت بھی آپ کے گھر میں وہی افلاس ہے وہی غربت ہے نہ آپ اپنا معیار زندگی بلند کرتے ہیں نہ سوسائٹی بدلتے ہیں نہ کسی قسم کی آپ کے اندر تبدیلی آتی ہے۔

۶ :- جب مکہ فتح ہو جاتا ہے تمام لوگ جنہوں نے آپ کو بڑے بڑے دکھ دیئے اور آپ کو تکالیف پہنچائیں وہ مجرم کی حیثیت سے آپ کے دربار میں حاضر کئے جاتے ہیں آپ نے ان کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی انہیں کوئی سزا نہیں دی ملامت تک نہیں کی۔ بلکہ فرمایا:- لا تثریب علیکم الیوم انتم الطلقاء۔"

۷ :- فتح مکہ سے پہلے آپ نے ایک دفعہ خانہ کعبہ میں عبادت کرنے کے لئے آپ نے عثمان بن طلحہ سے خانہ کعبہ کی چابی مانگی تھی اس نے انکار کر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا اے عثمان ایک وقت آنے والا ہے کہ خانہ کعبہ کی چابیاں میرے پاس ہونگی۔ اس نے آپ سے مذاق کیا کہ کیا جائے گا۔ فتح مکہ کے دن تمام لوگوں کی نظریں آپ کی بات پر لگی ہوئی تھیں کہ حضورؐ عثمان سے چابیاں لے کر کسی دوسرے کے سپرد کر دیں گے۔ آپ عثمان کو بلاتے ہیں اور خانہ کعبہ کو کھلوا کر دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں پھر چابیاں عثمان کو ہی واپس کر دیں اور فرمایا کہ اے عثمان یہ چابی ہمیشہ کے لئے تمہارے پاس اور تمہاری نسل میں ہی رہے گی آپ نے قطعاً وہ پچھلا واقعہ اسے یاد بھی نہ کرایا کہ تم نے میرے ساتھ ایسا کیا تھا۔ آپ کے اتنے بڑے اخلاق کو دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا۔

۸ :- ابوسفیان نے متواتر ۲۱ سال تک آپ کو دکھ دیا۔ اسلام کی بیخ کنی میں اس نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ نہ صرف اسکو معاف کیا بلکہ اعلان کرا دیا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا وہ امن میں آجائے گا۔

۹ :- ہندہ جس نے حضرت حمزہؓ کا مثلہ کیا تھا اور جگر چبا لیا تھا۔ اسے بھی معاف کر دیا۔

۱۰ :- وحشی جس نے حضرت حمزہؓ کو قتل کیا اس سے بھی درگزر کیا گیا۔

۱۱ :- جس یہودی عورت نے آپ کو زہر دیا تھا اس کو بھی معاف کر دیا۔

۱۲ :- ہبار جس نے حضورؐ کی صاحبزادی کو پتھر مارے تھے جس کی وجہ سے انتقال ہو گیا تھا اسے بھی آپ نے معاف فرما دیا۔

۱۳ :- حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ دس سال میں نے حضورؐ کی خدمت کی اتنے بڑے عرصہ میں مجھے آپ نے اف تک نہیں کہا اور نہ یہ کہا کہ یہ کام تم نے کیوں کیا اور نہ یہ کہا کہ تم نے کیوں نہیں کیا۔

۱۴ :- ایک دفعہ آپ کا غلام کسی سفر سے کافی عرصہ کے بعد واپس آیا جب اس نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا تو حضرت نبی کریم صلعم ننگے پاؤں اس کی طرف چل پڑے آپ کی چادر زمین پر گھسٹتی جا رہی تھی۔ آپ نے اسے گلے سے لگایا اور اسے بوسہ دیا۔

۱۵ :- ایک دفعہ یہودی کا جنازہ گزر رہا تو آپ کھڑے ہو گئے۔ کسی نے کہا کہ یہ تو کافر کا جنازہ ہے تو آپ نے فرمایا کیا یہودی انسان نہیں ہوتے

۱۶ :- ایک دفعہ حضورؐ بازار جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک بوڑھی عورت ملی وہ بیچاری بڑی مشکل سے چل سکتی تھی اس کا سودا لینے کیلئے

رپورٹ :- مولوی شفقت رسول خان
تلخیص و تصحیح :- نائب مدیر

رپورٹ جلسہ عید میلاد النبیؐ زیر اہتمام شبان الاحمدیہ مرکزیہ مقامی جماعت احمدیہ لاہور

مورخہ ۸ جنوری ۱۹۸۲ء بروز جمعۃ المبارک بعد نماز جمعہ حضرت امیر قوم ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زیر صدارت عید میلاد النبیؐ کا جلسہ تلاوت قرآن پاک سے شروع ہوا۔ محترم نسیم احمد صاحب نے ایک نعت ترنم سے پیش کی اور محمد اکرم خان نے حضرت اقدس مرزا صاحب کے منظوم کلام "وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا۔ نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے" سنایا محترم جناب ناصر احمد صاحب نے حضرت مجددؒ صد چہاردہم کے ارشادات سنائے جس میں آپ فرماتے ہیں "پس میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے۔ ہزار ہزار درود و سلام اس پر۔ یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خدا نے جو اس کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ توحید حقیقی ہم نے اس نبی کے ذریعے سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اس کامل نبی کے ذریعے سے اور اس کے نور سے ملی ہے"۔ محترم زاہد جنجوعہ صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پیارے نبی ایک جامع شخصیت ہیں۔ حضورؐ تمام اخلاق فاضلہ کے جامع ہیں۔ انک لعلی خلق عظیم کی آیت میں آپ کے انتہائے کمال کی طرف اشارہ ہے کیونکہ عظیم کا لفظ عربی میں اسی غرض کے لئے مستعمل ہے۔ دوسری جگہ ہے۔ کان فضل اللہ علیک عظیما۔ حضورؐ نے وہ کارنامہ سرانجام دیا جو دیگر انبیاء کرام سے نہ ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ حضورؐ کی ساری زندگی خدا کے اوامر و نواہی کی اتباع کا مکمل نمونہ ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ کان خلقہ القرآن۔ میں نوجوانوں کو توجہ دلاؤں گا کہ وہ حضورؐ کی زندگی کو مشعل راہ بنائیں۔

محترم مرزا مسعود بیگ صاحب نے سورۃ آل عمران ۱۶۴ کی تلاوت کی اور فرمایا۔

ترجمہ: "یقیناً اللہ نے مومنوں پر احسان کیا جب ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے" اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ اگرچہ وہ پہلے کھلی گمراہی میں تھے"۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے اپنے احسان کا ذکر فرمایا ہے اگرچہ خدا کے بے شمار احسانات ہیں۔ زندگی عطا کی اور زندگی کے بقا کے لئے صفت رحمانیت کے تحت زندگی کے اسباب فراہم کئے۔ بارش برسائی کھیتی پیدا کی۔ باغات پیدا کئے۔ یہ سب انسان کی بقا کا سامان کیا۔ یہ خدا کا احسان اور نعمت ہیں یہ جسمانی زندگی کی بقا کا سامان ہے۔ اور روحانی زندگی کے لئے انبیاء بھیجے اور فرمایا کہ مومنوں پر خدا نے احسان فرمایا کہ ان میں سے ہی ایک ان میں بھیجا اور حضرت محمدؐ کو قریش میں پیدا کیا تاکہ ان پر کتاب پڑھیں اور ان کو حکمت سکھائیں۔ اسوقت عرب میں خاص طور پر بے حد گمراہی تھی۔ ظھر الفساد فی البر والبحر۔ تمام جہان میں اسوقت اور خاص طور پر عرب میں تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی اپنی جگہ کوششیں کیں لیکن وہ اہل عرب کو راہ راست پر نہ لا سکے۔ لیکن حضورؐ نے آکر اس قوم کی حالت بدل ڈالی حضورؐ کی فوقیت اور برتری کو غیر مذاہب کے دانشور بھی قبول کرتے ہیں۔ حضورؐ یکتا نبی تھے۔ خدا کا کس قدر احسان ہے کہ اس نے ہم کو عظیم نبی کی امت میں سے بنایا ہے۔ قرآن پاک جیسی کتاب عطا فرما کر اس کی حفاظت کا خود ذمہ لیا۔ قرآن پاک اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ سابقہ انبیاء کی تاریخ محفوظ نہیں ہے۔ لیکن نبی اکرمؐ کی زندگی کا لمحہ لمحہ محفوظ ہے۔ آپ کے شمائل جب آپ خلوت میں گھر ہوتے تو امہات المومنین سے ان لمحات کا علم حاصل کر لینے یہ خدا کا بڑا احسان ہے۔ کہ ان کی پوری زندگی کا قول و فعل محفوظ ہے۔ حضورؐ کی زندگی میں تمام انسانوں کے لئے نمونہ موجود ہے۔ اور آپ کا نمونہ کامل بھی ہے۔ ۔ ۔

اس لئے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں تمام انسانوں کے لئے نمونہ موجود ہے۔ آپ یتیم پیدا ہوئے لڑکپن میں بکریاں چرائیں تو نوجوانی میں تجارت کی اور اس میں اسقدر عمدہ اور دلکش نمونہ دکھایا۔ کہ حضرت خدیجہ رضؓ نے آپ سے نکاح کی خواہش کی جو آپ نے قبول فرما لی۔ چنانچہ حضورؐ ہی خاوند کا نمونہ۔ باپ کا نمونہ بیوہ اور بے سہارا خواتین کو پناہ دینے کا نمونہ۔ اولاد کے ساتھ شفقت کا نمونہ۔ قوم کے لیڈر کی حیثیت سے نمونہ۔ مزدور کی حیثیت میں نمونہ۔ جنگ میں شجاعت و بہادری کا نمونہ۔ کسی اور نبی میں یہ نظر نہیں آئے گا۔ میدان جنگ میں بہادری اور تدبیر جنگ میں نمونہ حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں جب زیادہ خطرہ ہوتا تو حضورؐ کی پناہ میں لڑتے تھے آپ نے گیارہ جنگیں لڑیں کہ ماسوائے ایک شخص کے اپنے ہاتھ سے کسی کو قتل نہیں کیا۔ صرف ایک شخص نے جنگ احد میں جب آپ زخمی تھے اور خود کی کڑیاں سر مبارک میں چبھ گئی تھیں اس نے آپ پر حملہ کیا تھا۔ یہ حضورؐ کی رحمت کا نمونہ ہے۔ جنگ میں صفیں درست کرواتے تھے۔ غزوہ بدر میں کفار نے پہلے پہنچ کر اچھی جگہ پر قبضہ کر لیا۔ ریتیلا علاقہ ہمارے حصہ آیا۔ لیکن خدا کی طرف سے اس پر بارش ہو کر جگہ سخت ہو گئی۔ جبکہ کفار کی جگہ پھسلن ہو گئی۔ یہ بھی حضورؐ کی سپہ سالارانہ دور اندیشی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ اگر قرآن پاک الفاظ پر مشتمل احکامات کا مجموعہ ہے تو حضورؐ کی زندگی اس پر عمل کا نمونہ ہے۔ نہ قرآن پاک کا کوئی ثانی ہے نہ نبی اکرم صلعم کا کوئی ثانی ہے۔ پچاس سال پہلے انجیل کو اولیت اور حضرت عیسیٰؑ کو اول نمبر دیا جاتا تھا اور اب "ONE HARDEL" میں قرآن پاک اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اول مقام دیا جا رہا ہے یہ یورپ میں جماعت احمدیہ کی مساعی کا نتیجہ ہے۔ یہ انقلاب آپ کی کوششوں کا اثر ہے۔ حضورؐ کا یوم ولادت منانے کا شرف بھی سب سے پہلے آپ کو ہی حاصل ہوتا ہے۔ ہمارے بزرگوں نے "انجمن فرقانیہ" قائم کی جس کے ممبر حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحب، میاں معراج دین، حضرت سید محمد حسین شاہ صاحب، حضورؐ کے حالات سیرت منانے کی داغ بیل ڈالی۔ ورنہ عام مسلمان بارہ وفات مناتے تھے۔ عید میلاد النبیؐ کا جلسہ آپ کی قوم کی خصوصیت ہے۔ حضورؐ کی زندگی کے صحیح حالات اور سیرت کو دنیا کے لوگوں تک پہنچایا جائے۔ حضرت امیر مرحوم جلسہ سالانہ پر سیرت پر کوئی کتاب لکھ کر شائع کرتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ آج بھی اظہار عقیدت کے دوسرے طریقوں کے ساتھ ساتھ حضورؐ کی زندگی پر کوئی تبلیغی پمفلٹ شائع کیا جائے تو زیادہ مؤثر اور مفید ہو۔ تاج کمپنی والے بھی قرآن چھپاتے ہیں جس پر دیدہ زیب بیل بوٹے اور منظر زیب رنگ ہوتے ہیں۔ یہ بھی قرآن پاک سے اظہار محبت ہے۔ لیکن ہمارا پیارا یہ ہے کہ ہم اس کے مطالب دنیا میں پہنچاتے ہیں۔ اگر رسولؐ کی سیرت طیبہ کو پھیلانے پر روپیہ خرچ کیا جائے اور حضورؐ کی سنت کو اپنایا جائے خدا سے پیار کا تقاضا ہے کہ حضورؐ کے اوصاف اختیار کئے جائیں۔

ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ٥ حضرت مرزا صاحب حضورؐ پر کثرت سے درود و سلام بھیجا کرتے تھے ایک دفعہ کشفی حالت میں انہوں نے دیکھا کہ فرشتے نور کی مشعلیں بھر کر لاتے ہیں اور میرے صحن خانہ میں بکھیر رہے ہیں میں نے پوچھا تو کہنے لگے یہ وہ درود شریف ہے جو آپ حضورؐ پر بھیجتے ہیں۔ اللھم صل علی محمد وبارک وسلم۔

آخر میں حضرت امیر قوم ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اختتامی تقریر کا آغاز کیا۔ الیوم اکملت لکم دینکم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لکم الاسلام دینا۔ کے حوالے سے فرمایا کہ بتایا کہ دین اسلام کامل اور مکمل دین ہے اور آخری دین ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام اس کے بعد کسی اور دین کی ضرورت نہیں۔ قرآن پاک مکمل دینی تعلیم کا حامل ہے اور حضور نبی کریمؐ کو کامل نمونہ کے طور پر مبعوث فرمایا گیا ہے اسوۂ حسنہ نبوی مکمل اور قرآن کامل کتاب ہے۔ حضورؐ نے تمام احکام پر عمل کر کے دکھایا۔ اور فرماتے ہیں کہ انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم حل سو کوئی مستثنیٰ نہیں۔ حضورؐ نے اپنی پیاری بیٹی فاطمۃ الزہرہ رضؓ سے فرمایا تھا کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو وہی نجات کا ذریعہ ہے۔ ان تقریبات کا مطلب صرف یہ ہے کہ روح میں ولولہ اور جوش پیدا ہو محض قرآن کا پڑھنا مفید نہیں جب تک حضورؐ کے نمونہ پر عمل نہ کیا جائے۔ حضرت امیر نے حاضرین پر زور دیا کہ وہ اپنی زندگیاں حضورؐ کے نمونہ پر استوار کریں۔ آخر میں آپ نے دعا فرمائی اور جلسہ کا اختتام ہوا۔ بعد ازاں حاضرین کو چائے اور سموسے اور مٹھائی پیش کی گئی۔ پھر بعد ازاں شبان الاحمدیہ کا انتخاب ہوا جس کی مفصل رپورٹ علیحدہ دی جائے گی۔

اسلامی معاشرہ

دِلی اطمینان اور روحانی سکون

کوئی معاشرہ اسوقت تک ترقی نہیں کرسکتا جب تک اس کی تعمیر پختہ بنیادوں پر نہ ہوئی ہو ——— اور کچھ ایسے اصول اس میں کارفرما نہ ہوں۔ جو ترقی کی ضمانت بن سکیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عصرِ حاضر اپنی مادی ترقیات اور علمی انکشافات کے اعتبار سے اگرچہ تمام گذشتہ ادوار سے ترقی کرگیا ہے لیکن اس کے باوجود علم الاجتماع اور نفسیات کے ماہرین اس دور میں اعصابی مریضوں کی تشویشناک کثرت کو دیکھ کر حیرت زدہ ہیں کیونکہ مادی ترقی اور علمی انکشافات اس دور سعادت کا باعث نہیں بن سکتے جو انسان کی حقیقی طلب ہے اور جس کو پاکر ہی انسان اپنے اندر ایک دِلی اطمینان اور رُوحانی سکون محسوس کرتا ہے۔ ایسا نظر آرہا ہے کہ جس قدر مادی وسائل ترقی کرتے چلے جارہے ہیں اور صحیح معاشرتی اصولوں میں کمزوری اور تنزل بڑھ رہا ہے اسی قدر اضطراب اور پریشانی بڑھتی چلی جارہی ہے۔ وہاں دُوسرے ممالک کے مقابلے میں نفسیاتی بیماریوں کا تناسب بھی زیادہ ہے جس کی شہادت خود امریکی سرکار کی طرف سے شائع کردہ اعداد و شمار سے واضح طور پر ملتی ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ مغربی معاشرہ جن بنیادوں پر استوار ہے اور مغربی تہذیب جس نہج پر اسے لے جارہی ہے وہ خالص مادی ہے جس کا نتیجہ تباہی ہی تباہی ہے۔ ان میں دین کی روحانیت اور باطنی اثرات کا شائبہ تک نظر نہیں آتا کسی شاعر نے ٹھیک ہی تو کہا ہے :-

عقل باریک ہوتی جاتی ہے۔
رُوح تاریک ہوتی جاتی ہے۔

اور اسی رُوح کی تاریکی نے مغربی معاشرے کو انحطاط کے عمیق گڑھے میں دھکیل دیا ہے۔ اور آج مغرب کا انسان سخت ترین اضطراب اور تشویش میں مبتلا ہے جس پر مغربی مفکرین اور اصحاب بصیرت کو سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ وہ دین کی قدروں کو دوبارہ بروئے کار لانا چاہتے ہیں لیکن جس معاشرے میں الحاد، مادیت کا شجر خبیث اپنے کڑوے پھل دے رہا ہو اور اس کی جڑیں مضبوطی کے ساتھ جم چکی ہوں وہاں ایسی کوششوں کی کامیابی کے کیا امکانات باقی رہ جاتے ہیں؟

آسمانی مذاہب میں سے جس مذہب کو بھی دیکھیں اس میں یہ ایک خصوصیت ضرور نظر آئے گی کہ وہ انسانوں میں عدل و انصاف کو پروان چڑھاتا ہے۔ قلب و رُوح کو طمانیت بخشتا ہے اور احساسِ تکلیف کو کم کرکے زندگی کے بوجھ کو ہلکا کر دیتا ہے۔

تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر — صرف — اللہ تعالیٰ کی

اس کے ساتھ وہ معاشرے کی ترقی کے لئے نفسانی خواہشات اور خودغرضی کے جذبات کا قلع قمع کرتا ہے اور ایک فرحت بخش زندگی بخشتا ہے۔ اسلام چونکہ انسانی فلاح و بہبود اور معاشرتی امن و اطمینان اور ترقی کا ضامن آخری اور تکمیل مذہب ہے، اس لئے اس نے فرد اور معاشرے کی آرزوؤں کو بیدار کیا۔ عزائم کو حیاتِ تازہ عطا کی اور ایثار و شفقت کے جذبات کو نہ صرف ابھارا بلکہ ان کو اس عروج پر پہنچا دیا کہ خود انسانیت انگشت بدنداں رہ گئی۔

اسلام کے نزدیک ایک معاشرے کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ انسان اپنے تمام خود ساختہ آقاؤں کی غلامی اور اطاعت کا جوا گلے میں سے اتار پھینکے اور اللہ کے سوا کسی کو اس لائق نہ سمجھے کہ اس کی غلامی یا اطاعت کی جاسکتی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت بھی دراصل اللہ تعالےٰ ہی کی اطاعت ہے۔ ارشاد ہوا کہ تیرے ربّ نے یہ فیصلہ کردیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اللہ کی "۔ یہ صرف ایک مذہبی عقیدے اور صرف انفرادی طرزِ عمل کے لئے ایک ہدایت ایک حکم ہی نہیں بلکہ اس پورے نظامِ معاشرت و تمدن اور ریاست کا سنگِ بنیاد بھی ہے جو مدینہ طیبہ پہنچ کر نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عملاً قائم فرمایا اس اصول پر عمل پیرا ہو کر ہر شخص معلوم کرسکتا ہے کہ اس کو انفرادی آزادی کس طرح حاصل ہوتی ہے اور پھر معاشرتی ترقی میں اس اصول کا کتنا بڑا عمل دخل ہے حکیم الامت علامہ اقبال نے ٹھیک ہی تو کہا ہے :- ؎

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزاروں سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اس ایک اصول یعنی اصولِ توحید سے معاشرے میں کس قدر استواری ہم آہنگی اور مطابقت پیدا ہوتی ہے اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس سے تمام نسلی، قومی اور قبائلی بٹوارے ختم ہوجاتے ہیں اور انسان بحیثیت انسان ترقی و عروج کے منازل طے کرنے لگتا ہے اس کے اندر کسی قسم کا احساس کمتری پیدا ہوسکتا ہے اور نہ احساسِ برتری۔ اس کے دِل و دماغ میں جگہ پاکر معاشرتی سکون و اطمینان کی غارت کردینے کی حماقت کرسکتا ہے آپ غور کریں کہ جن معاشروں نے ایک اللہ کو چھوڑ کر نسل و رنگ اور زبان وغیرہ کے بت گھڑ لئے ہیں اور ان کی پوجا پاٹ میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی حالت کس قدر ابتر ہے۔ اور امن و سکون اور ترقی و خوشحالی کی منزل سے کتنے دور ہیں۔

کارروائی جلسہ عید میلاد النبیؐ پشاور

رپورٹ :- از جناب محمد الرحمٰن صاحب سیکریٹری جماعت پشاور

مؤرخہ ۸۲/۱/۸ء بروز جمعہ بسلسلہ عید میلاد النبیؐ اجلاس احمدیہ مسجد پشاور میں زیر صدارت جناب چوہدری سعید احمد صاحب منعقد ہوا جس میں احباب پشاور کے علاوہ منفید ڈھیری شیخ محمدی۔ بازید خیل کے احباب نے بھی شرکت کی۔ اس کا افتتاح جناب غلام علی صاحب نے تلاوت قرآن مجید سے کیا۔ تلاوت کے بعد نعتیہ کلام عنایت الرحمٰن صاحب شیخ محمدی نے پیش کیا ازاں بعد ماسٹر محمد صاحب شیخ محمدی نے تقریر کی جس میں حضرت محمد مصطفےٰ ختم المرسلین کی سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا اسکے بعد راقم الحروف نے نبی کریمؐ کی سب نبیوں میں ممتاز شخصیت پر تقریر کی اور تمام وہ امور بیان کئے جو حضرت محمد مصطفےٰؐ کو باقی سب انبیاء کرام پر امتیاز بخشتے ہیں مثلاً آپ کا رحمۃ للعالمین ہونا۔ تمام رُوئے زمین کے لئے۔ تمام زمانوں کے لئے اور تمام قوموں کے لئے مبعوث ہونا جبکہ دیگر انبیاء کرام اپنی قوم اپنے علاقے اور اپنے ہی محدود زمانہ کے لئے مبعوث ہوکر آتے تھے۔ نبی کریمؐ صرف عرب ہی کے لئے نبی نہ تھے بلکہ ایران افغانستان ہندوستان، شام، چین، جاپان، روس۔ آسٹریلیا۔ امریکہ افریقہ اور تمام جزائر کے رہنے والوں یعنی ساری دنیا کے ہر کونے میں رہنے والوں کے نبی تھے پھر آپ نے نوع انسان کے تمام قوٰے کی تربیت کی جسکی مثال سابق انبیاء کرام میں نہیں ملتی۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری ؎ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

خاکسار کے بعد جناب شیخ شریف احمد صاحب نے حضور نبی کریمؐ کے اخلاق حسنہ پر مفصل روشنی ڈالی۔ اور اس کی زندگی سے اس پر حوالے دیئے۔ اسکے بعد مولوی عبد الرحمٰن صاحب نے حضور نبی کریمؐ کی بارگاہ میں ہدیۂ عقیدت پیش کیا اور آپ کے اخلاق طیبہ اور اصلاحی کارناموں پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ حضورؐ کی بعثت کے وقت عرب معاشرہ جن خوفناک قسم کی برائیوں میں جکڑا ہوا تھا حضورؐ نے ۲۳ سال کے مختصر عرصہ میں ایسی اصلاح فرمائی کہ آپؐ کے وصال کے وقت کوئی ایک برائی بھی اس معاشرے میں نہ رہی تھی اور صدیوں کے بگڑے ہوئے انسان نما حیوان نہ صرف انسان بن گئے بلکہ با خدا انسان پھر خدا نما انسان بن گئے۔ اس کے بعد محترم صدر جلسہ نے مختصر سا اختتامی خطاب فرمایا جس میں حضورؐ کو خراج عقیدت پیش کرنے کے بعد مقررین اور حاضرین احباب و خواتین کا شکریہ ادا کیا ساتھ ہی نصیحت بھی فرمائی کہ تین چیزوں کے مطالعہ کو اپنا روزمرہ کا شعار بنالیں۔ تفسیر بیان القرآن (اگرچہ ایک ہی رکوع کیوں نہ ہو) (۲) سیرت خیر البشرؐ (۳) مجاہد کبیر۔ اس سے یقیناً آپ لوگوں کی زندگیاں سنور سکیں گی۔ اس کے بعد جلسہ کے اختتام کا اعلان فرمایا۔ اختتام جلسہ پر احباب و خواتین کی چائے سے و بسکٹ سے تواضع کی گئی۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک،

در رہِ عشقِ محمدؐ

حضرتِ اقدس مجددِ صدِ چہاردہم کی طرف سے نذرانۂ محبت

شانِ احمد راکہ داند جز خداوندِ کریم

احمدؐ کی شان کو سوائے خداوندِ کریم کے کون جان سکتا ہے

آنچناں از خود جدا شد کز میاں اُفتاد میم

وہ اپنی خودی سے اس طرح الگ ہوگیا کہ میم درمیان سے گر گیا

زاں نمط شد محوِ دلبر کز کمالِ اتحاد

وہ اپنے معشوق میں اس طرح محو ہوگیا کہ کمالِ اتحاد کی وجہ سے

پیکرِ اُو شد سراسر صورتِ ربِّ رحیم

اس کی صورت بالکل ربِّ رحیم کی صورت بن گئی

بوئے محبوبِ حقیقی مید مد زاں روئے پاک

محبوبِ حقیقی کی خوشبو اس کے چہرے سے آرہی ہے

ذاتِ حقانی صفاتش مظہرِ ذاتِ قدیم

اس کی حقانی ذات خدائے قدیم کی ذات کا مظہر ہے

گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال

خواہ مجھے کوئی الحاد اور گمراہی سے ہی منسوب کرے

چوں دلِ احمد نمے بینم دگر عرشِ عظیم

مگر میں تو احمدؐ کے دل جیسا اور کوئی عظیم الشان عرش نہیں دیکھتا

منتِ ایزد راکہ من بر رغمِ اہلِ روزگار

خدا کا شکر ہے کہ میں دنیا داروں کے برخلاف

صد بلا می بخرم از ذوقِ آں عین النعیم

اس چشمۂ نعمت کی خواہش کی وجہ سے سینکڑوں دکھ خریدتا ہوں

از عنایاتِ خدا و ز فضلِ آں دادارِ پاک

خدا کی مہربانیوں اور اس ذاتِ اقدس کے فضل و کرم سے

دشمنِ فرعونیانم بہرِ عشقِ آں کلیم!

میں بھی اس کلیم کی محبت کی خاطر فرعونی لوگوں کا دشمن ہوں

آں مقام و رتبتِ خاصش کہ بر من شد عیاں

اس کا وہ خاص مقام اور مرتبہ جو مجھ پر ظاہر ہوا

گفتمے گر دیدمے طبعے دریں راہِ سلیم

میں اس کا ضرور ذکر کرتا اگر اس راہ میں کوئی سلیم فطرت والا پاتا

در رہِ عشقِ محمدؐ ایں سر و جانم رود

محمدؐ کے عشق میں میرا سر اور جان قربان ہو،

ایں تمنا ایں دعا ایں در دلم عزمِ صمیم

یہی میری خواہش ہے یہی میری دعا ہے اور یہی میرے دل میں پختہ ارادہ ہے

حضرت مجدد صدِ چہاردہم

سرِ من در رہِ یارے نثارے

خداوندیکہ جاں بخش جہاں است

وہ خدا دنیا کو زندگی عطا کرنے والا ہے

بدیع و خالق و پروردگارے

کائنات کی ابتداء کرنے والا، ہر شئے کا پیدا کرنے اور پالنے والا ہے

کریم و قادر و مشکل کشائے،

وہ کرم کرنے والا، ہر بات پر قدرت رکھنے والا مشکل کشا ہے

رحیم و محسن و حاجت بر آرے

وہ رحم کرنے والا، احسان کرنیوالا اور حاجتیں پوری کرنیوالا ہے

چوں آں یارِ وفادار آیدم یاد

جب وہ وفادار یار مجھے یاد پڑتا ہے

فراموشم شود ہر خویش و یارے

تو پھر مجھے تمام دوست واحباب بھول جاتے ہیں

بغیر او چساں بندم دل خویش

اس کے سوا اور دل کہاں لگاؤں؟

کہ بے رویش نمے آید قرارے

کیونکہ اس کا حسین چہرہ دیکھے بغیر مجھے چین نہیں آتا

دلِ من دلبرے را تخت گاہے

میرا دل میرے محبوب کی تخت گاہ ہے۔

سرِ من در رہِ یارے نثارے

اور میرا سر دوست کے راستے میں قربان ہے

چگویم فضلِ او بر من چگونست

میں کس طرح بیان کروں کہ اس کا مجھ پر کس قدر فضل ہے

کہ فضلِ اوست ناپیدا کنارے

کیونکہ اس کے فضل کا سمندر کا کوئی کنارہ نہیں

باہتمام ریاض حسین الحبد پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر۔ ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مؤرخہ ۱۳ جنوری ۱۹۸۲ء جلد ۶۹ شمارہ ۲

مخدوم محمد اسلم صاحب 18

15 فضل الٰہی سٹریٹ
رحمان پورہ
ڈاکخانہ اچھرہ لاہور 16

مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

جسٹرڈ ایل ۸۳۸
تار کا پتہ - تبلیغ
فون - ۵۲۷۳۷

مدیر اعزازی
خلیل الرحمٰن

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید ۔ و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد
دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا

نائب مدیر
عبدالرؤف کاہلوں

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے ۔ تیس روپے
بیرونی ممالک سے ۔ دو پونڈ (علاوہ ڈاک)

جلد ۶۹ ✱ یوم چہار شنبہ ۱۴۰۲ھ ۔ بمطابق ۔ ۲۰ جنوری ۱۹۸۲ء ✱ شمارہ ۴ ۔ (۳)

ارشادات حضرت مجددِ صدِ چہاردہم

حقیقی احمدی بنو

اب وقت ہے کہ اپنی اخلاقی قوتوں کا حسن اور جمال دکھاؤ۔ چاہیئے کہ تم میں خدا کی مخلوق کے لئے عام ہمدردی ہو اور کوئی چھل اور دھوکہ آپ کی طبیعت میں نہ ہو۔ تم اسم احمد کے مظہر ہو سو چاہیئے کہ دن رات خدا کی حمد و ثنا تمہارا کام ہو۔ اور خادمانہ حالت جو حامد ہونے کے لئے لازم ہے اپنے اندر پیدا کرو اور تم کامل طور پر خدا کی کیوں کر حمد کر سکتے ہیں جب تک تم اس کو رب العالمین یعنی تمام دنیا کو پالنے والا نہ سمجھو۔ اور تم کیوں کر اس اقرار میں سچے ٹھہر سکتے ہو جب تک اپنے تئیں ایسا نہ بناؤ۔ کیونکہ اگر تو کسی نیک صفت کے ساتھ کسی کی تعریف کرتا ہے اور آپ اس صفت کے مخالف عقیدہ اور خلق رکھتا ہے تو گویا اس شخص سے ٹھٹھا کرتا ہے کہ جو کچھ اپنے لئے پسند نہیں کرتا اس کے لئے روا رکھتا ہے اور جب کہ تمہارا رب جس نے اپنے کلام کو رب العالمین سے شروع کیا ہے۔ زمین کی تمام خوردنی اور آشامیدنی اشیاء اور فضا کی تمام ہوا اور آسمانوں کے ستاروں اور اپنے سورج اور چاند سے تمام نیک و بد کو فائدہ پہنچاتا ہے تو تمہارا فرض ہونا چاہیئے کہ یہی خلق تم میں بھی ہو۔ ورنہ تم احمد اور حامد نہیں کہلا سکتے۔ کیونکہ احمد تو اس کو کہتے ہیں کہ خدا کی بہت تعریف کرنے والا ہو اور جو شخص کسی کی تعریف کرتا ہے وہ اپنے لئے وہی خلق پسند کرتا ہے جو اس میں ہیں اور چاہتا ہے کہ وہ خلق اس میں ہوں پس تم کیوں سچے حامد ٹھہر سکتے ہو جبکہ اس خلق کو اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔"

رحم کے لائق بنو تا تم پر رحم کیا جائے۔ اضطراب دکھلاؤ تا تسلی پاؤ۔ بار بار چلاؤ تا ایک ہاتھ تمہیں پکڑ لے۔ کیا ہی دشوار گذار وہ راہ ہے جو خدا کی راہ ہے پر ان کے لئے آسان کی جاتی ہے جو مرنے کی نیت سے اس اتھاہ گڑھے میں پڑتے ہیں۔ وہ اپنے دلوں میں فیصلہ کر لیتے ہیں کہ ہمیں آگ منظور ہے ہم اس میں اپنے محبوب کے لئے جلیں گے پھر وہ آگ میں اپنے تئیں ڈال دیتے ہیں پس کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بہشت ہے ۔۔۔۔۔۔۔ پس وہ جو خدا کے لئے آگ میں پڑتے ہیں وہ نجات دیئے جائیں گے لیکن وہ جو اپنے نفسِ امّارہ کے لئے آگ میں پڑتا ہے وہ آگ اسے کھا جائے گی۔ پس مبارک وہ جو خدا کے لئے نفس سے جنگ کرتے ہیں۔ (کشتی نوح صفحہ ۳۴)

جواہر ریزے

اللہ تعالیٰ کے افضال :-

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام پاؤ اور دن کو روشن۔ یقیناً اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے یہ اللہ تمہارا رب ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اس کے سوائے کوئی معبود نہیں تو تم کس طرح اُلٹے پھر جاتے ہو اس طرح وہ لوگ اُلٹے پھر جاتے تھے جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور آسمان کو ایک عمارت بنایا۔ اور تمہاری صورتیں بنائیں تو خوب ہی تمہاری صورتیں بنائیں اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا۔ یہ اللہ تمہارا رب ہے سو اللہ جہانوں کا رب بابرکت ہے وہ زندہ ہے اس کے سوائے کوئی معبود نہیں سو فرمانبرداری کو اسی کے لئے خالص کرتے ہوئے اسے پکارو سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو جہانوں کا رب ہے۔ (المومن ، ۶۱ تا ۶۵)

✱ رحم کرنے والوں پر اللہ رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔ رحم رحمٰن سے پیوستہ ہے پس جو اسے جوڑے گا اللہ اسے جوڑے گا اور جو اسے کاٹے گا اللہ اسے کاٹے گا۔

(ابو داؤد)

✱ جب خدا نے خلقت کو پیدا کیا تو ایک کتاب میں جو اس کے پاس عرش کے اوپر ہے لکھا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے (بخاری)

✱ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ایک سو حصے کئے ننانوے حصے تو اپنے پاس رکھے اور صرف ایک حصہ زمین پر اتارا اس سے مستفیض ہو کر مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے یہاں تک کہ ایک چوپایہ بھی اپنے بچے کو ضرر پہنچنے کے اندیشے سے اپنا سم اس پر سے اٹھا لیتا ہے۔

(مسلم)

خواجہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ

مذہب اسلام زندگی کا وہ صحیح ترین نظریہ ہے

جسے عمل میں لانے سے انسان اپنے مقصد پیدائش کو پالیتا ہے

اس موضوع پر کچھ لکھنے سے پہلے اوّلاً مذہب اور اس کے مقصد پر چند الفاظ لکھنا چاہتا ہوں۔ مذہب کی حقیقت و غایت کے نہ سمجھنے نے دنیائے مذہب میں مختلف مشکلات پیدا کر دی ہیں اسی سے طرح طرح کے غلط عقائد اور ان سے غلط اصول تمدن و تہذیب پیدا ہو گئے قرآن نے جس مذہب کا نام اسلام رکھا ہے وہ ان قوانین الٰہیہ کی اطاعت ہے جن سے انسان کے ودیعت شدہ اور مضمرہ قویٰ چمک کر بلوغت کو پہنچ جاتے ہیں۔ از روئے تعلیم قرآنی محض سجدہ اور رکوع کرنا چند نعروں کا زبان پر لانا چند باتوں کو مان لینا مذہب نہیں۔ یہ باتیں اجزائے مذہب تو ہیں مگر عین مذہب نہیں۔ مذہب تو زندگی کا وہ صحیح نظریہ ہے کہ جس کو عمل میں لانے سے انسان وہ چیز بن جاتا ہے جس کے لئے وہ بنایا گیا۔

کائنات میں ایک چیز بھی تو ایسی نہیں جس میں گوناگوں استعدادیں مخفی نہ ہوں ان کے پنپنے کے لئے خاص خاص لاتبدیل قواعد مقرر ہیں۔ جن سے تمسک کر کے ہر ایک چیز اپنی مخفی استعدادوں کو ظہور میں لے آتی ہے انہی لاتبدیل قوانین الٰہیہ پر چلنے کا نام اسلام ہے کسی درخت کا تخم لے کر دیکھو اگر کوزے میں دریا بند ہو سکتا ہے تو پھر وہی تخم ہے ایک رتی بھر چیز اور اس میں ایک بڑا تناور درخت شاخیں۔ پتے پھل۔ پھول۔ رائحہ۔ ذائقہ اور نہ معلوم کیا کیا کچھ بھرا پڑا ہے۔ قدرت نے اس تخم کو درخت بنانے کے لئے چند قوانین وضع فرما دیئے ہیں جس وقت ان کی اطاعت ہوئی وہ تخم درخت ہو گیا۔ کائنات کی ہر ایک چیز کا یہی حال ہے ان سب کا ایک ہی مذہب ہے یعنی اپنے متعلقہ قوانین پر چل کر اپنے کمال پر پہنچ جانا۔ اسی کا نام لفظاً اور معناً اسلام ہے

انسان کے اندر لاانتہا استعدادوں کا خزانہ ہے اس کا جسم اس کے جذبات، ادراک، تعقل، ارادہ، تصور وغیرہ۔ پھر ان کے صحیح استعمال سے اس میں قوت صنعت و ایجاد، تصنیف و تالیف مختلف علوم و فنون۔ پھر جذبات کا صحیح شکل میں پسندیدہ اخلاق میں آ جانا۔ اخلاق فاضلہ۔ روحانیات وغیرہ۔ غرضیکہ سب کچھ انسان کے اندر ہیں کسی سے کسی کا اور کسی میں کسی کا ظہور ہوتا ہے لیکن ان میں سے ہر ایک چیز کے ظہور کا ایک ہی بہترین صحیح و لاتبدیل طریق ہوتا ہے جس پر چلنے کا نام اسلام ہے۔ خواہ وہ جسمانیات سے تعلق رکھے یا روحانیات سے۔

ایک جسم انسانی کی صحیح پرورش کے لئے ہمیں کائنات کی ہر ایک چیز سے تمسک کرنا پڑتا ہے۔ جن کے متعلق پھر الگ الگ قوانین ہیں یہ جو طرح طرح کی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں وہ انہی قوانین کی خلاف ورزی سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا عالم جسمانیات کے قوانین کا دریافت کرنا اور ان پر چلنے کا نام بھی جہاں تک جسمانیات کا تعلق ہے اسلام ہی ہے اس لئے سائنس کی مختلف شاخوں میں جس قدر تحقیق سے نئے علوم پیدا ہوتے رہتے ہیں اگر وہ صحیح ہیں تو وہ سب کے سب اسلام ہی کے علوم ہیں یہ میں نہیں کہتا خود قرآن مجید کہتا ہے۔

وله اسلم من فی السمٰوٰت والارض

ہر ایک چیز جو زمین اور آسمان میں ہے خدا کے مقرر کردہ قوانین کے آگے سر جھکاتی ہے۔ اس کی بقا اس کے خواص کا ظہور۔ ان قوانین کی پیروی پر منحصر ہے۔ انہی قوانین کی دریافت کا نام سائنس ہے سائنس کیا ہے؟ دراصل اس ارادۂ الٰہیہ کا علم حاصل کرنا ہے جو کائنات کی کسی چیز کے خلق۔ اس کے خواص اور ان خواص کے طریق ظہور کے متعلق ہو۔ اسی وجہ سے میں نے اسے بھی علوم اسلام کی ایک شاخ قرار دیا ہے۔

ہماری تحقیقات جسمانیات میں بھی جو تجربہ اور مشاہدہ سے تعلق رکھتی ہے غلطی سے خالی نہیں ہوتی۔ پھر ذہنیات، اخلاق اور روحانیات تو کل کی کل نظریات ہیں ان میں تو قدم قدم پر غلطی کا احتمال ہے۔ اس لئے مصلحت ربی نے ان آخر الذکر علوم کو بذریعہ وحی انسان پر القا کیا۔ لہٰذا ان القا شدہ باتوں کی حقیقت سمجھنا اور ان پر چلنا مخصوص معنی میں مذہب اسلام کہلاتا ہے۔

ان باتوں سے ظاہر ہو گیا ہو گا کہ مقصد مذہب از روئے تعلیم قرآن مخفی قویٰ کا ظہور اور ان کا کمال پر پہنچانا ہے۔ پھر جب ہر ایک چیز اپنے کمال پر پہنچنے کے لئے صدہا قوانین کی پیروی کی محتاج ہے تو انسان جو ایک قسم کا عالم صغیر ہے۔ اور کائنات کی کل قوتیں استعداداً اپنے اندر رکھتا ہے۔ وہ بغیر کسی قانون اور اطاعت قانون کے کس طرح اپنی منزل مقصود پر پہنچ سکتا ہے۔ کسی بزرگ کے چند اخلاقی فقرے۔ چند دعائیں۔ اس کے منہ سے نکلی ہوئی چند لعنتیں یا چند معجزات مذہب حقہ کی تکمیل نہیں کر سکتے۔ اسی طرح چند امور پر خواہ وہ صداقت ہی کیوں نہ ہوں ایمان لانا مگر ان پر عمل پیرا نہ ہونا کسی نتیجہ کو پیدا نہیں کر سکتا۔ اگر اس بات پر ایمان لانے سے کہ فلاں خزانہ میں اس قدر مال و زر ہے کوئی شخص دولت مند نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ اپنے قویٰ کو صحیح طور پر استعمال نہ کرے۔ تو پھر کبھی ایسی بات پر صرف ایمان رکھ لینے سے فطرت انسانی کے مخفی جوہر نشوونما نہیں پا سکتے۔

الغرض انسان کا صحیح مذہب ہی ہے جو کائنات کے ذرہ ذرہ کا ہے جس طرح کسی درخت کے تخم میں ہزارہا ان گنت جوہر مضمر ہوتے ہیں اسی طرح بے تعداد استعدادیں نطفہ انسانی میں پنہاں ہیں۔ اگر ایک تخم مقررہ قوانین اور راہوں پر چلنے ہی سے ایک باثمر درخت بن جاتا ہے تو انسانی جوہر بھی صحیح قوانین الٰہیہ پر چلنے سے ہی بارور ہوتے ہیں

اگر یہ طریق غلط ہے اور صحیح طریق وہی ہے جو مسیحیت تجویز کرتی ہے یعنی یہ کہ صرف ایمان لانے سے ہی انسان نیکوکار ہو جاتا ہے تو جناب مسیح کی تعلیم کو تو مذہب محبت کی تعلیم کہا جاتا ہے پھر میں اس محبت کو عیسوی ممالک کے کس گوشہ میں تلاش کروں؟ جب تک پہلی تین صدیوں میں عیسائی مذہب، فقرا، غربا، خدام اور غلاموں کی جماعت تک محدود رہا عیسائیوں میں ایک حد تک شفقت محبت اور رواداری کے آثار تھے لیکن یہ تو ضرورت وقت یا مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق کہا جا سکتا ہے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کو کس خوبصورتی سے بیان کیا۔

تواضع ز گردن فرازاں نکوست
گدا اگر تواضع کند خوئے اوست

محترم صدر مقامی جماعت احمدیہ لاہور کا مکتوب

برادرم مکرم و محترم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج شریف! ۱۹۸۲ء کا پہلا رابطہ اجلاس مسجد دارالسلام میں سوموار مؤرخہ ۱۱ جنوری ۱۹۸۲ء منعقد ہوا۔ الحمد للہ کامیاب رہا لاہور کے ہر حلقہ سے احباب شامل ہوئے۔ ایک بھائی کینیڈا سے آئے ہوئے تھے انہوں نے خطاب بھی کیا۔ بعد ازاں جناب میاں نصیر احمد فاروقی صاحب کے پرمغز درس قرآن کریم سے سامعین بے حد محظوظ ہوئے۔ آپ کی عدم موجودگی کو محسوس کیا گیا خدا کرے آپ خیریت سے ہوں۔ آپ آجاتے تو دل کو مسرت ہوتی اور رونق میں اضافہ ہوتا۔ اس دور میں کہ ہے گا ہے مل بیٹھنا بھی تو غنیمت اور ایک نعمت ہے رابطہ اجلاس ہمیں یہ مواقع بہم پہنچاتے ہیں اس کا بھی فائدہ نہ اٹھایا جائے تو پھر کب اور کیسے دوری دور ہو گی اور کس طرح سلسلہ عالیہ احمدیہ کو مضبوط تر کرنے کے منصوبے پایۂ تکمیل کو پہنچیں گے جس دور سے ہم گذر رہے ہیں آزمائش کا دور ہے۔

اٹھو کہ گھوم رہے ہیں خزاں کے ہرکارے
چمن بچاؤ غم آشیاں کا وقت نہیں

والسلام، خیر اندیش (میاں فضل احمد) صدر مقامی جماعت احمدیہ لاہور

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ

خطبہ جمعہ فرمودہ مکرم نصیر احمد فاروقی صاحب، بمقام مسجد جامعہ، دارالسلام۔ لاہور

واذ تاذن ربکم لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید وقال موسیٰ ان تکفروا انتم ومن فی الارض جمیعًا فان اللہ لغنی حمید ○

ترجمہ:۔ اور جب تمہارے رب نے بتا دیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا۔ اور اگر تم ناشکری (یا انکار) کرو گے تو میرا عذاب بھی سخت ہے۔ اور موسیٰ نے کہا اگر تم اور جو زمین میں ہیں سب کے سب ناشکری (یا انکار) کرو گے تو اللہ بے شک بے نیاز، تعریفوں والا ہے۔

(سورۃ ابراھیم ۱۴ آیات ۷ اور ۸)

اللہ تعالیٰ جو انسان پر فضل و احسان کرتا ہے اور نعمتیں اُسے دیتا ہے انہیں کوئی گن نہیں سکتا۔ ناشکرا انسان شاید اسے میرا مبالغہ سمجھے مگر قرآن کریم تو مبالغہ سے پاک ہے۔ وہ خود فرماتا ہے وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا ط ان الانسان لظلوم کفار (ابراہیم ۱۴-۳۴) جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو انہیں گن نہ سکو گے۔ یقینًا انسان (اپنے نفس پر) بڑا ظالم اور بڑا ہی ناشکر گزار ہے۔" اللہ تعالیٰ جو ظاہری نعمتیں دیتا ہے اُنہی کو گننا ناممکن ہے۔ باطنی نعمتیں ان سے بھی بڑھ کر اور لاانتہا ہیں۔ اور ان میں سے سب سے بڑی نعمت وہ رُوح ہے جو اس نے صرف انسان میں پھونکی ہے اور کسی اور مخلوق کو نہیں دی۔ جب فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سٰجدین (سورۃ الحجر ۱۵-۲۹)

یعنی "جب میں اسے ٹھیک ٹھاک بنا لوں اور اپنی رُوح میں سے اس میں پھونکوں تو تم اس کی فرمانبرداری میں گر پڑنا"۔ اور چونکہ فرشتے تمام کائنات کی طاقتوں پر مقرر ہیں اس لئے اُن کی فرمانبرداری تمام کائنات کی فرمانبرداری کے مترادف ہے۔

تو اس رُوح کی وجہ سے انسان نہ صرف زمین میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ بنا بلکہ اسی رُوح کی وجہ سے وہ اخلاقِ الٰہی اور صفاتِ الٰہی کو اپنے اندر پیدا کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب دن بدن حاصل کرتے ہوئے آخر لقاءِ الٰہی سے سرفراز کیا جاتا ہے جو کہ انسان کی زندگی اور اس کی پیدائش کا مقصد ہے۔ اور اسی لئے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تخلقوا باخلاق اللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو) اور قرآنِ کریم خود فرماتا ہے صبغۃ اللہ ج ومن احسن من اللہ صبغۃ ز ونحن لہٗ عٰبدون ○ (البقرۃ ۲-۱۳۸) "اور اللہ کا رنگ اور اللہ سے بہتر کس کا رنگ ہے اور ہم اسی کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں"۔ اللہ کے رنگ میں رنگین ہونا اُسی کی صفات میں رنگین ہونا ہے۔ اور اللہ کا رنگ اُسی کی فرمانبرداری سے پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ اُس نے جو احکام دیئے ہیں وہ بھی انسان میں اپنی صفات اور خوبیاں پیدا کرنے کے لئے ہیں۔ اگر وہ سُبحان یعنی بے عیب ہے تو انسان کو بھی تقوٰے کے احکام دے کر بے عیب کرنا چاہا ہے اور اگر وہ تمام تعریفوں یعنی اعلیٰ صفات اور خوبیوں کا مالک ہے تو ان کو بھی قرآنِ حکیم میں بالتفصیل بیان فرما کر انسان کو ترغیب دی ہے کہ وہ بھی انہیں حاصل کرے۔ مثلاً اگر اللہ تعالیٰ میں رحم ہے تو انسان کو بھی بار بار دوسروں پر بلکہ تمام مخلوق پر رحم کرنے کا حکم ہے اسی لئے رسول اللہ صلعم نے فرمایا:۔

ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السمآء

یعنے جو زمین میں ہیں اُن پر تم رحم کرو تو جو آسمان میں ہے (یعنے اللہ تعالیٰ) وہ تم پر رحم کرے گا۔"

تو انسان میں اللہ تعالیٰ کا اپنی رُوح میں سے پھونکنا اور اُسے زمین میں اپنا خلیفہ بنا کر فرائض حکومت سونپنا تاکہ انسان زمین پر اُسی طرح بے عیب اور تعریفوں والی حکومت کرنا سیکھے جیسی کہ اللہ تعالیٰ تبارک و تعالیٰ کُل کائنات پر کرتا ہے اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہو سکتی تھی۔ اور اس کی شکر گزاری یہی ہے کہ انسان اس زمین میں اللہ تعالیٰ کی طرح اور اس کی ہدائیت کی فرمانبرداری میں زمین کے کام کاج چلائے۔ مگر نہ تو اکثر انسان ایسا کرتے ہیں بلکہ اس کے برعکس وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانبرداری میں لوگوں پر ظلم اور ان میں فتنہ و فساد مچاتے ہیں۔ اور دُنیا کی کشش میں پڑ کر آخرت کو بھول جاتے ہیں۔ پھر اب تو نعوذ باللہ انسان کا دماغ قوائے فطرت پر تھوڑے سے اختیار کو پا کر ایسا بگڑا ہے کہ وہ خدا کا منکر اور اپنے آپ کو مطاع الکل سمجھنے لگا ہے۔ اس طرح انسان نے لئن شکرتم کی بجائے ولئن کفرتم کیا ہے۔ لفظ کفر کے معنیٰ جیسا کہ میں پہلے بتا آیا ہوں نہ صرف ناشکری ہے بلکہ انکار بھی۔ اور اس زمانہ کے انسان نے دونوں معنوں میں کفر کیا ہے اور اسی لئے ان عذابی لشدید کی وعید پوری ہوئی اور دُنیا باوجود اپنی علمی و عقلی اور دنیاوی ترقیات کے ایسے عذاب شدید میں مبتلا ہے کہ باوجود کوشش کے اس سے چھٹکارا نہیں پا سکتی۔ جنگوں کے اوپر تلے کے مہیب عذابوں کے بعد مستقل بدامنی اور خوف و ہراس کے علاوہ ہوشربا گرانی اور آپس کی خانہ جنگیوں میں مبتلا ہے۔ نہ اُسے گھر میں سکھ نصیب ہے نہ باہر۔ اور نہ خدا سے باغی انسان کو مرنے کے بعد سکھ نصیب ہوگا۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

اللہ تعالیٰ کی ہدائیت کو انکار کر کے (جیسا کہ اہلِ مغرب نے کیا ہے) یا اس کی ناشکری کر کے (جیسا کہ مغرب زدہ اہلِ مشرق کر رہے ہیں) انسان نے روحانی و اخلاقی نشو ونما جس کے لئے اُسے اس دنیا میں بھیجا گیا تھا تو کیا کرنی ہے وہ اخلاقی طور پر اس قدر گر گیا ہے کہ حیوانوں سے بدتر ہو گیا ہے حیوان بے شک اپنے جذبات و خواہشات کی اتباع تو کرتا ہے مگر خلافِ فطرت کبھی کوئی کام نہیں کرتا۔ مگر انسان مغرب کی مزعومہ ترقیاتی زندگی میں خلافِ فطرت افعال کو کھلم کھلا کرنے لگا ہے۔ اُس کی دُنیا بھی برباد اور آخرت بھی۔ قرآن کریم نے سچ فرمایا ہے:۔ خسر الدنیا والاٰخرۃ:۔

والدین کی ناشکری

اللہ تعالیٰ کے بعد انسان کے سب سے بڑے محسن اُس کے ماں باپ ہوتے ہیں۔ باپ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا مظہر ہے تو ماں اللہ تعالیٰ کی رحمانیت اور رحیمیت کی۔ ماں باپ کے احسانات کو بھی کوئی انسان گن نہیں سکتا۔ مگر دیکھ لیجئے آج کا انسان اپنے ماں باپ کا بھی ناشکرا ایسا بن گیا ہے کہ ماں باپ آٹھ، آٹھ آنسو روتے ہیں اور اُن کے لئے بجائے موجب راحت و تسکین ہونے کے اُن کے لئے باعث دُکھ و رنج بنا ہوا ہے۔ جب اپنے محسن اعظم یعنے اللہ تعالیٰ تک کی ناشکرگذاری پر انسان اُتر آیا ہے تو کوئی تعجب نہیں کہ اس کی صفات کے مظہر ماں باپ کا بھی ناشکرگذار ہو گیا۔

خاوند کی ناشکری

عورتیں خاوند کو کہنے کو تو مجازی خُدا کہتی ہیں یا کہتی تھیں مگر آج مغرب کی اور مغرب زدہ عورتیں اپنے خاوندوں کی بھی انتہائی ناشکری اور باغی بن گئی ہیں۔ حالانکہ ماں باپ کے بعد ... کا ... ہے۔ ساری عمر اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی عورت کے نان و نفقہ پر خرچ کرتے ہیں مگر بیچاری ... سب بناؤ سنگھار پر پانی کی طرح بہاتا ہے۔ جتنی دعوتیں ہوتی ہیں خواہ سہیلیوں سے ملنے ملانے کے لئے ... میرے خیال میں عنداللہ قابلِ ... مرد بھرتے ہیں۔ رسم و رسومات کی ... وہ اُسے حلال طریقوں سے کمانا پڑے ... ہیں۔ مگر خاوند کی مجال نہیں ...

علاوہ عورت پر روپیہ پانی کی طرح بہانے کے مرد پر فرض ہے کہ عورت کی جان اور عزت کی حفاظت کرے خواہ اس کے لئے اُسے اپنی جان دینی پڑے۔ اپنے اس محسن کی عزت اور فرمانبرداری کی جگہ اس زمانہ میں بہت سی عورتیں اپنے خاوندوں کے مونہہ پر اور اُن کی پیٹھ کے پیچھے اُن کی بُرائیاں کرتی ہیں، طعن و تشنیع سے اُن کے دلوں کو دکھاتی ہیں اور بعض تو کھلم کھلا اُن کی بغاوت تک پر اتر آتی [illegible]

میں مبتلا ہے۔ بھائی بھائی کے۔ بہن بہن کے، خاوند بیوی کے (چاہے وہ بیچاری کتنی ہی فرمانبردار اور خدمت کرنے والی ہو) رشتہ دار رشتہ داروں کے، ہمسائے ہمسایوں کے۔ رعایا حاکموں کے، اور لوگ ایک دوسرے کے۔ ہم ایک دوسرے کی خوبیوں کو نہیں دیکھتے برائیوں یا کمزوریوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اور پھر دوسروں کی تمام خوبیوں اور احسانوں کے قطع نظر اُن سے شکوے شکایتیں یا گلے کرتے پھرتے ہیں۔ حالانکہ اس سے ہم اپنی زندگی بھی عذاب بنا لیتے ہیں اور دوسروں کی بھی۔ یہ نہیں سوچتے کہ اگر اللہ تعالیٰ بھی انسانوں کے عیبوں کو دیکھنے لگتا اور اُن پر محاسبہ یا پکڑ دھکڑ کرنے لگتا تو یہ دنیا تو ایک دن نہ باقی رہ سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں کہ چشم پوشی فرماتا، معاف کرتا، اور حوصلہ اور صبر سے لوگوں کے عیبوں اور گناہوں کو سہتا ہے جو اُس کی آنکھوں کے آگے ہو رہے ہوتے ہیں۔ اور لوگوں کے عیبوں سے قطع نظر اُن میں اگر ایک آدھ بھی خوبی ہو تو اس کی قدر فرماتا ہے اسی لئے نسل انسانی چل رہی ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون شکر گذار ہو سکتا ہے کہ انسان ایک نیکی کرے تو دس گنا بلکہ ستر گنا اور سات سو گنا اجر دیتا ہے۔ اور اس سے بھی بڑھ چڑھ کر اپنے فضل سے دیتا ہے۔ انسانوں کے عیبوں یا کمزوریوں سے چشم پوشی فرماتے ہوئے اُن کی کسی خوبی یا خوبیوں کا بڑھ چڑھ کر شکر گذار ہونے کا ذکر ہی قرآن کریم کی آیات انّ اللّٰہ غفورٌ شکور (فاطر ۳۵ - ۳۰) انّ ربنا لغفورٌ شکور (فاطر ۳۵ - ۳۴) فانّ اللّٰہ شاکر علیم (البقرۃ ۲ - ۱۵۸) انّ اللّٰہ غفورٌ شکور (الشوریٰ ۴۲ - ۲۳) اور واللّٰہ شکورٌ حلیم (التغابن ۶۴ - ۱۷) میں ہے۔

اور اگر اللہ تعالیٰ انسان سے بھی شکرگزاری کی توقع رکھتا ہے تو اس لئے نہیں کہ وہ نعوذ باللہ ہماری شکرگزاری کا محتاج ہے۔ اسی لئے ان آیات میں سے جن سے میں نے یہ خطبہ شروع کیا تھا فرمایا ان تکفروا انتم ومن فی الارض جمیعاً فانّ اللّٰہ لغنیٌّ حمید یعنے "اگر تم اور جو زمین میں ہیں سب کے سب ناشکری کرو تو اللہ بے شک بے نیاز، تعریفوں والا ہے"۔ یعنے اُسے تمہاری شکرگزاری سے کچھ نہیں ملتا۔ اگر وہ تم کو شکر گذار بننے کو کہتا ہے تو اس لئے کہ وہ اپنی تعریفوں والی صفات کو تم میں پیدا کر کے تمہیں بہتر انسان بنانا چاہتا ہے۔ قرآن کریم بھی کیا کامل کتاب ہے! اس بات کو خود فرمایا ومن شکر فانّما یشکر لنفسہ ومن کفر فانّ ربی غنیٌّ کریم (النمل ۲۷ - ۴۰) یعنے جو شکر کرے تو اس کا فائدہ اس کے اپنے نفس کو پہنچتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا رب تو بے نیاز ہے بخشش کرنے والا ہے۔ اگر تم ناشکری بھی کرو تو اس کا کچھ نہیں جاتا بلکہ وہ تو انسان کی ناشکری کے باوجود بھی انسان پر بخشش کرتا چلا جاتا ہے۔

آپ نے حضرت ابراہیمؑ کے مہمان کا واقعہ سنا ہوگا کہ جب انہوں نے اجنبی مہمان کے آگے کھانا رکھا تو وہ بغیر اللہ کا نام لئے کھانے لگا تو حضرت ابراہیمؑ نے اُسے کہا کہ خدا کا نام تو لے لو تو وہ کہنے لگا کہ میں کسی خدا وُدا کو نہیں مانتا تو حضرت ابراہیمؑ نے اس دہریئے کو گھر سے نکال دیا تو اسی آن حضرت ابراہیمؑ پر وحی آئی کہ ابراہیمؑ اس شخص نے ساری عمر میرا انکار اور ناشکری کی مگر میں نے تو کبھی اس کا کھانا پینا نہیں روکا۔ تو حضرت ابراہیمؑ اس دہریئے کے پیچھے دوڑے گئے اور اس کی منت کر کے اُسے واپس لائے اور اُسے کھانا کھلایا اور رات کو گھر پر سونے دیا۔ اسی

طرح اللہ تبارک تعالیٰ اپنی صفات انسان کو سکھلانا چاہتا ہے۔ ورنہ وہ تو غنی عن العلمین ہے اور اسے کسی کی شکرگزاری کرنے کی حاجت نہیں۔

ایک عام ناشکری

قرآن حکیم بھی کیا جامع اور اکمل کتاب ہے! شکر کے مضمون پر ہی آپ اتنا کچھ سن چلے ہیں کہ میں اور [illegible]

یعنے "اور جب انسان کو دکھ پہنچتا ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے خواہ اپنی کروٹ پر ہو یا بیٹھا یا کھڑا۔ جب ہم اُس کے دکھ کو دور کر دیتے ہیں تو اس طرح گزر جاتا (یا ہو جاتا) ہے گویا کہ ہمیں کسی دکھ کے لئے جو اسے پہنچا ہو پکارا ہی نہ تھا"

ہم میں سے اکثر کا یہی حال ہے کہ جب کسی دکھ یا مصیبت میں پھنستے ہیں تو ہال دُھائی مچاتے ہیں۔ خود بھی ہر آن اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں اور دوسروں سے بھی دُعائیں کراتے ہیں مگر جب اللہ تعالیٰ اُس مصیبت کو ٹال دے تو پھر اللہ تعالیٰ کا شکر گذار تو کیا ہونا ہے اُسے بھول تک جاتے ہیں۔

اور کچھ لوگ تو اس سے بھی بڑھ کر ناشکرگذاری کرتے ہیں۔ قرآن کامل خود فرماتا ہے کہ جب انسان مصیبت میں گھر جاتا ہے دعوا اللّٰہ مخلصین لہ الدین ۚ لئن انجیتنا من ھٰذہٖ لنکونن من الشٰکرین ۝ فلما انجٰھم اذا ھم یبغون فی الارض بغیر الحق "یعنے وہ مصیبت میں گھرا انسان "تب اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اُسی کی خالص فرمانبرداری کرتے (یا جتلاتے) ہوئے (اور کہتا ہے) اگر تو ہمیں اس سے نجات بخشے تو یقیناً ہم شکرگذاروں میں سے ہوں گے۔ پھر جب اللہ انہیں نجات دیتا ہے تو وہ زمین میں ناحق سرکشی کرتے پھرتے ہیں۔"

پہلی آیت میں جس شخص کا ذکر تھا وہ شکرگزاری تو کیا کرتی تھی خدا کو بھول جاتا ہے۔ اور دوسری آیت میں اُن لوگوں کا ذکر ہے جو اللہ سے سرکشی تک کرتے پھرتے ہیں حالانکہ جب مصیبت میں پھنسے تھے تو خدا کی فرمانبرداری کے وعدے کرتے یا مکمل فرمانبرداری جتلاتے تھے۔ ہمیں ڈرنا چاہیئے کہ کہیں ہم میں تو وہ رنگ کم و بیش نہیں۔

شکر کیا ہے؟

حضرت امیر مرحوم نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں فرمایا ہے کہ شکر تین رنگ میں ہوتا ہے، اوّل تو نعمت یا احسان کا دل میں احساس پیدا ہونا۔ دوئم زبان سے اس احساس شکر کو ظاہر کرنا۔ سوئم اپنے عمل سے شکرگزار ہونا۔ آپ سوچتے ہوں گے کہ کون ہوگا جس کے دل میں اپنے محسن کے لئے شکر کا احساس نہ پیدا ہو۔ افسوس ہے کہ ایسے بہت ہوتے ہیں ورنہ اگر دل میں احساسِ شکر ہو تو زبان پر یا عمل میں کیوں نہیں ظاہر ہوتا؟ میں نے جو اوپر ناشکرگذاری کی مثالیں دی تھیں۔ اُن سے ایک کو لے لیجیئے۔ میں نے مثال دی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے بعد انسان کے سب سے بڑے محسن اُس کے ماں باپ ہوتے ہیں مگر آجکل کی اولاد کو جا کر پوچھ لیجئے یا دیکھ لیجئے کہ اس کو شکر کا احساس تک بھی نہیں ہے۔ ماں باپ نے جو کچھ کیا یا کرتے ہیں اُنہیں آجکل کی اولاد اپنا حق سمجھتی ہے اور شکایت یہ رکھتی ہے کہ ماں باپ نے وہ حق پورا نہیں کیا۔ یہی حال تمام ناشکرگذاروں کا ہے خواہ وہ کوئی بھی ہوں۔ تو شکرگذاری کا احساس انہیں کیوں نہیں ہوتا؟ اس کا جواب بھی قرآن کامل سے ہی ملتا ہے۔ انسان کے باطن میں اس کو گمراہ کرنے والا شیطان ہے۔ اس کی خصلت بیان فرمائی ہے کہ ابٰی واستکبر وکان من الکٰفرین (البقرۃ ۲ - ۳۴) "اُس نے انکار کیا اور اس کے انکار کی وجہ اس کا تکبر تھا اور یوں وہ کافروں میں سے ہوا۔"

لفظ کفر کے معنے جیسا کہ میں بتا آیا ہوں انکار کرنا اور ناشکری کرنا دونوں ہیں۔ تو شیطان

انسان کی طبعی اور روحانی حالتوں کے تین سرچشمے

روح ایک لطیف نور ہے جو اس مادی جسم کے اندر ہی پیدا ہو جاتا ہے

واضح ہو کہ پہلا سوال انسان کی طبعی اور اخلاقی اور روحانی حالتوں کے بارے میں ہے۔ سو جاننا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے پاک کلام قرآن شریف نے ان تین حالتوں کی اس طرح پر تقسیم کی ہے کہ ان تینوں کے لئے علیحدہ علیحدہ تین مبدء ٹھہرائے ہیں یا یوں کہو کہ تین سرچشمے قرار دیئے ہیں جن میں سے جدا جدا یہ حالتیں نکلتی ہیں۔ چنانچہ پہلا سرچشمہ جو تمام طبعی حالتوں کا مورد اور مصدر ہے اس کا نام قرآن شریف نے نفس امارہ رکھا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے:

ان النفس لامّارۃٌ بالسّوٓء

یعنی نفس امارہ میں یہ خاصیت ہے کہ وہ انسان کو بدی کی طرف جو اس کے کمال کے مخالف اور اس کی اخلاقی حالتوں کے برعکس ہے جھکاتا ہے اور ناپسندیدہ اور بد راہوں پر چلانا چاہتا ہے۔ غرض بے اعتدالیوں اور بدیوں کی طرف جانا انسان کی ایک حالت ہے جو اخلاقی حالت سے پہلے اس پر طبعاً غالب ہوتی ہے اور یہ حالت اس وقت تک طبعی حالت کہلاتی ہے جب تک کہ انسان عقل اور معرفت کے زیر سایہ نہیں چلتا بلکہ چارپایوں کی طرح کھانے پینے سونے جاگنے یا غصہ اور جوش دکھانے وغیرہ امور میں طبعی جذبات کا پیرو رہتا ہے اور جب انسان عقل اور معرفت کے مشورہ سے طبعی حالتوں میں تصرف کرتا اور اعتدال مطلوب کی رعایت رکھتا ہے اس وقت ان تین حالتوں کا نام طبعی حالتیں نہیں رہتا بلکہ اس وقت یہ حالتیں اخلاقی حالتیں کہلاتی ہیں جیسا کہ آگے بھی کچھ ذکر اس کا آئے گا اور اخلاقی حالتوں کے سرچشمہ کا نام قرآن شریف میں نفس لوّامہ ہے جیسا کہ وہ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔

ولا اقسم بالنفس اللوّامۃ

یعنی میں اس نفس کی قسم کھاتا ہوں جو بدی کے کام اور ہر ایک بے اعتدالی پر اپنے تئیں ملامت کرتا ہے یہ نفس لوامہ انسانی حالتوں کا دوسرا سرچشمہ ہے جس سے اخلاقی حالتیں پیدا ہوتی ہیں اور اس مرتبہ پر انسان دوسرے حیوانات کی مشابہت سے نجات پاتا ہے اور اس جگہ نفس لوامہ کی قسم کھانا اس کو عزت دینے کے لئے ہے۔ گویا وہ نفس امارہ سے نفس لوامہ بن کر بوجہ اس ترقی کے جناب الٰہی میں عزت پانے کے لائق ہو گیا۔ اور اس کا نام لوامہ اس لئے رکھا کہ وہ انسان کو بدی پر ملامت کرتا ہے اور اس بات پر راضی نہیں ہوتا کہ انسان اپنے طبعی لوازم میں شتر بے مہار کی طرح چلے اور چارپایوں کی طرح زندگی بسر کرے بلکہ یہ چاہتا ہے کہ اس سے اچھی حالتیں اور اچھے اخلاق صادر ہوں اور انسانی زندگی کے تمام لوازم میں کوئی بے اعتدالی ظہور میں نہ آئے اور طبعی خواہشیں عقل کے مشورہ سے ظہور پذیر ہوں۔ پس چونکہ وہ بری حرکت پر ملامت کرتا ہے اس لئے اس کا نام نفس لوامہ ہے یعنی بہت ملامت کرنیوالا اور نفس لوامہ اگرچہ طبعی جذبات پسند نہیں کرتا بلکہ اپنے تئیں ملامت کرتا رہتا ہے لیکن نیکیوں کے بجا لانے پر پورے طور سے قادر بھی نہیں ہو سکتا اور کبھی کبھی طبعی جذبات اس پر غلبہ کر جاتے ہیں تب گر جاتا ہے اور ٹھوکر کھاتا ہے گویا وہ ایک کمزور بچہ کی طرح ہوتا ہے جو گرنا نہیں چاہتا ہے مگر کمزوری کی وجہ سے گرتا ہے پھر اپنی کمزوری پر نادم ہوتا ہے۔ غرض یہ نفس کی وہ اخلاقی حالت ہے جب نفس اخلاق فاضلہ کو اپنے اندر جمع کرتا ہے۔ اور سرکشی سے بیزار ہوتا ہے مگر پورے طور پر غالب نہیں آ سکتا پھر ایک تیسرا سرچشمہ ہے جس کو روحانی حالتوں کا مبدء کہنا چاہیئے۔ اس سرچشمہ کا نام قرآن شریف نے نفس مطمئنہ رکھا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے:

یا ایّتھا النفس المطمئنّۃ ○ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مّرضیۃ ○ وادخلی فی عبادی وادخلی جنّتی ○

اے نفس آرام یافتہ جو خدا سے آرام پا گیا اپنے خدا کی طرف واپس چلا آ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ پس میرے بندوں میں مل جا اور میرے بہشت کے اندر آ جا۔

یہ وہ مرتبہ ہے جس میں نفس انسانی کمزوریوں سے نجات پا کر روحانی قوتوں سے بھر جاتا ہے اور خدا تعالیٰ سے ایسا پیوند کر لیتا ہے کہ بغیر اس کے جی بھی نہیں سکتا اور جس طرح پانی اوپر سے نیچے کی طرف بہتا اور بسبب اپنی کثرت اور نیز روکوں کے دور ہونے سے بڑے زور سے چلتا ہے اسی طرح وہ خدا کی طرف بہتا چلا جاتا ہے اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے وہ نفس جو خدا سے آرام پا گیا اس کی طرف واپس چلا آ۔ پس وہ اسی زندگی میں نہ موت کے بعد ایک عظیم انسان تبدیلی پیدا کرتا ہے اور اسی دنیا میں نہ دوسری جگہ ایک بہشت اس کو ملتا ہے اور جیسا کہ اس آیت میں لکھا ہے کہ تو اپنے رب کی طرف یعنی پرورش کرنے والے کی طرف واپس آ۔ ایسا ہی اس وقت یہ خدا سے پرورش پاتا ہے اور خدا کی محبت اس کی غذا ہوتی ہے۔ اور اسی زندگی بخش چشمہ سے پانی پیتا ہے۔ اس لئے موت سے نجات پاتا ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:

قد افلح من زکّٰھا ○ وقد خاب من دسّٰھا

یعنی جس نے ارضی جذبات سے اپنے نفس کو پاک کیا وہ بچ گیا اور نہیں ہلاک ہو گا مگر جس نے ارضی جذبات میں جو طبعی جذبات ہیں اپنے تئیں چھپا دیا وہ زندگی سے ناامید ہو گیا۔

غرض یہ تین حالتیں ہیں جن کو دوسرے لفظوں میں طبعی اور اخلاقی اور روحانی حالتیں کہہ سکتے ہیں اور چونکہ طبعی تقاضے افراط کے وقت بہت خطرناک ہوتے ہیں اور بسا اوقات روحانیت کا ستیاناس کر دیتے ہیں اس لئے خدا تعالیٰ کی پاک کتاب میں ان کو نفس امارہ کی حالتوں سے موسوم کیا گیا ہے۔ اگر یہ سوال ہو کہ انسان کی طبعی حالتوں پر قرآن شریف کا کیا اثر ہے اور وہ ان کی نسبت کیا ہدایت دیتا ہے اور عملی طور پر کس حد تک ان کو رکھنا چاہتا ہے تو واضح ہو کہ قرآن شریف کی رو سے انسان کی طبعی حالتوں کو اس کی اخلاقی اور روحانی حالتوں سے نہایت ہی شدید تعلقات واقع ہیں یہاں تک کہ انسان کے کھانے پینے کے طریقے بھی انسان کی اخلاقی اور روحانی حالتوں پر اثر کرتے ہیں۔ اور اگر ان طبعی حالتوں سے شریعت کی ہدایتوں کے موافق کام لیا جائے تو جیسا کہ نمک کی کان میں پڑ کر ہر ایک چیز نمک ہی ہو جاتی ہے ایسا یہ تمام حالتیں اخلاقی ہی ہو جاتی ہیں۔ اور روحانیت پر گہرا اثر کرتی ہیں۔ اسی واسطے قرآن شریف نے تمام عبادات اور اندرونی پاکیزگی کے اغراض اور خشوع وخضوع کے مقاصد میں جسمانی طہارتوں اور جسمانی تعدیل کو بہت ملحوظ رکھا ہے۔ اور غور کرنے کے وقت یہی فلاسفی نہایت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جسمانی اوضاع کا روح پر بہت قوی اثر ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے طبعی افعال گو بظاہر جسمانی ہیں مگر ہماری روحانی حالتوں پر ضرور ان کا اثر ہے مثلاً جب ہماری آنکھیں رونا شروع کریں اور گو تکلف سے ہی روویں مگر فی الفور ان آنسوؤں کا ایک شعلہ اٹھ کر دل کو جا پڑتا ہے تب دل بھی آنکھوں کی پیروی کر کے غمگین ہو جاتا ہے ایسا ہی جب ہم تکلف سے ہنسنا شروع کریں تو دل میں بھی ایک انبساط پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ جسمانی سجدہ بھی روح میں خشوع اور عاجزی کی حالت پیدا کرتا ہے۔ اس کے مقابل پر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جب ہم گردن کو اونچی کھینچ کر اور چھاتی کو ابھار کر چلیں تو یہ وضع رفتار ہم میں ایک قسم کا تکبر اور خود بینی پیدا کرتی ہے تو ان نمونوں سے پورے انکشاف کے ساتھ کھل جاتا ہے کہ بے شک جسمانی اوضاع کا روحانی حالتوں پر اثر ہے۔ ایسا ہی تجربہ ہم پر ظاہر کرتا ہے کہ طرح طرح کی غذاؤں کا بھی دماغی اور دلی قوتوں پر ضرور اثر ہے مثلاً ذرا غور سے دیکھنا چاہیئے کہ جو لوگ کبھی گوشت نہیں کھاتے رفتہ رفتہ ان کی شجاعت کی قوت کم ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ نہایت دل کے کمزور ہو جاتے ہیں اور ایک خداداد اور قابل تعریف قوت کو کھو بیٹھتے ہیں۔ اس کی شہادت خدا کے قانون قدرت سے اس طرح پر ملتی ہے کہ چارپایوں میں سے جس قدر گھاس خور جانور ہیں کوئی بھی ان میں سے وہ شجاعت نہیں رکھتا جو ایک گوشت خوار جانور رکھتا ہے۔ پرندوں میں بھی یہی بات مشاہدہ ہوتی ہے پس اس

(بقیہ صـ۱۲ کالم ۱ پر)

مادیت اور اخلاق و روحانیت کی جنگ، امن و سلامتی کا راستہ

ومن یبتغ غیر الاسلام دینًا فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخسرین (آل عمران رکوع ۹)

" جو کوئی اسلام (امن اور فرمانبرداری) کے سوا کسی اور راستہ پر گامزن ہوگا۔ وہ نا قابلِ قبول ہوگا۔ انجام کار ایسا شخص خسارہ میں رہنے والوں میں سے ہوگا۔" (یہ مضمون ۷۳ء کا ہے قارئین موجودہ حالات کی روشنی میں اسے دوبارہ پڑھیں) ادارہ

مشرقِ وسطیٰ ہو یا برصغیر پاک و ہند، افریقہ کا کوئی ملک ہو یا مغربی دُنیا کا کوئی خطہ، اس وقت ہر جگہ اضطراب و بے چینی کا دور دورہ ہے ہر قلب بے اطمینانی و عدم سکون کا شکار ہو رہا ہے۔ اس میں تو کوئی شک و شبہ نہیں کہ ازمنہ گذشتہ کی نسبت عصرِ حاضر میں بے نظیر ذہنی و مادی ترقی ہوئی ہے، خوشحالی کے ایسے ایسے سامان میسر آنے ہیں جو کبھی خواب و وہم میں بھی نہ آ سکتے تھے۔ مگر باوجود اس کے قلوب سے امن و چین مفقود ہو رہا ہے، قومی اور بین الاقوامی سطح پر بھی ہر طرف خوف و ہراس اور بے اطمینانی و گھبراہٹ کے سیاہ بادل منڈلا رہے ہیں۔ ایسی خارقِ عادت ترقی و خوشحالی کے باوجود یہ ایسی عالمگیر بے امنی و اضطراب کیوں! ہر دم دل کی دھڑکن کے یہ خطرات کس لئے؟ امن و سلامتی اور ترقی و خوشحالی دونوں درحقیقت لازم و ملزوم صفات ہیں کیونکہ امن کے بغیر ترقی ممکن نہیں اور ترقی کے نتیجہ میں امن و عافیت کا ہونا لازم آتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ ان میں باہم تعاون برقرار رکھا جائے۔ بقائے باہمی کے اصول کے مطابق نہ تو ترقی کی خواہش اور دوڑ ایسی تیز ہو کہ جس سے قلبی امن و سکون برباد ہو جائے۔ نہ ہی سلامتی و عافیت کا مطلب یہ ہو کہ جس سے جمود و بے حسی اور بے حرکتی پیدا ہو۔ جب تک ان ہر دو انسانی صفات کو مناسب جگہ و مقام اور موزوں اہمیت دی جاتی ہے تب تک ان میں اعتدال و توازن قائم رہ کر ایک طرف امن و سلامتی اور دوسری طرف ترقی و خوشحالی نصیب ہوتی ہے۔ لیکن جب [illegible] کا پلڑا ایک طرف یا دوسری طرف جھک جاتا ہے تو [illegible] توازن کے مفقود ہو جانے سے فساد و خرابی کا واقع ہو جانا ناگزیر ہو جاتا ہے۔

انفرادی رنگ میں یہ حقیقت ایسی ہی صحیح و درست ہے جیسی قومی سطح یا بین الاقوامی میدان میں۔ اگر کسی فرد میں ترقی کی خواہش حد سے زیادہ بڑھ جائے یا اس کی سعی و جہد میں ایسا اضافہ ہو جس کی اجازت گرد و پیش کے حالات نہ دیتے ہوں۔ تو ظاہر ہے کہ یا تو وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے گا یا اس کا جسم کسی مرض کا شکار ہو جائے گا۔ قومی پیمانہ پر بھی یہی اصول صادق آتا ہے۔ اگر افراد اپنے ہمعصروں کے حقوق سے بے پرواہ ہو کر اگر ان کو بے محابہ روند تے ہوئے چلے جائیں تو بالآخر قومی امن و سکون قائم نہ رہ [illegible] بین الاقوامی میدان میں بھی یہی کچھ پیش آتا ہے جب کوئی [illegible] خوشحالی کا مطلب یہ سمجھتی ہے کہ اسے دوسری [illegible] حقوق سے بے نیاز ہو کر اس راستہ میں [illegible] جارحانہ پالیسی اختیار کرنا ہے تو ظاہر ہے کہ اس خطہ یا ملک سے امن و سلامتی مفقود ہو جاتی ہے اور اُن کے فقدان کے سبب خود توسیع پسند قوم یا ملک کی ترقی و خوشحالی بھی نہ صرف رک جاتی ہے بلکہ تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ گویا جس طرح ذہنی عدم توازن کا نتیجہ بالآخر فرد کی خودکشی کی صورت میں نکلتا ہے یہی حالت قومی اور عالمگیر سطح پر ظاہر ہو کر رہتی ہے۔

اسرائیل اور عرب اقوام میں تصادم و خونریزی جاری ہے۔ اسرائیل نے اقوام متحدہ کے فیصلوں سے انحراف اور توسیع پسندانہ عزائم پر عمل پیرا ہو کر کونسی ترقی و خوشحالی دیکھ لی یا آئندہ کے لئے اسے ان کی توقع ہے؟ پہلے زمانوں کی لڑائیوں کی نسبت موجودہ زمانہ کی جنگوں پر تو یہ مقولہ نہایت نمایاں رنگ میں صادق آتا ہے کہ جس فریق نے شکست کھائی وہ بھی ہارا۔ اور جس نے فتح حاصل کی وہ بھی یکسر خسارہ میں رہا۔ اس حالت میں جب کہ دونوں متحارب فریق کی تباہی و بربادی یقینی ہے کونسی دانشمندی و ترقی پذیری کا تقاضا ہے کہ خودکشی کے ایسے اقدامات پر اصرار کیا جائے، مگر انصاف و حق پسندی کی مسلمہ انسانی اقدار کے اصولوں پر عمل پیرائی نہ کی جائے۔ کیا یہ ازحد تعجب کی جگہ نہیں کہ چودہویں صدی کا انسان جو ذہنی نشوونما میں ترقی کے باعث چاند پر پہنچ گیا ہو۔ انسانی و اخلاقی اقدار کے معاملہ میں اس قدر جاہل و وحشی واقع ہوا ہے۔ ایسے وسیع پیمانہ پر خونریزی و بربادی کے منصوبوں پر عامل ہے جن کے مہلک نتائج سے اس کی اپنی قوم و ملک بھی محفوظ نہیں! ترقی و خوشحالی کے یہ کونسے نظارے ہیں۔ جہاں متحارب فریقوں کے شہروں اور آبادیوں کو نیست و نابود اور تہس نہس کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی جاتی۔ کیا یہی وہ کمال تہذیب و تمدن ہے جس پر فخر کیا جاتا ہے۔ کیا اسی کو معراج ترقی و خوشحالی کے خوشنما الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ جب تک انسانی خوشحالی اور ترقی و برتری کے لئے مادیت پر قابض ہونے میں سبقت اختیار کرنے کا نظریہ اور کمزوروں کے منصفانہ حقوق کو پامال کرنے کی خود غرضانہ ہوس کے جذبات قوموں میں موجزن ہیں۔ تب تک دنیا میں امن و سلامتی کو تلاش کرنا موہوم امید ہے۔ یورپ میں دو عالمگیر جنگوں سے جو عظیم بربادی فاتح و مفتوح اقوام دونوں پر آئی اس سے مغربی اقوام کو شاید اتنا سبق تو حاصل ہو گیا ہے کہ یہ اقوام اب مغربی ملکوں میں باہم جنگ جوئی سے گریزاں ہیں۔ اب ان اقوام نے اپنے تصادم و آویزش کے لئے ایشیا اور مشرق کو تختۂ مشق بنایا ہے۔ لیکن آخر یہ کب تلک۔ یاجوج اور ماجوج کا باہم براہ راست تصادم ہو کر ہی رہیگا یا پھر مشرق میں بھی یہ ایسے فساد و فتنۂ عظیم بپا کرنے سے باز آئیں گے۔ خدا تعالےٰ کے زور آور حملوں سے بالآخران کی آنکھیں کھلیں گی۔ مادیت کے نظریات کی بجائے انسانی و اخلاقی اقدار کے اسلامی نظریات کو تسلیم کرنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہے گا۔

اِسلام کے لفظی معنی ہی امن و سلامتی کے ہیں اور اس نے جو نظریۂ حیات دیا ہے وہ مقدم طور پر خدا کے قوانین کی فرمانبرداری اور انسانوں کی باہمی سلامتی و خیر خواہی پر قائم ہے جس نے ترقی و خوشحالی کو امن و سلامتی کی برقراری پر موقوف و منحصر کیا ہے۔ مادیت اور اخلاق و روحانیت کی اس وقت درحقیقت ایک جنگ ہو رہی ہے دین اسلام نے ان کا باہمی متوازن و معتدل ایک امتزاج پیش کیا ہے جس سے دین و دنیا دونوں کو ہم آہنگی و مطابقت اور ترقی حاصل ہوتی ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ ترقی و خوشحالی کی رفتار کو انصاف و عدل اور ہمسایہ کے حقوق کے ماتحت کرنے کا حکم دیا ہے۔ پس اگر آج اس کی تلاش انفرادی، قومی یا بین الاقوامی سطحوں پر مقصود و منظور ہو تو وہ اِسلام کی تعلیم کے سوائے اور کہیں نہیں مل سکتی یہی وہ دینِ حقہ ہے جو ہر معاملہ میں توازن اور اعتدال اور میانہ روی کی ہدایت دیتا ہے، جو انتہائی نظریات کا مخالف اور ان میں انسانی بربادی کو دیکھتا ہے اور ان راہوں سے بچنے و محفوظ رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ چنانچہ اس عظیم نظریۂ حیات کو قرآن کریم نے پنجوقتہ نمازوں میں سورۃ فاتحہ کی بے نظیر دعا کی صورت میں دہرانے کا حکم دیا ہے۔

صراطِ مستقیم دو انتہائی و متضاد راستوں کے مابین ایک درمیانی وسط کی راہ ہے۔ جو ہر معاملہ میں ہر قسم کی افراط و تفریط کی متضاد راہوں سے پاک و مبّرا اور توازن و اعتدال کے پہلوؤں کو لئے ہوئے جملہ انسانی اقدار کو ان کی مناسب اہمیت و قدر کے پیش نظر ان کو صحیح مقام و درجہ دیتا ہے۔ ترقی اور مسابقتِ مفاد کی دوڑ میں بھی اسلام کا نظریۂ حیات یہی ہے کہ امن و سلامتی، عافیت و صلح کاری کی راہوں کو بہرحال مقدم رکھا جائے۔ ورنہ انہیں نظرانداز کر کے جو ترقی روا رکھی جائے گی انجام کار وہ ترقی معکوس اور ہلاکت و بربادی کا موجب ثابت ہوگی۔

— * * —

اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت
بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

محمد حسن

"کارکن — ہماری قومی زندگی میں خلا"

"منظم قومی زندگی کے لئے کارکن کی سخت ضرورت ہوتی ہے اور ہماری قومی زندگی میں بہت سے خلاء اس لئے ہیں کہ مسلمانوں نے کارکن پیدا کرنے کی طرف توجہ نہیں کی۔ ہم زندگی کے بیشتر کام یا تو حکومت کے ایماء پر کرتے ہیں یا پھر اندھا دھند جوش کی حالت میں

کارکنوں کا کوئی منظم یا تربیت یافتہ گروہ یہاں موجود نہیں۔ جو مسلسل تعمیری کام کرتا رہے۔

کارکن سے میری مراد وہ افراد ہیں جنہیں قومی اور سماجی خدمت کا شوق ہو۔ وہ بلا معاوضہ محض ثواب کی خاطر قومی خدمت کے لئے کسی شعبے کے لئے اپنا فارغ وقت صرف کریں اور اس سے انہیں ذاتی فائدہ مطلوب نہ ہو۔"

ڈاکٹر صاحب موصوف تاسف اور یاس کے لہجے میں یوں گویا ہیں:—

• ہمسایہ ملک میں ہمیشہ سے "اپنی خدمت اپنے ہاتھ میں" کا اصول کار فرما ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدمت کے ہر میدان میں ان کے پاس تربیت یافتہ کارکن موجود ہیں جن کی مدد سے ان کی قومی و سماجی زندگی کا ہر شعبہ آباد اور معمور رہا۔ مسلمانانِ برصغیر کا معاملہ اس سے مختلف رہا۔ جب بے غرض واعظوں اور عالموں اور فی سبیل اللہ مجاہدوں کا دور ختم ہوا تو انگریزی حکومت نے نوکری اور معاوضے کی چاٹ لگائی۔ مسلمانوں کی سیاست میں حکمت عملی کی جو مصلحتیں بھی تھیں (اور تھیں بھی) یہ عجیب لگتا ہے کہ خدا کی راہ میں سرفروشی کرنے والی قوم ہر چیز میں "معاوضہ طلبی" بنا دی گئی اور خدمت خلق کے بھی صرف وہ پروگرام قابل توجہ سمجھے جانے لگے جن کی سرپرستی حکومت کے ہاتھ میں ہوتی لیکن خدمت خلق کا کام کرنے والا یہ طبقہ حکام اور با اقتدار تعلیم یافتہ گروہ کے سامنے مغلوب اور بے اثر رہا۔ تعلیم یافتہ گروہ کی ساری تربیت چونکہ نوکری، منصب اور معاوضے کے اصول پر ہوئی اس لئے تیا ذہن بلا معاوضہ خدمت یا ثواب کے لئے خدمت سے ہی بچانے لگا۔"

ہمیں ڈاکٹر صاحب سے ذاتی کوئی تعارف نہیں۔ نہ ہمیں کبھی ان کی زیارت ہی نصیب ہوئی ہے۔ اگر ہمیں ذاتی طور پر اُن سے نیازمندی کا شرف حاصل ہوتا تو ہم انہیں چند ایسے نظارے دکھاتے جن سے یقیناً ان کی بصیرت میں زیادہ نور اور قلب میں زیادہ سرور پیدا ہو جاتا۔ ہمارا بس چلتا تو ہم انہیں مسلم ٹاؤن کے ایک معمولہ سے مکان میں ایک اسی سالہ جوان ہمت بوڑھے سے متعارف کراتے اور پھر سامعنوں ہی میں وہ دیکھ لیتے کہ اسی پسماندہ قوم میں ایک ایسا فرد بھی موجود ہے جس نے مذاہب عالم کا ایسا وسیع مطالعہ کیا ہے کہ اسے ایک گونہ اتھارٹی کا منصب حاصل ہو گیا ہے۔ وہ جب تقریر کرتا ہے تو نہ صرف یہ کہ فلسفہ اور حکمت کے موتی بکھیرتا ہے۔ بلکہ فصاحت و بلاغت کے دریا بھی بہا دیتا ہے۔ وہ سنسکرت کا فاضل اجل ہے اور بڑے بڑے پنڈت اس کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنا فخر سمجھتے ہیں۔

یہ امر بھی ڈاکٹر صاحب کے لئے موجب حیرت ہوگا کہ یہ بزرگ جنہیں مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ستر سال کی عمر کے بعد انگریزی زبان سے واقف ہوئے۔ اسے سیکھا اور اس میں ایسی مہارت پیدا کی کہ خود انگریزی دان پبلک کے سامنے جن کی مادری زبان انگریزی تھی دھواں دھار تقریر کرنے کے قابل ہو گئے اور اب اسی زبان میں ایک ضخیم کتاب مذاہب عالم کے تقابلی مطالعہ پر لکھ رہے ہیں۔ اگر ڈاکٹر صاحب کو ذرا زیادہ فرصت ہو تو ہم انہیں مسلم ٹاؤن کے اس مکان سے نزدیک ہی نہر کے پار ایک اور مکان میں لے جائیں گے وہاں ایک اور مرد پیر سے ملائیں گے۔ یہ وہ مرد مومن ہے۔ جس کا قلم گذشتہ پچاس سال سے ایک انگریزی ہفتہ وار "دی لائٹ" کی ادارت سنبھالے ہوئے ہے۔ جسے اپنوں سے زیادہ اغیار اور مسلمانوں سے زیادہ غیر مسلم محبت اور پیار سے یاد کرتے ہیں اور اس کے شکر گذار ہیں کہ اس نے انہیں تعلیمات [illegible] سے روشناس کیا۔ یہ بزرگ "سول اینڈ ملٹری گزٹ" کے بھی مدیر رہ چکے ہیں۔ خود قائد اعظم ان کے ہفتہ وار رسالہ "لائٹ" کے باقاعدہ قاری تھے اور اپنی سیاسی معرکہ آرائیوں میں بعض اوقات اس اخبار کے اداریئے ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کے سب سے بڑے نمائندے یعنی وائسرائے کے سامنے بطور حجت پیش کرتے تھے

یہ صاحب فراش بزرگ اب بھی قلم سے سحر اور طلسم کا کام لیتا ہے اور دلوں کو موہ لینے کی مافوق البشر قوت رکھتا ہے۔ اگر ڈاکٹر صاحب کو فرصت کے کچھ اور لمحے میسر ہوں تو ہم انہیں احمدیہ بلڈنگس لے چلیں گے وہاں اُن کی ملاقات ایک صحت مند خوش الحان سفید رنگ سفید ریش، خوش پوش، ہشاش بشاش بزرگ سے ملاقات کرائیں گے۔ جو پچاسی سال سے زائد عرصہ اس دنیا میں گذار چکے ہیں۔ اور جن کے کارنامے اب بھی جوانوں کی ہمت کے لئے چیلنج ہیں۔ ابھی ابھی اس جوان ہمت بزرگ نے ایک عظیم الشان عمارت تیار کرا دی ہے جو فن تعمیر کا ایک نادر نمونہ ہے۔ اس نے دن رات محنت کر کے اپنے تصور کے ایک خوبصورت نقشے کو مجسم بخش دیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ہم چند خوبصورت اور دلآویز پیرائے میں ڈاکٹر صاحب کی محبوب زبان اُردو میں اسی بزرگ کی لکھی ہوئی چند کتب بھی پیش کر دیں گے۔ جس سے معلوم ہوگا کہ بحر [illegible] کے اس غواص نے بھی کتنے آبدار موتی اہل علم اور اہل ذوق کے لئے دیئے ہیں۔ انجمن کے دارالاشاعت تک ڈاکٹر صاحب ہمارے ساتھ چلیں تو آپ کو وہاں اُردو زبان کا ایک بے نظیر لٹریچر ذخیرہ ملیگا جس کی کوئی مثال اُردو دان طبقوں اور حلقوں میں نہیں مل سکے گی۔ قرآن کریم کی تفسیر بیان القرآن۔ صحیح بخاری کے تراجم اور تفاسیر۔ سیرت خیر البشر۔ خلافت راشدہ۔ النبوت فی الاسلام۔ اور اسی طرح کی متعدد ضخیم کتب ان کو ایسی ملیں گی جن کی وجہ سے غیر اسلامی دنیا میں عظیم الشان ذہنی انقلاب پیدا ہو چکا ہے۔ اگر ان میں سے چند ایک کتب کو ڈاکٹر صاحب خود پڑھ لیں تو شاید وہ اس دور میں اسلام کے سب سے بڑے مبلغ بن جائیں۔ اگر ابھی چند لمحے اور میسر ہوں تو پھر انہیں اسی دارالاشاعت میں سرچشمہ آب حیات تک لے جاؤں۔ ایسی کتابیں دکھاؤں جن میں خود خدا بولتا نظر آئے۔ فصاحت ان پر قربان ہو اور بلاغت

(بقیہ صفحہ ۱۲ کالم ۲ پر)

تبرکات

حضرت اقدس بانئ سلسلہ احمدیہ

"ہزار ہزار شکر اس خداوند کریم کا ہے جس نے ایسا مذہب ہمیں عطا فرمایا۔ جو خدا دانی اور خدا ترسی کا ایک ایسا ذریعہ ہے۔ جس کی نظیر کبھی اور کسی زمانہ میں نہیں پائی گئی اور ہزارہا درود اس نبی معصوم پر جس کے وسیلہ سے ہم اس پاک مذہب میں داخل ہوئے۔ اور ہزارہا رحمتیں نبی کریم کے اصحاب کو جنہوں نے اپنے خونوں سے اس باغ کی آبپاشی کی۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱)

بحضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو۔ قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں۔ بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں۔ کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روزِ حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترکِ فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں۔ کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے۔ ان سب پر ایمان لاویں اور صوم و صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالحین کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا۔ اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے۔ اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے"

"میں تمام مسلمانوں کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے کسی ایک حکم میں بھی دوسرے مسلمانوں سے علیحدگی نہیں۔ جس طرح سب اہل اسلام احکام بینہ قرآن کریم و احادیث صحیحہ و قیاسات مسلمہ مجتہدین کو واجب العمل جانتے ہیں اسی طرح میں بھی جانتا ہوں۔ صرف بعض اخبار گزشتہ و مستقبلہ کی نسبت الہام الٰہی کی وجہ سے جس کو میں نے قرآن سے بکلی مطابق پایا ہے۔ بعض اخبار حدیثیہ کے میں اس طرح پر معنی نہیں کرتا جو حال کے علماء کرتے ہیں کیونکہ ایسے معنے کرنے سے وہ احادیث نہ صرف قرآن کریم سے مخالف ٹھہرتی ہیں بلکہ دوسری احادیث کی بھی جو صحت میں ان کے برابر ہیں۔ منافی و مبائن قرار پاتی ہیں"

(روحانی خزائن جلد ۱۳ الحق بحث لدھیانہ صفحہ ۵۰)

"مجھے بتلایا گیا ہے کہ تمام دینوں میں دین اسلام ہی سچا ہے مجھے فرمایا گیا ہے۔ کہ تمام ہدایتوں میں صرف قرآنی ہدایت ہی صحت کے کامل درجہ پر، اور انسانی ملاوٹوں سے پاک ہے۔ مجھے سمجھایا گیا ہے کہ تمام رسولوں میں سے کامل تعلیم دینے والا۔ اور اعلیٰ درجہ کی پاک اور پُر حکمت تعلیم دینے والا، اور انسانی کمالات کا اپنی زندگی کے ذریعہ سے اعلیٰ نمونہ دکھلانے والا صرف حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"

(اربعین نمبر اول صفحہ ۳ مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۰۰ء۔ تذکرہ صفحہ ۳۶۲)

"خدا تعالیٰ اس زمانے میں بھی اسلام کی تائید میں بڑے بڑے نشان ظاہر کرتا ہے اور جیسا کہ اس بارہ میں میں خود صاحب تجربہ ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ اگر میرے مقابل پر تمام دنیا کی قومیں جمع ہو جائیں اور اس بات کا بالمقابل امتحان ہو کہ کس کو خدا غیب کی خبریں دیتا ہے اور کس کی دعائیں قبول کرتا ہے اور کس کی مدد کرتا ہے۔ کس کے لئے بڑے بڑے نشان دکھاتا ہے۔

کیا کوئی ہے؟ اگر کسی میں طاقت ہے تو امتحان میں میرے مقابل پر آوے۔ ہزارہا نشان خدا نے محض اس لئے مجھے دیئے ہیں کہ تا دشمن معلوم کرے کہ دین اسلام سچا ہے۔ میں اپنی کوئی عزت نہیں چاہتا بلکہ اس کی عزت چاہتا ہوں جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۶)

"مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا، جو میں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خدا نے ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا، جو مجھے ہلاک کرے گا۔ یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو۔ کہ میری روح ہلاک ہونے والی روح نہیں۔ اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔ مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔

میں کسی کی پروا نہیں رکھتا۔ میں اکیلا تھا۔ اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں۔ کیا خدا مجھے چھوڑ دے گا۔ کبھی نہیں چھوڑے گا۔ کیا وہ مجھے ضائع کرے گا۔ کبھی نہیں ضائع کرے گا۔ دشمن ذلیل ہوں گے، اور حاسد شرمندہ۔ اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا۔ میں اس کے ساتھ اور وہ میرے ساتھ ہے۔ کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی۔ اور مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو اس کا جلال چمکے۔ اور اس کا بول بالا ہو کسی ابتلاء سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف ..... نہیں۔ اگرچہ ایک ابتلاء نہیں، کروڑ ابتلا ہوں۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے ؎

من نہ آنستم کہ روزِ جنگ بینی پشتِ من
آں منم کاندر میانِ خاک و خوں بینی سرے

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا۔ مجھ سے الگ ہو جائے۔ مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پُرخار بادیہ درپیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے۔ پس جن لوگوں کے پیر نازک ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں۔ جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے۔ نہ مصیبت سے نہ لوگوں کے سب و شتم سے۔ نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے۔ اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں۔ کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے۔ اور ان کا پچھلا حال پہلے سے بدتر ہوگا۔ کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں۔ کیا ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہو جائیں گے۔ کیا ہم اپنے پیارے خدا کی آزمائش سے جدا ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں ہو سکتے۔ مگر محض اس کے

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

آنکھ اس کی دور بیں ہے دل یار سے قریں ہے
ہاتھوں میں شمعِ دیں ہے عین الضیاء یہی ہے

جو رازِ دیں تھے بھارے اس نے بتائے سارے
دولت کا دینے والا فرمانروا یہی ہے

حمد باری تعالیٰ

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہوگیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمالِ یار کا

اس بہارِ حسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا

تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا

کیا عجب تو نے ہر اک ذرہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا

خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اس حسن کی
ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اس تری گلزار کا

چشمِ مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہوگئے سو سو حجاب
ورنہ تھا قبلہ ترا رخ کافر و دیندار کا

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز
جس سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا

تیرے ملنے کے لئے ہم مل گئے ہیں خاک میں
تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا

ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا
جان گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

— ٭٭٭ —

"شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے"

ھدیۂ نعت

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

تیرے منہ کی ہے قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

تیری الفت سے ہے معمور میرا ہر ذرہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال!
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

نور دکھلا کے ترا سب کو کیا ملزم و خوار
سب کا دل آتشِ سوزاں میں جلایا ہم نے

نقشِ ہستی تیری الفت سے مٹایا ہم نے
اپنا ہر ذرہ تری راہ میں اڑایا ہم نے

تیرا میخانہ جو اک مرجعِ عالم دیکھا
خم کا خم منہ سے بصد حرص لگایا ہم نے

شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے

چھو کے دامن تیرا ہر دام سے ملتی ہے نجات
لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے

دلبرا مجھ کو قسم ہے تیری یکتائی کی
آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے

بخدا دل سے میرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش
جب سے دل میں یہ ترا نقش جمایا ہم نے

دیکھ کر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا
نور سے تیرے شیاطیں کو جلایا ہم نے

ہم ہوئے خیرِ امم تجھ سے ہی اے خیرِ رسلؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

قوم کے ظلم سے تنگ آکے میرے پیارے آج
شورِ محشر تیرے کوچہ میں مچایا ہم نے

— ٭٭٭ —

ز ظلمتہا دلے آنگہ شود صاف ÷ کہ گردد از محبانِ محمدؐ
خدا زاں سینہ بیزار است صد بار ÷ کہ ہست از کینہ دارانِ محمدؐ

خدا خود سوزد آں کرمِ دنی را ÷ کہ باشد از عدوانِ محمدؐ
اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس ÷ بیا در ذیلِ مستانِ محمدؐ

از:- حضرت ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم

بیعت کی کیوں ضرورت ہے؟

مکہ کے قریب حدیبیہ کا مقام، مدینہ سے جو اسوقت مرکز دامن اسلام تھا۔ کوسوں دور تھا۔ مسلمانوں کا امن پسند گروہ اس امر کا منتظر تھا کہ عمرہ کی اجازت ملے تو عمرہ ادا کر کے گھروں کو واپس ہوں۔ یکایک یہ خبر اُڑی کہ جو وفد حضرت عثمان رضہ کی سرکردگی میں عمرہ کی اجازت حاصل کرنے مکہ گیا تھا وہ گرفتار ہو گیا اور کفار مکہ جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ اس خبر نے حالت کو یک لخت نازک بنا دیا۔ مسلمانوں کی چھوٹی سی جماعت کفار کے نرغہ میں تھی ایسی بے پناہ جگہ میں کفار کے مرکز و دامن کے عین متصل مسلمانوں کی جماعت کی حالت نہایت نازک اور مخدوش ہو گئی۔ وقت آ گیا کہ مسلمانوں کی جانبازی اور سرفروشی کا امتحان لیا جائے۔ اور ان کے خدا اور رسول کی محبت کے دعووں کو اس نازک امتحان کی کسوٹی پر پرکھا جائے۔ چنانچہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق صحابہ رضہ سے اس مقام پر بیعت لی۔ اگرچہ وہ اس سے قبل اسلام میں داخل ہوتے وقت بیعت کر چکے تھے۔ مگر اس نازک وقت میں ضرورت تھی کہ تجدید معاہدہ ہو جائے تاکہ اپنی سرفروشی اور جان نثاری کی ذمہ داری کو دوبارہ از سر نو یاد کر کے قربانیوں کے ادا کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ چنانچہ اس پاک گروہ نے نہایت اخلاص اور جوش و خروش سے آنحضرت صلعم کے ہاتھ پر بیعت کی اور بڑے جوش سے اپنے عہد جانبازی کو تازہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بیعت پر نہایت درجہ اظہار خوشنودی فرمایا اور یہ آیت نازل ہوئی۔

لقد رضی اللّٰہ عن المؤمنین اذ یبایعونک
تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل
السکینۃ علیھم واثابھم فتحًا قریبًا ہ

بے شک اللہ راضی ہو گیا ان مومنین سے جب وہ تیری بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے پس اس نے جو کچھ ان کے دلوں میں اخلاص و عقیدت تھی اسے جان لیا اور ان پر سکینت نازل فرمائی۔ اور قریب ہی فتح عطا فرمائی۔ (القرآن)

پھر اتنا ہی نہیں اس بیعت کی اہمیت اس قدر بتائی گئی کہ صاف طور پر آیت نازل ہوئی کہ یہ بیعت درحقیقت خدا تعالےٰ سے بیعت تھی۔

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ
ید اللّٰہ فوق ایدیھم۔ فمن نکث فانما
ینکث علٰی نفسہٖ ۔ ومن اوفٰی بما عٰھد
علیہ اللّٰہ فسیؤتیہ اجرًا عظیمًا ہ

یعنے بے شک جو لوگ تیری بیعت کر رہے ہیں اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھ پر ہے پس جو کوئی توڑتا ہے تو توڑنے کا وبال اس کے نفس پر پڑے گا اور جو اس عہد کو پورا کرتا ہے جو اس نے خدا کے ساتھ کر لیا ہے تو عنقریب خدا اس کو بڑا اجر دے گا۔" (القرآن)

یہاں سے دو باتیں نکلیں۔ ایک تو یہ ہے کہ بیعت کے وقت ہاتھ پر ہاتھ رکھا جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ بیعت کی منشاء صرف عہد لینا تھا اور ہاتھ پر ہاتھ رکھنا اس کا نشان تھا۔ بتایا کہ محمد رسول اللہ صلعم کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ پر نہ سمجھو بلکہ خدا کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ پر سمجھو کیونکہ یہ معاہدہ خُدا کے ہاتھ پر ہو رہا ہے محمد رسول اللہ کے ہاتھ پر نہیں ہو رہا خدا چونکہ جسمانی ہاتھ سے منزہ ہے اس لئے رسول کا ہاتھ خدا کے ہاتھ کے قائم مقام ہے... چنانچہ اس معاہدہ کی حقیقت کو مدِنظر رکھتے ہوئے رسول کریم صلعم نے حضرت عثمان رضہ کی عدم موجودگی کی وجہ سے اپنے ہاتھ کو ان کا ہاتھ قرار دے کر اور اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھ کر اُن کی طرف سے خود معاہدہ کیا تاکہ وہ اس شرف سے محروم نہ رہ جائیں۔

اس واقعہ نے ہم کو یہ بتا دیا کہ اگر اسلام پر کبھی نازک وقت آ جائے اور کوئی خدا کی طرف سے رسول اللہ صلعم کا جانشین ہم سے جان نثاری اور سرفروشی کی بیعت لینی چاہیئے۔ تو ہر ایک مُسلمان کا جو دعوائے حب اللہ والرسول میں صادق ہے فرض ہے کہ وہ اس آواز پر لبیک کہے۔ اور اپنی سرفروشی اور جانبازی کے زبانی دعوے کو معاہدہ کے ذریعہ پختہ کر کے اسلام کے لئے ہر قسم کی قربانی پر تیار ہو جائے چنانچہ ہمارے زمانہ میں جب اسلام پر ادیان باطلہ کی چاروں طرف سے یورش ہوئی اور دجال اکبر اپنی پوری فوج کے ساتھ باہر نکلا اور خود مسلمانوں کی حالت بوجہ کمزوری ایمان اور عدم تقویٰ اور نقص علم نہایت درجہ مخدوش ہو گئی تو اللہ تعالےٰ نے ایک مجدد اور ایک امام کو کھڑا کیا اور اسے حکم دیا کہ مسلمانوں سے پھر وہی سرفروشی کی بیعت لو جو حدیبیہ کے مقام پر لی گئی تھی۔ چنانچہ مجدد وقت حضرت مرزا صاحب کو بھی آیت الہام ہوئی کہ:-

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ
ید اللّٰہ فوق ایدیھم ۔۔۔ بے شک جو

لوگ تیری بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے یعنے جو لوگ تجھ سے معاہدہ کر رہے ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالےٰ سے کر رہے ہیں

بیعت سوائے بیعت آنحضرتؐ کے نہیں اور وہ ایک معاہدہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان وقوع پذیر ہوتا ہے پس وہ لوگ غلطی کرتے ہیں جو اسے معمولی پیری مریدی کی بیعت سمجھتے ہیں اور کہہ دیا کرتے ہیں کہ بیعت کی ضرورت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بیعت ہر ایک مسلمان پر فرض ہے اور اگر اس کے دل میں خدا اور رسول کی کوئی محبت ہے اور قرآن کو وہ مانتا ہے تو ضرور ہے کہ اسلام پر ایسا نازک وقت آ جانے پر وہ اپنی جان نثاری اور محبت اسلام کے دعویٰ کو سچ کر دکھائے۔ اور جان نثاری کا خدا سے عہد کر لے۔ یہ عہد آنحضرتؐ کے ہاتھ پر آپ کے ایک بروز کے واسطہ سے وقوع میں آیا اور درحقیقت یہ معاہدہ خُدا سے ہوتا ہے۔ جو اسلام کی نازک و مخدوش حالت میں ضروری ہے۔ اس کے بغیر اسلام کی محبت کے دعوے غلط ہیں یہ مت سمجھو کہ اگر ہم بیعت نہ کریں گے تو کیا حرج ہے۔ اس میں بڑا حرج ہے۔ ان مشہور و معروف تین صحابیوں کے حالات پر نظر کرو جو جنگِ تبوک کے موقعہ پر شامل جہاد ہونے سے رہ گئے تھے آنحضرتؐ کے حکم سے تمام مسلمانوں نے ان سے مقاطعہ کر لیا اور زمین باوجود فراخی کے اُن پر تنگ ہو گئی۔ اور جب تک سخت توبہ و استغفار سے اُن کی معافی جناب الٰہی سے نہ ہو گئی مسلمانوں نے اُن سے کوئی تعلق نہ رکھا قرآن میں یہ تمام واقعات مذکور ہیں اور یہ اسی لئے ہیں کہ ہمارے لئے موجب عبرت ہوں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اسلام کے لئے جب جہاد کبیر یعنے قرآن کے ذریعہ جہاد کا وقت آتا ہے تو اسوقت مسلمان گھروں میں چھپ کر بیٹھ رہیں اور ان سے باز پرس کوئی نہ ہو۔ پس اس دن سے ڈرو جس دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔ اور اللہ تعالےٰ کے حضور جوابدہی کرنا ہوگی۔ اور اسلام کے لئے ہر قسم کی قربانی کے واسطے تیار ہو جاؤ۔

حضرت نبی کریمؐ کی بیعت سے مستفیض ہو، خُدا کے ساتھ اپنے عہد کو تازہ کرو تا اللہ تعالےٰ کی رضامندی

(بقیہ صہ ۱۲ کالم نمبر ۱ پر)

مرے دارم فدائے خاکِ احمدؐ ❊ دِلم ہر وقت قربانِ محمدؐ
بسے سہل است از دُنیا بُریدن ❊ بیادِ حسن و احسانِ محمدؐ
فدا شد در رہش ہر ذرّۂ من ❊ کہ دیدم حسنِ پنہانِ محمدؐ
من آں خوش مُرغ از مرغانِ قدسم
کہ دارد جا بہ بستانِ محمدؐ (دُرِّ ثمین)

اور خوشنودی کا موجب ہو۔ اور تم فتح قریب کے مالک ہو۔ اسلام کے اس نازک وقت میں اس کی حفاظت اور اشاعت کے لئے مجاہدین کی فوج میں داخل ہونے کا یہ ایک موقع ہے

اس موقع کو غنیمت سمجھو وقت کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھو۔ مجاہدین میں اپنا نام لکھاؤ کہ اس میں کامیابی ہے۔ قاعدین میں سے نہ ہو کہ اس میں ناکامی اور نامرادی ہے۔

یہ جہاد قرآن کی اشاعت، اعلائے کلمۃ اللہ اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا ہے۔ مبارک ہیں وہ جو اس میں حصہ لے کر رضا مندی کو پا لیتے ہیں۔

بقیہ:- تین سرچشمے، (آمدہ صفحہ ۶)

میں کیا شک ہے کہ اخلاق پر غذاؤں کا اثر ہے۔ ہاں جو لوگ دن رات گوشت خوری پر زور دیتے ہیں اور نباتی غذاؤں سے بہت ہی کم حصہ رکھتے ہیں وہ بھی حلم اور انکسار کے خلق میں کم ہو جاتے ہیں۔ اور میانہ روش کو اختیار کرنے والے دونوں خلق کے وارث ہوتے ہیں اسی حکمت کے لحاظ سے خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔

کلوا واشربوا ولا تسرفوا۔

یعنے گوشت بھی کھاؤ اور دوسری چیزیں بھی کھاؤ۔ مگر کسی چیز کی حد سے زیادہ کثرت نہ کرو۔ تا اس کا اخلاقی حالت پر بد اثر نہ پڑے اور تا یہ کثرت مضر صحت بھی نہ ہو۔ اور جیسا کہ جسمانی افعال اور اعمال کا روح پر اثر پڑتا ہے ایسا ہی کبھی روح کا اثر بھی جسم پر جا پڑتا ہے جس شخص کو کوئی غم پہنچے آخر وہ چشم پر آب ہو جاتا ہے اور جس کو خوشی ہو آخر وہ تبسم کرتا ہے۔ جس قدر ہمارا کھانا پینا سونا جاگنا حرکت کرنا آرام کرنا غسل کرنا افعال طبعیہ ہیں یہ تمام افعال ضروری ہماری روحانی حالت پر اثر کرتے ہیں۔ ہماری جسمانی بناوٹ کا ہماری انسانیت سے بڑا تعلق ہے۔ دماغ کے ایک مقام پر چوٹ لگنے سے یکلخت حافظہ جاتا رہتا ہے اور دوسرے مقام پر چوٹ لگنے سے ہوش و حواس رخصت ہوتے ہیں۔ وبا کی ایک زہریلی ہوا کس قدر جلدی سے جسم میں اثر کرتی ہے اور دیکھتے دیکھتے وہ اندرونی سلسلہ جس کے ساتھ تمام نظام اخلاق کا ہے درہم برہم ہونے لگتا ہے یہاں تک کہ انسان دیوانہ سا ہو کر چند منٹ میں گذر جاتا ہے۔ غرض جسمانی صدمات بھی عجیب نظارہ دکھاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ روح اور جسم کا ایک ایسا تعلق ہے کہ اس راز کو کھولنا انسان کا کام نہیں۔

* * *

بقیہ:- تبرکات آمدہ صہ ۹

فضل اور رحمت تھے۔ جو پیدا ہونے والے ہیں جڑ بڑ ہیں۔

ان کو وداع کا سلام۔ لیکن یاد رکھو کہ بدظنی اور قطع تعلق کے بعد اگر پھر کسی وقت جھکیں تو اس جھکنے کی عند اللہ ایسی عزت نہیں ہوگی جو وفادار لوگ عزت پا سکتے ہیں کیونکہ بدظنی اور غداری کا داغ بہت ہی برا داغ ہے۔"

(انوار الاسلام مطبوعہ ۸ / اکتوبر ۱۸۹۴ء صہ ۲۱-۲۲)

بقیہ کارکنے۔ آمدہ صہ ۸

شاہ - وہ کی جیتی جاگتی تصاویر ہیں - وہ کا جگر اور قلب ہیں - وہ کے اعضا اور جوارح ہیں - وہ کی روح اور کا لب لباب ہیں - وہ اردو میں بھی ہیں اور فارسی میں بھی ہیں - فارسی ایسی شیریں کہ ایرانی نژاد بھی اس پر فدا ہوں اور عربی میں بھی ہیں - جن کو عرب کے باشندے پڑھ کر جھوم جھوم جاتے ہیں - تعصب کی آہنی دیواروں نے مسلمانوں کو اس آبِ حیات کے چشمہ سے دور کر رکھا ہے - ڈاکٹر صاحب چونکہ تعصب کے قلعے مسمار کر چکے ہیں - اس لئے انہیں اس سرچشمہ تک رسائی حاصل ہو سکتی ہے - اس سرچشمۂ حیات کے ساقی کا نام کسی اور کے سامنے تو لینا اسے وحشت زدہ کرنا ہے مگر ڈاکٹر صاحب ایسے وسیع النظر اور کثیر مطالعہ اور مفکر اور فاضل انسان کے سامنے یہ اس بزرگ کا نام لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا - شاہ صاحب کے دل میں اس بزرگ کی محبت اس کی آبِ کوثر سے دھلی ہوئی قلم کی گلکاریاں یعنی تصانیف خود ہی پیدا کر دیں گی - اس بزرگ کا نام نامی و اسم گرامی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجدد صدی چہاردہم ہے - اللہ تعالےٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم مغائرت کے پردے پھاڑ دیں تا ہر ایک مکتبِ فکر دوسرے کے زاویہ نگاہ کو سمجھنے کے قابل ہو جائے -

---

توجہ فرمائیے

قارئین کرام جلسہ سالانہ کی رپورٹ پڑھنے کے انتظار میں ہوں گے اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ امسال جلسہ سالانہ کی مکمل رپورٹ ایک ہی اشاعت میں شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ اور یہ رپورٹ پیغام صلح کے مدیر اعزازی جناب پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب ایم ایس سی حسب سابق مرتب کر رہے ہیں جو عنقریب ہدیۂ قارئین کرام ہوگی۔ (ادارہ)

ارشادِ نبویؐ

"اپنے عہد کو پورا کیا کرو کیونکہ قیامت کے دن اس کے متعلق پوچھا جائے گا۔"

جناب ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب

امریکہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"پیغام صلح کا جلسۂ سالانہ نمبر" ماہ دسمبر کے آخری ہفتہ میں ملا۔ جو لکھائی۔ چھپائی اور مضامین کے اعتبار سے بہترین پرچہ ہے۔ کاش کہ یہ پرچہ دو ماہ قبل شائع ہوتا تاکہ بیرون ممالک کے احباب کے لئے باعث تحریک شمولیت جلسہ ہوتا۔ اور اس کے دو تین صفحے انگریزی میں بھی ہوتے امید ہے کہ اگلے سال ان دونوں امور کی طرف توجہ دی جائے گی۔

بہر حال پیغام صلح کے اس ایڈیشن کے لئے آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ نیز آپ کی محنت کی داد دیتا ہوں۔ خداوند کریم آپ سب کو جزائے خیر دے۔ مکرم محمد اعظم علوی صاحب اور خان مرتضےٰ خان حسن کا کلام بھی پیغام صلح میں گاہے گاہے شائع ہوتا رہے تو مفید ثابت ہوگا۔

شکریہ:- ہم مکرم ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب کے ممنون ہیں کہ انہوں نے ناقدری اور بے جا نکتہ چینی کے اس دور میں ایڈیٹر، پبلشر اور دیگر معاونین کی خدمت، محنت اور جانفشانی کا اعتراف فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔ یقین ہے کہ وہ اپنے قیمتی مشوروں اور قلمی امداد سے ہمیں نوازتے رہیں گے۔ (ادارہ)

جو چاہتے ہو کہ عالی وقار بن جاؤ
جو چاہتے ہو کہ فخرِ دیار بن جاؤ
رسولِ پاکؐ کی اطاعت کرو دل و جان سے
خدا کے دین کے خدمت گذار بن جاؤ
تمہاری ذات سے رونق ہو گلشنِ دیں کی
نبیؐ کے باغ کی بادِ بہار بن جاؤ
میری دعا ہے کہ دنیا میں تم پھلو پھولو
خدا کے فضل سے بارگ و بار بن جاؤ
(مرتضےٰ خان حسن)

باہتمام ریاض حسین الحیدہ پرنٹرز اردو بازار سے پبلشر محمد اعظم علوی نے چھپوا کر دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس براندرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا۔ چیف ایڈیٹر:- (ڈاکٹر اللہ بخش)

جلد ۶۹، شمارہ ۳، مؤرخہ ۲۰ جنوری ۱۹۸۲ء — رجسٹرڈ ایل نمبر (۸۳۸)

جلد ۶۹ ◄ یوم چہارشنبہ ۲ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ ـــ بمطابق ـــ ۲۸ جنوری ۱۹۸۲ء ◄ شمارہ ۴

ارشاداتِ حضرت مجدد صد چہاردہم

آں نہ من باشم کہ روزِ جنگ بینی پشتِ من
آں منم کاندر میانِ خاک و خوں بینی سرے

"مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا۔ جو میں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خدا نے ذلت کے ساتھ ہلاک کیا، جو مجھے ہلاک کرے گا۔ یقیناً یاد رکھو، اور کان کھول کر سنو کہ میری روح ہلاک ہونے والی روح نہیں اور میری سرشت کا خمیر نہیں۔ مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔

میں کسی کی پرواہ نہیں رکھتا۔ میں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں، کیا خدا مجھے چھوڑ دے گا۔ کبھی نہیں چھوڑے گا۔ کیا وہ مجھے ضائع کر دے گا۔ کبھی نہیں ضائع کرے گا۔ دشمن ذلیل ہوں گے اور حاسد شرمندہ، اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا۔ میں اس کے ساتھ اور وہ میرے ساتھ ہے۔ کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی۔ اور مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو، اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلاء سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں۔ اگرچہ ایک ابتلاء نہیں، کروڑ ابتلاء ہوں۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے ؎

آں نہ من باشم کہ روزِ جنگ بینی پشتِ من ۔۔۔ آں منم کاندر میانِ خاک و خوں بینی سرے

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا۔ مجھ سے الگ ہو جائے۔ مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پرخار بادیہ در پیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے۔ پس جن لوگوں کے پیر نازک ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے نہ مصیبت سے نہ لوگوں کے سب و شتم سے نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے اور ان کا پچھلا حال پہلے سے بدتر ہوگا۔ کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہرگز نہیں مگر محض اس کے فضل اور رحمت سے۔ جو جدا ہونے والے ہیں جدا ہو جائیں ان کو وداع کا سلام۔ لیکن یاد رکھیں کہ بدظنی اور قطع تعلق کے بعد اگر پھر کسی وقت جھکیں تو جھکنے کی عنداللہ ایسی عزت نہیں ہوگی جو وفادار لوگ عزت پاتے ہیں کیونکہ بدظنی اور غداری کا داغ بہت ہی برا داغ ہے۔"

(انوار الاسلام مطبوعہ ۸ ر اکتوبر ۱۸۹۴ء صفحہ ۲۱۔۲۲)

ـــــ ** ـــــ

جواہرات :-

قرآن و حدیث

"مسلمانو! رکوع میں جھکو، سجدے میں گرو، اپنے پروردگار کی بندگی کرو۔ جو کچھ کرو نیکی کی بات کرو۔ عجب نہیں کہ اس طرح بامراد ہو۔ اور اللہ کی راہ میں جان لڑا دو۔ اس کی راہ میں جان لڑا دینے کا جو حق ہے، پوری طرح ادا کرو۔ اس نے تمہیں برگزیدگی کے لئے چن لیا ہے۔ تمہارے دین میں کسی طرح کی تنگی نہیں رکھی۔ وہی طریقہ تمہارا ہو جو تمہارے باپ ابراہیمؑ کا تھا۔ اس نے تمہارا نام مسلم رکھا پچھلے وقتوں میں بھی اور اس (قرآن) میں بھی۔ اور یہ اس لئے کہا تاکہ رسول تمہارے لئے (حق کا) گواہ ہو (یعنی معلم ہو) اور تم تمام انسانوں کے لئے پس نماز کا نظام قائم کرو۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کا سامان کرو۔ اللہ کا سہارا مضبوط پکڑ لو۔ وہی تمہارا کارساز ہے اور جس کا کارساز اللہ ہو۔ تو کیا ہی اچھا کارساز ہے اور کیا ہی اچھا مددگار"۔۔۔ (سورۃ الحج)

"سخی اللہ سے قریب ہے۔ لوگوں سے قریب ہے جنت سے قریب ہے۔ آگ سے دور ہے۔ بخیل اللہ سے دور ہے۔ لوگوں سے دور ہے۔ جنت سے دور ہے۔ اور نارِ جہنم کے نزدیک ہے۔ اور جاہل سخی اللہ کو عابد بخیل سے زیادہ بھاتا ہے"

(ترمذی)

"امین اور راست باز تاجر، نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کی صف میں ہوگا۔" (ترمذی)

"اللہ کے نزدیک بہترین عمل بروقت نماز ادا کرنا ہے۔"

ـــــ *** ـــــ

از مکرم مرزا محمد لطیف شاہد صاحب لاہور

جماعت احمدیہ لاہور (مقامی) کے زیر اہتمام جماعت کے چھوٹے بچوں اور بچیوں کیلئے تربیتی پروگرام

خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ لاہور (مقامی) اپنے دینی کاموں کی وجہ سے نہایت تندہی سے دوستوں کی خدمت کر رہی ہے۔ مقامی جماعت کے کارکن اپنے بیدار اور مخلص صدر محترم میاں فضل احمد صاحب کی قیادت میں استحکام جماعت اور نئی نسل کی تعلیم و تربیت کے لئے بہت اچھا کام کر رہے ہیں ایک تنظیم کی پختگی و مضبوطی کے لئے ضروری ہے کہ انفرادی طور پر بھی ہر فرد کو اپنی تنظیم میں اچھی طرح وابستہ کیا جائے اس مقصد کے لئے ہر محلہ میں اور جہاں جہاں مساجد ہیں یا وہ مقام جس پر دوستوں کا اکٹھا ہونا ممکن ہو رابطہ اجلاس منعقد کئے جاتے ہیں اور مختلف دینی مجالس کا انتظام کیا جاتا ہے اور پچھلی کارگذاری کا جائزہ لیا جائے۔ اسی سلسلہ میں ہر پیر کو مقامی جماعت کے زیر اہتمام درس قرآن مجید ہوتا ہے جس میں ہمارے محترم بزرگ میاں نصیر احمد فاروقی صاحب نہایت محنت سے عام فہم اور فاضلانہ درس دیتے ہیں۔ جس میں دور دور سے احباب و خواتین تشریف لا کر استفادہ کرتے ہیں۔

گذشتہ سوموار مورخہ ۱۸/۱/۸۲ سے ایک نئی کلاس کا اجرا کیا گیا ہے جس میں والدین سے استدعا کی گئی تھی کہ وہ چھ سے دس سال کے بچوں اور بچیوں کو اس کلاس میں شمولیت کے لئے ساتھ لائیں تاکہ ان نوخیز ذہنوں کو ابتداء ہی سے اسلامی مسائل۔ معاشرتی آداب، دینی علمی معلومات سے آگاہ کیا جائے چنانچہ اس پہلی کلاس میں ہمارے اندازہ سے بڑھ کر بچے اپنے والدین کے ساتھ تشریف لائے اور ان بچوں کو محترم مرزا مسعود بیگ صاحب نے اپنے مخصوص عالمانہ اور عام فہم انداز میں نیک باتیں جن سے ایک بچے کو ابتداء سے باخبر ہو جانا چاہیئے اور ان کو اپنے دلوں میں راسخ کرنا چاہیئے تاکہ آئندہ ان کی ذہنی عمارت و دینداری۔ اخلاق۔ شرافت اور اعمال حسنہ پر ہو کو بیان فرمایا۔ اور ان کے ذہنوں کی مناسبت سے حکایات کے رنگ میں بعض واقعات بیان کر کے بچوں میں بڑی دلچسپی پیدا فرمائی۔

اسی طرح اس مجلس میں راقم الحروف نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے ابتدائی واقعات آپ کے بعض ارشادات جن کا بچوں کو بتانا ضروری تھا اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب بانئے سلسلہ کی سوانح کے بعض واقعات جن کا ابتدائی طور پر بچوں کا جاننا ضروری تھا ان کو بچوں کے سامنے بیان کیا۔ تمام وہ احباب جو لاہور کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ آپ کا بہترین ذخیرہ اور سرمایہ آپ کی اولاد ہے اور ان کا دیندار ہونا، اسلامی شعار، اخلاق اور دینی معلومات سے آگاہ ہونا آپ کے لئے باقیات الصالحات میں سے ہوگا۔ آپ سے گذارش ہے کہ آپ ہر ماہ کے پہلے پیر کو ٹھیک ۴½ بجے دارالسلام میں بچوں کو ساتھ لے کر تشریف لایا کریں۔ انشاء اللہ آپ محسوس کریں گے کہ آپ کے بچے ان مجالس سے کس طرح کندن بن کر نکلیں گے۔ جو بچے آئے تھے ان کے والدین نے اس بات کا برملا اظہار کیا کہ واقعی اس پروگرام کو شروع کر کے محترم میاں فضل احمد صاحب اور ان کے رفقاء نے ہم پر بڑا احسان فرمایا ہے۔

بچوں کے اعزاز میں پُرتکلف عصرانہ بھی دیا گیا۔ ان میں بعض چھوٹی چھوٹی سی چیزیں جو بچوں کے لئے کشش کا موجب ہوتی ہیں وہ بھی تقسیم کی گئیں۔ اور بچوں کا اس پروگرام میں حصہ لینا دیدنی تھا بعض بچوں نے تلاوت قرآن مجید اور ترجمہ اور نظمیں بھی سنائیں۔

ناشکری ہوگی اگر میں محترم چوہدری ریاض احمد صاحب جنرل سیکرٹری مقامی جماعت لاہور کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے اس کو کامیاب بنانے میں جیسا اس کا حق تھا اس سے بڑھ کر حصہ لیا اور ایک عمدہ نمونہ قائم فرمایا۔ جزاھم اللہ احسن الجزا۔ آئندہ اجلاس ۱/۲/۸۲ بروز پیر ۴½ بجے دارالسلام میں ہوگا۔ چھ سے دس سال کے بچوں اور بچیوں کو براہ کرم والدین ساتھ لے کر تشریف لاویں۔

غارِ حرا سے خطاب

"غار حرا سے خطاب" کے عنوان سے ہم ایک نظم ہدیۂ قارئین کرام کرتے ہیں جس میں خطاب کرنیوالے کے ان گہرے قلبی تاثرات کا عکس نظر آتا ہے جو غار حرا کے سامنے پہنچ کر ان کے دل میں پیدا ہوئے اور آنحضرتؐ کی ساری حیات طیبہ کی داستان ایک فلم کی صورت میں ان کی نظروں کے سامنے سے گذر گئی ایسا دکھائی دیتا ہے کہ اس غار حرا میں آنحضورؐ کے سجدوں کے نشان انہیں اب تک دکھائی دے رہے ہیں جن کی بارگاہ الٰہی میں قبولیت سے آپکی ذات مقدسہ کی بدولت ملک عرب ہی کیا تمام دنیا کی تاریکیاں چھٹ گئیں۔ چونکہ ہم خود اس نظم کے پڑھنے سے محظوظ ہوئے اس لئے ہم نے چاہا کہ اپنے قارئین کو بھی اس میں شریک کریں (ادارہ)

ہاں سنا غارِ حرا یادِ کہن کا ماجرا
جب تیری ظلمت سے پھوٹا چشمۂ نورِ ہدیٰ

تیری خاموشی میں ہے مستور اُس دل کی صدا
جس کی ہر دھڑکن تھی سازِ عشقِ احدیت کی نوا

جب تیری آغوش میں آتا تھا وہ دُرِّ یتیم
دوش پر اپنے امانت کا لئے بارِ عظیم

تیری خلوت تھی اُسے دامانِ مادر سے سوا
تیری خاموشی میں پائی اُس نے ہر دُکھ کی دوا

اُس کے نفسِ عنبریں کی ہے فضا تیری امیں
اس کی پابوسی پہ کرتی ناز ہے تیری زمیں

تیری خلوت اس نگاہِ پاک نے کی انتخاب
ہیچ تھے جس میں قصورِ قیصر و افراسیاب

تیری سنسانی سے کچھ توقیر تیری کم نہیں
کیا کسی قصرِ شہی کو بھی ملا ایسا مکیں

تو ہے اس کیفیتِ معصوم کی آئینہ دار
جب تیری آغوش میں آکر وہ مخبرِ روزگار

اس دلِ درد آشنا سے رو کے کرتا تھا دعا
ظالموں کو درسِ اُلفت جس کے نالوں نے دیا

تیری خاموشی ہے گویا راز دارِ اسلام کی
تو امانت دار ہے اس آخری پیغام کی

سرزمینِ پاک ایماں کی حرارت سے اُبل
ہاں اس چشمۂ نورِ ہدایت کو اُگل

---

www.aaiil.org

دو ضروری اِصلاحات

خطبہ جمعہ فرمودہ مکرم میاں نصیر احمد فاروقی صاحب بمقام مسجد جامع ، دارالسلام ، لاہور

نوٹ :- یہ خطبہ شروع جنوری ۱۹۸۲ء میں دیا گیا تھا جو دوسری مصروفیات کیوجہ سے اب تک تحریر نہ ہو سکا۔

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ۝ وَلَا تَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنۡسٰہُمۡ اَنۡفُسَہُمۡ ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ۝ لَا یَسۡتَوِیۡۤ اَصۡحٰبُ النَّارِ وَاَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ ؕ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ ہُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ۝ لَوۡ اَنۡزَلۡنَا ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیۡتَہٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنۡ خَشۡیَۃِ اللّٰہِ ؕ وَتِلۡکَ الۡاَمۡثَالُ نَضۡرِبُہَا لِلنَّاسِ لَعَلَّہُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ ۝ (سورۃ الحشر ۵۹ - آیات ۱۸ تا ۲۱)

ترجمہ :- "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقوٰے کرو اور چاہیئے کہ ہر نفس غور کرے کہ اُس نے کل کے لئے کیا آگے بھیجا ہے - اور اللہ کا تقوٰے کرو - اللہ اُس سے خبردار ہے جو تم عمل کرتے ہو - اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ سو اُس نے انہیں اپنے نفسوں کو بھلا دیا - یہی لوگ فاسق ہیں - آگ والے اور جنت والے برابر نہیں - جنت والے ہی بامراد ہیں - اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اتارتے تو تُو اسے اللہ کے خوف سے گرا ہوا پھٹا ہوا دیکھتا - اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ فکر کریں ۔"

اللہ تعالیٰ کا کس قدر احسان ہے کہ اُس نے ہم پر نیا سال چڑھایا ہے - ورنہ کتنے بھائی اور بہنیں اور بچے تھے جو پچھلے سال ہم سے جُدا ہو گئے - میری دلی دُعا ہے کہ یہ چھوٹی سی جماعت جس کا ہر فرد اس قدر قیمتی ہے اُس کا ہر فرد نیا سال بخیریت گذارے اور اس پر پچاسوں سینکڑوں نئے سال اور بھی خیر و عافیت سے آئیں مگر کسی انسان کو خواہ وہ بوڑھا ہو یا جوان یا بچّہ اس کی اجل کا پتہ نہیں - اور ہم میں سے اللہ جانے کتنے ہیں جن کے لئے سنہ ۱۹۸۲ء آخری سال ہے - اس لئے عقلمندی یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک فکر کرے کہ اگر اُسے بلاوا آجائے تو کیا وہ اس حالت میں ہے کہ اللہ تعالےٰ کے آگے سرخرو ہو اور ہمارے لئے حسرت اور عذاب کا سامنا نہ ہو -

اللہ تعالےٰ کا کس قدر احسان ہے کہ اُس نے قرآن کریم نازل فرما کر ہم پر روزِ روشن کی طرح واضح کر دیا ہے کہ وہ ہم سے کیا توقعات رکھتا ہے اور ہم سے کیا محاسبہ ہوگا اور ہم اس میں کس طرح سرخرو ہو سکتے ہیں - کاش لوگ اس مقدّس کتاب کو محض رسمًا نہ پڑھا کریں بلکہ اس کی ہدایت سے اپنے آپ کو سنواریں اور اپنے ظاہر اور باطن میں وہ اصلاح کریں جس کے بغیر نجات نہیں مل سکتی۔ اس پاک کتاب کا کون سا صفحہ ہے جس پر وہ ہدایت کسی نہ کسی رنگ میں موجود نہیں - میں نے اس کی صرف ایک جگہ سے چند آیات اس خطبہ کے شروع میں پڑھی ہیں - وہی ہماری زندگیاں بدل دینے اور مکمل اصلاح کے لئے کافی ہیں -

تقوی اللہ

اِن آیات میں پہلی بات یہ فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایمان کی باطنی روشنی عطا فرمائی ہے تو اُس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اللہ کا تقوٰے کرو - تقوٰی اللہ کے کیا معنی ہیں ؟ قرآن حکیم میں کہیں تو لفظ تقوٰے اکیلا مختلف شکلوں میں آتا ہے اور کہیں تقوٰی اللہ کے الفاظ اکٹھے آتے ہیں جیسے آج کی آیات میں آئے ہیں - تو اکیلے لفظ تقوٰے کے معنے تو اپنے آپ کی حفاظت کرنا ہے اُس سے جو ایذا دے یا نقصان پہنچائے - اور چونکہ گناہ سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں جو انسان کو نقصان پہنچائے یا اُس کے لئے باعثِ ایذا ہو اس لئے اصطلاح شریعت میں تقوٰے اپنے آپ کو گناہ میں پڑنے سے بچانا ہے -

اور تقوٰے کے دوسرے معنٰی اپنے آپ کو اُس سے بچانا ہے جس کا خوف کیا جاتا ہو - اور انہی معنوں میں تقوٰی اللہ کے معنٰی اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے محاسبہ سے ، اس کی پکڑ سے ، اس کی سزا سے بچانے کے ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ کے محاسبہ سے بڑھ کر کوئی خوف کرنے والی بات نہیں کہ اللہ تعالےٰ نہ صرف انسان کے ہر فعل کو دیکھتا ہے اور اس کے فرشتے اُسے محفوظ کر لیتے ہیں بلکہ اللہ تعالےٰ انسان کے دل میں کیا ہے اس سے بھی واقف ہے اور وہ بھی انسان کے اندر محفوظ ہو رہا ہے - تو دنیا کی عدالتوں یا پولیس کی آنکھوں میں تو انسان دھول ڈال کر بچ سکتا ہے مگر اللہ تعالےٰ کو دھوکا نہیں دے سکتا - پھر دنیا کی عدالت کیا سزا دے سکتی ہے ؟ عام طور پر تو چند ماہ یا چند سال قید خانے میں گذار کر انسان نکل آتا ہے - یا پھانسی بھی پائی تو کیا ہوا مرنا تو آخر ہر ایک کو ہے ہی اور مر گئے تو بظاہر دنیا کے سب دُکھوں سے نجات ہو گئی - مگر اللہ تعالےٰ کی سزا تو بہت سخت ہے اور اس سے کوئی چھٹکارا نہیں پا سکتا - قرآن نے عذاب جہنم سے متنبہ کیا ہے کہ اِنَّ عَذَابَہَا کَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّہَا سَآءَتۡ مُسۡتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ (الفرقان ۲۵ - ۶۵، ۶۶) یعنے دوزخ کا عذاب چمٹ جانے والی چیز ہے اور اس میں خواہ انسان کو کتنا ہی ٹھہرنا ہو جہنم بہت بُری جگہ ہے - قرآن حکیم نے دوزخ کے عذاب کی جو تفاصیل پہلے سے ہماری عبرت کے لئے بنا دی ہیں اُن سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں - دوزخی موت مانگیں گے مگر ان کو موت نہ آئے گی۔

الغرض تقوٰے اللہ کے معنٰی ہیں اللہ تعالےٰ کے محاسبہ سے ، اُس کی سزا سے اپنے آپ کو بروقت بچا لینا اور یہ الفاظ جہاں آتے ہیں اُن سے آگے جو حکم آتا ہے اس کے خاص محاسبہ کا ذکر مقصود ہوتا ہے -

اعمال کا محاسبہ

جن آیات سے میں نے آج کا خطبہ شروع کیا ہے اُن میں اتقوا اللہ فرما کر فرمایا کہ ولتنظر نفسٌ ما قدّمت لغد " چاہیئے کہ ہر نفس نگاہ رکھے کہ اس نے کل کے لئے (یعنے اگلی زندگی کے لئے) کیا آگے بھیجا ہے "

اور پھر تنبیہہ فرمائی واتقوا اللہ نہ صرف تاکید کے لئے بلکہ اس لئے بھی کہ اگلے الفاظ میں جو بات فرمائی ہے وہ خاص قابلِ خوف ہے - وہ یہ کہ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ " اللہ خبیر ہے اُن عملوں کا جو تم کرتے ہو " دوسری جگہ بصیرٌ بما تعملون بھی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے جو عمل تم کر رہے ہو - مگر یہاں لفظ خبیر لا کر فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نہ صرف تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے بلکہ اُن کے پیچھے جو تمہاری نیت یا ارادے ہیں ان کو بھی جانتا ہے - اسی وجہ سے انسان کو اللہ تعالےٰ سے ایسا ڈرنا چاہیئے جو ڈرنے کا حق ہے - اسی لئے دوسری جگہ فرمایا ہے اتقوا اللہ حقّ تقٰتہٖ -

آج کی آیات میں " اے لوگو جو ایمان لائے ہو " سے مضمون کو شروع کر کے اعمال کے محاسبہ پر اس قدر زور کیوں دیا ہے کہ دو دفعہ فرمایا اتقوا اللّٰہ ؟ اس لئے کہ بدقسمتی سے ہم میں سے اکثر اپنے ایمان لانے کو بخشش کے لئے ، نجات کے لئے کافی سمجھتے ہیں - یہی وجہ ہے کہ عالم اسلام میں اکثر لوگوں کی عملی حالت ایسی ہے کہ غیر مسلم جو اسلام کی تعلیم کو اچھا بھی سمجھتے ہوں وہ ہماری حالت کو دیکھ کر اسلام سے متنفّر ہو جاتے ہیں - حالانکہ ایمان تو وہ باطنی روشنی بخشتا ہے اور وہ سیدھا رستہ بتاتا ہے جس پر ہم کو چلنا چاہیئے یعنے عمل کرنا چاہیئے - اس لئے مسلمانوں کو اس عام غلط فہمی یا غفلت

سے جھنجھوڑنے کی ضرورت ہے، کہ خالی زبانی ایمان کافی ہے جبکہ انسان کے اعمال یا بے عملی اُس زبانی اقرار کو جھٹلاتی ہو۔

دوہری ذمہ داری

ویسے تو ہر شخص اپنے اعتقادات اور اپنے اعمال کا قیامت کے دن جوابدہ ہوگا مگر جس شخص کو اللہ تعالیٰ مسلمان گھرانے میں پیدا کرے یا اسلام کو قبول کرنے کی توفیق دے اُس پر تو دوہری ذمہ داری ہے کہ اُس سیدھے راستہ پر ڈالا گیا مگر وہ پھر بھی بھٹک گیا یا اپنی منزلِ مقصود کو نہ پا سکا۔ مثلاً اگر ہم سب کو کسی مقام پر پہنچنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو وہ شخص جسے اُس مقام کا پتہ نہیں یا اُسے پانے کا راستہ نہیں معلوم وہ زیادہ قابلِ مواخذہ ہوگا یا وہ شخص جسے اُس مقام کا بھی صحیح اور پورا پتہ دیا گیا ہو اور سیدھا راستہ بھی بتا دیا گیا ہو؟

یا فرض کر لیجئے ایک طالب علم کو امتحان میں کامیابی کے لئے صحیح اور کامل کتاب دی گئی ہے جو پہلے سے یہ مکمل طور پر بتا دے کہ ممتحن تم سے کیا توقعات رکھتا ہے اور کیا سوال پوچھے گا۔ وہ امتحان میں فیل ہو جائے تو وہ اس طالب علم سے زیادہ قابلِ مواخذہ ہوگا بہ نسبت اُس طالب علم کے جسے یہ علم پہلے سے نہ دیا گیا تھا۔ اِس لئے ہم اللہ تعالیٰ کے حضور زیادہ قابلِ مواخذہ ہوں گے خصوصاً جب ہم بجائے نیک اعمال کرنے کے بد اعمال کر کے سخت مجرم بنے ہوں گے۔

ایمان اور عمل

ہم تو اپنے ایمان پر ہی مطمئن ہیں مگر اگر اس ایمان کے نتیجہ میں ہم صحیح اعمال نہ کریں تو پھر ہمارا ایمان بھی صحیح نہیں۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ ہمارا ایمان تو ہمیں سکھلائے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہمارے ساتھ ہے (ھو معکم اینما کنتم) اور وہ ہماری باتوں کو سنتا (سمیع) ہے اور ہمارے اعمال کو دیکھتا (بصیر) ہے اور ہمارے سینہ کے بھیدوں کو جانتا ہے (علیمٌ بذات الصدور) اور پھر ہماری باتیں اور ہمارے اعمال اور ہمارے سینے ناپاک اور فتنہ و فساد سے پُر ہوں؟ اور ہمارا ایمان تو ہمیں بتلائے کہ ہمارے قول، ہمارے فعل اور ہمارے سینوں میں جو کچھ ہے اُس پر آخرت میں محاسبہ اور سزا ہوگی مگر ہم بے فکری سے جو چاہیں کہیں، جو چاہیں کریں اور جو چاہیں اپنے سینوں میں چھپائیں۔ خدارا موت آنے سے پہلے ان سب کو پاک و صاف کریں جس کے متعلق مفصل احکام قرآنِ پاک میں موجود ہیں کیونکہ وہ ھدًی للمتقین ہے اور تقویٰ کے معنی ہیں ہی اپنے اعمال، اپنے اقوال اور اپنے سینوں سے تمام گندگیوں کو دور کرنا اور اُن گندگیوں کا علم اور اُن سے بچنے کے طریق قرآنِ پاک نے تفصیل سے بتلا دیئے ہیں۔

نفس کی اصلاح

انسان کے اعمال کی کچھ حد تک اصلاح انسانی قوانین کے خوف یا PUBLIC OPINION (یعنی لوگ کیا کہیں گے) ان دونوں خوفوں سے بھی ہو سکتی ہے۔ میں قانون کی گرفت میں نہ آجاؤں یا برادری یا دنیا کیا کہے گی۔ مگر یہ اصلاح کبھی پوری نہیں ہوتی اسی لئے باوجود قوانین، عدالتوں اور پولیس کے اکثر لوگ گناہ کرتے رہتے ہیں۔ اور نہ سماج یا برادری کا خوف لوگوں کو روکتا ہے کیونکہ بسا اوقات دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونکنا ممکن ہو جاتا ہے اور بعض مجرم تو دیدہ دلیری سے گناہ کرتے ہیں۔ ایک مثال کافی ہے۔ رشوت ستانی ہمیشہ سے رہی ہے اور کہا جاتا ہے کہ آج کل تو زوروں پر ہے۔ حالانکہ ہر قسم کی قوانین بندشیں اور روکیں پیدا کی جا رہی ہیں اور عام لوگ بھی رشوت ستانی سے زخم خوردہ ہو کر چیخ پکار کر رہے ہیں۔

دراصل انسان کے اعمال کی اصلاح ہو ہی نہیں سکتی جب تک کہ انسان کو زندہ خدا پر زندہ ایمان نہ ہو۔ یہ ایمان قرآنِ حکیم، نماز، روزہ وغیرہ پیدا کر سکتے ہیں بشرطیکہ ہم انہیں سمجھ کر ادا کریں نہ کہ رسماً۔ اور وحی والہام زندہ خدا پر زندہ ایمان پیدا کرنے کے لئے اُمتِ محمدیہ میں جاری وساری ہیں۔ دراصل اللہ تعالیٰ کا ثبوت تو کائنات کے ذرّہ ذرّہ میں موجود ہے مگر ظاہر بین انسان کو چونکہ خدا نظر نہیں آتا تو وہ خدا کو بھولتا رہتا ہے۔ اور اگرچہ قوانین اور لوگوں کا خوف اعمال کی اصلاح کچھ حد تک کرتے رہتے ہیں مگر انسان کے دل میں کیا ہے اس کو نہ قوانین پکڑ سکتے ہیں نہ پبلک کی رائے۔

مگر جب تک انسان کے دل کی اصلاح نہ ہو انسان کے اعمال کی اصلاح نہیں ہو سکتی اور دل کا حال صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اس لئے جو انسان اللہ تعالیٰ کو بھول جائے وہ اپنے نفس کی اصلاح سے بھی غافل رہتا ہے۔ اسی لئے علم و حکمت سے پُر قرآن نے اگلی آیت جو میں نے اس خطبہ کے شروع میں پڑھی ہے اُس میں فرمایا ولا تکونوا کالّذین نسوا اللہ فانسٰھم انفسھم یعنی ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو اللہ کو بھول گئے تو اس کے نتیجہ میں اللہ نے انہیں انکے نفسوں سے غافل کر دیا۔ اگلے الفاظ مبارکہ ہیں:-

اولٰٓئک ھم الفٰسقون

یہی لوگ ہیں جو فاسق ہیں۔ فاسق کی تعریف قرآنِ حکیم نے اپنی ابتداء میں فرما دی ہے۔

وما یضلّ بہٖٓ الّا الفٰسقین ۙ الّذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہٖ ۠ و یقطعون ما امر اللہ بہٖٓ ان یّوصل و یفسدون فی الارض ؕ اولٰٓئک ھم الخٰسرون ۝ (سورۃ بقرۃ ۲ - ۲۶ - ۲۷)

"اور اللہ تعالیٰ اس (قرآن) سے سوائے فاسقوں کے کسی کو گمراہ نہیں ٹھہراتا جو اللہ کے عہد کو اُس کے پختہ کرنے کے بعد توڑتے ہیں اور اُسے قطع کرتے ہیں جسے اللہ نے حکم دیا ہے کہ ملایا جائے۔ اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ وہی نقصان اُٹھانے والے ہیں۔"

عھد اللہ

یہ عہد اللہ کیا ہے؟ اس کامل کتاب حکیم نے خود ہی بتلا دیا ہے کہ وہ عہد یا تعلق یا رشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ انسان کو پیدا کرتے ہوئے اس کی فطرت میں اپنے ساتھ باندھتا ہے۔ اسی لئے اس کو عہدِ فطرت کہا جاتا ہے۔ قرآنِ حکیم فرماتا ہے۔

واذ اخذ ربک من بنیٓ اٰدم من ظھورھم ذرّیّتھم واشھدھم علٰٓی انفسھم ۚ الست بربکم ؕ قالوا بلٰی ۛ شھدنا ۛ ان تقولوا یوم القیٰمۃ انا کنا عن ھٰذا غٰفلین ۙ او تقولوآ انمآ اشرک اٰبآؤنا من قبل وکنا ذرّیّۃً من بعدھم ۚ افتھلکنا بما فعل المبطلون ۝

(الاعراف، ۱۷۲ - ۱۷۳) "اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے اُن کی اولاد نکالی اور ان کو اپنے پر گواہ کیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں! ہم گواہ ہیں۔ (یہ اس لئے کیا تاکہ) ایسا نہ ہو کہ تم قیامت کے دن (جس دن اللہ تعالیٰ نظر بھی آ رہا ہوگا) یہ نہ کہو کہ ہم تو اس سے (یعنے اللہ تعالیٰ کی ہستی سے) بے خبر تھے۔ یا یہ کہو کہ ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے شرک کیا اور ہم تو ان کے بعد اُن کی اولاد تھے۔ تو کیا تو ہم کو اس کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے جو غلط کاروں نے کیا۔"

یہ علم جو قرآنِ حکیم نے دیا ہے کسی الہامی کتاب میں آج نہیں ملتا کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اُس کی توحید پر گواہی انسان کی فطرت میں ہے۔ تبھی تو مصیبت میں انسان کی فطرت (خواہ وہ انسان دہریہ ہو یا مشرک) خدائے واحد کو پکار اُٹھتی ہے۔

تو وہ لوگ جو اس زندگی میں بھولے رہتے ہیں وہ پھر اپنے نفس کی اصلاح سے بھی غافل ہو جاتے ہیں اور یوں آہستہ آہستہ وہ عہدِ فطرت کو توڑنے والے بن جاتے ہیں کہ پھر دہریہ ہو کر اس پر فخر کرتے ہیں جیسا کہ آج اکثر دنیا کے لوگ اشتراکیت کے زیر اثر یا مغرب کی بڑھتی ہوئی دہریت کے زیر اثر کرتے ہیں حالانکہ سورۃ بقرۃ والی آیت جو میں نے ذرہ پہلے پڑھی ہے اُس میں فرمایا کہ اس عہدِ فطرت کو جو ہر انسان میں رکھا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے وحی اور نبی بھیج کر پختہ کیا تھا کہ انہوں نے نہ صرف خدا کی ہستی پر زبردست گواہی دی اور جو لوگ اللہ تعالیٰ سے دور جا پڑے ہوئے ہیں انہیں اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلا کر اس سے دوبارہ تعلق پیدا کرنے کی تلقین کی جیسا کہ فرمایا ما امر اللہ بہٖٓ ان یّوصل۔ مگر جو اس کے بعد بھی اللہ سے رشتہ توڑ لیں وہ یفسدون فی الارض کرتے ہیں۔ زمین میں تمام خرابی ایسے لوگ ہی پیدا کرتے ہیں۔ فرمایا اولٰٓئک ھم

الخسرون ۔ ایسے لوگ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں کہ بجائے خدا جیسی نعمت پانے کے اور دنیا اور آخرت میں سکھی رہنے کے ہر وقت اپنی باطنی آگ میں جلتے ہیں جو مرنے کے بعد ظاہر میں بھی انہیں گھیر لے گی جیسا کہ فرمایا۔ نار اللّٰہ الموقدۃ ۝ التی تطلع علی الافئدۃ ۝ انھا علیھم مؤصدۃ ۝ فی عمد ممددۃ ۝ (الھمزۃ ۔ ۶ تا ۹) "اللہ تعالیٰ کی جلائی ہوئی آگ جو دلوں پر بھڑک اٹھتی ہے (پھر) وہ ان پر لمبے، لمبے ستونوں میں بند کی جائے گی۔"

دنیا کا جہنم اور جنت

قرآن کریم پر انسان کیوں نہ ہزار جان سے نثار اور قربان ہو جائے ۔ کیا علم دیا ہے جو کسی کتاب میں نہیں ملتا اور کیا حکیم کتاب ہے کہ اس کی ہر آیت پہلی اور پچھلی آیت سے حکمت میں بندھی ہوئی ہر انسان کے اعمال اور انسان کے نفس کی اہم اور انتہائی ضروری اصلاح جو تقویٰ اللہ سے پیدا ہوتی ہے اس کے بعد فرمایا لا یستوی اصحٰب النار و اصحٰب الجنۃ ۔ اصحٰب الجنۃ ھم الفائزون ۝ "آگ والے اور جنت والے برابر نہیں، جنت والے ہی بامراد ہیں۔" فرمایا کہ اعمال کی اصلاح نہ کرو گے اور اپنے نفسوں کی اصلاح نہ کرو گے تو اسی دنیا میں جہنم میں داخل ہو جاؤ گے اور اگر تقویٰ اللہ پیدا کر کے یہ اصلاحیں کر لو گے تو اسی دنیا میں جنت میں داخل ہو جاؤ گے ۔ اور دونوں میں جو فرق ہے وہ تمہیں اسی دنیا میں نظر آ جائے گا۔ آخرت میں تو خیر وہ ظاہر میں بھی نمایاں ہوگا۔

اس دنیا کا جہنم اور جنت انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں ۔ جہنم کی آگ دل میں پیدا ہو کر ھل من مزید کے شعلوں میں بھڑکتی ہے خواہ وہ دولت کے لئے ہو یا حکومت مل جانے کے لئے، خواہ وہ شہوات کی آگ ہو ۔ ھل من مزید کی ہوس میں انسان ظاہر میں بھی دکھوں میں پڑتا ہے اور اگر نہ بھی پڑے تو دل میں تو وہ آگ ہر آن بھڑکتی ہے ۔ یہی حال ہر غصہ والے یا حاسد یا دشمنی کو اختیار کرنے والے کا ہوتا ہے۔

اور متقی کا دل جنت میں داخل ہو جاتا ہے ۔ سوکھے چنے کھا کر سویا ہو مگر دل سکھی ہوتا ہے۔ راشی پلاؤ مرغی بھی کھا لے مگر ہر آن خوف اور فکر کی آگ میں مبتلا ہوتا ہے۔ ولمن خاف مقام ربہ جنتٰن "جو اپنے رب کے آگے کھڑے ہونے کے وقت سے خوف کرتا ہے اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔" سو متقی اس دنیا میں جو جنت پا لیتے ہیں وہ دل کی ہوتی ہے۔ آخرت میں وہ ظاہر میں بھی ہوگی اور انسان کا دل جنت میں ہو تو وہ واقعی سکھی ہے خواہ ظاہر میں فقر و فاقہ ہو اور اگر دل میں جہنم ہو تو انسان ہزار عیش و عشرت کے سامان رکھتا ہو وہ دکھی ہوتا ہے۔ اس لئے دل کا سکھ اور باہر کا سکھ پا لینے والے واقعی بامراد ہیں جیسا کہ فرمایا: اولٰئک ھم الفائزون

تجلّی الٰہی

آخری آیت جس سے میں نے آج کے خطبہ کو شروع کیا تھا وہ ہے لو انزلنا ھٰذا القراٰن علیٰ جبلٍ لرایتہ خاشعًا متصدعًا من خشیۃ اللّٰہ، وتلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون ۝

"اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر نازل کرتے تو تو اُسے اللہ کے خوف سے گرا ہوا پھٹا ہوا دیکھتا اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور کریں، فکر کریں۔"

اس آیت مبارکہ کا پچھلی آیات کیا تعلق ہے؟ وہ یہ ہے کہ پچھلی آیات میں تقوای اللہ، انسانی اعمال کی اصلاح اور انسان کے نفس کی اصلاح کا مضمون تھا ۔ یہ تینوں چیزیں انسان کیوں نہیں کرتا؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ انسان کی ظاہری آنکھ سے نظر نہیں آتا ۔ اس کا تدارک قرآن حکیم نے مفصلہ ذیل باتوں سے فرمایا۔

ا:۔ انسان کی جسمانی آنکھ اس کے جسم کا نازک ترین حصہ ہے ۔ اور وہ صرف محدود چیزوں کو اور ان میں سے بھی ان کو حواس کی حدِ نظر کے اندر ہوں دیکھ سکتی ہے۔ لا تدرکہ الابصار۔ انسان کی یا کسی اور مخلوق کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ پھر انسان کی آنکھ جو ذرہ تیز روشنی ہو تو چندھیا جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تجلّی کو نہیں دیکھ سکتی۔

ب:۔ اس بات کو دوسری جگہ حضرت موسیٰؑ کے واقعہ میں واضح فرمایا ہے ۔ جب حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کے مطالبہ پر اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کی "میرے رب مجھے اپنا آپ دکھا کہ میں تیری طرف دیکھوں ۔ کہا تو مجھے نہیں دیکھ سکتا ۔ لیکن پہاڑ کی طرف دیکھ، اگر یہ اپنی جگہ کھڑا رہ گیا تو تو بھی مجھے دیکھ لے گا ۔ پس جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلّی فرمائی اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰؑ بے ہوش ہو کر گر گیا۔" (الاعراف ۔ ۱۴۳) تو جب پہاڑ اللہ تعالیٰ کی تجلّی کی جھلک کو برداشت نہ کر سکا اور ریزہ ریزہ ہو گیا تو انسان کی جسمانی آنکھ جو نازک ترین شے ہے وہ اللہ تعالیٰ کو کہاں دیکھ سکتی ہے؟

ج:۔ اسی پہاڑ والے استعارہ کو یہاں دوبارہ استعمال فرمایا کہ قرآن عظیم وہ زبردست اللہ تعالیٰ کی تجلّی ہے کہ اگر یہ پہاڑ پر نازل ہوتا تو وہ اللہ کے خوف سے گرا ہوا پھٹا ہوا ریت کا تودہ بن جاتا ۔ تو اگر تمہارے دلوں میں اس قرآن سے اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کے آگے مکمل عاجزی و انکساری نہیں پیدا ہوتی تو پھر تمہارے دل پتھر سے زیادہ سخت ہیں اور یہ تمہارے لئے بڑے فکر کی بات ہونی چاہیئے۔

صفاتِ الٰہی:

قرآن حکیم نے جس تفصیل سے اللہ تعالیٰ کی صفات، اُس کی قدرت کاملہ اور اس کے جلال اور جبروت کا علم دیا ہے کسی الہامی کتاب نے نہیں دیا ہے جس انسان کا دل پتھر سے بھی زیادہ سخت نہ ہو تو وہ پگھلے بغیر نہیں رہ سکتا اور انہی صفاتِ الٰہی جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی زبردست تجلّی قرآن حکیم میں ہوئی ہے اُن میں سے کچھ کو اگلی تین آیات میں بیان فرمایا ہے ۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ خطبہ زیادہ لمبا ہو جائے آپ خود سورت الحشر ۵۹ کی اگلی تین آیات (۲۲ تا ۲۴) کو ملاحظہ فرمالیں۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنے اعمال اور اپنے نفس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کے آگے جوابدہ ہے یہ دونوں ایک دوسرے پر INTER - ACT کرتے ہیں یعنے ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ انسان کو چلانے والا اس کا نفس ہے ۔ نفس پاک صاف ہو تو اعمال بھی پاک ہو جاتے ہیں ۔ اور اعمال کا اچھا یا برا اثر انسان کے نفس پر پڑتا ہے ۔ اور یہی دونوں مرنے کے بعد آگے جانے والے ہیں ۔ انسان کا جسم تو یہیں مٹی میں مل جاتا ہے ۔ اور انسان کی اگلی زندگی بلکہ یہاں کی زندگی بھی انہی دونوں کی حالت سے جہنم یا جنت بنتی ہے ۔

مگر ان دونوں کی اصلاح اور فلاح نہیں ہو سکتی جب تک کہ زندہ خدا پر زندہ ایمان نہ پیدا ہو ۔ اور یہ ایمان وحی الٰہی پیدا کرتی ہے جو اپنے کمال کو قرآن کریم میں پہنچ گئی ۔ قرآن کو اپنے اعمال اور اپنے نفس کی اصلاح کی نیت سے پڑھیئے ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے پہلے اس سے کہ ہمارا وقت پورا ہو جائے جو کبھی بھی ہو سکتا ہے ۔ اے اللہ تو ہم سب کا انجام اچھا کرنا ۔ توفنا مع الابرار ۔ آمین!

اخبارِ احمدیہ

- سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیریت ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں معروف ہیں احباب و بزرگانِ سلسلہ حضرت موصوف کی بابرکت درازیٔ عمر کے لئے اپنی دعائیں بدستور جاری رکھیں۔
- درخواستِ دعا:۔

انجمن کے ایک نہایت ہی دیندار اور مخلص احمدی ریٹائرڈ معاون لالہ عبدالکریم کا ۱۶ سالہ صاحبزادہ خرابیٔ دماغ کے باعث ذہنی امراض کے ہسپتال میں داخل ہے وہ سلسلہ کے تہجد گزار بزرگوں سے اپنے بیٹے کی صحتِ کاملہ کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں ۔

اسلام میں عورتوں کے حقوق

بیویوں کے حقوق کے سلسلہ میں احکام و ہدایات

آنحضرت صلعم — بحیثیت ایک مثالی شوہر

آنحضرت صلعم انسانِ کامل تھے آپؐ کی زندگی کا ہر گوشہ اور آپ کے کردار کا ہر رُخ مسلمانوں کے لئے نمونہ اور اسوہ ہے خدائے بزرگ و برتر نے آپ کو انسانوں میں پیدا کیا اور انسانوں کی طرح پیدا کیا اور آپ نے انسانوں ہی کی طرح اپنی پوری زندگی گذاری آپ بیٹے بھی تھے اور باپ بھی۔ شوہر بھی تھے اور بھائی بھی۔ عمر میں چھوٹے بھی تھے اور بزرگ بھی آپ نے تجارت بھی کی اور فوجیں بھی لڑائیں۔ محنت کشی بھی کی اور حکمرانی بھی آپ ہر حیثیت سے شاہراہ حیات پر ایسے نقوش چھوڑ گئے جو قیامت تک لوگوں کے لئے نمونہ اور معیار بنے رہیں گے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (ترجمہ) بے شک تمہارے لئے رسول اللہ (صلعم) کی زندگی قابلِ تقلید نمونہ ہے۔

چنانچہ ایک شوہر اور رفیقِ حیات کی حیثیت سے آنحضرت صلعم کا جو کردار ہے وہ ہر شوہر کے لئے نمونہ کا کردار ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے مسلمان شوہروں کے لئے آپکے چند احکام سماعت فرمائیے ارشاد فرمایا۔

۱۔ خیرکم خیرکم لاھلہ (ترمذی۔ ابن ماجہ) تم میں بھلا آدمی وہ ہے جو اپنی بیویوں کے لئے بھلا ہو۔

۲۔ خیارکم خیارکم لنساءھم (ترمذی) تم میں سب سے بھلے لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لئے بھلے ہوں۔"

ایک بار ایک صحابی کو جو زہد و عبادت کی کثرت کی وجہ سے اپنے اہل و عیال سے غافل رہتے تھے بلوایا اور فرمایا " اور تمہاری رفیقہ کا بھی تم پر حق ہے۔"

صنفِ ضعیف کے حقوق کا سرکارِ دو عالم کو کتنا خیال تھا اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ آپ نے اپنی حیات کے آخری خطبہ حج میں جن اہم تر مسائل پر احکام و نصائح فرمائے تھے ان میں عورت کے حقوق کا مسئلہ بھی شامل فرمایا۔

" لوگو! عورتوں کے حق میں میری نیکی کی نصیحت کو مانو کہ یہ تمہارے ہاتھوں میں قید ہیں اور تم اس کے سوا کسی بات کا حق نہیں رکھتے الا یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا کام کریں۔ اگر ایسا کریں تو ان کو خواب گاہ میں علیحدہ کر دو اور ان کو ہلکی مار مارو تو اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو پھر ان پر الزام لگانے کے پہلو نہ ڈھونڈھو۔ بے شک تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کو تم پر حق ہے۔ تمہارا حق تمہاری عورتوں پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر کو دوسروں سے پامال نہ کرائیں جن کو تم پسند نہیں کرتے اور نہ تمہارے گھروں میں ان کو آنے کی اجازت دیں جن کا آنا تم کو پسند نہیں۔ اور ہاں ان کا حق تم پر یہ ہے کہ ان کے پہنانے اور کھلانے میں نیکی کرو۔"

بیوی کے حق کی وضاحت ایک اور موقعہ پر ایک سوال کے جواب میں یوں فرمائی:۔

" بیوی کا حق شوہر پر یہ ہے کہ جب خود کھائے تو اس کو کھلائے جب خود پہنے تو اس کو پہنائے نہ اس کے منہ پر تھپڑ مارے نہ اس کو برا بھلا کہے۔ نہ گھر کے علاوہ (سزا کے لئے) اس کو علیحدہ کرے (ابن ماجہ)

اختصار کے خیال سے میں نے یہ چند ارشادات نقل کئے ہیں ورنہ بیویوں کے حقوق کے سلسلہ میں آپکے احکام و ہدایات بکثرت ہیں۔ ایک شوہر کی حیثیت سے حضور کیسے تھے اس کا جواب عرض کرنے سے پہلے یہ سوچتے ہیں کہ ایک شوہر کے لئے عمومی شرائط کیا ہونی چاہیئں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ بیوی کے لئے محبت کوش ہو

دوسری شرط یہ ہے کہ اس کی ضروریات اور خواہشات کا حتی الامکان پورا پورا خیال رکھے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ جہاں تک اس کے حالات اجازت دیں بیوی کی ان فرمائشوں اور خواہشوں کی تکمیل میں سعی کرے جو چاہے اس کے مزاج کے خلاف ہوں۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ وقت، مال، محبت اور توجہات کی ٹھیک ٹھیک اور عادلانہ تقسیم کرے۔

اب ان شرائط کی روشنی میں شوہر کا ایک مثالی کردار ملاحظہ ہو۔ جہاں تک محبت کوش ہونے کا تعلق ہے تو حضور صلعم ایک پاک ہستی سراپا محبت تھی، محبت کیش تھی جس کا پیغام محبت کا پیغام تھا جس کا مشن محبت کا مشن تھا جس نے محبت اور صرف محبت کے زور پر سارے دنیا کو فتح کیا تھا جسے دوستوں ہی سے نہیں دشمنوں سے بھی محبت تھی۔ ایسے محبت کیش کی محبت کوشیوں کا کیا ٹھکانا ہو گا اور وہ بھی اپنی ازواج مطہرات کے لئے۔

آپ نے چھٹی صدی کے عرب کے معاشرے میں عورت سے جیسی محبت کر کے دکھائی اور کرنا سکھائی ہے اس کا اندازہ کرنے کیلئے سیدنا عمر رضہ کا یہ قول سنیئے:۔

" ہم لوگ اسلام سے قبل عورتوں کو کچھ نہیں سمجھتے تھے اسلام نے عورتوں کے حقوق مقرر کر کے ان کے نفاذ کے احکام دیئے۔" (بخاری)

ان احکام و ہدایات کا اثر کیا ہوا؛ عورت کو کیا حقوق ملے اس کا جواب بھی حضرت عمرؓ اپنے اسی ارشاد کے دوسرے حصہ میں دیتے ہیں:۔

" ایک بار میں نے اپنی بیوی کو ڈانٹا تو اس نے بھی برابر کے جواب دیئے۔" (بخاری)

ملاحظہ فرمایا آپ نے یہ انقلاب عظیم۔ عرب کے جاہلیت کے معاشرے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کا درجہ معاشرہ میں کتنا بلند کر دیا اور ذہن کتنے بدل گئے کہ ایک عورت حضرت عمر رضہ جیسی زبردست شخصیت کی ڈانٹ سن کر ترکی کا جواب ترکی میں دیتی ہے۔ اور اصل میں تو اس داستان کا یہ ہے کہ:۔

" شوہر گھر کی اس "جھڑپ" کا حال باہر کے لوگوں کو خود سناتا رہا ہے رشک آتا نہیں فخر کرتے ہیں۔"

یہ تو سیدنا حضرت عمر رضہ تھے اس سے بھی دلچسپ قصہ خود حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ملاحظہ ہو۔ عورتوں کے حقوق کے اس داعی اعظم نے اپنی ہر رفیقہ حیات کو عملاً کتنی آزادی دے رکھی تھی اور کتنے زیادہ حقوق عطا فرما رکھے تھے صرف دوسروں کو نصیحتوں اور ہدایتوں تک بات ختم نہیں کی خود اپنے گھر میں اس پر عمل کر کے دکھا دیا۔

ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حبیبہ سیدنا عائشہ رضہ سے مصروف کلام تھے کسی خانگی اور نجی مسئلے پر گفتگو تھی۔ لے ذرا بڑھ گئی۔ جذبات ذرا تلخ ہو گئے۔ سرکارؐ ایک حلیم تھے۔ دوسرے عملاً مساوات کی تربیت کرنی تھی۔ اس لئے طرفین میں سے حضرت عائشہ کے الفاظ میں ترشی تھی اور لہجہ بھی بلند تھا۔ میاں بیوی میں یہ کارزار گرم تھا کہ حضرت ابوبکر رضہ آنکلے۔ وہ ادھر سرکارؐ کے جاں نثار تھے تو ادھر حبیبۂ رسولؐ کے پدر بزرگوار بھی تھے گویا دو چند ذمہ داری حضرت صدیق رضہ نے محسوس کی۔ باپ اپنی بیٹی کی سرزنش کے لئے آگے بڑھا اور طیش میں کہہ جا:۔

" ہائیں! تو رسول اللہ کے سامنے آواز اونچی کرتی ہے۔"

اور ہاتھ بھی بلند کر دیا۔ مگر بیٹی اپنے غضب ناک باپ کی سرزنش سے صاف بچ نکلی کس نے بچا لیا۔ حقوقِ نسواں کے مبلغ اعظم بیچ میں حائل ہو گئے تھے۔

صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

جناب صدیق رضہ کے غیظ و غضب کا پارہ کتنی ہی بلندی پر کیوں نہ چڑھ گیا ہو جس فعل میں ان کے رفیق و حبیب رسول اللہ حائل و مانع ہوں اس کی تکمیل کی انہیں کب جرأت ہو سکتی تھی، غضب پر ادب غالب آیا اور حضرت صدیق والا مقام واپس لوٹ گئے۔ یوں میاں بیوی کی جنگ ایک تیسرے فریق کے بیچ میں آنے سے ختم ہو گئی۔ حضورؐ نے فرمایا ہو گا:۔ "کیوں حمیرا! میں نے بچا لیا ورنہ ابا اچھی طرح خبر لے ڈالتے۔"

سیدہ حمیرا کھل کھلا کر ہنس دی ہوں گی اور رحمتِ عالمؐ کا قلب مبارک بھی وفورِ مسرت سے لبریز ہو گیا ہو گا کہ دیکھو میرا مشن اللہ کے فضل و کرم سے کس قدر کامیاب ہو رہا ہے۔ یہ صنفِ ضعیف اپنی "خودی" کو پہچانتی جا رہی ہے خود کیسے بھی معاف نہیں کرتی۔

جناب صدیق رضہ چند روز بعد پھر کاشانۂ نبوت پر حاضر

ہوئے تو آج رنگ دوسرا تھا۔ مثالی شوہر اور معیاری بیوی آج حسبِ معمول خوش مزاجی کی حالت میں تھے۔

جناب صدیقہ رضؓ کے دل کی کلی کھل اٹھی اور عرض کیا: "میں نے جنگ میں دخل دیا تھا اور اب صلح میں بھی شریک کیجیئے۔" سرکار مسکرا دیئے اور فرمانے لگے: "ہاں ہاں! ضرور۔"

سرکار نے صحابہ رضؓ کو اپنی بیویوں کے حقوق ادا کرنے پر جس طرح بار بار متوجہ فرمایا تھا اس کے نتیجہ میں چند سال کے اندر اندر صنفِ ضعیف کو جو آزادی حاصل ہو گئی تھی اس کا اندازہ بھی آستانۂ نبوی کے ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے — حضورؐ کی ازواجِ مطہرات کو حضورؐ سے بربنائے بشریت کبھی کبھی عارضی طور پہ کچھ شکوہ بھی ہو جاتا تھا۔ ممکن ہے اس رنج و شکوے کی کوئی حقیقت اور احساس ہوتی ہی نہ ہو اور "ناز" کا ایک انداز ہی ہوتا ہو۔ بہرحال ازواجِ مطہرات کبھی کبھی اپنے شکوے کا اظہار حضورؐ سے فرمایا کرتی تھیں، یہ اظہار کس شان سے ہوتا تھا یہ بھی سننے کی چیز ہے یہ بھی حضورؐ کی کامل و ہمہ جہتی تربیت کا ایک شاہکار ہے۔ اس اندازِ شکایت کی مثال خود سرکار ہی کی زبان مبارک سے سنیئے۔ آپؐ نے ایک بار حضرت عائشہ سے فرمایا "تم مجھ سے برہم ہو جاتی ہو تو میں سمجھ جاتا ہوں"۔ جناب عائشہؓ نے دریافت کیا "وہ کیسے؟" "جب تم مجھ سے خوش رہتی ہو اور کسی بات پر قسم کھانی ہوتی ہے تو محمدؐ کے خدا کی قسم کہتی ہو اور جب مجھ سے خوش نہیں ہوتیں تو "ابراہیمؑ کے خدا کی قسم" کہتی ہو۔

حبیبۂ رسولؐ نے عرض کیا۔

"جی ہاں! یارسول اللہ (میں ناخوشی میں) صرف آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں۔

سنا آپ نے! اب بیوی ناخوش ہونا بھی جان گئی ہے۔ اور اس ناخوشی کے برملا اظہار کی جرأت بھی اس میں پیدا ہو گئی ہے۔ کیا آپ کو اس پر کوئی حیرت نہیں ہو رہی ہے اگر چھٹی صدی عیسوی میں پوری دنیا کی اخلاقی و معاشرتی حالت آپ کے سامنے ہے اور اس دور کے عرب کی عورت کی حالتِ زار کا نقشہ آپ بھول نہیں گئے تو آپ کو حیرت کی کوئی حد نہیں ہوگی۔

حضرت عائشہ رضؓ کے اور حضورؐ کے سن میں بہت فرق تھا۔ ایک ذہین اور طباع اور کم سن لڑکی کا مزاج۔ مذاق۔ رنگ، طبیعت، اندازِ فکر۔ دلچسپیاں۔ غرض ہر ایک چیز ایک پختہ عمر سنجیدہ متین۔ ثقہ اور ذمہ دار مرد سے مختلف ہونی ہی چاہیئے اور پھر مرد "سرکار" کا سا۔ جن کے دوش پر ساری دنیا کی قیادت کا بار تھا۔ جن کے دل میں ساری انسانیت کی اصلاح کا جذبہ تھا۔ جن کے ذہن میں عالم کے ایک نئے اور عظیم تر انقلاب کے منصوبے پرورش پا رہے تھے۔ جن کو شوق تھا آدمی کو انسان بنانے کا۔ جن کو فکر تھی نئے خطوط پہ معاشرہ کی تشکیل جدید کی۔ مختصر یہ کہ آنحضرتؐ کی دلچسپیاں حضرت عائشہ رضؓ کی دلچسپیوں سے جدا نوعیت کی تھیں یا یوں کہیئے کہ ان کے مزاجوں میں اتنا ہی بُعد تھا جتنا بڑھاپے اور جوانی میں بُعد ہوتا ہے۔ لیکن دوسروں کے جذبات کا پاس کرنا بھی تو آپ سکھانا چاہتے تھے دوسرے کی جائز خواہشوں کو حتی الامکان پورا کرنا بھی آپ ضروری سمجھتے تھے۔

عید کا دن تھا چند حبشی باشندے حرمِ نبوی کے قریب ایک تماشا دکھا رہے تھے تقاضائے عمر جناب صدیقہ رضؓ نے یہ تماشا دیکھنے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ سرکار دروازے میں کھڑے ہو گئے اور حضرت اُم المؤمنینؓ حضورؐ کے دوشِ مبارک پر ٹھوڑی رکھ کر تماشا دیکھنے لگیں اور دیر تک دیکھتی رہیں۔ ایک بار دریافت فرمایا: "کیوں حمیرا! جی نہیں بھرا"

حبیبۂ رسول نے بے تکلف انکار فرما دیا۔ "ابھی نہیں بھرا۔"

چنانچہ آپ یونہی کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ خود جناب صدیقہؓ تھک کر ہٹ گئیں۔

ازدواج کے ابتدائی زمانے میں تو آستانۂ نبوی میں جناب صدیقہ کی بہت ہی کم سن سہیلیاں جمع ہو جایا کرتی تھیں سرکار اندر تشریف لاتے تو وہ بھاگ جاتیں مگر آپ ان کو بلا لیا کرتے۔

ابتدائی زمانے میں ہی حضرت صدیقہ رضؓ گڑیاں تک کھیلا کرتی تھیں آپ نہ صرف اس کھیل میں حارج و مانع نہیں ہوتے تھے بلکہ کبھی کبھی کسی کھلونے کے متعلق بھی کوئی سوال فرمالیا کرتے تھے اور بھولے پن کا کوئی جواب سن کر مسکرا دیتے۔ (بشکریہ فکر و نظر)

* * * * * *

بشکریہ مولانا احمد گل صاحب لاہور

بلا تبصرہ

اُمتِ محمدیہؐ یا اُمتِ مسلمہ

"امتِ مسلمہ ایک وسیع اور عالمگیر ادارہ ہے۔ بچے سے لے کر بوڑھے تک ہر مسلمان اس کا رکن ہے ہر رکن کو اس ادارہ میں برابر کی حیثیت حاصل ہے ہو سکتا ہے کہ ایک ان پڑھ اور نادار شخص جو ظاہر بین آنکھ کو حقیر نظر آتا ہے کل جہاد کے موقع پر کوئی ایسی خدمت انجام دے جائے جو بڑے بڑے عہدہ دار کے حصے میں بھی نہ آئی ہو۔ دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک سب مسلمان اُمتِ مسلمہ کے رکن ہیں۔ اس رکنیت کے لئے کوئی اسمی فارم بھرنے یا چندہ جمع کرنے کی حاجت نہیں صرف اسی قدر کافی ہے کہ آدمی زبان سے کلمۂ شہادت ادا کرے۔

ہر وہ بچہ بھی امتِ مسلمہ کا فرد ہوتا ہے جو اس امت میں پیدا ہوا اگرچہ غیر مسلموں کے بچے بھی اسوقت تک مسلمان ہوتے ہیں جب تک ان کے والدین انہیں غیر مسلم نہ بنا دیں لیکن فقہی نقطۂ نگاہ سے انہیں امت کے افراد شمار نہیں کیا جا سکتا۔ کلمۂ شہادت انسان کو امتِ مسلمہ کی رکنیت میں فوراً داخل کر دیتا ہے بشرطیکہ وہ کسی اسلامی عقیدہ سے انکار نہ کرے ہم کسی کا سینہ چیر کر اس کی نیت کا بھید نہیں کھول سکتے اس لئے اگر کوئی شخص دھوکے کو مسلمان بن جائے تو ہمارے لئے یہ فیصلہ کرنا ناممکن ہے کہ وہ منافق ہے۔ اسے اس وقت تک دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھا جا سکتا جب تک کہ وہ اعلاناً اسلام کے کسی بنیادی عقیدہ کا منکر نہ ہو جائے۔ ایسے شخص کے اعمال بہت فاسقانہ بھی ہوں تو زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس کے اعمال منافقوں کے سے ہیں۔ اس پر منافقت کا حکم نہیں لگ سکتا۔ اس کی بداعمالیوں سے بیزاری اور لاتعلقی کا اظہار ہو سکتا ہے لیکن اس کی ذات سے بیزاری اور لاتعلقی کا اعلان نہیں ہو سکتا۔ اسے امتِ مسلمہ کے حقوق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔

ایک صحابی حضرت مقداد بن الاسود نے جنابِ رسالت مآبؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر میدانِ جنگ میں کسی کافر سے میرا سامنا ہو جائے تو وہ تلوار کے وار سے میرا ہاتھ کاٹ ڈالے۔ پھر کسی درخت کی اوٹ میں ہو کر کہہ ڈالے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں تو کیا اسے قتل کر سکتا ہوں؟ حضورؐ نے فرمایا اسے مت مارو۔ صحابی نے عرض کی کہ جناب اس نے پہلے میرا ہاتھ کاٹا اور پھر اسلام کا اظہار کیا۔ کیا اسے قتل نہ کردوں؟ حضورؐ نے فرمایا اسے قتل نہ کرو۔ اگر تو نے اسے قتل کر دیا تو اس کے قتل سے پہلے جو تیری منزلت تھی وہ اس کی ہو جائے گی اور اس (کے کفر) کا درجہ تجھے مل جائے گا۔ (مسلم کتاب الایمان)

حضرت اسامہ بن زید رضؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر میں روانہ کیا۔ فرمایا۔ ہم دشمن قبیلہ پر حملہ آور ہوئے۔ میں ایک شخص کے سر پہ پہنچا تو اس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا تاہم میں نے اسے برچھی ماری لیکن میرے دل میں شبہ بیٹھ گیا میں نے نبی کریمؐ سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا۔

"کیا اسکے لا الٰہ الا اللہ کہنے کے باوجود تو نے اسے مار دیا؟" میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اس نے محض اسلحہ کے خوف سے کلمہ پڑھا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ اس کے دل سے آواز اٹھی تھی یا نہیں۔ حضورؐ نے یہ فقرہ بار بار دہرایا۔ میری یہ حالت ہو گئی کہ میں نے چاہا کاش میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا۔" (مسلم کتاب الایمان)

ماخوذ از اسلامی نظامِ حیات

مصنفہ شیخ محمد اقبال۔ ایم اے (عربی) ایم اے (اسلامیات)

"تم مجھے چھ چیزوں پر عمل کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

۱۔ بولو تو سچ بولو (۲) عہد کرو تو وفا کرو (۳) بدکاری سے بچو (۴) بدنظری سے بچو

۵۔ کسی پر ظلم و زیادتی نہ کرو۔ (۶) امانت میں پورے اترو۔"

(حدیثِ نبویؐ)

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اُجلا نِکلا

قرآن کامل ہدایت نامہ ہے اس میں کچھ منسوخ نہیں۔ یہ ایک زبردست طاقت اپنے اندر رکھتا ہے اور دنیا کو فتح کرے گا ہمارا کام صرف اسے دنیا میں پہنچا دینا ہے۔

واقعات پر غور کیجئے۔ مخالفت کے زبردست طوفان کے اندر ایک چھوٹی سی جماعت قرآن کریم کی اشاعت کے لئے کھڑی ہو گئی۔ اور خدا تعالیٰ کی نصرت کو دیکھو کہ آپ کے جو ارادے تھے کہ دین دنیا میں غالب ہو اور قرآن کریم کا نور ساری دنیا کو روشن کرے اس کی تکمیل کے سامان اسی زبردست مخالفت کے اندر کر دیئے اور اس کام کی بنیادوں کو مضبوط کر دیا۔

اب میں آپ کو آپ کی ذمہ داری کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کی آویزش کو کبھی ایک جنگ ہی قرار دیا ہے مگر کیا آپ کے دل کبھی محسوس کرتے ہیں کہ ہم ایک جنگ میں مشغول ہیں، ہمارے امامؑ نے اسے ایک جہاد قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلعم نے اسے سب سے بڑا جہاد قرار دیا ہے وجاھدھم بہٖ جہاداً کبیراً مگر کیا آپ کے دل یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم ایک جہاد میں مصروف ہیں جس کی غرض یہ ہے کہ حق کی فتح ہو اور باطل کی شکست ہو میں یہ نہیں کہتا کہ سب کی حالت یکساں ہے آپ میں وہ لوگ بھی ہیں جن کے دلوں کے اندر یہ احساس ہے جنہوں نے اپنی زندگیاں خدا کے سامنے پیش کر دی ہیں جنہوں نے اپنے مال خدا کے سامنے پیش کر دیئے ہیں جنہوں نے اپنے اوقات خدا کے سامنے پیش کر دیے ہیں جن کے دلوں سے ہر وقت یہ آہ نکلتی ہے کہ اے خدا تو اپنے قرآن کو دنیا میں پہنچانے کے اور اپنے دین کو دنیا میں پھیلانے کے اور غالب کرنے کے رستے ہمارے لئے کھول دے جن کے اندر یہ حرکت بھی موجود ہے کہ وہ دوسروں کو بھی اس جہاد میں شامل ہونے کی ترغیب دیں اور خدا کی راہ میں لڑنے والی فوج کو قوت پہنچائیں مگر آپ میں ہاں ان لوگوں میں جنہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا عہد کیا۔ وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے امام کو زبان سے قبول کیا مگر جو کام امام نے ان کے سپرد کیا تھا اس کے لئے وہ ہاتھ نہیں ہلاتے پیسہ خرچ نہیں کرتے۔ گویا ان کے دلوں میں یہ آرزو ہی پیدا نہیں ہوتی کہ خدا کا نام دنیا میں بلند ہو، خدا کا کلام دنیا میں پہنچے۔ خدا کا دین دنیا میں غالب ہو آج دنیا کی وہ حالت ہے کہ ایک چپہ زمین کی حفاظت کے لئے لاشوں کے پہاڑ بن جاتے ہیں۔ خون کی نہریں بہہ جاتی ہیں۔ کیا ہم میں اس دین حق کی حفاظت کے لئے یہی جذبہ موجود ہے؟ اس جماعت میں وہ لوگ بھی ہیں جو احمدی کہلاتے ہیں اور اپنا حق لینے وقت ان کا قدم سب سے آگے ہوتا ہے لیکن خدا کے حق کی پرواہ نہیں کرتے۔ میں آج ان کو صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ کوئی مرد ہو یا عورت یا بالغ لڑکا یا لڑکی ہو جو اپنے مال میں سے اس دینی جہاد میں کچھ صرف نہیں کرتا، نہیں اس سے بڑھ کر یہ کہ حسب حیثیت صرف نہیں کرتا اور پھر اسے ماہوار اور باقاعدہ ادا نہیں کرتا۔ وہ اپنے آپ کو بھی دھوکا دے رہا ہے اور اپنی جماعت کو بھی دھوکا دے رہا ہے۔ نہیں ایک قدم اور اٹھایئے جس طرح سات سال کی عمر سے بچوں کو نماز کی عادت ڈالنے کا حکم ہے سات سال کی عمر سے انہیں دینی جہاد کی عادت ڈالیئے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کے کھلونوں پر امرا کے گھروں میں سینکڑوں روپے برباد ہوتے ہیں مگر اپنے بچے سے چند پیسے خدا کی راہ میں دینے کو وہ ایک مصیبت سمجھتے ہیں۔ آیئے ہم سب مل کر قسم کھالیں کہ اپنی کمائی میں سے، اپنی ماہوار آمدنی میں سے سولہواں حصہ اس دینی جہاد میں لگا دیں گے۔ اور باقی پندرہ حصے میں اپنے دنیا کے کام چلائیں گے۔ تو نہ صرف ہماری موجودہ مشکلات ختم ہو جائیں گی بلکہ ہم آج کام کو دگنا نہیں بلکہ تگنا چوگنا کر سکیں گے۔

یہ میں مبالغہ کے طور پر نہیں کہہ رہا بلکہ یہ حقیقت ہے کہ جب بھی انسان ایک قدم اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نصرت کے لئے دو قدم اٹھاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ انسان ایک قدم خدا کی طرف چل کر آئے تو خدا اس کی طرف دو قدم چل کر آتا ہے اور اگر وہ اس کی طرف چلتا ہوا آئے تو خدا اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ انسان کے دل میں جب خدا تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور وہ اس محبت کے جذبہ سے سرشار ہو کر ایک قدم اٹھاتا ہے تو خدا اس فعل کو برکت دیتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کا نمونہ

نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کوئی مالدار لوگوں کا گروہ نہ تھے۔ وہ لکھ پتی نہ تھے۔ بیشتر حصہ فقراء کا تھا۔ مگر جب خدا کی محبت دلوں میں گھر کر گئی تو ان کی حالت یہ تھی کہ بازار جا کر مزدوری کے چند پیسے لاتے تو کچھ اپنا پیٹ بھرتے کچھ خدا کی راہ میں خرچ کر دیتے اور جن کے پاس کچھ نہ ہوتا ان کو اس قدر صدمہ ہوتا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے الا یجدوا ما ینفقون وہ اس لئے نہیں روتے تھے کہ ان کو اپنے پیٹ میں ڈالنے کے لئے کچھ نہیں ملتا۔ نہ اس لئے روتے تھے جیسے ہم میں سے بعض تہجد گزار روتے تھے کہ خدا ہمارے سینکڑوں کو ہزاروں اور ہزاروں کو لاکھوں اور لاکھوں کو کروڑوں بنا۔ بلکہ اس لئے روتے تھے کہ خدا کے رستے میں خرچ کرنے کو کچھ نہیں ملتا۔ مگر ان کی قربانی کا نتیجہ کیا ہوا کہ وہ دنیا کے بادشاہ بن گئے۔ رہنما بھی بن گئے کیا اس محبت الٰہی کا کوئی ثمرہ ہمارے دلوں میں بھی ہے اگر ہے تو اپنی آنکھوں سے کسی وقت اس لئے بھی آنسو بہاؤ کہ خدایا تیرا دین مصیبت میں ہے تو نے جس قرآن کو ساری دنیا میں پہنچانے کے لئے بھیجا تھا اور اس کا نام ذکراً للعالمین رکھا تھا وہ ہمارے گھروں میں بند پڑا ہے اور دوسروں تک پہنچانا تو ایک طرف ہمارے اپنے دلوں میں بھی نہیں اترتا تو ہمارے دلوں میں وہ قوت پیدا کر دے کہ خود بھی اس کے احکام پر چلیں اور ساری دنیا میں بھی اسے پہنچا دیں تو نے جس رسول کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تھا۔ اس کے نقش قدم پر نہ ہم خود چل رہے ہیں نہ اس کی صحیح تصویر دنیا کو دکھانے کے لئے ہاتھ ہلاتے یا مال خرچ کرتے ہیں تو ہمارے دلوں میں اپنے رسول پاکؐ کی وہ محبت پیدا کر دے کہ ہم خود بھی دیوانہ وار اس کے پیچھے چلنے والے ہوں اور دیوانہ وار اس کا حسن دنیا کو بھی دکھانے والے ہو جائیں یاد رکھیئے اللہ تعالیٰ کی نصرت آپ کے ساتھ صرف ان قربانیوں کی وجہ سے ہے جو آپ میں سے کچھ لوگ خدا کی راہ میں کر رہے ہیں۔ ورنہ یہ آپ کی چھوٹی سی جماعت اور دنیا میں یہ اس کا کام کہ یورپ اور امریکہ میں ہزار ہا کی تعداد میں احمدی ہو گئے قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کی سیرت کو ان ملکوں میں پہنچا دیا جہاں یہ اب تک نہ پہنچا تھا کفر کے مرکزوں میں مسجدیں بنا دیں اور وہاں سے نہ صرف اللہ اکبر کی آوازیں بلند ہوتی ہیں بلکہ وہ تبلیغ دین کے مرکز بھی ہیں جہاں سے خدا کے کلام اور اس کے رسولؐ کا نور دنیا میں پھیل رہا ہے۔ اگر اس جذبہ محبت سے ساری جماعت کے قلوب سرشار ہو جائیں جو اس وقت چند دلوں میں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی نصرت کے دروازے بھی ایسے کھل جائیں کہ ایک طرف آپ کے دل باغ باغ ہو جائیں تو دوسری طرف دنیا بھر کے مسلمانوں میں ایک خوشی کی لہر دوڑ جائے۔

* * * * *

چند باتیں

یہ چند باتیں یاد رکھیں اور روزانہ ان کو اپنے سامنے لائیں۔

۱۔ اگر آپ اب تک اپنی ماہوار آمدنی سے سولہواں حصہ دینی جہاد کے لئے نہیں دے رہے تو آپ اپنی جماعت سے اور حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ سے بیوفائی کر رہے ہیں۔

۲۔ آپ کی اولاد میں سے جو کچھ کماتے ہیں ان کو اسی طرح جہاد میں شامل کرنا آپ کا فرض ہے۔

۳۔ چھوٹے بچوں کی تربیت اس رنگ میں کریں کہ وہ سات سال کی عمر سے نماز کے بھی عادی ہوں اور کچھ اپنے ہاتھ سے اس دینی جہاد میں بھی خرچ کرنے کے عادی ہوں۔

۴۔ جماعت کے لئے نمونہ بنیں اور دسواں حصہ آمد کا ماہوار دیکر سابقون میں داخل ہوں۔

۵۔ اپنے حلقۂ اثر میں دوسروں سے بیرونی مشنوں کے لئے امداد کی اپیل کریں۔

۶۔ اپنے اخباروں اور رسالوں کو دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کریں۔

۷۔ ہر گھر میں روزانہ تلاوتِ قرآن ہو۔

۸۔ ہر جماعت میں درس قرآن کریم کا انتظام ہو۔

(حضرت مولانا محمد علیؒ)

* * *

استجابتِ دعا کی حقیقت پر

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کی ایک بصیرت افروز تحریر

اکثر لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ تدبیر کی موجودگی میں دعا کی کیا ضرورت ہے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

سو ایسے صاحبوں کو واضح رہے کہ قانونِ قدرت اور صحیفۂ فطرت پر نظر ڈالنے سے ان تمام اوہام کا بڑی صفائی سے جواب ملتا ہے خدا کا قانونِ قدرت جو ہماری نظر کے سامنے ہے ہمیں بتلا رہا ہے کہ سلسلۂ تدابیر اور معالجات کا طلب اور استدعا سے وابستہ ہے۔ یعنی جب ہم فکر کے ذریعہ سے یا کسی اور طریق جستجو کے ذریعہ سے کسی تدبیر اور علاج کو طلب کرتے ہیں یا اگر ہم طلب کرنے میں احسن طریق کا ملکہ نہ رکھتے ہوں یا اگر اس میں کامل نہ ہوں تو مثلاً اس غور اور فکر کے لئے کسی ڈاکٹر کو منتخب کرتے ہیں اور وہ ہمارے لئے اپنی فکر اور غور کے وسیلہ سے کوئی احسن طریق ہماری شفا کا سوچتا ہے تب اس کو قانونِ قدرت کی حد کے اندر کوئی طریق سوجھ جاتا ہے جو کسی درجہ تک ہمارے لئے مفید ہوتا ہے۔ سو وہ طریق جو ذہن میں آتا ہے وہ درحقیقت اس خوض اور غور اور فکر اور توجہ کا نتیجہ ہوتا ہے جس کو ہم دوسرے لفظوں میں دعا کہہ سکتے ہیں کیونکہ فکر اور غور کے وقت جبکہ ہم ایک مخفی امر کی تلاش میں نہایت عمیق دریا میں اتر کر ہاتھ پیر مارتے ہیں تو ہم ایسی حالت میں بزبانِ حال اس اعلیٰ طاقت سے فیض طلب کرتے ہیں جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں غرض جبکہ ہماری روح ایک چیز کے طلب کرنے میں بڑی سرگرمی اور سوز و گداز کے ساتھ مبدءِ فیض کی طرف ہاتھ پھیلاتی ہے اور اپنے تئیں عاجز پا کر فکر کے ذریعہ سے کسی اور جگہ سے روشنی ڈھونڈتی ہے تو درحقیقت ہماری وہ حالت بھی دعا کی ایک حالت ہوتی ہے اسی دعا کے ذریعہ سے دنیا کی کل حکمتیں ظاہر ہوئی ہیں اور ہر ایک بیت العلم کی کنجی دعا ہی ہے اور کوئی علم اور معرفت کا دقیقہ نہیں جو بغیر اس کے ظہور میں آیا ہو ہمارا سوچنا ہمارا فکر کرنا اور ہمارا طلبِ امرِ مخفی کے لئے خیال کو دوڑانا یہ سب امور دعا ہی میں داخل ہیں صرف فرق یہ ہے کہ عارفوں کی دعا آداب معرفت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔ اور ان کی روح مبدءِ فیض کو شناخت کر کے بصیرت کے ساتھ اس کی طرف ہاتھ پھیلاتی ہے۔ اور محجوبوں کی دعا صرف ایک سرگردانی ہے جو فکر اور غور اور طلب اسباب کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے وہ لوگ جن کو خدا تعالیٰ سے ربط معرفت نہیں اور نہ اس پر یقین ہے وہ بھی فکر اور غور کے وسیلہ سے یہی چاہتے ہیں کہ غیب سے کوئی کامیابی کی بات ان کے دل میں پڑ جائے اور ایک عارف دعا کرنے والا بھی اپنے خدا سے یہی چاہتا ہے کہ کامیابی کی راہ اس پر کھلے۔ لیکن محجوب جو خدا تعالیٰ سے ربط نہیں رکھتا وہ مبدءِ فیض کو نہیں جانتا اور عارف کی طرح اس کی طبیعت بھی سرگردانی کے وقت ایک اور جگہ سے مدد چاہتی ہے۔ اور اسی مدد کے پانے کے لئے وہ فکر کرتا ہے مگر عارف اس مبدء کو دیکھتا ہے اور یہ تاریکی میں چلتا ہے اور نہیں جانتا کہ جو کچھ فکر اور خوض کے بعد بھی دل میں پڑتا ہے وہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ متفکر کے فکر کو بطورِ دعا قرار دے کر بطورِ قبولِ دعا اس علم کو فکر کرنیوالے کے دل میں ڈالتا ہے۔ غرض جو حکمت اور معرفت کا نکتہ فکر کے ذریعہ سے دل میں پڑتا ہے وہ بھی خدا سے ہی آتا ہے۔ اور فکر کرنے والا اگرچہ نہ سمجھے مگر خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ مجھ سے ہی مانگ رہا ہے سو آخر وہ خدا سے اس مطلب کو پاتا ہے اور جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے یہ طریق طلب روشنی اگر علیٰ وجہ البصیرت اور ہادیِ حقیقی کی شناخت کے ساتھ ہو تو یہ عارفانہ دعا ہے اور اگر صرف فکر اور خوض کے ذریعہ سے یہ روشنی لا معلوم مبدء سے طلب کی جائے اور ہادیِ حقیقی کی ذات پر کامل نظر نہ ہو تو وہ محجوبانہ دعا ہے۔

دعا اور تدبیر میں تناقض

اب اس تحقیق سے تو یہی ثابت ہوا کہ تدبیر کے پیدا ہونے سے پہلے مرتبہ دعا کا ہے۔ جس کو قانونِ قدرت نے ہر ایک بشر کے لئے ایک امر لابدی اور ضروری ٹھہرا رکھا ہے۔ اور ہر ایک طالبِ مقصود کو طبعاً اس پل پر سے گذرنا پڑتا ہے پھر جائے شرم ہے کہ کوئی ایسا خیال کرے کہ دعا اور تدبیر میں کوئی تناقض ہے دعا کرنے سے کیا مطلب ہوتا ہے۔ یہی تو ہوتا ہے کہ وہ عالم الغیب جس کو دقیق در دقیق تدبیریں معلوم ہیں کوئی احسن تدبیر دل میں ڈالے یا بوجہ خالقیت اور قدرت اپنی طرف سے پیدا کرے پھر دعا اور تدبیر میں تناقض کیونکر ہوا؟

علاوہ اس کے جیسا کہ تدبیر اور دعا کا باہمی رشتہ قانونِ قدرت کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے ایسا ہی صحیفۂ فطرت کی گواہی سے بھی یہی ثبوت ملتا ہے جیسا کہ دیکھا جاتا ہے کہ انسانی طبائع کسی مصیبت کے وقت جس طرح تدبیر اور علاج کی طرف مشغول ہوتی ہیں ایسا ہی طبعی جوش سے دعا اور صدقہ اور خیرات کی طرف جھک جاتی ہیں اگر دنیا کی تمام قوموں پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کسی قوم کا کانشنس اس متفق علیہا مسئلہ کے برخلاف ظاہر نہیں ہوا پس یہی ایک روحانی دلیل اس بات پر ہے کہ انسان کی شریعتِ باطنی نے بھی قدیم سے تمام قوموں کو یہی فتویٰ دیا ہے کہ وہ دعا کو اسباب اور تدابیر سے الگ نہ کریں بلکہ دعا کے ذریعہ سے تدابیر کو تلاش کریں غرض دعا اور تدبیر انسانی طبیعت کے دو طبعی تقاضے ہیں کہ جو قدیم سے اور جب سے کہ انسان پیدا ہوا ہے دو حقیقی بھائیوں کی طرح انسانی فطرت کے خادم چلے آئے ہیں۔ اور تدبیر دعا کے لئے بطور نتیجہ ضروریہ کے اور دعا تدبیر کے لئے بطور محرک اور جاذب کے ہے اور انسان کی سعادت اسی میں ہے کہ وہ تدبیر کرنے سے پہلے دعا کے ساتھ مبدءِ فیض سے مدد طلب کرے تا اس چشمۂ لا زوال سے روشنی پا کر عمدہ تدبیریں میسر آ سکیں۔"

(ہاں) استجابتِ دعا کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جو کچھ دعا میں مانگا گیا ہے وہ دیا جائے کیونکہ اگر استجابتِ دعا کے یہی معنے ہوں کہ وہ سوال بہرحال پورا کر دیا جائے تو دو مشکلیں پیش آتی ہیں اوّل یہ کہ ہزاروں دعائیں نہایت عاجزی اور اضطراری سے کی جاتی ہیں مگر سوال پورا نہیں ہوتا جس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ دعا قبول نہیں ہوئی حالانکہ خدا نے استجابتِ دعا کا وعدہ کیا ہے۔ دوسری یہ کہ جو امور ہونے والے ہیں وہ مقدر ہیں اور نہیں ہونے والے وہ بھی مقدر ہیں ان مقدرات کے برخلاف ہرگز نہیں ہو سکتا پس اگر استجابتِ دعا کے معنے سوال کا پورا کرنا قرار دیئے جائیں تو خدا کا یہ وعدہ کہ ادعونی استجب لکم ان سوالوں پر جن کا ہونا مقدر نہیں ہے صادق نہیں آ سکتا یعنی ان معنوں کے رُو سے یہ عام وعدہ استجابتِ دعا کا باطل ٹھہرے گا کیونکہ سوالوں کا وہی حصہ پورا کیا جاتا ہے جس کا پورا کیا جانا مقدر ہے لیکن استجابتِ دعا کا وعدہ عام ہے جس میں کوئی بھی استثنا نہیں پھر جس حالت میں بعض آیتیں ظاہر کر رہی ہیں کہ جن چیزوں کا دیا جانا مقدر نہیں وہ ہرگز دی نہیں جاتیں اور بعض آیتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی دعا رد نہیں ہوتی اور سب کی سب قبول کی جاتی ہیں اور نہ صرف اسی قدر بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمام دعاؤں کے قبول کرنے کا وعدہ کر لیا ہے جیسا کہ آیت ادعونی استجب لکم سے ظاہر ہے پھر اس تناقض اور تعارض آیات سے بجز اس کے کیونکر خلاصی حاصل ہو کہ استجابتِ دعا سے عبادت کا قبول کرنا مراد لیا جائے یعنی یہ معنے کئے جائیں کہ دعا ایک عبادت ہے اور جب وہ دل سے اور خشوع و خضوع سے کی جائے تو اس کے قبول کرنے کا خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ پس استجابتِ دعا کی حقیقت بجز اس کے کچھ اور نہیں کہ وہ دعا ایک عبادت متصور ہو کر اس پر ثواب مترتب ہوتا ہے ہاں اگر مقدر میں ایک چیز کا ملنا ہے اور اتفاقاً اس کے لئے دعا بھی کی گئی تو وہ چیز مل جاتی ہے مگر نہ دعا سے بلکہ اس کا ملنا مقدر تھا اور دعا میں بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب دعا کرنے کے وقت خدا کی عظمت اور بے انتہا قدرت کا خیال اپنے دل میں جمایا جاتا ہے تو وہ خیال حرکت میں آ کر ان تمام خیالات پر جن سے اضطرار پیدا ہوا ہے غالب ہو جاتا ہے اور انسان میں صبر اور استقلال پیدا ہو جاتا ہے اور ایسی کیفیت کا دل میں پیدا ہو جانا لازمہ عبادت ہے اور یہی دعا کا مستجاب ہونا ہے۔

⁂

ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ کی بے نظیر تفسیر

الٓمّٓ ذالک الکتاب لا ریب فیہ ھدًی للمتقین ○ الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ و مما رزقنٰھم ینفقون ○ والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاٰخرۃ ھم یوقنون اولٰئک علیٰ ھدًی من ربھم واولٰئک ھم المفلحون ○

ترجمہ :۔ یہ کتاب جو شکوک و شبہات سے پاک ہے متقیوں کے لئے تامہ ہدایت ہے اور متقی وہ لوگ ہیں جو خدا پر (جس کی ذات مخفی در مخفی ہے) ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور اپنے مالوں میں سے خدا کی راہ میں کچھ دیتے اور اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو تیرے پر نازل ہوئی۔ اور نیز ان کتابوں پر ایمان لاتے ہیں جو تجھ سے پہلے نازل ہوئیں وہی لوگ خدا کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی ہیں جو نجات پائیں گے۔

ان آیات میں جو معرفت کا نکتہ مخفی ہے وہ یہ ہے کہ آیات مندرجہ بالا میں خداتعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ الٓمّٓ ذالک الکتاب لا ریب فیہ ھدًی للمتقین۔ یعنی یہ وہ کتاب ہے جو خداتعالیٰ کے علم سے ظہور پذیر ہوئی ہے اور چونکہ اس کا علم جہل اور نسیان سے پاک ہے اس لئے یہ کتاب ہر ایک شک و شبہ سے خالی ہے اور چونکہ خداتعالیٰ کا علم انسانوں کی تکمیل کے لئے اپنے اندر ایک کامل طاقت رکھتا ہے اس لئے یہ کتاب متقین کے لئے ایک کامل ہدایت ہے اور ان کو اس مقام تک پہنچاتی ہے جو انسانی فطرت کی ترقیات کے لئے آخری مقام ہے اور خدا ان آیات میں فرماتا ہے کہ متقی وہ ہیں کہ جو پوشیدہ خدا پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور اپنے مالوں میں سے کچھ خدا کی راہ میں دیتے ہیں اور قرآن شریف اور پہلی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں وہی ہدایت کے سر پر ہیں اور وہی نجات پائیں گے۔ ان آیات سے یہ تو معلوم ہوا کہ نجات بغیر نبی کریم پر ایمان لانے اور اس کی ہدایات نماز وغیرہ کے بجا لانے کے نہیں مل سکتی اور جھوٹے ہیں وہ لوگ جو نبی کریم کا دامن چھوڑ کر محض خشک توحید سے نجات ڈھونڈتے ہیں مگر یہ عقدہ قابل حل رہا کہ جبکہ وہ لوگ ایسے راست باز ہیں کہ پوشیدہ خدا پر ایمان لاتے اور نماز بھی ادا کرتے اور روزہ بھی رکھتے ہیں اور اپنے مالوں میں سے خدا کے راہ میں کچھ دیتے ہیں اور قرآن شریف اور پہلی کتابوں پر ایمان بھی رکھتے ہیں تو پھر یہ فرمانا کہ ھدًی للمتقین یعنی ان کو یہ کتاب ہدایت دے گی اس کے کیا معنی ہیں وہ تو ان سب باتوں کو بجا لا کر پہلے ہی سے ہدایت یافتہ ہیں اور حاصل شدہ کو حاصل کرانا یہ تو ایک امر عبث معلوم ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ لوگ باوجود ایمان اور عمل صالح کے کامل استقامت اور کامل ترقی کے محتاج ہیں جس کی راہنمائی صرف خدا ہی کرتا ہے انسانی کوشش کا اس میں دخل نہیں استقامت سے مراد یہ ہے کہ ایسا ایمان دل میں رچ جائے کہ کسی ابتلاء کے وقت ٹھوکر نہ کھا دیں اور ایسے طرز اور ایسے طور پر اعمال صالح صادر ہوں کہ ان میں لذت پیدا ہو۔ اور مشقت اور تلخی محسوس نہ ہو اور ان کے بغیر جی ہی نہ سکیں گویا وہ اعمال روح کی غذا ہو جائیں اور اس کی روٹی بن جائیں۔ اور اس کا آب شیریں بن جائیں کہ بغیر اس کے زندہ نہ رہ سکیں غرض استقامت کے بارے میں ایسے حالات پیدا ہو جائیں جن کو انسان محض اپنی سعی سے پیدا نہیں کر سکتا بلکہ جیسا کہ روح کا خدا کی طرف فیضان ہوتا ہے وہ فوق العادت استقامت بھی خدا کی طرف سے پیدا ہو جاتی ہے۔

ایمان بالغیب

اور ترقی سے مراد یہ ہے کہ وہ عبادت اور ایمان جو انسانی کوششوں کی انتہا ہے اس کے علاوہ وہ حالات پیدا ہو جائیں جو محض خداتعالیٰ کے ہاتھ سے پیدا ہو سکتے ہیں یہ بات ظاہر ہے کہ خداتعالیٰ پر ایمان لانے کے بارے میں انسانی سعی اور عقل صرف اس حد تک رہبری کرتی ہے کہ اس پوشیدہ خدا پر جس کا چہرہ نہیں دیکھا گیا ایمان لایا جائے اسی وجہ سے شریعت جو انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف دینا نہیں چاہتی اس بات کے لئے مجبور نہیں کرتی کہ انسان اپنی طاقت سے ایمان بالغیب سے بڑھ کر ایمان حاصل کرے ہاں راست بازوں کو اسی آیت ھدًی للمتقین میں وعدہ دیا گیا ہے کہ جب وہ ایمان بالغیب پر ثابت قدم ہو جائیں اور جو کچھ وہ اپنی سعی سے کر سکتے ہیں کر لیں۔ تب خدا ایمان کی حالت سے عرفان کی حالت تک ان کو پہنچا دے گا اور ان کے ایمان میں ایک اور رنگ پیدا کر دے گا۔ قرآن شریف کی سچائی کی یہ ایک نشانی ہے کہ وہ جو اس کی طرف آتے ہیں ان کو اس مرتبہ ایمان پر اور عمل پر رکھنا نہیں چاہتا کہ جو وہ اپنی کوشش سے اختیار کرتے ہیں کیونکہ اگر ایسا ہو تو کیونکر معلوم ہو کہ خدا موجود ہے بلکہ وہ انسانی کوششوں پر اپنی طرف سے ایک ثمرہ مرتب کرتا ہے جس میں خدائی چمک اور خدائی تصرف ہوتا ہے۔ مثلاً جیسا کہ میں نے بیان کیا انسان خدا پر ایمان لانے کے بارہ میں اس سے زیادہ کیا کر سکتا ہے کہ وہ اس پوشیدہ خدا پر ایمان لائے جس کے وجود پر ذرہ ذرہ اس عالم کا گواہ ہے مگر انسان کی یہ تو طاقت نہیں کہ محض اپنے ہی قدموں اور اپنی ہی کوشش اور اپنے ہی زور بازو سے خدا کے انوار الوہیت پر اطلاع پاوے اور ایمانی حالت سے عرفانی حالت تک پہنچ جائے اور مشاہدہ اور رویت کی کیفیت اپنے اندر پیدا کر لے۔

اسی طرح انسانی سعی اور کوشش نماز کے ادا کرنے میں اس سے زیادہ کیا کر سکتی ہے کہ جہاں تک ہو سکے پاک اور صاف ہو کر اور نفی خطرات کر کے نماز ادا کریں اور کوشش کریں کہ نماز ایک گری ہوئی حالت میں نہ رہے اور اس کے جس قدر ارکان حمد و ثنا حضرت عزت اور توبہ استغفار اور دعا اور درود ہیں وہ دلی جوش سے صادر ہوں۔ لیکن یہ تو انسان کے اختیار میں نہیں ہے کہ ایک فوق العادت محبت ذاتی اور خشوع ذاتی اور محویت سے بھرا ہوا ذوق و شوق اور ہر ایک کدورت سے خالی حضور اس کی نماز میں پیدا ہو جائے۔ گویا وہ خدا کو دیکھ لے اور ظاہر ہے کہ جب تک نماز میں یہ کیفیت پیدا نہ ہو وہ نقصان سے خالی نہیں۔ اسی وجہ سے خداتعالیٰ نے فرمایا کہ متقی وہ ہیں جو نماز کو کھڑی کرتے ہیں اور کھڑی وہی چیز کی جاتی ہے جو گرنے کے لئے مستعد ہے پس آیت یقیمون الصلوٰۃ کے یہ معنی ہیں کہ جہاں تک ان سے ہو سکتا ہے نماز کو قائم کرنے کے لئے کوشش کرتے ہیں اور تکلف اور مجاہدات سے کام لیتے ہیں مگر انسانی کوششیں بغیر خداتعالیٰ کے فضل کے بیکار ہیں اس لئے اس کریم و رحیم نے فرمایا ھدًی للمتقین یعنی جہاں تک ممکن ہو وہ تقویٰ کی راہ سے نماز کی اقامت میں کوشش کریں۔ پھر اگر وہ میرے کلام پر ایمان لاتے ہیں تو میں ان کو محض انہی کی کوشش اور سعی پر نہیں چھوڑوں گا بلکہ میں آپ ان کی دستگیری کروں گا۔ تب ان کی نماز ایک اور رنگ پکڑ جائے گی اور ایک اور کیفیت ان میں پیدا ہو جائے گی۔ جو ان کے خیال و گمان میں بھی نہیں تھی۔ یہ فضل محض اس لئے ہوگا کہ وہ خداتعالیٰ کے کلام قرآن شریف پر ایمان لائے۔ اور جہاں تک ان سے ہو سکا اس کے احکام کے مطابق عمل میں مشغول رہے۔

محبوب حقیقی کو دیکھنے کے لئے حضور کامل کی ضرورت

غرض نماز کے متعلق جس زائد ہدایت کا وعدہ ہے وہ یہی ہے کہ اس قدر طبعی جوش اور ذاتی محبت اور خشوع اور کامل حضور میسر آ جائے کہ انسان کی آنکھ اپنے محبوب حقیقی کے دیکھنے کے لئے کھل جائے اور ایک خارق عادت کیفیت مشاہدہ جمال باری میسر آ جائے جو لذات روحانیہ سے سراسر معمور ہو اور دنیوی رذائل اور انواع و اقسام کے معاصی قولی اور فعلی اور بصری اور سماعی سے دل کو متنفر کر دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ان الحسنات یذھبن السیّئات۔

ایسا ہی مالی عبادت جس قدر انسان اپنی کوشش سے کر سکتا ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ اپنے اموال مرغوبہ میں سے کچھ خدا کے لئے دیوے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی سورت میں فرمایا ہے وممّا رزقنٰھم ینفقون اور جیسا کہ ایک دوسری جگہ فرمایا ہے لن تنالوا البرّ حتّٰی تنفقوا ممّا تحبّون۔ لیکن ظاہر ہے کہ اگر مالی عبادت میں انسان صرف اسی قدر بجا لاوے کہ اپنے اموال محبوبہ مرغوبہ میں سے کچھ خداتعالیٰ کی راہ میں دیوے تو یہ کچھ کمال نہیں ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ ماسوی سے بکلی دست بردار ہو جائے اور جو کچھ اس کا ہے وہ اس کا نہیں بلکہ خدا کا ہو جائے یہاں تک کہ جان بھی خداتعالیٰ کی راہ میں فدا کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ کیونکہ وہ بھی مما رزقنٰھم میں داخل ہے۔

بقیہ صفحہ ۱۲ پر دیکھیے

حضرت محمد مصطفیٰ صلعم اور قرآن کریم کی صداقت و افضلیت کا

عیسائی مفکرین و مصنفین کی طرف سے اقرار

خطبہ جمعہ فرمودہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، در جامع احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس لاہور (رپورٹ مولوی شفقت رسول خان صاحب)

لقد صدق اللّٰہ رسولہ الرءیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللّٰہ امنین محلقین رءوسکم و مقصرین لا تخافون فعلم ما لم تعلموا فجعل من دون ذلک فتحًا قریبًا ○ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ... وعملوا الصالحات منھم مغفرۃً و اجرًا عظیمًا ○ (سورۃ الفتح: ۲۷ تا ۲۹)

فرمایا وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ ہی گواہ کافی ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور آپ کے ساتھی کافروں کے مقابلے میں سخت اور آپس میں رحم کرنے والے ہیں۔ تو ان کو رکوع کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے وہ اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں ان کا نشان ان کی پیشانیوں پر سجدوں کے اثر سے ظاہر ہے۔ یہ ان کی مثال توریت میں ہے اور ان کی مثال انجیل میں کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی سوئی نکالی پھر اسے مضبوط کیا۔ سو وہ موٹی ہوئی۔ پھر اپنی نالوں پر سیدھی کھڑی ہو گئی کسانوں کو خوش کرتی ہے تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو غضب میں لائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں حفاظت اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔" اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو رؤیا ہم نے تم کو دکھایا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ ہم نے تمہیں دین حق دے کر بھیجا ہے کہ آپ ساری دنیا پر اسلام کو غالب کر دیں اور اسلام کا تمام ادیان پر غالب آنا ہی فتح مبین ہے۔

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا نظارہ تمام دنیا نے دیکھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ۲۳ سالہ دورِ نبوت کس قدر عمدہ نتائج کا حامل ہوا۔ آپ اور آپ کے ساتھی جو اس قدر کمزور اور بے بس تھے کہ انہیں ان کے گھروں سے نکالا گیا۔ انہیں ہجرت پر مجبور کیا گیا۔ جن کے پاس کوئی دنیاوی ذرائع و اسباب نہ تھے لیکن تمام دنیا نے ان کے غلبہ کو دیکھا اور دینِ اسلام تمام ادیان پر غالب آیا۔ پھر تیرہویں اور چودھویں صدی ہجری میں عیسائیت نے بظاہر غلبہ حاصل کر لیا

لیکن آج مخالفین بھی آپ کو کامیاب نبی قرار دیتے ہیں آج سے ایک صدی قبل اہل مغرب نے اعتراف کیا تھا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مذہبی دنیا میں صف اول پر ہیں اور اب حال ہی میں ایک کتاب (ONE HUNDRED) نامی شائع کی گئی ہے جس میں اعتراف کیا گیا ہے کہ نبی اکرم (صلے اللہ علیہ وسلم) کی ذات مؤثر شخصیات میں صف اوّل پر ہے گویا آپ مذہبی شخصیت کی حیثیت میں بھی سرفہرست ہیں اور مؤثر شخصیت ہونے کے اعتبار سے بھی پہلے نمبر پر ہیں۔" (انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا)

یعنی آپ خدا کے ساتھ تعلق میں بھی اول نمبر پر ہیں اور محسنِ انسانیت ہونے کے لحاظ سے بھی اول نمبر پر ہیں۔ اور رحمۃ للعالمین ہیں۔ آپ اگر اطاعتِ خداوندی میں بلند ترین مقام پر فائز ہیں تو ہمدردیٔ مخلوق میں بھی لاثانی ہیں۔ حال ہی میں انگلستان کے سات بشپوں نے ایک کتاب بنام (دی میتھ آف گاڈ ان اکارنیٹ) لکھی ہے جس کے ایڈیٹر مسٹر جان ہکس ہیں شائع کی ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ "خدا کا انسانی جسم میں حلول کر کے دنیا میں آنا ایک توہم پرستانہ عقیدہ ہے"۔ اس طرح انہوں نے مروجہ کلیسائی عیسائیت کی موجودہ تعلیم کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا ہے۔ اور خدا کا بیٹا ہونے کو توہم پرستی ثابت کر دیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ موجودہ عیسائیت کی تعلیم حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی تعلیم نہیں ہے اور اس کا برملا اعتراف بھی کیا ہے۔ کہ حضرت مسیح کی تعلیم کو بگاڑ دیا گیا ہے اور کچھ کا کچھ بنا لیا گیا ہے۔ حضرت مسیح ہر رنگ میں انسان تھے نہ خدا کا بیٹا تھے۔ در انجیل میں یہ لفظ محض استعارۃً استعمال ہوئے ہیں۔ اور پیار کے مفہوم میں آئے ہیں۔ موجودہ عیسائیت کے عقائد سینٹ پال نے اختراع کئے ہیں۔ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں۔ حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ حضرت مسیح خدا کے بیٹے نہیں تھے وہ انسان تھے اور دوسرے مصلحین کی طرح خدا کے مقبول اور پیارے بندے تھے۔

آج تمام دنیا میں ایک انقلاب رونما ہو رہا ہے یہ تبدیلی ایک عالمگیر مذہب کا تقاضا کرتی ہے اور وہ ایسے دین کی ضرورت محسوس کرتی ہے جو تمام عالم کے لئے اس کے جملہ مسائل کا حل پیش کرتی ہو۔ جس میں رنگ، نسل، ملکی حدود، زبان وغیرہ کی کوئی قید نہ ہو بلکہ وہ دین آفاقی ہو۔ جس میں انسان کی عظمت کا احساس ہو۔ ان کے مال و جان کی حفاظت کا ذمہ دار ہو اور ایسی تعلیم صرف اسلام میں ہی ہے۔ اسلام نے جو دینی۔ اقتصادی۔ معاشی۔ تہذیبی اور معاشرتی اصول انسان کو دئیے ہیں وہ کسی اور دین نے پیش نہیں کئے۔ اور قرآن پاک اس نظام کو چودہ سو سال پیشتر انسانوں کو دے چکا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عملی نمونہ اس کی عمدگی اور بہتری کا مظہر ہے اور اس حقیقت کو بھی واضح کرتا ہے کہ اسلام ایک قابلِ عمل دین ہے بلکہ یہ تجربہ میں کامیاب ثابت ہو چکا ہے۔ حضرتِ اقدس مرزا صاحب نے یہ تحریک اٹھائی جس کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو قرآن پاک کی تعلیمات کے اصل مفہوم سے روشناس کرایا جائے اور یہ لوگوں پر واضح کیا جائے کہ قرآن پاک کی تعلیم عالمگیر ہے۔ تمام مذاہب عالم خدا کی طرف سے اس کے فرستادہ لوگوں نے پیش کئے۔ جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے تھے لیکن بعد میں آنے والے لوگوں نے ان میں افراط و تفریط اور غلط فہمیاں پیدا کر دیں۔ قرآن کریم نے اس حقیقت کو یوں واضح کیا ہے کہ یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم ہی خدا کے پیارے اور محبوب ہیں قرآن نے سوال کیا ہے کہ اگر تم خدا کے محبوب اور پیارے ہو تو وہ تمہیں تمہارے بداعمال پر سزا کیوں دیتا ہے۔

صرف عقیدہ انسان کی نجات کا موجب نہیں ہوتا

بلکہ اس عقیدہ کے مطابق عمل ہی خدا کے فضل سے نجات کا باعث ہوتا ہے محض اپنی خواہشات پر کوئی انسان خدا کا محبوب نہیں بن جاتا لیس بامانیکم ولا امانی اھل الکتاب ... یجز به بلکہ اس کو اپنے اعمال کی جزا یا سزا سے حصہ لینا پڑتا ہے۔ یہ اسلام نے تسلیم کیا ہے کہ تمام مذاہب میں صداقت ضرور تھی لیکن اسلام تمام صداقتوں کا مجموعہ ہے۔ خدا کی ذات سے تعلق کے لئے اسلام کا دامن تھامنا ضروری ہے۔ ہمارے ایک لاہور کے بشپ صاحب انگلینڈ مک جان نے پاکستان ٹائمز میں ۲۳ جنوری ۱۹۸۲ء کے پرچہ میں ایک مضمون بعنوان (حضرت مسیحؑ کی پیدائش از روئے قرآن) کو قرآن پاک کے حوالوں سے معجزانہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ حضرت آدم کی طرح "کن" کے عمل سے پیدا ہوئے۔ جو کنواری مریم کے بطن سے بطور کلمۃ اللہ روح اللہ پیدا ہوئے۔ روحٌ منہ۔ اور بغیر باپ پیدا ہوئے تھے۔ اس قسم کی خصوصیات اور کسی بھی بشر کو حاصل نہیں نہیں ہوئی ہیں۔ پھر وہ مُردوں کو زندہ کرنے کی قوت رکھتے تھے۔ کوڑھیوں اور جذامیوں کو شفا بخشتے تھے۔ اندھوں کو آنکھیں دیتے تھے اور پرندے پیدا کیا کرتے تھے۔ یہ تمام خواص کسی اور نبی یا بشر میں نہیں پائے جاتے اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ فوق البشر تھے۔ لیکن ان سب تصریحات کو لاہور کے پادری صاحب کو ان سات بشپ صاحبان کی کتاب (الوہیت پرستی کا عقیدہ توہم پرستانہ ہے) کی روشنی میں دیکھنا چاہیئے تھا۔ جن کو پادری مک صاحب حقیقت تصوّر کر بیٹھے ہیں وہ محض تمثیلات ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام کو ان کے حواریوں نے کہا کہ ہمیں آپ کی تمثیلی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں اس کتاب "THE MYTH OF GOD" نے پادری صاحبان کے جملہ کلیسائی تصورات کو ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ امید ہے کہ پادری صاحب اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں گے جو آج کے انگلستان کے سات بزرگ بشپ صاحبان نے شائع کی ہے۔ جس میں انہوں نے مدلل طور پر عیسائی معتقدات کو ختم کر کے رکھ دیا ہے اور بتایا ہے کہ مسیح صرف ایک بشر تھے۔ خدا یا خدا کے بیٹے نہیں تھے حضرت

(بقیہ صفحہ ۱۲ کالم ۱ پر)

بقیہ خطبہ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب (آمدہ صفحہ)

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ دجال کے پاس روٹیوں کے انبار ہوں گے جو اس کی اطاعت کرے گا اس کو وہ روٹی دے گا اور جو انکار کرے گا اس کو وہ بھوکا مارے گا۔ اور اطاعت پر مجبور کریگا آج روس اور امریکہ دجالی قوت کے مظہر ہیں جو ملک اُن کی اطاعت کے لئے نہیں جھکتا اس کی اقتصادی امداد بند کر دینے کی دھمکی دیتے ہیں بلکہ اس کی اقتصادی امداد بند کر دی جاتی ہے۔ یوں دجّال ایک عظیم ہستی معلوم ہو گا جو کل عالم پر محیط ہے۔

کلیسائے عیسائیت دم توڑ رہی ہے

یہ عیسائی طاقتیں ایک انسان کو خدا کا بیٹا بناتی ہیں اور حالانکہ نہ وہ خُدا ہے اور نہ ہی خدا کا بیٹا۔ یقیناً عیسائی مذہب دم توڑ رہا ہے اور صرف اسلام ہی غالب آئے گا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله

خدا ہی کی ذات نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دکھائے۔

— — — — — — — — — —

— — — — — . اب دنیا کے سب سے بڑے مذہب عیسائیت کا غلبہ ٹوٹ چکا ہے۔ اور غلبۂ اسلام کے آثار دنیا میں نمایاں طور پر نمودار ہو رہے ہیں۔ وہ دن دور نہیں جب عیسائیت بالکل مغلوب ہو جائے گی اور اسلام ہی دنیا میں غالب ہو گا۔ مگر اسلام کے غلبہ کے لئے صحیح معتقدات اور قرآنِ پاک کی تعلیم کے مطابق اپنے اعمال کے سنوارنے کی ضرورت ہے۔ آج تمہاری جماعت کے پھیلائے ہوئے صحیح قرآنی اعتقادات اقوامِ مغرب کو متاثر کر رہے ہیں اور وہ تمام توہم پرستانہ عقائد سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ صرف ان کے سامنے اسلام کی سچی علمی و عملی تصویر اعتقادات کی ضرورت ہے اور سب سے بڑھ کر اعمال صالحہ کا عمدہ نمونہ دکھانے کی حاجت ہے کیونکہ کوئی بھی پاکیزہ اصول قابلِ توجہ نہیں ہوتا جب تک اس کے ثمرات سامنے نہ آئیں۔ اس لئے اپنی عملی زندگی کو سنوار یئے اور قرآنِ پاک کو اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنا لیجئے۔ یقیناً اسلام ہی تمام دنیا پر غالب آنے والا دین ہے۔ اور اس کے غلبہ کے لئے خدا کا حتمی وعدہ بھی ہے اور خدا کا وعدہ ہمیشہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ یہ سچے اعتقادات کا اس زمانہ میں پھیلاؤ اس کے وعدے کے سچے ہونے کا کامل یقین عطا کرتا ہے۔ اس لئے اٹھو اور اپنی تبلیغی و عملی مساعی کو تیز کرو اور صحیح معتقدات کو پھیلانے کے لئے قول اور عمل میں مطابقت پیدا کرو۔ خدا یقیناً تمہیں غلبہ اسلام کا جانفزا معجزہ دکھائے گا۔ اللّٰھم آمین

خدا تعالیٰ آپ کو عالم باعمل ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین! ثم آمین! ٭٭٭

بقیہ ھدًی للمتقین (آمدہ صفحہ)

خدا تعالیٰ کا منشا اس کے قول مّما رزقنا سے صرف درہم و دینار نہیں ہے بلکہ یہ بڑا وسیع لفظ ہے جس میں ہر ایک نعمت داخل ہے جو انسان کو دی گئی ہے۔

غرض اس جگہ بھی ھدًی للمتقین فرمانے سے خدا تعالیٰ کا یہ منشا ہے کہ جو کچھ انسان کو ہر ایک قسم نعمت مثلاً اس کی جان اور صحت اور علم اور طاقت اور مال وغیرہ میں سے دیا گیا ہے اس کی نسبت انسان اپنی کوشش سے صرف مما رزقنھم ینفقون تک اپنا اخلاص ظاہر کر سکتا ہے اور اس سے بڑھ کر بشری قوتیں طاقت نہیں رکھتیں۔ لیکن خدا تعالےٰ کا قرآن شریف پر ایمان لانے والے کے لئے اگر وہ مما رزقنھم ینفقون کی حد تک اپنا صدق ظاہر کرے گا۔ بموجب آیت ھدًی للمتقین کے یہ وعدہ ہے کہ خدا تعالیٰ اس قسم کی عبادات میں بھی کمال تک اس کو پہنچا دے گا۔ اور کمال یہ ہے کہ اس کو یہ قوت ایثار بخشی جائے گی کہ وہ شرح صدر سے یہ سمجھ لے گا کہ جو کچھ اس کا ہے خدا کا ہے اور کبھی اس کو محسوس نہیں کرائے گا کہ یہ چیزیں اس کی تھیں جس کے ذریعہ سے اس نے نوع انسان کی خدمت کی مثلاً احسان کے ذریعہ سے کبھی انسان کسی کو محسوس کراتا ہے کہ اس نے اپنا مال دوسرے کو دیا مگر یہ ناقص حالت ہے کیونکہ وہ تبھی محسوس کرے گا کہ جب اس چیز کو اپنی چیز سمجھے گا۔ پس جب بموجب آیت ھدًی للمتقین کے خدا تعالےٰ قرآن شریف میں ایمان لانے والے کو اس مقام سے ترقی بخشے گا تو وہ یہاں تک اپنی تمام چیزوں کو خدا کی چیزیں سمجھ لے گا۔ کہ محسوس کرانے کی مرض بھی اس کے دل میں سے جاتی رہے گی۔ اور نوعِ انسان کے لئے ایک مادری ہمدردی اس کے دل میں پیدا ہو جائے گی۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اور کوئی چیز اس کی اپنی نہیں رہے گی بلکہ سب خدا کی ہو جائے گی۔ اور یہ تب ہو گا کہ جب وہ سچے دل سے قرآن شریف اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے گا۔ بغیر اس کے نہیں پس کس قدر گمراہ وہ لوگ ہیں جو بغیر متابعت قرآن شریف اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صرف خشک توحید کو موجب نجات ٹھہراتے ہیں بلکہ مشاہدہ ثابت کر رہا ہے کہ ایسے لوگ نہ خدا پر سچا ایمان رکھتے ہیں نہ دنیا کے لالچوں اور خواہشوں سے پاک ہو سکتے ہیں چہ جائیکہ وہ کسی کمال تک ترقی کریں۔ اور یہ بات بھی بالکل غلط اور کورانہ خیال ہے کہ انسان خود بخود نعمت توحید حاصل کر سکتا ہے۔ بلکہ توحید خدا کی کلام کے ذریعہ سے ملتی ہے اور اپنی طرف سے جو کچھ سمجھتا ہے وہ شرک سے خالی نہیں اسی طرح خدا تعالےٰ کی کتابوں پر ایمان لانے کے بارے میں انسانی کوشش صرف اس حد تک ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کرے اس کی کتاب پر ایمان لاوے اور صبر سے اس کی پیروی کرے اس سے زیادہ انسان میں طاقت نہیں لیکن خدا تعالےٰ نے آیت ھدًی للمتقین میں یہ وعدہ فرمایا ہے کہ اگر اس کی کتاب اور رسول پر کوئی ایمان لائے گا تو وہ مزید ہدایت کا مستحق ہو گا۔ اور خدا اس کی آنکھ کھولے گا اور اپنے مکالمات و مخاطبات سے مشرف کرے گا۔ اور بڑے بڑے نشان اس کو دکھائے گا یہاں تک کہ وہ اسی دنیا میں اس کو دیکھ لے گا کہ اس کا خدا موجود ہے اور پوری تسلی پائے گا۔

(از حضرت مجدد صد چہاردہم)

ایک پُرمسرت تقریب

۲۰ جنوری ۱۹۸۲ء کو جامع احمدیہ دارالسلام میں مسٹر احمد بخش اللہ سیکرٹری جماعت احمدیہ ہیگ (ہالینڈ) اور عزیزہ ساجدہ رؤف ایم۔ اے۔ بی۔ ایڈ دارالسلام کے نکاح کی تقریب سعید منعقد ہوئی حق مہر بیس ہزار روپیہ مقرر ہوا۔ اور خطبہ نکاح سیدنا امیر حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے پڑھا۔ آپ نے آیاتِ مسنونہ کی تلاوت کے بعد ان کا ترجمہ بیان کیا۔ ایسے مبارک موقع پر ان کی تلاوت کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے تقوے اور حقوق زوجین کی طرف نہایت مؤثر انداز میں توجہ دلائی جو ایک صالح معاشرہ وجود میں لانے کے لئے ٹھوس بنیاد کا کام دیتے ہیں۔ اس رشتہ سے دو خاندانوں کے درمیان جو نئے تعلقاتِ الفت اور محبت پیدا ہوئے ہیں آپ نے ان کی حفاظت اور نگہداشت کی بھی تلقین فرمائی۔

اس مبارک تقریب میں تنظیم خواتینِ احمدیہ لاہور نے بڑے خلوص اور دلچسپی سے شرکت کی اور دولھا میاں کو یہ محسوس کرایا کہ وہ اپنے ہی بہن بھائیوں کے درمیان ہیں۔ دوسرے دن دارالسلام میں دعوتِ ولیمہ کا اہتمام کیا جس میں عمائدین جماعت کے علاوہ بیشتر احباب جماعت نے بھی شرکت فرمائی۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس رشتے کو جانبین اور دونوں گھرانوں کے لئے مبارک اور مثمر بہ ثمرات حسنہ بنائے۔ آمین

مسٹر احمد بخش شادی ایک ماہ کے لئے لاہور تشریف لائے تھے آپ بمع بیگم ۲ فروری ۱۹۸۲ء کو واپس ہیگ تشریف لے گئے ہیں۔ (رپورٹر: خلیل الرحمان)

— ◆◆ —

باہتمام ریاض حسین الجدہ پرنٹرز اُردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مؤرخہ ۲۸ جنوری ۱۹۸۲ء جلد ۶۹ شمارہ ۴ رجسٹرڈ ایل ۱۳۸

جلد ۶۹ * یوم چہارشنبہ ۹ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ — بمطابق — ۴ فروری ۱۹۸۲ء * شمارہ : ۵

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

استجابت دعا کی حقیقت (۲)

اب ہم فائدہ عام کے لئے کچھ استجابت دعا کی حقیقت ظاہر کرتے ہیں سو واضح ہو کہ استجابت دعا کا مسئلہ درحقیقت دعا کے مسئلہ کی ایک فرع ہے اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس شخص نے اصل کو سمجھا ہوا نہیں ہوتا اس کو فرع کے سمجھنے میں پیچیدگیاں واقع ہوتی ہیں اور دھوکے لگتے ہیں پس یہی سبب سید کی غلط فہمی کا ہے اور دعا کی ماہیت یہ ہے کہ ایک سعید بندہ اور اس کے رب میں ایک تعلق مجاذبہ ہے یعنی پہلے خداتعالیٰ کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے پھر بندہ کے صدق کی کششوں سے خداتعالیٰ اس سے نزدیک ہو جاتا ہے اور دعا کی حالت میں وہ تعلق ایک خاص مقام پر پہنچ کر اپنے خواص عجیبہ پیدا کرتا ہے سو جس وقت بندہ کسی سخت مشکل میں مبتلا ہو کر خداتعالیٰ کی طرف کامل یقین اور کامل امید اور کامل محبت اور کامل وفاداری اور کامل ہمت کے ساتھ جھکتا ہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہوا فنا کے میدانوں میں آگے سے آگے نکل جاتا ہے پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہِ الوہیت ہے اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں تب اس کی روح اس آستانہ پر سر رکھ دیتی ہے اور قوت جذب جو اس کے اندر رکھی گئی ہے وہ خداتعالیٰ کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے تب اللہ جلّشانہ، اس کام کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس دعا کا اثر ان تمام مبادی اسباب پر ڈالتا ہے جن سے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں جو اس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے ضروری ہیں مثلاً اگر بارش کے لئے دعا ہے تو بعد استجابت دعا کے وہ اسباب طبعیہ جو بارش کے لئے ضروری ہوتے ہیں اس دعا کے اثر سے پیدا کئے جاتے ہیں اور اگر قحط کے لئے بددعا ہے تو قادر مطلق مخالفانہ اسباب کو پیدا کر دیتا ہے اسی وجہ سے یہ بات ارباب کشف اور کمال کے نزدیک بڑے بڑے تجارب سے ثابت ہو چکی ہے کہ کامل کی دعا میں ایک قوت تکوین پیدا ہو جاتی ہے یعنی باذنہ تعالیٰ وہ دعا عالم سفلی اور علوی میں تصرف کرتی ہے اور عناصر اور اجرام فلکی اور انسانوں کے دلوں کو اس طرف لے آتی ہے جو طرف مؤید مطلوب ہے۔ خداتعالیٰ کی پاک کتابوں میں اس کی نظیریں کچھ کم نہیں ہیں بلکہ اعجاز کے بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجابت دعا ہی ہے اور جس قدر ہزاروں معجزات انبیاء سے ظہور میں آئے ہیں یا جو کچھ کہ اولیائے کرام ان دنوں تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے اس کا اصل اور منبع یہی دعا ہے اور اکثر دعاؤں کے اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرت قادر کا تماشا دکھلا رہے ہیں۔ وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا۔ اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس امی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔

اور میں اپنے ذاتی تجربہ سے بھی دیکھ رہا ہوں کہ دعاؤں کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے۔ بلکہ اسباب طبعیہ کے سلسلہ میں کوئی چیز ایسی عظیم التاثیر نہیں جیسی کہ دعا ہے ۔۔۔۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے

"اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔"

انتہائی مصائب و مشکلات میں صبر و ثبات اور فتوحات عظیمہ میں عفو و درگزر اور رحیمانہ صفات کا اُسوۂ حسنہ

{ خطبۂ جمعہ فرمودہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب در جامع احمدیہ }

ولا یظلمون فتیلا ۰ ۔۔۔۔۔۔ سنۃ من قد ارسلنا قبلک من رسلنا ولا تجد لسنتنا تحویلا ۰

(بنی اسرائیل ۱۷ ۔ آیات ۷۱ تا ۷۷)

جس دن ہم سب لوگوں کو اُن کے لیڈروں کے ساتھ بلائیں گے تو جسے اس کی کتاب داہنے ہاتھ میں دی جائے گی وہ اپنی کتاب کو پڑھیں گے اور اُن پر ذرّہ بھر ظلم نہ ہوگا۔ اور جو کوئی اس دنیا میں اندھا رہا تو وہ آخرت میں بھی اندھا ہی ہوگا اور راہ بہت سے دور پڑا ہوا۔ اور وہ تجھے اس سے ہٹانے ہی لگے تھے (یعنی راہِ حق سے) جو ہم نے تیری طرف وحی کی تاکہ تو اس کے سوائے ہم پر جھوٹ بنا لے اور تب یہ تجھے ضرور دوست بنا لیتے۔ اور اگر ہم نے تجھے ثابت قدم نہ بنایا ہوتا تو تُو تھوڑا سا ضرور ان کی طرف جھک جاتا۔ پھر تو ہمارے خلاف کوئی مددگار نہ پاتا۔ اور وہ تجھے اس سرزمین میں خفت پہنچانے لگے تھے تاکہ تجھے اس سے نکال دیں اور اس صورت میں یہ بھی تیرے پیچھے نہ ٹھہرتے مگر تھوڑی مدت۔ یہی ہمارا طریق ان رسولوں کی بابت رہا جنہیں ہم نے تجھ سے پہلے بھیجا اور تو ہماری اس سنت میں تبدیلی نہ پائے گا۔

ان آیات میں اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی۔ ہے کہ جو تم کرتے ہو اس کا حساب ہوگا جس نے اچھے کام کئے ہیں وہ اپنے اعمال کا ریکارڈ دیکھ کر پڑھے گا کسی پر ظلم اور زیادتی نہیں ہوگی۔ یہ ابدی قانون اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ کہ ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ ملے گا اور اس قانون میں قطعاً تبدیلی نہیں ہوگی۔ نبی اکرم صلعم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ اس قانونِ مکافاتِ عمل کے مطابق تمہارے ساتھ بھی یہی سلوک ہوگا۔ اور خدا کے سوا کوئی تمہارا مددگار نہیں ہوگا یعنی افضل البشر اور افضل الانبیاء بھی قانونِ خداوندی سے مستثنیٰ نہیں اور کامیابی صرف ان احکامات پر عمل کرنے والوں کے لئے ہے اچھے اعمال پر جزا ہے اور اعمال بد پر سزا ہے۔ نبی اکرم صلعم کو حکم ہوتا ہے کہ آپ اس بات کا اعلان کر دیں قل انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم کہہ دیجئے کہ میں بھی اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

اور مسافر کے پاؤں زخمی ہو جاتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ جس کے پاؤں نازک ہوں وہ پیچھے ہٹ جائے کیونکہ سامنے ایسی مشکل وادیاں ہیں جن میں پائے استقلال کا حامل ہی ثبات دکھا سکتا ہے اس سورۃ کے دُوسرے رکوع میں کفار نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مطالبہ کیا ہے کہ اگر آپ خدا کی طرف سے ہیں تو یا تو تمہارے پاس سونے کا گھر ہو یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھنے کو بھی نہیں مانیں گے جب تک کہ تو ہم پر کتاب نہ اتارے جسے ہم پڑھ لیں اس کا جواب یوں دیا کہ قُل سبحان ربّی ھل کنت الا بشرًا رسُولا ۔ کہہ دے کہ میرا رب پاک ہے میں صرف ایک بشر رسول ہوں۔ مطالبہ ظاہری رنگ میں امکان سے باہر ہے۔ فرمایا تھا کہ اے نبی تمہارے ساتھ بھی وہی کچھ ہوگا جو دُوسرے انبیاء کے ساتھ ہوتا چلا آیا ہے۔ ہم نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سیرت اور سوانح پر جب نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اولوالعزم تھے۔ جب انسان پر مصائب آتے ہیں اور وہ مشکلات کی چکی میں پستا ہے تو عموماً دل برداشتہ ہو کر وہ اس راہ سے فرار اختیار کر لیتا ہے۔ لیکن نبی اکرمؐ کی تیئیس سالہ مکی زندگی مشکلات و مصائب کا دور تھا اور صحابہ کرام کے لئے بھی نہایت کٹھن ایام تھے جب کے دوران دو دفعہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی اور مخالفین نے وہاں بھی انہیں چین اور سکون سے نہ بیٹھنے دیا اور رکاوٹ بننے کی کوشش کی اور ایک وفد دربار نجاشی میں بھیجا کہ یہ ہمارے دشمن ہیں ان کو ہمارے حوالے کر دیا جائے لیکن نجاشی نے حقیقت سے آگاہی پا کر مخالفین کو ناکام واپس کر دیا اور مہاجرین کے اعمالِ خیر کے باعث اپنی سلطنت میں قیام کی اجازت دے دی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اے نبی! اگر ہم تمہارے ساتھ نہ ہوتے تو جس قدر کفار کی طرف سے تکالیف اور مصائب کا دباؤ تھا تو آپ ان کی طرف جھک جاتے کیونکہ ہمارے وعدوں پر کامل یقین نے آپ کے دل کو قوی کر دیا تھا۔ کفار نے جب اپنی شدید مخالفت کو غیر مؤثر ہوتے دیکھا تو آپ کو ایک زبردست لالچ کی ترغیب دی اگر وہ کسی بڑے سے بڑے شخص کو بھی لالچ دیا جاتا جس کا تعلق خدا سے نہ ہوتا تو یقیناً وہ جھک جاتا کیونکہ یہ پیشکش کی گئی تھی کہ اگر آپ صرف اتنا کریں کہ چاہتے ہوں تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنانے کو تیار ہیں لیکن ان سب کو حضورؐ نے پرِ کاہ کے برابر بھی حیثیت نہ دی اور صاف فرما دیا کہ اگر میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دُوسرے پر چاند بھی رکھ دیں تب بھی میں اپنے رب کی نافرمانی نہیں کر سکتا اور اس مقصد سے باز نہیں رہ سکتا۔ اور اس سے قبل کفار نے آپ کے معاون چچا ابوطالب کو دھمکی دی تھی کہ اگر آپ کا بھتیجا ہمارے معبودوں کو بُرا کہنے سے نہ رُکا تو ہم اس کے خلاف سخت اقدام کریں گے اور آپ اس کی حمایت سے کنارہ کش ہو جائیں جب یہ بات ابوطالب نے نبی اکرم صلعم کے سامنے پیش کی تو آپ نے کہا کہ اے میرے چچا اگر آپ میری حمایت سے الگ ہو جاتے ہیں تو بھی میں اپنے راستہ سے ہٹ نہیں سکتا۔ مجھے اپنے خدا پر کامل بھروسہ ہے۔ غرض نہ دھمکی نہ لالچ حضورؐ کو خدا کی راہ سے ہٹا سکے۔ اس میں خدا کا ہاتھ تھا۔ اگر خدا کا ہاتھ نہ ہوتا تو جھک جاتے یعنی یہ اس قدر دباؤ اور لالچ تھا کہ کوئی بڑے سے بڑا انسان بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ مذہبی باتیں فرضی افسانے ہوتے ہیں لیکن یہ تاریخی حقائق ہیں جن کا انکار ممکن نہیں۔ قرآن کریم نے دعوےٰ کیا تھا اگر تم سچے ہو تو قرآن کی مثل بنا لاؤ۔ اور ساتھ ہی فرمایا تھا کہ تم ایسا نہیں کر سکتے۔

لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔

قرآن کی مثال لاؤ۔ نبی کے اخلاق کی نظیر لاؤ۔ تمام طاقتیں متحد ہو گئی ہیں کہ نبی اکرمؐ کے قدموں میں تزلزل پیدا کریں اور ان کو راہِ راست سے پھیر دیں لیکن حضورؐ کے پاؤں میں کبھی ذرّہ بھر لغزش نہ آئی۔ اور آپ کا قدم ہمیشہ مضبوط رہا۔ پھر فتح اور غلبہ کا زمانہ بھی آیا تو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم مکے کے اندر فاتح اور غالب کی حیثیت سے داخل ہوئے لیکن حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحیمانہ فطرت نے کبھی انتقام کے متعلق نہ سوچا اور وہ سب دشمن اور مخالفین جو بے دست و پا مغلوب ہو کر حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سامنے آتے تو آپ نے

(بقیہ صفحہ ۱۲ پر دیکھیں)

ظاہری اور باطنی ہدایت

خطبۂ جمعہ فرمودہ مکرم میاں نصیر احمد فاروقی، بمقام مسجد جامعہ، دار السلام، لاہور

لا اکراہ فی الدین قف قد تبین الرشد من الغی ج فمن یکفر بالطاغوت و یؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی ق لا انفصام لہا ط واللہ سمیع علیم ٥ اللہ ولی الذین اٰمنوا یخرجہم من الظلمٰت الی النور ط والذین کفروا اولیٰئہم الطاغوت لا یخرجونہم من النور الی الظلمٰت ط اولٰئک اصحٰب النار ج ہم فیہا خٰلدون ٥ (سورۃ البقرۃ ۔ ۲۵۶، ۲۵۷) ــــ ترجمہ:۔ دین میں کوئی زبردستی (منوانا) نہیں۔ بیشک ہدایت کی راہ گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔ پس جو شیطان کا انکار کرتا ہے اور اللہ پر ایمان لاتا ہے تو اس نے ایک محکم جائے گرفت کو مضبوط پکڑ لیا جو ٹوٹنے والی نہیں۔ اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ اللہ ان لوگوں کا ولی ہے جو ایمان لائے۔ وہ انکو سخت اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔ اور جو کافر ہیں انکے ولی شیاطین ہیں جو انہیں نور کی روشنی سے نکال کر اندھیرے کی طرف لیجاتے ہیں۔ یہ ہی آگ والے ہیں اور اسی میں رہیں گے۔

جب رسول اللہ صلعم اسلام لے کر تشریف لائے تو کفار حضور صلعم کی صحیح اور عمدہ باتوں یا دلائل کا جواب تو نہ دے سکتے تھے اس لئے وہ زبردستی اور جبر پر اتر آئے اور حضورؐ اور حضورؐ کے ساتھیوں پر ہجرت سے قبل ۱۳ سال تک سخت اذیت اور دکھوں کو روا رکھا جن کی تفصیل آپ سب جانتے ہیں۔ اور جب حضورؐ اور حضورؐ کے ساتھی اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مدینہ میں جا بسے تو وہاں بھی انہیں چین سے نہ رہنے دیا اور فوج کشی سے اسلام، بانیٔ اسلام اور مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے پر اتر آئے۔ جس رکوع سے میں نے اوپر کی آیات مبارکہ پڑھی ہیں اُس سے پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اب اللہ تعالیٰ نے یہی چاہا ہے کہ تلوار کا مقابلہ تلوار سے کیا جائے۔ اس لئے مسلمانوں کو فرمایا کہ تم حق کے اور اپنے دفاع میں جہاد کرو۔

لا اکراہ فی الدین

مگر ساتھ ہی مسلمانوں کو فرمایا کہ تم نے دین کے معاملہ میں اکراہ یعنے زبردستی منوانے کی کوشش نہ کرنا جس طرح کافروں نے کی ہے۔ یہ تو باطل پرستوں کا طریق ہے کہ وہ اپنی بات چونکہ معقول اور دلائل سے نہیں منوا سکتے تو وہ زبردستی پر اتر آتے ہیں جیسا کہ کفار تمہاری آنکھوں کے آگے کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی کثرت، طاقت اور دولت کے باوجود تمہیں اُن پر غلبہ دے گا۔ مگر تم پھر اُن کا طریق نہ اختیار کرنا۔ اسلام کے اور اپنے دفاع میں طاقت کے استعمال کی اجازت کے یہ معنی نہیں کہ تم بھی دین کو زبردستی کبھی منوانا۔

سبحٰن اللہ و بحمدہٖ کہ قرآن کریم اور نبیٔ اُمی صلے اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے کہ اُس زمانہ میں، اُس سے قبل، بلکہ بعد میں بھی مذہب کو تلوار سے منوانا عام تھا یہ زبردست مذہبی آزادی کا چارٹر دیا جو چودہ سو سال بعد اب یو۔این کے چارٹر کی ایک شق ہے۔ اور یوں دنیا چاہے مانے یا نہ مانے وہ بتدریج اسلام کی طرف آ رہی ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

قد تبین الرشد من الغی

قرآن کریم کیا علم و حکمت کے خزانوں سے مالا مال ہے! اسلام کے مبارک قدموں سے جس مذہبی آزادی کی بنیاد رکھی گئی ہے اُس کی کیا اعلیٰ دلیل دی ہے! فرمایا ہے کہ اب تک دنیا میں ہر طرف گمراہی تھی۔ ہر طرح کے شرک، توہم پرستیوں اور غلط باتوں کو عقلِ انسانی یا وہ فطرت صحیحہ جو اللہ تعالیٰ نے انسان میں ودیعت کی ہے مان نہیں سکتی تھی جب تک کہ اُسے کسی نہ کسی رنگ میں زبردستی نہ منوایا جاتا۔ مگر اب جب کہ وہ ہدایت جو دنیا میں مفقود تھی اسلام کے ذریعہ دنیا میں قائم کی جاتی ہے تو یہ حق و ہدایت تو ہر عقل اور فطرت کو اپیل کرے گی۔ اسے زبردستی منوانے کی کوشش مت کرنا۔ کیوں؟

اشرف المخلوقات

علاوہ اس بات کے کہ زبردستی منوانا باطل پرستوں کا کام ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو FREEDOM OF WILL یعنے یہ اختیار دیا ہے کہ وہ جو چاہے کرے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کائنات میں اور کسی مخلوق کو یہ اختیار نہیں۔ بے جان چیزوں میں تو خیر اس اختیار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جان داروں کو بھی یہ اختیار نہیں۔ نباتات اور حیوانات کو اپنی فطرت کے اور دوسرے قوانین میں ایسا جکڑ دیا گیا ہے کہ وہ اپنی نیچر کے حکم سے بال برابر اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتے۔ فرشتوں تک کے لئے قرآن فرماتا ہے کہ یفعلون ما یؤمرون یعنے جو اللہ تعالیٰ انہیں حکم دیتا ہے وہ صرف وہی کرتے ہیں۔ صرف اللہ تعالیٰ کو اختیار کامل ہے کہ وہ یفعل ما یرید یا فعال لما یرید جو چاہے کرتا ہے۔ انسان کی بڑی عزت کی ہے کہ بطور خلیفۃ اللہ اُسے بھی اختیار دیا ہے کہ وہ جو چاہے کرے۔

نیکی اور بدی

اسی سے نیکی اور بدی کا فرق پیدا ہوتا ہے۔ اگر انسان بھی حیوانات کی طرح اپنی فطرت INSTINCTS سے مجبورِ محض ہوتا تو پھر اس کا کوئی فعل نیکی یا بدی نہیں کہلا سکتا تھا۔ مثلاً سچائی کی نیکی بھی نیکی بنتی ہے کہ انسان کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو جھوٹ بولے مگر وہ نہیں بولتا اگرچہ اُس میں اُس کا کتنا ہی نقصان ہو جائے۔ اور جھوٹ کی بدی تبھی بدی بنتی ہے کہ انسان کو اختیار تھا کہ وہ جھوٹ نہ بولے مگر شیطان کے ورغلانے اور اپنے نفس کے کہنے میں آ کر وہ جھوٹ بول دیتا ہے۔

اسی طرح حق پر ایمان لانے کی نیکی تبھی نیکی بنتی ہے کہ انسان کو اختیار تھا کہ وہ حق پر نہ ایمان لائے مگر پھر بھی اُسے صحیح سمجھ کر وہ اُسے قبول کرتا ہے چاہے اس کی وجہ سے اُسے کتنی ہی تکالیف اور اذیتیں اُٹھانی پڑیں۔ اور حق کا انکار (کفر) تبھی قابلِ مواخذہ و سزا بنتا ہے کہ شیطان کے ورغلانے میں آ کر اور اپنے نفس کے آرام کی خاطر وہ اُس سیدھی راہ پر جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعہ اُس پر واضح کر دی ہے نہ چل کر اپنے مقصدِ حیات کو نہیں پاتا اور دنیا میں گمراہی اور فتنہ و فساد اور برائیوں میں پڑ کر اُس پاکیزہ رُوح کو جو اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھی ہے غلیظ اور مریض کر دیتا ہے۔ بلکہ وہ رُوح مُردہ کے حکم میں آ جاتی ہے۔ اس کے برعکس مومن سیدھی راہ پر پڑ کر جو نیکیاں کرتا ہے اُس سے اُس میں اخلاقی اور رُوحانی ترقیات ہوتی ہیں۔ اور وہ تخلقوا باخلاق اللہ (اللہ تعالیٰ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو) کے حکم نبویؐ کے ماتحت ا۔ صبغۃ اللہ و من

احسن من اللہ صبغۃ (اللہ کا رنگ اختیار کرو اور اللہ سے بڑھ کر کس کا رنگ اچھا ہو سکتا ہے) کے حکم قرآنی کے ماتحت خدائی صفات اپنے اندر پیدا کر کے صحیح معنوں میں خلیفۃ اللہ فی الارض وہ مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

ظاہری ھدائیت

تو اسلام کے ذریعہ سیدھی راہ بتا کر اللہ تعالےٰ نے اھدنا الصراط المستقیم کی عظیم الشان دعا کو قبول فرماتے ہوئے انسان پر احسانِ عظیم کیا ہے مگر اس سیدھی راہ کے ظاہر ہو جانے یا اس پر ڈال دیئے جانے کے باوجود انسان گمراہ ہو سکتا ہے۔ وہ کس طرح؟ وہ ایسے کہ شیطان اُسے بہکاتا رہتا ہے مثلاً جانتے ہوئے کہ اللہ تعالےٰ نے سچائی کا حکم دیا ہے اور جھوٹ کو منع کیا ہے انسان شیطان کے ورغلانے پر جو انسان کے نفس کے جذبات اور خواہشات کا محرک اور اُن کے ذریعہ اپنا کام نکلواتا ہے جھوٹ بول دیتا ہے۔ اسی لئے قرآنِ حکیم نے انسان پر واضح فرما دیا ہے کہ اس کی ابتدائی حالت یہ ہوتی ہے کہ انّ النفس لامّارۃٌ بالسوء یعنے اس کا نفس شیطان کے اکسانے پر اُسے بدی کا حکم دیتا ہے۔

فمن یّکفر بالطّاغوت

کیا حکیم کتاب قرآنِ کریم ہے! باوجود قد تبیّن الرشد من الغیّ یعنے ہدایت کے گمراہی سے واضح ہو جانے کے چونکہ شیطان ہر وقت تاک میں لگا ہوا ہے کہ انسان کو گمراہ کرے تو فرمایا کہ فمن یّکفر بالطّاغوت یعنے جو شیطان کا حکم ماننے سے انکار کرے اور انسان کو کس طرح معلوم ہو کہ شیطان کا حکم کون سا ہے تو مابعد فرمایا ویؤمن باللہ جو اللہ تعالےٰ نے قرآن میں حکم دیئے ہیں اور تم اُن پر ایمان لائے ہو تو پھر ان کے خلاف کوئی بات نہ کرو۔ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ پس ایسے انسان نے ایک محکم جائے گرفت کو مضبوط پکڑ لیا جو ٹوٹنے والی نہیں (لا انفصام لھا) ۔ انسان اللہ تعالےٰ کے سوا جس کا دامن پکڑے خواہ وہ انسان ہو جو کوئی دوسری راہ بتانے والا ہو یا شیطان، وہ اس ڈوبنے انسان کی طرح ہے جو جس چیز پر ہاتھ ڈالے اپنے آپ کو بچانے کے لئے وہ ٹوٹتی چلی جائے۔ دیکھ لیجیئے کہ اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر انسانوں نے جو سہارے ڈھونڈے وہ انہیں دغا دے گئے۔ جنہوں نے اللہ تعالےٰ کے احکام کی فرمانبرداری کی وہ دنیا میں ہی کیا سے کیا بن گئے۔ اسی فرمانبرداری سے اللہ تعالےٰ سے تعلق پکڑ کر وہ لوگ اللہ تعالےٰ بزرگ و برتر کا اس دنیا میں پرتو بن گئے۔ انبیاء، اولیاء اللہ، قطب اور صلحاء کا مقابلہ دنیا داروں، بدکاروں اور دہریوں کی زندگی سے کر کے دیکھ لیجئے۔

تعلق باللہ

اللہ تعالےٰ سے تعلق پیدا کرنے کے لئے اور اُسے مستحکم کرنے کے لئے دو چیزیں فرمائیں دُعا اور اعمالِ صالحہ۔ اسی لئے اگلے الفاظ ہیں واللہ سمیعٌ علیم اللہ تعالےٰ تمہاری دعا کو سنتا اور تمہارے اعمال کا بخوبی علم رکھتا ہے۔ صلوٰۃ جس کے معنی ہم عام طور پر نماز کرتے ہیں اس کے اصل معنے دُعا کے ہیں۔ غور کریں تو ساری نماز دُعا ہے۔ مگر نماز کے علاوہ بھی رسول اللہ صلعم کون سی گھڑی ہے یا کام ہے جس میں اللہ تعالےٰ سے دُعا نہ فرماتے تھے۔ مثلاً آپؐ نے فرمایا کہ ہر کام کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرو جو کہ نہایت خوبصورت اور جامع دعا ہے ... نصرت کے مفہوم ہیں۔ تو اُس مومن کو جس کی تعریف پچھلی آیت میں تھی اللہ تعالیٰ اپنا قرب اور نصرت عطا فرماتا ہے۔ منجملہ اور عنایات کے یخرجھم من الظّلمٰت الی النّور، اللہ تعالےٰ ایسے مؤمنوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں تاریکیوں سے مراد ظاہری تاریکیاں نہیں بلکہ باطنی تاریکیاں ہیں۔ اسی طرح لفظ نور اگرچہ بعض جگہ قرآن کریم میں ظاہری روشنی کے لئے بھی آیا ہے مگر اکثر جگہ باطنی روشنی کے لئے آیا ہے جیسے یہاں۔ تو اللہ تعالےٰ جب مومن کا دلی بنتا ہے تو اُسے باطنی تاریکیوں سے نکال کر باطنی نور میں لاتا ہے۔

باطنی ھدائیت

ہر ظاہری چیز کا باطنی پہلو بھی ہوتا ہے۔ چیز کا ظاہر اکثر دھوکا دے جاتا ہے جب تک کہ آپ اُس کے باطن کو نہ اچھی طرح جان جائیں۔ مادہ کو ہی لے لیجئے۔ اس کی ظاہری شکلیں کس قدر مختلف ہیں۔ مگر باطنی طور پر تمام مادہ بجلی کے ذرات یا شعاعوں سے بنا ہوا ہے۔ غیر مادی چیزوں میں تو باطنی پہلو اور بھی اہم ہے۔ انسان کے قول اور فعل اور خیالات کا باطنی پہلو ان کے اخلاقی اور روحانی اثرات [illegible] ہیں۔ ان کا علم دیا جانا اس باطنی نور سے ہوتا ہے جو اللہ تعالےٰ مومن کو بخشتا ہے [illegible] انسان اُن کے بارہ میں تاریکی میں ہوتا ہے۔ اور اسی نور کی مدد سے مومن غلط اور فاسد خیالات، ایسے اعمال جو بظاہر بے عیب نظر آئیں مگر دراصل یعنے باطنی طور پر مضر اور بدی کا رنگ رکھتے ہوں، اور ایسے اقوال جن کے بُرے پہلو بظاہر نظر نہ آئیں، اُن سب سے بچتا ہے۔ اسی باطنی نور سے مومن اپنی زندگی میں اور تمام ٹھوکروں سے بچتا ہے۔ اسی نور سے مومن دوسرے انسانوں کے باطنی حالات سے اطلاع پاتا ہے (جسے نورِ فراست بھی کہتے ہیں) ۔ اُن کے اقوال کے بُرے پہلوؤں کو جان کر اُن کی کماحقہٗ تردید کر سکتا ہے اور اُن کے بظاہر بے ضرر افعال کی چھپی بُرائیوں کو پہچان کر اُن کا بروقت تدارک کر سکتا ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے اتقوا فراسۃ المؤمن فانہٗ ینظر بنور اللہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

باطنی گمراھی

قرآن حکیم کی ہر آیت مبارکہ میں علم و حکمت اس طرح بھرا ہوتا ہے جس طرح کوزہ میں سمندر، میں نے نہایت اختصار سے اس علم و حکمت کی طرف اشارے کئے ہیں جو ان دو آیات میں بھرا پڑا ہے۔ وہ ابھی ختم نہیں ہوا۔ اگلے الفاظ یوں ہیں والّذین کفروا اولیٰٓئھم الطّاغوت یخرجونھم من النّور الی الظّلمٰت" یعنے" اور جو لوگ کفر کریں ان کے دوست شیاطین بن جاتے ہیں جو انہیں نور کی روشنی سے نکال کر اندھیرے کی طرف لے جاتے ہیں"۔ کفر کے معنی انکار کرنا یا ناشکری کرنا ہے۔ یہاں دونوں معنے لگتے ہیں۔ مگر کس کا انکار یا کس کی ناشکری؟ اس بات کو حذف کرنے میں بھی حکمت ہے۔ یہاں ضمیر دو طرف جا سکتی ہے۔ "ہدایت" کی طرف جس کا ذکر پہلے آیا تھا۔ یا اللہ تعالےٰ کی طرف جس کا ذکر اس کے بعد ہے۔ دنیا گمراہی

میں بھٹک رہی ہوتی ہے۔ ان کو سیدھی راہ پر ڈالنے کے لئے اللہ تعالےٰ اپنی ہدایت کو بھیجتا ہے۔ اُس ہدایت کا انکار اللہ تعالےٰ کے انکار کے مترادف ہو جاتا ہے اگرچہ اس سے قبل گمراہ انسان کھلم کھلا اس جرم کا مرتکب نہ ہوا ہو۔

دوسرے ناشکری کے معنوں کی رو سے اللہ تعالےٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت کو نہ قبول کرنا نہ صرف اس ہدایت کی ناشکری ہے بلکہ اللہ تعالےٰ کی بھی جو اُسے بھیجنے والا تھا۔ پھر وہ ہدایت انسان کے مقصدِ پیدائش یعنے اللہ تعالےٰ کو پانے کا راستہ بتاتی ہے۔ اس کا انکار بالآخر اللہ تعالےٰ کا انکار بھی کرا دیتا ہے جیسا کہ ہم اس زمانہ میں دیکھتے ہیں کہ دین یا مذہب کے انکار نے بالآخر دنیا کو دہریت تک پہنچا دیا۔ جہاں جہاں اشتراکیت چھائی ہے دہریت عالمگیر ہے مگر دوسری مغربی اقوام میں بھی اب دہریت عام ہو رہی ہے۔

تو اس آیت (والّذین کفروا ۔ ۔ ۔ ۔ الظلمٰت) میں فرمایا ہے کہ آسمانی ہدایت کے انکار اور اسکے نتیجہ میں خدا کے انکار کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کے دوست یا ساتھی شیاطین بن جاتے ہیں۔ یہاں شیاطین بطور جمع لائے اس لئے کہ ایسے لوگوں کو راستہ دکھانے والا صرف وہ باطنی شیطان نہیں ہوتا جو ہر انسان کے باطن میں اُس کے ساتھ لگا ہوا ہے بلکہ باہر شیطان کے چیلے انسان بھی اس کو غلط راہ پر ڈالنے والے بن جاتے ہیں۔

یہ بات سمجھنی بالکل آسان ہے اس لئے کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالےٰ کی ہدایت کی پیروی نہیں کرتا تو پھر وہ جو اُس کا دل کہے وہ کرتا ہے۔ اور دل انسانی جذبات اور خواہشات کا مرکز ہے جن کا محرک شیطان ہوتا ہے۔ ایسے شخص کا نفس جو اُسے کہے وہ وہی کر گذرتا ہے اسی لئے قرآنِ حکیم نے آگاہ کیا ہے کہ ان النفس لامّارۃٌ بالسوء۔ اور کند ہم جنس با ہم جنس پرواز کے مطابق شیطان کے چیلے سب ایک دوسرے کے دوست بن جاتے ہیں۔

فرمایا کہ شیاطین انسان کو نور سے ظلمات کی طرف لے کر جاتے ہیں۔ وہ نور کیا ہے جو ہر انسان کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے براہِ راست ملا ہوتا ہے۔ وہ نورِ بصیرت ہے۔ نورِ بصیرت باطن کی آنکھ سے اپنے باطن کو دیکھنے کی روشنی ہے۔ ہر شخص اس کے اپنے دل میں، دماغ میں جو باتیں ہوں یا گذر رہی ہوں انہیں بخوبی جانتا ہے۔ اسی بات کو قرآنِ حکیم نے یوں فرمایا ہے کہ بل الانسان علیٰ نفسہٖ بصیرۃٌ ۝ ولو القیٰ معاذیرہٗ یعنے انسان اپنے نفس کو بخوبی دیکھ سکتا ہے اگرچہ وہ کتنے ہی عذر، بہانے کرے۔

تو باطنی اور ظاہری شیاطین انسان کے اس نورِ بصیرت سے اُسے نکال کر انسان کو اندھا کر دیتے ہیں کہ وہ اپنے نفس کی برائیوں کو دیکھ نہیں سکتا بلکہ انہیں صحیح اور عمدہ باتیں سمجھنے لگتا ہے۔

اسی طرح یہ شیاطین ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ کے بھیجے ہوئے نورِ ہدایت کو پا بھی لیا یا مثلاً اسلام میں پیدا بھی ہوئے ہوں مگر انہوں نے اس نورِ ہدایت کی ناشکری کی (جو کہ کفر کے دوسرے معنی ہیں) اس نور سے نکال کر گمراہی کے اندھیروں میں لے جاتے ہیں۔

اصحٰب النّار

آخری الفاظ ہیں اولٰٓئک اصحٰب النّارِ ھم فیھا خٰلدون یعنے یہی آگ والے ہیں اور اُسی میں رہیں گے۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر آیا ہوں جو شخص اللہ کی ہدایت کو قبول نہیں کرتا یا اس کی پیروی نہیں کرتا وہ پھر اپنے جذبات اور خواہشات کی اندھا دھند پیروی کرتا ہے جن کا نتیجہ آگ ہے۔ وہ آگ انسان کی فرمانبردار ہو کر اُسے حرکت عمل میں لانے کے لئے دی گئی ہے (تمام حرکت گرمی سے پیدا ہوتی ہے) اور جس طرح کہ اور مفید آگیں ہیں مثلاً موٹر کے انجن کی یا ریل کے انجن کی یا ہوائی جہاز کی یا راکٹ کی جو انسان کی مادی ترقیات اور بلندیوں میں پرواز کا باعث ہوتی ہیں مگر بے قابو ہوں تو انسان کو جلا کر خاک کر دیتی ہیں، باطنی جذبات اور خواہشات کی آگ بھی قابو میں نہ ہو (جو اللہ کی ہدایت سکھاتی ہے) تو انسان کے پہلے تو دل پر ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ قرآنِ حکیم نے واضح کر دیا ہے کہ نار اللہ الموقدۃ ۝ التی تطلع علی الافئدۃ ۝ اور اسی دنیا میں ھل من مزید کے نعرے انسان کے باطن میں لگاتی ہے۔ پھر مرنے کے بعد وہ آگ جو انسان کے نفس کے اندر ہوتی ہے ظاہر ہو کر جہنم کی آگ کے شعلوں میں بھڑکنے لگے گی جیسا کہ فرمایا انّھا علیھم مّؤصدۃ ۝ فی عمدٍ مّمدّدۃ

احسانِ عظیم کی قدر

اللہ تعالیٰ کا کس قدر احسانِ عظیم ہے اس شخص پر جسے وہ دینِ حق میں پیدا کر دے اور پھر قرآن کریم کا مکمل ہدایت نامہ اس کے ہاتھ میں پکڑا دے۔ اگرچہ اس کی قدر نہ کرے (قدر کے معنی اُس پر نہ صرف ایمان بلکہ عمل کرنے کے ہیں) تو کیا نہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک زیادہ قابل مؤاخذہ نہ ہو گا بہ نسبت اُس انسان کے جسے یہ رعائتیں نہیں دی گئیں؟ اس لئے خواتین و حضرات قرآنِ کریم کو روز سمجھ کر پڑھنے اور اس پر عمل کرنے میں نجات ہے نہ کہ حق میں پیدا ہونے سے۔ اس میں کوتاہی نہ کریں تاکہ اللہ تعالےٰ ہم پر رحم فرمائے۔ آمین!

اخبارِ احمدیہ

* سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز جماعتوں کے تربیتی دورہ پر تشریف لے گئے ہیں احباب کرام خدمتِ دین اور تربیتِ جماعت کے اس مقدس کام میں آپ کی کامیابی اور سفر سے بخیریت واپسی کے لئے دعا فرماتے رہیں۔
* درخواستِ دعا:۔ جناب فیاض احمد ملتان سے لکھتے ہیں کہ مکرم میاں نثار احمد صاحب ملتان کی صحت اب نسبتاً بہتر ہے بزرگانِ جماعت خصوصاً حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سے ان کی صحت کاملہ کیلئے دُعا کی درخواست ہے۔ صدقہ کی کچھ رقم بذریعہ ڈرافٹ مرکز انجمن میں بھیجی جا رہی ہے مزید دو صد روپیہ مستحقین میں برائے مفت تقسیم ادویات بذریعہ دارالشفاء ارسال خدمت ہے۔
* وفات:۔ پشاور سے مولوی عبدالرحمان صاحب یہ افسوسناک اطلاع دیتے ہیں کہ مکرم سردار علی صاحب (سفید ڈھیری) کی والدہ محترمہ وفات پا گئی ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحومہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ احبابِ جماعت سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔
* وفات:۔ جناب محمد الزمان صاحب پشاور سے لکھتے ہیں کہ:۔

"ہمارے ایک مکرم دوست بابو فضل احمد صاحب ملازم پاکستان فلور ملز رحلت فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم بڑے دیندار، پارسا طبع۔ تہجد گزار اور جماعتی کاموں میں گہری دلچسپی لینے والے بزرگ تھے۔ خاکسار نے ان کو خود غسل دیا اور بعد نمازِ جنازہ ان کی میّت ایک صندوق میں بند کر کے ان کے آبائی گاؤں پہنچائی گئی۔

اللہ تعالےٰ جنّت میں اُن کے درجات بلند فرمائے۔ احبابِ جماعت سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

مسلمان، مسلمان کا آئینہ ہوتا ہے

آؤ! اپنے پیارے آقا محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کی تعمیل میں ایسی دنیا بسائیں جہاں پیار کا دور دورہ ہو۔

ان احدکم مراۃ اخیہ فان رای بہ اذی فلیمطہ عنہ

تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے۔ اگر کوئی کسی میں برائی دیکھے تو چاہیئے کہ اُسے دور کر دے۔"

یہ اس حکیم انسانؐ کا قول ہے جس کی ہر بات اپنے اندر حکمت و معرفت کے دُر ہائے رخشندہ رکھتی ہے اور جس کی اتباع باعث سعادت دنیوی اور اخروی ہے۔ اس حدیث میں آپؐ نے مومن کی نہایت لطیف و حکیمانہ مثال دی ہے۔ اگر اس مثال ہی کو پیش نظر رکھ کر زندگی بسر کی جائے تو بہت سے رذائل سے انسان کلیتاً پاک ہو جاتا ہے۔

ایک مومن دُوسرے کا آئینہ ہے۔

آپ نے کبھی آئینہ دیکھا۔ آئینہ پر نگاہ ڈالتے ہیں سب سے پہلے جو چیز آپ کے سامنے آتی ہے وہ آپ کی شکل جس سے آپ معاً اندازہ لگا لیتے ہیں کہ آپ کا چہرہ صاف ہے یا داغدار۔ اس مثال سے اس طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے کسی مسلم بھائی میں کوئی نقص یا کمزوری دیکھے تو جھٹ اُسے آگاہ کر دے یہ اس کا فرض ہے۔ اکثر انسان کسی میں کوئی نقص دیکھتے ہیں تو اُسے دل میں رکھ چھوڑتے ہیں۔ اس شخص کے متعلق ایک بُرا خیال لے کر بیٹھ رہتے ہیں اور اگر کہیں موقعہ ملے تو نشتر زنی بھی کرتے ہیں حالانکہ ہونا یہ چاہیئے کہ اپنے بھائی میں اگر ذرہ بھر بھی کمزوری نظر آئے تو اسے اس کی اصلاح کے متعلق اطلاع کی جائے۔

حدیث شریف میں مذکور ہے کہ اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وُہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ رضؓ نے پوچھا کہ ظالم کی مدد کس لئے؟ فرمایا اس کی مدد یہ ہے کہ اسے زیادتیوں سے روکا جائے۔ ہاں اپنے بھائی کو مطلع کرتے وقت طریق ایسا اختیار کیا جائے کہ وہ اپنی غلطی کا احساس کر لے نہ کہ وہ آپ پر بدظنی کرنے لگ جائے کیونکہ اکثر ..... آئینہ کو آپ نے دیکھا وہ صرف چہرہ پر جو عیب ہو اُسے دکھا دیتا ہے اس پر تنقید نہیں کرتا۔ بلکہ خود ہی انسان کے دل میں احساس پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنی بُرائی کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ کوئی شخص دنیا میں ایسا نہیں ہوتا جو دنیا میں عیب دار ظاہر ہونے کو پسند کرے۔ اس لئے مومن کا فرض صرف یہ ہے کہ اسے اس نقص سے آگاہ کر دے اور اصلاح کا کام اپنے بھائی پر چھوڑ دے۔

اکثر اوقات دیکھا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کو کہا جائے کہ جناب میں یہ خامی ہے اور اس کی اصلاح ضروری ہے تو وہ بجائے اس کے کہ اپنے نقص پر نگاہ رکھے اور اپنے بھائی کا مشکور ہو الٹا اس پر ناراض ہو جاتا ہے کہ تو کون ہے جو میرا عیب پکڑے اپنے آپ کو تو دیکھ۔ مگر آئینہ ہمیں یہ سبق نہیں دیتا آپ کبھی آئینہ کے سامنے گئے ہیں کتنی بار گئے ہوں گے اور اپنا چہرہ بھی دیکھا ہو گا۔ اب اگر آپ آئینہ میں اپنے چہرے پر ایک داغ دیکھتے ہیں تو کیا کریں گے۔ کیا شیشہ توڑ ڈالیں گے کہ کم بخت تو نے میرے چہرے پر بدنما داغ کیوں دکھایا آپ ایسا تو نہیں کرتے یہی کرتے ہیں کہ شیشہ کو حفاظت سے رکھ کر اپنا داغ دور کریں گے۔ یہی سلوک اپنے مومن بھائی سے ہونا چاہیئے۔ اگر وہ آکر آپ کو آپ کے نقص سے آگاہ کرے تو آپ کو چاہیئے کہ اس کے شکرگذار ہوں اپنے نقص کو دور کریں اور اس سے پوچھیں کہ کیا وہ نقص اب بھی ہے کہ نہیں۔ اگر آپ اپنے چہرہ کی سیاہی دُور کرنے کی بجائے اس کے پیچھے پنجے جھاڑ کر پڑ جائیں تو سیاہی آپ کے چہرہ پر رہے گی اور آپ ہاتھ سے ایک شفیق دوست بھی کھو بیٹھیں گے۔

دوست کا فرض ہے کہ جو عیب کسی دوست میں ہو اُسے ہی بتائے یہاں بھی آئینہ کی صفت ہونی چاہیئے۔ آپ ایک آدمی میں کوئی خامی دیکھتے ہیں اور اُسے جا کر اوروں کے سامنے بیان کرتے ہیں تو اس طرح آپ اس کا نقص دُور نہیں کر سکیں گے اور اس صورت میں آپ نے اس کے ساتھ کون سی نیکی کی اور اس کا نقص دُور کرنے میں کس طرح معاون ہوئے۔ اس روش کے نتیجہ سے باقی لوگ بھی اس سے بدظن ہو جائیں گے اور اس کی اصلاح بھی نہ ہوں گی۔ حالانکہ اصل غرض انسان کی اصلاح ہے بلکہ جن جن لوگوں کے سامنے آپ یہ بات بیان کریں گے وہ بھی آپ کو ناقابلِ اعتبار سمجھیں گے۔

قرآن کریم نے اس طریق کار کو غیبت سے تعبیر کیا ہے اور اس سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غیبت کے معنی بتاتے ہوئے فرمایا:۔

ترجمہ:۔ تم جانتے ہو غیبت کسے کہتے ہیں۔ عرض کی اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا:۔

"اگر کوئی تم میں سے اپنے بھائی کی بابت اس کی غیر حاضری میں ایسی بات کہے جو اُسے ناپسند ہو تو یہ غیبت ہے"

ایک شخص نے عرض کی، جو بات میں نے کہی اگر وہ میرے بھائی میں موجود ہو تو؟ فرمایا "جو کچھ تم نے کہا اگر اس میں موجود ہو تو تم نے غیبت کی اور اگر موجود نہ ہو تو تم نے بہتان باندھا"

پس ہمارا فرض یہی ہونا چاہیئے کہ اپنے بھائی کے عیب کا ڈھنڈورہ شہر میں نہ پیٹتے پھریں۔ یہ خدا تعالےٰ کا حکم ہے اور قرآن کا حکم ہمیشہ حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ (الحجرات)

میں لگ جاؤ کہ جلد ثواب حاصل کریں۔ یہ غلط روش ہے قرآن شریف یہ فرماتا ہے لا تجسسوا کہ ایک دوسرے کی اندرونی حالت کو ٹٹولنے کی کوشش میں مت لگے رہو۔ آپ صرف یہ کریں کہ ایک بھائی کا آپ سے معاملہ پڑتا ہے۔ یا آپ اس میں کسی رنگ میں صریح غلطی دیکھتے ہیں اور اس پر آپ کو یقین ہو جاتا ہے تو پھر اسے کہہ دیجیئے کہ وہ اپنی اصلاح کرے۔ اب ایک دقت پیش آتی ہے وہ یہ کہ کس طرح معلوم ہو کہ ہمارے بھائی نے فلاں حرکت جو کی ہے وہ قابلِ اصلاح ہے۔ تو اس کا آسان طریق یہ ہے کہ اُسے قرآن و سنت اور حدیث پر پیش کرو۔ قرآن نے اس کے متعلق کیا فرمایا ہے۔ نبی کریم صلعم کا اسوۂ حسنہ اس بارہ میں کیا تھا۔ یہ ایک معیار ہے جس کو پیشِ نظر رکھنے سے آپ بہت سی ٹھوکروں سے بچ رہیں گے۔

اس ساری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے بھائی کو آئینہ سمجھیئے اور خود اس کا آئینہ بن جائیے اگر کوئی بھائی کوئی نقص بیان کرے تو دیکھیئے کہ وہ آپ میں ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو اس کی اصلاح کیجیئے اگر نہیں تو خُدا کا شکر ادا کریں۔

میرا تو یہ ایمان ہے کہ جو خدا اور اس کا رسول صلعم فرمائیں اس پر بلا چون و چرا عمل کیا جائے تو پھر ہر طرف محبت ہی محبت ہوگی آپ کو دن رات کے فسادات نظر ہی نہیں آئیں گے۔ سو آؤ ہم اپنے پیارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات کو حرزِ جاں بنائیں اور ایک ایسی دنیا بسائیں جہاں محبت۔ صلح۔ آشتی اور پیار کا دور دورہ ہو اور باہمی محبت و پیار کے جھونکے سکون و سرور عطا کرتے ہوں۔

--- ••• ---

انذار

(۱) جو شخص متواتر تین جمعہ کی نمازیں سستی سے چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر سیاہی کی مہر کر دیتا ہے۔ (ابوداؤد)

(۲) آدمی کا لمبی نماز پڑھنا اور مختصر خطبہ پڑھنا اس کے سمجھدار ہونے کی علامت ہے (مسلم)

(۳) اگر تم میں سے کوئی تپتی ہوئی پتھریلی زمین پر نماز پڑھتا ہے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ جمعہ کے دن اپنے گھر میں بیٹھا رہے اور جب امام خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہو تو لوگوں کی گردنیں پھلانگتا اندر آئے۔ (مالک)

(۴) خدا کے نزدیک بہترین عمل بر وقت نماز ہے۔

(۵) عہد کی پابندی کرو کیونکہ قیامت کے دن اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

(۶) سچ بولو کہ سچ بولنے والا بزدل نہیں ہوتا۔

(۷) تم زمین والوں پر رحم کرو خدا تعالےٰ عرش پر تم پر رحم فرمائے گا:

رپورٹ :- جناب احمد بخش اللہ صاحب سیکرٹری جماعت ہیگ (ہالینڈ)

ہیگ میں جلسۂ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

احمدیہ ہال ہیگ (ہالینڈ) میں ۹ جنوری ۱۹۸۲ء کو مکرم نور سردار صاحب کی صدارت میں جلسہ عید میلاد النبیؐ بعد نماز مغرب منعقد ہوا۔ حاضرین کی تعداد اڑھائی صد (۲۵۰) کے لگ بھگ تھی۔ حاجی حبیب اللہ صاحب اور ملائشیا سے آمدہ دوست احمد آفندی مصطفےٰ صاحب کی تلاوتِ قرآن کریم سے جلسہ کی کاروائی کا آغاز ہوا۔ احمد مصطفےٰ آفندی الازہر یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہیں اور اتفاقاً ہیگ میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ تلاوت کے بعد محمد الامام احمد (خرطوم) طالب علم انٹرنیشنل سٹڈیز نے اپنی مختصر تقریر میں اپنے وطن سوڈان میں یہ تقریب منانے کے متعلق فرمایا کہ وہاں یکم ربیع الاول سے ہی قرآن خوانی اور محافل میلاد النبیؐ کے انعقاد کا سلسلہ ملک بھر میں شروع ہو جاتا ہے۔ ۱۲ ربیع الاول کو جلسے منعقد کئے جاتے ہیں اور جلوس نکالے جاتے ہیں۔ صدقہ و خیرات کیا جاتا ہے اور شیرینی بانٹی جاتی ہے فاضل مقرر نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ انہیں ہیگ میں ہماری جماعت کے ساتھ یہ تقریب منانے کی سعادت نصیب ہوئی ہے نیز فرمایا کہ اس سے پہلے مجھے دوسری مسلمان جماعتوں کی ایسی ہی تقریبات میں شمولیت کا موقع ملا ہے لیکن ختم الرسل سید الانبیاء صلعم کی ذاتِ اقدس کیساتھ آپ کی جماعت کی محبت اور عقیدت کو دیکھ کر میں بڑا متاثر ہوا ہوں۔ ان کے بعد سُرینام کے مشہور نعت خواں جناب علی ہاؤسل نے احمد مرسلؐ سب سے افضل صلی اللہ سبحان اللہ بڑی خوش الحانی سے پڑھ کر سردارِ دو عالمؐ کو ہدیۂ عقیدت پیش کیا۔

ان کے بعد صدر خواتینِ احمدیہ ہیگ محترمہ زینب فاضل رمضان صاحبہ کی صاحبزادی سائرہ رمضان صاحبہ نے "رسول اللہ صلعم کا سلوک بچوں سے" کے موضوع پر اردو میں نہایت عمدہ تقریر کی اور سامعین و سامعات کو السلام علیکم کے بعد کہا :-

آج ہم سب عید میلاد النبیؐ کی تقریب سعید منانے کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ میرے مضمون کا عنوان ہے "حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلوک بچوں کے ساتھ"، قبل اس کے کہ میں بچوں کے ساتھ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلوک کا ذکر کروں اس بات کا ذکر کر دینا نہایت مناسب سمجھتی ہوں کہ رسول اللہ صلعم کے زمانے میں لوگ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دینا بڑی عزت کی بات سمجھتے تھے اور وہ لوگ بھی جو بڑے بڑے شرفا سمجھے اگر ان کے گھر بھی بیٹی پیدا ہو جاتی تو بہت غم کی بات سمجھی جاتی تھی وہ اپنی بیٹی کو جب تک دفن نہ کر لیتے تھے ان کو چین نہ آتا اور ایسا کرنے سے ان لوگوں کو کون روک سکتا تھا۔ روکنے والے اگر کوئی ہو سکتے تھے تو وہ برسرِ اقتدار امیر طبقہ کے لوگ ہی ہو سکتے تھے اور یہی امیر طبقہ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دینا اپنی عزت اور شان سمجھتا تھا۔ یہ رسول اکرم صلعم ہی کی شان ہے کہ رسولؐ نے بچیوں کو زندہ دفن کرنے سے اور یہ سب سے بڑا جرم اور گناہِ کبیرہ قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ رسول اللہ صلعم کے گھر جو بچے پیدا ہوئے ان میں زیادہ تر بیٹیاں ہی تھیں اور تین بیٹے تھے دو بیٹے حضرت خدیجہ رضہ سے تھے جو کہ ایک اور دو سال کی عمر میں وفات پا گئے اور ایک ماریہ قبطیہ زوجۂ رسولؐ سے تھے جن کا نام حضرت ابراہیم تھا۔ انہوں نے رسول صلعم کے بیٹوں میں سے سب سے زیادہ عمر پائی

لیکن وہ بھی کمسنی میں وفات پا گئے۔ رسولؐ کا سلوک خاص طور پہ حضرت ابراہیم سے جو تھا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں جیسا کہ آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ حضرت کے بیٹے ابراہیم کی پیدائش مدینہ منورہ میں ہوئی اور اس زمانے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم امت کے بادشاہ تھے یعنی ان کے اوپر دو قسم کی ذمہ داریاں تھیں یعنی دینی اور دنیاوی۔ دونوں امور میں خواہ وہ دنیاوی ہو یا دینی سب لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ اس لئے حضورؐ کے پاس وقت بہت کم ہوتا تھا لیکن ان تمام مصروفیات کے باوجود رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم روزانہ اپنے لختِ جگر ابراہیم کے لئے وقت نکالا کرتے یعنی وہ خود ان کی تربیت کرتے تھے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بیٹے سے بہت پیار کرتے تھے ان دونوں کے پیار کا ذکر حدیث اور تاریخوں کی کتابوں میں موجود ہے لیکن ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ جب حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ابراہیم کے فوت ہونے کی خبر ملتی ہے تو حضورؐ کی آنکھیں پُرنم ہو جاتی ہیں اور آپؐ بے چین ہو جاتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں "اگر تو زندہ ہوتا تو تو بھی نبی ہوتا۔"

رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلوک اپنی بیٹیوں کیساتھ بھی بہت اچھا تھا جب بھی ان کی اپنی بیٹیاں رسولِ اکرمؐ کے پاس تشریف لاتیں تو آپ اگر بیٹھے ہوتے تو احتراماً کھڑے ہو جاتے اور خوشی سے مسکراتے اور ادب سے دریافت کرتے کہ آنے کا کیا سبب ہے اگر وہ کسی ضرورت کیوجہ سے آتیں تو فوراً وہ کام کر دیتے اور اگر ملنے کے لئے آتیں تو ادب سے بٹھاتے پھر خود بیٹھتے۔ حضورؐ تمام بچوں سے خواہ وہ کسی کے ہوں بہت پیار کرتے اور ان کے ساتھ ادب سے پیش آتے۔ رسول مقبولؐ جب بھی کسی سفر سے واپس آتے اور مدینہ میں داخل ہوتے ہی جو بھی بچہ ان کو نظر آتا خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی اپنی سواری پر بٹھا کر اپنے گھر لے جاتے۔ رسولؐ اگر کسی مجلس میں بیٹھے ہوتے اور کوئی بچہ وہاں پہنچ جاتا تو اس بچے کو پیار سے بلا کر اپنے پاس بٹھایا کرتے اور وہ یہ کبھی نہیں کرتے تھے کہ بچے مجلس میں نہ آئیں۔ جیسے بڑے آدمی حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سنتے تھے اسی طرح بچے بھی ان کی بات سنتے تھے۔ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں بیٹھنے کے بھی کچھ آداب تھے۔ یعنی حضورؐ کے دائیں ہاتھ پر اکثر حضرت ابوبکر صدیق رضہ بیٹھا کرتے تھے۔ اتفاق سے ایک بچہ حضرت ابوبکر رضہ سے پہلے آ گیا اور رسول صلعم نے اس بچے کو اپنی دائیں طرف بٹھا لیا اور جب حضرت ابوبکر رضہ تشریف لائے تو ان کو حضور نبی کریم صلعم کی بائیں طرف بیٹھنا پڑا۔ مجلس ہوتی رہی اس مجلس میں کچھ کھانے پینے کی چیزیں پیش کی گئیں۔ حضورؐ اپنے ساتھیوں کو اپنے ہاتھ سے چیز دیا کرتے تھے۔ اس میں حضورؐ ایک خوشی محسوس کرتے تھے حضورؐ کی سنت تھی کہ جب کوئی کام شروع کرتے تو دائیں ہاتھ سے شروع کرتے۔ جب وہ چیز دینی شروع کرنے لگے تو دائیں ہاتھ پہ وہ بچہ بیٹھا ہوا تھا اور بائیں ہاتھ پر حضرت ابوبکر رضہ حضورؐ ادب کیوجہ سے چاہتے تھے کہ حضرت ابوبکر رضہ کو پہلے پیش کریں۔ حضورؐ نے بچے سے پوچھا کہ "اے صاحبزادے کیا میں پہلے حضرت ابوبکر رضہ کو دے سکتا ہوں؟" تو بچے نے جواب دیا :-

"جناب آج حضرت ابوبکر رضہ نہیں بلکہ میں دائیں ہاتھ پہ بیٹھا ہوا ہوں۔ تو میں اپنا حق کسی کو نہیں دوں گا۔"

یہ جواب سن کر آپؐ ہنس پڑے اور تقسیم اس بچے سے شروع کی۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو ان کے استقبال کے لئے تمام مدینے والے جمع ہو گئے اور ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ رسول صلعم ان کی مہمان نوازی قبول کریں۔ اور ان کے گھر ٹھہریں۔ یہ ایک بہت بڑا مسئلہ پیدا ہو گیا تھا کہ وہ کس کے گھر ٹھہریں۔ حضورؐ کو یہ کہنا پڑا کہ اس میری اونٹنی کو چھوڑ دو یہ جہاں ٹھہر جائے گی میں وہیں قیام کر لوں گا۔ یہ رسولؐ

مظہرے نورے کہ پنہاں بود از عہدِ ازل

چوں زمن آید ثنائے سرورِ عالی تبار — عاجز از مدحش زمین و آسمان و ہر دو دار

از ہمہ عالم فزوں تر در ہمہ نوعِ کمال — آسماں ہا پیشِ اوجِ ہمّتِ او ذرّہ وار

مظہرے نورے کہ پنہاں بود از عہدِ ازل — مطلعِ شمسے کہ بود از ابتدا در استتار

حسنِ روئے او بہ از صد آفتاب و ماہتاب — خاکِ کوئے او بہ از صد نافۂ مشکِ تتار

ہست او از عقل و فکر و وہمِ مردم دور تر — کے مجالِ فکر تا آں بحرِ ناپیدا کنار

زندہ آں شخصے کہ نوشد جرعہ از چشمہ ات — زیرک آں مردے کہ کرد است اتباعت اختیار

عارفاں را منتہائے معرفت علمِ رخت — صادقاں را منتہائے صدق بر عشقت قرار

یا نبی اللہ توئی خورشیدِ رہ ہائے ہدے — بے تو نارد رو براہے عارفِ پرہیزگار

یا نبی اللہ لبِ تو چشمۂ جاں پرور است — یا نبی اللہ توئی در راہِ حق آموزگار

یا نبی اللہ فدائے ہر سرِ موئے تو ام — وقفِ راہِ تو کنم گر جاں دہندم صد ہزار

راغب اندر رحمتت یا رحمت اللہ آمدیم — اے کہ چوں ما بر درِ تو صد ہزار امیدوار

یا نبی اللہ نثارِ روئے محبوبِ تو ام — وقفِ راہت کردہ ام ایں سر کہ بر دوش است بار

بینم انوارِ خدا در روئے تو اے دلبرم — مستِ عشقِ روئے تو بینم دلِ ہر ہوشیار

خوشتر از دورانِ وقتِ تو نباشد ہیچ دور

خوب تر از وصف و مدحِ تو نباشد ہیچ کار

(حضرتِ مجدّدِ صد چہاردہم)

کا فرمان تھا اور لوگوں نے اس بات کو قبول کیا۔ وہاں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال پر ہر طبقہ کے لوگ موجود تھے اور وہ یعنی جماعتی گروہ کے رنگ میں موجود تھے مردوں کا گروہ، عورتوں کا گروہ، اور چھوٹی بچیوں کا گروہ بھی۔ اور سب رسول صلعم سے بات کرنا چاہتے تھے لیکن رسول صلعم سب سے پہلے چھوٹی بچیوں کے گروہ کے سامنے رُکے اور ان کو سلام کیا اور پوچھا کہ کیا تم کو مجھ سے پیار ہے۔ بچیوں نے جواب دیا۔ ہاں یا رسول اللہ! تو رسول نے جواب دیا میں بھی تم سے اتنا ہی پیار کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ رسول صلعم وضو کر رہے تھے تو ایک چھوٹا سا بچہ اُن کے پاس آ گیا اور آپ کو غور سے دیکھنے لگا۔ آپ نے پیار سے اپنے ہاتھ سے اُس بچے پر پانی کا چھینٹا پھینکا۔ آپ سب کو معلوم ہے کہ وضو کرنا بھی ایک عبادت ہے اور ایک بچے سے اس وقت بھی پیار محبت اور شفقت سے پیش آئے۔ اس سے بھی بڑی عبادت ہے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو نواسیاں تھیں وہ ان کے کندھے پر چڑھ کر کھیلتی تھیں۔ اور جب رسول صلعم نماز پڑھاتے تو وہ اُن کے کندھے پر سوار رہتیں اور جب رکوع اور سجود میں جاتے تو اتار لیا کرتے تھے۔ اور اسی طرح حضورؐ اپنے نواسوں حضرت امام حسن اور حسین کے ساتھ کھیلتے تھے۔ ان کو کبھی اپنے کندھے پر سوار کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک آدمی نے شکایت کی کہ ایک لڑکا میرے کھجور کے درخت پر پتھر پھینکتا ہے۔ تو رسولؐ نے پہلے بچے کو اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ ایک آدمی نے شکایت کی ہے کہ تم اس کے درخت پر پتھر مارتے ہو آخر تم ایسا کیوں کرتے ہو۔ تو اُس بچے نے جواب دیا اگر پتھر نہ ماروں تو کھجور کیسے ملے گی تو میں اس لئے پتھر پھینکتا ہوں۔ رسولؐ نے اس لڑکے کو ڈانٹا نہیں۔ بلکہ سمجھایا کہ درخت پر پتھر نہ پھینکا کرو اگر کھجور گری ہوئی آپ کو مل جائے تو وہ تم بیشک اٹھا کر کھا لیا کرو یہ کوئی جرم نہیں۔ ایسی اور بھی بہت سی پیار کی مثالیں رسول اکرمؐ کی تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں لیکن میں اسی پر اکتفا کرتی ہوں۔

عزیزہ سائرہ رمضان صاحبہ کے بعد جناب حاجی عزیز رسول صاحب نے رسول کریم صلعم کی صفات پر حضرت اقدس بانئے سلسلہ احمدیہ کی تحریرات کے حوالے سے روشنی ڈالی جس میں آپ نے مسلمانوں میں باہمی محبت، اتحاد و یگانگت کی اصل بنیاد حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات کو بنانے پر زور دیا۔

پھر مسز لال محمد صاحب نائب صدر خواتین احمدیہ ہیگ (ہالینڈ) نے ایک نعت پڑھی جس کا ایک شعر پیشِ خدمت ہے:۔

اُس گل کا محمد نام ہوا جس سے تازہ اسلام ہوا
شاخ اُس نے کاٹی کانٹوں کی بیل اُس نے ڈالی پھولوں کی۔

نعت کے بعد جناب مولانا فاضل رمضان صاحب نے حضورؐ کی بعثت سے قبل دنیا کے حالات پر تقریباً پچاس منٹ تقریر کی جس میں آپ سے پہلے جتنے بھی انبیاء کرام کا ذکر قرآن کریم میں ہے ان کی تعلیمات اور ان میں بگاڑ کا ذکر کرتے ہوئے اس عظیم روحانی انقلاب کے متعلق بتایا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں برپا کیا۔ اس کے بعد وقفہ چائے ہوا۔ بعد ازاں مصر میں تیار کی گئی فلم THE MESSAGE (پیغام) دکھائی گئی جس میں حضور صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد دعا پر جلسہ برخاست ہوا۔

ترجمہ و تلخیص:- محمد شریف چوہدری

بلادِ غیر میں ترسیل لٹریچر

ایم۔ ایم رحمان صاحب مالی لور انڈیا سے تحریر کرتے ہیں:

پیارے اسلامی بھائی السلام علیکم

میں نے اپنے گذشتہ خط میں التماس کی تھی کہ ہماری لائبریری کے لئے انجمن کی مجلد مطبوعات بطور امداد عنایت فرمائیں۔ یہاں کا مسلمان طبقہ حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کے [illegible] ان کی علمی و دینی [illegible] سے اچھی طرح واقف ہے۔ ہم ان کی نادر کتب کو جمع کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔ ہمیں قرآن اور اسلام کے متعلق [illegible] انگریزی زبان میں کافی تعداد میں ضرورت ہے [illegible] ہماری لائبریری کے لئے سب جو [illegible] ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

صالح عبداللہ صاحب گھانا مغربی افریقہ سے لکھتے ہیں:

جناب عالی!

آپ کی خدمت میں چند کلمات لکھتے ہوئے مجھے بے حد مسرت ہو رہی ہے۔ اُمید واثق ہے آپ ہر طرح بخیریت ہوں گے۔

عبدالمجید علی صاحب آف لندن نے مجھے بتایا کہ آپ کو خط لکھوں تاکہ اسلامی کتابچے اور انگریزی قرآن بھیجدیں۔ انہوں نے مجھے ایک مجموعہ کتب دکھائی۔ پھر مزید کتب منگوانے کے لئے [illegible] کی کہ مرکزی انجمن کو خط لکھوں [illegible] اسلامی [illegible] استاد ہوں۔ مجھے بے حد خوشی ہوگی اگر آپ میرے حسب منشاء جزو اسلامی کتابچے ارسال فرما دیں۔ آپ کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں گا۔

گھانا سے عثمان مادکو لکھتے ہیں:

مکرمی جناب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

میں ایک نومسلم ہوں میرا نام عثمان ہے اور آپ کی جماعت کے لٹریچر کے مطالعہ کے بعد مشرف بہ اسلام ہوا ہوں جیسا کہ آپ جانتے ہیں نئے مسلمان کے لئے دینی تعلیمات کا حاصل کرنا بے حد ضروری ہے۔ اس لئے مجھے اسلامی کتب کی ضرورت ہے۔ میں اپیل کرتا ہوں کہ مجھے باد[illegible] سے زیادہ کتب اسلامی قرآنی تعلیم بھجوائی جائیں۔ [illegible] کہ آپ کی بے نظیر کتاب اسلامک لاء آف میرج کے مطالعہ سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔ اس کتاب کے فاضل مصنف مولانا محمد علی مرحوم کو ایسی شاندار کتاب تحریر کرنے پر مبارکباد دیتا ہوں۔ یہ حقیقت مجھ پر اب واضح ہو گئی ہے [illegible] صرف جماعت احمدیہ لاہور ہی خدمت دین کر رہی ہے جو دنیا میں [illegible] کی خدمت کر رہی ہے کیونکہ حضرت محمد مصطفےٰ خاتم الانبیاء [illegible] تمام انسانوں کے لئے [illegible] عالم کے پیغمبر ہیں اور [illegible] ہیں۔

[illegible] سے اوملکم لال تحریر فرماتے ہیں۔

پیارے اسلامی بھائی السلام علیکم!

آپ کی ارسال کردہ کتب کے تحفہ کے لئے میری طرف سے شکریہ قبول فرمائیے۔ ان کتب کے بعد از مطالعہ میں اپنے تاثرات سے آگاہ کروں گا۔ میرے لئے انتہائی مسرت کا باعث ہوگا اگر آپ آئندہ [illegible] کتب ارسال کرتے رہا کریں۔ دوبارہ آپ کی مہربانی [illegible] محبت مدد کے لئے شکریہ)

سیرالیون مغربی افریقہ سے جناب محمد سلیمان صاحب تحریر کرتے ہیں۔

جناب عالی! السلام علیکم

آپ کی [illegible] کتب [illegible] مؤلفہ حضرت مولانا محمد علیؒ [illegible] اس نے مانچل پر اسلامی کتب کی فہرست دیکھی اس لئے [illegible] لٹریچر ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

[illegible] میرے علاقے میں کیتھولک لیڈروں کا زور ہے [illegible] اسلام پر غلبہ پانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس لئے میں نے آپ سے مندرجہ بالا کتب کا مطالبہ کیا ہے تاکہ عیسائیت کے غلبہ کو رد کر سکوں۔ اور ان کو سرعام جلسہ میں مناظرہ کے لئے چیلنج کر سکوں۔ اُمید واثق ہے کہ آپ مجھے مندرجہ بالا لٹریچر ضرور ارسال کریں گے میں آپ کا بے حد شکرگزار ہوں گا۔

اکیلا نبیؐ — مگر سب کا نبیؐ

(ادارہ)

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

اِنّ اللّٰہ و ملٰٓئکتہٗ یصلّون علی النّبیّ ؕ یٰٓایّھا الّذین اٰمنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیمًا ○

ترجمہ :- اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں اور اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اس پر درود بھیجو اور سلام بھیجو۔

میری عزیز بہنو اور پیاری بچیو! السّلام علیکم۔

ابھی جو آیت قرآنی میں نے پڑھی ہے یہ ایک انسان کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

وہ کیسا انسان تھا؟

جو ایک انسان ہوتے ہوئے بھی عظیم مرتبہ اور مقام بلند درجہ پر پہنچا کہ نہ صرف خود خدا اس پر درود بھیجتا ہے بلکہ حکم ربّی پا کر فرشتے بھی اس پر درود بھیجتے ہیں اور سب تمام مومنین کو ارشاد ہوتا ہے کہ اس پر درود و سلام بھیجو۔

یہ انسان دنیا کے بے شمار خوبصورت سرسبز و شاداب متمدن ملکوں سے دور شرک اور جہالت کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے ایک ایسے جزیرہ نما میں پیدا ہوا جو ریت صحراؤں سے پر تھا اور اس ملک میں بھی ایسی وادی میں پیدا ہوا جہاں نہ پانی تھا نہ دانہ۔ جائے پیدائش کی دنیا سے دوری اور علیحدگی کے بعد اب خود اس کی تنہائی پر نظر ڈالیں تو وہ اپنے باپ ماں کا اکلوتا بیٹا تھا مگر کیا اکیلا تا کہ ابھی پیدائش بھی نہ ہوئی تھی کہ باپ کا سایہ نہ رہا۔ اور تین سال کی معصوم اور بے خبری کی عمر میں، ماں کی محبت و شفقت بھری گود سے بھی محروم ہو گیا۔ یہ دنیاوی ساز و سامان اور علم و حکمت، تہذیب و تمدّن کی دنیا سے دوری اور اسطرح دنیاوی رشتوں اور محبتوں سے محرومی اس کی قسمت میں کیوں مقدر ہوئی؟

اس لئے کہ یہ تنہا یتیم و لسیر بچہ خود نگاہ خداوندی میں آ چکا اور چن لیا گیا تھا کہ وہ دنیا کا عظیم ترین اکمل و افضل انسان اور پیغمبر آخرالزّماں محمد رسول اللہ صلعم بن کر نمودار ہو گا۔ اس اُمی کی تعلیم و تربیت اور نقل و حرکت سب خود منشائے ربّی سے ہو گی۔

سب سے پہلے جو دل اس کو عطا ہوا وہ صرف اس کا اپنا دل اور صرف اپنے لئے نہ تھا اس وسیع دل میں تمام بنی نوع انسان کے لئے درد اور محبت کا ایسا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا کہ وہ انسان کی گمراہی جہالت اور خدا سے دوری دیکھ کر تڑپ اٹھا اور غار حرا کی تنہائی میں چالیس برس تک محو دعا رہا۔ وہ دل جو چالیس برس تک ایک غار کے اندھیرے میں نسل انسانی کے لئے خدا سے نور ہدایت مانگتا اور روتا رہا۔

ذرا خیال فرمائیں چالیس سال کی درازی پر کہ اس دوران میں انسان بچہ سے جوان اور جوان سے بوڑھا ہو جاتا ہے۔ انسان کی ہدایت اور بھلائی کے لئے یہ دنیا کی سب سے لمبی اور درد بھری دعا تھی جو یوں قبول ہوئی کہ خود آپ کو حکم ہوا کہ اٹھو اور نہ صرف اپنی قوم۔ نہ صرف ملک عرب نہ صرف مشرق بلکہ مشرق مغرب۔ شمال جنوب تمام دنیا کی رشد و ہدایت اور اللہ کی توحید و وحدانیت کی تبلیغ کا کام تمہارے سپرد کیا جاتا ہے اس کا نقشہ مولانا ظفر علی خاں نے ایک شعر میں یوں کھینچا ہے

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں

چنانچہ اس غار حرا میں چھپی ہوئی شمع کا نور چمکا۔ دمکا پھیلا اور ایک عالم میں اجالا کر گیا اور کر رہا ہے لیکن ان دس منٹ کی تقریر میں میں صرف اس دل کی بات کرنا چاہتی ہوں جو حضورؐ کو عطا ہوا تھا وہ دل جو وسعت میں بے کنار پھیلے ہوئے سمندروں سے بڑا اور بلندی میں سربلند پہاڑوں سے زیادہ باحوصلہ اور مضبوط تھا لیکن اس دل میں بنی نوع انسان کے لئے صرف محبت و شفقت اور رحمت ہی رحمت تھی۔

تمام عمر آپ نے اپنی ہستی کو بھلا کر دوسروں کے وجود کو مقدم فرمایا۔ خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو سکھ دیا۔ آپ فقیر رہ کر اوروں کو بادشاہ بنا دیا۔ یہاں ایک چھوٹی سی حقیقت بھی بیان کر دوں کہ آپ نے تمام عمر زکوٰۃ نہیں دی صبح و شام۔ ماہ و سال دوسروں پہ جان نہ دال۔ مال و زر لٹانے والے کے پاس کبھی کچھ رہا ہی نہیں کہ زکوٰۃ واجب ہوتی یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم ایسے نبیؐ اور صفت رحیمیت سے موصوف نبیؐ کی امت میں سے ہوئے۔ جو باوجود صدر منتہیٰ تک پہنچنے اور بارگاہ ربّی میں جیتے جی رسائی پا کر بھی انسان ہی رہا۔ فرشتہ یا کسی کا اوتار سمجھا جائے۔ آجکل کی تنگ دل نفسا نفسی اور خود غرضی سے بھری دنیا میں ہم ایسے ہوں کہ اپنے چاروں طرف اس نیت سے نگاہ ڈالیں کہ ہمارے پڑوس میں کوئی بیمار۔ ضعیف یا ایک بیمار بچہ ہو یا دوا دارو یا مدد کے لئے محتاج تو نہیں۔ جبکہ ہمارے گھروں میں گنجائش ہے تو کوئی مستحق مسافر یا بے پناہ کسی چھت کی تلاش میں تو نہیں کسی غریب کا کنبہ بغیر اوڑھنے بچھونے کے کانپ کانپ کر سردی تو نہیں گذار رہا کوئی اللہ کا بندہ بھوک سے ہمسائے میں اپنی جان تو نہیں دے رہا۔

یہ انسانی فطرت ہے کہ اپنی قیمتی چیزیں اپنا محنت سے کمایا ہوا مال۔ اپنی شوق سے بنوائی ہوئی جائیدادیں دوسروں کو دینے کو دل نہیں چاہتا۔ لیکن خدا کے نزدیک ایک انسان کی زندگی اور جان کہیں بہت قیمتی چیز ہے۔ اپنی موٹروں کو سجا کر۔ اپنے گھروں میں تالے ڈال کر۔ اپنے مال و زر کو بنکوں میں محفوظ کر کے اپنے روپوں کی گنتی بڑھا کر ہمیں وہ عالی مقام کبھی حاصل نہیں ہو سکتا جس پر وہ اکیلا۔ بے سہارا۔ یتیم و لسیر اُمّی انسان جا پہنچا۔ وہ جس نے اپنے دل کو بنی نوع انسان کی نذر کر دیا۔ اور تمام دنیا کا درد اس میں سما گیا۔ آپ نے دیکھا کہ آپ کو کیا جزاء بارگاہ ربّی سے ملی کہ وہ خود لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانوں کے دلوں میں سما گیا وہ اکیلا نبیؐ ایک دنیا کا اور ہم سب کا نبی بن گیا۔ اور چودہ سو سال سے دنیا کے ہر حصّے میں دن رات۔ صبح و شام، ہر ساعت ہر لحظہ کروڑوں مسلمان اپنے اس عظیم پیارے محبوب پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ وہ محبوب جس پر خدا خود درود بھیجتا ہے۔ اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔

آیئے ہم بھی اس میں شامل ہو جائیں اور مل کر کہیں کہ ؎

بلغ العلیٰ بکمالہٖ — کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ — صلّوا علیہ وآلہٖ

اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمّد وعلیٰ اٰل محمّد کما صلّیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انّک حمیدٌ مجید

اللّٰھمّ بارک علیٰ محمّد وعلیٰ اٰل محمّد کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انّک حمیدٌ مجید۔

***

از حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ

انسانی اصلاح کی تین اقسام قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں

اور قبل اس کے جو ہم اصلاحات ثلثہ کا مفصل بیان کریں یہ ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ قرآن شریف میں کوئی ایسی تعلیم نہیں جو زبردستی ماننی پڑے بلکہ تمام قرآن کا مقصد صرف اصلاحات ثلثہ ہیں اور اس کی تمام تعلیموں کا لب لباب یہی تین اصلاحیں ہیں اور باقی تمام احکام ان اصلاحوں کے لئے بطور وسائل کے ہیں اور جس طرح بعض وقت ڈاکٹر کو بھی صحت کے پیدا کرنے کے لئے کبھی چیرنے کبھی مرہم لگانے کی ضرورت پڑتی ہے ایسا ہی قرآنی تعلیم نے بھی انسانی ہمدردی کے لئے ان لوازم کو اپنے اپنے محل پر استعمال کیا ہے۔ اور اسکے تمام معارف یعنی گیان کی باتیں اور وصایا اور وسائل کا اصل مطلب یہ ہے کہ انسانوں کو اُن کی طبعی حالتوں سے جو وحشیانہ رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اخلاقی حالتوں تک پہنچائے اور پھر اخلاقی حالتوں سے روحانیت کے ناپیداکنار دریا تک پہنچا دے۔ اور پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ طبعی حالات اخلاقی حالات سے کچھ الگ چیز نہیں بلکہ وہی حالات ہیں جو تعدیل اور موقعہ اور محل پر استعمال کرنے سے اور عقل کی تجویز اور مشورہ سے کام میں لانے سے اخلاقی حالات کا رنگ پکڑ لیتے ہیں۔ اور قبل اس کے کہ وہ عقل اور معرفت کی صلاح اور مشورہ سے صادر ہوں گو وہ کیسی ہی اخلاق سے مشابہ ہوں درحقیقت اخلاق نہیں ہوتے بلکہ طبیعت کی ایک بے اختیار رفتار ہوتی ہے جیسا کہ اگر ایک کتے یا ایک بکری سے اپنے مالک کے ساتھ محبت اور انکسار ظاہر ہو تو اس کتے کو خلیق نہیں کہیں گے اور نہ اس بکری کا نام مہذب الاخلاق رکھیں گے۔ اسی طرح ہم ایک بھیڑیئے یا شیر کو اُن کی درندگی کی وجہ سے بدخلق نہیں کہیں گے بلکہ جیسا کہ ذکر کیا گیا تھا اخلاقی حالت محل اور سوچ اور وقت شناسی کے بعد شروع ہوتی ہے۔ اور ایک ایسا انسان جو عقل و تدبیر سے کام نہیں لیتا وہ اُن شیرخوار بچوں کی طرح ہے جن کے دل اور دماغ پر ہنوز قوت عقلیہ کا سایہ نہیں پڑا یا اُن دیوانوں کی طرح جو جوہر عقل و دانش کو کھو بیٹھتے ہیں ظاہر ہے کہ جو شخص بچہ شیرخوار اور دیوانہ ہو وہ ایسی حرکات بعض اوقات ظاہر کرتا ہے کہ جو اخلاق کے ساتھ مشابہ ہوتے ہیں مگر کوئی عقلمند اُن کا نام اخلاق نہیں رکھ سکتا کیونکہ وہ حرکتیں تمیز اور موقعہ بینی کے چشمے سے نہیں نکلتیں بلکہ وہ طبعی طور پر تحریکوں کے پیش آنے کے وقت صادر ہوتی جاتی ہیں جیسا کہ انسان کا بچہ پیدا ہوتے ہی ماں کی چھاتیوں کی طرف رُخ کرتا ہے اور ایک مرغ کا بچہ پیدا ہوتے ہی دانہ چگنے کے لئے دوڑتا ہے۔ جوک کا بچہ جوک کی عادتیں اپنے اندر رکھتا ہے اور سانپ کا بچہ سانپ کی عادتیں ظاہر کرتا ہے۔ اور شیر کا بچہ شیر کی عادتیں دکھلاتا ہے۔ بالخصوص انسان کے بچہ کو غور سے دیکھنا چاہیئے کہ وہ کیسے پیدا ہوتے ہی انسانی عادتیں دکھلانا شروع کر دیتا ہے اور جب برس ڈیڑھ برس کا ہوا تو وہ عادات طبعیہ بہت نمایاں ہو جاتی ہیں۔ مثلاً پہلے جس طور سے وہ روتا تھا اب رونا بہ نسبت پہلے کے کسی قدر بلند ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی ہنسنا قہقہہ کی حد تک پہنچ جاتا ہے اور آنکھوں میں بھی عمداً دیکھنے کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں اور اس عمر میں یہ ایک اور امر طبعی پیدا ہو جاتا ہے کہ اپنی رضامندی یا نارضامندی حرکات سے ظاہر کرتا ہے۔ اور کسی کو مارتا اور کسی کو کچھ دینا چاہتا ہے مگر یہ تمام حرکات دراصل طبعی ہوتی ہیں پس ایسے بچہ کی مانند ایک وحشی آدمی بھی جس کو انسانی تمیز سے بہت ہی کم حصہ ملا ہے وہ بھی اپنے ہر ایک قول اور فعل اور حرکت اور سکون میں طبعی حرکات ہی دکھلاتا ہے۔ اور اپنی طبیعت کے جذبات کا تابع ہے۔ کوئی بات اس کے اندرونی قویٰ کے تدبر اور تفکر سے نہیں نکلتی بلکہ جو کچھ طبعی طور پر اس کے اندر پیدا ہوا ہے وہ خارجی تحریکوں کے مناسب حال نکلتا چلا جاتا ہے یہ ممکن ہے کہ اس کی طبعی جذبات جو اس کے اندر سے کسی تحریک سے باہر آتے ہیں وہ سب کے سب بُرے نہ ہوں بلکہ بعض اُن کے نیک اخلاق سے مشابہ ہوں لیکن عاقلانہ تدبر اور موقعہ شناسی کو ان میں دخل نہیں ہوتا اور اگر کسی قدر ہو بھی تو وہ بوجہ غلبۂ جذبات طبعی کے قابل اعتبار نہیں ہوتا۔ بلکہ جس طرف کثرت ہے اسی طرف کو معتبر سمجھا جائے گا۔

غرض ایسے شخص کی طرف حقیقی اخلاق منسوب نہیں کر سکتے جس پر جذبات طبعیہ حیوانوں اور بچوں اور دیوانوں کی طرح غالب ہیں اور جو اپنی زندگی کو قریب قریب وحشیوں سے بسر کرتا ہے بلکہ حقیقی طور پر نیک یا بداخلاق کا زمانہ اس وقت سے شروع ہوتا ہے کہ جب انسان کی عقل خداداد پختہ ہو کر اس کے ذریعہ سے نیکی اور بدی یا دو بدیوں یا دو نیکیوں کے درجہ میں فرق کر سکے پھر اچھے راہ کے ترک کرنے سے اپنے دل میں ایک حسرت پاوے۔ اور بُرے کام کے ارتکاب سے اپنے تئیں متندم اور پشیمان دیکھے یہ انسان کی زندگی کا دوسرا زمانہ ہے جس کو خدا کے پاک کلام قرآن شریف میں نفس لوامہ کے نام سے تعبیر کیا ہے مگر یاد رہے کہ ایک وحشی کو نفس لوامہ کی حالت تک پہنچانے کے لئے صرف سرسری نصائح کافی نہیں ہوتی بلکہ ضروری ہوتا ہے کہ اس کو خداشناسی کا اس قدر حصہ ملے جس سے وہ اپنی پیدائش بیہودہ اور لغو خیال نہ کرے تا معرفت الٰہی سے سچے اخلاق اس میں پیدا ہوں۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ کے ساتھ ساتھ سچے خدا کی معرفت کے لئے توجہ دلائی ہے اور یقین دلایا ہے کہ ہر ایک عمل اور خلق ایک نتیجہ رکھتا ہے جو اس زندگی میں رُوحانی راحت یا روحانی عذاب کا موجب ہوتا ہے۔ اور دُوسری زندگی میں کھلے کھلے طور پر اپنا اثر دکھائے گا غرض نفس لوامہ کے درجہ پر انسان کو عقل اور معرفت اور پاک کانشنس سے اسقدر حصہ حاصل ہوتا ہے کہ وہ بُرے کام پر اپنے تئیں ملامت کرتا ہے اور نیک کام کا خواہشمند اور حریص ہوتا ہے۔ یہ وہی درجہ ہے کہ جس میں انسان اخلاقِ فاضلہ حاصل کرتا ہے۔

اس جگہ بہتر ہوگا کہ میں خُلق کے لفظ کی بھی کسی قدر تعریف کر دوں۔ سو جاننا چاہیئے کہ خلق خا کے فتح سے ظاہری پیدائش کا نام ہے اور خُلق خا کے ضمہ سے باطنی پیدائش کا نام ہے اور چونکہ باطنی پیدائش اخلاق سے ہی کمال کو پہنچتی ہے نہ صرف طبعی جذبات سے اس لئے اخلاق پر ہی یہ لفظ بولا گیا ہے طبعی جذبات پر نہیں بولا گیا اور پھر یہ بات بھی بیان کر دینے کے لائق ہے کہ جیسا کہ عوام الناس خیال کرتے ہیں کہ خلق صرف حلیمی اور نرمی اور انکساری کا نام ہے یہ اُن کی غلطی ہے بلکہ جو کچھ بمقابلہ ظاہری اعضا کے باطن میں انسانی کمالات کی کیفیتیں رکھی گئی ہیں ان سب کیفیتوں کا نام خلق ہے مثلاً انسان آنکھ سے روتا ہے اور اس کے مقابل پر دل میں ایک قوت رقت رکھتا ہے۔ وہ جب بذریعۂ عقل خداداد کے اپنے محل پر مستعمل ہو تو وہ ایک خلق ہے ایسا ہی انسان ہاتھوں سے دشمن کا مقابلہ کرتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر ایک قوت ہے جس کو شجاعت کہتے ہیں جب انسان محل پر اور موقعہ کے لحاظ سے اس قوت کو استعمال میں لاتا ہے تو اس کا نام بھی خلق ہے

(بقیہ صفحہ ۱۲ پر)

بقیہ: انسانی اصلاح کے نبوی اہتمام

(آمدہ صفحہ ۱۱)

اور ایسا ہی انسان کبھی ہاتھوں کے ذریعہ سے مظلوموں کو ظالموں سے بچانا چاہتا ہے۔ یا ناداروں اور بھوکوں کو کچھ دینا چاہتا ہے۔ یا کسی اور طرح سے بنی نوع کی خدمت کرنا چاہتا ہے، اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جس کو رحم بولتے ہیں اور کبھی انسان اپنے ہاتھوں کے ذریعہ سے ظالم کو سزا دیتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جس کو عفو اور صبر کہتے ہیں۔ اور کبھی انسان بنی نوع کو فائدہ پہنچانے کے لئے اپنے ہاتھوں سے کام لیتا ہے یا پیروں سے یا دل اور دماغ سے اور اُن کی بہبودی کے لئے اپنا سرمایہ خرچ کرتا ہے تو اُس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جس کو سخاوت کہتے ہیں۔

پس جب انسان ان تمام قوتوں کو موقعہ اور محل کے لحاظ سے استعمال کرتا ہے تو اس وقت کا نام خلق رکھا جاتا ہے۔ اللہ جلّشانہٗ ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔

انک لعلیٰ خلق عظیم

یعنے تو ایک بزرگ خلق پر قائم ہے تو اسی تشریح کے مطابق اس کے معنے ہیں یعنے یہ کہ تمام قسمیں اخلاق کی سخاوت۔ شجاعت۔ عدل۔ رحم۔ احسان۔ صدق حوصلہ وغیرہ تجھ میں جمع ہیں۔

غرض جس قدر انسان کے دل میں قوتیں پائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ ادب۔ حیا۔ دیانت۔ مروت۔ غیرت۔ استقامت۔ عفت۔ زہادت۔ اعتدال۔ مواسات یعنے ہمدردی۔ ایسا ہی شجاعت۔ سخاوت۔ عفو۔ صبر۔ احسان۔ صدق۔ وفا وغیرہ جب یہ تمام طبعی حالتیں عقل اور تدبّر کے مشورہ سے اپنے اپنے محل اور موقعہ پر ظاہر کئے جائیں گے تو سب کا نام اخلاق ہوگا۔ اور یہ تمام اخلاق درحقیقت انسان کی طبعی حالتیں اور طبعی جذبات ہیں۔ اور صرف اس وقت اخلاق کے نام سے موسوم ہوتے ہیں اور صرف اس وقت اخلاق کے نام سے موسوم ہوتے ہیں جب محل اور موقعہ کے لحاظ سے بالارادہ اس کو استعمال کیا جائے۔ چونکہ انسان کے طبعی خواص میں سے ایک یہ بھی خاصہ ہے کہ وہ ترقی پذیر جاندار ہے۔ اس لئے وہ سچے مذہب کی پیروی اور نیک صحبتوں اور نیک تعلیموں سے ایسی طبعی جذبات کو اخلاق کے رنگ میں لے آتا ہے۔ اور یہ امر کسی اور جاندار کے لئے نصیب نہیں + +

بقیہ خطبہ جمعہ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

(آمدہ صفحہ ۲)

اُن سے دریافت فرمایا آپ لوگوں کو مجھ سے کیسے سلوک کی توقع ہے تو انہوں نے کہا کہ آپ مہربان بھائی ہیں ہمیں عفو کی اُمید ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ:۔

لا تثریب علیکم الیوم

آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ یہ حضورؐ کی صفت رحمۃ للعالمین ہے۔ وہ لوگ جو بیس ہزار کا لشکر لے کر مسلمانوں کو مٹانے کے لئے مدینہ پر حملہ آور ہوتے ہیں ایسے جانی دشمنوں کو بھی معافی مل جاتی ہے۔ حضرت ابوسفیان رضؓ جو کفار کے سرغنہ تھے ان کو معافی ملتی ہے اور ساتھ ہی حکم ہوتا ہے جو آدمی ابوسفیان کے گھر پناہ لے گا اس کو بھی امان ہے۔ ہندہ ابوسفیان کی بیوی جس کے ہاتھ حضرت حمزہ رضؓ جیسے شیر اسلام کے بہیمانہ قتل سے رنگین تھے اس کو بھی امان مل جاتی ہے۔ یہ نبی واقعی رحمۃ للعالمین ہے حضورؐ تو جملہ صفاتِ کاملہ کے حامل نبی ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔

اس نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے تعلق کا تقاضا ہے کہ ہم اُن کے اوصاف کو جذب کریں اور اپنی زندگی کو ان کے اصولوں کے مطابق ڈھالیں۔ علیکم انفسکم کے مطابق اپنے آپ پر نظر رکھیں کہ تمہاری پہلی سے دُوسری حالت بہتر ہو۔ آپؐ کے نمونہ پر چلنے سے ہی عظمت ملتی ہے۔ انسان پاکیزہ زندگی بنا سکتا ہے۔ خدا دلوں کو جانتا ہے پس اپنے نفسوں کو مارو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے فرمایا کہ:۔

”اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے اور وہ ہے خدا کی راہ میں مرنا۔۔“

حضور صلعم کا اُسوۂ حسنہ

حضرت سرورِ کونین صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سیرت و کردار کو اگر چند الفاظ میں پیش کرنا ہو تو کہہ سکتے ہیں کہ حضورؐ علم میں بھی اکمل تھے اور عمل میں بھی۔ یہ مسجود ملائک مخلوق جسے انسان کہتے ہیں اپنے اندر اس قسم کے عجیب قوای رکھتی ہے۔ کہ اگر ان کا صحیح طریق پر استعمال ہو تو اس قسم کے بلند کمالات حاصل ہو جاتے ہیں کہ اس کی عظمت کے سامنے ملائکہ کی بھی حیثیت نہیں رہتی۔ یہ قوٰی علم سے جلا حاصل کرتے ہیں اور عمل سے مضبوطی۔

حضرت نبی کریمؐ کی پیدائش سے قبل انسانی قوٰی پر جہالت چھا چکی تھی اور وہ معطل ہو چکے تھے جس طرح رات کی تاریکی میں چھوٹے گھروں میں چراغوں کی مدھم سی روشنی ہوتی ہے۔ مگر عام فضا ظلمات میں گھری رہتی ہے اسی طرح قبل از اسلام کا زمانہ انسانیت کا ایک تاریک ترین دور تھا اور فطرتِ انسانی کی جبلّی روشنی کہیں کہیں چراغوں کی روشنی کی طرح مدھم سی جھلک دکھا دیتی تھی مگر عام طور پر گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا جب حضورؐ کو منصب نبوت پر فائز کیا گیا تو پہلی آواز جو آسمان سے حضورؐ کے کان میں پڑی وہ یہ تھی۔

”اپنے ربّ کے نام سے پڑھ اور تیرا ربّ سب سے بزرگی والا ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔ انسان کو سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔“

اس آواز نے عالمِ انسانیت کو علم کی دعوت دی اور کہا کہ صحیح علم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ اور جسے اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت نے ترتیب دیا ہو۔ ربّ وہ ہے جو انسان کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی عادتوں کو مختلف ارتقائی مدارج سے گذار کر بلندیوں تک پہنچاتا ہے۔ اور وہ اس کائنات کا خالق ہے گویا کہ اب وقت آگیا ہے کہ انسان پر تخلیق کے بعض رموز و اسرار کھول دیئے جائیں اور نظریہ ارتقاء کی تفصیلات اس پر ظاہر کر دی جائیں بالخصوص انسان کی پیدائش اور اسکے نفسیات پر بھرپور بحث کی جائے اور بتا دیا جائے کہ اس کی پیدائش ”علق“ سے ہے گویا کہ اب انسان کا ذاتِ باری سے نیا تعلق پیدا کیا جانے والا ہے۔ اور اسے ایک نئی زندگی بخشی جانے والی ہے۔ اور اس نئے علم سے دنیا میں ایک اُمّی انسان کے ذریعہ انقلابِ عظیم پیدا کیا جائے گا۔ ”اقراء“ کا لفظ استعمال کر کے اور یہ کہہ کر کہ تیرا ربّ سب سے بزرگی والا ہے یہ تبلانا مقصود ہے کہ اب علم کے ذریعہ انسان کو بہت بڑا شرف بخشا جانے والا ہے اور آگے چل کر یہ تلقین کی کہ اب تعلیم انسانی میں سیف کی جگہ علم کی حکمرانی ہوگی اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جائیگا جسے قبل از اسلام انسان نہ جانتا تھا۔ جمادات کی جزئیات کا علم۔ نباتات کی تفصیلات کا علم۔ حیوانات کے خصائص کا علم سیارگان اور دیگر کرہ ہائے فلک کا علم اب اس نہج سے انسان پر ارزاں کیا جانے والا تھا کہ اس سے قبل انسان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ قدرت کے مناظر سے یُوں آشنا ہو جائے گا۔ اس کی اخلاق کی بھی ہر پہلو سے تکمیل کی جانے والی تھی اور ارادہ الٰہی یہ تھا کہ اس آب و گِل کی مخلوق کو روحانیت کے الاخلاق پر پہنچا دیا جائے گا اسی لئے اب انسان کا راہنما وہ تھا جو علم میں بھی اکمل اور عمل میں بھی اکمل تھا۔ اس سے بڑھ کر کبھی کوئی ایسا باعظمت شخص پیدا ہوا نہیں اور نہ ہی اس کے بعد اس سے بڑھ کر فضیلت والا پیدا ہوگا۔ وہ شخص اس قابل ہے کہ اسے قیامت تک آنے والی نسلوں کا قائد قرار دیا جائے اور اسی کا عمل سب انسانوں کے لئے ہر زمانہ میں قابلِ تقلید ہو گا۔ یہ شخصیت حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کی ہے۔ اور اسی لئے حضور صلعم کو خاتم الانبیاء قرار دیا گیا ہے۔ (ماخوذ)

باہتمام ریاض حسین الحبہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ چیف ایڈیٹر:۔ ڈاکٹر اللہ بخش

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور، ۴ فروری ۱۹۸۲ء۔ جلد نمبر ۶۹، شمارہ ۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل ۸۳۵

تار کا پتہ - تبلیغ
فون - ۵۲۷۳۷

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا

جلد نمبر ۶۹ • یوم چہارشنبہ ۱۶/۲۳ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ بمطابق ۱۱/۱۸ فروری ۱۹۸۲ء • شمارہ نمبر ۶/۷

سیدنا حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خاں ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز

نے اپنی افتتاحی تقریر میں حضرت مولانا صدر الدین امیر جماعت مرحوم کی مفارقت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ "وہ ہمارے عظیم امیر اور بزرگ تھے۔ اُن کے چلے جانے سے ہماری جماعت کو بڑا صدمہ پہنچا ہے"۔

روایات سلسلہ عالیہ احمدیہ کے امین اور علم و فہم قرآن میں اپنے والد نامدار کے سچے جانشین

جناب میاں نصیر احمد فاروقی، جلسہ سالانہ کے آخری دن

تقریر فرما رہے ہیں۔ مکمل تقریر ۱۹۸۲ء کے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں (ادارہ)

ہمارا کام

ہمارا اٹھسٹھواں جلسہ سالانہ ۲۴ دسمبر ۱۹۸۱ء تا ۲۷ دسمبر ۱۹۸۱ء بمقام دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور منعقد ہوا۔ اپنے اس سالانہ اجتماع میں شرکت کے لئے مرد، خواتین اور بچے دور و نزدیک کے مقامات سے سردی کے موسم میں سفر کی مشکلات اور اقتصادی نامساعد حالات میں بھاری اخراجات برداشت کرتے ہوئے اک جذبہ فراواں سے کشاں کشاں ۲۳ دسمبر سے ہی دارالسلام میں پہنچنا شروع ہو گئے تاکہ خواتین اور بچیاں ۲۴ دسمبر کو منعقد ہونے والے اپنے مخصوص اجلاس میں شریک ہو سکیں۔ ان دلیرانہ دل آنیوالوں کو آتے دیکھ کر انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ کیا جذبہ اور کشش ہے۔ وہ کونسی آرزو اور تمنا ہے۔ وہ کس چیز کی تڑپ اور درد ہے جو انہیں ہر سال زیادہ سے زیادہ تعداد میں شہر کی جدید دور کی کششوں اور دلچسپیوں سے محروم اس چھوٹی سی بستی میں تین چار دنوں کے لئے کھینچ لاتا اور اپنا سارا آرام و سکون قربان کر کے فرش پر بکھری ہوئی پرالی پر اپنے بستر بچھا دینے پر مجبور کر دیتا ہے۔ انہیں کس چیز کی تلاش اور جستجو ہے اور وہ کون سا غم ہے جو ان کے جگر کو خون کر رہا ہے اور یہ خون پانی بن کر آنکھوں کی راہ ٹپک پڑتا ہے۔ عجیب فرزانے یہ لوگ ہیں جو دبائے دبتے نہیں اور مٹائے مٹتے نہیں۔ دنیا ان سے نفرت کرتی ہے انہیں پائے حقارت سے ٹھکراتی ہے۔ انہیں دیکھنے کی روادار نہیں بلکہ نیست و نابود کر دینے کے درپے ہے۔ اس کے ترکش میں جتنے بھی زہر میں بجھے ہوئے تیر ہیں وہ ان پر آزماتی ہے لیکن یہ کیسا جنون ہے کہ یہ بڑے بھولے پن سے مسکرا کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ :۔ ؏

تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

بڑے دل و گردہ کے مالک ہیں یہ لوگ۔ آخر کیوں نہ ہو۔ ایک رازدانِ حقیقت نے انہیں یہ خوشخبری سنائی تھی کہ:۔

"قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے موقع ہے کہ وہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں۔ یہ مت خیال کرو کہ خدا انہیں ضائع کرے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے ..... وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے۔ ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ میں محروم نہیں۔ ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔" (الوصیت ص ۱۰۹)

؎ کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

چند عزیز نفوس پر مشتمل یہ مختصر سی جماعت اس خوشخبری کے مطابق قرب کے خالی میدان میں داخل ہوئے۔ اس بات کی طرف توجہ کرنے جس سے خدا راضی ہو اور خدا سے خاص انعام پانے کی خاطر ہر سال دسمبر میں جمع ہوتی ہے وہ بات کیا ہے جس سے خدا کا قرب حاصل ہوگا اور وہ راضی ہوگا اور اس کی بدولت انعام کا استحقاق حاصل ہوگا وہ یہ ہے :۔

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتی ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔ اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔" (الوصیت ص ۔)

"خدا تعالیٰ کا یہی وہ مقصد ہے جسے پورا کرنے کے لئے جماعتِ احمدیہ لاہور ہر ستم سہے جاتی۔ ہر ظلم برداشت کئے جاتی اور ہر دکھ اٹھائے جاتی ہے۔ اسی کی خاطر اس کا رونا دھونا ہے اور اسی کے لئے اس کی ساری دعائیں ہیں۔ ہر سال چار دنوں کا یہ مجاہدہ بھی اسی غرض کے لئے ہے کہ یورپ و ایشیا کی قوموں کو دینِ واحد یعنی اسلام پر جمع کیا جائے۔ یہ جماعت سیاست سے الگ تھلگ ایک ایسی جماعت ہے جو قرآن کے ذریعے دنیا کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور ختم المرسلین و خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت اور رسالت پر اکٹھا کرنے کے لئے قائم کی گئی ہے۔ حالات چاہے کتنے ہی ناموافق کیوں نہ ہوں اور اس کے راستے میں مشکلات کے چاہے کتنے ہی پہاڑ کھڑے کر دیئے جائیں قرآن کریم کو ہاتھ میں لے کر انہیں پھلانگتی ہوئی اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر آگے بڑھتی رہے گی۔ انشاء اللہ اور قرآن کریم کی یہ صداقت دنیا پر غالب کرنے کے لئے دامے درمے اور سخنے ہمیشہ جد و جہد کرتی رہے گی۔ کہ یہی وہ قرآن ہے جس سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں اور مُردے جی اٹھتے ہیں اور یہی وہ چشمہ آبِ حیات ہے جس سے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے۔"

ہم کئی سالوں سے یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے چلے آتے ہیں کہ یورپ و ایشیا کی متفرق آبادیوں میں بسنے والے مختلف رنگ و نسل کے اور مختلف زبانیں بولنے والے لوگ ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے اپنے اس مرکز میں پروانہ وار جمع ہوتے ہیں کیونکہ یہی وہ مقام ہے جہاں حضرت مجدد صد چہاردہم اور مسیحِ موعود کے چند ساتھیوں اور جماعتِ احمدیہ لاہور کے بانیوں نے قرآن کریم کے علوم و معارف کی شمع روشن کی جس کی روشنی میں دین کا خوبصورت چہرہ صاف نظر آنے لگا اور وہ سارے بدنما داغ دُھل گئے جو مخالفین اسلام نے اسے مسخ کرنے کے لئے اس پر لگانے کی مذموم کوششیں کی تھیں۔ آنے والے یہ دیکھ کر حیران ہو جاتے ہیں کہ یہ مختصر سی غریب قوم اور اس کا یہ عظیم کام اور قربانیاں! جو بار بڑی بڑی حکومتیں نہ اٹھا سکیں اسے اس مختصر سے گروہ نے اٹھا رکھا ہے۔ یہ دیکھ کر ان کا دل اس ایمان اور یقین سے بھر جاتا ہے کہ اس کے ساتھ واقعی اللہ تعالیٰ کی وہ تائید اور نصرت ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے امامِ وقت کے ساتھ کیا تھا اور وہ ایک نئے جذبے اور جوش کے ساتھ یہاں سے رخصت ہوتے ہیں۔ وہ اس عزم اور حوصلے کے ساتھ واپس جاتے ہیں کہ وہ خدمتِ دین کے لئے اپنی کوششوں کو اپنے اپنے ممالک میں تیز سے تیز تر کریں گے تاکہ اللہ تعالیٰ کا لیظہرہ علی الدین کلہٖ کا وعدہ پورا ہو۔

ہمیں بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کے فیصلے پر جن گھروں میں گھی کے چراغ جلائے گئے تھے وہاں سے از سرِ نو وہ فتنے سر اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں جنہیں بانیٔ تحریکِ احمدیت اور آپ کی جماعت نے چودھویں صدی کے وسط تک ہی ختم کر کے رکھ دیا تھا۔ آج پھر قرآن۔ حدیث اور پرانی تفسیروں کے حوالے سے دجالانہ مکر و فریب کے ذریعے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ختمِ نبوت۔ ساری انسانیت کے لئے آپ کا نجات دہندہ اور رحمۃ للعالمین ہونے۔ اسلام کے کامل دین ہونے کی حیثیت اور قرآن کریم کے خاتم الکتب ہونے کو چیلنج کیا جا رہا ہے۔ لیکن جواب میں نہ کوئی قلم اٹھاتا ہے اور نہ زبان ملتی ہے۔ یہ بے حسی اور بے حمیتی اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام کی صداقتوں۔ اس کی مخفی قوتوں اور حقیقتوں اور باطل کا مقابلہ کرنے کے لئے اس کی زبردست طاقتوں پر کسی کو یقین نہیں رہا۔ یا یوں کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر سے ایمان اٹھ گیا ہے۔

ہم دنیا کی نظر میں جو کچھ بھی ہیں یہ کام ہمارا ہے اور صرف ہمارا۔ "دوسرے سے ہرگز نہیں ہو سکیگا۔"

او" فتحونا ... [illegible] "

ہو رہے ہیں اُن کا جواب بھی ہم ہی نے دینا ہے۔ آج کی دنیا جن مسائل سے دوچار ہے اُن پر غور و فکر اور اُن کا حل تجویز کرنا بھی ہمارا ہی کام ہے۔ کیونکہ گوناگوں بیماریوں میں مبتلا دنیا کو اپنی شفا کے لئے جس نسخۂ کیمیا کی ضرورت ہے وہ خدا کے فضل سے ہمارے ہی پاس ہے اور وہ چراغ جو اندھیرے گھروں میں روشنی کر سکتا ہے وہ بھی ہمارے ہی ہاتھ میں ہے۔ ہماری یہ بڑی بھاری ذمہ داری ہے اسے پورا کرنے کے لئے ہیں اپنی زندگی کا نیا ورق اُلٹنا ہوگا کیونکہ کوئی انقلاب اسوقت تک برپا نہیں ہو سکتا جب تک یہ انقلاب برپا کرنے والوں میں اس کے لئے عزم راسخ۔ کوہ شکن حوصلہ۔ جرأت و ہمت۔ اپنے مقصد کے ساتھ مخلصانہ وابستگی۔ احساس ذمہ داری۔ قائدانہ صلاحیتیں اور اس کی کامیابی پر یقین نہ ہو۔ یہ تمام خوبیاں تقویٰ اللہ سے پیدا ہوتی ہیں اور بقول حضرت صاحب تقویٰ ہی وہ دروازہ ہے جس پر چلنے سے فتح و نصرت اور تائید ایزدی کے دروازے کھلتے ہیں۔

اسی مقصد عظیم کی خاطر آج ستر سٹھ سال سے یہ جماعت ہر سال دسمبر کے مہینے میں تین چار دن کے لئے جمع ہوتی ہے۔ اس کی تحریروں۔ تقریروں، نمازوں۔ دعاؤں۔ اُٹھنے بیٹھنے۔ چلنے پھرنے اور نجی گفتگو میں یہی جذبہ کارفرما دکھائی دیتا ہے کہ دنیا میں قرآن کو کن کن زبانوں میں کہاں کہاں اور کس طرح پہنچایا جائے کیونکہ یہی وہ "ع زندگی بخش جام احمد ہے"

ہمارے نئی قیادت کے زیر منعقد ہونے والے دسمبر ۱۹۸۱ء کے جلسہ سالانہ کے شب و روز میں بھی اسی ولولہ کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں جنہیں ہم مختصر طور پر اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں تاکہ جماعت کے وہ احباب و خواتین بھی جو اس مبارک اجتماع میں کسی مجبوری کیوجہ سے شامل نہ ہو سکے اور اللہ تعالیٰ کی بے پناہ رحمتوں اور افضال کا نظارہ اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ سکے وہ تحریر میں اس سے لطف اندوز ہو سکیں اور ہمارے ساتھ اس دعا میں شامل ہو جائیں کہ :۔

"اے اللہ تعالیٰ تو دین محمدؐ کی نصرت کی خاطر اس مختصر سی جماعت کو ہر قسم کے فتنہ۔ ابتلا اور آزمائش سے اپنی خاص حفاظت میں رکھ تاکہ جو وعدہ تو نے اپنے مامور کے ساتھ کیا ہے کہ دین کا غلبہ تیری جماعت کے ذریعے ہوگا وہ پورا ہو سکے۔ آمین ثم آمین !"

دین کے بلند عزائم کو کامیاب فرمائے اور اس راہ میں اپنی تائید و نصرت سے نوازتا رہے۔

★ روانگی و الوداعی پارٹی

جناب احمد بخش اللہ صاحب ہیگ (ہالینڈ) ۴ فروری ۱۹۸۲ء کو دس بجے شب کی فلائٹ پر مع بیگم صاحبہ ہالینڈ واپس چلے گئے ہیں۔

تین فروری ۱۹۸۲ء کو دس بجے انجمن کی طرف سے آپ کے اعزاز میں ایک الوداعی تقریب منعقد ہوئی۔ چائے کے بعد مکرم جنرل سیکرٹری جناب مرزا مسعود بیگ صاحب نے موقع و محل کے لحاظ سے ایک نہایت ہی پیاری اور اثر میں ڈوبی ہوئی تقریر فرمائی۔ اور توقع ظاہر کی کہ احمد بخش اللہ صاحب کا پہلے مرکز لاہور (پاکستان) سے روحانی تعلق تھا اور اب جبکہ جسمانی تعلق بھی (آپ کی شادی دارالسلام میں پچھلے ماہ ہوئی ہے) قائم ہو گیا ہے۔ اب وہ ہر سال جلسہ سالانہ کے موقع پر ضرور تشریف لایا کریں گے۔

مسٹر احمد بخش اللہ صاحب نے اپنی مختصر جوابی تقریر میں مکرم جنرل سیکرٹری صاحب اور سب احباب کا شکریہ ادا کیا اور بتایا کہ میں نے یہاں پہنچ کر اور رہ کر قطعاً اجنبیت محسوس نہیں کی بلکہ اپنے آپ کو اپنے ہی گھر میں سمجھا ہے۔ آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ آپ سب نے جو میرے ساتھ نیک توقعات وابستہ کی ہیں ان پر خدا تعالیٰ مجھے پورا اترنے کی توفیق دے۔

دارالسلام کے مردوں اور مستورات نے بڑی گرم جوشی اور پرنم دعا کے ساتھ رات نو بجے دولہا میاں بیوی کو رخصت کیا۔ اور بعض بچیاں اور مستورات تو سخت سردی میں ہوائی اڈہ تک ان کے ساتھ گئیں۔ اللہ تعالیٰ اس نئے جوڑے کو مثالی جنت عطا فرمائے جو دوسروں کے لئے بھی نمونہ ہو۔ آمین !

• وفات حسرت آیات

مکرم قاضی غلام رسول صاحب انچارج شعبہ مفت اشاعت احمدیہ انجمن، طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہمیں اس صدمہ میں مرحوم کے اعزہ اور اقربا سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ آمین !

جملہ جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے !

چار وظائف تعلیم برائے طالبات

صدر تنظیم خواتین احمدیہ تحریر فرماتی ہیں :۔

دو وظائف /۵۰ روپے ماہوار فی برائے فنی تعلیم یا کالج کی تعلیم، از طرف تنظیم خواتین۔

دو وظائف /۷۵ روپے فی، منجانب بلقیس میر صاحبہ برائے طالبات یونیورسٹی یا تعلیم کالج

درخواستیں صدر تنظیم خواتین کے نام بھجوائی جائیں۔ فیصلہ تنظیمی کمیٹی کرے گی۔ یہ وظائف اپریل سے شروع ہوں گے :

صدر تنظیم خواتین احمدیہ

دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶

صدر بزم عاشقاں حجۃ اللہ بر زمیں
ذات خالق را نشانے بس بزرگ و استوار
ہر رگ تار وجودش خانۂ یار ازل
ہر دم و ہر ذرہ اش پُر از جمال دوستدار
یا نبی اللہ فدائے ہر سر موئے توام
وقف راہ تو کنم گر جاں دہندم صد ہزار

جلسہ سالانہ ۱۹۸۱ء کا پہلا دن — ۲۴ دسمبر مستورات کا جلسہ

(مرتبہ :- پروفیسر خلیل الرحمان مدیر اعزازی)

خواتین کا جلسہ

پہلا اجلاس :-

۲۴ دسمبر ۱۹۸۱ء کا دن خواتین کے جلسہ کے لئے مخصوص تھا اس جلسہ میں ہالینڈ۔ انگلستان۔ گیانا۔ سرینام اور ٹرینیڈاڈ کی خواتین کیساتھ ساتھ ملک بھر سے خواتین نے شرکت کی۔ پہلا اجلاس ۹ بجے صبح تا ۱۱ بجے زیر صدارت بیگم پرل جی۔ این۔ ڈین منعقد ہوا اور سٹیج سیکرٹری کے فرائض زبیدہ محمد احمد صاحبہ نے انجام دیئے۔ پرل جی۔ این ڈین ہماری جماعت احمدیہ فیجی کے صدر جناب جی۔ این ڈین کی بیگم ہیں۔ آپ ایک بار پہلے بھی ایک وفد کے ساتھ جس نے پاکستان کی جماعتوں کا دورہ کیا تھا تشریف لا چکی تھیں۔ جلسہ کی باقاعدہ کاروائی کا آغاز محترمہ بیگم ڈاکٹر سعید احمد (امیر جماعت) کی تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ زاہدہ جنجوعہ صاحبہ نے ترنم اور خوش الحانی سے نعت پیش کی اور محترمہ نگین ملک صاحبہ نے "انا الہام" اور "کشتی نوح" کے حوالہ سے حضرت مجدد صد چہاردہم کے پُر معرفت اور ایمان افروز ملفوظات سنائے۔ اس کے بعد محترمہ رضیہ مددعلی صاحبہ صدر تنظیم خواتین احمدیہ نے اپنے خطبۂ استقبالیہ میں فرمایا کہ میں آج کے اس اجتماع کو دیکھ کر اپنے قلبی تاثرات کو الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ کیونکہ آج میری آنکھوں کے سامنے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے اس الہام کی تعبیر کہ "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" ایک ناقابلِ انکار حقیقت کی شکل میں موجود ہے۔ اس پہ میں تحدیثِ نعمت کے طور پر اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جذبۂ تشکر کے ماتحت خوشی اور مسرت کے جتنے بھی آنسو بہاؤں کم ہیں میں اندرون اور بیرون پاکستان سے تشریف لانے والی اپنی بہنوں اور بچیوں کو اپنی اور جماعت کیطرف سے خوش آمدید کہتی ہوں۔ آپنے فرمایا کہ اس سال کے دوران میں ہمیں اپنے بزرگوں اور بہنوں کی دائمی مفارقت کیوجہ سے بہت سے ناقابلِ برداشت صدمے اٹھانے پڑے ہیں۔ حضرت مولنا صدرالدینؒ امیر جماعت احمدیہ لاہور نومبر کے وسط میں ہم سے جُدا ہوگئے۔ دین ۔۔۔ کی اشاعت کے لئے آپ کی طویل خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ ایسے لوگ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ زمانہ صفحۂ ہستی پہ چھوڑے ہوئے ان کے نقوش کو کبھی مٹا نہیں سکتا۔ آپ خواتین اور بچوں پر ہمیشہ شفقت فرماتے تھے۔ ہم سب کو یاد ہے کہ وہ ہر جلسہ پر سوائے چند آخری سالوں کے خواتین سے خطاب فرمایا کرتے تھے۔ حضرت مولنا محمد علی رح کے خلف الرشید بھائی محمد احمد مرحوم جو قرآن و سنت کے عاشق تھے اور جن کی تحریر و تقریر میں اپنے والد بزرگوار کا رنگ نظر آتا تھا وہ بھی ہم سے جدا ہو گئے آپ سے جماعت کی بڑی توقعات وابستہ تھیں کہ ریٹائرمنٹ کے بعد وہ اپنے آپ کو خدمتِ دین کے لئے وقف کر دیں گے۔ اور آپ کا اپنا ارادہ بھی یہی تھا لیکن ؎

چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے

ہماری پیاری بہن ثریا فاروق صاحبہ جو ظاہری اور باطنی حسن و جمال کی پیکر تھیں وہ بھی چند ہی دن پہلے ہمیں داغِ مفارقت دے گئی ہیں۔ وہ بڑی منکسر المزاج مخیر اور دین کا درد رکھنے والی خاتون تھیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آیئں ہم سب مل کر ان سب کے لئے اللہ تعالےٰ سے دعائے مغفرت مانگیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے مقرب بندوں میں شامل فرمائے اور اعلیٰ روحانی مقامات پر سرفراز فرمائے۔ اس کے بعد صدر تنظیم خواتین احمدیہ نے باہر سے تشریف لانے والی خواتین کا تعارف کرایا۔

محترمہ مرزا فاضل رمضان صاحبہ نے ہالینڈ میں اپنی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ہالینڈ میں بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ دیتی ہیں کیونکہ اسی نسل نے آگے چل کر قرآن اور دین کی اشاعت کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانا ہے جس کے لئے اسی عمر سے ان کو تیار کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ آپنے فرمایا کہ ہر عمر کے ساتھ کے قریب بچے ان کے زیر تربیت ہیں۔ جہاں تک وہاں کی خواتین کے دینی کاموں میں حصہ لینے کے ذوق و شوق کا تعلق ہے وہ ہر دینی اجتماع مثلاً جمعہ، عیدین۔ عید میلاد النبیؐ وغیرہ میں شریک ہوتی ہیں۔ حقوق العباد کی ادائیگی کا خاص خیال رکھتی ہیں اور دوسروں کے آرام اور سکھ کے لئے اپنے آرام و آسائش کو قربان کرنا اپنا دینی فریضہ سمجھتی ہیں۔ باہر سے تشریف لانے والی بہنوں اور بھائیوں کی خدمت کرنے میں وہ خوشی محسوس کرتی ہیں۔ چنانچہ ۵۴ افراد پر مشتمل لندن سے آنے والے وفد کی خاطر و مدارات انہوں نے اپنے ہاتھوں سے انجام دی۔ آپس میں رابطے۔ میل ملاپ۔ تعلقات اور پیار و محبت سے ہی جماعتوں کو تقویت ملتی ہے۔ اسی طرح سے اشاعتِ اسلام کے کام کو آگے بڑھانے میں مدد ملتی ہے اور تبادلۂ خیالات اور نظریات سے نئے مسائل کے حل کیلئے راستہ تلاش کیا جا سکتا ہے۔

بیرون پاکستان سے تشریف لانیوالی بہنوں کے تعارف اور محترمہ زمرد فاضل رمضان صاحبہ کی مختصر مگر جامع تقریر کے بعد فرحت آصف رشید ظفر (سیالکوٹ) نے نظم سنائی۔ ان کے بعد محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ نے سورۃ الذاریات کی پہلی چھ آیات والذّٰریٰت ذروًا ۔۔۔۔ وان الدین لواقع" کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ ان آیات پر غور کرنے کے بعد انسان اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اس تمثیلی رنگ میں اللہ تعالےٰ نے ان دینی جماعتوں کا ذکر کیا ہے جو اُس کے دین کو دنیا میں پھیلانے کے لئے اسی طرح چل پڑتی ہیں جس طرح ہوائیں درختوں کے بیجوں کو اِدھر اُدھر منتشر کر دیتی ہیں اور جہاں جہاں یہ بیج گرتے ہیں وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ وہ پودوں اور درختوں کی صورت میں پھلتے پھولتے ہیں۔ قرآنِ کریم کا یہ اچھوتا انداز ہے کہ وہ انسانوں کے سامنے انہیں سمجھانے کے لئے اُن مادی اشیاء کا ذکر کرتا ہے جن سے اُسے ہر روز واسطہ پڑتا ہے اور وہ ہر روز اس کے مشاہدے میں آتی ہیں۔ اور پھر ان کے ذریعے وہ روحانی واقعات کی طرف انسانوں کی راہنمائی کرتا ہے تاکہ مادی اور روحانی زندگی کے درمیان ایک تعلق قائم کیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام دینِ فطرت اور مکمل دین ہے۔ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا جو رحمۃ اللعالمین ہیں لایا ہوا ضابطۂ حیات ہے یا یوں کہیئے کہ آنحضرت صلعم ابرِ رحمت تھے۔ یہ ابرِ رحمت برسا اور صحراؤں اور خشک میدانوں کو سیراب کر گیا۔ اب اس رحمت کا دنیا میں پھیلانا مومن جماعتوں کا کام ہے کیونکہ یہ انسان کی فطرت کی آواز ہے۔ یہ وہ دین ہے جس سے انسان کی دنیا بھی سنورتی ہے اور آخرت بھی دنیا کے باقی مذاہب کی طرح یہ دین اور دنیا میں کوئی فرق روا نہیں رکھتا۔ اسی لئے ہمیں یہ دُعا سکھائی گئی ہے کہ ربّنا اٰتنا فی الدّنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ" کہ اے ہمارے رب دنیا میں بھی ہمیں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی"۔ اس دُعا میں دنیا کو پہلے رکھا ہے اور آخرت کو بعد میں کیونکہ دنیا کی بھلائی ہی آخرت کی بھلائی کا سامان مہیا کرتی ہے موصوفہ نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ جو جماعتیں اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کا بوجھ اٹھاتی ہیں اُن کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ ان کا اپنا نمونہ ایسا ہو کہ جو بات وہ دوسروں کو کہیں اُس پہ اُن کا اپنا عمل بھی اُن کے مخاطبین کو نظر آتا ہو۔ کیونکہ وعظ و نصیحت کی نسبت عمل زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ ہم نے اگر دنیا کے سامنے قرآن اور سنت کا اسلام پیش کرنا ہے تو یہ لازمی ہے کہ بحیثیت جماعت

ہمارا اپنا نمونہ اور عمل بھی قرآن اور سنت کے مطابق ہو۔ ورنہ قیل و قال سے کام لینے والے دنیا میں بہت ہیں۔

صبیحہ سعید صاحبہ ——— محترمہ رضیہ فاروقی کے بعد محترمہ صبیحہ سعید صاحبہ تشریف لائیں آپ کی تقریر کا عنوان اگر "خواتین کی ذمہ داری" کہا جائے تو مین مناسب ہوگا۔ آپ نے اپنی تقریر سورۃ احزاب کی آیت ۳۵ ان المسلمین والمسلمٰت ..... اعد اللّٰہ لھم مغفرۃ واجرا عظیما کی تلاوت سے شروع کی جس میں مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں۔ مومن مرد اور مومن عورتیں۔ فرمانبردار مردوں اور فرمانبردار عورتوں سچ کر دکھانے والے مردوں اور سچ کر دکھانے والی عورتوں صبر کرنے والوں مردوں اور صبر کرنے والی عورتوں۔ عاجزی اختیار کرنے والے مردوں اور عاجزی اختیار کرنیوالی عورتوں۔ صدقات دینے والے مردوں اور صدقات دینے والی عورتوں۔ روزہ رکھنے والے مردوں اور روزہ رکھنے والی عورتوں۔ اپنی عصمت کی حفاظت کرنے والے مردوں اور اپنی عصمت کی حفاظت کرنے والی عورتوں۔ اللہ کو بہت یاد کرنے والوں مردوں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والی عورتوں کا ذکر بالکل ساتھ ساتھ آتا ہے اور یہی وہ مرد اور عورتیں ہیں جن کے لئے اللہ تعالےٰ کی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔ ان آیات سے صاف واضح ہوتا ہے کہ عورتیں بھی اپنے اندر وہ خوبیاں اور خصوصیات پیدا کرنے کی اہل ہیں جو مرد اپنے اندر پیدا کرسکتے ہیں اور وہ بھی دین اعلےٰ روحانی مقام حاصل کرسکتی ہیں جو مرد حاصل کرسکتے ہیں یعنی اللہ تعالےٰ نے مردوں اور عورتوں کو مساوی حقوق عطا فرمائے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم عورتوں کو اتنا بڑا مقام عطا کر کے اتنے ہی بڑے امتحان اور آزمائش میں ڈال دیا ہے کیونکہ ماں بہن۔ بیوی اور بیٹی کی حیثیت میں ہمیں جو فرائض ادا کرنے ہوتے ہیں وہ بڑے اہم اور دور رس نتائج کے حامل ہوتے ہیں۔ اچھے اور بُرے معاشرے کی تشکیل میں ہم عورتوں کا مختلف حیثیتوں میں بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔ کیونکہ جو ہاتھ گہوارے کی رسّی ہلاتا ہے وہ دنیا پر حکومت بھی کرسکتا ہے۔ اور اسے تباہی و بربادی سے بھی دوچار کرسکتا ہے۔ ماں کی حیثیت میں ہماری یہ نہایت اہم ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے بچوں کی صحیح خطوط پر تعلیم و تربیت کریں تاکہ آگے چل کر وہ اپنی قوم و ملک کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کے قابل ہوں اور ایک ایسے معاشرے کی تعمیر و ترقی میں ممد و معاون ہوں جو امن و سلامتی، اور عدل و انصاف کا مظہر ہو۔ اور جہاں کوئی ایک دوسرے کا استحصال کرنے کی جرأت نہ کرسکے۔ یہ تب ہی ممکن ہوسکتا ہے جب ہم خود قرآن کے پیش کردہ اسلامی اصولوں پر کاربند ہوں۔ اور اپنے بچوں کے سامنے اخلاق و کردار کا مثالی نمونہ پیش کریں۔ آپ نے فرمایا کہ بیوی کی حیثیت سے زندگی کی ناہموار اور کٹھن منزلوں میں اپنے خاوند کی رفیقہ حیات ہوتی ہے وہ اس کا نصف بہتر ہوتی ہے۔ اس کے ہر غم و خوشی اور ہر دکھ سکھ میں شریک ہوتی ہے۔ مایوسی کے لمحات میں اس کا سہارا اور ڈھارس ہوتی ہے اس کی غم خوار و غمگسار اور اس کی ہمت اور حوصلہ ہوتی ہے۔ آپ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب آپ پر سورۃ المدثر نازل ہوئی جس میں آپ کو ساری دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑا ہونے کا حکم تھا تو آپ اس احساس ذمہ داری سے کانپ اٹھے سخت سردی میں آپ کی پیشانی مبارک عرق آلود ہوگئی۔ آپ اسی گھبراہٹ کے عالم میں گھر واپس تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضہ سے فرمایا۔ زملونی۔ زملونی۔ یعنی مجھ پر کپڑا اوڑھا دو۔ مجھ پر کپڑا اوڑھا دو۔ حضرت خدیجہؓ نے سارا ماجرا سننے کے بعد آپ کی ان الفاظ میں ڈھارس بندھائی کہ خدا کی قسم اللہ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ اور آپ کی خوبیاں گنوائیں۔ یہی وہ ڈھارس اور حوصلہ تھا جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کو مضبوط کیا اور آپ نے وہ بوجھ ایسا اٹھایا کہ ایک مردہ قوم میں جان ڈال دی۔ بیٹی اپنے ماں باپ کا سہارا اور بہن اپنے بھائیوں کا بازو بن سکتی ہے۔ جماعت احمدیہ کے ساتھ تعلق کی وجہ سے ہم پر بھی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ دین کو دنیا کے کناروں تک پہنچانا بڑا کٹھن اور صبر آزما کام ہے۔ اکیلے مردوں کے اٹھائے یہ بوجھ نہ اٹھ سکے گا اسے اٹھانے میں انہیں ہماری معاونت کی ضرورت ہے ہمیں چاہیئے کہ ہم حتی الوسع اور مقدور بھر ان کی ہر طور پر بھی مدد کرسکتی ہیں کریں۔ اور نہیں تو ان کی ہمت افزائی کریں اور انہیں ذہنی سکون پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ ہم اپنے قلم اور زبان سے ان کی مدد کرسکتی ہیں تو اس میں کبھی پس و پیش نہ کریں غرضیکہ ہمیں پورے طور پر مستعد ہوکر دینی امور میں اپنے مردوں کی پوری پوری مدد کرنی چاہیئے۔

صبیحہ سعید صاحبہ کی تقریر کے بعد طاہرہ جنجوعہ صاحبہ نے حضرت مجدد صد چہاردہم کا روح کو زندہ کرنے والا منظوم کلام سنایا۔

بیگم رضیہ مدد علی صدر تنظیم خواتین احمدیہ کا خطاب

آپ کی تقریر ہمیشہ ہی موثر اور عام فہم ہوتی ہے۔ آپ نے خواتین کی جلسہ میں شمولیت کی افادیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے مل بیٹھنے سے ہماری ان بہنوں کو جنہیں بدقسمتی سے مروجہ دنیوی یا دینی تعلیم حاصل کرنے کے مواقع میسر نہ آئے ایک دوسری کی باتیں سن کر وہ مفید معلومات حاصل ہوسکتی ہیں۔ جو دین کی تبلیغ میں مدد دیتی ہیں۔ بار بار ملنے جلنے اور ان باتوں کو دہرانے سے یہ اچھی طرح ذہن نشین ہوجاتی ہیں اور جب کوئی موقع ایسا آئے کہ مخالف کو احمدیت کے خلاف اعتراضات کا جواب دینا پڑے تو معترض یہ مدلل نکات سن کر خاموشی اختیار کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ اس لئے باہمی ربط و ضبط۔ میل ملاپ اور دینی مسائل پر پیار و محبت سے گفتگو۔ روزمرہ پیش آنے والے مسائل سے متعلق ایک دوسرے کے نقطۂ نظر کو سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ یہ زمانہ نئی نئی تحقیقات اور تجسس کا زمانہ ہے۔ مغرب و مشرق کے محققین مذہب کو عقل کے پیمانے سے ماپنا چاہتے ہیں۔ وہ مشاہدہ اور تجربہ سے اور سائنسی بنیادوں پر مذہب کو پرکھنا اور اس زمانے میں پیش آمدہ مسائل کے حل میں اس کی افادیت کو جانچنا چاہتے ہیں اس لئے غیر مذاہب کے لوگ جو دین کی اصل روح سے بیگانہ ہیں اپنے منطقی اور فلسفیانہ طرز استدلال سے دین کے متعلق شکوک و شبہات پیش کرتے ہیں کیونکہ یہ ان کی سوچ اور فکر کے مطابق میزان پر پورا نہیں اترتا۔ مادیت کے پرستار اور روحانیت سے ناآشنا یہ فلاسفر اور سائنس دان نہیں جانتے کہ انسان کی تخلیق بطور خلیفۃ اللہ اس مقصد کے لئے ہوئی ہے کہ وہ تخلقوا باخلاق اللہ اور صبغۃ اللّٰہ کے مطابق اللہ تعالےٰ کے اخلاق اور صفات اپنے اندر پیدا کرے کیونکہ من احسن من اللّٰہ صبغۃ اللہ کے رنگ سے بڑھ کر دوسرا کوئی رنگ نہیں اور جو اس رنگ میں کامل طور پر رنگین ہوجائے اس پر اسرار حیات کھل جاتے ہیں اور وہ دین کی حقیقی روح اور اس روشنی کو پالیتا ہے جس کے سامنے ظاہری اور باطنی ظلمات کافور ہوجاتی ہیں۔ خدا کا رنگ اختیار کرنے کی ضرورت اس لئے ہے کہ انسان کے اندر متضاد صفات پائی جاتی ہیں۔ ان متضاد صفات کے تصادم سے انسانی زندگی کا توازن بن بھی سکتا ہے اور بگڑ بھی جاتا ہے۔ اسے ایک امتحان درپیش ہے جس میں کامیابی اور اعلےٰ امتیازی مقام حاصل کرنے کے لئے سخت محنت اور دن کا چین اور راتوں کی نیندیں حرام کرنے کی ضرورت ہے بُرائی کا راستہ آسان اور نیکی کا راستہ مشکل ہے۔ انسان تن آسان ہے مشکل پسند نہیں۔ اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا ہے:۔

"یا یھا الانسان انک کادح الیٰ ربک کدحا فملقیہ" اے انسان تجھے اپنے رب تک پہنچنے کے لئے سخت محنت اور مشقت کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر تجھ پر زندگی کے اسرار و رموز منکشف نہیں ہوسکتے۔ اس لئے دین میں محنت کر کے اور اس پر پورے طور پر عمل پیرا ہوکر اپنے اندر اوصاف حمیدہ اور عمدہ فضائل پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اللہ تعالےٰ نے انسانوں کے لئے ہر زمانے میں انسان کو ہی پیغمبر کی شکل میں نمونہ بنا

کر بھیجا ہے اور اس زمانے کی ضرورت کے مطابق بھیجا ہے۔ ہر نبی اپنے زمانے اور اپنی قوم کے مسائل حل کرنے کے لئے آیا لیکن اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے شمار مسائل کا سامنا تھا۔ آپ تمام دنیا کے لئے تمام قوموں کے لئے تاقیامت ساری نسلِ انسانی کے لئے ہادی اور رہبر بن کر تشریف لائے تھے آپ ظاہری وسائل سے بھی محروم تھے۔ ساری دنیا کی اصلاح اور ایک یتیم، بےکس و بے سہارا انسان لیکن آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک نسخہ کیمیا عطا فرمایا تھا جس میں ساری بیماریوں کے لئے شفا تھی۔ آپ نے خود بھی یہ نسخہ استعمال کیا اور ساری دنیا کے سامنے بھی رکھا۔ آپ اخلاقِ حسنہ کا سراپا نمونہ بن گئے اور جن لوگوں نے اس "جام احمد" سے بقدر توفیق پیا وہ بھی اس سے مسرور ہوئے اور دنیا کے رہنما بن گئے۔

آپ نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ اگر آنحضرت صلعم خاتم الرسل ہیں تو آپ کا لایا ہوا دین بھی قیامت تک رہے گا۔

لیکن تاریخ شاہد ہے کہ ہر زمانہ میں فتنے اور فساد سر اٹھاتے رہے ہیں۔ آپ سے قبل انبیاء انہیں مٹانے اور انسانوں کو خدا کے راستے پر قائم کرنے کے لئے تشریف لایا کرتے تھے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضور صلعم کے بعد ان فتنوں اور فسادوں کا دروازہ بند ہو چکا ہے یا نہیں اور اگر نہیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مٹانے کیلئے کیا سامان کیا ہے؟ اس پر بھی شواہد موجود ہیں کہ آنحضور صلعم کے بعد ہر زمانے میں فتنے پیدا ہوتے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کی روشنی ماند نہ پڑنے دینے کی خاطر اس امت میں جو خیر امۃ ہے آپ سلسلہ مجددین کا قائم کر دیا۔ جو اپنے زمانے کے لوگوں کی راہنمائی کے لئے ہر صدی میں تشریف لاتے رہے اور قرآن کریم کی تعلیم کو تازہ کرتے رہے۔ حضور صلعم نے فرمایا تھا کہ چودھویں صدی میں جو قرآن شریف اور احادیث کے مطابق ایسے بے شمار فتنوں کی صدی ہے جن کی مثال اس سے قبل کی صدیوں میں مجموعی طور پر نہیں ملتی۔ ایک شخص ایسا آئے گا جو قرآن کریم کے معارف سے ان کا ازالہ کرے گا۔ اور دینِ اسلام کا غلبہ اس کے ذریعے ہوگا۔ چنانچہ فرمودۂ رسولؐ کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی اس صدی میں مجدد مبعوث ہو کر تشریف لائے اپنے آقا آنحضرت صلعم کے قدم پر قدم رکھا۔ آپ کی متابعت میں ذرا بھر کسر باقی نہ چھوڑی۔ قرآن کریم کے ایک نقطہ سے بھی سرِ مو انحراف نہ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرف مکالمہ و مخاطبہ بخشا۔ چونکہ اس صدی کا سب سے بڑا فتنہ خدا کا انکار تھا اس لئے آپ نے اپنے الہامات اور پیشگوئیوں کے ذریعے ثابت کر دکھایا کہ خدا ہے اور زندہ ہے۔ وہ مجھ سے کلام کرتا ہے۔ مجھ پر غیب کی باتیں ظاہر کرتا ہے جو روزِ روشن کی طرح پوری ہوتی ہیں۔ ہے کوئی جو اس میدان میں میرے سامنے آسکے لیکن:۔

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

چودھویں صدی کا دوسرا فتنہ عظیمہ۔ دجال اور یاجوج ماجوج کا فتنہ تھا۔ آپ نے مسلمانوں کو بتایا کہ یہ مغربی اقوام ہی دجال اور یاجوج ماجوج ہیں یہ تمہارے خدا۔ تمہارے رسولؐ۔ تمہارے دین اور تمہاری تہذیب و تمدن کی دشمن ہیں۔ بڑی پُرفریب۔ باریک مکارانہ اور دجالانہ چالوں سے تمہیں مٹانا چاہتی ہیں تم مادی قوت سے ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ بلکہ روحانی قوتوں سے پورے طور پر لیس ہو کر انہیں شکست فاش دے سکتے ہو کیونکہ ان کے مذہب اور تہذیب کی بنیاد ریت کے چند ذروں پر قائم ہے اور تمہاری تہذیب قرآن کریم کی ناقابل شکست چٹان پر کھڑی ہے۔ اگر قوم آپ کی اس بروقت تنبیہہ پر کان دھرتی تو چودھویں صدی کے وسط تک تمام زنجیریں توڑ کر آزاد ہو چکی ہوتی لیکن یہاں بھی دجل آڑے آیا اور قوم مکر و فریب کے دھارے میں بہہ گئی۔

آپ نے فرمایا کہ دوسری قوموں کا خدا ان کی اپنی تحریروں کے مطابق مر چکا ہے مغربی اقوام میں یہ خطرناک تصور پیدا ہو گیا ہے۔ کہ "GOD IS DEAD" یعنی خدا مر چکا ہے۔ حضرت مجدد صد چہاردہم نے اس تصور کو باطل ثابت کیا اور فرمایا کہ ہرگز نہیں خدا مر چکا ہے اس نے مرنا ہی تھا لیکن ہمارا خدا زندہ ہے۔ وہ مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے جیسے وہ پہلے اپنے مقرب بندوں سے ہمکلام ہوتا رہا ہے۔

؎ "اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار"

زندہ خدا پر ایمان ہی انسان کو خلیفۃ اللہ کے مقام پر کھڑا کر سکتا اور اسے اللہ کے رنگ میں رنگین کر کے اخلاقِ حسنہ کا نمونہ بنا دیتا ہے۔ اور یہی مدعا بعثت ہے۔ ہمیں بھی اپنے اندر صفاتِ الٰہیہ پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے۔

اس تقریر کے بعد محترمہ عنایت حنیف اختر نے قرآن پاک پر ایک خیال افروز نظم سنائی جس کا یہ مصرع قابلِ غور ہے:۔

؎ محفل میں سنایا جاتا ہوں۔ طاقوں میں سجایا جاتا ہوں۔

لیکن دلوں میں نہیں اتارا جاتا کہ ان میں کوئی انقلاب پیدا ہو کیونکہ ان پر بڑے بڑے موٹے تالے پڑے ہوئے ہیں۔

محترمہ سلیمہ فاروقی صاحبہ نے "سکھی زندگی" پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ظاہری آسائش و آرام کے سامان۔ شاندار بنگلہ۔ قیمتی کپڑے اور زیورات مال و دولت وغیرہ انسان کو سکھی زندگی عطا کرتے ہیں لیکن ہمارا مشاہدہ ہے کہ جو لوگ ان چیزوں کے حصول کے لئے جائز و ناجائز ذرائع سے شب و روز تگ و دو میں لگے رہتے ہیں ان کے سینوں میں "ھل من مزید" کی آگ بھڑکتی رہتی ہے۔ پھر زندگی میں سکھ اور چین کیسا۔

انسان فطرتاً سکھ اور چین کا متلاشی ہے اگر اس راہ سے اُسے آرام و سکون میسر نہیں آسکتا تو پھر اُسے کس راہ سے تلاش کیا جائے یہ راستہ ہمیں قرآن کریم نے یہ فرما کر بتایا ہے "الا بذکر اللہ تطمئن القلوب" تم کہاں مارے مارے پھر رہے ہو دلوں کا اطمینان تو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ خدا کی یاد کے دو طریقے ہیں ایک نماز اور دوسرا تقویٰ۔ انسان جب اپنے آپ کو دنیا سے منقطع کر کے پوری دلجمعی خلوص نیت اور حضوری قلب کے ساتھ پانچ وقت اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہوتا ہے۔ اور اپنے ہموم و غموم عاجزی اور انکساری کے ساتھ اس کے سامنے پیش کرتا ہے تو اس کے دل میں سرور کی ایک ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے جسے اطمینان اور سکون کہا جاتا ہے جنہیں یہ لذت حاصل ہو جائے ان کے لئے کوئی غم اور کوئی دکھ نہیں رہتا۔ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

دوسری چیز تقویٰ اللہ ہے اور نماز ہی اس کی جڑ ہے تقویٰ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے ہر برائی سے پرہیز اندیشگی کو اختیار کرنا۔ قرآن کریم میں تمام اوامر و نواہی کا ذکر تفصیل سے موجود ہے آپ نے فرمایا کہ سب سے بڑی برائی تکبر ہے۔ انسان اپنے آپ کو بڑا دوسروں کو حقیر۔ اپنے آپ کو ہر گناہ سے پاک صاف، ہر خوبی کا مالک متقی اور پرہیزگار مگر دوسروں کو اپنے مقابلے میں گنہگار اور ذلیل سمجھتا ہے۔ متکبر انسان کی نظر ہمیشہ اپنی اچھائیوں اور دوسرے کی برائیوں پر ہوتی ہے۔ وہ اپنی آنکھ کا شہتیر تو نہیں دیکھ سکتا لیکن دوسرے کی آنکھ کا بہت باریک تنکا بھی اسے نظر آجاتا ہے اپنے عیوب پر اس کی نظر نہیں ہوتی اس میں کوئی شک نہیں کہ سوائے چند ایک اللہ والوں کے کوئی مرد یا عورت عیب اور کمزوری سے خالی نہیں لیکن ایک دوسرے کی عیب چینی ایک ایسا روگ ہے جو انسان کا سکھ چین لیتا ہے۔ زندگی میں تلخی اور تعلقات میں بگاڑ پیدا کر دیتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ سورۃ الحجرات میں اللہ تعالیٰ نے ہماری ان خامیوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جہاں فرماتا ہے کہ کوئی قوم دوسری قوم کا اور کوئی عورت دوسری عورت کا تمسخر نہ اڑائے کیونکہ ہو سکتا ہے وہ تمسخر اڑانے والوں کی نسبت بہتر ہوں۔ نہ تم دوسروں پر عیب لگاؤ

اور نہ ایک دوسرے کے نام دھرو۔ نہ ایک دوسرے کو گالی دو کیونکہ گالی دینا بہت بُری بات ہے۔ بدظنی سے بچو کیونکہ اکثر بدظنیاں ایسی ہوتی ہیں جو گناہ ہوتی ہیں۔ نہ ایک دوسرے کے حالات کا کھوج لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو۔ غیبت انسان کو لڑائی جھگڑے اور دشمنی پر آمادہ کرتا اور اُسے اُس کا قرب حاصل کرنے کی راہ سے روکتا رہتا ہے۔

آپ نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ مرد ہو یا عورت کوئی کمزوریوں سے خالی نہیں اس لئے اگر کسی کو اپنی بہن یا بھائی میں کوئی کمزوری نظر آ جائے تو بجائے بُرا بھلا کہنے یا نکتہ چینی کرنے کے اُسے حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اصلاح کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ ایسی کمزوری کا ذکر کسی کو نشانہ بنا کر یا مخاطب کر کے نہ کیا جائے بلکہ ایک عام ساذکر کر دیا جائے سمجھنے والا خود سمجھ جائے گا کیونکہ ہر انسان اپنے نفس کی کمزوریوں سے پوری طرح آگاہ ہوتا ہے اگر خاص طور پر کسی کو ملامت کیا جائے تو بجائے اصلاح کے بات اور بگڑ جاتی ہے ایسا انسان ضد پر اتر آتا اور لڑائی جھگڑے پر آمادہ ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اس میں اپنی ذلت اور رسوائی سمجھتا ہے اور وہ دوسرے کے سامنے ننگا ہونا پسند نہیں کرتا۔ عیبوں سے پاک تو صرف اللہ کی ذات ہے۔ انسان کے متعلق وہ فرماتا ہے "خلق الانسان ضعیفا" انسان کے اندر کمزوریاں ہیں انہی کو دور کرنے کا نام تقویٰ ہے۔ اللہ کے نزدیک سب سے معزز اور بلند مرتبہ وہ ہے جو متقی ہے جیسا کہ فرمایا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔

آپ نے فرمایا کہ اگر ہم عورتیں اپنی خامیوں۔ کمزوریوں اور عیبوں کو دور کر کے متقی بن جائیں تو سارا معاشرہ اور قوم سُدھر سکتی ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ وقت ختم ہونے سے پہلے اپنی اصلاح کر لو کیا خبر کس وقت بلاوا آ جائے اس لئے آیئے ہم آج سے ہی عہد کریں کہ ہم قرآن پاک کو کھول کر اس نیت سے پڑھیں گے کہ اس پر فوراً عمل کریں تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور ایک مطمئن اور سکھ بھرا دل لے کر جا ئیں اور ہماری آنے والی زندگی بھی سکھی زندگی ہو جسے جنت کی زندگی کہا گیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے اس حالت میں پیش ہوں کہ وہ ہم سے راضی ہو اور ہم اس سے راضی ہوں ہم اس کے بندوں میں داخل ہو کر اس کی جنت میں داخل ہوں۔ اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرے۔ آمین ثم آمین۔

محترمہ سہیلہ محمد دین صاحبہ ــــ زمبابوے سے تشریف لانے والی مہمان محترمہ سہیلہ محمد دین صاحبہ نے اپنے خطاب میں اپنے دورہ ہندوستان کا مختصراً ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے کشمیر اور قادیان وغیرہ کا دورہ کیا ہے۔ انہوں نے زیادہ تفصیل سے حالات غالباً وقت کی کمی کی وجہ سے نہیں بتائے۔

نصیبی ہے ورنہ ہم بھی جہالت کی تاریکیوں میں بھٹکتے ہوئے اور زمانے کے امام کو نہ شناخت کرنے کی وجہ سے بقول حضورؐ جہالت کی موت مرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے بزرگوں کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ انہوں نے اپنے وقت کے مجدد اور امام کو پہچانا اور ان کے ذریعے یہ روشنی ہم تک پہنچی اب ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اس بیش بہا دولت کو جو ہم نے ورثہ میں پائی ہے اپنی اگلی نسل کو منتقل کریں۔ اگر ہم نے اپنے بچوں کی تربیت اپنی جماعت کے اصولوں پر استوار کر دی تو ہم کچھ کر دکھائیں گی۔ بچے گھر کے ماحول اور ماں باپ کے نمونہ سے متاثر ہوتے اور سیکھتے ہیں اس لئے ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنا بہتر نمونہ اپنی آئندہ نسل کے سامنے رکھیں اور ہمارے گھروں کا ماحول دینی ماحول ہو۔ جو نقوش بچپن میں ذہن پر مرتسم ہو جاتے ہیں وہ مٹنے میں نہیں آتے۔ اور بیرونی ماحول انہیں مسخ کرنے میں کامیاب نہیں ہوتا۔

آپ نے فرمایا کہ حضرت مرزا صاحب کوئی نیا دین نہیں لائے تھے۔ ہمارا دین وہی ہے۔ جو مکمل دین ہے۔ ہمارے نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو خاتم الانبیاء اور ختم الرسل ہیں اور ہماری کتاب قرآن حکیم ہے جو اسلامی شریعت اور سنت کا سرچشمہ ہے۔ البتہ آپ نے اپنے وجود کی شہادت سے یہ ثابت کیا کہ اسلام کا خدا زندہ خدا۔ اسلام کا رسول زندہ رسول اور اسلام کی کتاب زندہ کتاب ہے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل پیروی سے انسان اپنے خدا کو پا لیتا ہے۔ خدا اس سے باتیں کرتا ہے۔ غیب کی خبریں بتاتا اور اُسے خوش خبریاں دیتا ہے۔ وہ نسلِ انسانی کو اس کے گناہوں کی وجہ سے تباہ ہونے سے متنبہ کرتا اور زمینی اور آسمانی آفات کے آنے سے خبردار کرتا ہے تاکہ دنیا تباہی سے بچ جائے۔ آپ نے بتایا کہ اگر حضرت مجدد صدچہاردہم نے دعوائے الہام کیا تو یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں خود آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ پہلی اُمتوں میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں جو نبی تو نہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرتا رہا ہے۔ مرد تو مرد عورتوں سے بھی باتیں کرتا رہا ہے۔ اُس نے حضرت موسےٰؑ کی ماں کو وحی کی۔ بی بی مریم کو وحی کی اور حضرت مسیح کے حواریوں کو بھی وحی کی۔ یہ سارے واقعات قرآن میں بیان ہوئے ہیں۔ وہ تو شہد کی مکھی کو بھی وحی کرتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت اس سے کیوں محروم رہ جاتی۔

یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ آج چودہ سو سال سے مہر بلب ہے۔ وہ اپنی ہستی کا کوئی ثبوت نہیں دیتا۔ اس کی صفت کلام ختم ہو چکی ہے۔ اسلام کی جڑ پہ کاری ضرب لگانا اور اسلام کے نام لیواؤں کو دہریت کی طرف دھکیلنا ہے۔

. . .

ظاہر ہر کر اُن کی قسمت بدل ڈالیں گے۔ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا کہ قرآن سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں اور احادیث میں جس آنے والے مسیح کا وعدہ دیا گیا ہے وہ آنحضرت صلعم کی امت کا ہی ایک فرد ہوگا اور اپنے وقت کا مجدد ہوگا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعے یہ بتایا ہے کہ وہ میں ہی ہوں۔ اور مسیح کے ذمے کسر صلیب اور قتل خنزیر کا جو کام ہے وہ مجھے ہی انجام دینا ہے چنانچہ آپ نے اپنے زبردست دلائل سے مسیحیت اور آریہ مت اور دیگر مذاہب پر اسلام کی برتری ثابت کی اور غالب کر کے دکھایا۔

آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں میں ایک غلط عقیدہ بھی رائج تھا کہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ امام مہدی بھی نازل ہوں گے اور دونوں مل کر تلوار کے زور سے لوگوں کو اسلام میں داخل کریں گے۔ حضرت مرزا صاحب نے قرآن پاک کی رُو سے اس عقیدہ کو باطل ثابت کیا۔ قرآن کریم میں دین کی خاطر کسی پر جبر کرنے کی اجازت نہیں۔ جنگ کی اجازت صرف اس صورت میں ہے جب مسلمانوں کے خلاف تلوار اٹھانے میں پہل کی جائے آنحضرت صلعم کی زندگی میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ آپ نے کسی کو تلوار کے زور سے مسلمان کیا ہو۔ اور نہ ہی کوئی ایسا واقعہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں ملتا ہے۔ حضور صلعم کے ایک روحانی خلیفہ کے لئے یہ کیسے روا ہو سکتا تھا۔

آخر میں آپ نے فرمایا کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی چودھویں صدی کے مجدد اور مہدی ہونے کی حیثیت سے قرآن کریم کی تعلیم کو ہی پھیلانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ ان تمام غلطیوں کو دور کرنا بھی ان کا فرض تھا جو اہل دین میں مروج ہو گئی تھیں۔ اور مسلمانوں کی کمزوری کا باعث تھیں۔ آپ نے ان سب غلطیوں سے اسلام کو پاک کرنے کے لئے جو خدمت انجام دی وہ محتاج بیان نہیں۔ مسلمانوں کے تمام فرقوں نے انہیں کافر کہا عیسائی۔ آریہ سماج۔ دیو سماج۔ ہندو۔ بدھ مت والے اور سکھ ان کے سخت ترین دشمن ہو گئے۔ مگر کتنی بڑی نصرت الٰہی آپ کے ساتھ تھی کہ آپ فوت نہیں ہوئے۔ جب تک خدمت دین کا وہ کام جو آپ کے سپرد ہوا تھا کر نہیں دکھایا۔ یہ حقیقت مخالفین کو بھی تسلیم کرنی پڑی یہی ایک مامور من اللہ کی صداقت کی دلیل ہوتی ہے۔ یہیں سے دیکھ

دے سکتے ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے نورِ بصیرت عطا ہوا ہو اور اُن کے سینے بغض و حسد اور نفس کی دوسری آلائشوں سے پاک ہوں جو سچائی کو دیکھنے اور اس کا ساتھ دینے میں بھاری رکاوٹ بن جاتی ہیں۔

صدر اجلاس بیگم پرل جی دین کا خطاب،

بیگم صاحبہ نے سامعات کو انگریزی میں خطاب فرمایا کیونکہ وہ اُردو زبان نہیں جانتیں اُن کی انگریزی تقریر کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا میں آپ سب کی مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اس اجلاس کی صدارت کا شرف بخشا۔ جب میں لاہور پہنچی تو جناب مرزا مسعود بیگ صاحب نے مجھ سے ذکر کیا کہ ہم آپ کا نام جلسہ کے پروگرام میں شامل کرنا چاہتے ہیں بشرطیکہ آپ اس پر رضامند ہوں لیکن میں نے معذرت چاہی کیونکہ میں ۸ ہفتے سے مختلف ممالک کے دورے پر ہوں۔ جہاں کی آب و ہوا، ہر ایک حالات اور لوگ ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں۔ اور اپنے آپ کو ان کے مطابق اتنا جلدی ڈھال لینا ایک مشکل امر ہے لیکن جب میری میزبان منیرہ حامد نے گذشتہ رات مجھے یہ بتایا کہ مجھے اس اجلاس کی صدارت کے لئے تیار رہنا چاہیئے تو مجھے بڑی حیرت ہوئی۔

آپ نے فرمایا کہ میں نہ ہی عالم ہوں اور نہ ہی اپنی زندگی میں کبھی کوئی تقریر کی ہے۔ اس لئے اپنی غلطیوں کے لئے آپ سے معافی چاہوں گی۔ اور امید رکھوں گی کہ آپ انہیں نظر انداز کر دیں گی۔ آپ نے یاد دلایا کہ میں اپنے مرحوم شوہر [illegible] کے ہمراہ ۱۹۰۳ء کے سالانہ جلسہ میں بھی شامل ہوئی تھی۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ اس نے ایک بار پھر مجھے مختلف ممالک سے تشریف لانے والے بھائیوں اور بہنوں سے ملاقات کا موقع عطا کیا ہے۔ انڈونیشیا، سنگاپور، ملائشیا، بمبئی اور سری نگر کی سیاحت کے دوران میں بھی ہماری ملاقات اپنی کئی بہنوں اور بھائیوں سے ہوئی۔

آپ نے فرمایا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانئے تحریک احمدیت وہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے مغرب سے سورج طلوع ہونے کی یہ تعبیر کی کہ اگر اسلامی تعلیمات یعنی قرآن کریم اور دیگر اسلامی لٹریچر کا مغرب میں بولی جانے والی مختلف زبانوں میں ترجمہ کر کے دیا [illegible] دیا جائے تو مغربی دنیا اسلام قبول کر لے گی۔ آپ نے یہ کام اپنے ذمے لیا اور اس مقصد کے لئے ریویو آف ریلیجنز (مذاہب عالم پر تبصرہ) کے نام سے ایک انگریزی رسالہ جاری کیا اور تبلیغ اسلام کے لئے ایک جماعت قائم کی حضرت خواجہ کمال الدین نے ووکنگ مشن سے تبلیغ دین کا کام شروع کیا اور بہت سی کتابیں [illegible] حضرت مولانا محمد علی مسلمانوں میں وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے انگریزی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر لکھی۔ اور دوسرا بے شمار لٹریچر پیدا کیا۔ حضرت مولانا نے دینی لٹریچر پیدا کیا ہے اس کے ذریعے پڑھے لکھے مسلمان اور غیر مسلم طبقہ کے ذہنوں میں بڑی نمایاں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ ہماری جماعت نے دوسرے علما (حضرت مولانا صدر الدین) [illegible] حضرت مولانا صدر الدین اور دوسرے بزرگوں نے بھی دین پر ایسا [illegible] قیمت لٹریچر پیدا کیا ہے جو دوسرے مسلمان [illegible] عالم پیدا نہ کر سکے۔ اب ہمارا یہ فرض ہے [illegible] مشکلات کی پرواہ کئے بغیر ہم اُن کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تبلیغ اسلام کے کام کو جاری رکھیں ہمیں یقین ہے کہ وہ دن زود یا بدیر ضرور آئے گا جب اسلامی دُنیا وہ روشنی دیکھے گی جسے ہم نے دیکھا ہے۔ [illegible] دین کی شمع کو ہر قیمت پر روشن رکھنا چاہیئے کیونکہ دنیا میں صرف ہم ہی وہ جماعت ہیں جو اسلام کو اس کے صحیح پس منظر میں پیش کر رہے ہیں۔

آپ نے اپنا خطاب جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ آئیں ہم سب مل کر اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی سے دُعا کریں کہ وہ ہمارے اندر اتحاد اور یک جہتی پیدا کرے۔ ہمارے ایمانوں کو مضبوط کرے اور ہمیں علم و حکمت سے نوازے تاکہ ہم سچے احمدیوں کی طرح اپنی زندگیاں بسر کریں اور اسلام کے پیغام کو دُنیا کے کناروں تک پہنچا دیں۔ آمین

آپ نے اپنی تقریر ختم کرنے سے پہلے انڈونیشیا کی بیگم [illegible] اور وہاں کی جماعت کے سیکرٹری جناب منظور کی بیگم نیز اپنی بہن [illegible] اور بیگم زرینہ محمد کی طرف سے تمام [illegible] خدمت میں سلام عرض کیا آپ نے اپنے لاہور، [illegible] اور پشاور کے میزبانوں کا شکریہ بھی ادا کیا اور اُن کے حق میں یہ دعا کی جس گرمجوشی اور محبت کے ساتھ انہوں نے ہماری مہمان نوازی کی اس کے لئے اللہ تعالےٰ اُن پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

آخر میں آپ نے پھر اپنی عزت افزائی [illegible] سب کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ آج جو وقت میں نے آپ کے ساتھ گذارا ہے [illegible] مجھے بہت خوشی اور مسرّت حاصل ہوئی ہے۔

صدارتی خطاب کے بعد صدر تنظیم خواتین [illegible] لاہور بیگم صفیہ مدد علی نے گرم لوہے پر بڑے زور سے اپنے مخصوص پُر اثر انداز میں چوٹ لگائی اور بہنوں کے سامنے اللہ تعالےٰ کے دین کی اشاعت کے لئے اپنی جھولی پھیلا دی قرآن اور اسلام کے لئے [illegible] کبھی خالی ہاتھ نہیں جاتا یہ نظارہ ہم نے دیکھا ہے کہ کوئی اس کا ٹکٹ خریدنے والوں نے دین کی اشاعت کے لئے اپنی مزدوری ادا کی اور خالی ہاتھ واپس چلے [illegible] اندر اندر بیس ہزار (۲۰۰۰۰) روپیہ جمع کر دیا۔ یہ نام و نمود کی بات نہ تھی کسی نے نام بتانا یا اعلان کرانا بھی گوارا نہ کیا اور نہ ہی رسید طلب کی۔ شعبۂ دستکاری کی اشیاء سے حاصل ہونے والی تقریباً اٹھارہ ہزار (۱۸۰۰۰) روپے کی رقم اس سے الگ ہے۔ دستکاری کے علاوہ کھانے پینے کے سٹالوں سے بھی کچھ رقم حاصل ہوئی۔

چندہ کی اپیل کے بعد محترمہ صفیہ مدد علی صاحبہ نے دعا کے لئے درخواست کی۔ تمام خواتین نے مل کر جماعت کی ترقی و استقامت، دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کو وفاداری سے نبھانے کی توفیق، بیماروں کی تندرستی اور آنحضرت صلعم کے دین کی مدد کرنے والوں کے لئے مغفرت الٰہی کے لئے اللہ تعالےٰ کے حضور دُعا کی اور اس پر یہ پہلا اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

نمائش دستکاری

پہلے اجلاس کے اختتام کے بعد دستکاری کی نمائش کے لئے وقفہ تھا۔ شعبۂ دستکاری کی انچارج عزیزہ ناصرہ ملک صاحبہ اور سیکرٹری محترمہ صفیہ جاوید صاحبہ ہیں۔ ان کی زیر نگرانی یہ شعبہ تقریباً سارا سال دستکاری کی تیاری میں مصروفِ کار رہتا ہے۔ اور ڈھیروں دستکاری تیار کرتا ہے لاہور کے علاوہ دوسرے شہروں سے بھی خواتین دستکاری تیار کر کے لاتی ہیں اس سال [illegible] اوکاڑہ، بدوملہی، وزیر آباد، سیالکوٹ، پشاور اور کراچی سے خواتین دستکاری لائیں جو نمائش میں رکھی گئی۔ اس سال اس شعبہ سے تقریباً اٹھارہ ہزار روپے کی رقم حاصل ہوئی جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی [illegible] کرم اس دستکاری کے ایک ایک دھاگے پر [illegible] اشاعتِ اسلام کا تانا بانا تیار ہوتا ہے اور سوئی کی ایک ایک [illegible] پر [illegible] تیار کرنے میں [illegible] صرف ہوتی ہے۔ [illegible] ہے جو انہیں [illegible]

دستکاری کے علاوہ خواتین نے کھانے پینے کے سٹال بھی لگائے تھے جن کی آمدنی [illegible] دی گئی ہے۔

دُوسرا اجلاس

کھانے اور [illegible] کے بعد دوسرا اجلاس ۲ بجے سہ پہر زیر صدارت محترمہ [illegible] صاحبہ (سیالکوٹ) منعقد ہوا۔ اور سٹیج سیکرٹری کے فرائض محترمہ [illegible] صاحبہ نے سرانجام دیئے۔ اس اجلاس کی کارروائی کا آغاز عزیزہ طاہرہ [illegible] نے تلاوت قرآن کریم سے کیا۔ مدحیہ رسول اور [illegible] نے نعت رسول مقبول پیش کی۔ [illegible] اور صالحہ خالد نے حضرت [illegible] کے ملفوظات پڑھ کر سنائے۔ جس کے بعد [illegible] کی سیکرٹری صاحبہ نے اپنی پورے سال کی کارگذاری کی رپورٹ

پیش کی۔ سیالکوٹ سے صدر اجلاس بیگم خورشید راجہ بدوملہی سے مجیدہ بیگم کراچی سے اختر نذیر احمد پشاور سے پروین واحد اور لاہور سے عصمت خالد صاحبہ نے اپنی اپنی سالانہ رپورٹ پیش کی۔ ان تمام رپورٹوں کا لب لباب یہ تھا کہ کن کن ذرائع سے جماعت کے بچوں اور بچیوں اور نوجوان نسل کو تحریک احمدیت کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کیا جائے۔ ان میں دینی شعور پیدا کرنے کے لئے کن کن وسائل کی ضرورت ہے۔ قرآن کریم اور اسلام کی اشاعت کے لئے انہیں کس طرح تیار کیا جائے۔ اس کے لئے مؤثر اور کارآمد طریقہ یہ ہے کہ انہیں با ترجمہ قرآن کریم پڑھایا جائے اور انہیں جماعتی اجتماعات میں شامل ہو کر گرمجوشی سے حصہ لینے کی طرف توجہ دلائی جائے۔ اپنے گھروں میں دینی ماحول پیدا کیا جائے تاکہ بچے اور نوجوان اس صحت مند ماحول میں پروان چڑھ سکیں اور باہر کے مضرت رساں اثرات سے محفوظ رہ سکیں۔ اور احمدیت کی صحیح روح ان میں جھلکتی نظر آئے ان کا رنگ ڈھنگ، گفتگو، چال ڈھال اور طور طریق دوسروں سے بالکل الگ تھلگ ہو تاکہ احمدی بچوں اور نوجوانوں میں دوسروں سے نمایاں فرق نظر آئے۔ اور انہیں دیکھ کر ہی لوگ یہ کہہ دیں کہ یہ احمدی ہے، یہ اچھا اخلاق و کردار ہی ہے جو انسان کو دوسروں سے ممیز کرتا ہے۔

مجلس مذاکرہ

اسی غایت کے پیش نظر تنظیم خواتین ہر سال سالانہ جلسہ کے موقع پر بچیوں کے لئے ایک مجلس مذاکرہ کا اہتمام کرتی ہے چنانچہ حسب معمول اس سال بھی اس کا اہتمام کیا گیا۔ مذاکرہ کا موضوع تھا "احمدیت کیا ہے"۔ کیونکہ عوام اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ "احمدیت" اسلام سے کوئی بالکل جدا، مختلف اور الگ تھلگ مذہب ہے۔ ان کا خدا اور رسول اور اور قرآن اور شریعت اور قبلہ اور عقائد جدا اور عبادت جدا ہے حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے۔ بے بنیاد اور بیہودہ پروپیگنڈا ہے۔ احمدیت اسی صاف ستھری۔ واضح اور روشن تصویر ہے جو من گھڑت عقائد کے غبار سے گرد آلود نہیں۔ یہ وہی اسلام ہے جو آج سے چودہ سو سال قبل آنحضرت نے عرب میں پیش کیا۔ یہ قرآن و سنت کا اسلام ہے اور تجدید بھی ہے۔

یہی ثابت کرنے کے لئے اس مذاکرے میں سکول و کالج کی طالبات، یاسمین واجد، ساجدہ رحمن، مدیحہ رسول، ثمینہ ملک، سمیرا اشرف۔ اور پروین واحد نے حصہ لیا۔ جج کے فرائض محترمہ ڈاکٹر عائشہ بیگ، پروفیسر خالدہ سرور اور ڈاکٹر منیرہ ظفر نے ادا کئے۔ ججوں کے فیصلے کے مطابق پہلا انعام ثمینہ ملک وزیرآباد۔ دوسرا انعام ساجدہ رحمن اور تیسرا انعام مدیحہ رسول نے حاصل کیا۔ سمیرا اشرف نے حوصلہ افزائی کا انعام پایا۔ ہر بچی کا انداز تخاطب طرز ادا اور دلائل جدا جدا تھے لیکن تمام تقاریر کا مرکزی نکتہ ایک ہی تھا کہ احمدیت ۔۔۔۔۔۔ اسلام سے کوئی الگ مذہب نہیں۔ ناواقف لوگوں کا یہ اعتراض کہ حضرت مرزا صاحب، اپنی جماعت کا نام اپنے نام پر احمدی رکھا غلط ہے۔ اگر آپ اپنی جماعت کا نام اپنے نام پر رکھتے تو یہ نام "غلام احمدی" ہوتا نہ کہ احمدی۔ کیونکہ آپ کا اسم گرامی "غلام احمد" تھا نہ کہ صرف "احمد"۔ آپ نے اپنی جماعت کے ساتھ "احمدیہ" کی تشریح کرتے ہوئے "تریاق القلوب" میں فرمایا ہے کہ آنحضرتؐ کے دو نام تھے ایک "احمد" اور دوسرا "محمد"۔ احمد جمالی نام ہے اور محمد جلالی۔ احمد نام میں حسن و جمال کی تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ یہ نام دنیا میں صلح امن اور شانتی کا پیغام ہے۔ یہ نام حسن و اخلاق کے اعلیٰ ترین مقام پر پہنچنے کی شہادت ہے یہی رحمۃ للعالمین اور لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کا مطلب ہے اس لئے میں نے اپنی جماعت کا نام جماعت احمدیہ رکھا ہے تاکہ اس کے ذریعے دنیا میں آنحضرت صلعم کے حسن و جمال کا پرتو دنیا میں ظاہر ہو اور دنیا میں امن و سلامتی کا دور دورہ ہو۔ اس آخری زمانے میں اسم "احمد" کے ظہور کی پیشگوئی خود آنحضرت نے کی تھی جس کا اظہار آپ کی امت کے ایک فرد کے ذریعے ہونا تھا اور خدا نے مجھے بتایا ہے کہ وہ میں ہی ہوں"۔ احمدیت سے کوئی جدا دین نہیں اگر ایسا ہوتا تو حضرت مرزا صاحب یہ کبھی نہ فرماتے کہ:۔

ما مسلمانیم از فضل خدا + مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام + ہر نبوت را برو شد اختتام

اور یہ ہرگز نہ لکھتے کہ:۔

"نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور آدم زادوں کے لئے کوئی رسول نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلعم۔ کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال والے کے ساتھ رکھو تاکہ تم آسمان پر نجات یافتہ لکھے جاؤ۔۔۔۔ آسمان کے نیچے نہ اس کا ہم مرتبہ کوئی رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب"۔

حضرت صاحب کی ساری کتابیں پڑھ جائیں ان میں خدا اور رسولؐ سے عشق۔ اسلام سے محبت اور قرآن کریم پر عمل کا ذکر اور درس ہی نظر آئے گا۔ قرآن کریم کے احکامات پر چلنے کی بار بار نصیحت ہی ملے گی آپ فرماتے ہیں:۔

آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست + بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب + نزد ما کفر است و خسران و تباب

کہ قرآن جیسی روشن کتاب سے ایک قدم دوری بھی میرے نزدیک کفر، خسارہ اور تباہی و بربادی کا موجب ہے۔ آپ کی ساری زندگی خدا کو زندہ خدا۔ رسول کو زندہ رسول۔ قرآن کو زندہ کتاب اور اسلام کو زندہ دین ثابت کرنے میں گذری ہے جو لوگ احمدیت کو اسلام سے ایک الگ دین سمجھ کر جماعت احمدیہ پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں ان کے لئے یہ بڑے خوف کا مقام ہے جس انسان اور اسکی جماعت کی ساری زندگی ادیان باطلہ پر اسلام کی برتری اور غلبہ دکھانے میں گذری وہ اسی غم میں زندہ رہا اور اسی کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوا۔ اگر وہ اسلام سے باہر ہے تو پھر بتائیے اسلام کہاں ہے؟

مذاکرہ کے ختم ہونے پر محترمہ خورشید راجہ صدر اجلاس نے ان بچیوں کے خیالات کو بہت سراہا اور ان کے لئے دعا کی جس پر اس اجلاس کا خاتمہ ہوا۔

تیسرا اجلاس

یہ اجلاس عشاء کے بعد منعقد ہوا۔ یہ باہمی میل ملاپ۔ تعارف اور رابطہ کی غرض سے منعقد کیا گیا۔ تمام خواتین کا ایک دوسری سے انفرادی طور پر تعارف کرایا گیا۔ ان سے مقامی مشکلات کے متعلق سوالات کئے گئے اور ان کا حل تجویز کیا گیا۔ محترمہ رضیہ مدثر علی صاحبہ نے خواتین کو تلقین کی کہ وہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں اسلامی طور طریقے اپنائیں تصنع اور بناوٹ سے احتراز کریں۔ اپنے بچوں کی تربیت اسلامی اصولوں کے مطابق کریں انہیں نماز سکھائیں اور پابندی سے نماز پڑھنے کی نصیحت کرتی رہیں۔ آپ نے کفایت شعاری اختیار کرنے اور ریزگاری جمع کرنے پر بھی زور دیا۔ بیرون لاہور سے آنیوالی بہنوں کو تحریک کی گئی کہ وہ اپنے اپنے مقام پر اپنی تنظیم قائم کریں اور مرکزی تنظیم سے رابطہ قائم کریں۔ یہ بھی تجویز کیا گیا کہ ماہ نومبر میں ہر شہر کی صدر اور سیکرٹری لاہور تشریف لائیں تاکہ ان کے مشورہ سے جلسہ سالانہ کا پروگرام تشکیل دیا جائے اس بات کی طرف بھی توجہ دلائی گئی کہ ہر بہن اور بچی جلسہ سالانہ کے لئے کوئی نہ کوئی چھوٹی موٹی دستکاری ضرور تیار کرے کیونکہ یہ بھی اسلام کے لئے جہاد کا ایک طریقہ ہے جس میں ہم سب کو شریک ہونا چاہیئے۔ شادی بیاہ کے سلسلے میں ماؤں سے یہ درخواست کی گئی کہ وہ حتی المقدور اپنے بچوں اور بچیوں کی شادیاں غیر از جماعت خاندانوں میں نہ کریں کیونکہ غیر احمدی لڑکے اور لڑکی سے شادی کی وجہ سے خود ان کے لئے اور جماعت کے لئے بہت سے مسائل و مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔ ہر شہر کی سیکرٹری صاحبہ سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنے شہر کے قابل شادی لڑکوں اور لڑکیوں کی فہرست تیار کر کے مرکزی دفتر کو ارسال کریں تاکہ اس سلسلے میں کوئی قابل عمل قدم اٹھایا جا سکے۔ بیرون لاہور جماعتوں کے دوروں کا پروگرام بھی بنایا گیا اور دعا کے ساتھ یہ مجلس ختم ہوئی۔

حرف آخر

"تنظیم خواتین لاہور کی طرف سے اپنی بہنوں کی خدمت میں

"ہم تنظیم خواتین لاہور کی جانب سے سب بہن بھائیوں کے تعاون کا شکریہ ادا کرتی ہیں۔ ہم میزبان کمیٹی کی بھی ممنون ہیں جنہوں نے مہمانوں کے لئے بستروں اور کمروں کے انتظام اور باقی کاموں میں ہماری مدد کی اور اس جلسہ کو زیادہ سے زیادہ بارونق اور بامقصد بنانے میں ہمارا ہاتھ بٹایا۔ ہماری مہمان خواتین کو اگر ہماری کسی کوتاہی سے تکلیف ہوئی ہو یا ان کے آرام کا مناسب بندوبست نہ**

** ہو سکا ہو تو ہم معافی چاہتی ہیں۔ ہم آئندہ انشاء اللہ اس کوتاہی کو دور کرنے کی کوشش کریں گی" ۔۔۔۔ سکرٹری تنظیم خواتین

مختصر رپورٹ تقاریر برموقعہ جلسہ سالانہ ۸۱ء

یہ رپورٹ مدیر پیغام صلح پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب نے مولوی شفقت رسول خان صاحب کے نوٹس کی مدد سے بڑی محنت سے مرتب کر کے پیش کی ہے۔
ع "گر قبول افتد زہے عز و شرف"
(نائب مدیر)

۲۵ دسمبر ۱۹۸۱ء — پہلا اجلاس

جیسا کہ پروگرام جلسہ سے ظاہر ہے یہ اجلاس محترم میاں ظہور احمد صاحب کی صدارت میں منعقد ہونا تھا لیکن آپ چونکہ ملک سے باہر تشریف لے گئے تھے اس لئے اس اجلاس کی صدارت کے لئے جناب کرنل حنیف اختر بلی کو دعوت دی گئی جسے قبول فرماتے ہوئے آپ کرسی صدارت پر تشریف فرما ہوئے۔

اجلاس کی باقاعدہ کارروائی کا آغاز مولوی شفقت رسول خان صاحب نے تلاوت قرآن کریم سے کیا۔ تلاوت کے بعد جناب عنایت الرحمٰن صاحب آف شیخ محمدی (پشاور) نے حضرت مجدد صد چہاردہم کا منظوم کلام سے

"فخر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے"

ترنم اور خوش الحانی سے پیش کیا۔ جناب زاہد جنجوعہ (لاہور) نے ملفوظات حضرت اقدس سنائے جن میں آپ نے فرمایا کہ ایمان زبان سے اقرار اور دل سے اس کی تصدیق کا نام ہے اسی سے ایقان، عرفان، اطمینان اور حق الیقین حاصل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ پر ایمان ہی ذریعہ نجات ہے۔

امیر قوم حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی افتتاحی تقریر

آپ نے سورۃ فاتحہ اور سورۃ الصّٰفّٰت کی پہلی پانچ آیات کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ قرآن کریم اور نماز کا افتتاح بھی سورۃ فاتحہ سے ہوتا ہے اس لئے ہر مبارک اور اہم کام کا افتتاح بھی اسی سورۃ کی تلاوت سے ہونا چاہیئے۔ آپ نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان آیات کی برکات سے متمتع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ نے حضرت مولانا صدرالدینؒ امیر جماعت کی مفارقت کا ذکر کرتے ہوئے بڑے درد سے فرمایا کہ وہ ہمارے عظیم امیر اور بزرگ تھے۔ اُن کے چلے جانے سے ہماری جماعت کو بڑا صدمہ پہنچا ہے۔ میں انہیں جماعت کے موجودہ حالات کے پیش نظر ایک ڈھال جانتا تھا اور میری دلی تمنا یہی تھی کہ وہ جیتے رہیں کیونکہ آپ کے چلے جانے کے بعد جماعت کو بہت سے ابتلاؤں کے پیش آ جانے کا خوف دامن گیر رہتا تھا لیکن قانون الٰہی کے مطابق ان اجل اللہ اذا جاء لا یؤخر کی گھڑی آ ہی پہنچی اور ہم عاجزانہ انہوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہونا ہی پڑا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے عظیم المرتبت انسان نے بھی اپنے پیارے بچے کی جدائی کے صدمے کے وقت یہ کلمات فرمائے کہ ہماری آنکھیں اشک فشاں ہیں اور ہمارا دل غمگین ہے ہمیں تیری جدائی کا بہت صدمہ ہے لیکن ہم اپنی زبان سے کوئی ایسا لفظ نہیں نکالیں گے جس سے ہمارا رب راضی نہ ہو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان الفاظ کے بعد آپ نے تمام خواتین و حضرات سے فرمایا کہ آئیں ہم سب مل کر اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی روح پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمائے اور انہیں اپنے پاک ساتھیوں کے ساتھ اپنے جوار رحمت میں بلند مقامات نصیب کرے۔ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو صبر و استقامت عطا فرمائے۔ اپنی خاص تائیدات اور نصرتوں کے دروازے اس پر کھول دے اور اپنی رضا کے رستوں پر گامزن فرمائے۔ اپنی آسمانی افواج کے ذریعے اس کی حفاظت فرمائے جیسے کہ وہ ہمیشہ سے فرما رہا ہے۔

اس درد بھری اجتماعی دُعا کے بعد آپ نے اپنے متعلق ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مولانا صدرالدینؒ کی وفات کے بعد آپ کی مجلس معتمدین اور مجلس عامہ نے امارت اور صدارت کا بوجھ میرے کمزور کندھوں پر ڈال دیا ہے جس کی کبھی میرے دل میں ذرہ بھر خواہش پیدا نہیں ہوئی اور نہ ہی میں نے کبھی اس کے بارے میں سوچا تھا لیکن اب جبکہ یہ ذمہ داری مجھ پر آ پڑی ہے تو میں اکیلا اسے اٹھانے کے قابل نہیں ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے مطابق کہ تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان اپنی جماعت کی تمام بہنوں، بھائیوں، نوجوانوں، بچوں اور بچیوں کے پُرخلوص تعاون اور مدد کی ضرورت ہوگی اور مجھے یقین واثق ہے کہ ان میں ہر ایک خواہ وہ یہاں حاضر ہے یا موجود نہیں اس میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرے گا اور آپ نے یقین دلایا کہ میں صرف اُن باتوں میں معاونت کا طلبگار رہوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام اور حضرت مرزا صاحب کی تعلیم اور مشن کے مطابق اور جماعت کے مفاد میں ہوں گی۔ آپ نے یاد دلایا کہ ہمارے امام نے ہماری جماعت کی بنیاد جمہوریت پر رکھی ہے۔ مجالس مشاورت اور مجلس معتمدین کے جو فیصلے جمہوری اصولوں کے مطابق متفقہ طور پر یا کثرت رائے سے ہوتے ہیں امیر اور صدر بھی ان پر عمل کرنے اور کرانے کے پابند ہوتے ہیں۔۔ آپ نے دُعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قدم بقدم ایک ساتھ چلنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ جو امانت حضرت اقدس نے ہمارے سپرد کی ہے اس سے کماحقہٗ عہدہ برآ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور سرخروئی کے ساتھ حاضر ہو سکیں۔

اپنی جماعت کے متعلق ذکر کرتے ہوئے آپ نے سورۃ فاتحہ اور سورۃ الصّٰفّٰت کی تلاوت کردہ آیات کے حوالے سے بتایا کہ ہماری جماعت کی غرض و غایت ان آیات کے اندر مذکور ہے۔ سورۃ الصّٰفّٰت کی ان آیات میں ان جماعتوں کی شہادت پیش کی گئی ہے جو صف باندھے بدی سے روکنے، قرآن پاک کی تلاوت اور اس کی پیروی کرنے والی ہیں وہ اپنے اعمال و کردار سے یہ گواہی دیتی ہیں کہ ہمارا معبود ایک ہی ہے ان کی شہادت دو طرح پر ہے ایک تو یہ کہ اس قسم کی جماعتیں خواہ وہ انبیاء ہوں یا مصلحین ان کے اتباع کہیں بھی ہوتی ہیں ان سب کی شہادت یہی ہے کہ خدا ایک ہے۔ دوسری شہادت بطور پیش گوئی کے ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلعم کی قوت قدسی سے ملک عرب میں جماعتوں کی جماعتیں ایسی پیدا ہو جائیں گی جو نمازوں میں صفیں باندھ کر خدا کے حضور کھڑی ہوں گی۔ لوگوں کو گناہ اور معاصی سے روکیں گی اور ان کا عمل قرآن پر ہوگا۔ ایک عرب سے کیا مخصوص ہے آگے چل کر ساری دنیا میں اس قسم کی جماعتیں پیدا ہو جائیں گی جن کے ذریعے حق باطل پر غالب آ جائے گا۔ معبودان باطل نیست و نابود ہو جائیں گے اور کل روئے زمین پر ایک خدا کا نام لیا جائے گا۔

آپ نے فرمایا کہ قرآن کریم کی آیت ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون "کے مطابق ایسی جماعت ہر زمانے میں موجود رہی ہے جو بھلائی کی طرف دعوت دیتی، اچھے کاموں کا حکم کرتی اور بُرے کاموں سے روکتی رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمودہ کے مطابق یہی جماعت کامیاب و بامراد ہونے والی ہے۔ آپ نے قرآن کریم کی اس آیت کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتؤمنون باللہ - کے حوالے سے فرمایا کہ اس قسم کی سب سے بہترین جماعت تو آنحضرت صلعم کے صحابہ کرامؓ کی تھی لیکن تاریخ سے ثابت ہے کہ آپ کے بعد ہر صدی میں آنے والے مجددین نے آنحضرت صلعم کی جماعت کے نقش قدم پر ایک ایسی جماعت بنائی جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتی رہی ہے چودھویں صدی میں آنحضرت مرزا غلام احمد قادیانی مجدد وقت نے اللہ تعالیٰ کے منشا کے تحت

یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو اس الہامِ الٰہی کے مطابق "فاذا عزمت فتوکل علی اللّٰہ واصنع الفلک باعیننا ووحینا" ایک جماعت بنانے کا اعلان فرمایا۔ یہ جماعت بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی غرض سے کھڑی کی گئی۔ ہمارا اس جماعت سے تعلق ہے اور یہ محض اللہ کا احسان ہے کہ اس نے ہم جیسے کمزوروں کو اس کام کے لئے منتخب کر لیا ہے۔

آپ نے اپنے ارشادات کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ ہماری جماعت بھی اللہ تعالیٰ کی جماعت اس وقت کہلائے گی جب یہ قرآن کریم کے الفاظ میں ان جماعتوں کے نقشِ قدم پر چلے گی جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کا نور پھیلانے والی۔ بدی سے دنیا کو روکنے والی۔ خود ذکرِ الٰہی کرنے والی اور احکامِ الٰہی کی پیروی کر کے دنیا کے سامنے اعلیٰ نمونہ قائم کرنے والی ہیں اور دنیا کی ہادی اور راہنما بنی ہیں اس لئے ہمیں اپنی زندگیوں میں بحیثیت جماعت پاک تبدیلی پیدا کرنی ہوگی۔ ہمیں ایک نیا ورق الٹنا ہوگا اور ایک ہی صف میں شانہ بشانہ آگے بڑھنے کا عزم کرنا ہوگا۔ کیونکہ "ان اللّٰہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص"

آپ نے "دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کی بھی یاد دہانی کرائی کیونکہ اسی میں کامیابی کا راز مضمر ہے۔ آپ نے اندرون اور بیرون پاکستان سے جلسہ پر تشریف لانے والے بہن بھائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ جلسہ کے چند دنوں کو غنیمت جانیں کیونکہ یہ ایام اللہ ہیں۔ نمازوں میں باقاعدہ حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے دینِ اسلام کی نصرت کے لئے گڑگڑا کر دعائیں کریں جلسہ گاہ میں وقت پر تشریف لائیں اور آخر تک بیٹھے رہیں۔ اور مقررین صاحبان کی باتیں غور سے سنیں کیا معلوم کسی کی زبان سے اللہ تعالیٰ ایسے کلمات نکلوا دے جو دل میں انقلاب پیدا کرنے والے ہوں۔ نظم و ضبط کا خاص خیال رکھیں۔ ہماری مجالس میں ہمارا رویہ خدا تعالیٰ کے پسندیدہ بندوں کا سا ہونا چاہیئے۔ یہ تین چار روز کا مجاہدہ محض اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اس سے مقدور بھر پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔

آخر میں آپ نے فرمایا کہ اگر ہماری طرف سے آپ کی مہمان نوازی میں کوئی کوتاہی ہو جائے تو صبر کریں کیونکہ ان اللّٰہ مع الصابرین اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔

جناب مرزا محمد لطیف شاہد کا خطاب

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی افتتاحی تقریر کے بعد جناب مرزا محمد لطیف شاہد نے "ما مسلمانیم از فضلِ خدا" کے عنوان پر حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے قرآن حدیث اور فقہ کے رو سے مسلمان کی تعریف بیان کی۔ قرآن کریم کی آیت امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون۔ کل امن باللّٰہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ کے حوالے سے آپ نے فرمایا کہ قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق جو کوئی اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں۔ اس کی طرف سے نازل کردہ کتابوں اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاتا ہے وہ مسلمان ہے۔ قرآن کریم یہ بھی فرماتا ہے کہ ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا۔ کہ جو شخص تمہیں السلام علیکم کہہ کر مخاطب کرے اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے۔

خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسلمان کی جو تعریف بیان فرمائی ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ایک حدیث کا حوالہ دیا اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کسی شخص نے پوچھا کہ ایمان اور اسلام کیا ہے تو آپ نے فرمایا ایمان اور اسلام یہ ہے کہ تو خدا۔ اس کے رسولوں۔ اس کے فرشتوں۔ اس کی کتابوں حشر نشر اور بعث بعد الموت پر ایمان لائے۔ نماز پڑھے۔ رمضان کے روزے رکھے۔ حج کرے اور زکوٰۃ دے۔ ایک دوسری حدیث کے حوالے سے آپ نے بتایا کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے۔ ہمارے ہاتھ کا ذبیحہ کھائے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے وہ مسلمان ہے۔ آنحضورؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے یعنی یہ شہادت دینا کہ اللہ ایک ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے رسول ہیں نماز پڑھنا۔ روزے رکھنا۔ حج کرنا اور زکوٰۃ دینا۔ جو شخص ان پانچوں باتوں پر عمل کرتا ہے وہ مسلمان ہے۔

آپ نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے فقہ کا حوالہ بھی دیا اور بتایا کہ فقہ کے رو سے مسلمان کی تعریف یہ ہے اور یہ عین قرآن اور حدیث کے مطابق ہے کہ مسلمان وہ ہے جو اللہ۔ فرشتوں۔ رسولوں۔ کتابوں خیر و شر کے خدا کی طرف سے ہونے اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ مسلمان ہے۔ جو شخص فرائض و محرمات پر خدا کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے وہ مسلمان ہے۔ آپ نے مسلمان کی تعریف کے سلسلے میں ان حوالہ جات کے بعد بڑے زور سے یہ فرمایا کہ ہم خدا کے فضل سے مسلمان ہیں کیونکہ ہم اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا رسول اللّٰہ اور لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھتے ہیں۔ تمام رسولوں۔ ان پر نازل شدہ کتابوں۔ فرشتوں اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ نماز پڑھتے۔ روزہ رکھتے اور بشرط توفیق زکوٰۃ دیتے ہیں۔ جب تک ہمارے لئے حج بند نہیں ہوا تھا سینکڑوں احمدیوں نے حج بھی کیا ہے۔ مسلمانوں کے ہاتھ کا ذبیحہ کھاتے ہیں اور قبلہ کی طرف منہ کرتے ہیں۔ قرآن کریم کو ہم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب اور آنحضرتؐ کو خاتم الانبیاء مانتے ہیں اس لئے ہمیں یہ کہنا کہ ہم مسلمان نہیں۔ قرآن۔ حدیث اور فقہ کے صریحاً خلاف ہے۔

آپ نے فرمایا۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی جنہیں ہم چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں کی ساری کتابیں چھان لیں آن میں جب لکھا ہوا ملے گا کہ تم خدا اور اس کے رسول سے محبت کرو ان کے احکامات پر کامل فرمانبرداری سے عمل کرو۔ گناہوں سے بچو اور متقی بن جاؤ۔ آنحضرتؐ اور اسلام کی عزت کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر ڈالو۔ آنحضرتؐ کے اخلاقِ حسنہ کا نمونہ بن جاؤ۔ قرآن کریم کی تعلیمات کو اپنا اوڑھنا اور بچھونا بنا لو۔ اگر یہ اسلام نہیں تو بتایئے وہ کون سا اسلام ہے جسے ہم قبول کر کے مسلمان کہلائیں۔

آپ نے فرمایا: حضرت مجدد صد چہاردہم کی بعثت کا واحد مقصد ایک متقی جماعت پیدا کرنا اور اسلام کو تمام ادیانِ مخالف پر غالب کر کے دکھانا تھا۔ آپ کے زمانے میں برصغیر میں حکومت انگریز کی تھی۔ اور عیسائیت کا زور تھا۔ حکومت برطانیہ نے اس ملک میں عیسائیت کی وسیع پیمانے پر تبلیغ کی خاطر مشن۔ ہسپتال سکول۔ کالج اور دوسرے ادارے قائم کئے۔ اور بے شمار لٹریچر جس میں آنحضرتؐ کی ذاتِ مقدسہ۔ اسلام اور قرآن پر شرمناک قسم کے اعتراضات تھے ملک بھر میں گھر گھر پہنچا دیا۔ مسلمانوں کو پھانسنے کے لئے اپنی عزت و غیرت کو بھی سرِعام نیلام کر دیا اور ایسے ایسے حیا سوز طور طریقے اختیار کئے جن کا ذکر کسی مجلس میں کرنا زیبا نہیں دیتا۔ بٹالہ چرچ کی بنیاد رکھنے کے موقع پر پادریوں نے بڑے فخر سے بتایا کہ ہندوستان میں دس لاکھ عیسائی بنا لئے گئے ہیں۔ اگر رفتار یہی رہتی تو خدا جانے مسلمانوں کا کیا حشر ہوتا۔ یہ حالات تھے جب بانئے تحریکِ احمدیت نے عیسائیت کے خلاف قلمی علمِ جہاد بلند کیا اور آخرکار عیسائیت کو میدان سے بھاگتے ہی بنی۔ آپ نے صلیبی عقائد کی بنیاد پر ہلاکت آفرین وار کر کے انہیں بیخ و بن سے اکھاڑ کر رکھ دیا۔ اور مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرمائی۔ یہ تھا آپ کا کسرِ صلیب کا کام جس کا ذکر احادیث میں آیا ہے۔ آپ نے خنزیر صفت مخالفینِ اسلام کو بھی اس میدان میں چت کر کے رکھ دیا۔

آپ نے بڑے جوش میں اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے آخر میں کہا کہ حضرت مرزا صاحب اللہ تعالیٰ کے حکم سے مجددیت کے مقام پر کھڑے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی تائید آپ کے ساتھ تھی جس کا ثبوت یہ ہے کہ آج یورپ تک میں دینِ اسلام مقبول ہوتا جا رہا ہے یہ انہی مساعی کا مرہونِ منت ہے جو اس سلسلہ میں آپ نے اور آپ کے بعد آپ کی شاخ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے جاری کی ہیں اور اب تک جاری ہیں۔

جناب مرزا مسعود بیگ صاحب نے

حضرت مولانا صدر الدینؒ کا ذکرِ خیر سورۃ الملک کی پہلی دو آیات کی تلاوت سے شروع کیا۔ جن کا ترجمہ یہ ہے کہ بابرکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ ذات جس نے زندگی اور موت کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اعمالِ حسنہ بجا لاتا ہے اور وہ غالب اور بخشنے والا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ زندگی بھی ایک حقیقت ہے اور موت بھی ایک حقیقت۔ انسان الدنیا مزرعۃ الاخرۃ کے مطابق اس دنیا کی زندگی میں اچھے اعمال بجا لاتا ہے موت کے بعد انہی اعمال کے ثمراتِ شیریں سے اگلی دنیا میں متمتع ہوتا ہے۔

آپ نے حضرت مولانا صدر الدینؒ کے متعلق فرمایا کہ وہ ایک بے نظیر انسان تھے۔ میرا ان کے ساتھ تریسٹھ سال تک قریبی تعلق رہا میں ۱۹۱۸ء میں مسلم ہائی سکول میں داخل ہوا جب آپ اس سکول کے پرنسپل تھے۔ اس کے بعد مدت تک ان کو بڑے نزدیک سے دیکھنے کا موقع نصیب ہوا۔ اور ان کی شفقت حاصل کی۔

آپ کی پیدائش اور تعلیم و تربیت کا ذکر کرتے ہوئے جناب مرزا صاحب موصوف نے فرمایا کہ حضرت مولانا روسیالکوٹ میں ملک خیر دین صاحب ککے زئی کے ہاں ۱۸۸۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پرورش دینی ماحول میں ہوئی۔ ان دنوں حضرت مولانا عبدالکریم رو مسجد حسام الدین میں درس دیا کرتے تھے آپ تین چار سال ان کے درسوں میں باقاعدہ شامل ہوتے رہے اور ان کے مسحور کن بیان سے متاثر تھے۔ اپنے درس میں حضرت مولانا عبدالکریم رو حضرت مرزا صاحب کا بھی ذکر کرتے تھے جس کی وجہ سے حضرت مولانا رو مجدد وقت کی صداقت کے قائل ہو گئے اور بالآخر آپکے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

آپ کی دنیوی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے جناب مرزا مسعود بیگ صاحب نے فرمایا کہ بی۔ اے کرنے کے بعد آپنے ٹریننگ کالج لاہور میں ایس۔ اے۔ وی کلاس میں داخلہ لے لیا لیکن جب وہاں بی۔ ٹی کلاس شروع ہوئی تو آپ اس میں داخل ہو گئے۔ آپ اس کلاس کے پہلے طالب علم تھے بی۔ ٹی کرنے کے بعد آپ انسپکٹر آف سکولز شملہ مقرر ہوئے اور بعد میں کچھ عرصہ تک ٹریننگ کالج میں انگریزی کے پروفیسر رہے جہاں آپنے ۱۹۰۹ء تک کام کیا۔

قادیان میں آمد کے متعلق آپنے بتایا کہ حضرت صاحب کی وفات کے بعد حضرت مولانا نورالدین رو نے آپ کو ایک وفد کے ذریعے ملازمت ترک کر کے قادیان جانے پر رضامند کیا اور آپ وہاں تشریف لے گئے۔ قادیان میں آپ کو تعلیم الاسلام ہائی سکول کا ہیڈ ماسٹر مقرر کیا گیا۔ آپ اس عہدہ پر ۱۹۰۹ء سے ۱۹۱۴ء تک فائز رہے۔ آپ کی سرپرستی میں اس سکول کو اس قدر شہرت اور نیک نامی حاصل ہوئی کہ پنجاب کے بعض مشاہیر کے بچے اس سکول میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ جماعت میں اختلاف کے بعد ۱۹۱۴ء میں آپ لاہور تشریف لے آئے اور اسسٹنٹ سیکرٹری کا کام کرتے رہے ۱۹۱۴ء میں حضرت خواجہ کمال الدین رو ووکنگ سے واپس تشریف لے آئے تو ان کی جگہ حضرت مولانا صدرالدین رو کو بطور امام ووکنگ مشن بھیجا گیا۔ جہاں آپنے ۱۹۱۷ء تک امامت کے فرائض انجام دیئے۔ اور انگریزی ترجمۃ القرآن کی پروف ریڈنگ کا کام کیا اور بائبل کے کاغذ کی طرح کے کاغذ پر خوبصورت چھپوایا۔ انگلستان سے واپسی پر آپ ۱۹۱۸ء میں مسلم ہائی سکول کے جس کے ساتھ سینئر کیمبرج کی کلاسیں جاری کی گئی تھیں پرنسپل مقرر ہوئے۔ آپ کی نگرانی میں اس سکول نے بھی نصابی اور غیر نصابی سرگرمیوں میں بہت نام پیدا کیا۔ اس سکول کی شہرت کو دیکھتے ہوئے پنجاب کے بڑے بڑے رؤسا نے اپنے بیٹے بجائے چیفس کالج میں داخل کرنے کے مسلم ہائی سکول میں داخل کئے جن میں سے نواب مشتاق احمد گورمانی سابق گورنر پنجاب، سید امجد علی صاحب سابق وزیر خزانہ اور جناب عاشق حسین بٹالوی نامور صحافی اور مصنف کے نام نامی قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۲۰ء میں آپ دوبارہ ووکنگ تشریف لے گئے اور ۱۹۲۱ء تک وہاں اشاعت اسلام کا کام سرانجام دیتے رہے۔ بعد میں آپ جرمنی چلے گئے اور وہاں برلن مسلم مشن کی بنیاد رکھی۔ وہاں آپنے ایک نہایت خوبصورت مسجد تعمیر کرائی جو برلن کا زیور ہے۔

جناب مرزا صاحب نے ان کی جرأت اور دلیری کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ۱۹۲۹ء میں آپ اوکاڑہ کی اراضیات کا قبضہ حاصل کرنے کے لئے گئے تو چالیس آدمیوں نے آپ پر حملہ کیا لیکن آپ بڑی دلیری سے مقابلہ کرتے ہوئے ان کے نرغہ سے نکل گئے۔ اور ساہیوال کے ڈپٹی کمشنر مسٹر کلبرن سے مل کر ان کی مدد سے زمینوں کا قبضہ حاصل کیا۔ آپنے اس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کا نام تو کلبرن ہے لیکن آپ نہ کسی کو مارتے ہیں اور نہ جلاتے ہیں تمام حالات سننے کے بعد وہ آپ کی مدد کو تیار ہو گیا۔ ۱۹۵۳ء کے فسادات میں لوگ آپکے گھر کو جلانا چاہتے تھے۔ آپ کو مکان چھوڑ دینے اور اپنی حفاظت کے لئے کہیں اور پناہ لینے کے لئے کہا گیا تو آپنے سختی سے انکار کر دیا۔ پھر مارشل لاء لگ گیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی اور تمام احمدیہ بلڈنگس کی حفاظت فرمائی۔

آپ کے حج پر جانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ شیخ میاں فاروق احمد صاحب اور آپ کی بیگم مرحومہ سے حضرت مولانا کو بڑا پیار تھا۔ ان دونوں نے چاہا کہ آپ حج کیلئے ان کے ساتھ چلیں۔ انہوں نے اس شرط کے ساتھ ان کے ساتھ جانا منظور کیا کہ حج کے اخراجات وہ اپنی جیب سے ادا کریں گے۔ ۱۹۶۵ء میں آپنے فریضۂ حج ادا کیا۔

جناب مرزا صاحب موصوف نے فرمایا کہ حضرت مولانا صدرالدین بڑے بارعب امیر تھے۔ آپنے بحیثیت امیر ۳۰ سال تک جماعت کی خدمات انجام دی ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اپنی تقریر کے آخر میں آپنے فرمایا کہ ۲۵ دسمبر قائداعظم کا یوم پیدائش ہے۔ آج سارے ملک میں یہ دن بڑے جوش و خروش سے منایا جا رہا ہے۔ حضرت قائداعظم کی مغفرت اور پاکستان کے استحکام کے لئے دعائیں کی جا رہی ہیں۔ قائداعظم ہمارے محسن تھے۔ آئیں ہم سب بھی ملک بھر کی ان دعاؤں میں شامل ہو جائیں تمام حاضرین نے اس دعا میں شمولیت کی۔

جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

آپ کی تقریر کا عنوان تھا "دین اسلام کیوں اور کیسے غالب آئے گا" چونکہ آپ ہمیشہ ہی جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں قرآن کریم اور اسلام کی صداقت کو موضوع بحث بنایا کرتے ہیں۔ اس لئے اس دفعہ بھی آپنے اپنی تقریر مشہور سائنسدان نیوٹن کے حوالے سے شروع کی۔ آپ نے فرمایا کہ نیوٹن ایک دفعہ گذر رہے تھے کہ سیب کے درخت سے ایک سیب نیچے آ گرا۔ انہوں نے سوچنا شروع کر دیا کہ سیب کیوں نیچے گرا۔ اس پر غور کرتے کرتے وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ زمین کے اندر کوئی ایسی کشش پائی جاتی ہے جو چیزوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ جسے انگریزی میں گریوٹی اور اردو میں کشش ثقل کہتے ہیں۔ آپنے فرمایا میں نے یہ مثال اس لئے بیان کی ہے کہ اسلام دین فطرت ہے اس لئے اس کی فطرت میں بھی ایک کشش اللہ تعالیٰ نے اسی طرح رکھ دی ہے جس طرح اس نے زمین کے اندر کشش رکھی ہے۔ اور جو چیزوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے بعینہٖ اسی طرح اسلام بھی اپنی فطرتی کشش کی بدولت انسانوں کو اپنی طرف کھینچے گا جیسے کہ وہ پہلے کھینچتا آیا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اگر سوال کیا جائے کہ اسلام کیسے اور کیوں غالب آئے گا تو جواب یہی ملتا ہے کہ اسلام چونکہ حق ہے اس لئے غالب آئے گا مگر اس کا صحیح جواب ان آیات میں ہے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ اے دیکھتے نہیں ہو کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ ہم زمین کو کناروں سے گھٹاتے چلے جاتے ہیں جس کا میرے نزدیک مطلب یہ ہے کہ مخالفت آہستہ آہستہ ختم ہو رہی ہے اور جس کی مخالفت ختم ہو رہی ہو وہی غالب ہوتا جاتا ہے۔

جناب ڈاکٹر صاحب نے اس کی دلیل میں ہرقل کے دربار میں حضرت ابوسفیانؓ کی گفتگو کے حوالے سے بتایا کہ ہرقل نے جب ابوسفیان سے جو اس وقت کفار کے سردار تھے سوال کیا کہ یہ شخص جس نے تمہارے شہر میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس کا کیا حال ہے۔ اس کے ساتھی بڑھتے جاتے ہیں یا ان کی تعداد کم ہو رہی ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ بڑھ رہے ہیں۔ اس پر ہرقل نے کہا تو پھر وہ یقیناً صادق ہے اور وہ ضرور غالب آئے گا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور واللّٰہ یحکم لا معقب لحکمہٖ۔ جب اللہ تعالیٰ کسی امر کا فیصلہ کرے تو پھر اس کے فیصلے کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ نہ اس کے فیصلے کو زمین ٹال سکتی ہے اور نہ آسمان۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے لیکچر "اسلامی اصول کی فلاسفی" کا ذکر کرتے ہوئے جناب ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ اس لیکچر پر ایک سکھ عالم نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر مسلمانوں کی زندگیاں ان قرآنی اصولوں کے مطابق ہوں جو آج حضرت مرزا صاحب نے بیان فرمائے ہیں تو پھر ان جیسا کون ہو سکتا ہے یعنی مسلمان ایک بے نظیر قوم ہوں گے۔ اس سکھ عالم نے بالکل درست کہا تھا کیونکہ حضرت مرزا صاحب نے جو قرآن اور اسلام دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہ تو ایک عام انسان کو بااخلاق انسان اور اس سے آگے بڑھ کر بااخلاق انسان سے باخدا انسان بنا دیتا ہے۔ حیوان سے اٹھا کر فرشتہ کے مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ وہ قلوب میں انقلاب عظیم پیدا کر کے ایک نئی زندگی بخشتا ہے۔ جو انسان کو ماسوا سے بیگانہ اور بے نیاز کر دیتا ہے۔ یہی وہ اسلام ہے جس کے اندر جذب و کشش کی صفات پائی جاتی ہیں۔ اور یہی اسلام بالآخر دنیا کو اپنی طرف کھینچے گا اور اپنے اندر جذب کر لے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور اسے کوئی ٹالنے والا نہیں

آپنے فرمایا جس اسلام کی تصویر آج ہمارے سامنے ہے اس کا نقشہ جناب کوثر نیازی نے ۲ نومبر ۱۹۸۱ء کے اخبار جنگ میں اس طرح کھینچا ہے کہ انگلستان میں مسلمان علماء میں باہمی سر پھٹول ہے۔ جس کا افسوسناک نتیجہ یہ ہے کہ پولیس مسجدوں میں گھس آتی ہے اور مسجدوں میں امن قائم رکھنے کے لئے تالا بندی کر دیتی ہے

یہ شرمناک منظر دیکھ کر مسلمان نوجوانوں کی گردنیں شرم سے جھک جاتی ہیں اور وہ اسلام سے متنفر ہوتے جاتے ہیں اس لئے یہ وہ اسلام نہیں جس کے متعلق میں نے کہا ہے کہ اس کی فطرت میں کشش ہے۔ یہ نفی اسلام ہے اسی ضمن میں ایک انگریز نومسلم صوفی غلام قادر نے تبلیغ اسلام کے لئے ایک ادارہ کھولا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام طاقت واقتدار کے زور پر نہیں اپنی لازوال خوبیوں کی وجہ سے پھیلایا جا سکتا ہے کیونکہ اس ادارہ کے بانی کے پاس کوئی حکومت کوئی مادی طاقت اور دیگر اقتداری وسائل و ذرائع ہرگز نہیں۔ ہمارے سامنے تاریخ موجود ہے کہ پہلے بھی اسلام بادشاہوں کے ذریعے نہیں بلکہ بزرگانِ دین کے پاک اور عمدہ نمونہ کی وجہ سے مقبول ہوا اور اب بھی اسی ذریعے سے ہوگا۔

آپ نے فرمایا کہ اخبارات رسائل اور دیگر ذرائع نشر و اشاعت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آج کا انسان امن و سکون کا متلاشی ہے جو اسے باوجود محیر العقول مادی ترقی کے نہیں مل سکا۔ دانشور اور مفکر اپنی اس جستجو میں تھک ہار کر بیٹھ گئے ہیں کہ اطمینانِ قلب کیسے حاصل ہوگا۔ مادہ پرستی کی اندھا دھند دوڑ نے ساری دنیا کو ہلاکت کے کنارے لا کھڑا کیا ہے۔ جہاں سے واپسی کی کوئی راہ سجھائی نہیں دیتی مستشرقین کو اب صرف ایک ہی امید کی کرن دکھائی دیتی ہے کہ صرف اسلام ہی انسانیت کو اس عذاب کے گڑھے میں گرنے سے بچا سکتا ہے اس لئے ہوا کا رخ بتا رہا ہے کہ اسلام آخر کار غالب آئے گا لیکن کون سا اسلام۔ سرمیور والا یا قرآن کا پیش کردہ امن، سلامتی اور صلح کا اسلام۔ یقیناً قرآن کا اسلام غالب آئے گا۔

جناب ڈاکٹر صاحب نے سات بشپ پادریوں کا ذکر کرتے ہوئے جنہوں نے حضرت عیسٰی کی زندگی پر تحقیق کی ہے فرمایا کہ ان عیسائی بڑے بڑے پادریوں نے لکھا ہے کہ حضرت عیسٰی کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنا توہم پرستانہ عقیدہ ہے۔ ایک اور مستشرق نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے:۔

"JESUS DIED IN KASHMIR"

یعنی حضرت عیسٰی کشمیر میں فوت ہوئے اور وہ فرماتے ہیں یہ میری اپنی تحقیق ہے میں نے کسی نقل کے حوالے سے ایسا نہیں لکھا ہے

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگاہ زندہ وار

حضرت بانیٔ تحریک احمدیت نے بہت پہلے فرما دیا تھا کہ یسوع مسیح کو مرنے دو کیونکہ اسی پر عیسائیت کی موت اور اسلام کی زندگی موقوف ہے۔

جناب ڈاکٹر صاحب نے اپنے سامعین و سامعات کو یاد دلایا کہ اسلام کے غلبہ کے لئے ضروری ہے کہ ہم انفرادی اور اجتماعی طور پر قرآن پاک کے اصولوں پر عملی نمونہ پیدا کریں کیونکہ انہی اصولوں کی دنیا کو آج ضرورت ہے۔ اس وقت آبِ حیات کے لئے دنیا پیاسی ہے اور اس شیریں اور عمدہ چشمہ کی طرف تیزی سے بھاگ رہی ہے جس کا نام قرآن ہے۔

آپ نے بیان کیا کہ ایک انگریز نے کہا ہے ہمیں کسی نے اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا میں نے خود ہی یہ سوچا تھا کہ مذہب وہی قبول ہو سکتا ہے جس کے اصول انسانی فطرت کو اپیل کرنے والے ہوں۔ چنانچہ اس تجسس میں جب میں نے اسلام کا مطالعہ کیا تو اسے اپنی فطرت کے مطابق پایا اور قبول کر لیا۔ اس انگریز نے ہماری جماعت کے لٹریچر سے استفادہ کیا ہے۔

آخر میں آپ نے فرمایا ہم اگر اشاعتِ اسلام کر رہے ہیں تو یہ عمدہ بات ہے اور اس سے جماعت کو ترقی حاصل ہونا یقینی ہے لیکن اسی پر مطمئن ہو کر بیٹھ نہیں جانا چاہیئے۔ ولتنظر نفس ما قدمت لغد۔ ہمیں مستقبل کو بھی مدِنظر رکھ کر کوئی حکمتِ عملی اپنانی چاہیئے ہماری قوت اور ترقی کا راز اس میں مضمر ہے کہ ہم کہاں تک قرآنی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔

خطبہ جمعہ حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت امیر جماعت ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورۃ عبس کی آیت کرام بررۃ تک تلاوت کرنے کے بعد فرمایا کہ اس سورۃ کے پس منظر میں ایک عظیم واقعہ ہے جس کا ذکر احادیث میں آیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نابینا صحابی تھے۔ جو بعد میں مسجد نبویؐ کے مؤذن بھی بنے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ رؤسا قریش کو اسلام کی تبلیغ کرنے میں مصروف تھے۔ حضرت عبداللہؓ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور درخواست کی کہ اللہ نے آپ پر جو بذریعہ وحی اتارا ہے وہ مجھے بھی سکھائیں۔ حضور صلعم نے ان کی طرف توجہ نہ کی۔ آپ رؤسا کو اسلام میں لانا چاہتے تھے تاکہ ان کے ذریعے خدا کے دین کو تقویت حاصل ہو جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو ایک غریب نابینا مسلمان کی طرف یہ بے توجہی پسند نہ آئی اور یہ سورۃ نازل ہوئی۔ حضرت نبی کریم صلعم تو طبعاً غرباء کے حامی یتیموں کی پناہ اور بیواؤں کا سہارا تھے لیکن یہی ایک ایسا موقعہ ہے جب آپؐ نے ایک غریب کی طرف توجہ نہ فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ رؤسا اور امراء کے اسلام لانے سے اسلام کو دنیا میں پھیلانے کا کام آسان نہیں ہوگا۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کی تبلیغ کے لئے مشکل راستے اختیار کئے جائیں تاکہ انسانوں پر یہ ظاہر ہو جائے کہ ان کی نظروں میں جو بات ناممکن اور مشکل نظر آتی ہے وہ اللہ کے نزدیک نہایت سہل اور آسان ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہو جائے کہ اس کے پیچھے کوئی زبردست ہاتھ کام کر رہا ہے جسے وہ دیکھنے سے قاصر ہیں اور اس کا انکار کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ ان آیات میں قرآن کریم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کلا انها تذكرة فمن شاء ذكره کہ یہ کتاب انسانوں کو بزرگی، بلندی اور شرف بخشنے والی ہے جو بھی اس پر عمل کرے گا وہ بلندیوں کو حاصل کرے گا۔ دوسری جگہ ہے ص۔ والقرآن ذی الذکر۔ اور ایک اور مقام پہ ہے انه لذكر لك ولقومك۔ اللہ تعالیٰ صادق ہے۔ یہ قرآن شرف بخشنے والا ہے۔ یہ تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے باعثِ عزت ہوگا۔ یہ بطور پیشگوئی کے تھا اور ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ حاملین قرآن نے جن رفعتوں کو حاصل کیا کوئی اور قوم ان بلندیوں کو نہ پہنچ سکی۔ قرآن کریم کے ذی الذکر ہونے کا پہلا ثبوت یہ ہے کہ رؤسا قریش کو غرباء کے سامنے جھکنا پڑا۔ دوسرا ثبوت یہ ہے کہ جب عرب حامل قرآن ہو گئے تو دنیا کی بلند ترین قوم بنی۔ ایک امریکن مصنف نے لکھا ہے کہ ہر بڑے مذہب کا غلبہ اس وقت ہوا جب کسی بادشاہ نے اسے قبول کیا۔ بدھ مت اشوک کی وجہ سے پھیلا اور غالب ہوا عیسائیت کو قسطنطین کے ذریعے غلبہ حاصل ہوا لیکن ایک اسلام ہی ایسا دین ہے جو کسی بادشاہ کا رہینِ منت نہیں۔ اسلام کی وجہ سے ساری کی ساری عرب قوم بلند ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بادشاہ ہوئے بلکہ اس نے غلاموں تک کو بادشاہ بنا دیا۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے حکومت سلطنت اور مال و دولت بھی عطا کی اور روحانیت کے لحاظ سے بھی اس مقام کو پہنچے جو اس سے قبل اور بعد میں کسی کو نصیب نہ ہوا۔

آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے۔ تم میں کوئی ہے جو اس سے نصیحت حاصل کرے اس کی تعلیم آسان ہے اور اس کے اصول ہر ایک کے لئے قابلِ عمل ہیں۔ وہ کسی پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔ اس لئے آج بھی مسلمان اس پر عمل کر کے ترقی کر سکتے ہیں۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا حوالہ دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ آپ نے انتہائی مایوسی کے وقت میں مسلمانوں کی توجہ اس طرف راغب کی تھی کہ اگر مسلمان دنیا میں آگے آنا چاہتے ہیں تو وہ قرآن کو آگے کریں کیونکہ اسی میں ان کے سارے امراض کا علاج ہے جیسا کہ خود قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة۔ یہ قرآن ہی دنیا کی ساری بیماریوں کا علاج ہے اور یہ لوگوں کے لئے رحمت ہے۔

آپ نے اپنی قوم کو یاد دلایا کہ دوسرے لوگ سیاسی جدوجہد صنعت و حرفت کی ترقی میں شب و روز مصروف ہیں۔ ان کی ساری کوششیں دنیاوی زندگی کے لئے رائیگاں جا رہی ہیں۔ ہماری جماعت کو اشاعتِ قرآن کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ ہمارے بزرگوں نے عملاً قرآن کریم کو آگے رکھا۔ ہم قرآن کے وارث ہیں اور ہماری یہ خوش قسمتی ہے ہمیں بھی قرآن کریم کو آگے رکھنا چاہیئے اور اپنی ساری قوت اسی کی خاطر خرچ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اگر ہم نے زندہ رہنا ہے تو ہمارے لئے یہی ایک راستہ ہے۔ پھر ہم خدا کا وعدہ پورا ہوتا ہوا دیکھیں گے۔

آپ نے اپنا خطبہ جاری رکھتے ہوئے اپنے مخاطبین سے فرمایا۔ قرآن شریف کے ذریعے شرف کا مقام حاصل کرنے کا وعدہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں تک ہی محدود نہیں رہا کیونکہ کلا انها تذكرة۔ یہ قانون الٰہی بدستور جاری ہے اس کے

ذریعے شرف و عزت کے مقامات قیامت تک حاصل ہوتے رہیں گے۔ یہ خواص کی نہیں عوام کی کتاب ہے۔ ایک عام ناخواندہ انسان بھی فمن شاء ذکرہ کا مصداق ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہماری جماعت خواندہ ہے۔ آپ قرآن پڑھیں سیکھیں۔ قرآن آسان ہو جائے گا۔ والدین کا فرض ہے کہ وہ بچوں کو بچپن میں قرآن پڑھائیں۔ اُن میں غور و فکر کی عادت ڈالیں۔ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت بیان القرآن انگریزی اور اُردو دونوں میں موجود ہے جس سے دُوسرے علماء بھی استفادہ کرتے ہیں۔ ہم نے دُوسری زبانوں میں بھی اس کے تراجم کرانے کا پروگرام بنایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس میں کچھ پیش رفت ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے پورا کرنے میں ہماری مدد فرمائے گا۔"

آپ نے جماعت کے نوجوانوں کو خاص طور پر متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اشاعت قرآن اور اشاعت اسلام کی ذمہ داری آئندہ آپ نوجوانوں پر پڑنے والی ہے اس لئے آپ کو ابھی سے اپنے آپ کو اس کے لئے پورے طور پر تیار کرنے کی اشد ضرورت ہے اور یہ قرآن کو اپنی زندگیوں میں اولیت دیئے بغیر ممکن نہیں ہو سکے گا حضرت مرزا صاحب نے بھی فرمایا ہے کہ قرآن پاک کو آگے بڑھاؤ تو ترقی ہوگی۔ آپ نے اپنی جماعت کو یہ تاکید کی ہے کہ سیاست سے الگ رہو اور صرف اسلام کو اس کی صحیح شکل و صورت میں قبول کر کے اس پر عمل کرو۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے کہا ہے ہم اس کام کو کیسے کر سکیں گے۔ ان کے سوال کا جواب اس آیت میں موجود ہے

کلا انھا تذکرۃ فمن شاء ذکرہ

کہ جو لوگ قرآن کو لے کر دنیا میں نکل پڑیں گے وہ ہرگز ناکام نہیں ہوں گے۔ کیونکہ یہ کتاب محفوظ ہے اور اس کے لکھنے والے بڑے پاک اور معزز ہاتھ تھے۔ کامیابی کا راز کسی قوم کی قلت اور کثرت میں نہیں بلکہ نیکی اور تقویٰ میں ہے۔ کوئی جماعت بھی ہو لیکن اس میں نیکی اور تقویٰ موجود ہو تو اس کی کامیابی یقینی ہے۔ اور ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کے فرمودہ خداوندی کے مطابق وہ معزز ہوتی ہے۔ حضرت صاحب نے اپنی بعثت کی غرض بتاتے ہوئے فرمایا تھا کہ میرے آنے کا مقصد متقین کی جماعت پیدا کرنا ہے۔ اگر ہم متقین ہیں تو ان شاء اللہ ضرور کامیاب ہوں گے۔ اور اگر ہم میں تقویٰ نہیں تو ہم یقیناً ناکام ہو جائیں گے کامیابی کا دُوسرا راز جماعت کے اندر اتحاد اور جذبہ اخوت میں ہے۔ اس لئے ایک ہو جاؤ اور نیک ہو جاؤ۔

آپ نے اُمید ظاہر کی کہ اس جماعت میں اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا کرے گا جو کامیابی کے اس راز سے آگاہ ہوں گے جنہیں قرآن کریم سے محبت ہوگی اور اس کو دنیا میں پھیلانے کے لئے ان کے دلوں میں تڑپ ہوگی۔ ان کے دلوں میں دنیا کی محبت کی آگ سرد ہو چکی ہوگی اور وہ اسے ہاتھ میں لے کر دیوانہ وار نکل کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لئے مشکل کام بھی آسان کر دے گا۔ اس حق کے حصول میں بڑے اور چھوٹے۔ امیر و غریب کی کوئی تخصیص نہیں۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اور فرماتا ہے لقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر۔ ہم نے اسے ہر ایک کے لئے آسان کر دیا ہے کوئی ہے جو اس سے نصیحت حاصل کرے اور معزز بن جائے۔ دنیا میں عزت کا مقام پانے کے لئے اس کتاب حق کا پڑھنا۔ پڑھانا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

دُوسرا اجلاس

دُوسرا اجلاس نماز جمعہ کے بعد زیر صدارت محترم جناب فتح محمد بزمی ایڈووکیٹ گجرات منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم جناب ناتیمین طالب العلم انڈونیشیا نے کی۔

شیخ نثار احمد صاحب سیالکوٹ

تلاوت قرآن حکیم کے بعد جناب شیخ نثار احمد صاحب نے "حضرت مرزا صاحب کے نزدیک حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہی مدار نجات ہے" کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ آپ نے قرآن کریم کی آیت ان الذین امنوا ...... فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کی تلاوت اور ترجمہ کے بعد فرمایا کہ بعض لوگ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ صرف اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانے سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کے لئے رسولوں کے واسطہ کی ضرورت نہیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر محض توحید ہی معیار نجات ہے تو پھر نجات کے لئے اعمالِ صالحہ کو کیوں ضروری ٹھہرایا گیا ہے جزا اور سزا اچھے اور بُرے اعمال پر موقوف ہے اچھائی اور بُرائی کی تمیز اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر رکھ دی اور پھر ان میں تمیز کرنے کے لئے اُسے عقل بھی عطا کی ہے لیکن اسے نمونہ کی بھی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے انسانوں کو رسولوں کی شکل و صورت میں نمونہ قائم کرنے کے لئے بھیجا تاکہ دُوسرے لوگ ان کے نقش قدم پر چل کر ایک پاک اور اعلیٰ زندگی بسر کریں اور نجات پائیں۔

آپ نے فرمایا کہ حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ انبیاء کی وجہ سے انسانی عقلیں اور دُوسرے قویٰ تیز ہو جاتے ہیں۔ وہ بُرائی اور بھلائی کی بڑی باریکیوں کو بھی دیکھ لیتے ہیں جن میں بظاہر تمیز ممکن دکھائی نہیں دیتی۔ جس طرح ظاہری آنکھ کو دیکھنے کے لئے سورج کی روشنی اور کان کو سننے کے لئے ہوا کی ضرورت ہے اسی طرح انبیاء اور رسل اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا آئینہ ہوتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ اور انسان کے درمیان اسی طرح ایک واسطہ کا کام دیتے ہیں جس طرح روشنی اور ہوا دیکھنے اور سننے کے لئے کام دیتی ہے۔ اس لئے توحید اور رسالت کو ایک دوسرے سے الگ کرنا رُوح کو جسم سے الگ کرنے کے مترادف ہے۔

آپ نے فرمایا: رسُول انسان کے لئے نمونہ بننے کی خاطر اپنے اُوپر طرح طرح کی ترتیں وارد کرتے ہیں۔ ہر مشکل اور مصیبت برداشت کرتے اور ہر ابتلا اور آزمائش میں سے گذرتے اور گذارے جاتے ہیں وہ یہ سب کچھ اس لئے سہتے ہیں کہ ایک مصفّا اور شفاف آئینہ کی طرح ہو جائیں تاکہ ان کے ذریعے خدا کا چہرہ نمودار ہو اور دنیا پر یہ ثابت ہو جائے کہ ایک زندہ خدا موجود ہے۔ اور اس کو پا لینے کا یہی راستہ ہے جو رسولوں نے اختیار کیا ہے۔ اور یہی دنیوی اور اُخروی نجات کا ذریعہ ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :۔

قل اطیعوا اللّٰہ و رسولہٗ

خدا کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو یعنی رسولؐ نے تمہارے سامنے جو مثال پیش کی ہے اس کو اپنا لو۔ اور دوسری جگہ فرمایا ہے جو رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ اس لئے رسول کی نافرمانی گناہ ہے۔ کیونکہ جو رسول کا فرمانبردار نہیں وہ اللہ کا بھی فرمانبردار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محض خشک توحید پر بھروسہ کرنے والا نجات سے بے نصیب رہتا ہے۔

آپ نے فرمایا اب نجات کامل کا دارومدار صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی کامل اطاعت اور پیروی پر ہے۔ کیونکہ آپ کامل اور آخری نبی ہیں اور آپ کا لایا ہوا دین اسلام آخری اور کامل دین ہے اب یہی وہ دروازہ ہے جس میں سے کوئی نجات کے گھر میں داخل ہو سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا یہ دروازہ سب کے لئے کھلا ہے۔ خواہ وہ یہودی ہو۔ عیسائی ہو یا صابی ہو۔ اگر کوئی خیال کرے کہ وہ کسی اور ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں داخل ہو سکتا ہے تو غلطی پر ہے۔ کیونکہ اب ساری صداقتیں۔ سچائیاں اور خوبیاں بتمام کمال اسلام میں موجود ہیں اور بنی نوع انسان کے لئے آنحضرت صلعم نمونہ کامل ہیں جیسے کہ قرآن کریم خود فرماتا ہے۔

انک لعلیٰ خلق عظیم تو اخلاق کی انتہائی بلندیوں پر ہے۔ اور :۔

لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ

رسول کی زندگی میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

اس نمونے پر عمل کرتے ہوئے ہزاروں لاکھوں انسانوں نے اسی زندگی میں نجات پالی اور اللہ تعالیٰ کے مقربین میں شامل ہو گئے۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہیں مجددین اور اولیاء اللہ کہا جاتا ہے۔

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دنیا اگر نجات کی طالب ہے تو وہ صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی اختیار کرنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اسی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صرف توحید پر ایمان مدار نجات ہرگز نہیں۔ اعمال صالحہ بجا لانے کے لئے رسولؐ کا نمونہ اپنے سامنے رکھنا از بس ضروری ہے اس کے بغیر کوئی بھی نجات یافتہ نہیں کہلا سکتا۔

جناب چوھدری شکراللہ خاں منصور

شیخ نثار احمد صاحب کے بعد چوہدری شکر اللہ خاں منصور تشریف لائے۔ آپ کی تقریر کا عنوان تھا۔ "حدیث غریب اور قصہ عجیب" آپ نے اپنی تقریر سوال و جواب کے بڑے دلچسپ اور

باہر نہیں ہو سکتا۔ شہد کی مکھی کی فطرت میں ہے کہ وہ اپنے لعاب سے اپنے لئے ایک چھتّا تیار کرے جس کے الگ الگ خانے بڑی تپلی دیوارو کے بنے ہوئے ہوں۔ وہ پھولوں سے رس چوس کر شہد تیار کرے جو اس کے بچی کے لئے خوراک کا کام دے اور انسانوں کے لئے دوا اور شفا کا۔ وہ یہ جانے اور تمیز کئے بغیر کہ کون سے پھول سے اُسے مقدار میں زیادہ اور میٹھا رس میسّر آئے گا ہر پھول پر بیٹھ جاتی ہے۔ اسی طرح تمام جمادات نباتات اور حیوانات اپنے اپنے مقررہ رستے پر بڑی پابندی سے چلتے ہیں۔ اس کائنات میں انسان ہی ایک ایسی جاندار شے ہے جس کے اندر اللہ تعالیٰ نے قوتِ ممیزہ رکھ دی ہے جسے دوسرے لفظوں میں عقل کہتے ہیں اور اسی قوت کی وجہ سے وہ صاحب اختیار ہستی بھی ہے۔ جو راستہ اختیار کرنا چاہے اختیار کر سکتا ہے۔ جو چاہے مان لے اور جو چاہے نہ مانے لیکن عقل یہ رہنمائی ضرور کرتی ہے کہ بُرائی کا انجام بُرا اور بھلائی کا انجام اچھا ہوتا ہے۔ اس زمانے میں عقل کی رہنمائی میں انسان نے اس مادی دنیا میں جو کمالات سائنسی اور صنعتی میدان میں اور کائنات کو مسخر کرنے میں دکھائے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسی عطیہ اور اس کے استعمال کی بدولت ہی ظہور میں آئے ہیں لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ سب کچھ تحقیقاتی اور تجرباتی میدان میں بے شمار ٹھوکریں کھانے کے بعد حاصل ہوا ہے۔

انسانی دماغ نے جو کچھ حاصل کیا ہے اس میں نوعِ انسان کے لئے بے شمار فائدے بھی ہیں لیکن اس کی ہلاکت آفرینی سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اب یہ انسانی عقل پر موقوف ہے کہ اسے اس کی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کرے یا اُسے نیست و نابود کرنے کے لئے۔ عقل اگر ٹھوکر کھا جائے تو بربادی ہی بربادی ہے لیکن اگر اُسے ٹھوکر کھانے سے بچانے کے لئے اس کے لئے کوئی چراغ راہ ہو تو پھر آبادی ہی آبادی ہے۔

آپ نے فرمایا یہ چراغ "وحی" ہے جس پر مذہب کی بنیاد ہے۔ دین میں عقل کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن کریم ایسے الفاظ سے بھرا پڑا ہے کہ افلا تبصرون۔ افلا تعقلون۔ افلا تتفکرون۔ افلا تتفکرون۔ وغیرہ۔ کیا تم تدبر، عقل و شعور اور فکر سے کام نہیں لیتے اور یہ الفاظ خاص کر ایسے مقامات پر آئے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی توجہ کو تخلیقِ کائنات کی طرف مبذول کراتے ہوئے اپنے خالق ہونے کا ثبوت دینا چاہتا ہے۔ کہ ان پر غور کرنے کے بعد تم ضرور اس نتیجہ پر پہنچو گے کہ سب کچھ ایسے نہیں ہو گیا اس کے پیچھے ضرور کوئی زبردست ہاتھ کام کر رہا ہے۔ لیکن عقل ایک خاص مقام پر آ کر انسان کو آگے لے جانے سے انکار کر دیتی ہے اس مقام سے آگے لے جانے والی جو چیز ہے اُس کا نام وحی ہے جو اندھی عقل کا سہارا اور اس کے لئے روشنی بن جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائے آفرینش سے ہر مذہب میں عقل کی رہنمائی کے لئے وحی کا سلسلہ جاری رہا ہے۔

آپ نے فرمایا: حضرت آدمؑ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اپنے اپنے زمانے میں نوعِ انسان کی رہنمائی کے لئے تشریف لائے جنہوں نے عقلی دلائل کے علاوہ وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت دیا۔ یہ سلسلہ وحی آنحضرت صلعم پر آ کر ختم ہو گیا۔ یہ آخری وحی قرآن کریم ہے جو تا قیامت تمام انسانوں کی راہنمائی کے لئے کافی ہے جس طرح سورج کو انسان کی جسمانی نشوونما اور ربوبیت میں اہمیت حاصل ہے اسی طرح قرآن کریم کو انسان کی رُوحانی نشوونما اور ربوبیت کے لئے اہمیت حاصل ہے۔ قرآن حکیم میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سراجاً منیرا کہا گیا ہے یعنی روشنی دینے والا سورج اور ظاہر ہے سورج کی روشنی میں حرارت بھی ہوتی ہے اور حرارت ہی وہ قوت ہے جس پر ساری کائنات کی زندگی کا انحصار ہے۔ اسی لئے قرآن کریم کی وساطت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور انسانوں کو اندھیروں میں بھٹکنے اور ٹامک ٹوئیے مارنے اور ٹھوکریں کھانے سے بچاتا رہے گا۔ اور اس کی حرارت سے جسمانی اور رُوحانی زندگی میں حرکت پیدا ہوتی رہے گی جس طرح پودوں کے پھلنے پھولنے اور پھلوں کے پکنے اور ان میں مختلف قسم کے رنگ پیدا کرنے کے لئے سورج کی تمازت اور چاند کی سورج سے مستعار روشنی ضروری ہے۔ اسی طرح انسانوں کی رُوح کے پھلنے پھولنے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور لابدی ہے اور یہ نور قرآن حکیم میں ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم کو "ھدی ونور" بھی کہا گیا ہے اور آنحضرت صلعم کو (سراجاً منیرا) اور "قمراً منیرا" کہا گیا ہے۔

قرآن کی عظمت جو حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا صاحب کی نظر میں تھی اس کو بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔ ؎

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

کہ وہ کتاب حق جس کا نام قرآن ہے میں نے معرفت کی شراب اسی پیالے سے پی ہے۔ اس روشن کتاب سے ایک قدم بھی دور ہونا میرے نزدیک کفر، خسارہ اور تباہی و بربادی ہے۔

اور پھر فرماتے ہیں ؎

زندگی بخش جامِ احمدؐ ہے ✦ کیا ہی پیارا یہ نامِ احمدؐ ہے

احمدؐ کے پیالے سے پینے سے انسان کو زندگی ملتی ہے اس لئے یہ نام "احمدؐ" بہت ہی پیارا ہے۔ اور یہ جامِ احمدؐ قرآن ہی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا سرور حاصل ہوتا ہے اور جس سے انسانی عقل کو تیز روشنی ملتی ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد مجددین اور اولیاء امت کو مکالمہ مخاطبہ کا شرف عطا کیا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ بانی تحریکِ احمدیت حضرت مرزا صاحب نے اللہ تعالیٰ کی ہستی اور آنحضرت صلعم کی صداقت پر عقلی دلائل بھی دیئے ہیں اور نشانات بھی پیش کئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ خشک عقلی دلائل انسان کو مطمئن کرنے کے لئے ناکافی ہیں جب تک ان کے ساتھ الہام کی روشنی نہ ہو۔

آخر میں مقرر نے "بیان القرآن" حضرت صاحب کی کتب براہینِ احمدیہ اور حقیقۃ الوحی اور حضرت ڈاکٹر بشارت احمدؒ کی تصنیف "مجددِ اعظم" کے مطالعہ کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ ان کا مطالعہ نہایت ضروری ہے تاکہ ہمیں اپنے سلسلہ اور اس کے قیام کی اصلی غرض و غایت کا بخوبی علم ہو سکے۔

تیسرا اجلاس

رات ۷½ تا ۹ بجے شب شبان الاحمدیہ کا اجلاس زیرِ صدارت کیپٹن جمیل الرحمان صاحب منعقد ہوا جس کی رپورٹ ہمیں شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے سیکریٹری جناب زاہد جنجوعہ نے اشاعت کے لئے ارسال کی ہے جو اس روز کی کارروائی کے ساتھ درج ذیل کی جاتی ہے۔

جلسہ کی کارروائی جناب راجہ محمد بیدار صاحب کراچی کے جواں سال صاحبزادے راجہ ابوبکر کی خوش الحان تلاوت کلام پاک سے شروع ہوئی۔ اس کے بعد انڈونیشی طالب علم جناب یاسین نے حجازی لے میں قرآن کریم کا ایک رکوع پڑھا۔ جناب محمد ارشد علوی نے حضرت اقدس مرزا صاحب کے ملفوظات پڑھ کر سنائے۔ سعید ڈھیری پشاور کے نوجوان فاروق احمد نے پشتو لہجے میں منظوم کلام پیش کیا۔ جسے بے حد پسند کیا گیا۔ اطفال الاحمدیہ کے ممبران عمران حفیظ۔ نعمان حفیظ نے تقاریر کیں جبکہ فہیدہ ضیاء اور رعنا عزیز نے نظمیں سنائیں اور ثمیرا اشرف جعفری نے اپنی مختصر سی تقریر میں احمدیت کی تعلیم کو پیش کر کے دینِ حنیف کے مطابق ثابت کیا

شبان الاحمدیہ دہلی کے صدر جناب عبدالقیوم صاحب نے کلمہ شہادت کے فوائد بیان کئے۔ بعدہٗ مرکزی نائب صدر جناب عبدالعزیز صاحب نے ھو الذی ارسل رسولہٗ بالھدٰی ... منھم مغفرۃً واجرًا عظیما ہ کی تلاوت کے بعد گذشتہ جلسہ سالانہ کے موقع پر کی گئی تقریر کے تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے سامعین پر واضح کیا کہ دینِ حق کا غلبہ حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کے ہاتھوں ہوا۔ ان آیات میں اس جماعت کا نقشہ کھینچا گیا ہے جس کا نمونہ دینِ حنیف کی صحیح تصویر پیش کرتا ہے۔ فاضل مقرر نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ان آیات مقدسہ کا مصداق ٹھہرایا اور بتایا کہ اس زمانے میں حضرتِ اقدس مرزا غلام احمد قادیانی کے قریب بیٹھنے والے اصحاب نے بھی اپنے اندر یہی رنگ پیدا کیا۔ اور اپنے قول و فعل سے تبلیغِ دین کے کام کو آگے بڑھایا۔ ان آیات کی روشنی میں یہ جماعت ایک ایسی کھیتی کی مانند ہے جو اپنا سبزہ نکالتی ہے ابتداً وہ سبزہ بہت کمزور لیکن بعد میں وہ زمین میں خوب جڑ پکڑ جاتا ہے۔ اس کو دیکھ کر اس کا مالک بے حد خوش ہو جاتا ہے۔ مقرر موصوف نے لما یلحقوا بھم کی روشنی میں اس زمانہ کے باخدا لوگوں کو صحابہ کرام کی مثیل قرار دیا اور نوجوانوں پر زور دیا کہ وہ ان آیات میں بیان کردہ اوصاف اپنے اندر پیدا کریں کیونکہ ایسی جماعت حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا کی گئی جو اسلام کی شان و شوکت کی موجب بنی اور انہی صفات کی جماعت حضرت اقدس کو ملنا مقدر تھی تاکہ دینِ حنیف کی نشاۃِ ثانیہ کا ظہور ہو۔

جناب عبدالعزیز خاں صاحب کے اس خطاب کے بعد احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی شاخ جماعت احمدیہ جموں کے صدر محترم بزرگ چوہدری غلام مصطفےٰ صاحب نے تقریباً نصف گھنٹے تک معزز حاضرین کو اپنے خطاب سے نوازا۔ اور اپنی زندگی کے بعض دلچسپ واقعات اور جماعت کے کچھ حالات سامعین کو سناتے ہوئے نوجوان کو نصیحت فرمائی کہ وہ صدق عمل کا راستہ اختیار کریں۔ کیونکہ کونوا مع الصادقین کا حکم دیا گیا ہے۔ اور سچ بولنا احمدیوں کا طرۂ امتیاز رہا ہے نوجوان اپنے بزرگوں کے اس امتیازی نشان کو برقرار رکھیں۔

بعد ازاں جناب طارق احمد صاحب نے اپنی تقریر میں نماز جمعہ کے بعد انتخاب امیر کی پوری جماعت کی طرف سے تصدیق کے متعلق اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے بتایا کہ نوجوان اس انتخاب پر پورے اطمینان اور اعتماد کا اظہار کرتے ہیں اور اب جماعتی کام کو آگے بڑھانے کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ کی اطاعت اپنے اوپر لازم خیال کرتے ہیں۔

پھر صاحب صدر جلسہ جناب ڈاکٹر جمیل الرحمان صاحب نے "صدارتی کلمات" سے پیشتر سورۃ الصّف کی آیت سبح للّٰہ مافی السمٰوٰت ومافی الارض ..... ولو کرہ المشرکون ہ کی تفسیر فرمائی۔ اور ان آیات کی روشنی میں جماعت احمدیہ کے نظام پر بڑے پُراثر انداز میں ایک فکر انگیز تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کسی بھی قوم کے زندہ رہنے کے لئے ایک مضبوط نظام کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے ہمیں قومی وحدت و استحکام کو ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہیئے جناب صدر نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے احباب کو بے جا نکتہ چینی سے پرہیز کی تلقین فرمائی۔ اور اس رنگ کو دور کرنے پر زور دیا۔

جناب صدر نے جماعت میں رونما ہونے والی نئی تبدیلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہمیں پوری طرح سے اطاعت امیر اختیار کرنا ہوگی کیونکہ مضبوط نظام جماعت کے لئے اطاعت امیر ایک بنیادی امر ہے۔ خدا تعالیٰ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امیر کی اطاعت واجب قرار دی گئی ہے۔ اور اطاعت امیر کے ضمن میں اسمعوا واطیعوا (سنو اور اطاعت کرو) کا حکم آیا ہے۔ اس لئے جماعت احمدیہ کو بنیان مرصوص بنانے کے لئے خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات کی روشنی میں ہم اپنے حضرت امیر محترم کے احکامات کو بجا لائیں۔

محترم صدر صاحب نے نوجوانوں کو آئندہ سال کے لئے ایک نئے عزم کے ساتھ اپنی سرگرمیاں جاری رکھنے کی ہدایت فرمائی تاکہ وہ بانئے سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے اپنی ذمہ داریاں پوری کر سکیں۔ اس کے لئے جناب صدر صاحب نے دعا بھی فرمائی۔ اور اس طرح رات پونے دس بجے یہ نشست بخیر و خوبی انجام پذیر ہوئی۔

فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک

— ******* —

مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۱ء بروز ہفتہ

— پہلا اجلاس —

مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۸۱ء کو پہلا اجلاس زیر صدارت جناب غلام نبی دین صاحب صدر جماعتہائے فیجی منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن مجید جناب مولوی عبدالرحمٰن کمبی نے کی اور حضرت مجدد صد چہاردہم کا منظوم کلام "نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا" عبدالسلام مبارک نے خوش الحانی سے سنایا جس کے بعد ایم۔ اے رشید صاحب (لاہور) نے حضرت صاحب کے ملفوظات سنائے جن میں آپ نے اسلام کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "اسلام کی حقیقت اپنی گردن بکری کی طرح خدا کے حضور رکھ دینا ہے۔

حافظ شیر محمد صاحب مبلغ فیجی

ملفوظات کے بعد جناب حافظ شیر محمد صاحب فیجی تشریف لائے آپ نے ھوالذی ارسل رسولہ ..... سراجاً منیرا کی تلاوت کے بعد یہ شعر پڑھا۔

تشنہ بیٹھے ہو کنارِ جوئے شیریں حیف ہے۔

سرزمین پاک میں چلتی ہے نہرِ خوشگوار

اور فرمایا کہ میں شریعت اور طریقت کی چند باتیں بتانا چاہتا ہوں۔ اگر یہ سمجھ لی جائیں تو حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ نے اپنی کتب میں جو اصطلاحات استعمال کی ہیں ان کے سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ اور جو ٹھوکر حضرت صاحب کے کلام کو سمجھنے میں لگتی ہے وہ نہ لگے گی۔

آپ نے فرمایا: حضرت امام الزماں کا دعوےٰ ہے کہ میں شریعت اور طریقت دونوں کا مجدد ہوں۔ اس لئے شریعت اور طریقت دونوں کا مفہوم اور مطلب جاننا ضروری ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر کلام کا سمجھنا اور اس کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنا ممکن نہیں۔ صرف حضرت صاحب نے ہی نہیں بلکہ تمام گذشتہ علماء نے اور صوفیاء کرام نے بھی تصوف اور طریقت کی اصطلاحات استعمال کی ہیں۔ صوفیا متقدمین کے نزدیک علم کی دو قسمیں ہیں۔ علم ظاہری اور علم باطنی۔ اگر علم کا تعلق ظواہر سے ہو تو شریعت ہے جیسے وضو۔ نماز کے ظاہری ارکان۔ طلاق وغیرہ اور اگر علم کا تعلق باطن سے ہو تو وہ علم باطنی ہے جیسے تصدیق۔ توکل وغیرہ۔ اور قرآن کریم سے اس کے متعلق یہ سند پیش کی گئی ہے کہ واسبغ علیکم نعمہٗ ظاھرۃ وباطنۃ۔ یعنی تم پر اس نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کو پورا کیا۔

حضرت خواجہ نظام الدین کے حوالے سے آپ نے بتایا کہ فقہا نے تو ظاہری پہلو لیا اور اولیاء نے باطنی پہلو۔ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو مجدد ہوتے ہیں ان میں سے بعض شریعت کے مجدد تھے اور بعض طریقت کے۔ لیکن حضرت مرزا صاحب مجمع البحرین یعنی دو سمندروں کو اکٹھا کرنے والے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے شریعت اور طریقت دونوں کی تجدید کی۔ جسے پورے طور پر سمجھنے کے لئے اس ماحول کو سمجھنا ضروری ہے جس میں آپ مبعوث ہوئے۔ اور یہ ماحول سرہند۔ دہلی۔ اجمیر۔ پنجاب بلکہ سارے ہندوستان کا ماحول تھا اور اس سے بڑھ کر دنیا کا ماحول تھا۔ ان مقامات پر پیدا ہونے والے بزرگوں کی تحریرات میں ایسے ایسے الفاظ آئے ہیں جن سے بڑھ کر حضرت مرزا صاحب کی کتب میں نہیں ملتے۔ ان تحریرات کے حوالے سے آپ نے فرمایا:۔

دمبدم رُوح القدس اندر معینی مے دمد

من نے دانم مگر من عیسیٰ ثانی شدم

رُوح القدس ہر لمحے معین کے اندر پھونکتا رہتا ہے۔ میں نہیں جانتا مگر ایسے دکھائی دیتا ہے کہ میں دوسرا عیسیٰ بن گیا ہوں۔ حضرت خواجہ بختیار کاکی رو نے حضرت خواجہ صاحب سے فرمایا۔ لا الٰہ الا اللّٰہ چشتی رسول اللّٰہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فرمایا کہ میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی ہے کہ آدم کو تعظیم۔ نوح کو طوفان سے نجات ابراہیم کی آگ سے حفاظت۔ عیسیٰ کا مردے زندہ کرنا اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن دلانے والا میں ہی ہوں سرہند شریف کے مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ اثنائے سلوک میں میں نے اپنے آپ کو مقام عثمان، ماپر فائز فرمایا۔ حضرت فریدالدین گنج شکر نے فرمایا من علی ومن علی ومن علی۔ میں علی ہوں۔ میں علی ہوں۔ میں علی ہوں۔

حضرت شبلیؒ نے اپنے ایک مرید سے فرمایا پڑھو لا الٰہ الا اللّٰہ شبلی رسول اللّٰہ۔ کشمیر میں حضرت حبیب اللہ صاحب نے فرمایا کہ: کن مرا رسول اللّٰہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے اولیاء اللہ اور مقربین الٰہی کے حوالے سے بتایا کہ ان کی تحریرات میں ایسے الفاظ آئے ہیں جو علم ظاہر کے رو سے شریعت سے متعارض ہوتے ہیں لیکن حضرت مرزا صاحب کے کلام میں زیادہ تر باتیں اصول کے ماتحت آتی ہیں مثلاً نبی اللّٰہ وغیرہ جس کا مفہوم صرف فنا فی الرسول اور اولیاء اللّٰہ ہے۔ آپ نے اپنے آپ کو زمرۂ اولیاء میں ہی شامل کیا ہے اور اپنے الہامات کو وحی ولایت کا نام دیا ہے۔ آپ پر یہ الزام لگانا کہ آپ نے وحی نبوت کا دعوےٰ کیا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایک مستقل اور تشریعی نبی ہونے کا دعوےٰ کیا ہے سراسر جہالت اور ناانصافی ہے

جناب شیخ حفیظ الرحمٰن صاحب

جناب شیخ حفیظ الرحمٰن صاحب کی تقریر کا موضوع تھا "اتحاد بین المسلمین" آپ نے فرمایا ہم جس دور سے گذر رہے ہیں اس میں مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد کا فقدان ہے۔ ممالک اسلامیہ کے تمام حکمران اس المیہ کا ذکر کرتے اور محسوس بھی کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں قابل افسوس حد تک انتشار ہے۔ جسے کسی نہ کسی طرح ختم کر کے ان کے درمیان اتحاد قائم کرنا ضروری ہے ورنہ اگر یہی صورت حالات رہی تو انہیں تباہی اور بربادی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ مگر اس احساس کے باوجود اس مرض کی تشخیص کوئی نہیں کرنا چاہتا کہ اس کے اسباب کیا ہیں تاکہ انہیں دور کرنے کی سعی کی جائے۔ یہ ایک عام فہم بات ہے کہ پہلے مرض کے اسباب معلوم کئے جائیں اور بعد میں نسخہ تجویز کیا جاتا ہے۔ تشخیص کے بغیر علاج ممکن نہیں ہوتا۔ اگر تشخیص ناقص ہوگی تو ظاہر ہے علاج بھی غلط

خطرہ پیدا ہوگا اور ریفری کے جانبدار ہونے کی امید رکھنا اول درجہ کی حماقت ہوگی۔

آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبہ کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اس خطبہ میں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ عربی کو عجمی اور گورے کو کالے پر کوئی برتری حاصل نہیں۔ اللہ کے نزدیک وہی عزیز ہے جو متقی ہے۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ تم پر ہر ایک دوسرے کا خون، مال اور عزت حرام ہے۔ اللہ کی رسی یعنی قرآن کو مضبوطی سے پکڑنا اور تفرقہ نہ کرنا۔ اگر تم پر ایک حبشی بھی امیر مقرر کر دیا جائے تو اس کی اطاعت کرنا دین میں غلو نہ کرنا وغیرہ۔ لیکن حضور صلعم کے ان ارشادات کو خلافت راشدہ کے بعد پس پشت ڈال دیا گیا اور اسی وجہ سے مسلمانوں میں اختلافات کا زمانہ شروع ہوا۔

آپ نے ان اسباب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کے دو اسباب ہیں ایک داخلی اور دوسرا خارجی۔

داخلی اسباب مسلمانوں کے اپنے پیدا کردہ اور صدیوں کے عمل پر محیط ہیں۔ خلافت راشدہ کے بعد بنو امیہ، بنو عباس اور علویوں کا دور حکومت رہا جو تقریباً نو سو سال پر محیط ہے۔ یہی وہ دور ہے جس میں دین ایک مخصوص گروہ کے ہاتھ میں دے دیا گیا۔ اور اسے دین میں رد و بدل اور اپنی من مانی کرنے کا پورا اختیار رہا جس سے یہ قباحت پیدا ہوئی کہ اس گروہ سے تعلق رکھنے والے لوگ اپنی ذاتی منفعت اور حاکم وقت کے خوف کی وجہ سے قرآن و سنت کے خلاف فتوے دیتے رہے۔ اور اپنے مخالف گروہ کے علماء پر کفر کے فتوے لگاتے رہے۔ اور انہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے رہے۔ تکفیر بازی کے اس شغل نے مسلمانوں میں تفرقہ اور نفرت کے بیج بو دیئے۔ اور ان کی طاقت کو کمزور کر دیا۔ بغداد اور سپین میں مسلمانوں کا جو حشر ہوا وہ اسی کا رہین منت ہے۔

کفر و اسلام کے مسئلہ کے سلسلہ میں حفیظ الرحمٰن صاحب نے ۱۹۵۳ء کے واقعات کی تحقیقات کرنے والے کمیشن کے حوالے سے بتایا کہ کمیشن نے ایک عالم دین سے مسلمان کی تعریف پوچھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ جو خدا اور رسول کو مانتا ہو وہ مسلمان ہے۔ جب اُن سے کہا گیا کہ احمدی بھی تو خدا اور رسول کو مانتے ہیں تو وہ اپنی پہلے کی گئی تعریف سے ہٹ کر کوئی ایسی تعریف کرنا چاہتے تھے جس کے مطابق احمدی اس کے ذیل میں نہ آسکیں۔ یعنی اسلام قرآن و سنت کا اسلام نہیں بلکہ وہ ہے جسے ایک خاص گروہ اپنی طرف سے پیش کرتا ہو چاہے وہ قرآن و سنت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ یہی صورت حالات صدیوں سے چلی آتی ہے جس نے اسلامی اخوت کو پارہ پارہ کر دیا۔

انیسویں اور بیسویں صدی کے متعلق آپ نے فرمایا۔ یہ انقلاب انگیز صدیاں ہیں علوم جدیدہ نے نئے نئے نظریات کو جنم دیا ہے ڈارون، ہیگل، کارل مارکس، نٹشے وغیرہ مغربی مفکرین کے نظریات نے پڑھے لکھے مسلمانوں کو خدا اور قرآن سے علیحدہ کر دیا ہے کیونکہ ان کا خیال ہے کہ خدا کوئی نہیں یہ محض انسان کے اپنے ذہن کا تصور ہے اس کے پیچھے کوئی حقیقت نہیں۔ ان نظریات کے دور میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی پیدا ہوئے۔ اور آپ نے عقلی دلائل اور نشانات کے ذریعے ثابت کیا کہ خدا ہے وہ مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے اور جو کوئی قرآن کی تعلیم پر چلے گا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر قدم رکھے گا اس پر بھی اللہ تعالےٰ اپنے آپ کو ظاہر فرمائے گا۔

خارجی ذرائع کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا مسلمانوں کے اندرونی انتشار اور خلفشار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مغربی اقوام نے انہیں بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر اپنا غلام بنا لیا اور اُن کی اپنے مذہب سے ناواقفیت اور بیگانگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے اپنے مذہبی عقائد اور اپنی تہذیب و تمدن کی طرف مائل کرنے کے لئے ہر طرح کے حربے استعمال کئے جن کی وجہ سے مسلمانوں کی طاقت اور قوت کو اور بھی ضعف پہنچا۔ اگر مسلمان قرآن و سنت پر عمل کرنیوالے ہوتے تو ان کا وہ حشر کبھی نہ ہوتا جو اب ہوا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں سب بیماریوں کا علاج موجود ہے۔ اس مرض کی صحیح تشخیص یہ ہے کہ مسلمانوں نے قرآن شریف کو پس پشت پھینک دیا ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ وہ اس کو مضبوطی سے پکڑ لیں اور اس پر عامل ہو جائیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا

کہ اللہ کی رسی یا قرآن کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو یہی اتحاد بین المسلمین کی اساس اور بنیاد ہے۔

سالانہ رپورٹ

جناب شیخ حفیظ الرحمٰن صاحب کے بعد جناب مرزا مسعود بیگ صاحب جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اپنی سالانہ رپورٹ پڑھ کر سنائی۔ طبع شدہ یہ رپورٹ جلسہ سالانہ کے موقع پر تمام احباب و خواتین میں تقسیم کی گئی تھی اور بیرونی جماعتوں کو بھی ارسال کر دی گئی ہے اس لئے اس کا یہاں درج کرنا ضروری خیال نہیں کیا گیا۔ تمام احباب و خواتین سے درخواست ہے کہ وہ خود مطالعہ فرمالیں۔

تقریر اور اپیل حضرت امیر قوم

ڈاکٹر سعید احمد خان ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز

آپ کی تقریر کا عنوان تھا "غلبۂ حق ایک ابدی حقیقت ہے"

آپ نے سورۃ الحاقہ کی آیات فلا اقسم بما تبصرون ... انہ لحق الیقین فسبح باسم ربك العظیم کی تلاوت کے بعد فرمایا۔ حق و باطل کی جنگ ابتدا نسل انسانی سے جاری رہی ہے اور حق ہی ہمیشہ غالب آتا رہا ہے لیکن یہ جنگ ایسی جنگ نہیں جسے ظاہری آنکھ دیکھ سکے بلکہ اسے دیکھنے کے لئے دل کی آنکھوں کی ضرورت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت آدمؑ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک حق کا ساتھ دینے والے باطل کی قوت کے مقابلے میں ہمیشہ بے وسیلہ اور کمزور ہی دکھائی دیتے ہیں اور بظاہر وہ مغلوب ہی دکھائی دیتے رہے ہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے فیصلہ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃً باذن اللہ واللہ مع الصابرین کے مطابق یہ بے سروسامان، ضعیف اور قلیل التعداد گروہ باطل پر ہمیشہ غالب آتا رہا ہے۔ قرآن حکیم میں اس کی بے شمار مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً قرآن حکیم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے الم تر کیف فعل ربك بعاد ..... فصب علیہم ربك سوط عذاب کیا تو نے عاد، ثمود اور فرعون کی تاریخ پر غور نہیں کیا جو عالی تہذیب و تمدن لشکروں اور زبردست مادی قوت کے مالک تھے لیکن جب انہوں نے حق کو مٹانے کے لئے اپنی طاقت اور قوت کو استعمال کیا تو ہم نے انہیں تہس نہس کر کے رکھ دیا اور ان کے مقابلے میں ان کمزوروں کی تائید و نصرت فرمائی جنہیں وہ اپنی طاقت کے بل بوتے پر مٹانا چاہتے تھے۔

آپ نے فرمایا: باطل پرست حق پرستوں کو کمزور سمجھ کر ہمیشہ سے یہ دھمکیاں دیتے چلے آئے ہیں" وقال الذین کفروا لرسلھم لنخرجنکم من ارضنا او لتعودن فی ملتنا۔ کہ ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے ورنہ تمہیں ہمارے مذہب میں واپس آجانا ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ ان کمزوروں کو اپنی طرف سے وحی کے ذریعہ ہمیشہ یہ تسلی دیتا رہا ہے فاوحی الیھم ربھم لنھلکن الظلمین ولنسکننکم الارض من بعدھم کہ تم غم اور فکر نہ کرو ہم ضرور ان ظالموں کو ہلاک کریں گے اور ان کے بعد ان کے ملک کا تمہیں وارث بنائیں گے جس وطن سے تمہیں نکالنا چاہتے ہیں اس سے ہم ان کو نکال دیں گے اور یہ وطن تمہارا ہوگا۔ آنحضرت صلعم تک تمام انبیاء اور رسل اور ان کے ماننے والوں سے یہی کہا جاتا رہا ہے لیکن قرآن کریم میں یہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ موجود ہے ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصلحون۔ ان فی ھذا لبلغًا لقوم عابدین۔ ہم نے نصیحت کے بعد زبور میں یہ لکھ دیا کہ ہماری زمین کے وارث اور مالک ہمارے باغی اور سرکش ہرگز نہیں ہوں گے۔ اس کے مالک ہمارے صالح بندے ہوں گے۔

آپ نے فرمایا تاریخ یہ شہادت دیتی ہے کہ جن لوگوں کو اپنے دین کی خاطر اپنے گھر بار چھوڑنے پڑے وہ کچھ ہی عرصہ بعد بڑی شان و شوکت اور جاہ و جلال کے ساتھ واپس ہوئے اور باطل کو اپنا غرور سے تنا ہوا سر ان کے قدموں میں رکھنا ہی پڑا۔

آپ نے فرمایا: اس آیت میں" ارض" سے مراد زمین، حکومت یا کسی ایک ملک کی وراثت نہیں" عبادی الصلحون اور لقوم عابدین کے یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ اس قوم کے لئے ایک پیغام عام ہے جو اللہ تعالیٰ کی سچی پرستار اور وفاداری سے اس کے احکامات پر چلنے والی ہو خواہ وہ جہاں کہیں بھی ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جو روحانی اور اخلاقی تعلیم دنیا میں لائے ہیں دراصل وہ ورثہ ہے جس کے وارث اللہ تعالےٰ کے صالح اور عبادت گذار بندے بنتے ہیں۔ آنحضرت صلعم ساری دنیا کے لئے رحمت بن کر آئے ہیں، یہ رحمت اللہ تعالےٰ کے مقرب بندوں، مجددین اور اولیاء اللہ کے ذریعے تمام دنیا پر برسے گی اور اللہ تعالیٰ کی ساری زمین ارض مقدس بن جائے گی۔ یہ قرآن کریم کی بشارت ہے:

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ وکفی باللہ شھیدا ۝ یہ رسول اللہ تعالےٰ نے دنیا میں بھیجا ہی اس غرض کے لئے کہ دین اسلام کو تمام

سالفہ اور آئندہ پیدا ہونے والے نظریات پر غالب اور برتر کر کے دکھائے خواہ کافر اور مشرک اسے مٹانے کے لئے ناخنوں تک اپنا زور لگالیں۔ یہ نور غالب آکر رہے گا اور ساری دنیا اس سے منور ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اس پر گواہ ٹھہراتا ہے اور یہ گواہی کتنی سچی نکلی آنحضرت صلعم کی ابتدائی اور آخری زندگی کا مطالعہ کر کے دیکھ لیں کہ ابتداء میں کیا بے سروسامانی، مغلوبیت، کمزوری اور بیچارگی کی حالت تھی اور آخر میں اللہ تعالیٰ نے کس طرح آپ کو اپنے دشمنوں اور حق کے مٹانے والوں پر غلبہ عطا کیا۔ کمزوری اور مغلوبیت کی حالت میں غلبہ حق کی پیشگوئی اور اس کا حرف بحرف پورا ہو جانا خدا کی ہستی کو ثابت کرنے کے لئے بڑی زبردست دلیل ہے کیونکہ مغلوبیت کی حالت میں یہ کہا گیا تھا لاغلبن انا و رسلی ان اللہ قوی عزیز، یقیناً میں غالب آؤں گا اور میرے رسول۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا غالب ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ چیلنج بھی دے دیا فیکیدونی جمیعا ثم لا تنظرون۔ تم سب مل کر جتنی طاقت اور قوت اکٹھی کر کے میرے مقابل پر آسکتے ہو آؤ اور مجھے کوئی مہلت بھی نہ دو اس کا نتیجہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔

حضرت امیر قوم نے سامنے بیٹھی ہوئی اپنی بے سروسامان مختصر سی قوم کو یاد دلایا کہ اسلام ابتدا میں غریبی کی حالت میں تھا چند ہی سال میں ایک ناقابل شکست طاقت بن گیا اور اپنی سرحدوں سے نکل کر تمام دنیا کے ممالک میں پھیل گیا۔ اسے سیاسی اقتدار بھی حاصل ہوا اور روحانی غلبہ بھی مگر گیارہویں اور تیرہویں صدی میں منگولوں اور سلجوقیوں نے ان کے سیاسی اقتدار کو ختم کر کے ان کی تہذیب اور ثقافت کو مٹا دیا لیکن وہ اسلام کی روحانی طاقت کو ختم نہ کر سکے اور اس کے سامنے شکست کھا کر خود ہی مسلمان ہو گئے۔ یہ اتار چڑھاؤ مسلمانوں کی زندگی میں آتے رہے مگر قرآن کریم میں ان کے بہت بڑے سیاسی، روحانی اور اخلاقی زوال کا ذکر ان الفاظ میں موجود ہے

یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیه

فی یوم کان مقدارہ الف سنة مما تعدون

یعنی وہ اس امر کی تدبیر آسمان سے زمین کی طرف کرتا ہے۔ پھر وہ اس کی طرف چڑھ جائے گا۔ ایک دن یا زمانے میں جس کا اندازہ ایک ہزار سال ہے اس کے مطابق جو تم گنتی کرتے ہو۔ ایک ہزار سال کے الفاظ قابل غور ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلافت راشدہ کے ایک ہزار سال بعد یعنی ۱۶۶۳ء میں مغربی اقوام نے مشرق کا رخ کیا اور آہستہ آہستہ مسلمانوں کے سیاسی تسلط ان کی روحانی اور اخلاقی اقدار کو ختم کرنا شروع کر دیا حتی کہ مغربی اقوام حتی اذا فتحت یاجوج و ماجوج و هم من کل حدب ینسلون۔ کے مطابق تمام دنیا پر چھا گئیں مسلمانوں پر ایک بار پھر زبردست غربت وادبار اور مایوسی کا دور آیا لیکن ان اقوام کی غلامی کی آہنی زنجیروں سے آزاد ہونا ناممکن دکھائی دینے لگا لیکن ایسا ہی وقت ہوتا ہے جب اسلام کی روحانی قوتوں اور کمالات کا پورے جوش و خروش کے ساتھ ظہور ہوتا ہے۔

آپ نے سورۃ الانبیاء کی یاجوج ماجوج سے متعلق اگلی آیت

واقترب الوعد الحق ۔۔۔۔۔۔ بل کنا ظلمین۔

کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ یہی وقت ہوتا ہے جب حق کے باطل پر غالب آنے کا وعدہ پورا ہوتا ہے۔ ناممکن ممکن بن جاتا ہے مخالفین حق کی آنکھیں حیرت و استعجاب سے کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں کہ یہ کیسے ہو گیا یہ وعدہ پورا ہونے کی نشانی یہ ہوگی کہ یہی مغربی اقوام ایک دوسری پر چڑھ دوڑیں گی آج جس کے آثار صاف نظر آ رہے ہیں مسلمانوں کے لئے یہ بڑی تنگی اور مصیبت کا وقت ہوگا مگر اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں تسلی دی ہے۔

فان مع العسر یسرا۔ ان مع العسر یسرا۔

ابتداء میں بھی تم پر تنگی کا وقت آیا تھا تو ہم نے تمہارے لئے آسانی پیدا کر دی۔ جب دوسری دفعہ تنگی کا وقت آئے گا تو پھر ہم تمہارے لئے آسانی پیدا کر دیں گے۔ اس وقت بھی کافروں کو یقین نہیں آتا تھا کہ یہ گنتی کے چند کمزور و بے سروسامان لوگ ہم پر غالب آجائیں گے۔ اب بھی بظاہر صورت حالات کچھ پہلے سے بھی زیادہ نازک ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق جیسے حق پہلے غالب آیا تھا اب بھی انشاء اللہ ضرور آئے گا لیکن یہ غلبہ درحقیقت روحانی ہوگا۔ اس غلبہ کو حقیقت ثابت کرنے کے لئے ہماری جماعت پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا میرے ساتھ یہ وعدہ ہے کہ اسلام کا دنیا میں غلبہ میری جماعت کے ذریعے سے ہوگا۔

آپ نے فرمایا: یہ مامور وقت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ضرور پورا ہوگا اس لئے پیش آمدہ مشکلات اور مصائب کی پرواہ کئے بغیر اور اپنی موجودہ بے چارگی اور بے بسی پر آنسو بہانے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کو حقیقت بنانے کے لئے اپنے اندر بہت عزم اور حوصلہ پیدا کرو اور اسلام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کے لئے ایک نئی تڑپ نیا جذبہ اور نیا ولولہ پیدا کرو کیونکہ دنیا میں سرمایہ داری، سوشلزم اور اشتراکیت کے لائے ہوئے سارے مسائل اور دکھوں کا علاج صرف اسلام میں ہے اور اسلام پر تمہارے پاس بڑا وسیع اور بیش قیمت لٹریچر موجود ہے جس نے مشرق و مغرب کے ذی شعور اور پڑھے لکھے ذہین طبقہ کے ذہنوں میں ایک مثبت انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ اسے دنیا میں پھیلا دو۔

آپ نے اپنی جماعت کو اس طرف توجہ دلائی کہ ہمیں دوسری جماعتوں کی تنظیموں اور کثرت سے متاثر یا مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں اپنی اصلاح پر توجہ دینی چاہیئے اور ہمارے سپرد جو حضرت صاحب کا مشن ہے اسے پورا کرنے کی تجاویز اور وسائل کیطرف توجہ کرنی چاہیئے۔ جماعت ربوہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: ہمارا ان سے کوئی ذاتی اختلاف نہیں نہ ان سے کوئی عناد اور دشمنی ہے۔ اگر اختلاف ہے تو یہ کہ انہوں نے حضرت صاحب کی طرف وہ خود ساختہ دعاوی منسوب کئے ہیں جو آپ کی کتب میں کہیں نہیں ملتے۔ اور جن کی وجہ سے مسلمانوں میں دوسرے مسلمانوں میں حضرت صاحب اور آپ کی جماعت کیخلاف

شدید نفرت پھیلی ہے۔ اور جس کی وجہ سے حضرت صاحب کے تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کے مقصد کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔

آپ نے مولانا ابوالکلام آزاد کی تحریر کے حوالے سے بتایا کہ ۱۹۱۴ء میں جب یہ افسوسناک اختلاف رونما ہوا تو مولانا ابوالکلام آزاد نے اس کے متعلق لکھا۔

"ایک عرصہ سے اس جماعت میں مسئلہ تکفیر کی بنا پر دو جماعتیں پیدا ہو گئی تھیں۔ ایک گروہ کا یہ اعتقاد تھا کہ غیر احمدی مسلمان ہیں گو وہ مرزا صاحب کے دعووں پر ایمان نہ لائیں لیکن دوسرا گروہ صاف صاف کہتا تھا کہ جو لوگ مرزا صاحب پر ایمان نہ لائیں وہ قطعی کافر ہیں۔ انا للہ وانا الیه راجعون۔ آخری جماعت کے رئیس صاحبزادہ بشیر الدین محمود ہیں اس گروہ نے انہیں اب خلیفہ قرار دیا ہے مگر پہلا گروہ تسلیم نہیں کرتا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے اس بارے میں جو تحریر شائع کی ہے اور جس عجیب و غریب جرأت اور دلاوری کے ساتھ قادیان میں رہ کر اظہار رائے کیا ہے ۔۔۔۔ وہ فی الحقیقت ایک ایسا واقعہ ہے جو اس سال کا (۱۹۱۴ء کا۔ ناقل) ایک یادگار واقعہ سمجھا جائے گا۔"

(الہلال ۴ مارچ ۱۹۱۴ء)

ایک غیر جانبدار مبصر کی اس تحریر کی روشنی میں اب یہ کہنا کہ اختلاف قیادت پر تھا نہ کہ عقائد پر صریح جھوٹ اور غلط بیانی ہے۔ آپ نے اپنا یہ بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے عقائد روز اول سے ایک چٹان کی طرح قائم ہیں۔ انہیں زمانے کے حوادث نہ ہلا سکے لیکن جماعت قادیان ثم ربوہ کے عقائد بدلتے رہے۔ ایک بار ۱۹۵۳ء میں منیر کمیشن کے سامنے جب یہ کہا گیا کہ حضرت مرزا صاحب کی وحی وحی نبوت نہیں اور ان کی وحی پر ایمان نہ لانے سے کوئی شخص خارج از اسلام قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور دوسری بار حال ہی میں جناب میاں ناصر احمد صاحب جماعت ربوہ کے خلیفہ ثالث نے اپنے دورہ مغرب کے دوران میں اپنے ایک انٹرویو میں فرمایا ہے۔

"ایک نمائندے نے پوچھا کہ کیا یہ امر کہ آپ کو دوسرے فرقے مسلمان نہیں مانتے آپ کے لئے کوئی مسئلہ یا مشکل پیدا نہیں کرتا۔ حضور نے فرمایا یہ مسئلہ تو ان کے لئے ہے میرے لئے نہیں میرے لئے قرآن حکیم کا حکم اور فیصلہ کافی ہے۔۔۔۔۔ ایسی صورت میں کسی شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی ایسے شخص کو جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو یہ کہے کہ تو مسلمان نہیں ہے اگر قرآن پر عمل کرنا ہے تو اسے بہرحال مسلمان تسلیم کرنا پڑے گا۔ جو لوگ ہمیں مسلمان تسلیم نہیں کرتے وہ قرآن کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ لیکن ہم ان کا یہ حق تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہہ سکتے ہیں اور ہمارے نزدیک وہ امت مسلمہ کا حصہ ہیں۔

اس پر نمائندے نے کہا کہ وہ آپ کو مسلمان نہیں مانتے اس کے باوجود آپ انہیں مسلمان کہیں گے؟

حضور نے فرمایا ہاں اس کے باوجود ہم انہیں مسلمان مانتے ہیں اگر وہ ہمیں مسلمان نہ کہہ کر قرآن کی خلاف ورزی کر رہے ہیں تو اس کے یہ معنی

تو نہیں کہ ہم بھی قرآن کی خلاف ورزی کریں۔ کوئی اور کرتا ہے تو کرے ہم تو قرآن کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔

(حوالہ دورۂ مغرب ۰۰۔۱۹ھ صفحات ۲۱۶ تا ۲۱۸)

آپ نے حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے یاد دلایا کہ آپ نے فرمایا تھا:۔

"یا تو قادیانیوں کو ایک علیحدہ دین اور کلمہ بنانا ہوگا اور کٹ کر مسلمانوں سے علیحدہ ہو جانا ہوگا یا پھر اپنے عقیدہ میں تبدیلی کرنا ہوگی۔"

حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کے اس رؤیا کی تعبیر جو اللہ تعالیٰ نے عطا کی تھی کہ جو اس نے کہا وہ سال ہا سال بعد روز روشن کی طرح پورا ہوا ہے

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

(یہ الفاظ رپورٹ مرتب کنندہ کے ہیں)

آپ نے حضرت صاحب کے اس الہام "سیصلح جماعتی انشاء اللّٰہ تعالیٰ" کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ شاید وہ دن اللہ تعالیٰ ہماری توقع سے بھی بہت پہلے لے آئے کہ جماعت ربوہ کو سچے مومنانہ رجوع کی توفیق مل جائے۔ جماعتوں کا یہ تفرقہ ختم ہو جائے اور میرے چچا مرحوم حضرت مولانا محمد یعقوب کی یہ نہایت دردمندانہ دعا قبول ہو جائے کہ "یا اللہ ان دونوں جماعتوں کو حق پر متفق فرما۔" حق آخر کار غالب آ کر رہتا ہے۔

اپنی تقریر ختم کرنے سے قبل حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورۃ الواقعہ کے یہ آخری الفاظ تلاوت فرمائے "وانہ لحق الیقین فسبح باسم ربک العظیم"۔ فرمایا آپ سب اتنی بلند آواز سے سبحان ربی العظیم کہیں کہ یہ نعرہ اللہ تعالیٰ کی اس تسبیح کو سچ کر اٹھے اور ہمارے دلوں میں یقین راسخ ہو جائے کہ آج سے تقریباً سو سال قبل قادیان سے جو آواز بلند ہوئی تھی کہ حق کا غلبہ میری جماعت کے ہاتھوں مقدر ہو چکا ہے یہ ان شاء اللہ اسی چھوٹی سی جماعت کے ہاتھوں ہوگا۔ آپ نے اپنے سامعین و سامعات کی ہمت بندھاتے ہوئے انہیں اپنے ارد گرد پھیلنے والے فتنوں سے نہ گھبرانے کی تلقین کی اور فرمایا کہ وہ جماعتیں جو خدا کا پیغام دنیا میں پہنچانے کا ارادہ رکھتی ہیں وہ ہمیشہ سے قلیل تعداد میں رہی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ انہیں تقویٰ اور استغفار کی بدولت بڑے بڑے ہولناک فتنوں سے ہمیشہ بچاتا رہا ہے۔ یہی وہ بڑے موثر اور کارگر ہتھیار ہیں جن کے ذریعے فتنوں کا مقابلہ اور تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کا مقصد کما حقہ پورا کیا جا سکتا ہے۔

اپیل

اپنی تقریر ختم کرنے کے بعد آپ نے فرمایا۔ جس حق کے غالب آنے اور اس کی اشاعت کا ذکر میں نے آپ کے سامنے کیا ہے اس کے لئے میں اللہ تعالیٰ کے در رحمت کا گداگر ہوں اور اپنے بھائیوں اور بہنوں کے سامنے بھی اپنی جھولی پھیلا دیتے ہیں مجھے کوئی عار نہیں ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ مجھے میری قوم نے کبھی مایوس نہیں کیا۔ میں نے ان سے جتنا مانگا ہے ہر سال انہوں نے اس سے بڑھ کر میری جھولی میں ڈالا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم اس کے دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو مضبوط کر دے گا۔ اس لئے خدا کے دین کی مدد کرنا اپنی مدد کرنا ہے۔ اور اپنے آپ کو مضبوط کرنا ہے۔ اور پھر فرماتا ہے دیکھو تم ہی وہ خوش قسمت قوم ہو جنہیں خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے۔ لیکن تم میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو بخل سے کام لیتے ہیں اور جو کوئی بخل سے کام لیتا ہے اس کا نقصان اس کی اپنی ذات کو ہی پہنچتا ہے۔ کیونکہ اللہ کو تمہارے مالوں کی کوئی ضرورت نہیں وہ تو غنی ہے اور محتاج تم ہو۔ اگر تم پھر جاؤ گے تو وہ کسی اور قوم کو لے آئے گا جو تمہاری طرح نہیں ہوگی۔ یہ خطاب آنحضرت صلعم کی قوم سے ہے جو بے انتہا جانی اور مالی قربانیاں کرنے والی تھی۔ اور ان کی اللہ کی راہ میں ان قربانیوں کی بدولت اسلام کی اشاعت اور ترقی ہوئی۔ و آخرین منھم سے یہی مراد لی گئی ہے کہ یہ چودھویں صدی ہجری کی جماعت ہوگی اس لئے ہماری یہ خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی راہ کے لئے ہم سے مال کا مطالبہ فرماتا ہے۔ ورنہ حضرت صاحب نے تو فرمایا ہے:۔

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی
منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

(ہمت اہل اجر نصرت را ہمین است اے اخی ورنہ قضائے آسمانست ایں بہر حالت شود پیدا)

میرے بھائی اللہ تعالیٰ تو دین کی مدد کے لئے ملائکہ بھی اجر دے رہا ہے ورنہ یہ تو اس کا فیصلہ ہے۔ یہ بہر حال پورا ہو کر رہے گا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا مال تو یہ قوم دے گی ہی لیکن میری ایک اور اپیل بھی ہے اور وہ یہ کہ خدا کے دین کی مدد کے لئے جو لوگ اپنے وقت کی قربانی دے سکتے ہیں وہ اپنے وقت کی بھی قربانی دیں اور اس کام میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ اس کے لئے اپنی تمام قوتیں۔ ذرائع اور وسائل جمع کرنے کی ضرورت ہے۔ مال کے ساتھ ساتھ علم و قلم کی بھی ضرورت ہے اور انتظامی امور میں بھی مدد کی ضرورت ہے۔

نوٹ:۔ اپیل سے قبل ایک منتظم طالبعلم نے چندہ جمع کرنے کے لئے سب میں پرچیاں تقسیم کی تھیں جن پر نام، پتہ، رقم، تعداد وعدہ کے الفاظ تحریر تھے۔ اپیل کے آخری الفاظ ابھی ادا ہوئے ہی تھے کہ ایک عجیب و غریب روح پرور نظارہ دیکھنے میں آیا جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ صرف دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ نظارہ ہم ہر سال ہی دیکھتے ہیں۔ بچے۔ بچیاں۔ مرد اور عورتیں اپنی ان پرچیوں کے ساتھ نوٹ پن کئے ہوئے دیوانہ وار سٹیج کی طرف بڑھے اور چند لمحوں میں ۱۹۔۵۶۱۹۵ روپے ڈھیر کر دیئے گئے۔ نے اپنے جیب خرچ کے روپے ڈال دیے جس قوم کے بچوں میں اپنی محبوب چیز دے دینے کے لئے یہ جذبہ اور احساس موجود ہو وہ ہرگز نہیں مٹتی۔ بل احیاء ولکن لا تشعرون۔ بلکہ وہ قوم زندہ ہوتی ہے لوگ نہیں جانتے۔

جلسہ سالانہ پر حاضرین کی قلیل تعداد کی طرف سے اتنی رقم کے جمع ہو جانے سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس جماعت میں قرآن اور اسلام کو زمین کے کناروں تک پہنچانے کے لئے کتنا جذبہ اور جوش ہے اور ہمیں امید ہے کہ یہ دن بدن ان شاء اللہ بڑھتا ہی جائے گا۔ تبلیغ و اشاعت اسلام کا جو کام اس کے سپرد ہوا ہے اس میں دن بدن ترقی ہوگی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے کسی انسان کا نہیں۔ اللہ تعالیٰ ضرور ان لوگوں کی ہمیشہ سے مدد کرتا چلا آیا ہے جنہوں نے اپنے اپنے زمانے میں اس کے دین کی مدد کی۔ انہیں بھی اپنے اپنے زمانے میں بڑی بڑی مشکلات اور مصائب کا سامنا ہوا اور ہر طرح سے ستائے گئے مگر بالآخر وہ کامیاب ہوئے۔ حق پرست مخلص اور دیانت دار تھوڑے سے بھی ہوں تو اللہ تعالیٰ انہیں ضرور کامیاب فرماتا ہے اور جو اس کے مقصد کو اپنی باریک تدبیروں اور چالبازیوں سے ناکام بنانے کی دن رات کوشش میں لگے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے منصوبوں کو کامیاب نہیں ہونے دیتا۔ خواہ وہ اندرونی لوگ ہوں یا بیرونی۔

دوسرا اجلاس

کھانے اور نماز کے وقفہ کے بعد آج کا دوسرا اجلاس زیر صدارت صاحبزادہ محمد احمد صاحب (بنوں) منعقد ہوا۔ ملک غلام نبی صاحب شیخ محمدی (پشاور) نے قرآن کریم کی تلاوت کی اور فاروق احمد صاحب (سفید ڈھیری۔ پشاور) نے حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کا منظوم کلام پیش کیا۔

کیپٹن ڈاکٹر جمیل الرحمان صاحب
صدر شعبہ الاحمدیہ

منظوم کلام کے بعد آپ نے "سیرت حضرت مجدد صد چہاردہم" پر تقریر کی۔ آپ نے ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ... الخ کی تلاوت کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ نے انی جاعل فی الارض خلیفۃ کے مطابق انسان کی تخلیق کی اور اسے دنیا میں اپنا خلیفہ بنایا۔ یہ سب کائنات انسانی کی جسمانی ضروریات پورا کرنے کے لئے اس کی اپنی پیدائش سے قبل وجود میں لائی گئی۔ اس شاندار نظام پر نگاہ غور و فکر ڈالتے ہوئے انسان کی فطرت یہ پکار اٹھتی ہے۔ فتبارک اللّٰہ احسن الخالقین جسمانی تربیت کا سارا سامان مہیا کر دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کی روحانی تربیت کے لئے ایک سلسلہ انبیاء قائم کیا تاکہ انسان کی جسمانی اور روحانی تربیت کے ذریعے اس کی پوری پوری شخصیت کی تکمیل ہو سکے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کے آخر میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی تشریف آوری کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

کہ ہم نے آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا۔ اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند فرما دیا۔ چونکہ دین مکمل ہو گیا اس لئے انبیاء کی ضرورت نہ رہی اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء ٹھہرے۔ نبیوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اب کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔

آپنے فرمایا: یہ قدرتی بات ہے کہ امتداد زمانہ سے انسان اپنے دین سے دور ہوتا جاتا ہے اس لئے اُسے صحیح راہ پر قائم رکھنے کے لئے وقتاً فوقتاً ماموروں کی ضرورت پڑتی ہے چونکہ رسولوں کا آنا بند ہو گیا ہے اس لئے اللہ تعالٰی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایک سلسلہ مجددین قائم فرمایا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا:۔

ان اللّٰہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل
مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا

کہ یقیناً اللہ تعالٰی اس امت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک مجدد مبعوث فرمائے گا جو اس کے لئے اُس کے دین کی تجدید کرے گا۔ چنانچہ امت محمدیہ میں اس کے مطابق ہر صدی میں ایک ایسی شخصیت ہوتی رہی ہے جو تجدید اور احیائے دین کا کام کرتی رہی ہے۔ چودھویں صدی میں جب کفر والحاد۔ بُت پرستی۔ شرک اور مادیت کا غلبہ ہوا اور مذاہب باطلہ نے اسلام پر طرح طرح کے شرمناک حملے شروع کئے تو اللہ تعالٰی نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانیٔ تحریک احمدیت کو چودھویں صدی کا مجدد بنا کر بھیجا۔ آپ قادیان میں جو عربی میں کدعہ ہے اور جس کا ذکر احادیث میں ہے ۱۲ فروری ۱۸۳۵ء کو جناب مرزا غلام مرتضٰے کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپکے جد امجد مرزا ہادی بیگ ہیں جو سمرقند سے ہجرت کر کے ہندوستان میں آئے۔ ارشادات فریدی میں حضرت خواجہ غلام فرید نے آپکے دعوٰی کی تصدیق کی ہے۔

حضرت صاحب کی صورت و سیرت کا ذکر کرتے ہوئے منٹو نے فرمایا۔ آپ کا حسن و جمال مردانہ خوبصورتی اور وجاہت کا اعلیٰ نمونہ تھا آسمانی انوار اور روحانی چمک دمک ہر وقت آپکے چہرہ مبارک پر نظر آتی تھی جسم کے سارے اعضاء متناسب تھے۔ آپ نہ بہت دبلے تھے نہ موٹے۔ آخری وقت تک آپکے چہرۂ مبارک اور جسم پر بڑی عمر کے باوجود جھریوں کا نام و نشان تک نہ تھا۔ آپ کا رنگ کھلتا ہوا گندمی تھا جس میں نورانیت اور سُرخی آخری دم تک قائم رہی چہرہ پر ہمیشہ بشاشت۔ خوشی اور طمانیت کے آثار نمایاں رہتے۔ آپکے سر کے بال نہایت باریک۔ سیدھے چکنے۔ چمکدار اور نرم تھے۔ اور مہندی کے رنگ سے رنگین رہتے تھے۔ بالوں میں آپ تیل لگایا کرتے تھے۔ آپ کی داڑھی اچھی گھنی اور سنت کے مطابق لمبی تھی۔ حجامت کے وقت فاضل بال کتروا دیتے تھے۔ آپ کی آنکھیں بڑی بڑی سیاہی مائل شربتی رنگ کی تھیں غض بصر یعنی نظر نیچی رکھنے کی اس قدر عادت تھی کہ مردوں کی مجلس میں بھی نظریں ہمیشہ جھکی رہتی تھیں لمبی عمر کے باوجود آپ کو عینک کی ضرورت نہیں پڑی۔ آپ کو انگریزی لباس پسند نہ تھا۔ آپ خوشبو بھی لگایا کرتے تھے۔ اور آپ کے جسم مبارک سے عطر کی بھینی بھینی خوشبو آیا کرتی تھی پسینہ کی بو کبھی نہیں آئی۔ کھانے پینے کی طرف آپ کی توجہ زیادہ نہ تھی۔ نوجوانی میں بھی آپ کی غذا بہت کم تھی۔ خود تو بہت سادہ خوراک کھاتے لیکن اپنے مہمانوں کے لئے تکلف سے کام لیتے تھے آپکے مزاج میں بہت سادگی اور انکساری تھی۔ آپ کا صبر و ضبط، تحمل حلم عفو و درگذر بے مثال تھا۔ اپنے سخت ترین دشمن کو بھی معاف فرما دیتے تھے۔ مساوات اسلامی کا پورا پورا نمونہ تھے۔ اپنے مریدوں میں اس طرح بیٹھے ہوتے کہ ذرا بھر امتیاز نظر نہ آتا تھا۔ اور ملاقات کے لئے آنیوالے کو پوچھنا پڑتا تھا کہ مرزا صاحب کون ہیں۔ آپ کو تصنع اور ریا کاری سے سخت نفرت تھی۔ عاجزی اور تواضع آپ کی طبیعت کا خاصہ تھا انسانی ہمدردی میں آپ کی مثال نہیں ملتی۔ کوئی بھی مصیبت زدہ خواہ وہ دوست ہو یا دشمن آپکے دروازے سے کبھی خالی ہاتھ نہیں گیا۔ بچوں کے لئے سراسر شفقت تھے۔ بچوں کو ڈانٹنے اور بیویوں کیساتھ سختی سے پیش آنے کے سخت مخالف تھے اور فرمایا کرتے تھے انہیں سخت سست کہنے کے بجائے ان کی اصلاح کی دعا کیا کرو۔

آپنے اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے ؎

گالیاں سُن کے دعا دو۔ پا کے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

آپنے صرف کہا ہی نہیں اس پر عمل بھی کر کے دکھایا۔ ایک دفعہ ایک مجلس میں ایک مخالف نے آپ کو بہت بُرا بھلا کہا۔ گالیاں تک دیں آپ خاموش بیٹھے سنتے رہے۔ جب وہ آدمی تھک کر خاموش ہو گیا تو آپ نے فرمایا بھائی کچھ اور بھی کہنا ہو تو کہہ لو۔ [illegible] شرمندہ ہو گیا۔ مجلس میں ایک ہندو بھی [illegible] کے حلم و بردباری کے متعلق تو ہم قصے کہانیاں سنتے آئے ہیں لیکن اس مثیل مسیح کا نمونہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

وقت کی تنگی کے باعث آپ نے اپنی نہایت ہی دلچسپ اور سبق آموز تقریر کو مختصر کرتے ہوئے فرمایا کہ جس پہلو سے بھی آپ کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے آپ اپنے نبی متبوع اور محبوب حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق محمدی کا نمونہ نظر آتے تھے۔ اور صفات سبحانی آپ میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔

جناب میاں بشیر احمد منٹو (راولپنڈی)

محترم منٹو صاحب کی تقریر کا موضوع تھا بلغ ما انزل الیک من ربک۔ آپ نے واللّٰہ یعصمک من الناس ..... لا یھدی القوم الکافرین کی تلاوت کی اور فرمایا کہ دنیا میں تبلیغ کا کام ایک بہت مشکل کام ہے۔ مختلف الخیال لوگوں کو ایک رشتہ الفت میں باندھنا اور سخت بگڑے ہوؤں کی اصلاح کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے خاص طور پر جب واسطہ ایسے لوگوں سے پڑے جن کی شروع سے پرورش ہی غلط خطوط پر ہوئی ہو حضور نبی کریم صلعم کا ظہور ایسے ہی لوگوں میں ہوا۔ وہ ایسے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے کہ ان کے متحد ہونے کی کوئی اُمید اور صورت نظر نہ آتی تھی۔ وہ لوگ تہذیب و تمدن سے بہت دور بلکہ معمولی ادب مجلس سے بھی ناواقف تھے۔ ایسی بگڑی ہوئی حالت میں آنحضرت صلعم کو اللہ تعالٰے کی طرف سے حکم ہوا بلغ ما انزل الیک من ربک۔ صرف بیان کر دینا کافی نہیں اس کا حق ادا کرنے کے لئے بار بار ارشاد ہوا:۔

جاھدوا فی اللّٰہ حق جھادہٖ۔ اللہ تعالٰی کی راہ میں جہاد یعنی اپنی پوری کوشش کا حق ادا کرو کیونکہ جو شخص اصلاح خلق کے لئے مبعوث کیا جاتا ہے لوگ محض اس کی آواز پر اس کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کر دیتے اس کے برعکس اس کی دشمنی اور مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور اُسے ناکام کرنے کے لئے سر توڑ کوشش میں لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی شدید مخالفت کا سامنا ہوا۔ اس میں آپ نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

فقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہٖ افلا تعقلون

یعنی میں نے تم میں ایک لمبی عمر گذاری ہے تم عقل سے کام لو اور سوچو کہ کیا اس میں ذرا بھر بھی تمہیں کوئی داغ نظر آتا ہے تم مجھے امین کہتے ہو سچا جانتے ہو تو کیا اب میں جھوٹا ہو گیا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو کفار نے آپ سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم محمدؐ پر ایمان لے آئے ہو تو آپنے جواب میں فرمایا کہ میں ایک مدت سے ان کا دوست ہوں۔ اور خوب جانتا ہوں کہ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

آپنے فرمایا: قیصر روم کے دربار میں ابوسفیان رض کو بھی یہ اقرار کرنا پڑا کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ ابوجہل آپ کا سخت ترین دشمن اور دن رات آپ کے خلاف سازشیں کرتا رہتا تھا اس نے بھی کبھی یہ کہنے کی جرأت نہیں کی کہ آپنے کبھی جھوٹ بولا۔ بلکہ وہ یہی کہتا تھا کہ آپ جو آیات سناتے ہیں میں ان کو قبول نہیں کرتا۔ حضور صلعم کی ذات مبارک شاہد مبشر اور نذیر ہے۔ امن الرسول بما انزل الیہ۔ رسول پہلے خود وحی الٰہی پر ایمان لاتا ہے۔ اور آپ نے فرمایا ہے انا اوّل المسلمین کہ میں خود سب سے پہلے فرمانبردار ہوں اس کا ثبوت مبلغ کو اپنے عمل سے بھی دینا ہوتا ہے۔ جو وہ کہتا ہے وہ کرتا بھی ہے۔ انسانوں کا دُکھ اسے شاق گذرتا ہے اور اُن کی بھلائی کے لئے اس کا دل لبریز ہوتا ہے۔ جب منفعت اور حصول مرتبہ کا ہوس اس میں نہیں ہوتی۔ اس کی مثال حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت پیش فرمائی جب اہل مکہ نے آپ کو سرداری۔ دولت اور حسن پیش کرنا چاہا لیکن آپنے یہ سب کچھ ٹھکرا دیا۔ حضرت ابوطالب نے ساتھ نہ دے سکنے کا عذر پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ میرا توکل اللہ تعالٰی پر ہے۔ دین کے لئے غیرت مبلغ کا طرۂ امتیاز ہونا چاہیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غیرت کا مظاہرہ جنگ اُحد میں کیا۔ جب ابوسفیان رض نے آپ کا۔ حضرت ابوبکر رض۔ حضرت عمر رض اور حضرت علی رض کا نام لے لے کر کہا کہ کیا یہ فلاں فلاں تم میں ہے تو آپ نے خاموش رہنے کو فرمایا۔ وہ کہا یہ سب ختم ہو گئے ہیں تو اس نے ہبل کا نعرہ لگاتے ہوئے کہا: "اعلیٰ ھبل" آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا اور فرمایا اب لگاؤ یہ نعرہ "اللّٰہ اعلیٰ و اجل" کہ اللہ سب سے اعلیٰ و رشان والا ہے آپ ایک فاتح کی حیثیت میں مکہ میں داخل ہوتے ہیں تو لا تثریب علیکم الیوم کہہ کر عام معافی کا اعلان کر دیتے ہیں۔ آپنے فرمایا تبلیغ صرف یہی نہیں کہ انسان ایک پیغام پہنچا دے بلکہ عمل سے اس کا نمونہ

بھی پیش کرتا ہے۔ اس زمانے میں حضرت مرزا صاحب تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لائے تھے۔ اور اس کی رُوح کو زندہ کرنا چاہتے تھے حضرت مولانا نورالدین آپ کے آستانے پر بیٹھے تو اٹھنے کا نام نہ لیا حضرت مولانا محمد علی ؒ وہاں پہنچے تو تادم واپسیں خدمت دین میں لگے رہے۔

حضرت مرزا صاحب نے بھی اپنا نمونہ پیش کیا۔ جامع مسجد دہلی میں مناظرہ کے لئے تشریف لے گئے تو لوگوں نے آپ کے قتل کے لئے چھریاں تیز کرنا شروع کر دیں۔ آپ کے ساتھی یہ دیکھ کر گھبرائے تو آپ نے فرمایا واللّٰہ یعصمک من الناس۔ اللہ تمہیں لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ یہ مُردے ہیں زندہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ آپ نے اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے کہا کہ دین کو دنیا پر مقدم کرو۔ اب باتوں کا وقت نہیں بلکہ عمل کا زمانہ ہے۔

جناب پروفیسر سعد اختر صاحب

پروفیسر صاحب کی تقریر کا عنوان تھا "مومنوں کے لئے ایک ہزار سال کا مژدۂ جانفزا"۔ تمام خواتین و حضرات بڑی توجہ سے کان لگائے بیٹھے تھے کہ جناب سعد اختر صاحب ہمیں کیا خوشخبری سنانے تشریف لائے ہیں۔ آپ کی تقریر ایک نہایت مفید تحقیق پر مبنی تھی جس کا ثبوت آپ نے قرآن کریم کی سورۃ "العصر" سے دیا۔ سورۃ العصر کا ترجمہ جیسے قارئین جانتے ہیں یہ ہے کہ زمانہ یا وقت اس بات کا گواہ ہے کہ یقیناً انسان بڑے خسارے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے اور انہوں نے ایک دُوسرے کو حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔

پروفیسر صاحب نے اپنی تحقیق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے العصر کے اعداد پر توجہ کی تو معلوم ہوا کہ اس کے اعداد ۴۰۷۴ بنتے ہیں جن انہیں ۴۰۷۴ سال سمجھتا ہوں کیونکہ حضرت آدمؑ سے حضور صلعم تک تقریباً پانچ ہزار سال بنتے ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان میں ۱۴۰۰ سال اور شامل کئے جائیں تو کل ۶۰۰۰ ہزار سال بن جاتے ہیں۔ اس حساب سے ساتواں ہزار سال کا زمانہ باقی ہے اور یہ زمانہ اُن لوگوں کا ہے جو تواصوا بالحق اور تواصوا بالصبر کرتے ہیں۔ ظاہر ہے اس زمانہ میں حق کی تبلیغ کرنیوالی ہماری ہی جماعت ہے اور اس حق کی تبلیغ میں اسے جو جو مشکلات پیش آرہی ہیں اور جو جو مصائب جھیلنا پڑ رہی ہیں اس کے لئے وہ بڑے صبر سے کام لے رہی ہے۔ اور ہم ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔

آپ نے اس پختہ یقین کا اظہار کیا کہ اس سورۃ کے مطابق خدا کے فضل سے خسارے میں نہیں ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ترقی دے گا اور بڑھائے گا۔ اور ہماری آنے والی نسلیں تمام ادیانِ باطلہ پر اسلام کا غلبہ دیکھیں گی۔ غلبۂ اسلام کے لئے حضرت صاحب کے دل میں جو تڑپ تھی وہ انشاء اللہ ضرور پھل لائے گی۔

اس طرح آپ نے ثابت کیا کہ یہ سات ہزار واں سال بھی ہمارا سال ہے۔ انشاء اللہ ہم مٹ نہیں سکتے۔ اسلام کا بول انشاء اللہ ضرور بالا ہوگا۔ اور جیسا کہ حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ اسلام کو غلبہ میری جماعت کے ذریعہ ہی حاصل ہوگا آپ کا یہ فرمودہ بھی حقیقت بن کر رہے گا۔

نوٹ:۔ ہمیں افسوس ہے کہ آپ کی تقریر بہت مختصر تھی لیکن بہت پُر مغز تھی۔ یہ تقریر آپ کی طرف سے موصول ہونے پر پیغام صلح میں مفصل شائع ہو جائے گی (مدیر)

تیسرا اجلاس

آج کا تیسرا اجلاس زیر صدارت جناب راس محمود صاحب آف لندن ۳۰-۷ بجے تا ۹ بجے شب منعقد ہوا۔ اس اجلاس کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں دونوں تقریریں انگریزی میں تھیں تاکہ ہمارے باہر سے آنیوالے مہمان بھی جو اردو زبان نہیں جانتے مستفید ہو سکیں۔ یہ اجلاس خاص طور پر انہی کی خاطر منعقد کیا گیا تھا۔ تقاریر اپنے موضوعات اور بیان کے لحاظ سے بہت عمدہ تھیں اس لئے تمام حاضرین و حاضرات بڑی دلچسپی سے سن رہے تھے۔ اور ہر تقریر کے ختم ہونے پر مقرر کو مبارکباد دیتے تھے۔ اُمید افزا بات یہ ہے کہ دونوں مقرروں نے پہلی بار جلسہ میں اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ جو قابلِ تعریف اور مسرت بخش تھا۔ یہ دونوں تقریریں اخبار لائٹ میں شائع ہو جائیں گی۔ ہم یہاں اُن کا صرف مفہوم بیان کریں گے — اجلاس کا آغاز جناب عبدالعزیز صاحب (کیمبل پور) نے تلاوت قرآن مجید سے کیا۔ آپ کی تلاوت قرآن کریم بھی بڑی مؤثر تھی۔

جناب عبدالکریم سعید صاحب

ڈاکٹر عبدالکریم سعید نے اپنی تقریر سورۃ العصر کی تلاوت سے شروع کی اور فرمایا کہ میں نے اس کا انتخاب اس لئے کیا ہے کہ اس سورۃ پر میں دو خطبے سن چکا ہوں۔ ایک خطبہ میرے والد بزرگوار (امیر قوم حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان ایدہ اللہ تعالیٰ) نے ۱۹۷۹ء میں لندن میں دیا تھا۔ اور دوسرا خطبہ میرے مرحوم بہنوئی محمد احمد نے جماعت احمدیہ لندن کے سامنے اپنی وفات سے قبل دیا تھا کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام ایک دوسرے سے جدا ہوتے تھے تو وہ یہ سورۃ پڑھا کرتے تھے اس لئے ان خطبات کا مجھ پر بہت گہرا اثر ہے۔ اور اسی لئے میں نے العصر یا وقت کو بطور موضوع منتخب کیا ہے۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ ابتدائی مکی زمانہ کی سورۃ ہے اور اس میں چار باتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایمان۔ اعمالِ صالحہ دوسروں کو حق کی نصیحت کرنا۔ اور صبر کی تلقین کرنا۔ جہاں تک ایمان کا تعلق ہے اس کا ذکر سورۃ البقرہ کی آیات ۳ تا ۵ میں اس طرح آیا ہے کہ وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے نماز قائم کرتے اور جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو ہم نے تیری طرف اتارا ہے۔ اور جو تجھ سے پہلے اتارا ہے اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کے نزدیک ہدایت پر ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

آپ نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ ایمان محض زبان سے اقرار کر دینے کا نام نہیں بلکہ اس کی تکمیل اُس وقت ہوتی ہے جب اس کے ساتھ اعمالِ صالحہ بھی شامل ہوں۔ اور اعمالِ صالحہ بجا لانے میں ہی ایک انسان کی کامیابی و کامرانی کا راز مضمر ہے۔ دوسری بات جو اس سورۃ میں بیان ہوئی ہے وہ نیک اعمال کا بجا لانا ہے۔ قرآن کریم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ متقیوں کے لئے ہدایت ہے۔ جو لوگ اس ہدایت کو اختیار کریں گے اور اس کے مطابق زندگی بسر کریں گے وہی آخرکار کامیاب ہوں گے۔ آپ نے اعمالِ صالحہ کے متعلق اپنا نظریہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ عملِ صالح وہ عمل ہے جسے بجا لانے میں انسان کو خود بھی روحانی مسرت اور اطمینان قلب حاصل ہو اور دوسروں کو بھی اس سے فائدہ حاصل ہو۔ اس کے برعکس وہ عمل بُرا ہے جو اپنے اور دوسروں کے لئے باعث دُکھ اور مصیبت ہو۔ تواصوا بالحق کا مطلب ایک دوسرے کو حق کی راہ اختیار کرنے کی نصیحت کرنا ہے۔ یہ اسی وقت ممکن اور مؤثر ہو سکتا ہے جب انسان کے اپنے دل میں حق و صداقت پر یقین اور پھر اس پر اپنا عمل ہو۔ بحیثیت احمدی ہم نے ایک حق کو پہچانا اور قبول کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ من حیث الجماعت ہمارا اس پر عمل بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اس کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہیں۔ اگر ہم نے اس حق کی تبلیغ کو حرزِ جاں بنانا ہے تو ہمارا عمل اس کے مطابق ہونا ایک لازمی امر ہے کیونکہ قبلِ قال کی نسبت عمل زیادہ مؤثر ہوتا ہے — آپ نے چوتھی بات جو اس سورۃ میں بیان ہوئی ہے وتواصوا بالصبر ہے۔ یعنی ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرنا۔ سچائی کو اپنانے۔ اس پر عمل کرنے اور اسے دوسروں تک پہنچانے میں بڑی مشکلات اور مصائب پیش آتی ہیں۔ بڑے بڑے ظلم و ستم سہنے اور دُکھ اٹھانے پڑتے ہیں۔ جان و مال کی قربانیاں پیش کرنا پڑتی ہیں۔ جب انسان ایسے حالات میں سے گذرتا ہے تو صدق کی خاطر اُسے یہ سب کچھ صبر کے ساتھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ جب ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی جائے تو باہمی تقویت حاصل ہوتی ہے اور باطل

کے مقابل پر حق و صداقت کی بالآخر فتح پر دلوں میں یقین پیدا ہوتا ہے۔

دُوسروں کو صبر کرنے کا کہنا بڑا آسان ہے لیکن جب اپنے اُوپر کوئی آفت نازل ہو تو بہت دحوصلہ جواب دے جاتے ہیں لیکن جب راہِ حق میں کوئی مصیبتیں پیش آئیں تو ایمان لانے والے اُن سے شکستہ خاطر نہیں ہوتے۔ ہماری جماعتِ احمدیہ کو بھی ایک حق کو قبول کرنے کیوجہ سے بہت سی آزمائشوں سے گذرنا پڑا ہے۔ اور گذرنا پڑ رہا ہے۔ اِس لئے ہمیں بھی خود صبر کرنے اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جیسا کہ حضرت صاحب نے فرمایا ہے "خدائے فتح نمایاں بنام ما باشد" آخری فتح انشاءاللہ اسی حق کی ہوگی لیکن اس فتح کو قریب سے قریب تر لانے کے لئے ہمارے اندر اس پر یقین کامل یعنی ایمان و عمل۔ ایک دُوسرے کو حق کی نصیحت اور اِس سلسلے میں آنے والی مشکلات کو صبر سے برداشت کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

آپ نے العصر۔ یوم یا وقت کی یوں تعریف کی کہ یہ وہ وقفہ ہے جو کسی کام کے شروع اور اس کے اختتام کے درمیان ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ابتدائی دَور کا انسان بھی وقت کے تعیّن سے متعارف تھا اس نے بھی اپنے روزمرہ کے کام کاج کے لئے وقت مقرر کر رکھا تھا اور یہ وقت وہ درخت کے سایہ کے گھٹنے اور بڑھنے سے معلوم کیا کرتے تھے پھر وہ زمانہ بھی آیا کہ ریت گھڑی کا استعمال ہونے لگا۔ جسے HOUR GLASS کہتے ہیں شیشے کے ایک گول برتن میں ایک خاص مقدار کی ریت ڈال کر اس کے نیچے ایک اور شیشے کا گول خالی برتن رکھ دیا جاتا ہے۔ یہ ریت نیچے کے برتن میں گرتی جاتی ہے جس وقفہ میں وہ ساری ریت ختم ہو جائے اُسے گھنٹہ کہا جاتا ہے۔ جدید دور کے انسان نے وقت معلوم کرنے کے لئے ایسی ایسی گھڑیاں ایجاد کر لی ہیں جو ایک سیکنڈ کے ایک سوویں (۱/۱۰۰) حصے تک وقت بتا دیتی ہیں۔ لیکن قرآن کریم میں وقت کے لئے یوم کا لفظ آیا ہے۔ (قرآن کریم میں لمحہ کا لفظ بھی ہے جیسے کلمح بالبصر پلک جھپکنا) یوم ایک دن کے لئے بھی استعمال ہوا ہے جو طلوعِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک کا درمیانی وقفہ ہے اِس وقفہ کو بھی فجر ظہر عصر اور لیل یعنی رات میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور رات اس وقت شروع ہو جاتی ہے جب سُورج غروب ہو جائے۔ دن کا ذکر حضرت موسیٰ کے چالیس دنوں۔ حج کے موقعہ پر سات دنوں اور واپسی پر تین دنوں کے روزوں یعنی کل دس دن کے روزوں۔ رمضان شریف میں ایام معدودات یعنی چند گنتی کے دن۔ یوم معلوم یعنی مقررہ دن کے سلسلے میں آیا ہے۔ دنوں کے بعد مہینے کا ذکر ہے۔ جیسے شہر رمضان اور شہور معلومات یعنی چار حرمت والے مہینے اور ۱۲ ماہ کا ذکر بھی ہے جسے ہم ایک سال کہتے ہیں۔ سال کا ذکر حولین کاملین میں ہے یعنی دو پورے سال جو بچے کو دودھ پلانے کے سلسلے میں بیان فرمایا گیا ہے۔ یوم الدین کا بھی استعمال ہوا ہے یعنی جزا و سزا کا دن۔

آپ نے فرمایا کہ یوم کا لفظ نہ صرف ایک دن کے لئے بلکہ ایک طویل عرصہ کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے جیسے سورۃ السجدۃ میں آیا ہے کہ "وہ آسمان سے زمین کی طرف اپنا امر نازل فرماتا ہے پھر وہ ایک دن میں اس کی طرف چڑھ جاتا ہے جس کی مقدار ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ اور سورۃ المعارج میں فرمایا ہے کہ "ملائکہ اور رُوح اس کی طرف ایک دن میں چڑھتے ہیں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔

آپ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ ہم اپنے دنوں مہینوں اور سالوں کی تعداد زمین کی اپنے محور کے گرد گردش سے اور اس کی سُورج کے گرد گردش سے معلوم کرتے ہیں۔ آج سائنس نے بتایا ہے کہ دُوسرے سیاروں پر یہ تعداد مختلف ہے قرآن حکیم میں زمین و آسمان کی تخلیق کے سلسلے میں ستۃ ایام آیا ہے۔ لیکن آج سائنس کی تحقیقات نے ہمیں بتایا ہے کہ زمین کو وجود میں آنے کے لئے کروڑوں سال لگے ہیں۔ بعض اوقات کن فیکون کے الفاظ سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ کُن فرمایا اور بس فوراً ہو گیا۔ ایسا نہیں ہے۔ جب اللہ کسی امر کا ارادہ کرتا ہے تو فرماتا ہے کُن لیکن اس امر کے پُورا ہونے میں ایک زمانہ گذر جاتا ہے۔ جیسا کہ سیاروں کی پیدائش میں ہوا ہے۔

آپ نے فرمایا دن کی نوعیت اور مقدار کچھ ہی سورۃ الفاتحہ کے الفاظ یوم الدین سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دنیا کی زندگی ایک نہ ایک دن ضرور ختم ہوگی۔ لیکن موت وہ دروازہ ہے جس میں سے گزر کر ہم نے اگلی دائمی زندگی میں قدم رکھنا ہے۔ اس زندگی کے انعامات سے لطف اندوز ہونے کے لئے ہمیں اسی دنیا کی مختصر زندگی میں تیاری کرنا ہے۔ زندگی کا مقصد اپنے وقت کا صحیح اور مفید مصرف ہے۔ اور اس صحیح مصرف سے جنت اور دوزخ اسی دنیا میں تیار ہوتے ہیں۔ اچھے اعمال کا پھل اسی دنیا میں مل جاتا ہے۔ خود قرآن کریم میں آیا ہے کہ جب جنت والوں کو مختلف قسم کے پھل دیئے جائیں گے کہ یہ ہمیں اس سے پہلے بھی یعنی دنیا میں بھی ملتے رہے ہیں۔ اور بُرے اعمال والوں کے لئے دوزخ۔ زقوم کھانے کو اور اُبلتا ہوا پانی پینے کو ملے گا۔ زقوم ہمیں یہاں بھی ملتا ہے اور اُبلتا ہوا پانی یہاں بھی ملتا ہے۔ جو لوگ صاف ستھری اور پاک زندگی گزارتے ہیں ان کے دل اطمینان سے بھرے ہوتے ہیں۔ اور بُرے کردار و اعمال والے لوگ ایک عذاب کی زندگی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ان کے اندر ہر وقت بے اطمینانی کی آگ بھڑکتی رہتی ہے۔ جو لوگ صبر اور نماز کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے نصرت کے متمنی ہوتے ہیں وہ یہ دُعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں دُنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی۔ اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ اللہ تعالیٰ ان کی جھولیاں اُس سے جو وہ چاہتے ہیں اس طرح بھر دیتا ہے کہ ان کا اپنا دامن تنگ ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس دنیا میں ہی جو کچھ ہے عطا فرما دے۔ انہیں دنیا تو مل جاتی ہے لیکن آنے والی ہمیشہ کی زندگی کی نعمتوں سے وہ محروم رہتے ہیں۔ اس لئے زندگی گزارنے کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ اس کا مصرف ایسا ہو کہ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ انعام و اکرام سے نوازے اور آخرت میں بھی۔

آپ نے فرمایا: اس مقصد کے حصُول کے ذرائع نماز کے ذریعے خُدا سے تعلق۔ خُدا کے راستے میں مال خرچ کرنا۔ اس کے دین کی تبلیغ کی راہ میں پیش آنے والی مشکلات کا صبر و استقامت کے ساتھ برداشت کرنا۔ رمضان میں روزے رکھنا۔ حج کرنا (حج ہمارے لئے تو بند ہو چکا ہے) اس کی مخلوق کی ہمدردی کرنا ہیں۔ اچھی زندگی گذارنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ سارا سلیبس قرآن کریم کی صورت میں ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔ امتحان میں وہی پاس ہوتا اور اعلیٰ پوزیشن لیتا ہے جو اپنے سلیبس کو پورے غور سے پڑھتا۔ اُسے یاد کرتا اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔ جب تک ہم قرآن کریم کے مطابق اس زندگی میں آنے والی زندگی کے لئے شب و روز تیاری میں مصروف نہ ہوں گے اللہ تعالیٰ کے انعامات کے وعدوں کو پورا ہوتے نہیں دیکھ سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے وعدے بالکل سچے ہیں۔ اگر ان میں کوئی تخلف ہوگا تو ہمارے اپنے قصوروں کیوجہ سے۔

آپ نے ایام اللہ کا مفہوم بتاتے ہوئے فرمایا کہ ایام اللہ دراصل وہ احسانات ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور رُسل اور دُوسرے ماموروں کے ذریعے اپنے بندوں پر کرتا رہا ہے۔ مامور من اللہ دراصل انسانوں کی رُوحانی زندگی کو سنوارنے کے لئے آیا کرتے ہیں لیکن اعلیٰ روحانی مقامات تک پہنچنے کے لئے بڑے بڑے ابتلاؤں اور آزمائشوں سے گذرنا پڑتا ہے۔ ان ماموروں اور ان کے ساتھیوں کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ انہیں اس کی خاطر بڑی صعوبتیں سہنا پڑیں۔ مار کھائیں۔ مال و متاع۔ گھر بار۔ عزیز رشتہ دار۔ اور وطن چھوڑنے پڑے لیکن انہوں نے سب کچھ برداشت کیا اور حق کی مشعل کو بجھنے نہ دیا۔ جماعتِ احمدیہ نے بانئے تحریک احمدیت کے حکم پر اسلام کی شمع نہ صرف روشن کی بلکہ اس کی روشنی کو زمین کے کناروں تک پہنچانے کا عزم کر لیا۔ یہ ایام بھی ایام اللہ ہیں اس راہ میں سنت اللہ کے مطابق ہمیں بھی آزمائشوں سے گذرنا ہوگا

اور ممکن ہے یہ اس انتہا کو پہنچ جائیں کہ ہماری زبانوں سے بھی اضطراب اور بے تابی میں متیٰ نصر اللّٰہ کے الفاظ نکل جائیں اور ہم بھی یہ خوشخبری سن لیں کہ الا ان نصر اللّٰہ قریب، اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کی بارش ہم پر برسنے لگے۔ اسلام کی تبلیغ بہت مشکل کام ہے اس کے لئے صرف علم نہیں اس کے ساتھ تقوے کی بھی ضرورت ہے میں محترم بزرگ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کے الفاظ دہراؤں گا کہ ایک ہو جاؤ۔ نیک ہو جاؤ۔ اتحاد اور نیکی دو بہت بڑی طاقتیں ہیں جن کی بدولت مشکلیں آسان ہو جاتی اور رکاوٹیں دور کی جا سکتی ہیں۔

آخر میں آپ نے انگریزی میں نظم سنائی جس کا مضمون وہی ہے جو سورۃ العصر میں بیان ہوا ہے۔

جناب حامد الرحمٰن صاحب لاہور

اس اجلاس کے دوسرے مقرر جناب حامد الرحمٰن صاحب تھے آپ کی تقریر کا موضوع تھا "اسلام کا معاشی نظام"۔ آپ نے اس کا پس منظر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلامی دنیا میں اسوقت احیائے اسلام کی تحریک بڑے زور وشور سے اٹھ رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی ممالک نے مغرب کے سیاسی۔ اقتصادی اور سماجی نظام سے مایوس ہو کر اسے رد کر دیا ہے۔ جس کے نتیجے میں مسلمانوں نے اپنا رخ قرآن اور سنت کی طرف موڑ دیا ہے۔ تاکہ وہ اس کی روشنی میں اپنے لئے کوئی ایسا نظام تجویز کر سکیں جو ان کے قومی مزاج کے موافق ہو۔ اسلامی معاشی نظام کی تلاش بھی اسی تحریک احیائے اسلام کے سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔ آپ نے فرمایا:

مشکل یہ ہے کہ ہمیں قرآن اور فقہ کی کتب میں کوئی ایسا باب نظر نہیں آتا جس میں ایسے معاشی نظام کی پوری پوری تفصیل بیان کی گئی ہو جسے ہم اسلامی کہہ سکیں۔ البتہ کچھ ایسے رہنما اصول ملتے ہیں جن کی روشنی میں ہم "اجماع" کے اصول کو سامنے رکھتے ہوئے ایک جامع اسلامی معاشی نظام کا منصوبہ تیار کر سکتے ہیں۔ یعنی ایسا نظام جسے امت مسلمہ کی اکثریت پذیرائی بخش دے اور وہ قرآن وسنت کے راہنما خطوط سے متعارض نہ ہو۔ آپ نے فرمایا:

دنیا میں اسوقت ہمارے سامنے دو معاشی نظام ہیں ایک سرمایہ دارانہ نظام اور دوسرا اشتراکی نظام۔ سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد آزادی پر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو یہ آزادی حاصل ہے کہ وہ جتنا اور جو کچھ پیدا کر سکتا اور جتنا خرچ کر سکتا ہے خرچ کرے۔ اس نظام میں سرمایہ داروں کے درمیان ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لئے مقابلہ کی دوڑ شروع ہو جاتی ہے سرمایہ دار کو یہ آزادی حاصل ہے کہ وہ اپنے سرمایہ کے زور سے جتنا بھی منافع کما سکتا ہے کمائے اس نظام میں ایک خوبی یہ ہے کہ یہ انسان میں محنت کے جذبہ کو ابھارتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اس میں خرابی یہ ہے کہ یہ محنت کشوں کا استحصال کرتا ہے۔

اس کے برعکس مارکس کا نظریہ اشتراکیت ہے۔ جس کا مرکزی نکتہ تمام انسانوں کے درمیان معاشی۔ سماجی اور سیاسی میدان میں مساوات قائم کرنا ہے۔ اس نظام میں خرابی یہ ہے کہ یہ انسان میں محنت کے جذبہ کو ختم کر دیتا ہے جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ تمام ذرائع پیداوار کو مناسب طور پر استعمال نہیں کیا جا سکتا جس سے پیداوار میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اسلام نے جو معاشی نظام ہمارے سامنے رکھا ہے وہ ان دونوں کے بین بین ہے۔ اور ان دونوں نظاموں کی خرابیوں سے پاک ہے۔ کیونکہ اس میں نہ تو محنت کش کا استحصال ہوتا ہے اور نہ ہی ذرائع پیداوار کا نامناسب استعمال۔ اسلامی معاشی نظام کی بنیاد عدل وانصاف پر ہے یعنی معاشی عدل وانصاف پر۔

آپ نے فرمایا:

اسلام کے معاشی نظام کو ہم ایک ایسا سرمایہ دارانہ نظام کہہ سکتے ہیں جس پر کچھ پابندیاں عائد ہیں۔ اس میں بھی سرمایہ کو منافع کمانے کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ کاروبار میں پیش آنے والے خطرات سے آزاد نہیں یعنی اسے نفع کے ساتھ نقصان کا خطرہ بھی قبول کرنا پڑتا ہے۔ ایسا منافع جس میں نقصان کا کوئی خطرہ نہ ہو اور صرف نفع ہی نفع ہو اسلام میں جائز نہیں۔ دوسرے الفاظ میں یہ سود ہے جو اسلام میں حرام ہے۔ اس کے علاوہ اسلام کے معاشی نظام میں سرمایہ کے بجائے محنت پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:۔

لیس للانسان الا ما سعیٰ

انسان کو وہی کچھ ملے گا جس کے لئے وہ کوشش اور محنت کرتا ہے دوسری بات یہ ہے کہ منافع کی تقسیم کرنے کے لئے مذہبی اخلاقی اقدار کو پیش نظر رکھنے پر زور دیا گیا ہے۔

قرآن کریم کے حوالے سے آپ نے فرمایا کہ تمام مال ومتاع اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور ہمارے پاس یہ اس کی امانت ہے۔ یعنی بحیثیت امانتدار کے ہم پر دوسرے انسانوں کی طرف سے کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں۔ اقتصادی دوڑ میں کچھ لوگ آگے نکل جاتے ہیں اور کچھ پیچھے رہ جاتے ہیں۔ دونوں کے درمیان اس خلیج کو پاٹنے کے لئے زکوٰۃ کی مد رکھی گئی ہے۔ تاکہ غریب سے غریب آدمی کو بھی ضروریات زندگی میسر آسکیں ایک فلاحی مملکت کے وجود میں لانے کے لئے یہ سب سے اولین بنیادی نظریہ ہے۔

سرمایہ دارانہ اور اشتراکی دونوں نظام اپنے اصولوں سے دور اور اسلامی نظام سے قریب تر آرہے ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ سرمایہ دار ممالک میں بے روزگاروں کو معاشی تحفظ دیا جا رہا ہے اور اشتراکی ممالک میں نجی ملکیت اور زیادہ سے زیادہ کمانے کی اجازت دی جا رہی ہے لیکن یہ دونوں باتیں ان کے بنیادی اصولوں سے بہت دور ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں نظام اب اس مقام پر آکھڑے ہوئے ہیں جسے اسلام نے آج سے چودہ سو سال قبل متعین کیا تھا۔

---

۲۷ دسمبر ۱۹۸۱ء، بروز — اتوار

یہ ہمارے جلسہ سالانہ ۱۹۸۱ء کا آخری اجلاس تھا جو جماعت کے ایک سعید اور قابل فخر نوجوان ڈاکٹر نعمان الٰہی ملک صاحب (امریکہ) کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جناب سیو دا احمد شنورا لیودا طالب علم انڈونیشیا نے تلاوت قرآن مجید کی اور انڈونیشیا کے ایک دوسرے طالب علم جناب یاتیمن نے حضرت اقدس کے ملفوظات سنائے۔

کیپٹن عبدالواحد صاحب

ملفوظات کے بعد کیپٹن عبدالواحد صاحب تشریف لائے آپ کی تقریر کا بہت اہم عنوان تھا "ہستی باری تعالیٰ" آپ نے

خلق اللّٰہ السمٰوات والارض ...... ان ھم الا یظنون

کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

جب سے انسان پیدا ہوا ہے اُسے یہ معلوم کرنے کی جستجو ہمیشہ سے رہی ہے کہ آخر اس کا خالق یا پیدا کرنے والا کون ہے اور آیا کوئی ایسی ہستی درحقیقت ہے بھی یا نہیں اور اس کی اپنی اور اس کے اردگرد پھیلی ہوئی وسیع وعریض کائنات کی تخلیق کی غرض وغایت کیا ہے؟

آپ نے ماضی کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہوئے فرمایا کہ کوئی ایسا وقت دور یا زمانہ نہیں گذرا جس میں اس تلاش کا نشان نہ ملتا ہو مصر عراق۔ موہنجو داڑو۔ یا ہندوستان کی مٹی ہوئی تہذیبوں کے آثار کا مطالعہ کریں تو وہاں بھی اس جستجو کے آثار ملیں گے۔ فلاسفر یونان کی کتب کا مطالعہ کریں یا ہندو مت۔ مجوسی مذہب۔ یہودی مذہب۔ بدھ مت عیسائیت کی کتب اور قرآن کریم کا مطالعہ کریں تو سب میں ایک قدر مشترک یہ ہے کہ اس کائنات کا کوئی نہ کوئی خالق ہے۔ آج کا سائنسدان یہ کھوج لگانے میں مصروف ہے کہ انسان کی تخلیق اور اس کائنات کو وجود میں لانے کا مقصد کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی ایسی ہستی ہے بھی تو ہماری ذات کو اس کے ہونے سے فائدہ اور نہ ہونے سے نقصان کیا پہنچتا ہے۔ جبکہ ہماری زندگیوں میں اس کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ اس لئے خدا پر ایمان لانے یا نہ لانے سے کیا فرق پڑتا ہے۔

آپ نے سائنس دانوں کے ذہنوں میں اس قسم کے سوالات پیدا ہونے کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ سائنس دان اس ضرورت کو کہ کوئی نہ کوئی خالق ہونا چاہیئے اس لئے محسوس نہیں کرتے کہ وہ انسانی فطرت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کیونکہ اگر یہ انسانی فطرت کی آواز نہ ہوتی تو خالق کی جستجو کی ضرورت بھی محسوس نہ ہوتی اور انسانی ذہن ابتداء سے ہی اس طرف مائل نہ ہوتا۔ اگر فلسفہ کی تاریخ پر نظر دوڑائیں

کوششوں سے وہاں ایک اپنی عالی شان مسجد تعمیر کی گئی ہے اور ہم ایک رسالہ "پیغام حق" بھی نکالتے ہیں جس میں اسلام اور احمدیت پر اعلےٰ پایہ کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ ہم یہ رسالہ پاکستان اور دیگر ممالک میں بھی بھیجتے ہیں۔

آپ نے فرمایا ہماری کامیابی کا دار و مدار اس پر ہے کہ ہمارے عقائد نہایت معقول اور عین اسلامی تعلیم کے مطابق ہیں۔ ہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو چودہویں صدی کا مجدد مانتے ہیں نبوت کا دعویٰ نہ آپ نے کیا ہے اور نہ ہی ہم آپ کو نبی مانتے ہیں۔ ہم آنحضرت صلعم کو خاتم الانبیاء مانتے ہیں ہم کسی بھی کلمہ گو کو جو لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھتا ہے کافر نہیں کہتے البتہ جو ہمیں کافر کہتا ہے وہ آنحضرت صلعم کی حدیث کی رو سے خود ہی اپنے اوپر کفر کا بوجھ اٹھا لیتا ہے۔

آپ نے فرمایا؛ حضرت مجدد صد چہاردہم کی بعثت کا مقصد کسر صلیب اور قتل خنزیر تھا۔ آپ نے یہ دونوں کام کما حقہٗ کر دکھائے۔ اور ہمارے ذمے یہ کام سپرد کیا کہ ہم مغرب کو قرآن اور اسلام کی روشنی سے آشنا کریں۔ ہمارا یہی کام ہے اور ہم حتی الوسع یہ کام کر رہے ہیں اور انشاء اللّٰہ کرتے رہیں گے۔ ہمارا یقین ہے کہ اگرچہ اسلام کا سورج مشرق سے طلوع ہوا اب یہ مغرب سے طلوع ہوگا۔ مغرب میں ہماری جماعت کا لٹریچر مقبول ہے اور لوگ اسلام کی حقانیت اور صداقت سے روشناس ہو رہے ہیں اور وہ وقت قریب آ رہا ہے کہ یہ لوگ اسلام قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس کی خاطر ہمیں اپنی کوششیں تیز تر کرنا ہونگی اور اپنی ساری قوتوں کو مجتمع کرنا ہوگا۔ اللّٰہ تعالےٰ ضرور برکت ڈالے گا اور حضرت بانیٔ تحریک احمدیت کا وہ مشن پورا ہو کر رہے گا جس کیلئے اللّٰہ تعالےٰ نے انہیں مبعوث فرمایا تھا۔ آپ لوگ مشکلات کے جس دور سے گذر رہے ہیں اس کی مثال شدید گرمی کے موسم کی ہے جس کے بعد باران رحمت کا نزول ہوتا ہے جس سے مردہ اور خشک زمین سرسبز اور لہلہاتی کھیتی میں تبدیل ہو جاتی ہے اس لئے ہمیں صبر و استقامت کے دامن کو ہمیشہ تھامے رکھنا چاہیئے۔

جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب

آپ نے قرآن کریم کی اس آیت کی تلاوت کی۔

"وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون"

یعنی میں نے جن و انس کو نہیں پیدا کیا مگر اپنی عبادت کے لئے۔ چونکہ آپ کی تقریر کا عنوان تھا "عبادت کا مفہوم قرآن کریم کی روشنی میں" اس لئے آپ نے عبادت کا مفہوم بتاتے ہوئے فرمایا کہ عبادت عبد سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ذات جس کے اندر اپنے ارادہ اور جذبہ کی کلی طور پر نفی ہو۔ عبد غلام کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اس سے بھی یہی مراد ہے کہ غلام اپنے مالک کی مرضی۔ خواہش اور حکم کے مطابق چلتا ہے اور اس کے حکم کی تعمیل میں اس کے اپنے ارادہ اور جذبہ کو قطعاً کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اگر وہ اپنے ارادہ اور خواہش کے مطابق چل کر اپنے مالک کے حکم سے سرتابی کرے تو اپنے مالک کی ناراضگی اور اس کی طرف سے سزا کا مستحق ہو جاتا ہے اور یہ مالک کا اختیار ہے کہ اُسے اس کی نافرمانی کی سزا دے یا معاف کر دے۔ مالک اور عبد کے الفاظ ایک دوسرے کے نقیض اور ضد ہیں۔

آپ نے فرمایا: عبادت کے لفظ سے عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ اس کے ذیل میں آتے ہیں لیکن قرآن کریم پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ صلوٰۃ اور عبادت دو مختلف مفہوم اپنے اندر رکھتے ہیں کیونکہ نماز تو صرف انسان پڑھتا ہے لیکن عبادت اللّٰہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کرتی ہے۔ سورج۔ چاند۔ ستارے بھی عبادت کرتے ہیں حیوانات۔ نباتات اور جمادات بھی عبادت کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی عبادت کا رنگ اور طریق مختلف ہے۔ انسان کے علاوہ ساری مخلوق کی عبادت یہ ہے کہ وہ قوانین فطرت کے اندر جکڑے ہوئے ہیں اور ان قوانین کی بلا حیل و حجت تعمیل کرتے ہیں۔ اس سے ذرا باہر ہو جائیں تو دنیا میں ایک فساد مچ جائے لیکن انسان کے اندر "ارادہ" کی خصوصیت پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ صاحب اختیار ہستی ہے۔ اس کو اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی حکم کی تعمیل کرے یا نہ کرے لیکن اس ارادہ اور اختیار کے ساتھ اسے دوسری مخلوق پر ایک خصوصیت اور افضلیت حاصل ہے اور وہ یہ کہ اللّٰہ تعالےٰ نے "انی جاعل فی الارض خلیفۃ" کہہ کر اُسے اپنا خلیفہ یا جانشین بنایا ہے۔ اس حیثیت سے اس پر بڑا بھاری فرض اور ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ جس کا خلیفہ ہے اس کی رضا اور حکم کے مطابق چلے اور اللّٰہ تعالےٰ کے ارادہ کے سامنے اپنے ارادہ اور جذبات کی نفی کر دے۔ یعنی اپنے مالک کے ساتھ عبد جیسا تعلق قائم کرے۔ اللّٰہ تعالےٰ نے اس کے اندر جو بے انتہا قویٰ اور صلاحیتیں رکھی ہیں ان کو اپنے مولیٰ کی منشاء کے مطابق کام میں لائے اور تخلقوا باخلاق اللّٰہ اور من احسن من اللّٰہ صبغۃ "کے ماتحت اپنے اندر اللّٰہ تعالےٰ کی صفات پیدا کرے تاکہ ولقد کرمنا بنی آدم کے مطابق عزو شرف کے مقام پر کھڑا ہو جائے۔

آپ نے فرمایا؛ صلوٰۃ یا نماز یہ ہے کہ وہ پانچ وقت اپنے اللّٰہ کے سامنے پیش ہو کر اپنے اعمال کی رپورٹ اس کے سامنے پیش کرے۔ یہ اس پر فرض کیا گیا ہے اور اگر دن بھر میں اس سے کوئی کمزوریاں سرزد ہوتی ہیں۔ کوئی خطا یا سہو ہوتی ہے یا اپنے فرائض بجا لانے میں کوئی کوتاہی ہوئی ہے تو اللّٰہ تعالےٰ کے حضور اس کا اعتراف کرتے ہوئے اسی سے انہیں دور کرنے کے لئے مدد مانگے۔ تاکہ اس کا آنے والا دن پہلے سے بہتر طور پر بسر ہو۔ اور اس طرح یہ ارتقائی منازل طے کرتا ہوا وہ اس اعلےٰ روحانی مقام کو حاصل کر لے جس کی خاطر اس کی تخلیق ہوئی ہے۔ اور جس کی وجہ سے اُسے خلیفۃ اللّٰہ کا لقب عطا کیا گیا ہے۔ عبودیت کے اس مقام پر پہنچ کر ہی انسان کی زبان ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العالمین اور انا اوّل المسلمین کہنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

آپ نے فرمایا، عبادت کا اصلی مفہوم نہ سمجھنے سے لوگوں نے حقوق اللّٰہ اور حقوق العباد کی تفریق کی ہے۔ حالانکہ یہ سارے حقوق اللّٰہ ہی کے حقوق ہیں۔ انّ اللّٰہ یامرکم بالعدل والاحسان کے الفاظ سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اللّٰہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس کے بندوں کے ساتھ عدل اور احسان کے ساتھ پیش آؤ۔ جب یہ مالک کا حکم ہے تو بندہ کو یہ بجا لانا ہی ہے۔ یہ حقوق بھی حقوق اللّٰہ ہی ہیں اس لئے یہ تفریق کوئی وزن نہیں رکھتی۔ یہی عبد و معبود کا مفہوم ہے جو قرآن کریم سے ظاہر ہوتا ہے۔

اس کے بعد جناب محمد اعظم علوی صاحب نے اپنی ایک خوبصورت نظم پیش کی جس کا مصرع تھا ع امام وقت کی سیف نظر کی بات کریں۔ یہ نظم انشاء اللّٰہ مکمل شائع کی جائے گی۔

جناب نصیر احمد فاروقی صاحب

آپ کی تقریر "ایمان اور نفاق میں امتیازی نشان" پر تھی۔ آپ نے قولوا امنا ..... اولئٓک ھم الصادقون۔ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ ہر شخص اپنے آپ کو مومن اور دوسرے کو منافق سمجھتا ہے۔ دوسروں کے نقائص اور عیوب کو وہ دیکھتا ہے لیکن اپنے نقائص کو بھی خوبیاں سمجھتا ہے۔ یہ مرض بہت عام ہے۔ اس کی فکر کرنی چاہیئے۔ ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس کو ٹٹولتا اور اپنی کمزوریوں پر نظر رکھتا رہے۔ دوسروں کی عیب چینی سے اُسے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ ہر شخص کے نفس کی ذمہ داری اس کے اپنے اوپر ہے اسی لئے قرآن کریم میں آیا ہے کہ اے مومنو! تم اپنے اپنے نفسوں کے ذمہ دار ہو اگر تم ہدایت پر ہو تو جو گمراہ ہے وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ تمہیں اپنی اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہیئے کیونکہ دوسروں کا راہِ راست سے بھٹکا ہوا ہونا تمہارے لئے کچھ اہمیت نہیں رکھتا اگر تم خود راہِ راست پر ہو۔

آپ نے فرمایا کہ مومن اور منافق دو بڑے عام فہم الفاظ ہیں ان کے معنی ہر شخص جانتا ہے اس لئے منافق کی کمزوریوں سے بچنا ضروری ہے ان دونوں کے درمیان امتیازی نشان بتاتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ منافق

صرف زبان سے اسلام کا اقرار کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ کہا گیا ہے کہ صرف اتنا ہی کافی نہیں۔ اگر یہی کافی ہوتا تو پھر زبان سے اقرار کے ساتھ تصدیق بالقلب نہ کہا جاتا۔ سورۃ الحجرات میں ہے کہ یہ بدو کہتے ہیں امنا۔ ان سے کہہ دو کہ امنا نہیں بلکہ اسلمنا کہیں کیونکہ ایمان ابھی ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ ایمان کو دلوں میں داخل کرنے اور بٹھانے کے لئے اس لئے کہا گیا ہے کہ دل جذبات کی آماجگاہ ہے اور جذبات یہیں سے اُٹھتے ہیں۔ اگر دل قابو میں نہ ہو تو اس سے برائیاں پیدا ہوتی ہیں اگر ایمان دل میں بیٹھ جائے تو اس کا امکان نہیں رہتا۔ اور ایمان کو دل میں راسخ کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے" اطیعوا اللّٰہ ورسولہٗ" یعنی خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔ اس سے تمہاری خواہشات اور جذبات تمہارے مطیع اور فرمانبردار ہو جائیں گے اور ان کا صحیح استعمال ہی نیکی اور تقویٰ ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری اور اطاعت کے لئے انسان کو بہت کچھ قربان کرنا پڑتا ہے اسے اپنی خواہشات اور جذبات کو کچلنا پڑتا ہے لیکن انسان اللہ اور اس کے رسول صلعم کی خاطر اور اُن کی اطاعت میں جو کچھ چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اُس سے اُسے بہت بڑھ چڑھ کر دے دیتا ہے کیونکہ وہ غفور الرحیم ہے

قرآن کے حوالے سے آپ نے مومنوں کی تعریف کرتے ہوئے بتایا کہ مومن صرف وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور پھر اُس میں ذرا بھر شک نہیں کرتے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں یہی صادق ہیں۔ یعنی خدا کی راہ میں جان مال دے دینا ان کی سچائی کا ثبوت ہے۔ اس قسم کے ایمان اور سمعنا و اطعنا کا نظارہ ہمیں اسوقت نظر آتا ہے جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوتا ہے تو شراب مدینہ کی گلیوں میں پانی کی طرح بہا دی جاتی ہے اور جن برتنوں میں تیار کی جاتی تھی انہیں توڑ دیا جاتا ہے۔ دل میں ایمان نہ ہو تو اطاعت بھی نہیں ہوتی۔ اس کے مقابلے میں منافقین کا حال دیکھیں۔ آنحضرت صلعم مدینہ کے حکمران تھے۔ وہ لوگ زبان سے تو اقرار کرتے تھے لیکن اُن کے دل ان کا ساتھ نہیں دیتے تھے۔ کفارِ مکہ سے جوڑ توڑ اور سازشیں کرنا اُن کا کام تھا لیکن لاخیر فی کثیر من نجواھم" ان کے ان مشوروں اور سازباز میں اُن کے لئے بھلائی کا کوئی سامان نہ تھا۔ آنحضرتؐ کے ساتھ ان کی زبانیں تو مجبوراً تھیں لیکن ان کے دل آپؐ کے ساتھ نہ تھے ایک تو اس قسم کے منافق تھے لیکن ایک دوسری قسم کے منافق بھی ہوتے ہیں جو ایمان تو نیک نیتی سے لاتے ہیں لیکن عمل میں کمزوری دکھاتے ہیں گویا ایک دروازے سے داخل ہوتے ہیں اور دوسرے سے نکل جاتے ہیں اور یہی نفاق کے معنی ہیں۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے بھی فرمایا ہے کہ منافق وہ ہے جو زبان سے تو اخلاص ظاہر کرتا ہے لیکن اس کی فطرت میں دورنگی ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: المنافق فی الدرک الاسفل من النار۔ کہ منافق آگ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوگا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ منافق کافر سے بھی بدتر ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اعتقادی اور عملی دونوں قسم کے منافق آنحضرت صلعم کے زمانے میں موجود تھے۔ جنگِ اُحد جیسے نازک وقت میں عبداللہ بن ابی اپنی سرکردگی میں منافقین کا گروہ لے کر واپس آگیا تھا۔ مسلمانوں کو اس سے کچھ نقصان بھی پہنچا لیکن اللہ تعالیٰ نے آخری فتح آنحضرتؐ کو دی۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنا بھی جنگ لڑنے کی طرح ایک بہت بڑا جہاد ہے جو لوگ مال خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں وہ بھی نفاق میں مبتلا ہوتے ہیں اور آخرکار یہی مال اُن کے گلے کا ہار بن جاتا ہے۔ یہی ان کے لئے بہت بڑی سزا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دیکھو تمہاری اولاد اور تمہارے اموال کہیں تمہارے لئے ہلاکت کا موجب نہ بن جائیں۔ اور فرماتا ہے اس دنیا سے گذر جانے سے قبل جو خرچ کر سکتے ہو خدا کی راہ میں خرچ کر دو۔ اس لئے ہمیں اپنے ایمان کے اظہار کے لئے اور دینی خدمات کی خاطر اپنا مال دینا چاہئیے

آپ نے فرمایا کہ انجمن نے ہسپانوی، فرانسیسی اور جاپانی زبانوں میں ترجمۃ القرآن کے لئے ان زبانوں کے ماہرین سے بات چیت اور کوششیں شروع کر رکھی ہیں۔ ان پر بہت خرچ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کی اس کتاب کو دنیا کے مختلف ممالک میں پہنچانے کے لئے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں کیونکہ یہی وہ روشنی ہے جو دنیا کو اندھیروں سے نکال کر صحیح راہ دکھا سکتی ہے۔ آپ کی اس اپیل پر بھی خدا کی راہ میں قربانی کا وہی نظارہ دیکھنے میں آیا جو اس سے پہلے دن حضرت امیر قوم کی اپیل پر دیکھنے میں آیا تھا۔ دونوں دن جو رقم جمع ہوئی اس کا حساب اس سے قبل ہم تحریر کر چکے ہیں۔

اختتامی خطاب و دُعا:

جناب میاں نصیر احمد فاروقی صاحب کے بعد اختتامی خطاب اور دُعا کے لئے حضرت امیر قوم ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب تشریف لائے اُسوقت جلسہ گاہ میں تل دھرنے کی جگہ باقی نہ تھی بلکہ بہت سے سامعین شامیانے سے باہر کھڑے ہو کر گوش برآواز تھے۔ ہر طرف اس قدر مکمل خاموشی طاری تھی جیسے مجمع پر کسی نے جادو کر دیا ہو۔ آپ کی تقریر میں کچھ ایسی تاثیر تھی کہ دلوں میں اتر کر چہروں سے عیاں ہو رہی تھی بعض رقیق القلب حاضرین کی آنکھیں بھیگی بھیگی سی لگ رہی تھیں جیسے اس تقریر میں اُن کے قلبی جذبات کی ترجمانی پوری ہو اور وہ اپنی جماعت کو جو کچھ دیکھنا چاہتے ہیں وہی کچھ بیان ہو رہا ہو ہمیں یہ احساس شدت سے ہو رہا تھا کہ جماعت کو وہ مقام اور معیار دلایا جا رہا ہے جس پر ہمیں ہمارے امام دیکھنا چاہتے تھے اور زمانہ گذرنے کے ساتھ ساتھ وہ مقام ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے۔ شاید یہی وجہ ہو کہ کچھ آنکھیں تر ہو گئیں اور کچھ پیشانیاں عرق آلود ہو گئیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم ان جذبات و اثرات کو جو صرف احساس سے تعلق رکھتے ہیں الفاظ کی شکل میں آپ کے سامنے نہیں لا سکتے۔ اور نہ ہمارے پاس ایسے خوبصورت الفاظ ہیں جن میں انہیں ڈھالا جا سکے۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ کم از کم وہ الفاظ ہی آپ تک پہنچا سکیں۔ وما توفیقی الا باللہ۔

آپ نے سورۃ المائدہ کی آیت ۱۰۵ "یا یھا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم ۔۔۔ بما کنتم تعملون" کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس مختصر جملے میں نہایت اعلیٰ درجہ کے اور بلند اصول کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی جانوں کی فکر کرو جو گمراہ ہے وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا جب تم ہدایت پر ہو۔ تم سب نے اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے سو وہ تم کو اس کی جزا دے گا جو تم کرتے تھے۔

حضرت ابنِ مسعود اور حضرت ابنِ عمر کی روایات کے حوالے سے آپ نے فرمایا کہ یہ آیت بعد میں آنے والے آخری زمانہ کے مسلمانوں کے متعلق ہے کیونکہ آنحضرت صلعم کے زمانے کے مسلمان تو قرآن کریم کے تمام احکامات پر پوری طرح عامل تھے اور اس کی ہر آیت پر جونہی وہ نازل ہوتی پورا توجہ دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ہر شعبہ زندگی میں دنیا کے رہنما بن گئے۔

آپ نے فرمایا: قرآن کریم کی اصلی غرض انسانوں کی اخلاقی اور روحانی حالتوں کو سنوارنا ہے جیسا کہ اس آیت میں بیان ہوا ہے۔ ننزل من القرآن ماھو شفاء لما فی الصدور۔ اور قرآن سے ہم وہ کچھ اتارتے ہیں جس میں انسان کے سینے کی بیماریوں کی شفا ہے۔ انسان کے سینے کی بیماریوں، اس کے اچھے بُرے ارادوں اور نیتوں پر اللہ تعالیٰ کی نظر ہے۔ اس سے کوئی بات بھی پوشیدہ نہیں ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ یعنی جو تمہارے نفسوں کے اندر ہے اُسے خواہ تم چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تم سے اس کا حساب لے گا۔ اگر انسان کے دل میں یہ خوف اور احساس پیدا ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اس سے اس کے اعمال کا حساب لے گا تو اس کے نفس کی اصلاح ہو سکتی ہے اور اگر نفس کی اصلاح ہو جائے تو اس کے سارے اعمال اچھے ہو سکتے ہیں اور وہ اپنے نفس امارہ کو روند کر نفسِ لوامہ کی منزل سے گذرتا ہوا نفسِ مطمئنہ کی حالت کو پہنچ جاتا ہے جس کے لئے قرآن کریم میں آیا ہے۔ یایتھا النفس

المطمئنۃ ہ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ ہ فادخلی فی عبادی ہ وادخلی جنتی۔ یعنی اے اطمینان پانے والی جان اپنے رب کی طرف لوٹ آتو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ سو میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ انسان کا نفسِ مطمئنہ حاصل کرنا۔ اس کا اپنے رب سے راضی ہونا اور رب کا اس سے راضی ہونا لقاء اللہ کی آخری منزل ہے لیکن لقاء اللہ کا حصول آسان نہیں۔ اس کے لئے انسان کو مرنے سے قبل اپنے اوپر ایک موت وارد کرنا پڑتی ہے۔ اور جان جوکھوں سے گذرنا پڑتا ہے۔ یا ایھا الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملقیہ۔ اے انسان تجھے اپنے رب سے ملنے کے لئے بڑی مشکلات۔ صعوبتیں اور مشقت برداشت کرنا پڑے گی۔ اس لئے کہ نفسِ امارہ کو جو انسان کو ہر وقت برائی پر اکساتا رہتا ہے کچلنا اور روندڈالنا آسان کام نہیں۔

آپ نے فرمایا: اگر ہر انسان اپنی اصلاح کر لے تو ساری قوم کی اصلاح ہو جاتی ہے کیونکہ قوم افراد سے بنتی ہے۔ اور جب تک ہر انسان اصلاح کے لئے اپنی ذمہ داری محسوس نہ کرے قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ قوم کی تعمیر کا بنیادی پتھر اپنی اپنی اصلاح ہے یہ بڑی بُری بیماری ہے کہ اپنی اصلاح کی بجائے لوگ دوسروں کو نیچا دکھا کر بڑا بننا چاہتے ہیں لیکن اس طرزِ عمل سے نہ تو کوئی انسان بڑا بن سکتا ہے اور نہ ہی کوئی قوم۔

آپ نے فرمایا: تخریب کا کام نسبتاً آسان ہے۔ بجائے تعمیر کے تخریب میں قوم کا بڑا وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اسلام نے دوسرے مذاہب کی تخریب نہیں کی۔ بلکہ صلح پر زور دیا ہے اور فرمایا ہے قل یا اھل الکتاب تعالوا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ کہ اے اہلِ کتاب اس بات کی طرف آؤ جو ہمارے تمہارے درمیان یکساں ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب بنائے اور اگر وہ پھر جائیں تو تم کہو گواہ رہو کہ ہم فرمانبردار ہیں۔

اپنا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ بحیثیت امیرِ جماعت میری پوزیشن کے متعلق جماعت کے کچھ لوگوں کو انشراح حاصل نہیں۔ اس کے پیشِ نظر میں نے ۲۵ دسمبر کو نمازِ جمعہ کے بعد استصواب کے لئے جب یہ معاملہ ساری جماعت کے سامنے پیش کر دیا تو قریباً قریباً ساری جماعت نے اپنے اپنے ضمیر کی آواز پر جس بے ساختگی۔ جوش اور جذبہ سے میری ذات کے متعلق اعتماد کا مظاہرہ کیا۔ اس کے بعد مجھے انشراحِ صدر نصیب ہو گیا۔ جب میں دیکھتا ہوں کہ جماعت کے ہزاروں انسان مجھ سے حسنِ عقیدت رکھتے ہیں تو میں شرم کے مارے پانی پانی ہو جاتا ہوں کیونکہ میں اپنے آپ کو کچھ چیز نہیں سمجھتا۔ مجھے "حضرت امیر" کہا جاتا ہے تو دل بیٹھنے لگتا ہے۔ کیونکہ زبان سے "امیر" پکارا جائے اور اس کے پیچھے جو حقیقت مضمر ہے اس سے دل خالی ہو تو یہ مذاق بن جاتا ہے۔ اگر کسی کا دل ساتھ نہیں اور محض بناوٹ سے امیر کہتا ہے تو وہ جھوٹ بولنے کا مرتکب ہوتا ہے۔ جو بھاری گناہ ہے۔ "امیر" کے متعلق قرآن اور حدیث میں جو ذکر آیا ہے اس کے متعلق علم حاصل کریں۔ اور اس کے مطابق عمل کریں۔

آپ نے فرمایا۔ ہم نے جھگڑوں اور اختلافات کو بڑھنے اور ہوا دینے میں اپنا بہت سا قیمتی وقت ضائع کر دیا ہے۔ اب ہمیں ہر قسم کے جھگڑوں کو نظر انداز کر کے اپنی پوری اجتماعی قوت اور توجہ کو اس کام پر لگا دینا چاہئیے۔ جو حضرت صاحب ہمارے سپرد کر گئے ہیں۔ تمام بہنوں اور بھائیوں کو چاہئیے کہ وہ مرکز کے ساتھ رابطہ زیادہ سے زیادہ قائم رکھیں تاکہ انہیں مرکز کی کارروائی سے اطلاع ہوتی رہے۔ مرکز انہیں اپنے پروگراموں سے مطلع کرتا رہے گا۔

آپ نے فرمایا: میرے سامنے کچھ پروگرام ہیں کہ ہمارے کاموں میں مستعدی اور بہتری پیدا ہو جائے انجمن کے کارکن مطمئن ہوں۔ اور دوسری طرف ان کی کارکردگی بہتر بنائی جائے۔ ان تمام کاموں میں ہمیں آپ سب کے تعاون کی ضرورت ہے۔

آپ نے فرمایا کہ جب مسلمانوں پر جنگ مسلط کی گئی تو اس میں بھی اصلاح کے پہلو پر زور دیا۔ اور فرمایا کہ اللہ کی راہ میں تم ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو۔ اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی صلح کی طرف جھک جاؤ۔ اور اللہ پر بھروسہ رکھو کیونکہ وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اور اگر وہ تمہیں دھوکا دینے کا ارادہ رکھتے ہوں یعنی صلح کر کے دھوکا دینا چاہتے ہوں تو تیرے لئے اللہ کافی ہے۔

آپ نے آخر میں فرمایا: ہماری جماعت کو چاہیے کہ علیکم انفسکم پر ہر وقت نظر رکھے۔ دوسروں پر نکتہ چینی اور عیب جوئی ترک کر دیں کیونکہ اپنی کمزوریاں چھپانے کے لئے دوسروں کی عیب چینی اچھی نہیں۔ اگر ہم خدا کا خوف اور اس کے حضور جوابدہی کا احساس دل سے الگ نہ ہونے دیں تو دین و دنیا سنور جائیں گے۔

آپ نے فرمایا: ہم بڑی مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں۔ ان سے نکلنے کا حل اللہ تعالیٰ کے حضور عجز و نیاز سے گرنا ہے اور پیش آمدہ حالات میں ہمیں پوری قوت اور عزم کے ساتھ اپنی زندگی کا نیا ورق الٹنا ہے میں نے بعض دوستوں سے وعدہ کیا ہے کہ جلسہ سالانہ کے بعد ہم باہم سر جوڑ کر جماعتی اصلاح اور تمام شکایات اور خامیوں کو دُور کرنے کے لئے تجاویز سوچیں گے اور ان کا ازالہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ ہمارے لئے اپنے دفتری اور جماعتی نظام کی اصلاح بہت ضروری ہے تاکہ جماعت خوبی کے ساتھ ترقی کے راستے پر چل پڑے۔

اس کے بعد آپ نے دُعا فرمائی جس میں تمام خواتین و حضرات شامل ہوئے۔ اور اس دعا پر اس مبارک اجتماع کا اختتام ہوا :۔

36
45
49

چند باتیں

یہ چند باتیں یاد رکھیں اور روزانہ ان کو اپنے سامنے لائیں۔

۱۔ اگر آپ اب تک اپنی ماہوار آمدنی سے سولہواں حصہ دینی جہاد کے لئے نہیں دے رہے تو آپ اپنی جماعت سے اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ سے بیوفائی کر رہے ہیں۔

۲۔ آپ کی اولاد میں سے جو کچھ کماتے ہیں ان کو اسی طرح جہاد میں شامل کرنا آپ کا فرض ہے۔

۳۔ چھوٹے بچوں کی تربیت اس رنگ میں کریں کہ وہ سات سال کی عمر سے نماز کے بھی عادی ہوں اور کچھ اپنے ہاتھ سے اس دینی جہاد میں بھی خرچ کرنے کے عادی ہوں۔

۴۔ جماعت کے لئے نمونہ بنیں اور دسواں حصہ آمد کا ماہوار دے کر سابقون میں داخل ہوں۔

۵۔ اپنے حلقۂ اثر میں دوسروں سے بیرونی مشنوں کے لئے امداد کی اپیل کریں۔

۶۔ اپنے اخباروں اور رسالوں کو دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کریں۔

۷۔ ہر گھر میں روزانہ تلاوتِ قرآن ہو۔

۸۔ ہر جماعت میں درسِ قرآن کریم کا انتظام ہو۔

جلد:- ۶۹ ☆ یوم چہارشنبہ یکم جمادی الاوّل ۱۴۰۲ھ — بمطابق — ۲۵ فروری ۱۹۸۲ء ☆ شمارہ:- (۸)

اپنی جماعت سے خطاب — از حضرت مجدد صدی چہار دہم

بدقسمت ہے، وہ جس کا تمام ہم وغم دنیا کے لئے ہے

اے میری جماعت! خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو۔ وہ قادر کریم آپ لوگوں کو سفرِ آخرت کے لئے ایسا تیار کرے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب تیار کئے گئے تھے۔ خوب یاد رکھو کہ دنیا کچھ چیز نہیں لعنتی ہے وہ زندگی جو محض دنیا کے لئے ہو اور بدقسمت ہے وہ جس کا تمام ہم وغم دنیا کے لئے ہے ایسا انسان اگر میری جماعت میں ہے تو وہ عبث طور پر میری جماعت میں اپنے تئیں داخل کرتا ہے کیونکہ وہ اس خشک ٹہنی کی طرح ہے جو پھل نہیں لائے گی۔

اے سعادت مند لوگو! تم زور کے ساتھ اس تعلیم میں داخل ہو۔۔۔ کہ تم خدا کو وحدہٗ لاشریک سمجھو اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو، نہ آسمان میں سے نہ زمین میں سے، خدا اسباب کے استعمال سے منع نہیں کرتا لیکن جو شخص خدا کو چھوڑ کر اسباب پر ہی بھروسہ کرتا ہے وہ مشرک ہے۔ قدیم سے خدا کہتا چلا آیا ہے کہ پاک دل بننے کے سوا نجات نہیں۔ سو تم پاک دل بن جاؤ اور نفسانی کینوں اور غصّوں سے الگ ہو جاؤ۔ انسان کے نفسِ امّارہ میں کئی قسم کی پلیدیاں ہیں مگر سب سے زیادہ تکبّر کی پلیدی ہے۔ اگر تکبر نہ ہوتا تو کوئی شخص کافر نہ ہوتا۔ سو تم دل کے مسکین ہو جاؤ۔ عام طور پر بنی نوع کی ہمدردی کرو۔۔۔۔۔۔ خدا تعالےٰ کے فرائض کو دلی خوف سے بجالاؤ کہ تم ان سے پوچھے جاؤ گے۔ نمازوں میں بہت دُعا کرو کہ خدا تمہیں اپنی طرف کھینچے اور تمہارے دلوں کو صاف کرے۔۔۔۔۔۔ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تمہاری رُوحیں خدا تعالیٰ کے آستانہ پر گر جائیں۔ اور خدا اور اس کے احکام ہر پہلو سے تمہاری دنیا پر تمہیں مقدم ہو جائیں۔۔

۔۔۔۔۔۔ قرآن کریم کو اپنا پیشوا پکڑو اور ہر ایک بات میں اس سے روشنی حاصل کرو

۔۔۔۔۔۔ قرآن شریف وہ بزرگ حفاظت سے خدا تعالےٰ نے تمہارے تک پہنچایا ہے سو اس پاک کلام کی قدر کرو اس پر کسی چیز کو مقدم نہ سمجھو کہ تمام راست روی اور راست بازی اسی پر موقوف ہے۔ کسی شخص کی باتیں لوگوں کے دلوں میں اسی حد تک مؤثر ہوتی ہیں جس حد تک اس شخص کی معرفت اور تقوٰے پر لوگوں کو یقین ہوتا ہے۔

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۱-۶۳)

میرے بعد سب مل کر کام کرو

خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا ہوں سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے رُوح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔ (الوصیّت)

جناب محمد انور صاحب۔ لندن

کرسمس ------ دو ہزار سال قبل مسیح!

پیدائش مسیح سے صدیوں پہلے منائے جانیوالے رسوم کرسمس کیسے بن گئے؟

پھر وہی خوشیوں کا موسم تھا۔ ننھے منھے بچے اس کی آمد کی خوشی میں پھولے نہ سماتے تھے۔ گھر کا ہر فرد سجاوٹ میں مصروف تھا (HOLLY) ہیرا اور سدا بہار پودوں کی شاخیں گھر کے در و دیوار کی زینت تھیں۔ آکاش بیل لٹکائی گئی تھی۔ ایک درخت جھلملاتے تاروں اور ہلکے زیورات سے سجایا گیا تھا۔ یہ موسم اور لمحات تحائف لینے دینے گیت گانے۔ رنگین روشنیوں کی تعریف کرنے اور یہ دن یول لاگ یعنی گول لکڑی جلانے کا دن تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ رونقیں جدید کرسمس کی ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ اس قسم کی رنگین تقریبات تو پیدائش مسیح سے صدیوں پہلے یورپ کی مختلف قوموں میں آخر دسمبر اور شروع جنوری میں منائی جاتی تھیں۔

ان رسومات کے متعلق انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں لکھا ہے کہ

"یہ رسومات کرسمس اور عیسائیت سے بہت عرصہ پہلے مذہب موسم لامذہبیت اور قومی افعال کے ارتقائی عمل کا ایک ایسا نتیجہ ہیں جن کے گرد روایات اور قصوں کہانیوں کی دیوار کھڑی ہے۔"

دور ماضی میں یورپ کے رہنے والے روشنی۔ گرمی اور فصلوں کے لئے سورج پر کلی دار و مدار سے اچھی طرح آگاہ تھے اور سورج کی سالانہ گردش کا بڑی غور سے مطالعہ کرتے تھے۔ چنانچہ مختلف موسموں کی تقریبات اور ضیافتوں کا مقصد اُن کے نزدیک سورج کو اس کی محوری گردش میں مدد دینا ہوتا تھا۔ نصف کرہ شمالی میں آخر دسمبر خصوصیت سے اہم وقت ہوتا تھا۔ دن چھوٹے ہو جاتے تھے اور سورج اپنے نقطۂ زیریں پر ہوتا تھا۔ اس لئے اس کی حوصلہ افزائی اور ادائیگی شکر کے لئے خصوصی تہوار منائے جاتے تھے اور جب دن بڑے ہونے شروع ہوتے تھے تو اس خوشی میں کہ دنیا کے نور یعنی سورج نے پھر جنم لیا ہے ایک بڑا جشن منایا جاتا تھا جو اوائل جنوری تک جاری رہتا تھا۔ یہ تقریبات جو کبھی سورج اور اس کے دیوتا کی خوشنودی کے لئے منائی جاتی تھیں بڑھتے اور پھیلتے ہوئے عیسائی مذہب نے انہیں اپنی آغوش میں لے لیا "تاکہ یہی رنگ اصل نور دنیا یعنی حضرت مسیح کو دیا جائے (حالانکہ حضرت مسیح کی تاریخ پیدائش کسی طرح بھی دسمبر نہیں ہے) اس طرح صدیوں کے عمل سے رنگا رنگ رسومات مختلف قوموں میں پیدا ہو گئیں۔ تاہم یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ یہ ساری تقریبات کم از کم چار ہزار سال سے چلی آ رہی ہیں۔

درخت اور شمعیں

جدید شجر کرسمس کا ماخذ اگرچہ دور وسطیٰ کا جرمنی سمجھا جاتا ہے مگر اس سے صدیوں پہلے ان کے آباؤ اجداد موسم سرما کے اسی موقع پر اپنے گھروں کو اسی طرح ہریالی اور شمعوں سے سجاتے تھے۔ چونکہ سدا بہار درخت اور پودے سخت سردی میں بھی ہرے رہتے ہیں اس لئے قدیم جرمن انہیں خصوصیت سے حیات یافتہ سمجھتے تھے۔ ان بت پرستوں کے نزدیک تقریبات سرما کے موقع پر ہریالی کا ہونا .... روح شجر و روح حیات و نمود (یا خدا کے شجر و خدا کے حیات و نمود) کی تعظیم و توقیر کی علامت تھی۔

اہل روما (رومن) سال کے ان مخصوص ایام میں درختوں کو کھلونوں اور جھلملاتی اشیاء سے آراستہ کرتے تھے۔ اور آئمہ دین سیبوں کو سنہری رنگ دے کر درختوں سے لٹکا دیتے تھے۔ یہ معلوم نہیں کہ یہ سلسلہ کب سے مقبول ہونا شروع ہوا۔ بعض کے نزدیک سدا بہار درختوں کو گول یا پھل جیسی اشیاء سے سجانا، باغ عدن۔ کے شجر حیات کی علامت ہے آکاش بیل اور ہیری کی بھی اسی طرح بہت تعظیم کی جاتی تھی۔ اس لئے کہ یہ پودے موسم سرما میں نہ صرف سرسبز رہتے تھے بلکہ پھل بھی دیتے تھے یعنی ایک بار پھر خدائے حیات و نمود کے سامنے سجدہ ریز ہوتے تھے محبت کی دنیا میں اس زمانے میں بھی آکاش بیل کی شاخ کے سائے میں آپس میں ملنا بڑا خوشگوار سمجھا جاتا ہے۔ ان حالات و واقعات کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ ہزاروں سال قبل کی ان رسومات کا آخر پیدائش مسیح سے کیا تعلق ہے کیونکہ پہلے لوگ بھی سورج کی حوصلہ افزائی بالکل اسی طرح چراغاں کر کے کیا کرتے تھے جس طرح آج کرسمس کے موقع پر الاؤ شمعیں اور دوسری روشنیاں جلا کر کی جاتی ہے۔

یول لاگ یعنی کرسمس کے موقع پر گول لکڑی کا جلانا اس قدیم رسم کو زندہ کرنا ہے جس کے مطابق آئندہ دن جلانے کے لئے بڑی احتیاط سے لکڑی منتخب کرتے تھے۔ لفظ یول کا ماخذ لفظ HWEOL ہے جس کے معنی پہیہ کے ہیں اور سورج کی مناسبت سے یہ اس کا نہایت موزوں علامتی نشان تھا۔ کرسمس میں خریداری کے اس جوش و خروش کے متعلق چوتھی صدی کا مصنف LIGANIUS بیان کرتا ہے کہ غیر عیسائی رومن سلطنت میں سال کا آخر تحائف لینے دینے اور دعوتیں کرنے کا تھا۔ چاروں طرف میزیں بھری نظر آتی تھیں اور ہر ایک شاہ خرچ بن جاتا تھا۔ سال بھر جمع کرنے والا ایک دم اپنا سرمایہ لٹانے لگتا تھا اور تحائف کی ندی بہہ اٹھتی تھی (بحوالہ CHRISTMAS (BY RITUALS OF TRADITIONS

پورے سال میں یہ وقت بلاشبہ خوشیاں منانے کا ہوتا تھا۔ آج ہی کی طرح ان مسلسل ضیافتوں میں یہ بات ضروری سمجھی جاتی تھی کہ کسی بھی میسر نشہ آور مشروب سے "تلاش روح موسم" کی جائے۔ نتیجۃً ہر طرف ایک عالم بے خودی طاری ہوتا تھا۔ مگر اُن دنوں آمد و رفت کے جدید ذرائع نہ ہونے کی وجہ سے مدہوش ڈرائیوروں کے ہاتھوں خوش قسمتی سے ٹریفک کے یہ بڑھتے ہوئے مہلک حادثات نہ ہوتے تھے جو آج کل اس موقع پر کئی ملکوں میں نظر آتے ہیں۔

سانتا کلاز

فصل کٹنے کی مشرکانہ خوشیوں کا ایک اہم حصہ اکتوبر نومبر میں HALLOWEEN یعنی ایام الاولیا کے نام سے شروع ہوتا تھا۔ اس میں نیک و بد دونوں قسم کی انسانی روحیں شامل سمجھی جاتی تھیں۔ اچھی بری خبریں لانے والے کئی ملکوں میں عموماً موسم سرما میں وارد ہوتے تھے سو ان بزرگوں سے متعلق مشرکانہ داستانوں میں روایات نے مل کر انہی جیسی چند اور شخصیتوں کو جنم دیا۔ جنہیں آج ہم مختلف قوموں میں ST. MARTIN — ST. NICHOLAS — FATHER X-MAS — SANTA CLAUS — THE WEIHNACHTSMANN اور PERE NOEL کے ناموں سے جانتے ہیں۔ الغرض جو نام بھی انہیں دیا جائے۔ موسم سرما کے یہ مہمان ایک ہی قسم کا کردار ادا کرتے ہیں ان افسانوی شخصیتوں یعنی جرمن مشرکین کے خداؤں کی عیسائی گری کا مقصد واضح طور پر ایسی لوک رسموں کو دوام بخشنا تھا جن میں ان کے منانے والوں کے لئے درجہ بدرجہ سزا و جزا ہوتی تھی۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ صدیوں سے یہ رسومات زیادہ تر بچوں کے گرد ہی گھومتی نظر آتی ہیں۔

ایک طرف آتش دان کے پاس لٹکتی ہوئی جرابیں اور جوتے۔ دودکش کے راستے آنے جانے والے SANTA اور دوسری طرف اسی آتشدان سے منسلک بھوتوں کے قدیم توہمات کے درمیان تعلق کا کھوجنا کوئی مشکل امر نہیں۔ یہ آتش دان گھروں میں آمد و رفت کے لئے خدایان شمس اور خدایان آتش کا قدرتی راستہ تھے۔ بالخصوص چینیوں میں ہزاروں سالوں سے یہ عام رواج تھا کہ وہ دیوتائے آتش کے استقبال میں گھروں کی جھاڑ پونچھ کیا کرتے تھے۔ ہر سال یہ دیوتا چمکیلی تیز سرخ ٹوپی اور سرخ واسکٹ پہنے دور آسمانوں سے نزول فرما کر جزا و سزا دیا کرتے تھے۔ مغربی دنیا

(بقیہ صفحہ ۸ پر ملاحظہ فرمائیں)

مبلّغ بنو

جلسہ سالانہ ۱۹۸۱ء میں محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ کی ایک فاضلانہ تقریر

ـــــ مؤرخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۸۱ء ـــــ

والذٰریٰت ذروًا ٥ فالحٰملٰت وقرًا ٥ فالجٰریٰت یسرًا ٥ فالمقسمٰت امرًا ٥ انّما توعدون لصادقٌ ٥ وان الدّین لواقعٌ ٥

ترجمہ:۔ گواہ ہیں اُڑا کر پھیلا دینے والی ہوائیں یا جماعتیں۔ پھر بوجھ اُٹھانے والی ہوائیں یا جماعتیں۔ پھر آہستہ آہستہ چلنے والی ہوائیں یا جماعتیں۔ پھر اس عظیم الشان امر کو تقسیم کرنے والی ہوائیں یا جماعتیں۔ جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے وہ یقیناً سچا ہے اور جزا اور سزا ضرور آکر رہے گی۔

میری عزیز بہنو اور پیاری بچیو! السّلام علیکم

ابھی جن آیات قرآنی سے میں نے اپنی بات شروع کی ہے یہ سورۃ الذٰریٰت کی پہلی چھ آیات ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے قسم کھائی یعنی گواہ ٹھہرایا ہے اُن ہواؤں یا جماعتوں کو جو اُڑا کر پھیلا دیتی ہیں۔ پھر بوجھ یعنی پیغام الٰہی کو لے کر چل پڑتی ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ کام کرتی ہیں۔ پھر اس عظیم الشان امر کو تقسیم کرتی ہیں یعنی دُنیا کے ہر کونے میں پہنچا دیتی ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ جو وعدہ تمہیں دیا جاتا ہے وہ یقیناً سچّا ہے اور جزا و سزا ضرور آکر رہے گی۔

یہ کون سی ہوائیں یا جماعتیں ہیں؟

جہاں تک ظاہری ہواؤں کا تعلق ہے اُن کا مشاہدہ تو اس کائنات میں ہم ہر روز کرتے ہیں کہ کس طرح موسمی ہوائیں چلتی اور اس زمین کو سرسبز و شاداب بناتی ہیں یا تیزی و تندی سے تباہ اور برباد کرتی ہیں۔ لیکن قرآن کریم نے بار بار اس مادی دُنیا کی مثال دے کر دینی اور رُوحانی قانون کو بیان فرمایا ہے اور اب تو موجودہ سائنس بھی اس بات کو جان اور مان گئی ہے کہ اس مادی دُنیا کے ساتھ ساتھ بالکل ایسی ہی ایک رُوحانی دنیا چل رہی ہے۔ اسی لئے جب ہمارے حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جہالت کے اندھیروں اور گمراہی اور گناہوں سے اس جلتی ہوئی دنیا پر ابرِ رحمت بن کر تشریف لائے تو اس کا نقشہ مشہور قومی شاعر حضرت مولانا حالی مرحوم نے یوں کھینچا ہے کہ ؎

گھٹا اک پہاڑوں سے بطحا کے اُٹھی + پڑی یک بیک چار سو دھوم جس کی

کڑک اور دمک دُور دور اس کی پہنچی

جو ٹیگس پہ گرجی تو گنگا پہ برسی

رہے اُس سے محروم آبی نہ خاکی

ہری ہو گئی ساری کھیتی خدا کی

ہمارے حضور نبی کریم صلعم تو اس پیغام الٰہی کے آبِ حیات یعنی دینِ اسلام کو اپنی اُمت کے سپرد کر کے تشریف لے گئے۔ اب یہ کون سے لوگ ہیں جو اس پیغام کو دنیا میں پھیلا سکتے ہیں؟ اس سوال کا جواب ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو مبلّغ کہلاتے ہیں۔ یعنی دین اور نیکی کی تبلیغ کرنے والے۔ اور خُدا کی وحدانیت اسلام اور قرآن کی نعمت سے بنی نوعِ انسان کو روشناس کرانے والے!

بدقسمتی سے ہمارے دماغوں اور دلوں میں مبلغ کی تعریف اور اس کا کام بہت محدود ہو گیا ہے جس کی شرائط یہ ہیں کہ وہ لوگ جو پہلے تو مذہب۔ قرآن۔ حدیث اور شریعت کا گہرائی سے مطالعہ کریں۔ عربی اور اس کے قواعد صرف و نحو کو یاد کریں۔ اُردو انگریزی میں ڈگریاں لیں۔ مولوی۔ مولوی فاضل کے امتحان پاس کریں۔ پھر اپنی زندگیاں تبلیغ مذہب کے لئے وقف کر دیں۔ اور پھر کسی انجمن یعنی کسی دینی ادارے کے نوکر ہو کر مذہب کو پھیلانے کا کام شروع کریں اور کافروں کو مُسلمان بنائیں۔ یہ معیار بالکل صحیح ہے اور جو بندگانِ خُدا اس راہ میں چل پڑیں اور کامیابی سے منزلِ مقصود تک پہنچ جائیں اُن کے مقام کا کیا کہنا۔ اُن کے نام اور اُن کے کام صفحۂ دہر پر روشنی کے میناروں کی طرح چمکتے رہتے ہیں۔ یہ تو بہت ہی اعلیٰ مقام ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے ایثار اور اپنی زندگیاں وقف کر دینے کے بعد ہر ایک مسلمان کا خواہ مرد ہو یا عورت فرض ادا ہو گیا اور اب ہم آرام سے بیٹھ جائیں کہ ہمارے مبلّغ کام کر رہے ہیں اور کسی کو بُرائی سے روکنا یا کسی کی غلط فہمی دور کرنا یا بھلائی کی بات کہنا ہمارا نہیں بلکہ ایک عالم اور مبلّغ کا کام ہے۔

مبلغ کا لفظ بہت وسیع ہے اور دنیا کی ہر ایک نیکی۔ خوبی اور بھلائی خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی یا حقیر ہو اس کو عملی طور پر اپنانے اور دُوسروں کو بتلانے والا ہر انسان مبلّغ ہے۔ اس کے لئے نہ تو بہت اعلےٰ اور گہرے علم کی ضرورت ہے اور نہ ہی دُنیا اور اس کے فرائض سے کنارہ کشی کرنے کی ضرورت ہے۔

اِسلام دینِ فطرت اور بہت پیارا مذہب ہے۔ اس نے مُسلمان کے دین اور دنیا کو ساتھ ساتھ رکھا ہے چنانچہ ایک بہت جامع قرآنی دُعا جو ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو بہت پسند تھی وُہ ہے:۔

”ربّنا اٰتنا فی الدّنیا حسنۃً وفی الاٰخرۃ حسنۃً وقنا عذاب النّار“ اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی اور بہتری دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچانا۔“ اگر آپ ایک خدا کو مانتی اور اس کو حاضر و ناظر جانتی ہیں۔ آپ کو نیکی بدی کی تمیز ہے اور آپ مخلوقِ خدا کو بدی سے بچنے اور نیکی کرنے کی نصیحت کرتی ہیں تو آپ مبلّغ ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ ہماری گذری ہوئی نسل میں بہت سی پردے میں رہنے والی اور گھر کی چار دیواری میں زندگیاں ختم کر دینے والی بزرگ ہستیوں کے نام اللہ تعالےٰ کی لوحِ محفوظ میں مبلغوں میں لکھے ہوئے ہوں گے۔ وہ نیک ہستیاں جو نہ صرف اپنے بچوں بلکہ گلی اور ہمسائے کے بچوں کو جب لڑتے۔ گالی گلوچ کرتے پاتی تھیں تو اس بُرائی سے روک کر خُدا کا خوف دلاتی اور سچ بولنے۔ آپس میں صُلح صفائی سے رہنے کی تلقین کرتی تھیں۔ اگر صرف قرآن شریف اور اُردو کی شُدبُد بھی اُن کو آتی تھی تو اپنے اور پرائے بچوں کو قرآن شریف اور اُردو پڑھاتی تھیں۔ بے خبر اور اَن پڑھ عورتوں کو شرک اور قبر پرستی سے روک کر صرف اللہ تعالےٰ سے اپنی حاجت بیان کرنے اور اس پر بھروسہ کرنے کی نصیحت کرتی تھیں ویسے ان کا اپنا رویہ۔ صبر و قناعت، دُکھ سکھ میں اللہ کا شکر۔ اور اُس کی یاد میں زندگی بسر کرنے کی وجہ سے دُوسروں کے لئے خود بھی وہ ایک بہترین نمونہ تھیں۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آجکل ہمیں اتنی بھی توفیق نہیں رہی اور ایک عیب ہی ہمیں وہ یہ ہے کہ موجودہ سائنس کی ترقی اور اس کی جادو نما رفتار نے ہمیں جلد باز بنا دیا ہے ہم چاہتے ہیں کہ اگر ہم کسی کو اچھی بات یا مذہبی نصیحت کریں تو اُسی وقت اُس پر اس کا اثر ظاہر ہو جائے۔ جو ہماری ہاں میں ہاں ملائے وہ تو سرخرو باقی سب گنہگار کافر،

بزرگوں کا قول ہے کہ ”نیکی کر دریا میں ڈال“ یعنی نیکی کر کے بھول جاؤ۔ کی ہوئی نیکی کبھی ضائع نہیں جاتی۔ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ اگر کسی عیسائی یا غیر مذہب والے سے دینی بحث چھڑ جائے تو ہم لوگ بہت جلد جوش میں آ جاتے ہیں۔ کہ بس مخاطب ابھی قائل ہو کر کلمہ پڑھ لے۔ ورنہ ہار ہو جائے گی۔ حالانکہ یہ آیت فالجٰریٰت یسرًا ہمیں

(بقیہ صـ۸ پر ملاحظہ فرمائیں)

جناب چوہدری بشیر احمد اظہر - بیداد پور

کاش چودہویں اور پندرہویں صدی کے کسی عالم کو یہ کشفی نظارہ نصیب ہو جائے!

قرآن کریم فرماتا ہے کہ علماء اللہ تعالےٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے بندے ہوتے ہیں۔ وہ بہت پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں تاکہ ان سے کہیں کوئی خطا نہ ہو جائے جس کی وجہ سے اللہ تعالےٰ ان سے ناراض ہو جائے اور وہ جب اسکے حضور کھڑے ہوں تو اپنی لغزشوں کی بدولت اسکے سامنے نادم اور شرمندہ نہ ہونا پڑے کیونکہ انبیاء کے بعد اُنکی اُمتوں کی صحیح راہنمائی کرنے اور انکی تعلیم کو اس کی اصلی شکل و صورت اور روح کے مطابق قائم رکھنے کی بھاری ذمہ داری ان ہی پر عائد ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ کی حدیث کے مطابق علماء کو انبیاء کے وارث اور بنی اسرائیل کے انبیاء کے مشابہ قرار دیا گیا ہے۔ اگر کسی اُمت کے دینی راہنما ہی اس کے اصولوں کو بگاڑ دیں تو "کجا ماند مسلمانی"

قرآنِ کریم میں قدم قدم پر مسلمانوں کو یہودیوں اور عیسائیوں کی روش اختیار کرنے سے روکا اور اس کے ہولناک نتائج سے آگاہ کیا گیا ہے۔ ان کے احبار و رہبان نے بھی اپنی اصلی تعلیم سے ہٹ کر انہیں ایسے راستوں پر ڈال دیا جن سے وہ تفرقہ بازی کا شکار ہو کر گروہوں میں بٹ گئے۔ اور اللہ تعالےٰ کے غضب کا شکار ہو گئے۔ سورۃ فاتحہ میں اسی لئے صراطِ مستقیم پر قائم رہنے اور مغضوب علیہم اور ضالین کی راہیں اختیار کرنے سے بچنے کی دعا سکھائی گئی ہے تاکہ مسلمان اللہ تعالےٰ کے انعامات کے مستحق ہو کر صدیقوں اور شہیدوں اور اس کے مقرب بندوں میں شامل ہو جائیں لیکن نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ایسا نہ ہو سکا۔ آنحضرتؐ کی اُمت بھی تکفیر بازی کا شکار ہو کر انہی راستوں پر چل نکلی جن پر یہود و نصاریٰ چلے تھے اور اس کے باعث اُسے آج جن مصائب اور مشکلات کا سامنا ہے اور جو خطرات اس کے آس پاس بڑی خوفناک شکل میں منڈلا رہے ہیں وہ سب کو نظر آ رہے ہیں لیکن احساس زیاں جاتا رہا ہے۔ اس صورتِ حالات کو دیکھتے ہوئے میرے دل میں بڑی شدت سے یہ آرزو پیدا ہوتی ہے کہ کاش امتِ مسلمہ کے علماء کو یہ کشفی نظارہ دیکھنا نصیب ہو جائے کہ وہ آنحضورؐ کی عدالت میں پیش ہوں اور حضورؐ انہیں ان کی غلطیوں کا احساس دلانے کے لئے ان سے سوال و جواب کی صورت میں اس طرح مخاطب ہوں۔

۱:- کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب کوئی فرد دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا تو وہ بروئے شریعت مسلمان کہلاتا تھا اور وہ میرے صحابہ میں داخل ہو جاتا تھا —— علماء کے پاس سوائے اسکے اور کیا جواب ہے کہ حضورؐ ایسا ہی ہوتا تھا۔

۲:- کیا تمہیں کوئی ایسی وضعی حدیث بھی ملی ہے کہ میں نے اپنے صحابی پر کفر کا فتویٰ دے کر اُسے دائرہ اسلام سے خارج کر دیا تھا۔

میں یقین سے کہتا ہوں کہ ساری احادیث چھان ماریں ان میں سے کوئی ایسی حدیث نہیں ملے گی اس لئے علماء کا جواب یقیناً نفی میں ہی ہوگا۔

۳:- کیا میرے بعد میرے چار خلفاء میں سے بھی کسی نے کسی مسلمان پر کفر کا فتویٰ جاری کر کے اُسے دائرہ اسلام سے خارج کر دیا تھا؟

علماء کے پاس اس کا بھی کوئی تاریخی ثبوت موجود نہیں اس لئے انہیں یہی جواب دینا ہوگا کہ ایسا کبھی نہیں ہوا۔

۴:- ان تین سوالات کے بعد حضور صلعم کی طرف سے یہی سوال ہو سکتا ہے کہ اگر میں نے اور میرے خلفاء نے ایسا نہیں کیا اور نہ ہی اس بارے میں کوئی وضعی حدیث تک تم میرے سامنے پیش کر سکتے ہو تو پھر بتاؤ تم نے تکفیر بازی کا ہتھیار کہاں سے حاصل کر کے مسلمانوں کے اتحاد اور اجتماعیت پر اتنی کاری ضرب لگائی کہ وہ اب اس سے جانبر نہیں ہو سکتے اور میرے منکرین کے ہاتھوں رسوا ہو رہے ہیں!

اس کا ان کے پاس کیا جواب ہو سکتا ہے سوائے اس کے کہ شرمساری اور ندامت سے اُن کے سر جھک جائیں اور اپنی اس خطا کی معافی مانگیں۔ اور رحمۃ اللعالمین یہ فرما دیں کہ جاؤ ان تمام فتووں کو اکٹھا کر کے فوراً آگ میں پھینک دو۔ اور آئندہ ایسا فتوےٰ مت دو۔ کیونکہ یہ قرآن اور میری تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔ یہی وہ زہرِ قاتل ہے جس نے جسدِ اُمت کے ریشے ریشے میں سرایت کر کے اُسے بے جان بنا دیا ہے۔ اُسے صحت مند قومی زندگی تب ہی حاصل ہو سکتی ہے جب تکفیر بازی کا یہ زہر اس کے جسم سے نکال پھینکا جائے اور اسے اس ایک نکتہ پر جمع کر دیا جائے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

رپورٹ :- ارشد حسین سیکرٹری شبان الاحمدیہ لاہور

جلسہ انتخاب

۲۸ جنوری ۱۹۸۲ء کو شبان الاحمدیہ لاہور کے زیر اہتمام عید میلاد النبیؐ کا ایک جلسہ منعقد ہوا تھا جس کی صدارت سیدنا حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے فرمائی۔ جلسہ کے بعد شبان الاحمدیہ کا انتخاب ہوا۔ اس کی صدارت بھی جناب امیر ایدہ اللہ نے فرمائی۔ اور سیکرٹری کے فرائض رشید احمد بیگ صاحب نے سرانجام دیئے۔

جناب اکرام سعید خاں صاحب نے لاہور میں مقیم شبان کو منظم کرنے اور شبان الاحمدیہ مرکزیہ کو مدد دینے اور شبان الاحمدیہ لاہور کے انتخاب کی ضرورت پر روشنی ڈالی اور اس کا طریق کار بیان کیا۔ سب سے پہلے صدر کا چناؤ ہوا اور چوہدری ظہور اکبر الٰہی صاحب کو صدر شبان الاحمدیہ لاہور منتخب کیا گیا۔ سیکرٹری شپ کے لئے خاکسار راقم الحروف (ارشد حسین) چنا گیا۔ خازن منصور جاوید صاحب منتخب ہوئے۔ حلقہ وار انتخاب میں احمدیہ بلڈنگس سے رشید احمد بیگ اور سکندر حیات ہاشمی منتخب ہوئے اور دارالسلام سے جناب شاہد جنجوعہ اور ارشد علوی کو چنا گیا۔

انتخاب کے بعد سیدنا حضرت امیر جماعت نے نو منتخب عہدیداران مع شبان سے عہد لیا کہ وہ ایک مثالی احمدی بننے کی کوشش کریں گے۔ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام کی ہدایات کی صدقِ دل سے تعمیل کریں گے۔ ایک دوسرے کی اصلاح میں کوشاں رہیں گے۔ باہمی ذمہ داریوں کی یاد دہانی کراتے رہیں اور دین کو دنیا پر بہرحال مقدم رکھیں گے۔

آخر میں سیدنا حضرت امیر نے شبان سے مختصر خطاب فرمایا اور دُعا کی کہ :-

اللہ تعالےٰ آپ سب کو اپنے عہد پر قائم رہنے کی توفیق دے اور آپ کو پاکستانی معاشرہ میں ایک مثالی اور نافع الناس انسان بننا نصیب ہو۔ آمین!

حدیثِ نبویؐ :-

فرمایا رسول اللہ صلعم نے تم مجھے چھ باتوں پر عمل کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

(۱) سچ بولو۔ (۲) وعدہ پورا کرو (۳) امانتدار بنو (۴) کسی پر زیادتی نہ کرو (۵) غیبت نہ کرو (۶) بدکاری سے بچو

مکرم مرزا محمد لطیف شاہد صاحب ، لاہور

الصّلوٰۃ عماد الدّین

قرآن مجید نے توحید الٰہی کے بعد جن امور پر سب سے زیادہ تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اور وہ رکن جن پر بنائے اسلام میں خاص طور پر تاکید فرمائی گئی ہے وہ نماز باجماعت ہے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسوہ ہمارے سامنے ہے کہ آپ نماز باجماعت کی کتنی پابندی فرمایا کرتے تھے۔ اور اپنے صحابہ کو بھی اس کی بڑی اہمیت جتلایا کرتے تھے پھر اس نماز کے ادا کرنے کے بارے میں آپ کی ہدایات ہیں جن پر عمدگی سے ہر مسلمان کو کاربند ہونا چاہیئے۔ اور اپنی نئی نسل کو بھی اس کا بچپن سے ہی عادی بنانا چاہیئے۔ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا تکرار اور عملی نمونہ باعث برکت ہوتا ہے لیکن حالات کی تبدیلی اور گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے بعض ایسی باتیں ہیں جن سے ہم ناواقفیت کی صورت میں صرفِ نظر کر کے ایک ایسی صورت پیدا کر رہے ہیں جو کہ کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ایک خاص پروگرام سے یہ باتیں اپنے بچوں کے ذہن میں ایسی راسخ کریں کہ ان کو چھوڑنا یا ان کو اختیار نہ کرنا ان سے ناممکن ہو جائے۔

پہلی بات اپنے نمونہ کے ساتھ اپنی نسل میں یہ منتقل فرمائیں کہ ہم نے ہر حالت میں نماز باجماعت ادا کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ قرآن مجید نے مسلمان قوم کی یہ صفت بیان فرمائی ہے یقیمون الصلوٰۃ۔ وہ نماز کو قائم کرتے ہیں۔ قیام کے لفظ میں یہ نقطہ بیان فرمایا ہے کہ ان کو اس کی ادائیگی کے لئے جد و جہد تسلسل اور خاص توجہ سے کام لینا پڑتا ہے۔

اس روح کو تازہ اور یاد دہانی کے طور پر بعض مسائل کا ذکر کیا جاتا ہے۔

نمازِ باجماعت کی اہمیّت

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:۔

صلوٰۃ الجماعۃ تفضّل صلوٰۃ الفرد بسبع وعشرین درجۃ۔

باجماعت نماز (گھر میں) اکیلے نماز ادا کرنے سے ستائیس گنا زیادہ ثواب کا درجہ رکھتی ہے۔

صحابہ کرامؓ سوائے اشد مجبوری۔ بیماری یا ایسی ضرورت جو کہ ان کے بس سے باہر ہو ہر نماز مسجد میں آ کر ادا فرمایا کرتے تھے۔

اسی طرح حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک حدیث میں یہ بیان فرماتے ہیں کہ:۔

"جو شخص چالیس روز تک جماعت میں شامل ہو کر اس طرح نماز ادا کرے کہ تکبیر تحریمہ کو بھی فوت (ضائع) نہ ہونے دے تو اللہ تعالےٰ اس کے واسطے دو چیزوں کا اس سے دور ہونا لکھ دیتا ہے۔ ایک تو نفاق ہے۔ اور دوسرے آگ سے۔

نمازِ باجماعت کی اہمیّت کے ساتھ جس بات کی اشد ضرورت ہے کہ نماز کے اندر جو قرآن کریم کا حصہ اور ادعیہ ماثورہ جو کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے مروی ہیں ان کا اچھی طرح ترجمہ اور ان کی تفسیر بچوں اور ترجمہ نہ جاننے والوں کے ذہنوں میں راسخ ہو جاویں۔ اور یہ جو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بیان فرمایا ہے۔ قرۃ عینی فی الصلوٰۃ میری آنکھوں کو ٹھنڈک، آرام سکون۔ اس وقت ملتا ہے جب میں نماز ادا کرنے میں مصروف ہوتا ہوں۔ اور یہ کیفیت اس وقت ممکن ہے جب انسان معانی کو اچھی طرح سمجھتا ہو۔ مشاہدہ میں یہ بات آئی ہے کہ بعض لوگ بڑے اخلاص سے نماز ادا کرتے ہیں لیکن معانی سے بے خبر ہوتے ہیں۔ ان کو ادائیگی نماز کا یقیناً ثواب ملے گا اور جب ان کو معنوں سے اچھی طرح واقفیت ہوگی اس کا دل پر بڑا گہرا اثر پڑے گا۔ اور ثواب بھی دوچند ہوگا۔ فرمانِ الٰہی کی اطاعت اور ادائیگی نماز کے کچھ آداب بھی حضرت نبی کریمؐ نے بیان فرمائے ہیں ان سے آگاہی بھی بڑی ضروری ہے مثلاً آپ کا ایک ارشاد گرامی ہے:۔

من صلّے رکعتین لم یحدث نفسہ فیھما بشیءٍ من الدنیا غفرلہ ما تقدم من ذنبہٖ

جس شخص نے نماز کی دو رکعت ادا کیں اور نماز کی ادائیگی کے دوران دنیا کی کسی چیز کا خیال اپنے دل میں نہ لایا۔ تو اس کے پہلے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

عام طور پر یہ سنا جاتا ہے کہ یہ بڑا مشکل ہے۔ یہ ہے بھی درست کیونکہ خود اللہ تعالےٰ فرماتا ہے انھا لکبیرۃ الا علی الخٰشعین۔ ان سے بچنا واقعی بڑا مشکل ہے لیکن اگر انسان اپنے اوپر خشوع و خضوع کی حالت پیدا کرنے کی کوشش کرے تو پھر یہ مشکل نہیں رہے گا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جس وقت ہم نماز ادا کرتے تھے اگر کوئی پرندہ بھی ہمارے سروں کے اوپر آ کر بیٹھ جائے تو اسوقت اس کو اس بات کا خوف نہیں ہوتا تھا کہ کوئی مجھے پکڑ لے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرامؓ کس طرح خشوع و خضوع سے نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔

حضرت اقدس کے اصحاب بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت سے یہ پوچھا گیا کہ نماز میں دنیاوی خیالات سے کس طرح چھٹکارا پایا جاوے تو آپ نے فرمایا اصل میں جب دل میں خشیۃ اللہ کا غلبہ ہو اسوقت کسی اور خیال کا [illegible] سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب کسی سرکاری اہلکار سے ملتے ہیں یا فریاد پیش کرتے ہیں تو کیا اسوقت کوئی اور خیال دل میں آتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی محبت اور نور کا فتیلہ روشن ہو۔ تو دھیان کسی اور طرف جاتا ہی نہیں۔" (ملفوظات) اسی طرح یہ بھی ایک نسخہ ہے۔ انسان ایسے موقع پر ان الفاظ کو بار بار دہرائے جو نماز میں پڑھے جاتے ہیں۔ اور توجہ پر بھی زور دے۔ اور سجدہ کی جگہ پر نظر گاڑنے سے بھی دنیا کے خیالات انسان کے دل سے نکل جاتے ہیں۔ اور حضرت نبی کریمؐ فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالےٰ اس نماز کی طرف نہیں دیکھتا جس میں نماز ادا کرنے والا اپنا دل مع بدن سے حاضر نہیں ہوتا۔"

اس حدیث پر بھی انسان اگر توجہ سے غور کرے تو اس کے نتیجہ میں بھی دنیاوی خیالات پر غلبہ پایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ایک اور روایت میں اس طرح آیا ہے کہ آپ کی ازواج مطہرات میں سے کسی نے ادب سے آپؐ سے دریافت کیا کہ وضو کے وقت آپ کا رنگ کیوں زرد ہو جاتا ہے آپ نے جواب دیا۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے والا ہوں"

والدین کا یہ فرض ہے کہ وہ اچھی طرح بچوں کو یہ سمجھائیں کہ جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوں تو کس طرح ارکان ادا کرنے سے پہلے قیام کریں۔ اور بچوں کو خاص طور پر سمجھائیں کہ جب اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کریں تو دونوں ہاتھ اوپر اٹھائیں۔ اس طرح کہ دونوں ہتھیلیاں تو دونوں شانوں کے مقابل ہوں اور دونوں انگوٹھے کانوں کی لو کے سامنے اور انگلیوں کے سرے کانوں کے مقابل پر ہوں۔ اور ہتھیلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہو اور انگلیاں بند نہ ہوں۔ اور کھلی ہوئی بھی نہ ہوں۔ عام طبعی حالت میں جیسے ہوتی ہیں ویسے ہی ہوں۔ مقتدی۔ نماز پڑھنے والا اکیلا ہو۔ یا امام کے ساتھ ہو وہ بھی اللہ اکبر کہے اور ہاتھوں کو نیچے جھکائے اور پھر دونوں ہاتھ ناف کے اوپر اور چھاتی کے نیچے اس طرح باندھے کہ دایاں ہاتھ اوپر اور بایاں نیچے ہو۔ اس میں بعض اوقات عجیب و غریب حالت دیکھنے میں آتی ہے۔ حضرت نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو بائیں ہاتھ کے دستے پر مضبوطی سے رکھے یعنی دائیں ہاتھ کی

(بقیہ صفحہ ۸ کالم ۱ و ۲)

دنیا کے مختلف حصوں سے دینِ حقّہ پر احمدیہ لٹریچر کی مانگ

اقصائے عالم سے آمدہ خطوط کی ایک جھلک

ترجمہ و ترتیب :- محمد شریف چوھدری

(۱) نائیجیریا سے عبدالواسع ناصر تحریر کرتے ہیں :-

پیارے اسلامی بھائی ! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کا مرسلہ خط اور قیمتی کتب کا تحفہ ۱۲/۸۱ کو موصول ہوا۔ شکریہ۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے مجھ پر جو کیفیت طاری ہوئی ہے اس کو میں بیان نہیں کر سکتا۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اسلام ایک مذہب ہی نہیں بلکہ مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کتابوں کے فاضل مصنفین پر اپنی برکات اور رحمتیں نازل فرمائے۔ اور آپ کی جماعت تبلیغ دین و اشاعتِ قرآن کریم کا مضبوط قلعہ بنائے۔ آمین

حضرت مولانا محمد علی رح کے انگریزی ترجمہ قرآن کے متعلق آپنے فرمایا ہے کہ زیر طبع ہے۔ طباعت کے بعد ایک نسخہ ارسال کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

(۲) جنوبی فلپائن سے الغفار ایم. گوزنگ الحاج صاحب جو وزارتِ تعلیم و ثقافت میں سپروائزر ہیں تحریر فرماتے ہیں :-

جنابِ محترم السلام علیکم !

میری دلی تمنا یہ ہے کہ میں اپنے آپ کو دینی علم کے زیور سے آراستہ کروں۔ میں تبلیغ دین کی خاطر اپنے آپ کو وقف کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ لہٰذا مجھے کچھ مفت لٹریچر اور درج ذیل قیمتی کتب ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں :- مسلم پریر بک - مینول آف حدیث اور انگریزی ترجمہ قرآن۔

(۳) بنگلہ دیش سے مولانا عبدالمتین صاحب جو انگریکیلچرل جامع مسجد فارم گیٹ ڈھاکہ میں امام ہیں رقمطراز ہیں :-

مکرم و محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

جناب والا ! ایک شخص نے حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کی تفسیر بیان القرآن یعنی اردو ترجمۃ القرآن مع حل لغات و حواشی مجھے مطالعہ کرنے کے لئے دیا تھا۔ مطالعہ کے بعد مجھے مذکورہ تفسیر بہت عمدہ اور اچھی معلوم ہوئی۔ میں ڈھاکہ شہر کے اگریکیلچرل جامع مسجد کا امام ہوں یہاں کے کرام نے اس مسجد میں روزانہ تفسیر سنانے کی خواہش ظاہر کی اگرچہ میں نے تفسیر شروع کر دی ہے مگر مجھے تشنگی و سکون حاصل نہیں ہے اس لئے مولانا کی تفسیر کی مجھے سخت ضرورت ہوئی۔ جس شخص نے مجھے مولانا کی تفسیر دی اس نے مجھے آپ حضرات کے پاس خط بھیجنے کے لئے کہا اور یہ بھی کہا کہ آپ کی انجمن اشاعت دین کے لئے مولانا کی تفسیر اور دوسری نایاب کتب FREE دیا کرتے ہیں اگر آپ میرے مسجد کے پتہ پر مولانا موصوف کی تفسیر مکمل تین حصے بھیجدیں تو خود مجھے اور بندگانِ خدا کو فائدہ پہنچے گا۔

(۴) گھانا سے الحاج ثانی آدم تحریر کرتے ہیں۔

برادرانِ مکرم السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپکے نوازش نامہ مؤرخہ ۱۱/۸۱/۱۵ کی وساطت سے پاکستان میں احمدی بھائیوں کی خیریت سے آگاہی حاصل ہوئی۔ شکریہ میرے لئے یہ خبر انتہائی باعثِ مسرت ہے کہ آپنے مجھے چند اسلامی کتب روانہ کی ہیں ابھی تک یہ کتب نہیں ملیں۔ انشاءاللہ جلد ہی مل جانے کی توقع ہے۔

میرے وطن گھانا میں احمدی بھائیوں کی اکثریت احمدیت سے نابلد ہے لیکن وہ سب اپنے آپ کو احمدی کہلانے پر فخر محسوس کرتے ہیں آپ کی انجمن سے رابطہ پیدا کرنے کا میرا مقصد یہ ہے کہ آپ مجھے زیادہ سے زیادہ دینی لٹریچر ارسال کر کے میری مدد فرمادیں۔ تاکہ میں ان احمدی بھائیوں کو احمدیت کی صحیح تعلیم سے روشناس کرا سکوں۔ بعض متنازعہ فیہ مسائل پر مشتمل کتب بھی جو احمدی نقطۂ نظر کی ترجمانی کرتی ہوں بھیجیں۔ تاکہ میں اپنے علم میں اضافہ کے علاوہ دوسرے بھائیوں کی راہنمائی بھی کر سکوں۔

(۵) امریکہ سے JOIL S. FLAKS لکھتے ہیں۔

برادرانِ مکرم السلام علیکم !

میں امریکہ کی مذہبی جیل میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہا ہوں۔ میرا نام یاسین ہاشم ہے۔ جیل میں مجھے اس نام سے پکارنے کی اجازت نہیں۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہم عیسائیوں کے درمیان پھنسے ہوئے ہیں۔ عیسائی ہمیں مطالعہ کے لئے بائبل دیتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ہمارے ذرائع اتنے قلیل ہیں کہ ہم اسلامی کتب خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ ایک دفعہ میں نے ایک ادارہ کو لکھا جو اسلامی لٹریچر کا کاروبار کرتا تھا۔ کہ خدا کے واسطے کچھ دینی لٹریچر عنایت فرمادیں لیکن مایوس ہوا ہوں۔ اس لئے آپ کی بین الاقوامی تنظیم سے درخواست کرنے پر مجبور ہوں۔ کہ اسلام اور قرآن کی تعلیمات پر زیادہ سے زیادہ لٹریچر ارسال کر دیں اللہ تعالےٰ آپ کو اس کارِ خیر کا اجر ضرور دے گا۔

***

بے زری کا کیا ہے شکوہ ہمتِ عالی تو ہے
عزمِ مردانہ دکھاؤ مشکلیں گو ہوں ہزار
ہاتھ سے جانے نہ پائے خدمتِ دیں کا یہ وقت
پھر خدا جانے کہ کب آئیں گے یہ لیل و نہار

دوستاں خود را نثارِ حضرتِ جاناں کنید
در رہِ آں یارِ جانی جان و دل قرباں کنید
آں دلِ خوش باش را کاندر جہاں جوید خوشی
از پئے دینِ محمدؐ کلبۂ احزاں کنید

از تعیش ہا بروں آئید اے مردانِ حق
خویشتن را از پئے تبلیغ سرگرداں کنید"

اخبارِ احمدیہ

* سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کراچی وملتان کی جماعتوں کے دورہ سے واپس تشریف لا چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے تربیتِ جماعت کے سلسلہ میں آپ کے اس تربیتی دورہ کو کامیاب فرمایا ہے۔ اور جماعتوں میں بیداری اور نئی روح پیدا ہوئی ہے۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

* جامع احمدیہ دارالسلام میں قرآن مجید کا درس نماز فجر کے بعد روزانہ ہوتا ہے۔ حضرت امیر تلاوت کردہ آیات کے معانی و مطالب اور معارف بیان فرماتے ہیں اور عصر حاضر کے پیدا کردہ پیچیدہ انسانی مسائل کا حل قرآن کریم کی روشنی میں کھاتے ہیں۔ حاضرین کلام الٰہی کے رموز و اسرار سے عام فہم الفاظ میں آگاہ ہو کر بڑے محظوظ ہوتے اور وجد میں آتے ہیں۔ مکرم میاں نصیر احمد فاروقی صاحب کا ہفتہ وار درس بھی بدستور جاری ہے۔ درس سے پہلے چائے پیش کی جاتی ہے۔

* جماعت احمدیہ انڈونیشیا (شاخ لاہور) کے صدر جناب پروفیسر احمد محمد صاحب گذشتہ دنوں کسی تعلیمی کانفرنس میں شرکت کے سلسلہ میں بھارت آئے تھے۔ مرکز سے محبت آپ کو دو دن کے لئے لاہور بھی لے آئی۔ آپ کے اعزاز میں انجمن کی طرف سے دارالسلام میں ایک عصرانہ دیا گیا۔ چائے کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ، مہمان گرامی قدر اور جناب جنرل سیکرٹری مکرم مرزا مسعود بیگ صاحب نے حاضرین سے انگریزی میں خطاب فرمایا اور دعا کے بعد یہ مبارک تقریب ختم ہوئی۔

رپورٹ ا۔ ارشد حسین

پہلا رابطہ اجلاس شبان الاحمدیہ لاہور

منعقدہ ۵/۲/۸۲ بمقام جامع احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس لاہور

جلسہ کی کارروائی کا آغاز ارشد حسین کی تلاوتِ قرآن پاک سے ہوا۔ سیکرٹری نے اس جلسہ کے انعقاد کی غرض و غایت بیان کی اور صدر شبان الاحمدیہ کو اظہار خیال کی دعوت دی۔ صدر صاحب کے بعد سب عہدیداران نے اپنا تعارف کرایا۔ تعارف کے بعد صدر صاحب نے شبان سے اپنے خطاب میں فرمایا: (۱) ہماری تنظیم کا مقصد اپنے نوجوانوں کی علمی اور عملی اصلاح ہے اور اس میدان میں آگے آنے والوں کی امداد و معاونت کرنا ہے (۲) ہماری دوسری غرض نوجوانوں کو دینی تعلیمات سے آراستہ کرنا اور تحریکِ احمدیت سے روشناس کرانا ہے۔ اس سلسلہ میں انہیں ضروری لٹریچر مہیا کیا جائیگا۔

صدر نے بزرگانِ سلسلہ سے درخواست کی کہ وہ اپنے تجربات کی روشنی میں ہماری مدد فرمائیں اور ترقی کے لئے طریق کار وضع کر کے ہمیں دیں۔ آپ نے نوجوانوں کو اپنے اندر عمدہ دینی خصائل پیدا کرنے پر زور دیا۔ تحریک احمدیت کے انسائیکلوپیڈیا مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے بھی شبان کو اپنی عمدہ تقریر سے نوازا اور فرمایا کہ نوجوانوں میں احیائے عمل کی اس تحریک سے مجھے خوشی ہے اس سے اُن کے اخلاق و اعمال سنور یں گے اور وہ احمدیت کے درخشاں ستارے بننے کی کوشش کریں گے۔

آپ نے بتایا کہ اس دور میں احیائے دین کی تحریک کے بانی حضرتِ اقدس بانئے سلسلہ احمدیہ تھے جن کی تڑپ لگن مسلسل کوشش اور نوائے سحرگاہی کے طفیل آج ہر طرف احیائے دین و سنت کا چرچا ہے اور یہ پھلے پھولے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

آپ نے شبان کو نصیحت فرمائی کہ انسانوں کے عمدہ اجتماعی اخلاق کا اثر اچھے نتائج پیدا کرتا ہے لہٰذا آپ سب اپنے اپنے انفرادی اور اجتماعی نمونہ میں اثر اور کشش پیدا کریں۔ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کی تقریر کے بعد جلسہ ختم ہوا۔

نالہ وہ کیا اے ہمنشیں! چرخ کو جو ہلا نہ دے

حالِ زبون قوم کا کچھ بھی نہ چارہ ہو سکا
رُزِ ازل کا ہے لکھا کون اسے مٹا سکے

قابلِ دار میں ہوں گر جُرم میرا خطا مری
پوچھتا تھا میں بار بار کچھ نہ مگر بتا سکے

خاتمِ انبیاءؐ کے بعد حضرت عیسیٰؑ آئیں کیوں
دل میں تو کہتے تھے وہی لب نہ مگر ہلا سکے

دعویٰ اُلفت ان کا میں کس طرح مان لوں ہے سچ
دستِ دعا نہ ایک دن میرے لئے اُٹھا سکے

نالہ وہ کیا اے ہمنشیں! چرخ کو جو ہلا نہ دے
آہ وہ کیا اے ہمنفس! عرش پہ جو نہ جا سکے

چین نہیں ہی ایک دم دردِ فراق سے مجھے
اُس نے ہمیں بھلا دیا ہم نہ مگر بھلا سکے

ظلّ و بروز پر رہے مجھ سے جھگڑتے عمر بھر
یہ نہ کچھ ایسی بات تھی جو نہ سمجھ میں آ سکے

میرا سلام شوق ہی دینا انہیں بصدِ نیاز
بادِ صبا تو گر کبھی ان کی گلی میں جا سکے

(خالدہ مرتضیٰ خان سحر)

بقیہ : کرسمس ۔۔۔۔ آمدہ صفحہ نمبر ۲

آمدہ صفحہ نمبر ۲

ہیں آج بھی ہر سال کرسمس کے موقع پر ان کی راہ میں آنکھیں بچھائی جاتی ہیں۔ کرسمس کے یہ من پسند انداز جو ہمیں نظر آتے ہیں تمام و کمال ہر عیسائی کہانیوں اور اعمال کی عکاسی کرتے ہیں۔ خلاصۂ کلام چونکہ حضرت مسیح دسمبر میں سرے سے پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے منطقی طور پر یہ سوال پوچھا جا سکتا ہے کہ آخر کرسمس اور عیسائیت میں کونسی قدر مشترک ہے۔

آپ کو یہ جان کر تعجب ہوگا کہ کرسمس کی بعض رسومات جو آج منائی جاتی ہیں انہیں رومن کیتھولک چرچ۔ پارلیمنٹ انگریزی اور نیو انگلینڈ کے PURITANS نے کسی وقت انہیں ممنوع قرار دے دیا تھا۔۔۔۔۔

بقیہ :۔ مبلغ بنو ۔۔۔ آمدہ صفحہ نمبر ۳

آمدہ صفحہ نمبر ۳

بتاتی ہے کہ آہستہ آہستہ چلنے والی جماعتیں یعنی نرمی اور محبّت سے تبلیغ کرنے والی جماعتیں (کامیاب و بامراد ہوتی ہیں)

متعصب مؤرخ اور مخالفین لاکھ غلط بیانی کریں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام سختی اور تلوار سے نہیں پھیلا۔ اور نہ مسلمان بادشاہوں نے اپنے شاہی رُعب و دبدبے اور حکومت کے زور پر اسکو پھیلایا اسلام تو فقیروں۔ درویشوں۔ خُدا کو چاہنے والے خاکسار نرم گفتار بندوں نے پھیلایا۔ خود اُن کا نمونہ۔ ان کی سادگی۔ اخلاق اور اُنکی ہمدردی۔ محبت و خدمت سب سے بڑی کشش ثابت ہوتی تھی۔ ایک اپنا چھوٹا سا تجربہ بیان کرنے کی جرأت کرتی ہوں۔ کہ گزشتہ موسم گرما میں جب انگلینڈ میں فساد اور بلوے شروع ہوئے اور کالے گورے نوجوانوں کے سروں پر دنیا کو توڑ پھوڑ کر جلانے اور پھونکنے کا جنون سوار ہوا تو عیسائی مشنری چونکے اور بائبل اور دُوسرے مذہبی رسالے لے کر گھر گھر پھرنے لگے۔ ایک روز چند نوجوان لڑکیوں نے میرا دروازہ بھی کھٹکھٹایا اور بات یوں شروع کی کہ " یہ جو دنیا میں بے چینی اور بے راہ روی پھیلی ہوئی ہے اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے ؟" میں نے بے اختیار کہا کہ اس تمام خرابی کی جڑ یہ ہے کہ " دنیا خدا کو بھول گئی ہے "۔ انہوں نے اتفاق کرتے ہوئے بائبل اور دُوسرے رسالے بڑھائے کہ آپ ان کو پڑھیں تو آپ کو خدا کو پانے کا راستہ مل جائے گا۔ میں نے جواب دیا کہ بی بی آپ کا بہت بہت شکریہ میں نے بائبل پڑھی ہوئی ہے لیکن میں مسلمان ہوں اور میرے پاس ایک مکمل آسمانی کتاب قرآن شریف ہے جو بے کہنے لگیں اس کی تعلیم کیا ہے۔ میں نے کہا کہ دروازے پر کھڑے ہو کر میں صرف دو لفظوں میں ہی بتا سکتی ہوں کہ " ایک خدا کو مان کر اس کو حاضر و ناظر جان کر صرف اس کی عبادت اور مخلوقِ خدا سے محبت اور اس کی خدمت "،

میری اس چھوٹی سی بات پر وہ سب حیران ہو کر کہنے لگیں کہ یہی تو اصلی خدا کا مذہب ہے۔ یہ جو ہم گھر بہ گھر لوگوں کی توجہ خُدا کی طرف لانے کی کوشش کر رہے ہیں اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ میں نے جواب دیا اگر آپ صرف خدا کا نام پھیلا رہی ہیں تو یہ نیکی ہے اور ضائع نہ جائے گی۔ انگلینڈ میں انہی دنوں ٹی۔ وی پر ایک مشہور فلم آئی جس کا نام ہے " خوبصورت لوگ "۔ یہ ایک صحرا کی کہانی ہے کہ اس میں کیسے کیسے چرند پرند اور مخلوقِ خدا بستی تھی۔ لیکن جب خشک سالی اور قحط کا دور آیا تو وہ صحرا بھی اُجڑ گیا۔ پانی کی جھیلیں خشک ہو گئیں سبزہ اور درخت سوکھ گئے۔ اور گرنے پڑنے۔ مرتے کھپتے سب چرند و پرند اُسے چھوڑ گئے۔ مگر جب سمندر سے برساتی ہوائیں زور و شور سے گرجتی برستی آئیں تو دیکھتے دیکھتے اس خشک اور بے آب و گیاہ صحرا کو آسمانی پانی نے جل تھل کر دیا۔ جھیلیں بھر گئیں۔ جادو کی طرح راتوں رات درخت ہرے بھرے ہو گئے۔ ہر طرف سبزہ اور پھول بکثرت اُگ آئے۔ پرند چہچہانے لگے اور جانوروں کے غول درغول آ گئے۔ مگر صحرا کی بہار ہتھیلی پر سرسوں کی طرح چار دن کی ہوتی ہے جلد ہی گرم ہواؤں نے آ کر سبزے اور پھولوں کو ختم کر دیا۔ زمین ویران ہو گئی۔ پانی کم ہونے لگا۔ لیکن بتانے والے نے کہا کہ یہ نہ سمجھو کہ یہ اس خوبصورت بستی کا خاتمہ ہے یہ گرم اور تند ہوائیں جلے ہوئے سبزے اور پھولوں کے لاکھوں کروڑوں بیج اڑا کر جلتی ریت میں چھپا دیں گی اور دوبارہ ابر رحمت آنے پر یہ ننھے ننھے پوشیدہ بیج پھوٹ کر پھر سے صحرا کو باغ و بہار کر دیں گے۔

اسی طرح اگر آپ چھوٹی سے چھوٹی نیکی اور حق بات کا فوری اثر نہیں دیکھتیں تو مایوس نہ ہوں بلکہ اپنی تبلیغ کا حق ادا کرتی جائیں تاکہ آپ کا نام خدا کے مبلغوں میں شمار ہو جائے۔ باقی بظاہر آپ کی خاک میں ملی نیکیاں ہرگز ضائع نہ ہوں گی۔ بلکہ جب اپنے وقت پر خدا کی آسمانی نصرت اور رحمت کی ہوائیں اور بارشیں آئیں گی تو آپکی وہی چھوڑی ہوئی نیکیاں رنگ لا کر دنیا کو ہرا بھرا کر دیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اپنے مقدور بھر مبلغ دین و بھلائی بننے کی توفیق دے۔ آمین۔ ثم آمین۔

بقیہ :۔ الصلوٰۃ عماد الدین

(آمدہ صفحہ ۵)

نیچے کی انگلی اور انگشت شہادت بائیں ہاتھ کی کلائی پر پھیلائے اور چھنگلیوں اور انگوٹھے سے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑ لے اور ہاتھ اٹھانے کے ساتھ ہی اللہ اکبر کہے امام کے ساتھ ہو تو دل میں اور اگر اکیلا ہو تو بے شک اُونچا کہے۔ اور سارے ارکان مثلاً رکوع تو صرف اشارہ نہ کرے بلکہ پورا رکوع کرے اسی طرح بین السجدتین جو جلسہ ہے اس میں بعض لوگ صرف اشارہ کرتے ہیں اور کئی بڑے لوگ بھی اس بیماری میں مبتلا ہیں۔ جو کہ قومہ (رکوع کے بعد جو قیام ہوتا ہے اسے قومہ کہتے ہیں) جس میں ربنا لک الحمد ۔ دعا پڑھتے ہیں اور پھر سجدہ کے لئے جاتے ہیں اور جلسہ۔ دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے میں بھی صرف اشارہ کرتے ہیں حضرت نبی کریمؐ اس جلسہ میں یہ دُعا مانگا کرتے تھے۔

اللّٰھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وعافنی وارفعنی واجبرنی وارزقنی۔

اے میرے اللہ مجھے اپنی حفاظت میں رکھ اور میرے گناہ معاف غلطیاں معاف فرما دے اور میرے اُوپر رحم فرما اور مجھے ہدایت دے اور مجھے ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھ۔ اور مجھے اپنا قرب عطا فرما۔ اور میری کمزوریوں کو دور فرما دے اور مجھے پاکیزہ رزق عطا فرما یہ دُعا کچھ الفاظ کے فرق کے ساتھ بھی آپ بین السجدتین میں مانگا کرتے تھے۔ وہ احباب غور کریں۔

جو رکوع کے بعد قومہ اور دو سجدوں کے درمیان سے اس طرح رکن ادا کرتے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دوڑ رہے ہیں۔ صرف ان مقامات کو [illegible] انھوں نے اشارہ کر کے ہی گذر جانا تھا۔

ان مسائل کا بار بار تذکرہ کیا جاتا ہے۔ بالکل مبتدی لوگوں کے لئے ہیں لیکن جب ایسے مظاہر نظر آتے ہیں تو ضروری ہے کہ نوخیز کلیوں کی راہنمائی اور بڑے عمر کے لوگوں کو جو ان ارکان کو صرف نظر کرتے ہیں یاد دہانی کرائی جائے۔

بقیہ حصے اگلے اشاعت میں تسلسل سے تحریر کئے جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ

ارشادِ باری تعالےٰ :۔

" اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو "

بانہمام ریاض حسین الحمدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ چیف ایڈیٹر :۔ ڈاکٹر اللہ بخش
ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مؤرخہ ۲۵ فروری ۱۹۸۲ء۔ رجسٹرڈ ایل ۸۳۸

دفتر مقامی جماعت دار السلام

جلد: ۶۹ * یوم چہار شنبہ ۷ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ بمطابق ۳ مارچ ۱۹۸۲ء * شمارہ نمبر: ۹

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

جو میری راہ پر چلنا نہیں چاہتا وہ مجھ میں سے نہیں

میں اپنے ساتھ اُن لوگوں کو کیا سمجھوں جن کے دل میں ... ساتھ نہیں۔ جو اس کو نہیں پہچانتے جس کو میں نے پہچانا ہے۔ اور نہ اس کی عظمتیں اپنے دلوں میں بٹھلاتے ہیں اور نہ ٹھٹھوں اور بے راہیوں کے وقت خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے جس کا بالفرد نتیجہ موت ہے درحقیقت وہ ایسے ہیں جن کو شیطانی راہیں چھوڑنا منظور ہی نہیں۔

یاد رہے کہ جو میری راہ پر چلنا نہیں چاہتا نہ مجھ میں سے نہیں اور اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔۔ وہ مجھ سے ایسا دُور ہے جیسا کہ مشرق مغرب سے۔ وہ پُرخطا ہے کہ سمجھتا ہے کہ میں اس کے ساتھ ہوں۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ آنکھوں کو پاک کرو اور ان کو روحانیت کے ظہور سے ایسا ہی روشن کرو جیسا کہ وہ ظاہری طور پر روشن ہیں۔ ظاہری رویت تو حیوانات میں بھی موجود ہے مگر انسان اسوقت سوجاکھا کہلاتا ہے جبکہ باطنی رویت یعنی نیک و بد کی شناخت کا اس کو حصہ ملے۔ اور پھر نیکی کی طرف جھک جائے۔

سو تم اپنی آنکھوں کے لئے نہ صرف چار پاؤں کی بینائی بلکہ حقیقی بینائی ڈھونڈو اور اپنے دلوں سے دنیا کے بُت باہر پھینکو۔ کیونکہ دنیا دین کے مخالف ہے جلد مرو گے اور دیکھو گے کہ نجات انہی کو ہے جو دنیا کے جذبات سے بیزار اور بری اور ... میں تو ایسے لوگوں سے اس دنیا اور آخرت ... نہیں دیکھتے اور اس کے ... سے نہیں کانپتے۔ اگر انسان بغیر حقیقی راستبازی کے صرف منہ سے کہے کہ میں مسلمان ہوں۔ ... اگر صرف زبان پر ... کا نام لائے تو کیا فائدہ۔ ان طریقوں سے نہ وہ نجات پائے گا اور نہ ہی وہ سیر ہوگا۔ کیا خدا تعالےٰ دلوں کو نہیں دیکھتا۔ کیا اس علیم و حکیم کی گہری نگاہ انسان کی طبیعت کے پاتال تک نہیں پہنچتی۔

(شہادت القرآن)

صحابہؓ کا نمونہ اختیار کرو

میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ ... کوئی شخص قرب حاصل کرتا ہے اسی قدر مواخذہ کے قابل ہے۔۔۔۔ وہ لوگ جو دور ہیں قابل مواخذہ نہیں لیکن تم ضرور ہو اگر تم لوگوں میں دوسروں پر کوئی ایمانی زیادتی نہیں تو پھر تم میں اور دوسروں میں کیا فرق ہوا۔ تم ہزاروں نظروں کے نیچے ہو۔۔ جب یہ حالت ہے تو آپ کیوں غافل ہیں۔۔۔۔ تذلل اور انکساری کی زندگی کوئی شخص اختیار نہیں کر سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اس کی مدد نہ کرے۔

(اقتباس تقریر ۱۸۹۷ء)

محترم مرزا محمد لطیف شاہد صاحب لاہور

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی دینی مصروفیات

جیسا کہ احباب کرام کو علم ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری مقامی جماعت لاہور تربیت اولاد۔ استحکام جماعت اور رابطہ احباب میں نہایت سرگرمی سے مصروف ہے۔ ان اغراض کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے درس قرآن کریم۔ دینی معلومات کی کلاس اور رابطہ اجلاس منعقد کئے جاتے ہیں قرآن مجید کا درس ہر پیر کو ۵ بجے تا مغرب مسجد احمدیہ دارالسلام میں محترم میاں نصیر احمد فاروقی صاحب اپنے مخصوص انداز میں دیتے ہیں۔ نہایت محنت سے تیاری فرما کر تشریف لاتے ہیں۔ اور سامعین کو قرآن مجید کے حقائق و معارف سے بہرہ ور فرماتے ہیں۔

جزاھم اللہ احسن الجزا۔

ماہ فروری میں رابطہ اجلاس ۱۹ ۲/۸۲ مسجد احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس میں انعقاد پذیر ہوا۔ نماز جمعہ سے قبل مقامی جماعت کی طرف نہایت پر تکلف ظہرانہ تمام خواتین و احباب کرام کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ خطبۂ جمعہ محترم جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے تربیتی رنگ میں دیا۔ ازاں بعد محترم میاں فضل احمد صاحب صدر جماعت احمدیہ لاہور کی صدارت میں جلسہ کی کاروائی شروع ہوئی۔ آپ نے مختصراً ان جلسوں کے انعقاد کی غرض و غایت بیان فرمائی۔ اور دوستوں کو دعوت دی کہ اپنی اپنی تجاویز پیش فرما دیں۔ تقریباً ایک درجن کے قریب مختلف دوستوں نے مفید تجاویز۔ تربیت اولاد۔ مساجد کی آبادی تعلیم و تربیت۔ استحکام جماعت اور دینی خدمت کے لئے آنے والوں کی سرپرستی پر مشتمل تقیں بیان فرمائیں۔ خدا کے فضل سے یہ اجلاس ہر رنگ میں کامیاب ہوا۔ اور سامعین اس سے کافی لطف اندوز ہوئے اور اپنے اندر ایک تبدیلی کی تحریک کو محسوس کیا۔

مقامی جماعت نے ان احباب کے لئے جو احمدیہ بلڈنگس سے دور رہتے آمد و رفت کے لئے سواری کا بھی انتظام فرمایا تھا۔ یہ بس دارالسلام سے روانہ ہوئی۔ اور اجلاس ختم ہونے پر احباب کو واپس دارالسلام لے آئی جس کی وجہ سے شامل ہونے والوں کو بڑی سہولت و آرام رہا۔

بچوں کی دینی تعلیمی کلاس

جیسا کہ پہلے پیغام صلح میں شائع ہو چکا ہے کہ مقامی جماعت نے چھ سال سے دس سال تک کے بچوں اور بچیوں کے لئے ہر ماہ کے پہلے پیر کو ایک دینی کلاس کا اجرا کیا ہے۔ یہ کلاس پونے پانچ بجے دارالسلام ہوسٹل کے بڑے کمرہ "ادارہ تعلیم القرآن" میں ہوتی ہے جس میں بچوں کو قرآن مجید۔ سیرت رسول صلعم۔ ان کے ذہن کے مطابق احادیث۔ ارکان اسلام۔ حضرت اقدس کے حالات اور دوسرے اسلامی مسائل آہستہ آہستہ ان کی عمر کی مناسبت سے سکھائے اور پڑھائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس دفعہ ۱ ۳/۸۲ باوجود اس کے کہ موسم خراب تھا۔ بچے بڑی دور دور سے پہنچ گئے۔ ہم حیران رہ گئے۔ کہ کس طرح ذوق و شوق سے یہ بچے دور دور سے اپنے والدین کے ساتھ آئے ہیں۔ ان کو تقریباً ایک گھنٹہ تک مختلف دینی چیزیں پڑھائی گئیں۔ خدا کے فضل سے بچوں نے اس میں بڑی دلچسپی لی اور ان اسباق کو اپنی عمر کی مناسبت سے اپنی کاپیوں پر لکھا۔ اسی کلاس میں بچوں کو قرآنی سورتیں بھی یاد کرائی جاتی ہیں۔ اور منظوم کلام جو اللہ تعالیٰ کی ہستی۔ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت۔ اور قرآن مجید کی حقانیت پر مشتمل ہوتا ہے۔ چار چار بچوں کے گروپ بنا کر ان کو یاد کرایا جاتا ہے جس میں بچے بڑی دلچسپی سے حصہ لیتے ہیں۔

مقامی جماعت کی طرف سے محترم مرزا مسعود بیگ صاحب اپنے مخصوص دلنشیں انداز میں اور خاکسار راقم الحروف بھی بچوں کو تعلیم دیتے ہیں۔

جماعت لاہور کے احمدی والدین کی خدمت میں ادب سے درخواست ہے کہ وہ اس قیمتی اور سنہری موقع سے فائدہ اٹھائیں۔ اکثر اس کلاس کے اجراء سے پہلے والدین یہی کہتے تھے کہ "ہمارے بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام کرنا چاہیئے" اب ان کے لئے ضروری ہے کہ بغیر مزید یاد دہانی کے اس کو نوٹ فرمالیں کہ ہر ماہ کے پہلے پیر کو پونے پانچ بجے یہ کلاس دارالسلام میں ہوتی ہے۔ آئیندہ یہ کلاس یکم اپریل ۴/۸۲ کو ہوگی ان شاء اللہ!

بچوں کے اندر دلچسپی پیدا کرنے کے لئے مقامی جماعت نہایت فیاضی سے دل کھول کر ان کے اکل و شرب کا بھی انتظام کرتی ہے۔ ان کی عمر کی مناسبت سے چاء۔ کیک۔ بسکٹ۔ ٹافیاں۔ چپس پنسلیں وغیرہ بھی ان کو تحفہ میں دیتی ہے۔ جس پر وہ سینکڑوں روپے کے خرچ کی بھی پرواہ نہیں کرتی بلکہ اور تڑپ صرف یہ ہے کہ ہمارے یہ بچے جو کہ اس وقت نوخیز کلیاں ہیں دین کے سانچے میں ڈھل جائیں۔ اگر بیرون لاہور کے احباب بھی جیسے صوبہ سرحد میں سفید ڈھیری شیخ محمدی وغیرہ اگر کوشش کریں تو مہینہ میں ایک دفعہ وہ بھی ایسا پروگرام شروع کریں۔ میرے اوپر اثر ہے کہ ان دو مقامات پر بھی بچوں کے لئے انتظام ہے۔ پھر آہستہ آہستہ دوسری جماعتوں میں بھی اس کو شروع کیا جائے گا اور جو اسباق ہم یہاں پڑھاتے ہیں ان کو دوسرے مقامات کے بچوں کے لئے ہم وہاں بھجوایا کریں گے فی الحال شیخ محمدی و سفید ڈھیری یہ اسباق ۱ ۳/۸۲ کلاس کے لئے بھیجے جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔

محترم میاں فضل احمد صاحب صدر جماعت احمدیہ مقامی لاہور محترم چوہدری ریاض احمد صاحب سیکرٹری جماعت احمدیہ لاہور۔ یہ ہر دو بزرگ نہایت جوش۔ شوق۔ محبت اور محنت سے اس کلاس کو کامیاب بنانے کے لئے دامے۔ درمے سخنے مصروف ہیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزا۔ ان کے معاونین میں سے بھی محترم شیخ عبدالرحمن جوہری صاحب محترم ڈاکٹر حمید احمد صاحب اور محترم ڈاکٹر مبارک احمد صاحب بھی اس کار خیر میں ان کی معاونت فرماتے رہتے ہیں۔

ایک تعزیتی خط از جناب محمد حسین صاحب کیپ ٹاؤن جنوبی افریقہ

آہ مولانا صدرالدین

فروغ شمع تو ہوتا رہیگا صبح محشر تک + مگر یہ محفل پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

۱۴ اگست ۱۹۸۱ء کی درمیانی شب کو آسمان احمدیت کا ایک چمکتا ستارہ جو پون صدی سے زائد عرصہ تک بنی نوع انسان کو بڑی آن بان سے روشنی دیتا رہا غروب ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ حضرت مبرور مرحوم کو غریق رحمت کرے۔

حضرت مولانا صدرالدین کسی بھی شخص کے لئے تعارف کے محتاج نہیں۔ بلاشبہ مؤرخ احمدیت کو ان کا نام تاریخ میں درج کرنا ہوگا۔ برلن میں مسجد تعمیر کرانے کے ہی ذریعہ اردو اور جرمن زبان میں مسلمانوں کا پہلا پیش کردہ ترجمۃ القرآن انکی یادگار رہے یہ صرف وہ چیزیں ہیں جبکہ یورپ تبلیغ دین حقہ سے کوسوں دور تھے۔ یہ دونوں چیزیں برلن میں ان کی عظیم الشان یادگاریں ہیں۔۔۔ حضرت مولانا وسیع القلب انسان تھے کوئی ان کی تصانیف اٹھا کر پڑھ لے یہ رنگ ان کی تصانیف میں بدرجہ اتم نظر آتا ہے "عیسائی معتقدات تعلیم انجیل کی روشنی میں" "غلبہ قرآن" "معارف القرآن" وغیرہ میں آپکے وسیع القلب ہونے کی شہادتیں ملتی ہیں اُن کے خطبات جو کہ وہ ہر جمعہ جامع مسجد مرکز میں دیا کرتے تھے اور جو کہ ہر ہفتہ پیغام صلح میں شائع ہوتے رہے نہایت ایمان افروز تھے۔ قرآن کی تفسیر کا علم جو اللہ تعالیٰ نے انہیں دیا تھا اُسے پڑھ کر حضرت ڈاکٹر بشارت احمد کی مشہور آراء تفسیر انوار القرآن یاد آجاتی ہے مولانا کا طرز بیان سادہ اور موثر ہوتا تھا۔ کائنات میں خالق و مالک کی بڑی عجیب و غریب موثر نشانات قدرت اور اس کا تعلق انسان سے۔ اس قسم کے بیانات اور اس پر مولانا کی تفسیر نہایت خوش کن ہوتی تھی۔۔۔ آہ! آج یہ دلربا ہستیاں ایک ایک کر کے نظروں سے اوجھل ہوتی جا رہی ہیں اللہ تعالیٰ اس خلا کو پورا کرنے والا ہے۔ وہی کارساز ہے

اِنَّمَاۤ اَشۡکُوۡا بَثِّیۡ وَحُزۡنِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ

وَاَعۡلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝ یٰبَنِیَّ اذۡہَبُوۡا فَتَحَسَّسُوۡا مِنۡ یُّوۡسُفَ وَاَخِیۡہِ وَلَا تَیۡـَٔسُوۡا مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰہِ .... اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡکٰفِرُوۡنَ ۝

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملٰئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا ...... کنتم توعدون

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز، در مسجد انور ملز — ملتان

میں نے قرآن کریم کی یہ آیات دو مختلف مقامات سے تلاوت کی ہیں جن کا مضمون میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔

میرے اس سفر کی غرض یہ ہے کہ ایک ایسے وقت میں جب کہ ہیں طرح طرح کی پریشانیوں سے گذرنا پڑ رہا ہے میں قرآن کریم سے آپ کو کچھ وعظ کروں جس سے ہماری پریشانیوں اور مایوسیوں کا کچھ ازالہ اور ہمارے دلوں کو تسکین ہو۔

قرآن کریم کو شفاءٌ لما فی الصدور فرمایا ہے یعنی اس میں دل کی بیماریوں کے لئے شفاء ہے۔ پہلی آیات جو میں نے پڑھی ہیں سورۃ یوسفؑ کی ہیں۔ حضرت یوسفؑ کا قصہ آپ سب نے سنا ہوا ہے اگرچہ بعض لوگوں نے اسے افسانہ کا رنگ دے کر عجیب عجیب باتیں اپنی طرف سے اس میں شامل کر لی ہیں لیکن قرآن کریم نے اسے احسن القصص کہا ہے یعنی سب سے زیادہ خوبصورت بیان۔ ویسے تو قرآن کریم نصائح سے بھرا پڑا ہے لیکن اس سورت میں بہت ہی قیمتی نصیحتیں ہیں۔ ان میں سے صرف ایک کی طرف میں آپ کو اس وقت توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

جو الفاظ حضرت یعقوبؑ کے منہ سے کہلوائے گئے ہیں ان کا مفہوم یہ ہے کہ میں اپنی پریشانی اور اپنا غم اللہ تعالےٰ کے حضور ہی پیش کرتا ہوں۔ اسی کی شکایت میں اسی کی بارگاہ میں ہی کرتا ہوں اور میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اے میرے بیٹو! جاؤ اور یوسفؑ اور اس کے بھائی کی تلاش کرو اور اللہ تعالےٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ کی رحمت سے صرف وہی مایوس ہوتے ہیں جن کے اندر کفر داخل ہو جاتا ہے۔ خدا پر جن کا ایمان نہیں رہتا اور خدا کے بے پایاں رحم پر ان کا یقین نہیں رہتا۔ گویا کہ وہ کفر کی حالت میں چلے جاتے ہیں۔ یہ حضرت یعقوبؑ اس وقت کہہ رہے ہیں جب بظاہر کوئی اُمید نہیں ہے۔

ہو سکتا ہے پچیس یا تیس سال کا زمانہ گذر گیا ہو کہ اُن کا بیٹا یوسفؑ اُن سے جدا ہوا ہے لیکن وہ کہتے ہیں جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ یعنی ان کا دل پُر اُمید ہے کہ یوسف مل جائے گا۔ یہ کہانی بتائی گئی ہے کہ رو رو کر حضرت یعقوبؑ کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی تھی۔ حقیقت یہ نہیں ہو سکتی کیونکہ مومن اور پھر خدا کا پیغمبر کہاں رو رو کر اپنی بینائی کھو دیتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نا اُمید نہیں ہوں۔ اگر کچھ غم ہے تو یہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے اس کی شکایت حضرت یعقوب علیہ السلام کسی سے نہیں کرتے ان کے لڑکے انہیں تسلی دیتے ہیں مگر وہ جواب دیتے ہیں کہ مجھے اگر کسی پریشانی یا غم کی شکایت کرنی ہو تو وہ اللہ تعالےٰ کے آگے کرنی ہے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ:۔

خیر کے خزانوں میں سے ایک یہ چیز ہے کہ کوئی صدقہ کرے تو اس کا چرچا نہ کرے اور دُوسری یہ کہ اگر مصیبتیں آئیں تو وہ اُن کو کسی سے بیان نہ کرے۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا گیا ہے ما یقنط من رحمۃ ربہ الا الضالون۔ یہ صرف گمراہ ہی ہیں جو اللہ کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں۔ اور پھر ایک اور مقام پر ان الفاظ میں تسلی دی ہے قل یعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔ ان الفاظ میں اللہ تعالےٰ اپنے اُن بندوں سے مخاطب ہے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے باغی اور سرکش ہو کر گناہوں سے بھرپور زندگیاں گزاری ہیں۔ اور فرماتا ہے اے میرے بندو! تم نے اپنی جانوں پر ظلم تو کیا ہے زیادتیاں بھی تم سے ہوئی ہیں مگر میری رحمت سے مایوس مت ہو کیونکہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ... ھو الغفور الرحیم۔ اور وہ سب گناہ بخش دے گا۔ وہ غفور رحیم ہے۔ قرآن کریم کی یہ تعلیم ہے اور نبی کریم صلعم کا یہ عمل ہے۔

حالات یہ ہیں کہ حضرت یعقوبؑ کا ایک بیٹا زمانہ سے مفقود الخبر ہے اور اطلاع یہ ہے کہ وہ ہرگز زندہ نہیں۔ دوسرا قید ہو جاتا ہے واپس لوٹ کر نہیں آتا۔ اور تیسرا بیٹا صرف اس غیرت کی وجہ سے پیچھے رہ جاتا ہے کہ وہ باپ کو کیا منہ دکھائے گا۔ وعدہ کیا تھا کہ بن یامین کو ساتھ واپس لائیں گے اب وہ واپس نہیں لے جا سکتے وہ بھائیوں سے کہتا ہے تم جاؤ اور اپنے باپ کو کہو کہ تمہارے بیٹے نے چوری کی ہے۔ اس لئے گرفتار ہو گیا ہے۔ بہرحال یہ تین بیٹے جن کی جدائی اب درپیش ہے پھر بھی حضرت یعقوبؑ فرماتے ہیں۔

عسی اللہ ان یاتینی بھم جمیعا

اُمید ہے کہ ان سب کو اللہ تعالےٰ میرے پاس لے آئے گا

ایک طرف یہ مایوس کن حالات دُوسری طرف اتنا پُرامید دل۔ ایسی مشکلات اور مصائب میں جن میں سے بظاہر نکلنے کا کوئی راستہ نہ ہو ان سے بھاگنے کے لئے کوئی جگہ نظر نہ آئے اور کوئی چارہ کار نظر نہ آتا ہو ایسے حالات میں بھی اللہ تعالےٰ سے پُرامید رہنا یہ وہ سبق ہے جو قرآن کریم نے ہمیں سکھایا ہے۔ مایوسی کو قرآن کریم نے دو چیزوں سے تعبیر کیا ہے۔ ایک کفر سے دوسرا گمراہی سے یعنی اللہ تعالےٰ کی رحمت سے مایوس ہونے والا گمراہ ہے اور اللہ تعالےٰ کی رحمت سے مایوسی کفر ہے۔ تو یہ سبق ہمیں ان آیات میں ملتا ہے۔

ہم اس وقت ایک ایسے دور میں سے گزر رہے ہیں کہ بظاہر ایسے حالات ہیں جو بہت سے دلوں کو افسردہ کرتے ہیں اور بہت سے لوگ مایوس ہو جاتے ہیں۔ ان کی ہمت ان کو جواب دے جاتی ہو لیکن ان ناموافق حالات سے مایوس ہو کر اس عظیم الشان کام کو جو ہمیں کرنا چاہیئے اور جسے استقامت کے ساتھ ہماری جماعت نے کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے اور جو ہمیں ورثہ میں ملا ہے اور ہم اسے جاری رکھنے کا عہد کر چکے ہیں اس کو ترک کر دینا اور اس میں سستی اور غفلت اختیار کرنا دینِ اسلام کے منافی ہے اور اسے گمراہی اور کفر سے تعبیر کیا ہے۔ اس لئے ہمیں کسی حالت میں بھی اللہ تعالےٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ میں یہ تفصیلات بیان کرنا ضروری نہیں سمجھتا کہ ہماری مشکلات کیا ہیں۔ ہماری مشکلات گوناگوں ہیں۔ ہماری کچھ مشکلات تو اس وقت دنیا بھر کے انسانوں کے ساتھ مشترک ہیں۔ کچھ اپنی ملکی مشکلات ہیں۔ کچھ مشکلات اس وقت تمام دنیا کو درپیش ہیں۔ ساری دنیا میں چین اور سکون کا فقدان ہے تسکین اور خوشی دنیا کو نصیب نہیں۔ اسی طرح بعض سنگین ملکی مسائل اور مصائب ہیں جن میں ساری پاکستانی قوم کے ساتھ ہم بھی شریک ہیں۔ کیونکہ ہم بھی اسی ملک کے شہری ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے

صرف یہی کہنا چاہیے

ہم اس پریشانی اور غم کی شکایت صرف اللہ تعالیٰ سے ہی کرتے ہیں اور ہمیں صرف اسی سے شکایت کرنی چاہیئے۔ یہ سب ایسے معاملات ہیں جن میں ہم نہ کچھ کر سکتے ہیں اور نہ کرنے کے قابل ہیں۔ بظاہر یہی نظر آتا ہے لیکن ان کے سوا ہماری کچھ اور مشکلات بھی ہیں۔ جو اس سلسلہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ اور ایک بھاری اکثریت سلسلہ احمدیہ کی منظم طریقہ پر ہمارے اس گروہ کے خلاف کم و بیش ستر سال سے منافرت پھیلاتی چلی آرہی ہے۔ تقریباً تین پشتیں گزر گئی ہیں اور یہ منافرت نسلاً بعد نسلٍ لوگوں کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی ہے مگر اس سے بھی ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیئے بلکہ یہ اُمید رکھنی چاہیئے کہ ممکن ہے یہ حالت کسی وقت بدل جائے۔ ہمیں پُر امید رہنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام حالات سنوار دے گا۔ اپنے سلسلہ کے اس افتراق کی اصلاح سے نااُمید نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ اس کے بارہ میں مامور الٰہی کا یہ ایک الہام "سیصلح جماعتی انشاء اللہ" بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ میری جماعت کے اندر اصلاح کر دے گا۔

ہماری ایک اور مشکل جو سب سے زیادہ افسوسناک ہے یہ ہے کہ خود اس چھوٹی سی جماعت میں بھی ہمیں چین اور سکون نصیب نہیں ہوا۔ تیس بتیس سال سے ایک کیفیت چلی آرہی ہے جس سے آپ سب واقف ہیں۔ ہم سب کا یہ فرض ہے کہ ہم اپنی جماعت کو اس پریشانی سے بچانے کی کوشش کریں۔ جماعت کی صحیح راہنمائی کریں۔ اور ایسے طریقے اختیار کریں کہ ہمارے لئے مزید نقصان اور فساد نہ ہو۔ ان سب مشکلات کو اگر اکٹھا کیا جائے تو واقعی یہ ایسی ہیں جن کی وجہ سے بددل ہو جانا کوئی عجیب بات نہیں مگر بے ہمت یا بددل ہو کر الگ ہو کر بیٹھ جانا ہرگز درست نہیں کچھ لوگ اگر الگ ہو گئے ہیں تو ان کے متعلق ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن پر رحم فرمائے۔ وہ استقامت نہ دکھا سکے۔ سب لوگوں کی قوتِ برداشت ایک جیسی نہیں ہوتی۔ لیکن ایک شخص جس نے احمدیت کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے اور آج تک اسے چھوڑا نہیں ہے اس کے لئے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانا مناسب نہیں ہے ہمارا جو مقام ہے اس کو پہچاننے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

ہم کیوں دنیا سے الگ ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔ اگر یہ کوئی اہم چیز نہیں ہے تو ٹھیک ہے جس طرح اور بعض لوگ علیحدہ ہو گئے ہیں کوئی اور بھی علیحدہ ہونا چاہیں تو انہیں کون روک سکتا ہے۔ لیکن یہ انتہاء

لاتکونوا کالتی نقضت غزلها من بعد قوۃ انکاثاً

اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت کات کر اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ یعنی کی ہوئی محنت کو برباد نہ جانے دو انسان اپنی معمولی سی جائیداد کو جو اسے اپنے بزرگوں سے حاصل ہوتی ہے۔ یا خود حاصل کرتا ہے کتنا سنبھال سنبھال کر رکھتا اور اس میں ترقی کے لئے بھی کوشش کرتا ہے۔ ایک بے نظیر علم کلام کی صورت میں جو بہت بڑی دولت ہمیں ملی ہے یہ کسی اور کو نہیں ملی۔ اس کی حفاظت اور ترقی ہمارا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کے صادق بندوں کا ساتھ دینا اور اس کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنا ہم پر لازم ہے۔

قرآن کریم کے دوسرے مقام سے جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں اُن میں اس بلند مقام کی نشاندہی کی گئی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے مامور کو کھڑا کیا اور ایک ایسی جماعت بنانے کا حکم دیا جن کے سامنے اس مقام کا حصول ہو۔

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیهم الملٰٓئکة

جو لوگ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر اس پر استقامت دکھاتے ہیں اُن پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ اور یہ خوشخبری دیتے ہیں

ان لا تخافوا ولا تحزنوا

کہ خوف مت کرو اور غمگین مت ہو۔ ان پر فرشتے نازل ہو کر ان کے دلوں کو خوف اور غم سے فارغ کر دیتے ہیں اس لئے وہ نڈر ہو کر اور اپنے دلوں میں سکون محسوس کرتے ہوئے صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں اللہ ہمارا رب ہے۔ وہ مضبوطی کے ساتھ اس راہ پر قائم رہتے ہیں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ اُن پر فرشتے اتارتا ہے جو انہیں خوف اور حُزن سے نجات دلاتے ہیں۔ باوجود مصائب میں مبتلا ہونے کے اُن کے دلوں کو ایک سکون عطا کر دیتا ہے۔ اللہ کے فرشتے اسی دنیا میں ان کا ساتھ دیتے ہیں اور اگلی زندگی میں بھی۔ کچھ بھی ہو جائے وہ کسی قسم کی کمزوری نہیں دکھاتے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مشکلات کا آنا سنت مستمرہ ہے۔ اسی میں تو اللہ تعالیٰ کو پانے کی راہ ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی سب سے زیادہ پیاری مخلوق کو مامور کر کے انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجتا ہے۔ اور وہ انبیاء کا گروہ ہے۔ جب نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ان کا وجود بھی ایک نشان اور تائیدِ ایزدی کا نمونہ ہوتا ہے۔ کوئی خدا تعالیٰ کا جس قدر زیادہ مقرب ہوتا ہے اسی پر اللہ کی راہ میں اُسی قدر مصائب آتے ہیں۔

ہمارے ہادی نبی کریم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سب سے زیادہ قربِ الٰہی نصیب ہوا۔ انہوں نے زندگی کا ایک دن بھی چین سے نہیں گذارا۔ اُن پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے ... اللہ تعالیٰ نے ان کو مصائب میں مبتلا کر کے اُن کے ذریعہ سے اپنی مخلوق کی ہدایت کا سامان کرایا۔ تو معلوم ہوا کہ مصیبتیں اور خدا کا کام لازم و ملزوم ہیں یہ ہمیشہ ساتھ ساتھ ہی چلتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون۔

کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں صرف یہ کہنے پر کہ وہ ایمان لائے چھوڑ دیا جائے گا۔ اور انہیں فتنوں میں نہیں ڈالا جائے گا۔ تو جو خدا کا نام لیتا ہے اور کہتا ہے میں نے مان لیا تو اتنا کہنے سے بات نہیں بنتی۔ اسے ابتلاؤں اور دکھوں میں سے ضرور گزرنا پڑتا ہے۔

اپنے انہی بندوں کے بارے میں قرآنِ کریم ایک مقام پہ فرماتا ہے کہ :۔

مستھم الباساء والضرآء وزلزلوا حتیٰ یقول الرسول والذین امنوا معه متیٰ نصراللہ الا ان نصراللہ قریب

کہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور مومن بڑی بڑی مصیبتوں میں ڈالے گئے ان پر بڑا بوجھ ڈالا گیا اور انہیں بڑے امتحانوں میں سے گزارا گیا ان پر زلازل آئے ان کو جھنجھوڑا گیا۔ ان پر ایسی مصیبتیں آئیں کہ رسول اور اُن کے ساتھ جو مومن تھے وہ پکار اٹھے کہ متیٰ نصراللہ۔ اللہ کی مدد کب آئے گی. تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تسلی دی کہ گھبراؤ نہیں اللہ کی مدد قریب ہے۔ ینصراللہ من ینصرہٗ۔ جو اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا مددگار ہوتا ہے لاغلبن انا و رسلی۔ میں اور میرے رسول ضرور غالب آئیں گے یہ اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں جن کے بل بوتے پر اس کے پاک بندے زندہ رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی مامور کو، اپنے کسی مرسل کو، اپنی کسی

جماعت کو اور اپنے دین کے کسی سچے خادم کو کبھی بھی ناکام نہیں چھوڑا وہ ان کی ضرور مدد کرتا رہا ہے۔ اور اسی کی مدد کے سہارے پر ہی وہ انسان زندہ رہتے اور خدا کا کام کرتے رہتے ہیں۔ اور دنیا ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اپنے صالحین اور مومن بندوں کے ساتھ جن کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اس کا ایسا ہی معاملہ ہوتا ہے۔ دنیا کی مصائب اور زلزلے ان کو اپنے مقام سے نہیں ہلا سکتے۔ اسی چیز کا نام استقامت ہے

الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا

یہی لوگ ہیں جو حق کی خاطر انہیں جو قربانی بھی کرنی پڑے اس کے لئے وہ تیار رہتے ہیں۔

ایسے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے اور یہی ان کے لئے ٹھنڈک اور تسکین کا موجب بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ضائع کرنے کے لئے آگ کی بھٹی میں نہیں ڈالتا بلکہ کندن کرنے اور ان کی ہر قسم کی کھوٹ دور کرنے کے لئے انہیں شدائد میں سے گزارتا ہے۔ اور آخر کار وہ کامیاب ہو جاتے ہیں

اس آیت کے مؤید جو آیت ہے اس میں فرمایا ہے

من احسن قولاً ممن دعا الی اللہ

اللہ تعالیٰ کی طرف آنے کی دعوت دینا اور خدا سے ملانے کے لئے لوگوں کو بلانے کو سب سے احسن کام فرمایا ہے۔ اس سے اور زیادہ خوبصورت اور زیادہ بہتر کون سا کام ہو سکتا ہے اور ایسے شخص سے زیادہ بہتر اللہ تعالیٰ کی نظر میں کون انسان اور انسانوں کی کونسی جماعت ہو سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو بلاتی ہے

دراصل ہم ایک ایسی ہی جماعت کے افراد ہیں۔ یہی کام ہمارے سپرد ہوا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب کو لوگوں تک پہنچائیں جو اس کوچے سے ناآشنا ہیں اس کوچے کی طرف ان کی راہنمائی کریں۔ اسی کا نام اشاعت دین ہے۔ اس کام کے ساتھ عمل صالحہ اور اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری بھی ضروری ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب سے اعلیٰ وہی انسان اور وہی جماعت ہے جو اپنے پاک نمونہ کے ساتھ دنیا کو اسلام کی طرف بلاتی اور اللہ تعالیٰ کا پیغام یعنی قرآن دنیا کو پہنچاتی ہے۔ خصوصاً ان لوگوں تک جن تک خدا کا یہ آخری پیغام نہیں پہنچا۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہی ہمارا کام ہے اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب سے زیادہ پسندیدہ کام بھی یہی ہے۔ سو ہمیں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے ہرگز مایوس نہیں ہونا چاہیئے اور اس کی نصرت و تائید پر ہمیشہ اپنی نظر لگائے رکھنی چاہیئے۔ اس نے پہلے بھی ہمیشہ ہماری نصرت اور حفاظت فرمائی ہے اور اب بھی ہمارے دل پُر امید ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہ ہمیں ضائع نہ فرمائے گا۔ ہمارا فرض اپنی اصلاح اور اللہ کے دین کے کام کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرنا ہے اور پھر یہ کہنا ہے علی اللہ توکلنا۔ ھو مولانا نعم المولیٰ ونعم النصیر ●●

اخبار احمدیہ

★ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیر ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔ آپ نے پچھلے دنوں اپنے دورۂ ملتان کے دوران مسجد انور ملتان میں ایک خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا جس میں بڑے درد کے ساتھ اپنی جماعت کو چند نصائح سے نوازا۔ یہ خطبہ افادۂ عام کے لئے زیر نظر شمارہ میں شائع کیا جا رہا ہے۔ احباب کرام اس کے مطالعہ سے محسوس کریں گے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کے دل میں جماعت کے لئے کتنا درد ہے اور ان کے پہلو میں جماعت کے روشن مستقبل کے متعلق خدا تعالیٰ پر کتنا ایمان اور یقین ہے۔ احباب سلسلہ حضرت کی صحت و سلامتی والی لمبی زندگی کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور سربسجود رہیں۔

★ درخواست برائے دعا

پشاور سے اطلاع ملی ہے کہ صوبہ سرحد کی جماعت کے ایک صاحب دل اور فعال کارکن جناب محمد الرحمن صاحب ریٹائرڈ اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل ۲۱ عزیز منیشن فقیر آباد ۲ پشاور شہر کچھ عرصہ سے بیمار چلے آ رہے ہیں۔ آپ جماعت کے ایک قیمتی رکن ہیں اور سلسلہ کے کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں۔ احباب جماعت سے بڑے درد کے ساتھ التماس ہے کہ وہ موصوف کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا فرماویں۔

★ سانحۂ ارتحال

یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ دی جا رہی ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور کے ایک مخلص ممبر جناب چوہدری خلیل الرحمن صاحب سالانوی مؤرخہ ۲۳/۲/۸۲ بروز ہفتہ رات ۹ بجے انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ بڑے خوش خلق اور مرنجان مرنج بزرگ تھے۔ سابقہ ریاست پٹیالہ کے رہنے والے تھے۔ ہجرت کے بعد تقریباً پندرہ برس بڑے اخلاص کے ساتھ آپ انجمن کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ اس لحاظ سے بڑے خوش قسمت تھے کہ آپ کی ساری اولاد میں سلسلہ سے محبت کا رنگ نمایاں ہے آپ نے اپنے پیچھے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔ مرحوم کی نماز جنازہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے پڑھائی جس میں بہت سے احباب شامل ہوئے۔ جملہ جماعتوں سے جنازۂ غائبانہ کی درخواست ہے۔ ہم اس صدمہ میں مرحوم کے تمام اعزہ سے اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ آمین!

موت کے بعد انسان کی کیا حالت ہوتی ہے؟

موت کے بعد جو کچھ انسان کی حالت ہوتی ہے درحقیقت وہ کوئی نئی حالت نہیں ہوتی۔ بلکہ وہی دنیا کی زندگی کی حالتیں زیادہ صفائی سے کھل جاتی ہیں جو کچھ انسان کے عقائد اور اعمال کی کیفیت صالحہ یا غیر صالحہ ہوتی ہے وہ اس جہان میں مخفی طور پر اس کے اندر ہوتی ہے اور اس کا تریاق یا زہر جیسی ہوتی تاثیرات وجود پر ڈالتا ہے مگر آنے والے جہان میں ایسا نہیں رہے گا۔ بلکہ وہ تمام کیفیات کھلا کھلا اپنا چہرہ دکھلائیں گی۔ اس کا نمونہ عالم خواب میں پایا جاتا ہے مثلاً جب کسی کو تیز تپ یا بخار چڑھنے کو ہوتا ہے تو خواب میں اکثر آگ اور آگ کے شعلے نظر آتے ہیں۔ اور زکام اور ریزش کے غلبہ سے اپنے تئیں پانی میں دیکھتا ہے۔

غرض جس طرح کی بیماریوں کے لئے بدن نے تیاری کی ہو وہ کیفیتیں تمثیل کے طور پر خواب میں نظر آ جاتی ہیں۔ پس عالم ثانی میں بھی یہی سنت اللہ ہے۔ اس دن ہمارے اعمال اور اعمال کے نتائج جسمانی طور پر ظاہر ہوں گے۔ بلکہ خدا تمثیلات کے ذریعہ سے اپنی نئی قدرت دکھلائے گا۔ چونکہ وہ قدرت کامل ہے اس لئے وہ تمثیلات ایک نئی پیدائش ہے۔ اگرچہ نعمائے جنت دنیا کی نعماء سے ملتی جلتی ہوں گی۔ مگر ان کی کیفیت اتنی اعلیٰ اور بہتر اور لذیذ اور راحت دینے والی ہوگی کہ ویسی بقول حضرت نبی کریم صلعم، نہ کسی آنکھ نے دیکھی، نہ کسی کان نے سنی اور نہ دل نے سمجھا ہوگا۔

گویا یہ چیزیں ایک طرح کی روحانی غذائیں ہیں جو روح کو نشوونما کرتی ہیں۔ اور خدا کی معرفت بڑھاتی ہیں۔ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کئے وہ ان روحانی پھلوں کو پائیں گے اور ان سے لطف اندوز ہوں گے۔

★★★

تعزیت کے لئے پتہ

"چوہدری فیض الرحمن سالانوی، ضیاء الرحمن سالانوی
دارالسلام - ۵ رعثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن
لاہور ۱۶"

جناب فخرالدین احمد صاحب راولپنڈی

حضرت مولانا صدرالدین

عاش سعیداً و مات حمیداً

حضرت مولانا صدرالدین امیر جماعت احمدیہ لاہور کی وفات ایک سانحۂ عظیم ہے۔ آپ حضرت مرزا صاحب کی صحبت میں فیض پانے والے خوش نصیبوں میں سے آخری شخصیت ہیں۔ وہ روضۂ ملت جسے حضرت امام الزماں نے سنوارا تھا اور اس میں خوشنما روشوں کی طرح ڈالی۔ خزاں دیدہ چمن کو بہار اور تازگی بخشی تھی اس گلزار کے مولانا آخری گل تازہ تھے۔ اس شخصیت نے انگلستان۔ جرمنی۔ امریکہ اور برصغیر پاک و ہند میں پون صدی تک محبوب خدا حضرت نبی آخر الزماں کی سیرت طیبہ پر اردو۔ انگریزی اور جرمن زبان میں مسحور کن اور دلنشیں انداز اور اسلوب بیان میں نغمہ سرائی کی۔ حضرت مولانا محمد علی رحمہ مرحوم و مغفور فرمایا کرتے تھے۔

"اللہ تعالیٰ نے مولوی صدرالدین صاحب کو سیرت (نبویؐ) پر تقریر کرنے کا ایک خاص ملکہ عطا فرمایا ہے اور یہ ان کا ہی حصہ ہے"

ثنا خوانِ محمدؐ کی صف کا یہ شہسوار شاہجہانی دور کے عالم بے مثال ملا عبدالحکیم اور عصر حاضر کے نامور شمس العلماء سید میر حسن کے شہر سیالکوٹ میں اس زمانہ میں پیدا ہوا جب خدا کا مامور و مجدد صد چہاردہم اپنی گرانقدر تصنیف براہین احمدیہ لکھ رہا تھا وہ زمانہ انتشار روحانیت اور نورانیت کا تھا اور آسمان میں انبساط کی صورت تھی جیسا کہ حضرت صاحب ضرورت الامام میں فرماتے ہیں:۔

"حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں کوئی امام زمان آتا ہے تو ہزارہا انوار اس کے ساتھ آتے ہیں اور آسمان پر ایک صورت انبساطی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور انتشار روحانیت اور نورانیت ہو کر نیک استعدادیں جاگ اٹھتی ہیں پس جو شخص الہام کی استعداد رکھتا ہے اس کو الہام شروع ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص فکر اور غور کے ذریعہ سے دینی تفقہ کی استعداد رکھتا ہے اس کو تدبر اور سوچنے کی قوت کو زیادہ کیا جاتا ہے۔ اور جس کو عبادات کی طرف رغبت ہو اس کو تعبد اور پرستش میں لذت عطا کی جاتی ہے اور جو شخص غیر قوموں کے ساتھ مباحثات کرتا ہے اس کو استدلال اور اتمام حجت کی طاقت بخشی جاتی ہے اور یہ تمام باتیں درحقیقت اسی انتشار روحانیت کا نتیجہ ہوتا ہے جو امام الزماں کے ساتھ آسمان سے اترتی اور ہر ایک مستعد دل پر نازل ہوتی ہے۔ اور یہ ایک عام قانون اور سنت الٰہی ہے جو ہمیں قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی راہنمائی سے معلوم ہوا اور ذاتی تجارب نے اس کا مشاہدہ کرایا ہے مگر حضرت مرزا صاحب کے زمانے کو اس سے کچھ بڑھ کر ایک خصوصیت ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے نبیوں کی کتابوں اور احادیث نبویہ میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت یہ انتشار روحانیت اس حد تک ہوگا کہ عورتوں کو بھی الہام شروع ہو جائے گا اور نابالغ بچے نبوت کریں گے اور عوام الناس روح القدس سے بولیں گے اور یہ سب کچھ مسیح موعود کا پرتو ہوگا"

خلعت ماموریت سے سرفراز ہونے کے بعد اپنی پہلی تصنیف فتح اسلام میں آپ فرماتے ہیں:۔

"سو سمجھا ہو! یہ تو ضروری ہے کہ تاریکی پھیلنے کے وقت روشنی آسمان سے اترے میں اس مضمون کو بیان کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سورۃ القدر میں بیان فرماتا ہے بلکہ مومنین کو بشارت دیتا ہے کہ اس کا کلام اور اس کا نبی لیلۃ القدر میں آسمان سے اتارا گیا ہے اور ہر ایک مصلح اور مجدد جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے وہ لیلۃ القدر میں ہی اترتا ہے۔ تم سمجھتے ہو لیلۃ القدر کیا چیز ہے؟ لیلۃ القدر اس ظلماتی زمانے کا نام ہے جس کی ظلمت کمال کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ اس لئے وہ زمانہ بالطبع تقاضا کرتا ہے کہ ایک نور نازل ہو جو اس ظلمت کو دور کرے۔ اس زمانہ کا نام بطور استعارہ کے لیلۃ القدر رکھا گیا ہے مگر درحقیقت یہ رات نہیں ہے یہ ایک زمانہ ہے جو بوجہ ظلمت رات کا ہمرنگ ہے...... اس لیلۃ القدر میں خدا تعالیٰ کے فرشتے اور روح القدس اس مصلح کے ساتھ رب جلیل

امام الزماں کی بعثت کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے انقلاب آور اور تاریخ ساز وجود عطا کئے جنہوں نے خدمت دین۔ اعلائے کلمۃ اللہ اور اشاعت دین کے لئے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ اجیائے دین کی تاریخ ان کے سنہرے کارناموں سے مزین ہے یہ باصفا لوگ حکیم الامت مولانا نورالدین مولانا محمد علی لاہوری۔ خواجہ کمال الدین۔ اور مولانا صدرالدین کے پاک وجودوں میں نظر آتے ہیں "فتح اسلام" میں ہی حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

"اس جگہ میں اس بات کے اظہار اور اس شکر کے ادا کرنے کے بغیر رہ نہیں سکتا کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا۔ میرے ساتھ تعلق اخوت پکڑنے والے اور اس سلسلہ میں داخل ہونے والے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے محبت اور اخلاص کے رنگ سے ایک عجیب طرز پر رنگین ہیں نہ میں نے اپنی محنت سے بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے یہ صدق سے بھری ہوئی روحیں مجھے عطا کی ہیں"

اس وقت مجھے حضرت مولانا صدرالدین کے سوانح کی ایک جھلک دکھانی مقصود ہے۔ حق تو یہ ہے کہ حضرت مولانا کی سوانح حیات جو ان کی خدمات جلیلہ دینیہ کا مرقع ہے چند صفحات میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ اس کے لئے تو کئی دفتر درکار ہوں گے۔ جماعت کے بزرگوں نے تو انہیں قریب سے دیکھا۔ ان کے لیکچر سنے۔ ان کے درس قرآن سے حقائق و معارف قرآنیہ اپنا ایمان و الیقان کو بڑھایا مگر ہماری نوجوان نسل اس خادم دین کے حالات سے بے خبر ہے حضرت امام الزماں کے اس عظیم شاگرد کے کارناموں اور عالمانہ زندگی کے کچھ واقعات کو بیان کرنا ضروری ہے۔ اس لئے بھی کہ وہ اپنے اسلاف سے آگاہ ہو جائیں اور وہ حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کے منجانب اللہ ہونے اور ان کے کمالات کا اندازہ اس پھل سے کر سکیں جو ان کے شاگردوں

کی صورت میں گلشنِ اسلام میں پھیلے اور پھولے کیونکہ درخت اپنے پھلوں کے حوالے سے پہچانے جاتے ہیں۔ حضرت مولانا کے حالات اور فضائل مجھ جیسے ہیچمدان اور بے بضاعت سے کما حقہٗ ادا نہ ہو سکیں گے۔ یہ سطور میرے ذاتی مشاہدات پر مبنی ہیں۔ اور حضرت مولانا مرحوم کی اس شفقت کے پیشِ نظر جو مرحوم اپنے پیشرو کی طرح مجھ عاجز سے کرتے رہے ہیں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ یہ گلہائے عقیدت ان کی نذر کروں یہاں بھی مجھے اعتراف ہے:

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار
گلچیں بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

حضرت مولانا صدرالدین شمالی ہند و پاک کے مردم خیز شہر سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ سیالکوٹ ایک قدیم تاریخی معمورہ ہے ایک روایت کے مطابق مشہور اکبری نورتن ابوالفضل اور فیضی کے والد شیخ مبارک کا بھی یہی مولد و منشا تھا۔ اس منتخب روزگار شہر میں مولانا عبدالحکیم جو شاہجہانی عہد کے نامور عالم تھے پیدا ہوئے۔ متاخرین میں شمس العلماء مولانا سید میر حسن یہیں درس و تدریس دیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال اسی بزرگ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ شمس العلماء حضرت امام الزمان کے ہمعصر تھے۔ اور حضرت کے بارے میں حسنِ ظن رکھتے تھے۔ ہمارے سلسلہ کے عالم بے مثال تھے۔ آپ سیالکوٹ میں درسِ قرآن دیا کرتے تھے۔ سیالکوٹ میں اس درس کا بڑا چرچا تھا۔ مولانا عبدالکریم سر سید احمد خاں کے لٹریچر سے بڑے متاثر تھے مگر جب حضرت امام الزمان کے قریب آئے تو سر سید کا رنگ اتر گیا اور حکمتِ قرآنی سے مالامال ہو گئے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کا درس دلوں پر اثر کرتا تھا۔ مولانا حقائق و معارف فرقانیہ بیان کرنے کے علاوہ قرآن خوانی میں بھی دور دور تک مشہور تھے۔ ان کی قرأت ایک وجد اور کیف طاری کر دیتی تھی۔ قادیان میں حضرت اقدس کے عہدِ مبارک میں جو برکات تھیں ان میں مولانا کی قرأت بھی ایک برکت تھی۔ صرف مسلمانوں پر ہی نہیں غیر مسلموں پر بھی آپ کی قرآن خوانی جادو کا حکم رکھتی تھی۔ ایک انگریز فنانشل کمشنر جب قادیان کے دورہ پر آیا تو وہ مولانا کی قرأت سن کر دم بخود ہو گیا۔ مولانا اقامت الصلوٰۃ کر رہے تھے جب تک نماز ختم نہیں ہوئی وہ انگریز مسجد کے پاس کھڑا رہا اور بڑے اشتیاق سے پوچھا کہ اب پھر کب یوں قرآن شریف پڑھا جائے گا۔ حضرت امیر مرحوم کی قرأت میں بھی مولانا عبدالکریم کی قرآن خوانی کی جھلک دکھائی دیتی تھی۔

حضرت مولانا صدرالدین کے والد ماجد تاجر تھے اپنی برادری میں معزز حیثیت کے مالک تھے۔ آسودہ حال تھے اپنے بچے کی تعلیم میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ گھر کا ماحول دینی تھا۔ صوم و صلوٰۃ کی بڑی پابندی تھی۔ بچوں کو قرآن شریف ناظرہ بالالتزام پڑھایا کرتے تھے۔ آپ کی پرورش اور تربیت ایک خالص دینی ماحول میں ہوئی۔ مڈل تک آپ قرآن مجید بڑے ذوق و شوق سے پڑھتے رہے۔ پھر مولانا عبدالکریم کے درس میں باقاعدگی سے شریک ہونا شروع کر دیا۔ یہ درس مسجد حکیم حسام الدین میں ہوا کرتا تھا۔ جو ڈاکٹر اقبال کے محلہ میں واقع ہے اس درس میں حضرت امام الزمان کا ذکر خیر بھی آتا رہتا تھا یہیں سے حضرت امیر مرحوم کو حضرت مرزا صاحب، ان کے دعاوی اور کمالات کا علم ہوا۔ رشد و ہدایت کا مادہ تو پہلے سے ہی موجود تھا۔ حضرت امام الزمانؑ کی صداقت کے قائل ہو گئے اور سلسلہ میں شمولیت اختیار کی۔ آپ کے گھر کا ماحول چونکہ دینی تھا اس لئے آپ کی قبولِ احمدیت پر کوئی اعتراض نہ ہوا۔ آپ کے والدین نے نہ تو آپ کو درس میں جانے سے روکا اور نہ ہی آپ کی شمولیتِ سلسلہ پر برا منایا۔ برادری اور شہر میں بھی کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ آپ کی راہ میں مزاحم ہوتا۔ جوں جوں وقت گذرتا گیا حضرت اقدس اور ان کے پاک رفقاء کی عظمت کے نقوش آپ کے قلبِ سلیم پر گہرے سے گہرے ہوتے چلے گئے۔

پنجاب یونیورسٹی سے بی۔ اے کرنے کے بعد آپ نے اسی دانش گاہ کی پہلی بی ٹی کلاس میں داخلہ لیا۔ تکمیلِ تعلیم کے بعد آپ کی ذہانت اور عمدہ کیریکٹر کی بنا پر محکمۂ تعلیم نے آپ کو ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز کا عہدہ پیش کیا۔ اسی دوران آپ شملہ میں تعینات رہے۔ شیخ محمد لطیف اور ان کے بھائی شیخ عبدالعزیز مرحومین ان دنوں [illegible] شملہ رہا کرتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ عوام الناس میں حضرت مولانا کی دیانت، امانت اور دینداری کا بڑا چرچا تھا۔ مولانا کچھ عرصہ تک ٹریننگ کالج میں پروفیسر بھی رہے محکمۂ تعلیم کے سررشتہ دار اور دوسرے اعلیٰ حکام آپ کی حسنِ کارکردگی سے بڑے متاثر تھے۔ جب حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین کے زمانہ میں ان کے مشورہ سے صدر انجمن احمدیہ کے پانچ سرکردہ رکن یعنی حضرت مولانا محمد علی۔ حضرت خواجہ کمال الدین۔ حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب۔ حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ اور حضرت شیخ رحمت اللہ مرحومین آپ کے پاس یہ تجویز لے کر آئے کہ آپ سرکاری ملازمت چھوڑ کر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کی ہیڈ ماسٹری پر آ جائیں تو آپ فوراً تیار ہو گئے اور یہی نمائندہ وفد کی صورت میں گورنمنٹ کے پاس گئے کہ حضرت مولانا کا استعفا منظور کیا جائے۔ ان دنوں مسلمان اساتذہ کی سرکاری درسگاہوں میں کمی تھی اور محکمہ تعلیم حضرت مولانا جیسے قابل پروفیسر کو چھوڑنے پر تیار نہ تھا۔ بالآخر حضرت مولانا کا اصرار یہ کہ میں نے یہ فیصلہ اپنی قوم کے مفاد میں کیا ہے آپ کو قادیان جا کر خدمتِ دین بجا لانے کی اجازت مل گئی۔

آپ کی ہیڈ ماسٹری کا دور اس سکول کی تاریخ کا ایک زریں باب ہے۔ آپ کی توجہ نہ صرف زیرِ تعلیم بچوں کی دینی نشوونما پر رہتی بلکہ آپ ان کی اخلاقی اور جسمانی تربیت پر بھی پوری توجہ دیتے۔ اس وقت اس مدرسے کا شمار پاک و ہند کے صفِ اول کے سکولوں میں ہوتا تھا۔ ان دنوں انگلش میڈیم سکولوں کا وجود نہ تھا۔ پھر اس مدرسے میں اقامتی انتظام بھی تھا۔ چنانچہ جماعت کے احباب اپنے بچوں کو ملک [illegible] بھیجا کرتے تھے۔ ملک غلام حیدر خان تحصیلدار مرحوم حضرت اقدس کے مخلص احباب میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے اپنے بیٹے ملک عطاء اللہ کو اسی مدرسے میں بھجوایا تھا۔ ملک عطاء اللہ ۱۹۴۷ء سے قبل ترقی پا کر ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے عہدہ تک پہنچ گئے تھے۔ یہ تو مجھے اس لئے اچھی طرح یاد ہے کہ ملک عطاء اللہ مرحوم کا تعلق راولپنڈی سے تھا۔ اور ہمیشہ حضرت مولانا کی قابلیت، شفقت اور حسنِ انتظام کا ذکرِ خیر کرتے رہتے تھے۔ ان کی وفات تک ان کے ہاں "لائٹ" اور "پیغام صلح" باقاعدگی سے آتے رہے حضرت حکیم محمد یحییٰ خاں نے جو ولی اللہ تھے اور حضرت اقدس کے خدام میں شامل تھے۔ اپنا صاحبزادہ (موجودہ حضرت امیر ایدہ اللہ) تعلیم کے لئے اسی مدرسہ میں بھجوایا۔ اب مانسہرہ سے سینکڑوں کوس دور قادیان میں کم عمر بچوں کو تعلیمی اغراض کے لئے بھجوانے کی یہی وجہ [illegible] تھا کہ اس مدرسہ کے فارغ التحصیل دین و دنیا [illegible] گے۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال نے بھی اپنے بیٹے کو اسی مدرسہ میں بھجوایا تھا۔ بلکہ انہیں علی گڑھ کے طلباء کو خطاب کرتے ہوئے اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑا تھا کہ ٹھیٹھ اسلامی سیرت و کردار دیکھنا ہو تو قادیان میں رہنے والے احمدی احباب کو دیکھنا چاہیئے۔ اور یہ کوئی مبالغہ نہ تھا بلکہ ایک حقیقت تھی۔ [illegible] مولانا اسکول میں جسمانی تربیت ورزش اور کھیل کا بھی [illegible] طلباء کے ساتھ خود بھی کھیل کے میدان میں [illegible] نظم و ضبط اور تعاون کا جذبہ پیدا ہوتا حضرت شیخ فضل الرحمان گوردا سپوری فرمایا کرتے تھے کہ مولانا کے ہیڈ ماسٹری کے زمانہ میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان ڈسٹرکٹ [illegible] سکول [illegible] میں ہمیشہ اول نمبر پر رہا کرتا تھا۔ یہ اعزاز مولانا کے قادیان سے ہجرت کرنے کے بعد قائم نہ رہا کھیل آخر کھیل [illegible] ہار جیت کا سلسلہ چلا آتا ہے۔ مگر کھیل میں تنومند ہونے [illegible] ہونا حضرت مولانا نے ہی طلباء کو سکھلایا۔ ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب (موجودہ امیر) فرماتے ہیں۔

آپ نے خود بنایا اور عجیب بات یہ ہے کہ ان کی تعمیر کے اخراجات کا بوجھ حضرت مولانا نے انجمن کے خزانہ پر نہیں ڈالا۔ ہمت مرداں مدد خدا۔

احباب سے سنگ بنیاد رکھوایا۔ یہ نہیں کہ خود ہی سنگ بنیاد رکھنے۔ بے نفسی اور بے لوث زندگی اور کیا ہوتی ہے۔ ان عمارتوں کی تعمیر ہوئی تو اس کمرے کی حفاظت اور تزئین کا خیال رکھا جس میں حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کا وصال ہوا تھا یہ کمرہ آج بھی جماعت ربوہ اور جماعت لاہور کے اراکین کا مرجع ہے۔ احمدیہ مہمانخانہ کی شاندار عمارت بھی حضرت مولانا کی دلچسپی توجہ اور ذوقِ تعمیر کی یادگار ہے۔ احمدیہ بلڈنگس سے آپ کو بے پناہ محبت تھی بسنہ ۱۹۵۳ء میں اور پھر ۱۹۷۴ء میں جب سلسلہ احمدیہ کے خلاف شدید طوفان اُٹھے اور احمدی املاک اور گھروں، مسجدوں اور مکینوں کو جلانے۔ لوٹنے اور غارت کرنے کو کارِ ثواب سمجھا جانے لگا۔ تو مولانا نے احمدیہ بلڈنگس سے نقل مکانی کرنے کا خیال تک نہ کیا اور ان پُرآشوب اور پُرفتن دنوں اور راتوں میں اپنے خدا کی نصرت اور امام کی صداقت پر یقین کامل رکھتے ہوئے احمدیہ بلڈنگس سے قدم باہر نہ نکالا۔ دارالسلام میں رہائشی سکیم شروع ہوئی تو ایک بنگلہ جماعت کے سربراہ کی رہائش کے لئے بھی بنوایا گیا اور حضرت مولانا سے استدعا کی گئی کہ آپ اس پُرفضا علاقہ میں منتقل ہو جائیں۔ آپ کی صحت کے لئے کھلی ہوا ضروری ہے۔ احمدیہ بلڈنگس میں صفائی اور حفظانِ صحت کے وہ سامان نہیں جو عمر کے اس دور میں آپ کے لئے لازمی ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے یہ تنگ و تاریک گلیاں بڑی محبوب ہیں جن میں میرے رفیق خواجہ کمال الدین ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ۔ مرزا یعقوب بیگ اور مولانا محمد علی رہائش پذیر رہے۔ اسی آبادی میں میرے گھر سے ملحق وہ مسجد ہے جہاں حضرت امام الزماں، حکیم نورالدین اور مولانا محمد علی نمازیں پڑھتے اور پڑھاتے رہے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے رہے۔

ہم کو ہیں پیاری ہماری گلیاں

اکتوبر ۱۹۵۱ء میں حضرت مولانا محمد علی رح کی وفات پر جماعت نے باتفاق رائے آپ کو امیر جماعت چن لیا اور تیس برس تک آپ نے جماعت کی قیادت کی۔ یہ تیس سالہ دور جماعت کی توسیع اور تبلیغی کام کے لئے خصوصیت کا حامل رہا۔ حضرت بانئے سلسلہ سے اللہ تبارک و تعالےٰ نے جو وعدے کئے تھے ان میں سے کئی وعدوں کو دنیا نے آپ کی امامت کے دور میں پورا ہوتے ہوئے دیکھا۔ مالی لحاظ سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے وسائل میں توقع سے کہیں زیادہ اضافہ ہوا۔ اسلامی لٹریچر کی اشاعت اور حضرت ... کی کتابوں ... اشاعت میں غیر معمولی اضافہ ...

آئیں بلکہ ان علاقوں سے رسائل و جرائد بھی جاری ہوئے۔ وہ جو حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کا الہام اور ان سے وعدہ الہیہ ہے کہ "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔" "دور دراز علاقوں سے لوگ تیرے پاس آئیں گے۔" "دور افتادہ علاقوں سے تیرے پاس دینی اغراض و مقاصد کے لئے مال و زر آئے گا۔" اس کو حرف بحرف پورا ہوتا حضرت مولانا کے دورِ امارت میں ہی دیکھا گیا۔ مشرقِ بعید۔ مغرب اقصاء سے جتنی کثیر تعداد میں احمدی وفودِ سلسلہ کے مرکز میں آئے ان کی نظیر پہلے برسوں میں نہیں ملتی بلالی مسلمانوں کا وفد اور نامور پہلوان محمد علی کے نمائندے نہ صرف خود حضرت مولانا کی زیارت کے لئے لاہور آئے بلکہ گرانقدر نذرانے بھی اشاعتِ دین کے لئے لائے۔

بفضل ایزد متعال حضرت مولانا کو حج بیت اللہ کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ اور آپ ہی وہ پہلے امیر جماعت ہیں جنہوں نے انگلستان۔ امریکہ۔ سورینام۔ گیانا۔ جزائر غرب الہند کا تین ماہ کے قریب دورہ کیا۔ اور وہاں ہزاروں مشتاقانِ دید کو حضرت امام ہمام کی تعلیم سے آشنا کیا۔ آپ جب ٹرینیڈاڈ۔ سورینام اور گیانا تشریف لے گئے تو وہاں کے عوام کے علاوہ سرکاری عہدیداروں نے آپ کے استقبال میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور فضائیں مستقر "مرزا غلام احمد کی جے" "احمدیت زندہ باد" کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھے۔ ان ملکوں کے وزراء۔ سفراء اور حکام نے آپ سے ملاقاتیں کیں اور آپ کی شخصیت اور پیغام دین سے بڑے متاثر ہوئے اور حضرتِ اقدس بانئے سلسلہ احمدیہ کا یہ الہام پورا ہوا "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"۔

مولانا محمد عبداللہ مبلغ امریکہ نے آپ کے اس تاریخی دورہ اور آپ کی صحبت میں گذارے ہوئے ان یادگار لمحات کا اپنے تعزیتی خط میں یوں ذکر کیا ہے۔

"مجھے ۱۹۷۰ء کی وہ رات اچھی طرح یاد ہے جب ہمیں ایک ایسے گاؤں میں شب باشی کرنا پڑی جہاں عام آسائشیں میسر نہ تھیں۔ ... بھی ہو رہا تھا اور بارش بھی برس رہی تھی۔ ... باران رحمت اس آگ کو بجھانے کے لئے تھی جو مخالفین نے بھڑکائی تھی۔ ...

اس گاؤں میں بنیادی آسائشیں بھی میسر نہ تھیں۔ مجھے بھی اسی کمرہ میں جگہ ملی جہاں حضرت مولانا کو ٹھہرایا گیا تھا۔ میں نے دیکھا حضرت مولانا ایک کھردری چارپائی پر بغیر بستر کے لیٹے ہوئے ہیں۔"

ضعف کی یہ حالت کہ آپ چلنے سے معذور ہیں ... اس سے ملنے کے لئے تیار ہو گئے اور اس کے گاؤں میں پہنچ کر اسے حسرتِ دیدار نہ رہنے دی۔

"مجھے جارج ٹاؤن کے گنی آنا گاؤں کے ہال کا وہ جلسہ بھی یاد ہے جس میں حضرت مولانا "رحمت للعالمین" کے عنوان سے تقریر کر رہے تھے۔ جلسہ کی صدارت اس ملک کے چیف جسٹس کر رہے تھے وہ غیر مسلم تھے مگر ہمہ تن گوش حضرت مولانا کی تقریر سن رہے تھے اور بار بار آپ کے چہرہ پر عالم حیرت میں نگاہیں مرکوز کرتے تھے۔"

حضرت مولانا جب اس نصف کرہ کے تبلیغی دورے پر روانہ ہوئے تو اخویم شیخ ظہور الحسن گورداسپوری نے جو حضرت مولانا کے شاگرد بھی رہ چکے ہیں عرض کی "حضرت اس علاقہ کی زبان انگریزی ہے اور آپ کو انگریزی تقریر کرنے کا پچھلے کئی برسوں سے اتفاق نہیں ہوا بہتر ہوتا کہ آپ انگریزی میں تقریر کی مشق کر لیتے"۔ آپ مسکرائے اور فرمایا "میں خدا کے دین کی خدمت اور اشاعت کے لئے جا رہا ہوں وہ خود ہی مجھے یہ توفیق دے گا کہ میں اس قادر و توانا کی ہستی، اس کے محبوب کی سیرت طیبہ اور اس کے مامور کے پیغام کو پہنچا سکوں"۔

بعد میں آنے والے واقعات نے ثابت کر دیا کہ آپ نے جو کہا تھا ویسا ہی ہوا۔ بیسویں مقامات پر آپ کی تقاریر ہوئیں اور بڑی کامیاب ہوئیں۔ اس نوّے سالہ جوان ہمت خادم دین نے جو حقائق و معارفِ قرآن اور محامد خاتم النبیین صلعم بیان کئے وہ سامعین کو مدتوں یاد رہیں گے۔ حضرتِ اقدس بانئے سلسلہ احمدیہ سے اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کیا تھا کہ میں تیرے محبوں کی عمروں میں برکت ڈالوں گا تاکہ وہ خدمتِ دین کا زیادہ سے زیادہ موقع پائیں وہ بھی آپ کی ذات میں پورا ہوتا نظر آتا ہے۔

حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب (موجودہ امیر) نے حضرت مولانا کی جرأت مندی کے کچھ واقعات بیان کئے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ مولانا کی بے باکی اور حق گوئی بے مثال ہے جن دنوں آپ برلن مسجد کے امام اور مبلغ تھے۔ ترک اکابرین کا مسجد میں آنا جانا تھا۔ امیر شکیب ارسلان ایک مشہور ترک رہنما ہو گذرے ہیں

قدوقامت اور علم و فضل میں وہ یکتا تھے۔ بڑی پُر وقار شخصیت کے مالک تھے وہ حضرت مولانا کے پاس اکثر آیا کرتے تھے اور آپ کا بڑا احترام کرتے تھے۔ ان دنوں برصغیر پاک و ہند اور ترکی کے مسلمانوں میں بڑے گہرے روابط تھے۔ تحریکِ خلافت کا اثر ابھی باقی تھا۔ مفکر علماء نے جن کے بارے میں مولانا شبلی نے لکھا ہے کہ

کرتے ہیں شب و روز مسلمانوں کی تکفیر
بیٹھے ہوئے ہم کوئی بیکار نہیں ہیں

اس موقع کو غنیمت جانا اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے بارے میں غلط اور بے بنیاد الزامات ترکی میں بھی پھیلانے کی کوشش کی۔ امیر شکیب ارسلان بھی اس معاندانہ پروپیگنڈہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اب کی دفعہ تو برلن گئے تو غم و غصہ میں بھرے ہوئے مسجد برلن میں پہنچ گئے۔ اور حضرت مولانا سے تند و تیز لہجہ میں کہا کہ مجھ پر اب تمہاری حقیقت منکشف ہو گئی ہے۔ مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور مسلمانوں کو کافر گردانا ہے۔ مولنا فرماتے تھے میں اس کے تیور بھانپ گیا تھا میں نے انہیں احترام سے بٹھایا اور ان سے گفتگو شروع کی۔ امیر شکیب عربی جانتے تھے میں اپنے کمرے سے حمامۃ البشریٰ اور آئینہ کمالات اسلام اٹھا لایا اور ان کی عربی عبارات امیر شکیب کو پڑھائیں۔ جوں جوں وہ عربی عبارات کو پڑھتا جاتا اس کے چہرے سے غم و غصہ اور برہمی دور ہوتی چلی گئی اور اس نے اعتراف کیا مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔ اصل عبارات پڑھ کر مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ لوگ صحیح راستے پر ہیں۔ اس واقعہ کے بعد امیر حضرت مولنا کا زیادہ احترام کرنے لگے اور ان کی عقیدت میں فرق نہ آیا۔

لائلپور (فیصل آباد) میں میاں برادران بڑی نیک نامی سے کاروبار کرتے تھے یعنی میاں محمد اسماعیل۔ میاں مولا بخش اور شیخ میاں محمد مرحومین یہ تینوں بزرگ مولنا کے بڑے مداح تھے اور ان سے بے حد عقیدت رکھتے تھے۔ قیام پاکستان سے قبل انہوں نے اپنے شہر میں ایک پبلک جلسے کا اہتمام کیا جس میں حضرت مولنا نے سیرتِ نبوی پر تقریر کرنا تھی تقریر سننے کے لئے شہر کے رؤسا۔ اہلِ علم اور عوام جوق در جوق آئے ہوئے تھے۔ سہ پہر کو تقریر شروع ہوئی اور انسانوں کا یہ جمِ غفیر مبہوت بیٹھا آپ کی سحر بیانی کا اثر دکھلا رہا تھا۔ نمازِ مغرب کا وقت قریب ہوا تو آپ نے تقریر ختم کی۔ جلسہ گاہ میں ابھی سامعین آپس میں اپنا اپنا تاثر بیان کر رہے تھے کہ مغرب کی اذان ہوئی اور حاضرین احتراماً خاموش ہو گئے۔ اذان ختم ہوئی تو ایک نوجوان اسٹیج پر آگیا کہنے لگا۔

بھائیو! آپ نے ابھی ابھی مولوی صاحب کی عالمانہ تقریر سنی ہے مگر ان کا عمل کچھ اور ہی ہے۔ یہ اتحاد بین المسلمین کا پرچار تو کرتے ہیں مگر ہمارے علماء کے پیچھے یا ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھتے۔ میرے بیان کی صداقت آپ کو ابھی معلوم ہو جائے گی۔ آپ نے اذان تو سن لی ہے اب مولوی صاحب اور ان کی جماعت سٹیج سے غائب ہو جائیں گے۔

حضرت مولنا نے یہ سنا تو اس حلقہ کو جو ان کے ارد گرد مداحوں اور قدردانوں کا بنا ہوا تھا توڑ کر آگے بڑھے اور اس نوجوان کو بازو سے پکڑ لیا اور بلند آواز میں مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

حضرات! آپ نے ابھی ابھی اس نوجوان کی باتیں سنی ہیں۔ آپ جائیے گا نہیں۔ آج اور اس وقت یہ نوجوان امامت کریں گے اور میں میرے ساتھی اور آپ ان کی اقتداء میں نماز ادا کریں گے۔ یقین رکھیے میرے قول اور فعل میں کوئی تضاد نہیں۔"

مجمع میں ہلچل پیدا ہو گئی۔ اب مولنا اس نوجوان کو آگے کر رہے ہیں اور وہ سرگریباں ہے آخر اسے یہ کہنا پڑا کہ لوگو میں نے غلط سمجھا اور جھک ماری ہے۔ مولانا جیسے عالم و فاضل باعمل کی موجودگی میں بھلا امامت اور کون کرانے کا اہل ہے میں بھی حضرت مولانا کی اقتداء میں نماز ادا کرنا باعث شرف سمجھتا ہوں۔ اب حضرت حضرت مولانا برسرِ عام اس نوجوان کو امامت کے لئے آگے کھڑا کر رہے ہیں اور وہ نادم و متاسف ہو کر پیچھا چھڑا رہا ہے۔ نماز تو مولانا ہی نے پڑھائی مگر آپ کے اس عمل سے اس جمِ غفیر پر جو اثر ہوا وہ تقریروں اور تحریروں سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے۔

اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے آپ کی جرأت اور بے باکی کا ایک واقعہ میں نے آپ کی زبانی جلسہ سالانہ کی ایک تقریر میں سنا۔ جرمن ترجمۃ القرآن ۱۹۳۸ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ اس کے ایک سال کے اندر اندر دوسری جنگِ عظیم کے شعلے اٹھنے شروع ہو گئے۔ جنگ کے آغاز سے کچھ دن پہلے آپ نے ترجمہ و تفسیر کی ایک کاپی خوبصورت جلد بندی کروا کے ہٹلر کو بھیجی اور اس کے ساتھ ایک مکتوب بھی بھیجا۔ اس میں لکھا تھا کہ آپ عصرِ حاضر کے ایک بہت بڑے انسان ہیں۔ میں آپ کو اس خیر الانام کا لایا ہوا پیغام مطالعہ کے لئے بھیجتا ہوں جو عظیم ترین راہنما تھا۔ اس کتاب میں بنی نوع انسان کی فلاح مرفہ الحال۔ حریت اور مساوات کے لئے جو پیغام ہے وہ رہنمایانِ عالم کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ ہٹلر ان دنوں یورپ کے لئے ایک ہوّا تھا جابر اور مطلق العنان آمر تھا۔ اس کے سامنے کلمۂ حق کہنا ایک بہت جہاد تھا۔

آپ کے قیام انگلستان کے دوران اسلامیہ کالج پشاور کی مجلس منتظمہ نے کالج کے پرنسپل کی اسامی پُر کرنے کے لئے ملکی اور برطانوی اخبارات میں ایک اشتہار دیا۔ چند ایک درخواستیں انگلستان سے بھی موصول ہوئیں۔ انٹرویو کے لئے امیدواروں کو وہاں سے بلانے پر کافی خرچ اٹھتا۔ کالج کی مجلس منتظمہ نے آپ کو لکھا کہ ہم نے امیدواروں کو ہدایات بھجوا دی ہیں کہ آپ کے سامنے پیش ہوں۔ آپ مہربانی کر کے ان کا انٹرویو لے کر ہمیں سفارشیں بھجوا دیں۔ ہمیں آپ کا ساختہ پرداختہ منظور ہے۔ حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ آج ہمیں جو یہ موقع ملا ہے کہ ہم ان فرعون مزاج انگریزوں کو اس تکبر و نخوت کا مزہ چکھائیں جو یہ ہمارے اہل وطن سے برتتے ہیں چنانچہ میں نے ان امیدواروں سے اس طرح سوالات پوچھے کہ ان کے کس بل نکل گئے اس واقعہ سے ایک تو یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اسلامیہ کالج کمیٹی کو آپ کی قابلیت اور امانت اور دیانتداری پر کلی اعتماد تھا۔ دوسرے آپ میں دین اور ہموطنوں کے لئے کس قدر حمیت اور غیرت تھی۔ غیرت مؤمن کی شان اور وصف ہوتا ہے۔

جن دنوں آپ جرمنی میں تبلیغ اسلام کے جہاد میں مصروف تھے خطبات۔ تقاریر اور تحریر کے علاوہ آپ اسلام کا پیغام انفرادی ملاقاتوں کے ذریعے بھی پہنچاتے تھے۔ اور شرفاء رؤسا۔ علماء اور فضلاء کے گھروں پر جا کر فریضہ تبلیغ ادا کیا کرتے تھے۔ بیرن عمر ڈاکٹر منصور ایسی ہی کوششوں کے ذریعہ اسلام کی آغوش میں آئے تھے۔ برلن کا ایک معزز گھرانہ بھی آپ کے زیرِ تبلیغ تھا۔ وہ لوگ آپ کی پاکبازی حسنِ سیرت اور اخلاق سے بڑے متاثر تھے۔ ان ملاقاتوں سے مبلغ اور زیرِ تبلیغ کنبے میں روابط یہاں تک بڑھے کہ تحفے تحائف کا تبادلہ بھی شروع ہو گیا۔ جہاں تک تبلیغ اسلام کا معاملہ ہے حضرت مولانا اپنی کوشش میں زیادہ سرگرم ہو گئے مگر قبول اسلام کے آثار نظر نہ آتے تھے۔ حضرت مولانا دعائیں بھی کرتے رہے مگر کوئی اثر دکھائی نہ دیا۔ یہاں تک کہ آپ وطن واپس آنے لگے۔ ان دنوں برصغیر پاک ہند اور یورپ کے درمیان آمد و رفت بحری جہازوں سے ہوتی تھی۔ فضائی سفر کی سہولت حاصل نہ تھی۔ بحری جہاز سے روانگی کا دن طے ہو گیا۔ حضرت اس کنبے کے لئے دعائیں کر رہے ہیں وہ بارگاہِ ایزدی سے مایوس نہیں ہوتے تھے۔ واپسی کے سفر کی تاریخ سے دو تین روز قبل اس فیملی نے حضرت مولانا کے اعزاز میں الوداعی دعوت کا اہتمام کیا۔ ایسے موقعوں پر مختصر تقریریں کی جاتی ہیں میزبان فیملی کی خاتون تقریر کے لئے کھڑی ہوئی۔ حضرت مولانا کے حسنِ اخلاق شفقت اور مروت کا ذکر کیا اور کہا کہ حضرت مولانا کے ہمارے گھر سے بڑے گہرے روابط ہیں۔ ان کی محبت ہمیں کبھی بھی بھول نہیں سکتی انہوں نے ہمیں بڑی عمدہ باتیں بتائی ہیں اور پھر گرانقدر تحائف بھی

کو کیا تحفہ دیا جائے۔ چونکہ ہم دیرینہ تعلقات کی بنا پر مولانا کے ذوق سلیم و مزاج سے اچھی طرح واقف ہیں اس لئے جس تحفے کا بھی ہمیں خیال آیا ہم نے اسے ان کے شایانِ شان نہ پایا۔ آخر ہم اس بات پر متفق الرائے ہو گئے کہ مولانا کے لئے ہماری طرف سے موزوں تحفہ ہمارا قبولِ اسلام ہے اور ہم مولانا کے دستِ مبارک پر رسولِ عربیؐ کے دامانِ رحمت میں پناہ لینے کا اعلان کرتے ہیں۔

یہ واقعہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اخلاق اور عملی نمونہ اگر رحمت للعالمین کے اسوۂ حسنہ کی اتباع میں ہوں تو مبلغ کی تبلیغی مساعی ضرور بارآور ہوتی ہیں۔

حضرت مولانا کی عمر عزیز کا بیشتر حصہ تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن میں صرف ہوا۔ آپ نے قرآنِ کریم اور اسلام کی خدمت کے لئے زندگی وقف کر رکھی تھی۔ بنی نوع انسان کے لئے آخری اور مکمل ہدایت قرآنِ کریم کی عملی تفسیر سیرتِ پیغمبرِ خاتم ہے۔ حضرت مولانا کی تصانیف کا موضوع کچھ بھی ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے محامد اور اسوۂ حسنہ بے اختیار قلم سے اُبل پڑتے ہیں۔ غلبۂ قرآن۔ خصائص القرآن۔ قرآن اور سائنس۔ ضرورتِ حدیث۔ جمہوریتِ اسلام۔ آنحضرتؐ زمانۂ حال کے پیغمبر۔ اقوامِ عالم کے پیغمبر ہیں کا مطالعہ میرے قول کی تصدیق کرتے ہیں۔ سیرتِ نبوی کے علاوہ تعلیمِ اسلام پر آپ نے سینکڑوں لیکچر ہزاروں خطبات دیئے ہوں گے۔ ہر لیکچر اور خطبہ میں اچھوتے اور نکتہ آفریں خیالات ہیں۔ تحریر و تقریر کا اسلوب اور انداز دلنشیں ہے۔ تقریر اردو میں کر رہے ہوں تو ایک آدھ پنجابی جملہ بے ساختگی سے ادا ہو جاتا ہے جس سے سامعین بڑے محظوظ ہوتے ہیں۔ جرمن ترجمہ و تفسیر میں اسلام کے پیغامِ حریت کو جگہ جگہ نمایاں کیا ہے۔

کانپور (بھارت) سے شائع ہونے والے ماہنامہ "نظام" کے قرآن نمبر (۱۹۶۲ء) میں جناب عبداللہ مہاسی نے حضرت مولانا کو ان الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔

"احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور نے جرمن زبان میں ترجمہ اور تفسیرِ قرآن ۱۹۳۸ء میں شائع کی ہے۔ یہ پہلا صحیح اور مستند ترجمہ و تفسیرِ قرآن ہے۔ نہ صرف یہ طالبانِ حق کی تشنگی کو بجھاتا ہے بلکہ اہلِ مغرب کی طبائع۔ ذوقِ سلیم اور مسائل کو بھی حل کر دیتا ہے۔"

حضرت مولانا واعظ و مصنف ہی نہیں تھے بلکہ ایک کامیاب قائد تھے۔ اسلامی جمہوریت پر آپ کو غیر متزلزل یقین تھا۔ ان کی مجالس منتظمہ، منتظمہ و عامہ میں شوریٰ اور رائے عامہ کا احترام

مہربان اور [illegible]

معمارِ قوم اور عالمِ باعمل تھے۔ "نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز" کا مصرعہ آپ کی حیاتِ جاوید کا خلاصہ ہے۔

رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے آپ کو بے پناہ محبت تھی۔ اور خدمتِ دین کے لئے بے مثال جوش۔ جذبہ اور ولولہ آپ کے قلبِ سلیم میں موجزن رہا۔ اعلائے کلمۃ اللہ۔ اشاعتِ قرآن اور تبلیغِ اسلام کے لئے جب حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کے شاگرد اور خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین انجمن کے "پاک ممبر" لاہور میں جمع ہوئے تو وہ بے سر و سامانی کی حالت میں تھے۔ انہوں نے قادیان میں قومی جائیداد و اموال سے کچھ نہ لیا اور جیسے پاکستان کے قیام پر یہ مملکت اپنے ان اثاثوں سے محروم کر دی گئی جو اخلاقی اور اصولی طور پر اس کے حصہ میں آتے تھے۔ اکابرینِ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کو بھی نئے سرے سے وسائل اور اموال فراہم کرنے تھے۔

اس مقصد کے حصول کے لئے حضرت مولانا صدرالدین کی کوششیں ہمیشہ یاد رہیں گی۔ اراضی کے مربعہ جات۔ احمدیہ مارکیٹیں انجمن کو مالی وسائل بہم پہنچاتے رہے۔ اراضی تو اب تو ہیا لی گئی ہے مگر مارکیٹوں سے لاکھوں روپے حاصل ہوتے ہیں۔ انجمن کے لئے کروڑوں روپے کی املاک پیدا کرنے والا ایسی حالت میں جانِ جاں آفریں کے سپرد کرتا ہے کہ اس کے پسماندگان کے لئے سر چھپانے کے لئے کوئی مکان نہیں۔ اپنا آبائی مکان تو حضرت مولانا نے دینی اغراض کے لئے کب سے بیچ دیا تھا مگر زندگی بھر اپنی رہائش کے لئے اور اپنے بعد اپنے بچوں کی رہائش کے لئے کوٹھی تو کجا جھونپڑا بھی نہ بنایا۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔

حضرت مولانا آج ہم میں نہیں مگر ان کے اوصافِ حمیدہ و فضائل کے نقوش جریدہ عالم میں محفوظ و اجاگر ہیں۔ احبابِ جماعت سے ہمیشہ خندہ پیشانی اور کشادہ جبین سے ملتے۔ صوبہ سرحد کے بزرگ تو آپ کے فدائی تھے۔ الحاج شیخ نیاز احمد، شیخ میاں محمد اسماعیل، شیخ میاں مولا بخش۔ شیخ میاں محمد۔ چوہدری محمد اسماعیل۔ خان بہادر میاں غلام رسول تمیم۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ مرحومین کو آپ سے بڑی محبت اور موانست تھی۔ جلسۂ سالانہ کے لئے جب شیخ صاحبان وزیر آباد اور [illegible] سے لاہور آتے تو حضرت مولانا کے ہاں فروکش ہوتے۔ چوہدری [illegible] اسماعیل ریٹائرڈ ای۔ اے۔ سی بہت بڑے زمیندار [illegible] عاشق زار

چوہدری [illegible] صاحب کا رنگ سانولا تھا۔ چوہدری [illegible] صاحب اور حاضرین [illegible] کھلکھلا کر ہنس پڑتے تھے [illegible] اور برلن مسجدوں میں آپ کی امامت کے دنوں بھی باہر جانے والے سر آغا خان بین الاقوامی شہرت کے حامل تھے۔ اور حضرت مولانا کے اخلاقِ حسنہ، علم و فضل اور خدمتِ دین سے اس حد تک متاثر تھے کہ انہوں نے اپنے ایک بیٹے کا نام "صدرالدین" رکھا۔ سلسلہ اسماعیلیہ میں یہ نام کسی اور امام کا نہیں ہوا۔ راولپنڈی میں خان بہادر شیخ محمد اسماعیل آنریری مجسٹریٹ و آنریری سول جج۔ صدر انجمن اسلامیہ راولپنڈی ایک بہت بڑے تاجر تھے۔ مسلک اہلِ حدیث تھا مگر حضرت مولانا کا بے حد احترام کرتے تھے۔ خان بہادر مرحوم الحاج نیاز احمد وزیر آبادی کے بھانجے تھے۔ صوم و صلوٰۃ کے بڑے پابند۔ تہجد گزار اور نمازِ اشراق باقاعدگی سے ادا کرنے والے تھے۔ خان بہادر ان کی زندگی میں حضرت مولانا کو راولپنڈی آنا ہوا میزبانی کا شرف خان بہادر کو ہی حاصل رہا۔ حضرت مولانا کو بھی ان سے بڑی محبت تھی۔ جب بھی آپ جماعتی امور کے سلسلے میں راولپنڈی آتے نمازِ جمعہ (ان دنوں ہماری اپنی مسجد نہ تھی) خان بہادر صاحب کی کوٹھی کے گول کمرہ میں ادا کی جاتی۔ احبابِ جماعت کے علاوہ مقامی سول اور فوجی حکام اور معززینِ شہر بھی آتے اور حضرت مولانا کی اقتداء میں نماز پڑھتے۔

آں قدح بشکست و آں ساقی نہ ماند

حضرت مولانا نے جماعت کو اعلائے کلمۃ اللہ اور اشاعتِ قرآن اور تبلیغِ اسلام کے لئے ایک طرف تو وسائل سے بے نیاز کر دیا ہے دوسری طرف ان میں اتحاد و تنظیم کا ورثہ چھوڑا ہے۔ حضرت مولانا کی یاد تازہ رکھنے کے لئے اور ان کی پاک روح کو ثواب پہنچانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی صفوں میں اتحاد کو برقرار رکھیں اور کندھوں سے کندھا ملا کر کھڑے رہیں۔ مبادا ہمارے مابین وسوسہ راہ پا جائے۔

―― ٭٭٭ ――

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مؤرخہ ۴ مارچ ۱۹۸۲ء۔ شمارہ ۔۔۔

دفتر مرکزی جماعت

باہتمام ریاض حسین الجیدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح [illegible] بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ

پیغامِ صلح

لاہور

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام

ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

رجسٹرڈ ایل ۸۳۸
تار کا پتہ ۔ تبلیغ
فون ۔ ۵۲۸۳۷

مدیر اعزازی
خلیل الرحمٰن

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید
وپائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا

نائب مدیر
عبدالرؤف ملکوعمر

سالانہ چندہ
پاکستان و ہند سے — تیس روپے
بیرونی ممالک سے — دو پونڈ (ہوائی ڈاک)

جلد: ۶۹ ✦ یوم چہارشنبہ ۱۴ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ — بمطابق — ۱۰ مارچ ۱۹۸۲ء ✦ شمارہ نمبر ۱۰

ارشاداتِ حضرت مجددِ صدِ چہاردہم

دعاؤں کی قبولیت کے لئے صبر و استقلال لازمی ہے

یاد رکھو کوئی شخص اپنی دعا سے فیض حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ پورے صبر اور استقلال کے ساتھ دعاؤں میں نہ لگا رہے اور اللہ تعالیٰ پر کبھی اور کسی صورت سے بدظنی اور بدگمانی نہ کرے بلکہ اسے تمام قدرتوں اور ارادوں کا مالک تصور کرے پھر صبر کے ساتھ دعاؤں میں لگا رہے تو وہ وقت آجائے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو سن لے گا اور اسے جواب دے گا۔

جو لوگ اس نسخہ کو استعمال کرتے ہیں

وہ کبھی محروم اور بے نصیب نہیں رہتے بلکہ وہ یقیناً اپنے مقاصد میں کامیاب رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتیں اور طاقتیں بے شمار ہیں، اس نے انسانی تکمیل کے لئے عرصہ تک صبر سے کام لینے کا قانون رکھا ہوا ہے۔ جسے وہ بدلا نہیں کرتا۔ اس لئے جو شخص یہ خواہش رکھتا ہے کہ اس کے لئے خدا تعالیٰ اپنے مقررہ قانون ...... کو تبدیل کر دے وہ اس کی جناب میں بے ادبی اور گستاخی کرتا ہے۔

پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ:

بعض لوگ بہت بے صبری سے کام لیتے ہیں .... اور چاہتے ہیں کہ فوراً ان کے کہتے ہی کام ہو جایا کرے۔ یہ کمزوری ایمان کی علامت ہے۔ بے صبری کرنے سے خدا تعالیٰ کا کچھ نہیں بگڑتا۔ بلکہ انسان اپنا ہی نقصان کر لیتا ہے۔

بعض لوگوں نے قصّے اور فسانے بنا رکھے ہیں کہ فلاں فقیر نے پھونک مار کر یہ بنا دیا اور وہ کر دیا۔ میں ایسی باتوں کو ہرگز نہیں مان سکتا اور یہ محض من گھڑت بنائی ہوئی باتیں ہیں کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کی سنت کے خلاف اور قرآن شریف کی تعلیم کے بالکل مخالف ہیں اور ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اسلام کے ہر ایک امر کے لئے قرآن شریف کا معیار موجود ہے:

(تقریر جنوری ۱۹۰۲ء)

✦ ✦ ✦

ارباب کشف اور کمال کے نزدیک بڑے بڑے تجارب سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کامل کی دعا میں ایک قوتِ تکوین پیدا ہو جاتی ہے یعنی باذنہٖ تعالیٰ وہ دعا عالمِ سفلی اور علوی میں تصرف کرتی ہے اور عناصر اور اجرامِ فلکی اور انسانوں کے دلوں کو اس طرف لے آتی ہے جو طرف مؤید مطلوب ہے۔ خدا تعالیٰ کی پاک کتابوں میں اس کی نظیریں کچھ کم نہیں بلکہ اعجاز کے بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجابت دعا ہی ہے اور جس قدر ہزارہا معجزات انبیاء سے ظہور میں آئے ہیں یا جو کچھ کہ اولیائے کرام ان دنوں تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے اس کا اصل اور منبع یہی دعا ہے اور اکثر دعاؤں کے اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرتِ قادر کا تماشا دکھلا رہے ہیں وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور دنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا۔ اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس امی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اللھم صل وسلم و بارک علیہ

(برکات الدعا)

✦ ✦ ✦

لندن مشن

رپورٹ ماہ جنوری ۱۹۸۲ء ـــ از جناب محمد انور ایم اے

جنرل سیکرٹری صاحب کی خدمت میں لکھتے ہیں

خدا کرے سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور دیگر بزرگان جماعت و احباب سلسلہ خیریت سے ہوں ماہ جنوری کی رپورٹ کچھ دیر سے بھیجی جا رہی ہے اس کی بڑی وجہ زیادہ مصروفیت تھی۔ محترم بشپ کنتھو کرینگ صاحب کی طرف سے میرے کرسمس کارڈ کے جواب میں ایک خط۔ ایک مطبوعہ لیکچر، سورۃ فاتحہ اور عیسائی دُعا،

TE DEUM LAUDAMUS (THE BEING GOD. WE PRAISE)

کے ہم معنی ہونے کے متعلق آئے خط میں انہوں نے تلقین کی ہے کہ میں ان سے برابر رابطہ رکھوں۔ یہ مطبوعہ لیکچر آئندہ کسی وقت بھیج دوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسلامک گارڈین چھپ چکا تھا اور وہ سارا بغرض جمع کرنے۔ کاپیاں بنانے اور سٹیپل کرنے میرے سپرد کر دیا گیا۔ علاوہ ازیں "لائٹ" کے کافی شمارے بھی مختلف حلقوں میں بھیجنا تھے۔ پہلے چار پانچ دن لگا کر "لائٹ" .. اسے زائد افراد کو بھیجا گیا پھر اسلامک گارڈین کے کام نے چند دن اور لے لئے۔ ہر اتوار کو کلاس باقاعدہ جاری رہی جو خدا کے فضل سے کافی حوصلہ افزا ہے۔ مختلف دفاتر میں بیرون ملک بھی لٹریچر بھیجا گیا۔ ساتھ ساتھ "ٹورن نمرز ڈ" کے ترجمہ کا کام بھی جاری ہے جنوری کے پہلے ہفتہ میں مکرم میاں ظہور احمد صاحب آئرلینڈ سے واپس آگئے تھے۔ ۱۰ جنوری کی شام کو ان کی طرف سے ان کی اہلیہ محترمہ اور صاحبزادہ میاں ناصر بھی مدعو تھے۔ مسز جمیلہ خان اور ان کے شوہر بھی شریک ہوئے۔ یہ تقریباً ۵ گھنٹہ کی محفل تھی جس میں جماعت کے جملہ امور اور درپیش آمدہ مشکلات پر دل کھول کر باتیں ہوئیں ہم نے میاں صاحب کو اپنی تمام کوششوں سے آگاہ کیا جو اس سلسلے میں لندن جماعت کر رہی ہے۔

* **درخواست دعائے صحت** :- دسمبر ۸۱ میں ہمارے دوست زمان شاہ صاحب کے گھٹنے کا آپریشن ہوا تھا اس کے باوجود وہ جماعتی کاموں میں مصروف رہے محترم مجید علی صاحب کی صحت بھی اچھی نہیں۔ بلڈ پریشر۔ اعصابی تناؤ۔ اور آنکھوں کی تکلیف لاحق ہے پوری طرح لکھ بھی نہیں سکتے۔ موصوف بڑے پرجوش اور مجسم قربانی اور نیک انسان ہیں۔ ہمارے ایک میرے مشفق دوست محترم قاضی عبدالجبار صاحب اور ان کی اہلیہ بھی پچھلے دنوں بیمار رہے ہیں ان احباب کی صحت عاجلہ کیلئے حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان جماعت سے دعا کی درخواست ہے۔

* **ایک تجویز** :- اگر ہر ماہ "لائٹ" کے ۱۰۰، اور پیغام صلح کے ۶۰ پرچے یہاں بھیجا کریں تو زیادہ بہتر ہوگا پیغام صلح یہاں کے اردو خواندہ طبقہ کو دیا جا سکے گا۔ لائٹ کے متعلق یہ کوشش کی جاتی ہے کہ وہ ہر ادارہ اور ہر گرجا میں پہنچ جائے۔ اس جگہ یہ بات قابل ذکر ہے کہ جناب شاہد عزیز صاحب اسلامک گارڈین کے تقریباً ۲۰۰ پرچے اپنے خرچ پر بھیجتے ہیں۔ گھانا سے لٹریچر کی مانگ اکثر رہتی ہے بعض کو مرکز کا پتہ بھیج دیا جاتا ہے جہاں تک موجودہ صورت حال اور موجودہ وسائل کی حدود میں تبلیغ اور جماعتی سرگرمیاں خدا کے فضل و کرم سے

(بقیہ کالم ۳ اسی صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اطمینان بخش ہیں جماعت میں پورا اتحاد ہے اور ہم آہنگی ہے امید ہے یہ نیا سال (۱۹۸۲ء) ہمیں زیادہ مؤثر طور پر آگے بڑھنے میں سازگار ہوگا۔ انشاء اللہ!

سلسلہ کے ممتاز عالم دین جناب حافظ شبیر محمد ۳۰ جنوری کو یہاں تشریف لے آئے تھے پھر ہالینڈ چلے گئے۔ اس کے بعد کینیڈا جائیں گے۔ جملہ بزرگان اور احباب کرام کی خدمت میں السلام علیکم اور درخواست دُعا ؎

مرتبہ :- چوہدری محمد شریف

بلادِ غیر میں احمدیہ لٹریچر کی مانگ

دنیا کے مختلف ممالک سے آمدہ خطوط کی ایک جھلک

(۱) گھانا مغربی افریقہ سے کرم دین محمد تحریر کرتے ہیں :-

پیارے بھائی السلام علیکم!

۲۲ دسمبر کے خط کا شکریہ۔ میرے لئے یہ بات کتنی قابلِ فخر اور باعث مسرت ہے کہ آپ نے میرے خط کا جواب دیا اور مجھے کچھ قیمتی کتب بھی بطور تحفہ ارسال کی ہیں۔ برادر من ٹھیک ہے کہ نہ میں آپ کو جانتا ہوں اور نہ آپ مجھے جانتے ہیں۔ صرف ہمارا ایک دوسرے سے ناطہ یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ میری ایک خواہش آپ کی توجہ کی خصوصی محتاج ہے اور وہ یہ ہے کہ میں پاکستان آکر عربی اور انگریزی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہوں کیا آپ مجھے موقع دیں گے؟ اس معاملے میں آپ جو بھی مدد دیں گے وہ شکر گذاری سے بالا ہوگی۔ میں آپ کے خط اور کتب کا بے چینی سے انتظار کروں گا۔ آپ کا چھوٹا بھائی۔

(۲) امریکہ سے عبدالحکیم مقبول رقمطراز ہیں :-

پیارے بھائی السلام علیکم!

آپ کی مرسلہ کتب ابھی تک موصول نہیں ہوئیں۔ شاید آپ نے پیکٹ پر صحیح پتہ تحریر نہیں کیا۔ دوبارہ پتہ ارسالِ خدمت کر رہا ہوں۔ اس خط کے لکھنے کی غرض دو باتیں ہیں کہ حج کا مہینہ قریب آ رہا ہے۔ زکوٰۃ کے بارے میں مجھے بتایا جائے کہ میں بغیر سرمایہ کے زکوٰۃ کے فریضہ کو کس طرح ادا کر سکتا ہوں جب کہ قرآن حکیم میں اس کا بار بار حکم آیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ میرے دو بھائی نماز سیکھنا چاہتے ہیں۔ ہمارے پاس نہ کوئی کتاب ہے نہ ہی کتاب خریدنے کے لئے رقم۔ اس لئے میں آپ کا شکر گذار ہوں گا اگر آپ مہربانی فرما کر ایسا لٹریچر بھیج سکیں جو اس بارے میں ہماری مدد کا موجب ہو۔ اور ہم سب بھائی صوم و صلوٰۃ کے پابند ہو جائیں۔

(۳) نائیجیریا سے نصیر اللہ احمد لکھتے ہیں۔

برادر محترم السلام علیکم!

میں ہمیشہ سے آپ کی اسلامی انگریزی کتب کا مطالعہ کرتا رہا ہوں۔ اور جو علم و معلومات ان کتب سے حاصل ہوئیں وہ نہ کسی سکول نہ مدرسہ میں ملیں۔ چار کتب جو آپ نے بھیجی تھیں ان کے مطالعہ سے میری آنکھیں کھل گئیں۔ قبل ازیں دینی معلومات میں بالکل کورا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ اسلام دنیا کا مہذب ترین مذہب ہے اور حقیقی جمہوریت کے اصولوں کا علمبردار ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی جماعت کو نائیجیریا کے دور دراز علاقہ میں اشاعتِ دینِ حقہ کا سلسلہ جاری رکھنے کی توفیق عطا فرما دے۔ کیا آپ مجھے انگریزی ترجمۃ القرآن کا ایک نسخہ اور دیگر اسلامی لٹریچر بھیج کر ممنون فرمائیں گے؟ پیشگی شکریہ۔

(۴) یونیورسٹی کالج ہسپتال ابادان نائیجیریا سے ایم۔ اولی ڈیپو تحریر کرتے ہیں۔ جناب من! السلام علیکم!

آپ کا ایڈریس اپنے ایک دوست جس کو آپ نے چند قیمتی کتب بھجوائی تھیں سے معلوم ہوا۔ یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ لوگ ہمارے عظیم مذہب اسلام کی ترقی کے خواہاں ہیں۔ امید ہے کہ اگر آپ اپنی تبلیغ اسلام کی مساعی کو جاری رکھیں گے تو یقیناً اسلام تمام دنیا میں پھیل جائے گا۔ آپ کی انجمن کی مخلصانہ تبلیغی سرگرمیوں سے یہ بات روشن ہو گئی ہے کہ اسلام کا غلبہ ضرور ہوگا۔ اور عیسائیوں کے ناپاک عزائم خاک میں مل جائیں گے۔ اور اسلام ایک عالمگیر مذہب بن جائے گا۔ میں آپ کا بے حد ممنون ہوں گا اگر آپ اپنی کچھ کتب ارسال کر سکیں۔ خاص طور پر نماز کے متعلق کتب بھجوانا نہ بھولئے۔ ہم سب کی طرف سے آپ کو نیا سال اور نئے سال کی خوشیاں مبارک!

(۵) گھانا سے عبدل تمیور تحریر فرماتے ہیں :-

جنابِ من! میں انگریزی عربی سکول میں علوم دینیات کا طالب علم ہوں۔ اسلام سے میری گہری دلچسپی ہے اسلامی تعلیمات کو مکمل طور پر سمجھنے کی خواہش رکھتا ہوں مسلم پریئر بک کی ایک کاپی کی مجھے شدید ضرورت ہے اسلامی نماز کے متعلق یہ ایک بے نظیر کتاب ہے جو مولانا محمد علی کی تصنیف کردہ ہے۔ میں ہمیشہ اپنے دوستوں سے اُدھار مانگ کر پڑھتا ہوں۔ لہٰذا مسلم پریئر بک اور دیگر لٹریچر جلد از جلد بھیج کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(۶) محمد مالو نائیجیریا سے رقمطراز ہیں :-

مکرم جناب السلام علیکم!

آپ کا ایڈریس اپنے چھوٹے بھائی جو ضاریہ یونیورسٹی کا طالب علم ہے سے ملا۔ کرسمس کی چھٹیوں میں جب وہ گھر پر تھا تو میں آپ کی ارسال کردہ کتب کا مطالعہ کرتا رہا۔ اب بھائی جان واپس جا چکے ہیں اس لئے میں آپ کو زحمت دے رہا ہوں۔ کہ آپ مجھے بھی یہ کتب تحفتاً ارسال کر دیں میں آپ کا بے حد شکر گذار ہوں گا۔

علاوہ ازیں "جیوسس ان ہیومن" کی ایک کاپی حاصل کرنے کی دلی تمنا ہے۔ اُمید ہے کہ آپ اپنے چھوٹے بھائی کو مایوس نہیں کریں گے۔ میں آپ کے خط کا شدت سے منتظر رہوں گا۔

رب اشرح لی صدری ٭ ویسّر لی امری ٭ واحلل عقدۃً من لّسانی ٭ یفقھوا قولی

وقال اللہ تعالیٰ یاایھا الذین امنوا اوفوا بالعقود

خطبۂ جمعہ ۲۶ فروری ۸۲ء فرمودہ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، جامع احمدیہ، دارالسلام۔ نیو گارڈن ٹاؤن۔ لاہور

میں نے پہلے اپنے آپ کے حق میں حضرت موسیٰ کی مشہور دُعا پڑھی ہے اور اس کے بعد سورۃ المائدہ کی پہلی آیت میں سے قرآنی حکم سنایا ہے۔ ترجمہ یہ ہے:۔

"اے میرے رب میرا سینہ کھول دے اور میرا کام میرے لئے آسان کر دے اور میری زبان کو قوتِ بیان عطا فرما کہ میرے مخاطب میری بات کو سمجھ لیں" یعنی میری بات سننے والوں کے دلوں میں اتر جائے اور اثر پیدا کرے۔"

قرآن کریم کے دُوسرے مقام سے جو حکم بیان کیا گیا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے:۔

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنے اقراروں کو پورا کرو۔"

مسلمانوں کو جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اس بات کی طرف متوجہ فرمایا ہے کہ جو کوئی اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے وہ گویا یہ اقرار کرتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلوں گا۔ مُنہ سے ایک بات کہنا اور اس پر عمل نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی نظر میں سخت ناپسندیدہ فعل ہے۔ اس ناپسندیدگی کا اظہار اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

یاایھا الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون
کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ سخت بیزاری کی بات ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔"

قرآن کریم میں عہدوں کی پابندی پر بڑا زور دیا ہے۔ جہاں حقیقی نیکوکاروں کے اعمال کو شمار کیا گیا ہے وہاں یہ بھی فرمایا:۔

والموفون بعھدھم اذا عٰھدوا

جب وہ عہد کرتے ہیں تو اس عہد کو وفا کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور ایک اور مقام پر فلاح یعنی حقیقی مقصدِ حیات کے حصول کے لئے جن ضروری اصولوں کو شمار کیا گیا ہے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ

والذین ھم لامٰنٰتھم وعھدھم راعون

کہ وہ اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں۔"

عہد کی پابندی اسلام کے عظیم مسائل میں سے ایک ہے اسی لئے مسلمان قوم پر اس کا ہر زمانہ میں اثر رہا ہے۔ اور مسلمان قوم پابندیٔ عہد کی وجہ سے اچھی شہرت رکھتی ہے۔ بمقابلہ دیگر اقوام کے جو باوجود تہذیب کہلانے کے عہدوں کی بہت کم رعایت رکھتی ہیں بعض قوموں نے بڑے بڑے بین الاقوامی معاہدے بھی محض کاغذ کے پُرزے کہہ کر توڑ دیئے

آئے دن ہمارے سامنے ایسے واقعات ہوتے رہے ہیں کہ طاقتور قوموں نے بڑے بڑے معاہدے کئے اور وقت آنے پر اُن کی پابندی نہ کی۔

قول و قرار کی پابندی سے انسان کے اندر ایک جوہر پیدا ہوتا ہے جسے وفاداری کہتے ہیں۔ معاشرے میں قول و قرار ہر سطح پر ہوتا ہے ملکوں کے مابین، خاندانوں میں گھروں میں غرض ہر قسم کے گروہوں میں یہاں تک کہ جرائم پیشہ لوگوں میں بھی آپس میں قول و قرار ہوتا ہے اور وہ سختی سے اس پر کاربند ہوتے ہیں۔ چوروں کے گروہ کا کوئی فرد اپنے اقرار کی خلاف ورزی کرے تو اسے نکال دیتے ہیں بلکہ بعض اوقات جان سے بھی مار دیتے ہیں۔ غرض کہ پابندیٔ عہد کے بغیر کوئی کام تکمیل پذیر نہیں ہو سکتا۔

دنیوی معاملات میں ایک بدعہد شخص خواہ وہ کتنا ہی بڑا آدمی کیوں نہ ہو اپنی عزت اور ساکھ قائم نہیں رکھ سکتا۔ اس کے رعب یا رسوخ کی وجہ سے اس کے مُنہ پر کوئی کچھ بھی نہ کہے مگر دلوں میں اس کے لئے نفرت ضرور پیدا ہو جاتی ہے۔

دنیوی امور میں جس طرح عہد کی پابندی لازم ہے اس طرح بلکہ اس سے بڑھ کر دینی امور میں یہ پابندی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان کا یہ تقاضا ہے کہ اس کے احکام کو قبول کیا جائے اور اُن کی حتی الوسع تعمیل کی جائے۔ دینی عہدوں میں بھی سب سے بڑھ کر وہ عہد ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے کسی بھیجے ہوئے مامور یا مامور کے نمائندوں کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ سے کیا جاتا ہے۔ آپ کو بھی ایک ایسے عہد کی یاد دہانی کرانا چاہتا ہوں جو آپ نے ایک ایسے انسان یا اس کے نمائندوں کے ہاتھ پر کیا۔ جس کو خدا نے اس زمانے میں مامور کر کے خدمتِ دین کے لئے بھیجا اور اسے دینِ اسلام اور قرآن کریم کی اشاعت کے لئے ایک جماعت بنانے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس نے متقین کی ایک جماعت بنائی جن کی نیکی، تقویٰ، عمدہ نمونہ اور ایثار کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت بخشی اور وہ لوگ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر کے سچے مصداق ثابت ہوئے اور ان کی دعوت الی الخیر کی کوشش کو اللہ تعالیٰ نے معجزہ نما کامیابیاں عطا فرمائیں۔

آپ اسی عظیم جماعت کے وارث اور جانشین ہیں۔ آپ جو عہد اللہ تعالیٰ کے ساتھ کر چکے ہیں اس کا خلاصہ ان الفاظ میں ہے کہ "میں ہر قسم کے گناہوں سے بچتا رہوں گا" یہ اس کی ایک شق ہے دوسری شق یہ ہے کہ "میں قرآن کریم کے ہر حکم اور قرآن کریم کی حکومت کو بکلی قبول کر دوں گا اور تمام امور میں قرآن کریم کو اپنا دستور العمل بناؤں گا" اور تیسری بڑی شق یہ ہے کہ:۔

"میں دین کو دنیا پر مقدم کر دوں گا"

ہماری مجالس اور بات چیت میں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا بار بار ذکر آتا رہتا ہے۔ اگر ہم اس مقدس عہد کی پابندی نہیں کرتے یا اس میں سستی اور کوتاہی کرتے ہیں تو ہم اپنے سر پر ایک بہت بھاری بوجھ اٹھاتے ہیں۔ گویا ہم وفاداری کے بہترین جوہر کو بے قدر کرتے ہیں۔ یہ کوئی معمولی خسارے کی بات نہیں۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ان العھد کان مسئولا کہ عہد کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ ہمیں اس سے بھی ڈرنا چاہیئے۔ اپنی دنیوی مشغلی خواہشات اپنے غصّوں۔ ناراضگیوں اور ذاتی رنجشوں سے مغلوب ہو کر خدا کے دین کے کام سے غفلت یا تساہل برتنا اس عہد کی بے وفائی ہے اور قرآن کریم کے فرمان کبر مقتاً عند اللہ کو (یہ اللہ تعالیٰ کو سخت ناراض کرنے والی بات ہے) نظر انداز کرنا بڑی جسارت ہے اور یہ بہت خطرناک ہو سکتا ہے۔

ہدایت کے افق پر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام تو بلند ترین ہے۔ آپ کا وجود ایک آفتاب عالمتاب ہے جس سے تاریک دنیا کو نور ملا لیکن اسی نور سے کامل طور پر اقتباسِ نور کرنیوالے انسان خدا کے بھیجے ہوئے مجدّد اور مامور ہیں۔ ان کا بھی بڑا مقام ہے ان کے ہاتھ پر کئے ہوئے عہد کو بھی بڑی عظمت حاصل ہے۔ ہمارے دلوں میں جس قدر جلدی یہ احساس پیدا ہو جائے ہمارے لئے اتنا ہی اچھا ہوگا۔

ہمیں اس مامور کے ساتھ مل کر کیا فائدہ ہوا اور وہ کیا بات ہے کہ آج تک ہم باوجود شدید مشکلات کے اس کے دیئے ہوئے نام کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں۔ حالانکہ اس زمانے میں اس نام سے وفاداری کرنا ایک دنیا پرست کی نظر میں اپنے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔ ایک جہان کو اپنا دشمن بنانا اور دنیا بھر کا مغضوب بن کر ایک جہان کی لعنتوں پر راضی ہو جانا دیوانگی نہیں تو اور کیا ہے۔ لیکن یہ دیوانگی ہمیں بہت پیاری ہے۔ دنیا عافیت کی تلاش میں ہے۔ اور ہم مصیبتوں کو دعوت دیتے ہیں۔ یہ بلاوجہ نہیں۔ ہماری نظر انجام پر ہے۔

العاقبۃ للمتقین پر ہے۔ اچھا انجام متقیوں کا ہی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہم نے کوئی گھاٹے کا سودا نہیں کیا۔ خدا نے ایک مامور ضرورتِ حقّہ کے ماتحت قرآن کریم کا فہم اور علم اور مذاہب باطلہ کے مقابلہ کے لئے دلائل دے کر عظیم الشان نشانوں کے ساتھ بھیجا۔ اس نے دنیا کے سامنے سچے اسلام کی وہ تصویر

اور قرآن کریم کی وہ تفسیر پیش کی جس کے علاوہ دوسری مقبول ہی نہیں ہو سکتی تھی آج کی دنیا بڑی چھان بین کے بعد صرف وہی بات قبول کر سکتی ہے جو دلوں اور ذہنوں کو تسلی دینے والی ہو۔ صرف ہمارے پاس وہ علم الکلام ہے جسے مقبولیت عام نصیب ہو چکی ہے۔

ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے مخالفین بھی ہماری تفسیروں کے استفادہ کرتے ہیں اور اس میں بھی کوئی ہرج نہیں کہ ان میں سے لوگ اس علم کو اپنی ذہنی کاوش کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ دنیا کو بہرحال ان ذرائع سے بھی اسلام اور قرآن کا صحیح علم پہنچ رہا ہے یہاں پر مجھے ایک شخص کا واقعہ یاد آیا جو دوسرے شعراء کے کلام سے اشعار لے کر لوگوں کو سناتا تو ساتھ یہ بھی کہتا۔ "عزیز من۔ ایں از من است" یعنی میرے عزیز یہ کلام میرا اپنا ہی ہے۔ اس "از من است" والی بات کو لوگ بھی اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اور کہنے والا بہرحال جانتا ہی ہے مثل الانسان علی نفسہ بصیرۃ انسان کو اپنے نفس کا حال خوب معلوم ہوتا ہے میں دوسروں کی تخفیف نہیں کرنا چاہتا لیکن یہ ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں اشاعت اسلام و قرآن کی کوشش میں کامیابی اس علم الکلام کو نظر انداز کر کے حاصل کرنا مشکل ہے۔ ایک وقت آئیگا کہ ایک دیانت دار مؤرخ اس بات کا اعتراف کرے گا۔ اور دنیا کو بتائے گا کہ یہ علم کہاں سے آیا اور کون لایا۔ وہ وقت آنے والا ہے اور یہ انشاء اللہ ہو کر رہے گا۔ "ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد"

اسی لئے میں کہتا ہوں کہ جو مؤقف ہم نے اختیار کر رکھا ہے وہ ہم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ ہم جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔ ہم میں سے کچھ لوگ مشکلات کی تاب نہ لا سکے اور اس تحریک کا ساتھ نہ دے سکے ہمیں ان کے لئے افسوس ہے لیکن جنہوں نے حتمی فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ ہرحال میں اس کا ساتھ دیں گے تو انہیں اپنے عہد کو ہر وقت مدنظر رکھنا چاہیئے۔ قرآن کریم میں بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے اوفوا بعھدی اوف بعھدکم وایای فارھبون میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔ اور مجھ ہی سے ڈرو۔ اس قوم نے جب پے در پے بدعہدیاں کیں تو وہ قوم برکات سے محروم ہو گئی۔

تحریک احمدیہ ایک خدائی تحریک ہے اور اس میں آپ کے اس چھوٹے گروہ کو ایک مبارک وجود حضرت مولانا محمد علیؒ کی فراست و جرأت مومنانہ نے ایک بڑے فتنے کے انسداد کے لئے چن لیا ہے۔ اور آپ پر ایک ذمہ داری کا بوجھ ڈالا گیا ہے۔ آپ ہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس امام ہمام کے سچے جانشین ہیں۔ آپ اپنی گوناگوں مشکلات کی وجہ سے دل برداشتہ ہرگز نہ ہوں آپ اگر اللہ تعالیٰ سے کئے گئے وعدے پر قائم رہیں گے اور اوفوا بعھدی (میرا عہد پورا کرو) کی سچے دل سے تعمیل کرتے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ (اوف بعھدکم) میں اپنا وعدہ پورا کروں گا۔ ہرگز ہرگز خلاف نہیں ہو سکتا۔

حضرت مرزا صاحب کو جب الہام ہوا واصنع الفلک باعیننا ووحینا۔ یعنی ایک کشتی بناؤ۔ ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے ساتھ۔ تو آپ نے فرمایا ہمیں جماعت بنانے کا حکم ملا ہے تو آپ نے جماعت بنائی میرے دوست پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب کی ایک بات جو انہوں نے اپنی ایک تقریر کے دوران فرمائی تھی دل کو بڑی تقویت دینے والی ہے۔ اور بہت پسند آئی آپ نے فرمایا تھا کہ جو کشتی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسی کی زیر نگرانی اور اس کی ہدایت کے مطابق بنی ہے وہ ہرگز ہرگز ڈوب نہیں سکتی۔ ہاں جب کسی کشتی کے سوار خود ہی اس میں چھید کرنے لگ جائیں تو وہ ڈوب بھی سکتی ہے ورنہ ناموافق ہوائیں۔ تند لہریں۔ اور دریا کی طغیانیاں اسے ہرگز غرق نہیں کر سکتیں جب خدانخواستہ کسی کشتی کے سواروں میں ہی ایسے لوگ پیدا ہو جائیں تو پھر اللہ تعالیٰ کا دوسرا قانون بھی ہے وہ ایسے لوگوں کی جگہ دوسروں کو لے آتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی امانت کے سچے امین ہوں۔ یہ صورت حال ہم میں سے ہر ایک کے لئے سوچ اور فکر کا تقاضا کرتی ہے کشتی میں بیٹھ کر اس میں چھید کرنا بدترین قسم کی بدعہدی ہے اس سے بچنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم کرے۔ ہماری حالتوں کو سنوارے اور ہر باد مخالف اور ہر طوفان سے ہماری خود ہی اپنے فضل سے حفاظت فرمائے۔ آمین!

* * * *

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہؒ

اگر باور نمی آید بخواب ایں واقعاتم را — کہ تا بینی تو در ہر مشکلم انواع نصرت را
فروغ نور عشق او در و دیوار ما دارد — مگر بیند کسے آں را کہ می دارد بصیرت را

بجز فضل خداوندی چہ درمانے ضلالت را — نہ بخشد سود اعجازے تہیدستان قسمت را
خدا کے فضل کے سوا گمراہی کا کیا علاج ہے — بد قسمتوں کو تو معجزہ بھی فائدہ نہیں دیتا

اگر بر آسماں صد ماہتاب و صد خورے تابد — نہ بیند روز روشن آنکہ گم کردہ بصارت را
اگر آسمان پر سینکڑوں چاند اور سورج چمکنے لگیں تو جس کی نظر جاتی رہی ہے وہ روز روشن کو نہیں دیکھ سکتا

مشو از بہر دنیا سرکش فرمان احدیت — مخر از بہر روزے چند اے مسکیں تو شقوت را
دنیا کی خاطر خدائے واحد کے حکم کی سرتابی نہ کر — اے مسکین تو چند روز کے مزے کے لئے بدبختی نہ خرید

اگر خواہی کہ یابی در دو عالم جاہ و دولت را — خدا را باش و از دل پیشۂ خود گیر طاعت را
اگر تو چاہتا ہے کہ دونوں جہان میں عزت اور دولت حاصل کرے تو خدا کا ہو جا اور دل سے اس کی فرمانبرداری اختیار کر

تو از دل سوئے یار خود بیا تا نیز یار آید — محبت می کشد با جذب روحانی محبت را
تو دل سے اپنے یار کی طرف آ جا کہ وہ بھی تیری طرف آئے — کیونکہ جذب روحانی کی وجہ سے ایک محبت دوسری محبت کو کھینچتی ہے

خدا در نصرت آنکس بود کہ ناصر دین است — ہمیں افتاد آئین از ازل درگاہ عزت را
خدا اس کی مدد میں لگا رہتا ہے جو اس کے دین کا ناصر ہو — ہمیشہ سے اس درگاہ رب العزت کا یہی قانون ہے

اگر باور نمی آید بخواں ایں واقعاتم را — کہ تا بینی تو در ہر مشکلم انواع نصرت را
اگر تجھے یقین نہیں آتا تو میرے ان واقعات کو پڑھ تاکہ تو میری ہر مشکل کے وقت خدا کی طرح طرح کی نصرتوں کو دیکھ سکے

ہر آں کو یابد از درگاہ از خدمت ہمیں یابد — کہ غفلت را سزائے ہست و اجرے ہست خدمت را
جو شخص بھی اس کی درگاہ سے کچھ پاتا ہے وہ خدمت سے پاتا ہے کیونکہ ہر غفلت کے لئے سزا مقرر ہے اور ہر خدمت کیلئے جزا مقرر ہے

من اندر کار خود حیرانم و رازش نمی دانم — کہ من بے خدمتے دیدم چنیں نعما و حشمت را
مگر میں اپنے معاملہ میں حیران ہوں اور اس کا بھید نہیں جانتا — کیونکہ میں نے بغیر کسی خدمت کے ایسی نعمتیں اور عزتیں حاصل کر لیں

نہاں اندر نہاں اندر نہاں اندر نہاں ہستم — کجا باشد خبر از ما گرفتاران نخوت را
میں پوشیدہ، در پوشیدہ، در پوشیدہ ہوں — پس ہمارے متعلق متکبر انسانوں کو کیا خبر ہو سکتی ہے

ندائے رحمت از درگاہ باری بشنوم ہر دم — اگر کرمے کند لعنت چہ وزنے آں ہرزہ لعنت را
میں بارگاہ الٰہی سے رحمت کی آواز ہر لحظہ سنتا رہتا ہوں — اگر کوئی کیڑا مجھ پر لعنت بھی کرے تو اس بیہودہ لعنت کی کیا حقیقت ہے

اگر در حلقۂ اہل خدا داخل شوی یا نے — نوشتیم از رہ شفقت کہ ماموریم دعوت را
تیری مرضی ہے خواہ تو اہل اللہ کی جماعت میں داخل ہو یا نہ ہو ہم نے شفقت کی وجہ سے یہ لکھا ہے کیونکہ ہم تو تبلیغ پر مامور ہیں

اگر خواہی رہ مولا ز لاف علم خالی شو — کہ رہ ندہند در کویش اسیر کبر و نخوت را

روحانیات ——————— علی محمد

تعلق باللہ اور حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ

تعلق باللہ کیا ہے اور یہ کیونکر حاصل ہو سکتا ہے؟ اس نازک موضوع کو سمجھنے سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ دنیا میں انسان کی ہستی کی اصل غرض کیا ہے؟ اگرچہ مختلف انسان اپنی زندگی کے مختلف مدعا متعین کرتے ہیں مگر اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں انسان کی پیدائش کا مدعا ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔

و ماخلقت الجنّ والانس الا لیعبدون

یعنی میں نے جنّ اور انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھے پہچانیں اور میری عبادت کریں۔

پس اس آیت کی رُو سے اصل مدعا انسان کی زندگی کا خدا تعالےٰ کی معرفت اور خدا تعالےٰ کے لئے ہو جانا ہے کیونکہ انسان نہ اپنی مرضی سے آتا ہے اور نہ اپنی مرضی سے واپس جائے گا اس لئے انسان خود اپنی مرضی سے اپنی پیدائش کی غرض وغایت نہیں ٹھہرا سکتا۔ خواہ کوئی انسان اسے تسلیم کرے یا نہ کرے مگر انسان کی پیدائش کا مدعا بلاشبہ خدا تعالےٰ کی پرستش اور خدا تعالےٰ کی معرفت اور خدا تعالےٰ میں فانی ہو جانا ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ:۔

"انسان دنیا میں ہزاروں شغلوں کو اختیار کرکے پھر بھی بجز خدا تعالیٰ کے اپنی سچی خوشحالی کسی میں نہیں پاتا۔ بڑا دولت مند ہو کر بڑا عہدہ پاکر۔ بڑا تاجر بن کر۔ بڑی بادشاہی تک پہنچ کر۔ بڑا فلاسفر کہلا کر آخر دنیوی گرفتاریوں سے بڑی حسرت کے ساتھ جاتا ہے اور ہمیشہ دل اس کا دنیا کے استغراق سے اس کو ملزم کرتا رہتا ہے۔ اور اس کے مکروں اور فریبوں اور ناجائز کاموں میں کبھی اس کا کانشنس اس سے اتفاق نہیں کرتا۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی ص۱۰۱)

لا تطمئن القلوب الا بذکر اللّٰہ ؕ کی بھی یہی تفسیر ہے کہ یادِ الٰہی اور تعلق باللہ کے بغیر کسی انسان کو اطمینان قلب اور ذہنی سکون حاصل نہیں ہو سکتا۔

اگر انسانی فطرت کا مطالعہ کیا جائے تو ایک اعلیٰ و برتر ہستی کی تلاش کے لئے اندر ہی اندر انسان کے دل میں ایک کشش موجود ہے اور:۔

"اس تلاش کا اثر اسی وقت سے محسوس ہونے لگتا ہے جب کہ بچہ ماں کے رحم سے باہر آتا ہے کیونکہ بچہ پیدا ہوتے ہی پہلے روحانی خاصیت اپنی جو دکھاتا ہے وہ یہی ہے کہ وہ اپنی ماں کی طرف جھکا جاتا ہے۔ اور طبعاً اپنی ماں کی محبّت رکھتا ہے۔ ۔۔۔ اور پھر جیسے جیسے حواس اس کے کھلتے جاتے ہیں اور شگوفہ فطرت اس کا کھلتا جاتا ہے یہ کشش محبت جو اس کے اندر چھپی ہوئی تھی اپنا رنگ روپ نمایاں طور پر دکھاتی چلی جاتی ہے۔ پھر تو یہ ہوتا ہے کہ بجز اپنی ماں کی گود کے کسی جگہ آرام نہیں پاتا اور پورا آرام اس کا اسی کے کنار عاطفت میں ہوتا ہے۔ اور اگر ماں سے علیحدہ کر دیا جائے تو تمام عیش اس کا تلخ ہو جاتا ہے اور اگرچہ اس کے آگے نعمتوں کا ڈھیر ڈال دیا جائے۔ تب بھی وہ اپنی سچی خوشحالی ماں کی گود میں ہی دیکھتا ہے اور اس کے بغیر کسی طرح آرام نہیں پاتا سو وہ کشش محبت جو اس کو اپنی ماں کی طرف پیدا ہوتی ہے وہ کیا چیز ہے؟

درحقیقت یہ وہی کشش ہے جو معبود حقیقی کے لئے بچہ کی فطرت میں رکھی گئی ہے بلکہ ہر ایک جگہ جو انسان تعلق محبت پیدا کرتا ہے درحقیقت وہی کشش کام کر رہی ہے اور ہر ایک جگہ جو یہ عاشقانہ جوش دکھلاتا ہے اسی محبت کا ایک عکس ہے۔ گویا دوسری چیزوں کو اٹھا اٹھا کر ایک گمشدہ چیز کو تلاش کر رہا ہے۔ جس کا اب نام بھول گیا ہے"۔ سو انسان کا مال یا اولاد یا بیوی سے محبت کرنا یا کسی خوش آواز کے گیت کی طرف اس کی رُوح کا کھینچے جانا درحقیقت اسی گمشدہ محبوب کی تلاش ہے اور چونکہ انسان اس دقیق در دقیق ہستی کو جو آگ کی طرح ہر ایک میں مخفی اور سب پر پوشیدہ ہے اپنی جسمانی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا اور نہ اپنی ناتمام عقل سے اس کو پا سکتا ہے اس لئے اس کی معرفت کے بارے میں انسان کو بڑی بڑی غلطیاں لگی ہیں اور سہو کاریوں سے اس کا حق دوسرے کو دے دیا گیا ہے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی ص۵۳-۵۴)

الست بربکم؟ کے جواب میں قالوا بلیٰ کہنا بھی اسی فلاسفی پر مبنی ہے۔ کہ مخلوق اپنے خالق سے تعلق قائم کئے بغیر زندہ رہ ہی نہیں سکتی۔

حضرت اقدس نے کیا خوب فرمایا ہے

تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اس سے ہے شور محبت عاشقانِ زار کا

چشم مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

تعلق باللہ کی خواہش کیوں فطری ہے؟

اس کا جواب بھی سن لو۔ انسان طبعًا موت سے خائف اور ایسی زندگی کا متمنی ہے جس پر کبھی فنا وارد نہ ہو جیسا کہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رح نے اس فطری تقاضا اور خواہش کی تصویر اپنی ایک خواب اور کشف میں بیان کی ہے۔ فرمایا:۔

"ایک دن ایک دقیق مسئلہ نے میرے مزاج میں انقباض پیدا کیا اور نفس اس کشمکش اور اضطراب سے نجات پانے کا طلبگار ہوا۔ غائبانہ طور پر مجھ سے دریافت کیا گیا۔

"تو اپنے اطمینان و سکون کے لئے اس وقت کیا چاہتا ہے؟"

میں نے کہا۔ ۔ ۔ (۱) میں ایسی موت چاہتا ہوں جس میں حیات نہیں"۔ اور (۲) ایسی حیات چاہتا ہوں جس میں موت نہیں"۔

پھر مجھ سے دریافت کیا گیا: "وہ موت کون سی ہے جس میں حیات نہیں" اور "وہ حیات کون سی ہے جس میں موت نہیں"؟ میں نے جواب دیا:۔

"وہ موت جس میں حیات نہیں میرا اپنی ہم جنس مخلوقات سے مر جانا یعنی بیگانہ و بے تعلق ہو جانا جس کا مقصد فنا فی اللہ ہونا اور غیر اللہ سے اپنی امیدیں اور توقعات منقطع کرکے انہیں ہستی باری تعالےٰ سے وابستہ کرنا ہے۔ نیز میرا مرجانا نفس امارہ کی خواہشات سے مراد ہے تاکہ میں اللہ تعالےٰ کی رضا اور اس کے ارادوں کا تابع اور مطیع ہو جاؤں۔ اور پھر ایسی حیات جس میں موت نہیں وہ میرا اپنے دائم، زندہ و باقی رہنے والے پروردگار کے فعل و مشیت میں زندہ رہنا ہے۔ اس طرح کہ میرا وجود اسی کے وجود کے ساتھ زندہ و قائم ہو۔ اور میرے ارادے اسی کے ارادوں کے تابع ہوں۔ ذاتی طور پر نہ تو میرا کوئی وجود ہو اور نہ ارادہ و خواہش۔ یہ وہ حیات ابدی جس میں موت کو کوئی دخل نہیں اور میں ایسی حیات کا خواستگار ہوں"۔

سید عبدالقادر جیلانی رح فرماتے ہیں کہ:۔

"میں یقین رکھتا ہوں کہ میری یہ آرزو زندگی کی تمام آرزوؤں سے زیادہ قیمتی ۔۔۔ اور محبوب تھی۔ جب سے کہ میں نے ہوش سنبھالا"۔

(فتوح الغیب مقالہ ۶۴)

اب انہی کی زبانی حیات ابدی جو تعلق باللہ سے ہی حاصل ہوتی ہے کا گر بھی سن لو۔ فرمایا:

"ایک بوڑھے شخص نے خواب میں مجھ سے سوال کیا وہ کیا چیز ہے جس سے بندہ کو اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ میں نے جواب دیا۔ قرب الٰہی کے لئے ایک ابتداء ہے اور ایک انتہا۔ اس کی ابتداء تقویٰ اور پرہیزگاری ہے اور اس کی انتہا تسلیم و رضا اور توکل ہے۔ (فتوح الغیب مقالہ ۴۷)

سیدنا حضرت مرزا صاحب نے تعلق باللہ کے تین مقامات فنا، بقا، لقا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ بجز آٹھ قسم کے دلائل

اختیار کئے حدود دو جہاں سے ورا ان مقامات کو حاصل کرنا مشکل ہے جہاں حجابات کے تمام پردے چاک کر دیئے جاتے ہیں اور انسان مندرجہ ذیل شعر کا مصداق بن جاتا ہے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

کسی صوفی شاعر نے بھی اس مقام کی تمنا کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے کہ ایں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

تیرے نام پر مرمٹا ہوں مجھے کیا غرض نشاں سے

حضرت اقدس مرزا صاحب نے بھی فرمایا ہے:۔

تیرے ملنے کے لئے ہم مل گئے ہیں خاک میں
تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا

موتوا قبل ان تموتوا کا بھی یہی مضمون ہے۔

حضرت کے بیان کردہ آٹھ وسائل یہ ہیں۔

(۱) خداتعالیٰ کو صحیح طور پر پہچانا جائے۔ کیونکہ اگر پہلا قدم ہی غلط ہے اور کوئی شخص پرند یا چرند یا عناصر یا انسان کے بچّہ کو خدا سمجھ بیٹھا تو پھر دوسرے قدموں میں اس کے راہِ راست پہ چلنے کی کیا اُمید ہے؟

(۲) خداتعالیٰ کے حسن و جمال پر اطلاع پانا جس کا ذکر سورۃ اخلاص میں ہے قل ھو اللّٰہ احد۔ اللّٰہ الصمد۔ لم یلد ولم یولد ولم یکن لہٗ کفوًا احد ٥

(۳) خداتعالیٰ کے احسان پر اطلاع پانا۔ جیسے ربوبیت۔ رحمانیت رحیمیت اور مالکیت ہی صفات ظاہر کر رہی ہیں کیونکہ محبت کی محرک دو ہی چیزیں ہیں حسن یا احسان اس کا ذکر یوں کیا ہے۔ الحمد للّٰہ رب العالمین۔ الرحمٰن الرحیم۔ مالک یوم الدّین

(۴) دُعا۔ ادعونی استجب لکم

(۵) مجاہدہ:۔ جاھدوا باموالکم۔ و مما رزقنٰھم ینفقون اور والذین جاھدوا فینا لنھدینّھم سبلنا میں اس کا ذکر ہے۔

(۶) استقامت:۔ جیسے فرمایا ان الذین قالوا ربّنا اللّٰہ ثم استقاموا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ اور حضرت مرزا صاحب نے فرمایا:۔

صادق آں باشد کہ ایّام بلا + می گذارد با محبت با وفا
گر قضا را عاشقے گردد اسیر + بوسد آں زنجیر را کز آشنا

(۷) راست بازوں کی صحبت اور ان کے کامل نمونہ کو دیکھنا جیسے فرمایا۔ کونوا مع الصادقین اور صراط الذین انعمت علیھم۔

(۸) اللہ تعالیٰ سے تعلقات مستحکم ہونے کا آٹھواں ذریعہ پاک خوابیں پاک کشف اور پاک الہام ہیں چونکہ خداتعالیٰ کی طرف سفر کرنا ایک نہایت دقیق راہ ہے اور اس کے ساتھ طرح طرح کے مصائب اور دُکھ لگے ہیں اور ممکن ہے کہ انسان اس نادیدہ راہ میں بھول جائے یا نااُمیدی طاری ہو اور آگے قدم بڑھانا چھوڑ دے اس لئے خداتعالیٰ کی رحمت نے چاہا کہ وہ وقتاً فوقتاً اپنے کلام اور الہام سے ان کو تسلی دیتا اور ان پر ظاہر کرتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تب وہ قوت پا کر بڑے زور سے نعا بالشد اور نعما اللہ کا مقام رکھنے والا بزرگ انسان پیدا ہوا ہے یا نہیں۔ و یا ہمارے دور میں کوئی ایسا شخص گذرا ہے یا نہیں؛ تو اس سوال کا جواب قانون قدرت پر غور کرنے سے بخوبی مل سکتا ہے چنانچہ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

"قانون قدرت میں ہمیشہ سے یہ بات مشہور و مسلم ہے کہ ضرورتوں کے وقت آسمان سے بارش ہوتی ہے اور تمام مدار زمین کی سرسبزی کا آسمان کی بارش پہ ہے اگر آسمان سے بارش نہ ہو تو رفتہ رفتہ کنوئیں بھی خشک ہو جائیں پس دراصل زمین کے پانی کا وجود بھی آسمان کی بارش پر موقوف ہے اسی وجہ سے جب کبھی آسمان سے پانی برستا ہے تو زمین کے کنوؤں کا پانی بھی چڑھ آتا ہے۔ کیوں چڑھ آتا ہے اس کا یہی سبب ہے کہ آسمانی پانی زمین کے پانی کو اُوپر کی طرف کھینچتا ہے یہی رشتہ وحی اللہ اور عقل میں ہے۔ وحی اللہ یعنی الہام الٰہی آسمانی پانی ہے اور عقل زمینی پانی۔

جب ایک زمانہ گذر جاتا ہے اور کوئی الہام یافتہ زمین پر پیدا نہیں ہوتا تو عقلمندوں کی عقلیں نہایت گندی اور خراب ہو جاتی ہیں جیسے زمینی پانی ایک عرصہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے خشک ہو جاتا ہے اور سڑ جاتا ہے۔ اس کے سمجھنے کے لئے اس زمانہ پر ایک نظر ڈالنا کافی ہے جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے اپنا رنگ تمام دنیا میں دکھلا رہا تھا کیونکہ اسوقت حضرت مسیح کے زمانہ کو چھ سو برس گذر گئے تھے اور اس عرصہ میں کوئی الہام یافتہ پیدا نہیں ہوا تھا اس لئے تمام دنیا نے اپنی حالت کو خراب کر دیا تھا اور ہر ایک ملک کی تاریخیں پکار پکار کر کہتی ہیں کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں بلکہ آپ کے ظہور سے پہلے تمام دنیا میں خیالاتِ فاسدہ پھیل گئے تھے۔ ایسا کیوں ہوا تھا اور اس کا سبب کیا تھا یہی تو تھا کہ الہام کا سلسلہ ایک مدت تک بند ہو گیا تھا۔ آسمانی سلطنت صرف عقل کے ہاتھ میں تھی۔ پس اس ناقص عقل نے کن کن خرابیوں میں ڈالا۔ کیا اس سے کوئی ناواقف بھی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ کیا خدا کا یہ محکم اور دائمی قانون قدرت نہیں کہ زمین کی تمام سرسبزی کا مدار آسمان کا پانی ہے۔ سو اس پوشیدہ قانون قدرت کے لئے جو الہام الٰہی کا سلسلہ ہے۔ یہ کھلا کھلا قانون قدرت بطور گواہ کے ہے۔ سو اس گواہ سے فائدہ اُٹھاؤ اور صرف عقل کو اپنا رہبر مت بناؤ۔

جس طرح آسمانی پانی کا یہ خاصا ہے کہ خواہ کسی کنوئیں میں اس کا پانی پڑے یا نہ پڑے وہ اپنی خاصیت سے تمام کنوؤں کے پانی کو اُوپر چڑھا دیتا ہے۔ ایسا ہی جب خدا کا ایک ملہم یا فتہ دنیا میں ظہور فرماتا ہے خواہ کوئی عقلمند اس کی پیروی کرے یا نہ کرے مگر اس الہام یافتہ کے زمانہ میں خود عقلوں میں ایسی روشنی اور یافتہ کے قدم مبارک سے پیدا ہو جاتی ہے اور بالخاصیت زمین کے پانیوں کو اُوپر اٹھاتا ہے۔

پس جب تم دیکھو کہ مذاہب کی جستجو میں ہر ایک شخص کھڑا ہو گیا ہے اور زمینی پانی کو کچھ اُبال آیا ہے تو اٹھو اور خبردار ہو جاؤ اور یقیناً سمجھو کہ آسمان سے زور کا مینہ برسا ہے اور کسی دل پر الہامی بارش ہو گئی ہے"

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۱۶-۱۱۷)

دُعا کی ماہیّت یہ ہے

کہ ایک سعید بندہ اور اس کے رب میں ایک تعلق مجاذبہ ہے یعنی پہلے خداتعالیٰ کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے پھر بندہ کے صدق کی کششوں سے خداتعالیٰ اس سے نزدیک ہو جاتا ہے۔ اور دعا کی حالت میں وہ تعلق ایک خاص مقام تک پہنچ کر اپنے خواص عجیبہ پیدا کرتا ہے۔ سو جس وقت بندہ کسی سخت مشکل میں مبتلا ہو کر خداتعالیٰ کی طرف کامل یقین اور کامل اُمید اور کامل محبت اور کامل وفاداری اور کامل ہمت کے ساتھ جھکتا ہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہوا فنا کے میدانوں میں آگے سے آگے نکل جاتا ہے پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہِ الوہیت ہے اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں تب اس کی رُوح اس آستانہ پر سر رکھ دیتی ہے۔ اور قوت جذب جو اس کے اندر رکھی گئی ہے وہ خداتعالیٰ کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے تب اللہ تعالیٰ اس کام کو پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس دعا کا اثر ان تمام دنیاوی اسباب پر ڈالتا ہے جن سے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں جو اس مطلب کے حاصل کرنے کے لئے ضروری ہیں مثلاً اگر بارش کے لئے دعا ہے تو بعد استجابت دعا کے وہ اسباب طبیعہ جو بارش کے لئے ضروری ہوتے ہیں اس دُعا کے اثر سے پیدا کئے جاتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مُردے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے ۔ ۔ ۔ اور دنیا میں یکدفعہ ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا۔ اور وہ عجائب باتیں دکھائیں کہ جو اس اُمّی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اللّٰھم صل علی محمد

مکرم چوہدری فضل داد صاحب گجرات!

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد پورا کرو

اے بھائیو! اور بہنو! خدا نے ہمیں اس لئے پیدا کیا کہ ہم اس کی صفات کے مظہر ہوں اور الٰہی اخلاق کو اپنے اندر جذب کریں۔ جب تک ہم اس مقصد کو پورا نہ کریں ہم ہرگز کامیاب نہیں کہلا سکتے۔ ہماری دنیوی ترقیات کیا ہیں؟ ایک مشغلہ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتیں۔ یہ تمام ترقیات ہمارے کس کام کی ہیں اگر ہم خدا تعالےٰ کو اپنے پر ناراض کر لیتے ہیں اور ابدی ترقیات کے راستے اپنے اوپر بند کر لیتے ہیں۔ اگر ہم دنیا کے سب سے بڑے موجد بھی ہیں لیکن اس علم کی طرف توجہ نہیں کرتے جس کے ذریعہ سے ہم ابدی زندگی میں نور حاصل کر سکیں تو ہماری مثال اس طالب علم کی ہے جو سارا دن کھیلتا رہتا ہے اور کھیل میں اپنے مقابل کو ہرا دیتا ہے اور اس پر خوش ہو جاتا ہے کہ اس نے مقابلہ میں اپنے حریف کو پچھاڑ لیا۔ لیکن وہ اس مقابلہ کی فکر نہیں کرتا جو اس کی ساری زندگی کو سدھارنے والا ہے۔ زندگی وہی ہے جو نہ ختم ہونے والی ہو۔ اور راحت وہی ہے جو نہ مٹنے والی ہو اور علم وہی ہے جو ہمیشہ بڑھتا ہے۔

پس ابدی زندگی اور دائمی راحت اور حقیقی علم کی طرف توجہ کرو تا دونوں جہان کا آرام پاؤ۔ اور اسی طرح خدا تعالےٰ کو خوش کرو جس طرح کہ دنیا کے لوگوں کو خوش کرنا چاہتے ہو۔

اے بھائیو اور بہنو! خدا تعالےٰ نے تمہاری پریشان حالت کو دیکھ کر آپ تمہارے لئے رحمت کا دروازہ کھولا ہے اور خود تم کو بلانے کے لئے آیا ہے۔ پس اس کے اس احسان اور اس کی محبت کی قدر کرو اور اس کی نعمتوں کو رد نہ کرو۔ اور اس کے احسانوں کو حقیر سمجھ کر ان سے منہ نہ پھیرو کہ وہ خالق ہے اور مالک ہے اور اس کے آگے کسی تکبر کرنے والے کا تکبر نہیں چلتا۔ بڑھو اور اس کے دروازے میں داخل ہو جاؤ۔ تا اس کی رحمت تمہیں اپنی آغوش میں لے لے اور اس کے فضل کی چادر تم کو اپنے اندر لپیٹ لے۔

اللہ تعالیٰ جس شخص کا سینہ صدق اور محبت سے بھرا ہوا دیکھتا ہے اسے برکت دیتا ہے کیونکہ وہ دلوں کو دیکھتا ہے۔ انسان اپنی چالاکیوں سے انسان کو تو دھوکا دے سکتا ہے مگر اس علیم و خبیر اور سمیع و بصیر ذات کو دھوکا نہیں دے سکتا۔ وہ تو انسان کے دل کی گہرائیوں تک سے واقف ہے۔ پس خدا تعالےٰ سے ڈرو اور اے احمدی بھائیو! دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد پورا کرو

ایک حقیقت

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کے ہر عمل کا نتیجہ اس کی ذات پر مرتب ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور اس طرح اس کی ذات اس کے تمام اعمال کو اپنے اندر محفوظ کر لیتی ہے اسی طرح اس کی ذات پر مرتب شدہ نقوش اس کا اعمال نامہ ہے۔ یوں سمجھئے کہ انسانی زندگی کی ہر نقل و حرکت (حتیٰ کہ اس کے دل میں گذرنے والے خیالات تک) کی ایک فلم ساتھ کے ساتھ تیار ہوتی جاتی ہے اور ظہور نتائج کے وقت یہی فلم سکرین (پردہ) پر سامنے آجاتی ہے۔ لیکن چونکہ قرآن کریم میں اس قانون کی کارفرمائی کو دنیاوی نظام عدل کی تشبیہات کی رو سے سمجھا گیا ہے اس لئے کہیں یہ کہا گیا ہے کہ تمہارا کوئی عمل خدا کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔ (اور ظاہر ہے کہ جس جرم کے عینی معتبر گواہ موجود ہوں اُسے ثابت کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی) کہیں یہ کہا گیا ہے کہ ہماری خفیہ پولیس کے نہایت دیانتدار پرچہ نویس ساتھ کے ساتھ تمہاری ڈائری مرتب کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ سارا ریکارڈ عدالت میں پیش ہوگا اور اس کی رو سے تمہارے مقدمہ کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے علم خداوندی کی بات سامنے آتی ہے جسے یوں کہئے کہ ایک عینی گواہ کی حیثیت دی گئی ہے۔

خدا دیکھتا ہے۔

سب سے پہلے قرآن کریم نے انسان کی اس بنیادی غلطی کو لیا جس کی وجہ سے وہ ارتکاب جرم کرتا ہے۔ اس نے کہا

"کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اُسے کوئی دیکھ ہی نہیں رہا" ۹۰ ۔

اس کے بعد کہا کہ یہ غلط ہے کہ انسان کبھی تنہا بھی ہوتا ہے جس وقت وہ سمجھتا ہے کہ وہ بالکل تنہا ہے اس کے پاس کوئی اور نہیں اسوقت بھی اس کے پاس کوئی ہوتا ہے" اور یہ دوسرا ساتھ ہونے والا یار بنے والا خود خدا ہے۔

"وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے جہاں کہیں کہیں تم ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اُسے دیکھ رہا ہے"

ذرا غور کیجئے۔ اگر انسان کو اس بات کا یقین ہو کہ میں جہاں بھی ہوں اور جو کچھ بھی کروں اُسے خدا دیکھتا ہے تو ایسا انسان کبھی دانستہ قانون شکنی کر ہی نہیں سکتا۔ جرم کا ارتکاب (بالعموم) اس یقین (یا کم از کم اس مفروضہ) کے ماتحت کیا جاتا ہے کہ مجھے کوئی نہیں دیکھتا۔ خدا انسان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔

"خدا انسان کو ہر طرف سے محیط ہے"

"خدا ہر وقت تمہاری گھات میں ہوتا ہے"

پھر یہی نہیں کہ جس وقت تم سے کوئی عمل محسوس طور پر سرزد ہوتا ہے وہ اُسے اس وقت دیکھتا ہے وہ تو انسان کے دل میں گذرنے والے خیال تک کا علم رکھتا ہے۔ سورۃ قٓ میں ہے:

"ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں گذرنے والے خیالات تک سے واقف ہیں۔ (اس لئے کہ) ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہوتے ہیں" دوسری جگہ ہے۔

"وہ نگاہ کی خیانتوں اور دل کے رازوں تک کو جانتا ہے انسان خواہ کتنے ہی خفیہ مشورے کرے وہ خدا سے پوشیدہ نہیں رہ سکتے اس لئے کہ "جب تم تین مل کر خفیہ مشورے کرتے ہو تو وہ چوتھا وہاں موجود ہوتا ہے۔ اور جب تم پانچ مل کر مشورہ کرتے ہو تو وہ چھٹا وہاں موجود ہوتا ہے"۔ یہ پانچ اور چھ تو محض بات سمجھانے کے لئے کہا گیا ہے مشورہ کرنے والے کتنے ہی کیوں نہ ہوں" وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے" اس لئے انسان کا کوئی راز بھی خدا کی نگاہوں سے مستور نہیں رہ سکتا۔

اس کے نزدیک مستور و مشہور سب یکساں ہیں۔ کوئی اونچی بات کرے یا چپکے سے۔ کوئی دن کی روشنی میں کھلے بندوں چلے یا رات کی تاریکی میں دبے پاؤں۔ اس کے نزدیک اس سے کچھ فرق نہیں پڑ سکتا۔ اس کا دیکھنا ایک جیسا ہے کوئی آنکھ اسے نہیں دیکھ سکتی لیکن وہ ہر آنکھ کا ادراک کرتا ہے۔ اس لئے وہ انسانی اعمال کے ایک ایک ذرے کو سامنے لے آئے گا۔ خواہ وہ زمین و آسمان میں ہو خواہ پتھر کی چٹانوں کے اندر چھپا ہوا ہو۔ اس لئے کہ وہ کائنات کے تمام سربستہ اسرار سے واقف ہے۔ "وہ ہر شے کا علم رکھتا ہے" اور "ہر انسان کے ہر عمل کا علم بھی"

اس حقیقت کو قرآن کریم نے اس تکرار و اصرار سے دہرایا ہے کہ ان تمام آیات کا درج کرنا طوالت کا باعث ہے۔ کہیں اس نے کہا ہے

"جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس سے غافل نہیں"

اسے تقریباً دس مقامات پر دہرایا گیا ہے۔ کہیں کہا ہے:

"اللہ لوگوں کے اعمال کو دیکھتا ہے"

یہ الفاظ کم و بیش بیس مقامات پر آئے ہیں۔

کہیں کہا ہے۔

"اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے"

اور کہیں یہ کہ:۔

"اللہ تمہارے دل کی باتوں سے بھی باخبر ہے"

حدیث نبویؐ!

* "بہترین عمل بروقت نماز ادا کرنا ہے"

* * *

مرتبہ خورشید عالم ترین۔ ایم۔ بی بی ایس۔ سرینگر (بھارت)

فضائلِ دُعا

بروئے قرآن کریم، احادیث مبارکہ و حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ

از رُوئے قرآن:-

- وقال ربکم ادعونی استجب لکم۔ (المومن ۴۰)
اور تمہارا رب کہتا ہے۔ مجھے پکارو میں تمہاری دُعا قبول کروں گا۔
- واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان (البقرۃ ۲، ۱۸۶)
اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں۔ میں دُعا کرنے والے کی دُعا کو جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں۔
- استغفروا ربکم انہ کان غفارا ۵ مالکم لا ترجون للّٰہ وقارا
اپنے رب سے بخشش مانگو۔ وہ بڑا بخشنے والا ہے۔۔ تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ سے عزت کی اُمید نہیں رکھتے۔
- قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللّٰہ ان اللّٰہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم
کہہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ سبھی گناہ بخش دیتا ہے۔ ہاں وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔
- فادعوا اللّٰہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون (المومن ۴۰ - ۱۱۲)
پس اللہ تعالیٰ کو اس کی خالص فرمانبرداری کرتے ہوئے پکارو۔ اگرچہ کافر ناپسند کریں۔

از رُوئے احادیث مبارکہ:-

- الدعاء ھو العبادۃ
(احمد۔ ترمذی۔ ابو داؤد۔ نسائی۔ ابنِ ماجہ)
ترجمہ:۔ دُعا ہی (اصل) عبادت ہے۔
- الدعاء مخ العبادۃ (ترمذی)
ترجمہ:۔ دُعا عبادت کا مغز ہے۔
- الدعاء سلاح المومن
(مستدرک حاکم بحوالہ حصن حصین)
ترجمہ:۔ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔
- لیس شیء اکرم علی اللّٰہ من الدعاء
(ترمذی۔ ابنِ ماجہ)
ترجمہ:۔ اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی چیز باعزت نہیں
- من لم یسال اللّٰہ یغضب علیہ
(ترمذی)
ترجمہ:۔ جو اللہ سے دُعا نہیں مانگتا اللہ اس پر غصہ ہوتا ہے
- لا یرد القضاء الا الدعاء ولا یزید فی العمر الا البر (ترمذی)
ترجمہ:۔ دُعا کے سوا کوئی چیز تقدیر (کی بلاؤں اور مصیبتوں) کو دور نہیں کر سکتی۔ اور نہ نیکی کے سوا کوئی چیز عمر کو بڑھا سکتی ہے
- لا تعجزوا فی الدعاء فانہ لن یھلک مع الدعاء احد (حاکم حصن حصین)
ترجمہ:۔ دُعا کرنے میں کوتاہی نہ کرو کیونکہ دُعا کے ساتھ ہرگز کوئی ہلاک نہ ہوگا۔

(باقی آئندہ)

ارشاداتِ حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ

- اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے پیار رکھتا ہے جو دعا کرتے ہیں کیونکہ دعا عبادت ہے۔
- بڑے بڑے عظیم الشان کاموں کی کنجی صرف دعا ہی ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل کے دروازے کھولنے کا پہلا مرحلہ دُعا ہی ہے۔
- دعا میں خدا تعالیٰ نے بڑی قوتیں رکھی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار۔۔۔ یہی فرمایا ہے کہ جو کچھ ہوگا دعا ہی کے ذریعے ہوگا۔ ہمارا ہتھیار تو دعا ہی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی ہتھیار ہمارے پاس نہیں۔
- دعا ایسا ہتھیار ہے کہ انہونے کام بھی اس سے ہو جاتے ہیں۔
- دُعا میں ایک مقناطیسی اثر ہوتا ہے۔ دعا خدا تعالیٰ کے فیض اور فضل کو اپنی طرف کھینچ کر لے آتی ہے۔
- دُعا بہت بڑی کامیابی ہے۔ یونسؑ کی قوم گریہ وزاری اور دُعا کے سبب ہی آنے والے عذاب سے بچ گئی۔

فلسفۂ دُعا

- دُعا فتح کا ہتھیار ہے۔
- میں اپنے ذاتی تجربہ سے کہتا ہوں۔ خیالی بات نہیں کرتا کہ جو مشکل کسی تدبیر سے حل نہ ہوتی ہو اللہ تعالیٰ اس کو دُعا سے آسان کر دیتا ہے۔
- مانگنا انسان کا خاصہ ہے اور استجابت فرمانا اللہ تعالیٰ کا جو نہیں سمجھتا اور نہیں مانتا وہ جھوٹا ہے۔
- میرا تو یہ مذہب ہے کہ جو دعا اور اس کی قبولیت پر ایمان نہیں رکھتا وہ جہنم میں جائے گا۔ کیونکہ ایسا شخص خدا تعالیٰ کی ہستی کا منکر ہے۔
- مسلمان وہی ہے جو صدقات اور دُعا کا قائل ہو۔ انسان کی بڑی خوشی جو زوال پذیر نہیں ہوتی اور خطرات کے وقت اسے سنبھال لیتی ہے وہ خدا پر بھروسہ ہے اور یہ صرف اسلام ہی کی تعلیم ہے کہ خدا پر بھروسہ کرو۔
- دعا نہ کرنے سے اول دل پر زنگ چڑھتا ہے۔ پھر قساوت پیدا ہوتی ہے۔ پھر خدا تعالیٰ سے اجنبیت پھر عداوت اور آخر نتیجہ سلب ایمان [illegible] ہے۔
- جس شخص کا ایک دن ایک [illegible] دُعا سے خالی رہا وہ شیطان سے قریب ہوا۔
- ہم نہ تلوار سے جیت سکتے ہیں نہ کسی اور قوت سے۔ ہمارا ہتھیار صرف دُعا ہے۔ اور دلوں کی پاکیزگی۔
- نماز کیا ہے؟ یہ ایک خاص دعا ہے مگر افسوس لوگ اس کو بادشاہوں کا ٹیکس سمجھتے ہیں۔ نادان اتنا نہیں جانتے کہ بھلا خدا تعالیٰ کو ان باتوں کی کیا حاجت ہے۔ نہ انسان دعا اور تسبیح اور تہلیل میں مصروف ہو بلکہ اس میں انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے۔ کہ وہ اس طریق سے اپنے مطلب کو پہنچ جاتا ہے۔

ایکہ گوئی

روئے دلبر از طلبگاران نمی دارد حجاب
خدا کا چہرہ طالبوں سے پوشیدہ نہیں ہے

می درخشد در خور و می تابد اندر ماہتاب
وہ سورج میں بھی چمکتا ہے اور چاند میں بھی

دامن پاکش زنخوت ہا نمی آید بدست
اس کا مقدس دامن تکبّر سے ہاتھ نہیں آتا اس کے لئے

ہیچ راہے نیست غیر از عجز و درد و اضطراب
کوئی راہ سوائے درد اور بیقراری کے نہیں ہے

از دعا کن چارۂ آزار انکارِ دعا
انکارِ دعا کے مرض کا علاج بھی تو دُعا ہی ہے

چوں علاجِ مے زمے وقتِ خمار و التہاب
کہ جیسے خمار اور ضمحلال کے وقت شراب کا علاج شراب سے کیا جاتا ہے

ایکہ گوئی گر دعا ہارا اثر بودے کجاست
اے وہ شخص جو کہتا ہے کہ اگر دعاؤں میں اثر ہوتا تو دکھاؤ وہ کہاں ہے

سوئے من بشتاب بنمائم ترا چوں آفتاب
میری طرف دوڑ تاکہ تجھے سورج کی طرح دکھا دوں

"بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد"

پاکستان کے رہنے والوں کو یہ اندازہ نہیں کہ ۱۸۸۴ء میں اسلام اور مسلمانوں کا کیا حال تھا۔ عیسائی اقوام کے عروج اور غلبہ کا سورج نصف النہار پر تھا۔ وہ تمام دنیا پر چھائی ہوئی تھیں۔ فوج کشی کر کے یا اپنی سیاست کی چالبازی اور مکاری سے انہوں نے ایک ایک کر کے تمام اسلامی ممالک پر یا تو قبضہ کر لیا تھا یا انہیں اپنے زیر اثر لا کر اپنا مطیع و فرمانبردار بنا لیا تھا یہاں تک کہ جن ملکوں پر عیسائی اقوام کا قبضہ نہیں تھا تو ان کی بھی خارجہ پالیسی اور دفاع کی ذمہ داری عیسائی اقوام کے ہاتھوں میں تھی اور اس بہانہ سے انہوں نے اسلامی ممالک کے اندر اپنی فوجیں رکھی ہوئی تھیں۔

دنیاوی غلبہ حاصل کرنے کے بعد عیسائی اقوام نے اپنے پادریوں کی فوجوں کو ان ممالک میں چھوڑا تا کہ عیسائیت کو پھیلا کر اپنے شکنجہ کو ان ممالک پر اور بھی مضبوط کریں۔ اوّل تو حاکم وقت کے دین کی کشش ہمیشہ ہوتی ہے۔ الناس علیٰ دین ملوکھم ایک زبردست صداقت ہے مگر عیسائی سلطنتوں نے تو کھلم کھلا اپنے دین کے پھیلانے میں مدد کی۔ سر سید احمد خاں مرحوم جیسے انگریزوں کے دوست نے اپنی کتاب جو ۱۸۵۷ء کے غدر کے اسباب کے بارہ میں لکھی اس میں غدر کی بڑی وجہ یہ بتائی کہ برطانوی حکومت کے افسران نے ہر ضلع اور ہر صوبہ میں اس قدر کھلم کھلا لوگوں کو عیسائیت میں شامل ہونے کی ترغیب دی بلکہ دباؤ ڈالا کہ مسلمان اور ان کے ذیل میں کچھ ہندوؤں نے بھی ایسی حکومت کے ساتھ مجبوراً بغاوت کی۔ اگر یہ وجہ نہ ہوتی اور خود برطانوی حکومت کو اس کا احساس نہ ہوتا تو غدر کے بعد ۱۸۵۷ء کے ملکہ وکٹوریہ کے مشہور اعلان میں کہیں حکومت کی مذہب کے اندر عدم مداخلت کا وعدہ ہوتا۔

مگر اس اعلان کے باوجود در پردہ عیسائی حکام اپنے مذہب کے پھیلانے میں امداد کرتے تھے۔ نوکریاں۔ زمینیں۔ عہدے۔ عورتیں غرض کون سا حربہ تھا جسے عیسائی حکام نے لوگوں کو ورغلانے اور عیسائیت کی قبولیت کی غرض سے مائل کرنے کے لئے استعمال نہیں کیا۔ حکومت نے مفت زمینیں عیسائی مشنوں کو دیں۔ بہانہ یہ تھا کہ جرائم پیشہ لوگوں کو بسا کر ان کو مہذب اور امن پسند بنایا جائے مگر دراصل وہ لوگوں کو عیسائی بنانے کے لئے استعمال ہوتی تھیں۔

سینکڑوں ہزاروں مربعے (جو ۲۵ ایکڑ فی مربع ہوتا ہے) اس مقصد کے لئے مفت دیئے گئے۔ اور اس کے ساتھ پانی۔ تقاوی قرضے اور ہر قسم کی لگان کی معافیاں دی گئیں۔ ہر ضلع کے پادریوں کے لئے ضلع کے حکام کا دروازہ دن رات کھلا رہتا تھا۔ اور پادری کی سفارش پر نوکری ضرور ملتی تھی۔ مشن کے سکول و کالجوں اور ہسپتالوں۔ یتیم خانوں۔ بیوہ گھروں بلکہ لاوارث عورتوں کے لئے اداروں کو حکومت کھلم کھلا مادی امداد اور ہر قسم کی امداد دیتی تھی اور وہ اس وقت پادریوں اور مشنری عورتوں کے ہاتھوں میں تھے۔ مشنری عورتیں مسلمانوں کے گھروں میں گھس کر کھلم کھلا عیسائیت کی تبلیغ کرتی تھیں اور جس مسلمان عورت کو تکلیف میں دیکھتیں اُسے ورغلا کر بھگا لے جاتیں اور حکومت ان کا پورا ساتھ دیتی۔

افسوس ہے کہ صحیح حالات کا ہمارے مغرب زدہ لوگوں کو بالکل علم نہیں۔ وہ مغرب کی دنیاوی سائنسی ٹیکنالوجی کی ترقیات اور ان کی دولت اور حکومت سے ایسے متاثر ہیں کہ ان کو اگر بتایا بھی جائے کہ درپردہ یہ تمام ہتھیار استعمال کئے جاتے تھے تا کہ مسلمانوں کو ان کے دین سے پھیر کر عیسائی بنایا جائے یا کم از کم مسلمان نہ رہنے دیا جائے تو وہ مانتے تک نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ عیسائی اقوام ان معاملات یعنے مذہب اور دنیاوی غلبہ کے معاملے میں ایسی مکار اور دھوکا باز ہیں کہ اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان کا نام دجال رکھا تھا اور دجال کے فتنہ کو اپنی امت کے لئے سب سے خطرناک فتنہ بتایا تھا۔ دجل کے معنی ہیں دھوکا بازی سازش ان سب باتوں کا پہلے سے علم رکھتے ہوئے مسلمان ان کے دجل سے ایسے مسحور نہ ہو جاتے کہ آج بھی جب کہ عیسائیوں کی حکومت ان پر نہیں رہی ان کی پیدا کردہ ذہنی غلامی سے نجات نہیں پا سکے۔

میں نے افریقہ کے ممالک کی جہاں عیسائی اقوام کا زبردست غلبہ رہا ہے ایک سرکاری رپورٹ دیکھی ہے (جس کی تائید بعض اخبارات کے مضامین سے بھی ہوئی) کہ افریقہ میں بھی بلکہ زیادہ کھلے طور پر جب تک کوئی عیسائی نہ بنے اسے نہ تو تعلیم دی جاتی تھی نہ ہسپتالوں میں طبی علاج ملتا تھا نہ حکومت کے ماتحت کوئی نوکری ملتی تھی۔ افریقہ کے غیر مسلم قبائل اور مسلم مگر جاہل قبائل میں یہ حربہ نہایت کامیاب رہا مگر ایشیا اور مشرق وسطیٰ میں جہاں کے مسلمان نہ صرف تعلیم بلکہ مذہب کی روشنی سے کچھ زندہ تھے ان کو اسلام سے اکھیڑنے کے لئے خود مذہب اسلام کو شکست دینے کے لئے یہ ضروری تھا۔ اس لئے عیسائی مستشرقین، مؤرخین اور پادریوں نے خود اسلام پر ایسا سخت حملہ کیا کہ اسلام کی تاریخ میں یا تو خود حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا تھا یا اس زمانہ میں آ کر ہوا۔۔۔۔

مولانا الطاف حسین حالی مرحوم کی مسدس اور دوسرے مسلمانوں کی تحریرات کو پڑھ کر دیکھیئے کہ اسلام اور مسلمانوں کی کیا زبوں حالی کے دن تھے اور علماء کا کیا حال تھا۔

اسلام کے مٹانے کی اسی زبردست کوشش کی پیشین گوئی قرآن کریم نے چودہ سو سال پہلے کی تھی۔

یریدون لیطفؤا نور اللّٰہ با فواھھم۔

(سورۃ الصف ۶۱ آیت ۸)

یعنے یہ چاہیں گے کہ اللہ کے نور کو اپنی منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں۔ اسلام کی تاریخ کو دیکھ لیجیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں جب اسلام پر زبردست یورش ہوئی تو اسلام کو تلوار کے ذریعہ سے ختم کرنے کی کوشش کی گئی۔ عرب کے مشرکوں نے جو اپنی جاہلیت پر فخر کرتے تھے انہوں نے کیا منہ کی پھونکوں یعنے اعتراضات کے ذریعہ اسلام کا مقابلہ کرنا تھا۔ بہرحال یہ تاریخی حقیقت ہے کہ انہوں نے مار پیٹ کر ہجرت پر مجبور کر کے اور بالآخر تلوار کے ذریعے سے اسلام کو مٹانا چاہا اور اس زمانہ میں آ کر یہ ہوا کہ مغرب کے علماء اور پادریوں نے اعتراضات کی بوچھاڑ سے مذہب اسلام پر سخت یورش کی۔

جہاں اس زبردست خطرے سے ۱۴۰۰ سال قبل قرآن کریم نے ہمیں متنبہ کر دیا تھا وہاں یہ بھی مذکورہ بالا تنبیہہ کے ساتھ ہی فرمایا۔

واللّٰہ متم نورہٖ ولو کرہ الکٰفرون

یعنے اللہ تعالےٰ تو اس زمانے میں اپنے نور کو اور بھی مکمل کرے گا۔ چاہے کافر کتنا ہی ناپسند کریں۔ اور پھر فرمایا

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ

و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین

کلہ ولو کرہ المشرکون۔

(سورۃ الصف ۶۱ آیت ۹)

یعنے "اللہ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول (صلعم) کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرک (یعنے دوسرے مذاہب جن میں شرک پیدا ہو گیا) کتنا ہی ناپسند کریں"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

پچھلی صدی میں عیسائیت اور عیسائیوں کی پیدا کردہ مادہ پرستی اور دہریت کے جواب میں جو لٹریچر پیدا ہوا ہے اسے دیکھ لیجیے کیا حضرت مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے مریدوں یعنے حضرت مولانا نورالدین صاحب۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب، حضرت خواجہ کمال الدین صاحب وغیرہ ان چند اصحاب کا پیدا کردہ ہے، جنہوں نے احمدیت کے خیالات کو ہی اپنا لیا یا کسی اور کا؟

پھر اس زمانہ میں جماعت احمدیہ کے سوائے اور کون سی مسلم جماعت ہے جس نے قرآن کریم کے مغربی زبانوں میں ترجمے کئے اور اسلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر زبردست لٹریچر پیدا کیا اور عیسائی ممالک میں مشن کھول کر بڑے بڑے عیسائی ادیبوں مصنفین۔ لارڈز۔ شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والے لوگوں۔ عالموں اور فاضلوں اور ان کے ساتھ متوسط اور دوسرے طبقوں کی بھی سعید روحوں کو اسلام میں داخل کیا؟

حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے نہ صرف دین کے غلبہ کے لئے ان تھک مجاہدہ کے ساتھ رو رو کر دعائیں کیں جیسا کہ ان کی تصانیف تحریروں اور تقریروں سے ظاہر ہے جن میں سے ایک شعر ملاحظہ ہو:۔ ؎

اس دین کی شان و شوکت یا رب مجھے دکھا دے
سب جھوٹے دین مٹا دے میری دعا یہی ہے۔

بلکہ حضرت نے مسلمانوں کی دنیاوی مغلوبیت اور ابتری اور عیسائیوں کے مقابل کمزوری کے لئے بھی جب جناب باری میں گریہ وزاری کی تو آپ کو خوش خبری دی گئی کہ:۔

"بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد"

یاد رہے کہ مسلمان قوم کو محمدی کہنے والے عیسائی تھے اور یہ خوشخبری دی گئی کہ عیسائیوں کے نزدیک مسلمانوں کا جو گرا ہوا مقام ہے یہ دور کر کے مسلمانوں کا قدم ایک بلند تر مقام پر مضبوط ہو جائے گا۔

سو ہم نے دیکھ لیا کہ اس کے کچھ عرصہ بعد عالمگیر جنگوں۔ مالی مصائب اور عیسائی ممالک کے آپس کے اختلافات کی وجہ سے عیسائیوں کی طاقت کمزور ہونی شروع ہوئی بلکہ آہستہ آہستہ تمام اسلامی ممالک ان کی غلامی اور زیر دستی سے نکل کر آزاد ہو گئے۔ شروع میں مسلمان قومیں غریب تھیں مگر آج اللہ تعالےٰ کے فضل سے تیل اور دوسرے ذخائر کی وجہ سے یہ حالت ہے کہ عیسائی اقوام مسلمانوں سے مالی امداد اور رعایتوں کو مانگنے لگی ہیں اور ابھی اور بھی انشاء اللہ تعالےٰ یہ توازن صحیح ہوتا چلا جائے گا۔

- - - - - - - - - - - - - - - -

اگر اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا اور مسلمان قومیں آپس میں اتحاد اور اتفاق میں ترقی کرتی رہیں تو انشاء اللہ "بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد" کا نظارہ دنیا دیکھ لے گی۔ اس کے لئے اپنے ایمان کو صحیح طور پر قائم کریں اور اعمال صالحہ کا بھی مسلمان خیال رکھیں تو اللہ تعالےٰ کا جو وعدہ ہے وہ کبھی ٹل نہیں سکتا اور وہ یہ ہے:۔

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحٰت لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم (سورۃ النور ۲۴۔ آیت ۵۵)

یعنی "اللہ وعدہ کرتا ہے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہیں کہ وہ انہیں ضرور بالضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا انہیں خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے"۔

اگر اللہ تعالےٰ نے عیسائی اقوام کو دنیاوی سلطنت بخشی تو وہ مسلمانوں کو بھی ویسی ہی سلطنت اور غلبہ بخش سکتا ہے بشرطیکہ ہم سچے مومن بنیں اور نیک کام کریں۔ یہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے جو کبھی ٹل نہیں سکتا۔

ہاں اس کے ساتھ ایک اور بھی وعدہ اسی آیت مبارکہ میں مذکور ہے اور وہ یہ ہے:۔

ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا

(اور وہ ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مضبوطی سے قائم کر دے گا اور ان کی حالتِ خوف کو بدل کر امن کی حالت پیدا کر دے گا)

ہم نے اس آیت مبارکہ کی پہلی شق کو پورا ہوتے دیکھ لیا۔ اور دیکھ رہے ہیں کہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو اس زمین کی خلافت دے کر اپنے فضل سے مضبوط کر رہا ہے۔ تو انشاء اللہ اسی وعدہ کا دوسرا حصہ بھی مسلمانوں کا دین دنیا میں مضبوطی کے ساتھ قائم کیا جائے گا پورا ہو کر رہے گا۔ دوسرے ادیان اپنی موت مر رہے ہیں اور لوگ انہیں چھوڑ رہے ہیں مگر ساتھ ہی انہیں اس اطمینانِ قلب اور روحانی زندگی کی تلاش ہے جو صرف مذہب ہی انہیں دے سکتا ہے۔

جب اور دین ختم ہو گئے تو جو دین بموجب وعدہ الٰہی مضبوطی سے قائم کیا جائے گا۔ وہ اسلام ہی ہے جو انشاء اللہ دنیا کا غالب دین ہو گا۔

میں پھر حضرت اقدس کی درد بھری دعا کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ ؎

اس دین کی شان و شوکت یا رب مجھے دکھا دے
سب جھوٹے دین مٹا دے میری دعا یہی ہے۔

سو اللہ تعالےٰ نے اس بےقرار (اور اسلام اور مسلمانوں کے درد میں تمام گریہ وزاری کرنے والے (جس نے اپنی حالت یوں بیان کی ہے کہ "کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا") کی دعا کو قبول فرمایا ہے۔ اور اسے "بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند محکم افتاد"، کی خوش خبری مسلمانوں کی دنیاوی بہتری کے بارہ میں دی دین اسلام کی کامیابی کی خوشخبریاں بھی دیں بقول ان کے ؎

دوستو اس یار نے دیں کی مصیبت دیکھ لی
آئیں گے اس باغ کے اب جلد لہرانے کے دن
اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن
دیں کی نصرت کیلئے اک آسماں پر شور ہے
اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

اخبارِ احمدیہ

* سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیریت ہیں اور بدستور خدماتِ دینیہ میں معروف ہیں۔ دارالسلام میں موجود ہوں تو پنجوقتہ نمازیں عموماً اور بالخصوص عشاء کی نمازیں خصوصاً آپ ہی پڑھاتے ہیں۔ نمازوں میں خاصی حاضری ہوتی ہے۔ حضرت کا مخفی روحانی اثر سعید اور مستعد روحوں کو نماز کے وقت دور دور سے مسجد میں کھینچ لاتا ہے۔ نماز فجر کے بعد آپ بذریعہ درس، برکات و انوار قرآنی سے حاضرین کو مستفید فرماتے ہیں۔

جماعت کے اندر تبلیغ و اشاعت قرآن، مثالی باہمی اخوت و محبت، اتفاق و اتحاد کے لئے نئی روح، نیا جوش اور نیا ولولہ ابھارنے کے لئے کوشاں ہیں احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ آپ کی ان دینی مہمات میں آپ کا حافظ و مددگار ہو اور صحت والی لمبی زندگی عطا فرمائے۔

* درخواست دعائے صحت

مکرم چوہدری مسعود اختر صاحب نے امریکہ سے حضرت امیر ایدہ اللہ کے نام اپنے خط میں لکھا ہے کہ ان کے پتہ کا آپریشن ہوا ہے۔ جلد صحت یابی کے لئے دعا فرمائی جائے۔ خطبہ جمعہ کے بعد ان کی صحت و عافیت کے لئے محترم نصیر احمد فاروقی صاحب نے دعا کی اور حاضرین نے آمین کہی۔

مکرم چوہدری مسعود اختر صاحب ایک خادم دین و سلسلہ خاندان کے فرد ہونے کے علاوہ خود بھی ہماری جماعت کے ایک اہم پرجوش اور فعال ممبر ہیں۔ جملہ بزرگان جماعت اور احباب سلسلہ ان کی جلد صحت یابی کے لئے دعا فرما دیں:

ایک ضروری تصحیح

پیغام صلح مجریہ ۳/۳/۸۲ کے صفحہ نمبر ۲ کالم ۲ کی سطر ۲۵ پر بچوں کی کلاس کی تاریخ ۵ اپریل کی بجائے سہو کتابت سے یکم اپریل لکھی گئی ہے۔ جسے احباب و خواتین ۵ اپریل پڑھیں ہم اس غلطی پر معذرت خواہ ہیں۔ (ادارہ)

حدیثِ نبویؐ

"اور علم حاصل کرو چاہے اس کے لئے تمہیں چین تک جانا پڑے"

ارشادِ باری تعالےٰ:۔

"اور جو تمہیں السلام علیکم کہے اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں"

تاریخ اسلام کا ایک روشن باب

حضرت عمرؓ کے عظیم کارنامے

ایک دفعہ ہرقل نے اپنے عیسائی مشیروں سے یہ دریافت کیا کہ عربوں کے ہم پر غلبے کی کیا وجہ ہے؟ حالانکہ وہ تعداد میں، زر میں اور سامانِ حرب میں ہم سے کم ہیں تو ایک بوڑھے مشیر نے کہا:
"کہ ان کے اخلاق ہمارے اخلاق سے اچھے ہیں۔ کسی پر ظلم نہیں کرتے سب ایک دوسرے کو اپنے برابر سمجھتے ہیں۔ عہد کی پابندی کرتے ہیں۔ ہر ایک کام میں ہمت و استقلال ہے"
دشمنوں کی یہ شہادت بتاتی ہے کہ مسلمان صرف اپنے اخلاق کی وجہ سے غالب آئے۔ اسلام کی فتح فی الحقیقت مادی طاقتوں پر اسلام کی فتح تھی۔

ان فتوحات کی وجوہات میں میں صرف ایک اور امر کا ذکر کروں گا اور وہ مسلمانوں کا بے نظیر اتحاد تھا۔ اس وقت سے صرف پانچ چھ سال پیشتر ملک عرب خطرناک خانہ جنگیوں اور قومی تنازعات کا گھر تھا۔ جس قدر تفرقہ اس ملک میں تھا اس کی نظیر شاید ہی دنیا میں مل سکے۔ قوم قوم کی اور قبیلہ قبیلہ کا دشمن تھا اور چھوٹی چھوٹی ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر لڑائیاں ہو کر دہائیوں تک جاری رہتی تھیں اور سال ہا سال تک کینے چلے جاتے تھے۔ کوئی شخص نہ کہہ سکتا تھا کہ اس ملک میں اتحاد کبھی پیدا ہو سکتا ہے۔ پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ کہ چند سال کے عرصہ میں ان خطرناک دشمنوں کو ایک کر دیا اور صدیوں کے کینوں کو محبت میں تبدیل کر دیا۔ دنیا کے ان عظیم ترین معجزات میں سے ہے جس کا اقرار مسلم اور غیر مسلم مؤرخین سب کو یکساں ہے۔ اسی عظیم الشان اتحاد نے مسلمانوں کے لئے ناممکن کو ممکن بنا دیا۔ وہی قبیلے اور قومیں جو پہلے ایک دوسرے کی جانی دشمن تھیں اور جنہیں لڑتے عمریں گذر گئی تھیں آج وہ ایک دوسرے کے دوست ہی نہیں تھے۔ ایک دوسرے سے دلی محبت ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ ایک دوسرے پر جانیں فدا کرتے تھے۔ اگر ایک کی جان خطرے میں ہوتی تو دوسرا اپنے آپ کو فدا کر کے اسے بچا لیتا۔ اگر جنگ میں ایک قوم یا قبیلے کے آدمی نرغے میں آ جاتے تو دوسری قوم یا قبیلہ اُن کے بچانے کے لئے اپنے آپ کو ذبح کرا دیتا۔ ایک پر وار ہوتا تو دوسرے کا سر آگے ہوتا تھا۔ سپاہی افسروں پر افسر سپاہیوں پر اپنے آپ کو فدا کرتے تھے۔ دو افسروں یا دو قوموں میں باہم رقابت تک کا خیال باقی نہ رہ گیا تھا کہ کوئی فتح ایک کے نام پر ہو۔ ایک ماتحت افسر بھی دشمن کے ساتھ ایک عہد کر لیتا تو وہ مسلمانوں کا عہد سمجھا جاتا۔ ایک ادنیٰ سپاہی بھی ایک ذمہ داری لے لیتا تو وہ سارے مسلمانوں کی ذمہ داری سمجھی جاتی۔ غرض اس قوم کا بے نظیر اتحاد ان عظیم الشان اسباب میں سے ایک بھاری سبب ہے جس نے اسے کثیر التعداد دشمنوں پر غالب کر دیا۔

اسلام کی جمہوریت

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے ساتھ اگر اسلامی جمہوریت کا بیج بویا گیا تھا تو حضرت عمرؓ کے زمانے میں اس نے پورا نشو ونما پایا۔ جمہوریت کا بیج تو اسلام کی تعلیم میں موجود تھا۔ قرآن شریف میں صریح حکم تھا کہ مسلمانوں کی حکومت مشورہ سے ہوگی۔ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اہم امور کو مشورے سے طے کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کی نہ صرف خلافت شوریٰ سے ہوئی بلکہ آپ کے زمانہ میں عظیم الشان پیش آمدہ امور کا فیصلہ مشورہ سے ہوتا تھا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں دو طرح کی مجالس شوریٰ کا انعقاد نظر آتا ہے۔ ایک بہت عام اور وسیع جس میں عام اعلان کیا جاتا تھا اور خاص خاص پیش آمدہ امور اس میں طے ہوتے تھے۔ دوسری خاص مجلس جس میں روزمرہ کے امور طے ہوتے تھے یہاں تک کہ عزل ونصب کے معاملات بھی بعض وقت اس مجلس میں طے ہوتے تھے لیکن حضرت عمرؓ نے مشورہ کے اصول کو یہاں تک وسیع کیا تھا کہ مدینہ کے علاوہ بیرونجات کے لوگوں کو بھی مشورہ کے لئے بلایا کرتے تھے بلکہ غیر مسلموں یا ذمیوں سے بھی مشورہ لیتے تھے۔ عراق کے بندوبست میں وہاں کے پارسی رئیسوں کو بلا کر مشورہ لیا۔ مصر کے انتظام میں مقوقس وہاں کے سابق حاکم سے مشورہ طلب کیا۔ اور ایک قبطی کو مدینہ میں منگوایا۔ عام رعایا کو بھی یہاں تک معاملات سلطنت میں دخل دیا تھا کہ عموماً صوبوں کے گورنر رعایا سے دریافت کر کے مقرر کئے جاتے تھے اور جب کسی جگہ کی رعایا کسی گورنر کے متعلق شکایت کرتی تھی تو شکایت کی تحقیقات کر کے اسے الگ کر دیتے تھے۔ ایسی شکایات پر آپ نے بڑے بڑے صحابیوں کو الگ کر دیا۔ یہاں تک کہ سعد بن ابی وقاص فاتح ایران کو کوفہ کی گورنری سے صرف وہاں کے لوگوں کی شکایت پر الگ کر دیا۔ حالانکہ اُن کے خلاف کوئی ایسا الزام نہ تھا جس کی وجہ سے انہیں معزول کیا جاتا۔

مگر آپ کا اصول یہ تھا کہ گورنر پبلک کا ایسا ملازم ہونا چاہیئے جس سے وہاں کی پبلک خوش ہو۔ شاید ابھی تہذیب مشکل سے اس مقام پر پہنچی ہے جہاں عرب کے اُمّی آج سے چودہ سو سال پہلے پہنچ چکے تھے۔

بعض وقت حضرت عمرؓ خاص مقامات پر گورنر مقرر کرنے کے لئے وہاں کے لوگوں کو لکھ بھیجا کرتے کہ وہ اپنے میں سے ایک موزوں اور نیک آدمی کا انتخاب کر کے خود اطلاع دیں۔ چنانچہ کوفہ، شام اور بصرہ کے لوگوں کو آپ نے یوں ہی لکھا اور اس سب پر یہ کہ ہر شخص کو آزادی سے اپنی رائے دینے کا موقعہ تھا بلکہ اضلاع سے آپ کے پاس ہر سال وفد آتے رہتے تھے جو وہاں کے حالات سے باخبر رکھتے تھے اور اپنے خطبوں اور وعظوں میں حضرت عمرؓ اس بات پر خصوصیت سے زور دیتے تھے کہ لوگ اس آزادیٔ رائے سے فائدہ اٹھائیں۔ رائے کی آزادی گویا ایک مسلمان کا ہی نہیں ہر انسان کا پیدائشی حق قرار دیا گیا اور لوگوں سے رائے لینے کے لئے ہر قسم کے ذرائع جو اس وقت ممکن تھے اختیار کئے گئے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ خلیفہ یا بادشاہ کی حیثیت ایک معمولی مسلمان کے برابر قرار دی گئی نہ صرف یہ کہ خلیفہ کو اسی قدر وظیفہ ملتا تھا جس قدر دوسرے مسلمانوں کو بلکہ مقدمات میں خلیفہ اگر مدعا علیہ ہو تو اسی طرح عدالت میں حاضر ہوتا تھا جس طرح عام آدمی۔

ابی ابن کعب کے ساتھ حضرت عمرؓ کا کچھ جھگڑا ہو گیا تو زید بن ثابت کی عدالت میں بطور مدعا علیہ حاضر ہوئے۔ زید نے کچھ آپ کی عزت کرنی چاہی تو آپ ناراض ہوئے کہ یہ طرفداری ہے۔ غرض جمہوریت کو جس کمال پر حضرت عمرؓ نے پہنچایا آج تک کبھی دنیا کو وہ کمال جمہوریت نصیب نہیں ہوا۔

حضرت عمرؓ کی شجاعت

اصول شوریٰ کو حضرت عمرؓ نے یہاں تک قوت دی کہ وہ اپنی ذات کے متعلق بھی بغیر شوریٰ کوئی فیصلہ نہ کرتے تھے۔ ایران کے بعض معرکوں میں جب مسلمانوں کے لئے سخت خطرہ اور مقابلہ کا وقت تھا تو آپ نے خود بھی کئی دفعہ ان لڑائیوں میں شریک ہونے کا ارادہ کیا لیکن اہل الرائے کے مشورہ پر اس ارادہ کو ترک کر دیا۔ یہ بزدلی نہ تھی بلکہ اصول شوریٰ کا انتہائی تتبع تھا۔ کہ اپنے ارادہ کو بھی شوریٰ کے ماتحت کر دیا۔ یوں آپ کی شجاعت ایک ایسی چیز ہے جس کا دشمن و دوست دونوں کو یکساں اعتراف ہے۔

اسلام لانے سے پیشتر ملک عرب میں آپ کی شجاعت اور بہادری کا خاص شہرہ تھا اور آپ کے اسلام لانے کے ساتھ اسلام میں ایک نئی قوت پیدا ہو گئی جس کی وجہ سے کفار کو بھی سخت فکر ہوا۔ شجاعت کا انحصار قوت قلب پر ہے۔ اور آپ کی قوت قلب کا یہ حال تھا کہ دنیا کی دو عظیم الشان طاقتوں نے عرب کو کچلنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اور ان کی فوجیں دونوں طرف سے لاکھوں کی تعداد میں اُمڈی چلی آتی تھیں مگر آپ نے اس کی پرواہ تک بھی نہیں کی بلکہ دونوں کی شرارتوں کی انتہائی سزا دئیے بغیر تلوار رکھنے کا نام

(بقیہ صفحہ ۱۲ کالم ۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

بقیہ حضرت عمرؓ کے عظیم کارنامے۔ (آمدہ صلا)

نہیں لیا۔ اس قدر قوتِ قلب کا انسان دنیا میں تلاش کرنے سے مشکل ملے گا۔ یہ آپ کی قوتِ قلبی کا ہی کمال تھا کہ آپ کا رعب نہ صرف دشمنوں پر تھا بلکہ دوستوں پر بھی باوجود آپ کی کمال درجہ کی سادگی کے اس قدر رعب تھا کہ بڑے سے بڑے فاتح آپکے احکام کے آگے سر نہ ہلا سکتے تھے۔

جب خالدؓ جیسے عظیم انسان فاتح کی معزولی کا حکم پہنچا اور ان پر حساب نہ دینے کا الزام لگایا گیا تو آپ کے قاصد نے عین میدانِ جنگ میں اس کے ہاتھ باندھ لئے اور وہ مقابلہ کی جرأت نہیں کر سکے۔ اور بعد میں جب اُن کے مُنہ سے کچھ لفظ نکلے جن کا مفہوم یہ تھا کہ میری خدمات کی قدر نہیں کی گئی تو کسی شخص نے کہا کہ ایسی بات سے فتنے کا خطرہ ہے۔ حضرت خالدؓ نے کہا لیکن عمر کے ہوتے ہوئے کسی فتنہ کا خطرہ نہیں۔

سعدؓ فاتح ایران کو کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا تو وہ بغیر چون و چرا کے گورنری کو چھوڑ کر دربار میں حاضر ہو گئے۔ شجاعت کا اظہار صرف میدانِ جنگ میں ہی نہیں ہوتا۔ گو حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں میدانِ جنگ میں کئی بار اپنی بے نظیر شجاعت کا اظہار کیا مگر خلافت کے زمانے میں جس قوتِ قلبی اور جس شجاعت کا اظہار آپ نے کیا وہ واقعی اپنی نظیر آپ ہے۔

حضرت عمرؓ کی سادگی اور رعایا کی فکر:۔

اپنے زمانۂ خلافت میں حضرت عمرؓ نے بادشاہی کے فرض کو اس حد تک ادا کیا کہ اس بارے میں کبھی ان کی نظیر تلاش کرنے سے نہیں ملے گی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اخلاقِ نبویؐ حضرت عمرؓ کے قلب میں عکس پذیر ہو گئے تھے جس طرح نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی قسم کا کام کرنے کو عار نہیں سمجھا یہی حال حضرت عمرؓ کا تھا۔ بیت المال کے بیمار اونٹوں کی خبر گیری خود کر لیتے تھے انہیں رال تک اپنے ہاتھ سے ملتے تھے۔ اگر اونٹ گم ہو گیا تو اس کی تلاش میں خود نکل جاتے تھے۔ ایران کی جنگ کے دنوں میں بڑے بڑے تشویشناک حالات بھی پیش آئے۔ خبر کے انتظار میں آپ خود دور تک باہر نکل جاتے تھے جس دن قاصد فتح کی خبر لایا تو آپ اس کی سواری کے ساتھ ساتھ دوڑتے آتے تھے اور اس سے باتیں کرتے آتے تھے اور اسے خبر نہ تھی کہ یہ بادشاہِ وقت ہے۔ ہرمزان ایران کے ایک حصہ کا حاکم قید ہو کر آپ کے پاس آیا تو خلیفۂ وقت کو مسجد کے فرش پر خاک پہ لیٹے ہوئے پایا۔ فتح بیت المقدس پر عہد نامہ پر دستخط کرنے کے لئے ملک شام میں گئے تو وہی اپنا موٹا اور پیوند لگا لباس پہنے رہے اور افسرانِ فوج نے لباس بدلنے کے لئے منت سماجت کی تو انہیں جھڑک دیا۔ کہ ان کپڑوں سے ہماری کوئی عزت نہیں۔

عرب میں قحط پڑا تو خود غلہ کی بوریاں اٹھا کر بھوکی مخلوق کو پہنچاتے تھے۔ راتوں کے وقت قحط زدوں کے ڈیروں میں پھرتے تھے۔ اور ضرورت ہوتی تو آٹا لا کر خود کھانا پکانے میں بھی مدد دیتے۔ ایک عورت کو دیکھا کہ اس کے پاس کھانے کو کچھ نہیں اور بچے بھوکے رو رہے ہیں تو بھاگے بھاگے گئے اور تین میل کے فاصلے پر خود آٹے کی بوری اٹھا کر لے گئے کسی نے عرض کیا کہ امیر المومنین میں اٹھا لیتا ہوں تو فرمایا یہاں تو تم اٹھا لو گے لیکن قیامت کے دن کون میرے بوجھ کو اٹھائے گا۔ رعایا کی ادنیٰ سے ادنیٰ تکالیف کی خبر رکھتے تھے اور ہر ایک قسم کی شکایات سننے کے لئے ہر وقت آپ کا دروازہ کھلا رہتا تھا۔ ....

(تاریخ خلافتِ راشدہ)

اسلام کے شیریں ثمراتِ روحانی کو مشہود و محسوس بنا دیا

اب ہم کسی قدر اس بات کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام کے ثمرات کیا ہیں سو واضح ہو کہ جب کوئی اپنے مولیٰ کا سچا طالب کامل طور پر اسلام پر قائم ہو جائے اور نہ کسی تکلّف اور بناوٹ سے بلکہ طبعی طور پر خدا تعالیٰ کی راہوں میں ہر ایک قوّت اسکے کام میں لگ جائے تو آخری نتیجہ اس کی اس حالت کا یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہدایت کے اعلیٰ تجلیات تمام حُجب سے مبرا ہو کر اس کی طرف رُخ کرتے ہیں۔ اور طرح طرح کے برکات اس پر نازل ہوتے ہیں۔ اور وہ احکام اور وہ عقائد جو محض ایمان اور سماع کے طور پر قبول کئے گئے تھے اب بذریعہ مکاشفاتِ صحیحہ اور الہامات یقینیہ قطعیہ مشہود اور محسوس طور پر کھولے جاتے ہیں۔ اور وہ مغلقاتِ شرع اور دین کے اور اسرارِ سربستہ ملّتِ حنیفیہ کے اس پر منکشف ہو جاتے ہیں اور ملکوتِ الٰہی کا اس کو سیر کرایا جاتا ہے تا وہ یقین اور معرفت میں مرتبہ کامل حاصل کرے اور اس کی زبان اور اسکے بیان اور تمام افعال اور اقوال اور حرکات و سکنات میں ایک برکت رکھی جاتی ہے اور ایک فوق العادت شجاعت اور استقامت اور ہمّت اس کو عطا کی جاتی ہے اور شرحِ صدر کا ایک اعلیٰ مقام اس کو عنایت کیا جاتا ہے اور بشریت کے حجابوں کی تنگ دلی اور خست اور بخل اور بار بار کی لغزش اور تنگ چشمی اور غلامی شہوات اور ردّ داءت اخلاق اور ہر ایک قسم کی نفسانی تاریکی بکلّی اس سے دُور کر کے اسکی جگہ ربّانی اخلاق کا نُور بھر دیا جاتا ہے تب وہ بکلّی مبدّل ہو کر ایک نئی پیدائش کا پیرایہ پہن لیتا ہے اور خدا تعالیٰ سے سُنتا اور خدا تعالیٰ سے دیکھتا اور خدا تعالیٰ کے ساتھ حرکت کرتا اور خدا تعالیٰ کے ساتھ ٹھہرتا ہے۔ اور اس کا غضب خدا تعالیٰ کا غضب اور اسکا رحم خدا تعالیٰ کا رحم ہو جاتا ہے۔ اور اس درجہ میں اس کی دعائیں بطور اصطفاء کے منظور ہوتی ہیں نہ بطور ابتلاء کے اور وہ زمین پر حجت اللہ اور امان اللہ ہوتا ہے اور آسمان پر اس کے وجود سے خوشی کی جاتی ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ عطیہ جو اسکو عطا ہوتا ہے مکالمات الٰہیہ اور مخاطبات حضرت یزدانی ہیں جو بغیر شک اور شبہ اور کسی غبار کے چاند کے نور کی طرح اس کے دِل پر نازل ہوتے رہتے ہیں اور ایک شدید الاثر لذّت اپنے

بسلسلہ اسلام کے شیریں ثمرات

ساتھ رکھتے ہیں اور طمانیت اور تسلی اور سکینت بخشتے ہیں۔ اور اس کلام اور الہام میں فرق یہ ہے کہ الہام کا چشمہ تو گویا ہر وقت مقربین لوگوں میں بہتا ہے۔ اور وہ روح القدس کے دکھائے دیکھتے اور روح القدس کے سُنائے سنتے ہیں۔ اور ان کے تمام ارادے روح القدس کے نفخ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور یہ بات سچ اور بالکل سچ ہے:

باہتمام اسامہ حسین الحدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ چیف ایڈیٹر۔ (ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور، مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۸۲ء شمارہ ۱۰

جلد ۶۹ • یوم چہار شنبہ ۲۱ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ — بمطابق ۱۷ مارچ ۱۹۸۲ء • شمارہ ۱۱

منظوم فارسی کلام حضرت مجدد صد چہاردہم

اے سیّد الورےٰ مددے وقتِ نصرت است

دردا کہ حسنِ صورتِ فرقاں عیاں نماند
افسوس قرآنِ پاک کا حسن لوگوں کی نظروں سے چھپا رہا

بینم کہ ہر یکے بہ غمِ نفس مبتلا ست
میں دیکھتا ہوں کہ ہر شخص اپنی جان کے غم میں مبتلا ہے

جانم کباب شد زغمِ ایں کتابِ پاک
اس پاک کتاب کے غم میں میری جان کباب ہو گئی

اے سیّد الورےٰ مددے وقتِ نصرت است
یا رسول اللہ! مدد کا وقت ہے۔ مدد کیجیے

صد بار رقصہا کنم از خرمی اگر
میں خوشی سے سو بار رقص کروں اگر میں یہ دیکھ لوں

یارب چہ بہرمن غمِ فرقاں مقدّر است
اے خدا! میری قسمت میں قرآنِ پاک کا غم ہی لکھا ہے

دیدم کہ زاہداں رہِ فرقاں گذاشتند
میں نے دیکھا ہے کہ زاہدوں نے قرآن کی ترک کر دی ہے

امروز گر دل از پئے قرآں نسوز دت
اگر آج تیرا دل قرآن کی خاطر نہیں جلتا

اے بے خبر بہ خدمتِ فرقاں کمر بہ بند
اے نادان! قرآن کی خدمت پر کمر بستہ ہو جا

آں خود عیاں۔ مگر اثرِ عارفاں نماند
وہ خود تو ظاہر ہے مگر اس کے عارفوں کا اثر باقی نہیں رہا

کس را غمِ اشاعتِ فرقاں بجاں نماند
لیکن کسی کے دل میں قرآن کی اشاعت کا درد نہیں رہا

چنداں بسوختم کہ خود اُمیدِ جاں نماند
میں اس قدر جل گیا ہوں کہ مجھے اپنی جان کی بھی اُمید نہیں رہی

در بوستاں سرائے تو کس باغباں نماند
آپ کے چمن میں اب کوئی باغباں نہیں رہا

بینم کہ حسنِ دلکشِ فرقاں نہاں نماند
کہ قرآن کا دلکش حسن دُنیا پر ظاہر ہو گیا ہے

یا خود دریں زمانہ کسے راز داں نماند
یا اس زمانے میں کوئی راز داں نہیں رہا

ناچار در دلم اثرِ مہرِ شاں نماند
اس لئے میرے دل میں ان کی محبّت بھی باقی نہیں رہی

عذرے دگر ترا بجنابِ یگاں نماند
تو خدائے واحد کے سامنے تیرا کوئی عذر کام نہیں آئے گا۔

زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند
اس سے قبل کہ "فلاں مر گیا" کی آواز دنیا میں سنائی دے

مرتبہ: مکرم ڈاکٹر خورشید عالم ترین۔ ایم بی بی ایس سرینگر (بھارت)

فلسفۂ دعا اور فضائل دعا

* نماز ایک دعا ہے جس کو نماز میں دعا نصیب نہیں اس کی نماز نماز ہی نہیں۔
* نماز میں تضرع اور ابتہال سے بھری ہوئی دعا ہی نماز کا معراج ہے۔
* خدا سے مانگنے کا بہترین ذریعہ نماز ہے۔
* خوب یاد رکھو اور پھر یاد رکھو! کہ وہ دعا جس کے لئے ادعونی استجب لکم (المومن ۴۰ - ۶۰) فرمایا ہے اس کے لئے یہی اور تذلل کی سچی روح مطلوب ہے۔ اگر انسانی تضرع اور خشوع میں حقیقت کی روح نہیں تو وہ ٹیں ٹیں سے کم نہیں۔
* اللہ کے حضور صدق اور یقین کے ساتھ ہاتھ اٹھاؤ کیونکہ خشوع اور خضوع اور عاجزی سے اٹھائے ہوئے ہاتھ کبھی خالی واپس نہیں لوٹتے۔
* دعا ایک علاج ہے جس سے گناہ کی زہر دور ہو جاتی ہے۔
* پس چاہیئے کہ دعا کے وقت روح پانی کی طرح بہہ جاوے ایسی ہی دعا دل کو پاک صاف کر دیتی ہے۔
* یاد رکھو! دعا اسوقت تک اثر نہیں کر سکتی جب تک انسان پورا اور کامل پرہیزگار نہ ہو۔
* جہاں گناہ سے بچنے کے لئے دعا کی جائے وہاں ساتھ ہی تدابیر کے سلسلہ کو بھی ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہیئے۔
* شریعت نے اسباب کو منع نہیں کیا ہے اور سچ پوچھو تو کیا دعا اسباب نہیں ہے؟ یا اسباب دعا نہیں؟ تلاش اسباب بجائے خود ایک دعا ہے۔ اور دعا بجائے خود عظیم الشان اسباب کا سرچشمہ ہے۔
* میرا تو یہ مذہب ہے کہ دعا میں دشمنوں کو بھی باہر نہ رکھے جس قدر دعا وسیع ہوگی اسی قدر فائدہ دعا کرنے والے کو ہوگا اور دعا میں جس قدر بخل کرے گا اسی قدر اللہ تعالےٰ کے قرب سے دور ہوتا جائے گا۔ اور اصل تو یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے عطیہ کو جو بہت ہی وسیع ہے جو شخص محدود کرتا ہے اس کا ایمان بھی کمزور ہے۔
* جب تک دشمن کے لئے بھی دعا نہ کی جائے پورے طور پر سینہ صاف نہیں ہوتا۔ دشمن کے لئے دعا کرنا۔ یہ بھی سنت نبوی ہے۔ حضرت عمرؓ اسی سے مسلمان ہوئے۔
* دنیا کی دولت و سلطنت رشک کا مقام نہیں مگر رشک کا مقام دعا ہے۔
* جو شخص دعا کو نہیں چھوڑتا وہ ایک ایسے قلعے میں محفوظ ہے جس کے اردگرد مسلح سپاہی ہر وقت حفاظت کرتے ہیں۔
* قبولیت دعا کے لئے یہ امر لازم ہے کہ دعا کرنے والا کبھی تھک کر مایوس نہ ہو جائے اور اللہ تعالےٰ پر یہ سوء ظن نہ کر بیٹھے کہ اب کچھ نہیں ہوگا۔
* میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اگر تمیں چالیس برس تک گذر جاویں تب بھی نہ تھکے اور باز نہ آوے خواہ جذبات بڑھتے ہی جاویں کیونکہ اللہ تعالےٰ دعا کرنے والوں کو ضائع نہیں کرتا۔

ضرورتِ دعا

یہ جو قرآن مجید کی ابتدا بھی دعا سے ہی کی ہے اور پھر اس کو ختم بھی دعا پر ہی کیا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ انسان ایسا کمزور ہے کہ خدا تعالےٰ کے فضل کے بغیر پاک ہو ہی نہیں سکتا۔ اور جب تک انسان کو خدا تعالےٰ سے مدد اور نصرت نہ ملے نیکی میں ترقی کر ہی نہیں سکتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سب مُردے ہیں مگر جس کو خدا زندہ کرے۔ اور سب گمراہ ہیں مگر جس کو خدا ہدایت دے اور سب اندھے ہیں مگر جس کو خدا بینا کرے۔

قرآن شریف میں ہے:۔

خلق الانسان ضعیفًا (النساء ۴: ۲۸)

یعنی انسان کمزور مخلوق ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم کے بدول کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اس کا وجود اس کی پرورش اور بقاء کے سامان سب کے سب اللہ تعالےٰ کے فضل پر موقوف ہیں۔ احمق ہے وہ انسان جو اپنی عقل و دانش یا اپنے مال و دولت پر ناز کرتا ہے۔ کیونکہ یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ ہی کا عطیہ ہے۔ وہ کہاں سے لایا۔ غرض دعا کے لئے یہ ضروری بات ہے کہ انسان اپنے ضعف اور کمزوری کا پورا خیال کرے۔ جوں جوں وہ اپنی کمزوری پر غور کرے گا اسی قدر اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کی مدد کا محتاج پائے گا۔

ہم ایک قدم کیا ایک سانس بھی خدا تعالےٰ کے فضل کے بغیر نہیں لے سکتے۔ ہمارے جسم میں کیا کیا قوٰے ہیں۔ لیکن کیا ہم اپنی طاقت سے ان سے کام لے سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ جو لوگ اپنے قوتِ بازو پر بھروسہ کرتے ہیں اور خدا تعالےٰ کو چھوڑ دیتے ہیں ان کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ خدا پر بھروسہ کرنے کے یہ معنے نہیں کہ ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ رہے بلکہ خدا تعالےٰ کے پیدا کردہ اسباب سے کام لینا اور اس کے عطا کردہ قوٰے کو کام میں لگانا۔ پھر نتیجہ کے لئے خدا پر بھروسہ کرنا یہی حقیقی راہ ہے۔ اور خدا تعالےٰ کی قدر ہے۔

جو لوگ خداداد قوٰے سے کام نہیں لیتے اور صرف منہ سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم خدا تعالےٰ پر بھروسہ کرتے ہیں وہ جھوٹے ہیں۔ اور وہ خدا تعالےٰ کی قدر نہیں کرتے۔ بلکہ خدا تعالےٰ کو آزماتے اور اس کی عطا کردہ قوتوں اور طاقتوں کو لغو قرار دیتے ہیں اور اس طرح پر اس کے حضور شوخی اور گستاخی کرتے ہیں۔ اور ایاک نعبد کے مفہوم سے دور جا پڑے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ بغیر اس پر عمل کئے ایاک نستعین کا ظہور چاہتے ہیں۔

یہ ہرگز مناسب نہیں بلکہ جہاں تک ہو سکے اور انسان کے امکان اور طاقت میں ہو۔ رعایت اسباب ضرور کرنی چاہیئے لیکن ان اسباب کو اپنا معبود اور مشکل کشا قرار نہ دے۔ بلکہ ان سے کام لے کر پھر انجام تفویض الی اللہ کرے۔ اور اس بات پر سجدات شکر بجالائے کہ خدا نے اس کو وہ طاقتیں اور قوٰے عطا فرمائے ہیں

انسان کی کمزوری کا تو کچھ بھی ٹھکانا نہیں ہے۔ وہ ایک قدم بھی خدا تعالےٰ کے فضل و تائید کے بغیر نہیں چل سکتا۔ میں تو یہاں تک یقین رکھتا ہوں کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے اسے مدد نہ ملے تو وہ رفع حاجت کے بعد ازار بند تک بھی باندھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

طبیبوں نے ایک مرض لکھی ہے جس کی کیفیت یہ ہے کہ انسان جب چھینک لے تو اس کے ساتھ ہی ہلاک ہو جاتا ہے۔ یقینًا یاد رکھو کہ انسان کمزوریوں کا مجموعہ ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ

خلق الانسان ضعیفًا

(النساء ۴: ۲۸)

انسان کا اپنا تو کچھ بھی نہیں ہے۔ سر سے پاؤں تک اپنے اعضا نہیں رکھتا جس قدر اس کو امراض لاحق ہوتے ہیں۔ جب وہ اتنی کمزوریوں کا نشانہ اور مجموعہ ہے تو پھر اس کے لئے امن و عافیت کی یہی سبیل ہے کہ خدا تعالےٰ کے ساتھ اس کا معاملہ صاف ہو اور وہ اس کا سچا اور مخلص بندہ بن جائے۔

(باقی آئندہ)

صلاح نیک

* مارنا چاہتے ہو تو نفسِ امارہ کو مارو۔
* بولنا چاہتے ہو تو ہمیشہ سچ بولو۔
* سننا چاہتے ہو تو حق کی آواز اور مظلوم کی پکار کو سنو۔
* کچھ کرنا چاہتے ہو تو عدل و انصاف کرو۔
* کمانا چاہتے ہو تو حلال اور طیّب رزق کماؤ

اسلام اور اشتراکیت

خطبۂ جمعہ فرمودہ مکرم نصیر احمد فاروقی صاحب مؤرخہ ۱۹ مارچ ۱۹۸۲ء بمقام مسجد جامعہ، دارالسلام، لاہور

واللّٰہ فضل بعضکم علٰی بعضٍ فی الرزق ج ..... ویعبدون من دون اللّٰہ مالا یملک لھم رزقًا من السمٰوٰت والارض شیئًا .... ان اللّٰہ یعلم وانتم لا تعلمون (النحل ۱۶ - آیات ۷۱ تا ۷۴)

ترجمہ :- " اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر روزی میں فضیلت دی ہے۔ تو جنہیں فضیلت دی گئی ہے وہ اپنی روزی انہیں نہیں دے دیتے جو اُن کے ماتحت ہیں کہ وہ اس میں برابر ہو جائیں۔ تو کیا اللہ کی نعمت کا انکار (یا ناشکری) کرتے ہیں۔ اور اللہ نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے ہی بیویاں بنائی ہیں اور تمہارے لئے تمہاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے بنائے اور تمہیں ستھری چیزوں سے رزق دیا۔ تو کیا وہ باطل کو مانتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا وہ انکار کرتے ہیں؟ اور اللہ کے سوائے ان کی فرمانبرداری کرتے ہیں جو انہیں آسمانوں اور زمین سے رزق دینے کا کوئی اختیار نہیں رکھتے اور نہ ہی کچھ طاقت رکھتے ہیں۔ پس اللہ کے لئے مثالیں نہ بیان کرو۔ اللہ علم رکھتا ہے اور تم علم نہیں رکھتے "۔

جن آیات کی میں نے تلاوت اور ترجمہ کیا ہے ان میں پہلی آیت اُن آیات میں سے ہے جنہیں وہ لوگ جو قرآن کریم سے نعوذ باللہ اشتراکیت ثابت کرنا چاہتے حوالہ دیتے ہیں۔ حالانکہ اگر اس آیت مبارکہ کا مفہوم اشتراکیت کی تائید تھی تو قرآن حکیم یوں نہ فرماتا کہ :-

اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر روزی میں فضیلت دی ہے۔ بلکہ یوں فرماتا کہ اللہ نے تو ایسی فضیلت **نہیں دی** ہے مگر تم انسانوں نے دے رکھی ہے۔ اس بات کو کہ رزق کی تفریق دنیا کے کام کاج چلانے کے لئے ضروری تھی، قرآن حکیم دوسری جگہ یوں فرماتا ہے

نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیٰوۃ الدنیا ورفعنا بعضھم فوق بعضٍ درجٰتٍ لیتخذ بعضھم بعضًا سخریًّا ط (الزخرف ۴۳: ۳۲)

" ہم نے ان کے درمیان ان کی دنیا کی زندگی میں اُن کی روزی تقسیم کی ہے، اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کئے ہیں، تاکہ اُن میں سے بعض دوسروں سے کام لیتے رہیں "

یہ ایک ایسی صریح صداقت ہے کہ اس کی تشریح کرنے کی ضرورت نہیں۔

دیگر حکمتیں

ایک اور حکمت جو روزی کسی کو زیادہ اور کسی کو کم دینے میں ہے وہ ہے جو آج کی آیت کے ان الفاظ میں ہے کہ جنہیں رزق میں فضیلت دی گئی ہے " وہ اپنی روزی میں سے انہیں نہیں دیدیتے جو ان کے ماتحت ہیں کہ وہ اس میں اُن کے برابر ہو جائیں۔ تو کیا اللہ کی نعمت کا انکار (یا ناشکری) کرتے ہیں "۔ گویا رزق میں فضیلت بعض کو اس لئے دی گئی ہے کہ وہ اپنے غرباء کو رزق پہنچائیں جس طرح اللہ تعالیٰ **اختیار رکھتے ہوئے کہ وہ چاہے تو نہ دے** مگر پھر بھی اپنی ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت کے ماتحت تم (آسودہ حال لوگوں) کو اوروں سے بڑھ کر دیتا ہے۔ اسی طرح اس نے انسان کو اختیار تو دیا ہے کہ چاہے تو اوروں کو دے اور چاہے تو نہ دے مگر پھر بھی انسان کو چاہیئے کہ وہ اوروں کو دے (کیونکہ اپنی مرضی اور خوشی سے دینے میں ہی خوبی اور نیکی ہے ورنہ مجبوری میں کوئی خوبی یا نیکی باقی نہیں رہتی) اور یوں وہ اللہ تعالیٰ کی صفات ربوبیت، رحمانیت رحیمیت اور رزاق ہونے کی اپنے اندر پیدا کریں۔ ربوبیت ہیں ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کیطرف لے جانا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اولین صفت (رب العٰلمین) ہے۔ اور رحمانیت اور رحیمیت اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی صفات ہیں۔ ان صفات کے اندر علاوہ رحم کے دوسروں سے ہمدردی، شفقت، اور مغفرت اور عفو کی صفات بھی آجاتی ہیں کہ انہی کے ماتحت اللہ تعالیٰ کافروں، گنہگاروں اور دہریوں تک پہ اپنی نعمتیں نازل فرماتا ہے۔ اس لئے حاجتمند یا سائل کی امداد اس کے انسان ہونے کی وجہ سے کی جائے نہ کہ اُس کے ایمان یا اعمال یا حالت کو پرکھنے کے بعد اسی طرح اللہ تعالیٰ کی رزاق صفت اس کے اندر اس قدر حاوی ہے کہ وہ سب انسانوں حیوانوں اور جانداروں کو رزق دیتا ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ وہ انسان مومن ہے یا کافر یا دہریہ۔ تو اللہ تعالیٰ کی صفات پیدا کرنے کا حکم تخلقوا باخلاق اللّٰہ (اللہ تعالیٰ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو) میں اور صبغۃ اللّٰہ ومن احسن من اللّٰہ صبغۃ (اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے بڑھ کر کون سا خوبصورت رنگ ہو سکتا ہے) میں ہے۔ یہ اخلاقِ الٰہی حاصل کرنا ممکن نہ ہوتا اگر سب انسانوں کی مالی حالت ایک جیسی ہوتی۔

فرمایا کہ جو بہتر مالی حالت والے اپنے سے کم تر مالی حالت والوں کو خدا کے دیئے ہوئے رزق میں سے نہیں دیتے وہ خدا تعالیٰ کے حکم وممّا رزقنٰھم ینفقون کی نافرمانی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو اُن پہ احسان کیا ہے اس کی ناشکری کرتے ہیں۔ نافرمانی اور ناشکری دونوں قابلِ مواخذہ اور قابلِ سزا ہیں۔

علوم کی مثال

آج کے خطبہ کے شروع میں جو میں نے آیات پڑھی ہیں ان سے پہلے کی آیات میں انسان کو ہر قسم کے علوم دیئے جانے کا ذکر ہے کہ وہ دنیاوی ہوں یا دینی ان کو دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ تو وہ علوم بھی سب کو ایک برابر نہیں دیئے جاتے بلکہ کچھ کو زیادہ اور کچھ کو کم۔ تو جو لوگ خدا کے عطا کردہ علوم کو دنیا میں پھیلاتے ہیں اور دوسروں کو ان کا فیض پہنچاتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ اور بھی دیتا ہے جس طرح اہلِ مغرب نے کیا اور علوم میں ترقی کی۔ تو جس طرح علوم دنیوی اور دینی کا رزق اللہ تعالیٰ کچھ کو زیادہ دے کر ترغیب دیتا ہے کہ دوسروں کو دو اسی طرح رزق جسمانی یعنی کھانا پینا مال و دولت کچھ کو زیادہ دے کر ان سے توقع رکھتا ہے کہ وہ اس کو دوسروں تک پہنچائیں تبھی وہ صفات الٰہی کو اپنے اندر پیدا کر سکتے ہیں جیسا کہ میں پہلے بتا آیا ہوں۔

گھر کی مثال

اس کی مثال انسان کی خانگی زندگی سے دی۔ فرمایا کہ " اللہ نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے ہی عورتیں بنائیں اور تمہارے لئے تمہاری عورتوں میں سے بیٹے اور بیٹیاں بنائیں اور تمہیں ستھری چیزوں سے رزق دیا "۔ یہاں توجہ دلائی کہ تمہاری بیویاں اور اولادیں تمہاری جنس سے ہی ہیں اور اس لئے حقوق میں برابر ہیں مگر ان میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ رزق براہِ راست نہیں دیتا بلکہ وہ تم کو رزق دے کر تم سے توقع رکھتا ہے کہ تم اوروں کو دو۔ اگر عورتوں اور اولاد کے معاملہ میں فطرتی کشش ہے تو دوسرے انسان بھی تمہارے بہن بھائی ہیں کہ تم سب آدم کی اولاد ہو۔ جہاں فطرتی کشش زیادہ ہے وہاں ثواب کم ہے۔ جہاں وہ حیوانی جذبہ زیادہ نہیں وہاں رزق کو اوروں کو دینا زیادہ بے نفسی کا فعل ہے اور اس لئے زیادہ اجر کا مستحق ہے۔

قرآن کریم بھی عجیب حکمت کی کتاب ہے! اس آیت میں الفاظ یوں ہیں وجعل لکم من

ازواجکم بنین و حفدۃ " اور تمہارے لئے تمہاری عورتوں سے بیٹے اور بیٹیاں بنائیں "
اور اس کے بعد فرمایا۔ ورزقکم من الطیبٰت " اور تمہیں ستھری چیزوں سے رزق دیا " تو اس
طرز کلام میں سے یہ حکمت کے موتی نکلتے ہیں کہ :-

(۱) ستھرا رزق کھانا ہو تو وہ ہے جو تمہاری بیوی تمہارے لئے بنائے نہ کہ ہوٹلوں میں یا ریسٹورنٹ میں۔ زبان کا چٹخارہ یا عیش پرستی اور چیز ہے۔ مگر اعلیٰ سے اعلیٰ ہوٹلوں اور ریسٹورنٹ میں کھانا ستھرا ہرگز نہیں ہوتا۔ دنیا کا سب سے اونچا ہوٹل FIVE STAR ہوتا ہے وہاں بھی ایک وقت کا بچا کھچا کھانا دوسرے وقت شکل بدل کر دے دیتے ہیں اور مردہ مرغیاں بھی سپلائی کرنیوالا انہیں دے جاتا ہے قیموں میں یا جہاں چھپایا یا ملایا جا سکے وہاں ہر قسم کا گوشت ملا دیتے ہیں کیک پیسٹری پر جسے کریم کہتے ہیں وہ کبھی مکھن اور کبھی چربی سے بنائی ہوئی چیز ہوتی ہے اور بعض اونچے سے اونچے ہوٹلوں اور ریسٹورنٹ کے باورچی خانوں اور پینٹریوں میں گندگی کی وجہ سے ان پر جرمانے تک ہوئے ہیں۔

(۲) پھر تمہاری بیوی کے ذریعہ سے جو اللہ تعالےٰ نے تمہاری اولاد کو رزق دیتا ہے یعنی ماں کا دودھ وہ ستھرا ترین رزق ہے۔ یہاں بھی ماں کو رزق دے کر اس کو ذریعہ بنایا اولاد یعنی دوسروں کو دینے کا۔ تو یہ رزق دینے کا طریق اللہ تعالےٰ کے تمام نظام میں چلتا ہے۔

(۳) اس آیت میں عربی کا لفظ حفدۃ آیا ہے۔ جس کے لغوی معنی ہیں خدمت اور کام میں مستعدی دکھانا۔ اور اسی لئے اس کے معنی بیٹیوں کے ہیں کہ وہ ماں باپ کی خدمت میں مستعدی دکھاتی ہیں جو بیٹے نہیں دکھاتے۔ تو بیٹی کی اس خوبی کا ذکر علیحدہ فرما کر اس کا تمہارے رزق (جو لفظ وسیع معنے رکھتا ہے اور اس میں جائیداد یقیناً آتی ہے) میں علیحدہ حق ہے۔

(۴) حفدۃ کے معنی پوتے پوتیاں بھی ہیں۔ اس لئے منجملہ اور دلائل کے یہ آیت بھی پوتے پوتیوں کے حقِ وراثت کو ثابت کرتی ہے۔

فرق درجات

دوسری جگہ قرآن حکیم فرماتا ہے:

وھو الذی جعلکم خلٰئف الارض و رفع بعضکم فوق بعض درجٰت لیبلوکم فی ما اٰتٰکم ان ربک سریع العقاب ۫ وانہ لغفور رحیم

(سورۃ الانعام۔ آیت ۱۶۵) ترجمہ :- " اور وہی ہے جس نے تم کو زمین کا حاکم بنایا اور تم میں سے بعض کو درجوں میں بلند کیا تاکہ تم کو اس کے بارہ میں آزمائے جو تم کو دیا ہے۔ تیرا رب بدی کی سزا دینے والا ہے، رحم کرنے والا ہے " یہاں ساری نسلِ انسانی کو مخاطب فرمایا اور کہا کہ تم سب زمین میں اللہ تعالےٰ کے نائب ہو (اسی لئے بجائے لفظ خلیفہ کے اس کی جمع خلٰئف لائے) اور اگر تم میں اختلافِ درجات ہیں تو انہی میں تمہاری آزمائش ہے۔ حاکم کی حاکمیت میں اور محکوم کی محکومیت میں، امیر کی امارت میں تو غریب کی غربت میں۔ مگر قرآن پاک نے ایک بات واضح فرمائی ہے کہ لتسئلن یومئذٍ عن النعیم (التکاثر ۱۰۲: ۸) یعنی تم سے ضرور یوم حساب ان نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا جو اللہ تعالےٰ نے تم کو اس دنیا میں دی تھیں۔ رسول اللہ صلعم نے بھی فرمایا کلکم راعٍ وکلکم مسئول عن رعیتہ یعنی تم میں سے ہر ایک چرواہے کی طرح نگہبان بنایا گیا ہے اور تم میں سے ہر ایک سے سوال کیا جائے گا ان چیزوں کے یا لوگوں کے متعلق جو اس کی نگہبانی میں دیئے گئے تھے۔

عزت و ذلّت

ساتھ ہی فرمایا کہ نہ تو دولت میں عزت ہے نہ غریبی میں ذلّت جیسا کہ سورۃ الفجر ۸۹ میں فرمایا:

" تو انسان کی حالت یہ ہے کہ جب اسے اس کا رب آزماتا ہے پھر اسے عزت (بذریعہ حکومت) دیتا ہے اور نعمت (دولت) بخشتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے معزز کیا ہے۔ اور جب اسے آزماتا ہے پھر اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔ ہرگز نہیں بلکہ تم (عہدے یا دولت پاکر) یتیم کی خاطرداری نہیں کرتے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ایک دوسرے کو ترغیب نہیں دیتے، اور میراث سب کچھ سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال سے بے حد پیار کرتے ہو۔ ہرگز نہیں۔ (یعنی یہ تمہارے کام نہ آئیں گے) جب زمین ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ دی جائے گی اور تیرا رب آئے گا اور فرشتے قطار در قطار، اور اس دن دوزخ لائی جائے گی۔ اس دن انسان کو عبرت ہو گی مگر اس عبرت سے اسے کیا فائدہ ہو گا۔ کہے گا اے کاش میں نے اپنی اس زندگی کے لئے کچھ آگے بھیجا ہوتا۔ سو اس دن ایسی سزا دے گا جو کسی نے نہ دی ہو گی۔ اور ایسا جکڑے گا کہ کسی نے نہ جکڑا ہو "

زکوٰۃ و صدقات

اس خطرناک محاسبہ اور سزا سے بچنے کے لئے اسلام نے جو طریقے بتائے ہیں ان سے آپ سب واقف ہیں۔ اولاً زکوٰۃ۔ کتنے لوگ اور عورتیں زکوٰۃ پوری دیتے ہیں؟ زکوٰۃ تو مرکزی بیت المال میں جمع ہو کر قومی سطح پر غرباء کی امداد کے لئے ہوتی ہے۔ مگر فرداً فرداً ہر مرد و عورت پر قرآن کریم اور احادیث نبویؐ نے ذمہ داری ڈالی ہے کہ وہ غریب رشتہ داروں بلکہ ہمسایوں کی، بیواؤں اور یتامیٰ کی، مسکینوں کی حاجت مندوں کی، مقروض کی، مسافروں کی مہمانداری پر اور بیماروں اور معذوروں پر اپنی دولت کو خرچ کریں۔

اور ان سب سے علیحدہ کر کے قرآن کریم اور احادیث نبویؐ میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے پر مال و دولت خرچ کرنے کی بار بار ترغیب و تحریص آئی ہے جس سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ اور جہادِ اکبر قرآن سے باطل کے خلاف جہاد کرنا ہے جیسا کہ قرآن حکیم نے فرمایا

وجاھدھم بہ جھادًا کبیرًا

یہ حضرت امام وقت کا ہم پر احسان ہے کہ ہمیں چندہ ماہوار کے ذریعہ اور قرآن کریم کے تراجم کر کے ان کی اشاعت پر خرچ کرنے کی راہ پر ڈالا، اور اس طرح ہم اللہ تعالےٰ کے آگے یوم حساب سرخرو ہو سکتے ہیں بشرطیکہ ہم حسب استطاعت دل کھول کر نہ کہ مال کی محبت میں دل کی تنگی سے برائے نام حصہ لیں ؂

ایک احمدی مربّی کی خدمات کی ضرورت

انجمن کے ادارہ تعلیم القرآن میں زیر تعلیم چھ طلباء کی تربیت اور نگرانی کے لئے ایک ایسے ریٹائرڈ استاد کی ضرورت ہے، جو جماعت احمدیہ لاہور سے وابستہ ہو اور جو دینی تعلیم و تربیت کا تجربہ رکھتا ہو اور سلسلہ احمدیہ کی خصوصیات سے کما حقہٗ بہرہ ور ہو تاکہ نوآموز مبلغین کی موثر طور پر تربیت کر سکے اور دینی و دنیوی تعلیم میں ممد و معاون ہو۔ طالبعلموں کو پانچویں سے دسویں جماعت تک مروجہ تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی معلومات سے بھی آراستہ کیا جائے گا۔ مشاہرہ حسب لیاقت دیا جائے گا۔

خط و کتابت کے لئے مفصلہ ذیل پتہ پر تحریر کریں

(ڈاکٹر اللہ بخش) نگران طلباء دینیات
احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور

ایک تبصرہ

از مکرم ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب پی ایچ ڈی لاہور

دنیا کی ”ایک سو“ عظیم ترین با اثر ہستیاں

مسٹر مائیکل ہارٹ جو دنیا کے علمی حلقوں میں کافی شہرت کے مالک ہیں اور تاریخی معلومات پر گہری نظر رکھتے ہیں ان کی اس کتاب کا آجکل اسلامی حلقوں میں کافی چرچا ہے انہوں نے اپنی اس موجودہ کتاب میں ”ایکصد ہستیوں“ کا تذکرہ کیا ہے۔ جن کے اثر اور شہرت سے تمام دنیا بے حد متاثر ہوئی ہے اور مسٹر ہارٹ کے خیال کے مطابق اگر تاریخ عالم میں یہ ہستیاں جنم نہ لیتیں تو ایسے عظیم انقلابات ہرگز رونما نہ ہوتے جو ان کے ذاتی وجود سے وابستہ تھے۔

مصنف نے جن ایکصد عظیم لوگوں کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے اس نے اس مقابلہ میں حضرت محمد صلعم کو تمام پر فوقیت دی ہے اور انہیں پہلی پوزیشن دی ہے۔

مسٹر ہارٹ نے اپنی فہرست مرتب کرتے وقت صرف یہی معیار مقرر کیا ہے کہ کس شخص کا اثر لوگوں پر نہایت گہرا اور لازوال طور پر پڑا ہے۔ مسٹر ہارٹ نے خود اعتراف کیا ہے کہ اس نے اپنے معیار میں لیاقت۔ نجابت۔ شرافت اور کردار کی عظمت کو مدنظر نہیں رکھا بلکہ اس نے صرف لازوال شہرت اور گہرے اثر پر اپنی فہرست تیار کی ہے۔

اس نے اپنی فہرست میں حضرت عیسٰےؑ کو تیسرے نمبر پر اور حضرت موسٰےؑ کو پانچواں نمبر دیا ہے۔ اس نے تو اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ وہ حضرت محمد صلعم کو حضرت عیسٰےؑ پر کسی طرح فوقیت نہیں دیتے بلکہ حضرت عیسٰےؑ کا مقام بلند ہے۔

پیشتر اس کے کہ میں اپنا ذاتی نقطہ نگاہ اس کتاب کے متعلق بیان کروں ایک اور بات کی وضاحت کرنی چاہتا ہوں۔ میرے نزدیک تقریباً تمام غیر مسلم یورپین مستشرقین جنہوں نے اسلام اور بانئے اسلام اور مسلم صوفیاء اور اسلامی تصوف پر قلم اٹھایا ہے سب نے متفقہ طور پر اسلام اور بانئے اسلام کی زندگی اور حالات پر اکثر خوبصورت رائے دی ہے۔ اسی طرح اولیائے کرام اور صوفیاء عظام کی تعلیمات کی بے حد تعریف اور توصیف کی ہے۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ یہ لوگ اس سے زیادہ تعریف کے مستحق ہیں۔

مگر ایک دلچسپ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے اور جو ہمارے لئے ایک معمہ بن گئی ہے۔ مغرب کے لوگوں نے اور ان کے مستشرقین دوستوں نے مولانا جلال الدین رومی اور علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم کو اپنا آئیڈیل بنایا ہوا ہے۔ لیکن آج تک ان عظیم عالموں کو یہ سعادت نصیب نہ ہو سکی کہ یہ بھی اسی چشمہ فیض سے مستفیض ہو جائیں جس سے مولانا رومیؒ اور ڈاکٹر اقبال مرحوم مستفیض ہوئے تھے۔ انہوں نے یہ کبھی نہ سوچا کہ ان کے یہ ہیرو دراصل کسی اور کے نور کے محتاج ہیں اور وہ نور قرآن کریم کا نور ہے۔ محمد رسولؐ کا نور ہے۔ اسی نور کو سراجاً منیراً کہا گیا ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اقبال مرحوم اور مولانا رومیؒ اور دیگر صوفیاء خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ انہیں یہ فیض اس منبع نور سے ملا ہے

ان مستشرقین کی مثال ایسی ہے جیسے بعض لوگ چمکتے ہوئے روشن سورج کی پرستش کرتے ہیں اور اس حقیقت کو نہیں جانتے کہ سورج اپنی روشنی کے لئے کسی اور ہستی کا محتاج ہے۔

آپ نے ضرور نوٹ کیا ہوگا کہ دنیا کے بڑے بڑے مستشرقین باوجود اسلامی تعلیمات پر عبور رکھنے کے اسلام قبول نہیں کرتے۔ اس کی دو وجوہ معلوم ہوتی ہیں

(۱) مستشرقین بطور علمی پیشہ اور تحقیق کے اسلام کی خوبیوں پر لیکچر دیتے ہیں۔ دراصل وہ دل سے ہرگز قائل نہیں۔ اس میں سیاست کو بھی کافی دخل ہوتا ہے کیونکہ یہ لوگ مسلمانوں سے زیادہ قریب ہو کر زیادہ نقصان دہ ثابت ہو سکتے ہیں اور خود مسلمانوں کا اپنا نمونہ غلط ہونے کی وجہ سے دوسرے لوگ ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ ربنا لا تجعلنا فتنۃ للقوم الظالمین۔ اس کا علاج صرف وہ مسلمان کر سکتے ہیں جو خود اسلام کی تعلیمات سے آگاہ ہوں اور ان کا ذاتی عمل اور کردار ایسا ہو جیسا اللہ تعالےٰ چاہتا ہے ایسے کردار و نمونہ کی جھلکیاں قرآن پاک میں کئی جگہ دکھائی دیتی ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو اور وہ حق و باطل میں فرق کر سکے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

لم تقولون مالا تفعلون. کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون۔ (سورۃ محمد) میں مسلمان کا کردار بہت کھول کر بیان کیا گیا ہے۔

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم..... اجراً عظیما

اگر مسلمان قوم صرف قرآن پاک کے ان مقامات کا مطالعہ کرتی ہے جہاں جہاں اللہ تبارک تعالےٰ نے مسلمان کی شان اور اس کا کام اور مقام بتلایا ہے۔ تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ موجودہ غیر اسلامی معاشرہ بالکل بدل سکتا ہے اور باقی دنیا کو بھی اسلام کی عملی تبلیغ ہو سکتی ہے لیکن بقول شخصے

وائے بر من وائے بر اسلام من ۔ عار دارد کفر از اسلام من

اس لئے ان مستشرقین کا قصور زیادہ نہیں بلکہ ہم بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہیں۔ ربنا لا تجعلنا فتنۃ للقوم الظالمین۔

اب میں مسٹر ہارٹ کی زیر بحث کتاب ”ایکصد، عظیم اور با اثر ہستیاں“ پر ایک مختصر سا تبصرہ پیش خدمت کرتا ہوں۔

(۱) مسٹر ہارٹ نے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۵ پر ایک تصویر دی ہے اس تصویر میں ایک شخص گھوڑے پر سوار ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک برہنہ تلوار ہے اور اس گھوڑے کے آگے اور پیچھے چند بد وضع کے آدمی ہیں جنہوں نے اپنے ہاتھوں میں نیزے اور برچھے تھامے ہوئے ہیں۔ اس تصویر کے نیچے مصنف نے ایک نوٹ دیا ہوا ہے۔

”(محمد صلعم) کی قیادت میں مسلمان مجاہدین اللہ کی راہ میں جہاد کرنے جا رہے ہیں۔“ بظاہر یہ ایک معمولی سی بات دکھائی دیتی ہے۔ لیکن اصولی اور بنیادی طور پر یہ اسلام دشمنی کا ایک کھلا ثبوت ہے۔ دنیا اب بہت بدل چکی ہے اور جہالت اور تعصب دور ہو رہے ہیں۔ اس سائنس اور علم کے دور میں وہ پرانے دقیانوسی اور متعصبانہ نظریے ختم ہو چکے ہیں۔ جو عیسائی پادریوں نے من گھڑت طور پر مشہور کر رکھے تھے۔ اسلام تو ایک امن کا دین ہے۔ اور اس میں تلوار کے زور سے کسی کو مسلمان بنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لا اکراہ فی الدین۔ اللہ کا حکم ہے اس کے خلاف کرنا خدا کے حکم کی نافرمانی ہے۔ بلکہ پیغمبر اسلام کو ہدایت فرمائی گئی کہ۔

بلغ ما انزل الیک۔ آپ کا کام صرف پیغام پہنچانا ہے اور وہ بھی حکمت اور موعظہ سے۔ مزید برآں فرمایا

انک لا تھدی من احببت۔ ہدایت دینا صرف اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے۔ آپ خود کسی کو ہدایت نہیں دے سکتے۔ بہرحال ہمیں مصنف کی ناواقفیت اور لاعلمی پر افسوس ہے۔

(۲) مصنف کا خیال ہے کہ قرآن کوئی الہامی یا خدائی کتاب نہیں بلکہ محمد (صلعم) کی اپنی ذاتی تصنیف ہے۔ اور ان کے اپنے خیالات کا ایک مجموعہ ہے۔ جو کسی حد تک ان کی زندگی میں کتابی صورت میں جمع کر دیئے گئے تھے۔ محمد (صلعم) کا اپنا خیال ہے۔ یہ نظریات خدا کی طرف سے ان کے دل میں پیدا ہوئے۔ (صفحہ ۴)

یہ بیان بھی قطعی نادانی اور لاعلمی کا نتیجہ ہے کیونکہ جس طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کو بذریعہ وحی اور الہام کتب دی گئیں اسی طرح محمد رسول اللہ صلعم کو بھی یہ کتاب دی گئی۔ اس کتاب کے متعلق یہ کہا گیا ہے

— کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کے متعلق کسی قسم کا شک و شبہ نہیں۔

اس کے ساتھ اس کتاب میں ہی یہ دعوٰے بھی کیا گیا ہے کہ اس کی حفاظت بھی خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

خود اسی کتاب میں مذکور ہے کہ آپ کے پاس کوئی روایتی تعلیم نہ تھی چنانچہ فرمایا: ماکنت تدری ما الکتاب ولا الایمان (۴۲-۵۳) اس بات پر بے شمار دلائل دیئے گئے ہیں جن سے قرآن بھرا پڑا ہے۔ لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ اور پھر فرمایا:۔

وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ علمہ شدید القوٰی (۵۳-۴-۶)

(۳) مسٹر ہارٹ کا یہ خیال بھی غلط ہے کہ چونکہ قرآن پاک عربی زبان میں ہے اور دنیا میں عربی کئی ملکوں میں بولی اور لکھی جاتی ہے اس لئے قرآن مٹ نہیں سکا۔ لیکن ہارٹ صاحب کو معلوم نہیں کہ قرآن کا دعوٰی ہے کہ وہ تمام دنیا کی ہدایت کے لئے نازل کیا گیا ہے اور وہ دنیا کی آخری اور مکمل دینی کتاب ہے چنانچہ جہاں عربی نہیں بولی جاتی وہاں بھی قرآن اسی طرح محفوظ ہے جیسے عربی ممالک میں۔ اگر اہل زبان کی وجہ سے ایسا ہوتا تو باقی نبیوں کی کتابیں بھی محفوظ رہتیں کیونکہ ان کی کتب بھی ان کی اپنی زبان میں نازل ہوئی تھیں لیکن ایسا نہیں ہوا۔

چنانچہ بائیبل اور انجیل جو واقعہ میں الہامی کتب ہیں مگر ان کے اندر خطرناک رد و بدل ہوگیا جس کے مسٹر ہارٹ بھی گواہ ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو سینٹ پال کیوں انجیل مقدس میں اضافہ کرتے؟

قرآن کا محفوظ رہنا صرف اس لئے ہے کہ یہ خدائی دعوٰے ہے قرآن ہی ایک ایسی الہامی کتاب ہے کہ جس کے لاکھوں کی تعداد میں حافظ موجود ہیں اور روزانہ ان کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ ان حافظوں میں عرب اور غیر عرب شامل ہیں۔ قرآن کا ایک نقطہ اور شوشہ بھی آج تک نہیں بدلا۔

مسٹر ہارٹ کی یہ بھی غلطی ہے کہ انجیل مقدس حضرت عیسٰے کی اپنی ذاتی تصنیف ہے۔ اور اس میں ۱/۲ حصہ تو حضرت عیسٰے علیہ السلام کا اور ۱/۲ کام سینٹ پال نے مکمل کیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ مسٹر ہارٹ نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کو اپنی فہرست میں نمبر ۳ پر رکھا ہے۔

لیکن ہمیں مسٹر ہارٹ کی رائے سے شدید اختلاف ہے۔ انجیل مقدس حضرت عیسٰے علیہ السلام کی تصنیف نہیں ہے بلکہ انہیں الہاماً اور وحی کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے یہ کتاب دی۔ جیسے موسٰے علیہ السلام کو تورات دی۔ ہاں یہ درست ہے کہ موجودہ انجیل وہ انجیل نہیں بلکہ اس میں سینٹ پال نے زبردست ردّ و بدل کیا ہے اور یہ انجیل اصلی الہامی انجیل کی ضد ہے۔ انجیل مقدس دنیا میں اس وقت اپنی اصلی شکل میں موجود نہیں ہے۔

۴۔ نہایت تعجب اور حیرانی کی بات ہے کہ مسٹر ہارٹ چنگیز خاں کی فتوحات اور شہرت کو محمد (صلعم) کی فتوحات اور شہرت کے برابر ٹھہراتا ہے حالانکہ چنگیز خاں ایک سفاک۔ جابر اور وحشی انسان تھا اس نے اپنے زمانہ میں دنیا کو خاک اور خون میں لت پت کر دیا تھا اس کے مقابل میں محمد (صلعم) نے تمام دنیا کو ایک ایسا نظام دیا جو تمام انسانیت کے لئے امن اور سلامتی کا ضامن ہے اور محمد (صلعم) کی ذات کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعٰلمین قرار دیا ہے۔ اور آپ کو ایک خلق عظیم کا مالک ٹھہرایا ہے۔

مسٹر ہارٹ نے ایک بنیادی غلطی کی ہے کہ اس نے انبیاء اور صلحاء کو عام دنیا داروں کی فہرست میں شامل کیا ہے۔ یہ دنیادار خواہ بڑے بڑے فلاسفر ہوں یا سائنسدان یا سیاست دان یہ انبیاء کی فہرست میں نہیں آتے۔ اس کی وجہ نہایت معقول ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ تمام انبیاء اور اولیاء کی ہدایت اور راہنمائی کا منبع اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام اور وحی ہوتا ہے۔ اس کے مقابل میں غیر انبیاء اپنی عقل اور فکر سے راستہ تلاش کرتے ہیں اس لئے اس میں غلطی اور گمراہی کا احتمال ہوتا ہے۔ بہرحال ہمیں مسٹر ہارٹ اور ان کی قسم کے لوگوں سے کوئی تعارض مقصود نہیں۔ ان کا اپنا علم اس قدر ناقص ہے کہ وہ حضرت عیسٰے کی طرف بھی ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جو بالکل غلط ہیں۔ حالانکہ وہ حضرت عیسٰے کو خدا کا درجہ دیتے ہیں اور ان کی تعظیم بھی کرتے ہیں۔

اس لئے ہم نہایت وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ مسٹر ہارٹ کی فہرست انتخاب بالکل غلط خطوط پر مبنی ہے۔ اگر صرف شہرت اور اثر ہی ایک ایسی وجہ ہو سکتی ہے جو کسی کو بہت ممتاز کر سکتی ہے تو معاف کریں میں یہ کہوں گا کہ شیطان ایک ایسی ہستی ہے جو آدم سے لے کر اب تک ساری دنیا پر اثر رکھتا ہے۔ اور اس کی شہرت سب سے زیادہ ہے لیکن یہ نظریہ سراسر غلط ہے۔

کیا ہی بہتر ہوتا اگر مسٹر ہارٹ اپنی فہرست کی بنیاد نیکی۔ شرافت۔ لیاقت اور انسانی ہمدردی پر رکھتے تو نتیجہ صحیح نکلتا۔ بلکہ مسٹر ہارٹ نے اپنی کتاب میں فرانسیسی مصنف والٹیر کا جو نظیر حوالہ دیا ہے کہ :۔

"ہم صرف ان لوگوں کے سامنے اپنا سر جھکاتے ہیں جو ہمیں حق اور صداقت کے زور سے متاثر کرتے ہوں نہ کہ ایسے لوگوں کے آگے جو ہمیں استبداد اور جبر کے زور سے ہمارے ذہنوں کو غلام بناتے ہوں"۔

یہ کس قدر عمدہ اور بلند نظریہ ہے۔ اگر ہارٹ صاحب کی فہرست سچائی۔ نیکی اور بلند کردار پر مبنی ہوتی تب بھی محمد صلعم کا درجہ سب سے بلند ہوتا۔ محمد صلعم کو تو اللہ تعالیٰ نے رؤف اور رحیم کا خطاب بھی دیا ہے کیونکہ آپ مجسم رحم اور کرم کے پیکر ہیں۔

آخر میں میں عرض کروں گا ایسے معاملات میں ہمارا بھی کچھ قصور ہے اگر ہم مل کر قرآن اور نبی اکرم صلعم کی زندگی کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے رکھیں تو یقیناً ہم دنیا کا نقشہ بدل سکتے ہیں۔ بشرطیکہ مسلمان دیانت داری اور عزم کے ساتھ اس طرف توجہ دیں۔

— ٭٭٭ —

اخبار احمدیہ

٭ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ آپ سیالکوٹ جماعت کی دعوت پر وہاں تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے وزیر آباد کے احباب سے میل ملاقات کے علاوہ نماز جمعہ (۲۶/۲/۸۲) سیالکوٹ میں پڑھائی۔ احباب سلسلہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خیریت اور دینی مہمات میں کامیابی کیلئے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

اطفال احمدیہ و بنات الاحمدیہ کی ماہانہ کلاس

جیسا کہ احباب و خواتین احمدیہ لاہور کو علم ہے کہ چھوٹے بچوں اور بچیوں کی دینی تعلیمی کلاس، جس میں بچوں کی استعداد کے مطابق قرآن مجید۔ احادیث اور دینی مسائل سکھائے جاتے ہیں۔ ہر ماہ کی پہلی پیر کو پانچ بجے احمدیہ ہوسٹل دارالسلام میں منعقد ہوتی ہے۔ ماہ اپریل ۵/۴/۸۲ کو یہ کلاس ہوگی۔ والدین کی خدمت میں التماس ہے کہ بروقت بچوں اور بچیوں کو دینی تعلیمی کلاس میں لے کر آئیں یا کسی مناسب انتظام سے بھیجیں۔

قلمی معاونین سے

ہم آپ کے تعاون کے ممنون ہیں۔ بدلتے ہوئے حالات کا تقاضا ہے کہ پرانے موضوعات پر خامہ سرائی سے اجتناب کیا جائے اور جدید دینی۔ علمی اور اخلاقی موضوعات پر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مختصر، موثر اور مدلل مضامین لکھ کر ہمیں بھیجیں۔ ہم شکریہ کے ساتھ انہیں شائع کریں گے۔ (ادارہ)

ارشاد باری تعالیٰ :۔

٭ "اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کہ تم کرتے نہیں"۔۔۔

سکھی زندگی

محترمہ مسز سلیمہ فاروقی صاحبہ کی تقریر، برموقع جلسہ سالانہ ۱۹۸۱ء بروز بدھ ۲۴ دسمبر ۱۹۸۱ء

پاکستانی معاشرہ کے وسیع بگاڑ پر قوم کے عمائدین بڑے فکرمند ہیں۔ اس خرابی کی اصلاحی کوششوں میں عورتیں بڑا اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔ فاضل مقررہ نے زیرِ نظر تقریر میں اسی طرف توجہ دلائی ہے۔ اگرچہ اس تقریر کا خلاصہ روئیداد جلسہ سالانہ میں دیا جا چکا ہے تاہم اس کی وسیع افادیت کے پیشِ نظر مکمل تقریر شائع کی جا رہی ہے۔ (ادارہ)

پیاری بہنو اور عزیز بچیو! السلام علیکم!

میری عزیزہ بہن رضیہ کو میرے میاں سے شکایت رہتی ہے کہ وہ خواتین کو بہت کچھ سنا جاتے ہیں۔ اس وقت میرا خطاب بھی آپ بہنوں سے ہے۔ دراصل اگر عورتیں متقی ہوں تو معاشرہ اور قوم سدھر سکتی ہے۔ میری غرض بھی یہی ہے۔ قصہ تو کچھ دیگراں را نصیحت والا ہے لیکن یوں شاید میری بھی اصلاح ہو جائے۔

میرا مضمون ہے "سکھی زندگی" کون ہے جو سکھی زندگی نہیں چاہتا مگر وہ کس طرح مل سکتی ہے؟ عام طور پر سمجھا جاتا ہے خصوصاً کم عمری میں کہ ظاہری آسائش و آرام کے سامان، اچھے کپڑے، قیمتی زیورات وغیرہ ہوں تو انسان اس زندگی میں سکھ پا سکتا ہے اور ان چیزوں کے حصول کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیتا ہے اور اس کے لئے ہر طرح کے جتن بھی کرتا ہے تو ان میں سے بعض کو یہ چیزیں مل جاتی ہیں مگر کیا ان کو سکھی زندگی نصیب ہو جاتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ جو مرد یا عورتیں محض دنیا کی چیزوں کے لئے تگ و دو میں لگے رہتے ہوں ان کو کبھی اطمینانِ قلب نصیب نہیں ہوتا۔ بلکہ ہمیشہ ھل من مزید یعنی "اور" "اور" کی آگ ان کے اندر بھڑکنے لگتی ہے تو پھر دل کا سکھ اور چین کہاں مل سکتا ہے؟

افسوس ہے کہ ہم قرآن شریف کو پڑھ تو لیتی ہیں مگر اس کی ہدایت پر عمل کرنے کی ضرورت کو اہمیت نہیں دیتیں۔ اس کامل کتاب نے اطمینانِ قلب پانے کا پہلا نسخہ تو یہ بتایا ہے کہ الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب۔ یعنی سن لو کہ اللہ کو یاد کرنے سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔ اسی لئے اسلام میں پانچ وقت کی نماز لازم ہے تا کہ انسان دنیا میں پڑ کر خدا کو بھول جائے تو کتنا ہی غم ہو یا فکر ہو۔ انسان سوچ سمجھ کر اور دل لگا کر نماز پڑھے...... تو دل کو چین و سکون مل جاتا ہے۔ دوسری بات جو سکھی زندگی کے لئے قرآنِ پاک نے بار بار فرمائی ہے وہ تقوٰے ہے۔ یعنی بُری باتوں سے پرہیز۔ وہ بُری باتیں کیا ہیں؟ قرآن جو ھدًی للمتقین ہے وہ تقوٰے کی تمام باتیں بتاتا ہے۔ یہ کرو یہ نہ کرو۔ ضرورت قرآن کو سمجھ کر پڑھنے اور اس کی تعلیم پر عمل کرنے کی ہے۔ تقوٰے کا مضمون تو اتنا بڑا ہے کہ میری مختصر تقریر میں اس کو ادا کرنا ناممکن ہے۔ میں صرف چند باتوں کا سرسری ذکر کروں گی۔

پہلی بات جو قرآن حکیم نے منع کی ہے وہ تکبر ہے۔ خود کو بڑا سمجھنا دوسروں کو اپنے سے کم تر سمجھنا۔ اپنے آپ کو بے عیب سمجھنا۔ دوسروں کے عیبوں پر نظر رکھنا۔ قرآن کریم نے تکبر شیطان کی فطرتِ خاص بتائی ہے اور تکبر پیدا کر کے ہی وہ لوگوں کو مرد ہوں یا عورتیں گمراہ کرتا ہے تکبرِ نفس کی وجہ سے ہی ہر شخص اپنے آپ کو بے عیب سمجھتا ہے۔ اور جو اپنے آپ کو بے عیب سمجھتا ہے اس کی اصلاح کون کر سکتا ہے؛ یا وہ اپنی اصلاح خود بھی کیسے کر سکتا ہے۔ اپنے آپ کو بے عیب سمجھنا (سوائے چند اللہ والوں کے) ہم لوگوں میں سب سے بڑا عیب ہے تو کیا تمام مرد و زن سچ مچ بے عیب ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ اگر دنیا کی زندگی دکھی بنتی ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ مرد و عورت احکامِ الٰہی پر عمل نہ کر کے ہر قسم کی برائیوں میں اپنی اور دوسروں کی زندگی حرام کر رہے ہیں۔ اگر چند لوگ ایسے نہیں تو اس سے فرق نہیں پڑتا وہ اپنی اور دوسروں کی زندگی سکھی بناتے ہیں مگر دوسرے ان کی زندگی بھی دکھی بنا دیتے ہیں۔ اپنے کو بے عیب اور دوسروں کو عیب دار سمجھنا ہی اکثر دکھوں کی وجہ ہو سکتا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ یہ بُری خصلت صرف سمجھنے تک نہیں رہتی بلکہ ہم ایک دوسرے کے عیب نکال لیتے اور ان کا ذکر کرنے بلکہ بعض وقت ان کا ڈھنڈورا پیٹنے میں خاص مزہ پاتے ہیں اس سے ہمارے تعلقات بگڑ کر ہماری زندگیاں تلخ کر دیتے ہیں۔

قرآنِ پاک نے اس بارہ میں جو احکام دیئے ہیں ان میں سے چند کا ترجمہ میں سورۃ الحجرات ۴۹ کے رکوع ۲ سے نقل کرتی ہوں۔

پہلی بات فرمائی کہ

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو ایک قوم دوسری قوم پر تمسخر نہ کرے یعنی ان کی ہنسی نہ اڑائے شاید وہ ان سے بہتر ہوں۔

یاد رکھیئے کہ دوسروں پر انسان تمسخر کرتا ہی تب ہے جب اپنے آپ کو بڑا یا بے عیب سمجھے اور دوسروں کو عیب دار اور اپنے سے گھٹیا۔ سو تکبرِ نفس کا بنیادی عیب یہاں بھی کام کرتا ہے اور تمسخر اڑانا اور دوسری برائیاں جن کا ذکر اس کے بعد آتا ہے عورتوں میں خاص کمزوریاں ہیں اسی لئے قرآنِ حکیم کے احکام میں سے یہ خاص جگہ ہے جہاں عورتوں کو علیحدہ مخاطب کیا ہے۔ فرمایا ہے "اور نہ عورتیں دوسری عورتوں پر تمسخر کریں یا ان کی ہنسی اڑائیں شاید وہ ان سے بہتر ہوں۔"

دوسروں کا تمسخر کرنے یا ان کی ہنسی اڑانے کا مقصد ان کی تحقیر کرنا یا ذلیل کرنا ہوتا ہے۔ یہ کتنی بُری بات ہے اور اس سے کتنے لڑائی جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ اپنی اور دوسروں کی زندگیاں دکھی بن جاتی ہیں۔ پھر قرآن فرماتا ہے:-

"اور نہ اپنے لوگوں (یعنے اپنے مردوں عورتوں) پر عیب لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کے نام دھرو۔"

جیسا کہ میں نے کہا دوسروں پر عیب وہی لگاتا ہے جو اپنے تکبرِ نفس کی وجہ سے خود کو بے عیب سمجھتا ہے اور دوسروں کو عیب دار اور گھٹیا۔ یا دوسروں کے نام دھرنا بھی اُن کی تحقیر اور ذلیل کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

دوسروں کے عیبوں کی اصلاح کا یہ طریق نہیں کہ ان کے عیبوں کا چرچا کیا جائے یا ان پر نام دھرے جائیں۔ بلکہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ نصیحت میں یا تقریر میں عام طور پر کسی عیب یا کمزوری کی طرف توجہ دلائی جائے کسی کا نام لے کر برائی کا ذکر نہ کیا جائے جس میں وہ عیب ہے۔ وہ اس عام ذکر میں اپنے عیب کو سمجھ جائے گا کیونکہ ہر انسان کا ضمیر وقت پر اسکو ملامت کرتا ہے۔ برملا عیب نکال لینے یا نام دھرنے سے کبھی اصلاح نہیں ہوتی بلکہ اس کا الٹا اثر ہوتا ہے جس میں وہ عیب ہو وہ نہ صرف اس میں ذلت اور رسوائی سمجھتا ہے اور اس کے دل کو رنج ہوتا ہے بلکہ ضد میں آ کر اس عیب کو تو کیا نکالنا ہے اُلٹا کہنے والے میں عیب نکال لیتا اور لڑائی جھگڑے پر اتر آتے ہیں اور یوں دونوں کی زندگی دکھی بن جاتی ہے۔

اس کے بعد قرآن کریم نے ایک اور بہت بڑی کمزوری کا ذکر فرمایا ہے۔ جس سے اکثر زندگیاں تلخ ہو جاتی ہیں۔ فرماتا ہے:

"اے لوگو (مرد و عورت) جو ایمان لائے ہو بہت بدگمانی سے بچو کیونکہ بعض بدگمانی گناہ ہوتی ہے۔"

یہ عام انسانی کمزوری ہے کہ ہم فوراً بدگمانی پر اتر آتے ہیں قرآن کریم نے فرمایا کہ نیک ظنی سے کام لو۔ یہاں تک کہ کسی کا عیب یا قصور کھل جائے۔ کوئی بات سن کر یا دیکھ کر فوراً بدظنی پر مت اتر آؤ اس سے انسان اکثر ٹھوکر کھا جاتا ہے اور اگلے سے بے انصافی یا زیادتی کرتا ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ بعض بدگمانی گناہ ہوتی ہے اس لئے بدگمانی سے بچنے میں ہی بہتری ہے۔ جو بدگمانی ہو سکتی تھی وہ اگر سچی ہے تو ظاہر ہو کر رہے گی اس لئے ہم بدگمانی کر کے کیوں اپنی اور دوسروں کی زندگیاں حرام کریں اور گناہ کے مرتکب ہوں۔

قرآنِ پاک کا اگلا حکم ایسے عیب کا ذکر کرتا ہے جو ہم عورتوں میں خاص کمزوری ہے۔ قرآن فرماتا ہے، "اور نہ ایک دوسرے کے بھید یا راز ٹٹولو"، جہاں کوئی بات سنی نہیں یا اس کا شک ہوا نہیں اور ہم اس کی جستجو میں پڑ جاتی ہیں کہ وہ عیب یا بُری بات ہے کیا۔ دوسروں کے عیبوں کو ٹٹولنا گویا اس کے زخموں کو کریدنا ہے اس سے

تعلیمِ قرآن، کامل نسخۂ شفاء لما فی الصدور ہے

انسانی مرضی کو مرضیِ خدا کے تابع کرنے سے ہی امن و سلامتی اور جنت و راحت پیدا ہوتی ہے کہ

اور ہر خوف و حزن سے نجات ملتی ہے!

خطبۂ جمعہ، فرمودہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، بمقام مسجد احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ۞ الذین آمنوا وکانوا یتقون۔ لہم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الاخرۃ۔ لا تبدیل لکلمات اللہ۔ ذالک ھو الفوز العظیم۔ ولا یحزنک قولہم ان العزۃ للہ جمیعا وھو السمیع العلیم ۞
(سورۃ یونس ۶۲ - ۶۳)

ترجمہ: "یاد رکھو! خدا کے دوستوں کو نہ کوئی خوف اور نہ کوئی غم ستاتا ہے یہ وہ مومن ہیں جو خدا پر ایمان لا کر اس کی مقررہ حدود کے اندر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ ان کے لئے اس دنیا اور آخرت میں بشارتیں ہیں اس محکم قانونِ الٰہی میں قطعاً کوئی تبدیلی ممکن نہیں اور یہی ایک عظیم الشان کامیابی ہے تجھے ان کی باتوں سے حزن پیدا نہ ہو کیونکہ حقیقتاً عزت تو خدا کے لئے ہی مختص ہے وہی ذاتِ کامل سماعت و علم کی مالک ہستی ہے۔"

ان آیاتِ کریمہ میں ایک عظیم الشان بشارت کی خبر دی ہے اور وہ یہ کہ جو لوگ خدا سے کامل تعلق لگا لیتے اور اس کی رضا کی راہوں پر چلتے ہیں۔ اپنے نفسانی ارادوں کو جو خدا کی مرضی کے خلاف ہوں ترک کر دیتے ہیں۔ وہ یقیناً امن و سلامتی کے گہوارے میں آجاتے ہیں تو پھر انہیں کسی قسم کا خوف یا حزن لاحق نہیں ہوتا۔ وہ اسی دنیا میں جنت کو پا لیتے اور بشاراتِ خداوندی کو پا لیتے ہیں حتیٰ کہ موت کا سامنا بھی انہیں خوفزدہ نہیں کر سکتا۔ وہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون کے مصداق ہو جاتے ہیں۔ انہیں جب موت کا سامنا ہوتا ہے تو وہ نہ صرف موت سے بے خوف و ہراس ہوتے ہیں بلکہ قلبی راحت و ذہنی اطمینان کی کیفیت کے مالک ہوتے ہیں کیونکہ انہیں یہ یقینِ کامل ہوتا ہے کہ اب ان کی ملاقات ان کے محبوب و معبود سے ہونے کا وقت آپہنچا ہے۔ وھم بلقاء ربھم یوقنون۔ پھر ایسے لوگوں کو خدا کی معیت و خوشنودی اس رنگ میں بھی حاصل ہوتی ہے کہ انہیں بشاراتِ ربی سے نوازا جاتا ہے یعنی وہ اپنی استعداد کے مطابق تکلم الٰہی سے سرفراز کئے جاتے ہیں جیسے یہاں ان آیاتِ کریمہ میں بھی ذکر ہے لہم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا۔ لیکن یہ عجیب زمانہ ہے کہ بہت سے مسلمان بشارات کو ختمِ نبوت کے برخلاف قرار دے بیٹھتے ہیں۔

سب سے بڑی نعمت جو انسان کو عطا ہوئی وہ انسان کا دماغ ہے جو قوتِ ارادی کا مالک ہے اور اختیار و تمیز سے کام لیتا ہے۔ یہی وہ اعلیٰ و عظیم قوت ہے جو اسے حیوانوں سے ممتاز کرتی ہے۔ انسان اپنے عزمِ صمیم سے کیسی کیسی کٹھن منزلوں کو طے کرنے پر قادر ہے۔ لیکن اس کی یہی قوتِ ارادی اگر غلط راستہ پر چل نکلے تو اس کے لئے سب سے بدتر مصیبت بن جاتی ہے۔

نیکی و بدی کی تعریف کا یہ راز اس زمانہ میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے انکشاف کیا جب یہ فرمایا کہ انسان کو خدا تعالیٰ نے صلاحیتیں عطا کی ہیں جب ان صلاحیتوں کا استعمال صحیح مقام و موقع پر صحیح مقدار میں کیا جائے تو وہ ایک نیکی ہے لیکن اسی قوت کا اظہار اگر غلط جگہ ہو تو وہ بدی بن جاتی ہے۔ پس غور کرو کہ اسی اصولِ حقہ کے مطابق جب انسان اپنی قوتِ ارادی کو صحیح موقعہ پر استعمال کرتا ہے تو صاحبِ عزم بن جاتا ہے۔ جیسے اس وقت ہمارے سامنے قائدِ اعظم کی عالی مثال ہے مگر جب یہی قوت غلط جگہ مستعمل ہو تو وہ ضد کہلاتی ہے۔ اسی طرح جب انسان خدا کی رضا کے ماتحت اپنی تمام خواہشات کو کر لیتا ہے تو وہ خدا کا دوست یعنی ولی بن جاتا ہے جو ایک بڑا عالی مقام ہے لیکن اگر وہ خدائی منشاء کے برخلاف اپنی ہوائے نفس کا غلام بن جائے تو وہ شیطان کے بھی کان کاٹنے لگتا ہے۔

چنانچہ آج ہم یہ نظارہ دیکھتے ہیں۔ موجودہ مروجہ تہذیب نے نفسِ انسانی کو اس غلطی کے ماتحت کھلی چھٹی دے رکھی ہے کہ جو اس کے جی میں آئے کرے۔ کیونکہ وہ آزاد ہے۔ اسی بے جا مادر پدر آزادی کے یہ کرشمے ہیں جو آج ہم جھوٹ و مکر و فریب سے دوسروں کو دھوکا دینے کی صورتوں میں دیکھتے ہیں۔ اور جو اغوا و قتل کی شکلیں اختیار کئے ہوئے ہیں یہ سب برائیاں عام طور پر اس لئے پھیل رہی ہیں کہ موجودہ زمانہ کا فلسفۂ زندگی یہ ہے کہ ہر انسان اپنی مرضی کی راہوں پر چلنے میں خود مختار و آزاد بنا دیا گیا ہے۔ مگر یہی اپنی مرضی کی غیر محدود آزادی ہی بعض لوگوں کے لئے جنون کا باعث بن جاتی ہے۔ اس تہذیب میں بھی جو اقتدار و زر پرستی کا ایک طوفانِ بدتمیزی اٹھا ہوا ہے کیا یہ کسی جنون سے کم تر ہے؟

لیکن میرے سامنے کئی مثالیں ایسی ہیں کہ جہاں کسی شخص نے خود رائی پر اصرار کیا تو وہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھا۔ میرے سامنے ایک نوجوان کی مثال آتی ہے جو نہایت قابل و لائق قابلیت کا مالک تھا اس نے عرصہ ہوا ڈاکٹری کا امتحان پاس کیا مگر بجائے اس فن میں جانے کے اس کے دل میں یہ سما گیا کہ چونکہ وہ بہت قابل ہے وہ بجائے ڈاکٹر بننے کے ڈی سی بنے گا۔ چنانچہ مقابلہ کے امتحان میں وہ شامل ہوا مگر اپنی خلافِ توقع وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اس ناکامی کا صدمہ اس کے دماغ پر اس قدر شدت سے ہوا کہ وہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھا۔ یہ میں نے صرف اپنی دیکھی ایک واقعاتی مثال دی ہے لیکن یہ امر مسلمہ حقیقت ہے کہ جب کسی کو اپنی خواہش کے برخلاف واقعہ پیش آئے اور وہ حساس طبیعت ہونے کے باعث اس غم کے نیچے دب جائے تو اس کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ دماغی توازن جاتا رہتا ہے۔ پس شدتِ جذبات اور خوف و غم کے صدمات جنون کا پیش خیمہ بن جاتے ہیں جس کا مطلب عام فہم الفاظ میں یہ ہے کہ کسی شخص نے اپنی مرضی و رائے کو حد سے بڑھ کر اہمیت دی اور جب اس کے حسبِ منشاء وارد واقعہ نہ ہوا تو دماغ اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکا اور اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

کسی انسان یا چیز سے حد سے زیادہ پیار و عشق کرنا بھی اکثر دفعہ جنون کا باعث ہو جاتا ہے۔ پس اسی لئے تو حضرت اقدس نے فرمایا:۔ ؎

دل مدہ الا بدلدارے کہ حسنش دائم است
تا سرور دائمی یابی ز خیر المحسنین

اس دنیا سے پیار و محبت لگانا اور اس میں حد سے بڑھ جانا ایک خطرناک راہ ہے جس پر آج کی تہذیب نے انسان کو فریفتہ کر رکھا ہے۔ ؎

اس جائے پُر عذاب سے کیوں دل لگاتے ہو
دوزخ ہے یہ مقام یہ بستاں سرا نہیں

قرآن کریم نے ہمیں یہ نسخہ شفا عطا فرمایا ہے کہ اگر خوف و ہراس اور غم و اندوہ سے نجات حاصل کرنا تمہارا مقصد ہے تو ولایت کے مقام کی تمنا کر کے خدا کے احکام کے ماتحت خدا کو سب سے پیارا محبوب و مطلوب بنا لو۔ تب تم اس جناب کی گود میں ایک پیارے بچے کی مانند آجاؤ گے جہاں کسی چیز کا غم و خوف تمہیں تنگ نہ کرے گا اور تم اسی زندگی میں راحت و مطلوبہ جنت کو پا لو گے جو کسی اور طرح تمہیں مل نہیں سکتی۔

ماہرِ علم نفسیات تسلیم کرتے ہیں کہ دماغی امراض کا بہترین علاج ایمان باللہ ہی ہے۔ میں نے کئی کتب میں یہ مطالعہ کیا ہے کہ ماہرین علم نفسیات نے اسے تسلیم کیا ہے کہ دماغی امراض کا علاج

ایمان باللہ میں مضمر ہے۔ اپنی مرضی کو ترک کر دینا اور خدا کی رضا کو دل سے قبول کر لینا ہی درحقیقت وہ راز سربستہ ہے جس سے انسان اپنے دماغی توازن کو برقرار رکھ سکتا یا واپس لا سکتا ہے۔ چنانچہ اسی کو حضرت اقدس نے یوں فرمایا ہے:۔

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا
ترک رضائے خویش پئے مرضی خدا

پس یہ کس قدر عظیم حقیقت ہے جو دین اسلام نے منکشف کی اور جس پر آج علم نفسیات نے مہر تصدیق ثبت کی! انسان کی سب سے بڑی نعمت اس کا صحیح الدماغ ہونا ہے۔ اور یہ نعمت عظمیٰ اپنی مرضی و ارادہ کو جب وہ خدا کی رضا کے برخلاف واقع ہو ترک کر دینے سے ہی کامل طور پر حاصل ہو سکنی ممکن ہے۔

انسانی مرضی و ارادہ کو شتر بے مہار کی طرح کھلا چھوڑ دینا خطرناک و تباہی کی راہ ہے پس دین و مذہب کی اصل روح کو حاصل کرنے کی تمنا اگر ہو تو اس کا صحیح طریق کار خود رائے و خودستائی کے شیطانی طریقوں کو ترک کرنے میں مضمر ہے۔

مغربی تہذیب نے جہاں خودمرضی کی مرض پیدا کی ہے وہاں خودپسندی و خودستائی نے بھی ایک مرض کی شکل اختیار کر لی ہے۔

یہ امراض بالخصوص امراء و لیڈر صاحبان کے طبقہ میں عام طور پر سرائت کر چکے ہیں۔ امراء کا یہ پسندیدہ مشغلہ بن گیا ہے کہ جہاں کسی خوشامدی نے ان کی مدح سرائی کی وہیں وہ اس پر اپنی دولت نچھاور کرنے لگ گئے۔ حالانکہ دولت ان کی سب سے زیادہ پیاری و محبوب شئے ہے مگر خودپسندی کا جذبہ اس سے بھی بڑھ گیا ہے۔ اسی طرح آجکل کے لیڈر صاحبان اور صاحب اقتدار طبقہ بھی اپنے خوشامدیوں کے چنگل میں پھنسا ہوا ہے۔ جو ہر اس شخص کو اپنا خیرخواہ سمجھ بیٹھا ہے جو اس کی تعریف میں رطب اللسان ہو اور جہاں کسی نے ان کے خلاف مرضی ان کی خیرخواہی کی نیت سے ان کی کسی کمزوری کا ذکر کر دیا وہیں وہ بگڑ گئے۔ سچی اسلامی تہذیب ان دونوں امراض خود رائے و خودپسندی سے پاک ہے۔ حضرت اقدس کے الہامات میں سے ایک الہام ہے۔

"میں نے خدا کی مرضی کے لئے اپنی مرضی کو چھوڑ دیا۔"

خدا کی مرضی واقعات حقہ میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور اسے قبول کرنے میں انسان کی نجات و راحت کے سامان ہیں۔ میرے ایک شیعہ ڈاکٹر دوست ہیں۔ ایک دفعہ فرمانے لگے۔ تمہارا علیؓ کے بارہ میں کیا خیال ہے؟

میں نے کہا میں انہیں خلیفۃ الرسول مانتا ہوں۔ پھر سوال کیا کون سا خلیفہ۔؟ میں نے کہا۔ چوتھا خلیفہ۔ تو کہنے لگے یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ آپ انہیں خلیفہ بلافصل تسلیم کریں۔ میں نے کہا کیا تیرے ایسے عقیدہ سے تاریخ بدل جائے گی؟ جو خلیفہ نہ بنا ہو اسے بلافصل ماننے سے کیا وہ اول بن جائے گا؟ پس خدا کی مرضی واقعات حقہ میں بھی جلوہ گر ہوتی ہے بشرطیکہ اس کے رونما ہونے میں انسانی مکروفریب اور سازش و جگہ دخل انداز نہ ہوئے ہوں۔

انہی آیات سے ماقبل رکوع میں قرآن کریم نے یہ بیان فرمایا ہے

یا ایہا الناس قد جاءتکم موعظۃ من ربکم وشفاء لما فی الصدور وھدی ورحمۃ للمومنین۔

یعنی اے نسل انسانی! سن لو تمہارے پاس ایسی نصیحت آچکی ہے جو نازل فرمائی ہے جو باطنی امراض کے لئے شفا ہے اور ہدایت و رحمت کا کام دیتی ہے۔

پس باطنی امراض قلب و دماغ کے لئے قرآن کریم کی ہدایت رحمت و نجات کا موجب ہے۔ اس زمانہ میں سب سے بڑی ضرورت مسلمانوں کی یہ ہے کہ وہ اس تہذیب کی پیدا کردہ امراض سے بچنے و محفوظ رہنے کی کوشش میں لگ جائیں آخر قرآن کریم کی تعلیم کوئی جادو منتر نہیں یا یہ محض عقائد کی تبدیلی کا نام ہے کہ عیسائی یا ہندو کہلانے کی بجائے کوئی شخص مسلمان کہلانے کا اعلان کر دے تو مقصد حاصل ہو گیا۔ بلکہ اس تعلیم کا اصل مقصد تو قلوب و ذہنیت میں اعلیٰ تبدیلی پیدا کرنا ہے۔ اگر مسلمان خود اپنی قلبی حالت کو نہ بدلیں اور دوسروں پر اس کے ذریعہ بہتر اثر پیدا کرنے کے قابل نہ ہوں تو اس قسم کی تبلیغ محض ایک نمائش آرائی سے بڑھ کر نہیں۔ اصل امراض جو دنیا کو تباہ و برباد کر رہے ہیں وہ تو اقتدار پرستی، زر پرستی اور خود رائے و خودپسندی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم پہلے اپنے نفسوں کو ان باطنی امراض سے شفا دینے کی سچی تڑپ پیدا کریں تو پھر مسلمانوں کی ایسی بہتر تبدیلی سے دوسرے لوگ بھی متاثر ہو کر اسلام کو قبول کر کے پاک و صاف ہوں۔

پہلے زمانوں میں جو اشاعت اسلام نے ایک عالمگیر پیمانہ پر تحریک اختیار کر لی تھی تو اس کا باعث یہی ہوا کہ مبلغین کی جماعت جو خود اپنے ہوا و ہوس سے پاک تھی جہاں جاتے اپنے نمونہ و عمل سے دوسروں کو پاک صاف کرنے کا موجب بنتے۔ اگر اشاعت حق جیسا عالی مقصد بھی محض نمائش و نمود بن کر رہ جائے اور ہمارے مجدد وقت نے جب دعوئے مسیحیت کا اعلان فرمایا تو مولوی محمد حسین بٹالوی نے کہا کہ آپ کو چاہیئے تھا کہ ہم سے مشورہ کر لیتے۔ گویا مولوی صاحب کے نزدیک یہ دعویٰ ایک خودساختہ منصوبہ تھا جس میں دوسروں کے مشورہ کی ضرورت تھی جس میں اگر دوسرے مشورہ دیتے تو کرتے۔ وگرنہ نہ کرتے۔

اسی طرح کہا گیا ہے کہ اپنے آخری ایام میں مولوی صاحب فرماتے کہ حضرت صاحب تھے تو صادق انسان اگر زندہ ہوتے تو وہ آپ کو تسلیم کر لیتے مگر اب چونکہ وہ وفات پا گئے ہیں اب کسی اور کے سامنے جھکنا کیا معنی؟ غرض یہ تکبر کہ ہماری رائے سے دعویٰ کیا جاتا یا یہ کہ ان کے بعد کسی کے سامنے زانو جھکانا ہمارے شایان شان نہیں یہ سب روحانی امراض قابل اصلاح ہیں جن کی شفا کے لئے قرآن کریم کی تعلیم نازل ہوئی۔

دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ہمیں توفیق عطا کرے کہ ہم خدا کے دربار میں عاجزی و انکساری سے جھک جائیں اور اپنے اپنے دامن میں جھانکی لگائیں کہ کون سی امراض خبیثہ ہمارے باطن میں گھر کئے ہوئے ہیں تاکہ ہم ان سے شفا پانے کی سعی خالص میں لگ جائیں۔

وبا اللہ التوفیق۔

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

(تبصرہ)

خواجہ کمال الدین مرحوم امام مسجد ووکنگ (لندن) ضخامت ۴۷ صفحات۔ نیا ایڈیشن۔ طباعت آفسٹ۔ قیمت نو روپے ملنے کا پتہ دارالاشاعت کتب اسلامیہ بمبئی ۴۰۰۰۰۸

انگلستان میں تبلیغ اسلام کی منظم کوشش ۱۳-۱۹۱۲ء میں خواجہ کمال الدین لاہوری نے شروع کی تھی۔ ووکنگ کی مسجد ان کے ان کاموں کا مستقر تھی۔ انگریزی ماہنامہ اسلامک ریویو ان کی ادارت میں نکلنا شروع ہوا تھا۔ جو ان کے بعد بھی جاری رہا تھا۔ ان کے اس تبلیغی کام کا عرصہ تک بڑا شہرہ رہا تھا ان کے قلم سے انگریزی اور اردو میں متعدد تبلیغی کتب بھی شائع ہوئی تھیں جن میں ان کا یہ اردو رسالہ بھی شامل تھا۔ جس میں غیر مذہب والوں کے اس اعتراض کی مدلل تردید کی گئی تھی کہ اسلام میں بھی اسی قسم کے فرقے موجود ہیں۔ جیسے دوسرے مذاہب میں ہیں اور جن میں شدید نوعیت کے بنیادی اختلافات پائے جاتے ہیں۔

اس رسالہ اور اس کے مصنف اور ان کی اس زمانہ کی تبلیغی مساعی کو آج کی نسل بڑی حد تک فراموش کر چکی ہے۔ اس رسالہ کی دوبارہ اشاعت سے ان پرانی چیزوں کی یاد تازہ ہو جائے گی شروع میں خواجہ کمال الدین کی مختصر سوانح بھی درج ہے۔

دُعا انعامات الٰہیہ کی اُمّ ہے۔

"ہر شئے کی ایک اُمّ (ماں۔ جڑ) ہوتی ہے۔ میں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ کے جو انعامات ہیں ان کی اُمّ کیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ ان کی اُمّ ادعونی استجب لکم (المومن ۴۰:۶۰) (مجھے پکارو میں تمہاری بات قبول کروں گا) ہے۔

کوئی انسان بدی سے بچ نہیں سکتا جب تک خدا تعالیٰ کا فضل نہ ہو۔ پس ادعونی استجب لکم فرما کر یہ جتلا دیا کہ (عاصمؐ) (یعنی بچانے والا) وہی ہے اسی کی طرف تم رجوع کرو۔

(روحانی خزائن ص۳ ج۵ ص۳)

ابو طاہر فارانی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شوقِ عبادت

خواہم کہ ہمیشہ در وفائے تو زیم
خاکے شوم و زیر پائے تو زیم
مقصود من خستہ ز کونین توئی
ہم بہر تو میرم و ہم برائے تو زیم

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں جن لوگوں نے انتہائی ذوق وشوق سے اپنے خالق سے محبت کی اور اس کے دروازے پر سجدہ ریز ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رض ان میں ممتاز ترین مقام کے حامل تھے۔ انہیں اپنے مولا سے عشق تھا اور اپنے پیارے نبی کے اسوۂ حسنہ کی اتباع ان کے لئے تسکین کا موجب تھی۔ قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے: خذوا زینتکم عند کل مسجد ہر نماز کے وقت پاکیزگی اور زینت اختیار کرو۔ اور صحابہ کرام نے سختی سے اس کا التزام کیا۔

اللہ تعالےٰ نے ابتدا ہی میں نماز سے پہلے وضو فرض کر دیا تھا گو بعد میں ایک وضو سے ایک سے زیادہ نمازوں کی اجازت مل گئی تاہم اکثر صحابہ بدستور سابق ہر نماز سے پہلے تازہ وضو کرتے اور وضو کرتے وقت ہر گونہ حدود کو ملحوظ رکھتے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رض ہر نماز کے لئے نیا وضو کرتے اور بعض صحابہ تو ہر وقت باوضو رہتے۔ چنانچہ حضرت عدی رض بن حاتم فرماتے ہیں۔

"جب سے میں اسلام لایا ہر نماز کے لئے باوضو رہتا"

ایک بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رض سے پوچھا کہ "کل تم مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہو گئے" بولے یا رسول اللہ میرا معمول ہے کہ جب اذان کہتا ہوں تو دو رکعت نماز لازمی طور پر پڑھ لیتا ہوں۔ اور جب وضو ٹوٹ جاتا ہے تو اس وقت وضو کر لیتا ہوں۔

مسواک کی پابندی

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پنجوقتہ مسواک کرتے تھے آپ کا ارشاد تھا کہ اگر امت پر گراں نہ گزرتا تو میں ہر نماز سے قبل مسواک کی تاکید کرتا۔ اصحاب رسول رض کے لئے اشارہ کافی تھا چنانچہ جہاں وہ وضو نہایت خوبصورت طریق سے کرتے ہاں مسواک کا بھی التزام فرماتے۔ حضرت زید بن ارقم رض ہر وقت مسواک قلم کی طرح کان پر رکھتے تھے۔

نماز پنجگانہ

اصحاب رسول رض نے نماز کو اپنی خواہشات کا ہدف نہیں بنا رکھا تھا۔ کہ مختلف حیلوں سے ان پابندیوں کو ترک کر دیتے جو حضور نے عائد کی تھیں۔ چنانچہ وہ ہمیشہ نماز باجماعت ادا کرتے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب نماز کھڑی ہوتی تو صحابہ کرام اس تیزی سے لپکتے کہ شور سا ہو جاتا۔ اور وہ ہر قسم کا کاروبار چھوڑ کر اپنے پالنے والے کی بارگاہ میں عاجزانہ حاضری دیتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رض فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ میں بازار میں تھا کہ نماز کا وقت آ گیا۔ تمام صحابہ دکانیں بند کر کے مسجد میں چلے گئے انہی کے متعلق قرآن پاک میں ارشادِ خداوندی ہے:۔

رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله

صحابہ کرام ایسے لوگ ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت ذکر الٰہی سے نہیں روکتی۔

رسول پاک کے یہ شیدائی سخت سے سخت تکلیف میں بھی نماز ترک نہیں کرتے تھے۔ حضرت عمر رض پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ اس رات کی صبح کو لوگوں نے نماز کے وقت جگایا تو بولے۔ ہاں جو شخص نماز چھوڑ دے اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ چنانچہ زخمی ہونے کے باوجود آپ نے نماز ادا کی۔

نمازِ جمعہ

آنحضرت صلعم کے ارشاد کے مطابق صحابہ کرام جمعہ کے روز غسل فرماتے۔ صاف لباس پہنتے۔ خوشبو لگاتے اور وقت پر مسجد میں تشریف لے جاتے اور۔ اذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللہ کی تعمیل میں وقت پر مسجد میں پہنچتے اور دنیوی باتوں کی بجائے ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔ جب کہ اس زمانے میں اکثر لوگ حکم الٰہی کو نظر انداز کر کے عین جماعت کے وقت مسجد میں پہنچتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ خدا کی نافرمانی کے باوجود ہم نے حکم خداوندی کی تعمیل کر لی ہے۔ انہی کے متعلق قرآن فرماتا ہے۔ کہ ان لوگوں نے اپنی خواہشات کو معبود بنا رکھا ہے۔

صحابہ کرام جمعہ کے روز نہانے کو غسل جنابت کی طرح ضروری جانتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رض غسل اور خوشبو کے بغیر مسجد نہ جاتے تھے۔ ایک بار حضرت عمر رض خطبہ دے رہے تھے۔ حضرت عثمان رض آئے تو آپ نے دیر سے آنے پر بازپرس کی انہوں نے کہا کہ بازار سے ابھی ابھی آیا تھا چنانچہ صرف وضو کر کے چلا آیا۔ آپ نے فرمایا کہ جمعہ کے روز محض وضو کرنا قابل اعتراض ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو غسل کی تاکید فرماتے تھے۔

نمازِ اشراق

صحابہ کرام نوافل بڑی پابندی اور اشتیاق سے ادا کرتے تھے حتیٰ کہ سفر میں بھی سواری پر ادا کرتے تھے۔ آنحضرت اشراق پڑھتے بھی تھے اور مشورہ بھی دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رض فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اشراق پڑھتے تو نہیں دیکھا لیکن میں باقاعدہ ادا کرتی ہوں کیونکہ آپ اکثر پڑھتے تو نہ تھے کہ امت پر فرض نہ ہو جائے لیکن پسند فرماتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رض اور ابوداؤد رض کو آپ نے اشراق کی تلقین فرمائی تھی چنانچہ وہ پابندی سے ادا کرتے تھے۔

نمازِ تہجد

سورہ مزمل میں مذکور ہے کہ ان ربک یعلم انک تقوم ادنیٰ من ثلثی اللیل ونصفه وثلثه وطائفة من الذین معك جس سے عیاں ہے کہ صحابہ کرام کا ایک گروہ آپ کی طرح تہجد گزار تھا۔ ایک بار ایک صحابی نے تہجد میں بلند آواز سے قرأت کی تو آپ خوش ہوئے کہ اس سے مجھے کئی ایک آیات یاد دلا دیں۔ ایک بار آپ کے ساتھ بہت سے صحابہ معتکف تھے قرأت کی آواز بلند ہوئی تو آپ نے پردہ ہٹا کر فرمایا "تم میں سے ہر شخص خدا کے ساتھ سرگوشی کر رہا ہے۔ اتنا نہ چلاؤ کہ ایک سے دوسرے کو تکلیف پہنچے۔

صحابہ کرام نہ صرف خود راتوں کو نمازیں پڑھتے تھے بلکہ بال بچوں کو بھی جگا کر شریک کر لیتے تھے۔ ایک رات آپ گھر سے نکلے دیکھا کہ حضرت ابوبکر رض پست آواز سے قرأت کر رہے ہیں۔ چند قدم آگے گئے حضرت عمر رض بلند آواز سے محو قرأت تھے۔ دونوں بزرگ آپ کے پاس آئے تو پوچھا۔ ابوبکر تمہاری قرأت پست آواز میں تھی۔ عرض کیا میں خدا سے سرگوشی کر رہا تھا۔ میری آواز خدا تک پہنچ گئی۔ حضرت عمر رض نے جواب میں فرمایا۔ یا رسول اللہ! میں سونے والوں کو جگاتا اور شیطان کو دور کرتا ہوں"۔

حضرت عمر رض رات کو اٹھتے تو یہ آیت پڑھ کر اہل وعیال کو جگاتے:۔

وامر اهلك بالصلوٰة واصطبر علیها
لا نسئلك رزقاً نحن نرزقك ۰
والعاقبة للتقویٰ ۰

اپنے اہل کو نماز کا حکم دے اور اس پر اصرار کر۔ ہم تجھ سے رزق نہیں مانگتے۔ ہم تو تجھے رزق دیتے ہیں اور انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے ....

---- * * * * ----

حدیث نبویؐ:۔

"تم میں مجھے زیادہ وہ محبوب ہے، جس کا اخلاق اچھا ہے"

ایمان کا مزہ کس نے چکھا؟

عن انس عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال ثلث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان ان یکون اللہ ورسولہٗ احب الیہ مما سواھما وان یحب المرءَ لا یحبہ الا للہ وان یکرہ ان یعد فی الکفر کما یکرہ ان یقذف فی النار (صحیح بخاری)

ترجمہ :۔ حضرت انس رضؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جس میں یہ تین باتیں پائی جائیں اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا (۱) اس کے دل میں اللہ تعالٰے اور اس کے رسول (صلعم) کی محبت دنیا کی ہر شئے سے بڑھ کر ہے (۲) کسی شخص سے محبت کرتا ہے تو محض اللہ تعالٰے کی رضا اور خوشنودی کے لئے کرتا ہے۔ (۳) وہ کفر کی طرف لوٹ جانے سے اسی طرح کراہت کرتا ہے جس طرح کہ آگ میں ڈالے جانے سے کرتا ہے۔

ایک مومن پر اللہ تعالٰے اور اس کے حبیب پاک حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات کی کوئی حد نہیں۔ اللہ تعالٰے نے انسان کو زندگی کی نعمت سے بہرہ ور کیا۔ اس کی نشوونما اور ترقی کے لئے کائنات کی تمام نعمتوں کو اس کی خدمت پر لگا دیا۔ نیز محض اپنے فضل وکرم سے مومن کی روحانی ترقی اور نجات کے لئے آسمانی کتابیں اور انبیاء کو بھیج کر اس کی رہنمائی فرمائی۔ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نسل انسانی کی فلاح وبہبود۔ ہدایت۔ رستگاری اور حریتِ فکر وعمل کے لئے ایسے ایسے دکھ جھیلے جن کے تصور سے ہی روح کانپ جاتی ہے۔ ہر مومن پر ان ہر دو کے احسانات کا شکریہ واجب ہے۔ انسان کے ساتھ معمولی ہمدردی کی جائے تو وہ اپنے محسن کو تاحیات عزت واحترام سے یاد کرتا ہے اور اس کی محبت کا دم بھرتا ہے۔ پھر خدا اور اس کے حبیب پاکؐ کے احسانات کی تو کوئی انتہا ہی نہیں اس لئے وہ اس بات کے حقیقی حقدار ہیں کہ ان سے بے انتہا محبت کی جائے۔

محبت کا تقاضا یہ ہے کہ جس سے محبت ہو اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ ہر قسم کی قربانی دی جائے۔ ہر قسم کی راحتوں اور آسائشوں کو اس کی خاطر قربان کیا جائے۔ شب و روز وہ وسیلے اختیار کئے جائیں جن سے یہ محبوب خوش ہو جائے۔ اور اس کا واحد طریق یہ ہے کہ ہم ان کی قرآن حکیم کی صورت میں بخشی ہوئی ہدایات کی پیروی کریں۔ اپنی خواہشات کو ترک کر دیں۔ اور اپنی تمام توجہ ان کی راہ میں صرف کر دیں۔ یہ محبت اور اطاعت ان دو محبوبوں سے قریب تر کر دے گی۔ دنیا کی آلائشیں دور ہو جائیں گی۔ ہماری نگاہوں سے غیریت کے پردے اٹھ جائیں گے۔ اور ہمارے سینے نور سے روشن ہو جائیں گے۔

خدا تعالٰے اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لئے کسی شخص سے محبت اور کفر میں لوٹ جانے سے نفرت بھی دراصل اللہ تعالٰے اور اس کے رسولِ پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا تقاضا ہے۔ جب ان کی محبت دل ودماغ پر مسلط ہے تو پھر دنیا کے تعلقات بھی اسی محبت کی بنا پر ہوں گے۔ کوئی بھی عاشق اپنے محبوب کے دشمن سے محبت نہیں کر سکتا۔ اور وہ کسی ایسے خیال یا فعل کو قریب بھی نہیں آنے دیتا۔ جو محبوب کے منشا کے خلاف ہو۔ یا اسے ایک ذرہ بھر دور لے جائیں سے۔

گمنام

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار ۔ جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار

اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب ۔ کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب

اسے دے چکے مال و جان بار بار ۔ ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار

لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے

وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

کامل معرفت کے حصول کے لئے ہم خدا تعالٰے کی راہنمائی کے محتاج ہیں

اے عزیزو! اے پیارو! کوئی انسان خدا کے ارادوں میں اس سے لڑائی نہیں کر سکتا۔ یقیناً سمجھو کہ کامل علم کا ذریعہ خدا کا الہام ہے جو خدا تعالٰے کے پاک نبیوں کو ملا۔ پھر بعد اس کے اس خدا نے جو دریائے فیض ہے یہ ہرگز نہ چاہا کہ آئندہ اس الہام کو مہر لگا دے اور اسی طرح پر دنیا کو تباہ کرے۔ بلکہ اس کے الہام اور مکالمہ مخاطبہ کے ہمیشہ دروازے کھلے ہیں۔ ہاں ان کو ان کی راہوں سے ڈھونڈو۔ تب وہ آسانی سے تمہیں ملیں گے وہ زندگی کا پانی آسمان سے آیا اور اپنے مناسب مقام پر ٹھہرا۔ اب تمہیں کیا کرنا چاہیئے تا تم اس پانی کو پی سکو۔ یہی کرنا چاہیئے کہ افتاں وخیزاں اس چشمہ تک پہنچو پھر اپنا منہ اس چشمہ پر رکھ دو۔ تا اس زندگی کے پانی سے سیراب ہو جاؤ۔ انسان کی تمام سعادت اسی میں ہے کہ جہاں اس روشنی کا پتہ ملے اسی طرف دوڑے اور جہاں اس گمگشتہ دوست کا نشان پیدا ہو اسی راہ کو اختیار کرے دیکھتے ہو کہ ہمیشہ سے روشنی اترتی اور زمین پر پڑتی ہے۔ اسی طرح ہدایت کا سچا نور آسمان سے ہی اترتا ہے۔ انسان کی اپنی ہی باتیں اور اپنی ہی اٹکلیں سچا گیان اس کو نہیں بخش سکتیں کیا تم خدا کو بغیر خدا کی تجلی کے پا سکتے ہو۔ کیا تم بغیر اس آسمانی روشنی کے اندھیرے میں دیکھ سکتے ہو۔ اگر دیکھ سکتے ہو تو شاید اس جگہ دیکھ لو گر ہماری آنکھیں گو بینا ہوں تاہم آسمانی روشنی کی محتاج ہیں اور ہمارے کان گو شنوا ہیں تاہم اس ہوا کے حاجت مند ہیں جو خدا کی طرف سے چلتی ہے۔ وہ خدا سچا خدا نہیں جو خاموش ہے اور سارا مدار ہماری اٹکلوں پر ہے بلکہ کامل اور زندہ خدا وہ ہے جو اپنے وجود کا آپ پتہ دیتا رہا ہے اور اب بھی اس نے یہی چاہا ہے کہ آپ اپنے وجود کا پتہ دے۔ آسمانی کھڑکیاں کھلنے کو ہیں۔ عنقریب صبح صادق ہونے والی ہے۔ مبارک وہ جو اٹھ بیٹھیں اور اب سچے خدا کو ڈھونڈیں۔ وہی خدا جس پر کوئی گردش اور مصیبت نہیں آتی جس کے جلال کی چمک پر کوئی حادثہ نہیں پڑتا۔ قرآن شریف میں اللہ تعالٰے فرماتا ہے۔ اللہ نور السمٰوٰت والارض۔ یعنی خدا ہی ہے جو ہر دم آسمان کا نور اور زمین کا نور ہے۔ اسی سے ہر جگہ روشنی پڑتی ہے۔ آفتاب کا وہی آفتاب ہے زمین کے تمام جانداروں کی وہی جان ہے۔ سچا زندہ خدا وہی ہے۔ مبارک وہ جو اس کو قبول کرے

****

(حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ)

باہتمام ریاض حسین الجدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر:۔ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور، مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۸۲ء، جلد ۶۹ شمارہ ۱۱ رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

دفتر شمس محمد

تار کا پتہ - تبلیغ
فون - ۵۳۷۳۷
مدیر اعزازی
خلیل الرحمٰن
بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید
و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد
دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا
نائب مدیر
عبدالرؤف کھوکھر
سالانہ چندہ
پاک و ہند سے
بیرونی ممالک سے

جلد:- ۶۹ ✦ یوم چہارشنبہ ۲۸ جمادی الاول / ۵ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ - بمطابق ۲۴ / ۳۱ مارچ ۱۹۸۲ء ✦ شمارہ :- ۱۲ - ۱۳

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

ثابت قدمی میں بڑی برکتیں ہوتی ہیں

ان باتوں کی حقیقت تب کھلتی ہے جب انسان صبر اور ثابت قدمی کے ساتھ کسی پاک صحبت میں رہے۔ ثابت قدمی میں بڑی برکتیں ہوتی ہیں۔ شہد کی مکھی کو دیکھو کہ جب وہ ثابت قدمی اور محنت کے ساتھ اپنے کام میں لگتی ہے تو شہد جیسی نعمتیں اور کارآمد شئے تیار کر لیتی ہیں۔

اسی طرح پر جو خدا کی تلاش میں استقلال سے لگتا ہے وہ اس کو پا لیتا ہے۔ نہ صرف پا لیتا ہے بلکہ میرا تو ایمان ہے کہ وہ اس کو دیکھ لیتا ہے۔ ارضی علوم کی تحصیل میں کس قدر وقت اور روپیہ صرف کرنا پڑتا ہے۔ یہ علوم روحانی علوم کی تحصیل کے قواعد کو صاف طور پر بتلا رہے ہیں۔ ہمارا مذہب جو روحانی علوم کے مبتدی کے لئے ہونا چاہیئے یہ ہے کہ وہ پہلے خدا کی ہستی پھر اس کی صفات کی واقفیت پیدا کرے۔ ایسی واقفیت جو یقین کے درجہ تک پہنچ جائے۔ تب اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کاملہ پر اس کو اطلاع مل جائے گی اور اس کی روح اندر سے بول اُٹھے گی کہ پورے اطمینان کے ساتھ اُس نے خدا کو پا لیا ہے۔

جب اللہ تعالےٰ کی ہستی پر ایسا ایمان پیدا ہو جائے کہ وہ یقین کے درجہ تک پہنچ جائے اور انسان محسوس کرے کہ اس نے گویا خدا کو دیکھ لیا ہے اور اس کی صفات سے واقفیت ہو جائے تو گناہ سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور طبیعت جو پہلے گناہ کی طرف جھکتی تھی اور اب ادھر سے ہٹتی اور نفرت کرتی ہے اور یہی توبہ ہے۔

اور یہ بات کہ اللہ تعالےٰ پر کامل ایمان کے بعد طبیعت گناہ سے متنفر ہو جاتی ہے یہ بات آسانی اور صفائی سے سمجھ میں آ سکتی ہے۔ دیکھو! سنکھیا ہے یا اور زہریں ہیں یا بعض زہریلے جانور ہیں انسان ان سے کیوں ڈرتا ہے؟ صرف اس لئے کہ تجربے نے بتا دیا ہے کہ اس درجہ پر یہ زہر ہلاک کر دیتے ہیں۔ بہتوں کو زہر کھا کر ہلاک ہوتے دیکھا ہے اسی لئے طبیعت اس طرف جا نہیں سکتی بلکہ ڈرتی ہے۔

جبکہ یہ بات ہے پھر کیا وجہ ہے کہ قسم قسم کے گناہ سرزد ہوتے ہیں...... عدالتوں میں جا کر دیکھو کس قدر خوفناک اور تاریک نظارہ نظر آتا ہے، تھوڑی تھوڑی بات پر جھوٹ بولا جاتا ہے۔ فسق و فجور کا ایک دریا بہہ رہا ہے یہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ خدا پر ایمان نہیں ہے۔ سانپوں اور زہروں سے ڈرتے ہیں اس لئے کہ ان کو مہلک مانتے ہیں اور ان کے خطرناک ہونے پر ایمان ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ پر ایمان کامل ہو تو میں نہیں سمجھتا کہ کیوں گناہ سے نفرت پیدا نہ ہو۔ انسان کے لئے دو باتیں ضروری ہیں۔ بدی سے بچے اور نیکی کی طرف دوڑے۔ اور نیکی کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک ترکِ شر دوسرا افادۂ خیر، ترکِ شر سے انسان کامل نہیں بن سکتا۔ جب تک کہ اس کے ساتھ افاضۂ خیر نہ ہو۔ یعنی دوسروں کو نفع بھی پہنچائے۔

(از تقریر حضرت مجدد صد چہاردہم صـ ۳۵۹ ۔ صـ ۳۶۰)

✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا دورہ

وزیر آباد و سیالکوٹ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بروز پنجشنبہ مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۸۲ء صبح نو بجے بذریعہ موٹر کار وزیر آباد اور سیالکوٹ کی جماعتوں سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب، کرنل محمد سعید صاحب اور مرزا مسعود بیگ صاحب نے آپ کی مشایعت فرمائی۔ پروگرام کے مطابق کچھ عرصہ گوجرانوالہ میں قیام کرنا تھا مگر جس دوست کے ذریعہ احباب گوجرانوالہ کے گھروں تک پہنچنا ممکن تھا وہ گوجرانوالہ میں موجود نہ تھے۔ اس لئے گوجرانوالہ میں کسی اور دن جانے کے خیال سے حضرت امیر اور احباب سیدھے وزیر آباد تشریف لے گئے۔ اور حضرت شیخ نیاز احمد صاحب مرحوم ومغفور کے مکان پر قیام فرمایا۔ وزیر آباد پہنچنے کے فوراً بعد آپ حضرت شیخ صاحب مرحوم ومغفور کے مزار پر تشریف لے گئے اور دُعا فرمائی۔ دوپہر کے کھانے کے بعد آپ شہر میں احمدیہ مسجد (تعمیر شدہ حضرت شیخ صاحب مرحوم ومغفور) میں تشریف لے گئے جہاں ظہر اور عصر کی نماز ادا کی گئی اور اس کے بعد جناب شیخ عزیز احمد صاحب (جو ان دنوں علیل ہیں) کی مزاج پرسی کے لئے وزیر آباد منیری تشریف لے گئے جس سے شیخ صاحب موصوف اور ان کے اعزّہ بہت خوش ہوئے۔ اسی طرح وزیر آباد میں جناب شیخ غلام احمد صاحب اور ممتاز احمد صاحب کے اہل وعیال اور نوجوانوں میں سے آفتاب عزیز، عامر ممتاز اور قیصر غلام احمد اور دوسرے نوجوانوں سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ چار بجے سہ پہر وزیر آباد سے روانہ ہو کر پونے پانچ بجے سیالکوٹ چھاؤنی پہنچ گئے۔ جہاں مکرم شیخ نثار احمد صاحب، شیخ عبدالرشید صاحب، شیخ ظفر احمد صاحب، شیخ محمد سلیم صاحب اور دیگر احباب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے منتظر تھے محترمہ بیگم ماجد صاحب کے ہاں مختصر قیام کے بعد آپ اسلام پورہ محلہ رنگ پورہ میں جناب چوہدری برکت اللہ صاحب ریٹائرڈ ایڈووکیٹ صدر جماعت سیالکوٹ شہر کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے جو عرصہ سے بیمار چلے آرہے ہیں۔ چوہدری صاحب موصوف حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ان کے ہاں تشریف لے جانے سے بہت خوش ہوئے۔ اور تمام وقت ان پر رقت طاری رہی اور بچشم تر آپ نے اس عیادت کے لئے شکریہ ادا فرمایا۔

دوسرے روز جمعہ کی نماز کے لئے شہر اور چھاؤنی کے جملہ احباب چھاؤنی کی مسجد میں جمع ہوئے لیکن نماز جمعہ سے قبل حضرت امیر ایدہ اللہ اپنے رفقاء سمیت جناب ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ صاحب مرحوم کے ہاں تشریف لے گئے اور ان کے اعزّہ کی احوال پرسی فرمائی اور اسی طرح شیخ حفیظ اللہ صاحب جو کچھ عرصہ سے علیل تھے ان کی عیادت فرمائی۔ نماز جمعہ میں دونوں جماعتوں کے قریباً تمام احباب اور بیشتر خواتین نے شرکت فرمائی۔ اور حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب نے ایک مؤثر اور بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جو آئندہ اشاعت میں درج ہوگا (انشاء اللہ) نماز جمعہ کے بعد آپ کے ہمسفر رفقاء نے احباب جماعت کو تنظیمی امور اور آج کل کے حالات میں جماعت کے لائحہ عمل اور تبلیغی سرگرمیوں کے بارہ میں مخاطب کیا اور اس کے بعد دوستوں نے بعض مسائل کے متعلق استفسار فرمایا اور انہیں ان کے سوالوں کے جواب دیئے گئے۔

اگرچہ حضرت ڈاکٹر صاحب ممدوح سال گذشتہ بھی جماعت کے دو مخلص ممبران کی وفات پر تعزیت کے لئے سیالکوٹ تشریف لے گئے تھے مگر جماعت کی سربراہی کی ذمہ داری قبول کرنے کے بعد آپ نے پہلی مرتبہ سیالکوٹ کا دورہ فرمایا ہے اور احباب سے انفرادی اور اجتماعی ملاقات میں انہیں اپنی نصائح اور مفید مشوروں اور دعاؤں سے متمتع فرمایا۔ اور آپ کی پرکشش شخصیت اور گفتگو اور مواعظ حسنہ کا جماعت پر بہت اچھا اثر ہوا۔

مکرم شیخ نثار احمد صاحب اور شیخ عبدالرشید صاحب نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور آپ کے ساتھیوں کے لئے SARCO ہوٹل میں قیام و طعام کا بندوبست فرمایا تھا اور اعلیٰ پیمانہ پر ان کی میزبانی فرمائی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

نماز عصر کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور ان کے ساتھی واپسی سفر پر لاہور کے لئے روانہ ہوئے اور احباب جماعت سیالکوٹ نے اپنی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے جلد ہی پھر ایسے دورہ کیلئے درخواست کی۔ اور دعاؤں کے ساتھ مہمان اور میزبان ایک دوسرے سے رخصت ہوئے

(نامہ نگار)

لندن مشن

رپورٹ :- ماہ فروری ۱۹۸۲ء — از جناب محمد انور ایم اے، نائب امام

آپ مکرم جنرل سیکرٹری صاحب کی خدمت میں تحریر کرتے ہیں کہ :-

محترم حافظ شیر محمد صاحب ۳۰ جنوری کو یہاں پہنچے تھے جس کا ذکر جنوری ۸۲ء کی رپورٹ میں کر چکا ہوں۔ یہاں ان کا قیام تقریباً دو ہفتے رہا۔ ۶/۲/۸۲ کو وہ ہالینڈ تشریف لے گئے تھے۔ اور ۱۳/۲/۸۲ کو واپس آ گئے تھے۔ پھر ۱۸/۲/۸۲ کو یہاں سے کینیڈا کے لئے روانہ ہوئے۔

یکم فروری کی شام کو ہم دونوں جناب میاں ظہور احمد صاحب سے ملنے ان کے فلیٹ میں گئے تقریباً ۳، ۴ گھنٹے مختلف امور پر تبادلۂ خیال ہوا۔

۲ فروری کو بعض احباب مکرم حافظ شیر محمد صاحب سے ملنے آئے۔ ۴/۲/۸۲ کو مکرم مسٹر محمد عبداللہ صاحب کی صاحبزادی کو ائرپورٹ پر ہم دونوں لینے گئے ۵/۲/۸۲ کو محترم نعیم خاں مع مسز جمیلہ خاں صاحبہ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ دونوں مہمانوں سے کافی دیر بات چیت جاری رہی ۶/۲/۸۲ کو مکرم ماسٹر محمد عبداللہ صاحب کی صاحبزادی کو مارشیس کے لئے رخصت کیا۔ دوسرے دن حسب معمول کلاس ہوئی۔ میٹنگ بھی ساتھ تھی۔ چند دن ترسیل لٹریچر اور رابطۂ احباب میں گذر گئے۔ ۱۴/۲/۸۲ کو مکرم حافظ شیر محمد صاحب کے ہمراہ مسٹر عزیز علی صاحب محترم فاروق عبداللہ صاحب سے ملنے گیا ملاقات خاصی مؤثر رہی۔

۱۰/۲/۸۲ کو ایک غیر از جماعت دوست حافظ محمد مسعود صاحب سے ملنے کے لئے آئے اور کافی دیر باتیں کرتے رہے۔ شام کو محترم چوہدری سعادت احمد صاحب اور شاہد عزیز صاحب مکرم حافظ شیر محمد صاحب سے ملنے تشریف لائے۔ اور خاصی دیر یہ محفل رہی۔ اگلے دن حافظ صاحب کو خدا حافظ کہا۔

گھانا سے مزید لٹریچر کی مانگ پر دو افراد کو موجود لٹریچر بھیجا گیا۔ نیپال سے لٹریچر کی وصولی کا شکریہ موصول ہوا جس میں بڑی نیک تمناؤں کا اظہار کیا گیا ہے۔ دراصل خط بھیج رہا ہوں) اگر انجمن حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب رح، حضرت خواجہ کمال الدین رح اور جماعت

(بقیہ صفحہ ۱۶ کالم ۳ پر)

ویسئلونک عن الجبال فقل ینسفھا ربی نسفا ۔۔۔۔ ولم نجد لہ عزما ۰

(سورۃ طٰہٰ رکوع ۶)

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرالعزیز (۵ ۳/۸۲) در جامع احمدیہ، دارالسلام۔ ۵ عثمان بلاک ــــ نیو گارڈن ٹاؤن ــــ لاہور

گذشتہ جمعہ خطبہ میں مَیں نے اقرار اور عہد کی پابندی کے متعلق کچھ بیان کیا تھا اور میں نے عرض کیا تھا کہ انسانی کردار کا سب سے قیمتی جوہر وفاداری ہے اور یہ جوہر عہد کی پابندی سے پیدا ہوتا ہے۔ جو بات انسان منہ سے نکالے اُسے پورا کرے اور جو وعدہ کرے اسے ایفا کرے اور جو عہد کئے جاتے ہیں مَیں نے ان کی تفصیل بتائی تھی اور عرض کیا تھا کہ سب سے مقدس اور بڑا عہد وہ ہے جو ایک مسلمان کسی خدا کے مامور کے ہاتھ پر یا اُس کے نمائندوں کے ہاتھ پر کرتا ہے۔ وہ گویا خدا کے ساتھ عہد ہوتا ہے جس کی پاسداری ایک انسان کا مقدس فرض ہوتا ہے۔ مَیں نے اس عہد کی نشاندہی کی تھی اور یاد دلایا تھا کہ ہم جب اس جماعت میں شامل ہوتے ہیں تو ہم میں سے ہر شخص وعدہ کرتا ہے کہ "جہاں تک میری سمجھ اور طاقت ہے میں گناہوں سے بچتا رہوں گا۔ اور قرآن کریم کی حکومت کو قبول کر کے اس کے احکام کو اپنی زندگی کا دستور العمل بناؤں گا۔ اور دین کو دنیا پر مقدم کروں گا۔"

یہ ہے خلاصہ اُس عہد کا جسے اپنے دل میں جتنی بار دہراتے رہا کریں ہمارے لئے اُسی قدر مفید ہوگا۔ اور ان الفاظ کا بار بار ہماری مجالس میں دہرایا جانا بھی ضروری ہے کیونکہ انسان بھول جاتا ہے۔ نسیان اس کی کمزوری ہے۔ اس کو یاد دلانا ضروری ہوتا ہے فذکر ان نفعت الذکریٰ (نصیحت سے ضرور فائدہ ہوتا ہے)

جب ہم نے اقرار کر لیا کہ قرآن کریم کی حکومت کو بکلّی قبول کر کے اُسے اپنا دستور العمل بنائیں گے تو ہمارے لئے یہ جاننا ضروری ہو گیا ہے کہ قرآن کریم کی حکومت کیا چیز ہے؟ جب تک ہم یہ نہیں جانیں گے تو ہم کیسے سمجھیں گے کہ وہ کیا چیز ہے؟ جس پر ہمیں چلنا ہے؟ میرے آج کے خطبہ کی غرض یہی عرض کرنا ہے اس کے بغیر میرا سابقہ خطبہ کا مضمون اُدھورا تھا جس کی تکمیل ضروری ہے۔

ہمارے لئے اس بات کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ قرآن کریم کا علم ہم کہاں تک رکھتے ہیں؟ ہم دوسروں کو قرآنی علوم پہنچانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ اپنے دل میں یہ سوچنا چاہیئے کہ خود ہم اسی علم سے کہاں تک بہرہ ور ہو چکے ہیں یا اس کے حصول کیلئے کہاں تک کوشش کر رہے ہیں؟

یہاں میں نے جو آیات پڑھی ہیں وہ سورۃ طٰہٰ کے چھٹے رکوع کی آیات ہیں۔ اور سورۃ طٰہٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر آپ کی بعثت کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی۔ اور اس میں قرآن کریم کا ذکر ہے۔ شروع ہی اس طرح ہوتا ہے۔

طٰہٰ۔ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ۔

اے انسان! تجھ پر قرآن ہم نے اس لئے نہیں اتارا کہ تو ناکام ہو یعنی قرآن کے ساتھ ہوتے ہوئے تو ہرگز ناکام نہ ہوگا۔ اور آج جو میں نے آیات پڑھی ہیں ان میں "قل رب زدنی علماً۔" کہ میرے رب میرے علم میں زیادتی فرما۔ ویسے یہ سب علوم میں ہی ترقی کی دُعا ہو سکتی ہے لیکن یہاں ان آیات میں ذکر قرآن کریم کا ہی ہو رہا ہے۔ ایسے ایک اُمّی قوم کے اندر ایک شخص جو خود بھی اُمّی ہے لکھنا پڑھنا نہیں جانتا اور وہ ایک تاریک دور ہے اور تمام دنیا اندھیروں کے اندر ڈوبی ہوئی ہے اُس وقت جو سب سے پہلی وحی ہوتی ہے وہ اس لفظ سے شروع ہوتی ہے اقرا۔ پڑھو۔ اقرأ باسم ربک الذی خلق۔ خلق الانسان من علق اقرأ وربک الاکرم۔ الذی علّم بالقلم۔ علم الانسان ما لم یعلم۔ تو پڑھنے کا ذکر ہے اور قلم کا ذکر ہے یعنی پڑھنے اور لکھنے کا ذکر ہے۔ یہ اُس شخص کو کہا جاتا ہے جو نہ پڑھنا جانتا ہے اور نہ لکھنا جانتا ہے۔ اور اس قوم کا فرد ہے جو اپنے اُمّی ہونے پر فخر کرتی ہے اور پھر یہی وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ پڑھاتا ہے۔

سنقرئک فلا تنسیٰ ہم تجھے پڑھائیں گے اور تو بھولے گا نہیں۔ یہ انسان اپنی قوم کا اور پھر سارے جہان کا معلّم بنتا ہے یعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین۔ اُنہیں علم اور حکمت سکھاتا ہے اگرچہ وہ پہلے بالکل کھلی گمراہی میں تھے۔

اس قوم میں ایسے ماحول میں لکھنے پڑھنے کی باتیں اور قلم کا ذکر سب سے پہلی وحی ہے۔ قرآن کریم کا ذکر اور اس کی قوتوں کا ذکر ایسے خیالات کسی کے دل میں اندر سے پیدا نہیں ہو سکتے بلکہ یہ ایک خارجی چیز ہے۔ اس سے بڑھ کر قرآن مجید کے منجانب اللہ ہونے کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟ ؎

اُمّی و در علم و حکمت بے نظیر
زاں چہ باشد حجّتے روشن ترے

حصولِ علم پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بڑا ہی زور دیا ہے۔ آپ نے ہی تاریکیوں میں علم کی شمع کو جلایا پھر اس شمع کو لے کر آپ کے پاک ساتھی دنیا میں پھیل گئے اور دنیا کو علم کی روشنی سے منوّر کر دیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض قرار دیا ہے۔ طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم ومسلمۃ اور فرمایا اطلبوا العلم ولو کان بالصّین۔ چین تک بھی علم کے لئے جانا پڑے تو وہاں تک بھی پہنچو۔ غرضیکہ علم پر بڑا ہی زور دیا گیا ہے۔

حضرت امام بخاری رح نے جو کتاب احادیث کی مرتب کی ہے جو قرآن کریم کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب مانی جاتی ہے انہوں نے اس کتاب کے مضامین کو جو ترتیب دی ہے اس میں سب سے پہلے وحی کا ذکر ہے کہ وحی کیسے شروع ہوئی؟ یہ اس لئے کہ وحی کے بغیر ایمان مستحکم نہیں ہو سکتا۔ ایمان خدا کی طرف سے آتا ہے اور خدا تک پہنچنے کی راہ خود ہی بتاتا ہے۔ جو بذریعہ علم قرآن ملتی ہے اسی طرح ایمان کو مضبوطی صرف علم کے ذریعے نصیب ہو سکتی ہے۔ یہاں جس علم کا ذکر ہے وہ علمِ قرآن ہے۔ وقل رب زدنی علما۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا سکھائی ہے۔ کہ اے میرے رب! مجھے علم میں بڑھا اور آپ کے ذریعہ سب امت کو یہ دُعا سکھائی ہے کہ یہاں جس علم کا ذکر ہے وہ علم قرآن ہے۔ یہ قرآن ہی ہے جس کا ذکر ہے جو مضمون کے سیاق و سباق سے ظاہر ہے۔

حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ دو انسان قابلِ رشک ہیں اور اُن سے رشک کرنا جائز ہے۔ ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے دولت سے وافر حصہ دیا ہو۔ اور پھر اسے قدرت دے دے کہ وہ نیکی کے کاموں میں اور دوسروں کی مدد کرنے میں

اپنے مال کو فراخ دلی سے خرچ کرے اور دُوسرا قابلِ رشک انسان وُہ ہے جس کو خدا تعالیٰ علم دے اور وہ اُسے دُوسروں میں پھیلائے۔ آپ نے تمام عمر میں علم حاصل کرنے پر زور دیا جو آپ کی زندگی کے کئی واقعات سے ظاہر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کسی شخص کے پاس ایک لونڈی ہو اس کو وہ اخلاق سکھائے اور بہترین مؤدب بنائے اور اُسے علم سکھائے اور اُسے بہت اچھی تعلیم دے پھر اُسے آزاد کر دے اور پھر اس کی شادی کر دے۔ فرمایا اُس شخص کے لئے دوہرے دوہرے اجر ہیں۔

ایک دفعہ کسی جنگ میں قیدی آپ کے ہاتھ آئے ان میں سے کچھ پڑھے لکھے بھی تھے۔ آپ نے ان کا فدیہ صرف یہ مقرر فرمایا کہ وہ لوگوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔ جن لوگوں نے قرآنِ کریم کو مضبوطی سے تھاما اور اُس کے ایک ایک حکم کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنا لیا اُن کی کایا ہی پلٹ گئی اور اُن کے ہاتھوں پر دنیا کے عظیم و عجیب انقلاب آئے۔

جو آیات اس وقت میں نے پڑھی ہیں وہ اسی عظیم الشان پیشگوئی سے شروع ہوتی ہیں کہ قرآن اور حق کی راہ میں جو پہاڑ، روکاوٹیں بن کر کھڑے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ ریزہ ریزہ کر دے گا اور اہلِ عرب کی گردنیں بھی قرآن کے آگے جھک جائیں گی۔ یہ انقلاب قلیل مدت میں آنحضرت صلعم کی زندگی میں ہی ہوا۔ یہ آیات ابتدائی مکی زمانہ کی ہیں اور فرمایا کہ

کذالک انزلناہ قرآناً عربیاً .... فکرا۔

(سورۃ طٰہٰ۔ رکوع ۶) اس آیت کا مفہوم ہی یہ ہے کہ ہم نے قرآن عربی میں اُتارا ہے۔ (یہاں عربی کا مفہوم کھول کر بیان کر دیا) اور اس میں ہم نے بار بار ڈرانے والی باتیں بار بار بیان کی ہیں ان کے بُرے انجام ان کی بداعمالیوں کے اور قرآن کو رد کرنے کی سزا کی ان کو تنبیہہ کی گئی ہے۔ اور بار بار مختلف پیرایوں میں کی ہے۔ غرض تو یہ ہے کہ لعلھم یتقون ..... تاکہ بدیوں سے رُک جائیں۔ ان کی زندگیاں پاک ہو جائیں اور ان کو دنیا میں معزز بنا دیں چنانچہ جن لوگوں نے اپنی سنگدلی کی وجہ سے قرآن کو قبول نہ کیا ان میں سے بعض کو خدا تعالیٰ نے تباہ کر دیا۔ اور اکثر کو ہدایت دے دی اور وہ دین کے خادم بن گئے اور ان کی زندگیاں مثالی بن گئیں اور دنیا میں نیکی اُن کے وجود سے پھیلی اور وہ معزز ہو گئے۔ ایسا انقلاب آیا کہ جو قومیں پست حالت میں تھیں، جو لوگ غلام اور غریب تھے اُن کو اللہ تعالیٰ نے سردار بنا دیا۔ ہر قسم کی عزتیں انہیں حاصل ہوئیں۔ انہیں دنیا میں قرآنِ کریم کی روشنی پھیلانے کا ذریعہ بنایا۔ ان آیات میں سب ذکر قرآنِ کریم کی قوت و طاقت کا ہے۔ آج مادہ پرستی کا دور ہے جس سے دل زنگ آلود ہو گئے ہیں۔ قوم نے ایک زمانہ دراز سے درحقیقت قرآن کریم کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔ گراب اس قوم میں اللہ تعالیٰ نے انہیں صحیح فہم قرآن اور نیک عمل کی بھی توفیق دے۔ کچھ کچھ بیداری کے آثار نظر آ رہے ہیں

ـــــــ) یہ ایک امرِ واقعہ ہے جو آپ نے دیکھا اور پہچانا۔ آپ اسکی تفصیلات سے واقف ہیں میں آپ سے کہنا یہ چاہتا ہوں کہ کچھ زمانہ سے ہمارے اندر بھی ایک سُستی پیدا ہو گئی ہے ہم بھی دنیا کی مصروفیات میں زیادہ منہمک ہو گئے ہیں۔ دنیا کو ترجیح دینے لگ گئے ہیں اور ہمارا جو فرض تھا اس کو ہم نے کسی حد تک فراموش کر دیا ہے میں یہ نہیں کہتا کہ سب کا یہ حال ہے لیکن قرآنِ کریم کیطرف توجہ کا جو حق تھا اس کے ادا کرنے سے ہم قاصر ہو رہے ہیں ہم نے یہ کوشش تو کی کہ ہم قرآن کریم کے تراجم کر کے دنیا میں پہنچائیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس میں ہمیں کامیابی بھی ہوئی ہے۔ اور اس سے دنیا میں قرآنِ کریم کا نور بھی پھیلا ہے۔ ایک تاریخی حقیقت ہے جس کو مٹایا نہیں جا سکتا۔ اور یہ ایک واقعہ ہے کہ اس تھوڑی سی کوشش سے اسلام اور قرآن کے متعلق ایک انقلاب دنیا میں آیا ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کام تو ہم نے کیا اور حتی المقدور کر بھی رہے ہیں لیکن ایک اہم سوال یہ ہے کہ کیا ہم لوگ جو قرآن کریم کو چھاپنے اور اسکی اشاعت پر اپنے اموال خرچ کرتے ہیں کیا ہم خود بھی باقاعدگی اور پوری توجہ سے قرآنِ کریم کو پڑھنے اور اپنی اولادوں کو اس کی کماحقہٗ تعلیم دینے اور احکامِ قرآن پر پورے پورے عمل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟

میرے دل میں بار بار خلش پیدا ہوتی ہے کہ کچھ عرصہ سے ہم سست ہو گئے ہیں۔ لیکن آپ کو بھی اپنی خلش میں شریک کرنا چاہتا ہوں۔ ہماری توجہ قرآنِ کریم سے کم ہو رہی ہے اور ہم نے اپنے بچوں کو قرآنِ کریم سے آراستہ کرنے کی کوشش کو اولیت دینے کی بجائے وہ اولیت دنیوی علوم کی تعلیم کو دے رکھی ہے۔ اس طرح قرآن کریم کی طرف توجہ نہ کی اور ہمارے بہت سے بچے علمِ قرآن سے محروم رہ گئے اور ان کو اس علم کے ساتھ دلچسپی پیدا نہ ہو سکی اور نہ انہیں موقع ملا۔ جب بڑے ہو کر اُن میں سے بعض کے دلوں میں احساس پیدا ہوگا تو وہ اپنے والدین کو کبھی معاف نہ کریں گے۔ یہ جماعت قرآنِ کریم کی خادم جماعت ہے میں یہ درخواست کروں گا کہ جب بھی اُن کے دلوں میں احساس پیدا ہو جائے تو وہ اپنے والدین کے لئے دُعا ہی کریں۔ ویسے بھی قرآن مجید نے دعا سکھائی ہے اللّٰھم اغفرلی ولوالدی ...... اے اللہ! میری مغفرت کر اور میرے والدین کی بھی۔ اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے۔ یہ غفلت بڑی قابلِ مواخذہ ہے۔ میں اپنے بھائیوں اور بہنوں سے جو بچوں کی مائیں ہیں خصوصاً یہ درخواست کرتا ہوں کہ جو سستی ہوئی ہے اس کی تلافی کی کوشش کریں اور آج ہی شروع کر دیں۔ کم از کم ارادہ کر لیں کہ قرآن کی تعلیم کو مقدّم کریں گے۔ جتنی توجہ دوسری تعلیم کو دیتے ہیں کم از کم اسی کے برابر تو ضرور قرآن کریم کی تعلیم کو بھی دیں۔

قرآن کریم کا سیکھنا بہت آسان ہے۔ خود قرآن مجید نے فیصلہ کر دیا ہے لقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر۔ یعنی قرآن کو یقیناً ہم نے آسان کر دیا ہے اس کا پڑھنا بھی بہت آسان ہے۔ چند مہینوں میں بچے قرآنِ کریم پڑھنا سیکھ جاتے ہیں۔ اور ترجمہ کا بھی یہی حال ہے۔

قرآن کی عربی آسان ہے۔ الفاظ اور بعض آیات کا دلکش تکرار خود کلامِ الٰہی کا اعجاز اور برکت ہے۔ کلامِ الٰہی کو پڑھنا بلکہ حفظ کرنا سہل بنا دیا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کے مطالب پر کوئی غور اور تدبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو علم و فہم عطا فرماتا ہے اور قرآنِ مجید کے اندر کی جملہ برکات سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو کوشش کرتے ہیں مالا مال کر دیتا ہے۔

اس وقت ہماری جماعت کی یہ ایک خاص ضرورت ہے جس کی طرف پوری توجہ بے حد ضروری ہے۔ بچوں کے لئے بڑے اہتمام کے ساتھ قرآن کریم کی تعلیم کا بندوبست کرنا چاہیئے اور یہ سب سے پہلے والدین کا فرض ہے۔ ہمارا بھی فرض ہے جو لوگ بدقسمتی سے بچپن میں قرآن مجید نہیں پڑھ سکے انہیں تعلیم بالغاں کے طریق پر قرآن مجید سکھانا چاہیئے۔ ہم نے اس سلسلہ میں یہاں مرکز میں اس کا کچھ انتظام عرصہ سے کیا ہوا ہے اس میں مزید اضافہ ضروری ہے جو ان شاء اللہ تعالیٰ ہوگا۔ موجودہ انتظام کی طرف توجہ دلائی گئی تھی مگر ہمارے دوستوں نے اس سے محدود سا استفادہ حاصل کیا۔ یہ کلاس اب بھی جاری ہے۔ اس سے استفادہ کرنے کی طرف ایک بار میں پھر توجہ دلاتا ہوں۔ قرآن کریم کا اب ایک مختصر درس نمازِ فجر

کے مطالعہ بھی ہوتا ہے۔ ہفتہ میں ایک بار سوموار کو نماز مغرب سے پہلے ایک گھنٹے کا نہایت قیمتی درس محترم میاں نصیر احمد فاروقی صاحب دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ اس سلسلہ تعلیم القرآن کو ترقی دے گا۔ اپنے طور پر ہمارے بھائی اور بہنیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے علمی دسترس دی ہے قرآن کریم کا اپنے طور پر بھی مطالعہ کریں۔ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے جو غیر معمولی سہولت بہترین تفاسیر کی صورت میں عطا فرمائی ہے اس نے علم قرآن کو اور بھی آسان بنادیا ہے اس رنگ میں بھی لیسرنا القرآن للذکر کی ایک اور راہ ہمارے محسن بزرگ حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کے ذریعے ہیں کیا ایک جہان کو عطا کر دی ہے مستحقین کو تفسیر بیان القرآن مفت بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور تفسیریں بھی موجود ہیں۔ جو بے نظیر ہیں اور ان کے مطالعہ سے ہر خواندہ شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اگر کسی کو اردو کی نسبت انگریزی زبان میں زیادہ دسترس ہے تو انگریزی میں بھی تفسیر موجود ہے۔

دنیا میں ہمارے بہت سے مخالف بھی آج ان تفاسیر سے استفادہ کر رہے ہیں۔ قرآن کریم کے تراجم انگریزی میں بعض دوسرے لوگوں نے بعد میں کئے ہیں۔ بہر حال مولانا محمد علیؒ کی اولین انگریزی تفسیر نے ان کا کام آسان کر دیا ہے اور اکثر نے اس کا اعتراف بھی کیا ہے۔ کہ انہوں نے اس بے نظیر تفسیر سے استفادہ کیا ہے۔

ہمارے ہاں بیان القرآن اور انگریزی تفسیر قرآن اور ایسا ہی الزام القرآن نیز فضل الباری (ترجمہ اور تفسیر بخاری شریف) ایسے نایاب خزانے موجود ہیں جن کی بدولت قرآن کریم کا علم ہر لحاظ سے سہل سے سہل ترین ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو اپنے پاک آسمانی علوم سے وافر حصہ نصیب کرے اور ہمیں توفیق بخشے کہ ہم قرآن کریم کی حکومت کو قبول کر کے اپنے عمل سے ثابت کر سکیں کہ ہماری زندگیاں واقعی احکام قرآنی کے ماتحت گذر رہی ہیں ورنہ ہم اُس عہد سے جو ہم نے خدا کے ساتھ کیا تھا اس کی ذمہ داری سے کیسے عہدہ برآ ہو سکیں گے۔

ان العہد کان مسئولا

عہد کی بابت ضرور باز پرس ہو گی۔

— ••• —

ارشادِ باری تعالیٰ :-

"اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو"

ترجمہ و ترتیب :- محمّد شریف چوھدری

بلادِ غیر میں احمدیہ لٹریچر کی مانگ

اقصائے عالم سے آمدہ خطوط کی ایک جھلک

(۱) احمد بیلو زاریہ یونیورسٹی نائیجیریا سے محمد العو تحریر کرتے ہیں۔

برادرمن! السلام علیکم!

میں مذکورہ یونیورسٹی میں اسلامیات کا طالب علم ہوں۔ آپکی انجمن کی ٹھوس دینی خدمات کی بدولت افریقہ کے مسلمانوں کو آپ سے دلی ہمدردی ہے گذشتہ صدی میں اگر کوئی تحریک کامیاب ہوئی ہے تو وہ تحریکِ احمدیت ہے، جس کو اب عالمگیر مقبولیت حاصل ہو چکی ہے۔ اس جماعت کے شائع شدہ تبلیغی لٹریچر سے مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم دنما ہو چکا ہے ملتمس ہوں کہ قرآن کریم انگریزی مصنفہ حضرت مولانا محمد علی رح کا ایک نسخہ تحفتاً ارسال کر دیں میں آپ کا بیحد مشکور رہوں گا۔ مجھے امید ہے کہ آپ حسبِ دستور ایک کاپی بھیج کر فراخدلی کا مظاہرہ کریں گے کیونکہ میں بحیثیت طالبعلم اس نادر کتاب کو خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔

(۲) گھانا مغربی افریقہ سے ابراہیم عبدالوہاب لکھتے ہیں:-

میں کیتھولک مڈل سکول گھانا میں زیر تعلیم ہوں۔ یہاں قرآن اور دیگر اسلامی لٹریچر بمشکل دستیاب ہے۔ مذہب اسلام کے مطالعہ کے لئے تکلیف دہ امر اسلامی کتابوں کا حصول ہے۔ میری التماس ہے کہ مجھے ایک کاپی محمد اینڈ کرائسٹ اور اسلام اینڈ مسلم پریئر یک ارسال کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔ یہ کتب ہمارے سکول کی لائبریری میں بھی موجود نہیں علاوہ ازیں دیگر رسالہ جات بھی بھجوا دیں بیحد شکرگزار ہوں گا

(۳) محمد عیسیٰ یونس احمد نائیجیریا سے رقمطراز ہیں۔

کل ہی آپ کا مرسلہ خط اور لٹریچر موصول ہوا شکریہ۔ میں نے جو کتب طلب کی تھیں وہ ہمارے ملک کے ایک اخبار میں شائع شدہ اشتہار کے مطابق تھیں۔ اگر آپ ان کو مفت نہیں دینا چاہتے تو میں خریدنے کو تیار ہوں۔ لہٰذا ان کی قیمت کی تفصیل سے آگاہ کریں۔ خصوصاً انگریزی ترجمہ قرآن اور انگریزی ڈکشنری کی۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ میں عربی کا استاد ہوں اس لئے زیادہ سے زیادہ کتب حاصل کرنے کا خواہشمند ہوں۔ (زیادہ احترام کے ساتھ)

(۴) ذکریا ابن مجار گھانا مغربی افریقہ سے تحریر فرماتے ہیں:-

پیارے بھائی۔ السلام علیکم! گذشتہ سال نومبر میں آپ نے جو مجھے قیمتی کتب کا تحفہ بھیجا تھا اس میں سے ایک کتاب "اسلام اور اسلامی نماز" بھی تھی۔ اس بے نظیر کتاب کے چند صفحات کے مطالعہ کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس سے انسانی قلوب کو طمانیت عطا ہوتی ہے۔ اس کتاب میں دو باتوں سے میں خاص طور پر متاثر ہوا (ا) اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ انسان فطرتاً بے گناہ ہے (ب) اسلامی نماز خودغرضی کی تعلیم نہیں دیتی۔ نماز تو میں پہلے بھی پڑھتا تھا لیکن فلسفۂ نماز سے ناواقف تھا۔ اب اسلامی عبادات اور دیگر عبادات میں فرق کا بھی مجھے علم ہو گیا ہے۔ مسلمان کوا اپنی عبادات میں خدا کی حمد و ثناء کے علاوہ کوئی نغمہ سرائی نہیں کرتے۔

دیگر تین کتابچوں میں مختصر اور سادہ الفاظ میں اسلامی اصولوں اور عقائد پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ ان کے مصنفین کو دل کھول کر خراجِ تحسین پیش کر دوں۔ آپ کی عنایت کا مکرر شکریہ، آپ کا مخلص

(۵) گھانا سے احمد غریب محمد تحریر کرتے ہیں۔

میرے محترم بھائی۔ السّلام علیکم!

مجھے دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے صرف گیارہ ماہ ہوئے ہیں حال ہی میں آپ کی انجمن کے متعلق سنا۔ کیا ہی خوش نصیب ہوں گا اگر آپ مجھے تفسیر قرآن انگریزی اور دیگر اسلامی لٹریچر سے نوازیں۔ اُمیدِ واثق ہے کہ آپ میری التماس کو رد نہیں کریں گے اور اپنے نومسلم بھائی کو مایوسی کا شکار نہیں ہونے دیں گے۔ بہترین جذبات کے ساتھ۔

(۶) انڈونیشیا سے صام بن حسن اپنے دوسرے مکتوب میں یوں رقمطراز ہیں۔ پیارے بھائی۔ السلام علیکم!

میں آپ کے عنایت نامہ مؤرخہ ۲۲ دسمبر ۸۱ء کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کتب کا بھی جو آپ نے بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔ بعد از وصولی کتب ضرور اطلاع دوں گا۔ اور ان کتب کو نہایت دلچسپی و غور کیسا تھ مطالعہ کروں گا انگریزی ترجمہ قرآن کے نئے ایڈیشن کے بارے میں آپ نے لکھا ہے کہ زیر طبع ہے۔ نوٹ کر لیا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں ابھی قابل نہیں ہوں کہ عربی پڑھ سکوں۔ اس مشکل کام کی وجہ سے انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن کی طلب بہت زیادہ ہے۔ امید کرتا ہوں کہ طباعت کے بعد آپ ضرور ایک نسخہ بھجوا کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔ میں پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ایمان اور نفاق میں امتیازی نشان

تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۸۱ء —— محترم میاں نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور

قالت الاعراب اٰمنّا ط قل لم تؤمنوا ولٰکن قولوا اسلمنا ولمّا یدخل الایمان فی قلوبکم ط وان تطیعوا اللّٰہ ورسولہ لا یلتکم مّن اعمالکم شیئًا ط ان اللّٰہ غفور رّحیم ○ انما المؤمنون الّذین اٰمنوا باللّٰہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللّٰہ ط اولٰٓئک ھم الصّٰدقون ○

(سورۃ الحجرات ۴۹۔ آیات ۱۴، ۱۵)

ترجمہ:۔ بدو لوگ کہتے ہیں ہم ایمان لائے۔ کہہ تم ایمان نہیں لائے لیکن کہو ہم اسلام لائے جبکہ ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو تو اللہ تمہارے عملوں میں سے کچھ کم کر کے نہیں دیگا۔ بے شک اللہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ مومن صرف وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاتے ہیں پھر کچھ شک نہیں کرتے اور جہاد کرتے ہیں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں۔ یہی وہ ہیں جنہوں نے اپنے ایمان کو سچا کر دکھایا۔

ایمان اور نفاق یا مومن اور منافق اتنے عام فہم الفاظ ہیں کہ ان کے معنے کون نہیں جانتا؟ اور ہم سب اپنے آپ کو صاحب ایمان سمجھتے ہیں اور ہم میں سے اکثر دوسروں کے ایمانوں میں نقص دیکھتے ہیں۔ اور چونکہ صحیح ایمان سے ہی صحیح اعمال پیدا ہوتے ہیں اس لئے ہم سب اپنے آپ کو تو صاحب ایمان و اعمالِ صالحہ سمجھتے ہیں، اور ہم میں سے اکثر دوسروں کے ایمان اور اعمال میں نقص دیکھنے اور نکالتے ہیں۔

نفاق کی دو قسمیں

ناقص ایمان اور ناقص اعمال اگر اتنے ہی عام مرض ہیں تو یہ بڑے فکر کی بات ہے۔ کیونکہ نفاق کی یہی دو قسمیں ہیں۔ ناقص ایمان یا ناقص عمل۔ تو چونکہ ہم سب ایک دوسرے کے ایمان اور عمل میں نقص دیکھتے ہیں اس لئے بجائے دوسروں میں دیکھنے کے ہم میں سے ہر ایک کو اپنی، اپنی فکر کرنی چاہئے کیونکہ اگر میں آپ کے ایمان یا عمل میں یا دونوں میں خدانخواستہ نقص دیکھتا ہوں تو آپ میرے ایمان اور عمل میں نقص دیکھیں گے۔ اسی لئے قرآن حکیم فرماتا ہے یا ایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم ج لا یضرکم من ضلّ اذا اھتدیتم (المائدہ ۵۔ ۱۰۵) یعنے "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے، اپنے نفسوں کی فکر کرو۔ اگر کوئی اور گمراہ ہے تو وہ تمہیں ضرر نہیں پہنچا سکتا درآنحالیکہ تم خود ہدایت پر ہو۔"

اپنی اصلاح کا طریق

اپنی، اپنی اصلاح کا صرف ایک طریق ہے کہ ہم میں سے ہر ایک قرآن پاک کو روز با ترجمہ پڑھے اس نیت سے کہ اس میں ایمان اور اعمالِ صالحہ کے بارے میں جو احکام ہیں ان میں ہر ایک پر ہمارا عمل ہو تاکہ ہمارے ایمان اور ہمارے اعمال میں کوئی نقص نہ رہ جائے پہلے اس سے کہ ہمیں حساب کتاب دینے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور بلا لیا جائے، اور وہ کسی آن بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس تعمیل میں جو دیر ہو گی وہ ہمارا اپنا ایسا نقصان ہے کہ اس کی کوئی تلافی نہیں ہو سکتی، کیونکہ ہمارے وقتِ مقررہ میں گھڑی کی ہر ٹِک ٹِک ایسی کمی کر رہی ہے کہ ؎

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

دوسرے شغلوں میں اس کے لئے وقت نہ ہونا کوئی قابلِ قبول عذر نہیں کیونکہ یہ سب میں اہم کام ہے ہماری دنیوی اور اخروی فلاح کے لئے۔ جب ہم سب دنیا کے کاموں کے لئے حتّٰی کہ لغویات کے لئے بھی وقت نکال لیتے ہیں تو اس سب میں اہم ضرورت کے لئے کیوں وقت نکال نہیں سکتے؟

مگر چونکہ میرا مضمون ہے "ایمان اور نفاق میں امتیازی نشان"، تو بجائے صرف قرآن کریم کو پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی نصیحت کے، میرا فرض ہے کہ میں اپنے لیکچر کے محدود وقت میں قرآنِ کریم اور احادیثِ نبویؐ سے کچھ روشنی اس موضوع پر ڈالوں۔

آیات کی تشریح

جو آیاتِ مبارکہ میں نے اس تقریر کے شروع میں پڑھی تھیں اور ان کا ترجمہ بھی کیا تھا ان پر آپ دوبارہ نگاہ فرمائیں۔ رسول اللہ صلعم کے زمانے میں بدو لوگ جو کبھی کبھار مدینہ منورہ میں اپنی خرید و فروخت یا اور کسی کام کاج کے لئے آتے تھے، اور اسلام کی خوبیاں دیکھ کر اسلام لے آتے تھے تو وہ بھی اپنے آپ کو مومنوں میں گننے لگے تھے جن کے لئے قرآن کریم میں کیا کچھ تعریفیں اور دنیا و آخرت کی بھلائیوں کا ذکر ہے۔ قرآن انہیں فرماتا ہے کہ تم تو ابھی پہلے سٹیج پر ہو یعنے اسلام لانے کے، مسلمان، مومن نہیں بنتا جب تک کہ ایمان جو وہ لایا ہے اس کی زبان سے اتر کر اس کے قلب میں نہ جا داخل ہو (ولمّا یدخل الایمان فی قلوبکم)۔ اس بارہ میں ہمیں اپنی، اپنی فکر کرنی چاہیئے کیونکہ بدو تو پھر بھی اسلام کی سچائی پہچان کر اسلام لائے تھے۔ ہم سے وہ بہتر تھے کہ ہم تو اسلام میں پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے ہم اگر مسلمان ہیں تو اس میں ہماری کوئی خوبی نہیں۔ جو اس حق کو پہچان کر اور اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ کر اسلام میں آئے وہ ہم سے بہتر تھے۔ ہمارا حال تو زیادہ مخدوش ہے۔

اسلام کی خوبیاں تو انسان کی عقل پہچانتی ہے اور اس کا مرکز انسان کا دماغ ہے مگر قلب یا دل وہ حضرت ہیں جو ہمیں حرکت میں لاتے ہیں۔ آپ نے سائنسدانوں سے سنا ہو گا کہ تمام حرکت گرمی سے پیدا ہوتی ہے۔ انسان کو حرکت میں اس کے جذبات و خواہشات لاتے ہیں اور ان کی نیچر گرمی ہے۔ اور انسان کے جذبات اور خواہشات کا مرکز اس کا قلب یا دل ہے۔ بدوؤں کا صرف یہ حال نہ تھا، ہم میں سے اکثر کی عقل تو اسلامی تعلیمات کی خوبیوں کو پہچانتی ہے مگر حضرتِ دل جو انسان کو چلانے والے ہیں وہ منہ زور حیوانی جذبات اور خواہشات کی رو میں (جو اس حیوانی جسم سے جو انسان کو ملا ہے) اٹھتے ہیں اور انسان کے اعمال کے محرک ہوتے ہیں بے قابو ہو کر وہ بدعملیاں یا ناقص اعمال سرزد کراتے ہیں جو ہمیں گمراہ کر دیتے ہیں۔ یہی عملی نفاق ہے۔ نفق کے معنی ہیں ایک دروازہ سے کہیں داخل ہو کر دوسرے دروازہ سے نکل جانا۔ ایسا انسان اسلام لا کر صحیح

دروازہ سے تو داخل ہوا مگر پھر گمراہ ہو کر کسی اور دروازہ سے نکل گیا۔

اسی لئے رسول اللہ صلعم نے منافق کی علامات میں سے فرمایا ہے کہ اذا اوتمن خان واذا حدّث کذب واذا عاھد غدر واذا خاصم فجر یعنے جب اُسے کوئی چیز امانت دی جائے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے اور جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب عہد کرتا ہے تو اسے توڑتا ہے اور جب جھگڑا کرتا ہے تو حق کی بجائے ناحق کی طرفداری کرتا ہے۔ یہ سب عملی نفاق کی مثالیں ہیں۔

جذبات وخواہشاتِ حیوانی

انسان کا جسم حیوانی ہے۔ اسی لئے ڈاکٹر اور ریسرچ کرنے والے نئی دوائیوں کو پہلے حیوانوں پر آزماتے ہیں پھر انسانوں پر استعمال کرتے ہیں۔ تو اس حیوانی جسم سے جو جذبات اور خواہشات پیدا ہوں گی وہ بھی حیوانی ہوں گی۔ جس طرح حیوانوں کو وہ مونہہ زور اور تند خو بنا دیتی ہیں انسانوں کو بھی بے قابو کر کے انہیں گمراہ کر دیتی ہیں۔ تو ان کا کیا علاج ہو؟ دُوسرے مذاہب نے تو کہا ہے کہ ان سے نجات پانے کے لئے اُس ماحول سے جن میں یہ پیدا ہوتی ہیں یعنے دنیا کو چھوڑ کر پہاڑ پر سادھو بن کر اپنی عمر کو کسی نہ کسی طرح ختم کر دیا غار یا خانقاہ میں راہب یا نن بن کر رہو یا بدھ ہو تو بھکشو بن کر عمر گذار د۔ مگر ایسے لوگ اُن اخلاقِ فاضلہ کو اپنے اندر نہیں پیدا کر سکتے اور نہ روحانی ترقیات کر پا سکتے ہیں جو ان جذبات اور خواہشات کے صحیح استعمال سے پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً، روٹی یا دیگر انسانی ضروریات کے لئے پیسہ کمانے کی خواہش کو قابو میں رکھ کر اور اس کا صحیح استعمال کر کے ہی دیانتداری، محنت وسعی، امانت بلکہ راست گوئی جیسی عظیم اخلاقی خوبیاں انسان میں پیدا ہوتی اور ترقی پاتی ہیں۔ اور دنیاوی ترقیاتِ انسانی بھی ہوتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا کوئی فعل بے فائدہ نہیں ہوتا۔ اگر اس نے انسان کے اندر جذبات اور خواہشات رکھی ہیں اور دنیا بنائی ہے تو اس میں اس کی بتائی ہوئی راہ پر چلنے میں ہی انسان کی دُنیوی اور اُخروی فلاح ہے۔

اس دین اور دنیا کے درمیان صحیح توازن کو حضرت مجدد صد چہاردہم نے اپنے مشہور لیکچر "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں نہایت عمدگی سے بیان فرمایا ہے۔ میں ہر طالبِ حق کو مشورہ دوں گا کہ وہ ہماری دار الکتب الاسلامیہ سے اس کتابچہ کو حاصل کر کے ضرور پڑھے۔

ایمان و دِل

قرآن حکیم کی پہلی آیت جو میں نے اس لیکچر کے شروع میں پڑھی ہے وہ فرماتی ہے کہ مسلمان مومن نہیں بنتا جب تک کہ اس کے ایمان کا زبانی اقرار اس کے دل میں جا کر داخل نہیں ہو جاتا۔ تو وہ کیسے ہو؟ جیسا کہ میں اُوپر بتا آیا ہوں دل انسان کے جذبات وخواہشات کا مرکز ہے تو زبانی اقرارِ ایمان اسی طرح دل میں جاگزین ہوتا ہے کہ انسان اپنے جذبات وخواہشات پر اپنے ایمان کو ہر آن مسلّط رکھے۔ اس طرح ایمان زبان سے اُتر کر دل میں جا کر تخت نشین ہو جاتا ہے۔ یہی تقوٰی ہے جس کی طرف قرآن پاک ہماری ہدایت فرماتا ہے۔ (ھدًی لِلمتّقین)

عقلِ انسانی

مغرب زدہ لوگوں کا کہنا ہے کہ انسان کے جذبات وخواہشات کو انسان کی عقل قابو میں رکھنا بتا سکتی ہے۔ اور یہ کہ دنیاوی تعلیم و تربیّت بھی جذبات وخواہشات کو قابو میں لانا سکھا سکتی ہے۔ اگر ایسا ممکن ہوتا تو آج اہلِ مغرب سے زیادہ کوئی تعلیم یافتہ اور تربیّت یافتہ اور عقلمند قومیں نہیں مگر باوجود ان باتوں کے ان کی عقل پر کیوں پردے پڑ گئے ہیں کہ انہوں نے جذبات وخواہشات کو بالکل بے لگام چھوڑ دیا ہے؟ نہ صرف یہ کہ اُن کی نئی سائینسز سائیکالوجی اور سیکاٹری، یعنے علومِ نفسِ انسانی یہ مشورہ دیتے ہیں کہ جذبات وخواہشات کو دبانا بُرا ہے بلکہ عملاً مغربی اقوام نے ان کو بے لگام چھوڑ دیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اخلاقی تنزل اپنی انتہا کو پہنچ رہا ہے۔ اور انسان حیوان سے بدتر ہو رہا ہے کیونکہ حیوان کبھی فطرت کے خلاف نہیں جاتا مگر مغرب میں تو اب خلافِ فطرت افعال کو قانوناً جائز بنا دیا گیا ہے لہٰذا انہیں کھلم کھلا کیا جا رہا ہے۔ تو معلوم ہوا نہ کہ عقل یا تعلیم وتربیت کافی نہیں کہ جذبات وخواہشات کو قابو میں لا سکیں۔

دولت وخوشحالی

مغرب زدہ لوگ یہاں تک کہ سائنس دان تک یہ کہتے ہیں کہ غربت اور فاقہ انسان کو جرائم مثلاً چوری پر مجبور کر دیتے ہیں۔ اس لئے ٹیکنالوجی کی ترقی کر کے دولت اور خوشحالی حاصل کرنے میں انسان کی فلاح ہے۔ اگر یہ صحیح ہوتا تو آج اہلِ مغرب خصوصاً امریکہ سے زیادہ صنعت وحرفت اور ٹیکنالوجی میں ترقی یافتہ قوم تاریخِ انسانی میں کبھی ہوئی ہی نہیں اور وہ واقعی دولت مند اور خوشحال ہیں۔ مگر پھر بھی جرائم خصوصاً چوری نقب زنی اور ڈاکے کیوں اتنے بڑھ گئے ہیں کہ نیویارک اور خود واشنگٹن میں شام کے بعد باہر پیدل نکلنا ناممکن ہو رہا ہے۔

قرآن وسنّت

ظاہر ہوا کہ نہ تو تعلیم وتربیّت اور نہ عقلِ انسانی اور نہ دولت وخوشحالی انسان کے جذبات وخواہشات کو قابو میں رکھ سکتی ہیں۔ تو کیا انسان کے خالق نے اس بارہ میں کوئی ہدایت دی ہے؟ یہیں اسی آیت میں موجود ہے۔ فرمایا:

وان تطیعوا اللہ ورسولہٗ لا یلتکم من اعمالکم شیئًا ط ان اللہ غفورٌ رحیم ۝

"اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو تو اللہ تمہارے عملوں میں سے کچھ کم کر کے نہیں دے گا۔ بے شک وہ بخشنے والا (یا پناہ دینے والا) رحم کرنے والا ہے۔"

ان الفاظِ مبارکہ میں فرمایا کہ:-

(۱) اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت سے ہی انسان اپنے حیوانی جذبات وخواہشات کو (جن کا محرک شیطان ہے) قابو میں لا کر اُن کا صحیح استعمال کر سکتا ہے اسی کا نام تقوٰی ہے

(۲) تقوٰے میں اگر انسان کو کچھ قربانی کرنی پڑے یا فوری فائدہ نہ نظر آئے تو اس سے مت گھبراؤ۔ اللہ تعالےٰ تمہارے اعمال سے کچھ کم کر کے نہیں دے گا۔ یعنے انجام کار تم کسی گھاٹے میں نہیں رہو گے۔

(۳) بلکہ تم اللہ تعالےٰ کی مغفرت اور پناہ میں آ جاؤ گے اور وہ روحانی واخلاقی رحمتوں سے تمہیں نوازے گا۔

متقی انسان کی ہی دنیا میں اصلی عزّت بھی ہوتی ہے تبھی انبیاء اور نیک لوگوں کو وہ عزت نصیب ہوئی جو دنیادار حاکموں اور دولتمندوں کو نصیب نہ ہوئی۔ اور خود جناب باری تعالیٰ کی نگاہ میں بھی جو جتنا متقی ہوتا اتنا ہی وہ معزز ہوتا ہے۔

آپ قرآن کریم کی حکمت پر حیران ہوں گے! ان آیات سے متّاقبل کی آیت میں آیا ہے کہ:-

ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم (الحجرات ۴۹:۱۳)

جو لوگ قرآنِ حکیم کی آیاتِ مبارکہ میں تسلسلِ مضمون نہیں دیکھ سکتے اُن کے اپنے فہم کی کمی ہوتی ہے۔ ورنہ انسان اِس پر فدا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

تقوٰی اور احسان

تقوٰے (بدیوں سے بچنے) کے بعد ہی انسان نیکی کے اس اعلےٰ مقام پر پہنچتا ہے جس کا نام احسان ہے۔ اس بارہ میں حضرت مجدد صد چہاردہم کا ارشاد بھی سُن لیجئے۔

اور ایسی حالت اس کو میسر آجاوے کہ گناہ کرنا گویا آگ میں پڑنا ہے یا کسی کالے سانپ کے مُنہ میں انگلی دینا ہے یا کوئی خطرناک زہر کا پیالہ پینے کے برابر ہے۔ پھر یاد رکھو کہ صرف ترکِ شر ہی نیکی نہیں۔ نیکی اس میں ہے کہ ترکِ شر کے ساتھ کسبِ خیر بھی ہو۔ ترکِ گناہ میں جب انسان اس درجہ تک ترقی کر جاوے (یعنی گناہ کرنا گویا آگ میں پڑنا معلوم دے۔۔۔۔۔ الخ۔ ناقل) تو پھر چاہیئے کہ خدا تعالےٰ کی منشاء کے مطابق سنتِ رسولؐ پر بڑی سرگرمی سے نیک اعمال کو بجا لاوے اور کوئی روک اس کی طبیعت میں پیدا نہ ہو اور انشراحِ صدر سے نیکی کرنے پر قادر ہو جاوے۔"

(ملفوظاتِ احمدیہ جلد دہم ص۲۷۶)

انہی دو سیڑھیوں کو قرآن حکیم نے بھی یوں فرمایا ہے کہ:۔

ان اللّٰہ مع الذین اتقوا والذین هم محسنون۔

انہی دو مقامات پر جب انسان پہنچ جائے تو وہ مسلمان سے بڑھ کر مومن بن جاتا ہے۔

نفاق کیا ہے؟

منافق سے اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ وہ لوگ تھے جو رسول اللہ صلعم کی مدینہ میں تشریف آوری اور آپ کے متفقہ طور پر حاکم مدینہ قبول کیا جانے کے بعد مصلحت آمیزی یعنی دنیوی مفاد کی خاطر دکھاوے کے لئے مسلمان ہو گئے تھے۔ انہی لوگوں کا ذکر ابتدائے قرآن میں ان الفاظ میں آیا ہے:۔

ومن النّاس من یّقول اٰمنّا باللّٰہ وبالیوم الاٰخر وما هم بمؤمنین ٥ یخٰدعون اللّٰہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الآ انفسهم وما یشعرون ٥ فی قلوبهم مرضٌ فزادهم اللّٰہ مرضًا ج ولهم عذابٌ الیم بما کانوا یکذبون ٥

"اور لوگوں میں بعض ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے۔ وہ دھوکا دینا چاہتے ہیں اللہ کو اور اُن کو جو ایمان لائے۔ مگر سوائے اپنے آپ کے کسی کو دھوکا نہیں دیتے اور وہ (اس بات کو) سمجھتے نہیں۔ اُن کے دلوں میں بیماری ہے سو اللہ نے ان کی بیماری کو بڑھا دیا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے اس لئے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔"

یہ لوگ چونکہ دل سے مسلمانوں کے ساتھ نہ تھے اس لئے وہ دشمنوں سے یعنی کفارِ مکہ سے یا یہودیوں سے ساز باز رکھتے تھے اور جاسوسی کے لئے مسلمانوں کے ساتھ نکلتے تھے۔ اس بارہ میں قرآن حکیم فرماتا ہے کہ:۔

لو خرجوا فیکم مّا زادوکم الّا خبالًا وّلا اوضعوا خلٰلکم یبغونکم الفتنة ج وفیکم سمّٰعون لهم ط واللّٰہ علیمٌ بالظّٰلمین ٥ (توبہ ۹۔۴۷)

یعنے منافق "اگر تم میں (مل کر) نکلتے تو تم میں سوائے فساد کے کچھ نہ بڑھاتے۔ اور تمہارے اندر فتنہ ڈالنے کے لئے چغلیاں کھاتے پھرتے۔ اور تم میں (مخالفین) کے جاسوس بھی ہیں۔ اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔"

اور یہ لوگ خفیہ مشورے بھی کیا کرتے تھے جن کی بابت قرآن پاک فرماتا ہے:۔

لا خیر فی کثیرٍ من نجوٰهم (النسآء۴۔۱۱۴)

"ان کے اکثر خفیہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی۔"

دوسری جگہ فرمایا:۔

الم یعلموا انّ اللّٰہ یعلم سرّهم ونجوٰهم وانّ اللّٰہ علّام الغیوب ٥ (التوبہ۹۔۷۸)

"کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ ان کے بھیدوں کو اور اُن کے خفیہ مشوروں کو جانتا ہے اور اللہ غیب کی باتوں کو جاننے والا ہے۔"

یعنے اللہ تعالےٰ ان کے دلوں کے رازوں سے بھی واقف ہے۔

ایسے لوگوں کو اس زمانہ میں کہا جاتا ہے اور یہ اندر رہ کر لوگوں میں وساوس، بد دلی اور بغاوت پیدا کرتے ہیں۔ اور دشمنوں سے بھی ساز باز رکھتے ہیں بلکہ ان کے لئے جاسوسی بھی کرتے ہیں۔ مذہبی رنگ میں ان لوگوں کو ارادی یا ایمانی منافق کہتے ہیں۔

عملی نفاق

میں پہلے بھی بتا آیا ہوں کہ ناقص ایمان (ایمانی نفاق) کے علاوہ ناقص اعمال سے عملی نفاق پیدا ہوتا ہے۔ نفاق کی یہ دو قسمیں ہمیشہ سے ملی جارہی ہیں۔ میں قرآن حکیم سے اس کا ثبوت بعد میں دوں گا۔ حدیثِ نبویؐ میں عملی منافق کی علامات میں سے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ وہ اذا اؤتمن خان واذا حدّث کذب واذا عاهد غدر واذا خاصم فجر یعنے جب اُسے کوئی چیز امانت دی جائے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے اور جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب عہد کرتا ہے تو اُسے توڑتا ہے اور جب جھگڑا کرتا

ایسے لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرتِ اقدس (مرزا غلام احمد صاحب) نے فرمایا:۔

"یاد رکھو منافق وہی نہیں جو ایفائے عہد نہیں کرتا یا زبان سے اخلاص ظاہر کرتا ہے مگر دل میں اس کے کفر (انکار) ہے۔ بلکہ وہ بھی منافق ہے جس کی فطرت میں دو رنگی ہے اگرچہ وہ اس کے اختیار میں نہ ہو۔۔۔۔ (اس حالت سے ڈرتے رہنے کی تاکید کرتے ہوئے حضرتِ اقدس نے فرمایا:)

"جب تک انسان ہر حال میں خدا کو یاد نہ کرے تب تک نفاق سے خالی نہیں۔ اور یہ حالت تم کو بذریعہ دُعا حاصل ہو گی۔ ہمیشہ دعا کرو کہ خدا تعالےٰ اس سے بچاوے۔"

(ملفوظاتِ احمدیہ جلد ششم ص۱۴۷)

حضرتِ اقدس نے ایک اور موقع پر فرمایا:۔

"جس شخص نے خدا تعالےٰ کے ساتھ کچھ حصہ شیطان کا ڈالا وہی منافق ہے۔"

(ملفوظاتِ احمدیہ جلد نہم صفحہ نمبر ۴۱۵)

حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحبؒ نے اپنے انگریزی ترجمۃ القرآن اور تفسیر کے نوٹ ۲۲ میں لکھا ہے کہ منافقین مدینہ کے علاوہ جو کہ ایمان کے بھیس میں اسلام کے دشمن تھے، ہر مذہب میں کثیر تعداد ان لوگوں کی ہوتی ہے جن کے دلوں میں روحانی مرضِ نفاق ہوتا ہے۔ وہ حق کو صرف زبان سے قبول کرتے ہیں اور ایمان ان کے دلوں کی گہرائیوں میں نہیں اُترتا۔ وہ اپنے دعووں میں تو بلند آواز ہوتے ہیں مگر جب ایمان کو عمل میں لانے کا سوال ہوتا ہے یا مذہب کے لئے کسی قربانی کرنے کا تو وہ پیچھے رہ جاتے ہیں۔

ایمان اور نفاق میں امتیازی نشان

قرآنِ عظیم وہ کامل کتاب ہے کہ اس نے تمام باطنی و روحانی امراض یا کمزوریوں کا علاج فرمایا ہے۔ اور رسول اللہ صلعم چونکہ ہادیٔ کامل تھے اس لئے آپ کی زندگی میں ہی دونوں قسم کے نفاق پر سے پردہ اٹھا دیا گیا۔ بظاہر یہ بڑا مشکل کام تھا کیونکہ دونوں قسم کے منافق بظاہر نمازوں میں آتے تھے، زکوٰۃ بھی دیتے تھے (اگرچہ بادل نخواستہ اور کم کر کے، اور یہ مشکل نہ تھا کیونکہ پوری زکوٰۃ نہ دینا آج بھی ہوتا ہے) روزے بھی بظاہر رکھتے تھے (اور آج بھی لوگ ہیں جو یا تو جھوٹے عذر پیش کر کے روزے نہیں رکھتے یا باہر تو روزہ جتلاتے

ہیں اور گھر میں کھاتے پیتے ہیں) رہا حج تو وہ اس زمانہ میں کافر بھی کرتے تھے مگر حکمتِ الٰہی نے کس طرح دونوں قسم کے نفاق پر سے پردہ اٹھایا ؛ یہ ضروری تھا تاکہ قرآن کا فرمان کہ ارادی یا ایمانی منافقوں سے اللہ تعالیٰ واقف ہے ثابت ہو جائے اور جن کے عمل میں نفاق تھا ان کو بھی اپنی باطنی کمزوری کا پتہ لگ جائے تاکہ وہ اپنی اسی دنیا میں اصلاح کر سکیں۔ دونوں پر سے پردہ اُٹھا۔ جہاد فی سبیل اللہ کے امتحان میں ڈالنے سے جیسا کہ قرآن حکیم میں متعدد جگہ آیا ہے جہاد فی سبیل اللہ دو طریق پر ہے۔ (۱) اپنے مالوں سے۔ اور (۲) اپنی جانوں سے۔

جہاد بالنفس

جو بھی مومن اللہ کی راہ میں جسمانی طور پر لگا ہوتا ہے وہ جہاد بالنفس کر رہا ہوتا ہے جو کہ اس کے دلوں میں اپنی سعی اور اپنے وقت کو خدمتِ اسلام میں لگانا ہے اور جنگ کے وقت میں میدانِ جنگ میں نبرد آزما ہونا اور اپنی جان تک دے دینا ہوتا ہے۔

جنگِ بدر میں جب کافروں کو شکستِ فاش ہوئی تو مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔ مسلمانوں کا پلہ بھاری ہوتا دیکھنے پر کئی مدینہ کے لوگ ابن الوقتی اور مصلحت آمیزی کی بنا پر اسلام میں شامل ہو گئے۔ یہ دراصل دنیاداری تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے ایمان میں نفاق تھا۔ ان کا سردار عبداللہ بن ابی تھا۔

جب جنگِ اُحد کا موقعہ آیا تو عبداللہ بن اُبی بمعہ اپنے تین سو ساتھیوں کے مسلمانوں کی فوج کے ساتھ نکلا۔ مگر جب پتہ لگا کہ اب کے کفار تین ہزار کا لشکر لے کر آئے ہیں، اور ویسے بھی مسلمانوں میں بددلی پیدا کرنے کی خاطر، وہ اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ واپس چلا گیا یہ بہانہ کر کے کہ میری رائے کیوں نہ مانی گئی کہ مدینہ کے اندر رہ کر جنگ کی جائے۔ ہوا یوں تھا کہ جب کفار کا لشکر مدینہ کی طرف بڑھا تو رسول اللہ صلعم نے مسجد نبویؐ میں مشورہ کیا کہ مدینہ میں رہ کر دفاع کیا جائے یا باہر نکل کر۔ خود رسول اللہ صلعم اور اکابر صحابہ رضؓ کی رائے تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر دفاع کیا جائے مگر حضورؐ سے پوچھا گیا کہ کیا حضورؐ اللہ تعالیٰ کے حکم یا اشارہ سے اس رائے کا اظہار کر رہے ہیں یا اپنی رائے دے رہے ہیں تو حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا اس بارہ میں کوئی حکم نہیں اُترا اور میں صرف اپنی رائے دے رہا ہوں۔ تو بعض نوجوان مسلمانوں نے بڑی پُر جوش تقریریں کیں کہ اگر ہم مدینہ سے باہر نہ نکلے تو کفار سمجھیں گے کہ ہم ڈر گئے۔ حضورؐ نے جب وہ سن لئے تو کثرت مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرنے کے حق میں تھی۔ چنانچہ یہی فیصلہ ہوا جس کو حضورؐ نے اور اکابر صحابہ رضؓ نے قبول کیا حالانکہ جان پر کھیلنے کا موقع تھا مگر حضورؐ نے اور اکابر صحابہ رضؓ نے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ امرھم شوریٰ بینھم کے معنی کثرت رائے کے فیصلہ کو قبول کرنے کے ہیں۔

بہرحال عبداللہ ابن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر واپس چلا گیا۔ اور کفار کے تین ہزار کے لشکرِ جرار کے مقابلہ پر صرف سات سو مسلمان رہ گئے پھر بھی اللہ تعالیٰ نے شوریٰ کے فیصلہ میں ایسی برکت ڈالی کہ مسلمانوں کے حملہ سے کافروں کے پیر اکھڑ گئے اور وہ بھاگ نکلے اس امر کو خود اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں بیان فرمایا ہے کہ:

ولقد صدقکم اللہ وعدہٗ اذ تحسونھم

باذنہٖ حتّٰی اذا فشلتم وتنازعتم فی الامر

وعصیتم من بعد ما ارٰکم ما تحبون منکم

من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاٰخرۃ

(آل عمران ۳۔ ۱۵۲)

"اور اللہ نے یقیناً اپنا وعدہ تم سے سچ کر دکھایا جب تم اس کے اذن سے انہیں کاٹ رہے تھے۔ یہاں تک کہ تم نے بزدلی دکھائی اور جو تم کو حکم دیا گیا تھا اس کے بارہ میں جھگڑا کیا اور نافرمانی کی۔ اس کے بعد کہ جو تم پسند کرتے تھے وہ اللہ نے تم کو دکھا دیا۔ تم میں سے کچھ تھے جو دنیا چاہتے تھے اور تم میں سے کچھ تھے جو آخرت چاہتے تھے۔"

یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جنگ شروع ہونے سے قبل رسول اللہ صلعم (جو بہترین جرنیل بھی تھے) نے اپنے لشکر کے عقب میں جو ایک پہاڑی درّہ تھا اس میں سے امکانی حملہ کے دفاع کے لئے ایک ٹیلہ پر پچاس تیر اندازوں کو متعین فرمایا اور واضح ہدایت کی کہ ہمیں فتح ہو یا ہزیمت تم نے اس جگہ سے نہیں ہلنا۔ چنانچہ جب جنگ شروع ہوئی اور مسلمانوں کے دلیرانہ حملہ سے کافروں کے پیر اکھڑ گئے اور وہ نکل بھاگے اور مسلمان اُن کے خیموں میں گھس کر مالِ غنیمت اکٹھا کرنے لگے تو یہ نظارہ ان پچاس تیر اندازوں نے بھی دیکھا۔ ان میں سے ۳۹ تیر اندازوں نے کہا کہ آؤ ہم بھی چل کر مالِ غنیمت لوٹیں ورنہ ہمیں حصہ کم ملے گا۔ (یہ ان کی بدگمانی تھی)۔ ان کے انچارج صحابی رضؓ نے اور دس اور مسلمانوں نے ہزار روکا کہ رسول اللہ صلعم نے صاف حکم دیا تھا کہ ہمیں فتح ہو یا ہزیمت تم نے اپنی جگہ سے نہیں ہلنا مگر وہ ۳۹ مسلمان نہ مانے اور جا کر مالِ غنیمت اکٹھا کرنے میں لگ گئے۔

کفار کا جو لشکر بھاگ رہا تھا اس کے گھوڑ سواروں کے لیڈر خالد بن ولید تھے (جو اس وقت تک اسلام نہ لائے تھے) اُحد کے پہاڑ کے پیچھے سے بھاگتے ہوئے انہوں نے دیکھا کہ درّہ خالی ہے اور صرف گیارہ تیر انداز وہاں ہیں تو انہوں نے اپنے سواروں کے ساتھ پیچھے سے حملہ کر دیا اور ان گیارہ جان نثاروں کو شہید کر کے مسلمانوں کے اصل لشکر کے پیچھے سے جا کر حملہ کر دیا۔ جس سے مسلمانوں میں سخت افراتفری پھیل گئی۔ اور کل ستّر صحابیؓ شہید ہو گئے اور خود رسول اللہ صلعم کو بھی حضورؐ پر حملہ کے نتیجہ میں زخم آئے یہاں تک کہ حضورؐ گر گئے۔

ان ۳۹ مسلمانوں کی حکم عدولی اور مال و متاعِ دنیا کی لالچ (جو عملی نفاق تھا) کے بارہ میں ہی اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیات میں فرمایا کہ تم میں سے وہ تھے جو دنیا کا مال و متاع اور منافع چاہتے تھے۔ اور جو گیارہ شہید ہو گئے ان کی بابت فرمایا کہ وہ آخرت کو مقدم رکھتے تھے سو انہیں وہ بوجہ احسن مل گئی۔

عملی نفاق

یہ بات کہ ۳۹ مسلمان تیر انداز جنہوں نے مال و متاعِ دنیا کی لالچ کی وہ عملی نفاق تھا۔ اس بات کو قرآنِ حکیم نے خود واضح فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا:

وما اصابکم یوم التقی الجمعٰن فباذن

اللہ ولیعلم المؤمنین ۙ ولیعلم الذین

نافقوا۔ (آل عمران ۳۔ ۱۶۶-۱۶۷)

"اور جو کچھ تمہیں اس دن مصیبت پہنچی جب دو گروہوں میں مُٹھ بھیڑ ہوئی تو وہ اللہ کے اِذن سے تھا تاکہ وہ ان کو جان لے (یا ظاہر کر دے) جو مومن تھے اور ان کو بھی جان لے (یا ظاہر کر دے) جنہوں نے نفاق دکھایا۔"

یہ دونوں قسم کے منافقوں کی پردہ دری کا پہلا موقعہ تھا جنگ سے پہلے عبداللہ بن اُبی اور اس کے تین سو ساتھی جو اعتقادی منافق یا ارادی منافق تھے وہ بھی کھل گئے۔ اور جن ۳۹ مسلمانوں نے مال و متاعِ دنیا کی لالچ میں آخرت کو چھوڑا وہ عملی نفاق کے مرتکب ہوئے تھے۔ ان کی باطنی کمزوری بھی ظاہر ہو گئی۔ اور پہلا موقعہ ہونے کی وجہ سے اور اصلاح کی مہلت دینے کے لئے اللہ نے اس موقع پر دونوں فریقوں کے خلاف کسی کارروائی کا حکم نہیں دیا۔

غزوۂ تبوک

غزوۂ تبوک رسول اللہ صلعم کی زندگی کا آخری جہاد تھا اور اسلام کی تکمیل کے لئے اب ضروری ہو گیا تھا کہ منافقوں کے خلاف

مناسب کارروائی کی جائے۔ ارادی یا اعتقادی منافق غزوہ تبوک کے موقعہ پر بھی عذر معذرت کر کے شامل نہ ہوئے مگر دل سے ایمان لانے والوں میں سے صرف تین مسلمان ایسے تھے جو بلا کسی معقول عذر کے شامل نہ ہوئے تھے۔ تبوک سے واپسی پر رسول اللہ صلعم (اور حضور کا کوئی فعل اللہ تعالےٰ کے حکم کے سوا نہ ہوتا تھا) نے دونوں قسم کے منافقوں کا سوشل بائیکاٹ کیا۔ ان تین مسلمانوں نے تو اعتراف ذنب بھی کیا تھا۔ پھر بھی پچاس دن تک ان کا بائیکاٹ رہا۔ اس دوران انہوں نے بہت توبہ استغفار کی اور آزمائشوں میں سے گذرے اور بالآخر ان کی توبہ بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوئی تو رسول اللہ صلعم جو سراسر رحم و شفقت تھے بہت خوش ہوئے اور ان تین مسلمانوں کو بلا کر حضور نے خود انہیں یہ خوشخبری سنائی اور مبارکباد دی۔

اور جو ارادی منافق تھے ان کو وحی الٰہی کے مطابق جمعہ کی نماز میں خطبہ کے دوران نام لے لے کر مسجد سے نکال دیا گیا اور وہ بہت ذلیل و رسوا بلکہ ننگے ہو گئے۔ ان میں سے اکثر نے بعد میں توبہ و اصلاح کر کے سچے دل سے اسلام کو قبول کر لیا جس پر ان کی توبہ بھی قبول ہوئی۔

اب کس طرح پتہ لگے؟

اب جب کہ رسول اللہ صلعم کی ذاتِ مبارک ہم میں نہیں کہ وحی الٰہی آکر منافقوں کو ظاہر کر دے تو یہ سوال اٹھتا ہے کہ اب منافقوں کا کس طرح پتہ چلے۔ تو قرآن اور سنت نے جس طرح اُس زمانہ میں منافقوں کو ظاہر کیا تھا وہی طریقہ اب بھی ہے۔ یعنے یہ کہ جہاد فی سبیل اللہ میں لوگوں کا نمونہ تمہیں اُن کے باطن کی خبر دے گا۔ جیسا کہ میں پہلے بتا آیا ہوں منافق اس زمانہ میں بھی ظاہری ارکان اسلام تو ادا کرتے تھے خواہ بدلی سے ہو یا ناقص طور پر، مگر جہادوں نے آن کر ان کا پول کھول دیا۔ جہاد بالسیف کی شرائط تو جب وہ پیدا ہوں تبھی ہوتا ہے۔ آج کل مذہبی معاملات میں تلوار چلائی ہی نہیں جاتی۔ مگر باقی دو قسم کے جہاد یعنے جہاد بالمال اور جہاد بالقرآن جو کہ بموجب فرمانِ الٰہی جہاد اکبر ہے وہ دونوں جاری و ساری ہیں۔ اسلام کے دشمن اگرچہ اس روشنی اور عقل کے زمانہ میں تلوار سے اسلام کو مٹانے کی کوشش نہیں کرتے مگر انہوں نے اس سے بھی زیادہ خطرناک طریق اختیار کیا کہ اسلام پر اعتراضات اور وساوس سے سخت حملہ کیا ہوا ہے۔ اور اب تو اہل مغرب مادہ پرستی، دنیا پرستی اور دہریت کو دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔ مادہ پرستی، دنیا پرستی اور دہریت کی عالمگیر وباؤں کی وجہ یہ ہے کہ اس علم اور معقولیت کے زمانہ میں دوسرے مذاہب لوگوں کی راہنمائی نہیں کر سکتے۔ صرف اسلام ایسا مذہب ہے جو ان بیماریوں کا علاج کر سکتا ہے اور نسلِ انسانی کو گمراہی اور ہلاکت سے بچا سکتا ہے۔ اس عظیم الشان حقیقت کو مجدد صد چہاردہم کی دور بین آنکھ نے دیکھا اور اپنے دعویٰ کے ساتھ ہی حضرتِ اقدس نے قرآن حکیم کے دنیا بھر کی زبانوں میں ترجمہ کر کے اشاعت کرنے کو اپنی جماعت کا اولین مقصد فرمایا جس میں انگریزی ترجمہ و تفسیر کو آپ نے مقدم بیان فرمایا کیونکہ انگریزی تب بھی اور اب بھی دنیا میں سب سے زیادہ بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اور اس کام کو بوجہ احسن حضرت مولانا محمد علی صاحب   نے سرانجام دیا اور آپ کی جماعت نے اس کی طباعت اور اشاعت کے لئے مالی قربانیاں کر کے ساری دنیا میں اسے معروف و مشہور کر دیا۔

اس ترجمہ و تفسیر کی اس قدر مانگ ہے دنیا بھر کے ممالک سے کہ اس کا سٹاک جلد ہی ختم ہو جاتا ہے وہ اب دوبارہ چھپ رہا ہے اسی طرح جرمن ترجمہ بھی زیر نظر ثانی ہے اور اُسے بھی چھپوانا ہوگا۔ ہسپانوی زبان میں ترجمہ بھی ہو رہا ہے اور اُسے بھی چھپوانے کے لئے زرکثیر خرچ ہوگا۔ پچھلے سال آپ کی انجمن نے فیصلہ کیا تھا کہ اگلے پانچ سالوں میں تین تراجم قرآن شریف دنیا کی اہم زبانوں میں کرائے جائیں۔ سو اُن میں سے ہسپانوی ترجمہ تو اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے متن کا مکمل ہو چکا ہے اور تشریحی نوٹوں کا ترجمہ اب ہو رہا ہے اور فرانسیسی اور جاپانی زبانوں میں تراجم کا بند و بست کیا جا رہا ہے۔

جہاد بالمال

آج کل کی عالمگیر اور ہوشربا مہنگائی نے تراجم قرآن کے کام کو بھی بے حد مہنگا کر دیا ہے۔ مگر جب دنیا کے کام ہم اس مہنگائی کے باوجود کر رہے ہیں تو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد تو ہم نے حضرت   کے ہاتھوں پر کیا تھا۔ ہم انشاء اللہ اس عہد کو پورا کر کے دکھا دیں گے۔ کیا حکمت ہے قرآن پاک کی کہ اس نے جہاں جہاد کا ذکر فرمایا ہے جہاد بالمال کو مقدم رکھا ہے۔ اور جہاد بالنفس کو اس کے بعد۔ سو اگر دین کی خاطر میدان جنگ میں جانے کی ضرورت نہیں رہی تو جہاد بالمال ہی جہاد بالنفس بھی اس رنگ میں ہو جاتا ہے کہ انسان کو اپنے نفس پر چھری پھیر کر مال خدا کے رستہ میں دینا پڑتا ہے خصوصاً اس مہنگائی کے زمانہ میں کہ انسان کا نفس اپنے اور اپنوں کے لئے ترجیح دینے کو کہتا ہے اور یوں انسان میں عملی کمزوری آجاتی ہے جو عملی نفاق ہے۔ سو اپنے مخفی نفاق کو دور کرنے کا یہ بہترین طریقہ ہے کہ انسان مالی قربانی اپنے نفس پر چھری پھیر کر دے۔

مالی جہاد اور نفاق کے تعلق کو قرآن حکیم نے بارہا بیان فرمایا ہے۔ صرف دو یا تین جگہ سے سُن لیجئے۔ فرمایا:۔

المنٰفقون والمنٰفقٰت بعضهم من
بعض یأمرون بالمنکر وینهون عن
المعروف ویقبضون ایدیهم ط نسوا الله
فنسيهم ط ان المنٰفقين هم الفٰسقون ٥
(سورۃ توبہ ۹ ۔ ۶۷)

یعنے "منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک سے ہیں۔ وہ بُرے کام کرنے کو کہتے ہیں (اُن کے مخفی مشوروں، فتنوں اور وساوس ڈال کر پھوٹ اور بزدلی پیدا کرنے کی کوششوں کا ذکر قرآن حکیم میں بالتفصیل آیا ہے۔ ناقل) اور اچھے کاموں سے (جو دُوسرے مسلمان کرتے تھے) روکتے ہیں اور اپنی مٹھیاں بند رکھتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا (یا چھوڑ دیا) سو اللہ نے ان کو بھلا دیا (یا چھوڑ دیا) منافقین ہی بے شک بدعہد ہیں۔"

سو برادرانِ قوم! ہم نے بھی اللہ تعالےٰ سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہے۔ اس عہد پر پورے اتریں۔ اللہ کو نہ چھوڑیں ورنہ اگر اس نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا تو پھر ہمارا کون ہے؟

ایک دُوسری جگہ قرآن حکیم فرماتا ہے کہ منافق نہ صرف خود خدا کے رستہ میں مال خرچ نہیں کرتے تھے بلکہ اوروں کو بھی روکتے تھے۔ جیسے کہ سورۃ المنافقون ۶۳ میں اللہ تعالےٰ ان کی بابت فرماتا ہے:۔

هم الذين يقولون لا تنفقوا على
من عند رسول الله حتى ينفضوا ط ولله
خزآئن السمٰوٰت والارض ولٰكن
المنٰفقين لا يفقهون ٥ (آیت ۷)

"وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول کے ساتھ ہیں یہاں تک کہ وہ اس کا ساتھ چھوڑ دیں۔ اور اللہ کے ہی ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے لیکن یہ منافق لوگ نہیں سمجھتے۔"

یعنے اگر لوگ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کریں تو اللہ تعالےٰ کے کام تو نہیں رکیں گے مگر نہ دینے والے محروم ہو جائیں گے خواہ اس دنیا میں ہو یا آسمانوں میں۔ اسی لئے حضرت مجدد صد چہاردہم نے فرمایا ہے

بمفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسماں است ایں بہر حالت شود پیدا

بخل

منافقوں کے پروپیگنڈہ کے علاوہ خود مال و دولت کی کشش نے بعض کمزور طبائع کو خدا کے رستہ میں خرچ کرنے سے روکا۔ اُن کی نسبت قرآن کریم نے فرمایا:۔

ومنهم من عٰهد الله لئن اٰتٰنا من فضله لنصدّقنّ ولنكوننّ من الصّٰلحين ۰ فلما اٰتٰهم من فضله بخلوا به وتولّوا وهم معرضون ۰ فاعقبهم نفاقًا فی قلوبهم الٰی یوم یلقونه بمآ اخلفوا الله ما وعدوه وبما کانوا یکذبون ۰ (التوبہ۔ آیات ۷۵تا۷۷)

اس سے قبل کفار اور منافقوں کا ذکر تھا۔ اب اُن مسلمانوں کا ذکر فرمایا (جن کے نام مفسرین نے لکھے ہیں مگر مضمون عام ہے) جو مال دنیا کے بخل یا کسی اور وجہ سے اللہ تعالےٰ سے کئے ہوئے وعدے سے پھر جاتے ہیں۔ فرمایا:۔

"اور انہی (کافروں اور منافقوں) میں سے وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا کہ اگر وہ ہم کو اپنے فضل سے دے تو ہم ضرور صدقہ دیں گے اور ہم ضرور صالح ہونگے۔ پھر جب اللہ نے اپنے فضل سے ان کو دیا تو انہوں نے اس میں بخل کیا اور پھر گئے اور وہ پھرنے والے ہی تھے۔ تو اللہ تعالےٰ نے انہیں بدلہ یا سزا یہ دی کہ ان کے دلوں میں نفاق پیدا کر دیا اُس دن تک جب وہ اللہ سے ملیں گے۔ یہ اس لئے کہ اُنہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا اس کی خلاف ورزی کی اور اس لئے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔"

ان آیات مبارکہ سے یہ مضمون نکلتے ہیں کہ:۔

(۱) اللہ کی راہ میں خرچ کرنے (اور یوں مال دنیا کے بُت کی پرستش سے بچنے) کے بعد ہی انسان صالح کہلا سکتا ہے

(۲) خصوصاً اگر اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا وعدہ کرے اور اُسے پورا نہ کرے تو وہ کوتاہی اللہ تعالےٰ کی سزا کو لاتی ہے۔

(۳) وہ سزا اسی دنیا میں ملے یا آخرت میں، بہر حال ایسے انسان کے دل میں نفاق پیدا ہو جاتا ہے۔

منافقوں کی سزا جو قرآن حکیم میں مذکور ہے اس کے ذکر سے بھی انسان کا دل کانپتا ہے۔

چندہ ماہوار اور عطیہ جات

اس لئے جو لوگ چندہ ماہوار مقرر کرتے ہیں یا حابۂ سالانہ پر یا کسی اور اپیل پر خدا کی راہ میں مال دینے کا وعدہ کرتے ہیں اور پھر انہیں پورا نہیں کرتے انہیں ڈرنا چاہیئے۔ کسی سے بھی وعدہ کیا جائے تو وہ بُری بات ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ سے وعدہ کرنا اور وہ بھی اُسی کے عطا کردہ مال میں سے کچھ دینے کا اور پھر اس وعدہ بلکہ وعدوں سے مُکر جانا کس قدر خوف کھانے والی بات ہے۔

مگر اس سے بچنے کا یہ طریق نہیں کہ انسان اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا وعدہ ہی نہ کرے یا کرے تو ایسی چھوٹی سی رقم کا جو اُس کے مناسب حال نہ ہو۔ کیونکہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے حکم جس کثرت سے آئے ہیں شائد کہ اور امور کے لئے آئے ہوں۔ نہ صرف یہ کہ اکثر جگہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ دینے کے احکام ہیں بلکہ ان کے علاوہ صدقات اور جہاد فی سبیل اللہ بالمال کے احکام بار بار آئے ہیں۔ ان احکام کی نافرمانی کون مومن کر سکتا ہے۔ اور جو حیثیت سے کم دیں تو وہ بھی بخل بن جاتا ہے اور اس کے بارہ میں قرآن حکیم فرماتا ہے کہ:۔

ولا یحسبنّ الذین یبخلون بمآ اٰتٰهم الله من فضله هو خیرًا لهم ۖ بل هو شرٌّ لهم ۖ سیطوّقون ما بخلوا به یوم القیٰمة ۗ ولله میراث السّمٰوٰت والارض ۗ والله بما تعملون خبیر ۰

(آل عمران ۳۔ ۱۸۰)

یعنے "اور جو لوگ اس میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دیا وہ یہ نہ خیال کریں کہ یہ ان کے لئے اچھا ہے بلکہ وہ ان کے لئے بُرا ہے۔ قیامت کے دن وہی مال جس کے بارہ میں اُنہوں نے بخل کیا تھا اُن کے گلے کا ہار بنا دیا جائے گا۔ اور آسمانوں اور زمین کی میراث (ملکیت) تو اللہ ہی کی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔"

تو اس انجام سے ایک صاحب ایمان کو ڈرنا چاہیئے۔

انفاق اور نفاق

جیسا کہ میں پہلے عرض کر آیا ہوں انفاق فی سبیل اللہ اور نفاق میں گہرا تعلق ہے۔ اسی لئے سورۃ المنافقون میں منافقوں کے ذکر کے بعد جس میں یہ بھی ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے دوسروں کو بھی روکتے ہیں، سورت مبارکہ کو ان آیات پر ختم فرمایا ہے:۔

یا ایها الذین اٰمنوا لا تلهکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر الله ۚ ومن یفعل ذٰلك فاولٰئك هم الخٰسرون ۰ وانفقوا من ما رزقنٰکم من قبل ان یأتی احدکم الموت فیقول ربّ لولآ اخّرتنیٓ الیٰ اجلٍ قریبٍ فاصّدّق واکن من الصٰلحین ۰ ولن یؤخّر الله نفسًا اذا جآء اجلها ۚ والله خبیرٌ بما تعملون ۰ (آیات ۹ تا ۱۱)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو نہ تو تمہارے مال اور نہ تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل کر دیں۔ اور جو ایسا کرے تو وہ ہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اور خرچ کرو اُس سے جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے تو وہ کہے کہ اے میرے رب تو مجھے ایک قریب وقت کے لئے مہلت کیوں نہ دی تو میں صدقہ کرتا اور نیکوں میں سے ہوتا۔ اور اللہ مہلت نہیں دیتا کسی شخص کو جب اس کا وقت مقرر آجائے۔ اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔"

ایمان اور انفاق

مذکورہ بالا حال تو مرنے وقت کا ہو گا۔ آگے جا کر کیا ہو گا اس کا بھی کچھ حال سن لیجئے۔ اس میں ایمان، انفاق اور نفاق تینوں کے انجام کا کچھ نقشہ آنکھوں کے آگے آجاتا ہے۔ سورۃ الحدید ۵۷ کی پہلی چھ آیات میں اللہ تبارک و تعالےٰ کی ہستی اور صفات کا وہ نقشہ کھینچ کر جس کی نظیر کسی اور الہامی کتاب میں نہیں ملتی، قرآن پاک فرماتا ہے:۔

اٰمنوا بالله ورسوله وانفقوا ممّا جعلکم مستخلفین فیه ۖ فالذین اٰمنوا منکم وانفقوا لهم اجرٌ کبیر ۰ وما لکم لا تؤمنون بالله ۚ والرسول یدعوکم لتؤمنوا بربّکم وقد اخذ میثاقکم

ان کنتم مؤمنین ٥ ھو الذی ینزل علیٰ عبدہٖ اٰیٰتٍ بیّنٰتٍ لیخرجکم من الظلمٰت الی النور ط وان اللہ بکم لرءوف رحیم ٥ ومالکم الا تنفقوا فی سبیل اللہ وللہ میراث السمٰوٰت والارض ط لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقٰتل ط اولٰئک اعظم درجۃً من الذین انفقوا من بعد وقٰتلوا ط وکلاً وعد اللہ الحسنیٰ ط واللہ بما تعملون خبیر ٥ من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضٰعفہٗ لہٗ ولہٗ اجر کریم ٥ یوم تری المؤمنین والمؤمنٰت یسعیٰ نورھم بین ایدیھم وبایمانھم بشرٰکم الیوم جنّٰتٌ تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا ط ذٰلک ھو الفوز العظیم ٥ یوم یقول المنٰفقون والمنٰفقٰت للذین اٰمنوا انظرونا نقتبس من نورکم ج قیل ارجعوا ورآءکم فالتمسوا نوراً ط فضرب بینھم بسورٍ لہٗ باب ط باطنہٗ فیہ الرحمۃ وظاھرہٗ من قبلہ العذاب ٥ ینادونھم الم نکن معکم ط قالوا بلیٰ ولٰکنکم فتنتم انفسکم وتربصتم وارتبتم وغرتکم الامانی حتیٰ جآء امر اللہ وغرکم باللہ الغرور ٥ فالیوم لا یؤخذ منکم فدیۃ ولا من الذین کفروا ط ماوٰکم النار ط ھی مولٰکم ط وبئس المصیر ٥ (آیات ۷ تا ۱۵)

ترجمہ:- ”ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسُول پر اور اُس سے خرچ کرو جس میں اس نے تمہیں (اپنا) نائب بنایا ہے۔ سو جو لوگ تم میں سے ایمان لاتے ہیں اور خرچ کرتے ہیں ان کے لئے بڑا اجر ہے۔ اور تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور رسُولؐ تمہیں بلاتا ہے کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ اور اللہ تمہارا عہد (فطرت) لے چکا ہے اگر تم مومن ہو۔ وہی ہے جو اپنے بندے پر کھول کر بیان کر دینے والی آیتیں اتارتا ہے تاکہ وہ تمہیں اندھیرے سے نُور میں نکالے۔ اور اللہ تم پر بہت مہربان، رحم کرنے والا ہے۔ اور تمہارا کیا عذر ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو اور اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی ملکیت ہے۔ تم میں سے وہ برابر نہیں جس نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی۔ (اور جس نے بعد میں کیا) یہ مرتبہ میں اُن سے بڑھ کر ہیں جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور جنگ کی۔ اور ہر ایک کے ساتھ اللہ نے اچھا وعدہ کیا ہے، اور اللہ اس سے جو تم عمل کرتے ہو خبردار ہے۔ کون ہے جو اللہ کے لئے اچھا مال الگ کرے، تو وہ اس کے لئے بڑھاتا ہے، اور اس کے لئے عزت والا بدلہ ہے جس دن تو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھے گا کہ اُن کا نُور اُن کے آگے دوڑ رہا ہوگا اور اُن کے داہنے ہاتھ کو۔ آج تمہارے لئے خوشخبری ہے باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ انہیں میں رہو گے یہی بھاری کامیابی ہے۔ اُس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کرو تاکہ ہم بھی تمہارے نُور سے (روشنی) لیں۔ تو انہیں کہا جائے گا پیچھے کو لوٹ جاؤ اور اپنا نُور تلاش کرو۔ تب اُن کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس کا ایک دروازہ ہوگا۔ اس کے اندر کی طرف رحمت ہوگی اور باہر کی طرف سے عذاب ہوگا (منافق) انہیں (مومنوں کو) پکاریں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ جواب دیں گے ہاں لیکن تم نے اپنی جانوں کو فتنہ میں ڈالا اور انتظار کرتے رہے اور شک میں پڑے رہے اور تمہیں آرزوؤں نے دھوکے میں رکھا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا، اور بڑے دھوکے باز نے تمہیں اللہ کے بارہ میں دھوکے میں رکھا سو آج تم سے بدلہ میں کچھ نہ لیا جائے گا! اور نہ اُن سے جنہوں نے کفر کیا۔ تمہارا ٹھکانہ آگ ہے۔ وہی تمہاری رفیق ہے اور وہ بہت بُری جگہ ہے۔“

اِن مؤثر اور دل ہلا دینے والی آیات کے بعد مزید کچھ کہنا بیکار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرنے والے ہوں پہلے اس سے کہ ہمارا وقت ختم ہو جائے اور ہم بعد میں پچھتانے والوں میں سے نہ ہوں۔ آمین:

اخبارِ احمدیہ

* سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے اور آپ بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔ احباب کرام حضرت کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے دعا فرماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے مبارک وجود کی روحانی برکتوں سے جماعت کو زیادہ سے زیادہ استفادہ حاصل کرنے کی توفیق بخشے اور اپنی راہ پر ان کی مدد اور نصرت فرماتا رہے۔

* عطیہ

مکرمہ و محترمہ مسز ڈاکٹر عبدالعزیز صاحبہ نے تبلیغ و اشاعتِ قرآن فنڈ میں مبلغ پانچ ہزار /۵۰۰۰ روپے مرحمت فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس خیر اور نیک دل خاتون کے ایثار کو قبول فرمائے اور اپنے فضلوں سے نوازے۔ آمین۔ بزرگانِ سلسلہ سے بھی موصوفہ کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

توجہ فرمائیں

احباب کو معلوم ہے کہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحبؒ نے پارہ ستائیس اور تیس کی تفسیر فرمائی تھی۔ دارالکتب اسلامیہ سے ستائیسویں پارہ کی وہ تفسیر دستیاب نہیں ہو سکی اور اس کے دوبارہ طبع کرانے میں کافی وقت درکار ہوگا۔ ہمارے ایک دوست کو اس تفسیر کی اشد ضرورت ہے اگر کسی صاحب کے پاس یہ تفسیر فالتو موجود ہو تو براہِ کرم مطلع فرمائیں یا زیرِ دستخطی کو بذریعہ رجسٹرڈ بک پوسٹ ارسال فرمائیں۔ کتاب موصول ہونے پر اُنہیں اس کی قیمت ارسال کر دی جائے گی۔

بشارت احمد بقاؔ

نیجر دارالکتب اسلامیہ ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

ضروری اعلان برائے انتخاب معتمدین

مجلسِ معتمدین کے آئندہ انتخابات کے لئے انتخابی کمیٹی نے جملہ جماعتوں کے چندہ دہندگان کی فہرستیں تیار کر کے ۴ اپریل کو ہر جماعت کے سیکرٹری یا صدر کے نام معہ ضروری ہدایات بسلسلہ انتخاب ارسال کر کے استدعا کی گئی ہے کہ حسبِ ہدایات اپنے اپنے حلقہ کا انتخاب کر کے نتیجہ سے ۱۵ اپریل ۰۲ء تک مرکز میں اطلاع بھیجیں یہ اعلان اس لئے کیا جا رہا ہے کہ اگر کسی جماعت کو یہ فہرست نہ ملی ہو تو فوری طور پر مجھے لکھیں۔

ڈاکٹر اللہ بخش کنوینر انتخابی کمیٹی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

از مکرم ڈاکٹر نظیر الاسلام، پی۔ایچ ڈی لاہور

"دین" اور "مذہب" میں فرق

اکثر دیکھا گیا ہے کہ اس مادی تہذیب کے دور میں بعض لوگ ہمیشہ مذہب کو موجب الزام ٹھہراتے ہیں وہ بغیر سوچے سمجھے یہ کہہ دیتے ہیں کہ دنیا میں فسادات اور قتل و غارت، مذہب کے نام پر ہوتے ہیں۔ چنانچہ اُن کے نزدیک تمام جنگیں مذہب کے نام پر ہوئیں۔ حالانکہ یہ بات سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ اس لئے ضروری ہو گیا ہے کہ مذہب کے لفظ کی تعریف اور تشریح کی جائے کیونکہ لوگ اپنی ناواقفیت کی بنا و پر اسلام کو بھی ایک مذہب قرار دیتے ہیں۔ اور اسلام سمیت تمام مذاہب کو بد امنی۔ جنگ اور قتل و غارت کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ اس لئے اگر لفظ مذہب کی اصلیت اور ماہیت بیان کر دی جائے تو کم از کم اسلام اس دائرے سے باہر نکل جاتا ہے۔ اور مخالفین کو یہ موقع نہیں ملتا کہ اسلام کو اس تباہی اور بربادی کا موجب ٹھہرا سکیں۔

(۱) لفظ مذہب کا استعمال قرآن پاک میں کہیں بھی نہیں ہوا۔ یہ لفظ عربی زبان کا لفظ ہے جو راستہ، طریقہ اور رائے یا خیال کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ لفظ خدائی ہدایت۔ روحانی راہنمائی اور آسمانی نور کے مفہوم میں استعمال نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے برعکس لفظ مذہب انسانی خیال اور ذاتی رائے یا ذاتی نقطۂ نگاہ کے معنے میں استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے اس میں غلطی کا احتمال بھی کافی ہے۔ اور اس میں تبدیلی اور تصحیح کی بھی گنجائش ہے۔ مثال کے طور پر امام ابوحنیفہ رح کا مذہب۔ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبل اور امام مالکؒ کا مذہب۔ ایسے ہی امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا مذہب صرف ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے کہ ان بزرگان دین کا نظریہ یا نقطۂ نگاہ مراد ہے۔ آپ مختلف فلاسفر کے مذاہب کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ ابن حزم۔ ابن رشد اور ابو سینا کا مذہب۔ شیعہ مذہب اور سنّی علماء کا مذہب علیٰ ہذا القیاس مذہب کا اطلاق کسی شخص یا کسی گروہ اور جماعت کے ذاتی نظریہ کے لئے اور نقطۂ نگاہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ ہرگز یہ ضروری نہیں کہ کسی خاص گروہ یا کسی خاص فرد کے نقطۂ نظر کو لازمی طور پر ماننے یا اس کا انکار کرنے سے انسان اس دین کا منکر ہو جاتا ہے۔

دین کی تعریف

اس کے برعکس لفظ دین بھی عربی زبان کا ایک لفظ ہے اور یہ اس ضابطۂ حیات اور اس قانون کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی یا الہام نازل ہوا ہو۔ اور انسان کی مجموعی زندگی پر اثر انداز ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ قانون یا ضابطۂ حیات انسان کی فطرت کے مطابق ہے۔ اور اس میں کسی قسم کی الجھن یا اشکال نہیں۔ فرمایا:۔ "الدین یسر" "یہ ضابطۂ حیات" بہت آسان ہے۔ کیونکہ یہ فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔

دین یا ضابطۂ حیات میں ایک خاص منزل اور مقصد کا تعین ہوتا ہے۔ جو لفظ مذہب میں نہیں ہوتا۔

مذہب میں انسانی ہاتھ کارفرما ہوتا ہے لیکن دین ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اور سب پر یکساں حاوی ہوتا ہے جیسے فرمایا:

ان اللّٰہ اصطفیٰ لکم الدین۔ فلا تموتن الا و انتم مسلمون (۲-۱۳۳)

اور فرمایا: ویکون الدین کلہ للّٰہ (پ۹-۲)

تعلیمات سماوی کے لئے قرآن پاک میں بار بار دین کا لفظ استعمال ہوا ہے لیکن لفظ مذہب کا استعمال ایک مرتبہ بھی نہیں ہوا۔ یہ دونوں لفظ دراصل ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ دین خدائی ہدایت اور راہنمائی کے لئے استعمال ہوتا ہے اور مذہب ذاتی انسانی نقطۂ نگاہ کے لئے استعمال ہوتا ہے جو اپنی عقل و فکر اور کدّ و کاوش کا نتیجہ ہوتا ہے۔

اب ہم یہ کہنے کے مجاز ہیں کہ جو لوگ کسی خاص نظریہ اور نقطۂ خیال پر زور دیتے ہیں جو کہ ان کا اپنا ذاتی خیال اور ذاتی نظریہ ہے جسے وہ مذہب کا نام دیتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ الٰہی تائید اور مدد نہیں ہوتی۔ ایسے لوگ غلطی پر ہوتے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ کبھی ان کا نظریہ اتفاق سے درست بھی ہو مگر یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ وہ غلط ہو کیونکہ جب تک وحی اور الہام الٰہی کی تائید ساتھ نہ ہو تو محض عقل اس سلسلے میں اندھی ہوتی ہے۔ ایسے نظریات پر عمل کرنے والوں کا ذکر قرآن پاک میں یوں آیا ہے۔ ان الذین فرقوا دینھم (سورۃ الانعام۔ آیت: ۱۵۲) دین تو صرف ایک ہی ہو سکتا ہے لیکن لوگوں نے اپنی اپنی سمجھ اور ضرورت کے مطابق اس کی ایک خاص تشریح کر کے ایک ذاتی رائے قائم کر لی ہے۔ اور اپنا اپنا نظریہ قائم کر لیا جس کو وہ مذہب کا نام دیتے ہیں۔ مثلاً اہل سنت کا مذہب، شیعہ مذہب۔ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب اور امام شافعیؒ اور امام احمد حنبلؒ اور حضرت امام مالکؒ کا مذہب۔ یقیناً یہ سب حضرات دین اسلام کے ماننے والے ہیں مگر بعض مسائل میں انہوں نے اپنی دیانتداری اور اپنے علم کے مطابق ایک مذہب یا نقطۂ نگاہ قائم کر لیا ہے۔ اس کا یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ ان کا دین مختلف ہو گیا ہے۔ مختلف انسانوں کی رائے اور نظریہ مختلف ہو سکتا ہے لیکن وہ کسی مواخذہ میں نہیں آ سکتے۔ جب تک کہ ان کی نیت درست ہے جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

لیکن جن لوگوں نے اپنی آراء اور نظریات کو جو کہ دراصل ایک قسم کا ذاتی مذہب ہے اس نقطۂ خیال کو دین کا درجہ دے کر ایک دوسرے کو کافر اور مرتد کہنا شروع کر دیا ہے۔ وہ ایک عظیم غلطی کے مرتکب ہو گئے ہیں۔ کیونکہ دین کے معاملہ میں ہمیں ہدایتِ قرآنی یہی ہے کہ لا اکراہ فی الدین لیکن لوگوں کے مختلف نظریات یا مذاہب کی وجہ سے لوگوں پر ظلم اور جبر کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔

یہ اختلافِ نظریات اور عقائد تو علمی مسائل میں بھی ہوتا ہے۔ بڑے بڑے فلاسفروں اور اہل علم حضرات کے ایک خاص مسئلہ میں اختلافات بھی ہوتے ہیں جیسے ابن حزم کا مذہب ابو سینا کا مذہب۔ اسی طرح مغربی ممالک کے سائنسدانوں میں اپنا اپنا ایک خاص مذہب یا نظریہ ہوتا ہے۔ جو کبھی غلط بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ لیکن "دین" جو کہ واحد ضابطۂ حیات ہے وہ اس کائنات کے خالق اور مالک کا بنایا ہوا وہ قانون ہے جو کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کبھی تبدیل ہو سکتا ہے۔ اس میں انسانی عقل و فکر کا کوئی دخل نہیں جیسے فرمایا لن تجد لسنّۃ اللّٰہ تبدیلا ولن تجد لسنّۃ اللّٰہ تحویلا۔

ہاں یہ بات درست ہے کہ بعض دین اللہ تعالیٰ نے بعض قوموں کے لئے وقتی ضرورت کے ماتحت نازل فرمائے تھے۔ اور خود ان کے ساتھ قید لگائی تھی کہ یہ فلاں قوم اور فلاں نبی کے زمانہ تک اثر انداز ہونگے۔ لیکن یہ غلط ہے کہ کوئی دین منسوخ ہو گیا ہو یا مٹ گیا ہو۔ صرف اس قدر ہوا ہے کہ جب

انسانیت اپنے عروج کو پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے وہ تمام دین اس نئے دین میں واضح طور پر شامل کر کے اس کو نہایت تفصیل کے ساتھ ایک مکمل ضابطۂ حیات کی صورت میں آنحضرت صلعم پر نازل فرمائے چنانچہ دینِ اسلام ان تمام سالقہ ادیان کا مجموعہ ہے بلکہ اس کے علاوہ اور بھی ضروری ہدایات نازل فرمائیں اور فرمایا:۔

"ما ننسخ من ایۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا۔"

وہ تمام نشانات دینی دوبارہ قرآن پاک میں شامل کر دیئے گئے اور کچھ اُن سے بھی بہتر نشانات اور تعلیمات نازل کر دی گئیں اسی لئے فرمایا:۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

اور یہ ذکر کرنا بھی لازمی تھا کہ:۔

من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخاسرین۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ قرآن کریم اس سے پہلی الہامی کتب کی تصدیق کرتا ہے اور ان کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ فرمایا:

وما کان ھذا القراٰن ان یفتری من دون اللہ ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل الکتاب لا ریب فیہ (۳۸-۱۰)

پس اگر ہم اسلام کو ایک مکمل دین اور مکمل ضابطۂ حیات مانتے ہیں تو پھر کوئی مذہب یا نظام جو انسانی کدّ و کاوش کا نتیجہ ہے دینِ اسلام کا مقابلہ ہرگز نہیں کر سکتا۔

اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منھم۔

— ••••••••••• —

ارشاداتِ خداوندی!

- "اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔"
- "اور جو تمہیں السّلام علیکم کہے اُسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔"

تاریخ اسلام کا ایک روشن باب

حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے عظیم الشان کارنامے

غُلاموں کی آزادی:۔

حضرت عمرؓ کے عظیم الشان کارناموں میں سے یہ ہے کہ آپ نے غلامی کے رواج کو بہت کم کر دیا۔ عرب کے متعلق صاف حکم دے دیا کہ اہلِ عرب غلام نہیں بنائے جائیں گے۔ یہ غلامی کو مٹانے کی تمہید تھی۔ اگر بعد کے بادشاہ اس کو ذرا اور توسیع دیتے تو مسلمانوں میں سے غلامی کا رواج آج سے بارہ صدیاں پیشتر دور ہو جاتا۔ اور یہی قرآن شریف کا منشا تھا کہ غلامی کو تدریجاً کم کر کے بالکل موقوف کر دیا جائے۔ غیر اقوام کے قیدیوں کو بھی آپ بہت حد تک آزاد ہی کرتے رہے عموماً اس زمانہ میں جنگ کے قیدیوں کو غلام کی حیثیت دی جاتی تھی۔ اور عام آبادی کو تو کسی صورت میں نہ چھوڑا جاتا تھا مگر حضرت عمرؓ جنگ کے قیدیوں کو بھی آزاد ہی کرتے رہے۔ مصر کے تمام اسیرانِ جنگ کو آپ نے اپنے ملک کو واپس کر دیا۔ مناذر کے اسیرانِ جنگ کو بھی آزاد کر دیا۔ معاہدات میں جو جان و مال کی حفاظت و امن کا ذکر ہوتا تھا تو اس کے بھی یہی معنی تھے کہ انہیں غلام نہ بنایا جائے گا۔ پھر آپ نے یہ بھی حکم دیا کہ جس لونڈی سے کسی کے گھر میں اولاد ہو جائے اسے خرید و فروخت نہ کیا جائے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایسی لونڈیاں فی الحقیقت نکاح میں ہوتی تھیں اور حضرت عمرؓ نے اس حکم کے ساتھ کسی غلطی کو ہی دور کیا تھا ورنہ شریعت کے احکام کو وہ کم و بیش نہ کر سکتے تھے۔ بایں جو کچھ غلام تھے اُن کے ساتھ بھائیوں کی طرح سلوک کرتے تھے۔ اور یہی دوسروں کو نصیحت کرتے تھے۔

مساواتِ حقوقِ انسانی کے بارے میں تو حضرت عمرؓ کا اپنا طریقِ عمل ہی ایک بے نظیر نمونہ ہے۔ آپ نے بادشاہ ہو کر دوسروں پر اپنے نفس کو کسی قسم کی ترجیح نہ دی۔ جب وظائف مقرر ہوئے تو جو وظیفہ سب اہلِ بدر کو ملتا تھا وہی خود لیا یعنی پانچ ہزار دینار سالانہ۔ آپ کے بیٹے عبداللہ نے جب شکایت کی کہ اسے اسامہ بن زید سے کم وظیفہ دیا گیا ہے تو فرمایا کہ زید آنحضرت صلعم کے نزدیک تمہارے باپ سے زیادہ پیارا تھا۔ بلال رضؓ عمارؓ وغیرہم کو جو پہلے غُلام تھے مگر اسلام میں اولیت رکھتے تھے بڑے بڑے قریش کے سرداروں پر ترجیح دیتے تھے۔ گورنروں کے مقرر کرنے میں کبھی اپنے خاندان یا خاندان بنی ہاشم (یعنی رسول اللہ صلعم کے خاندان) کو ترجیح نہیں دی۔

بڑے بڑے عامل اگر کسی شخص پر زیادتی کرتے تو ان سے قصاص دلواتے۔ جبلہ بن ایہم کا واقعہ مشہور ہے۔ یہ شام کا مشہور رئیس تھا۔ طواف میں اس کی چادر کو کسی شخص کا پاؤں لگ گیا تو اس نے اسے تھپڑ مارا۔ اس نے بھی یہی سلوک جبلہ سے کیا۔ حضرت عمرؓ کے پاس شکایت ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ مسلمان سب مساوی ہیں۔ ریاست اور مرتبہ کے ہونے یا نہ ہونے سے حقوق میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔ جس پر جبلہ ناراض ہو کر مرتد ہو گیا۔

عمرو بن العاص نے مصر میں منبر بنوایا تو فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ دوسرے مسلمان نیچے بیٹھیں اور تم اوپر بیٹھو۔ اُن کے اپنے بیٹے ابو شحمہ نے شراب پی تو اسی کوڑے لگوائے۔ (البتہ اس قصہ جو اور رنگ آمیزیاں کی جاتی ہیں وہ صحیح نہیں) تمام قسم کے خاندانی فخروں کو آپ نے مٹا دیا۔ اور ان اکرمکم عند اللہ اتقکم کا عملی جامہ قوم کو پہنا دیا۔ اس سے بڑھ کر مساوات اور کیا ہو سکتی ہے کہ سب عاملوں سے عہد لیا جاتا تھا کہ باریک کپڑا نہیں پہنیں گے۔ چھنا ہوا آٹا نہیں کھائیں گے۔ حاجت مندوں کے لئے دروازہ ہمیشہ کھلا رکھیں گے۔ اور دروازہ پر کوئی دربان کسی کو روکنے کے لئے نہ رکھیں گے۔

جب حکام وقت سے اس اصول پر کام لیا جاتا تھا تو مساوات کیوں نہ ہوتی۔ یہ وہ مساوات ہے جس کی نظیر اب بھی کسی مہذب قوم میں نہیں ملتی۔

(تاریخ خلافت راشدہ)

— ••• —

اَحادیثِ نبویؐ

- ہمیشہ سچ بولو!
- امانت میں خیانت نہ کرو۔
- کسی پر ظلم نہ کرو
- بدنظری سے بچو۔

دجّال اکبر اور یاجوج ماجوج اقوام کا انکشاف

حضرت مجدد صدی چہاردہم نے کیا؟ — حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کی کشمیر میں نشاندہی کی —

خطبۂ جمعہ فرمودہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب در جامع احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور — رپورٹ: مولوی شفقت رسول خان صاحب

الحمد للہ الذی انزل علیٰ عبدہ الکتاب ولم یجعل لہ عوجا ...... ثم بعثنٰھم لنعلم ای الحزبین احصیٰ لما لبثوا امدا ٥ (الکھف آیا ۱۲)

سورۃ الکہف کے پہلے رکوع کی تلاوت کی گئی ہے۔ اس سورۃ میں عیسائیت کی تردید اور اُن کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ یہ زمانہ علم اور روشنی کا ہے۔ اس میں بہت سے حقائق منظر عام پر آئے ہیں لیکن اس زمانہ میں سب سے بڑا انکشاف جو حضرت اقدس مرزا صاحب کے ذریعے منکشف ہوا۔ وہ یہ ہے کہ جن قوموں کو قرآن پاک میں یاجوج ماجوج کہا گیا ہے وہ مغربی اقوام ہیں۔ واقعات کے اعتبار سے بھی یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنانے والی اقوام ہی یاجوج ماجوج ہیں۔ ان کی علامات کہ وہ اصحاب الکہف والرقیم ہیں کے علاوہ مزید ایک دو علامات کا ذکر کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ جب یہ لوگ غار کی کیفیت وحالت سے نکلے تو ان کو جو فکر لاحق ہوئی وہ کھانے کی طلب تھی۔ چنانچہ وہ اپنے آدمی کو طلب رزق کے لئے بھیجتے ہیں تو تاکید کرتے ہیں کہ بہترین غذا تلاش کر کے لانا اور ساتھ ہی اس کو حصول رزق میں تلطف اور نرمی سے کام لینے کی ہدایت کی۔ کہ اس طرح نرمی سے کام لے کر اپنا مقصد حاصل کرنا اور اس قدر احتیاط سے کام لینا کہ دوسروں کو بالکل پتہ نہ چلے کہ تمہارا مقصد صرف مطلب برآری ہے اور اپنا ہی مفاد پیش نظر ہے چنانچہ جہاں یہ اقوام پہنچیں وہاں حصول رزق کے لئے پہنچیں مگر وہاں کے لوگوں کو یہ تاثر دیا کہ ہم تمہاری ہمدردی اور مفاد کے لئے آئے ہیں اور اعلیٰ ترین سائنسی ایجادات دینے آئے ہیں۔ اور وہ یہی ظاہر کرتے ہیں کہ انھم یحسنون صنعًا کہ وہ بہترین کام کر رہے ہیں۔ جو انسانوں کے فیض اور فائدہ کے لئے ہیں۔ لیکن اپنے مفاد کی ذہنیت کو ہمیشہ اولیت دیتے ہیں۔ یہ صفات اُن کے اندر واضح طور پر موجود ہیں۔ یورپ کے لوگ دل کے اندر اور زبان پر اور باتوں کا اظہار کرتے ہیں یعنی دنیا کو بظاہر ان کا مفاد دکھلاتے ہیں لیکن اصل غرض اپنا استفادہ ہوتی ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہی اقوام دجّال اکبر ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں لکھا ہے کہ ھذا الدجال الاکبر الذی اخبرہ رسول اللہ صلعم یہی دجّال اکبر ہے جس کی خبر رسول اللہ صلعم نے دی ہے۔ لوگ حضرت مرزا صاحب پر الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے انگریزوں کی خوشامد کی ہے۔ ظاہر ہے یہ الفاظ جو انہوں نے مغربی اقوام کے لئے استعمال کئے ہیں کسی خوشامدی کے نہیں ہو سکتے۔ لیکن اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سلطنت انگریزی کے اندر ہر مذہب وملّت کے افراد کو اپنے عقائد کے اظہار کی آزادی حاصل تھی۔ اظہار خیال کی آزادی۔ مذہبی آزادی اور اپنے موقف پر مسلسل پیرا ہونے اور اسکے اظہار کی آزادی تھی۔ ہر شخص اپنے عقائد کو کھل کر بیان کر سکتا تھا یہی وجہ تھی کہ دوسرے مسلمان لیڈر بھی جیسے سر سید احمد خاں۔ ڈاکٹر علامہ اقبال وغیرہ انگریزوں کے خلاف بغاوت کے خلاف تھے۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب نے بھی یہ خیال ظاہر کیا کہ اس پرامن گورنمنٹ کے خلاف ہتھیار اٹھانا مناسب نہیں۔ کیونکہ اسلام امن اور سلامتی کا دین ہے ہمارے ملک کے صدر جناب ضیاء الحق صاحب نے اقوام متحدہ کے اجلاس میں جب وہ نوّے کروڑ مسلمانوں کے نمائندہ کی حیثیت سے تقریر کر رہے تھے اس حقیقت کو واشگاف الفاظ میں بیان کیا تھا کہ میں امن کا پیغام لے کر آیا ہوں نہ کہ جنگ کا۔ اسلام امن اور آشتی کا مذہب ہے۔ نیز انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اسلام میں ہر شخص کو بموجب آیت لا اکراہ فی الدین مذہبی آزادی حاصل ہے وہ دنیا میں امن اور سلامتی پھیلانے کا علمبردار ہے اور حضرت مرزا صاحب کے سامنے بھی یہی مؤقف تھا کہ اسلام صلح و ہمدردی کا دین ہے۔ اس لئے جب تک کوئی اسلام کو تلوار کے زور سے مٹانا نہ چاہے اس کے خلاف تلوار زنی کی ضرورت نہیں۔ اسلام خواہ مخواہ لوگوں کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیتا بلکہ وہ لا اکراہ فی الدین کا علمبردار ہے۔ اور احمدیت یہی ہے۔ کہ انسانوں کے اندر امن اور سلامتی پھیلائی جائے۔ اور اُن میں اسلام کو نافذ کیا جائے۔ ایک ہندو نے حضرت نبی اکرم صلعم کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے "امہات المومنین" نامی کتاب شائع کی تو انجمن حمایت اسلام اور دیگر علماء نے اس کتاب کی ضبطی کا حکومت سے مطالبہ کیا لیکن حضرت اقدس نے کہا کہ بجائے اس کے کہ ہم اس کتاب کی ضبطی کا مطالبہ کریں ہم اس کا جواب لکھیں اور لوگوں کو حقائق بتائیں تاکہ لوگوں پر کتاب سے جو شکوک و شبہات پیدا ہوں اُن کا ازالہ ہو جائے۔ اور لوگوں کو سچائی کا علم ہو جائے۔ اور ہمیشہ کے لئے غلط تاثر کا خاتمہ ہو جائے اور لوگوں کو کتاب لکھنے والے کی غلط بیانی کا پتہ چل جائے۔

آج بھی ایسا ہی ظاہر ہو رہا ہے کہ لوگ تفسیر ہائے قرآن کی ضبطی کے مطالبے کرتے ہیں۔ جو تفاسیر اُن کی رائے کے خلاف رائے کی حامل ہوتی ہیں اور ان کے مطالبے پر تفسیر کو ضبط کیا جا رہا ہے حالانکہ اسلام کا اصول " لا اکراہ فی الدین " ہے۔

حضرت مرزا صاحب نے ایک اصول بیان فرمایا ہے کہ جس حکومت کے تحت تم امن سے رہ رہے ہو اس کے خلاف سازشیں نہ کرو۔ اور حکومت کی اطاعت کرو۔ اور حکومت کے وفادار رہو۔ اور آپ نے علماء سے کہا کہ اگر ان کے خیال میں یہ ملک دارالحرب ہے تو حکومت کے خلاف وہ خود کیوں تلوار نہیں اٹھاتے؟ کیونکہ یہ ان کے اصول کے مطابق ہے۔ کہ حکومت برطانیہ کے خلاف تلوار کا جہاد جائز اور ضروری ہے۔ تو پھر انہیں چاہیئے کہ تلوار لے کر میدان میں نکلیں۔ دراصل یہ محض کہنے تک کی بات ہے ورنہ علماء بھی اسی مسلک پر چلتے رہے تھے جو حضرت مرزا صاحب کا تھا۔

اس دجال اکبر یعنی مغربی اقوام نے کیا فتنہ پھیلایا ہے لوگوں کے ساتھ نرمی اور مہذب طریق سے سلوک کرو لیکن اپنے مفادات کو ہمیشہ مدنظر رکھو۔ یعنی اوپر سے تلطف کا اظہار کرنا لیکن جبر کرنا اُن کے ہاں معیوب نہیں۔ بلکہ مستحسن بات ہے۔ لیکن اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ ہم نے ان کو زیب و زینت کا سامان مہیا کیا تھا تاکہ آزمائیں کہ آیا وہ نیکی اختیار کرتے ہیں؟ علامہ اقبال نے کیا خوب اقوام یورپ کی تہذیب کو کھولا ہے۔ ؎

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے خودکشی کرے گی
شاخ نازک پہ جو آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا۔

فتنہ انگیز لوگ بظاہر تقوٰے اور طہارت کا دعوٰے کرتے ہیں

(بقیہ صفحہ ۱۶ کالم ۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

بقیہ خطبہ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

لیکن اپنے مفاد کو ہمیشہ سامنے رکھتے ہیں۔ چنانچہ وہ دھوکہ، فریب سے لوگوں کو قابو کر کے اپنے طلب زر اور جلب منفعت کے مقصد کو حاصل کرتے ہیں۔ پاکستان کے اندر ایسے گروہ موجود ہیں جو آدمیوں کو سمگل کرتے ہیں۔ یعنی ان لوگوں کو جن کو وہ دیکھتے ہیں کہ بیرونِ ملک جانے کے بڑے خواہشمند ہیں دھوکہ اور فریب سے رقم بٹور کر اُن کو بیرونِ ملک سمگل کر دیتے ہیں جہاں وہ تباہ حال اور پریشان عالم میں زندگی پوری کرتے ہیں۔ یہ بات صرف اسی دجالی تہذیب کا پیدا کردہ فتنہ ہے۔

اسلامی دورِ حکومت میں وہ لوگ جو غیر مسلم حکومت کے باشندے تھے اسلامی حکومت کے زیرِ نگیں آنے کے خواہشمند ہوتے تھے کیوں کہ انہیں وہ سکون و راحت ملنے کا یقین ہوتا تھا جو ان کو اُن کی اپنی حکومتیں مہیا نہیں کرتی تھیں۔ گویا اسلامی حکومت کا فریضہ ہے کہ وہ مخلوقِ خدا کی حفاظت جان و مال کرے۔ خدا نے ایک دل دیا ہے۔ دو دل نہیں بنائے۔ اس لئے ظاہر میں کچھ اور باطن میں کچھ یہ اسلام کا اصول نہیں ہے۔

خدا نے فساد فی الارض سے روکا ہے۔ حضرت اقدس مرزا صاحب نے دجال اور یاجوج ماجوج کا انکشاف فرمایا۔ آپ نے "حضرت عیسٰےؑ کشمیر میں مدفون ہیں" کا انکشاف کیا۔ جس کا اعتراف آج مغربی مفکرین کو ہے۔ اور ایک انگریز محقق نے ایک کتاب شائع کی ہے جس کا نام JESUS DIED IN KASHMIR ہے۔ میں لکھا ہے کہ یہ بالکل سچ ہے کہ حضرت عیسٰےؑ یا حضرت مسیحؑ کشمیر میں فوت ہوئے۔ اور یہ میری اپنی تحقیق ہے میں احمدیہ لٹریچر سے متاثر نہیں ہوں۔

ان باتوں کی وجہ سے ہم حضرت مرزا صاحب کو مجددِ اعظم مانتے ہیں۔ کیونکہ اُنہوں نے عظیم انکشافات خدا کی راہنمائی سے کئے ہیں جن کی طرف لوگ آ رہے ہیں۔

یہ ہماری خوش بختی ہے کہ ہم نے امامِ وقت کو مانا ہے اور اس بات کا شکر ہم یوں ادا کر سکتے ہیں کہ اپنے اعمال کو درست کریں کیونکہ خدا کے پاس صرف عمل کی اہمیت ہے۔

حضرت اقدس نے کشتیٔ نوح میں واضح کر دیا ہے کہ وہی میری جماعت کا فرد ہے جو اعمالِ خیر کا حامل ہے۔ اس کتاب کو پڑھیں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ وہ افرادِ جماعت میں کس قسم کی عملی تبدیلی چاہتے تھے۔ خدا ہمیں نیکی اور پاکیزگی اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

— ★★★★ —

مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور کا ماہانہ رابطہ اجلاس

مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور، استحکامِ جماعت، باہمی اخوت اور دوسرے امور کی خاطر ہر ماہ کسی نہ کسی مرکزی مقام پر ایک رابطہ اجلاس منعقد کرتی ہے۔ جس میں اس حلقہ کے علاوہ دیگر حلقہ جات کے احباب و خواتین بھی شرکت کرتے ہیں۔ آخر ماہ مارچ میں حسبِ فیصلہ احمدیہ مسجد مسلم ٹاؤن میں ۲۶ کو بروز جمعہ یہ اجلاس منعقد ہوا۔ خطبہ جمعہ محترم مرزا محمد لطیف شاہد صاحب نے دیا جس میں قرآنِ کریم، احادیثؐ اور حضرت صاحبؑ کے ارشادات کی روشنی میں پانچ امور پر احباب کو توجہ دلائی گئی۔ نیز بتایا کہ ان صفات جلیلہ کو اپنے اندر پیدا کرنے کے نتیجہ میں ایک روحانی جماعت زندہ بھی رہتی ہے اور ترقی بھی کرتی ہے۔ اور پھر اسے کامیابی بھی نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا ہر فردِ جماعت اپنے اپنے دائرہ میں اللہ تعالےٰ اور رسولِ مقبولؐ کی طرف سے جو فرائض اس پر عائد ہوتے ہیں ان کو دیانت داری، اخلاص مندی اور پوری جد و جہد سے ادا کرنے کی کوشش کرے۔ خدا تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ فاتقوا اللّٰہ ما استطعتم۔ ایک احمدی ہونے کی حیثیت سے جو فرائض ہم پر عائد ہوتے ہیں انہیں ہمیشہ مدِنظر رکھنا چاہیئے۔ کسی جگہ بھی عمل میں کمزوری نہ آنے دیں۔ کردار کو مضبوط کریں فضولیات سے کنارہ کش رہیں۔ قرآنِ کریم ہمارے لئے ایک کامل رہنما کتاب ہے اس سے خود بھی اور اپنی اولادوں کو بھی مستفید کریں علمِ قرآن کو آگے منتقل کریں۔ اشاعتِ دینِ حقہ کے لئے تن من دھن سے قربانی پیش کریں۔ اور قدم آگے ہی آگے بڑھاتے چلے جائیں۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ جو فرد یا قوم یہ صفات اپنے اندر پیدا کر لیتی ہے۔ فاولٰئك هم المفلحون ایسے لوگوں کا انجام قابلِ رشک ہوتا ہے ایک مومن کو اس دنیا میں اس سے بڑا اور کوئی مقام حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔

نمازِ جمعہ کے بعد مکرم ڈاکٹر عبد العزیز صاحب ریٹائرڈ سول سرجن کی صدارت میں رابطہ اجلاس شروع ہوا۔ محترم میاں فضل احمد صاحب صدر مقامی جماعت اور محترم چوہدری ریاض احمد صاحب سیکرٹری مقامی جماعت نے ان رابطہ اجلاسوں کی غرض و غایت بیان فرمائی اور دوستوں کو دعوت دی کہ رابطہ کے عمل کو ترقی دینے کے لئے اپنی اپنی تجاویز پیش فرمائیں۔ اس پر مختلف دوستوں نے نہایت عمدہ، بیش قیمت اور مفید عملی تجاویز پیش کیں۔ صدر مقامی جماعت جناب میاں فضل احمد صاحب نے ان تجاویز پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان سب تجاویز کو نوٹ کر لیا گیا ہے ان میں سے بعض تجاویز پر عمل تو پہلے سے ہی ہو رہا ہے اور جو نئی تجاویز پیش ہوئی ہیں ان پر عمل کیا جائے گا۔ آپ نے سب دوستوں کو دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی۔ اور دوستوں کو تاکید کی کہ آئندہ کے اجلاسوں میں نہ صرف خود شامل ہوں بلکہ اپنے اپنے حلقۂ اثر کے احباب کو بھی ساتھ لایا کریں۔ اجلاس کے اختتام پر شاعرِ احمدیت خان مرتضٰی خان حسن مرحوم کے صاحبزادے جناب خان رشید احمد خان صاحب نے احباب و خواتین کی خدمت میں نہایت ہی پُرتکلف عصرانہ دیا۔ ماکولات اور چائے پیش فرمائی۔ جزاھم اللّٰہ احسن الجزاء۔

جن دوستوں نے اس رابطہ اجلاس کو کامیاب بنانے کی سعی فرمائی اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے اور دوسرے احباب کو بھی ان کی تقلید کی توفیق بخشے۔ آئندہ رابطہ اجلاس ۲۵ کو جامع احمدیہ دار السلام میں منعقد ہوگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

(رپورٹر)

— ★★★★ —

بقیہ لندن مشن

سے متعلق دیگر کتب انہیں مہیا کر سکے تو انشاء اللہ نتائج حوصلہ افزا ہوں گے۔ لورن کعن کا ترجمہ شروع کیا ہے ایک اور کتاب بھی جو مارکیٹ میں آئی ہے۔ میں نے خریدی ہے اس کا ترجمہ کر کے بھی بھیجوں گا۔ جو انشاء اللہ تعالےٰ خاصی دلچسپی کا موجب ہوگا۔ یو۔ کے جماعت خدا کے فضل سے بڑی فعال ہے اور ہر ایک انفرادی اور اجتماعی طور پر نمایاں رنگ میں سرگرم نظر آ رہا ہے۔ باہم رابطہ بڑا مضبوط ہے۔ کلاس کی رفتار سے میں بہت مطمئن ہوں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ اور تمام احباب جماعت کی خدمت میں السلام علیکم اور دعا کی درخواست،

حدیثِ نبویؐ :-

★ "تم میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے جس کا اخلاق اچھا ہے" ★

باہتمام ریاض حسین الحمدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور، مؤرخہ ۲۴ مارچ ۱۹۸۲ء ★ جلد ۶۹، شمارہ ۱۲-۱۳

تار کا پتہ ۔ تبلیغ — فون ۔ ۵۲۷۳۷
مدیر اعزازی — پروفیسر خلیل الرحمٰن
بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید — و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد
دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا
نائب مدیر — عبدالرؤف کھوکھر
سالانہ چندہ — پاک و ہند سے ۳۰ روپے — بیرونی ممالک سے ۔ دو پونڈ

جلد: ۶۹ * یوم چہار شنبہ ۱۲ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ — بمطابق — ۷ اپریل ۱۹۸۲ء * شمارہ: ۱۴

ارشادات حضرت مجدد صد چہار دہم

متقی کا معلم خدا ہوتا ہے

دیکھو جس قدر انسان تبدیلی کرتا جاتا ہے اُسی قدر وہ ابدال کے زمرہ میں داخل ہو جاتا ہے حقائق قرآنی نہیں کھلتے جب تک ابدال کے زمرہ میں داخل نہ ہو۔ لوگوں نے ابدال کے معنے سمجھنے میں غلطی کھائی ہے اور اپنے طور پر کچھ کا کچھ سمجھ لیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ ابدال وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنے اندر پاک تبدیلی کرتے ہیں اور اس تبدیلی کی وجہ سے ان کے قلب گناہ کی تاریکی اور زنگ سے صاف ہو جاتے ہیں شیطان کی حکومت کا استیصال ہو کر اللہ تعالےٰ کا عرش ان کے دل پر ہوتا ہے پھر وہ رُوح القدس سے قوت پاتے اور خدا تعالےٰ سے فیض پاتے ہیں۔ تم لوگوں کو میں بشارت دیتا ہوں کہ تم میں سے جو اپنے اندر تبدیلی کرے گا وہ ابدال ہے انسان اگر خدا کی طرف قدم اٹھائے تو اللہ تعالےٰ کا فضل دوڑ کر اس کی دستگیری کرتا ہے۔ یہ سچی بات ہے اور میں تمہیں بتاتا ہوں کہ چالاکی سے علوم القرآن نہیں آتے۔ دماغی قوت اور ذہنی ترقی قرآنی علوم کو جذب کرنے کا اکیلا باعث نہیں ہو سکتا اصل ذریعہ تقویٰ ہی ہے۔ متقی کا مُعلّم خدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبیوں پر اُمیّت غالب ہوتی ہے۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس لئے اُمّی بھیجا کہ باوجودیکہ آپ نے نہ کسی مکتب میں تعلیم پائی اور نہ کسی کو اُستاد بنایا۔ پھر آپ نے وہ معارف اور حقائق بیان کئے جو دنیوی علوم کے ماہروں کو دنگ اور حیران کر دیا قرآن شریف جیسی پاک۔ کامل کتاب آپ کے لبوں پر جاری ہوئی جس کی فصاحت و بلاغت نے سارے عرب کو خاموش کرا دیا۔ وہ کیا بات تھی جس کے سبب سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم علوم میں سب سے بڑھ گئے۔ وہ تقویٰ ہی تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مطہر زندگی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ قرآن شریف جیسی کتاب وہ لائے جس کے علوم نے دنیا کو حیران کر دیا ہے۔

آپؐ کا اُمّی ہونا ایک نمونہ اور دلیل ہے اس امر کی کہ قرآنی علوم یا آسمانی علوم کے لئے تقویٰ مطلوب ہے۔ نہ دُنیوی چالاکیاں۔

غرض قرآن شریف کی اصل غرض اور غایت دُنیا کو تقوےٰ کی تعلیم دینا ہے جس کے ذریعہ وہ ہدایت کے منشاء کو حاصل کر سکے۔ اب اس آیت میں تقوےٰ کے تین مراتب کو بیان کیا ہے۔ الذین یومنون بالغیب[1] و یقیمون الصلوٰۃ[2] و مما رزقنٰھم ینفقون[3]۔ لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں مگر طوطے کی طرح سے یُونہی بغیر سوچے سمجھے چلے جاتے ہیں۔ جیسے ایک پنڈت اپنی پوتھی کو اندھا دُھند پڑھتا چلا جاتا ہے نہ خود سمجھتا ہے اور نہ سننے والوں کو پتہ لگتا ہے۔ اسی طرح پر قرآن شریف کی تلاوت کا طریق صرف یہ رہ گیا ہے کہ دو چار سپارے پڑھ لئے اور کچھ معلوم نہیں کہ کیا پڑھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ سُر لگا کر پڑھ لیا اور ق اور ع کو پُورے طور پر ادا کر دیا۔ قرآن شریف کو عمدہ طور پر اور خوش الحانی سے پڑھنا بھی ایک اچھی بات ہے مگر قرآن شریف کی تلاوت کی اصل غرض تو یہ ہے کہ اس کے حقائق اور معارف پر اطلاع ملے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر کرے۔ یہ یاد رکھو کہ قرآن شریف میں ایک عجیب و غریب اور سچا فلسفہ ہے اس میں ایک نظام ہے جس کی قدر نہیں کی جاتی جب تک نظام اور ترتیب قرآنی کو مدنظر نہ رکھا جاوے اور اس پر پُورا غور نہ کیا جاوے قرآن شریف کی تلاوت کے اغراض پورے نہ ہوں گے۔

(تقریر حضرت مجدد صد چہار دہم)

یادِ رفتگاں

تاریخِ احمدیت کی ایک اہم شخصیت

[illegible]

ہے کہ دنیا کی تمام قوموں میں اپنے اپنے مشاہیر کی یاد تازہ رکھنے کا ایک سلسلہ قائم ہے۔ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحبؑ کے تربیت یافتہ اور سچے اور پکے احمدی تھے۔ حضرتِ اقدس کے ہاتھوں سے تراشا ہوا ایک ایسا لعل تھے۔ جو اپنی چمک دمک سے انسانی قلوب کو تقریباً نصف صدی تک مسخر کرتا رہا۔ آپ کے حالاتِ زندگی میں اپنے مرشد حضرتِ اقدس مرزا صاحب سے عشق کا رنگ جھلکتا ہے۔ آپ عاشقِ قرآن تھے۔ آپ کا علم و فہم قرآن ضرب المثل تھا۔ آپ نے ربع صدی سے زائد عرصہ تک اپنے سحر آفریں، دلنشیں درسِ قرآن سے قوم کو پیغامِ حیات دیا اور اپنی پُر اخلاص تحریر و تقریر اور پاکیزہ و بے ریا ملی نمونہ کی صورت میں ایک قیمتی ورثہ چھوڑ گئے ہیں۔

مجدد اعظم ہر سہ حصص آپ کا ایسا علمی شاہکار ہے جو رہتی دنیا تک ایک زبردست کارنامہ سمجھا جائیگا یہ سلسلہ کی ایک ایسی مستند تاریخ ہے جسے ہم دنیا کے سامنے فخر کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں۔ قومیں اپنے عمائدین و قائدین کے حالاتِ زندگی کو محفوظ رکھتی اور اپنی نسلوں میں ان کی یاد محفوظ رکھنے کی اس لئے کوشاں رہتی ہیں تاکہ بعد کی نسلوں کے ایمان ان کی حیاتِ مقدسہ کے مطالعہ سے تقویت حاصل کرتے رہیں۔ چنانچہ اسی غرض سے وقتاً فوقتاً آئندہ بھی مرحوم اکابرینِ جماعت کے حالاتِ زندگی کو پیغام صلح میں شائع کیا جاتا رہے گا۔ (ادارہ)

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کے مختصر حالاتِ زندگی

از حضرت مولانا محمد علی مفسرِ قرآن

۳ر اکتوبر ۱۸۷۶ء کو بمقام دہرسالہ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام بشیر احمد اور والدہ کا نام خورشید بانو تھا۔ دادا شیخ احمد علی فاروقی دہرسالہ میں میر منشی تھے یہیں آپ کا زمانۂ طفولیت گذرا۔ دادا نے ریٹائرڈ ہونے کے بعد سیالکوٹ میں سکونت اختیار کی۔ اور یہیں ڈاکٹر صاحب کی ابتدائی تعلیم ہوئی۔ یہاں سے انٹرنس پاس کر کے تعلیم کے لئے لاہور میں سکونت اختیار کی اور میڈیکل کالج میں داخل ہوئے۔۔۔ ڈاکٹری پاس کر کے سب سے پہلے افریقہ گئے اور کوئی ڈیڑھ سال کے قریب وہاں رہے اس کے بعد متفرق مقامات پر دو تین برس رہے۔

۱۹۰۲ء میں حضرت اقدس مرزا صاحب کی بیعت کی۔ تھوڑا وقت شاہ پور ہسپتال میں گذار کر پنڈی گھیب تعینات ہوئے۔ پھر بھیرہ۔ میانوالی۔ راولپنڈی۔ کیمل پور۔ کھیوڑہ۔ خان پور۔ کرنال۔ گجرات۔ جہلم اور لدھیانہ یکے بعد دیگرے تبدیل ہوتے رہے۔ ۱۹۳۱ء میں ریٹائر ہونے کے بعد لاہور میں سکونت اختیار کر لی۔۔۔۔ انوار القرآن حصہ اوّل ۱۳۵۳ھ میں حصہ دوم ۱۳۵۷ھ میں مجدد اعظم حصہ اول ۱۹۳۹ء اور حصہ دوم ۱۹۴۰ء میں طبع ہوا۔۔۔۔ آپ نے ۲۱ر اپریل ۴۳ء کو بمبئی میں چھیاسٹھ سال چھ ماہ کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ میاں نصیر احمد فاروقی نعش کو لاہور لائے اور قبرستان میانی صاحب کے احاطۂ احمدیہ میں دفن کیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کی بلند پایہ تصنیفات

[illegible] کریم اور حدیثِ صحیح اور اہلِ باطن کے تجربہ سے حل کیا ہے۔

* انوار القرآن حصہ اوّل :۔ پارہ عم ۳۰ کی وہ بے مثل تفسیر ہے۔ یہ تیسواں پارہ عموماً مشکل خیال کیا جاتا ہے۔ اس لئے اس کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔
* انوار القرآن حصہ دوم :۔ ستائیسویں پارہ کی ایمان افروز تفسیر ہے۔
* مجدد اعظم حصہ اوّل۔ دوم۔ سوم۔ یہ تینوں جلدیں سلسلہ کی مستند ترین تاریخ پر مشتمل ہیں۔

وترکنا علیہ فی الاٰخرین

حضرت مولانا صدر الدین مرحوم امیر جماعت احمدیہ نے فرمایا:۔

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے جماعت احمدیہ لاہور کو بہت فائدہ پہنچایا جس شہر میں تعینات ہوئے وہیں جماعت پیدا کرنے کے لئے ان کے پاس درسِ قرآن تھا۔ ایسا درسِ قرآن کہ شاید و باید۔ اُن کے درس میں مقناطیسی اثر تھا۔ ان کے معلومات وسیع تھے۔ اور قرآن کریم کے مطالب پر نظرِ غائر رکھتے تھے۔ اس لئے ان کا درس بڑا لطف پیدا کرتا تھا۔ اور لوگ کھچے چلے آتے تھے۔ ان کا درسِ قرآن حضرتِ اقدس مرزا صاحب کی صداقت کی دلیل تھی اس لئے کہ جب تک استاد با خدا نہ ہو جب تک اس کا نفس مطہر و مزکّی نہ ہو شاگرد کو فہمِ قرآن کس طرح عطا ہو سکتا ہے؟

حضرت ڈاکٹر صاحب کا درس سن کر لوگوں کو یقین ہو جاتا تھا کہ جس سلسلہ کے نمائندہ حضرت ڈاکٹر صاحب جیسے واقفِ رموزِ قرآن ہوں وہ ضرور حق پر ہوگا چنانچہ متعدد مقامات پر بہت سے لوگ حضرت ڈاکٹر صاحب کے ذریعہ سلسلۂ احمدیہ میں شامل ہوئے اور بے شمار لوگوں کے دلوں سے نفرت دور ہو گئی۔۔۔

ان کا تفقہ فی الدین اور ان کی وسیع معلومات نے سلسلۂ عالیہ کو کئی رنگوں میں مستفید کیا۔ جس مضمون پر انہوں نے قلم اٹھایا اسی کے اندر لطف اور چاشنی پیدا کر دی۔ حضرت اقدس کے متعلق جو کچھ انہوں نے لکھا وہ اپنے اندر اور خصوصیات کے علاوہ ہمارے اعتقادات پر آخری کلام کا حکم بھی رکھتا ہے۔

اُن کی صحبت اور مجلس پُر لطف ہوتی تھی ۔۔۔۔ ان صفات کے مالک کے لئے یہ آیت کیوں نہ درست ہو۔

وترکنا علیہ فی الاٰخرین

ـــــ * * * * ـــــ

از :- محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ ، لندن

ڈھونڈنے والے کو

بات تو یوں شروع ہوئی کہ ایک مختصر محفل میں ایک صاحب بہت جوش و خروش سے اعتراض کر رہے تھے کہ انجمن مختلف شہروں میں قابل مبلغ نہیں بھیجتی جو جگہ بہ جگہ مستقل قیام رکھیں۔ سلسلے کی خدمت کریں اور جماعت میں تنظیم رکھیں۔ میں نے عرض کی کہ اتنے مبلغ موجود نہیں کہ ہر جگہ مرکز کی طرف سے بھیجے جائیں۔ انہوں نے جھٹ جواب دیا کہ "پھر انجمن مبلغ بناتی کیوں نہیں ہے" میں یہ کہے بغیر نہ رہ سکی کہ "جناب مبلغ بنائے نہیں جاتے بنتے ہیں"۔

"مبلغ بنائے نہیں جاتے بنتے ہیں"

اس بات کے ثبوت میں آج میں نے قلم اٹھایا ہے۔ لیکن یہ قلم کچھ رک رہا ہے۔ یوں کہ سنی سنائی۔ اڑتی اڑتی مجھ تک بھی پہنچی ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ "بھئی رضیہ فاروقی لکھتی تو ہیں مگر اپنوں کی ہی بات کرتی ہیں"۔ ہے یہ بالکل صحیح اس لئے کہ میں خیالی فرضی۔ یا سنی سنائی سے بڑھ کر اپنی آنکھوں دیکھی کانوں سنی زیادہ پسند کرتی ہوں کہ اس کی سچائی کے لئے مجھے بحث مباحثے اور دلائل کی ضرورت نہیں پڑتی۔ واقعات عرض کر دیتی ہوں نتیجہ خود بخود سامنے آجاتا ہے۔ بہر حال یہ کہہ کر کہ :-

آپ بیتی کہوں کہ جگ بیتی
لطف ہے کون سی کہانی میں

میں فیصلہ قارئین پر چھوڑتی ہوں اور ایک جانے بوجھے خدمت سلسلہ کرنے والے مبلغ کہیں یا خادم سمجھیں اس کے آغاز اور انجام پر روشنی ڈالتی ہوں۔ اس لئے کہ ایک بار پھر ماہ اپریل آ رہا ہے اور کتاب زندگی کے بھولے بسرے باب پھر یاد آ رہے ہیں۔ چنانچہ یہ خود میرے ابا جان حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحبؒ مرحوم کا آغاز و انجام ہے۔ جو اکیس اپریل ۱۹۴۳ء کو اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے تھے۔ زمانہ گزر گیا لیکن اُن کی تلاش حق اور خدمت دین کی مثال بھلا دینے والی چیز نہیں۔

اگر آپ میرے ابا جان مرحوم کے مزار پر فاتحہ پڑھنے جائیں تو اُن کے کتبہ پر اُن کے دو لقب کندہ ہیں ایک تو "عاشق قرآن" اور دوسرا "محرر مجدد ہند"، عاشق قرآن کا لقب اُن کے نزدیک ترین وفادار دوست حضرت سید اسد اللہ شاہ صاحب جیسے بزرگ کا عطا کردہ ہے جو ابتدا ہی سے انتہا تک ابا جان کے ذوق و شوق سے بھرپور مطالعہ قرآن اور درس قرآن کے ساتھی رہے اور "محرر مجدد ہند"، یوں ہوئے کہ جب ابا جان مرحوم "مجدد اعظم" جیسی تاریخی اور ضخیم کتاب لکھ رہے تھے تو ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مرزا صاحب تشریف لائے اور انہوں نے ابا جان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "ہم نے آسمان پر آپ کا نام لکھوا دیا ہے اور وہ ہے "محرر مجدد ہند"" صبح خود ابا جان کی زبانی ہمیں ان کے اس عطا کردہ نام کا علم ہوا۔

اُن کے انجام سے نگاہ ہٹا کر اگر آغاز پر نظر ڈالیں تو کچھ حیرت سی ہوتی ہے۔ کہ کیا آغاز اور کیا انجام تھا۔

میرے ابا جان کی پیدائش زمانۂ غدر سے تقریباً پندرہ بیس سال بعد ہوئی جب تک مغل ایمپائر کو ختم ہوئے اور مسلمانوں کی حکومت اٹھے کچھ وقت گذر گیا تھا۔ مگر پھر بھی مسلمان رؤسا اور شرفا کے مزاجوں سے شاہی خو بو نہ گئی تھی۔ مذہب کو تو اس وقت کے علمائے دین نے بالکل تنگ کر کے سکیڑ کر اپنے ذہن کے چاروں طرف لپیٹ لیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عام مسلمان قوم نے قرآن کریم کو بہت ہی مشکل اور انسانی فہم و ادراک سے بالاتر کتاب سمجھتے ہوئے اسے خوبصورت ریشمی غلافوں میں لپیٹ لپاٹ چوم کر ادب سے برکت کے لئے بالائے طاق کر رکھا تھا۔ مذہب سے بے نیاز ہو کر باقی جو دلچسپی اور مشغلے امرا و شرفا کی محفلوں میں رہ گئے تھے وہ شعر و شاعری یا ادبی ادب کے چرچے۔ اس سے بڑھ کر راگ رنگ۔ رقص و سرود کی کشش یا پھر شطرنج۔ تاش۔ پتنگ بازی۔ کبوتر، مرغ اور بٹیر بازی کے مشغلے اور وقت گذاری کے سامان تھے۔ بزرگوں کی دیکھا دیکھی نئی نسل میں بھی یہی رنگ بگڑتی نظر آتی تھی۔

میرے ابا جان کی پرورش ان کے دادا جان کے زیر سایہ ہوئی کیونکہ خود ابا جان کے والد بشیر احمد صاحب فوج میں سپلائی ایجنٹ تھے۔ اور ان کا قیام دور دراز مقامات پر فوجی چھاؤنیوں میں رہتا تھا۔

ابا جان کے دادا احمد علی صاحب انگریزی حکومت کے افسروں کو اردو اور فارسی پڑھاتے تھے اور منشی پروفیسر یا فارسی میں منشی کہلاتے تھے۔

اس علمی روزگار کی وجہ سے نہ صرف انگریزوں بلکہ مسلمان شرفا کے طبقہ میں بھی ان کا خاص رتبہ اور وقار تھا۔ اور اس وقت کے دستور کے مطابق سہ پہر کو ان کی بیٹھک میں چوٹی کے ادب و سخن سے لگاؤ رکھنے والے بزرگ دوست آ کر جمع ہوتے اور شعر و ادب کا چرچا اور مشہور گذرے ہوئے شعرا جیسے میر و سودا۔ غالب و ذوق۔ آتش و ناسخ کے کلام پر غور و فکر اور رائے زنی ہوتی رہتی تھی۔ اس طرح احمد علی صاحب کا تعلق علم و ادب سے تھا اور وہ بعض دوسرے حد سے گذرے ہوئے شرفا کی طرح کھیل تماشوں اور لہو و لعب میں وقت گذاری کے حامی نہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے دنیا کا رُخ دیکھتے ہوئے اور سر سید۔ مولانا حالی۔ اور ایسے ہی درد مند مسلمان لیڈروں کے توجہ دلانے پر کہ مسلمانوں کو ذلت و ادبار سے نکلنے کے لئے نئی انگریزی تعلیم اور علم حاصل کرنا ضروری ہے، اپنے پوتے کو سیالکوٹ چھاؤنی میں جہاں اُن کا قیام تھا سکاچ مشن ہائی سکول میں داخل کرا دیا۔ اس طرح ابا جان کی دنیاوی تعلیم کا بندوبست تو ہو گیا۔ رہی دینی تعلیم تو اس وقت کے رواج کے مطابق اپنی اماں جان اور دادی جان کے زیر ہدایت رواں قرآن شریف بسم اللہ کی رسم سے شروع ہوا اور آمین کی خوشی پر خیر سے ختم ہو گیا۔ نماز روزہ سکھائی گئی۔ رمضان میں روزوں کی چہل پہل رہتی تھی۔ مگر مذہب کو سمجھنے اور اس کی گہرائی میں جانے کا بظاہر کوئی سامان نہ تھا۔

اسکول اور کالج میں دینیات کا نہ تو کورس تھا اور نہ استاد۔ بعض اوقات مشنری پادری عیسائیت کی تبلیغ کرتے ہوئے اسلام پر اعتراض کر دیتے تھے تو مسلمان لڑکوں کو جواب بن نہ آتا اور وہ خفت سی محسوس کرتے تھے لیکن اپنے لڑکپن سے ہی ابا جان کے دل میں مذہب کو سمجھنے اور جس منزل کی طرف وہ ہدایت کرتا ہے اس کو پا لینے کی جستجو پیدا ہوئی۔ ایسی لو لگی اور فطرتی روشنی کی وہ چمک پڑی کہ انہوں نے اس تلاش میں بہت سے در کھٹکھٹائے۔ وہابی بنے اہلحدیث ہوئے۔ پیروں فقیروں کے بتائے ہوئے وظیفے کئے۔ چلے کھینچے مگر کچھ نہ بنا۔ روح اور دل پیاسے کے پیاسے ہی رہے آخر قسمت در مسیحا پہ لے کر آئی۔ گئے تو تھے بیٹے کی صحت و زندگی

کے لئے دُعا کروانے۔ وہاں اپنے لاعلاج دردِ دل کی دوا بھی مل گئی وہ جو کہتے ہیں کہ خدا کی دین کا موسےٰؑ سے پوچھئے احوال۔ کہ آگ لینے کو جائیں پیغمبری مل جائے۔

[illegible]

ہوگئی۔ انہوں نے قادیان میں نہ صرف قرآنِ کریم کو جُزدان سے باہر اور کھلا ہوا پایا بلکہ اس کے وہ وہ معارف و حقائق خود حضرت مرزا صاحب اور ان کے مریدِ اعلےٰ حضرت مولانا نورالدین رحمہ سے سُنے کہ دین و دنیا کی کامیابی کا راز خود کلام اللہ کی آیات میں چھُپا ہوا ہے۔ لیکن ابا جان نے صرف سننے پر بس نہ کی۔ سنانے کا شوق بھی ہوگیا۔ دن رات مطالعہ قرآن اور یہی دُھن کہ پہلے قرآن کو خود سمجھوں پھر اوروں کو سمجھاؤں سناؤں۔ اُدھر وقت ایسا کہ احمدیوں کی مخالفین کے ہاتھوں شامت آئی ہوئی تھی۔ کچھ ایسی ہی نعمت بے بہا لے کر یہ انسان مرزا صاحبؒ کی چوکھٹ پہ اُٹھتے تھے کہ مخالفین کفر کے فتوے۔ چوٹیں ماریں کچھ بھی ان کو توبہ پہ مائل نہ کرتیں۔ یا تو پروانہ وار قادیان میں شمعِ مسیحا کا طواف کرتے۔ یا وہاں سے ہٹ کر اپنی اپنی جگہ ہر ایک کو تبلیغ اور مطالعہ قرآن کی دُھن لگ جاتی۔ بھلا اس افراتفری میں ابا جان کی بات سننے کو خلقت کہاں سے آتی۔ ان دنوں سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں بھیرہ۔ پنڈی گھیب۔ میانوالی۔ جیسے دور دراز اور سنسان علاقے کے ہاسپٹل میں ابا جان کی تعیناتی ہوتی تھی ساتھ ہوا حضرت سید اسداللہ شاہ صاحب کا۔ ان کو ہی درسِ قرآن دینا شروع کر دیا۔ یا پھر ایک آدھ کوئی احمدی یا اپنا کپہ اور نوکر بیٹھ جاتے تھے۔ شروع شروع میں وہ بات پیدا نہ ہوئی تھی جو امامِ وقت یا حضرت مولانا نورالدینؓ جیسے عالمِ بے بدل کے درسوں میں ہوتی تھی۔ مومن مسلمان دوست کی صاف دلی دیکھئے کہ حضرت شاہ صاحب نے صاف کہہ دیا کہ "یار تُو درس تو دیتا ہے مگر وہ مزہ نہیں آتا" بجائے بگڑنے کے ابا جان نے منّت کی دو رُمیست۔ سجدے میں سر رکھ دیا کہ یا اِلٰہا تو مجھ پر اپنی کتاب کے معارف کھول۔ میری مدد فرما۔ اسے سمجھنے اور سمجھانے کی توفیق دے۔"

ایک رات تہجد میں دعا مانگتے مانگتے اونگھ آگئی تو دیکھا کہ جیسے دو کھجور کے درخت ہیں اور ابا جان سمجھتے ہیں کہ ایک حضرت مولانا نورالدین صاحب ہیں اور دوسرا درخت وہ خود ہیں۔ پہلے ایک درخت شق ہوکر آدھا ہوا اور جاکر دوسرے درخت سے مل گیا اور پھر وہ دُوسرا درخت شق ہوکر آدھا ہوا اور آکر پہلے سے مل گیا۔

دوسرا خواب اسی قرآن سمجھنے کی سعی اور دعاؤں کے درمیان یہاں تفصیل سے بیان نہیں کر سکتی۔ مگر یہ نہیں کہ صرف دعاؤں پر ہی زور رہا۔ ساتھ ساتھ دن رات مطالعہ قرآن اور تفسیر و تفصیل قرآن کا شغل جاری تھا۔ بس اس کے بعد تو خُدا نے ان دعاؤں اور سعی میں وہ اثر دیا کہ نہ صرف درسِ قرآن بلکہ تحریر تقریر میں وہ خوبی اور اثر پیدا ہوئے کہ بقول حضرت سید اسداللہ شاہ صاحب پنجابی میں کہ "پھیرتے پڑ پاٹ گیا" یعنی دریا کا پاٹ ہی پھٹ پڑا۔ عبادت و ریاضت کے علاوہ ویسے بھی تلاش علم اور مطالعہ کتب کا وہ شوق تھا کہ ابا جان کی جمع کردہ مختصر لائبریری ایک علمی باغ و بہار کی طرح تھی۔ میری ایک ساتھی پھوپھی زاد بہن اور میں خود بچپن سے کتابوں کا کیڑا تھیں۔ اس زمانہ میں سرکاری گھر وسیع اور مردانہ زنانہ حصے الگ ہوتے تھے۔ صبح جیسے ہی ابا جان تیار ہوکر ہاسپٹل جاتے ہم دونوں پردہ کروا کر ان کی بیٹھک میں پہنچتے تھے۔ اور ان کی کتابوں کی الماریاں کھول کر بیٹھ جاتے تھے۔ کیا جواہرات اور بے بہا موتیوں جیسی کتابیں سبھی نظر آتی تھیں۔ قرآنِ کریم کی مختلف علمائے دین کی کی ہوئی تفسیریں اُردو ترجمے۔ احادیث کے مجموعے۔ سیرت نبویؐ کی طرح طرح کی جلدیں۔ اسلام اور دنیا کی تواریخ۔ ممتاز قومی شعراء کے کلام، اور ساتھ انجیل اور دُوسرے مذاہب کی کتابیں بھی تاکہ انسان خود پڑھ کر مقابلہ کرکے حق کو پسند کرسکے۔ ادھر حضرت مرزا صاحبؑ اور حضرت مولانا محمد علی صاحب اور دیگر بزرگانِ سلسلہ کی تازہ کتب اسلام کی خوبصورتی اور فوقیت کا زندہ ثبوت موجود تھیں اس علمی شغل میں ہم لڑکیوں کو وقت گذرتا پتہ نہ چلتا یہاں تک کہ نوکر مردانے صحن کا دروازہ کھٹکھٹا تا کہ صاحب کے آنے کا وقت ہوگیا ہے تب ہمیں ہوش آتی۔

تو یہ خود ابا جان کی اپنی لگن اور کوشش و تلاش تھی کہ وہ زندگی بھر درسِ قرآنِ کریم دے کر اور انوارالقرآن جیسی خوبصورت تفسیریں لکھ کر عاشقِ قرآن کہلائے۔ اور مجددِ اعظم جیسی مستند کتاب لکھا اور ساتھ ہی دل میں اتر جانے والے مضامین لکھ کر آسمان پر "مجدد مجدد دہند" کا نام پایا۔ ابھی پار سال ہی کی بات ہے کہ ہمارے دلوں پر ہمارے پیارے عزیز محمد احمد کی وفات اور جُدائی کا جانکاہ چرکا لگا ہے۔ تو ان کی وفات کے معًا بعد اتفاق سے اخبار پیغام صلح کے ادارے نے ابا جان کا ایک پرانا مگر پیارا مضمون مسئلہ تقدیر اور دُکھ سکھ پر دوبارہ چھاپ دیا۔ کیا تاؤں کس طرح لو یہ ہے ایک خود اپنی ڈھونڈ اور کوشش سے بنے ہوئے خادمِ دین اور عاشقِ قرآن کی زندہ جاوید مثال۔ وہ نہ صرف خود کامیاب مطمئن اور سرخرو ہوکر اپنے رب کے حضور میں گئے بلکہ اُنکے فیض اور ان کے پیچھے چھوڑے ہوئے کام سے بہتوں کو فائدہ ہوا اور ہوتا رہے گا۔

مگر ایسے انسان کوئی انجمن۔ ادارہ۔ یا مرکز کسی مشین میں ڈال کر نہیں بنا سکتا یہ تو خود بننا پڑتا ہے۔

تن من۔ دھن اس راہ میں لٹا دو۔ عمرِ عزیز اس شوق کی نذر کردو تو یہ راز کھلے گا کہ جوابِ شکوہ میں شاعرِ مشرق سے ندائے غیبی نے سچ کہلوایا ہے کہ :۔

کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والے کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں۔

— ⁎⁎⁎⁎ —

اخبارِ احمدیہ

- سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی صحت خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے اور آپ بدستور خدماتِ دینیہ و سلسلہ میں معروف ہیں۔ نمازِ فجر کے بعد درسِ قرآنِ کریم دیتے ہیں۔ پھر اندرون و بیرون ملک سے آمدہ احباب کی دعا کی درخواستوں پر (نام بنام) دُعا فرماتے ہیں۔ نمازِ فجر کے بعد درسِ قرآن کریم سے دلوں میں رقت پیدا ہو چکی ہوتی ہے۔ حضورِ قلب میسر ہوتا ہے۔ ایسے میں کی ہوئی اجتماعی دُعا یقیناً دُعائے مستجاب ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ بیماروں کو شفا دے۔ اور مشکلات میں گرفتار احبابِ جماعت کی مشکلات کو دور فرما دے۔ آمین

حدیثِ نبوی

- جو بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔

انوار القرآن حصہ دوم ستائیسویں پارہ کی ایمان افروز تفسیر کا ایک ورق

از حضرت ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم و مغفور

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝ ع

پس اپنے رب عظمت والے کے نام کی تسبیح کر۔

میں بار بار عرض کر چکا ہوں کہ تسبیح کے معنے اللہ تعالیٰ کی صفات کو ہر ایک نقص اور عیب سے پاک سمجھنا اور بیان کرنا۔ اور تسبیح ایک تو قولی ہوتی ہے کہ ہم دل سے اللہ تعالےٰ کو ہر ایک نقص اور عیب سے پاک سمجھتے اور زبان سے بھی ایسا ہی ظاہر کرتے ہیں اور ایک عملی ہوتی ہے کہ ہم کو ہمارے خالق نے جس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اس کو اسی کے بنائے ہوئے قوانین کے ماتحت چل کر حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے ہماری باطنی استعدادیں نشوونما پاتی ہیں اور اخلاقِ فاضلہ کا ظہور ہوتا ہے۔ جنہیں دیکھ کر ایک عقلِ سلیم رکھنے والا ہمارے پیدا کرنے والے کے متعلق اندازہ لگاتا ہے کہ واقعی وہ ہستی سبحان یعنی ہر ایک نقص اور عیب سے پاک اور اپنے صفات میں کمال رکھتی ہے جس نے ایسی مخلوق پیدا کی۔

پس کسی انسان کی تسبیح کامل نہیں ہوتی جب تک وہ قولی اور عملی دونوں رنگ میں اپنے رب کی تسبیح نہ کرے۔ فرماتے ہیں اے انسان تیرے اندر جو بقاء کی تڑپ لگی ہوئی ہے اس کے پورا کرنے کے لئے تیرے رب نے جو تیری ربوبیت کرنے والا ہے جس نے تجھے نیست سے ہست کیا۔ پھر ترقی کی منازل طے کراتا ہوا تجھے انسان بنا دیا۔ کیا کیا سامان جمع نہیں کئے اور آئندہ بھی تیری بقا اور ترقی کے لئے اس کا رب نے اس قدر عظیم الشان قدرتی اسباب جمع کر دیئے ہیں جن پر تیری دسترس تو کجا ان کی عظمت کا بھی تجھے اندازہ نہیں ہو سکتا۔

پس کس قدر عظمت والا ہے تیرا رب اور کس قدر غریب نوازی ہے اس کی کہ تجھے تیرے دل کی مراد یعنی بقا کے حاصل کرنے کے لئے سارے سامان محض اپنے فضل سے مہیا کر دیئے۔ پس تو بھی اس کے نام کی تسبیح کر۔ یعنی ایک تو اپنے عمل کو اس کی مشیت کے نیچے لے آ تا مخلوق کے حسن سے خالق کے سبحان ہونے کا پتہ لگے۔ اس میں تیرا ہی فائدہ ہے۔ کہ تو اس طرح بقا کو حاصل کرنے والا ٹھہرے گا۔ دوسرے اپنے دل کے اخلاص کے ساتھ اپنے رب کے نام کی تسبیح کر اور دوسرے لوگوں کو بھی اس کی صحیح معرفت سے مطلع کر تا کہ وہ بھی بقائے دوام کو حاصل کر سکیں۔ سبحان ربی العظیم۔

اصل غرض تو یہ بتانا تھا کہ موت فنا ہونے کا نام نہیں بلکہ حالت بدلنے کا نام ہے۔ انسان کے اندر جو اپنی بقا کے لئے تڑپ ہے وہ عبث نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے کیونکہ قدرت نے خارج میں اس تقاضا کے پورا کرنے کے سامان مہیا کئے ہوئے ہیں اور ساری کائنات اسی ایک تقاضا کو پورا کرنے کے لئے لگی ہوئی ہے۔ گویا انسان اگرچہ بجائے خود فانی ہے مگر اللہ تعالےٰ کی ربوبیت نے محض اپنے فضل سے اس کی بقا کے لئے سامان مہیا کر رکھے ہیں اور اسی لئے اس کے اندر اس کی فطرت میں اپنی بقاء کے لئے ایک تڑپ اور تقاضا رکھ دیا ہے۔

یہ ایک مسلّم امر ہے کہ جب تک کوئی چیز خارج میں موجود نہ ہو انسان کی فطرت میں اس کا تقاضا موجود نہیں ہو سکتا۔ اگر خارج میں غذا نہ ہوتی تو انسان کو بھوک بھی نہ لگتی۔ پانی نہ ہوتا تو انسان کو پیاس کبھی نہ لگتی۔ پس انسان کے لئے اگر بقا مقدر نہ ہوتی تو اس کے اندر فطرتی طور پر یہ تڑپ اور تقاضا کبھی موجود نہ ہوتا۔ گذشتہ رکوع میں اس فطرتی تقاضا کے پہلے حصہ کے پورا کرنے کا ذکر تھا۔ یعنی یہ بتایا تھا کہ بقا کی خاطر جسم انسانی کی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے جو انسان کے اندر فطرتی تقاضا ہے اس کے پورا کرنے کا سامان قدرت نے کیا کیا مہیا کیا ہے۔ اب اس رکوع میں بقاء کی خاطر انسان کے فطرتی تقاضا کے دوسرے حصہ کا ذکر ہے۔ یعنی نفسِ انسانی کو اس کے اخلاق کی نشوونما اور تکمیل کے ذریعہ اگلی زندگی کے لئے تیار کرنے کے واسطے قدرت نے خارج میں کیا کیا سامان مہیا کئے ہیں؛ اور وہ ہیں ایسی تعلیمات اور اصولِ حقہ جن پر ایمان لانے اور عمل کرنے سے انسان اپنے اس تقاضا کو پورا کر سکتا ہے یعنی اپنے اخلاق کی نشوونما اور تکمیل کر سکتا ہے۔ اگر یہ سچ ہے کہ قدرت نے یہ سامان خود ہی مہیا کرنے ہیں جیسا کہ ہم اس کے پہلے حصہ یعنی جسمانی زندگی کے قیام کے معاملہ میں دیکھ چکے ہیں کہ سب چیزیں قدرت نے خود ہی مہیا کی ہیں تو پھر وہ تعلیمات اور اصول بھی جن پر چل کر انسان اپنے نفس کے بقا اور ارتقائے کامل کو حاصل کر سکتا ہے ضرور ہے کہ خالقِ فطرت خود اپنے علم سے ہی اس کو سکھائے۔ اسی کا نام وحی نبوت ہے۔ اور اسی کے مجموعہ کو کتاب کہتے ہیں۔

چنانچہ جناب الٰہی کی طرف سے یہ سلسلہ انسان کی تعلیم کا تمام دنیا میں نظر آتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے لکل قوم ھاد کہ ہر ایک قوم میں ہم نے ہدایت دینے والا بھیجا۔ اور پھر آخر کار ان تمام تعلیموں کو چھوڑ کر جو کسی قوم یا کسی زمانہ سے مختص تھیں باقی تمام ابدی صداقتوں اور الٰہی تعلیمات اور ہدایتوں کو قرآن مجید میں جمع کر دیا اور ان کی ہر طرح سے مزید تکمیل کر کے انسان کے ہاتھ میں دے دیا تاکہ وہ اس کے ذریعہ اپنے مقصد پیدائش کو معلوم کر کے اس کے حصول کے لئے ان تعلیمات پر عمل کرے جن پر اس کے نفس کی حقیقی بقا اور ارتقا منحصر ہے اور اس طرح اپنے اخلاق کی نشوونما اور تکمیل کر کے وہ اگلی زندگی میں ترقی کرنے کے لئے تیار ہو جائے چنانچہ اگلی آیات میں اسی لئے نفس انسانی کے بقا کے فطرتی تقاضا کے پورا کرنے کا سامان قرآن کریم کی شکل میں پیش کر کے اس کی صداقت اور عظمت پر دلائل دیئے ہیں۔ اور بتایا ہے کہ اے نادان اور جلد باز انسان جلدی نہ کر اور اس قرآن کو غور اور تدبر سے پڑھ۔ جیسے جیسے تو اس پر عمل کرے گا تو تقوٰے و طہارت میں بڑھے گا۔ اور جیسے جیسے تو تقوٰے و طہارت میں بڑھے گا قرآن کریم کی بزرگی اور شان تجھ پر ظاہر ہوتی جائے گی۔ اور تجھے نظر آ جائے گا کہ یہ کتاب واقعی تمام جہان کے انسانوں کی ربوبیت یعنی ان کے اخلاق کے نشوونما اور تکمیل کے لئے اتری ہے۔ پس یہی وہ کتاب ہے جس سے نفس انسانی کا اپنی بقاء کے لئے فطری تقاضا کما حقہٗ پورا ہو سکتا ہے۔

—— *** ——

ارشاداتِ خداوندی

* "اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو"۔
* "اور جو تمہیں السّلام علیکم کہے اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں"۔

—— *** ——

قبولِ احمدیّت کی کہانی - اپنی زبانی

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم نے "میری قبولیت احمدیت" کے عنوان سے یہ حالات اپنی زندگی میں پیغام صلح نومبر ۱۹۳۳ء میں خود تحریر فرمائے تھے۔ ان کا آخری حصہ اُن کی یاد میں ہدیۂ قارئین کرام ہے۔ (ادارہ)

آخر گِل اپنی صرفِ درِ میکدہ ہوئی + پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔

حضرت اقدس کے متعلق تحقیقات

میں شکر گڑھ ضلع گورداسپور میں پلیگ ڈیوٹی پر تھا۔ تحصیل شکر گڑھ میں بھائی پٹھانوں کا ایک گاؤں ہے وہاں منوّر خاں ایک ذیلدار تھا جو پلیگ کے کاموں میں مدد نہ کرنے کی وجہ سے معطّل ہو چکا تھا۔ میری اس سے ملاقات جو ہوئی تو اس نے مجھے کہا کہ آپ میری سفارش کر کے مجھے بحال کرا دیں تو بہت مشکور ہوں گا اس سے قبل تو ہم پر جب کبھی مصیبت پڑا کرتی تھی تو ہم قادیان والے مرزا سے دعا کرایا کرتے تھے۔ تو ہماری مشکلیں اللہ تعالےٰ حل کر دیا کرتا تھا۔ مگر اب وہ عیسیٰ مسیح خدا کا بیٹا بن گیا ہے ہمارے علماء نے اس پر کفر کا فتوےٰ لگایا ہے اس لئے ہم نے وہاں جانا چھوڑ دیا ہے۔ میں نے پوچھا کیا تم مرزا صاحب کو جانتے ہو؟ کہنے لگا ہاں بچپن سے جانتے ہیں بڑا نیک اور عابد زاہد شخص ہے اور بڑا مستجاب الدعوات شخص ہے ہمیں اس کی دعاؤں کا تجربہ ہے بس تیر بہدف ہوتی ہیں۔ اس کے ولی ہونے میں تو کوئی شک نہیں لیکن آپ جانتے ہیں کہ اولیاء لوگوں کو ہی ٹھوکر لگا کرتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے منصور کی طرح سلوک کی کسی منزل پر سے پاؤں پھسل گیا یا بہک گیا۔ میرے دل پر اس کی اس تقریر نے خاص اثر کیا۔ گورداسپور کے ضلع میں ادھر اُدھر مجھے دورہ کا اتفاق کثرت سے ہوا۔ شیخ نور احمد رئیس بٹالہ اور کئی ایک سے جو احمدی نہ تھے اور بچپن سے مرزا صاحب سے واقف تھے حالات دریافت کرنے پر یہ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ شخص راستباز اور خدا رسیدہ ہے۔ دعاوی کے متعلق پہلے ہی تسلی ہو چکی تھی لیکن جرأت کر کے بیعت کرنے سے ابھی ابھی دل ہچکچاتا تھا۔ کیونکہ احمدیت کی مخالفت بے حد تھی اور خود ہمارے اپنے خاندان میں مخالفت کی کوئی انتہا نہ تھی۔

میاں ممتاز احمد کی علالت

میرا لڑکا ممتاز احمد اس وقت دو سال کا تھا۔ میں شکر گڑھ ضلع گورداسپور میں پلیگ ڈیوٹی پر متعین تھا اور میرے اہل و عیال امرتسر میں تھے۔ ممتاز احمد کو ٹائیفائیڈ فیور ہو گیا اور ایسا خطرناک کہ ۱۰۵ درجہ کا بخار بلکہ اس سے بھی زیادہ تیز بخار شب و روز رہنے لگا اور ٹائیفائیڈ فیور کی کل علامات پوری طرح واضح ہو گئیں اور امرتسر کے قابل ڈاکٹروں نے بالاتفاق اپنی تشخیص مکمل کر کے کہہ دیا کہ ٹائیفائیڈ بخار بہت سخت قسم کا ہے۔ اگر زندگی ہے تو تین چار ہفتہ سے کم میں نہیں اُترنے لگا۔ میں ایک ہفتہ کی رخصت لے کر آیا تھا۔ بچہ شب و روز دماغی بے ہوشی کی وجہ سے میّت کی طرح پڑا رہتا تھا اور کوئی صورت بچنے کی نہ تھی۔ بخار کو گیارھواں دن تھا۔ میری رخصت ختم تھی نبض بے قاعدہ ہو چکی تھی۔ بخار کی تیزی اور بے ہوشی کا وہی عالم تھا میری بے قراری کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میں نے واپس اپنی ڈیوٹی پر جانے سے انکار کر دیا۔ میرے بزرگوں نے سمجھایا کہ ایسی حماقت نہ کرو۔ جو کچھ مقدر میں لکھا ہے وہ تو ہو کر رہے گا۔ تم اپنی ملازمت خراب نہ کرو۔ اتفاق سے ان دنوں حضرت مرزا صاحب کی کتاب برکات الدعا ہمارے ہاں آئی ہوئی تھی۔ میری بیوی نے بھی پڑھی تھی وہ مجھے کہنے لگیں کہ تم گورداسپور ہو کر ہی شکر گڑھ جاؤ گے۔ رستہ میں بٹالہ ہے۔ اگر قادیان جا کر حضرت مرزا صاحب سے دعا کراؤ تو کیا عجب ہے کہ اللہ تعالےٰ فضل کر دے۔ انہوں نے اپنی کتاب برکات الدعا میں تو بڑی زور سے لکھا ہے کہ :-

اے کہ گوئی گر دعا ہا را اثر بودے کجاست

سوئے من بشتاب بنمایم ترا چوں آفتاب

قادیان میں پہلی مرتبہ

اپنی بیوی کی زبان سے یہ الفاظ سن کر میں فوراً تیار ہو گیا۔ ایک احمدی دوست کو میں نے بلا کر کہا کہ میرے ساتھ قادیان چلیں کیونکہ میں قادیان سے ناواقف تھا۔ رات کے دس بجے امرتسر سے گاڑی چلی۔ نصف رات کو بٹالہ پہنچے۔ یکہ لیا۔ سڑک نہایت خراب۔ دھکے کھاتے گرتے پڑتے۔ اچھلتے رات کے ۳ بجے قادیان جا پہنچے۔ رات سخت اندھیری تھی کچھ نظر نہ آتا تھا قادیان میں لالٹینوں کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ سردی کا موسم گھروں کے دروازے بند۔ آدمی نہ آدم زاد۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ خدا جانے مرزا صاحب اسوقت خود کیا کر رہے ہوں گے۔ مزے سے سو رہے ہوں گے یا شاید نمازِ تہجد پڑھ رہے ہوں۔ بہرحال دل میں تمنا ہوئی کہ دیکھوں کہ اسوقت کیا کر رہے ہیں۔ میرا احمدی رفیق آگے اور میں پیچھے۔ اندھیرے میں کچھ پتہ نہ لگتا تھا کہ ناگاہ حضرت مرزا صاحب کے مکان کے دروازہ پر میرے رفیق کا ہاتھ پڑا اور اس زور سے پڑا کہ جھٹکے سے کھل گیا۔ حضرت میرزا صاحب نمازِ تہجد پڑھ رہے تھے۔ اسی وقت آپ نے سلام پھیرا دریافت کرنے پر فرمایا کہ آپ مسجد مبارک میں چلے جائیے۔ ہم دونوں وہاں چلے گئے تو دیکھا کہ ساری مسجد میں لوگ نماز تہجد بڑے خشوع و خضوع سے پڑھ رہے تھے البتہ اس کمرے میں خواجہ کمال الدین مرحوم ایک چارپائی پر سوئے ہوئے تھے میرے پہنچتے ہی خواجہ صاحب اُٹھ کھڑے ہوئے فرمانے لگے کہ :-

"آپ اس چارپائی پر سوئیں۔"

میں نے اُن کی تکلیف کے خیال سے انکار کیا۔ کہنے لگے نہیں میں اب نماز پڑھوں گا۔ غرض کہ میں اس چارپائی پر لیٹ گیا اور خواجہ صاحب وضو کر کے نماز میں مشغول ہو گئے۔ مگر مجھے اس چارپائی پر لیٹنے سے نہایت شرم آئی کیونکہ لوگ اس قدر رقت اور خشوع سے عبادت کر رہے تھے کہ میں دل میں ندامت سے کٹا جا رہا تھا مگر تھکا ہوا تھا اس لئے آنکھ لگ گئی۔ صبح ۵ بجے اذان ہوئی ایک شخص نے مجھے اٹھایا۔ اور وضو کے لئے پانی دیا میں وضو کر کے سنتیں پڑھ کر بیٹھا ہی تھا جو مولوی عبدالکریم مرحوم تشریف لائے انہیں دیکھ کر میرے دل کو بے حد خوشی ہوئی کیونکہ سیالکوٹ کے ہمارے پرانے اہل حدیث کی مسجد کے امام تھے۔ وہ بھی بڑے تپاک سے ملے۔ مجھے کہنے لگے "آخر آپ آئے۔" میں نے کہا ہاں خدا ہی لے آیا۔ اس کے بعد میں نے تذکرہ کیا کہ میرا بچہ سخت بیمار ہے اس کے لئے دعا فرمائیں۔ فرمانے لگے کہ آپ ابراہیمؑ کی طرح حنیف بنیں آپ کے بچے نے بھی آسمان سے آواز یا نار کونی بردا و سلاما علی ابراھیم کی آجاوے گی۔ اور آپ کی یہ آگ اللہ تعالےٰ ٹھنڈک اور سلامتی سے بدل دے گا۔ میرے دل کو اس فقرہ سے بڑی تسلی ہوئی۔

حضرت اقدس کی زیارت

اتنے میں حضرت مرزا صاحب اندر سے تشریف لائے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ایک نور کا چمکتا ہوا سامنے آ کھڑا ہوا۔ مولوی عبدالکریم مرحوم نے میرا بازو پکڑ کے حضرت کی خدمت میں پیش کیا اور جن الفاظ میں پیش کیا میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مجھے ان الفاظ کا صحیح مصداق بنا دے اور میرا انجام بخیر ہو عرض کی کہ :-

"حضور یہ بھی ایک سعید روح ہے جو میں آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔"

حضرت صاحب نے بڑی خندہ پیشانی سے مصافحہ کیا۔ چونکہ لوگوں نے مشہور کیا ہوا تھا کہ مرزا صاحب کو نعوذ باللہ جذام ہو گیا ہے اور ہاتھوں میں خارش رہتی ہے۔ میں نے آپ کے ہاتھوں کو بڑے غور سے دیکھا مجھ سیہ کار کے ہاتھوں میں ان کے نور کے ڈھلے ہوئے چاندی کے ہاتھ نظر آتے تھے تعارف کے لئے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے تو اس سے زیادہ کچھ نہ کہا جو میں اُوپر لکھ چکا ہوں۔ اور میرے خیال میں خدا کے مسیح کے سامنے اس سے بہتر الفاظ تعارف کے لئے ہو بھی کیا سکتے تھے؟ میں نے خود ہی باقی باتیں اپنے متعلق عرض کیں اس کے بعد نماز باجماعت شروع ہوئی۔ میں حضرت صاحب کے برابر شانہ بشانہ کھڑا تھا اور مولوی عبدالکریم مرحوم امام تھے۔ ان کی امامت میرے لئے کچھ نئی نہ تھی۔ سیالکوٹ میں عرصہ تک ہم نے ان کے پیچھے نمازیں پڑھی تھیں لیکن ان کی قرآن خوانی کی جو شان قادیان میں نظر آئی وہ میں نے کبھی محسوس نہ کی تھی۔ اس کمال کی خوش الحانی اور اعلیٰ درجہ کی تاثیر ان کی زبان میں پیدا ہو گئی تھی کہ میں قرآن سنتا تھا اور زار زار روتا تھا اور میرا یہ ایمان ہے کہ یہ سب فیض مسیحائی تھا۔ ورنہ مولانا عبدالکریم کا قرآن ہم پہلے مدتوں سے سنتے رہے تھے۔ نہ یہ خوش الحانی تھی نہ یہ اثر تھا۔

ملاقات اور اس کا اثر

نماز کے ختم ہونے کے بعد حضرت مرزا صاحب اندر تشریف لے گئے۔ خلیفہ رشید الدین مرحوم نے مجھ سے پہلے ہی دریافت کر لیا تھا کہ آپ حضرت صاحب سے ملاقات مسجد میں ہی کریں گے یا خلوت میں۔ میں نے خلوت میں ملاقات کرنی چاہی تھی۔ حضرت صاحب نے تھوڑی دیر بعد ہی ہمیں اندر بلا بھیجا۔ حضرت صاحب ایک کمرے میں جس میں بچے سوئے ہوئے تھے ایک ننگی چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے جس پر کوئی بستر نہ تھا۔ مجھے دیکھ کر پائنتی کی طرف کھسک گئے اور مجھے سرہانے کی طرف بٹھانے لگے۔ میں نے پاس ادب سے انکار کیا مگر آپ نے مجھے ہاتھ پکڑ کر سرہانے کی طرف بٹھا دیا۔ اور خود چارپائی کی ادوان پر بیٹھے۔ اور ہمارے درمیان میں میرے رفیق بیٹھ گئے۔ میں نے عرض کی کوئی ایسا وظیفہ بتائیے جس سے دل صاف ہو۔ فرمایا:۔

"یہی نمازیں سنوار سنوار کر اور سمجھ سمجھ کر پڑھا کرو۔"

میرے دل پر اس کا خاص اثر ہوا وجہ یہ کہ وظیفے میں بہت کر چکا تھا جس کا نتیجہ میں نے اچھا نہ پایا تھا سوائے اس کے کہ دل کمزور ہو گیا۔ اور قوت مقابلہ ضعیف ہو گئی۔ اور دوسرے محمد رسول اللہ صلعم نے جو طریقہ تزکیۂ قلب کا اپنے صحابہ رضہ کے لئے اختیار کیا تھا وہ یہی نماز تھی اس لئے صفائی قلب کے لئے مسنون طریقہ یہی نماز تھی جو حضرت نے بتلائی جس سے مجھے یہ پتہ لگا کہ آپ کا قدم سنت رسول پر کس قدر مضبوط تھا اور آپ کسی ایسے وظیفے کے حامی نہ تھے جو بدعت کے رنگ میں ہو۔ صفائی قلب پر حضرت نے مزید تقریر فرمائی تھی۔ تقریر کیا تھی ایک روحانی طبیب مرض کی صحیح تشخیص کر کے علاج کر رہا تھا۔ میرے دل کی کمزوریاں اور وساوس کا جواب اس طرح چلا آتا تھا کہ مجھے بعض دفعہ یہ وہم ہونے لگتا تھا کہ شاید میرا قلب کھلا ہوا ان کے سامنے ہے اور یہ دیکھ دیکھ کر اس کی بیماریوں کا علاج کر رہے ہیں اور جب انہوں نے یہ ارشاد فرمایا کہ ایک گنہگار انسان کی مثال ایک مجرم کی ہے جس کے نام وارنٹ جاری ہو چکا ہو اور وہ قدم قدم پر ڈرتا ہو۔ اور ہر آن اسے یہی نظر آتا ہو کہ اب میں پکڑا گیا۔ اب میں پکڑا گیا۔ پس خدا سے تعلق پکڑنے والے انسان کو جو طمانیت قلب نصیب ہوتی .... وہ ایک گناہگار کو کب نصیب ہو سکتی ہے۔ میں یہ سن کر کانپ گیا۔ وعظ تو بہت سے سنے تھے مگر نہ معلوم ان سادے سادے لفظوں میں کیا اثر تھا کہ دل کے اندر سرایت کرتے چلے جاتے تھے۔

بیعت

اسی ضمن میں جب حضرت نے یہ فقرہ فرمایا کہ انسان کو اگلے جہان کی طرف چلنے کے لئے یوں تیار رہنا چاہیئے جس طرح ایک دور افتادہ مسافر اپنے وطن کو جانے کے لئے بخوشی آمادہ رہتا ہے۔ تو اتنا اثر میرے قلب پر ہوا کہ یہ دنیا ہیچ نظر آنے لگی۔ تقریر کا خاتمہ وفات مسیح پر تھا۔ جو حضرت کی خصوصیت تھی۔ حضرت کو حیات مسیح کے باطل عقیدہ کو مٹانے میں اس قدر شغف تھا کہ کوئی تقریر ہو ہر پھر کر اس موضوع پر اکثر آ جاتی تھی۔ میں ایسا مدہوش بیٹھا تھا کہ نہ لڑکے کی بیماری یاد رہی تھی نہ دنیا کا کوئی کام ذہن میں باقی رہ گیا تھا۔ اور یہ حالت میری بعد میں بھی ہمیشہ رہی۔ یعنی بیعت کرنے کے بعد بھی حضرت اقدس کی خدمت میں جب حاضر ہوا دنیا بھول جاتی تھی۔ دنیا کے کسی کام کے متعلق دعا کی درخواست کرتے شرم آتی تھی اپنے عزیزوں کی بیماری تک کے لئے دعا کراتے ہوئے حیا آ جاتی تھی خیال ہوتا تھا کہ اتنا بڑا عظیم الشان انسان اور اس سے دنیا کے کاموں کے لئے دعا کرانا بڑی ناقدر شناسی ہے بہر حال جب حضرت نے آخری فقرہ فرمایا کہ آپ کو جو کچھ اعتراضات یا شبہات ہوں ان کے دفعیہ کے لئے یہیں خط لکھتے رہیں یا خود یہاں آ کر تشفی کرا سکتے ہیں تو مجھے زندگی کی ناپائیداری سامنے نظر آنے لگی۔ اور یہ سمجھ آیا کہ اتنی عمر تو تحقیقات میں ہی گذری، اور فیض احمدی سے محروم رہی عمر کا کیا اعتبار ہے کہیں ایسا نہ ہو موت آ جائے اور جاہلیت کی موت پر ہی خاتمہ ہو۔ میں نے عرض کی حضور میری بیعت لے لیں میں کب تک اس طرح بھٹکتا پھروں گا۔ آپ نے میری بیعت لی اور دعا کی۔

حضرت کی دعا اور اس کا اثر

جب رخصت ہونے لگا تو لڑکے کی بیماری کے متعلق عرض کیا کہ بچہ بہت بیمار ہے حضور خاص توجہ سے دعا فرما دیں آپ نے اسی وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور دیر تک دعا فرماتے رہے۔ دعا کے بعد مجھے رخصت ہونے کے لئے اجازت دی وہاں سے نکل کر میں حضرت مولانا نورالدین مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوا ان سے پرانا وہابیت کے وقت کا دلی تعلق تھا انہوں نے بھی دعا پر سنگر ستی نقسہ بیگی۔ وہاں سے رخصت ہو کر سیدھا گورداسپور پہنچا۔ اسٹیشن پر میرا آفیسر جو انگریز ڈاکٹر تھا ملا میں نے اسے کہا کہ بچہ بہت بیمار ہے مجھے رخصت چاہیئے۔ مجھے کہنے لگا تم بالفعل شکر گڑھ جاؤ۔ میں دو دن کے بعد پٹھانکوٹ سے واپس آؤں گا۔ تم پھر خواہ دس دن کے لئے چلے جانا۔ میں سیدھا شکر گڑھ چلا گیا وہاں تیسرے دن خط آیا کہ بخار اتر گیا ہے اور لڑکا بالکل اچھا ہے۔ میں رخصت لے ہی چکا تھا۔ امرتسر گیا تو معلوم ہوا کہ جس روز صبح میں نے حضرت صاحب سے دعا کرائی ہے اس روز حالت بہت خراب تھی۔ رات جو آئی تو ایک مایوسی کا عالم تھا۔ ۱۲ دن بخار کو ہو چکے تھے۔ پچھلی شب کو ٹمپریچر جو لیا تو نارمل تھا۔ خاندان کے بزرگوں کو کہا تو وہ کہنے لگے کہ تھرمامیٹر ٹھیک نہیں لگا لیکن کئی مرتبہ تھرمامیٹر لگانے کے بعد بھی جب ٹمپریچر نارمل ہی نظر آیا تو ڈاکٹر جو معالج تھا اسے خبر کی وہ بہت قابل ڈاکٹر تھا۔ کہنے لگا ڈرانے ہونے ہو کہیں ٹائیفائیڈ بھی جو اس قدر سخت قسم کا ہر بارہ دن میں اترا ہے۔ اور اچانک؟ یہ سب تھرمامیٹر لگانے کی غلطی ہے وہ خود آیا بار بار ٹمپریچر لیا نبض دیکھی حیران رہ گیا۔ کہنے لگا کہ یہ خدا کا فضل ہی ہے۔ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میں نے تو ایسا کہیں کبھی نہیں دیکھا اس قدر حالت خراب اور دردی یا ایک صحت کا نمودار ہونا یہ تو کوئی اعجاز مسیحائی ہے۔ کہ مردہ زندہ ہو گیا۔ اور واقعی وہ فضل ربی اور اعجاز مسیحائی ہی تھا۔ حضرت صاحب کیا سچ فرماتے ہیں کہ ؎

ہزار مرتبہ مشکل نہ گردد حل

چو پیش او بہ دیگر یک دعا باشد

— ۰۰۰ —

مرتبہ: ڈاکٹر خورشید عالم ترین۔ سرینگر (بھارت)

دُعا سے اُلوہیّت کا کرم جوش میں آتا ہے

مثلاً ہم عام طور پر دیکھتے ہیں کہ جب بچہ روتا ہے۔ اور اضطراب ظاہر کرتا ہے تو ماں کس قدر بے قرار ہو کر اس کو دودھ دیتی ہے۔ اُلوہیّت اور عبودیت میں اسی قسم کا ایک تعلق ہے جس کو ہر شخص سمجھ نہیں سکتا جب انسان اللہ تعالےٰ کے دروازہ پر گر پڑتا ہے اور نہایت عاجزی اور خشوع وخضوع کے ساتھ اس کے حضور اپنے حالات پیش کرتا ہے اور اس سے اپنی حاجات کو مانگتا ہے تو اُلوہیّت کا کرم جوش میں آتا ہے اور ایسے شخص پر رحم کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم کا دودھ بھی ایک گریہ کو چاہتا ہے۔ اس لئے اس کے حضور رونے والی آنکھ پیش کرنی چاہیئے۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ رونے دھونے سے کچھ نہیں ملتا۔ بالکل غلط اور باطل ہے۔ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی صفات قدرت وتصرف پر ایمان نہیں رکھتے۔ اگر ان میں حقیقی ایمان ہوتا تو وہ ایسا کہنے کی جُرأت نہ کرتے جب کبھی کوئی شخص اللہ تعالےٰ کے حضور آیا ہے اور اس نے سچی توبہ کے ساتھ رجوع کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ہمیشہ اس پر اپنا فضل کیا ہے ..... خدا تعالےٰ تو چاہتا ہے کہ تم اس کے حضور پاک دل لے کر آؤ ..... میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالےٰ میں عجیب در عجیب قدرتیں ہیں اور اس میں لا انتہا فضل و برکات ہیں۔ مگر ان کے دیکھنے اور پانے کے لئے محبت کی آنکھ پیدا کرو۔ اگر سچی محبت ہو تو خدا تعالےٰ بہت دُعائیں سنتا ہے اور تائیدیں کرتا ہے۔

دُعا بہت بڑی سِپر کامیابی کے لئے ہے۔ یُونس کی قوم گریہ وزاری اور دُعا کے سبب ہی آنے والے عذاب سے بچ گئی..... اس سے ایک سبق ملتا ہے کہ تقدیر کو اللہ بدل دیتا ہے اور رونا دھونا اور صدقات فرد قرار دادِ جرم کو بھی ردی کر دیتے ہیں۔ اُصول خیرات کا اسی سے نکلا ہے۔ یہ طریق اللہ تعالےٰ کو راضی کرتے ہیں۔ علم تعبیر الرؤیا میں مال کلیجہ ہوتا ہے۔ اس لئے خیرات کرنا۔ جان دینا ہوتا ہے۔ انسان خیرات کرتے وقت کس قدر صدق وثبات دکھاتا ہے اور اصل بات تو یہ ہے کہ صرف قیل وقال سے کچھ نہیں بنتا۔ جب حضرت یونسؑ کے حالات میں دُرِّ منشور میں لکھا ہے کہ آپ نے کہا کہ مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ جب تیرے سامنے کوئی آوے گا تجھے رحم آجائے گا۔

دُعا اور اہلِ زمانہ

مگر بڑی مشکل یہ ہے کہ لوگ دعا کی حقیقت اور حالت سے محض ناواقف ہیں اور اسی وجہ سے اس زمانہ میں بہت سارے لوگ اس سے منکر ہو گئے ہیں۔ کیونکہ وہ ان تاثیرات کو نہیں پاتے اور منکر ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہونا ہے وہ تو ہونا ہی ہے۔ پھر دعا کی کیا حاجت ہے؟ مگر میں خوب جانتا ہوں کہ یہ تو نرا بہانہ ہے۔ انہیں چونکہ دُعا کا تجربہ نہیں اس کی تاثیرات پر اطلاع نہیں اس لئے اس طرح کہہ دیتے ہیں۔ ورنہ اگر وہ ایسے متوکل ہیں تو پھر بیمار ہو کر علاج کیوں کرتے ہیں خطرناک امراض میں مبتلا ہوتے ہیں تو طبیب کی طرف دوڑے جاتے ہیں بلکہ میں سچ کہتا ہوں کہ سب سے زیادہ چارہ کرنے والے یہی ہوتے ہیں۔

سید احمد خاں (مرحوم) بھی دُعا کے منکر تھے لیکن جب ان کا پیشاب بند ہوا تو دہلی سے معالج ڈاکٹر بلایا۔ یہ نہ سمجھا کہ خود بخود ہی پیشاب کھل جائے گا۔ حالانکہ وہی خدا ہے جس کے ملکوت میں ظاہری دنیا ہے۔ اب جبکہ دُوسرے اشیاء میں تاثیرات موجود ہیں تو کیا وجہ ہے کہ باطنی دنیا میں تاثیرات موجود نہ ہوں۔

(ایسے لوگ ایک پہلو میں خدا کی قدرت کے تصرفات مانتے ہیں لیکن دوسرے میں جا کر انکار کر دیتے ہیں۔ جن میں سے دُعا ایک زبردست چیز ہے۔ یہ سچ ہے کہ خدا کے قضا و قدر میں سب کچھ ہے مگر کوئی یہ تو بتائے کہ خدا تعالےٰ نے وہ فہرست کس کو دی ہے؟ میں سچ کہتا ہوں کہ ان اسرار پر کوئی فتح نہیں پا سکتا۔ ظاہر میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص قبض سے بیمار ہے۔ تو تربد یا کیسٹر آئل جب اس کو دیا جائے تو اس سے اسہال آجاویں گے اور قبض کھل جائے گی۔ کیا یہ اس امر کا بیّن ثبوت نہیں ہے کہ خدا تعالےٰ نے تاثیرات رکھی ہوئی ہیں؟

اسی طرح پر اور تدابیر کرنے والے ہیں۔ مثلاً زراعت کرنے والے اور بھی معالجات کرنے والے۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ

اثرات نہ ہوں؟

اثرات ہیں اور ضرور ہیں لیکن تھوڑے سے لوگ ہیں جو ان تاثیرات سے واقف ہیں۔ اور آشنا ہیں۔ اس لئے انکار کر بیٹھتے ہیں۔

میں یقیناً جانتا ہوں کہ چونکہ بہت سے لوگ دنیا میں ایسے ہیں جو اس نقطہ سے جہاں دُعا اثر کرتی ہے۔ دور رہ جاتے ہیں اور تھک کر دُعا چھوڑ دیتے ہیں۔ اور خود ہی نتیجہ نکال لیتے ہیں کہ دعاؤں میں کوئی اثر نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تو ان کی اپنی غلطی اور کمزوری ہے۔ جب تک کافی وزن یا مقدار نہ ہو۔ خواہ زہر ہو یا تریاق اس کا اثر نہیں ہوتا۔ کسی کو بھوک لگی ہوئی ہو اور وہ چاہے کہ ایک دانہ سے پیٹ بھر لے یا تولہ بھر غذا کھا لے تو کیا یہ ہو سکتا ہے کہ وہ سیر ہو جائے؟ کبھی نہیں۔

اسی طرح جس کو پیاس لگی ہوئی ہے ایک قطرہ پانی سے اس کی پیاس کب بجھ سکتی ہے؟ بلکہ سیر ہونے کے لئے چاہیئے کہ وہ کافی غذا کھا دے اور پیاس بجھانے کے واسطے لازم ہے کہ کافی پانی پیوے۔ تب جا کر تسلی ہو سکتی ہے۔ اسی طرح پر دُعا کرتے وقت بے دلی اور گھبراہٹ سے کام نہیں لینا چاہیئے اور جلدی ہی تھک کر نہیں بیٹھنا چاہیئے بلکہ اس وقت تک ہٹنا نہیں چاہیئے جب تک دُعا اپنا اثر نہ دکھائے۔

ــــــ **** ــــــ

صلاح نیک

* بولنا چاہتے ہو تو ہمیشہ سچ بولو
* مدد کرنا چاہتے ہو تو مظلوم کی مدد کرو
* سننا چاہتے ہو تو مظلوم کی پکار کو سنو
* دیکھنا چاہتے ہو تو باطل اور حق کے فرق کو دیکھو۔
* بیٹھنا چاہتے ہو تو نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھو

ــــــ *** ــــــ

تاریخ اسلامی کا ایک روشن باب

حضرت عمرؓ کے عظیم الشان کارنامے

رفاہ عام اور ہمدردی مخلوق

مخلوق کی عام ہمدردی کے جس قدر کام حضرت عمرؓ نے کئے وہ آج بھی کسی مہذب قوم میں نظر نہیں آتے۔ ضعیفوں اور اپاہجوں کے وظائف بیت المال سے مقرر کر دیئے اور مسلم اور غیر مسلم میں کوئی فرق نہ کیا اولڈ ایج پنشن کا اصول یورپ میں آج معلوم ہوا ہے لیکن حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے یہ کام کر کے دکھایا۔ مسافروں کے لئے تمام بڑے بڑے شہروں میں مہمانخانے تعمیر کرائے۔ لاوارث بچوں کے لئے خصوصیت سے احکام جاری کئے کہ ان کی پرورش بیت المال سے کی جائے۔ قحط کے ایام میں اس قدر مستعدی سے کام کیا کہ شب و روز مخلوق خدا کی فکر میں اپنے آپ کو بھی بھلا دیا۔ بلکہ گوشت تک کھانا ترک کر دیا۔ شاعروں وغیرہ پر روپیہ برباد نہ کرتے تھے جب شام میں طاعون سے ہزارہا مسلمان فوت ہو گئے تو ان کے اموال اور اولاد کا انتظام کرنے کے لئے خود گئے۔ راتوں کو اکثر پھرتے اور لوگوں کے حالات کو دیکھتے تھے۔ ایک دفعہ اسی طرح پھر رہے تھے کہ آپ ایک اعرابی کے پاس اس کے خیمے کے باہر بیٹھ گئے باتیں کر رہے تھے کہ اندر سے رونے کی آواز آئی معلوم ہوا کہ اعرابی کی بیوی اکیلی ہے اور درد زہ میں مبتلا ہے۔ اسی وقت اپنی بیوی ام کلثوم کو ساتھ لائے اور بچہ کی ولادت تک اس کے پاس رہے اسی طرح ایک رات کو ایک عورت کو دیکھا کہ چولھے پر کچھ چڑھا ہوا ہے اور بچے رو رہے ہیں معلوم ہوا کہ کھانے کو کچھ نہیں۔ ہانڈی میں صرف پتھر ہیں۔ دوڑے گئے اور خود اپنی پیٹھ پر آٹا اٹھا لائے اور کھانا پکانے میں اس کو مدد دی۔

اشاعت اسلام اور تعلیم قرآن

گو آپ کے زمانہ میں اشاعت اسلام کے لئے کوئی خاص نظام قائم نہیں کیا گیا تھا اور ضروریات ملکی نے مجبور کر دیا تھا کہ اول قوم کی حفاظت کا فکر کیا جائے لیکن لڑائیوں میں بھی اس بات کو مدنظر رکھتے کہ صاحب علم لوگوں کو افسر مقرر کیا جائے تاکہ وہ ساتھ ساتھ اشاعت اسلام کا کام بھی کر سکیں۔ مسلمانوں کو حکم تھا کہ جہاں جائیں اسلام پیش کریں جس سے یہ غلط نتیجہ نکالا گیا ہے کہ وہ تلوار یا اسلام پیش کرتے تھے۔ وسعت سلطنت کے البتہ یہ موقعہ نکل آتا تھا کہ ان قوموں کے سامنے اسلام پیش کیا جائے اور اس کے ساتھ مسلمانوں کا عملی نمونہ ایسا تھا کہ بے اختیار دل اسلام کی طرف کھچے چلے آتے تھے۔ عرب کے شمالی حصہ اور شام کی اکثر عرب اقوام نے جو محض عیسائیت کی بادشاہت کی وجہ سے عیسائی تھیں نئے مذہب کی خوبیوں کو دیکھ کر فوراً اسلام قبول کر لیا یہی حالت عراق کی اقوام کی تھی۔ ایران میں بھی کئی بڑے بڑے مجوسی رؤسا مسلمان ہو گئے اور ان کے ساتھ ان کی رعایا میں بھی خاص تحریک اسلام کے لئے پیدا ہو گئی۔ مصر میں بھی اسلام کثرت سے پھیلتا چلا گیا۔ ہر ایک مسلمان کی سادگی۔ اخلاص نیکی ایک واعظ کا کام دیتی تھی اور لوگ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ بعض جگہ دو دو چار چار ہزار کی تعداد میں اکٹھے مسلمان ہو جاتے رہے اور اسلامی افواج میں نومسلموں کی خاص تعداد ہوتی تھی۔ فسطاط کا شہر جب آباد ہوا تو اس میں بعض محلوں کے محلے نومسلموں کے تھے اور صرف یہی نہیں تھا کہ لوگ مسلمان ہوتے ہیں بلکہ ان کی تعلیم کا انتظام بھی ساتھ کا ساتھ ہوتا تھا۔ مفتوحہ علاقوں میں معلم مقرر کر کے ان کی تنخواہیں خزانہ سرکاری سے ادا کی جاتی تھیں۔

چنانچہ حضرت عمرؓ کے خاص کارناموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے معلموں کی تنخواہیں مقرر کیں اور پھر بدوؤں تک کے لئے قرآن کریم کی تعلیم لازمی تھی۔ اور ایک شخص کو اس کام پر مقرر کیا گیا تھا کہ وہ قبائل میں دورہ کر کے امتحان لے اور جو لوگ اس سلسلہ تعلیم سے فائدہ نہ اٹھاتے تھے انہیں سزا دے۔ پھر بعض بڑے بڑے صحابہؓ جیسے ابو ایوبؓ۔ ابو درداؓ۔ عبادہؓ کو ملک شام میں بھیجا کہ وہاں مسلمانوں کی تعلیم قرآن کا انتظام کریں اور انہوں نے حمص۔ دمشق۔ فلسطین میں ٹھہر کر وہاں کے لوگوں کی تعلیم کا انتظام کیا۔ فوجی لوگوں کو بھی خاص طور پر ہدایات دی جاتی تھیں کہ وہ قرآن شریف سیکھیں چنانچہ یہ لوگ لڑائیاں بھی کرتے تھے اور قرآن شریف بھی پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک ایک فوج میں کئی کئی سو حافظان قرآن شریف ہو گئے۔

نظام حکومت اور ترتیب دفاتر

فتوحات کے ساتھ ساتھ نظم ونسق ملکی کے کام میں بھی حضرت عمرؓ نے اپنی کمال قابلیت دکھائی۔ اگر صرف فتح کر کے ممالک کو چھوڑ دیتے تو دوسرے دن وہ ہاتھ سے نکل جاتے۔ مگر آپ کا انتظام ایسا اعلیٰ درجہ کا تھا اور مفتوح قوموں کے ساتھ سلوک ایسا اچھا تھا کہ مفتوح علاقوں کے لوگوں میں پہلے سے زیادہ خوشحالی آ گئی۔ جوں جوں کوئی علاقہ فتح ہوتا تھا اس کے ساتھ ہی اس کے نظم ونسق کا پورا انتظام فرماتے تھے۔ ہر ملک کو صوبوں میں تقسیم کیا۔ زمینوں کی پیمائش کرائی۔ مردم شماریاں کرائیں۔ ہر قسم کے دفاتر قائم کئے۔ پولیس کا انتظام کیا۔ جیل خانے بنائے۔ فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔ نہریں کھدوائیں شہر بسائے۔ عدالتیں قائم کیں۔ بیت المال قائم کیا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں ہی سنہ ہجری بھی قائم ہوا جس سے تاریخ کی حفاظت میں مدد ملی۔

حضرت عمرؓ صحیح معنوں میں خلیفہ رسولؐ تھے

یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اپنی عظیم الشان فتوحات ملکی کے باوجود اور اعلیٰ درجہ کے نظم ونسق کی قابلیت کے باوجود حضرت عمرؓ بادشاہ نہ تھے۔ بلکہ صحیح معنوں میں رسول اللہ صلعم کے خلیفہ تھے۔ جس طرح آنحضرتؐ کی حالت میں بادشاہت نے ذرا بھر بھی فرق نہیں ڈالا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ باوجود ایک عظیم شہنشاہ ہونے کے اور قیصر وکسریٰ کی دولت کے مالک ہونے کے اسی سادگی سے زندگی بسر کرتے تھے جس طرح رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں عسرت میں کھانا بالکل سادہ ہوتا تھا بلکہ جب قحط پڑا تو آپ نے روغن زیتون اور گوشت بھی ترک کر دیا۔ لباس میں کئی پیوند لگے ہوتے تھے۔ مال ودولت ان کی نگاہ میں ایک حقیر شے تھی بلکہ اکثر یہ کہا کرتے تھے کہ یہ مال ودولت مسلمانوں کے لئے ابتلا کا موجب نہ ہو جائے۔ کوئی خاص دار الامارۃ آپ نے نہیں بنوایا۔ سب کاروبار مسجد میں طے ہوتے تھے۔ وہیں مجلس شوریٰ بھی ہوتی تھی۔ وہیں فرش پر بیٹھ کر سفیروں اور دیگر معززین ایران وروم سے ملاقات بھی کر لیتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

غرض آپ کہنے کو تو شہنشاہ تھے مگر آپ نے اپنا اصل منصب خلافت رسول اللہ صلعم سے بڑھ کر کچھ نہیں سمجھا۔

(ختم شد)

منافق کی پہچان بزبان حدیث نبویؐ

• جب بولے تو جھوٹ بولے۔ وعدہ کرے تو ایفا نہ کرے۔ اور جب اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے۔

حضور صلعم انوارِ الٰہیہ کا مجسمہ تھے

ہر انسان کا یہ فرض ہے کہ حضورؐ کی اقتداء میں انوارِ الٰہی سے روشنی حاصل کرے

خطبۂ جمعہ فرمودہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، در جامع احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور، (رپورٹ:- مولوی شفقت رسول خاں صاحب)

اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض ط مثل نورہٖ کمشکوٰۃٍ فیہا مصباحٌ ۔۔۔۔۔۔ من لم یجعل اللّٰہ لہٗ نورًا فما لہٗ من نورٍ ٥ (النور[۲۴] - ۳۵ تا ۴۰)

ترجمہ:- "اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں ایک چراغ ہے اور چراغ ایک شیشے میں ہے شیشہ گویا ایک چمکتا ہوا تارا ہے۔ چراغ ایک بابرکت زیتون کے تیل سے روشن ہو رہا ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی قریب ہے کہ اس کا تیل روشنی دے۔ گو اسے آگ بھی نہ چھوئے نور پر نور ہے۔ اللہ اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ نور اُن گھروں میں ہے جو اللہ کے ارادہ سے بلند ہونے والے ہیں اور ان میں اس کا نام یاد کیا جائے ان میں اس کی تسبیح صبح اور شام کے وقتوں میں کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔ تاکہ اللہ تعالےٰ انہیں اس کا بہترین بدلہ دے جو وہ کرتے ہیں اور اپنے فضل سے زیادہ دے۔ اور اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے عمل چٹیل میدان میں چمکتی ریت کی طرح ہیں جسے پیاسا پانی سمجھتا ہے یہاں تک کہ جب اُس کے پاس آتا ہے تو کچھ نہیں پاتا اور اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے سو وہ اس کا حساب پورا پورا دے دیتا ہے اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ یا جیسے گہرے سمندر میں اندھیرے اس کے اوپر ایک لہر چڑھی آرہی ہے اس کے اوپر ایک اور لہر ہے اس کے اوپر بادل ہے۔ اندھیروں میں جو ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے ہیں۔ ایسا اندھیرا جب وہ اپنا ہاتھ نکالتا ہے تو اسے دیکھ بھی نہیں سکتا۔ اور جسے اللہ روشنی نہ دے اُسے کہیں سے بھی روشنی نہیں ملتی۔"

اس رکوع کی آیت اول میں جو نور کی مثال بیان کی گئی ہے کہ بلند طاق پر چراغ رکھا ہے اس سے مراد حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس ہی ہے جس نے قرآن پاک کا نور اللہ تعالیٰ سے لے کر دنیا تک پہنچایا۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات نزولِ قرآن سے پہلے بھی مطہر و مقدس واقع ہوئی تھی۔ اور اسی کی مناسبت سے جب قرآن پاک کا نزول ہوا تو وہ بھی نور تھا گویا حضرت رسول کریم صلعم کی ذات مجسمۂ نور تھی الہامی نور وحی قرآن کا نزول ہوا تو نورٌ علیٰ نور ہو گیا۔ اسی مناسبت سے ہر سال جو عید میلاد النبیؐ کی تقریب ہم مناتے ہیں کیونکہ اس دن خدا کے نور کا ظہور ہوا اور انسانیت کی تاریکیوں کو دور کرنے والا اعظیم بشر پیدا ہوا اس لئے خدا کا شکر اور اس کے احسان کا اظہار فرحت و انبساط سے کیا جاتا ہے۔ دین کی غرض یہ ہے کہ خدا کے احکام کی تابعداری کی جائے اور اس کی رضا کی راہوں پہ چلنے کی کوشش کی جائے۔ اور جس طرح نبی اکرم صلعم نے عمل کر کے دکھایا ہے اس کے مطابق زندگی بسر کی جائے۔ اور جو نمونہ نبی پاکؐ نے دیا ہے اس کے مطابق زندگی گذاری جائے جس میں خدا کی رضا شامل ہے۔ نہ کوئی بندہ اپنی مرضی سے پیدا ہوتا ہے اور نہ مرتا ہے۔ نہ وہ اپنی مرضی سے کسی بادشاہ کے گھر جنم لے سکتا ہے نہ کسی غریب کے گھر پیدا ہو سکتا ہے اور اعلےٰ اور ادنیٰ صلاحیتیں بھی خدا کی جانب سے ہی انسان کو عطا ہوتی ہیں۔ انسان کو محدود قوت ضرور حاصل ہے لیکن قضا و قدر پر خدا نے غالب ہی تسلط رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان علم کے باوجود اُن چیزوں پہ قادر نہیں جن کی اسے خواہش اور آرزو ہوتی ہے۔ خدا کی ہدایت پہ چلنے سے خدا کی رضا حاصل ہوتی ہے اور جس کو یہ رضا حاصل ہو جاتی ہے اُسے قلب مطمئنہ حاصل ہو جاتا ہے اور وہ دعا میں کہتا ہے کہ خدایا مجھے اپنے اعمال پر بھروسہ نہیں توکل صرف تیری ذات پر ہے۔ پھر ایک یہ غلطی لگی ہوئی ہے کہ لوگ خدا کی رضا پر راضی ہونے کا مقصد یہ سمجھ لیتے ہیں کہ انسان ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے لیکن خدا کی رضا پہ چلنے کا مدعا یہ ہے کہ خدا کے عطا کردہ قویٰ کا استعمال کرنے کے بعد بھی اگر کوئی چیز نہیں ملتی تو اب اس کو خدا کی رضا سمجھ کر صبر کرنا چاہیئے۔ محض اظہارِ عقیدت کو ہی مقصد سمجھ لینا اور اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھنا مفید اور بارآور نہیں ہوتا کیونکہ اس سے عمل کی قوت ختم ہو جاتی ہے۔ محض ورد و وظائف پڑھ لینا اور قرآن کی تلاوت کر لینا یا اس کو سمجھ کر پڑھ لینا یقینًا جزوی طور پر مفید ہے لیکن مقصدیت نہیں ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو خدائی صفات کا حامل بنائے۔ اور اپنے اندر وہ نور پیدا کرے جس سے رُوح روشن ہوتی ہے۔ یہ نور پیدا نہ ہو تو پھر سب کچھ بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضؓ کی زندگیاں اور ان کے اعمال قرآن پاک کی تعلیم کے مطابق اور خدا تعالیٰ کے احکام کا عکس تھیں۔ اور یوں وہ نورانی بن گئے تھے۔ خدا کے نور کا تقاضا یہ ہے کہ انسان میں نورانی صفات پیدا ہوں۔ مومن کو چاہیئے کہ وہ بھی خدا تعالےٰ کی صفات کا حامل ہونے کی وجہ سے اس کی مخلوق سے اچھا سلوک کرے۔ لیکن آج کے دور میں مقامِ افسوس ہے کہ ہم میں نبی اکرم صلعم کے اخلاق کی جھلک نظر نہیں آتی کیونکہ اظہارِ عقیدت کافی نہیں لیکن وہ طریق جو خدا کا پسندیدہ طریقِ اظہارِ عقیدت ہے وہ ہے درود شریف کا پڑھنا یعنی اللّٰھم صلے علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد کما صلّیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰلِ ابراھیم انّک حمیدٌ مجید۔ اور اس کی کثرت کرنا اور اس کے ساتھ ساتھ ہمیں چاہیئے کہ اپنی زندگی کے اعمال کو حضور صلعم کی زندگی کے اعمال کے مطابق بنائیں اور جائزہ لیں کہ کیا ہم اسی صراطِ مستقیم پر چل رہے ہیں جس پر نبی اکرم صلعم چلتے تھے۔

نبیؐ اکرم صلعم کے شمائل کو بیان کرنا بڑی وسعت چاہتا ہے سیرتِ نبویؐ پر ضخیم کتب موجود ہیں۔ میں تو سمندر سے قطرہ بھی پیش نہ کر سکوں۔ حضورؐ نے اپنوں سے کیا سلوک کیا اور غیروں اور دشمنوں پر کیا مہربانی فرمائی یہ سب کچھ کتب میں مفصل طور پر بھی مذکور ہے اور مجمل طور پر بھی۔ حضورؐ کی زندگی کے موضوع پر حضرت مولانا محمد علی مرحومؒ نے "سیرت خیر البشرؐ" لکھی ہے جس میں جد

واقعات مستند ہیں جس کا ترجمہ دنیا کی مختلف بارہ زبانوں میں ہو چکا ہے جس میں عربی۔ انگریزی۔ فارسی وغیرہ شامل ہیں اور اس کا انگریزی ترجمہ مولانا محمد علی رح کے قلم سے "محمد دی پرافٹ" ہے۔ "محمد مصطفےٰ" بھی ایک مختصر کتاب ہے۔ اسی طرح "مقام محمد مصطفےٰ" جو حضرت مرزا صاحب کی بیان کردہ شان محمد مصطفےٰ صلعم پر مشتمل ہے اس کو پڑھیں تاکہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق و محبت میں ولولہ اور جوش پیدا ہو۔ اور عملی زندگی کے لئے لائحہ عمل حاصل ہو۔

"تیرا درجہ محبت کا وہ ہے جس میں ایک نہایت افروختہ شعلہ محبت الٰہی کا انسانی محبت کے مستعد فتیلہ پر پڑ کر اس کو افروختہ کر دیتا ہے۔ اور اس کے تمام اجزاء اور تمام رگ و ریشہ پر استیلا پکڑ کر اپنے وجود کا اتم اور اکمل مظہر اس کو بنا دیتا ہے اور اس حالت میں آتش محبت الٰہی لوح قلب انسان کو نہ صرف ایک چمک بخشتی ہے بلکہ معاً اس چمک کے ساتھ تمام وجود بھڑک اٹھتا ہے۔ اور اس کی لوئیں اور شعلے اردگرد کو روز روشن کی طرح روشن کر دیتے ہیں اور کسی قسم کی تاریکی باقی نہیں رہتی۔ اور پورے طور پر اور تمام صفات کاملہ کے ساتھ وہ سارا وجود آگ ہی آگ ہو جاتا ہے۔ اور یہ کیفیت جو ایک آتش افروختہ کی صورت پر دونوں محبتوں کے جوڑ سے پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کو روح الامین کے نام سے بولتے ہیں کیونکہ یہ ہر ایک تاریکی سے امن بخشتی ہے اور ہر ایک غبار سے خالی ہے۔ اور اس کا نام شدید القویٰ بھی ہے۔ کیونکہ یہ اعلیٰ درجہ کی طاقت وحی ہے جس سے قوی تر وحی متصور نہیں۔ اور اس کا نام ذوالافق الاعلیٰ بھی ہے کیونکہ یہ وحی الٰہی کی انتہائی درجہ کی تجلی ہے۔ اور اس کو رای ما رای کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے کیونکہ اس کیفیت کا اندازہ تمام مخلوقات کے قیاس اور گمان اور وہم سے باہر ہے۔

اور یہ کیفیت صرف دنیا میں ایک ہی انسان کو ملی ہے جو انسان کامل ہے جس پر تمام سلسلہ مدارج انسانیہ کا ختم ہو گیا۔ اور دائرہ استعدادات بشریہ کا کمال کو پہنچا ہے۔ اور وہ درحقیقت پیدائش الٰہی کے خط ممتد کی اعلیٰ طرف کا آخری نقطہ ہے۔ جو ارتفاع کے تمام مراتب کا انتہاء ہے۔ حکمت الٰہی کا ہاتھ ادنیٰ سے ادنیٰ خلقت سے اور اسفل سے اسفل مخلوق سے سلسلہ پیدائش کا شروع کر کے اس اعلیٰ درجہ کے نقطہ پر پہنچا دیتا ہے۔ جس کا نام دوسرے لفظوں میں محمدؐ ہے (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) جس کے معنے یہ ہیں

کہ نہایت تعریف کیا گیا۔ یعنی کمالات تامہ کا مظہر سو جیسا کہ فطرت کے رُو سے اس نبی کا اعلیٰ اور ارفع مقام تھا ایسا ہی خارجی طور پر بھی اعلیٰ اور ارفع مرتبہ وحی کا اس کو عطا ہوا۔ اور اعلیٰ و ارفع مقام محبت کا ملا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کا نام مقام جمع اور مقام وحدت تامہ ہے پہلے نبیوں نے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر دی ہے اسی پتہ و نشان پر خبر دی ہے اور اسی مقام کی طرف اشارہ کیا ہے۔

دیا ہے اور اس کا نام [illegible]

والارض۔ جذباتی طور پر سب مسلمان حضورؐ کے ساتھ اظہار عقیدت کسی نہ کسی طرح کرتے ہیں۔ لیکن دنیا میں دینی انقلاب محض جذبات سے نہیں آسکتا اس کے لئے عمل کی ضرورت ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا نے لکھا ہے۔

"مذہبی دنیا کی کامیاب شخصیت حضرت محمد (صلعم) ہیں"

یہ کافروں کی گواہی ہے۔ کہ سب سے بلند ہستی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے جس کا خدا تعالیٰ سے شدید تعلق ہے۔ عربی کہتے تھے عشق محمد علی ربہ کا نتیجہ ہے کہ آپ کا تعلق خدا سے بھی ہے اور خدا کی مخلوق سے بھی۔ ایک کتاب "ONE HUNDRED" کے عنوان سے انگریزی میں شائع ہوئی ہے جس میں ایک سو آدمیوں کا ذکر ہے جنہوں نے مخلوق کو متاثر کیا ہے۔ ان میں پہلا مقام حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کو دیا گیا جبکہ حضرت عیسیٰ کو تیسرا نمبر دیا گیا ہے۔ جس سے واضح کیا گیا ہے حضرت محمدؐ سے انسانیت سب سے زیادہ متاثر ہوئی ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ حضور صلعم کا مقام سب سے اول درجہ پر ہے۔ وہ خدا سے محبت اور نسل انسانی سے محبت کا مظہر ہیں۔ یہ گویا قاب قوسین کی تفسیر ہے۔ گویا دو قوسیں ہیں قوس الوہیت اور قوس انسانیت کے درمیان رابطہ اتصال ہیں۔ خدا کے قریب ہوئے تو قرآن پاک ملا۔ اور مخلوق کی طرف آئے تو وہ قرآن انسانوں تک پہنچایا۔ پس الوہیت قوس مخلوق۔ یا عرب کے اندر دو حلیف جب اتحاد کی قسم کھاتے تو دونوں کمانوں کو ملا کر ایک چلہ بنا کر کھینچتے۔ گویا جو ایک کا دشمن وہ دونوں کا دشمن جو ایک کا دوست وہ دونوں کا دوست ہے۔ جب جنگ بدر میں نبی اکرمؐ نے دشمن پر کنکریاں پھینکیں تو خدا نے فرمایا وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ ایسے ہی جیسے منشور مثلث پر سورج کی روشنی پڑتی ہے تو اس سے سورج کی

روشنی کئی رنگوں میں منعکس ہوتی ہے لیکن جب ایک اور منشور مثلث پہلے منشور سے منسلک کر دیا جائے تو وہی سفید روشنی میں منعکس ہو جاتی ہے۔ تو سابق انبیاء خدا کی مختلف صفات کا مظہر تھے لیکن نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جملہ صفات خداوندی کے مظہر اتم ہیں گویا آپ مستجمع جمیع صفات الٰہیہ ہیں۔ حضرت موسیٰ جلالی رنگ کے حامل تھے اور حضرت مسیح جمالی رنگ کے مظہر تھے لیکن حضورؐ جلال و جمال ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء سابقہ کے رنگوں کے مجموعہ صفات تھے کسی نے کیا خوب کہا ہے

بنی اسرائیل۔ میری امت کے علماء کسی نہ کسی بنی اسرائیل کے نبی کا رنگ رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضورؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ۔ نبی اکرم صلعم خدا کا کامل مظہر ہیں اللہ نور السموٰت والارض کی مصداق حضورؐ کی ذات والاصفات ہے اللھم صلے علیٰ محمد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس موقعہ پر سامعین کو آپ نے توجہ دلائی کہ حضرت مولانا محمد علی رح کی تصنیفات مثلاً تفسیر قرآن۔ سیرت خیر البشر وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ اور ان کتب سے حضورؐ کی صفات اخذ کریں اور ان پر عمل پیرا ہوں۔ حضورؐ کو اپنے رب پر کامل بھروسہ تھا۔ حضورؐ مکہ میں تیرہ سال تک تبلیغ کرتے ہیں اور اس دوران طائف تشریف لے جاتے ہیں جہاں آپ کو لوگ اینٹوں اور پتھروں سے زخمی کر دیتے ہیں فرشتہ عرض کرتا ہے کہ حضورؐ حکم دیں تو ان کو تباہ کر دیا جائے مگر حضورؐ نے فرمایا کہ میں تو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا ہوں پھر آپ نے اُن کی ہدایت کے لئے دُعا فرمائی۔ یہ صبر اور حوصلہ کسی اور کے بس کی بات نہ تھی۔ ایک دفعہ کفار مکہ نے آپ کو ان کے بتوں کی مذمت سے باز آجانے پر مادی ترغیبات کے علاوہ عرب کی سرداری بھی پیش کی تو آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ اگر آپ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند بھی لاکر رکھ دیں تو جب بھی میں خدا کا پیغام پہنچانے سے رک نہیں سکتا۔ یہ خدا پر ایمان کا کمال ہے۔ اور جب حضورؐ حضرت ابوبکر رض کے ہمراہ غار ثور میں تین دن رات قیام فرماتے ہیں کھوجی آپ کے قدموں پر چل کر غار تک پہنچا ہوا کہتا ہے کہ "وہ یا تو اس غار میں ہیں یا پھر آسمان پر اُڑ گئے ہیں" حضرت ابوبکر رض گھبراتے ہیں تو حضورؐ فرماتے ہیں لا تحزن ان اللہ معنا۔ غم نہ کریں خدا ہمارے ساتھ ہے۔ کس قدر عظیم بھروسہ ہے خدا پر۔ حضورؐ ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہیں ہمیں اپنے آپ کو اس نور سے منور کرنا چاہیئے۔ اور وہ اُن کے کامل نمونہ پر عمل ہے۔ اللھم صل علیٰ محمد ۔ ۔ ۔ "

جناب ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب آنریری مبلغ امریکہ

مکتوبِ امریکہ

— از —

آنریری مبلغ جناب ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب

سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

گذشتہ تین ہفتے مولانا حافظ شیر محمد صاحب کے ورود سے یہاں دوستوں کے حلقوں میں کافی رونق بنی رہی۔ کئی ایک جگہ شام کے وقت انہوں نے باوجود کمزوری اور کوفت سفر درسِ قرآن کریم دیئے اور اپنے مخصوص طرزِ بیان اور ارمغانِ قرآن کریم سے سامعین پر خاصہ اثر پیدا کیا۔ ہمارے ہاں آنے سے پیشتر آپ نے ایک ہفتہ وینکور کینیڈا میں گذارا۔ اور وہاں درسِ قرآن کا سلسلہ ہر رات کافی دیر تک رہا جس کی وجہ سے آپ کو بخار کا عارضہ بھی ہو گیا لیکن خداوند کریم کے فضل و کرم سے جلد افاقہ ہو گیا۔

کیلی فورنیا میں آپ کا انتظامِ رہائش عزیزی ظفر اقبال عبد اللہ کے مکان پر تھا۔ لیکن کئی ایک احباب نے اپنے اپنے مکانوں اور مرکز احمدیہ پر دعوتِ طعام اور درسِ قرآن کا سلسلہ جاری رکھا اور آپ کا بیشتر حصۂ قیام خدمتِ دین میں صرف ہوا۔ آپ کی واپسی فیجی ۲۴ مارچ سے پہلے جناب نبی دین پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام فیجی بھی آ گئے تھے۔ ان کے آنے سے ایک ہفتہ (آخری) مجالس میں مزید رونق کا اضافہ ہو گیا۔ دونوں اصحاب ۲۴ مارچ کو لاس اینجلس کے ذریعہ واپس فیجی روانہ ہوئے ہیں۔ خداوند کریم انکو خیر و عافیت سے منزلِ مقصود پر پہنچائے۔

مولانا حافظ شیر محمد صاحب کا یہاں تشریف لانا ایک اور رنگ میں مفید ثابت ہو گیا۔ فیجی کی نئی مسجد کے فرش کے لئے قالینوں کی ضرورت تھی اس کے لئے احباب کینیڈا اور سان فرانسسکو نے امداد کی۔

مولانا حافظ شیر محمد صاحب کی تبلیغی جد و جہد قابلِ رشک ہے۔ کاش کہ صاحبِ علم اور استطاعت اس قسم کے تبلیغی دورے بیرونی ممالک میں اپنے خرچ پر کیا کریں۔ پمفلٹ .... THE TRUTH ABOUT THE ELECTION OF AMIR مل گیا ہے۔ راولپنڈی کے چند احباب کا احتجاج بے وقت معلوم ہوتا ہے۔ خاکسار نے نومبر ۱۹۸۰ء کے سالانہ جلسہ پر جبکہ حضرت امیر مولانا صدر الدین مرحوم و مغفور نہ ہی اس جلسہ کے افتتاحی موقعہ پر آ سکے تھے اور نہ ہی اختتامی اجلاس میں۔ یہ محسوس کر لیا تھا کہ مشیت ایزدی یہی ہے کہ حضرت امیر کا وصال قریب ہے اور آپ کا کلّی انحصار حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب پر ہے۔ اس کے علاوہ جو ایمان افروز نتائج حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب کے ۱۹۸۱ء کے دورہ بیرون ممالک میں برآمد ہوئے انہوں نے میرے ایمان کو اور مضبوط کر دیا۔ اس ایک سال کے اندر قرآن کریم کا ہسپانوی ترجمہ کی تکمیل، سان فرانسسکو کے چند احباب سے چار لاکھ روپیہ لندن مشن کے بلڈنگ فنڈ کے لئے جمع کرنا اور پانچ لاکھ روپیہ تراجم قرآن فنڈ میں جمع ہو جانا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل سے ہالینڈ کے دو مراکز کی عمارتوں پر قرضوں کی رقوم کی ادائیگی کے لئے رقوم کا وصول ہو جانا۔ فیجی مسجد کا پایۂ تکمیل کو پہنچنا۔ ان تمام انعاماتِ الٰہی سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا ہاتھ اور تائید حضرت ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ہے۔ اور جو آپ سے تعاون نہیں کر رہے وہ الٰہی رمزوں سے نابلد ہیں۔ خداوند کریم ان کو ہدایت دے۔

ان تمام انعامات کے علاوہ سالانہ جلسہ ۱۹۸۱ء کے موقعہ پر گذشتہ سال کے جلسہ سے زیادہ حاضری اور جماعت کا بحیثیت مجموعی حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب کو اپنا امیر تسلیم کرنا اور آپ کے مقابلہ میں کسی اور بزرگ کو پیش نہ کرنا ہمارے ایمانوں کو مضبوط کرنے کی ایک اور زبردست شہادت ہے۔ ان حالات میں جو کوئی گمنام ٹریکٹوں کے ذریعہ پروپیگنڈہ کرے گا خاکسار یقین واثق اور اپنے پچاس سالہ اسلامی کاموں میں حصہ لینے اور مخالفت کا مقابلہ کرنے کی بناء پر یہ کہنے کی جرأت کرتا ہے کہ ایسے بزدلوں کی کوشش بے کار ثابت ہوں گی اور خداوند کریم حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور آپ کے ساتھیوں کی امداد کرے گا۔ اور نصرت دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(تربیتی دورہ)

سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز احباب جماعت کے شدید اصرار پر راولپنڈی ایبٹ آباد، مانسہرہ۔ اور پشاور کی جماعتوں کے تربیتی دورہ پر تشریف لے گئے ہیں والبستگان سلسلہ اور بزرگانِ جماعت اپنی دعائیں جاری رکھیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے دین کی خدمت کے جذبہ سے بھرپور آپ کے بلند دلی ارادوں کو اپنے فضل و کرم سے کامیاب کرے اور اپنی راہ میں حضرت ممدوح کی مدد و نصرت فرمائے۔ آمین!

باہتمام ریاض حسین الجدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر۔ ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مؤرخہ ۲۱ اپریل ۱۹۸۲ء — جلد ۶۹، شمارہ ۱۷ (۱۲)

جلد:- ۶۹ * یوم چہارشنبہ ۱۹ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ بمطابق ۱۴ اپریل ۱۹۸۲ء * شمارہ:- ۱۵

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردھم

خداتعالےٰ کے سعید بندے اپنی زندگی کو اللہ کی راہ میں وقف کر دیتے ہیں

نیستی اور تذلل کا لباس پہن کر آستانۂ الوہیت پر گرو۔

خداتعالےٰ کے بندے کون ہوتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو اپنی زندگی کو جو اللہ تعالےٰ نے ان کو دی ہے اللہ تعالےٰ ہی کی راہ میں وقف کر دیتے ہیں اور اپنی جان کو خدا کی راہ میں قربان کرنا، اپنے مال کو اس کی راہ میں صرف کرنا، اس کا فضل اور اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔

مگر جو لوگ دنیا کی املاک و جائیداد کو اپنا مقصود بالذات بنا لیتے ہیں وہ ایک خوابیدہ نظر سے دین کو دیکھتے ہیں مگر حقیقی مومن اور صادق مسلمان کا یہ کام نہیں ہے سچا اسلام یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں اپنی ساری طاقتوں اور قوتوں کو مادام الحیات وقف کر دے تاکہ وہ حیاتِ طیبہ کا وارث ہو۔ چنانچہ خود اللہ تعالےٰ اس ملّی وقت کی طرف ایما کر کے فرماتا ہے کہ:۔

من اسلم وجھہ للہ فھو محسنٌ فلہ اجرہ عند ربہ فلاخوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون۔

یعنی ایک نیستی اور تذلل کا لباس پہن کر آستانۂ الوہیت پر گرے اور اپنی جان و مال و آبرو غرضیکہ جو کچھ اس کے پاس ہے خدا ہی کے لئے وقف کر دے اور دنیا اور اس کی ساری چیزیں دین کی خادم بنا دے۔ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ انسان دنیا سے کچھ غرض اور واسطہ ہی نہ رکھے، میرا یہ مطلب نہیں ہے اور نہ اللہ تعالےٰ دُنیا کے حصول سے منع کرتا ہے۔ بلکہ اسلام نے رہبانیت کو منع فرمایا ہے۔ یہ بزدلوں کا کام ہے۔ مومن کے تعلقات دُنیا کے ساتھ جس قدر وسیع ہوں وہ اس کے مراتب عالیہ کا موجب ہوتے ہیں کیونکہ اس کا نصب العین دین ہوتا ہے اور دنیا اور اس کا مال و جاہ دین کا خادم ہوتا ہے۔ پس اصل بات یہ ہے کہ دنیا مقصود بالذات نہ ہو بلکہ حصول دنیا میں اصل غرض دین ہو۔ اور ایسے طور پر دنیا کو حاصل کیا جائے کہ وہ دین کی خادم ہو۔

جیسے انسان کسی جگہ سے دوسری جگہ جانے کے واسطے سفر کے لئے سواری یا اور زادِ راہ کو ساتھ لیتا ہے تو اس کی اصل غرض منزلِ مقصود پر پہنچنا ہے نہ کہ خود سواری اور راستہ کی ضروریات اسی طرح انسان دنیا کو حاصل کرے مگر دین کا خادم سمجھ کر۔

(ملفوظات احمدیہ جلد اول ص۱۰ و ص۱۱)

یوم وصال نمبر:۔

حضرت اقدس بانئے سلسلہ احمدیہ نے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں وفات پائی۔ آپکی یاد میں جماعتیں ہر جگہ جلسے منعقد کر کے دین کے اس فتح نصیب جرنیل کو خراج عقیدت پیش کرتی ہیں۔ اخبار پیغام صلح اس موقعہ پر خصوصی نمبر ہر سال شائع کرتا ہے۔ امسال بھی خاص نمبر کا اہتمام ہو رہا ہے۔ حضرت اقدس کے محب صاحب قلم احباب سے قلمی معاونت کی استدعا ہے۔ براہ کرم ۳۰ اپریل ۱۹۸۲ء تک اپنے مضامین بھیج کر عند اللہ ماجور ہوں۔ یقین ہے کہ آپ اپنے رشحات قلم میں جدید تقاضوں اور دورِ حاضر کے مسائل و مصائب کو حضرت اقدس کے علم الکلام کی روشنی میں حل فرمائیں گے۔

(ادارہ)
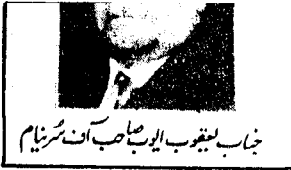
کی مرکز میں آمد اور ان کے اعزاز میں صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے عصرانہ

جناب یعقوب ایوب صاحب آف سرینام

ہمارے نہایت ہی مخلص بھائی محترم یعقوب ایوب صاحب جو کہ ہماری جماعت سرینام (جنوبی امریکہ) کے ایک معزز بانی رکن ہیں نہایت مخیر ہیں۔ اسلام کی خدمت کا آپ کے اندر ایک خاص جذبہ پایا جاتا ہے۔ جنہوں نے کچھ عرصہ قبل ایک مسجد کی تعمیر میں اڑھائی لاکھ روپیہ از گرہ خود سے عطا فرمایا تھا۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو بسطۃ فی العلم والجسم دونوں نعمتوں سے نوازا ہے۔ اسلام کے بارے میں خوب وسیع معلومات رکھتے ہیں۔ تاریخ اسلام پر آپ کی نظر بڑی گہری ہے۔ اشاعت اسلام کا آپ کے اندر خاص جذبہ پایا جاتا ہے۔ گذشتہ دنوں آپ نے دنیا کے مختلف ممالک کا دورہ فرمایا ہے۔ آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے ہیں اسلامی مراکز میں تشریف لے جاتے ہیں نیکی کے کاموں میں شرح صدر سے دل کھول کر حصہ لیتے ہیں۔ آپ جہاں کہیں تشریف لے جاتے ہیں احمدی بھائیوں سے خاص طور پر ملتے ہیں۔ آپ اپنے مرکز لاہور میں تشریف لائے چنانچہ صدر انجمن کی طرف سے آپ کی خدمت میں ایک عصرانہ ترتیب دیا گیا تھا۔ (آپ کی معیت میں آپ کی ہمشیرہ محترمہ اور دو لڑکیاں اور ایک نواسہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے) بہت سارے مقامی احباب اور خواتین اس عصرانہ میں مدعو تھے۔ موسم خراب تھا لیکن معزز مہمانوں کی محبت احباب و خواتین کو کھینچ کر لے آئی۔ لاہور میں قیام کے دوران محترم میاں فضل احمد صاحب صدر جماعت احمدیہ لاہور (مقامی) کو ان کی مہمان نوازی کا شرف حاصل ہوا۔ جزاکم اللہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نہایت عمدہ الفاظ میں ان کا حاضرین سے تعارف کرایا اور بتایا کہ آپ کس طرح دین کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ اور جماعت کے لئے مالی قربانی کی اعلےٰ مثال قائم کرتے ہیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے فرمایا کہ یہ ہمارے بڑے ہی قابل قدر بزرگ ہیں۔ تبلیغ اسلام کا یہ خاص طور پر کام کرتے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے رؤیا صالحہ سے بھی نوازا ہے۔ چنانچہ ان کی اکثر رؤیا و مبشرات کا رنگ لئے ہوتے ہیں اور یہ دین کی خدمت میں ہمہ تن معروف رہتے ہیں

حضرت امیر ایدہ اللہ کے خطاب کے بعد محترم یعقوب ایوب صاحب نے حاضرین سے نہایت ہی عمدہ، دلنشیں اور پُراز معلومات دلچسپ خطاب فرمایا۔ آپ نے قرآن مجید کی روشنی میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے صحابہ رضؓ کی زندگیوں کے مختلف واقعات اور تاریخ اسلام کی بھی بعض تابناک مثالیں پیش فرمائیں۔ اور زندہ قوموں کے کردار اور ابتلاء کے ایام میں مومنوں کے طرز عمل پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اور آپ نے یہ خوشخبری سنا کر ہمارے ایمان کو تازہ کیا کہ کس طرح حضرت اقدس کا الہام "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔" اور "میں تیرے ماننے والوں کے نفوس اور اموال میں خاص طور پر برکت ڈالوں گا"۔ کس طرح پورا ہو رہا ہے۔ محترم یعقوب صاحب نے فرمایا کہ میرے ملک سرینام میں مسلمانوں میں سے تقریباً خدا تعالیٰ کے فضل سے نصف آبادی "لاہوری احمدی" ہے۔ ہماری اپنی مساجد ہیں۔ اور اسی طرح دو ریڈیو اسٹیشن ہمارے احمدی بھائیوں کے ہیں۔ ہم اللہ کے فضل سے خوب تبلیغ کا فریضہ ادا کرتے ہیں اور وہ لوگ بھی جو کہ باقاعدہ احمدی نہیں ہیں عملاً ہمارے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ بے شک ظاہری طور پر وہ ہماری جماعت کے ساتھ منسلک نہیں ہیں لیکن عقیدۃً ہمارے ساتھ ہی وابستہ ہیں۔ اور ان کے عقائد بھی ہمارے جیسے ہی ہیں۔ آپ کا یہ خطاب نہایت پُراثر تھا۔ اور ان کی معلومات سے لوگوں کو بڑی خوشی ہوئی۔

ازاں بعد حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ نے نہایت سوز سے اجتماعی دعا فرمائی۔ دعا کے بعد سب احباب سے آپ گلے ملے اور اپنے جماعتی مرکز میں آمد پر بڑے ہی شاداں و مسرور تھے۔ آپ کا نواسہ جو آجکل ہالینڈ میں سکونت پذیر ہے۔ وہ بھی اپنے روحانی بھائیوں سے مل کر بڑا خوش ہوا اور اس سعادت کے ملنے پر راقم نامہ نگار سے دوران گفتگو بار بار اظہار کرتا تھا۔ آپ کی ہمشیرہ اور دو بیٹیاں بھی اپنی بہنوں سے مل کر بڑی خوش ہوئیں اٹھنے کو کسی کا بھی جی نہیں چاہتا تھا۔ سب لوگ ہمہ تن اپنے معزز مہمانوں سے دینی باتیں کرنے میں مصروف تھے۔ کہ اللہ اکبر کی صدا بلند ہوئی۔ تو سب مومن ادائے فریضہ صلوٰۃ کے لئے مسجد کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی اقتدا میں ادائیگی صلوٰۃ کے بعد احباب و خواتین اور بچے اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔

ہم سب دعا گو ہیں کہ ہمارے بھائی یعقوب صاحب جو کہ مرکز سے ہزارہا میل دور ہیں لیکن مرکز اور بزرگوں کی کشش آپ کو کھینچ لاتی ہے خدا تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ آپ خیریت سے رہیں اور جہاں بھی آپ تشریف لے جائیں اور سلامتی وامن کے ساتھ اپنے وطن تشریف لے جائیں۔

آپ نے اپنی تقریر کے دوران یہ بھی فرمایا کہ جب میرے احمدی بھائیوں کو اس بات کا علم ہوا کہ میں پاکستان جا رہا ہوں تو میری تیاری کے دوران جتنے بھی احمدی بھائی ملے ان سب نے مجھے یہ پیغام دیا کہ جب آپ لاہور تشریف لے جائیں تو ہماری طرف سے ان سب کی خدمت میں۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کا تحفہ پیش فرما دیں۔ چنانچہ آپ نے بلند آواز سے اپنے ملک کے احمدیوں کا اس ملک کے احمدیوں کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہا۔ جواب میں تمام حاضرین نے بھی بلند آواز سے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہا۔ اور عرض کیا کہ آپ جہاں کہیں تشریف لے جائیں وہاں پر بھی جیسے آپ ہالینڈ تشریف لے جائیں گے جہاں پر خدا کے فضل سے ہزارہا لاہوری احمدی ہیں ان کو بھی اور اپنے ملک میں بھی سب احباب کرام کی خدمت میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ پیش فرما دیں۔ (رپورٹر)

---

* "عہد کو پورا کرو کیونکہ قیامت کے دن اس کے متعلق تم سے پوچھا جائے گا" (ترجمہ حدیث)

از مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب
انگریزی سے ترجمہ: پروفیسر خلیل الرحمان صاحب ایڈیٹر پیغام صلح

قرآن کریم کے مطابق یسوع مسیح باقی انبیاء کی طرح ایک انسان تھے

وما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت
من قبلہ الرسل (المائدہ ۵،)

"مسیح ابن مریم صرف ایک رسول ہی تھے۔ ان سے پہلے بھی رسول گذر چکے ہیں۔"

آدم کو خدا مت کہو آدم خدا نہیں
لیکن خدا کے نور سے آدم جدا نہیں

"کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت آدم۔"

"میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا پس میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں۔ اس لئے میں نے آدم کو پیدا کیا۔"

---

۲۳ جنوری ۱۹۸۲ء کے پاکستان ٹائمز میں لاہور کے بشپ کا ایک مقالہ شائع ہوا ہے۔ جس کا عنوان ہے "قرآن کے مطابق یسوع مسیح کی پیدائش" بشپ موصوف نے اپنے اس مضمون میں یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ یسوع مسیح کی بن باپ پیدائش اُن کا خدا کی رُوح اور کلمۃ اللہ ہونے اور اُن کے بے نظیر معجزات کے لحاظ سے قرآن کریم اور انجیل کی تعلیمات میں مماثلت پائی جاتی ہے لیکن انہوں نے اس بات پر روشنی ڈالنا مناسب نہیں سمجھا کہ آیا قرآن کریم نے حضرت یسوع مسیح کو دوسرے رسولوں سے کبھی مشابہت دی ہے یا نہیں۔

ان کے اس دعوٰے پر کہ قرآن کریم اور انجیل دونوں اس بات کے قائل ہیں کہ یسوع مسیح بن باپ پیدا ہوئے۔ وہ اللہ کی رُوح اور کلمۃ اللہ تھے۔ اور اُن سے ایسے ایسے معجزات رونما ہوئے جو کسی نبی سے ظہور میں نہیں آئے۔ کوئی تنقیدی تبصرہ کرنے سے پہلے میں ان سے یہ سوال پوچھنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ انہوں نے ان دو بڑے مذاہب یعنی اسلام اور عیسائیت کے درمیان توحید اور تثلیث اور اصولِ نجات کے بارے میں جو واضح اختلافات پائے جاتے ہیں انہیں زیر بحث لانا کیوں مناسب نہیں سمجھا کیونکہ اسلام توحید کا قائل ہے اور عیسائیت تثلیث کی۔ اسلام میں نجات کا دار و مدار اعمالِ صالحہ پر ہے اور عیسائیت میں کفارہ پر یعنی حضرت مسیح تمام نسلِ انسانی کے گناہوں کا بوجھ اپنی گردن پر لے کر مصلوب ہو گئے۔ بشپ موصوف کو چاہیئے تھا کہ وہ سب سے پہلے ان دونوں مذاہب کے درمیان بنیادی اختلافات پر قرآن کریم کی روشنی میں بحث کرتے لیکن انہوں نے جان بوجھ کر ان بنیادی اختلافات کو نظر انداز کرنا پسند فرمایا ہے۔ فاضل بشپ نے یہ راستہ کیوں اختیار کیا میں اس کی اصلی وجوہات پر سے پردہ ان سطور کے آخر میں اٹھاؤں گا۔

اس نکتہ پر میں بشپ صاحب کے اپنے الفاظ کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ:-

"ہم آدم کو پہلا آدم اور یسوع مسیح کو آدمِ ثانی کہہ سکتے ہیں۔ نئے عہد نامہ (یعنی انجیل) میں مسیح کے لئے دراصل آدم ثانی یا نئے آدم کا لقب استعمال ہوا ہے اگرچہ قرآن میں مسیح کے لئے یہ لقب استعمال نہیں ہوا۔ پہلا آدم مٹی سے پیدا کیا گیا اور پھر اللہ تعالےٰ کے تخلیقی لفظ (کن) نے مٹی پر اپنا عمل کیا۔ دوسرے آدم (یسوع مسیح) کی تخلیق اس طرح عمل میں آئی کہ مریم کے اندر تخلیقی حکم (کن) پھونکا گیا اسی لئے قرآن میں یسوع مسیح کو کلمۃ اللہ کہا گیا ہے اور صرف یہی ایک فرد ہے جس کے لئے قرآن میں یہ لقب استعمال ہوا ہے۔"

مگر قرآن کریم میں اس بارے میں یہ ذکر اس طرح آیا ہے کہ:-

"سو فرشتوں نے اسے (ذکریا) کو پکارا جبکہ وہ عبادت گاہ میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا کہ اللہ تجھے یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ کے کلام کو سچا کرنے والا اور سردار اور بدیوں سے رکنے والا اور نبی نیکوکاروں میں سے (ہوگا) اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے مطابق حضرت یحییٰ کو بھی کلمۃ اللہ کہا گیا ہے

جہاں تک حضرت عیسٰی کے متعلق "اللہ کی رُوح" کے الفاظ کے استعمال کا تعلق ہے یہ خصوصی حق صرف انہی کو حاصل نہیں ہے اس کی تائید میں میں قرآن کریم سے مندرجہ ذیل دو آیات پیش کرتا ہوں جن میں "اللہ کی رُوح" کے الفاظ عام انسانوں کے لئے بھی استعمال ہوئے ہیں۔

"اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں انسان کو سوکھی ہوئی مٹی سیاہ کیچڑ سے جو متغیر ہو چکا ہو پیدا کرنے والا ہوں۔ سو جب میں اس کو تکمیل کو پہنچاؤں اور اپنی رُوح اس میں پھونکوں تو تم اس کے لئے فرمانبرداری کرتے ہوئے گر پڑنا۔ (۱۵-۲۹)

"جس نے ہر چیز کو جو اس نے پیدا کی اچھا بنایا اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا۔ پھر اس کی نسل ایک نچوڑ سے ٹھہرائی جو کمزور پانی میں آجاتا ہے۔ پھر اُسے ٹھیک بنایا۔ اور اپنی رُوح اس میں پھونکی اور تمہارے کان۔ آنکھیں۔ اور دل بنائے۔ بہت ہی کم تم شکر کرتے ہو۔" (۳۲- ۷ تا ۹)

متذکرہ صدر دونوں آیات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رُوح ہر اس انسان میں پھونکی جسے مٹی سے پیدا کیا گیا۔ لیکن بشپ موصوف کے عقیدہ کے مطابق صرف پہلا آدم مٹی سے پیدا کیا گیا اور اللہ کی رُوح سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ جبکہ آدم ثانی یا نئے آدم یسوع مسیح کو (اگرچہ بشپ صاحب کے نزدیک اس کا ذکر قرآن میں کہیں نہیں لیکن انجیل میں ہے) مٹی سے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ اللہ تعالےٰ کے تخلیقی حکم کن یا کلمۃ اللہ یا رُوح سے پیدا کیا گیا جو مریم کے رحم میں پھونکی گئی۔ اس سلسلے میں وہ مسلمان بھی جو مسیح کی بن باپ پیدائش پر ایمان رکھتے ہیں انہیں یہ خصوصیت دینے کے لئے تیار نہیں کیونکہ آدم بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ اگر بن باپ کے پیدا ہونا ایک معجزہ اور خالصتاً تخلیقی حکم کا نتیجہ ہے تو پھر بغیر ماں باپ کے پیدا ہونا ایک بے نظیر اور بہت بڑا معجزہ اور تخلیقی حکم کن کا نتیجہ ہے جس کے سامنے مسیح کے متعلق بشپ صاحب کا خصوصیت کا دعوای دھڑام سے زمین بوس ہو جاتا ہے۔

باوجود یہ تسلیم کرنے کے کہ قرآن میں کسی آدم ثانی یا نئے آدم کا ذکر نہیں بلکہ صرف انجیل میں اس کا ذکر موجود ہے بشپ موصوف اپنے قارئین کو یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور کرتے ہیں کہ قرآن کے نزدیک یہ آدم ثانی یا نیا آدم (یسوع مسیح) ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی رُوح یا کلام پھونکا گیا۔ مگر قرآن کریم میں اس کا قطعاً کوئی ذکر موجود نہیں ہے۔ قرآن کریم تو صرف اس قدر بیان کرتا ہے کہ ہر ایک انسان کی تخلیق مٹی سے ہوتی ہے۔ اور اس کی تکمیل کیلئے اس میں اللہ تعالےٰ کی رُوح یا کلام پھونکا جاتا ہے۔ یہ ویسے ہی ہے جیسے بائبل میں یہ ذکر آتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالےٰ کی صورت پر پیدا کیا گیا ہے۔ انسان کو مٹی سے پیدا کرنے اور پھر اس میں اللہ تعالےٰ کے تخلیقی امر "کن فیکون" کے ماتحت رُوح یا کلام پھونکے جانے کے عام قانونِ الٰہی کا ذکر ایک دوسری جگہ بھی آیا ہے۔ جس کا بشپ موصوف نے خود ان الفاظ

میں ذکر کیا ہے :-

"اللہ کے نزدیک عیسٰیؑ کی حالت آدم کی حالت کے مانند ہے اسے مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اسے کہا ہو جا۔ پس وہ ہو جاتا ہے ۔"

قرآن کریم نے اس آیت میں آدم اور عیسٰیؑ کے درمیان کم از کم دو لحاظ سے واضح مماثلت قائم کی ہے ۔ اول یہ کہ دونوں کا مٹی سے پیدا کرنا ۔ اور دوسری یہ کہ دونوں پر تخلیقی امر کن فیکون کا اطلاق ہونا ۔ چونکہ پہلے یسوع مسیح کی آدم سے مماثلت بیان کی جاتی ہے ۔"

لیکن بشپ صاحب کی منطق کے مطابق تو یسوع مسیح اور آدم ایک دوسرے سے مشابہ نہیں ہو سکتے ۔ کیونکہ یسوع مسیح مٹی سے نہیں بلکہ کن فیکون کے امر الٰہی کے ماتحت پیدا ہوئے ہیں جبکہ حضرت آدم اس امر کے ماتحت نہیں ۔ بلکہ مٹی سے پیدا کئے گئے ۔ بشپ موصوف کے نزدیک "کن فیکون" کے امر الٰہی کے ماتحت پیدا کیا جانا صرف حضرت یسوع مسیح ہی کی خصوصیت ہے ۔ لیکن قرآن کریم کی متذکرہ صدر آیت میں اس بات پر بڑا زور دیا گیا ہے کہ پیدائش اور کن فیکون کے اطلاق کے معاملے میں حضرت آدم اور حضرت عیسٰیؑ دونوں بالکل مشابہ ہیں مگر بشپ صاحب اسی آیت کے حوالے سے دونوں کو غیر مشابہ بیان کرتے ہیں ۔

اس کی مزید وضاحت اس سے بھی ہوتی ہے کہ یہ آیت اس سارے بیان کے آخر میں واقع ہوئی ہے جس میں حضرت مریم کو مسیح کی پیدائش کی خوشخبری ۔ بنی اسرائیل کی طرف اس کی بعثت اور بنی اسرائیل کے انکار اور ان کے معجزات کا ذکر ہے اور یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی تھی جب نجران کا عیسائی وفد آنحضرت صلعم سے ملاقات کے لئے آیا ۔ یہودیوں کا نظریہ تھا کہ مسیح کی پیدائش گناہ کے ارتکاب کا نتیجہ تھی ۔ اور اس کے برعکس عیسائیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ صرف یسوع مسیح ہی ایک ایسے شخص ہیں جو اللہ تعالےٰ کی اس روح اور کلام کی بدولت پیدا ہوئے جو مریم کے رحم میں داخل ہوا ۔ لیکن آیت مذکورہ بڑے صاف اور واضح طور پر ان دونوں نظریات کو غلط اور خلاف واقعہ قرار دیتی ہے ۔ یعنی یسوع مسیح گناہ کے ارتکاب کے نتیجہ میں پیدا نہیں ہوئے بلکہ آدم یعنی ایک عام انسان کی طرح مٹی سے پیدا کئے گئے اور آدم ہی کی طرح ان پر وحی نازل ہوئی ۔ آنحضرت صلعم کی ایک حدیث کی رو سے بھی اس تاویل و تشریح میں ذرا بھر شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی ۔

نجران کے عیسائی وفد کو آنحضرتؐ نے یہ جواب دیا تھا ۔

"کیا تم یہ نہیں جانتے کہ حضرت عیسٰیؑ کو بھی ایک عورت نے اسی طرح حمل میں لیا جس طرح ساری عورتیں لیتی ہیں ۔ پھر اس عورت نے اسے اسی طرح جنا جس طرح ساری عورتیں بچے جنتی ہیں اور پھر وہ اسی طرح کھانا پیتا رہا جس طرح بچے کھاتے پیتے ہیں ۔ وہ کھانا کھاتا پانی پیتا اور پاخانہ کرتا تھا ۔"

"پھر تمہارا یہ دعوٰے کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ وہ خدا یا خدا کا بیٹا تھا ۔" (طبری)

قرآن کریم کی اس آیت اور اس کی موید حضرت نبی کریم صلعم کی اس حدیث کی روشنی میں کسی مزید تشریح یا ثبوت کی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ ان کے مطابق یسوع مسیح آدم کی طرح تھے اور کسی لحاظ سے بھی خدا یا خدا کے بیٹے نہیں تھے ۔ اور نہ ہی ان سے برتر تھے ۔ لیکن بشپ صاحب یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ دونوں ایک دوسرے سے مختلف اور غیر مشابہ تھے ۔

قرآن کریم کی اس دوسری آیت میں یسوع مسیح کو دوسرے انبیاء جیسا بیان کیا گیا ہے اور یہ آیت اس طرح ہے :-

"مسیح ابن مریم صرف ایک رسول ہے ۔ اس سے پہلے بھی رسول گزر چکے اور اس کی ماں صدیقہ تھی ۔ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے ۔ دیکھو کس طرح ہم ان کے لئے باتیں بیان کرتے ہیں پھر دیکھو یہ کس طرح الٹے پھرے جاتے ہیں ۔ کہہ کیا تم اللہ کے سوائے اس کی عبادت کرتے ہو جس کو نہ تمہارے نقصان کا اختیار ہے اور نہ نفع کا ۔ اور اللہ ہی سننے والا جاننے والا ہے ۔ کہہ اے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو پہلے گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بھٹک گئے ۔" (۵ : ۷۵ تا ۷۷) آیت ۳ : ۵۲ میں مسیح کی آدم سے مماثلت بیان کی گئی ہے لیکن مندرجہ بالا آیات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اسے دوسرے پیغمبروں پر جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں ذرا بھر فوقیت حاصل نہیں ۔ اس کے ساتھ ہی عیسائیوں کو تنبیہ کیا گیا ہے کہ انہیں اللہ تعالےٰ کے دوسرے انبیاء سے بڑھ کر حیثیت نہ دیں ۔ کیونکہ اس کا مطلب حقیقی حدود سے تجاوز اور دین میں غلو ہو گا ۔

بشپ صاحب کی غلط فہمی :- قرآن کریم یسوع مسیح کو آدم اور اللہ تعالےٰ کے دوسرے پیغمبروں کی طرح قرار دیتا ہے ۔

ان سب کی مٹی سے پیدائش ان میں قدر مشترک ہے ۔ قرآن کریم کے مطابق وہ سب فانی اور مٹی سے پیدا کئے گئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعے ان کا تعلق آسمان سے بھی تھا ۔ جس طرح زمین یا مٹی سے ان کی پیدائش اور اللہ تعالےٰ کی طرف ان کے روحانی عروج کا تعلق ان تمام سے ہے نہ کہ صرف بعض شخصیتوں سے ۔ کن کے تخلیقی حکم کا اطلاق اور عمل سب دی گئی ۔ اس کے برعکس وہ صاف طور پر انہیں آدم اور دیگر انبیاء کی مثل قرار دیتا ہے ۔ اس سے قبل ہم یہ حوالے دے چکے ہیں کہ انسان کی مٹی سے پیدائش کے بعد اس میں اللہ کا کلام یا روح پھونکنے کا ذکر کم از کم تین دفعہ عام انسانوں کے بارے میں آچکا ہے ۔

ایک دوسری آیت میں انسان کی جسمانی نشوونما کے مختلف درجات کا ذکر کرنے کے بعد یہ بیان کیا گیا ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ اسے ایک دوسری نئی روحانی تخلیق عطا کرتا ہے ۔

"اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا ۔ پھر ہم نے اسے ایک مضبوط ٹھہرنے کی جگہ میں نطفہ بنا کر رکھا ۔ پھر ہم نے نطفہ کو لوتھڑا بنایا اور لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا بنایا اور گوشت کے ٹکڑے میں ہڈیاں بنائیں ۔ اور ہڈیوں پر گوشت چڑھایا ۔ پھر ہم نے اسے ایک اور پیدائش دے کر اٹھا کھڑا کیا پس اللہ بابرکت ہے ۔ جو سب بنانے والوں سے بہتر ہے پھر اس کے بعد تم یقیناً مرنے والے ہو ۔" (۲۳ : ۱۲ تا ۱۵)

ان آیات میں ماں کے رحم میں ہڈیاں ۔ خون اور گوشت بننے تک انسانی نشوونما کے مختلف جسمانی درجات کے بیان کرنے کے بعد یہ فرمایا گیا ہے کہ پھر انسان کو ایک دوسری نئی روحانی تخلیق عطا کی جاتی ہے ۔

اس سے ظاہر ہے کہ قرآن کریم انسان کی روحانی تکمیل کے اظہار کے لئے تین قسم کی ہم معنی یا مترادف اصطلاحات استعمال کرتا ہے :-

۱ ۔ انسان کے اندر روح یا اللہ کا کلام پھونکنا
۲ ۔ آدم اور یسوع مسیح کے متعلق "کن" کا تخلیقی امر
۳ ۔ نئی روحانی تخلیق ۔

اس کے پیش نظر یسوع مسیح کو وہ خاص ترجیحی مقام کہاں سے

حاصل ہوتا ہے جس کا ذکر بشپ صاحب اپنی ذیل کی سطور میں کرتے ہیں کہ :-

"قرآن کے مطابق یسوع مسیح کی پیدائش ایک خاص حکم کے ماتحت ہوئی اور یسوع کو قرآن کریم میں کلمۃ اللہ کہا گیا ہے۔ وہی ایک فرد واحد ہے جس کے لئے قرآن کریم میں یہ لقب استعمال ہوا ہے۔"

عیسائی آدمؑ اور دوسرے انبیاء پر یسوع مسیح کے اس خصوصی حق اور رعایت کے حصول کا جو دعویٰ کرتے ہیں قرآن کریم نے محولہ بالا آیات میں اس کی سختی سے تردید کی ہے۔

آیت ۵ : ۵۲ میں یسوع مسیح کو واضح طور پر آدم کے مشابہہ کہا گیا ہے جبکہ آیت ۵ : ۷۵ میں انہیں ان انبیاء جیسا بیان کیا گیا ہے جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں۔ تو پھر قرآن کے مطابق یسوع مسیح کی یہ خصوصی برتری کیسے ثابت ہوتی ہے۔ اسی آیت میں یہ دلیل بھی دی گئی ہے کہ یسوع مسیح اور ان کی ماں کھانا کھایا کرتے تھے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی باقی فانی انسانوں جیسے تھے جنہیں ضروریاتِ زندگی لاحق تھیں۔

اس کی تفصیل اس سے قبل بیان ہو چکی ہے کہ آنحضرت صلعم نے نجران کے عیسائی وفد کو یہی جواب دیا تھا۔ اسلام کے ابتدائی دور کی تاریخ سے ایک اور ثبوت حضرت جعفرؓ کے بیان سے ملتا ہے جو حبشہ کو ہجرت کرنیوالی جماعت کے قائد تھے۔ آپ نے نجاشی شاہِ حبشہ کے دربار میں سورہ مریم کا دوسرا رکوع پڑھا اور جب ان آیات پر پہنچے کہ "اللہ کو شایاں نہیں کہ وہ کوئی بیٹا بنالے وہ پاک ہے" تو عیسائی بادشاہ نجاشی رو پڑا اور ایک تنکا اٹھا کر کہنے لگا کہ یسوع مسیح اس سے ذرہ برابر بھی بڑھ کر نہ تھا۔

عیسائیوں کی یہ بڑی فاش غلطی ہے کہ وہ یسوع مسیح کو آدم اور دوسرے انبیاء پر ترجیحی مقام دیتے ہیں جبکہ قرآن کریم انہیں دوسرے انبیاء پر کوئی فوقیت نہیں دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دوسرے انبیاء کو گنہگار ٹھہراتے ہیں۔

مسلمان حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالےٰ کا ایک برگزیدہ اور معصوم نبی سمجھتے ہیں اس سے بڑھ کر نہیں۔ وہ مسلمان بھی جو حضرت عیسےٰ کی بن باپ پیدائش کے قائل ہیں وہ بھی انہیں ایک پیغمبر سے بڑھ کر کوئی رتبہ نہیں دیتے۔

قرآن کریم یہ اعلان کرتا ہے کہ ہر مذہب کا بنیادی اصول اللہ تعالےٰ کی توحید پر ایمان لانا ہے۔ وہ اس میں کسی قسم کی استثنا روا نہیں رکھتا۔ وہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرانے کی بڑے پُرزور الفاظ میں مذمت کرتا ہے۔ اور اس کے بغیر کسی دوسرے معبود کی پرستش کو سختی سے ممنوع قرار دیتا ہے۔ اس قسم کے بے شمار حوالہ جات میں سے یہاں صرف پانچ آیات کا حوالہ دینا بے جا نہ ہوگا جن میں تثلیث اور مسیح کی الوہیت کی مذمت کی گئی ہے۔

"اے اہلِ کتاب اپنے دین میں غلو مت کرو اور اللہ کی نسبت سوائے حق کے کچھ نہ کہو۔ مسیح عیسیٰ ابن مریم صرف اللہ کا رسول اور اس کی پیشگوئی ہے جو اس نے مریم کی طرف القا کی اور اس کی طرف سے روح ہے۔ سو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور مت کہو تین ہیں۔ باز آجاؤ۔ اللہ صرف ایک ہی معبود ہے۔ وہ اس سے پاک ہے کہ اس کا بیٹا ہو۔" (۴ : ۱۷۱)

"اور کہتے ہیں رحمٰن نے بیٹا بنایا۔ یقیناً تم ایک خطرناک بات کر گذرے۔ قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر جائیں کہ وہ رحمٰن کے لئے بیٹے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔" (۱۹ : ۸۸ تا ۹۱)

انسان کا روحانی تعلق

انسان کی نئی یا روحانی تخلیق محض ایک کھوکھلا اور بے معنیٰ لفظ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا شعور انسان کی فطرت میں ودلیت کر دیا گیا ہے۔ اور اس سے پیار اس کی فطرت میں راسخ شدہ ہے۔ اس مالکِ حقیقی کو بھی جس نے انسان کو پیدا کیا ہے اپنے بندوں سے بے انتہا پیار ہے۔ جب اللہ تعالےٰ اور انسان کا پیار ایک دوسرے سے باہم ملتے ہیں تو ایک دوسری مخلوق وجود میں آتی ہے۔ جو روح القدس کہلاتی ہے جس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ اور انسان کے درمیان مکالمہ مخاطبہ ہوتا ہے۔ انسان کے اپنے ارادے اور خواہشات پر موت وارد ہو جاتی ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کے ارادوں اور اس کی رضا کے ماتحت ہو کر اسی میں مدغم ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالےٰ اپنے آپ کو اپنے بندے پر وحی کے ذریعہ ظاہر کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ سے کلام کرتا ہے اور ذاتِ باری تعالےٰ کی روح اس پر نازل ہوتی ہے۔ کسی شاعر نے کتنے خوبصورت الفاظ میں اسے بیان کیا ہے۔

"جب مٹی کا یہ جسم ایمان کی روشنی سے منور ہوتا ہے تو صداقت کی روح پرواز کرنا شروع کرتی ہے۔ مکاشفات ہوتے اور اللہ تعالےٰ کی آواز سنائی دیتی ہے اور اس مٹی کے انسان کا تعلق آسمان سے قائم ہو جاتا ہے۔"

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مٹی کے اس جسم میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ یہ خدا نہیں بن جاتا اور نہ ہی خدا ایک فانی انسان کا گوشت پوست اور خون بن جاتا ہے۔ یہ تبدیلی روح میں واقع ہوتی ہے۔ چونکہ اس حالت میں ایک کامل انسان کا تعلق کامل طور پر اللہ تعالےٰ کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے وہ عجیب و غریب نظارے دیکھتا اور عجیب آوازیں سنتا ہے۔ اس سے معجزے وقوع میں آتے ہیں۔ خاص طور پر یہ معجزہ کہ وہ دوسرے انسانوں کے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کر دیتا ہے۔ وہ مردہ روحوں کو زندہ کرتا اور روحانی عوارض کا علاج کرتا ہے۔ ایک کامل الایمان انسان خواہ وہ نبی ہو یا ولی اپنے خالقِ حقیقی کے ساتھ ایک ہو جاتا ہے۔ دونوں میں کوئی جدائی باقی نہیں رہتی ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

میں تن ہوا تو تُو میری جاں بن گیا اور میں جاں ہوا تو تُو میرا تن بن گیا۔ تاکہ اس کے بعد کوئی یہ نہ کہے کہ میں اور ہوں اور تُو اور۔

تاہم اس کا جسم طبعی قوانین کے ماتحت رہتا ہے۔ اُسے خوراک اور آرام کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اور باقی تمام جسمانی افعال کے لئے وہ دیگر ضروریات کا محتاج ہوتا ہے۔ لیکن اس کی روح بلندیوں پر پرواز کرتی اور آسمان کی طرف اٹھائی جاتی ہے مٹی کا یہ پتلا جب اللہ تعالےٰ کی روح اور اس کے کلام سے نوازا جاتا ہے تو وہ اس کی بدولت بڑے اعلےٰ و ارفع آسمانی طبقات میں اڑتا پھرتا ہے۔ یہ اتنا لطیف اور باریک مضمون ہے کہ میں اس پر اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ صوفیاء کرام کی کتابیں اس قسم کے بیانات سے بھری پڑی ہیں۔ علامہ اقبال جیسے مشہور مفکرین اور علماء نے اسے صحیح طور پر "مذہبی تجربہ" کا نام دیا ہے۔ یہ وہ تجربہ ہے جسے مذہبی علوم کے ماہرین بھی تسلیم کرتے ہیں۔

یسوع مسیح کے پیروکاروں میں جو سب سے بڑی غلطی سما گئی ہے وہ یہ ہے کہ وہ انبیاء اور اولیاء اللہ کی زبانوں سے نکلے ہوئے اس قسم کے الفاظ اور اصطلاحات کو حقیقی معنوں میں لے لیتے ہیں مگر جو کچھ انبیاء اور اولیاء اللہ بیان کرتے ہیں وہ استعارہ کے رنگ میں ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر جب یہ کہا جاتا ہے کہ ایک کامل انسان خدا، خدا کا بیٹا یا فنا فی اللہ ہے تو ان الفاظ کو حقیقی معنوں اور مفہوم کے مطابق نہیں سمجھنا چاہیئے۔ بلکہ ان کا روحانی مفہوم اور مطلب لینا چاہیئے یعنی اس بندے کو اللہ تعالےٰ سے پیار ہے۔ وہ اس کی دعائیں اور فریاد سنتا ہے۔ اس کے ساتھ ہمکلام ہوتا اور اس کی مدد کرتا ہے۔ چاہے ساری دنیا اپنے تمام ذرائع اور وسائل کے ساتھ اس کی مخالفت ہی کیوں نہ ہو۔ میں اپنے عیسائی دوستوں کے غور و فکر کے لئے

"اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ ناصرہ کا رہنے والا یہ انسان اللہ تعالیٰ کی حقیقت کا ایسا گہرا شعور رکھتا تھا کہ اس پر اور کوئی چیز غالب نہیں آسکتی تھی۔ وہ خدا کا بندہ تھا اس کی زندگی اسی کے حضور میں گذرتی تھی جسے ہماری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور وہ اپنے خدا کو "ابا" یا "باپ" کہہ کر پکارتا تھا۔ اس کی روح اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح تھی اور اس کی زندگی خدا کی محبت کا ایک مسلسل ردّعمل کیونکہ دونوں نہایت مہربان تھے اور دونوں کا ایک دوسرے سے یہی تقاضا تھا۔ اس طرح یسوع مسیح کے حضور میں ہم یہی محسوس کرتے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور میں موجود ہیں۔ اس مفہوم میں نہیں کہ انسان یسوع مسیح واقعی خدا ہے۔ بلکہ اس مفہوم میں کہ اُسے اللہ تعالیٰ کی ذات کا کامل شعور تھا۔ اور ہم اُس کے ساتھ روحانی تعلق کی وجہ سے اس شعور میں سے کچھ حصہ لے سکتے تھے۔"

(صفحہ نمبر ۱۷۲)

"وہ (یسوع مسیح) اس بات سے ضرور باخبر ہوگا کہ چونکہ عام مردوں اور عورتوں کو اللہ تعالیٰ کی موجودگی کا اکثر اوقات ایک مدھم سا اور بالواسطہ احساس ہوتا ہے۔ اور جبکہ یہود کے فریسی اور احبار مذہب کو اکثر اپنی مراعات یافتہ حیثیت کی تائید میں استعمال کرتے تھے اُسے اپنے آسمانی باپ کا براہ راست اور انتہائی غالب شعور حاصل تھا۔ اس لئے وہ اپنے متعلق بڑے وثوق کے ساتھ بات کرسکتا تھا۔ اور مردوں اور عورتوں کو یہ توفیق دے سکتا تھا کہ وہ اپنی زندگی اس کے بچوں کی طرح گذاریں۔ وہ ان کے بارے میں انصاف کرسکتا اور انہیں معاف کرسکتا تھا اور اپنی طاقت سے بیماروں کا علاج کرسکتا تھا۔ اس وجہ سے یسوع اپنے ہمعصروں میں اپنے اس بے نظیر مقام سے باخبر ہوگا جسے اُس نے "مسیحا" کا لقب قبول کرنے یا اس کے نعم البدل "انسان کا آسمانی بیٹا" کا تصور پیش کرنے سے ظاہر کیا ہوگا ان دونوں حیثیتوں میں سے ہر ایک کا مفہوم یہی ہے کہ ایک ایسا انسان جسے اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے کارناموں، معجزات اور نشانات کی تائید و تصدیق کے ساتھ تمہاری طرف بھیجا ہے" (ایکٹ ۲: ۲۲) "جو اُس کے پیرو ہوئے وہ دوبارہ پیدا ہوئے"۔ (صـ۱۷۳)

"مائیکل گولڈر اور فرانسس ینگ نے چوتھے اور پانچویں باب میں لکھا ہے کہ قدیم دنیا میں انسانوں میں خدا کی تجسیم کے تصورات دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ اس لئے اس ثقافتی ماحول میں مسیح کو خدا کا درجہ دینا کوئی حیرت کی بات نہیں ہے یہودیوں میں بھی کسی انسان کو خدا کا بیٹا کہنے کی روایت طویل عرصہ سے چلی آرہی ہے لیکن اصطلاحات میں یہ خطاب استعارہ اور عزت کے طور پر استعمال ہوا ہے یسوع کے بپتسمہ لینے کے جو واقعات بیان کئے گئے ہیں وہ "خدا کا بیٹا" ہونے کے لفظی معنوں کی تردید کرتے ہیں۔ یہ بعینہ ویسا ہی ہے جیسے بادشاہ کی تاجپوشی کے موقع پر متبنٰی بنانے کے ایک قدیم طریقہ کے مطابق یہ کہا جاتا تھا کہ "تم میرے بیٹے ہو" (لیکن وہ اس کا اصلی بیٹا نہیں ہوتا تھا) مسیح کے متعلق کبھی یہی الفاظ آسمان سے نازل ہوئے لیکن اپنے اصلی معنوں میں نہیں۔

"اور جوں جوں عیسائی معتقدات صدیوں کے عمل سے گذرتے رہے ہیں اس کی وجہ سے "خدا کا بیٹا" کے الفاظ میں ایک اہم تبدیلی کرکے ان کی جگہ "خدا بیٹا" یا "اقنوم ثلاثہ کا دوسرا رکن" کے الفاظ رکھ دیئے گئے۔ اس لئے یہ قدرتی اور قابل فہم بات تھی کہ یسوع مسیح کو جس کے ذریعے انسانوں کا خدا سے فیصلہ کن سامنا ہوا اور انہیں نئی اور بہتر زندگی ملی "خدا کا بیٹا" کہا جاتا اور بعدازاں یہ شاعری (مبالغہ آمیزی۔ ناقل) نثر میں بدل جاتی اور اُسے استعارہ کے رنگ میں "خدا کا بیٹا" کے مقام سے اٹھا کر ما ورالطبیعات "خدا بیٹا" کے مقام پر بلند کر دیا جاتا۔ اور اس کی وہی نوعیت تصور کی جاتی جو تثلیث میں باپ کی الوہیت کی ہے۔" (صـ۱۷۶)

"لفظی معنوں کے لحاظ سے یہ کہنا بالکل صاف اور قابل فہم ہے کہ یسوع مسیح ایک انسان تھا۔ وہ انسانی زندگی کے موروثی نظام کی خصوصیات کا ایک حصہ تھا۔ اس کی ذہانت، علم اور قوت محدود تھی اور وہ اپنے ثقافتی اور جغرافیائی ماحول کے اثرات سے آزاد نہ تھا۔" (صـ۱۷۷)

"ہم پُرامید ہیں کہ مستقبل میں یسوع مسیح کا ذکر چرچ کے اندر بھی ہوگا اور باہر بھی۔ کلیسا کے اندر روایتی کلیسائی زبان رائج رہے گی جس میں یسوع مسیح کو "خدا کا بیٹا" "خدا بیٹا" "مجسم کلام یا اقنوم ثلاثہ کا رکن ثانی" یا "خدا انسان" پکارا جاتا رہے گا لیکن اس زبان کی دیومالائی نوعیت کے متعلق یہ شعور ترقی کرتا رہے گا کہ یہ دلی جذبات کے اظہار کی ایک مبالغہ آمیز صورت ہے جو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنے۔ مذہبی ترانوں۔ وعظ و نصیحت اور خوبصورت شاعرانہ اصطلاحات میں اپنی عقیدت کے اظہار کے لئے بڑی موزوں ہے۔ ہمیں یہ اُمید رکھنی چاہیئے کہ عیسائیت اپنی مذہبی رجعت پسندی اور تقلید پرستی۔ نظریہ تجسیم کی لغوی تاویل سے اسی طرح بہت آگے نکل جائے گی جس طرح وہ انجیل کی رجعت پسندانہ تعلیم یا تقلید پرستی سے بہت زیادہ آگے نکل گئی ہے۔ مثال کے طور پر چھ دنوں میں زمین کی تخلیق اور باغِ عدن میں سانپ کے بہکاوے میں آجانے کی وجہ سے آدم اور حوّا کے ہبوط کی کہانیوں کو جس طرح آج بہت بڑے مذہبی انسانوں کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اسی طرح خدا کے بیٹے کے آسمان سے آنے والے اور انسانی بچے کی صورت میں پیدا ہونے کی کہانی کو بھی اس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے گا کہ یہ ایک ایسے انسان کے ساتھ ہمارے تصادم کی بے حد اہمیت کو ظاہر کرنے کا افسانوی پیرایہ ہے جس کی موجودگی میں ہم نے اپنے آپ کو بیک وقت اللہ تعالیٰ کے حضور میں محسوس کیا۔"

(صـ۱۸۳، صـ۱۸۴)

ان بکثرت حوالوں سے مندرجہ ذیل چار نکات واضح ہو جاتے ہیں۔

۱:۔ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ کلیسائی عقائد مسلسل ترقی کرتے رہے ہیں۔ یسوع مسیح کی تعلیم اس سے بالکل مختلف تھی جسے آج کے عیسائی عقائد پیش کر رہے ہیں۔ یسوع مسیح کے کچھ عرصہ بعد اس کی تعلیم کو بدل کر اس کے لفظی معنی لئے جانے لگے جو خود اس نے نہیں لئے تھے۔ یہ اس لئے کیا گیا تاکہ اس کی تعلیم کو اس زمانے میں مروجہ مذہبی تصورات کے مطابق بنایا جاسکے۔

۲:۔ سائنس کے ترقی یافتہ علم اور سچائی کی جستجو کے موجودہ پس منظر میں اس بات کی ضرورت ہے کہ مسیح کی تعلیم کو نئی اور اصلی شکل و صورت میں پیش کیا جائے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انجیل میں "خدا کا بیٹا" "مجسم خدا" اور "خدا باپ" کی جو اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں وہ لفظی معنوں کے لحاظ سے نہیں بلکہ تمثیلی یا علامتی مفہوم میں استعمال ہوئی ہیں۔ تاریخ جس یسوع مسیح کو پیش کرتی ہے وہ گوشت پوست کا بنا ہوا انسان تھا اور وہ خدا نہیں تھا۔ جسے اس خاص مقصد کے لئے بھیجا گیا کہ وہ لوگوں کی اصلاح کرے۔

۳:۔ اگر کلیسائی اقتدار نے تقلید پرست عیسائیت کے معتقدات میں اس ضروری اصلاح کو قبول نہ کیا تو اس بات کا خوف ہے کہ انہیں بکلی ترک کر دیا جائے گا کیونکہ وہ سائنس اور حقیقت سے متعارض ہیں۔ اگر عیسائیت دوسرے دو بڑے عالمی مذاہب بدھ مت اور اسلام کے مقابل زندہ رہنا چاہتی

ہے تو اس تبدیلی کی ضرورت بالکل عیاں ہے۔

۴۔ انسانیت کے اتحاد کے لئے آج ایک عالمی مذہب کی ضرورت ہے۔

بڑی دیانت داری اور سچائی کے ساتھ ہم نے اس کتاب کے مفہوم کا نچوڑ پیش کر دیا ہے۔ اس کتاب کا عنوان :-

"THE MYTH OF GOD INCARNATE"

یعنی "مجسم خدا کی دیو مالائی حیثیت" ہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ فاضل مصنفین کی رائے میں جدید سائینس کی روشنی میں عیسائی معتقدات کا کیا مفہوم ہونا چاہیئے۔ تاہم ہم نے اپنے قارئین کرام کے منصفانہ غور و فکر کی خاطر کتاب کے اصلی الفاظ ہی نقل کر دیئے ہیں۔

اب ہمارے قارئین کو اس بات پر حیرت نہیں ہوگی کہ بشپ موصوف نے اپنے مقالہ میں یسوع مسیح کا "بطور خدا" "خدا کا بیٹا" یا "مجسم خدا" کیوں ذکر نہیں کیا۔ بلکہ اس کی "بن باپ پیدائش" "روح" "کلمۃ اللہ" یا قرآن کریم میں مذکور دوسرے معجزات پر اپنی تاویل کے مطابق موقف اختیار کیا ہے۔

کیا پوری متانت اور سنجیدگی کے ساتھ کوئی محترم بشپ صاحب سے یہ نہیں پوچھ سکتا کہ کلیسائی معتقدات کے متعلق اگر آج یہ ثابت ہو گیا ہے کہ وہ صرف تمثیلی یا علامتی اصطلاحات تھیں نہ کہ لغوی جیسا کہ سالقہ عیسائیوں کا اعتقاد تھا۔ تو کیا اس صورت میں آئندہ تحقیقات سے یہ ثابت نہیں ہو جائے گا کہ باقی عیسائی نظریات بھی قدیم دیو مالا کے ہی آثار ہیں جو صرف استعاراتی اور روحانی مفہوم میں ہی قبول کئے جا سکتے ہیں جیسا کہ مندرجہ بالا قرآنی آیات میں ان کی تشریح اور مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام منتخب بندوں میں سے حضرت مسیح تمثیلات میں باتیں کرنے کے لئے مشہور ہیں جن کا ذکر انجیل میں موجود ہے۔ اور جنہیں ان کے اولین متبعین بھی نہیں سمجھ سکتے تھے اور انہیں اپنے آقا سے ان کے معنی پوچھنے پڑتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جن کے آنے کی خوشخبری حضرت مسیح نے دی تھی آخری وحی جو قرآن کی صورت میں نازل ہوئی اس نے آ کر اس گتھی کو سلجھایا اور اس بگاڑ کو دور کیا جو حضرت عیسٰیؑ کے متبعین کی بعد میں آنے والی نسلوں نے ان کی تعلیم میں پیدا کر دیا تھا۔

* * *

بلادِ غیر میں دینِ حقہ پر احمدیہ لٹریچر کی مقبولیت اور وسیع مانگ

بیرونی ممالک سے آمدہ خطوط کی ایک جھلک

(مرتبہ : محمد شریف چوہدری)

لے الحسن گھانا مغربی افریقہ سے رقمطراز ہیں :-

جناب من ! السلام علیکم ! میں آپ کی خدمتِ عالیہ میں بامید یہ چند سطور لکھ رہا ہوں کہ آپ مندرجہ ذیل امور میں میری مدد فرمائیں گے۔ میں گھانا کے انگریزی عربی سکول میں طالبعلم ہوں اور کئی سالوں سے مذہب اسلام کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ لہٰذا آپ مجھے گھانا میں اپنے نمائندہ سے متعارف کرائیں یا مجھے اپنا دینی لٹریچر بھیجنے کی تکلیف گوارا فرمائیں۔ آپ کا بیحد ممنون ہوں گا۔

(۲) ہارون محمد نائیجیریا سے لکھتے ہیں

پیارے بھائی ! السلام علیکم : گذشتہ ماہ آپ کا خط اور چار قیمتی کتب کا پیکٹ ایک ساتھ موصول ہوئے جس کے لئے میں آپ کا بہت شکر گذار ہوں۔ میں عرصہ سے آپ کے تحفے کا منتظر تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں ابھی تک ان کتب کا مطالعہ نہ کر سکا کیونکہ میں ایک سرکاری کام کی غرض سے دورہ پر گیا ہوا تھا۔ وقت کی قلت کی وجہ سے ان کتابوں سے استفادہ حاصل نہ کر سکا حسبِ ارشاد ان کتب کے مطالعہ کے بعد دوبارہ خط لکھوں گا۔ آپ کی مہربانی کا تہ دل سے شکر گذار ہوں۔

بہترین جذبات کے ساتھ

(۳) گھانا سے پیاری بہن مانی مائدہ لکھتی ہیں۔

مکرم بندہ۔ السلام علیکم ! خوش قسمتی سے مجھے آپ کا ایڈریس میری ایک سہیلی سے ملا۔ اس نے چند خوبصورت کتابچے مجھے دیئے جن کا میں نے تھوڑی دیر مطالعہ کیا۔ اور میں نے سوچا کہ اگر مجھے بھی یہ کتابچے مل جائیں تو میں کتنی خوش نصیب ہونگی بغرض ایں یہ خط تحریر کر رہی ہوں۔ میں نے پرائمری اور سکینڈری تعلیم ختم کر لی ہے لیکن عربی سکول میں ابھی تک زیرِ تعلیم ہوں۔ میں اسلام اور قرآن کی تعلیمات کے بارے میں بہت کچھ جاننا چاہتی ہوں میری خواہش ہے کہ انگریزی ترجمہ قرآن کی جلد میرے پاس بھی ہو۔

(۴) ابادان نائیجیریا سے احمد درولال تحریر کرتے ہیں۔

پیارے بھائی۔ السلام علیکم ! عیدمیلاد النبی کے روز آپ کا تحفہ کتب موصول ہوا۔ چنانچہ اس دن ہمیں دوہری خوشی حاصل ہوئی۔ ایک عید کی اور دوسری آپ کے قیمتی تحفے کی۔ عیدمیلاد النبیؐ کے اس مبارک موقع پر اتنا پیارا اور قیمتی تحفہ دینے پر دلی شکریہ قبول کریں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مجھے جو دلی مسرت ہوئی وہ میں قلم بند کرنے سے قاصر ہوں۔ ان کتب میں ایک ٹریکٹ PRAPHET OF ISLAM تھا جو میں نے سب سے پہلے پڑھا۔ اس کے مصنف محمد علی رو کو جتنا بھی خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے اس کتابچے کو میں نے اس بابرکت اور مبارک دن بار بار پڑھ کر اپنے قلب کو عشق محمدؐ سے زندہ کر لیا۔ میں آپ کے ادارہ کو ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ اور اُمید کرتا ہوں کہ آپ آئندہ بھی ایسی نادر کتب بھجوا کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

علاوہ ازیں میں آپ کے خوبصورت ملک میں آنے کا آرزومند ہوں تاکہ میں یہ دیکھ سکوں کہ جس ملک کے باشندے اتنے عظیم ہیں وہ ملک کتنا شاندار ہوگا۔ کیا آپ اس بارے میں میری مدد فرمائیں گے۔ ... منتظر جواب،

(۵) نیویارک امریکہ سے احمد سالک عبداللہ لکھتے ہیں۔

پیارے بھائی ! السلام علیکم !

پہلے تو میں جناب سے توجہ کی درخواست کرتا ہوں کیونکہ مجھے صحیح معلوم نہیں کہ میں یہ مکتوب کن کے اسم گرامی بھیج رہا ہوں میں آجکل جیل میں بحیثیت قیدی زندگی کے دن پورے کر رہا ہوں۔ پچھلے کئی سالوں سے میں نے مذہب کو اپنی زندگی کے ہر شعبے سے فارغ خطی دے رکھی تھی لیکن جیل کی چاردیواری کے اندر مجھ میں ایک خاص رجحان ترقی پا گیا۔ اور میں صحیح راستے پر چلنے کی تمنا رکھتا ہوں۔ اور اب دین سے مجھے ایک خاص شغف ہو گیا ہے۔

آپ سے میں جس چیز کی درخواست کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ مجھے یا تو کوئی ملی پر وہبت لکھ بھیجئے یا میری روحانی اور اخلاقی ترقی کے لئے مفید اسلامی لٹریچر بھجوا دیں۔ نیز ایک عدد جائے نماز بھی ارسال کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

* * *

افکارِ سعیدؔ

مسلمانوں میں ایک جدید اور بروقت تحریک "آوازِ اخلاق" حکیم محمد سعید صاحب ہمدرد دسنیٹر ناظم آباد کراچی نے شروع کی ہے اسلام محض چند صحیح عقائد وعلم کلام کا نام ہی نہیں بلکہ ان پر مبنی ایک تہذیب وتمدن اور معاشرہ کی تعمیر مراد ہے جنکا خلاصہ اخلاق حمیدہ اور اوصاف حسنہ انسانیہ کی نشو ونما ہے۔ تحریک احیاء اسلام یا نشاۃ ثانیہ اسلامیہ میں جسکی داغ بیل پاکستان کے قیام حکومت سے پڑی ہے کا مقصد و مدعا بھی اخلاق وصفات عالیہ انسانیہ کا ارتقا ہے۔ ہم دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ حکیم صاحب کے ان مبارک عزائم میں برکت ڈالے (ڈاکٹر اللہ بخش مسلم)

خیانت :۔

آج کے معاشرے کے انحطاط اخلاق اور انتشار وپراگندگی کے اسباب ومحرکات کی فہرست میں خیانت بے حد اہم سبب ہے یہ انسانی رُوح کو مکدر اور فکر کے سرچشموں کو خشک کر دیتی ہے۔ معاشرتی اور اجتماعی قوانین کی عمارت کو منہدم کر دیتی ہے۔

حسنِ معاشرت۔ تعاون اور حقوقِ باہمی کی نگہداشت سے حاصل ہوتا ہے۔ اجتماعی نظام کی بنیاد حقوق اور فرد وجماعت کے ربط باہم پر ہے۔ خیانت کرنے والا ان سارے حقوق کو پامال کرتا ہے۔ اور معاشرتی قوانین کی خلاف ورزی کر کے اپنے غیر تربیت یافتہ ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ خائن ذلّت، رسوائی اور پستی کو قبول کرنے سے کبھی دریغ نہیں کرتا۔ ایک تاجر خیانت کی راہ سے ذلت کی منزل کو پہنچ جاتا ہے۔ مزدور ملازم خیانت کیوجہ سے اپنا اعتماد کھو بیٹھتے ہیں۔ ذمہ داریوں کے احساس کے بغیر عظمت اور سعادت حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہماری اہم ترین ذمہ داری محنت ومشقت کے ساتھ ساتھ دیانت ہے۔ اور خیانت اس کی ضد!

حرص وطمع

جس دن سے انسان اس دنیا میں قدم رکھتا ہے ضرورتوں کا حصار اس کے گرد وسیع اور طویل ہوتا جاتا ہے۔ بعض ضرورتیں تو ایسی ہیں کہ ان کا تعلق بقا اور زندگی کے تحفظ سے ہے۔ انہیں فطری ضرورت سے تعبیر کرتے ہیں اور ان پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جا سکتی۔ لیکن بعض ضرورتیں ایسی ہیں جن کی تکمیل کی کوئی منزل نہیں۔ ان کی نہ کوئی حد ہے نہ غایت۔ اور انسانی تاریخ یہ بتانے سے قاصر ہے کہ آج تک کسی کی ایسی ساری خواہشات پوری ہوئی ہوں۔ اسی آرزوئے بے نہایت کو حرص کہتے ہیں۔ اور تشنگی اس کا انجام، ناآسودگی اس کی تقدیر ہے۔ دنیا کے کسی بلند بام پر اس کا کوئی آشیاں نہیں۔

حرص انسان، اور حریص معاشرہ مادی دولت حاصل کرنے کے لئے اخلاقی قدروں کو پامال کرتا ہوا دیوانہ وار بھاگتا چلا جاتا ہے اسے شائد یہ نہیں معلوم کہ فلاح وکامرانی یہ نہیں ہے کہ ایک فرد دوسرے پر، یا ایک معاشرہ دُوسرے معاشرے پر مادی اعتبار سے سبقت حاصل کرے۔ تاریخی فلاح یہ ہے کہ فرد اور معاشرہ ایک دُوسرے کی سلامتی کا ضامن بن جائے اور حرص وطمع سے بلند ہو کر اجتماعی مفاد کا پاسبان بن جائے۔

کذب :۔

سچائی کی طرح جھوٹ کے بھی مختلف روپ ہیں۔ اگر انسان کی رُوح اس گندگی میں مبتلا ہو جاتی ہے تو اس کے فضل وکمال کا تناور درخت بے برگ وثمر ہو جاتا ہے۔ اس کے اخلاق کی ساری پتیاں اس کی شخصیت کے شجر سے اس طرح گر کر بکھر جاتی ہیں جیسے موجِ خزاں سے تخریبِ چمن ہوتی ہے۔

جھوٹ تنہا ایک بُرائی نہیں ہے۔ بلکہ بہت سی دوسری بُرائیاں بھی اس کے بطن سے جنم لیتی ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ بیشتر اخلاقی برائیوں کے بے شمار نام دراصل جھوٹ ہی کے مختلف رُوپ ہیں۔ خیانت، جھوٹ ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ ضمیر مردہ ہو جاتا ہے۔ محبت ویگانگت کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں نفاق کے زہریلے ناگ چاروں طرف پھنکارنے لگتے ہیں۔ جھوٹ بولنے والے سچائی اور سادگی کو مغلوب کرنے کے لئے بلند بانگ دعوے۔ خوشنما الفاظ۔ چرب زبانی اور معنوی شیریں بیانی سے کام لیتے ہیں۔ وہ سادگی اور حقیقت کو اپنے سحر انگیز اسلوب سے مرعوب کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اس کا جمال ابدی ہے۔

جھوٹ بولنے والا اپنے انجام کار پر غور نہیں کرتا۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اُس کے پُرفن ہونے کی خبر کسی کو نہیں۔ حالانکہ اپنی باتوں کے تضاد اور اپنی دروغ گوئی کی وجہ سے رسوائی۔ ندامت اور عبرت انگیز ذلّت کے لئے اسے تیار رہنا چاہیئے۔

حسد :۔

حسد ایسا بدترین جذبہ ہے کہ اس کے اثرات کا جائزہ لینا دشوار ہے۔ معاشرے کے اسّی فیصد جرائم کا محرک یہی سیاہ جذبہ ہے۔ جس کو حسد کہتے ہیں۔ اگر آپ غور کریں تو ہمارے دل گویا ایک ایسے چھوٹے شہر کی طرح ہیں جس کے گرد کوئی فصیل کا قلعہ نہیں نیکیوں کا رہزن اپنی غارتگری سے اس شہر کو چشم زدن میں تاراج کر سکتا ہے۔ شہر دل کی رونق اور جمال کے دشمنوں میں حسد سب سے زیادہ اہم ہے۔ دل ویران وتباہ ہو جاتا ہے عمل کی قوت سلب ہو جاتی ہے۔ اور ناکامی ومحرومی کی آتشِ سوزاں حاسد کی تقدیر بن جاتی ہے۔

غرور ونخوت :۔

انسانی اخلاق کا مذموم پہلو غرور وتکبر ہے۔ یہ انفرادی اور اجتماعی دونوں ہوتا ہے۔ کبھی کبھی افراد ہی نہیں پورا معاشرہ نشۂ نخوت سے سرشار ہوتا ہے۔ عام طور پر غرور وتکبر کے مرض میں وہ لوگ گرفتار ہوتے ہیں جن کی پرورش وپرداخت تنگ وتاریک ماحول اور غیر انسانی روایات کے گہوارے میں ہوتی ہے۔ وہ جب باہر کی دنیا میں صاف ستھرے ماحول اور پاکیزہ اخلاق کی فضا میں آتے ہیں تو انہیں کوئی مقام نہیں ملتا وہ اپنی اس محرومی کے لئے اپنی سیرت وکردار کی مناسب تعمیر کے بجائے غلط طور پر اپنے شرف وبرتری کا پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ حالانکہ جسے واقعی فضل وشرف حاصل ہے اُسے اعلان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ غرور کا عجیب وغریب پہلو یہ ہے کہ لوگوں کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ معدوم کو موجود سمجھیں صحیح ذہن کی علامت یہ ہے کہ وہ خیال تقیدات سے آزاد ہو خواہشات اور توقعات کا اسیر نہ ہو۔ اس لئے کہ یہی راستے کبر وغرور کی طرف جاتے ہیں۔

نفاق

ہمارا معاشرہ ریا اور نمائش کے مہلک مرض میں گرفتار ہے اور یہ نفاق ہی کا ایک پہلو ہے۔ اس لئے کہ ظاہر وباطن میں جب مطابقت نہیں ہوتا تو قول وعمل اور فکر وکردار میں تضاد پیدا ہوتا ہے۔ ہم کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ۔

نفاق کی دیمک جب نظامِ اجتماعی کے ستونوں کو چاٹنے لگتی ہے تو ساری عمارت منہدم ہو کر نمونۂ عبرت بن جاتی ہے افراد کا افراد سے تصادم، اقوام کا اقوام سے تصادم یہ جنگ وپیکار اور رستاخیز سب کچھ نفاق ہی کا نتیجہ ہے نفاق قوموں کے لئے پیامِ مرگ ہے۔

غیبت :۔ غیبت انسانی خوبیوں کی عمارت منہدم

کو دیتی ہے۔ اور اخلاق کے سارے سوتوں کو خشک کر دیتی ہے معاشرے پر اس کے ہولناک اثرات میں یہ بھی ہے کہ افراد کے درمیان بغض و عداوت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ اور کبھی کبھی اس کے شعلے سارے معاشرے اور بسا اوقات پوری قوم کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ غیبت کے اسباب [illegible] ہوتے ہیں حسد، تکبر، سوءظن کی دبی ہوئی چنگاری غیبت پر [illegible] ہے لیکن غیبت کرنے والا شاید نہیں جانتا کہ اس کا ہر [illegible] خود اس کی شخصیت اور اس کے شیشۂ عظمت کے لئے تیشہ ثابت ہوتا ہے۔ اور وہ لوگوں کی نظروں میں خفیف ہوتا ہے۔

عیب جوئی:۔

جس طرح ظن ایمان کی شاخ ہے، تجسس نفاق کی شاخ ہے۔ منافق کو اپنے بھائیوں کے رنج و غم کی پرواہ نہیں ہوتی۔ اور زمہ دار انسان اپنے بھائیوں کے ساتھ حسنِ ظن رکھتا ہے۔ اور ان کے مفاد کی نگرانی کرتا ہے۔ دوسروں کی عیب جوئی کرنے والا منافق یہ نہیں جانتا کہ اس طرح وہ اپنے عیوب سے صرف نظر کر رہا ہے۔ اپنے دل کو اندھا اور جسم کو خستہ و مضمحل کر رہا ہے سب سے کمزور انسان وہ ہے۔ جو دوسروں کی عیب جوئی کرتا ہے اور اپنی اخلاقی برائیوں کو چھپانے کا ایک بہانہ تراشتا ہے۔ وہ بدترین انسان ہے۔ جو دوسرے افراد کی سیرت و کردار کی ہوا میں جھانکنے اور عیب نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔

بدگوئی:۔

معاشرے کے بعض با اختیار شخصیتوں کے سامنے دوسروں کی برائیاں کرتے ہیں۔ ان کی بدگوئی کا مقصد اس با اختیار شخصیت کو منحرف کرنا اور دوسروں کو اس کی نظروں میں حقیر و رسوا کرنا ہوتا ہے۔ یہ باتیں پہلے تو لطف مجلس کے طور پر شروع ہوتی ہیں لیکن آگے چل کر بہت سے انقلابات کا پیش خیمہ بنتی ہیں سب سے زیادہ قابل توجہ یہ بات ہے کہ بدگو اخلاقی پستی اور انحطاط کے دور سے گذر رہا ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ افسوسناک اخلاقی انحطاط اس با اختیار شخص کا ہے جو چغلخوروں کی باتیں سنتا ہے اور بدگوئیوں کو اذن باریابی عطا کرتا ہے۔

بدگمانی:۔

ہر انسان کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی ہیں۔ آنکھوں سے وحشت اور رفتار و گفتار سے سراسیمگی نمایاں ہے۔ ذہن اعتماد سے خالی اور شیشۂ قلب سوءظن سے مکدر۔ اپنے سائے سے ڈرنے والا انسان۔ شاید اپنی کمزوریوں کے تجزیہ سے قاصر ہے اُسے اعتراف نہیں کہ اپنے ذہنی و فکری انتشار کا ذمہ دار وہ خود ہے وہ ہر شخص سے بدگمان ہو کر اپنی متاعِ حیات لٹا بیٹھا ہے۔ اب اس کی شخصیت او رتاہمت نامکمل رہے گی۔ اور نشاط و مسرت کے جذبے سے اس کا دل کبھی آشنا نہ ہو سکے گا۔ اس لئے کہ یہ پھول حسنِ ظن اور اعتماد کی شاخ رعنا پر کھلتے ہیں۔ بدگمانی اور سوءظن کے ریگستانوں میں تو چنگاریوں کے سوا کچھ بھی نہیں۔ انتشار شخصیت نئی تہذیب کا سب سے بڑا سماجی مسئلہ ہے مگر کھل کر یہ نہیں کہا جا رہا ہے کہ یہ انتشار اس بدگمانی اور اعتماد باہمی کے فقدان کا نتیجہ ہے۔ جو جدید عالمی تہذیب کا بدترین مرض ہے۔ ہر شخص اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھنے اور دوسرے کو شک شبہ کی نظر سے دیکھنے کا عادی ہوتا جا رہا ہے۔ وہ اپنے عدم تحفظ کے احساس کی یہ توجیہہ کرتا ہے۔ کہ زمانہ بر سرِ پیکار ہے۔ حالانکہ دوسروں سے بدگمانی خود اس کی جارحیت کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

انسان اور تنہائی:۔

تنہائی تہذیب جدید کا اہم معاشرتی مسئلہ ہے۔ یہ انسان کی بدنصیبی ہے کہ اس بھری پُری دنیا میں وہ اپنے آپ کو تنہا محسوس کرتا ہے۔ لیکن انسانی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ فرد کا گلشن خلاق جب ویران ہوتا ہے تو محبت۔ وفا۔ دوستی اور اعتماد کی ساری شاخیں [illegible] یاں ہو جاتی ہیں۔ اور وہ بے برگ ثمر ہو کر گلشن کی تباہی اور تاراجی کا اعلان کرنے لگتی ہیں۔ آسمانوں پر کمند پھینکنے والے انسان کو قوت اور عجز و درماندگی کا مفہوم سمجھنا چاہیئے۔ دنیا میں اس سے زیادہ عاجز اور بے بس کوئی نہیں جس کا کوئی دوست نہ ہو۔ یہ انسان کے سوءِ خلق کی علامت ہے اور اخلاق کی بھیانک تباہی یہ ہے کہ دوست پاکر ضائع کر دے۔

✤

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:۔

- "تم میں مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہے۔"
- "عہد کی پابندی کرو کیونکہ قیامت کے دن اس کے بارے میں ضرور باز پرس ہوگی۔"
- "والدین کے ساتھ خوش خلقی اور نرمی سے پیش آؤ۔"
- "خیرات بلا کو ٹال دیتی ہے۔"
- "جو بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔"

اخبارِ احمدیہ

- سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز جماعت ہائے راولپنڈی۔ ایبٹ آباد۔ مانسہرہ اور پشاور کے تبلیغی دورہ پر تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ ۱۵ اپریل تک آپ کی واپسی کی توقع ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کا یہ دورہ تربیت جماعت اور باہمی اخوت و مروت کے سلسلہ میں انشاء اللہ تعالےٰ انتہائی مفید نتائج کا حامل ہوگا۔ اُمید ہے آپ کی واپسی پر دورہ کی مفصل رپورٹ شائع ہوگی۔ وابستگان سلسلہ اور بزرگان جماعت حضرت امیر کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے دُعا فرماتے رہیں۔ اللہ تعالےٰ حضرت کے بلند دینی عزائم کی تکمیل میں اپنے فضل سے مدد و نصرت فرمائے اور ہر حال میں آپ کا حامی و ناصر ہو۔

- جامع احمدیہ دارالسلام میں

ناظرہ قرآن کریم کی تعلیم جاری ہے۔ مکرم راجہ محمد افضل صاحب نائب امام بڑی محنت۔ لگن اور جذبہ سے کمسن بچوں کو قرآن کریم پڑھاتے ہیں۔ اس سے پہلے تقریباً سولہ بچے آپ سے قرآن کریم ناظرہ پڑھ چکے ہیں۔ اور ابھی ابھی دو بچوں نعیمہ ضیاء اور عبید الرحمٰن نے قرآن کریم ختم کیا ہے۔ اللّٰھم زد فزد۔

عبید الرحمٰن صاحب کی والدہ محترمہ نے اس خوشی میں اہلِ محلہ کا منہ میٹھا کرانے کے علاوہ مبلغ ۲۰/- روپے خزانہ انجمن میں بھی بطور شکرانہ جمع کرائے۔ اللہ تعالےٰ ان بچوں کو اپنے والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔

سانحۂ ارتحال

مکرم فخر الدین احمد صاحب راولپنڈی سے اطلاع دیتے ہیں کہ ملک عبدالرشید صاحب چمن زار کالونی راولپنڈی کی اہلیہ محترمہ ۳ اپریل ½۱۰ بجے شب انتقال کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ ڈاکٹر نظام الدین (پشاور) کی نواسی تھیں۔ احباب کرام سے جنازہ غائبانہ اور دعائے مغفرت کی استدعا ہے۔

ملک عبدالرشید جماعت راولپنڈی کے سابقہ صدر ملک فضل کریم گورنمنٹ کنٹریکٹر کے بڑے صاحبزادے ہیں اور آجکل چمن زار کالونی (عقب میڈیکل کالج) کے مکان نمبر ۱۳۴/۴ - N.E میں رہائش پذیر ہیں۔

خدا تعالیٰ اپنے مقبول بندوں سے اب بھی کلام کرتا ہے

قرآن کریم میں غیر انبیاء سے خدا تعالیٰ کی ہمکلامی کا ثبوت بطرز کشف والہام ورؤیائے صادقہ

خطبہ جمعہ فرمودہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، در جامع احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس براندرتھ روڈ لاہور ** رپورٹ: مولوی شفقت رسول خان صاحب

وایوب اذ نادیٰ ربہٗ انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین ...... حتیٰ اذا فتحت یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون ○

(الانبیاء ۲۱ : ۸۴ تا ۹۶)

ترجمہ :- اور ایوب کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف پہنچی ہے اور سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر تو ہی رحم کرنے والا ہے تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور جو اُسے تکلیف تھی دور کر دی۔ اور ہم نے اس کو اس کے اہل دے دیئے اور ان کی مثل ان کے ساتھ اور بھی دیئے یہ ہماری طرف سے رحمت تھی اور عبادت کرنیوالوں کے لئے اس میں ذکر کی نصیحت ہے اور حضرت اسماعیلؑ اور ادریسؑ اور ذالکفلؑ کو سب صبر کرنے والوں میں سے تھے اور ہم نے انہیں اپنی رحمت میں داخل کیا وہ نیکوکاروں میں تھے اور ذوالنونؑ کو جب وہ قوم سے ناراض ہو کر چلا گیا اس نے گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہیں کریں گے پس اس نے مشکلات میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے میں اپنے اوپر ظلم کرنیوالوں میں سے ہوں سو ہم نے اس کی دُعا قبول کی اور اسے غم سے نجات دی اور اسی طرح ہم مومنوں کو نجات دیتے ہیں اور حضرت ذکریاؑ کو جب اُس نے اپنے رب کو پکارا میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑیو اور تو سب وارثوں سے بہتر ہے سو ہم نے اس کی دُعا قبول کی اور اُسے یحییٰؑ عطا کیا اور اس کی عورت کو اس کے لئے اچھا کر دیا وہ نیکیوں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں امید اور خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے اور وہ جس نے اپنی عصمت کو محفوظ کیا (یعنی حضرت مریم) سو ہم نے اپنا کلام اس میں پھونکا اور اُسے اور اس کے بیٹے کو قوموں کے لئے نشان بنایا۔ یہ تمہاری جماعت ایک ہی جماعت ہے اور میں تمہارا رب ہوں، سو میری عبادت کرو۔ اور انہوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا سب ہماری طرف لوٹ کر آنے والے ہیں تو جو کوئی اچھا کام کرے اور وہ مومن ہو تو اس کی کوشش کی ناقدری نہ ہوگی۔ اور ہم اس کے لئے لکھ لیتے ہیں۔ اور اس بستی پر جس کو ہم ہلاک کر دیں لازم ہے کہ وہ لوٹ کر نہ آئیں۔ یہاں تک کہ یاجوج ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی پر تیزی سے قابض ہو جائیں گے۔"

ان آیات میں چند انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا گیا ہے اور بتایا ہے کہ ان انبیاءؑ کو کیسی کیسی مشکلات پیش آئیں وہ ایسے مصائب تھے کہ ان سے نکلنے کا راستہ نظر نہیں آتا تھا۔ اور ایسے غم تھے کہ ان کا مداوا نہیں ملتا تھا۔ تو انہوں نے ان مشکلات کے دور کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں کیں کہ اے خدا تیرے سوا ہمارا کوئی چارہ ساز نہیں۔ ہم نے ان کی دعاؤں کو سن لیا قبول کیا اور جواب دیا کہ تمہاری مشکلات ہم دور کرنے والے ہیں۔ اُن کی مشکلات سے ان کی مخلصی اور رہائی کا ذریعہ بظاہر مفقود تھا اُن کو ہم نے نجات عطا کی۔ یہ جملہ انبیاء ایک ہی گروہ کے ارکان ہیں لیکن لوگوں نے ان کے قبول کرنے میں اختلاف کیا۔ ان آیات میں خدا تعالیٰ نے ایک محکم اور مضبوط اصول بیان فرمایا ہے۔ اور اس قانون پر تاریخِ انسانی کی شہادت بھی پیش فرمائی ہے وہ یہ کہ جو شخص نیکی کرے اور مومن ہو ہم اس کی نیکی کو ضائع نہیں کرتے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ۔ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ ہر قسم کے اعمال کا بدلہ دیا جاتا ہے۔ اور پھر یاجوج ماجوج کے پھیلنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ بین السطور نے مضمون سے یاجوج ماجوج کے تذکرہ کا تعلق ناقابل فہم معلوم ہوتا ہے لیکن ان کے تذکرے کا شدید تعلق ہے اور وہ یہ کہ یاجوج اور ماجوج کا زمانہ۔ الحاد، دہریت اور انکارِ خدا کا زمانہ ہے۔ اس کی بڑی وجہ سیکولر سائنس کی ترقی ہے دنیاوی سائنس کا مدار اور انحصار تجربہ اور شہود پر ہے یعنی جو چیز حواسِ خمسہ سے ادراک کی جا سکے وہ بالکل ناقابلِ قبول ہے اور اس کا انکار کیا جاتا ہے۔ اور یہ کبھی کہا جاتا ہے کہ جو چیز ہمارے حواسِ خمسہ کے ادراک سے ماورٰی ہے اس کا ہم سے کیا تعلق؟ جو کچھ اس دُنیا میں موجود ہے وہ ہمارے حواس کی زد سے باہر نہیں اور جو باہر ہے وہ بے ثبوت ہے اور اس لئے ناقابلِ التفات ہے اور نہ ہم ایسے امر کو قبول کر سکتے ہیں۔ اور یہ فتنہ دجالِ اکبر ہی پیدا کرے گا اور یاجوج ماجوج روئے زمین پر پھیل جائیں گے۔ ان کا اثر نہ صرف جسموں پر ہوگا بلکہ وہ قلوب پر محیط اور مسلط ہوں گے اور روحیں ان کے حضور جھکی ہوئی اور سجدہ ریز نظر آئیں گی۔ ان اہلِ کفر کو بتایا ہے کہ تم ان چیزوں کو جو تمہارے حواس سے خارج ہیں قبول کرنے کو تیار نہیں ہو لیکن اس بات پر تمام انبیاء علیہم السلام کی شہادت ہے کہ خدا کی زندہ ہستی موجود ہے اگر وہ نہ ہوتا تو اس کی جملہ انبیاء کیسے شہادت دیتے۔ حضرت نوحؑ۔ حضرت سلیمانؑ۔ حضرت ایوبؑ۔ موسیٰؑ۔ یونسؑ وغیرہ یہ انبیاء شاہد ہیں کہ ہم مشکلات میں گھر گئے تھے نجات کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا تھا تو ہم نے دعائیں کیں اور خدا نے وہ سن لیں اور جواب بھی دیا۔ اور وہ مشکلات دور ہو گئیں۔ یہ سب کچھ خدائے پاک کی توجہ سے ہوا۔ اور یہ ایک مسلم بات ہے۔ جملہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ علیہم سے بڑھ کر نسلِ انسانی کا کوئی خیر خواہ نہیں ہے۔ چنانچہ انبیاءؑ کا اعلان ہے کہ لا اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی اللہ کہ ان کی خدمات بے لوث ہیں کسی قسم کے اجر اور مفاد کے لئے نہیں ہیں۔ ایسے نیکی پھیلانے والے خیر خواہ وجود اور صادق لوگوں کو خدا کے بارے میں جھوٹ بنانے کی کیا ضرورت پڑی تھی۔ یہ صرف بدظنی ہی ہو سکتی ہے اور اس کی وجہ سے محض بے خبری ہے۔ کہ ہم انبیاء اور اولیاء سے منہ موڑ کر دراصل خدا۔ ملائکہ۔ حشر نشر سے انکار کرتے ہیں اور یہ گمراہی اور بے بصیرتی ہے اور قرآن پاک نہایت شگفتہ الفاظ میں فرماتا ہے کہ:-

من یعمل من صالحات۔ جو عمل صالحہ کرتا ہے ہم اس کی مدد کرتے ہیں۔ اور جس کی غرض محض انسانوں کی خیر خواہی ہو وہ ہماری نصرت سے محروم نہیں رہتا۔

بعض غیر انبیاء کا ذکر کیا کہ ہم نے ان کو وحی سے نوازا۔ الہام اور کشف سے بہرہ مند کیا۔ جیسے حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو کہ اس کے باوجود کہ وہ نبیہ نہیں تھیں وحی کی کہ بچے کو دریا میں ڈال دو۔ ہم اس کو تمہارے پاس واپس لوٹا دیں گے۔ تو یہ

ماں کا خیال نہیں ہو سکتا بلکہ مائیں تو بچے کے بارے میں شدید حساس ہوتی ہیں لیکن اُمّ موسیٰ خدا کی وحی پر کامل یقین کرتی ہے اور بچے کو دریا میں ڈال دیتی ہے۔ ورنہ شبہ پڑ سکتا تھا کہ شاید یہ واہمہ ہے۔ تو کیا یہ بشر کی بات ہو سکتی ہے؟ اور پھر وہ بچہ واپس آ بھی جاتا ہے۔ تو کیا یہ کرشمہ اور معجزہ نہیں ہے کہ موسیٰ کو واپس اُن کی والدہ محترمہ کے پاس لوٹایا۔ اور حضرت مریمؑ کو باوجود نبی نہ ہونے کے بیٹے کی بشارت دی اور وہ بشارت کے مطابق حضرت مریمؑ کو بچہ دیا جو ایک عظیم نبی بنا۔

سورۃ یوسف میں ایک کافر بادشاہ کو سچے خواب کا آنا اور پھر حضرت یوسف کے ساتھ قید خانہ میں دو آدمیوں کے خواب کا سچا ہونا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان کے ساتھ خدا کا تعلق بذریعہ وحی و الہام اب بھی ہے۔ لیکن وحی نبوت منقطع ہے۔ اور قرآن پاک نے اس حقیقت کو واضح طور پر بیان فرمایا ہے کہ جب انسان مصائب میں مبتلا ہوں اور وہ خدا کو پکاریں تو خدا سنتا ہے اور جواب بھی دیتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے بتایا کہ اب بھی خدا سنتا ہے اور اپنے بندوں کی مدد فرماتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

وہ خدا اب بھی جسے چاہے بناتا ہے کلیم
اب بھی اُس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

کیا حضرتِ اقدس کی خدمتِ دین اور عشقِ رسول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب کچھ ضائع جائے گا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ غیر مسلم دنیا — قبول کرتی جا رہی ہے اور — دنیا احمدیت کے اصولوں کو قبول کرتی جا رہی ہے۔ لفظی طور پر انکار کی کچھ حقیقت نہیں جبکہ عملاً انہی اصولوں کو اپنایا جا رہا ہے۔ یہ خدا کی باتیں ہیں جو اٹل ہیں اور خدا کی طرف سے ہیں۔

" اس بار کی چہرہ نمائی یہی تو ہے "

خدا کو انہی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے جو معرفت اور بصیرت کی آنکھیں ہیں ورنہ خدا ان مادی آنکھوں سے نظر نہیں آ سکتا اور وہی حشر ہوتا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہوا جب انہوں نے طلب رویت کی تھی۔

اذ قال موسیٰ رب ارنی ...... موسیٰ صاعقۃً

جب حضرت موسیٰ نے کہا کہ اے خدا مجھے اپنا آپ دکھا۔ فرمایا تو ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔ اور تاب تجلی نہیں رکھتا۔ اگر دیکھنا ہے تو پہاڑ کی جانب نظر ڈال تو جب خدا نے تجلی فرمائی تو موسیٰ بے ہوش ہو گئے۔

حضرت مرزا صاحب کی آمد سے پہلے مسلمانوں کی زبوں حالی اور ہر طرف مایوسی پھیلی ہوئی تھی۔ مسلمان دانشور اور اہلِ علم نوحہ خواں تھے اور مسلمان سب جگہ مقہور و مغلوب تھے اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور اسلام بظاہر سب جگہ اہل کفر کے حملوں سے پسپا دکھائی دیتا تھا اور لوگ اسلام چھوڑ کر عیسائیت اور ہندومت کی آغوش میں جا رہے تھے۔ تو اس وقت حضرت مرزا صاحب نے دعویٰ کیا کہ اسلام کبھی مغلوب نہیں ہو گا اور وہ سب ادیان کو شکست دے گا اور بالآخر انسانیت کو اسی دین میں پناہ لینی پڑے گی۔ چنانچہ نقشہ بدل چکا ہے۔ اور تمام مذاہب باطلہ شکست کھا چکے ہیں۔ آؤ! ہم بے لوث خدمت دین کے لئے کمر بستہ ہو جائیں اور دین کو دنیا کے کناروں تک فتح مندی اور غلبہ سے پہنچا دیں۔ خدا ہمارا حامی و ناصر ہو۔ ✚

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہؑ کی

ایک دُعا

"اے خداوند کریم تمام قوموں کے مستعد دلوں کو ہدایت بخش کہ تا تیرے رسول مقبول افضل الرسل محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور تیرے کامل و مقدس کلام قرآن شریف پر ایمان لاویں اور اس کے حکموں پر چلیں اور ان تمام برکتوں اور سعادتوں اور حقیقی خوشحالیوں سے متمتع ہو جائیں کہ جو سچے مسلمانوں کو دونوں جہانوں میں ملتی ہیں اور اس جاودانی نجات اور حیات سے بہرہ ور ہوں کہ جو نہ صرف عقبےٰ میں حاصل ہو سکتی ہیں بلکہ سچے راستباز اس دُنیا میں اس کو پاتے ہیں۔" (برکات الدّعا)

برادرانِ سلسلہ عالیہ احمدیہ

"میں چاہتا ہوں کہ اپنی جماعت کے نوجوانوں سے خطاب کروں تاکہ آپ کے بلند حوصلوں اور قوی ولولوں سے اسلام کا چمن دنیا میں پھر سے تر و تازہ ہو جائے۔

میرے پیارے دوستو! حقیقی عشق زبردست قربانیاں چاہتا ہے۔ جو شخص دعوائے عاشقی کرتا ہے اس کو کوہ بہ کوہ اور دشت کوہ میں لیلی مقصود کے حاصل کرنے کے لئے بادیہ پیمائی کرنی پڑتی ہے۔ مصیبتیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ اپنے اور غیروں کے طعنے سننے پڑتے ہیں۔ تب کہیں جا کر اللہ کی طرف سے نصرت مژدۂ جانفزا سنا تی ہے اور طالبِ حقیقی کے سر فرزانگی کا سہرا باندھا جاتا ہے

اس وقت دنیا کی اخلاقی اور روحانی حالت گر چکی ہے۔ خدا پرستی کے مقابلہ میں طاغوتی قوتیں برسر پیکار ہیں مسلمانوں پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے ہیں خود مسلمان اپنے اندرونی انتشار و انشقاق کی سپرٹ میں کشتیٔ امت کو گرداب بلا میں پہنچا کر غرقاب کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

آپ نے حضرتِ اقدس بانئ سلسلہ احمدیہ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اس لئے آپ کے فرائض سب سے زیادہ اہم ہیں۔ ضرورت ہے کہ آپ کی عاشقانہ تڑپ رنگ لائے اور محمد رسول اللہ کا باغ آپ کے ہاتھوں سے بارآور ہو۔

ہماری جماعت باعتبار عقیدہ و عمل دنیا میں ممتاز مقام رکھتی ہے۔ اور اس جماعت کے تبلیغی و دینی کارنامے تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جائیں گے۔ افسوس صرف یہ ہے کہ ہمارے بڑے بڑے بیر دادا اکابر ہم سے جدا ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ — اس صورت میں نوجوانوں کا فرض ہے کہ جہاں دیوانہ وار پیغام حق دنیا میں پہنچائیں وہاں ہمارے اکابرین جماعت کے اتحاد و استحکام کی کوشش بھی فرمائیں اور اپنی جماعت کو غلط معاشرتی رسوم اور مشرکانہ عادات سے بچانے کی طرف توجہ دیں۔ (ماخوذ)

اِلتماس

جن احباب نے پیغام صلح کے سالانہ بقایا جات ابھی تک ارسال نہیں فرمائے ان سے گذارش ہے کہ حساب بے باک فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ دفتر کی طرف سے آپ کو یاد دہانی کرائی جا چکی ہے۔ (ادارہ)

باہتمام ریاض حسین الحدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے۔ دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر ۔ ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور — مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۸۲ء — جلد ۶۹ شمارہ ۱۵

جلد :- ٦٩ * یوم چہار شنبہ ٢٦ جمادی الثانی ١٤٠٢ھ - بمطابق ٢١ - اپریل ١٩٨٢ء * شمارہ : ١٦

حضرت مجدد صد چہاردہم کا قرآن کریم کی مدح میں عاشقانہ ترانہ

کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیوں کر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعل بدخشاں ہے

خدا کے قول سے قول بشر کیوں کر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
سخن میں اس کے ہمتائی کہاں مقدور انساں ہے

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نور حق کا اس پہ آساں ہے

خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو یہ کیسا کذب و بہتاں ہے

یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ بوئے ایماں ہے

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے

مرتبہ جناب ڈاکٹر خورشید عالم ترین، سرینگر کشمیر (بھارت)

دُعا اور اُس کی مقبولیّت

اذا سالک عبادی عنی فانی قریبٌ اُجیب دعوۃ الدّاع اذا دعَان (قرآن کریم)

دعا اس وقت مفید ہوتی ہے جبکہ دل خدا کے آگے پگھل جاوے اور خدا کے سوا کوئی نظر نہ آوے۔ جو کوئی خدا کی طرف بھاگتا ہے اور اضطرار کے ساتھ اس کا جویاں ہوتا ہے وہ آخر پہنچ جاتا ہے۔

جب بندہ سچے دل کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف آتا ہے تو وہ اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ اور رجوع برحمت فرماتا ہے اپنا فضل اس پر نازل کرتا ہے ...... پس تمہیں خدا کا خوف ہر وقت رہنا چاہیئے۔ ہر ایک کام کرنے سے پہلے سوچ لو اور دیکھ لو کہ اس سے خدا تعالیٰ راضی ہوگا یا ناراض۔ نماز بڑی ضروری چیز ہے اور مومن کا معراج ہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا مانگنے کا بہترین ذریعہ نماز ہے۔ ..... نماز خدا تعالیٰ کی حضوری ہے اور خدا تعالیٰ کی تعریف کرنے اور اس سے اپنے گناہوں کے معاف کرانے کی ایک صورت کا نام نماز ہے۔ اس کی نماز ہرگز نہیں ہوتی جو اسی فرض اور مقصد کو مدنظر رکھ کر نماز نہیں پڑھتا۔ پس نماز بہت ہی اچھی طرح پڑھو۔ کھڑے ہو تو ایسے طریق سے کہ تمہاری صورت صاف بتا دے کہ تم خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں دست بستہ کھڑے ہو اور جب جھکو تو ایسے جھکو جس سے صاف معلوم ہو کہ تمہارا دل جھکتا ہے اور سجدہ کرو تو اس آدمی کی طرح جس کا دل ڈرتا ہے

دُعا یہی نہیں ہے کہ (انسان نے) چند الفاظ منہ سے بڑبڑا لیئے یہ تو کچھ بھی نہیں

دعا اور دعوت کے معنے ہیں اللہ تعالیٰ کو پکارنا

اور اس کا کمال اور مؤثر ہونا اس وقت ہوتا ہے جب انسان کمال دردِ دل اور قلق اور سوز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور اسکو پکارے ایسا کہ اس کی رُوح پانی کی طرح گداز ہو کر آستانۂ الوہیت کی طرف نہ نکلے یا جس طرح پر کوئی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے اور وہ دوسرے لوگوں کو اپنی مدد کے لئے پکارتا ہے تو دیکھتے ہو کہ اس کی پکار میں کیسا انقلاب اور تغیر ہوتا ہے۔ اس کی آواز میں ہی وہ درد بھرا ہوا ہوتا ہے۔ جو دوسروں کے رحم کو جذب کر لیتا ہے اسی طرح وہ دُعا جو اللہ تعالیٰ سے کی جاوے اس میں وہ رقت اور درد ہوتا ہے جو الوہیت کے چشمۂ رحم کو جوش میں لاتا ہے اس دُعا کے وقت آواز ایسی ہو کہ سارے اعضا اس سے متاثر ہو جاویں اور زبان میں خشوع و خضوع ہو۔ دل میں درد اور رقت ہو۔ اعضا میں انکسار اور رجوع الی اللہ ہو۔ اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم پر کامل ایمان اور پُوری اُمید ہو۔ اس کی قدرتوں پر ایمان ہو ایسی حالت میں جب آستانۂ الوہیت پر گرے گا نامراد واپس نہ ہوگا۔

مومن اور دُعا

دُعا کی مثال ایک چشمۂ شیریں کی طرح ہے جس پر مومن بیٹھا ہے۔ جب چاہے اپنے آپ کو اس سے سیراب کر سکتا ہے جس طرح ایک مچھلی بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتی اسی طرح مومن کا پانی دُعا ہے کہ جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس دُعا کا ٹھیک محل نماز ہے جس میں وہ راحت اور سرور مومن کو ملتا ہے جس کے مقابل ایک دُنیادار کا سرور کامل ہیچ ہے۔ بڑی بات جو دُعا میں حاصل ہوتی ہے وہ قربِ الٰہی ہے۔ دُعا کے ذریعہ ہی انسان خدا تعالیٰ کے نزدیک ہو جاتا ہے اور اسے اپنی طرف کھینچتا ہے۔ جب مومن کی دُعا میں پُورا اخلاص اور انقطاع پیدا ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ کو بھی اس پر رحم آ جاتا ہے۔ اور خُدا تعالیٰ اس کا متولی ہو جاتا ہے۔ اگر انسان اپنی زندگی پر غور کرے تو الہٰی تولّی (مدد، ساتھ) کے بغیر انسانی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ دیکھ لیجیئے جب انسانی حد بلوغت کو پہنچتا ہے اور اپنے نفع و نقصان کو سمجھنے لگتا ہے۔ تو نامرادیوں اور ناکامیوں اور قسما قسم کے مصائب کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے وہ ان سے بچنے کے لئے طرح طرح کی کوششیں کرتا ہے۔ دولت کے ذریعہ، تعلقِ حکّام کے ذریعہ، قسما قسم کے حیلہ و فریب کے ذریعہ وہ بچاؤ کی راہ نکالتا ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ وہ اس میں کامیاب ہو، بعض وقت اس کی تلخ کامیوں کا انجام خودکشی ہو جاتی ہے۔ اب اگر ان دنیاداروں کے ہموم و غموم اور تکالیف کا مقابلہ اہل اللہ یا انبیاءؑ کے مصائب کے مقابل اوّل الذکر جماعت کے مصائب بالکل ہیچ ہیں لیکن یہ مصائب اس پاک گروہ کو رنجیدہ یا محزون نہیں کر سکتے۔ ان کی خوشحالی اور سرور میں فرق نہیں آتا کیونکہ وہ اپنی دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی تولّی میں بھر رہے ہیں۔

خدا کا دامن پکڑنے والا ہرگز محتاج نہیں ہوتا اس پر کبھی بُرے دن نہیں آتے خدا جس کا دوست اور مددگار ہو اگر تمام دنیا بھی اس کی دُشمن ہو جائے تو کچھ پرواہ نہیں۔ مومن اگر مشکلات میں بھی پڑے تو وہ ہرگز تکلیف میں نہیں ہوتا بلکہ وہ دن اس کے لئے بہشت کے دن ہوتے ہیں۔ خُدا کے فرشتے ماں کی طرح اس کو گود میں لے لیتے ہیں ؛

***

اخلاص ووفا

— میں خُدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک مخلص اور وفادار جماعت عطا کی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ جس کام اور مقصد کے لئے میں اُن کو بلاتا ہوں نہایت تیزی اور جوش کے ساتھ ایک دُوسرے سے پہلے اپنی ہمت اور توفیق کے موافق آگے بڑھتے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ اُن میں ایک صدق اور اخلاص پایا جاتا ہے۔ میری طرف سے کسی امر کا ارشاد ہوتا ہے اور وہ تعمیل کے لئے تیار۔ حقیقت میں کوئی قوم اور جماعت تیار نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس میں امام کی اطاعت اور اتباع کے لئے اس قسم کا جوش اور اخلاص و وفا کا مادہ نہ ہو حضرت مسیحؑ کو جو مشکلات اور مصائب اُٹھانے پڑے ان کے عوارض اور اسباب میں سے جماعت کی کمزوری اور بیدلی بھی تھی چنانچہ جب اُن کو گرفتار کیا گیا تو پطرس جیسے اعظم الحوارین نے اپنے آقا اور مرشد کے سامنے انکار کر دیا اور نہ صرف انکار کیا بلکہ تین مرتبہ لعنت بھی بھیجدی اور اکثر حواری اُن کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس کے برخلاف آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے صحابہ رضؓ نے وہ صدق و وفا کا نمونہ دکھایا جس کی نظیر دُنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ انہوں نے آپ کی خاطر ہر قسم کا دکھ اُٹھانا سہل سمجھا یہاں تک کہ عزیز وطن چھوڑ دیا اپنے املاک و اسباب اور احباب سے الگ ہو گئے اور بالآخر آپ کی خاطر جان تک دینے سے تامل اور افسوس نہیں کیا۔ یہی صدق اور وفا تھی جس نے ان کو آخر کامیاب و بامراد کیا۔ اسی طرح میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میری جماعت کو بھی اس کی قدر اور مرتبہ کے موافق ایک جوش بخشا ہے اور وہ وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلاتے ہیں۔

(حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ)

اسلام اعتدال اور میانہ روی کا راستہ ہے

افراط اور تفریط دونوں غلط راستے ہیں

خطبہ جمعۃ المبارک، فرمودہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، بمقام جامع احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور، (رپورٹ مولوی شفقت رسول خان صاحب)

ولقد ارسلنا نوحًا وّ ابراھیم وجعلنا فی ذریتھما النبوۃ والکتاب فمنھم مھتدٍ ج وکثیر منھم فاسقون ٥ .... فاٰتینا الذین اٰمنوا منھم اجرھم ج وکثیر منھم فاسقون ٥

(الحدید۔ ۲۶ - ۲۷)

ترجمہ: ہم نے ہی نوحؑ اور ابراہیمؑ کو بھیجا اور ان کی نسل میں نبوت اور کتاب (کے سلسلہ) کو رکھا۔ سو ان میں سے کچھ ہدایت پر ہیں اور بہت سے ان میں سے نافرمان ہیں۔ پھر ہم نے ان کے قدموں پر پے بہ پے رسول بھیجے اور (سب کے) پیچھے عیسٰے بن مریم کو بھیجا اور اُسے انجیل دی۔ اور ان لوگوں کے دلوں میں جنہوں نے اس کی پیروی کی مہربانی اور رحم ڈالا۔ مگر رہبانیت انہوں نے خود اختیار کی ہم نے اسے ان پر لازم نہیں کیا۔ مگر اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے (نکالی) پر اس کی وہ نگہداشت نہ کر سکے جو اس کی نگہداشت کا حق تھا۔ سو ہم نے ان میں سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اس کا اجر دیا لیکن بہت سے ان میں سے نافرمان ہیں۔

ان آیات مبارکہ میں عیسائی اقوام کی تاریخ کا نقشہ کھینچا ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کی تعلیم میں نرمی تھی اور مخلوق خدا سے ہمدردی کا درس تھا۔ اور دنیا سے محبت نہ کرنے کی ہدایت تھی لیکن عیسائی اقوام نے ابتداء میں اس تعلیم سے غلو کیا اور رہبانیت اختیار کر لی یعنی ترکِ دنیا میں ہی خدا کی خوشنودی سمجھی لیکن اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ تعلیم میں نرمی کا مقصد اور مدعا یہ نہیں تھا کہ تم حجرہ نشینی اور ترکِ دنیا اختیار کرو اور راہبہ اور راہب بن جاؤ۔ اور جب انہوں نے رہبانیت کو مذہب جان لیا جو غیر فطری اور خدا کی منشاء کے خلاف تھا تو وہ اس پر قائم نہ رہ سکے اور بہت سی برائیوں میں مبتلا ہو گئے۔ اور حضرت مسیحؑ کو خدا کا بیٹا ماننے لگے۔ اس کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم۔ اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو۔ کیونکہ جو حدود و قیود خدا تعالےٰ نے قائم کی ہیں وہی انسان کی بہتری اور بہبود کے لئے ہیں۔ اسی لئے مسلمانوں کو یہ دعا سکھائی اھدنا الصراط المستقیم...... یعنی ہمیں سیدھی راہ پر چلاتے رہیو کیونکہ یہودی خدائی غضب کو کفر کاتا ہے۔ اور مقام انبیاء میں غلو عیسائیوں کی طرح گمراہ کر دیتا ہے۔ مگر صراط مستقیم یہ ہے کہ انسان افراط و تفریط سے بچ کر چلے۔ یہ زندگی کا ایک سنہرا اصول ہے۔ زندگی اور اس کے مسائل کا صحیح حل اسی اصول کی پیروی میں مضمر ہے اور اسی کو مدنظر رکھنا ہی مفید ہے۔ غلو اسی طرح بری بات ہے جس طرح تفریط کرنا۔ اس لئے غلو سے بچنا ضروری ہے۔ ورنہ غلو میں انسان کو خدا بنا لیا جاتا ہے۔

لیکن اسلام ہمیں درمیانی راہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ان آیات میں عیسائیوں کی رہبانیت کا ذکر کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ یہ خدا کا حکم نہیں تھا اور نہ ہی اس کی منشاء۔ اللہ تعالےٰ نے اس دنیا کی زندگی کی ان الفاظ میں وضاحت فرمائی ہے۔ اعلموا انّما الحیاۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ .... المتاع الغرور ٥ (الحدید: ۲۰)

یعنی اس حقیقت کو اچھی طرح جان لو کہ دنیا کی زندگی کھیل اور تماشہ اور زینت اور آپس میں فخر کرنا ہے۔ اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر کثرت چاہنا ہے۔ زندگی کی مثال بارش کی طرح ہے جس سے کھیتی پیدا ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں سبزہ کسانوں کو خوش کرتا ہے پھر وہ خشک اور زرد ہو جاتی ہے۔ پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور رضا ہے۔ اور دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے انسان جوانی میں لہو و لعب کا دیوانہ ہوتا ہے۔ اور ادھیڑ عمر میں ایک دوسرے پر زیب و زینت کثرت مال اور اولاد پر فخر کا خواہاں ہوتا ہے۔ اور یوں انسان آخرت کی فکر سے غافل ہو جاتا ہے۔ اور مال و متاع کی ہوس اس کو دھوکے میں ڈالے رکھتی ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ

"زندگی میں توازن قائم کرو۔ نہ رہبانیت اختیار کرو اور نہ ہی بالکل دنیا کے ہو جاؤ۔ یعنی زندگی اعتدال سے گذارو۔

تو ہمارے سامنے ایک راہ ہے اور وہ ہے اعتدال کی راہ ہمیں نفرت اور محبت کے جذبات کا اظہار بھی درمیانہ روی اور اعتدال سے کرنا چاہیئے۔ اور زندگی متوازن گذارنی چاہیئے۔ جو خدا کے ہاں پسندیدہ اور مقبول ہے۔ ہاں خدا کے لئے اگر جان بھی دینی پڑے تو بخوشی دینی چاہیئے۔ ؎

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

توحید الٰہی

قرآن پاک کی سورۃ زمر کے پہلے رکوع میں توحید الٰہی کا ذکر ہے۔ شرک کی تردید کی گئی ہے۔ اور اس خیال کی بھی تردید کی گئی ہے کہ خدا سے ملاقات کے لئے کسی واسطہ اور ذریعہ کی ضرورت ہے اور یہ بات بتائی ہے کہ ہر انسان کا تعلق خدا تعالےٰ سے براہ راست ہو سکتا ہے۔ انسان خود ہی روگردانی کر کے خدا سے تعلق منقطع کرتا ہے۔ اور یہ بات انسان کے نیچر اور فطرت میں موجود ہے کہ جونہی وہ کسی مشکل اور مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو بے ساختہ اس کی زبان پر خدا کا نام آ جاتا ہے۔ قرآن پاک میں ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ جب تم سمندر میں کشتی میں ہوتے ہو اور سمندر میں طوفان آ جائے تو تم خدا کو پکارنے لگتے ہو اور اس پکار میں خدا کے ماسوا کو نہیں شامل کرتے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ تمہارے ضمیر میں یہ بات موجود ہے کہ خدا کا وجود ہے اور وہی اس لائق ہے کہ اسے پکارا جائے دہریہ فلسفیوں اور سائنسدانوں کا خیال تھا کہ خدا کا تصور گھڑ لیا گیا ہے لیکن اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ تصور گھڑا نہیں گیا بلکہ عقل و فہم کا تقاضا ہے جو انسانی فطرت میں بھی موجود ہے کہ خدا کا وجود ضروری ہے بلکہ عقل و علم والے ہی اس حقیقت کو کما حقہٗ سمجھ سکتے ہیں...... یعنی جو صاحب عقل و بصیرت ہیں وہی اس حقیقت کو پا سکتے ہیں کہ خدا موجود ہے۔ اور اس سے براہ راست تعلق پیدا کیا جا سکتا ہے۔ یقیناً صاحب علم اور علم سے محروم میں ایک واضح فرق ہے۔ اسی لئے فرمایا ہے ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں۔ نہیں یقیناً نہیں۔ یہ فقرہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں۔ ایمان اور عقل و علم کو ملانے کا کمال اسلام نے پیش کیا ہے۔

تاریخ خلافت راشدہ کا ایک روشن ورق

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ے پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس + صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس،

> "ہم نے محض حصول رضائے الٰہی کے لئے اپنی جانیں دیں اور اپنے مال خدا کی راہ میں دیئے تھے اور اب بھی اسلام کی بہتری کو مدنظر رکھکر ہم اس بات پر راضی ہیں کہ قریش میں سے امیر کا انتخاب ہو اور ہم جسطرح رسول اللہ صلعم کے مددگار اور معاون تھے اسی طرح آپ کے جانشین کے معاون رہیں گے۔" (نمائندہ انصار مدینہ) اور حضرت ابوبکر صدیق رض کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کی۔

پہلے حضرت عمر رض اور ابوعبیدہ رض نے آپ کی بیعت کی۔ پھر انصار نے گروہ در گروہ آپ کی بیعت کی .... بعد کے زمانہ میں حضرت عمر رض نے ایک دفعہ جب خود خلیفہ بنے یہ فرمایا کہ جو بات حضرت ابوبکر رض کو نصیب تھی وہ کسی اور کو نہیں ہو سکتی کیونکہ جس طرح آپ کے سامنے سب کی گردنیں جھکتی تھیں وہ کسی اور کے سامنے نہیں جھکتی تھیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت اور آپ کا خطبہ

فساد کی اس چنگاری کو بجھا دینے کے بعد جو خرمن اسلام کو جلاکر اس کا خاتمہ کر دیتی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اگلے دن دفن کیا گیا آپ کے دفن کرنے کیلئے بھی اختلاف تھا کہ کس جگہ آپ کی قبر مبارک ہو۔ اس مشکل کو بھی حضرت ابوبکر صدیق رض نے حل کیا اور فرمایا کہ نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے۔ اس لئے آپ کی قبر اسی حجرے میں بنائی گئی اور اس کے بعد مسجد نبوی میں حضرت ابوبکر رض کی عام بیعت بحیثیت خلیفۂ رسول اللہ صلعم ہوئی۔ بیعت کے بعد حضرت ابوبکر رض نے ایک تقریر کی جس میں آپ نے فرمایا کہ میرے دل میں خلافت کی خواہش کبھی نہیں ہوئی نہ خلوت میں نہ جلوت میں۔ صرف فتنہ سے بچنے کے لئے میں نے اس منصب کو قبول کیا ہے۔ اور منصب امارت یا خلافت کا وہ اصول بتایا جس کو اگر مسلمان قائم رکھتے تو اُن کی وہ زیر دست حکومت جو کل دنیا پہ پھیل گئی تھی کبھی بربادی کا یہ دن نہ دیکھتی۔ جو آج دیکھ رہی ہے۔ آپ نے فرمایا ان احسنت فاعینونی وان اسأت فقومونی اگر میں اچھا کام کروں تو تم میری مدد کرو اور اگر میں برا کام کروں تو مجھے درست کرو۔ گویا بتا دیا کہ حکومت اصل میں قوم کی ہے۔ اگر بادشاہ یا حکام قوم کو بھلائی کی راہ پر چلائیں تو اس میں اُن کی اعانت کرنی چاہیئے لیکن اگر وہ اس کو نقصان کے رستہ کی طرف لے جانا چاہیں تو پھر قوم کا فرض ہوتا ہے کہ بادشاہ کو درست کرے۔ اسی خطبہ میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تم میں سے کمزور میرے نزدیک قوی ہوگا۔ یہاں تک کہ میں اسے اس کا حق دلا دوں۔ اور تم میں سے قوی میرے نزدیک کمزور ہوگا یہاں تک کہ جو حق اس کے ذمہ ہے اس سے لے لوں۔ اس میں یہ بتایا کہ حکومت کی اصل غرض یہ ہے کہ امن قائم رہے اور لوگ ایک دوسرے کی حق تلفی نہ کریں۔ اور حکومت کا یہ فرض ہے کہ کمزوروں کی زبردستوں کے مقابلہ میں مدد کرے اور پھر قوم کو اس کی زندگی کا راز بھی اس خطبہ میں بتایا۔ فرمایا کہ اگر تم کوشش کرنا چھوڑ دو گے اور آرام و آسائش طلب کرو گے تو تم پر ذلّت وارد ہوگی۔ اور آخر پر فرمایا اطیعونی ما اطعت اللّٰہ ورسولہٗ فاذا عصیت اللّٰہ ورسولہٗ فلا طاعۃ لی علیکم۔ میری فرمانبرداری اسوقت تک کرو جب تک کہ میں اللہ اور اُس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کروں۔ جب میں اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کروں تو پھر میری اطاعت تم پر واجب نہیں۔ اس خطبہ کا ایک ایک لفظ اس قابل ہے کہ مسلمان آج اپنے لئے مشعلِ راہ بنائیں۔ نظام قوم چاہتا ہے کہ ایک سردار ہو مگر اللہ اور اُس کے رسول کے حکم کے خلاف کسی کی بات نہ مانی جائے خواہ وہ بادشاہ وقت ہو یا امام مجتہد۔ آج مسلمانوں کو اپنا نظام اسی اصول پر قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

حضرت ابوبکر رض کی فضیلت صحابہؓ پر

حضرت ابوبکر رض کی عمر آپ کی خلافت کے وقت ۶۱ سال کی تھی گویا آپ رسول اللہ صلعم سے دو سال چھوٹے تھے بعض مورخین نے لکھا ہے کہ آپ عمر میں رسول اللہ صلعم سے بڑے تھے آپ کا اصل نام عبداللہ تھا۔ ابوبکر آپ کی کنیت تھی اور صدیق آپ کا لقب تھا عتیق بھی آپ کو کہا جاتا تھا۔ آپ قریش کے رؤسا میں سے تھے۔ قریش نے ملک داری کے فرائض اپنے مختلف خاندانوں میں تقسیم کر رکھے تھے ان میں سے خون بہا کا فیصلہ کرنا آپ کے سپرد تھا۔ آپ جاہلیت میں ہی اپنی صداقت، راستبازی فربا و مساکین کی خبرگیری اور اخلاق فاضلہ کی وجہ سے مشہور تھے۔ باوجود عرب کی کثرت مے نوشی کے آپ نے جاہلیت میں بھی کبھی شراب نہیں پی۔ مردوں میں سے آپ سب سے پہلے آنحضرت صلعم پر ایمان لائے۔ تبلیغ کا آپ میں اس قدر جوش تھا کہ بڑے بڑے رؤسائے قریش کو دعوت دی۔ حضرت عثمان۔ زبیر۔ سعد بن ابی وقاص۔ طلحہ۔ عبدالرحمٰن بن عوف آپ کی تبلیغ سے داخل اسلام ہوئے۔ اس کے علاوہ بہت سے غلام جن کو ان کے مالک اسلام لانے پر دُکھ دیتے تھے آپ نے خود خرید کر آزاد کر دیئے۔ انہیں میں سے حضرت بلال تھے۔ چالیس ہزار درہم کے قریب آپ نے اس طرح اللہ کی راہ میں خرچ کئے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو فائدہ مجھ کو ابوبکر رض کے مال سے ہوا اور کسی کے مال سے نہیں ہوا۔ اور ایک حدیث میں ہے مال اور مصاحبت کے بارے میں سب سے بڑھ کر احسان مجھ پر ابوبکر رض کا ہے۔ مدینہ کی ہجرت کے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے صحابہ رض کو ایک ایک کر کے پہلے مدینہ بھیج دیا۔ مگر ابوبکر کو اپنی رفاقت کے لئے رکھا جنگِ بدر میں جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم مشغول دُعا تھے حضرت ابوبکر رض آپ کے عریش کے دروازہ پر پہرہ دے رہے تھے۔ اُحد میں جب بہت سے صحابہ منتشر ہو گئے آپ آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے صلح حدیبیہ میں جب صلح کی شرائط کی وجہ سے اکثر دلوں میں گھبراہٹ اٹھی آپ نے حضرت عمر کو وہی جواب دیا جو خود آنحضرت صلعم نے دیا تھا۔ سنہ ۹ھ میں جب صحابہ حج کے لئے گئے تو آنحضرت صلعم نے اپنی غیر حاضری میں حضرت ابوبکر رض کو امیر حج مقرر کر کے بھیجا اور جب آنحضرت صلعم آخری بیماری میں نمازوں میں تشریف آوری سے معذور ہو گئے تو حضرت ابوبکر کو اپنی جگہ امام مقرر کیا۔ غرض حضرت ابوبکر کی فضیلت جملہ صحابہ پر روز روشن کی طرح ظاہر تھی اور اسی لئے جب خلیفہ کے انتخاب کی ضرورت پیش آئی تو تمام لوگوں کی طبائع کا رجحان خود بخود حضرت ابوبکر کی طرف تھا۔

حضرت علیؓ کا بیعت کرنا

صرف حضرت علی رض کے متعلق بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ نے چھ ماہ تک بیعت نہیں کی۔ مگر یہ روایات صحیح نہیں۔ اور ان کے بالمقابل دوسری روایات موجود ہیں۔ کہ حضرت علی رض نے اسی دن بیعت کی۔ ہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی اور حضرت زبیر پہلے عام مجمع میں موجود نہ تھے جس میں بیعت ہوئی۔ اور ان دونوں کو حضرت ابوبکر نے گھر سے بلوایا اور یہ کہا کہ آپ جماعتِ اسلام میں تفرقہ چاہتے ہیں تو انہوں نے عرض کیا کہ آپ ملامت نہ کریں اور بیعت کر لی۔ یہ ممکن ہے کہ حضرت ابوبکر کے اس فیصلہ کی وجہ سے جو بعد میں حضرت رسالتمآبؐ کی وراثت کے معاملہ میں آپ نے حضرت فاطمہ رض کے خلاف دیا حضرت علی بھی حضرت فاطمہ رض کی طرح کسی قدر کشیدہ خاطر ہو گئے ہوں جس سے بیعت نہ کرنے کی روایات کو قوت مل گئی لیکن آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد چند روز بعد ہی جو حملہ مدینہ پر ہوا اس کے دفعیہ میں حضرت علی اور حضرت زبیر نے حضرت ابوبکر رض کے حکم کے ماتحت حصہ لیا جیسا کہ آگے چل کر واقعات تاریخی سے معلوم ہوگا اور یہ وفات سے دو ماہ کے اندر

اندر کا واقعہ ہے۔

اسلام میں بادشاہت کا اصول انتخاب ہے نہ وراثت

حضرت ابوبکرؓ کے انتخاب نے ہمیشہ کے لئے اس بات کا فیصلہ کر دیا کہ اسلام میں بادشاہت وراثت سے نہیں انتخاب سے ہے۔ اور مسلمانوں نے اس اصول کو خلافت راشدہ کے زمانہ کے بعد ترک کرکے اور بادشاہت کو ورثہ بنا کر اپنے آپ کو اور اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کے انتخاب کے متعلق جو بعض روایات میں الفاظ آتے ہیں کہ آپ کی بیعت ناگہانی تھی تو اس سے بھی یہ مطلب نہیں کہ آپکی خلافت انتخاب سے نہ تھی جیساکہ واقعات مندرجہ بالا سے ظاہر ہے۔

انتخاب تو ہوا لیکن انتخاب کا واقعہ ناگہانی طور پر پیش آیا اور اسکی وجہ انصار کا علیحدہ مشورہ تھا۔ اگر انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع نہ ہوتے اور وہاں خلیفہ کے انتخاب کا سوال نہ اُٹھتا تو کل مسلمان ایک جگہ جمع ہو کر بھی وہی انتخاب کرتے جو سقیفہ بنی ساعدہ میں ہوا یعنی حضرت ابوبکرؓ کا انتخاب، علم، زہد، اتقا، فہم قرآن، اخلاق میں آپ کی فضیلت اگر اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم نے تہیں اپنی جگہ مسلمانوں کا امام بنایا تو معاملہ فہمی، دوراندیشی اور قوت جسمانی میں فوقیت اس سے ظاہر ہے کہ ہجرت میں حضرت ابوبکرؓ کو اپنے ساتھ رکھا۔ بعد میں بھی آپ کو یہی ممتاز مرتبہ دیا۔ اور صحابہؓ کے نزدیک بھی یہ ہر دو امر مسلم تھے جس کی وجہ سے آپ کا انتخاب ہوا اور جب لوگوں کو یہ علم ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے ہیں تو سب نے خوشی خوشی آپ کی بیعت کی۔ اگر ایک دو آدمی علیحدہ بھی رہ گئے ہوں پھر بھی انتخاب متفقہ ہوگا۔ حالانکہ کثرت رائے سے بھی ہوتا تو ہرج نہ تھا۔

ابوبکرؓ کے انتخاب میں خدا کا ہاتھ

ہاں انتخاب غلط بھی ہو سکتا ہے۔ مگر ان واقعات نے جو انتخاب کے بعد ظہور میں آئے صاف بتا دیا کہ یہ بہترین انتخاب تھا۔ جو ہو سکتا تھا اور فی الحقیقت اس کے اندر خدا کا ہاتھ کام کر رہا تھا۔ قرآن کریم میں جہاں مسلمانوں کو خلافت کا وعدہ دیا گیا تھے وہاں یہ فرمایا ہے۔

ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم
ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا (النور:۵۵)

یعنی اُن کے دین کو جو اُن کے لئے پسند کیا ہے اللہ تعالےٰ تمکین عطا فرمائے گا۔ اور خوف کے بعد امن کی حالت بدل دے گا سو جیسا کہ آگے آنے والے تاریخی واقعات بتاتے ہیں حضرت ابوبکرؓ کی قوت ایمانی اور شجاعت سے دین اسلام کامل طور پر مضبوط ہو گیا۔ اور خطرناک خوف کے بعد جب اندیشہ تھا کہ اسلام کا نام ہمیشہ کے لئے دنیا سے مٹ جائے گا اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کے لئے پھر حالت امن پیدا کر دی۔ ایک طرف اللہ تعالےٰ کا یہ وعدہ کرنا کہ خلافت اسلامی کو قائم کرکے وہ دین اسلام کو تمکین عطا فرمائے گا اور خوف کے بعد امن کی حالت پیدا کر دے گا۔ دوسری طرف حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ سے دین کی کامل تمکین ہونا۔ اور خطرناک خوف کی حالت پیدا ہو کر امن کا پیدا ہونا اس بات کی کھلی کھلی شہادت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت عین منشائے الہیٰ کے مطابق تھی۔

— * * * * * —

جب آپ دُوسروں سے مِلنے جائیں

- جب آپ کسی سے ملنے جائیں تو اس بات کو ملحوظ رکھیئے کہ آپ کا جسم اور کپڑے صاف ستھرے ہوں۔ آپکے بال پراگندہ نہ ہوں کیونکہ رسول خدا پراگندہ بالوں کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ ایسے موقع پر خوشبو بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ رسول خدا نے خوشبو کے استعمال کو پسند فرمایا ہے
- اپنے گھر سے چلنے سے پہلے اس بات کا خیال رکھیئے کہ یہ وقت ملاقات کے لئے موزوں بھی ہے۔ کھانے اور آرام کرنے کے اوقات کا خاص خیال رکھیئے۔ حضرت عمرؓ ان باتوں کی تلقین کیا کرتے تھے۔
- جس صاحب سے ملنا ہے۔ جب آپ اُن کے مکان پر پہنچ جائیں تو اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کیجیئے۔ تین بار آواز دیجیئے۔ (اب تین بار گھنٹی بجائی جا سکتی ہے) آواز دینے میں عجلت سے کام نہ لیجیئے۔ رسولؐ خدا نے وقار اور تمکنت کو پسند فرمایا ہے اور جلد جلد کام کرنے والے کو غیر پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے اجازت طلب کرنے کے متعلق قرآن اور سنت میں سخت تاکید کی گئی ہے۔
- جس صاحب سے آپ ملنے گئے ہیں اگر وہ گھر پر نہیں ہیں یا انہوں نے کسی بنا پر ملنے سے معذرت کی ہے تو دل میں کوئی خیال لائے بغیر آپ کو واپس آجانا چاہیئے۔
- مصافحہ کیجیئے۔ ایسا کرنا سنّت ہے۔
- آپکے چہرے پر مسکراہٹ ہونی چاہیئے کیونکہ مسکرا بات کرنا صدقہ ہے اس مسکراہٹ میں تصنع کی آمیزش نہیں ہونی چاہیئے۔
- آپ کا ہر لفظ واضح اور صاف ہونا چاہیئے۔ ٹھہر ٹھہر کر بات کیجیئے تاکہ مخاطب آپکی بات کو اچھی طرح سمجھ جائے
- ضرورت سے زیادہ دیر تک بیٹھنا مناسب نہیں۔ آپ جس سے ملنے آئے ہیں ان کے وقت اور ضروریات کا خیال رکھیئے قرآن حکیم میں دیر تک بلا ضرورت بیٹھے رہنے کی روش پر تنبیہہ کی گئی ہے۔
- اگر آپ ایسی جگہ گئے ہیں جہاں پہلے کچھ اور لوگ بھی موجود ہیں تو آپ کو مناسب جگہ بیٹھ جانا چاہیئے۔ لوگوں کو کودتے پھاندتے ہوئے آگے بیٹھنے کی کوشش کرنا ایک غیر شائستہ فعل ہے اسلام سے سخت ناپسند کرتا ہے۔

— * * * —

اخبار احمدیہ

★ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز بیرونی جماعتوں کے سلسلہ روزہ دورہ کے بعد واپس مرکز میں تشریف لے آئے ہیں۔

سفری کوفتوں کے باوجود آپ کی صحت خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ احباب جماعت اور بزرگان سلسلہ آپ کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے خدا تعالےٰ کے حضور دعا فرماتے رہیں۔

— * * * —

حسرت اُن غنچوں پہ ہے....

سانحہ ارتحال: — یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت افسوس سے سنی جائیگی کہ چوہدری ارشاد اختر صاحب عامل انجمن چک ۸۱ جنوبی کا صاحبزادہ کامران بعمر گیارہ سال مختصر سی علالت کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں اس صدمۂ جانکاہ میں مکرم چوہدری صاحب، بچے کی والدہ محترمہ اور جملہ خاندان سے دلی ہمدردی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس گلِ ناشگفتہ کی جدائی کا صدمہ والدین کو برداشت کرنیکی توفیق دے اور اسے اُنکی شفاعت کا ذریعہ بنائے۔ آمین احباب جماعت سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

دُعا اور صدقات بلا کو ٹال دیتے ہیں

قضائے معلق اور مبرم کا ماخذ اور پتہ قرآن کریم سے ملتا ہے یہ الفاظ گو نہیں مثلاً قرآن کریم میں فرمایا ہے ادعونی استجب لکم۔ ترجمہ:۔ "دُعا مانگو میں قبول کروں گا" اب یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا قبول ہوسکتی ہے۔ اور دُعا سے عذاب ٹل جاتا ہے اور ہزارہا کیا کُل کام دُعا سے نکلتے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اللہ تعالےٰ کا کل چیزوں پر قادرانہ تصرف ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے پوشیدہ تصرفات کی لوگوں کو خبر ہو یا نہ ہو مگر صدہا تجربہ کاروں کے وسیع تجربے اور ہزارہا دردمندوں کی دُعا کے صریح نتیجے بتلا رہے ہیں کہ اس کا ایک پوشیدہ اور مخفی تصرف ہے وہ جو چاہتا ہے محو کرتا ہے اور جو چاہتا ہے اثبات کرتا ہے۔ ہمارے لئے یہ امر ضروری نہیں کہ ہم اُس کی تہ تک پہنچنے اور اُس کی کُنہ اور کیفیت معلوم کرنے کی کوشش کریں جبکہ اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ ایک شے ہونے والی ہے اس لئے ہم کو جھگڑے اور مباحثے میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ خدا تعالےٰ نے انسان کے قضا و قدر کو مشروط بھی کر رکھا ہے۔ جو توبہ خشوع خضوع سے ٹل سکتی ہیں۔ جب کسی قسم کی تکلیف اور مصیبت انسان کو پہنچتی ہے تو وہ فطرتاً اور طبعاً اعمال حسنہ کی طرف رجوع کرتا ہے اپنے اندر ایک قلق اور کرب محسوس کرتا ہے۔ جو اسے بیدار کرتا اور نیکیوں کی طرف کھینچے لئے جاتا ہے اور گناہ سے ہٹاتا ہے جس طرح پر ہم ادویات کے اثر کو تجربے کے ذریعے سے پالیتے ہیں اسی طرح پر ایک مضطرب الحال انسان جب خدا تعالےٰ کے آستانہ پر نہایت تذلل اور نیستی کے ساتھ گرتا ہے۔ اور ربی ربی کہہ کر اس کو پکارتا ہے اور دُعائیں مانگتا ہے۔ تو وہ رویائے صالحہ یا الہام صحیحہ کے ذریعہ سے ایک بشارت اور تسلی پالیتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ جب صبر اور صدق سے دعا انتہا کو پہنچے گی تو وہ قبول ہو جاتی ہے۔ دُعا، صدقہ اور خیرات سے عذاب کا ٹلنا ایسی ثابت شدہ صداقت ہے جس پر ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی کا اتفاق ہے۔ اور کروڑہا صلحا اور اتقیا اور اولیاء اللہ کے ذاتی تجربے اس امر پر گواہ ہیں۔

نماز کی حقیقت

نماز کیا ہے؟ یہ ایک خاص دُعا ہے مگر لوگ اس کو بادشاہوں کا ٹیکس سمجھتے ہیں۔ نادان اتنا نہیں جانتے کہ بھلا خدا تعالےٰ کو ان باتوں کی کیا حاجت ہے؟ اس کے غنائے ذاتی کو اس بات کی کیا حاجت ہے کہ انسان۔ دعا، تسبیح اور تہلیل میں مصروف رہے بلکہ اس میں انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے کہ وہ اس طریق پر اپنے مطلب کو پہنچ جاتا ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے کہ آجکل عبادت اور تقویٰ اور دینداری سے محبت نہیں ہے اس کی وجہ ایک عام زہریلا اثر رسم کا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ کی محبت سرد ہو رہی ہے۔ اور عبادت میں جس قسم کا مزہ آنا چاہیئے وہ مزہ نہیں آتا۔ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جس میں لذّت اور ایک خاص حظ اللہ تعالےٰ نے رکھا نہ ہو۔ جس طرح پر ایک مریض ایک عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ چیز کا مزہ نہیں اٹھا سکتا اور وہ اُسے تلخ یا بالکل پھیکا سمجھتا ہے اسی طرح وہ لوگ جو عبادتِ الٰہی میں حظ اور لذّت نہیں پاتے ان کو اپنی بیماری کا فکر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ جیسا میں نے ابھی کہا ہے دُنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں اللہ تعالےٰ نے کوئی نہ کوئی لذّت نہ رکھی ہو۔ اللہ تعالےٰ نے بنی نوعِ انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس عبادت میں اُس کے لئے لذّت اور سرور نہ ہو۔ لذت اور سرور تو ہے مگر اس سے حظ اُٹھانے والا بھی تو ہو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

اب انسان جبکہ عبادت ہی کے لئے پیدا ہوا ہے ضروری ہے کہ عبادت میں لذّت اور سرور بھی درجہ غایت کا رکھا ہو۔ اس بات کو ہم اپنے روزمرہ کے مشاہدہ اور تجربے سے خوب سمجھ سکتے ہیں مثلاً دیکھو اناج اور تمام خوردنی اور نوشیدنی اشیاء انسان کے لئے پیدا کئے ہیں تو کیا اُن سے وہ ایک لذت اور حظ نہیں پاتا ہے؟ کیا اس ذائقہ مزے اور احساس کے لئے اُس کے منہ میں زبان موجود نہیں۔ کیا وہ خوبصورت اشیاء دیکھ کر نباتات ہوں یا جمادات حیوانات ہوں یا انسان حظ نہیں پاتا؟ کیا دل خوش کن اور سُریلی آوازوں سے اُس کے کان محظوظ نہیں ہوتے؟ پھر کیا کوئی دلیل اور بھی اس امر کے اثبات کے لئے مطلوب ہے کہ عبادت میں لذت نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے عورت اور مرد کو جوڑا پیدا کیا اور مرد کو رغبت دی ہے اب اس میں زبردستی نہیں کی بلکہ ایک لذت بھی دکھلائی ہے۔ اگر محض توالد و تناسل ہی مقصود بالذات ہوتا تو مطلب پورا نہ ہوسکتا۔ عورت اور مرد کی برہنگی کی حالت میں ان کی غیرت قبول نہ کرتی کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعلق پیدا کریں مگر اس میں ان کے لئے ایک حظ اور ایک لذت ہے۔ یہ حظ اور لذّت اس درجہ تک پہنچی ہے کہ بعض کوتاہ اندیش انسان اولاد کی بھی پرواہ اور خیال نہیں کرتے بلکہ ان کو صرف حظ ہی سے کام اور غرض ہے۔ خدا تعالےٰ کی علّت غائی بندوں کو پیدا کرنا تھا اور اس سبب کے لئے ایک تعلق عورت اور مرد میں قائم کیا۔ اور ضمناً اس میں ایک حظ رکھ دیا جو اکثر نادانوں کے لئے مقصود بالذات ہو گیا ہے۔ اسی طرح سے خوب سمجھ لو کہ عبادت بھی کوئی بوجھ اور ٹیکس نہیں اس میں بھی ایک لذت اور سرور ہے۔ اور یہ لذت اور سرور دنیا کی تمام لذتوں اور تمام حظوظ سے بالاتر ہے جیسے عورت اور مرد کے باہمی تعلقات میں ایک لذت ہے اور اس سے وہی بہرہ مند ہوسکتا ہے جو مرد اپنے قوائے صحیحہ رکھتا ہے۔ ایک نامرد اور مخنّث وہ حظ نہیں پاسکتا اور جیسے ایک مریض کسی عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ غذا کی لذّت سے محروم ہے۔ اسی طرح پر ہاں ٹھیک ایسا ہی وہ کمبخت انسان ہے جو عبادتِ الٰہی سے لذت نہیں پاسکتا۔

عورت اور مرد کا جوڑا تو باطل اور عارضی جوڑا ہے میں کہتا ہوں کہ حقیقی، ابدی اور لذّتِ مجسّم جو جوڑا ہے وہ انسان اور خدا تعالےٰ کا ہے مجھے سخت اضطراب ہوتا ہے اور کبھی کبھی یہ رنج میری جان کو کھانے لگتا ہے کہ ایک دن اگر کسی کو روٹی یا کھانے کا مزہ نہ آئے طبیب کے پاس جاتا ہے اور کیسی کیسی منتیں اور خوشامدیں کرتا، روپیہ خرچ کرتا دُکھ اٹھاتا ہے کہ وہ مزہ حاصل ہو وہ نامراد جو اپنی بیوی سے لذّت حاصل نہیں کرسکتا بعض اوقات گھبرا گھبرا کر خودکشی کے ارادے تک پہنچ جاتا اور اکثر موتیں اس قسم کی ہو جاتی ہیں مگر آہ! وہ مریضِ دِل وہ نامراد کیوں کوشش نہیں کرتا جس کو عبادت میں لذت نہیں آتی؟ اس کی جان کیوں غم سے نڈھال نہیں ہو جاتی۔ دنیا اور اس کی خوشیوں کے لئے کیا کچھ کرتا ہے مگر ابدی اور حقیقی راحتوں کی وہ پیاس اور تڑپ نہیں پاتا کس قدر بے نصیب ہے۔ کیسا ہی محروم ہے!!

(ماخوذ) سرینگر ٹائمز ۔ اکتوبر ۱۹۸۱ء صہ ۵

میں کیوں نہ اسلام قبول کرلوں؟

جمنا داس اختر ۔ ایڈیٹر روزنامہ "سویرا" دریا گنج نئی دہلی

نہایت خطرناک عنوان اور موضوع ہے اسے پڑھ کر آپ چونک پڑیں گے مگر جنوبی ہند میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے پیش نظر میں یہ سوال اپنے آپ سے اور آپ سے پوچھتا ہوں کہ جنوبی ہند میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ چند ہفتوں کے بعد اس سے بھی بڑے پیمانے پر مہاراشٹر، گجرات۔ یوپی۔ اور بہار میں ہوگا۔ یہ آپ نوٹ کرلیں۔

"ممکن ہے کچھ ہریجن روپیہ لے کر مسلمان بنے ہوں مگر کیا ہندوؤں میں برلا جنگھانیہ اور دوسرے کروڑپتی لوگوں کے پاس روپیہ نہیں ہے؟"

"اگر مسلمانوں نے ہریجنوں کو مسلمان بنا کر انہیں ان کے محلہ میں پانی کا نل لگوا دیا۔ تو یہ کام کیا میونسپل کمیٹی سرکار یا برہمن کر سکتا تھا؟ مگر ہر تو یہ رہا تھا کہ ہریجنوں کو نل سے پانی نہیں بھرنے دیا جاتا تھا۔ وہ چپل پہن کر اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کی سڑک سے گذر نہیں سکتے تھے اپنی ارتھی اس راستے سے نہیں لے جا سکتے تھے۔ ان کا کوئی آدمی مرجائے تو اس کی نعش ہند دشمشان بھومی میں جلا نہیں سکتے تھے میں نے تمام جنوب کا دورہ کیا ہے میں نے دیکھا ہے کہ مدراس کے میناکشی مندر کے علاقہ میں شیوجی کی تصویریں لگانے والے اسلامی ہوٹلوں میں ہندو کھانا کھاتے ہیں لیکن ہندو ہوٹلوں میں ہریجن داخل نہیں ہوسکتے۔"

"بعض علاقوں میں اعلیٰ ذات کا ہندو بازار یا گلی سے گذرے تو ہریجن منہ موڑ کر ایک طرف کھڑا ہو جاتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو برہمن دیوتا اسے پیٹ ڈالیں۔ پوری کے شنکر آچاریہ نے دلی میں ڈنکے کی چوٹ پر کہا کہ ہندو دھرم ہریجنوں کو چھونے کی اجازت نہیں دیتا۔ سومرتی کے نام سے قانون کی جو کتاب ملتی ہے اس میں لکھا ہے کہ شودر ہندوؤں کا جھوٹا کھانا ٹوٹے برتنوں میں کھائیں۔ دن کو شہروں میں گندگی صاف کریں اور شام کو شہروں سے باہر جا کر جھونپڑوں میں رہیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی شودر منتر سن لے تو سیسہ پگھلا کر اس کے کانوں میں ڈال دیا جائے۔ گیتا میں لکھا ہے کہ چھوٹی ذات کا جو آدمی بڑی ذات کی لڑکی سے شادی کرے اس کی اولاد ورن شنکر ہوگی۔ کرن کنتی کا ناجائز بیٹا تھا اسے ایک ملاح نے پالا۔ اس لئے اسے کشتری تعلیم حاصل کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ وشوامتر کشتری تھا اور ویدوں کا ودوان تھا مگر اسے رشی کا درجہ حاصل کرنے کے لئے برسوں وشسٹ سے لمبی کنارے لڑائی لڑنی پڑی؟

"کبیر کو شودر قرار دے کر نام دینے سے انکار کر دیا گیا تھا۔ بھگت نام دیو سے کیا سلوک نہیں کیا گیا۔ نے ہندوستان میں آباد ہونے والے یونانیوں اور میڈھ ایرانیوں کو محض اس لئے شودر قرار دیا تھا کہ وہ تنگ آ کر بودھ اور جینی بن گئے تھے۔ وشنو پران میں بھگوان بدھ کو "موہ مایا" اور "رتنوں کا لیڈر" قرار دیا گیا۔ تمام بودھوں کو شودر بنا کر وشنو جانی کو بتایا گیا کہ جو ہندو ان سے بات کریں ہاتھ ملائیں یا کوئی تعلق قائم کریں انہیں مرنے کے بعد مختلف حیواتی جیون میں پیدا ہو کر سزا بھگتنی پڑے گی۔"

"راماین میں لکھا ہے کہ شمبوک کو محض شودر ہونے کی بنا پر تپسیا کرنے پر رام نے موت کی سزا دی۔ بھاگوات پران میں لکھا ہے کہ بہار پردیش میں پیدا ہونے والے لوگ نرک میں جاتے ہیں کیونکہ اسوقت بہار میں بودھ دھرم کا زور تھا۔ مہا بھارت میں پنجاب میں رہنے والے مردوں اور عورتوں کے لئے نہایت ناشائستہ الفاظ درج ہیں کیونکہ اس زمانے میں پنجاب میں کشان حکومت کے زیر اثر لوگ بودھ ہو گئے تھے۔ مہا بھارت میں لکھا ہے کہ پنجاب میں جانے والا شخص دھرم سے پتت ہو جاتا ہے اور اُسے واپس آکر پرائشچت کرنا چاہیئے۔"

"ایسی بہت سی باتیں ہیں جن کا ذکر کر کے میں وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ مگر آج بھی کیا ہو رہا ہے۔ مہاراشٹر میں یونیورسٹی کا نام بدل کر بابا امبیڈکر یونیورسٹی رکھ دیا جائے۔ اس کے خلاف تمام ریاست میں فساد ہو گئے۔ سینکڑوں ہریجنوں کے مکان جلا دیئے گئے سینکڑوں مار دیئے گئے گجرات میں ہریجنوں کے لئے میڈیکل کالجوں میں نشستوں کو ریزرو کرانے کے لئے کس نے فساد شروع کیا۔ لاکھوں کی پراپرٹی جلا دی گئی۔ بے شمار بے گناہ لوگ مار دیئے گئے۔

"رام ناتھ پورم میں ایک ہریجن سے ایک بڑی ذات کی ہندو لڑکی نے شادی کر لی جھگڑا اس بات پر ہوا مگر جب تنگ آکر دونوں مسلمان ہو گئے تو کسی دھرم کے ٹھیکیدار کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ کوئی ہریجن کسی غیر ہریجن لڑکی سے شادی نہیں کر سکتا۔"

"اگر یہی بات ہے تو ہریجنوں کو ہندو دھرم سے کیا رغبت ہو سکتی ہے جنوب کے مندروں میں مجھ سے برہمن بھی دھوتی پہنے بغیر داخل نہیں ہوسکتے۔ میں پیالہ استعمال کروں تو ان کی رسوئی بھرشٹ ہو جاتی ہے ہم لوگ دہلی آئے تو پیاؤوں پر لکڑی کی نلکی کے ذریعہ پانی پلایا جاتا تھا کیونکہ یہاں بہت سے لوگ خود گندے ہونے پر بھی پنجابیوں کو اچھوت سمجھتے ہیں۔"

"میں اپنے بیٹے کی شادی جات پات توڑ کر کرنا چاہتا تھا مگر اپنے آپ کو سدھارک قرار دینے والے کو جب معلوم ہوا کہ میں برہمن ہوں تو اُسے نفرت ہو گئی۔ کیونکہ وہ برہمن نہیں بلکہ کشتری تھا۔"

"میں سنسکرت جانتا ہوں میں نے ویدوں۔ دوسرے گرنتھوں اور پورانوں کا مطالعہ کیا ہے۔ ویدانت کی جو تفسیر سوامی شنکرانند نے لکھی ہے اس میں درج ہے کہ ویدانت کا اپدیش شودر نہیں پڑھ سکتے۔

باتیں اور بھی کئی ہیں۔ کیا یہ غلط اور فرسودہ عقیدے کسی کو ہندو دھرم کا گرویدہ بنا سکتے ہیں۔ قرآن شریف کسی چوہے بشیر یا ہاتھی کو دیوتا بنا کر پوجنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اسی طرح اسلام ذات پات کی تمیز کا پرچار تو نہیں کرتا۔ یہی اعلیٰ تعلیم سکھ گوروؤں نے بھی دی ہے۔"

"سوال یہ ہے کہ میں کیا ان حقائق کی وجہ سے مسلمان بن جاؤں اسلام نہایت سیدھا سادا مذہب ہے۔ اس کا صرف ایک گرنتھ ہے۔ ہزاروں نہیں۔ میں اسے پسند کرتا ہوں مگر اسلام قبول کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ کیونکہ میں ہندو دھرم کے بارے میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں آزادی سے کہہ سکتا ہوں۔ ذات پات اور چھوت چھات کا مخالف ہونے کے باوجود مجھے کوئی قتل نہیں کریگا۔"

"قتل ہو جاؤں تو یہ میرے لئے قابل فخر ہوگا مجھ سے کوئی چھوت چھات نہیں کرتا کیونکہ میں اتفاق سے برہمن یعنی ایسے نام نہاد اعلیٰ ذات سے تعلق رکھتا ہوں۔"...

"مگر... ان کروڑوں "ہریجنوں" کا کیا بنے گا جنہیں آج بھی ہندو سماج میں باعزت انسان کا درجہ نہیں دیا جا رہا کیا آپ انہیں مسلمان بننے سے روک سکیں گے؟ پرماتما کے لئے اس سوال پر سنجیدگی سے غور کیجیئے۔"

"سب سے بہترین عمل بروقت نماز ادا کرنا ہے۔"

(ترجمہ حدیث)

معارف قرآن

کامل معرفت کے ذریعہ ہم الہام کے محتاج ہیں

از غواص بحر معرفت حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ،

وہ خدا اب بھی جسے چاہے بناتا ہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

جب ہم قوت شامہ کے ذریعہ ایک خوشبو یا بدبو کو معلوم کرتے ہیں یا ہم قوت ذائقہ کے ذریعہ سے شیریں یا نمکین پر اطلاع پاتے ہیں یا قوت حاسہ کے ذریعہ سے گرم یا سرد کو معلوم کر لیتے ہیں تو یہ تمام معلومات ہمارے عین الیقین کی قسم میں داخل ہیں۔ مگر عالم ثانی کے بارے میں ہمارا علم الٰہیات تب عین الیقین کی حد تک پہنچتا ہے کہ جب خود بلا واسطہ ہم الہام پاویں۔ خدا کی آواز کو اپنے کانوں سے سنیں اور خدا کے صاف اور صحیح کشفوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ ہم بے شک کامل معرفت حاصل کرنے کے لئے بلا واسطہ الہام کے محتاج ہیں اور اسی کامل معرفت کی ہم اپنے دل میں بھوک اور پیاس بھی پاتے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے پہلے سے اس معرفت کا سامان میسر نہیں کیا تو یہ پیاس اور بھوک ہمیں کیوں لگا دی کیا ہم اس زندگی میں جو ہماری آخرت کے ذریعہ کے لئے یہی ایک پیمانہ ہے اس بات پر راضی ہو سکتے ہیں کہ ہم اس سچے اور کامل اور قادر اور زندہ خدا پر صرف قصے اور کہانیوں کے رنگ میں ایمان لاویں یا محض عقلی معرفت پر کفایت کریں۔ جو اب تک ناقص اور ناتمام معرفت ہے کیا خدا کے سچے عاشقوں اور حقیقی دلدادوں کا دل نہیں چاہتا کہ اس محبوب کے کلام سے لذت حاصل کریں اور کیا جنہوں نے خدا کے لئے تمام دنیا کو برباد کیا۔ دل کو دیا۔ جان کو دیا۔ وہ اس بات پر راضی ہو سکتے ہیں کہ صرف ایک دھندلی سی روشنی میں کھڑے رہ کر مرتے رہیں اور اس آفتاب صداقت کا منہ نہ دیکھیں۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ زندہ خدا کا انا الموجود کہنا وہ معرفت کا مرتبہ عطا کرتا ہے کہ اگر دنیا کے تمام فلاسفروں کی خود تراشیدہ کتابیں ایک طرف رکھیں اور ایک طرف انا الموجود خدا کا کہنا تو اس کے سامنے وہ تمام دفتر ہیچ ہیں۔ جو فلاسفر کہلا کر آپ اندھے رہے وہ ہمیں کیا سکھلائیں گے۔ غرض کہ خدا تعالیٰ نے حق کے طالبوں کو کامل معرفت دینے کا ارادہ فرمایا ہے۔ تو ضرور اس نے اپنے مکالمہ و مخاطبہ کا طریق کھلا رکھا ہے۔ اس بارے میں اللہ جلّ شانہٗ قرآن شریف میں یہ فرماتا ہے:۔

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم

یعنی اے خدا ہمیں وہ استقامت کی راہ بتا جو راہ ان لوگوں کے لئے جن پر تیرا انعام ہوا۔

اس جگہ انعام سے مراد الہام اور کشف وغیرہ آسمانی علوم ہیں جو انسان کو براہ راست ملتے ہیں۔ ایسا ہی ایک دوسری جگہ فرماتا ہے

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملٰئکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ یعنی جو لوگ خدا پر ایمان لاکر پوری استقامت اختیار کرتے ہیں ان پر خدا تعالیٰ کے فرشتے اترتے ہیں اور یہ الہام کرتے ہیں کہ تم کچھ خوف اور غم نہ کرو۔ تمہارے لئے وہ بہشت ہے جس کے بارے میں تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ سو اس آیت میں بھی صاف لفظوں میں فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کے نیک بندے غم اور خوف کے وقت خدا سے الہام پاتے ہیں اور فرشتے اتر کر ان کو تسلی کرتے ہیں اور پھر ایک اور آیت میں فرمایا ہے:۔

لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ

یعنی خدا کے دوستوں کو الہام اور خدا کے مکالمہ کے ذریعہ سے اس دنیا میں خوشخبری ملتی ہے اور آئندہ زندگی میں بھی ملے گی لیکن اس جگہ یاد رہے کہ الہام کے لفظ سے اس جگہ یہ مراد نہیں کہ سوچ اور فکر کی کوئی بات دل میں پڑ جائے کہ شاعر شعر بنانے میں کوشش کرتا ہے یا ایک مصرع بنا کر دوسرا سوچتا رہتا ہے تو دوسرا مصرع دل میں پڑ جاتا ہے سو یہ دل میں پڑ جانا الہام نہیں ہے بلکہ یہ خدا کے قانون قدرت کے موافق اپنے فکر اور سوچ کا ایک نتیجہ ہے جو شخص اچھی باتیں سوچتا ہے یا بری باتوں کے لئے فکر کرتا ہے اس کی تلاش کے موافق کوئی بات ضرور اس کے دل میں پڑ جاتی ہے۔ ایک شخص مثلاً نیک اور راستباز آدمی ہے جو سچائی کی حمایت میں چند شعر بناتا ہے اور دوسرا شخص جو ایک گندہ اور پلید آدمی ہے اپنے شعروں میں جھوٹ کی حمایت کرتا ہے اور راستباز کو گالیاں نکالتا ہے تو بلاشبہ یہ دونوں کچھ نہ کچھ شعر بنا لیں گے بلکہ کچھ تعجب نہیں کہ وہ راستبازوں کا دشمن جو جھوٹ کی حمایت کرتا ہے بباعث دائمی مشق کے اس کا شعر عمدہ ہو۔ سو اگر دل میں پڑ جانے کا نام الہام ہے تو پھر ایک بدمعاش شاعر جو راستبازی اور راستبازوں کا دشمن اور ہمیشہ حق کی مخالفت کرنے کے لئے قلم اٹھاتا ہے اور افترا سے کام لیتا ہے خدا کا ملہم کہلائے گا۔ دنیا میں ناولوں وغیرہ میں جادو بیانیاں پائی جاتی ہیں اور تم دیکھتے ہو کہ اس طرح سراسر باطل مگر مسلسل مضمون لوگوں کے دلوں میں پڑتے ہیں۔ پس کیا ہم ان کو الہام کہہ سکتے ہیں؟

بلکہ اگر الہام صرف دل میں بعض باتیں پڑنے کا نام ہے تو ایک چور بھی ملہم کہلا سکتا ہے کیونکہ وہ بسا اوقات فکر کر کے اچھے اچھے طریق نقب زنی کے نکال لیتا ہے۔ اور عمدہ عمدہ تدبیریں ڈاکہ ڈالنے اور خون ناحق کرنے کی اس کے دل میں گذر جاتی ہیں۔ تو کیا لائق ہے کہ ہم ان تمام طریقوں کا نام الہام رکھ دیں۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ ان لوگوں کا خیال ہے جن کو اب تک اس سچے خدا کی خبر نہیں۔ جو آپ خاص مکالمہ سے دلوں کو تسلی دیتا اور ناواقفوں کو روحانی علوم سے معرفت بخشتا ہے۔

الہام کیا چیز ہے۔ وہ پاک اور قادر خدا کا ایک برگزیدہ بندہ کے ساتھ یا اس کے ساتھ جس کو برگزیدہ کرنا چاہتا ہے۔ ایک زندہ اور باقدرت کلام کے ساتھ مکالمہ اور مخاطبہ ہے۔ سو جب یہ مکالمہ اور مخاطبہ کافی تسلی بخش سلسلہ کے ساتھ شروع ہو جائے اور اس میں خیالات فاسدہ کی تاریکی نہ ہو اور نہ غیر مکتفی اور چند بے سرد پا لفظ ہوں اور کلام لذیذ اور پرحکمت اور پرشوکت ہو تو وہ خدا کا کلام ہے جس سے وہ اپنے بندے کو تسلی دینا چاہتا ہے۔ اور اپنے تئیں اس پر ظاہر کرتا ہے۔

——— ✱ ✱ ✱ ———

ارشادات خداوندی:

✱ "اور جو تمہیں السّلام علیکم کہہ کر مخاطب کرے اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔"

✱ "اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔"

——— ✱ ✱ ✱ ✱ ✱ ———

حضرت امیر مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

قوم کے نام

"ایک بات اپنے نوجوان دوستوں سے کہنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ آپ لوگ احمدی قوم کی روایات کو زندہ رکھیں۔ احمدی جماعت دین کو دنیا میں پھیلانے، قرآن کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے کھڑی ہوئی ہے۔ اپنی اس روایت کو کمزور نہ ہونے دو۔ میں یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر عزت کا اور کوئی کام اس دنیا میں نہیں یہ وہ کام ہے جس کے لئے خدا انبیاء اور صلحاء کو کھڑا کرتا رہا۔ دنیا میں اور بھی بے شمار کام ہیں لیکن خدا اور کسی کام کے لئے انبیاء کو نہیں بھیجتا۔ سو ہمارے لئے یہ فخر کا مقام ہے کہ اس زمانے میں جب مسلمانوں نے تبلیغ دین کے کام کو پس پشت ڈال دیا ہوا ہے اللہ تعالے نے ہماری جماعت کو دین کے پھیلانے کے لئے چن لیا ہے۔ جہاں ہمارے لئے یہ فخر کا مقام ہے کہ جس کام کے لئے اللہ تعالے نے اتنے بلند لوگوں کو چنا تھا اس کے لئے اس زمانے میں ہم ناکارہ اور نالائق لوگوں کو موقعہ دیا ہے سو خدا تعالے سے توفیق مانگو کہ تم اس کسوٹی پر پورے اترو۔

میں پھر اپنے نوجوان دوستوں سے کہوں گا اور بار بار کہوں گا کہ اپنے قوم کی روایات کو زندہ رکھو۔ اسلامی عادات و اخلاق کی پابندی کرو۔ قرآن کو پڑھو۔ سنو، اس پر غور کرو اور عمل کرو۔ اسلامی احکام کے احترام کو اپنا شعار بناؤ۔ ایک دن آئے گا کہ تم اپنے ایک ایک بزرگ کے جسم کو اپنے ہاتھوں سے مٹی میں دفن کرو گے۔ تمہارے پیچھے آنے والے تمہارے جسموں سے بھی یہی کریں گے۔

اے میرے نوجوان دوستو! میں تمہیں بڑی تاکید کے ساتھ یہ کہتا ہوں اور نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنے بزرگوں کے ساتھ کہیں اپنی روایات کو دفن نہ کر دینا۔ ان کو زندہ رکھنا اور ترقی دینا۔ تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ یہ قوم مرتی چلی جاتی ہے۔"

(پیغام صلح ۳۰ نومبر ۱۹۳۸ء)

چند باتیں

یہ چند باتیں یاد رکھیں اور روزانہ ان کو اپنے سامنے لائیں۔

۱۔ اگر آپ اب تک اپنی ماہوار آمدنی سے سولہواں حصہ دینی جہاد کے لئے نہیں دے رہے تو آپ اپنی جماعت سے اور حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ سے بیوفائی کر رہے ہیں۔

۲۔ آپ کی اولاد میں سے جو کچھ کماتے ہیں ان کو اسی طرح جہاد میں شامل کرنا آپ کا فرض ہے۔

۳۔ چھوٹے بچوں کی تربیت اس رنگ میں کریں کہ وہ سات سال کی عمر سے نماز کے بھی عادی ہوں اور کچھ اپنے ہاتھ سے اس دینی جہاد میں بھی خرچ کرنے کے عادی ہوں۔

۴۔ جماعت کے لئے نمونہ بنیں اور دسواں حصہ آمد کا ماہوار دے کر سابقون میں داخل ہوں۔

۵۔ اپنے حلقۂ اثر میں دوسروں سے بیرونی مشنوں کے لئے امداد کی اپیل کریں۔

۶۔ اپنے اخباروں اور رسالوں کو دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کریں۔

(حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت اقدس کے وصال کے بعد تقریر

دشوار گذار گھاٹیوں اور خاردار بیابانوں سے مردانہ وار گذرو

کتنا بڑا اور عظیم مقصد ہے جو آپ لوگوں کے سامنے ہے۔ گو ایک عظیم الشان پہاڑ آپ کے راستے میں ہے جسے اٹھا کر آپ نے راستہ صاف کرنا ہے۔ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹانا آسان ہے مگر یہ کام اس سے بھی اہم تر ہے۔ جو ہمارے امام نے ہمارے سپرد کیا ہے۔ اسلام کو دنیا میں پھیلانا۔ یہ کوئی چھوٹا سا کام ہے؟ یہ کوئی آسان بات ہے؟ مگر تسلی دینے والی جو بات ہے وہ یہی ہے کہ خدا کا وعدہ ہے کہ میں اس جماعت کے ذریعے اسلام کو غلبہ دوں گا۔ پس گھبرانے اور بزدلی دکھانے کی کوئی بات نہیں۔ حضرتِ اقدس نے خود اپنی تحریر میں لکھا ہے کہ خدا جانے میں نے کن دشوار گذار گھاٹیوں، خاردار بیابانوں اور سنسان جنگلات سے گزرنا ہے۔ پس جس کے پاؤں نازک ہیں اس کو چاہیئے کہ مجھ سے الگ ہو جائے۔ دوستو! اب وہ وقت آگیا ہے کہ وہ مشکلات کی کٹھن گھاٹیاں اور خاردار جنگل اور ڈراؤنے بیابان ابھی ہمارے آگے ہیں جن کو طے کر کے ہمیں اپنے پاک امام اور ہادی برحق کی بتائی ہوئی منزلِ مقصود پر پہنچنا ہے.....

حضرت صاحب کا وجود اس زمانے میں ہمارے لئے خدا کی طرف سے ایک ابرِ رحمت اور سایہ کرم تھا آپ نے ہمیں بدیوں سے ہٹا کر نیکی پر قائم کیا۔ ہماری دہریت اور خشک ایمان کو تازہ اور زندہ ایمان سے بدل دیا۔ اور ہمارے دلوں میں خدا اور اس کے رسولؐ کی عزت و عظمت فولاد کی طرح بھر دی۔ ہماری عملی حالتیں ناگفتہ بہ تھیں مگر اس نے کچھ ایسا شربت پلایا کہ نماز اور ذکرِ الٰہی میں لذت و سرور آنے لگا اور قرآنِ مجید کی محبت ہمارے دلوں میں موجزن ہوئی اور ہر ایک نفس نے اپنے مقدور اور استعداد کے مطابق نیکی میں ترقی کی۔..... باوجود سخت آندھیوں کے وہ خدا کا مامور لاکھوں انسانوں کو اپنی بات منوا گیا اور آپ لوگوں میں اپنی روح پیدا کر گیا۔ اگر اس کو لے کر ہم یہ کام کریں تو روحانی فتوحات کے دروازے ہم پر کھولے جائیں گے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ نے کیسی کیسی فتوحات حاصل کیں کیونکہ ان کی روح صحابہؓ میں کام کرنے لگی تھی۔

اسی طرح حضرت اقدس کی وفات کے بعد یہ سلسلہ بند نہیں ہو گیا اور ہم لوگوں کا فرض ہے کہ اسی مقصدِ عالی کو سامنے رکھ کر کام کریں اور اسلام کو سب ادیان پر غلبہ دینے کی کوشش کریں۔"

("الحکم" ۱۰ جون ۱۹۰۸ء)

توجہ فرمائیے

احباب کو علم ہے کہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم نے پارہ سیقول کی تفسیر فرمائی تھی۔ دارالکتب اسلامیہ سے شائع ہونے والی اس پارہ کی وہ تفسیر دستیاب نہیں ہو سکی اور اس کے دوبارہ طبع کرانے میں کافی وقت درکار ہوگا جبکہ ایک دوست کو اس تفسیر کی اشد ضرورت ہے اگر کسی صاحب کے پاس یہ تفسیر فالتو موجود ہو تو براہ کرم مطلع فرمائیں۔ یا زیر دستخطی کو بذریعہ رجسٹرڈ بک پوسٹ ارسال فرما دیں کتاب موصول ہوتے ہی انہیں اس کی قیمت ارسال کر دی جائے گی۔

بشارت احمد بقاء۔ منیجر دارالکتب اسلامیہ ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶

محترم شیخ نثار احمد صاحب سیالکوٹ

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں انسانوں کی راہنمائی کے لئے اپنے فرستادہ بھیجے۔ یہ سلسلہ رُشد و ہدایت آدم کے ساتھ ہی شروع ہوا۔ و ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ کوئی امت نہیں جس میں ڈرانے والا نہ آیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا معاملہ تو سب کے ساتھ یکساں رہا لیکن انہوں نے آپس میں اختلاف کیا اور بعض نے اپنے آپ کو اتنا برگزیدہ سمجھا کہ اُن کے سوائے کوئی بہشت میں نہیں جائے گا۔ بنی اسرائیل بزعم خود یہی سمجھے اور ٹھوکر کھائی۔ اور عمل کے لحاظ سے الّا ماشاء اللہ سب پیچھے رہ گئے۔ اور اپنے کرتوتوں کی وجہ سے مورد لعنت اور ان کی پیروی کرنیوالوں کو بدترین گروہ قرار دیا گیا اور بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں میں وہ لوگ بھی ہوں گے کہ ان جیسے گناہوں میں مبتلا ہوں گے اور یہ وہ لوگ تھے جو اپنے گناہوں اور جرائم پر فخر کرتے تھے اور عبرت انگیز واقعات کے باوجود سرکشی سے باز نہ آتے تھے۔ یہ کتنی بڑی بدقسمتی ہے۔ آج بھی اس قوم کی بداعمالیاں اور سازشیں اظہر من الشمس ہیں۔ اور دنیا گواہ ہے کہ کیا کیا منصوبے یہ قوم (یہودی) بناتی ہے اور کس قدر یہ حق کی دشمن ہے۔

انبیاء لوگوں کو حق پر قائم کرنے کے لئے آئے اور حق کی پیروی کرنیوالوں کو خوشخبری دینے والے۔ باایں ان برگزیدہ لوگوں کے آنے کے بعد بھی اختلاف کیا گیا۔ اس اختلاف کے فیصلہ کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مبعوث کیا گیا اور ایک عظیم الشان کام دنیا کو حق پر قائم کرنا اُن کے سپرد کیا گیا۔ اور حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلعم رات کو اٹھتے تو دعا فرماتے۔ اے اللہ جبرائیل اور میکائیل اور اسرافیل کے رب آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنیوالے یعنی دیکھنے اور ظاہر کے جاننے والے تو ہی اپنے بندوں میں ان باتوں کا فیصلہ کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے تھے تو اس بارہ میں مجھے ہدایت فرما جو حق کے متعلق اختلاف کیا گیا ہے بے شک جسے تو چاہتا ہے سیدھی راہ کی ہدایت کرتا ہے۔

اس سے پتہ لگتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت کی غرض کیا تھی اور امت مسلمہ کا مقام کیا تھا؟

کیا مسلمان قوم کے لئے یہ فخر کا باعث نہیں وہ اس رسول کی امت ہیں جو نبیوں کا سردار ہے۔ افضل الانبیاء اور خاتم النبیین ہے وہ ایسی کتاب لایا جو ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ لا ریب ہے اور تبیان لکل شئ ہے۔ کوئی بات اس سے باہر نہیں لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ کوئی گذشتہ یا آئندہ ظاہر ہونے والی صداقت ایسی نہیں جو اس میں نہیں۔ اس عظیم الشان نبی کی یہ اُمت ہے اور اس کا مقام بھی متعین کیا گیا اخرجت للناس اور جس نمونہ پر انہوں نے چلنا تھا اس کی نشاندہی بھی فرمادی گئی۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اور جس تعلیم پر عمل پیرا ہو کر نمونہ بنا تھا اس کے متعلق بھی فرمادیا۔ و بالحق انزلنا ہ و بالحق نزل ہم نے اسے ضرورت حقہ کے ساتھ اتارا ہے۔ اگر دنیا کو کبھی ایک ہی نبی کی ضرورت تھی تو یہ اس وقت تھی جب حضرت نبی کریم صلعم کا ظہور دنیا میں ہوا جب خدا کے قوانین ساری روئے زمین پر توڑے جا چکے تھے اور جب کہ ہر قوم حد اعتدال سے تجاوز کر چکی تھی۔ ...... اگر کسی ایک قوم کی خلاف ورزیوں پر اس قوم کے اندر نبی کا ظہور ہوتا رہا تو اب دنیا کی کل قومیں جہالت۔ کفر۔ بد دیانتی۔ بداخلاقی اور اعمال قبیحہ میں گرفتار ہو چکی تھیں اور اخلاقی پہلو نہایت درجہ کمزور ہو چکا تھا۔ اور ظہر الفساد فی البر والبحر کا دور دورہ تھا۔ سو حالات کا تقاضا تھا کہ ایک ہی انسان کامل دنیا میں ظاہر ہو کر سب ملکوں اور قوموں کی اصلاح کا بار اپنے اُوپر لے اور خدا کے مذہب کو کمال کے رنگ میں پیش کرے جس طرح متفرق قومی قوانین کا یہ تقاضا ہے کہ بین الاقوامی قانون بھی ہو۔ اسی طرح مختلف قومی مذاہب کے اندر ایک بین الاقوامی مذہب بھی ضروری تھا جو اُن کے اختلافات دور کر کے مذہب اصول حقہ قائم کرے پس یہ عالمگیر مذہب اسلام ہے۔ جو حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ دنیا کو دیا گیا اور آنحضرت صلعم بجا طور پر آخری نبی ہوئے۔

نبوت کا دروازہ کیوں بند ہوا اس لئے کہ دین مکمل ہو گیا۔ الیوم اکملت لکم دینکم اور اس پیغام میں کوئی پہلو انسانی زندگی کا تمدنی۔ معاشرتی۔ مذہبی۔ رشتہ داری۔ برادری۔ ہمسائگت۔ اخوت ملکی۔ قومی۔ بین الاقوامی تعلقات کا تشنہ نہ رہا اور اس پیغام کے لانے والے نے سب سے پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھایا۔ انا اوّل المسلمین۔ آج کی ترقی یافتہ اور بزعم خود مہذب قوموں کی طرح یہ غیر معقول نظریہ نہیں کہ "THE KING CAN DO NO WRONG" بادشاہ یا سربراہ سے کوئی غلطی سرزد ہو ہی نہیں سکتی اور وہ قابل گرفت اور تعزیر نہیں۔ یہ کامل انسان سب سے پہلے فرمانبرداران احکام الٰہی کا خود ہے۔ یہ ہے دین اور یہ ہے دین پر چلنا۔ اور دشمن بھی معترف ہے کہ سب سے کامیاب ترین انسان محمدؐ ہیں۔ ENCYCLOPEDIA OF BRITANICA میں بھی یہی لکھا ہے۔

بعض قومیں اپنے لئے قابل فخر بات یہ سمجھتی ہیں کہ ان کا پیشوا صرف روحانیت کے لئے آیا۔ روحانیت کا یہ غلط مفہوم ہے۔ جو مذہب رہبانیت اور دُنیا سے کنارہ کشی سکھاتا ہے۔ وہ ناکمل ہے اور نہ ہی اس کو اختیار کر کے کوئی اچھا انسان بن سکتا ہے۔ وہ جو دنیوی فرائض اور ذمہ داریوں سے علیحدہ اور دور رہتا ہے وہ ایک ادھورا آدمی ہے۔ مسلمان کی دنیا دین ہے۔ اور اس کی سیاست بھی دین کے ماتحت ہے۔ کیا ہماری جسمانی حالتیں ہماری اخلاقی اور روحانی حالتوں سے گہرا تعلق نہیں رکھتیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ہمارا کھانا پینا بھی ہماری اخلاقی اور روحانی حالتوں پر بہت اثر ڈالتا ہے۔ اور اس صداقت کو بھی ہمارے نبی کریم صلعم نے ہی روشن کیا ہے اور آپؐ نے فرمایا ہے جو رزق حلال نہیں کھاتا اس کی دُعا بھی قبول نہیں ہوتی۔ اور آپؐ نے فرمایا۔ تاجر صادق اور امین آخرت میں انبیاء کے ساتھ ہو گا۔ ایک دولت مند انسان جو روحانیت میں بھی اعلےٰ مقام پر ہو وہ انسانی خوشیوں کے بڑھانے میں بہت معاون ہو سکتا ہے۔ دل کی مسکینی اور اوضاع میں فروتنی جو روحانیت کے اہم اجزا میں سے ہے جب اس کا ظہور ایسے لوگوں میں ہو جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے گوناگوں نعمتوں سے نوازا ہے تو یہ ایک بہت بڑی فضیلت ہے اور ان کی زندگیوں میں نہایت عمدہ اخلاقی سبق ہوتا ہے۔ اور اس پہلو سے بھی حضور صلعم کی زندگی میں قابل قدر نمونہ ملتا ہے۔ اور یہ سچی روحانیت کی روشن مثال ہے۔ اگر کوئی موقع بھی نہ ہو تو حقیقی صلاحیت کیسے معلوم ہو کسی کو شان و شوکت۔ غلبہ و اقتدار حاصل ہو جائے تو پھر دیکھیں کیفیت کیا ہوتی ہے۔ اس کی نظر میں کوئی سماتا ہی نہیں لیکن اس عظیم الشان زندگی پر غور فرمائیں۔ یک و یتیم ہیں۔ پھر چاروں طرف سے تکلیفوں کا نشانہ ہیں حتیٰ کہ وطن بھی چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ اور آخر جب یہ دور گذرا اور آپؐ نہ صرف روحانی بادشاہ ہی بنے بلکہ جسمانی حاکم بھی ہوئے۔ لیکن کیا غربت کی حالت سے نکل کر طاقتور ہو جانے کی صورت میں آپؐ کی طرز زندگی میں کوئی فرق نہ آیا۔ کیا محمد بیت گوار

تضمین اشعار حضرت مجدد صد چہاردہم

پروفیسر نور الدین زاہد ۔ سرینگر کشمیر

لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

بادشاہ و بوریا بودش سریر — داورِ دوراں ولے مردِ فقیر
عاجزاں را یاور و یار و ظہیر — ناتواناں را برحمت دستگیر،
خستہ جاناں را برحمت غم خورے

شد سحابِ رحمتش ہر جا مطیر — گشتہ ہر کوہ و بیاباں زو خضیر
قاب قوسین و دنیٰ اورا مسیر — آیتِ رحمٰن برائے ہر بصیر
حجتِ حق بہرِ ہر دیدہ ورے

پاک روئے و پاک خوئے و خوشخصال — مہرِ تاباں است بر چہرِ رخ جمال
در ہمہ اوصافِ نیکو بے مثال — ختم شد بر ذاتِ پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

چشمۂ فیضش رواں و لایزال — آفتابش ایمن از خوفِ زوال
ذاتِ او مراتِ ذاتِ ذوالجلال — از بنی آدم فزوں تر در جمال
وز لآلی پاک تر در گوہرے

علم و عرفاں شد ز رویش مستنیر — خاکِ کویش سرمۂ چشمِ ضمیر،
دستگیرِ دانش و عقلِ منیر — اُمّی و در علم و حکمت بے نظیر
زیں چہ باشد حجتِ روشن ترے

بے کس و بے مایہ را کہف و کفیل — چارۂ ہر علتِ دل ہر علیل
نورِ چشمِ انبیاء جانِ خلیل — پہلوانِ حضرتِ ربِّ جلیل
بر میاں بستہ ز شوکت خنجرے،

باغِ رضواں از جمالش کنشۂ — دستِ بیضاء از کمالش لقطۂ
مشعلِ سینا ز نورش لمعۂ — بر لبش جاری ز حکمت چشمۂ
در دلش پُر از معارف کوثرے

---

(۲)

تاجم بسر ز گردِ نعالِ محمد است — راحم بدل ز شوق وصالِ محمد است
حق گفتہ خود ثناءِ خصالِ محمد است — جان و دلم فدائے جمالِ محمد است
خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمد است

شکرِ خدا کہ حاصلم نعماءِ سرمدی است — روشن مرا بصر شدہ از کحل ارشدی است
ایں نورِ من یک لمعۂ از نورِ احمدی است — ایں آتشم ز آتشِ مہرِ محمدی است
ویں آبِ من ز آبِ زلالِ محمد است

ایں گنجِ شائگاں کہ سرِ راہِ مے نہم — یک ذرۂ زمینِ آں شاہِ خوش شیم
ایں کوثرم ز چشمۂ از فیض ساقیم — ایں چشمہ رواں کہ بخلقِ خدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمد است

خواہی اگر حیاتِ دل و راہ دین و ہوش — زاہد تو نیز در رہِ مردانِ خدا کوش
درسفت چوں بگفت مسیحائے زمان دوش — دیدم بعینِ قلب و شنیدم بگوشِ ہوش
در ہر مکاں ندائے جلالِ محمد است

کافرم شاہا اگر من ترکِ ایں داماں کنم

کے بود یارب کہ دیدارِ شہِ خوباں کنم — روشن از انوارِ آں خورشید چشمِ جاں کنم
تشنہ لب، تفتہ جگر، افتادہ دور از کوئے او — کے بود یارب کہ جا بر چشمۂ حیواں کنم
عقد پیوندِ محبت با سگانِ کوئے او — کے بود طالع کہ من از رشتہائے جاں کنم
گر دہد بارے مرا بارے بدربارِ نبیؐ — ایں متاعِ جان ہم من نذرِ آں درباں کنم
گردِ آں شمعِ ہدایت میزنم پروانہ وار — بارِ دیگر زندہ رسمِ بوذرؓ و سلمانؓ کنم
ساغرِ دل راکنم پُر از مئے مازاغ او — از فروغِ عارضش داغِ جگر تاباں کنم
از غمِ عشقش نہاں در سینہ دارم خارہا — کے بود از زلفِ او ہر خار رشکِ ریحاں کنم
کے بود یارب نہم سر زیرِ پائے مصطفیٰؐ — عرضِ احوالِ دروں با دیدۂ گریاں کنم
پادشاہا۔ سیدا۔ جاں پرورا اے سرورا — تا بکے من زندگی در آتشِ ہجراں کنم
گر دہندم صد ہزاراں جان اے جانِ جہاں — بد نصیبم گر نہ زیر پائے تو قرباں کنم
آرزو دارم بروبم از مژہ خاکِ درت — تا ازیں خاکِ شفا ہر درد را درماں کنم
چشمِ جاں را سرمۂ از گردِ پا پوشت کنم — پائے پوشت یا بئ ایں دیدۂ گریاں کنم
یا رسول اللہ گہربار است چشمِ دل مرا — تا نثارِ پائے تو یک سبحۂ مرجاں کنم
نقشِ عشقت یا رسول اللہ ثبت است دلم — پس چرا اندیشۂ فتوائے بدکیشاں کنم
چوں محمد ہست نگیں در خاتمِ ایمان مرا — یا رسول اللہ چہ خوفِ دیو نافرماں کنم
روشن از نقشِ کفِ پاکن جبین دل مرا — تا ازیں تعویذِ حرزِ جان و ہم ایماں کنم
دامنت حبلِ متین است زاہدِ کشمیر را — کافرم شاہا اگر من ترکِ ایں داماں کنم

باہتمام ریاض حسین الحبدہ پرنٹرز آردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح، احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور، مؤرخہ ۲۱-اپریل ۱۹۸۲ء — جلد ۶۹، شمارہ ۱۶

دفتر مقامی جماعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ پیغام صلح

رجسٹرڈ ایل ۸۳۰ — تار کا پتہ - تبلیغ — فون - ۵۲۷۳۷

مدیر اعزازی: خلیل الرحمٰن

نائب مدیر: عبدالرؤف

سالانہ چندہ

جلد:- ۶۹ * یوم چہار شنبہ ۴ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ - بمطابق ۲۸ - اپریل ۱۹۸۲ء * شمارہ: ۱۷

ارشادات حضرت مجدّد صد چہار دہم

یہ عاشق کونسی بستی کے یار ب رہنے والے ہیں؟

"یہ بھی یاد رہے کہ اسی عقل کو ماننے والے جیسے علم اور معرفت اور یقین میں ناقص ہیں ویسا ہی عمل اور وفاداری اور صدق قدم میں بھی ناقص اور قاصر ہیں اور ان کی جماعت نے کوئی ایسا نمونہ قائم نہیں کیا جس سے یہ ثبوت مل سکے کہ وہ بھی ان کروڑ ہا متقدس لوگوں کی طرح خدا کے وفادار اور مقبول بندے ہیں کہ جن کی برکتیں اسی دنیا میں ظاہر ہوئیں کہ ان کے وعظ و نصیحت اور دعا اور توجہ اور تاثیر صحبت سے صدہا لوگ پاک روش اور باخدا ہو کر ایسے اپنے مولا کی طرف جھک گئے کہ دنیا و ما فیہا کی کچھ پرواہ نہ رکھ کر اور اس جہان کی لذتوں اور راحتوں اور خوشیوں اور شہرتوں اور فخروں اور مالوں اور ملکوں سے بالکل قطع نظر کر کے اس سچائی کے راستہ پر قدم مارا جس پر قدم مارنے سے ان میں سے سینکڑوں کی جانیں تلف ہوئیں ہزار ہا سر کاٹے گئے۔ لاکھوں مقدسوں کے خون سے زمین تر ہو گئی پر باوجود ان سب آفتوں کے انہوں نے ایسا صدق دکھایا کہ عاشق دلدادہ کی طرح پابہ زنجیر ہو کر ہنستے رہے اور دکھ اٹھا کر خوش ہوتے رہے اور بلاؤں میں پڑ کر شکر کرتے رہے۔ اور اسی ایک کی محبت میں وطن سے بے وطن ہو گئے اور عزت سے ذلت اختیار کی۔ اور آرام سے مصیبت کو سر پر لے لیا۔ اور تونگری سے مفلسی قبول کر لی۔ اور ہر ایک پیوند اور رابطہ اور خویشی سے غریبی اور تنہائی اور بے کسی پر قناعت کی اور اپنے خون کے بہانے سے اور اپنے سروں کے کٹانے سے اور اپنی جانوں کے دینے سے خدا کی ہستی پر مہریں لگا دیں اور کلام الٰہی کی سچی متابعت کی برکت سے وہ انوار خاصہ ان میں پیدا ہو گئے کہ جو ان کے غیر میں کبھی نہیں پائے گئے۔"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۲-۱-۳)

حکمت قرآن، حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

ذکرِ الٰہی ترک کرنے سے سکون حیات چھن جاتا ہے۔

"اور جو کوئی میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اس کے لئے تنگی کی زندگی ہوگی اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے"

تنگی کی زندگی سے کیا مراد ہے؟

بعض مفسرین نے اسے عذاب قبر قرار دیا ہے بعض نے عذاب جہنم مگر ظاہر ہے کہ یہ اس دنیا کی زندگی سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ اس کے بعد آتا ہے نحشرہ یوم القیامۃ اعمیٰ۔ پس لازماً وہ کوئی اور بات ہے اب یہاں اللہ سے اعراض کا ذکر ہے اور دوسری جگہ فرماتا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (الرعد: ۲۸) یعنی اطمینان قلب انسان کو اس دنیا کی زندگی میں صرف ذکر اللہ سے ملتا ہے اور جو ذکر اللہ سے اعراض کریگا ظاہر ہے کہ وہ اطمینان قلب کو کبھی حاصل نہیں کر سکتا اور فی الحقیقت زندگی میں وسعت اور تنگی کثرت و قلت سامان پر منحصر نہیں۔ بلکہ حالت قلب پر اس کا انحصار ہے۔ جسے اطمینانِ قلب میسر آجاتا ہے تو اسے تھوڑا سامان بھی بہت ہے اور جسے اطمینان قلب نہیں ملتا اس کے لئے ساری دنیا بھی ہو تو بھی اور زیادہ جلن کا موجب ہی ہوتی ہے کیونکہ وہ باوجود فراخی کے تنگی ہے.....

حشر میں اندھا ہونے سے مُراد:۔

اور ان کی زندگی کے حقیقی پہلو سے آنکھیں بند رکھنا ہی اس بات کا موجب ہے کہ وہ قیامت کے دن اندھے اٹھیں گے کیونکہ وہ یہاں اندھے رہے من کان فی ھٰذہٖ اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ۔ (بنی اسرائیل: ۷۲) اس سے بھی معلوم ہوا کہ انسان کو جنّت یا سکون یا اطمینان قلب اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے سے ملتا ہے اور وہ جنّت جو انسان اس دنیا میں حاصل کر سکتا ہے اور جس میں پہلے آدم کو رکھا گیا تھا یہی اطمینانِ قلب کی جنّت تھی۔" (بیان القرآن ۔ نوٹ ۲۱۱۶)

لندن مشن

رپورٹ بابت ماہ مارچ ۱۹۸۲ء ——— از جناب محمد انور صاحب ایم اے نائب امام

محترم جنرل سیکرٹری صاحب کی خدمت میں لکھتے ہیں کہ:-

اُمید ہے اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے حضرت امیرایدہ اللہ تعالےٰ، آپ بزرگانِ قوم اور احباب کرام بخیریت ہوں گے۔ پرسوں میں نے ماہ مارچ کی جو رپورٹ مکمل کر کے دوسرے دن حوالۂ ڈاک کرنے کے لئے رکھی تھی شکر ہے پوسٹ نہ کر سکا حالات نے یکدم ایسا پلٹا کھایا کہ تلاشِ مکان کی جو کوششیں گذشتہ چند ماہ سے جاری تھیں اور جو مارچ میں ایسا نظر آرہا تھا کہ کامیابی پر منتج ہونے والی ہیں اچانک مایوسی میں بدل گئیں۔ مکان موزونیت کے لحاظ سے بہت ہی مناسب تھا اگرچہ اس کی قیمت ۵۰۰۰۰/- پونڈ تھی مگر بات ۵۹۰۰۰/- پونڈ پر ہوگئی تھی۔ مالک مکان نے اس فیصلہ کے بعد بعض اخراجات کے پیشِ نظر ہمیں پوری تسلی دے کر فروخت کا کھلا اشتہار دیدیا اور کل جمیلہ خان کو اطلاع دی کہ اُسے ۴۰۰۰۰/- پونڈ کی پیشکش آگئی ہے ہوسکتا ہے بیوپاری چال ہو مگر ہمارے لئے پھر از سرِ نو والی بات ہوگئی ہے۔ مسز جمیلہ اور فیض خان نے وکیل اور SURVEYOR سے بھی بات کر لی تھی۔ اسی طرح باقی دوستوں نے بھی اس معاملہ کو پورے جوش اور تندہی سے آگے بڑھایا تھا۔ اب اُن سب کوششوں اور دوڑ دھوپ کا ذکر بیکار ہے۔ اللہ تعالےٰ کی نظر میں ضرور کوئی مصلحت ہوگی۔ لہٰذا اُس ذات کے آگے سرِ تسلیم خم ہے۔

جماعتی حالات خدا کے فضل سے کافی اچھے ہیں۔ جماعت کے اکثر کام اور بہبود کے لئے ہر فرد اپنی اپنی بساط کے مطابق کوشاں ہے۔ مرکز کے لئے مکان کی تگ و دو میں خواتین بھی بھرپور حصہ لے رہی ہیں کلاس حسبِ معمول ہر اتوار جاری ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل سے کافی اطمینان بخش ہے۔ اس سلسلے میں محترم عزیز علی صاحب جن کے گھر یہ کلاس ہوتی ہے، وہ۔ اُن کی بیوی اور بیٹیاں مزید طالبعلم بھی تلاش کرتی رہتی ہیں۔ مسز زمان شاہ صاحب کا اس تحریک سے لگن کا یہ عالم ہے کہ وہ باوجود چلنے میں دقت کے، چھٹی کے دن اور کام سے واپس آکر بھی مختلف جگہوں میں تلاشِ مکان میں پھرتے رہتے تھے۔ اور ہر اتوار اپنے دو چھوٹے بچوں کو لے کر بذریعہ بس محترم عزیز علی صاحب کے گھر آتے ہیں۔

اسی طرح ڈاکٹر فاروق عبداللہ صاحب بھی اپنی صاحبزادی کو لے کر آجاتے ہیں اور کچھ طالب علم غیر از جماعت کے بھی ہیں۔ محترم مجید علی صاحب بلاناغہ ہر جمعہ کو اسلامک سنٹر لٹریچر تقسیم کرنے جاتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ بعض پاکستانی لوگوں کی طرف سے انہیں تنگ بھی کیا جاتا ہے۔ اسلامک گارڈین کی اشاعت اور ترتیب کا عظیم کام محترم شاہد صاحب اور زاہد صاحب انجام دے رہے ہیں نیز بحیثیت سیکرٹری بھی شاہد صاحب کا کام کافی زیادہ ہوجاتا ہے۔

محترم بیگم جمیلہ خان اس جماعت کے لئے کیا کچھ اور کس قدر دوڑ دھوپ کر رہی ہیں وہ بیان کرنا مشکل ہے۔ واقعی یہ خاتون قائدانہ صلاحیتوں کی مالک اور نہایت متوازن ذہن رکھتی ہیں۔

۲۲ مارچ شام ورلڈ کانگرس آف فیتھ کے زیر اہتمام لندن میں ایک تقریب تھی۔ یہ تنظیم ہر ماہ ایک ایک مقرر کا، مذہب کے نئے پروگرام رکھتی ہے۔ اور اس کا بند و بست کافی پہلے ہوتا ہے۔ اس بار محترم شاہد صاحب کی تحریر "آج کے انسان کے نام اسلام کا پیغام" کے زیر عنوان تھی۔ تقریباً بیس کے لگ بھگ مجمع تھا تقریر بہت اچھی تھی اور پسند کی گئی۔ انہوں نے آج کی روز افزوں حرص اور خود سری کو بنیاد بنا کر اسلامی تعلیمات میں مذکور انسانی بیماریوں کے علاج کا جائزہ لیا۔ سوال و جواب بھی مجموعی طور پر اچھے رہے۔ اندرون اور بیرون ملک لٹریچر کی تقسیم، احباب جماعت سے ٹیلیفون پر رابطہ کے علاوہ ذاتی ملاقاتیں اور غیر از جماعت دوستوں سے بھی گاہے گاہے سلسلہ سے متعلق گفتگو ہوتی رہتی ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ مارچ کا تقریباً پورا ماہ میری صحت اچھی نہیں رہی۔ اس لئے بہت سا ترجمہ کا کام نہ ہو سکا۔ انشاء اللہ اب اس کی طرف بھی توجہ دوں گا۔ بزرگان کرام اور احباب جماعت کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہوئے دعاؤں کی درخواست ہے:

اگر خواہی رہِ مولا زلافِ علم خالی شو

بدہ از چشمِ خود آبے درختانِ محبت را ۔۔۔ مگر روزے دہندت میوہ ہائے پُر حلاوت را

محبت کے درختوں کو اپنی آنکھوں کے پانی سے سیراب کر، تاکہ ایک دن وہ تجھے شیریں میوے دیں

مہِ اسلام در باطن حقیقت ہا ہمے دارد ۔۔۔ کجا باشد خبر زاں مہ گرفتارانِ صورت را

اسلام کا چاند اپنے اندر بہت سی حقیقتیں رکھتا ہے ظاہر بینوں کو اس چاند کی خوبیوں کی کیا خبر ہو سکتی ہے

من از یار آمدم تا خلق را ایں ماہ بنمایم ۔۔۔ گر امروزم نمے بینی بہ بینی روزِ حسرت را

میں اس یار کی طرف سے آیا ہوں کہ مخلوقات کو یہ چاند دکھاؤں اگر آج تو نہیں دیکھے گا تو ایک دن حسرت کا دن دیکھے گا

چوں چشمِ حق شناس و نورِ عرفانت نہ بخشیدند ۔۔۔ نہادی نامِ کافر لاجرم عشاقِ ملت را

چونکہ تجھے معرفت کی آنکھ اور نورِ عرفان نہیں دیا گیا، اس لئے تو نے عاشقانِ اسلام کا نام کافر رکھ دیا

بہ نخوت ہا نمے آید بدست آں دامنِ پاکش ۔۔۔ کسے عزت ازو یابد کہ سوزد رختِ عزت را

اس کا مقدس دامن تکبر کے ساتھ ہاتھ نہیں آتا۔ اس کے ہاں عزت اسی کو ملتی ہے جو لباسِ عزت جلا دیتا ہے

اگر خواہی رہِ مولا زلافِ علم خالی شو ۔۔۔ کہ رہ ندہند در کویش اسیرِ کبر و نخوت را

اگر مولا کی راہ چاہتا ہے تو علم کی شیخی ترک کر کہ اس کے کوچہ میں اسیرِ کبر و نخوت کو گھسنے نہیں دیتے

بحمد للہ کہ خود قطعِ تعلق کرد ایں قومے

الحمدللہ کہ اس قوم نے خود ہی مجھ سے قطع تعلق کر لیا

خدا از رحمت و احساں میسّر کرد خلوت را

اور خدا تعالےٰ نے مہربانی اور کرم سے خلوت میسّر کر دی

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۵)

خدا تعالے کے محاسبہ کا خوف انسان کو بدیوں سے باز رکھتا ہے۔ اور

اپنے نفس کا تزکیہ ہی خدا تعالے کے قرب کا ذریعہ ہے

خطبہ جمعۃ المبارک، فرمودہ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے بنصرہ العزیز مؤرخہ ۲۶-۳-۸۲، بمقام جامع احمدیہ، سیالکوٹ

للہ مافی السمٰوٰت ومافی الارض ط وان تبدوا مافی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ فیغفر لمن یشآء ویعذب من یشآء واللہ علیٰ کل شئ قدیر ۔۔۔۔۔۔ فانصرنا علی القوم الکافرین۔

(سورۃ البقرہ کا آخری رکوع۔)

یہ سورۃ البقرۃ کے آخری رکوع کی آیات ہیں ان کے بارے میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے دو ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی اور نبی کو نہیں دی گئیں۔ ایک سورۃ الفاتحہ ہے اور دوسری البقرۃ کی آخری آیات ہیں اور پھر حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تو سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیات رات کو پڑھ لے یعنی نماز تہجد میں تو یہ تیرے لئے کافی ہے۔

ان آیات میں جو میں نے ابھی تلاوت کی ہیں بہت سی برکات ہیں جن کی طرف احادیث میں اشارہ کیا گیا ہے وہ تو ظاہر ہے کہ ایک خطبہ میں ان سب کا بیان کرنا کسی کے لئے بھی ممکن نہیں۔ اس کی پہلی آیت کے بارہ میں میں اسوقت کچھ عرض کروں گا۔ اگر ہم غور کریں تو ان کا سمجھ لینا ہماری زندگیوں پر گہرا اثر ڈال سکتا ہے اس سے ہماری زندگیاں سنور سکتی ہیں۔ ان پرحکمت باتوں سے غفلت برتنا اللہ تعالیٰ کے اس خصوصی انعام سے اعراض کرنا ہے۔ اس اعراض سے زندگیوں میں بگاڑ پیدا ہو سکتا ہے۔

پہلی بات اس آیہ شریفہ میں یہ بیان فرمائی ہے۔ للہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض۔ اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ یہ ایک بھاری صداقت اور مسلّمہ حقیقت ہے۔ اس زمین اور آسمانوں میں جو کچھ بھی ہے یعنی کل کائنات کی ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے کیونکہ بنائی ہوئی اسی کی ہے۔ موجودہ زمانہ کے مغربی سائنسدانوں میں سے اکثر خدا کی ہستی کے منکر ہیں۔ پہلے یہی خیال تھا کہ یہ کائنات، یہ زمین و آسمان خود بخود ہی بن گئے ہیں ان کا خالق کوئی نہیں۔ اب ان کی تازہ ایجادات اور ان کی تحقیقات نے جب کافی ترقی کی تو علم فلکیات کے ماہرین اس نتیجہ پر پہنچے کہ کائنات کی وسعتیں صرف اسی قدر نہیں جو ہمیں نظر آتی ہیں۔ یہ تو محض اس کا قلیل حصہ ہے جن کی تعداد اور وسعتوں کو انسانی حساب میں نہیں لایا جا سکتا۔ البتہ ایک چیز جو اپنے علم اور تحقیقات کے نتیجہ میں انہوں نے معلوم کر لی وہ یہ کہ تمام کائنات میں ایک ہی قسم کا قانون نافذ ہے۔ اور واحد تصرف کے ماتحت ہے اور اس لئے ظاہر ہے کہ کوئی ایک ہی با اختیار ہستی اس کے پیچھے کارفرما ہے۔ وہ نام تو ابھی سے خالق یا بنانے والے کا نہیں لیتے لیکن حقیقت میں اُن کے دل خالق کائنات اور اس کی وحدانیت کا اقرار کر چکے ہیں۔ صرف اس قدر ایک قدم اس سے دُور ہیں کہ وہ ذات بابرکات اللہ ہے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

اس کائنات میں ہماری زمین کی حیثیت ریگستان میں ایک ذرّہ کی سی ہے۔ پھر اس زمین پر انسان کی حیثیت کا آپ خود اندازہ کر لیں۔ پھر بھی انسان کو اللہ تعالے نے بڑا شرف بخشا ہے۔ اسے اپنا خلیفہ یعنی نائب کہا ہے۔ کائنات میں اس کو ایک محدود تصرف بھی دیا ہے اور اس کے قوانین سے اسے آگاہی بخشی ہے۔ پھر اسے ایک حد تک آزادی دے کر اسے بہت کچھ اختیارات دیئے ہیں لیکن مالک وہی ہے اسے بتا بھی دیا ہے کہ متاعًا الیٰ حین یعنی اس سے فائدہ اٹھاؤ لیکن ایک محدود وقت تک لیکن انسان خود اس کا مالک نہیں خالی ہاتھ آتا اور خالی ہاتھ جاتا ہے۔ اگر اس کا اپنا کچھ ہوتا تو ساتھ لے جاتا۔ مالک جب کسی کو کوئی چیز دیتا ہے تو اس کا حساب بھی لیتا ہے۔ مالک کے آگے حساب دینا پڑتا ہے۔ اس لئے اس کا محاسبہ ضرور ہوگا۔ اس سے پوچھا جائے گا کہ تجھے جو اختیار دیا تھا اُسے کس طرح استعمال کیا ہے۔ تو نے اپنی تخلیق کی غرض کو کہاں تک پورا کیا ہے؟ انسان کو دنیا میں لا کر اسے ایک امتحان میں ڈالا گیا ہے۔ اور اس لئے آگے فرمایا۔ ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ یعنی تمہارے دلوں کے اندر جو کچھ بھی ہے اسے ظاہر کر دیا چھپاؤ اللہ تعالے تمہارا محاسبہ کرے گا۔ ظاہری اعمال پر تو کچھ نہ کچھ دنیا کے قوانین کی گرفت ہوتی ہے لیکن انسان کے دل میں جو بُرے خیال گذرتے ہیں اُن پر کوئی ایسی گرفت ممکن نہیں حالانکہ ہر جرم جو کیا جاتا ہے پہلے مجرم کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوتا ہے پھر منصوبہ بنتا ہے۔ پس فرمایا کہ انسانی نفس جو مخفی چیز ہے اور ہر وقت کچھ نہ کچھ سوچتا ہی رہتا ہے اس میں اچھے یا بُرے خیالات گذرتے رہتے رہتے ہیں تو طرح طرح کے وہ منصوبے بناتا رہتا ہے۔ فرمایا کہ تم چھپا کر رکھو یا ظاہر کرو اللہ تعالے کے نزدیک کوئی چیز بھی مخفی نہیں رہ سکتی۔ لا یخفیٰ علی اللہ شیئًا فی الارض ولا فی السمآء۔

صرف محاسبہ کا خوف وہ چیز ہے جو انسان کو بُرے خیالات اور بدی سے روکتا ہے یقینی طور پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔

نفس کے متعلق اللہ تعالے نے فرمایا ہے۔ نفس وما سوّٰھا ۔۔۔۔۔۔ یہ نفس انسانی اللہ تعالے نے بہت ٹھیک ٹھاک بنایا ہے اور اس کو بہت ہی کمال تک پہنچایا ہے۔ اس میں ہر قسم کی قوتیں اور استعدادیں رکھیں۔ اور بذریعہ الہام اس کی فطرت کے اندر بُرائی اور نیکی کا شعور پیدا کیا۔ کہ یہ بُرائی ہے اور یہ نیکی ہے۔ یہ فجور ہے اور یہ تقویٰ ہے۔ یعنی اس کی باریک راہیں اور بُرائی سے بچنے کی سمجھ اللہ تعالے نے ہر انسان کو بخشی ہے۔ اناھدینٰہ السبیل۔ پھر فرمایا قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا۔ نفس بھی بنایا اور اللہ تعالے نے اسے بالکل ٹھیک ٹھاک بنایا اس کو بدی اور نیکی کا الہام بھی کر دیا تو پھر قد افلح من زکّٰھا اُسے اختیار دیدیا ہے۔ اگر اسی کو وہ پاک کریگا گندے خیالات اور منصوبوں سے اسے محفوظ رکھے گا تو اس کا تزکیہ ہوگا۔ وہ صاف ستھرا ہوگا اور نہایت پاکیزگی کی حالت میں وہ اللہ تعالے سے ملے گا۔ وہ پاک کیا جائے گا اور اگر وہ نیکی کی استعدادوں کو دبائے رکھے گا تو بدی جو حیوانی چیز ہے اُسے انسانیت کے شرف سے محروم رکھے گی اور وہ قد خاب من دسّٰھا "وہ زندگی کے مقصد کے حاصل کرنے میں ناکام و نامراد رہے گا۔"

انسان کو اللہ تعالے نے بہت کچھ اختیار اور آزادی بھی دی ہے لیکن ساتھ ہی ایک بہت بڑے امتحان میں بھی ڈالا ہے۔ محاسبہ بھی ہوگا۔ یہی تشریح ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ کی ہے۔ دُوسرے مقام پر قرآن کریم فرماتا ہے یعلم السر واخفیٰ ۔۔۔۔ اللہ تعالے دل کے بھید کو جانتا ہے بلکہ اس سے زیادہ مخفی باتیں بھی جانتا ہے جو ابھی اسکے دل میں پیدا بھی نہیں ہوئیں۔ یعنی مخفی سے مخفی چیزوں کو جاننے والا ہے۔

اللہ تعالے نے یہ بھی فرمایا ہے ھدینٰہ السبیل۔ راستہ ہم نے بتا دیا ہے یعنی نیکی اور بدی کی تمام راہیں واضح کر دی

ہیں۔ اپنے انبیاء اور آسمانی کتابوں اور الہام کے ذریعہ سے قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری شریعت اور ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے وہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں تمام راہیں کھول کر بیان کر دی گئی ہیں جن کی روشنی میں انسان اپنے آپ کو سچی راہ اور صحیح سمت پر ڈال سکتا ہے۔ انسان نے مادی قوانین کا علم بڑی محنت سے دریافت کر لیا ہے۔ اور اُن سے فائدہ اٹھایا ہے اور کائنات کو مسخر کر لیا لیکن اپنی باطنی اصلاح کی پرواہ نہ کی اور روحانی اور اخلاقی قوانین کی پیروی نہ کی تو اس کی زندگی میں بگاڑ پیدا ہوا۔ آج یہی وجہ معاشرہ میں بگاڑ کی ہے اور انسان نے اخلاقی و روحانی اقدار کی پرواہ نہیں کی نفس پاک نہ ہوگا تو کس طرح عمل پاکیزہ ہونگے جب سوچ و خیال ہی غلط ہوگا تو اعمال بھی غلط ہوں گے۔ ان قوانین سے غفلت اور لاپرواہی کی وجہ ہے کہ آج دنیا میں بگاڑ ہے۔ دنیا میں جب کبھی بگاڑ پیدا ہوتا ہے وہ اخلاقی قدروں سے غفلت کیوجہ سے ہی ہوتا ہے۔ انسانی اعمال کا اس کی نیت کے ساتھ بھی بڑا گہرا تعلق ہے۔ جو کام اچھی نیت سے کیا جائے تو وہ نیکی اور جو بُری نیت سے کیا جائے تو وہ بدی بن جاتی ہے۔ بخاری شریف کی سب سے پہلی حدیث ہے انما الاعمال بالنیات۔ اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ اور حضرت امام بخاری نے اس کی مثال یُوں دی ہے کہ ایک شخص خدا کی راہ میں ہجرت کرتا ہے۔ تو اس کی ہجرت اللہ کے لئے ہے۔ اور جو کسی عورت کے پیچھے ترکِ وطن کرتا ہے تو اس کی ہجرت اللہ کے لئے نہیں بلکہ عورت کے لئے ہوتی ہے۔ جس سے وہ شادی کر لیتا ہے۔ ایک قاتل کے خنجر سے اور کبھی ایک سرجن کے نشتر کے نیچے کبھی ایک جان ضائع ہو جاتی ہے نیت علیحدہ علیحدہ ہے۔ لکل امرءٍ ما نوا ہر دو شخص کے لئے وہ ہے جو اس کی نیت میں ہوتا ہے۔ نفسِ انسانی کی پاکیزگی کا ذریعہ محض خدا تعالیٰ کا خوف ہے خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہونے کا خوف ہوگا تو نیک عمل کی توفیق بھی ملے گی۔ اللہ تعالیٰ بہت سے گناہ معاف بھی کر دیتا ہے۔ یعفوا عن کثیر۔ انسان محض اپنی کوشش سے پاک نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ کی بخشش کا وہ محتاج ہے۔ اس لئے رکوع کی آخری آیت میں دُعا سکھائی ہے کہ:۔

"اے ہمارے رب اگر ہم سے نسیان یا خطا ہو جائے تو ہم سے درگذر فرما"

اللہ تعالیٰ دُعا سے رحم کرتا ہے۔ جو شخص اپنے دل کو ناپاک خیالات سے روکنے کی کوشش نہیں کرتا اور نیک خیال اس کے دل میں پیدا نہیں ہوتے تو وہ یقیناً خطرہ میں ہے۔ محاسبہ تو بہر حال ہوگا۔ اور عذاب الٰہی کا مستحق ہو سکتا ہے۔ یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء۔۔

ترجمہ:۔ "جسے چاہے بخش دے جسے چاہے عذاب دے"

ہم دیکھتے ہیں کہ اس وقت دُنیا کی ہماری اکثریت اللہ تعالیٰ کے اخلاقی اور روحانی قوانین سے غافل اور بہت دور ہو گئی ہے۔ اگر ہم لوگ اپنا جائزہ لیں تو معلوم ہو جائیگا کہ ہم بھی سست اور غافل ہو گئے ہیں حالانکہ یہ باتیں ہمارے لئے بار بار بیان کی جاتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے قوانین سے مسلسل نافرمانی اور غفلت کیوجہ سے سزا وارد ہو کر رہتی ہے۔ جب کسی میں روحانی امراض حد سے متجاوز ہو جاتے ہیں تو ایسی قومیں اللہ تعالیٰ کی گرفت کی سزاوار ہو جاتی ہیں۔ ہم ایک ایسے دور سے گذر رہے ہیں کہ ہر زبان سے شکایت ہی سننے میں آتی ہے۔ بدی کا احساس بھی ایک اچھی علامت ہے کیونکہ ایسے احساس کا مٹ جانا رُوح کی موت کی نشانی ہے۔ بدی پر راضی نہ ہونا نفسِ لوامہ کی زندگی کی علامت ہے۔ بدی اور نیکی کے درمیان کشمکش کا قائم رہنا بھی غنیمت ہے محض نکتہ چینی درست نہیں اور صرف وعظ بھی کافی نہیں۔ ضرورت ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر اپنی اصلاح کرے محض دُوسروں کی شکایت کرتے پھرنا اور اپنا محاسبہ نہ کرنا بہت بُری عادت ہے قرآن کریم فرماتا ہے۔ علیکم انفسکم۔ اپنے اپنے نفسوں کی ہر شخص کو اصلاح کرنی چاہیئے۔ اور پہلے اس کے کہ دُوسروں پر نکتہ چینی کرے اور دُوسروں کو بُرا کہے اس سے پہلے سوچے کہ میرے اپنے اندر کیا کیا کمزوریاں ہیں۔ اپنے اندر کمزوریاں ہوں اور سمجھے کہ میرے اندر کمزوریاں نہیں تو یہ ایک خطرناک بیماری ہے۔ اپنی کمزوری کا احساس پہلے ہونا چاہیئے۔ دوسروں کو نصیحت کرنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ تواصوا بالحق کا حکم بھی موجود ہے۔ سب سے پہلے اپنی اصلاح کرو۔ اگر اپنی حالت درست نہیں ہے اور اپنا نمونہ اچھا نہیں تو اس بات کا کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ دُوسروں کو نصیحت کرے اور اگر وہ کرے گا بھی تو اس کا اثر نہ ہوگا۔ جب انسان کا اپنا نمونہ اچھا نہ ہو تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ کہنے کی باتیں ہیں۔ اپنے نفس کا تزکیہ ہی وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ اور یہی انسان کی تخلیق کی غرض ہے کہ انسان اپنے اللہ تعالیٰ کو پائے یا ایھا الانسان انک کادح۔۔۔۔ فملقیہ۔ اے انسان! تو بڑی مشقت سے آہستہ آہستہ ترقی کرتا جائیگا تب اپنے رب کو جا ملے گا۔ اللہ کا خوف انہی دلوں میں پیدا ہوتا ہے جو پاک ہیں۔ ناپاک نفسوں میں خدا کا خوف پیدا ہونا مشکل ہے۔

نفسِ انسانی کی بہت سی بیماریاں ہیں مثلاً دُوسرے انسان کے لئے کینہ رکھنا بدظنی کرنا۔ دُوسروں سے نفرت کرنا تکبر یعنی اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور دُوسروں کو ناکارہ اور حقیر تصوّر کرنا دنیا کی محبت سے ہی صرف اپنے نفس کو بھر دینا خدا کے لئے اس میں کوئی جگہ خالی نہ چھوڑنا۔ بے جا محبت اور بے جا نفرت کرنا وغیرہ نفس کی ایک ایک بیماری کو چن چن کر دل سے نکالنا جیسے کانٹوں کو چن چن کر نکالا جاتا ہے صرف اس طریق سے ہی نفس کا تزکیہ ہوتا ہے یہی وہ مقام ہے جس پر ہمارے امام ہمام اپنی جماعت کو دیکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ میری بعثت کی غرض ہی یہی ہے کہ میں متقیوں کی جماعت پیدا کروں چنانچہ انہیں اللہ تعالیٰ نے بھاری کامیابی بخشی۔ ہم نے وہ پاک نفس انسان دیکھے جو اس امام کے تربیت یافتہ تھے۔۔۔۔ یہ ذمہ داری ہمیں وراثت میں ملی ہے ہمیں بڑی جد وجہد کی ضرورت ہے۔ اس نہایت قیمتی وراثت کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے۔ اس فرض کو پورا کرنے کے لئے سب سے پہلے ہمیں اپنے نفسوں کو مارنا ہوگا۔ فاقتلوا انفسکم۔ ذالکم خیر لکم۔ اپنے نفسوں کو مار ڈالو۔ ہر قسم کی نفسانیت کو چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے نفسانیت اس وقت مٹ سکتی ہے جب انسان کے دل میں یہ تڑپ ہو کہ اپنے حالات جو آپکے سامنے ہیں اُن کو سدھاریں۔ ایسے حالات میں صرف ایک ہی چیز ہے۔ جو ہمارے لئے سکون اور ٹھنڈک کا موجب ہو سکتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ قدرت کاملہ کا مالک ہے۔ وہی ہماری مشکلات دُور کر سکتا ہے۔ ہمارے پاس تو کوئی دیگر وسائل و ذرائع نہیں جن پر ہم بھروسہ کر سکیں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ایک سہارا ہے۔ جو ہمارے لئے جائے پناہ ہے۔ میں آپ لوگوں سے ملنے کے لئے آیا ہوں اور اس غرض سے آیا ہوں کہ ہم اپنے حالات کا جائزہ لیں۔ وہ حالات جو اس وقت ہمارے سامنے ہیں اور وہ حالات جو ہم پر گذر چکے ہیں ان کو یاد دلانے کا وقت نہیں ہے۔ بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم سوچیں کہ موجودہ حالات میں بھلائی اور نیکی کی طرف ہم کیا قدم اٹھا سکتے ہیں میں تو کہوں گا کہ اس کے لئے ہمیں خصوصیت سے راتوں کو جاگنے کی اور خدا کے آگے گڑگڑانے کی ضرورت ہے تمام اعلےٰ درجے کی صفات اور اخلاق جو ہماری جماعت کا طرۂ امتیاز رہے ہیں ان کو اپنے اندر پھر سے پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارا اس جماعت کے ساتھ اب تک وابستہ رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ ہمیں اس کی قیمت خوب معلوم ہے۔ اور ہم اس کو اعلےٰ درجے کی متاع یقین کرتے ہیں۔ اگر ہم اس چیز کو بے کار سمجھتے ہیں تو اس سلسلہ کے ساتھ وابستہ رہنا ہاتھ میں انگارہ پکڑنے کے برابر ہے جب یہ انگارہ ہم نے پھینکا نہیں اور دنیا کی ہر قسم کی ملامت کو خوشی سے قبول کیا ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم اسکی نسبت سے ضرور واقف ہیں۔ اس کو عمل میں نہ لانا یا اس چیز سے

جو اس نے اپنے خدا کو پایا ہے ہمیں اسوقت خصوصیت سے اس چیز کی ضرورت ہے کہ

فائدہ نہ اٹھانا ہماری بڑی کوتاہی ہوگی۔ یہ ہمارے بس اور اختیار میں ہے کہ ہم ایک بار پھر کوشش کریں اور اپنی اصلاح کریں۔ محبت کے ساتھ متفق ہو جائیں۔ اگر کوئی اختلافات ہوں تو انہیں مٹا کر ایک ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت اُن بندوں پر ہوتی ہے جو نیک کاموں میں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کر کے متحد ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی دعائیں بھی اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے اور اُن کی ہر طرح سے حفاظت فرماتا ہے۔ مامور شروع میں یکہ و تنہا ہوتا ہے۔ پھر اللہ پاک اسے نیک ساتھی عطا کرتا ہے۔ اور وہ چند لوگ ہوتے ہیں۔ پھر دیکھتے دیکھتے ترقی کر جاتے ہیں اور ایک قوم بن جاتے ہیں۔ اللہ کے مامور جو کام لے کر آتے ہیں۔ بظاہر اس کی کامیابی کے وسائل نہیں ہوتے مگر اللہ تعالیٰ وسائل کے دروازے کھول دیتا ہے اور وہ انجام کار کامیاب ہو جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی غیر معمولی تائیدات ان کو کامیاب کرتی ہیں۔ بے سر و سامانی کی حالت میں وہ خود ان کا محافظ ہوتا ہے اور تمام دنیا اکٹھی ہو کر بھی ان کو مٹا نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی طاقت اور قدرت ہر وقت موجود ہے۔ وہ اب بھی طاقت ور ہے جیسے کہ پہلے تھا۔ وہ اب بھی اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے جیسے ہمیشہ کرتا چلا آیا ہے۔ ہمارے لئے بہت ضروری ہے کہ ہم اپنی ہر قسم کی کمزوریوں کو جہاں تک ہماری طاقت اور سمجھ ہے دور کرنے کی کوشش کریں اور ہم متحد ہو کر مل جل کر جتنے بھی ہیں جو کچھ بھی ہیں اور جہاں کہیں بھی ہیں اس کے بندے بن جائیں۔ وہ اپنے ان بندوں کا معاون ہوتا ہے جو اس کا نام اور اس کے دین کے پھیلانے کی خاطر متحد ہو کر اپنی تمام قوت اس کی راہ میں خرچ کریں۔ ینصر اللہ من ینصرہ۔ اللہ تعالیٰ اس کی نصرت فرماتا ہے جو اس کے دین کا ناصر بن جاتا ہے۔

اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منھم۔ اللھم اخذل من خذل دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منھم

بقیہ :- ہفتہ میں ایک دن

آمدہ صفحہ ۸

آپ اس بچے کی طرح کیوں مچلتے ہیں۔ جو آگ میں ہاتھ ڈالنا چاہتا ہے۔ اور ماں کی شفقت اسے روکتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جہاں فرمایا (۱) اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ کر آؤ۔ اور (۲) کاروبار کو چھوڑ دو وہاں یہ بھی حکم دیا "پس جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرو۔ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ" (آیت ۱۰) اللہ کا منشاء پورا ہو گیا۔ تم عملاً اس سے تجدید عہد کر چکے تو جاؤ میں تمہارے ساتھ ہوں میرا فضل تلاش کرو یعنی رزقِ حلال کماؤ۔ مگر اللہ کو کثرت سے یاد کرنا کیونکہ کاروبار کی کثرت سے انسان خدا کو بھلا دیتا ہے۔ اور مسلمان کی علامت ہی یہ ہے کہ وہ کسی حالت میں اللہ تعالیٰ کو نہیں بھلاتا۔ اس کا ہاتھ کاروبار میں ہوتا ہے تو دل یار کے آستانے پر سر بسجود رہتا ہے۔

خطیب کی ذمہ داری

نمازِ جمعہ کا اہم ترین حصہ خطبہ جمعہ ہے۔ قرآنِ حکیم کی تعلیم اور سنتِ نبویؐ کا تذکرہ ذکرِ الٰہی کی اعلیٰ ترین صورت ہے۔ اور نمازیوں کی بھی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ ایسی باتیں سنیں جن سے ان کی دینی معلومات میں اضافہ ہو۔ ان کے قلوب کے زنگ دور ہوں۔ انہیں تفکراتِ حیات سے نجات ملے اور وہ اطمینان کی دولت لے کر لوٹیں۔ دنیا کی بے ثباتی کا ذکر انہیں حرص و ہوس کی تاریکیوں سے باہر نکالے۔ اس لئے خطیب کا فرض ہے کہ وہ زمانے کے تقاضوں کو سامنے رکھے۔ نمازیوں کی الجھنوں کو محسوس کرے اور قرآن و سنت کی روشنی میں حکمت و دانش سے انہیں چلائے۔ نمازی تو آتے ہی اس غرض سے ہیں۔ اور یقیناً وہ مرضیِ خداوندی کو زندگی میں روشنی کا مینار ٹھہراتے ہیں۔ وہ اپنی خواہشات کو کچلتے ہیں اور آہستہ آہستہ وہ خواہشات پر غالب آ کر خدا کے رنگ میں رنگین ہو جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

حضرتِ اقدس کے ملفوظات کو دیکھ جائیے۔ آپ نے صبح، دوپہر، شام ہر لمحہ لوگوں کے سامنے پند و موعظت کے چشمے بہائے مگر ان میں کیا تھا۔ معارفِ قرآن۔ بے ثباتی دنیا۔ یادِ الٰہی۔ باہمی محبت و اخوت۔ آنکھ، زبان، کان اور قلب کے فتنوں سے آگاہی۔ تزکیہ نفس، تطہیرِ قلب، اشاعتِ قرآن و سنت اور جذبۂ خدمتِ انسان۔ کاش ہم ازسرِ نو امامِ وقت سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کی تجدید کریں اور بار بار کریں۔ اور دین کو اپنی خواہشات کے ماتحت چلانے کی بجائے خود اس کی اطاعت کے آستانے پر اس طرح پیشانی رکھ دیں کہ پھر کبھی نہ اٹھے۔

اخبارِ احمدیہ

* سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خیریت سے ہیں اور حسبِ دستور خدماتِ دینیہ میں مصروف ہیں۔ احبابِ سلسلہ حضرت کی صحت اور درازیٔ عمر کے لئے اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

* **درخواستِ دعائے صحت**

ڈاکٹر میجر قاضی مختار احمد صاحب نے جوہر آباد سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی درخواست کی ہے۔ اور حضرت کے ذریعہ سب احباب سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔ موصوف ۷۰ برس کے بزرگ ہیں اور نہایت ہی مخلص اور باعمل احمدی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔

* **درخواستِ دعا۔**

مکرم شیخ عبدالرحمٰن یونس صاحب (دارالسلام) بیمار ہیں انہوں نے تمام بہن بھائیوں سے دعائے صحت کی درخواست کی ہے۔

* **ولادت اور عطیہ :-**
* حافظ عبدالرؤف صاحب نے اطلاع دی ہے کہ مولوی رحمت اللہ صاحب مبلغ جھنگ کو اللہ تعالیٰ نے پوتی عطا فرمائی ہے اس خوشی میں مولوی صاحب موصوف نے مبلغ ۵۰/- روپے عطیہ اشاعتِ قرآن میں دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بچی کی عمر دراز فرمائے اور والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے آمین۔ ثم آمین!

یوم وصال نمبر

حضرتِ اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی یاد میں ادارہ پیغامِ صلح ماہ مئی میں ہر سال ایک خصوصی نمبر پیش کرتا ہے۔ سلسلہ کے صاحبِ قلم احباب سے گذارش ہے کہ وہ چودھویں صدی کے اس بطلِ جلیل کے حالاتِ زندگی پر مشتمل اپنے مضامین جلد از جلد دفتر پیغامِ صلح میں بھیج کر مشکور فرمائیں۔ تاکہ پرچہ بروقت شائع ہو سکے۔

(ادارہ)

مضبوط نظام کے بغیر کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی

قومی وحدت اور استحکام کو ہر وقت پیش نظر رکھو

سبح اللہ ما فی السموٰت و ما فی الارض ۔۔۔

۔۔۔ مرصوص (الصف)

ترجمہ:۔ اللہ کی تسبیح کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک یہ سخت بیزاری کی بات ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔ اللہ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اس کے رستہ میں صف باندھ کر جنگ کرتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ہیں۔

جماعت کا نظام کیسا ہو!

وہ بے نظیر نظام جماعت کا جو دینِ حق نے پیدا کیا اور جو اصل منشاء اس کی آمد کا تھا ان آیات میں اسی کا ذکر ہے۔ فرمایا ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفاً کانھم بنیان مرصوص۔ کس قدر زبردست نظام ہے جماعت کا کہ جنگ کرتے ہیں، ملک کے لئے نہیں، مال و دولت کے لئے نہیں اقتدار حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ فی سبیلہ محض خدا کے راستے میں اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے اور سر کٹوا لیتے ہیں تو کس حالت میں صفاً ایک لائن میں کھڑے ہو کر۔ کانھم بنیان مرصوص گویا کہ مضبوطی میں وہ سیسہ پگھلائی ہوئی دیوار کی طرح ہیں تیروں کی بوچھاڑ ان پر ہوتی ہے۔ دشمنوں کے زبردست حملے ہوتے ہیں مگر ان میں جنبش پیدا نہیں ہوتی۔ ان کے قدم پیچھے نہیں ہٹتے اور وہ نہایت استقامت سے ان کا مقابلہ کرتے ہیں اور ایسی مضبوط دیوار کا نقشہ پیش کرتے ہیں جس کے اجزا باہم ملے ہوئے ہیں اور بیرونی طاقت کا جس پر کوئی اثر نہیں۔

نظام کی اہمیت اور اطاعت امیر

ہمارے نبی کریم صلعم کے سامنے تو کسی کو چون و چرا کی طاقت نہ تھی مگر پھر بھی آپ نے ایک زبردست نظام مقرر کیا اس کے لئے قانون وضع کیا اور جماعت کو اس کا سختی سے پابند بنایا اور اسی نظام جماعت کو قائم کرنے کے لئے آپ بیعت بھی لیتے رہے اور نہ صرف خود ہی بیعت لی بلکہ آئندہ کے لئے بھی فرما دیا کہ جو کوئی تمہارا امیر مقرر ہو اس کے ساتھ کیا سلوک کرو۔ فرمایا۔

السمع والطاعۃ ۔۔۔۔۔۔۔

فلا سمع ولا طاعۃ

ہر مسلمان پر یہ فرض ہے کہ وہ سنے اور عمل کرے اور خواہ وہ اس بات کو پسند کرتا ہو یا نہ کرتا ہو جب تک کہ اسے خدا اور رسولؐ کی نافرمانی کا حکم نہیں دیا جاتا اور اگر نافرمانی کا حکم دیا جائے تو پھر نہ سنے اور نہ فرمانبرداری کرے۔

آپ کے سامنے نظام کی پابندی نہایت ضروری تھی یہاں تک فرمایا اسمعوا و اطیعوا و ان استعمل علیکم عبد حبشی کان راسہ زبیبۃ" یعنی اگر ایک حبشی غلام بھی جس کا سر سوکھے انگور کی طرح ہو تمہارا حاکم مقرر کیا جائے تو اس کی بات بھی توجہ سے سنو اور اس کی تابعداری کرو۔ اور ایک اور روایت میں ہے:۔

ما اقام فیکم کتاب اللہ۔ اس وقت تک کہ وہ اللہ کی کتاب کو تمہارے درمیان جاری رکھے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ میرے بعد حق تلفیاں ہوں گی ستروں اثرۃ بعض حکام سختیاں برتیں گے۔ اصحاب نے دریافت کیا کہ ایسے حالات میں کیا حکم ہے؟ فرمایا صبر کرو۔ حکام کے حق ادا کرو اور اپنے حقوق خدا سے طلب کرو۔ یہ فی الحقیقت نظام کا اصول تھا جس پر جماعت کی طاقت کی بنیاد تھی اور جب تک دنیا قائم ہے رہے گی۔ ایک اور حدیث میں ہے آپ نے فرمایا:۔

"جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

یہ ہے وہ بلند اصول جو آپ نے اتحاد ملی کے لئے قائم کیا اور جو نظام کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ غور کر کے دیکھ لیجئے اس کے بغیر کوئی نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ یہی اصول تھا جس نے حضرت ابوبکرؓ۔ عمرؓ اور عثمانؓ کے زمانہ میں مسلمانوں پر فتوحات کے دروازوں کو کھول دیا۔

اقرارِ بیعت کو پورا کرو

جو آیت میں نے پہلے پڑھی تھی اس میں جو یہ الفاظ ہیں لم تقولون ما لا تفعلون کہ ایسی بات نہ کہا کرو جو تم کرتے نہیں یہ خدا تعالیٰ کے نزدیک نہایت ہی مکروہ اور ناپسندیدہ ہے تو بات یہ ہے کہ وہ لوگ جس بات کو منہ سے نکالتے تھے اس پر پکے نہ تھے یہ نہ تھا کہ بیعت تو کر لی کہ ہم آپ کی بات سنیں گے اور مانیں گے مگر جب حکم ہوا تو پھر بھاگ گئے۔ یہ جوانمردی نہیں اس سے بہتر ہے کہ پہلے ہی علیحدہ رہے تاکہ نظام میں رخنہ اندازی نہ ہو۔ وہ شخص جو بیعت کرتا ہے اور پھر بیعت کے اقرار کو پورا نہیں کرتا دراصل دوست نہیں دشمن ہے جو جماعت کے نظام کو کمزور کرتا ہے اور کام کو نقصان پہنچاتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کا جوشِ ایمان

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں پھر قلمی۔ لسانی اور مالی جہاد کا موقع دیا ہے۔ اور ہم نے اس کام کے لئے بیعت کی ہوئی ہے اب اگر ہماری راہ میں سخت ترین مشکلات بھی آئیں تو ہمیں ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہئے۔ اور ہمارا جو قدم اٹھے وہ آگے ہی ہو۔ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ کو بہت سخت مہم درپیش تھی مگر وہ اطاعت اور فرمانبرداری کے پیکر کام کرنے جاتے تھے اور جھوم جھوم کر پڑھتے جاتے تھے:۔

نحن الذین بایعوا محمداً علی الجہاد و ما بقینا ابداً

ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد صلعم کی جہاد پر بیعت کی ہوئی ہے اور یہ اقرار ہمارا تا زندگی ہے۔

نظام کی بنیاد "سنو اور اطاعت کرو" پر ہے

آج کے زمانہ میں حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ نے بھی ہمیں ایک جہاد پر لگایا ہے جس پر ہم نے تمام عمر کاربند رہنے کی بیعت کی ہے مگر یاد رکھو کہ کوئی جہاد نظام کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ یہ ہے ہی ناممکن اس لئے ہمارا سب سے پہلا فرض ہے کہ نظام قائم کریں اور وہ وہی اصول ہے جس پر نبی کریم صلعم نے نظام کو قائم کیا۔ مگر پھر کہتا ہوں کہ نظام کی بنیاد ایک ہی بات پر ہے کہ اسمعوا و اطیعوا۔ سنو اور اطاعت کرو۔ جب تک یہ روح پیدا نہ ہو جائے، جب تک تمام افراد جماعت ایک آواز پر حرکت میں نہ آ جائیں جب تک تمام اطاعت کی ایک سطح پر نہ آ جائیں ترقی محال ہے۔

وحدت پانچ امور

بعض باتیں ایسی ہیں جو نظام جماعت کو کمزور کر دیتی ہیں اور جو بظاہر معمولی معلوم ہوتی ہیں مگر قوم کے لئے مہلک ہیں۔ ان آخری سورتوں میں جو فتوحات کے وقت نازل ہوئیں اللہ تعالیٰ نے ان ہی باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے اور جو نظام کو بچانے کے لئے ضروری ہے سورۃ حجرات میں ہے:۔

لا تلمزوا انفسکم اجتنبوا کثیراً من الظن

ولا

اپنے بھائیوں پر عیب نہ لگاؤ۔ بہت بدگمانی سے بچو اور ایک دوسرے کے بھید مت ٹٹولو اور ایک دوسرے کی چغلی مت لگاؤ اس قسم کی اور بھی بہت قیمتی نصائح ہیں بظاہر یہ معمولی ہیں مگر یہی باتیں قومی نظام کو قائم کرتی ہیں۔ ایک دوسرے کی خیر خواہی سے محبت بڑھتی ہے اور محبت استحکام کا باعث ہوتی ہے لیکن جب ان برائیوں میں افراد پڑ جاتے ہیں تو محبت کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے اور قوم کا شیرازہ منتشر ہو جاتا ہے۔

اپنے بھائی کی جان۔ مال اور عزت کی اپنے خون سے حفاظت کرو

ہماری قومی زندگی کا راز ہی باہمی محبت اور ایک دوسرے کی خیر خواہی میں ہے۔ نبی کریم صلعم کا آخری پیغام جسے وصیت کہنا چاہئے یہی تھا۔

ان دماءکم واموالکم ۔۔۔۔۔۔۔

فی شہرکم ھذا فی ۔۔۔ کم ھذا۔

ترجمہ:۔ خبردار مسلمان کا خون۔ مال اور آبرو دوسرے مسلمانوں پر ویسے ہی حرمت والے ہیں جیسے کہ یہ حج کا دن۔ یہ ماہ محرم اور یہ

مکہ مکرمہ کا شہر حرمت والے ہیں۔

اس سے صاف واضح ہے کہ مسلمان کی ہر چیز حرمت والی ہے اسے مقدس سمجھنا چاہیئے۔ نہ کسی کی عزت پر حملہ کرو۔ نہ کسی کی برائی کرو نہ چغلی کھاؤ۔ یہی چیزیں جن کی مذمت ظاہر ہے جماعت کے نظام کو برباد کرتی ہیں ہر وقت یہی اصول سامنے ہونا چاہیئے اسمعوا واطیعوا سنو اور اطاعت کرو اور بس اور اس نظام کو بربادی سے بچانے کے لئے ہر وقت بچنا چاہیئے بدگمانی سے۔ تجسس سے، غیبت سے۔ اس میں راز کیا ہے اسلام نے ہمارے سامنے ایک نہایت بلند مقصد رکھا ہے لیکن جب ایک مومن ان برائیوں میں لگ گیا۔ دن رات عیب جوئی اس کا شعار بن گیا تو وہ بلند مقصد جس کے لئے وہ کھڑا ہوا ہے فوت ہو گیا۔ کیوں؟ اس طرح ان کا قیمتی وقت ضائع جاتا ہے۔ توجہ جاتی ہے دماغ خرچ ہوتا ہے اصل کام کو کمزوری پہنچنے لگ جاتی ہے۔ اور نظام برباد ہو جاتا ہے۔

کیچڑ اچھالنا پست فطرت پر دال ہے

یہ کیوں ہے یہ ایک طبعی مناسبت ہوتی ہے بعض کو گندگی سے رغبت ہوتی ہے اور بعض کو خوبی سے۔ دو ہی قسم کے انسان ہوتے ہیں ایک بلند فطرت جن کی نگاہیں اوپر رہتی ہیں اور وہ خوبیوں پر نگاہ رکھتے ہیں دوسرے پست فطرت وہ ہمیشہ نیچے کی طرف ہی دیکھتے ہیں اور دوسروں کے عیبوں کی تلاش میں ہی ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اور یہ ان کی طبیعت کی مناسبت کی وجہ سے ہے آپ اس کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں اگر کہیں پھولوں کا باغ ہو وہاں پر بے شمار مکھیاں اڑ رہی ہوں تو بغیر قریب جا کر دیکھے ہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ شہد کی مکھیاں ہیں لیکن اگر کہیں غلاظت ہو تو کبھی وہم میں بھی نہیں آتا کہ یہاں شہد کی مکھیاں ہوں گی۔ دوسری ہی مکھیاں ہوں گی جنہیں غلاظت سے نسبت ہے۔ بعینہٖ یہی حال بلند فطرت اور پست فطرت لوگوں کا ہے۔

نکتہ چینی کو چھوڑو اور اصلاح میں لگ جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جماعت دی ہے اگر تم آج عیب جوئیوں میں لگ جاؤ تو سمجھ لو کہ جماعت گئی یہ نظام خدا کا قائم کردہ ہے ہمارا کام یہ نہیں کہ اسے اپنے ہاتھوں سے برباد کریں۔ بلکہ ضروری ہے کہ اس کو اور بھی مستحکم کریں۔ اور دنیا کو اس نظام کے اندر کھینچ لائیں۔ اور اس بات کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پست فطری کو چھوڑ دو۔ اگر دوستوں میں کوئی ڈاکو۔ یا بے راہرو وغیرہ نظر آتے ہیں تو بالکل ان سے الگ ہو جاؤ۔ لیکن اگر یہ خیال ہے کہ ہر ایک ہمارے منشاء اور خیال کے مطابق پورا نہیں اترتا۔ اس میں فلاں کمزوری ہے تو اس کا علاج محبت اور اصلاح کا طریق ہے۔

تو اگر کوئی کمزوری دیکھو کہ فلاں شخص نظام پر پورا نہیں اترتا۔ اطاعت میں غفلت برتتا ہے تو اسے سمجھاؤ۔ محبت سے۔ نرمی سے۔ اپنے نمونے سے۔ عیب شماری سے آج تک نہ کسی نے اصلاح کی اور نہ ہی اس کی توقع رکھنی چاہیئے۔ جہاں بھی شریعت کے خلاف کوئی بات دیکھو وہاں غیرت اختیار کرو۔ لیکن اگر دوست کی بعض باتیں ناپسند ہوں تو اپنے آپ کو سنبھالو ممکن ہے کہ وہ دراصل عیب نہ ہو۔ اپنی نگاہوں کو ہر وقت بلند رکھو ترقی کی طرف قدم بڑھاؤ اور بلند مقصد حاصل کرنے کے لئے شب و روز مصروف رہو۔ دوسروں کی خوبیوں پر نگاہ رکھو اور اپنی کمزوریوں کی اصلاح کی طرف توجہ دو۔ ہر شخص تم میں سے اپنی اپنی اصلاح کر لے قوم بنتے دیر نہیں لگے گی۔

حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کا اسوۂ حسنہ

حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ آپ کے ایک مرید داڑھی منڈواتے تھے اور وہ آپ کے گھٹنے سے گھٹنا ملا کر بیٹھتے تھے کہ ایک وہابی منش مرید کو غصہ آیا اور کہا کہ آپ ایک داڑھی منڈے کو اپنے ساتھ لئے بیٹھے ہیں۔ فرمایا۔ آپ کو داڑھی کا خیال ہے اور مجھے دلوں کی فکر ہے بات یہ ہے کہ یہ بھی شریعت کا حکم تھا مگر ہر بات کا مراتب خیال رکھنا پڑتا ہے۔

دو بنیادی باتیں

میں یہاں پھر وہ تین باتیں نظام کے لئے دہراتا ہوں بنیاد یہ "سنو اور اطاعت کرو" اس وقت تک جب تک کہ گناہ کا حکم نہ ہو اور بربادی بچانے کے لئے عیب شماری کو چھوڑ دو۔ کہ نیکوں کا کام نہیں پست فطرتوں کا کام ہے۔

اگر آپ ان دو باتوں کو سختی سے پکڑ لیں تو دنیا کی کوئی طاقت اس نظام کو نہیں ہلا سکتی۔ جہاں کسی کو ایک دوسرے کی عیب شماری کرتے دیکھو اگر اس کو ہاتھ سے روک نہیں سکتے تو اس جگہ سے چلے جاؤ۔ خیال رکھو کہ جس طرح غلاظت کے چھینٹوں سے بچتے ہو اسی طرح اس عیب شماری سے بھی بچو۔ اور جماعت کے اس نظام کی پوری پوری پابندی کرو جو امام نے مقرر کر دیا ہے۔

واقعات گذشتہ سے عبرت پکڑو

دیکھو باہمی نکتہ چینی اور عیب شماری ہی قوموں کو برباد کرتی ہے۔ حضرت عثمان رضؓ کے وقت میں جب بعض مسلمانوں نے یہی طریق اختیار کیا کہ وہ ایک دوسرے کی عیب شماری کے درپے ہو گئے تو وہی قوم جس سے دشمن کانپتے تھے اس کی قوت برباد ہو گئی۔ جو نظام قائم ہے اس کو برباد ہونے سے بچاؤ۔ اور اسے زیادہ مضبوط بناؤ کیونکہ جس قدر نظام مضبوط ہوگا اسی قدر کامیابی کی منزل قریب تر ہوتی جائے گی۔

تعمیر جماعت ہی رازِ بقا ہے۔

جانتے ہو کہ تمام بزرگ ہم سے ایک ایک دو دو کر کے رخصت ہو رہے ہیں۔ ان کی تعداد کہیں اس قدر ہوگی جس قدر کہ ہماری اس وقت تعداد ہے۔ شیخ رحمت اللہ، خواجہ کمال الدین مرحوم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ مرحوم ہم سے جدا ہو گئے۔ مگر نظام قائم ہے اس پر ہی جماعت قائم ہے۔ اسی طرح ہم چلتے جائیں گے کوئی دس سال اور کوئی پانچ سال نئے پرزے آتے جائیں گے اور اس مشینری کو جاری رکھیں گے اگر تو یہ نظام اس طرح چل رہا ہے تو کچھ بھی نہیں بگڑے گا۔ لیکن اگر نظام صحیح اصول پر نہ ہو تو کوئی بھی اسے نہیں بچا سکتا۔

(حضرت امیر قوم مولانا محمد علیؒ)

* * *

مسلم فارانی :۔

بدرگاہِ آقائے یثرب

صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

برُوئے خواجۂ یثرب فدائم
نثارِ خاکِ کوئے دلربائم
بسوزم روز و شب در آتشِ ہجر
چساں داغے دلم آورانائم
چوں شبنم برگلے امید بینش
زلالِ کام را دل چکائم
بہ آں رُوئے کہ بنمودی بہ مسکیں
فدا لُش رُوئے صد سلطانائم
رُخت بنما دگر ہجرت بسوزد،
ترحم یا رسول اللہ ترحم
حیاتِ جاوداں کُن بہرہ من
بہ رحمت یک نظر کن دو سرایم
تنم را خاکِ راہت ساز مولا
ہمیں یک آرزو و بس از تو خواہم
بدہ رہ در حریمِ ناز و عشقت
ز آدابِ محبت ناشنائم
غریبم برگ و سامانست عصیاں
پذیر از من دُعائے نارسائم
بدہ یک جرعۂ من تلخ کامم،
ترا رحمت فراواں من گدائم
بجز لطفت نہ دانم دستگیرے
کریما غرقِ عصیاں ناسزائم
خوشا بختم کہ لبیں لا شریک
ثنا گویم مدیحش می سرایم
بدرگاہت بدو رہ شاہ خوباں
ہمیں لوسم، جبیں برسنگ سایم
بہ بخش ایں ناسزا سوز عشقت
زنم ہر ما سوا را پشت پایم
بمعنی کافرو نامت مسلم
چوں اسمم ساز و نورت کن لوائم

* * *

— ابو طاہر عرفانی

ہفتہ میں ایک دن

سائنس و صنعت کی ترقی، زرعی پیداوار میں اضافے، نت نئی ایجادات و انکشافات، ذرائع آمد و رفت میں حیرت انگیز اصلاح نے انسان کے دل و دماغ پر تسلط جما لیا ہے۔ وہ ان ترقیات کی چکا چوند سے مسحور ہو چکا ہے۔ عالم اسباب میں ان محیر العقول انقلابات نے اسے اس قدر گرفت میں لے لیا ہے کہ اُسے اپنی پہنی ہوئی زنجیروں سے چھٹکارا پانے کا راستہ نظر نہیں آتا۔

ہر شخص کاروبار میں مستغرق ہے۔ کاروبار کی غرض زیادہ سے زیادہ دولت کمانا ہے۔ اور دولت کی منزلِ مقصود عالی شان مکانات اور بنگلوں کی تعمیر، ان میں لامحدود سامان اکل و شرب زینت و زیبائش کی فراہمی۔ وسائل آمد و رفت کی بہم رسانی۔ سامانِ لہو و لعب۔ ٹیلی وژن، سینما، رقص گاہوں کی طرف گریز و فرار اور پھر تھک کر سکون کی تلاش میں دخترِ رز کے کیف و سرور میں نرم و گداز بستر میں دراز ہو جانا۔ یہ ہے کولہو کے اس بیل انسان کی زندگی کا مقصد و حاصل۔ اعلموا انما الحیٰوۃ الدنیا لعب و لہو و زینۃ و تفاخر بینکم و تکاثر فی الاموال والاولاد ...... و جنۃ (الحدید: ۲۰) اے زمین پر بسنے والے انسانو! جان لو کہ دنیا کی زندگی کھیل اور تماشا اور زینت اور آپس میں فخر کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر کثرت چاہنا ہے۔ بارش کی مثال کی طرح جس کا سبزہ کسانوں کو خوش لگتا ہے پھر وہ خشک ہو جاتا ہے تو اسے زرد دیکھتا ہے۔ پھر وہ چورا چورا ہو جاتا ہے۔ اور آخرت میں سخت عذاب ہے۔ اور مغفرت اور خوشنودی خدا کی طرف سے اور دنیا کی زندگی دھوکے کا سامان ہے۔ اپنے رب کی مغفرت کی طرف سبقت کرو اور اس کی جنت کی طرف۔"

انسان کی تمام کد و کاوش کی انتہا جسمانی آسائش ہے۔ دیکھی جسے نصیب ہو اور دلوں کو ٹٹولیے کہ وہ کتنوں کو نصیب ہوتی ہے بالخصوص جب کہ انسان ایک دن ان تمام چیزوں پر حسرت کی نگاہ ڈال کر انہیں چھوڑنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔ اور پکار اٹھتا ہے۔

یا حسرتیٰ علیٰ ما فرطت فی جنب اللّٰہ

مرا اے کاشکے مادر نہ زادے

اور اس کارگاہِ حیات میں امن و سکون نصیب ہو تو کیسے؟ انسان عملی زندگی میں کسب زر کے لئے رشوت لیتا ہے۔ ذخیرہ اندوزی کرتا ہے سمگلنگ کے ذریعہ قوم فروشی کرتا ہے۔ ترقی کے لئے جوڑ توڑ کرتا ہے۔ انکم ٹیکس سے بچنے کے لئے حسابات میں رد و بدل کرتا ہے روزی کمانے کے لئے جیب تراشی، ضمیر فروشی۔ چوری اور ڈاکہ زنی کرتا ہے۔ یتیموں، بیواؤں، مسکینوں اور مسافروں کے حقوق غصب کرتا ہے۔ بھلا ان حالات میں ایک انسان کو حقیقی چین اور اطمینان کیسے نصیب ہو سکتا ہے۔ والآخرۃ خیر، دائمی حقیقی چین تو اس سے ایک دوسری مختلف زندگی میں ہے۔

موجودہ تہذیب کی تخلیق دورِ حاضر کا انسان، قارون کا جانشین بننے کی دھن میں دیوانہ ہے مگر اطمینان کی دولت سے بے نصیب، ایک ایک فرعون کے دل میں جھانکیئے آپ کو اس کے سینے میں حسرت اور بے چینی کا ایک ملتہب دوزخ نظر آئے گا۔ اس کے برعکس ان فرعونوں۔ ہامانوں، نمرودوں، قارونوں، شدادوں کے مقابل دنیا ایسے عظیم انسانوں سے خالی نہیں رہی جن کی ظاہری سادگی، غربت اور مسکینی کے پیچھے سکینت۔ اطمینان، استغنا کا پرسکون سمندر ملے گا۔ یہ اطمینان یقیناً مال دنیا اور جاہ و منصب کی موجودگی کا عکاس نہیں بلکہ ان اشیاء سے بے نیازی اور ذکر اللہ کی خنک ہواؤں میں بسیرے کا نتیجہ ہے۔ الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب اور اس کے برعکس من اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا جو اللہ تعالےٰ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے اور اس سے تعلق نہیں جوڑتا اس کی حیات بے چینی اور اضطراب سے نجات نہیں پا سکتی۔

اطمینان کا خزانہ

خود انسان کے قلب کے اندر مدفون ہے۔ جو کہ ذکر اللہ کی ضربوں سے کھودا جا سکتا ہے۔ دنیا کے کاروبار میں انہماک سے جب اطمینان نہیں ملتا تو پھر اس سے علیحدگی میں اسے تلاش کرنا ہوگا۔ اسلام نے اس کا قابلِ عمل اور بہترین حل بتایا ہے۔ اول تو یہ کہ انسان حیات و اسباب دنیا کو مقصود بالذات نہ بنائے۔ بلکہ اسے اپنی، اپنے خویش و اقربا اور بنی نوعِ انسان کی بقا اور شریفانہ زندگی تک محدود رکھے۔ اور اس مقصد کے لئے رزق حلال و طیب حاصل کرے۔ ہر کام کی غرض انسان کی اجتماعی فلاح و بہبود کو قرار دے۔ نہ دوسروں کی دولت کو ہتھیا کر معاشرے کی بربادی پیشِ نظر رکھے۔ پھر یہ بھی ملحوظ رکھے کہ اس کے ہر فعل کا بدلا اسے مل کر رہے گا۔ اس کے نیک و بد اعمال کی اسے جزا ملا کرے گی اور وہ اللہ تعالےٰ کے احکام کی نافرمانی کر کے اس کے نتائج سے نہیں بچ سکتا۔ دنیا میں نہ آخرت میں، اپنے اور خدا کے اس تعلق کو ہر آن تازہ رکھنے کے لئے جہاں ضروری ہے کہ وہ کاروبار میں خدا کو یاد رکھے وہاں دن میں وقتاً فوقتاً کاروبار چھوڑ کر دنیا سے منقطع ہو کر اللہ تعالےٰ کے سامنے حاضری دے۔ ہر بار اس کے سامنے اقرار کرے کہ بارالہا! میں عہد کرتا ہوں کہ میں زندگی کے ہر لمحے تیرے احکام اور تیرے رسول کی سنت پر کاربند رہوں گا۔

عزت و دولت یہ تیرے حکم پر موقوف ہیں
تیرے فرماں سے خزاں آتی ہے اور بادِ بہار

ہفتہ میں ایک دن

اس کام کے لئے خاص کر ایک دن مقرر کر دیا گیا ہے اور وہ جمعہ کا دن ہے۔ اس دن کے متعلق ارشادِ الہٰی ہے:

اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللّٰہ۔

اے ایمان والو! جب جمعہ کی نماز کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ کر آؤ۔ اور کاروبار چھوڑ دو۔

اللہ تعالےٰ کے اس حکم کے سننے کے ساتھ ہی آپ کی تمام زندگی کا نقشہ آپ کے سامنے کھنچ گیا ہوگا۔ اکثر تو ایسے ہوں گے جو نمازِ جمعہ سے بے نیاز ہوں گے۔ پھر جو یہ رسم ادا کرنے کے عادی ہو چکے ہیں وہ اس انتظار میں ہوں گے کہ کب خطیب خطبۂ مسنونہ دے اور ہم سرپٹ دوڑ کر نماز میں شریک ہو جائیں اور اگر کوئی بندۂ خدا وقت پر پہنچ جائے تو پھر اسے ذکر اللہ سے کیا غرض وہ مسجد کو بھی مارکیٹ سمجھ کر دنیا کے معاملات طے کرنے اور سلجھانے میں لگ جائے گا۔ گپ بازی کرے گا۔ خودنمائی ہوگی اور بدقسمتی سے ان تمام برکات سے محروم رہے گا جو نمازِ جمعہ کی غایت ہیں۔

اللہ تعالےٰ کا حکم واضح ہے کہ جب اذان ہو جائے تو مسجد کی طرف لپکو۔ اس سے یہ عیاں ہے کہ اذان سے قبل نہانے، لباس تبدیل کرنے اور کھانے وغیرہ سے فارغ ہو جانا چاہیئے۔ اذان کے لئے گوش برآواز [illegible] چاہیئے۔ اور جونہی اللہ اکبر کی صدا کان میں گونجے دنیا کے کاروبار۔ گھر بار چھوڑ کر، بال بچوں اور لہو و لعب کو ترک کر کے مسجد میں پہنچ جاؤ۔ اور پھر مسجد میں جا کر باتیں نہ کرو۔ دنیا کے دھندے فراموش کر دو۔ میل ملاقات کو بھلا دو۔ خدا کے دربار میں پہنچ کر اس کا ادب [illegible] رکھو اور اس کا ذکر کرنے لگ جاؤ۔ وقت ہو تو قرآن کریم پڑھو۔ تسبیح و تہلیل کرو۔ درود شریف پڑھو۔ استغفار کرو اور پھر فراغت ہو تو خاموش بیٹھ کر اپنی گذشتہ زندگی اور بالخصوص گذشتہ آٹھ دن کے اعمال کا محاسبہ کرو اور آئندہ عہد و عزم کر لو کہ میں اس کے بعد اپنے مولا کی رضا سے باہر قدم نہیں رکھوں گا۔ آپ نے اگر یہ دو تین گھنٹے دنیا سے الگ تھلگ ہو کر یادِ الہٰی میں بسر کر لئے تو آپ کو وہ سکینت اور اطمینان نصیب ہوگا جو آپ کہیں اور جگہ لاکھوں روپے صرف کر کے بھی حاصل نہ کر سکیں گے۔ اس کیفیت کے بعد آپ کو نماز میں بھی لذت آئے گی اور اگر آپ باتوں سے فارغ ہو [illegible] ہی نماز میں کھڑے ہوں گے تو آپ کو حقیقی روحانی لذت اور کیفیت نصیب نہیں ہوگی۔

اللہ تعالےٰ کا دربار اور آپ کہ محنت کی برکات سے استفادہ سے کب رکتا ہے۔ وہ تو خود آپ کو سب سے بڑی تسکین کی ملت جتا-

(بقیہ صفحہ ۸ کالم ۱ پر)

سیرتِ امام کی چند جھلکیاں

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انسان اپنے علمی کارناموں اور محیّر العقول ایجادات کے باعث بھی معزز و مکرم خیال کیا جاتا ہے مگر جو شخص اپنی سیرت اور کردار اور اخلاقِ فاضلہ میں اعلیٰ مقام پر ہو اس کی رفعت و عظمت کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ اخلاقِ عالیہ سے عاری ہونے کے باعث انسان کی قدر و منزلت اور علمی حیثیت بھی گہنا جاتی ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم جنہوں نے قرآن ایسی عظیم کتاب جو ہر قسم کے علوم سے پُر ہے دُنیا کے سامنے پیش کی مگر لوگوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا مگر اس کے باوجود حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اخلاقِ فاضلہ سے انکار کرنے والا کوئی پیدا نہ ہو سکا۔ علمی معاملات میں تو عقل و قیاس کی غلطیاں بھی ہوتی ہیں مگر مشاہدات کو کوئی انسان جھٹلا نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں نے نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلّم کے علمی حقائق کو اپنی کوتاہ فہمی کے باعث جھٹلایا مگر آپ کے عملی نمونہ کا انکار نہ کر سکے۔

اسی طرح حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ جو انوارِ محمدی کے وارث تھے انہوں نے بھی اپنے آقا کی اتباع میں اخلاقِ عالیہ کے ایسے درخشاں نمونے چھوڑے ہیں جو اپنی جگہ بے مثال ہیں۔ ذیل میں چند جھلکیاں آپ کی سیرت کی پیش کی جاتی ہیں جن کے مطالعہ سے قارئینِ کرام لطف اندوز ہوں گے۔

۱۔ اکرامِ ضیف

ایک دفعہ قادیان میں چند مہمان تشریف لائے جب ان کا تانگہ لنگر خانہ کے قریب پہنچا تو انہوں نے کارکنانِ لنگر سے کہا کہ ہمارا سامان اتار دیا جائے مگر کارکنان نے پس و پیش کیا اور کہا کہ آپ لوگ اپنا سامان خود اتار لیں۔ مہمان اُن کے اس رویہ سے ناراض ہو گئے۔ اور تانگہ بان سے کہا کہ بس ہمیں واپس لے چلو چنانچہ وہ واپس روانہ ہو گئے۔ کسی طرح حضرت اقدس کو بھی اس کا علم ہو گیا۔ آپ تشریف لائے تو مہمان جا چکے تھے چنانچہ آپ ان کے پیچھے پیدل چلے اور نہر کے پل پر اُن سے جا ملے اور اُن سے التجا کی کہ آپ ہمارے مہمان ہیں۔ ہمارے کارکنان کے طرزِ عمل سے آپ کو تکلیف پہنچی ہے میں اس پر معذرت چاہتا ہوں۔ آپ واپس تشریف لے چلیں۔ چنانچہ آپ پیدل تانگے کے ساتھ واپس آئے۔ ہر چند مہمانوں نے اصرار کیا کہ آپ تانگہ پر سوار ہوں مگر آپ نے فرمایا کہ نہیں آپ سوار ہو کر چلیں گے اور میں پیدل چلوں گا۔ جب تانگہ قادیان پہنچا تو آپ نے خود سامان اتارنا شروع کر دیا اور پھر روزانہ آپ اُن کے پاس کچھ وقت تشریف رکھ کر ان کی دلجوئی فرماتے رہے تا اُن کے دلوں سے اس کدورت کا ازالہ ہو جائے جو بعض کارکنان کی وجہ سے اُن کے دلوں میں پیدا ہو گئی تھی۔ مہمان کے جذبات کا خیال رکھنا اور اس کی مدارات کا یہ عملی نمونہ ایسا تھا جس کی چمک کو حضور پر اعتراضات کر کے ماند نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) احترامِ انسانیت:

ایک دفعہ جماعتِ لاہور کے بعض احباب نے مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ جب حضور تشریف لاویں تو آپکی بگھی کو بجائے گھوڑوں کے ہم خود ہی کھینچیں گے کیونکہ لیڈر کی عزت افزائی کے لئے دوسرے لوگ بھی ایسا ہی کرتے تھے اور اس بات کو بہت عزت افزائی کی بات خیال کیا جاتا تھا۔ حضرت اقدس جب لاہور تشریف لائے تو چند نوجوان دوستوں نے اپنی اس سکیم کو عملی جامہ پہنانا چاہا۔ جب حضور کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا:

"مامور حیوانوں کو انسان بنانے کے لئے آتے ہیں انسانوں کو حیوان بنانے کے لئے نہیں آتے۔"

اس بات کو آپ نے احترامِ انسانیت کے خلاف سمجھ کر نوجوانوں کو منع فرما دیا۔ کوئی دنیا دار انسان ہوتا تو پھولے نہ سماتا چونکہ مامورین انسان کے احترام کو دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں اس لئے معمولی سی فروگذاشت کو بھی برداشت نہیں کرتے۔

(۳) احترامِ غُرباء

میاں نظام الدین صاحب حضرت اقدس کے پیروکاروں میں ایک غریب آدمی تھے۔ ایک دفعہ وہ آپکی مجلس میں بیٹھے تھے کہ بعض دُوسرے لوگ بھی حضور کی ملاقات کے لئے آئے اور انہوں نے آپ کے قریب بیٹھنے کی کوشش کی اس طرح میاں نظام الدین کو انہوں نے پیچھے دھکیل دیا۔ ان کے بعد کچھ اور لوگ آ گئے جس کے باعث اُنہیں مزید پیچھے ہٹنا پڑا۔ یہاں تک کہ ہٹتے ہٹتے جوتیوں میں آ گئے۔ حضرتِ اقدس اس کارروائی کو بڑی خاموشی سے دیکھتے رہے اور منہ سے کچھ نہ فرمایا۔ جب کھانے کا وقت آیا تو آپ نے اپنا پیالہ ہاتھ میں پکڑا اور فرمایا۔ "میاں نظام الدین آؤ ہم اکٹھے روٹی کھائیں گے۔" چنانچہ آپ نے اور میاں نظام الدین نے ایک ہی برتن میں اکٹھے کھانا کھایا۔ اس طرح وہ لوگ بڑے خجل ہوئے جنہوں نے میاں نظام الدین کو حقیر سمجھ کر پیچھے دھکیل دیا تھا اس طرح آپ نے اپنے عملی نمونہ سے انہیں غربا کے احترام کا سبق دیا۔

(۴) ضبطِ نفس

ایک دفعہ آپ تصنیف و تالیف میں مشغول تھے میاں محمود صاحب آئے اور آپ کے قیمتی مسودات کو دیا سلائی دکھا کر خاک کر دیا۔ جب آپ کو ان مسودات کی ضرورت پڑی تو آپ نے دیکھا کہ معلوم نہیں اب حضور کیا کہیں گے آپ نے دریافت فرمایا کیا بات ہے، حاضرین نے عرض کیا کہ حضور نے جو مسودات بڑی عرقریزی اور محنت سے تحریر فرمائے تھے وہ میاں صاحب نے جلا دیئے ہیں تو آپ نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ ہم سے کوئی بہتر مضمون لکھوانا چاہتا ہے۔" اللہ اللہ کیا کوہِ وقار انسان ہے کہ بڑے سے بڑا نقصان بھی اس کے اندر کوئی ہیجان نہ پیدا کر سکا۔

وہ دور ہیں خُدا سے جو تقویٰ سے دُور ہیں

ہر چیز میں خدا کی ضیاء کا ظہور ہے ✦ پر پھر بھی غافلوں سے وہ دلدار دُور ہے
جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا ✦ اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما
عاشق جو ہیں وہ یار کو مَر مَر کے پاتے ہیں ✦ جب مر گئے تو اس کی طرف کھینچے جاتے ہیں
یہ راہ تنگ ہے پر یہی ایک راہ ہے ✦ دلبر کی مرنے والوں پہ ہر دم نگاہ ہے
ناپاک زندگی ہے جو دوری میں کٹ گئی ✦ دیوارِ زہدِ خشک کی آخر کو پھٹ گئی
زندہ وہی ہیں جو کہ خدا کے قریب ہیں ✦ مقبول بن کے اس کے عزیز و حبیب ہیں
وہ دور ہیں خدا سے جو تقویٰ سے دور ہیں ✦ ہر دم اسیرِ نخوت و کبر و غرور ہیں
تقویٰ یہی ہے یارو کہ نخوت کو چھوڑ دو ✦ کبر و غرور و بخل کی عادت کو چھوڑ دو
اس بے ثبات گھر کی محبت کو چھوڑ دو ✦ اس یار کے لئے رہِ عشرت کو چھوڑ دو
لعنت کی ہے یہ راہ سو لعنت کو چھوڑ دو ✦ ورنہ خیالِ حضرتِ عزت کو چھوڑ دو
تلخی کی زندگی کو کرو صدق سے قبول ✦ تا تم پہ ہو ملائکہ عرش کا نزول

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا
ترکِ رضائے خویش پئے مرضئ خدا

(حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ)

انسان کے اندر صبر و استقامت پیدا کرنے کا گُر خدا تعالے پر ایمان ہے

دماغی امراض کا علاج خدا تعالے پر ایمان سے جلد تر ممکن ہے۔ (دماغی امراض کے ماہرین کا متفقہ فیصلہ)

خطبہ جمعہ فرمودہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب بمقام جامع احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور — (رپورٹ: مولوی شفقت رسول خان صاحب)

قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العالمین ○ لاشریک لہٗ ج وبذالک امرت وانا اوّل المسلمین ○ (الانعام ۶: ۱۶۲ تا ۱۶۳)

ترجمہ: "کہہ دیجئے کہ میری نماز میری قربانی اور زندگی اور موت اللہ کیلئے وقف ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس فرمانبرداری کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلا فرمانبردار میں ہوں۔"

اللہ تعالےٰ نے سورۃ الدہر میں فرمایا کہ انسان نہیں سوچتا کہ اس پر ایک ایسا زمانہ بھی آیا تھا کہ وہ کوئی قابلِ ذکر چیز نہیں تھا۔ پھر اس کو دو نطفوں کے امتزاج سے پیدا کیا اور پھر اسے سماعت اور بصارت عطا کی۔ خدا کی جس قدر مخلوق ہے وہ پیدائش کے وقت جملہ قویٰ ضروریہ سے کام لینے کے قابل ہوتی ہے لیکن انسان کا بچہ ساری مخلوق سے زیادہ بے بس ہوتا ہے۔ لم یکن شیئًا مذکورًا۔ نہ وہ دیکھ سکتا ہے نہ وہ سن سکتا ہے۔ صرف سانس لے سکتا ہے۔ صرف غذا کا احساس ہوتا ہے جس پر اس کی زندگی کا انحصار ہے۔ پھر حِس سماعت پیدا ہوتی ہے۔ اگر اس کے قریب شور و غل کیا جائے تو وہ چونک اُٹھتا ہے۔ اس کے بعد بصارت پیدا ہونا شروع ہوتی ہے۔ بینائی کی قوت ملتی ہے۔

فجعلنٰہ سمیعًا بصیرًا۔

اسی طرح باطنی اور اندرونی سماعت و بصیرت نشوونما پاتی ہے۔ پھر وہ ان قوےٰ کو اپنی مرضی اور ارادہ سے استعمال کرنا جان لیتا ہے۔ اور وہ صاحب ارادہ ہو جاتا ہے۔ اور اپنے گھریلو ماحول میں اس کے قویٰ ترقی کرتے ہیں اور وہ اپنی مرضی سے ماحول کے مطابق ان قویٰ کا استعمال کرتا ہے۔ اور ان اعمال و افعال سے دُور رہتا ہے جو اس کے ماحول کے خلاف ہوں۔ اگر اعمال و افعال ماحول کے موافق ہوں تو ان کو قبول کرتا ہے۔ گویا اپنے ارادوں پر کنٹرول کرنا سیکھتا ہے۔ اور پھر جب بڑا ہوتا ہے تو معاشرے اور ملکی اور قومی احساسات کے زیرِ اثر ہو کر اپنے ارادوں کو عمل میں لاتا ہے۔ یُوں اس کے احساسات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جاتا ہے اور پھر جب وہ سن شعور کو پہنچ جاتا ہے تو اس کی اخلاقی قوتیں ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ بعض باتوں سے رُک جاتا ہے جو اخلاقی لحاظ سے غلط ہوں۔ اس طرح اُس کا ارادہ اور مرضی ترقی کرتے ہیں یوں بچپن سے لڑکپن اور جوانی اور ادھیڑ عُمر تک کے مراحل میں شعور و تمیز کے علاوہ ایک اور احساس کہ ایک بالاتر ہستی موجود ہے۔ اور اس کے احکام اور اس کی مرضی کے مطابق میری زندگی کی جملہ حرکات ہونی چاہیئے۔ ایک اور احساس پیدا ہو جاتا ہے یعنی ان صلوٰتی ...... للّٰہ رب العالمین میری زندگی کا مقصد ہونا چاہیئے اور جو اپنی عادات و اطوار و احوال کو چھوڑنا نہیں چاہتا اور خدا کی مرضی پر چلنا نہیں چاہتا وہ نقصان اُٹھاتا ہے کیونکہ اعمال کا نتیجہ ضرور ملتا ہے۔ چنانچہ اعلےٰ اعمال کا بدلہ بہتر اور ادنےٰ اعمال کے لئے سزا ہے۔ ہاں خُدا نے انسان کے لئے راستہ واضح کر دیا ہے۔ اور شکرگذاری یا ناشکری اس کا اپنا ارادہ اور مرضی ہے۔ انا ھدینٰہ السبیل اما شاکرًا و اما کفورًا یعنی تمہیں راستہ دکھا دیا ہے۔ صحیح راہ پر چلنا تمہارے اپنے مفاد میں ہے اور اگر غلط راہ پر چلو گے تو وہ تمہارے اپنے لئے ہی نقصان دہ ہوگا۔ جو لوگ اپنے آپ کو خدا کی مرضی کے تابع کرنا نہیں چاہتے وہ یقینًا نقصان سے بچ نہیں سکتے۔ اگر کوئی شخص صحیح راستہ منتخب کرتا ہے تو وہ یقینًا صاحب عزم ہے۔ اور صاحب رائے ہے۔ اور جو غلط راہ سے الگ ہونا نہیں چاہتا وہ ضدی اور ہٹ دھرم ہے۔

درست راستے پر استقلال، مضبوطی اور اولوالعزمی دکھلانے سے انسان صاحب رائے ہو جاتا ہے۔ قائدِ اعظم محمد علی جناح ؒ کو بعض لوگ ضدی خیال کرتے تھے کیونکہ وہ اپنی بات سے ٹلتے نہیں تھے مگر اُن کی رائے صائب تھی اس لئے وہ اولوالعزم انسان تھے۔ کیونکہ اگر مسلمانوں کے لئے الگ مُلک نہ ہوتا تو متعصب ہندو مسلمانوں کا جینا دوبھر کر دیتے ...... قرآن پاک میں جو غرض و غایت انسانی زندگی کی بتائی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے عمل کو درست کرے۔ اِسلام نے خدا کی ہستی کا ایک یقینی تصوّر دیا ہے۔ اور اس کے قوانین اور احکام کی تابعداری میں ہی انسان کا فائدہ بتلایا ہے۔ جب کوئی انسان ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے تو دوا کے ساتھ پرہیز بھی تجویز کرتا ہے کہ ان دواؤں کے استعمال سے تمہیں صحت ہو گی لیکن ان چیزوں سے پرہیز کرنا تو یہ دوائیں مفید مطلب ہوں گی اور جو آدمی ڈاکٹر کی ہدایات پر عمل کرتا ہے وہ یقینًا صحت حاصل کر لیتا ہے مگر جو ڈاکٹر کی ہدایات کی پرواہ نہیں کرتا وہ مرض کا شکار ہی رہتا ہے۔ استاد اور طالب علم کی بھی یہی مثال ہے۔ کہ اگر وہ استاد کی ہدایات پر عمل پیرا ہو کر محنت کرتا ہے تو وہ کامیابی سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ اور جو طالب علم استاد کی ہدایات کی پرواہ نہیں کرتا اور لہو و لعب میں مگن رہتا ہے وہ امتحان میں فیل ہو جاتا ہے۔ اس لئے استاد اس کو قوانین پر چلانے کے لئے اگر سزا دیتا ہے تو وہ انتقامی جذبہ نہیں ہوتا بلکہ اس کی بھلائی کی خواہش ہوتی ہے۔ انسان کے اندر حوصلہ، ہمت، صبر و استقامت پیدا کرنے کا گُر خدا کی ہستی پر ایمان ہے۔ اور اس کے ساتھ تعلق ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی نسخہ شفا نہیں ہے۔ اور قرآن پاک کو شفاء للناس فرمایا ہے۔ کہ تمام امراضِ روحانی کو شفا دیتا ہے

دماغ انسانی جسم میں بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر دماغ درست ہو گا تو اس کے فیصلے بھی درست ہوں گے۔ اگر دماغی حالت درست نہ ہو گی تو اس کے فیصلے بھی ناقص اور غلط ہوں گے۔ دماغی امراض کے ماہرین کا یہ مسلّمہ اصول ہے کہ دماغی مریض کا علاج مذہب اور خدا کے تصور پیدا کرنے سے بہت جلد ہو جاتا ہے۔ جب ہم اپنے آپ کو خُدا کے سپرد کر دیتے ہیں تو یقینًا ہم راہِ راست پہ چل پڑتے ہیں۔ اپنے انفرادی، اجتماعی، معاشرتی اور معاشی امور کو جب ہم خُدا کے سپرد کر دیں تو ہم خسران مبین سے بچ جاتے ہیں۔ اور ہمارے اخلاق اور اعمال کبھی بگڑ نہیں سکتے۔ اس لئے چاہیئے کہ ہم اپنی زندگی کے ہر پہلو کو خدا کے لئے ہی وقف کر دیں۔

— * * * —

ارشاداتِ خداوندی

- "اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو"
- "اور جو تم کو السلام علیکم کہے اُسے یہ مت کہو کہ تو مومن نہیں"

— * * * —

ہماری جماعت کو چاہیئے !!

گذشتہ دنوں حضرتِ اقدس کے درجِ ذیل ارشادات جب بعد نمازِ مغرب سنائے گئے تو احباب پر رقت طاری ہوگئی اور ان کی پلکیں بھیگ گئیں۔ چنانچہ سامعین کی خواہش پر اس غرض سے انہیں پیغام صلح میں شائع کیا جا رہا ہے۔ تاکہ دوسرے دوست بھی اپنا جائزہ لے سکیں۔ (ادارہ)

——— * * * ———

ہماری جماعت کو چاہیئے کہ ہمت نہ ہار بیٹھے یہ بڑی مشکلات نہیں ہیں۔ میں تمہیں یقیناً کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری مشکلات آسان کردی ہیں کیونکہ ہمارے سلوک کی راہیں اور ہیں۔ ہمارے ہاں یہ حالت نہیں ہے کہ کریں جھک جائیں یا ناخن بڑھالیں یا پانی میں کھڑے رہیں اور چلہ کشیاں کریں یا اپنے ہاتھ خشک کر لیں۔ اور یہاں تک نوبت پہنچے کہ اپنی صورتیں بھی مسخ ہو جائیں۔ ان صورتوں کے اختیار کرنے سے بعض لوگ بخیال خویش باخدا بننا چاہتے ہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ایسی ریاضتوں سے خدا تو کیا ملنا ہے؛ انسانیت بھی جاتی رہتی ہے۔

ہمارے سلوک کا یہ طریق ہرگز نہیں ہے بلکہ اسلام نے اس کے لئے نہایت آسان راہ رکھدی اور یہ وہ کشادہ راہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے یوں ذکر فرمایا ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم۔ یہ دُعا جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھائی ہے۔ تو ایسے طور پر نہیں کہ دعا تو سکھا دی لیکن سامان کچھ بھی مہیا نہ کیا ہو۔ نہیں بلکہ جہاں دُعا سکھائی ہے وہاں اس کے لئے سامان بھی مہیا کر دیئے ہیں۔ چنانچہ اس سے اگلی صورت میں اس قبولیت کا اشارہ ہے۔ جہاں فرمایا ذالک الکتاب لاریب فیہ ھدًی للمتقین۔ یہ گویا ایسی دعوت ہے جس کا سامان پہلے سے تیار کر رکھا ہے۔ حاصلِ مطلب یہ کہ جو قوٰے انسان کو دیئے گئے ہیں اگر وہ ان سے کام لے تو یقیناً ولی ہو سکتا ہے۔ یہ یقینی بات ہے کہ اس امت میں بڑی قوت کے لوگ آتے ہیں جو نور اور صدق اور وفا سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے کوئی شخص اپنے آپ کو ان قوای سے محروم نہ سمجھے کیا اللہ تعالیٰ نے کوئی فہرست شائع کر دی ہے جس سے یہ سمجھ لیا جائے کہ ہمیں ان برکات سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ خدا تعالیٰ بڑا کریم ہے اس کی کریمی کا بڑا گہرا سمندر ہے۔ جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا اور جس کو تلاش کرنے والا اور طلب کرنیوالا کبھی محروم نہیں رہا۔ اس لئے تم کو چاہیئے کہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعائیں مانگو اور اس کے فضل کو طلب کرو۔ ہر ایک نماز میں دُعا کے کئی مواقع ہیں رکوع۔ قیام۔ سجدہ وغیرہ پھر آٹھ پہروں میں ۵ مرتبہ نماز پڑھی جاتی ہے۔ فجر۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب اور عشاء ان پر ترقی کر کے اشراق اور تہجد کی نمازیں ہیں۔ یہ سب دُعا ہی کے لئے مواقع ہیں۔

نمازوں کی اصلی غرض اور مغز دُعا ہی ہے اور دُعا مانگنا اللہ تعالیٰ کے قانونِ قدرت کے عین مطابق ہے۔ مثلاً ہم عام طور پر دیکھتے ہیں کہ جب بچہ روتا دھوتا ہے اور اضطراب ظاہر کرتا ہے تو ماں کس قدر بے قرار ہو کر اس کو دودھ دیتی ہے۔ الوہیت اور عبودیت میں اسی قسم کا ایک تعلق ہے جس کو ہر شخص سمجھ نہیں سکتا۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر گر پڑتا ہے اور نہایت عاجزی اور خشوع و خضوع کے ساتھ اس کے حضور اپنے حالات کو پیش کرتا ہے اور اس سے اپنی حاجات کو مانگتا ہے تو الوہیت کا کرم جوش میں آتا ہے۔ اور ایسے شخص پر رحم کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا درد بھی ایک گریہ کو چاہتا ہے۔ اس لئے اس کے حضور رونے والی آنکھ پیش کرنی چاہیئے۔ بعض لوگوں کا خیال کہ اللہ تعالیٰ کے حضور رونے دھونے سے کچھ نہیں ملتا۔ بالکل غلط ہے۔ اور باطل ہے ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی صفاتِ قدرت و تصرف پر ایمان نہیں رکھتے۔ اگر ان میں حقیقی ایمان ہوتا تو وہ ایسا کہنے کی جرأت نہ کرتے۔ جب کبھی کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے حضور آیا ہے اور اس نے سچی توبہ کے ساتھ رجوع کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اس پر اپنا فضل کیا ہے۔ یہ کسی نے بالکل سچ کہا ہے۔

خدا تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ تم اس کے حضور پاک دل لے کر آجاؤ۔ صرف شرط اتنی ہے کہ اس کے مناسبِ حال اپنے آپ کو بناؤ۔ اور وہ سچی تبدیلی جو خدا تعالیٰ کے حضور جانے کے قابل بنا دیتی ہے اپنے اندر کر کے دکھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میں عجیب در عجیب قدرتیں ہیں اور اس میں لا انتہا فضل اور برکات ہیں۔ مگر ان کو دیکھنے اور پانے کے لئے محبت کی آنکھ پیدا کرو۔ اگر سچی محبت ہو تو خدا تعالیٰ بہت دعائیں سنتا ہے۔ اور تائیدیں کرتا ہے لیکن شرط یہی ہے کہ محبت اور اخلاص خدا تعالیٰ سے ہو۔ خدا کی محبت ایک ایسی شے ہے جو انسان کی زندگی کو جلا کر اسے ایک نیا اور مصفا انسان بنا دیتی ہے۔ اس وقت وہ کچھ دیکھتا ہے جو پہلے نہیں دیکھتا تھا۔ اور وہ کچھ سنتا ہے۔ جو پہلے نہیں سنتا تھا۔ غرض خدا تعالیٰ نے جو کچھ فائدہ فضل و کرم کا انسان کے لئے تیار کیا ہے۔ اس کے حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کیلئے استعدادیں بھی عطا کی ہیں۔ اگر وہ استعدادیں تو عطا کرتا لیکن سامان نہ ہوتا تب بھی ایک نقص تھا۔ یا اگر سامان تو ہوتا لیکن استعدادیں نہ ہوتیں تو کیا فائدہ تھا۔ مگر نہیں یہ بات نہیں ہے۔ اس نے استعدادیں بھی دی ہیں اور سامان بھی مہیا کیا ہے۔ جس طرح پر ایک طرف روئی کا سامان پیدا کیا تو دوسری طرف آنکھ۔ زبان۔ دانت اور معدہ دیا اور جگر اور امعا کو کام میں لگا دیا اور ان کاموں کا مدار غذا پر رکھ دیا۔ اگر پیٹ کے اندر ہی کچھ نہ جائیگا تو دل میں خون کہاں سے آئے گا کیلوس کہاں سے بنے گا۔ اسی طرح پر سب سے اوّل اس نے یہ فضل کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اسلام جیسا مکمل دین دے کر بھیجا اور آپ کو خاتم النبیین ٹھہرایا اور قرآن شریف جیسی کامل اور خاتم الکتاب عطا فرمائی جس کے بعد قیامت تک نہ کوئی کتاب آئیگی اور نہ کوئی نیا نبی نئی شریعت لے کر آئے گا۔ پھر جو قوٰے سوچ اور فکر کے ہیں۔ ان سے اگر ہم کام نہ لیں اور خدا تعالیٰ کی طرف قدم نہ اٹھائیں تو کس قدر سستی اور کاہلی اور ناشکری ہے۔ غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اس پہلی ہی سورت میں ہمارے لئے کس قدر مبسوط طریق پر فضل کی راہ بتا دی ہے اس سورۃ میں جس کا نام خاتم الکتاب اور ام الکتاب بھی ہے صاف طور پر بتا دیا ہے کہ انسانی زندگی کا کیا مقصد ہے۔ اور اس کے حصول کی کیا راہ ہے۔ ایاک نعبدُ۔ گویا انسانی فطرت کا اصل منشاء ہے۔ اور وہ ایاک نستعین پر مقدم کر کے یہ بتایا ہے کہ پہلے ضروری ہے کہ جہاں تک انسان کی اپنی طاقت، ہمت اور سمجھ میں ہو خدا تعالیٰ کی رضامندی کی راہوں کے اختیار کرنے میں سعی اور مجاہدہ کرے اور خدا تعالیٰ کی عطا کردہ قوتوں سے پورا کام لے اور اس کے بعد پھر خدا تعالیٰ سے اس کی تکمیل اور نتیجہ خیز ہونے کے لئے دعا کرے۔ انسان کی زندگی کا مقصد اور غرض صراطِ مستقیم پر چلنا اور اس کی طلب ہے جس کو اس سورۃ میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم یا اللہ ہم کو سیدھی راہ دکھا ان لوگوں کی راہ جن پر تیرا انعام ہوا۔ یہ وہ دُعا ہے جو ہر نماز میں اور ہر رکعت میں مانگی جاتی ہے۔ اس دعا کا اس قدر تکرار ہی اس کی ضرورت کو ظاہر کرتا ہے۔

ہماری جماعت یاد رکھے۔ کہ یہ معمولی سی بات نہیں ہے۔ اور صرف زبان سے طوطے کی طرح ان الفاظ کا رٹ لینا اصل مقصود نہیں ہے بلکہ یہ دعا انسان کو انسانِ کامل بنانے کا ایک کارگر اور خطا نہ کرنے والا نسخہ ہے۔

——— * * * * ———

مرتبہ جناب ڈاکٹر خورشید عالم توفیق۔ سرینگر

دُعا اور اُس کی مقبولیّت

اذا سالك عبادی عنی فانی قریبٌ اُجیب دعوة الداع اذا دعان (قرآن کریم)

ابتلاء اور ہم وغم سے فائدہ :۔

اللہ تعالےٰ چاہتا تو انسان کو ایک حالت میں رکھ سکتا تھا لیکن بعض مصالح اور امور ایسے ہوتے ہیں کہ اس پر بعض عجیب و غریب اوقات اور حالتیں آتی رہتی ہیں۔ ان میں سے ایک ہم و غم کی بھی حالت ہے ان اختلافِ حالات اور تغیر و تبدل اوقات سے اللہ تعالےٰ کی عجیب و غریب قدرتیں اور اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ کیا اچھا کہا ہے کہ ؎

اگر دنیا بیک دستور ماندے + بسا اسرار ہا مستور ماندے

جن لوگوں کو کوئی ہم و غم دنیا میں نہیں پہنچا اور جو بجائے خود اپنے آپ کو بڑا ہی خوش قسمت اور خوشحال سمجھتے ہیں۔ وہ اللہ تعالےٰ کے بہت سے اسرار اور حقائق سے ناواقف اور ناآشنا رہتے ہیں۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ مدرسوں میں سلسلہ تعلیم کے ساتھ یہ بھی لازمی رکھا گیا ہے کہ ایک خاص وقت تک لڑکے ورزش بھی کریں۔ اس ورزش اور ڈرل وغیرہ سے جو سکھلائی جاتی ہے۔ سررشتہ تعلیم کے افسروں کا یہ منشا تو ہر گز نہیں ہو سکتا کہ ان کو کسی لڑائی کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ وقت ضائع کیا جاتا ہے اور لڑکوں کا وقت کھیل کود میں دیا جاتا ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اعضاء جو حرکت کو چاہتے ہیں اگر اُن کو بالکل بے کار چھوڑ دیا جاوے تو پھر ان کی طاقتیں زائل اور ضائع ہو جاویں۔ اور اس طرح پر اُن کو پورا کیا جاتا ہے۔ بظاہر ورزش کرنے سے اعضاء کو تکلیف اور کسی قدر نقصان ان کی پرورش۔ صحت کا موجب ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح پر ہماری فطرت کچھ ایسی واقع ہوتی ہے کہ وہ تکلیف کو بھی چاہتی ہے تاکہ تکمیل ہو جاوے۔

جب کسی قسم کی تکلیف اور مصیبت انسان کو پہنچتی ہے تو وہ فطرتاً اور طبعاً اعمالِ حسنہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اپنے اندر ایک قلق اور کرب محسوس کرتا ہے۔ جو اسے بیدار کرتا ہے اور نیکیوں کی طرف کھینچے لئے جاتا ہے۔ اور گناہ سے ہٹاتا ہے۔

اس لئے اللہ تعالےٰ کا فضل و احسان ہی ہوتا ہے جو وہ انسان کو بعض اوقات ابتلاؤں میں ڈال دیتا ہے۔ اس سے اس کی رضا بالقضا اور صبر کی قوتیں بڑھتی ہیں۔ جن لوگوں کو خدا پر یقین نہیں ہوتا ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ ذرا سی تکلیف پہنچنے پر گھبرا جاتے ہیں۔ اور وہ خودکشی میں آرام دیکھتے ہیں مگر انسان کی تکمیل اور تربیت چاہتی ہے کہ اس پر اس قسم کی ابتلائیں آویں تاکہ اللہ تعالےٰ پر اس کا یقین بڑھے۔

انعاماتِ الٰہیہ کیلئے ابتلاء ضروری

خدا کا اپنے بندوں سے بڑا پیار یہی ہے کہ ان کو ابتلاء میں ڈالے جیسے کہ وہ فرماتا ہے۔ وبشر الصابرین الذین اذا اصابتهم مصيبةٌ قالوا انا لله وانا اليه راجعون (البقرۃ: ۱۵۵، ۱۵۶)

"اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دو، وہ جنہیں جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے کہتے ہیں ہم اللہ کے لئے ہی ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں"

یعنی ہر ایک مصیبت اور دُکھ میں ان کا رجوع خدا تعالےٰ ہی کی طرف ہوتا ہے۔ خدا تعالےٰ کے انعامات انہی کو ملتے ہیں جو استقامت اختیار کرتے ہیں۔ خوشی کے ایام اگرچہ دیکھنے کو لذیذ ہوتے ہیں مگر انجام کچھ نہیں ہوتا۔ رنگ رلیوں میں رہنے سے آخر خدا کا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔ خدا کی محبت یہی ہے کہ ابتلاء میں ڈالتا ہے۔ اور اس سے اپنے بندے کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً کسریٰ، اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری کا حکم نہ دیتا تو یہ معجزہ کہ وہ اسی رات مارا گیا کیسے ظاہر ہوتا۔ اور اگر مکہ والے لوگ آپ کو نہ نکالتے تو انا فتحنا لك فتحاً مبينا (ہم نے تیرے لئے ایک کھلی فتح (کی راہ) کھول دی ہے۔) کی آواز کیسے سنائی دیتی۔ ہر ایک معجزہ ابتلاء سے وابستہ ہے۔

درحقیقت ابتلاء بڑی رحمت کا موجب ہے کیونکہ ایک شخص عبودیت مضطر ہو کر اور چاروں طرف سے کٹ کر اسی اکیلے سبب ساز کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ اور اُدھر سے الوہیت اپنے فضلوں کے لشکر لے کر اس کی تسلی کے لئے قدم بڑھاتی ہے۔

دکھ کی دو اقسام

دنیا میں دو قسم کے دُکھ ہوتے ہیں بعض دکھ اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان میں تسلی دی جاتی ہے اور صبر کی توفیق ملتی ہے۔ فرشتے سکینت کے ساتھ اترتے ہیں۔ اس قسم کے دُکھ نبیوں اور راستبازوں کو بھی ملتے ہیں اور وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے بطور ابتلاء آتے ہیں۔ جیسا کہ اس نے ولنبلونكم بشيءٍ من الخوف (ضرور ہم کسی قدر ڈر سے تمہارا امتحان کریں گے) میں فرمایا ہے۔ ان دکھوں کا انجام راحت ہوتا ہے۔ اور درمیان میں بھی تکلیف نہیں ہوتی کیونکہ خدا کی طرف سے صبر اور سکینت ان کو دی جاتی ہے۔ مگر دوسری قسم دُکھ کی وہ ہوتی ہے جس میں یہی نہیں کہ دکھ ہوتا ہے بلکہ اس میں صبر و ثبات کھو یا جاتا ہے۔ یہ شامتِ اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔

وما اصابكم من مصيبةٍ فبما كسبت ايديكم (اور جو کچھ تمہیں مصیبت پہنچے گی تو وہ اس وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا)

اس قسم کے دکھوں سے بچنے کا یہی طریق اور علاج ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ سے ڈرتا رہے۔ ... اور ہمیشہ اپنے آپ کو نفس اور شیطان کے حملوں سے بچاتا رہے .... مگر یاد رکھو کہ یہ بات یونہی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ تم نمازوں میں دعائیں کرو کہ خدا تعالےٰ تم سے راضی ہو جاوے اور وہ تمہیں توفیق اور قوت عطا فرماوے کہ تم گناہ آلود زندگی سے نجات پاؤ۔ گناہوں سے بچنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اس کی توفیق شامل حال نہ ہو اور اس کا فضل عطا نہ ہو اور یہ توفیق اور فضل دُعا سے ملتا ہے۔ اس واسطے نمازوں میں دعا کرتے رہو۔

باہتمام ریاض حسین الحبرہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر۔ ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور، مؤرخہ ۲۸۔ اپریل ۱۹۸۲ء۔ جلد ۶۹، شمارہ

بیگم صاحبہ چوہدری رحمت خاں 993
7 آستانہ سٹریٹ ٹاؤن
ڈاکخانہ اچھرہ ۔ لاہور

جلد :- ۶۹ * یوم چہار شنبہ ۱۱۔ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ ۔ بمطابق ۔ ۵ مئی ۱۹۸۲ء ۔ * شمارہ : ۱۸

ارشاداتِ حضرت مجددِ صدِ چہاردہم

ابتلاؤں میں وفا اور استقامت

اس کی عزّت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلاء سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں۔ اگرچہ ایک ابتلاء نہیں کروڑ ہو۔ ابتلاؤں کے میدان اور دُکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے ؎

آں نہ من باشم کہ روزِ جنگ بینی پشتِ من + آں منم کاندر میانِ خاک و خوں بینی سرے

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے مجھے کیا معلوم کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پُر خار بادیہ درپیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے۔ پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اُٹھاتے ہیں۔ جو میرے ہیں وہ مجھ سے جُدا نہیں ہو سکتے۔ نہ مصیبت سے نہ لوگوں کے سب و شتم سے۔ نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے۔ ان کا پچھلا حال اُن کے پہلے حال سے بدتر ہوگا۔ کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں؟ کیا ہم خداتعالےٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہو جائیں گے؟ کیا ہم اپنے پیارے خُدا کی کسی آزمائش سے جُدا ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں ہو سکتے۔ مگر محض اس کے فضل اور رحمت سے۔ پس جو جُدا ہونے والے ہیں وہ جُدا ہو جائیں۔ ان کو وداع کا سلام۔ لیکن یاد رکھیں کہ قطع تعلق کے بعد پھر کبھی وقت جھکیں تو اس جھکنے کی عند اللہ ایسی عزت نہیں ہوگی جو وفادار لوگ عزّت پاتے ہیں کیونکہ ...

.... غداری کا داغ .... بہت ہی برا داغ ہے۔ (انوارالاسلام)

دن بہت ہیں سخت اور خوف و خطر درپیش ہے + پر یہی ہیں دوستو اس یار کے پانے کے دن

دوستو اس یار نے دیں کی مصیبت دیکھ لی + آئیں گے اِس باغ کے اب جلد لہرانے کے دن

دیں کی نصرت کیلئے اِک آسماں پر شور ہے + اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

دُنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو *

دُنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو۔ کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں۔ بلکہ تم خُدا کی لعنت سے ڈرو۔ جو آسمان سے نازل ہوتی اور جس پر پڑتی ہے اس کی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے۔ ...... تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو۔ اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلّل اختیار کرو۔ تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کے لئے تم بلائے گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا......

.... وہ جو اس کے لئے آگ میں ہے وہ آگ سے نجات دیا جائے گا۔ وہ جو اس کے لئے روتا ہے وہ ہنسے گا۔ وہ جو اس کے لئے دُنیا سے توڑتا ہے وہ اس کو ملے گا۔ تم سچے دل اور پورے صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو تا وہ بھی تمہارا دوست بن جائے۔ تم اپنے ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو۔ تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔ تم سچ مچ اس کے ہو جاؤ۔ تا وہ بھی تمہارا ہو جائے۔ دنیا ہزاروں بلاؤں کی جگہ ہے۔ سو تم خدا سے صدق کے ساتھ پنجہ مارو۔ تا وہ یہ بلائیں تم سے دُور رکھے۔ کوئی آفت زمین پر پیدا نہیں ہوتی۔ جب تک آسمان سے حکم نہ ہو۔ اور کوئی آفت دُور نہیں ہوتی جب تک آسمان سے رحم نازل نہ ہو۔ سو تمہاری عقلمندی اسی میں ہے کہ تم جڑ کو پکڑو نہ شاخ کو .... آخر وہی ہوگا جو خُدا کا ارادہ ہوگا۔ اگر کوئی طاقت رکھے تو توکّل کا مقام ہر ایک مقام سے بڑھ کر ہے۔ (کشتیٔ نوح)

۲۶ مئی حضرت اقدس کے وصال کا دن ہے۔ اس موقع پر ادارہ پیغام صلح ایک خاص نمبر شائع کرتا ہے۔ مضمون نگار احباب ۱۵ مئی سے پہلے اپنے مضامین بھیج کر مشکور فرمادیں تاکہ خاص نمبر میں شائع ہو سکیں۔ (ادارہ)

آہ!

قاضی غلام رسول

ہر دلعزیز و شرف و شرافت کا پھول تھا + خادم تھا دین کا تو غلام رسول تھا
سنجیدگی و حلم و متانت کے ساتھ ساتھ + تھا مستعد وہ کام میں اور با اصول تھا

قریباً سولہ سال کی بات ہے کہ انجمن کے مرکزی دفاتر میں ایک خوش رُو و خوش لباس، کم گو جواں سال خدمتِ دین کا جذبہ لئے ہوئے آئے اور پھر یہیں کے ہو رہے یہ مرحوم و مغفور قاضی غلام رسول صاحب بی۔ اے تھے جن کا تعلق ایک ایسے احمدی گھرانے سے تھا جس نے تحریکِ احمدیت کے سیلِ رواں کی موجوں سے خوب خوب کھیلا تھا۔ چنانچہ مرحوم قاضی صاحب کے دل میں بھی جماعت کے لئے یہی جذبہ موجزن تھا۔ امورِ انجمن کی سرانجام دہی میں اُن کی یہی لگن ہر ہر مرحلہ پر کارفرما نظر آتی تھی۔ شرمیلی طبیعت، حلیم الطبعی اور شریف النفسی کے باوجود وہ مفوضہ کام میں انتہائی مستعد تھے۔ انجمن میں "دفترِ تحصیل" کی اہم ذمہ داری کے ساتھ ساتھ انہیں جماعت کے مقدمات اور عدالتی کارروائی کا نہایت نازک کام بھی سونپا ہوا تھا جس کے لئے انہیں فہم و فراست کے علاوہ محنتِ شاقہ سے بھی کام لینا پڑتا مگر کسی مرحلہ پر بھی انہوں نے کام کی زیادتی کا شکوہ نہیں کیا۔ اور کبھی بھی کسی کام سے پہلو تہی نہیں کی۔ حالات کے ساتھ ساتھ انجمن کے بڑھتے ہوئے کاروبار میں جب بھی کسی شعبہ کو عدالتی کارروائی کا سامنا ہوا یا کوئی امر سرکاری دفاتر سے متعلق ہوا وہ مرحوم کے ذمہ ڈال دیا گیا۔ اور انہوں نے اُسے کبھی بیگار نہ سمجھا بلکہ نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیا اور خوش خلقی، نرم اور دلنشیں گفتگو سے اکثر و بیشتر امور مفادِ انجمن میں فیصلہ کروا کر آتے۔ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آمین

اتنی ساری ذمہ داریوں کے باوجود اُن کے مزاج میں کبھی تلخی یا چڑچڑا پن پیدا نہ ہوا۔ انہوں نے ایک طویل مدت انجمن میں گذاری مگر کسی ایک کارکن سے بھی اُن کی تلخ کلامی یا تنازعہ نہیں ہوا اور اُن کے چہرے پر کبھی خفگی کے آثار پیدا نہیں ہوئے۔ ہمیشہ مسکراہٹ ہی اُن کے دلکش چہرے پر رقصاں نظر آتی تھی۔ ایسی دل آویز مسکراہٹ جو اب ہم کبھی نہ دیکھ سکیں گے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم کی صحت گذشتہ ایک سال سے خراب چلی آ رہی تھی مگر اپنی قوتِ ارادی کے بل بوتے پر انہوں نے فقط زبر بیماری کا مقابلہ کیا۔ زیادہ تکلیف ہوتی تو رخصت لے لیتے ورنہ دفتر چلے آتے اور اپنے فرائض سرانجام دیتے لیکن بیماری کی طوالت نقاہت بڑھاتی گئی تا آنکہ ۱۰ رفروری ۱۹۸۲ء داعیٔ اجل کو لبیک کہہ دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حق مغفرت کرے۔

مرحوم کے والد ماجد مکرم قاضی عبد العزیز صاحب ممبر مجلسِ معتمدین اور سیکرٹری جماعت لاہور چھاؤنی کو اللہ تعالیٰ اس پیرانہ سالی میں یہ دلفگار صدمہ برداشت کرنے کی توفیق دے اور مرحوم کی بیوہ اور تین کم سن بچوں کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین ؛

اخبارِ احمدیہ

* سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدماتِ دینیہ میں مصروف ہیں۔ آپ کی خصوصی توجہ سے دارالسلام میں دن بدن روحانی ترقی کے مواقع پیدا ہو رہے ہیں یہاں کے رہنے والے اور بیرون لاہور سے آنے والے احباب اس جوئے شیریں سے اپنی اپنی پیاس بجھاتے اور روحانی فائدہ سے سیر ہو کر جاتے ہیں۔

نمازِ فجر کے بعد درسِ قرآنِ کریم ارشاد فرماتے ہیں۔ دن کو دینی تدریس کا بہت اچھا انتظام ہے۔ دو کلاسیں جاری ہیں۔

نمازِ مغرب کے بعد حضرتِ اقدس کے ارشادات سنائے جاتے ہیں۔ حفاظ کلاس مغرب سے عشاء تک ہوتی ہے۔ احباب مسلسل دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی زندگی میں برکت دے صحت سے رکھے اور حضرت کی قیادت میں یہ سلسلہ رواں دواں رہے۔ آمین

* درخواستِ دُعا۔

مکرم چوہدری بخت انور صاحب (برادر چوہدری حنیف اختر علی) نے حضرت امیر ایدہ اللہ سے بذریعہ خط استدعا کی ہے کہ ان کے جواں سال بیٹے رضا اللہ نامی کراچی میں بہت بیمار ہیں۔ ان کی صحت یابی کیلئے دعا فرمائی جاوے۔ جامع احمدیہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے دعا فرمائی اور سامعین نے آمین کہی۔ احباب سلسلہ سے بھی اس بچہ کی صحت کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخویم مکرم و معظم ـــــــــ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

ماہِ رجب زکوٰۃ کا مہینہ ہے اور مسلمان اس مہینے میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، یہ مہینہ شروع ہو چکا ہے اس لئے میں آپ کو اس ضروری فریضہ کی ادائیگی کی طرف توجہ دلاتا ہوں زکوٰۃ ان پانچ ارکانِ اسلام میں سے ہے جن پر دین کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ قرآنِ کریم میں نماز کے حکم کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی حکم ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ اپنے جمع شدہ سرمایہ، تجارتی مال۔ زیورات اور جائیداد وغیرہ کا جن پر زکوٰۃ واجب ہے حساب کر کے زکوٰۃ حسبِ معمول اپنے قومی بیت المال میں جمع کرائیں گے :-

۱۔ نقدی پر زکوٰۃ چالیسواں حصہ یعنی فیصد روپے پر ۲/۵۰ روپے ہے۔

۲۔ زیورات بھی نقدی کے تحت آتے ہیں۔ ۵۲ تولے چاندی اور ۷½ تولے سونا اور اس سے زائد پر زکوٰۃ واجب ہے

تمام رقوم بنام محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ارسال فرمائیں

شکریہ۔

والسلام

مخلص میرزا مسعود بیگ جنرل سیکرٹری

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور

وما تکون فی شانٍ وما تتلوا منہ من قرآنٍ ولا تعملون من عملٍ الا کنا علیکم شھودًا اذ تفیضون فیہ ط .... ذالک ھو الفوز العظیم

(سورۃ یونس)

خطبۂ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بمقام مسجد مبارک راولپنڈی، مؤرخہ ۹- اپریل ۱۹۸۲ء

تشہد و تعوذ کے بعد سورۃ یونس کی آیات وما تکون فی شانٍ .... ذالک ھو الفوز العظیم۔ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

میرا کافی دنوں سے یہاں آنے کا ارادہ تھا۔ جب آنے سے کچھ روز پہلے یہ ارادہ پختہ ہوگیا تو میں سوچتا رہا کہ میں وہاں مسجد مبارک میں اپنے بھائیوں کے سامنے کیا کہوں گا۔ انہیں کیا پیغام دوں گا۔ اس مسجد کا نام "مسجد مبارک" ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اسم بامسمّٰی کرے اور اسے ان مساجد میں شامل کرے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

فی بیوتٍ اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہٗ یسبح لہٗ فیھا بالغدو والآصال ۔

ترجمہ: یہ نور ان گھروں میں ہے جو اللہ نے حکم دیا ہے کہ بلند کئے جائیں اور ان میں اس کا نام یاد کیا جائے۔ ان میں اس کی تسبیح اور شام کے وقتوں میں کرتے رہتے ہیں۔

رجالٌ لا تلھیھم تجارۃٌ ولا بیعٌ عن ذکر اللہ واقام الصلٰوۃ وایتاء الزکوٰۃ یخافون یومًا تتقلب فیہ القلوب والابصار ہ

ترجمہ: ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔

لیجزیھم اللہ احسن ما عملوا ویزیدھم من فضلہٖ والله یرزق من یشاء بغیر حساب ہ

ترجمہ: تاکہ اللہ انہیں اس کا بہترین بدلہ دے جو وہ کرتے رہے اور اپنے فضل سے انہیں زیادہ دے اور اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔

اور اس مسجد کو ان مساجد میں کرے جن کی تعریف ان آیات سے کی گئی ہے اور اس میں نماز پڑھنے والوں کو ان اشخاص میں سے کرے جن کا ان آیات میں ذکر ہے۔ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں مجھے یہ فکر تھا کہ اس مسجد میں نماز پڑھنے والوں کے سامنے میں کیا بیان کروں گا۔ کوئی ایسا بیان جس سے اچھا نتیجہ نکلے اور جس سے سننے والوں کو فائدہ ہو لیکن مجھے کچھ نہ سوجھا اور کچھ سمجھ نہ آیا۔ آنے سے ایک روز قبل صبح کے وقت جب میں نیند سے بیدار ہوا تو میری زبان پر یہ آیات جاری تھیں جو میں نے شروع میں تلاوت کی ہیں۔ ان آیات کے پڑھنے سے میرے دل میں ایک ٹھنڈک پیدا ہوئی اور یہ خیال پیدا ہوا کہ ان آیات میں وہ مضمون ہے جو مجھے مسجد مبارک میں بیان کرنا چاہیئے۔ یہ مضمون بڑا قابلِ غور ہے۔

جو آیات میں نے شروع میں تلاوت کی ہیں اُن میں سے پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ تو کسی عمدہ کام میں مصروف نہیں ہوتا اور نہ تو اس کام کے سلسلے میں یا ویسے قرآن کا کوئی حصہ پڑھ رہا ہوتا ہے اور نہ تم کوئی کام کر رہے ہوتے ہو مگر ہم وہاں حاضر ہوتے ہیں۔ اس آیت کے پہلے حصے میں واحد کا صیغہ استعمال ہوا ہے اور اس کے مقابلہ جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے جس میں پہلے اور آنے والے سب لوگ شامل ہیں اور جنہیں مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ جب تم کسی اچھے کام میں لگے ہوتے ہو قرآن کریم کی تلاوت اور اس کی آیات پر غور و خوض میں مصروف ہوتے ہو تو ہم بھی تمہارے ساتھ وہاں موجود ہوتے ہیں۔ اور تیرے رب پر آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز بھی چھپی ہوئی نہیں خواہ وہ چیز ایک ذرّہ کے برابر ہو یا اس سے چھوٹی ہو یا بڑی ہو۔ یہ سب کچھ ایک کھلی ہوئی کتاب میں موجود ہے اور وہ کتاب ہے علم الٰہی۔ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں اپنی موجودگی ہر جگہ کا ذکر فرمایا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ان لوگوں کے ساتھ موجود ہونے کا ذکر فرمایا ہے جو نیکی اور بھلائی کے قابلِ قدر اور عظیم الشان کاموں میں مصروف ہوں۔ شان کا لفظ جو اس آیت میں استعمال ہوا ہے اس سے مراد ہی کسی کام کا قابلِ قدر اور عظیم الشان ہونا ہے نیکی اور بھلائی کے کاموں سے بڑھ کر اور کون سے کام اپنے اندر عظمت رکھتے ہیں۔ قرآن کریم کی تلاوت اور اس پر غور و فکر کرنے اور اُسے اپنے لئے ہدایت نامہ اور روشنی بنانے والے پر ایسے کاموں کی عظمت، قدر اور بڑائی منکشف ہو سکتی ہے۔

آیت میں واقع "ذرہ" کا لفظ قابلِ غور ہے۔ سائنس کی زبان میں "ذرہ" ایٹم کو کہتے ہیں۔ آج سے چودہ صدیاں قبل ایٹم کا کس کو علم تھا۔ سائنسدانوں نے آج اپنی تحقیقات کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ یہ ساری کائنات ذرات یا ایٹموں سے مرکب ہے اور ایٹم وہ ذرہ ہے جسے بہت عرصہ پہلے جزو لایتجزیٰ کہا جاتا تھا یعنی ناقابلِ تقسیم ہے۔ اس کے اور اجزا نہیں ہو سکتے لیکن اس ہمارے زمانے میں یہ عجیب انکشاف ہوا ہے کہ ایٹم بھی قابلِ تقسیم ہے جو مثبت اور منفی ذرات پر مشتمل ہے۔ یہ اجزا ایسے ہیں کہ ایٹم کے توڑنے سے دنیا میں قیامت برپا کر دیتے ہیں۔ یہ انکشاف دورِ حاضر کا ہے لیکن قرآن کریم میں اس کا ذکر پہلے سے موجود ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے کہ ذرّہ یا اُس سے چھوٹا یا اس سے بڑا۔ اس ذرے سے بڑا ذرا مالیکیول ہوتا ہے جو دو یا دو سے زیادہ ایٹموں کے آپس میں جڑنے سے بنتا ہے۔ یہ باتیں قرآن۔ رُوحانیت۔ اچھے اعمال اور اعلیٰ درجے کے انسانوں کی ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ایک علمی انکشاف بھی فرما دیا ہے یہ وہ ذرا ہے۔ اُس سے چھوٹا یا اُس سے بڑا جو اللہ تعالیٰ کی نظر سے پوشیدہ نہیں ذرے کے دل پر بھی اس کی نگاہ ہے۔

قرآن کریم میں بہت سے ایسے مقامات ہیں جہاں علمی انکشافات کا ذکر ہے۔ ان علمی صداقتوں کو دینی۔ مذہبی اور رُوحانی بحثوں میں اشارۃً داخل کیا گیا ہے تاکہ قرآن کریم کی عظمت آنے والے زمانوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قائم ہو جائے۔ اور جوں جوں زمانہ مختلف علوم میں ترقی کرتا جائے قرآن کریم کے علوم کی برتری ان سب پر ثابت ہوتی جائے ایک دوسرے مقام پر اس صداقت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ لا یعزب ..... الا فی کتٰبٍ مبین۔ خدا کی نظر سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ذرے کے دل تک اس کی نظر ہے ہر چیز اُس کے سامنے ایک کھلی ہوئی کتاب ہے۔ اس سے اگلی تین چار آیات میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ راہ جو اس تک پہنچاتی ہے اس پر گامزن ہونا چاہتے ہیں۔ اور اس کے لئے قرآن کریم سے روشنی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ اولیاء اللہ ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ لاخوفٌ ولا ھم یحزنون۔ وہ ہر خوف اور حزن سے اللہ کی پناہ میں ہوتے ہیں۔ خوف آنے والے خطرات کا ہوتا ہے۔ اور حزن موجودہ اور گذشتہ خسارے اور نقصانات کا ہوتا ہے۔ خوف اور غم انسان کی زندگی کو دکھی بنانے والی دو چیزیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے اپنے دوستوں کو بچاتا اور محفوظ رکھتا ہے۔ اللہ کے یہ دوست کون لوگ ہوتے ہیں جن کو یہ مقام حاصل ہوتا ہے۔ الذین اٰمنوا وکانوا یتقون۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ اور یومِ آخر پر اعمال کے نتائج۔ اللہ کے حضور پیش ہونے اور

اُس کے سامنے جوابدہ ہونے پر پختہ ایمان اور یقین ہوتا ہے اور اس یقین کی وجہ سے وہ بدیوں اور ایسے افعال سے جو اللہ تعالےٰ سے دور پھینکنے والے ہوتے ہیں بچتے اور پرہیز کرتے ہیں۔ اُن کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا والاٰخرۃ۔ دونوں جہانوں میں اُن کے لئے جناب الٰہی سے بشارتیں ہوتی ہیں۔ انہیں ان کی زندگی میں یہ بشارتیں بذریعہ الہام، فرشتوں کی وساطت سے ان کو دلوں میں تسکین اور ٹھنڈک پیدا کرنے اور دعاؤں کی قبولیت کے ذریعے ملتی رہتی ہیں ان کی زندگی اور ان کے دل ایسے پُرسکون ہو جاتے ہیں کہ ان سے ہر دکھ اور تکلیف کا احساس مٹ جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو مزید تسلی اور یقین دلانے کے لئے فرمایا کہ لا تبدیل لکلمٰت اللہ۔ اللہ کی یہ باتیں اٹل اور غیر مبدل ہیں۔ یہ مت سمجھو کہ یہ محض ایک بے معنی بات ہے اور اس کا کوئی نتیجہ نہیں۔ ہرگز نہیں کیونکہ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ان قوانین کے وقوع میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں آسکتی۔ اس کے بعد فرمایا ذالک ھو الفوز العظیم یہی حقیقی کامیابی ہے۔ قرآن کریم نے اس مقام کا حصول ہمارے سامنے بطور مقصد رکھا ہے۔ یہی وہ راہ ہے جس پر چلنے کی ضرورت ہے۔ اگر انسان اسے اپنا لے تو اس کے اندر کتنی قوت اور حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے ایک قیمتی اور مجرب نسخہ مل گیا ہے۔ جس میں میری تمام قلبی۔ ذہنی۔ جسمانی اور رُوحانی بیماریوں کی شفا ہے۔ اور مجھے اسے آزمانا چاہیئے۔ یہ بڑی عظیم الشان اور ایمان کو زندہ اور تازہ کرنے والی آیات ہیں ہمیں چاہیئے کہ ہم انہیں حفظ کرلیں۔ انہیں اپنا مطمع نظر بنالیں اور اپنی زندگیوں کو اس راہ پر ڈالیں جس ۔۔۔ ۔۔۔ نے ہماری زندگیوں کو ڈالنا چاہا اور جو اُن کا بھی اپنا ماٹو تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ میری ۔۔۔ ۔۔۔ غرض ہی متقی انسانوں کی ایک جماعت پیدا کرنا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو ہمارا سارا کام عبث ہے

ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ اس کی تلاوت اور اس کی آیات پر غور و فکر کی راہ پر ہمیں ڈالا۔ خدا کا شکر ہے ۔۔۔

ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ جس وقت اس جماعت نے یہ کام شروع کیا اس وقت تمام اسلامی دُنیا کے علماء خوابِ غفلت میں پڑے تھے۔ قرآن کریم کو انہوں نے پس پشت ڈال رکھا تھا۔ یہ حضرت صاحب کا ہی احسانِ عظیم تھا کہ انہوں نے کتاب الٰہی کو اُن کے ہاتھوں میں دیا۔ اُن کے سامنے ان کی میزوں پر رکھا۔ اسے ان سے متعارف کرایا۔ اور اس کی صورتِ معنوی سے انہیں آشنا کرایا ۔۔۔ ۔ اللہ تعالےٰ نے اس کے جو حقائق اور معارف کھولے آپ نے ان سے اپنی قوم کو مالا مال کر دیا۔ آپ نے قرآن کریم کی اشاعت اور اس کے تراجم پر بڑا زور دیا تاکہ باقی دنیا بھی اس کی روشنی سے مستفید ہو سکے۔ آپ کے بعد آنے والے آپ کے شاگردوں نے جہاں تک ممکن ہو سکا اس کام کو کیا اور اس کی کامیابی اور ثمرات کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اور ہم نے بھی اس کو اپنے لئے عزت اور کامیابی کا ایک ذریعہ سمجھ کر اس پر فخر کیا۔

جس راہ پر حضرت صاحب نے ہمیں ڈالا ہے وہ راہ بڑی کٹھن ہے۔ اس راہ پر چلنے والوں کو اپنے نفسوں کی قربانی دینا پڑتی ہے۔ انہیں کچل اور مسل دینا پڑتا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے اقتلوا انفسکم " اپنے نفسوں کو قتل کردو۔ ذالکم خیر لکم تمہاری بھلائی اسی میں ہے۔ اللہ تعالےٰ ایک دوسری قوم کے متعلق فرماتا ہے کہ جب ان سے کہا گیا کہ اقتلوا انفسکم تو انہوں نے اپنے نفسوں کو مارا۔ فاحییٰھم اللہ تو اللہ تعالےٰ نے انہیں زندہ کردیا معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں ہو کر جینا نفس کشی سے ہی حاصل ہوتا ہے اس کے بغیر ممکن نہیں مگر نفس کشی کے راستے میں بھی طرح طرح کی مشکلات اور مصائب ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس ضمن میں فرماتا ہے: یاایھا الانسان انک کادح الیٰ ربک کدحا فملاقیہ " اے انسان تجھے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے بڑی مشکلات میں سے قدم قدم چلنا ہوگا تب جاکر کہیں تو اس سے ملے گا"

حضرت صاحب نے بھی فرمایا ہے کہ میں جس راہ پر چل رہا ہوں خار زار و بیابانوں اور سنگلاخ چٹانوں اور خطرات میں سے ہو کر گذرتی ہے جس کے پاؤں نازک ہوں وہ میرے ساتھ نہ چلے لیکن اس کے باوجود جس شخص نے ان تمام دشواریوں کو قبول کرتے ہوئے ۔۔۔ کے ساتھ اپنا تعلق قائم کیا ہے اور قائم رکھنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ تو اس کا یہ فرض ہے کہ پھر اسی راہ پر چلے اور اس کی دشواریوں اور مشکلات کو بھی صبر کے ساتھ گوارا کرنے کی عادت ڈالے۔ کیونکہ اگر وہ منزل پر نہیں بھی پہنچتا تب بھی اس کی کوششوں کا اجر ضائع نہیں ہوگا۔ اس راستے کو مشکل اور دشوار گذار سمجھ کر ہمت ہار دینا اور اس پر چلنے کی کوشش نہ کرنا جائز نہیں۔

ہم لوگ جو اپنے بزرگوں کے بعد آنے والے ہیں ہمارے لئے بھی قرآن کریم میں ایک خوشخبری موجود ہے۔ جس سے ہمیں بڑی تقویت اور تسلی ملتی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریتھم ..... بما کسب رھین "۔ کہ جو لوگ اللہ کی ذات اور یوم آخر پر اسلام اور تمام مومن بہ چیزوں پر یقین اور محکم ایمان رکھتے ہیں اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی۔ ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور اُن کے عمل سے ہم کچھ کم نہیں کریں گے۔ ہر شخص اپنی کمائی میں گرو ہے پہلے وہ کامل الایمان مومن ہیں جنہیں مقام اولیا حاصل ہو چکا ہے۔ انکے بعد اُن کی اولادیں مقدور بھر ان کے نقشِ قدم پر چلتی ہیں اور راہ کو کسی حد تک اپنائے رکھتی ہیں۔ ہم ان کو ان کے بزرگوں کے ساتھ ملا دیں گے اور ان بزرگوں کے اعمال میں سے کچھ حصہ کاٹ کر ان کو نہیں دیں گے۔ انہیں تو جو مقام حاصل ہو چکا ہے اس میں اور ترقی اور اضافہ ہوگا کیونکہ جو کچھ کسی نے کمایا ہے وہ اسی کا حصہ ہے۔ دوسرے کو نہیں مل سکتا۔ البتہ اُن کی اولاد نے بشرط ایمان اگر اپنے بزرگوں کے راستے پر چلنے کی کوشش کی ہے۔ تو ان کو اس کا یہ اجر ملے گا کہ وہ اپنے آباؤ اجداد سے مل جائیں گے۔ ایک نیک انسان کا پوتا اگر مومن نہیں ہے تو اس کے لئے یہ اچھا ہوتا کہ وہ پیدا ہی نہ ہوتا کیونکہ اس نے ایمان کے ساتھ اپنے بزرگوں کی پیروی نہیں کی۔ اگر اس کے اعمال بُرے ہیں تو وہ ان میں گرفتار ہے اور اس کا اپنے بزرگوں کے ساتھ ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مگر یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے کہ اسے پاس ہونے کے نمبر مل سکتے ہیں اور وہ بھی اپنے بزرگوں کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

ہماری جماعت میں کثرت سے ایسے لوگ ہیں جن کے بزرگوں نے اولیاء اللہ کے مقام کو پا یا اس میں ان کے لئے بڑی تسلی کا سامان ہے یہ اجر مفت میں ملتا ہے۔ ہوسکتا ہے ہم اپنے آباؤ اجداد کے مقام کو نہ پاسکیں لیکن اس راہ پر پڑنا اور کوشش کرنا ضروری ہے۔ یہ اُمید رکھنی چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ ضرور رحم فرمائے گا۔

جن مومنوں اور ان کی اولادوں کا یہاں ذکر ہے وہ حق پرستوں کا گروہ ہے۔ اور جو حق پرست ہوتے ہیں ان کو تکلیفیں ضرور آتی ہیں۔ حق کا ساتھ دینا بڑا مشکل کام ہے۔ اس میں جان مال اور دوسرے ہر طرح کے خطرات ہیں لیکن روز کا ایک بڑا خطرہ مخالفین کی طرف سے بُری بُری اور دل دکھانے والی باتیں۔ غم پہنچانے اور غمگین کرنے والی باتیں سننا ہیں۔ گالیاں کھانا۔ اور طعنے سننا حق پرستوں کے حصے میں آیا ہے۔ لوگوں کی نگاہوں میں نفرت و حقارت اور تحقیر و تذلیل بھی اُن کے نصیب میں ہے۔ سورہ المطففین میں ہے "ان الذین اجرموا ۔۔۔ ان ھٰؤلاء لضالون " کہ جو مجرم ہیں وہ ان پر جو ایمان لائے ہنسا کرتے تھے اور جب اُن پر گزرتے تو آنکھوں سے اشارے کرتے تھے اور جب اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ کر جاتے تو اتراتے ہوئے لوٹتے اور جب انہیں دیکھتے کہتے یہ یقیناً گمراہ ہیں۔ (۲۹ تا ۳۲) اس قسم کی تمام باتوں کے متعلق اللہ تعالےٰ نے تسلی دی ہے کہ ان سے تو یہ مت سمجھ کہ تیری بے عزتی ہو گئی ہے۔ تو یہ دل آزار باتیں صبح و شام سنتا ہے گا۔ یہ باتیں تجھے غمگین نہ کریں عزت سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔ عبداللہ بن ابی نے بھی کہا تھا " لئن رجعنا الی المدینۃ .... ولکن المنٰفقون لا یعلمون (المنافقون: ۸) کہ اگر ہم

مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے تو عزت والے ذلیل لوگوں کو اس سے نکال دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی عزت ہے اور اس کے رسولؐ کے لئے۔ اور مومنوں کے لئے لیکن منافق نہیں جانتے۔ عزت وہی ہوتی ہے جو خدا کی نظر میں ہو جن کے لئے دنیا کی طرف سے حقارت اور بے عزتی کوئی وقعت نہیں رکھتی۔

ایسی باتیں وہی لوگ کرتے ہیں جو اپنی عاقبت سے بے خبر ہوتے ہیں۔ قرآن کریم نے ان کے متعلق فرمایا ہے "وقال الذین کفروا لا تاتینا الساعۃ ...... الا فی کتب مبین" (سبا-۳) کافر کہتے ہیں ہم پر وہ گھڑی نہیں آئے گی کہہ میرے رب کی قسم جو غیب کا جاننے والا ہے وہ تم پر آکر رہے گی۔ اس سے ایک ذرہ بھر بھی غائب نہیں رہتا۔ نہ آسمان میں اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹا اور نہ بڑا مگر سب کچھ ایک کھلی کتاب میں ہے"

یہ ان لوگوں کے متعلق ہے جو دنیا دار لوگ ہوتے ہیں اور جنہیں اپنے مستقبل اور انجام کا کوئی فکر نہیں ہوتا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہوتے ہیں اسی لئے یہ کہتے ہیں کہ جو یہ ہمیں ڈرایا جاتا ہے کہ تمہارے لئے ایک ساعت ہے تمہاری بداعمالیوں۔ بدکاریوں۔ سرکشیوں۔ شرارتوں اور غلطیوں کا ایک انجام ہے جس کا سامنا تمہیں ضرور کرنا پڑے گا۔ تو بڑی ڈھٹائی سے وہ اپنے مال و دولت پر فخر کرتے ہوئے اور اپنی طاقت اور قوت کے گھمنڈ میں کہہ اٹھتے ہیں لا تاتینا الساعۃ۔ یہ گھڑی ہم پر نہیں آئے گی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اپنی دولت اور طاقت کے ہوتے ہوئے تباہ و برباد ہو جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب ہے فرماتا ہے کہ ان غافلوں اور بے خبروں کو بتا دو کہ یہ گھڑی ضرور آکر رہے گی۔ تمہارا اعمال بد کا انجام اٹل ہے۔ یہ تمہیں دیکھنا ہی پڑے گا۔ یہ بات تمہاری نظروں سے پوشیدہ ہے لیکن غیب کا جاننے والا اسے خوب جانتا ہے۔ اس سے اس کائنات کا کوئی چھوٹا بڑا ذرہ بھی مخفی نہیں۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں نیکو کاروں کے لئے بڑے بڑے اجر مقرر کر رکھے ہیں وہاں بدکاروں کے لئے سزا بھی مقرر کی ہوئی ہے۔ ان کے لئے تباہی و بربادی اور زوال کا ایک وقت بھی معین کیا ہوا ہے۔ ہمیشہ سے یہی دو گروہ چلے آئے ہیں۔ ایک اولیاء اللہ اور اس کے مقربین کا اور دوسرا اس کے نافرمانوں کا۔ یعنی ایک حزب اللہ اور دوسرا حزب الشیطن۔ کامیاب آخر کار اللہ تعالیٰ کا ہی گروہ ہوتا رہا ہے۔ اور اس کے نافرمانوں کا گروہ اپنی دولت، طاقت اور اقتدار کے باوجود ہمیشہ ناکام ہوتا رہا ہے۔ اس کے تمام ارادے اور منصوبے ہمیشہ خاک میں ملتے رہے ہیں۔

اس میں ہماری جماعت کے لئے بھی ایک بڑا بھاری سبق ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم - - - - - کے بتائے ہوئے راستے پر استقلال اور مضبوطی سے چل کر حزب اللہ میں شامل ہونے کی کوشش کریں دنیا ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اگر اپنی بدنصیبی سے ہم نے اس راہ کو ترک کر دیا تو کوئی ہمیں بچا نہیں سکے گا۔

یہ باتیں ہیں جو میں آپ سے کہنا چاہتا تھا تاکہ ان سے مجھے بھی فائدہ ہو اور آپ کو بھی۔ آخر میں میں آپ کی توجہ اس بات کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ جن اولیاء اللہ کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے۔ اُن کے تین ہی کام ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے رسولؐ اور یوم آخر پر پختہ ایمان ہو دوسرا یہ کہ تقویٰ ہو اور تیسرا یہ کہ خدمت قرآن ہو۔ جو اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ناصر ہوتا ہے۔ ینصرا للہ من ینصرہ۔ میں اسی پر اپنی بات کو ختم کرتا ہوں اور یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ لوگوں کا جو گروہ ہے وہ ہمیں اس میں شامل فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

——— ٭٭٭ ———

بقیہ :- حضرت امیر ایدہ اللہ کا دورہ راولپنڈی..

(آمدہ صـ۸)

لائق ہیں۔ اور اُن کی مزید ترقی کے لئے ہم دعا گو ہیں لیکن مندرجہ ذیل دوست تو ان ایام میں قریباً سارا وقت ہی اس خدمت کے لئے وقف رہے:-

محترم کیپٹن عبدالواحد صاحب، محترم محمد الرحمٰن صاحب
محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب، محترم شیخ شریف احمد صاحب
محترم سردار علی صاحب — محترم غلام علی صاحب
محترم ملک عبدالباری صاحب — محترم چوہدری سعید احمد صاحب
محترم فضل رحیم صاحب — محترم عبدالرحمٰن صاحب
خلف الرشید محترم ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب مرحوم،
اور سارے ہی نوجوان عزیزم اختر علی صاحب، عزیزم عبداللہ جان صاحب اور عزیز فاروق اور انکے سبھی ساتھی

یہ لوگ نہایت ہی شکریہ کے لائق ہیں۔ پشاور کے مخصوص حالات کی وجہ سے ان کی سرتوڑ کوشش کی وجہ سے یہ جلسہ خداتعالیٰ کے فضل سے نہایت ہی کامیاب رہا۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی واپسی

محترم ارجمند صادق صاحب کار لے کر راولپنڈی سے پشاور پہنچ گئے۔ حضرت امیر دوبارہ راولپنڈی تشریف لائے اور اس دفعہ محترم ارجمند صادق صاحب کے گھرانہ کو سعادت نصیب ہوئی کہ حضرت امیر نے وہاں قیام فرمایا۔ اور بعض مریضوں کی عیادت کی اور خبرگیری کے لئے برضاء اللہ تعالیٰ بعض احباب سے آپ بنفس نفیس ملنے تشریف لے گئے۔ اور کئی ایک احباب نے آپ کی رفاقت و مجالست سے فائدہ اُٹھایا۔ خدا کے فضل سے یہ دورہ ہر رنگ میں کامیاب رہا ہے۔ دُعا فرماویں کہ اس جلسہ کے نیک اثرات لوگوں کے قلوب کو جلا بخشیں اور یہ اس مقصد عظمیٰ جس کے لئے یہ کوششیں ہو رہی ہیں اللہ ہر ایک کو بہرہ مند فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین!

——— ٭٭٭ ———

یوم وصال

مؤرخہ ۲۶ مئی۔ عصر حاضر کے اس عظیم الشان انسان کی وفات کا دن ہے جس کی عظمت کی اسکے مخالفین نے درج ذیل شاندار الفاظ میں شہادت دی مولانا ابوالکلام آزاد کے اخبار "وکیل" نے آپ کی وفات پر لکھا:-

"وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر اور زبان جادو تھی وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کیلئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان بنا رہا۔ جو شور قیامت ہو کر خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا ...... مرزا غلام احمد قادیانی کی موت اس قابل نہیں کہ جس سے سبق حاصل نہ کیا جائے ..... ایسے نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عام پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں"۔ (وکیل امرتسر ۱۹۰۸ء)

اسی مرد میدان کے پیدا کردہ رُوحانی انقلاب سے نوجوانوں کو روشناس کرانے کی خاطر ہم ہر سال حضرت اقدس کا یوم وصال مناتے ہیں۔ امسال بھی صدر مقامی جماعت مکرم میاں فضل احمد صاحب کے مکتوب گرامی کے مطابق حضرت اقدس کی یاد میں ایک تقریب ۲۸ مئی کو احمدیہ بلڈنگس میں صبح دس بجے منعقد ہو رہی ہے جس سے مکرم مرزا مسعود بیگ صاحب، زاہد جنجوعہ صاحب اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطاب فرمائیں گے اور نعت و نظم جناب ڈاکٹر مبارک احمد صاحب اور مکرم علوی صاحب پڑھیں گے۔ مقامی جماعت کے صدر میاں فضل احمد صاحب لاہور اور بیرون لاہور دوستوں سے جوق در جوق شرکت کی درخواست کرتے ہیں مستورات اور بچوں کو بھی ہمراہ لائیں۔

(ادارہ)

حضرت غوث الاعظم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

کے صدق کی عظمت نے قزاقوں کے سردار کو مطیع بنالیا!

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں درج ہے کہ جب وہ اپنے گھر سے طلب علم کے لئے نکلے تو آپ کی والدہ صاحبہ نے اُن کے حصّہ کی اسّی اشرفیاں ان کی بغل کے نیچے پیراہن میں سی دیں۔ اور یہ نصیحت کی کہ بیٹا جھوٹ ہرگز نہ بولنا۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی جب گھر سے رخصت ہوئے تو پہلی ہی منزل میں ایک جنگل میں سے ان کا گزر ہوا جہاں چوروں اور قزاقوں کا ایک بڑا گروہ رہتا تھا۔ ان کو چوروں کا ایک گروہ ملا۔ اُنہوں نے آپ کو پکڑ کر پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ یہ تو پہلی ہی منزل میں امتحان درپیش آگیا ہے۔ اپنی والدہ کی آخری نصیحت پر غور کیا اور فوراً جواب دیا کہ میرے پاس اسّی اشرفیاں ہیں۔ جو میری بغل کے نیچے میری والدہ نے سی دی تھیں۔ وہ چور یہ سن کر حیران ہوئے کہ یہ فقیر کیا کہتا ہے۔ ایسا راستباز ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ وہ آپ کو پکڑ کر اپنے سردار کے پاس لے گئے۔ اور سارا قصہ بیان کیا اُس نے بھی جب آپ سے سوال کیا تب بھی آپ نے وہی جواب دیا۔ آخر جب آپ کے پیراہن کے اس حصہ کو پھاڑ کر دیکھا گیا تو واقعی اس میں سے اسّی اشرفیاں برآمد ہوئیں۔ ان سب کو حیرانی ہوئی اس پر اُن کے سردار نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے اس پر آپ نے اپنی والدہ صاحبہ کی نصیحت کا ذکر کر دیا اور کہا کہ میں طلب دین کے لئے گھر سے نکلا ہوں اگر پہلی ہی منزل پر جھوٹ بولتا تو پھر کیا حاصل ہوتا۔ اس لئے میں نے سچ کو نہیں چھوڑا۔ جب آپ نے یہ بیان فرمایا تو قزاقوں کا سردار چیخ مار کر رو پڑا اور آپ کے قدموں پر گر گیا۔ اور اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ کی۔ کہتے ہیں کہ آپ کا سب سے پہلا مُرید یہی شخص تھا۔ غرض صدق ایسی شے ہے جو انسان کو مشکل سے مشکل وقت میں بھی نجات دلا دیتی ہے۔ شیخ سعدیؒ نے سچ کہا ہے کہ:۔

کس ندیدم کہ گم شد از رہِ راست

پس جس قدر انسان صدق کو اختیار کرتا ہے اور صدق سے محبت کرتا ہے اسی قدر اس کے دل میں خدا کے کلام اور انبیاء کی محبت اور معرفت پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ تمام راست بازوں کے نمونے اور چشمے ہوتے ہیں کونوا مع الصادقین کا ارشاد اسی اصول پر ہے۔ مختصر یہ کہ دوسرا کمال انعمت علیہم میں صدیقوں کا کمال ہے اور اس کمال کے حاصل ہونے پر قرآن شریف کے حقائق اور معارف کھلتے ہیں لیکن یہ فضل اور فیض بھی تائید الٰہی سے آتا ہے۔

ہمارا تو یہ مذہب ہے کہ خداتعالےٰ کی تائید اور فضل کے بغیر ایک انگلی کا ہلانا بھی مشکل ہے۔ ہاں انسان کا یہ فرض ہے کہ سعی اور مجاہدہ کرے اور جہاں تک اس سے ممکن ہو کوشش کرے اور اس کی توفیق بھی خداتعالےٰ سے ہی چاہے۔ کبھی اس سے مایوس نہ ہو کیونکہ مومن کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ جیسا کہ خداتعالےٰ نے خود بھی فرمایا ہے کہ:۔

لا تیئسو من رّوح اللہ الا القوم الکافرون (پارہ ۱۳) اللہ تعالےٰ کی رحمت سے کافر ناامید ہوتے ہیں۔ نااُمیدی بہت ہی بُری بلا ہے۔ اصل میں نااُمید وہ ہوتا ہے جو خداتعالےٰ پر بدظنی کرتا ہے یہ خوب یاد رکھو کہ ساری خرابیاں اور برائیاں بدظنی سے پیدا ہوتی ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے اس سے بہت منع فرمایا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ ان بعض الظن اثم، اگر لوگ ہم سے بدظنی نہ کرتے اور صدق اور استقلال کے ساتھ آکر ہماری باتیں سنتے پڑھتے اور ہمارے پاس رہ کر ہمارے حالات کا مشاہدہ کرتے تو وہ الزامات کہ جو وہ ہم پر لگاتے ہیں ہرگز نہ لگاتے۔

لیکن جب اُنہوں نے خداتعالےٰ کے اس ارشاد کی عظمت نہ کی اور اس پر کاربند نہ ہوئے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھ پر بدظنی کی اور میری جماعت پر بدظنی کی اور جھوٹے الزامات اور اتہامات لگانے شروع کر دیئے یہاں تک کہ بعض نے بڑی بے باکی سے یہ لکھ دیا کہ یہ تو دہریوں کا گروہ ہے اور یہ لوگ نمازیں نہیں پڑھتے روزے نہیں رکھتے وغیرہ وغیرہ۔

اب اگر وہ اس بدظنی سے بچتے تو ان کو جھوٹ . . . . . کے نیچے نہ آنا پڑتا۔ اور وہ اس سے بچ جاتے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ بدظنی بہت ہی بُری بلا ہے۔ جو انسان کے ایمان کو تباہ کر دیتی ہے اور صدق اور راستی سے دُور پھینک دیتی ہے۔ دوستوں کو دشمن بنا دیتی ہے۔ صدیقوں کے کمال حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان بدظنی سے بہت ہی بچے اور اگر کسی کی نسبت سوء ظن پیدا ہو تو کثرت کیساتھ استغفار کرے۔ اور خداتعالےٰ سے دعائیں کرے تاکہ اس معصیت اور اس کے بُرے نتیجہ سے بچ جاوے جو اس بدظنی کے پیچھے آنے والا ہے۔ اس کو کبھی معمولی چیز نہیں سمجھنا چاہیئے۔ یہ بہت ہی خطرناک بیماری ہے جس سے انسان بہت جلد ہلاک ہو جاتا ہے۔

غرضیکہ بدظنی انسان کو تباہ کر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ لکھا ہے کہ جس وقت دوزخی لوگ جہنم میں ڈالے جائیں گے تو اللہ تعالےٰ اُن سے یہی فرمائے گا کہ تم نے اللہ تعالےٰ سے بدظنی کی۔ بعض لوگ اس خیال کے بھی ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ خطا کاروں کو معاف کر دے گا۔ اور نیکوکاروں کو عذاب دے گا۔ ایسا خیال بھی اللہ تعالےٰ پر بدظنی ہے۔ کہ اس کی صفتِ عدل کے سراسر خلاف ہے۔ گویا نیکی اور اس کے نتائج کو جو قرآن شریف میں اس نے مقرر فرمائے ہیں بالکل ضائع کر دیتا ہے۔ اور بے سود ٹھہراتا ہے۔

پس خوب یاد رکھو کہ بدظنی کا عذاب جہنم ہے۔ بدظنی صدق کی جڑ کاٹنے والی چیز ہے۔ اس لئے تم اس سے بچو۔

—— * * * ——

اطلاعِ عام

نیوگارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶ میں "دارالسلام" ۵ عثمان بلاک لاہور ۱۶ (یہ قطعہ اراضی ۱۳۲ کنال پر مشتمل ہے) احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کی بلاشرکت غیرے ملکیت ہے اس جگہ انجمن کے مختلف ادارے دفاتر، مسجد لائبریری وغیرہ کے علاوہ چند احباب جماعت کو کچھ قطعات خاص شرائط کے تحت لیز پر دیئے گئے ہیں تاکہ بستی رونق افروز ہو سکے۔ تاہم کسی الاٹی کو تعمیر شدہ مکان بلا منظوری انجمن کرایہ پر دینے یا کسی دُوسرے شخص کو منتقل کرنے یا فروخت کرنے یا مختار نامہ عام وخاص دینے کا اختیار نہیں ہے۔ لہٰذا ہر خاص و عام کی آگاہی کیلئے یہ اعلان کیا جا رہا ہے خلاف ورزی کی صُورت میں انجمن۔ کالیتہ اگرمنٹ منسوخ تصوّر ہوگا۔

(جنرل سیکرٹری [illegible] اسلام۔ لاہور)

رپورٹ: بمکرم مرزا محمد لطیف شاہد صاحب

سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا دورہ راولپنڈی، ایبٹ آباد، اور پشاور

احباب پشاور کا خاص طور پر اصرار تھا کہ حضرت امیر اُن کے علاقہ کا دورہ فرمائیں۔ چنانچہ مورخہ ۸-۴-۸۲ بذریعہ ٹرین حضرت ڈاکٹر صاحب راولپنڈی تشریف لے گئے۔ محترم چوہدری عبداللطیف صاحب اسٹیشن پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان کو پہلے مرحلہ میں حضرت امیر کی خدمت اور مہمان نوازی کی سعادت نصیب ہوئی۔ اگلے روز ۹-۴-۸۲ کو مسجد مبارک میں ایک نہایت ہی رُوح پرور، دل گداز کرنے والا خطبہ ارشاد فرمایا۔ (مکمل خطبہ اسی الیشوع میں علیحدہ پیش خدمت کیا جا رہا ہے)

ایبٹ آباد سے آپ کے استقبال کے لئے محترم ڈاکٹر عبدالکریم پاشا صاحب و محترم پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب تشریف لے آئے۔ راولپنڈی میں بعض احباب محترم چوہدری صاحب موصوف کے مکان پر تشریف لا کر ملاقات کرتے رہے۔ ازاں بعد آپ محترم ڈاکٹر عبدالکریم پاشا صاحب کی معیت میں ایبٹ آباد تشریف لے گئے۔ وہاں اپنے قیام کے دوران مانسہرہ بھی گئے۔ اور ہزارہ کی جماعت کے اکثر احباب سے ملاقاتیں ہوئیں۔ بعدازاں پھر نوشہرہ پہنچے۔ پھر آپ نے صوبہ سرحد کے مرکز پشاور کے لئے رخت سفر باندھا۔ محترم محمد ارجمند صادق صاحب کی معیت میں محترم کیپٹن عبدالواحد صاحب صدر جماعت احمدیہ پشاور کے مکان نوشہرہ میں آپ نے رات قیام فرمایا۔ اگلے روز ۱۶-۴-۸۲ کو جماعت احمدیہ پشاور کا سالانہ جلسہ تھا جس میں مہمان خصوصی حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ تھے۔ دُوسری جماعتوں کے احباب اور مدعوین بھی پہنچ گئے۔ ایبٹ آباد سے پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب۔ بنوں سے صاحبزادہ عبدالرب صاحب لاہور سے عزیز یاسین طالب علم انڈونیشیا اور مرزا محمد لطیف شاہد اور دُوسرے احباب پہنچ گئے۔

۱۶-۴-۸۲ کو صبح ۹ بجے مسجد احمدیہ پشاور کوچہ گلباد شاہ میں جلسہ شروع ہوا۔ جماعت احمدیہ پشاور ان حالات مخصوصہ میں مبارکباد کے لائق ہے کہ بعض دشواریوں کے باوجود انہوں نے نہایت کامیاب جلسہ فرما کر پاکستان کی دُوسری جماعتوں کے لئے مثال قائم کر دی ہے۔ دوپہر کے لئے پُرتکلف کھانے کا بھی نہایت اعلیٰ انتظام تھا۔ جلسہ میں بعض معززغیراز جماعت احباب بھی شامل ہوئے۔ تقاریر کا معیار بہت اونچا تھا۔ تمام سامعین نے نہایت سکون و اطمینان سے سارے پروگرام کو سماعت فرمایا۔

تلاوت قرآن مجید عزیز عنایت الرحمٰن صاحب آف شیخ محمدی نے فرمائی منظوم کلام حضرت اقدس فاروق احمد صاحب آف سفید ڈھیری نے پڑھ کر سنایا۔ ان دونوں عزیزوں نے قرآن مجید او منظوم کلام نہایت عمدگی سے سنایا جس سے سامعین پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔

محترم کیپٹن عبدالواحد صاحب ہمارے بڑے ہی مخلص اور فعال ممبر ہیں۔ نوجوانوں کو بیدار کرنے، احمدیت کے علم کلام سے انہیں موثر کرنے کے لئے آپ خاص سعی فرماتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے چار نوجوانوں کو تیار کیا ہوا تھا کہ وہ بھی سالانہ جلسہ میں سٹیج پر تشریف لا کر تقریریں کریں ان کی دینی کتب کے مطالعہ کی عادت پڑے، اُن کی ہچکچاہٹ دُور ہو اور وہ آگے بڑھیں اور اپنے بزرگوں کے نعم البدل ثابت ہوں چنانچہ جلسہ میں ان چار نوجوانوں نے نہایت عمدہ بر موقع و برمحل تقاریر فرما کر بعض لوگوں کے اس خیال کو عملاً غلط قرار دیا کہ نئی نسل دین کی طرف نہیں آ رہی اور وہ اپنی معلومات میں اضافہ نہیں فرما رہے۔

ان نوجوانوں نے مندرجہ ذیل موضوعات پر تقاریر فرمائیں۔

۱۔ ملفوظات حضرت اقدس۔ اخوت سلیمان صاحب اور سردار علی خان صاحب آف سفید ڈھیری۔ (۲) ہم اور اسلام " طارق رشید ولد رشید احمد خان صاحب (۳) حضرت اقدس اور مخالف علماء " ناصر احمد ولد عطاء الرحمٰن صاحب (۴) حضرت حکیم الامت کی سیرت کے چند پہلو۔ عزیز عبدالوحید پسر عبدالصمد خان صاحب پشاور شہر

محترم محمد الرحمٰن صاحب ہمارے سلسلہ کے بڑے فدائی کارکن ہیں جب جوانی کی دہلیز پر آپ نے قدم رکھا شدید مخالفتوں کے باوجود سلسلہ حقہ میں داخل ہوئے۔ اپنوں کے زخم دیر سے مندمل ہوتے ہیں لیکن باوجود شدائد کے آپ کا قدم استقامت آگے ہی بڑھتا رہا۔ آج جو بزرگ کارکن اس علاقے میں نظر آتے ہیں ان کی تربیت اور اخلاص پیدا کرنے میں ان کا ایک خاص حصہ ہے۔ آجکل بینائی کی کمزوری کی وجہ سے فعالیت میں کمی آگئی ہیں لیکن اخلاص۔ جوش ابھی تک جوان ہے۔ احباب ان کی صحت کے لئے خاص طور پر دُعا فرماویں۔ اُنہوں نے اپنے زمانۂ طالب علمی کی ایک نہایت مبارک خواب سنائی۔ جس کا تعلق حضرت ایدہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ تھا۔ اس رویاء کی سماعت سے لوگوں کو خاص تقویت ملی۔

مرزا محمد لطیف شاہد نے اپنے نوجوانوں سے خطاب کیا اور بتایا کہ ہم لوگ کتنے خوش قسمت ہیں کہ قرآنی بشارات اور حضرت نبی کریم صلعم کی احادیث مبارکہ میں اس زمانہ کے بارے میں جتنی خبریں بیان فرمائی تھیں وہ سب ایک ایک کر کے ہمارے زمانہ میں پُوری ہوئیں۔ اور حضرت اقدس نے اتنا لاجواب علمی۔ رُوحانی اور دینی دنیا تک کے لئے شاندار لٹریچر پیدا فرمایا ہے۔ اور آپ کے کارنامے اتنے عظیم الشان ہیں اور ان کو اتنی اعلیٰ شرف قبولیت حاصل ہوئی ہے کہ اگر ساری دنیا بھی کوشش کرے تو اس کا عشر عشیر کبھی نہیں لا سکتی۔

ہر طرح سے دعوت دی گئی۔ ہر مائدہ تیار کیا گیا۔ لیکن وہ اس سے استفادہ نہ کر سکے لیکن کب تک! آخر ایک دن اس طرف آنا ہی پڑیگا جیسے بڑے بڑے ذی عقل۔ شعور و ادراک کے مالک اس کا اقرار کر رہے ہیں۔ پس ضروری ہے کہ ہماری نئی نسل انکو اچھی طرح پڑھے سیکھے اور آگے دُوسرے لوگوں کو پہنچائے۔

محترم پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب نے قرآنی آیت ان اللہ فالق الحب والنوای یخرج الحی من المیت ومخرج المیت من الحی۔ ذالکم اللہ فانی تؤفکون (انعام ۹۵) سے اپنی تقریر شروع فرمائی۔ آپ کی تقریر اتنی عارفانہ تھی کہ نہایت دلچسپی سے سنی گئی۔ آپ نے بیج کی مثال سے لوگوں کو سمجھایا کہ کس طرح اس کو زمین میں بویا جاتا ہے اور اس پر کتنے دور آتے ہیں۔ اور وہ آخر کار کس طرح اپنے کمال کو پہنچتا ہے۔ اور اس سے وہ وہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں جن پر انسان اور دُوسری مخلوقات کی زندگی کا انحصار ہے۔ اسی طرح ابتدا میں روحانی جماعتیں کزرع اخرج کی مثال ہوتی ہیں لیکن کوشش کریں کہ یہ بیج ضائع نہ ہو۔ ہاں درمیان میں ابتلاء آتے ہیں لیکن ان سے مومنوں کے قدموں میں اور زیادہ تیزی آجاتی ہے۔ مخالف بے شک اس دور کے بارے میں کیسی ہی خوش فہمیوں میں مبتلا ہوں مومن آگے ہی ترقی کرتے ہیں۔

آپ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی۔ یہ سنت الٰہی ہے۔ کہ روحانی غلبہ کو کوئی تحریک روک نہیں سکتی۔ الوصیت سے ایک نہایت برمحل اقتباس پڑھ کر آپ نے سامعین کے ایمان کو تازہ فرمایا۔

محترم کیپٹن عبدالواحد صاحب صدر مجلس نے قرآنی آیات ان اللّٰہ اشتریٰ من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللّٰہ فیقتلون و یقتلون وعدًا علیہ حقًا فی التوراۃ والانجیل والقرآن ومن اوفیٰ بعھدہٖ من اللّٰہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہٖ وذالک الفوز العظیم۔ (توبہ آیت ۱۱۱) تلاوت فرمائی اور پشتو زبان میں آپنے تقریر فرمائی۔ آپ ایسی واضح صاف تقریر فرما رہے تھے کہ پشتو زبان نہ جاننے والے بھی مستفید ہو رہے تھے۔ آپنے پُرجوش انداز میں حاضرین کو تلقین فرمائی کہ وہ صفاتِ حسنہ جو ایک مومن میں پائی جانی چاہیئں اور جن کی اگلی آیت میں تشریح فرمائی کہ وہ توبہ کرنے والے۔ عبادت کرنے والے۔ حمد کرنے والے۔ خدا کی راہ میں سفر کرنے والے۔ رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے۔ بھلائی کا حکم دینے والے اور بُرائی سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنیوالے، یہ ہم سب کو سوچنا چاہیئے کہ کیا یہ صفات ہمارے اندر موجود ہیں۔ آپکی تقریر کا سامعین پر بہت ہی اچھا اثر ہوا۔ چنانچہ آپ سے پہلے ایک غیر از جماعت دوست نے بھی نہایت عمدہ رنگ میں جماعتِ لاہور کے عقائد کو سراہا۔ ان صاحب کا تعلق صحافت سے بھی ہے۔

وقفہ طعام

ازاں بعد تمام احباب جو کہ پشاور اور بیرون پشاور سے تشریف لائے تھے۔ ان کی خدمت میں جماعت پشاور کی طرف سے نہایت ہی پرتکلف ظہرانہ دیا گیا اور ایک طرف احباب سرحد کا روایتی خلوص اور جذبہ مہمان نوازی و خدمت نے اس کھانے کے مزہ کو دو آتشہ بنا دیا۔ مردوں کے علاوہ معقول تعداد میں خواتین بھی تشریف لائی ہوئی تھیں۔ ان کی خدمت میں بھی کھانا جماعت کی طرف سے پیش کیا گیا۔

خطبۂ جمعہ

حضرت امیر ایدہ اللّٰہ تعالےٰ بنصرہ العزیز چونکہ امارت کے مقام پر فائز ہونے کے بعد پہلی دفعہ پشاور تشریف لے گئے تھے اس واسطے آپ کے مواعظِ حسنہ کو سننے کے لئے تمام احباب گوش بر آواز تھے۔ آپ نے سورۃ القلم کی ابتدائی آیات کی اپنے مخصوص شیریں اور ملکوتی انداز میں تلاوت فرمائی۔ اور "یا کہ عزت و شرف ان لوگوں کو ملے گا جو اس کتاب کی تعلیم کو کما حقہٗ قبول کریگا۔ اور اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے بڑی قربانیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ دنیا میں ہمیں نظر آتا ہے کہ بعض لوگ صرف نام یا اپنی یادگاری کے لئے بڑے بڑے کام کرتے ہیں جو بظاہر مجنونانہ کام نظر آتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو خدا تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے قربانیاں دیتے ہیں ان کو خدا تعالےٰ اس جہان میں بھی نوازتا ہے۔ اگلے جہان کی نعماء کا تو ہم اندازہ نہیں لگا سکتے اور وہ اس جہان میں بھی زندہ جاوید ہو جاتے ہیں۔

ایک عظیم انسان شخص ایک مقصد لے کر آیا۔

آپ کا کام بظاہر بڑا مشکل تھا لیکن آپ کو نصرتِ الٰہی اور تائیدِ ربّی حاصل تھی۔ آج آپ کی تعلیم کو دنیا آہستہ آہستہ قبول کر رہی ہے۔ آپ کی روحانی فوج کے آپ بھی سپاہی ہیں۔ اگرچہ دنیا آپ کا نام تک سننا پسند نہیں کرتی لیکن آپ کا قدم ترقی کر رہا ہے۔ اللّٰہ تعالےٰ کی تائید اور فضل کی ضرورت ہے۔ کام ہو رہا ہے سعید روحیں اس کو دل سے قبول کر رہی ہیں۔ حضرت صاحب نے ایک تخم ریزی فرمائی ثمرات نظر آ رہے ہیں۔ انشاء اللّٰہ زمین ایک روحانی انقلاب کے لئے تیار ہو رہی ہے۔ روحانی زندگی کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ ہمیں اپنے اندر اخلاقِ عالیہ پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور ہر ایک کو اپنے اپنے دائرہ میں مثالی نمونہ پیش کرنا چاہیئے۔ (آپ کا مکمل و مفصل خطبہ علیحدہ شائع کیا جائے گا) تمام احباب و خواتین نے نہایت انہماک سے آپ کا خطبہ سنا اور لوگوں کے چہروں سے نظر آتا تھا کہ ان کے قلوب پر اس خطبہ نے بڑا ہی اثر پیدا کیا ہے۔

سالانہ تربیتی کلاس

صوبہ سرحد کے نوجوان خدا کے فضل سے ہر سال تربیتی کلاس میں بڑے شوق سے شامل ہوتے ہیں۔ چنانچہ نوجوانوں کی ایک معقول تعداد ہر سال اس کلاس میں شامل ہوتی ہے۔ عموماً یہ کلاس پندرہ روز کے لئے ہوتی ہے۔ امسال ان کے بزرگوں اور نوجوانوں کی یہ خواہش تھی کہ اس عرصہ کو زیادہ کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت امیر ایدہ اللّٰہ تعالےٰ کی خدمت میں درخواست کی۔ حضرت امیر نے اصولی طور پر اُن کی درخواست قبول کر لی۔ عنقریب مرکز کی طرف سے اس سالانہ تربیتی کلاس کی تاریخیں اور پروگرام شائع کیا جائے گا۔ دُوسرے مقامات کے طلباء کی خدمت میں بھی درخواست ہے کہ وہ بھی ذہنی طور پر ابھی سے اس کلاس میں شمولیت کے لئے اپنے آپ کو تیار رکھیں ؛

شیخ محمدی وسفید ڈھیری

یہ دونوں جماعتیں بڑی فعال اور مستعد ہیں۔ خدا کے فضل سے دونوں مقامات پر ہماری نہایت موزوں و اعلےٰ مساجد بھی ہیں۔ ہر دو مقامات کے احمدیوں کی شدید خواہش اور اصرار تھا کہ حضرت امیر ایدہ اللّٰہ تعالیٰ ان کے ہاں تشریف لائیں۔ اور انہوں نے انتظامات بھی کئے ہوئے تھے۔ حضرت امیر نے اُن کی درخواست کو قبول فرمایا۔ شیخ محمدی کی طرف روانہ ہوئے۔ لیکن بارش اتنی تیز ہو رہی تھی کہ پختہ سڑک سے اترنا مشکل ہو گیا۔ اور شیخ محمدی کی مسجد میں جانے کے لئے نصف میل کے قریب کچا راستہ بھی درمیان میں پڑتا تھا۔ بارش تیز سے تیز ہو رہی تھی۔ ساری جماعت مسجد میں حضرت امیر کا انتظار کر رہی تھی۔ اور اس علاقہ کی مٹی اس قسم کی تھی کہ گیلی مٹی سے پاؤں اُٹھانا بھی مشکل ہوتا ہے بنابریں کئی تجویزیں سوچی گئیں۔ آخر کار یہی فیصلہ کیا گیا کہ اب گاؤں میں داخل ہونا ناممکن ہے۔ چنانچہ وہیں سے سفید ڈھیری کا رُخ کیا گیا۔ شیخ محمدی کے نوجوانوں کو بہت ہی افسوس ہوا۔ اور بقول ملک غلام علی صاحب وہ اس سعادت سے محرومی پر رو رہے تھے۔

سفید ڈھیری میں پہلے حضرت امیر ایدہ اللّٰہ تعالےٰ معہ قافلہ کے دیگر ارکان کے ہمراہ محترم سردار علی خاں صاحب کے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ جہاں پر خاں صاحب معہ اپنے لائق، دیندار نیک فرزندوں کے موجود تھے عزیزم ظفر علی۔ عزیزم اختر علی اور عزیزم گوہر علی اپنی اس خوش قسمتی پر نازاں و فرحاں تھے کہ [illegible] نے ان کے گھر کو اپنے قدم مبارک سے نوازا ہے۔ انہوں نے سب قافلہ کی خدمت میں نہایت پُرتکلف عصرانہ پیش کیا۔ یہیں پر حضرت امیر ایدہ اللّٰہ نے ایک کمیٹی تشکیل دی جس میں محترم کیپٹن عبدالواحد صاحب۔ محترم سردار علی صاحب محترم غلام علی صاحب اُن نوجوانوں کا انٹرویو لیں گے جو دین کی خدمت کے خواہشمند ہوں تاکہ ان کی دینی تربیت و ٹریننگ کا انتظام کیا جاوے۔ مغرب کی نماز حضرت امیر ایدہ اللّٰہ کی اقتداء میں مسجد احمدیہ سفید ڈھیری میں ادا کی گئی۔ ازاں بعد دینی امور پر تبادلۂ خیالات ہوتا رہا۔ محترم کیپٹن عبدالواحد صاحب جو اپنے اخلاص، ہمت اور جوش میں جوانوں سے بڑھ کر دین کی خدمت میں حصہ لیتے ہیں ان کا گھر وہاں سے کوئی چالیس میل دور تھا حضرت امیر ایدہ اللّٰہ سے رخصت لے کر تشریف لے گئے اور محترم چوہدری سعید احمد صاحب (جو کہ ہمارے بزرگ چوہدری ظہور احمد صاحب مرحوم کے فرزند ارجمند ہیں۔ جو خود معہ اپنی کار کے جالندھر کے لئے وقف تھے بلکہ ان کا گھر معہ محترمہ فرحت سعید صاحبہ جو ماشاء اللّٰہ نہایت دیندار اور سلسلہ کے لئے بڑی تڑپ اور جوش رکھتی ہیں وہ بھی اپنی خدمت اور اخلاص میں کسی سے کم نہیں تھیں) تشریف لے آئے نماز عشاء کے بعد محترم جناب ملک عبدالباری خاں صاحب ایڈوکیٹ نے حضرت امیر ایدہ اللّٰہ تعالےٰ اور اہل قافلہ کی خدمت میں نہایت پرتکلف عشائیہ دیا۔ جزاھم اللّٰہ احسن الجزاء۔ حضرت امیر ایدہ اللّٰہ تعالےٰ نے رات کو قیام محترم عبدالباری خاں صاحب کے حجرہ میں فرمایا۔

پشاور کے جلسہ کو کامیاب بنانے میں سبھی دوستوں نے ایک دوسرے سے بڑھ کر حصہ لیا جس کی وجہ سے سب ہی قابل ستائش اور شکریہ کے

قرآن کریم

انسان کو کیا بنانا چاہتا ہے

حضرت اقدس بانئ سلسلہ احمدیہ نے اپنے لیکچر جلسہ مذاہب عالم میں انسان کی طبعی، اخلاقی اور روحانی حالتوں پر جو لطیف بحث کی ہے اور اس میں انسان کے ان اعلیٰ مدارج کو واضح کیا ہے جن پر قرآن مجید اسے پہنچانا چاہتا ہے اسکو ایک دوست نے عنوان بالا کے ماتحت اپنے الفاظ میں خلاصۃً لکھ کر برائے اشاعت بھیجا ہے یہ مضمون چونکہ نہایت مفید اور کارآمد ہے اور اس میں حضرت مرزا صاحب کی بیان کردہ باتوں کا لب لباب بھی ہے اسلئے اسے قارئین کے استفادہ کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

انسان کی طبعی، اخلاقی اور روحانی حالتوں کے تین مبداء قرآن کریم نے ٹھہرائے ہیں۔ نفس امارہ، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ۔ ان النفس لامارۃ بالسوء۔ لا اقسم بالنفس اللوامہ۔ یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ۔ ان تین انسانی حالات یا بالفاظ دیگر نفوس انسانی کی تشریح و توضیح میں یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جیسا کہ آیہ کریمہ ان النفس لامارۃ بالسوء سے ظاہر ہے۔ نفس امارہ انسان کی اس حالت کا نام ہے۔ جب اس کا میلان طبع کسی کام کی طرف ہو۔ اور یہ وہ حالت ہے کہ جب انسان صرف دیگر حیوانات کے مشابہ ہوتا ہے۔ انسان سے کسی فعل کا طبعاً صادر ہونا اور اس میں اس کے کسی ارادہ یا عقل و تمیز کا دخل نہ ہونا کوئی قابل تعریف امر نہیں۔ کیونکہ ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ دیگر حیوانات سے بھی جو بات صادر ہوتی ہے وہ بغیر کسی عقل اور سمجھ کے دخل کے صادر ہوتی ہے قرآن کریم انسان کے طبعی میلانوں کو قابل تعریف بات قرار نہیں دیتا بلکہ وہ انسان کو اس سے بلند تر مقام پر عقل اور تمیز کے زیر سایہ دیکھنا چاہتا ہے۔ اور وہی بلند تر مقام نفس لوامہ کے نام سے موسوم ہے یعنی جب کوئی شخص اپنی کسی طبعی کمزوری کے باعث بغیر سوچے سمجھے بدی کی طرف جھکتا ہے۔ اور کسی بُرے فعل کا مرتکب ہوتا ہے تو نفس لوامہ اسے ملامت کرتا ہے اور اُسے ان طبعی میلانات سے روکنا چاہتا ہے۔ اس جگہ یہ یاد رہے کہ بدی صرف اس چیز کا نام نہیں کہ انسان کسی فعل کا مرتکب ہو بلکہ تمام وہ افعال بھی جو اخلاق کے نام سے موسوم ہیں جب انہیں بھی موقع و محل پر استعمال کیا جائے اور بغیر سوچے سمجھے کسی خلق کا اظہار کیا جائے تو وہ بھی بے موقع اور بے محل ہو جاتا ہے یا بغیر عقل و تمیز کے ظہور میں آنے کی وجہ سے بدی کے حکم میں آ جاتے ہیں۔ جیسے مثلاً کوئی جج ہر ایک مجرم کو جو اس کے سامنے پیش ہو بغیر تحقیقات اور سوچ بچار کے اور بلا امتیاز نیک و بد کے سب کو معاف کرتا چلا جائے تو اس کا یہ فعل اگرچہ بظاہر کسی کو اچھا معلوم ہو لیکن کوئی عقلمند انسان اس کو اچھا خلق نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ اس کا یہ معاف کرتے چلے جانا ایک طبعی خاصہ اور اضطراری فعل ہے۔ جس نے کسی عقل اور تمیز اور موقع و محل شناسی کے زیر سایہ ہرگز تربیت نہیں پائی جیسے ایک بچہ انگارہ اور لعل میں کوئی تمیز نہیں کرتا یا جیسے ایک گائے یا بھینس اپنے مالک سے مار کھانے کے باوجود اسی کے پاس رہتی ہے۔ کیونکہ ان سب کو کوئی عقل اور تمیز نہیں دی گئی۔ نہ ہی وہ موقع بینی اور محل شناسی کا ملکہ رکھتے ہیں۔ ہاں جب کوئی انسان عقل اور تمیز سے کام لے کر ہر ایک خلق کا اظہار اپنے محل اور موقعہ پر کرتا ہے اور اگر ایک موقعہ پر ایک چور اور ڈاکو کی اصلاح معافی میں دیکھتا ہے تو معاف کرتا ہے۔ تو دوسرے موقعہ پر سوائے سزا کے اور کوئی چارہ نہ دیکھ کر اسے سخت سے سخت سزائیں دیتا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ کی حکیم کتاب قرآن میں آیا ہے جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا فمن عفا و اصلح فاجرہ علی اللہ۔ یعنی بدی کا بدلہ تو ویسی اس کی سزا ہے ہاں جو معاف کرے اور اس کی معافی میں اصلاح ہو جائے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے تو ایسے فعل کا نام خلق ہے۔

پس انسان کے طبعی میلان اور افعال خواہ کیسے ہی ہوں بغیر عقل اور تمیز کی رہبری کے نفس امارہ کے حکم میں ہیں جو کوئی قابل تعریف کام نہیں۔ بلکہ حیوانوں کے برابر ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے انسان کو اس ابتدائی لیکن حیوانی اور نہایت پست حالت سے ترقی دینے اور با اخلاق انسان بننے کے لئے ایک اور مقام کی طرف رہبری فرمائی ہے جو نفس لوامہ ہے یعنی اُسے حیوانی خصائل سے نکلنے اور عقل و تمیز سے کام لینے کی ہدایت کرتا اور کسی بے عقلی کی بات پر اُسے ملامت کرتا ہے۔

قرآن کریم نے انسان کو ترقی کے اعلیٰ مدارج پر پہنچانے کے لئے تدریجی احکام بتائے ہیں اور معراج پر پہنچنے کے ذریعہ کے ساتھ اس وسطی زینہ یعنی نفس مطمئنہ کے حصول اور اس سے گذر جانے کی جو ہدایات دی ہیں۔ وہ وہی ہیں جو بظاہر انسان کی جسمانی حالت کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن ان کا نمایاں اثر روح پر پڑتا ہے کیونکہ روح بھی دراصل جسم ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ نہ کہ باہر سے آتی ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ وہ جسم کا ایک حصہ ہے۔ اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ جسم سے علیحدہ ہے۔ ہاں جیسا کہ قرآن کریم کی بعض آیات سے ظاہر ہے جب نطفہ انسانی رحم مادر میں پرورش پا لیتا ہے۔ اس کی روح یک لخت اس میں چمک اٹھتی ہے۔ ۔ ۔ ۔ تو بس روح کا جسم کیا کہ ایک تعلق ہے اور جسمانی افعال اور اعمال کا روح پر ایک نمایاں اثر پڑتا ہے جیسا کہ مثلاً کوئی شخص جب روتا ہے۔ تو اس کی آنکھوں کے پرنم ہونے کے ساتھ ہی اس کا قلب بھی ہوتا ہے اسی جسمانی و روحانی تعلق کے باعث خدا تعالیٰ نے اپنی کمال حکمت و دانائی سے قرآن کریم میں اکثر ایسی ہدایات دی ہیں جو ہماری جسمانیات سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ہمارے تمدنی و معاشرتی اور اقتصادی معاملات پر مشتمل ہیں اس کا کلوا من طیبات ما رزقنکم پاک چیزوں کے کھانے کا حکم دینا اور بُری چیزوں سے منع کرنا پھر کلوا و اشربوا ولا تسرفوا میں کسی ایک چیز پر افراط و تفریط سے بچنے کی ہدایت کرنا اور حرمت علیکم امہاتکم کہکر ہمارے معاشرتی حالات کو سنوارنا نیز یتامیٰ کے متعلق طرح طرح کی ہدایتیں دے کر ہمارے قومی حالات کو درست کرنا اور اس کے ساتھ والدین۔ قریبیوں، مسکینوں اور مسافروں نیز غلاموں اور قرضداروں کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے اور اُن کے حقوق کو بھی زائل نہ کرنے کا حکم دینا، ایسا ہی اس کا آداب مجلس کو ملحوظ رکھنے۔ تو ہمات سے بچنے، مخالفین کے ساتھ عدل کا برتاؤ کرنے حلال و حرام کی تشریح و توضیح کرنے میں تمیز کا حکم دینا پھر نماز کے ظاہری ارکان اور وضو وغیرہ کی ہدایات۔ یہ سب باتیں ہمارے طبعی جذبات کو افراط و تفریط سے بچانے کے لئے ہی حد اعتدال پر لانے اور ہمیں با اخلاق انسان بنانے کے لئے ہیں کیونکہ ان تمام افعال و اعمال کا روح پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔ اور ان کی وجہ سے انسان ایک بلند تر مقام نفس لوامہ کی حالت میں جا پہنچتا ہے۔ مگر یہ مقام بھی کوئی اس قدر اعلیٰ و بلند نہیں کہ اس پر انسان کی ترقیات کی منازل ختم ہو جائیں بلکہ جب تک انسان اس سے آگے ایک اور مرتبہ طے نہ کرے اور با اخلاق انسان سے با خدا انسان بن کر نفس مطمئنہ کی حالت میں نہ پہنچ جائے اسوقت تک اس کی یہ ترقی کوئی کمال کا درجہ نہیں رکھتی۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ بعض وقت اس مقام سے پھسل کر پھر اسفل السافلین میں جا پہنچے، کیونکہ نفس لوامہ محض انسان کی اس حالت کا نام ہے۔ جب اپنی بدیوں سے وہ پشیمان ہو اور اپنے آپ کو ملامت کرے۔ اور ظاہر ہے کہ ملامت اسی صورت میں ہوگی جب وہ اس مقام سے گرے اور ٹھوکر کھائے اسی لئے قرآن کریم نے اسے ایک اور اعلیٰ مقام نفس مطمئنہ کی طرف رہبری کی ہے۔

اور یہ وہ مقام ہے جب انسان پر یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ کا حکم صادر ہوتا ہے۔ اور وہ خدا کا اور خدا اس کا ہو جاتا ہے۔

ہم نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد کیا ہے

لہٰذا ہمیں ہر حال میں اپنے اس عہد کو نبھانا چاہیئے

خطبۂ جمعہ فرمودہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب بمقام جامع احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور (رپورٹ: مولوی شفقت رسول خان صاحب)

ان الذین یحادون اللہ ورسولہ اولٰئک فی الاذلین ہ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ط ان اللہ قوی عزیز لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخرۃ یوآدون من حاد اللہ ورسولہ .... اولٰئک حزب اللہ ط الا ان حزب اللہ ھم المفلحون ہ

(المجادلہ ۵۸: ۲۰ تا ۲۲)

"جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں وہ سخت ذلیل لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ یقیناً میں غالب رہوں گا میں اور میرے رسول۔ اللہ تعالیٰ طاقتور غالب ہے۔ تو ان لوگوں کو جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں (ایسا) نہ پائے گا کہ وہ اس سے دوستی رکھیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتا ہے اور گو وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبے کے لوگ، انہی کے دلوں کے اندر (اللہ تعالیٰ) نے ایمان لکھ دیا ہے اور اپنی روح سے ان کی تائید کی ہے اور وہ انہیں باغوں میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ انہی میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اس سے راضی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں۔ سنو! اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی کامیاب ہوگا۔"

ان آیات مبارکہ میں ایمان والوں کے لئے خوشخبری ہے کہ وہ حزب اللہ ہیں یعنی خدا کا لشکر ہیں اور خدا کا لشکر یقیناً غالب آنے والا ہے کیونکہ خدا ایک طاقتور اور غالب ہستی ہے۔ اسی طرح یہ الفاظ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی بڑی تحدی سے فرمائے گئے ہیں کیونکہ خدا ایک قوی عزیز ہستی ہے اور جب وہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں آتی اور جو جماعت خدا کا کام کرنے کے لئے اٹھتی ہے اس کی کامیابی یقینی ہوتی ہے اس لئے کہ وہ حزب اللہ میں داخل ہوتی ہے۔ اور حزب اللہ کے لئے خدا کا ارشاد ہے الا ان حزب اللہ ھم المفلحون کہ یاد رکھو اور کان کھول کر سن لو کہ خدا کا لشکر ہی کامیاب ہونے والا ہے۔ ایسے لوگوں کی جو حزب اللہ میں داخل ہیں علامت یہ ہے کہ اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ط ان کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے اور اپنی روح سے ان کی تائید کی ہے۔ اور اس بات کا اظہار کہ وہ مومن ہیں اور خدا کے تائید یافتہ ہیں ان کے اعمال سے ہوتا ہے اور عملی مظاہرہ کے لئے یہ علامت بیان فرمائی کہ لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوآدون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم۔ یعنی تو ان لوگوں کو جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ایسا نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے محبت رکھتے ہوں جو خدا اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں خواہ وہ لوگ ان کے باپ ہوں۔ بیٹے ہوں، بھائی اور عزیز واقارب ہی کیوں نہ ہوں۔ یعنی یہ قریبی تعلقات بھی ان کے ایمان کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتے۔ تاریخ اسلامی میں صحابہ کرام رضہ کے ایمان کے ایسے مظاہر دیکھنے میں آتے ہیں جن سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مومن کے سامنے بڑے سے بڑا قرابت داری کا تعلق بھی ہیچ ہے اگر وہ ایمان کے منافی ہے۔ جنگ بدر کا مشہور واقعہ ہے کہ مقابلہ کے لئے کفار مکہ کی طرف سے باپ نکلا اور مسلمانوں کی طرف سے اس کا بیٹا نکلا تو باپ نے اپنے بیٹے کے ساتھ مقابلہ سے انکار کر دیا جبکہ بیٹے نے جو مومن تھا کہا کہ میں مقابلہ کے لئے تیار ہوں۔ اور اس معاملہ میں مجھے باپ کی مطلق پرواہ نہیں۔ یہ مومنوں کے ایمان کا عظیم عملی مظاہرہ تھا۔

قرآن پاک نے ایسے عالمگیر اصولوں کا مجموعہ انسان کو عطا فرمایا ہے جس میں تعصب اور تنگ نظری نہیں ہے لیکن مومنوں کے لئے ایک مضبوط راہ عمل متعین کر دی ہے۔ جس پر عمل پیرا ہو کر ایک ایسی جماعت تیار ہو گئی تھی جو جان اور مال کو بے دریغ خدا کی راہ میں دینے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتی تھی۔ اور ان کے راستے میں قرابت داری کا کوئی تعلق بھی روک نہیں بن سکتا تھا۔ اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہونے کا احتمال ہے کہ اسلام میں جب کافر قریبی رشتہ داروں سے اس قسم کا سلوک روا رکھا جاتا ہے جیسا کہ ان آیات میں بیان ہوا ہے تو پھر عام طور پر دوسرے کفار سے اسلام کس قدر سخت سلوک کا حکم دیتا ہوگا۔ لیکن ایسا گمان صحیح نہیں ہے بلکہ اللہ کا اس بارہ میں ارشاد ہے:-

لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ط ان اللہ یحب المقسطین۔

"اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے نہیں روکتا جنہوں نے تمہارے ساتھ دین کے بارے میں لڑائی نہیں کی اور تمہیں اپنے گھروں سے نہیں نکالا۔ کہ تم ان سے احسان کرو اور ان سے انصاف کرو۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔"

ان آیات سے یہ غلط فہمی دور ہو گئی کہ اسلام اپنے ہر قسم کے مخالفوں کا قلع قمع کرنا چاہتا ہے۔ ہاں وہ لوگ جو مسلمانوں کی جماعت کو مٹانے کے لئے کمربستہ ہوں اور دین کے بارے میں لڑیں اور یا ایسے دشمنوں کے مددگار رہیں ان کے ساتھ دوستی سے روکا ہے۔

اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ ہر حال میں عدل کو قائم کرو خواہ اس عدل سے تمہارا اپنا کوئی عزیز متاثر ہوتا ہو یا تمہاری اپنی ذات یعنی انصاف کا فائدہ اگر منکر اسلام کو ہوتا ہے تو اسے فائدہ ملنا چاہیئے اور اگر اس انصاف سے ایک مسلمان کو نقصان پہنچتا ہے تو اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ قرآن پاک میں ایک واضح حکم موجود ہے

انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ ط ولا تکن للخائنین خصیما ہ

"یقیناً ہم نے تیری طرف حق کے ساتھ کتاب اتاری ہے تاکہ لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرے جو اللہ نے تجھے علم دیا ہے۔ اور خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑا کرنے والا نہ بننا۔"

عدل وانصاف کا نظارہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک انصاری نے

کسی مسلمان کی زرّہ چرائی اور یہودی کے گھر میں رکھ دی جب وہ زرّہ

[illegible]

مجرم ہے اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے انصاری کے خلاف فیصلہ دیا۔ گو اس کی طرف سے انصار نے سفارش کی لیکن نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا:

لو فاطمہ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا

کہ اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اس کا ہاتھ بھی کاٹا جاتا۔ اس لئے میں مجرم کو ہر حال میں سزا دوں گا۔ چنانچہ انصاری کو سزا دی گئی حالانکہ اس کا قبیلہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا معاون اور مددگار تھا۔ اصل یہ ہے کہ قرآن کریم ایک مکمل تعلیم کا حامل ہے۔ اور ایک مکمل ہدایت نامہ ہے۔ اور وہی لوگ خدا کا لشکر اور حزب اللہ کہلا سکتے ہیں جو اس قرآن کو اپنا لائحہ عمل بناتے ہیں۔

حزب اللہ کو اعمالِ حسنہ کا مظہر ہونا چاہیئے۔ اس لئے جو لوگ اسلام کو مٹانا چاہیں اُن کے خلاف دفاعی رنگ میں ہتھیار اُٹھانا ضروری ہے جبکہ دُوسرے لوگ جو مفسد نہیں ہیں اور اسلام کو مٹانا نہیں چاہتے ان کے خلاف تلوار اُٹھانا جائز نہیں ہے.....

حضرتِ اقدس مرزا صاحب نے "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں وضاحت فرمائی ہے کہ نیکی اور بُرائی فی الحقیقت کوئی چیز نہیں ہے بلکہ خُدا کے عطا کردہ قوا کا غلط استعمال بُرائی ہے اور قوا کا برمحل اور صحیح استعمال نیکی اور خُوبی ہے۔ عدل و انصاف کی صفات کا حامل ہونا بڑا مشکل امر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب بارِ خلافت اٹھانا پڑا تو انہوں نے کس قدر عدل و انصاف کو قائم رکھا۔ اچھی خوراک اور پوشاک سے کنارہ کشی کر لی اور ہر وقت رعایا کی اصلاحِ حال کے لئے کوشاں رہنے لگے۔ لوگ سوتے تھے تو وہ لوگوں کی حفاظت کے لئے جاگتے تھے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے ارشاد ہے۔

ایدھم بروح منہ کہ ان کو تائید وحمایتِ ربّانی حاصل ہوتی ہے۔

ہم میں سے ہر ایک نے عہد کیا ہے کہ "میں دین کو دُنیا پر مقدم رکھوں گا" اگر دین کو کسی وقت میری جان یا میرے مال کی ضرورت ہوگی تو میں کسی قسم کی قربانی سے گریز نہیں کروں گا۔ اور یہی راستہ خدا کی خوشنودی کا ہے۔ جیسے صحابہ کرام رض نے اپنی زندگیوں کو اور اپنے اموال کو خدا کی راہ میں بے دریغ خرچ کر کے خدا کی خوشنودی کا سرٹیفکیٹ حاصل کر لیا رضی اللہ عنہم ورضوانہٗ۔

اولٓئک حزب اللہ الآ ان حزب اللہ ھم المفلحون۔ خدا

بلکہ دعوا ے کے مطابق عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ ----

------- اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کی عملی زندگی قرآن پاک کے حکموں کے مطابق تھی اور انہوں نے اپنے ساتھیوں کو زرے دعوے کی نہیں عمل کی تلقین کی بلکہ ان کی زندگیوں کو عمل کے سانچے میں ڈھالا جب تک ہم بھی ان صفاتِ حسنہ کو اختیار نہیں کریں گے اور اپنی زندگیوں کو خُدا کے حکموں کے مطابق درست نہیں کریں گے اصلاح اور فلاح ممکن نہیں۔ قرآن پاک ہمیں کس مقام پر فائز کرنا چاہتا ہے؟ وہ ایک بلند مقام ہے۔ جو خدا کی رضا کا مقام ہے۔ کیا ہمیں بھی اس مقام کے حصول کی طلب اور تڑپ ہے؟ سچی طلب یقیناً حصولِ مقصد میں کامیاب ہوتی ہے۔ اس لئے طلبِ صادق پیدا کرو مگر محض زبان سے نہیں بلکہ عمل کی بھی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ خدا تعالےٰ کا ایک اصول ہے کہ:

لم تجد لسنّۃ اللہ تبدیلا

یہ بات حتمی اور یقینی ہے کہ جماعت کے مفاد کے لئے ہر قسم کی تکلیف برداشت کرو۔ اس سے دل میں استقامت پیدا ہوتی ہے۔ اور دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے۔

یسعٰی نورھم بین ایدیھم وبایمانھم بشراکم الیوم۔

"مومنوں کا نور اُن کے آگے دوڑ رہا ہوگا۔ اور اُن کے دائیں بھی اور بائیں بھی آج تمہارے لئے خوشخبری ہے۔"

حضرت مرزا صاحب نے جو جماعت پیدا کی اُن کی عملی زندگی اس قدر شاندار تھی کہ ملک کی عدالتوں میں ان کی شہادتوں کو سچا بلا تامل یقین کیا جاتا تھا۔ اور جہاں کسی جج کو معلوم ہو جاتا کہ گواہ ایک احمدی ہے تو وہ فوراً اس مقدمہ کا فیصلہ اس کی گواہی کی روشنی میں کرتا۔ کیونکہ انہیں یقین ہوتا تھا کہ ایک احمدی کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ بالکل ایسے ہی ہمیں اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا ہے کہ ہم ہر قسم کی بُرائی کو ترک کریں اور ہر نیکی کو اختیار کریں تو تم خدا کی جماعت ٹھہرو گے جس کی کامیابی یقینی اور حتمی ہے کیونکہ اس کے لئے ارشادِ خداوندی ہے:

لاغلبن انا ورسلی۔ خُدا ہمیں قرآن پاک کی روشنی میں نبی اکرمؐ کے اسوۂ حسنہ اور حضرتِ اقدس کے عمل کی روشنی میں زندگی استوار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین!

آسماں سے ہے چلی

[illegible]

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

باغ میں ملّت کے ہے کوئی گلِ رعنا کھلا
آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ کرتا ہوں میں اس کا انتظار

آسماں سے ہے چلی توحیدِ خالق کی ہوا
دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار

اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار

اک زماں کے بعد پھر آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

ملّتِ احمدؐ کی جو مالک نے ڈالی تھی بنا
آج پوری ہو رہی ہے اے عزیزانِ دیار

گلشنِ احمد بنا ہے مسکنِ بادِ صبا
جس کی تحریکوں سے سنتا ہے بشر گفتارِ یار

پاک و برتر ہے وہ جھوٹوں کا نہیں ہوتا نصیر
ورنہ اُٹھ جائے اماں پھر سچے ہو دیں شرمسار

یادِ رفتگاں

سید اسد اللہ شاہ صاحب مرحوم و مغفور

ابتدائی حالات :-

محترم سید اسد اللہ شاہ صاحب جماعت احمدیہ کے ان بزرگوں میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف فرمایا تھا۔ ۱۳ اپریل ۱۸۸۷ء کو ضلع سیالکوٹ کے موضع تنبوشاہ کے ایسے گھرانے میں پیدا ہوئے جو ضلع بھر میں تعلیم و تدریس کے لئے مشہور تھا۔ شاہ صاحب کا حسب نسب سید حسینی ہے ان کے جد امجد حسین نامی غزنوی خاندان کے بادشاہوں کے ساتھ وارد پنجاب ہوئے تھے۔ آپ کے والد سید برکت علی شاہ ایک سکول ماسٹر تھے ان کا شمار بھی بڑے عالموں میں ہوتا تھا اور دادا سید فاضل شاہ تو مانے ہوئے عالم تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ناسازگار حالات میں بھی تعلیم جاری رکھی، آپ ابھی سات سال کے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا مگر انہوں نے ہمت نہ ہاری اور اپنی تعلیم جاری رکھی، آپ کی عمر ابھی دس سال کی تھی کہ قرآن کریم پڑھ لیا۔ ذہانت کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے پرائمری و مڈل، دونوں جماعتوں میں وظائف حاصل کئے آپ نے یہ دونوں امتحان قلعہ سوبھا سنگھ سے پاس کئے میٹرک کا امتحان گورداسپور ہائی سکول سے دیا۔ سب کو توقع تھی کہ وہ پرائمری اور مڈل کی طرح اس امتحان میں بھی وظیفہ حاصل کر لیں گے مگر شومئی قسمت آپ امتحان کے دنوں میں بیمار ہو گئے۔ بیماری کی حالت میں ہی امتحان دیا پاس تو اچھے نمبروں سے ہو گئے مگر وظیفہ حاصل نہ کر سکے۔ اور شاید اسی وجہ سے آگے تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد نارووال میں سکول ماسٹر مقرر ہوئے، پھر عرصہ تین سال کے بعد محکمہ مال میں قانونگو ہو گئے۔ یہ ۱۹۰۷ء کا واقعہ ہے، ملازمت کے سلسلے میں سابق پنجاب کے مختلف علاقوں میں رہے اور ہر جگہ اپنے حسن اخلاق سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔

سلسلہ میں شمولیت :- اپنے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ۱۸۹۹ء کا واقعہ ہے جبکہ میں مڈل کا امتحان پاس کر چکا تھا۔ اس وقت میری ملاقات ایک صاحب چوہدری نبی بخش صاحب سے ہوئی، جو کہ پولیس میں سارجنٹ تھے اور قلعہ سوبھا سنگھ میں رہتے تھے۔ انہوں نے مجھے ایک کتاب آئینہ کمالات اسلام مصنفہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب پڑھنے کو دی جس سے میرے دل پر اچھا اثر ہوا۔ ان دنوں میں نماز تہجد بھی پڑھا کرتا تھا اور بیس رکعت علاوہ وتر کے پڑھتا تھا اور ہر رکعت میں پوری سورۃ یٰسین پڑھتا تھا اور مجھے کشوف بھی ہوتے تھے۔ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اگر مرزا صاحب سچے ہیں تو مجھے ان کے مسلک پر چلنے کی توفیق دے۔ اگر نہیں تو اس سے محفوظ رکھ، تو مجھے آواز آئی "علیکم بسلطان مبین" یعنی میری روشن حجت کو اختیار کر لو۔ چنانچہ میں نے کارڈ لکھ کر حضرت صاحب کی بیعت کر لی۔ اغلباً مئی ۱۹۰۰ء میں قادیان گیا۔ اور وہاں حضرت صاحب کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تجدید بیعت کی، نمازوں کے بعد مجلس میں شریک ہوتا تھا۔ حضرت صاحب سے بات چیت ہوتی تھی مگر میں سوال نہیں کیا کرتا تھا۔ کیونکہ اس الہام نے میرے تمام شکوک شبہات وغیرہ دور کر دیئے تھے۔ سیر کے لئے حضرت صاحب کے ساتھ بہت سے لوگ جاتے تھے مگر چونکہ مجھے گرد و غبار سے تکلیف ہوتی تھی اس لئے میں نہ جاتا تھا۔ اور بزرگان سلسلہ مولوی نور الدین مولوی عبدالکریم صاحب وغیرہ سے ملاقات ہوتی رہتی تھی کوئی بیس بائیس دن میں رہا اس کے بعد چلا آیا۔ مارچ ۱۹۰۷ء میں گورداسپور اور قانونگو ہو کر گورداسپور چلا گیا اور قادیان آنا جانا رہتا تھا۔ مولوی نور الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب بہت مہربان تھے، قادیان میں میری شہرت ہو گئی کہ ملہم و صاحب کشف ہیں اس لئے لوگ میری نذر [illegible]

باقی ہے

حضرت اقدس کی وفات :-

جب حضرت مرزا صاحب کا انتقال ہوا ہے تو اس وقت میں مہیس ڈوگر جو قادیان سے چھ سات میل دور ہے وہاں پیمائش کروا رہا تھا۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا "آخر انگریزوں نے مرزا کو مروا ہی دیا" میں نے اسے طنزیہ مذاق ہی سمجھا اور کہا "کہ انگریز بھی مرزا کو مرواتے رہے اور تم لوگ بھی مرواتے رہے مگر مرزا برابر دندناتا ہی رہا"۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ نہیں جی میں قادیان سے آرہا ہوں اور میں نے لوگوں کو مرزا صاحب کی لاش دفناتے دیکھا ہے۔ یہ سن کر میں گھوڑی پر سوار ہو کر قادیان گیا۔ اس وقت شام ہو چکی تھی اور مولوی نور الدین صاحب کی لوگ بیعت کر چکے تھے۔ یہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کا دن تھا۔ میں حضور حضرت کی قبر پر جانا چاہتا تھا مگر دہاں کی ناہموار اور خشک سالی کی وجہ سے اس وقت نہ جا سکا۔ اس کے بعد میرے دل میں خیال گزرا کہ مولوی نور الدین کے بعد کون خلیفہ ہوگا تو مجھے آواز آئی "بشیر الدین محمود احمد کبیرا و آدند سے ہی مرتد ہو جائے گا" پھر میں کہتا ہوں کہ اس کے بعد کون ہوگا تو نہایت لمبی اور سریلی آواز آئی "صادق"

مولوی نور الدین کی بیعت کرنی میں نے مناسب نہ سمجھی۔ مولوی نور الدین کی وفات پر میں چپ رہا میاں محمود احمد صاحب کی عزت میں صرف پیر کا بیٹا ہونے کی وجہ سے کرتا ہوں ورنہ ان کے عقائد جو ہیں سو ہیں۔ حضرت مولوی محمد علی صاحب کے متعلق میں نے توجہ کی تھی تو مجھے آواز آئی فیہ آیات للمومنین۔

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب سے ملاقات اور رفاقت

۱۹۰۴ء کے آخر میں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم سے ملاقات ہوئی۔ جبکہ میں پنڈی گھیپ میں کام کرتا تھا۔ ۱۹۰۵ء میں زیادہ وقت ڈاکٹر صاحب کی صحبت میں گزرا ستمبر ۱۹۰۵ء میں تبدیل ہو کر بھیرہ چلا گیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب بھی بھیرہ میں لگ گئے اور ملاقات کا سلسلہ جاری رہا۔ اور جو محبت اور دلی دوستی ہم دونوں میں تھی وہ آخر دم تک قائم رہی۔

زندگی کے آخری ایام اور وفات :-

یہ تو شاہ صاحب کے اپنے بیان کردہ حالات ہیں جو میاں نثار احمد فاروقی نے قلمبند کر کے "روحِ اسلام" میں شائع کئے، تقسیم ملک کے بعد شاہ صاحب لاہور میں قلعہ گوجر سنگھ میں مقیم ہو گئے۔ ۲۲ جنوری ۱۹۵۷ء آپ کی طبیعت یکایک خراب ہو گئی اور گھبراہٹ بڑھنے لگی۔ آپ تین ہفتے پہلے ہی سے فرمانے لگے تھے کہ میرا وقت بہت قریب ہے۔ اکثر دن اور تاریخ پوچھا کرتے تھے۔ آخر ۱۴ فروری کو بروز جمعرات صبح دس بجے اچانک کھانسی آگئی، گو دوا دینے کے بعد طبیعت ذرا سنبھل گئی مگر شاید یہ آخری سنبھالا تھا۔ اس سنبھالے میں آپ نے نماز عصر ادا کی اور آخر وقت تک باتیں کرتے رہے۔ اور سات بج کر دس منٹ پر اس جہان فانی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ احمدیہ قبرستان واقع میانی صاحب لاہور میں مدفون ہوئے۔

باہتمام ریاض حسین المدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح، احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر ۔ ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ۔ مؤرخہ ۵ مئی ۱۹۸۲ء — جلد ۶۹، شمارہ ۱۸

دفتر مقامی جماعت

حبلد: ۶۹ * یوم چہارشنبہ ۱۸ - رجب المرجب سنہ ۱۴۰۲ھ - بمطابق ۱۲ مئی سنہ ۱۹۸۲ء * شمارہ: ۱۹

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردھم

اُن دوستوں کے لئے جو سلسلۂ بیعت میں داخل ہیں

عزیزان بے خلوص و صدق نکشائند راہے را ❊ مصفّا قطرۂ باید کہ تا گوہر شود پیدا

"اے میرے دوستو جو میرے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو خدا ہمیں اور تمہیں ان باتوں کی توفیق دے جن سے وہ راضی ہو جائے آج تم تھوڑے ہو اور تحقیر کی نظر سے دیکھے گئے ہو اور ایک ابتلاء کا وقت تم پر ہے اس سنت اللہ کے موافق جو قدیم سے جاری ہے ہر یک طرف سے کوشش ہوگی کہ تم ٹھوکر کھاؤ اور تم ہر طرح سے ستائے جاؤ گے اور طرح طرح کی باتیں تمہیں سننی پڑیں گی اور ہر یک جو تمہیں زبان یا ہاتھ سے دکھ دے گا وہ خیال کریگا کہ اسلام کی حمایت کر رہا ہے اور کچھ آسمانی ابتلاء بھی تم پر آئیں گے تا تم ہر طرح سے آزمائے جاؤ سو تم اسوقت سن رکھو کہ تمہارے فتحمند اور غالب ہو جانے کی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو یا تمسخر کے مقابل پر تمسخر کی باتیں کرو یا گالی کے مقابل پر گالی دو کیونکہ اگر تم نے یہی راہیں اختیار کیں تو تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور تم میں صرف باتیں ہی باتیں ہونگی جن سے خدا تعالےٰ نفرت کرتا ہے اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے سو تم ایسا نہ کرو کہ اپنے پر دو لعنتیں جمع کر لو ایک خلقت کی اور دوسری خدا کی بھی ——— یقیناً یاد رکھو کہ لوگوں کی لعنت اگر خدا تعالےٰ کی لعنت ساتھ نہ ہو کچھ بھی چیز نہیں اگر خدا ہمیں نابود نہ کرنا چاہے تو ہم کسی سے نابود نہیں ہو سکتے لیکن اگر وہی ہمارا دشمن ہو جائے تو کوئی ہمیں پناہ نہیں دے سکتا ہم کیونکر خدا تعالےٰ کو راضی کریں اور وہ ہمارے ساتھ ہو اس کا اس نے مجھے بار بار یہی جواب دیا کہ تقوےٰ سے۔ سو اے میرے پیارے بھائیو کوشش کرو تا متقی بن جاؤ بغیر عمل کے سب باتیں ہیچ ہیں اور بغیر اخلاص کے کوئی عمل مقبول نہیں سو تقوےٰ یہی ہے کہ ان تمام نقصانوں سے بچ کر خدا تعالےٰ کی طرف قدم اٹھاؤ اور پرہیزگاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو۔"

(ازالہ اوہام $\frac{۸۲۵}{۸۲۷}$)

از جناب مکرم ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب، لاہور

ایک علمی جائزہ

[illegible] وہ اس سے تسکین پاسکے۔

آج کل ایک اہم مسئلہ اخبارات میں موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ مسئلہ زیر بحث یہ ہے کہ عورت کا معاشرہ میں اصلی مقام و منصب کیا ہے۔ قطع نظر اس بحث کے نتائج کے ہم چاہتے ہیں کہ قرآن پاک کی روشنی میں اس مسئلہ کا جائزہ لیا جائے اور نتیجہ قارئین کرام کی رائے پر چھوڑ دیا جائے۔

(۱) آدم جو نسل انسانی کا جد امجد ہے اس کی پیدائش کے متعلق کوئی تفصیل قرآن کریم میں نہیں بیان ہوئی پس نفس واحدہ سے اس کی پیدائش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہی قانون نظر آتا ہے کہ تمام موجودات جو ماسوی اللہ ہیں وہ امر ربی سے ظہور میں آئی ہیں اور انسان (آدم اول) بھی اسی امر ربی سے پیدا ہوا ہے۔ امر ربی کا احاطہ ہمارا علم قطعاً نہیں کرسکتا۔ کیونکہ ہمارے لئے فرمان الٰہی ہے کہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ ہمارا علم اس سلسلہ میں نہ ہونے کے برابر ہے۔

آدم اول اور اس کے ساتھی کی پیدائش بھی ایک معمہ ہے اور جو لوگ اس سلسلہ میں رجماً بالغیب پر اپنی تحقیق کی بنیاد رکھتے ہیں وہ قرآن شریف کی رو سے بیکار اور غلط بات کرتے ہیں چنانچہ فرمایا:۔

وما اشهدتهم خلق السماوات والارض ولا خلق انفسهم وما كنت متخذ المضلين عضدا (اور ہم نے انسان کو نہ زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت اور نہ انسان کی اپنی پیدائش کے وقت گواہ رکھا تھا۔ اور ایسے گمراہوں کو ہیں درست نہیں بناتا)

یہ کس قدر واضح بات ہے کہ جو چیزیں انسان کی پیدائش سے قبل پیدا ہوئیں ان کے متعلق انسان کا علم کس طرح درست ہو سکتا ہے؟ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے امر اور حکم سے اول آدم کو اور اس کے زوج کو پیدا کیا جس طرح باقی کائنات پیدا ہوئی۔ جیسا کہ آیت مذکورہ میں ہے۔ اس پیدائش کی صحیح نشاندہی کوئی نہیں کرسکتا کیونکہ یہ محالات عقلیہ سے ہے۔

اللہ تعالیٰ خالق کل شیٔ ہونے کے علاوہ بدیع بھی ہے یعنی اس کو کسی چیز کو پیدا کرنے کے لئے کسی مواد کی ضرورت نہیں۔ وہ جب کسی چیز کو پیدا کرنا چاہے تو وہ صرف اپنے ارادے سے ہی پیدا کر دیتا ہے۔ ایسی پیدائش کو بدیع کہا جاتا ہے۔ اللہ بدیع السماوات والارض۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو بغیر کسی مواد کے پیدا کیا۔ لیکن آدم اول کی نسل کے پھیلاؤ کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک قانون بنایا ہے اور وہ قانون باقی اصناف موجودات پر بھی اسی طرح حاوی ہے جس طرح نسل انسانی پر۔ چنانچہ قرآن کریم میں مذکور ہے:

يا ايها الناس انا خلقناكم من ذكر وانثى وجعلناكم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اكرمكم عند الله اتقاكم ان الله عليم خبير (۴۹:۱۴)

"اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے خاندان اور قبیلے بنا دیئے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں عزیز وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے"

یہاں بھی عورت اور مرد کو کوئی جداگانہ حیثیت نہیں دی گئی۔ آدم کی تمام اولاد آپس میں برابر ہے صرف اپنے عمل میں ایک دوسرے پر برتری ہوسکتی ہے۔ اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔
یہاں جو مسئلہ سامنے ہے کہ عورت اور مرد کے ملاپ سے دنیا میں انسان پھیلا۔ اسی حقیقت کا اظہار [illegible] میں ہے۔ فاستجاب لهم ربهم انى لا اضيع عمل عامل منكم من ذكر او انثى بعضكم من بعض۔ مرد اور عورت اپنے اعمال کے لحاظ سے برابر ہیں۔ اس آیت سے بھی یہی ظاہر ہوا کہ عورت کا مقام اور منصب عمل کے لحاظ سے مرد کے عمل اور درجہ سے کسی طرح کم نہیں۔ ان کے اعمال میں برابری اور مساوات ہے۔ جیسے ومن يعمل مثقال ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره ذرہ بھر درجات میں فرق نہیں۔

اب تو سائنس نے بھی اس حقیقت کو مان لیا ہے کہ واقعی تمام موجودات اور مخلوقات میں نر و مادہ ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے ومن كل شيء خلقنا زوجين چنانچہ حیوانات نباتات اور جمادات تک ہر چیز جوڑے جوڑے ہے اور اسی جوڑے کے ملاپ سے کائنات میں پیدائش کا عمل جاری ہے۔ یہاں بھی یہی دیکھنے میں آتا ہے کہ دونوں زوج اپنی مخصوص جگہ اور مقام رکھتے ہیں اور ایک کے بغیر دوسرا بیکار اور بے فائدہ ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنا خلیفہ بنایا اور اسے تمام چیزوں کے خواص کا علم دیا اور آدم اور اس کے زوج کو حکم دیا کہ وہ دونوں جنت کی زندگی بسر کریں اور سمجھایا کہ وہ دونوں شجرہ ممنوعہ کے قریب نہ جائیں ورنہ دونوں خسارے میں ہوں گے۔ کہیں بھی عورت کی طرف کوئی خاص نقص منسوب نہیں کیا گیا۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ عورت میں کوئی خاص کمزوری نہیں جس کی وجہ سے آدم سے جنت چھین لی گئی بلکہ دونوں کو مل کر عمل کر اپنا فرض نبھانا تھا۔ چنانچہ فرمایا يا آدم اسكن انت وزوجك الجنة ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظلمين۔ دونوں کا کام اور مقام ایک نوعیت کا ہے۔ اس لئے تعجب اور حیرانی ہوتی ہے کہ انسان نے کیوں صرف عورت کو ہی معاشرہ میں گمراہی کا موجب اور بانی قرار دیا ہے۔ بلکہ بعض مذاہب نے تو حد ہی کر دی ہے کہ عورت کو اپنے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیا اور اسے سختی سے دور رکھا گیا۔ مثال کے طور پر بدھ مت میں عورت کا کوئی مقام نہیں۔ بدھ نے اپنے مذہب میں عورت کو کوئی درجہ نہیں دیا۔ اور پھر عیسائیت میں بھی عورت ہی تمام برائی کی جڑھ سمجھی گئی ہے۔ لیکن اسلام میں ایسا نہیں ہے قرآن پاک میں کہیں بھی ایسا ارشاد نہیں کہ عورت سے بچو کیونکہ یہ بدی اور گناہ کا سبب ہے بلکہ دونوں کو برابر کا شریک ٹھہرایا گیا ہے۔ فازلهما الشيطان عنها فاخرجهما مما كانا فيه یہ مسئلہ الگ بحث طلب ہے۔ کہ شیطان سے کیا مراد ہے۔ اس پر شاید پھر بات ہوسکے۔ ہم اس جگہ عورت اور اسلام کے مسئلہ پر گفتگو نہیں کر رہے۔ یہ مسئلہ بذات خود ایک اہم مضمون ہے۔

ایک ضروری بات جس کی طرف ہمیں خاص توجہ دینی چاہیئے وہ یہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہادی برحق جن پر مکمل ضابطہ حیات و ممات قرآن پاک کی شکل

(بقیہ صفحہ ۱۰)

عدل واحسان اور ایتائ ذی القربیٰ

خطبۂ جمعہ فرمودہ مکرم میاں نصیر احمد فاروقی صاحب، بمقام مسجد جامعہ، دارالسّلام، لاہور

انّ اللّٰہ یامر بالعدل والاحسان وایتآئ ذی القربیٰ وینھٰی عن الفحشآء والمنکر والبغی ج یعظکم لعلّکم تذکّرون ۝ (سورۃ النحل - آیت ۹۰)

ترجمہ: ”بے شک اللہ حکم دیتا ہے عدل کا اور احسان کا اور قریبیوں کو دینے کا۔ اور وہ منع فرماتا ہے بے حیائی سے اور برائی سے اور زیادتی سے۔ وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم یاد رکھو“

وہ عربی کے الفاظ جو میں نے ابھی پڑھے ہیں وہ آپ سب ہر جمعہ کے خطبۂ ثانیہ میں سنتے ہیں۔ کئی لوگ انہیں خطبۂ ثانیہ کے دوسرے کلمات کی طرح مسنون الفاظ سمجھتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ یہ قرآن کریم کی ایک آیت ہے جو سورۃ النحل ۱۶ کی آیت نمبر ۹۰ ہے۔ اسے خطبۂ ثانیہ میں شامل کرنے والے حضرت عمر بن عبد العزیز تھے جو نہ صرف بنو امیہ کے ایک بادشاہ تھے جو خلیفۃ المسلمین کہلاتے تھے بلکہ اسلام کے پہلے مجدّد تھے۔ انہوں نے یہ محسوس کیا کہ یہ ایک آیت نیکی اور بدی کی مکمل تعلیم ہے اور اسی لئے انہوں نے اسے خطبۂ ثانیہ میں شامل فرما دیا۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدّد صدی چہاردہم نے بھی اس آیت مبارکہ کی حکمت و معرفت کو مختلف جگہوں میں بیان فرمایا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں تین نیکیوں کا حکم ہے اور تین بدیوں سے منع فرمایا ہے اور یہ تینوں نیکیاں اور تینوں بدیاں **تقویٰ** کے لئے بطور بنیاد کے ہیں۔ قرآن کریم میں تقریباً ہر صفحہ پر نیکیوں کے بارہ میں آیا ہے کہ انہیں کرو یا بدیوں کے متعلق آیا ہے کہ انہیں مت کرو مگر بہت کم جگہ پر نیکیوں کے لئے امر کا لفظ بطور تاکید کے آیا ہے یا نہی کا لفظ اسی طرح تاکیداً بدیوں سے بچنے کے بارہ میں آیا ہے جس طرح اس جگہ آیا ہے۔ اس سے بھی ان احکامات کی اہمیّت واضح ہوتی ہے۔

عدل

لفظ عدل کے لغوی معنے مساوات یا برابری یا ہموزن ہونے کے ہیں۔ اور اسی لئے اس کے معنیٰ انصاف کے کئے جاتے ہیں جو صحیح ہیں ظاہر ہے کہ انصاف کا حکم **حقوق** سے گہرا اور بنیادی تعلق رکھتا ہے۔ اگر ایک شخص آپ سے کہتا ہے کہ میرے ساتھ انصاف کرو تو دوسرے الفاظ میں یہ کہتا ہے کہ میرا حق مجھے دو۔ تو حقوق کی جو بڑی تقسیمیں کی گئی ہیں اور وہ بہت معروف ہیں وہ ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ ان میں سے حقوق اللہ مقدم ہیں نہ صرف اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے بلکہ اس لئے بھی کہ وہ حقوق بذات خود نہایت اہم اور بنیادی ہیں پھر حقوق اللہ سے ہی حقوق العباد بھی پیدا ہوتے ہیں کیونکہ حقوق العباد کو مقرر کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے اور انہیں مکمل طور پر ادا نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ حقوق اللہ کو پورا نہ کیا جائے جیسا کہ میں آگے چل کر عرض کروں گا۔ اور یوں بھی جس نے اللہ تعالیٰ کے حقوق نہ ادا کئے اس نے اس کے بندوں کے حقوق کیا ادا کرنے ہیں۔؟

حقوق اللہ

اللہ تبارک وتعالیٰ غنیٌّ عن العٰلمین ہے۔ وہ کسی حقوق کے ادا کرنے کا محتاج نہیں۔ مگر حقوق اللہ کو ادا کرنے میں دراصل انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ احد ہے اور اس کے سوائے کوئی خدا یا خالق یا ربّ یا الٰہ نہیں تو اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانے اور اپنے عمل میں اسے ملحوظ رکھنا پہلا حق ہے اللہ تعالیٰ کا انسان پر اور جو اس کا کسی رنگ میں کسی اور کو شریک کرتا ہے خواہ وہ پتھر کا بت ہو یا گائے یا اپنا جیسا انسان یا ہوا و ہوسِ انسانی وہ گمراہی اور ہلاکت میں اپنے آپ کو ڈالتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو پانا انسان کا مقصد پیدائش ہے۔ اور جو کوئی اور الٰہ (معبود محبوب ومطلوب ومقصود) بنالے گا وہ خود ہی ناکام اور نامراد مرے گا۔ دراصل سیدھے راستہ سے انسان کو گمراہ کرنے والا شیطان ہوتا ہے اور وہ جس طرح خود آگ سے پیدا ہوا ہے (خلقتنی من نار) انسان کو بھی آگ کی طرف بلاتا ہے (یدعوکم الی النّار) اسی لئے وہ ہوا و ہوس انسانی کو بھڑکاتا ہے جو خود آگ کا حکم رکھتے ہیں۔ انسان کا جسم حیوانی ہے اور اسے زندہ رکھنے کے لئے گرمی کی ضرورت ہوتی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے غذا سے پیدا کرنے کا بندوبست فرمایا ہے۔ اسی لئے ڈاکٹر لوگ غذا کی افادیت ”کیلریز“ (CALORIES) میں گنتے ہیں جو گرمی کے ”یونٹ“ (UNIT) یا اکائیاں ہوتی ہیں۔ تو اس گرمی سے زندہ جسم حیوانی سے جو جذبات وخواہشات پیدا ہوتی ہیں وہ بھی گرمی یا آگ کا رنگ رکھتی ہیں۔ گرمی یا آگ کو قابو میں رکھا جائے تو نہایت مفید ہے جیسے کہ ریل یا موٹر کے انجن یا ہوائی جہاز یا اب راکٹوں میں وہ انسان کی فرمانبرداری میں آ کے تیزی سے اپنی منزل مقصود کی طرف اور بلندیوں میں لے جاتی ہے۔ اور اگر وہ گرمی یا آگ بے قابو ہو جائے تو انسان کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ یہی حال باطن میں جذبات وخواہشات انسانی کا ہے۔ اگر انہیں قابو میں رکھ کر انسان سیدھے راستہ کو اختیار کرے تو وہ تیزی سے اپنی اخلاقی اور روحانی منازل کو طے کرتا ہے۔ مگر جیسا کہ آدم وحوّا کے واقعہ سے ظاہر ہے انسان نہ تو جذبات وخواہشات انسانی کو (جنہیں بھڑکانے والا شیطان ہوتا ہے) قابو میں رکھ سکا اور نہ سیدھے راستہ کو خود پا سکا یہاں تک کہ وحی الٰہی نے آن کر انسان کی دستگیری کی اور راہنمائی کی۔ وہ وحی الٰہی اپنے کمال کو قرآن کریم میں پہنچی۔ اور وہ پاک کتاب ھدًی للمتقین ہے اس لئے کہ وہ انسان کو اپنے جذبات وخواہشاتِ نفسانی کو قابو میں کر کے ان کا صحیح استعمال سکھاتی ہے اور منزل مقصود کا سیدھا راستہ بتاتی ہے۔ (ھدًی) اور جذبات وخواہشاتِ انسانی کے بے قابو ہو کر انسان سے گناہ اور خطائیں سرزد ہو جانے سے اسے بچاتی ہے جو کہ تقویٰ ہے۔ مگر یہ بھی ممکن ہے جب کہ انسان اس پاک کتاب کی فرمانبرداری کرے۔ اور قرآن کی فرمانبرداری میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے صحیح معنیٰ ہیں۔ یہ فرمانبرداری دوسرا حق ہے اللہ تعالیٰ کا انسان پر۔ جیسا کہ میں پہلے بتا آیا ہوں اللہ کے حقوق کو ادا کرنے میں انسان کا سراسر اپنا فائدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تو غنیٌّ عن العٰلمین ہے۔

تیسرا حق اللہ تعالیٰ کا انسان پر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں رنگین ہو کر اس کے قرب کو حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ کو پائے کہ اسے پانا انسان کی پیدائش کا مقصد ہے۔

صراطِ مستقیم (جس کی دُعا سُورۃ فاتحہ کی جان ہے جو سُورت کہ خود بقول رسول اللہ صلعم قرآنِ کریم کا خلاصہ ہے) اس کی منزلِ مقصود خود اللہ تبارک و تعالےٰ کی ذات ہے جیسا کہ قرآن حکیم نے متعدد جگہ واضح فرمایا ہے جن میں سے دو تین سُن لیں :۔

فاما الذین اٰمنوا باللّٰہ واعتصموا بہٖ فسیدخلھم فی رحمۃٍ منہ وفضلٍ ۙ ویھدیھم الیہ صراطًا مستقیمًا ○ (النسآء ۔ ۱۷۶)

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "پس جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس کو مضبوط پکڑا تو وہ عنقریب (یعنے اسی دُنیا میں) انہیں اپنی رحمت (یعنے رُوحانی نعمتوں) میں داخل کرے گا اور فضل (دنیاوی نعمتوں) میں بھی اور ان کی ہدایت فرمائے گا اپنی طرف **صراطِ مستقیم پر**۔"

اسی طرح دو بار آیا ہے کہ انّ ربّی علیٰ صراطٍ مستقیم یعنے میرا رب صراطِ مستقیم پر چلنے سے ملتا ہے۔ یا قل ھٰذہٖ سبیلیٓ ادعوٓا الی اللّٰہ علیٰ بصیرۃٍ انا ومن اتبعنی (یوسف ۱۰۸) یعنے رسُول اللہ صلعم کو ارشاد ہوا کہ "کہہ دو کہ یہ ہے میرا راستہ (صراطِ مستقیم) میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے اس راستہ پر چل کر اللہ تعالےٰ کو اپنے قلب کی آنکھ سے دیکھ لیا۔ اور جو میری اتباع کرے گا وہ بھی دیکھ لے گا۔" حضور صلعم کی اتباع کامل کرنے والوں میں سے اس صدی کا مجدّد بھی تھا اور اُس نے اللہ تعالےٰ کو پاکر جو وجد اور خوشی اور کامیابی کی مسرّت کا اظہار کیا ہے وہ آپ بارہا سُن چکے ہیں اس لئے میں اُسے نہیں دُوہراتا۔ تو اس آخری حق کو ادا کرنے میں بھی انسان کا سراسر اپنا فائدہ ہے۔

حقوق العباد

یہ بہت وسیع مضمون ہے اور اس لئے میں صرف نہایت اختصار سے ان حقوق کی طرف اشارہ کرسکتا ہوں۔ اوروں کے حقوق کے ذکر سے پہلے میں توجہ دلاؤں کہ اسلام نے انسان کے اپنے نفس کا بھی اس پر جو حق ہے اُسے ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اسی لئے رہبانیت کو منع فرمایا کہ اُس میں انسان اپنے نفس کے جو جائز حقوق اس انسان پر ہیں اُنہیں ادا نہیں کرتا۔ رہبانیت سے اُتر کر دُنیا میں رہ کر بھی بعض وقت انسان اپنے نفس کے حقوق پُورے نہیں کرتا۔ چنانچہ ایک صحابیؓ سارا دن روزے رکھتے تھے اور راتوں کو عبادت میں گذارتے تھے تو رسول اللہ صلعم نے اُنہیں بلاکر منع فرمایا ان الفاظ میں و لنفسک علیک حقٌ ولزوجک یعنے تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی کا بھی۔ اس لئے عبادت و ریاضت میں ایسے نہ کھوئے جاؤ کہ ان حقوق کو پُورا نہ کرو۔

مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انسان نفس پرستی میں پڑ جائے جو کہ دُوسری انتہاء ہے اور شرک ہے جیسا کہ فرمایا کہ ۔ ۔ یت من اتخذ الٰھہٗ ھوٰہ (الجاثیۃ ۴۵ ۔ ۲۳) "کیا تُو نے دیکھا اُسے جس نے اپنی گری ہوئی خواہشات نفسانی کو اپنا خدا بنالیا۔" تو نفس کا اس انسان پر یہ حق ہے کہ اس کی اصلاح کرکے اُسے گری ہوئی خواہشات سے بچائے جیسا کہ مختلف رنگوں میں فرمایا کہ یاایّھا الّذین اٰمنوا علیکم انفسکم یعنے "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے نفسوں کی فکر کرو" اور انہیں ہدایت پر رکھو۔ یا فرمایا۔ قوا انفسکم واھلیکم نارًا (اپنے نفسوں کو اور اپنے اہل کو آگ سے بچالو) جو کہ گری ہوئی خواہشات اور نفسِ امّارہ کا انجام ہوتا ہے۔ کہیں فرمایا کہ اپنے نفسوں کی اصلاح سے غافل نہ ہو۔ اتأمرون الناس بالبرّ وتنسون انفسکم "کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے نفسوں کو بھول جاتے ہو۔" اس لئے انسان کو ہمیشہ اپنے نفس کو گرے ہوئے حیوانی جذبات و خواہشات سے نجات دلاکر نیکی کا حکم دیتے رہنا چاہیئے جو کہ انسان کے اُوپر اس کے نفس کا حق ہے جس نفس کو اللہ تعالےٰ نے انسان کے حوالے بطور امانت کے کیا ہے۔

عورتوں کے حقوق

نسلِ انسانی مرد و عورت میں تقریباً برابر برابر بٹی ہوئی ہے۔ اور عورت کمزور واقع ہوئی ہے اس لئے تمام تاریخِ انسانی میں مردوں نے عورتوں کے حقوق تو کیا ادا کرنے تھے وہ اُن پر اکثر ظلم اور بے انصافی کرتے رہے۔ قرآن پاک نے اور رسول اللہ صلعم نے اسی لئے عورتوں کے حقوق ادا کرنے پر از حد زور دیا ہے۔ قرآن واحد الہامی کتاب ہے جس نے مردوں عورتوں کے حقوق برابر بیان فرمائے جب فرمایا کہ ولھنّ مثل الذی علیھنّ بالمعروف یعنے عورتوں کے حقوق مردوں پر دہی ہیں جو کہ مردوں کے عورتوں پر ہیں اور عورتوں کے حقوق کو عمدگی سے ادا کیا جائے۔ مگر چونکہ اس آزادئ نسواں کے زمانہ میں عورتیں دُوسری انتہا پر نکل گئیں کہ مردوں سے بغاوت اور نافرمانی تک کرنے لگیں تو اس کی پیش بندی کے طور پر قرآن حکیم نے ۱۴۰۰ سال پہلے فرمایا کہ وللرجال علیھنّ درجۃ یعنے مردوں کو باوجود عورت کے مساوی حقوق ہونے کے عورتوں پر ایک گونہ فضیلت ہے۔ وہ کیوں؟ اس لئے کہ حقوق کی برابری کی وجہ سے اگر میاں بیوی میں کبھی اختلافِ رائے ہو اور عمدگی سے اس کا حل نہ ہوسکے تو پھر مرد کی رائے مانی جائے کیونکہ پیسہ (جس کے بارہ میں اکثر اختلاف رائے ہوتا ہے) کمانا مرد پر فرض ہے۔ ویسے بھی میاں بیوی کا اختلاف رائے جس کا عمدگی سے حل نہ ہوسکے اُس کا یہ حل نہیں کہ والدین کو میاں بیوی کے درمیان ڈالا جائے یا عدالتوں میں جایا جائے بلکہ ان میں سے ایک کی مانی جائے اور وہ مرد ہی ہوسکتا تھا کیونکہ اکثر پیسہ ناکافی ہونے یا ناقابلِ برداشت مالی بوجھ اُٹھانے کے مرد سے مطالبات کئے جاتے ہیں جو اکثر مانے جائیں تو یا تو مرد مقروض ہوجائے اور یا وہ رشوت لے یا خیانت کرے یا چوری کرے تو وہ پُورے ہوسکتے ہیں۔ پھر مرد کو دنیا کا تجربہ عورت سے زیادہ ہوتا ہے جس کا اکثر وقت گھر میں گذرتا ہے۔ خواتین اکثر سوال کرتی ہیں کہ کیا مرد کی مانی جائے جبکہ وہ غلطی پر بھی ہو؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کس طرح کہا کہ مرد ہی غلطی پر ہوتا ہے، کیا عورت نہیں ہوسکتی۔ اگرچہ وہ اپنے آپ کو صحیح سمجھے۔ اور پھر مرد کو باہر دنیا میں اکثر اپنے افسروں یا دوسروں کی بات ماننی پڑتی ہے جو وہ جانتا ہے کہ غلط ہے۔ تو کبھی عورت کو بھی مرد کی غلط بات ماننی پڑ جائے تو کیا حرج ہے؟ عورت چاہے تو پیار و محبّت سے اپنی غلط بات بھی مرد سے منوا لیتی ہے۔ اگر وہ ڈنڈے کے زور سے منوانا چاہے گی تو پھر اس کا نتیجہ یہ ہوگا جو اب یورپ اور امریکہ میں ہو رہا ہے کہ مرد شادی کا جوا اپنے گلے میں ڈالتے ہی نہیں اور عورت کو بطور داشتہ رکھ کر اُسے خراب و بدحال کرتے ہیں۔

قرآن اور حدیث نے بہرحال مردوں کو عورتوں کے حقوق جو قرآنِ حکیم نے بالتفصیل واضح کر دیئے ہیں (اسی لئے کہ مرد انہیں بدل نہ سکیں) عمدگی سے ادا کرنے کا بار بار حکم دیا ہے۔ اور تقوی اللہ کا بھی بار بار ذکر فرمایا ہے کہ مرد و عورت کے معاملات میں دونوں کے اُوپر مؤاخذہ ہوگا۔ رسول اللہ صلعم نے بھی علاوہ اور موقعوں کے حجۃ الوداع کے خطبہ میں عورتوں کے حقوق عمدگی سے ادا کرنے کی نصیحت فرمائی۔

والدین کے حقوق

آج کل اولاد والدین سے اکثر باغی نظر آتی ہے اور بیشتر والدین اولاد کی نافرمانی اور بدسلوکی سے نالاں دیکھنے میں آتے ہیں۔ قرآن پاک اور احادیثِ نبویؐ نے نہ صرف والدین کے حقوق ادا کرنے بلکہ اُن پر احسان کرنے کا بار بار حکم دیا ہے۔ وبالوالدین احسانًا۔ والدین سے حسنِ سلوک کی تفصیل بالخصوص سُورۃ بنی اسرائیل، ۱۷ کے رکوع ۳ میں پڑھیں۔ میں طوالت کے خوف سے اُسے یہاں نہیں

دوہراتا۔ خود سر اولاد بعض وقت پوچھتی ہے کہ والدین پر اولاد کے کوئی حقوق نہیں تو میں جواب دیا کرتا ہوں کہ والدین کو کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی کیونکہ انکی فطرت میں اللہ تعالےٰ نے یہ رکھ دیا ہے کہ وہ اپنا مال، اپنی خدمات بلکہ اپنی جان تک سے اپنی اولاد کی خدمت، حفاظت اور پرورش کریں بلکہ اولاد کا ایک حق ہے جو اکثر والدین ادا نہیں کرتے اس لئے قرآن حکیم اور احادیث میں اس کا حکم ہے اور وہ ہے اولاد کی اخلاقی و روحانی ہدایت اور تربیت۔ اس بارہ میں آخرت میں والدین کی پکڑ کا بھی ذکر ہے۔ اس کی تفصیل میں طوالت کے خوف سے نہیں دیتا مگر ادھر توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں۔

اوروں کے حقوق

ان کے علاوہ رشتہ داروں، ہمسایوں، مساکین، غرباء، یتامیٰ بلکہ سوال کرنے والوں کے حقوق بھی قرآن حکیم اور احادیث میں مذکور ہیں وفی اموالھم حقٌ للسائل والمحروم یعنے سوال کرنے والے اور محروم انسان کا بھی ہمارے مالوں میں حق ہے۔ حاکم اور محکوم کے حقوق، مالک اور نوکر کے حقوق غرض تمام حقوق کے احکام قرآن حکیم اور احادیث نبویؐ میں مذکور ہیں۔

اِن حقوق کو ادا کرنے کا نام عدل ہے۔

حکومت اور عدالتیں

انسان ایک دوسرے کے حقوق نہ ادا کریں تو پھر اسلام نے حکومت اور عدالتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ عدل و انصاف سے لوگوں کو ان کے حقوق دلوائیں واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل (النساء۔ ۵۸) دوسری جگہوں میں بھی حکومت، عدالتوں، افسروں بلکہ گواہوں تک کو حکم ہے کہ وہ انصاف اور عدل سے حق بات کہیں کیونکہ اگر گواہ ہی جھوٹ بولیں یا انصاف سے گواہی نہ دیں تو حکومت (افسران) اور عدالتیں کس طرح انصاف کر سکتی ہیں۔؟ مگر افسروں اور عدالتوں کو خود بھی عدل و انصاف کرنے کا حکم ہے۔ ایک جگہ سے قرآن حکیم کا بےنظیر حکم سن لیں:-

یا ایھا الذین امنوا کونوا قوامین للہ شہداء بالقسط ز ولا یجرمنکم شنان قوم علیٰ الا تعدلوا ط اعدلوا قف ھو اقرب للتقویٰ ز واتقوا اللہ ط ان اللہ خبیرٌ بما تعملون ہ (المائدۃ۔ ۸)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور انصاف سے گواہی دو۔ اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو کہ یہ تقوے سے قریب تر ہے۔ اللہ خبردار ہے اس سے جو تم عمل کرتے ہو"

قانونی دستاویزات لکھنے والے تک کو حکم ہے کہ وہ انصاف (عدل) سے لکھے جب فرمایا ولیکتب بینکم کاتب بالعدل (البقرۃ۔ ۲۸۲) انسان کو اپنی بات میں بھی انصاف سے بات کہنے کا حکم دیا خواہ وہ اپنے عزیز و اقارب یا دوستوں کے خلاف جائے واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربیٰ (الانعام۔ ۱۵۳) ایک دوسرے کو عدل و انصاف کرنے کے حکم کی یوں تعریف فرمائی ومن یامر بالعدل (النحل۔ ۷۶) اگر دو مومنوں میں آپس میں جھگڑا ہو تو بھی فرمایا فاصلحوا بینھم بالعدل واقسطوا ط ان اللہ یحب المقسطین (الحجرات۔ ۹) یعنے جھگڑے کی صورت میں ایسی صلح کراؤ جو عدل پر مبنی ہو۔ اور یہ نہ ہو کہ تم کسی فریق پر زیادتی یا بے انصافی کرو۔ لوگ عام طور پر جو شریف ہو یا کمزور ہو اسے ہی زور دیتے ہیں "چلو میاں تم جانے دو یا اپنا حق چھوڑ دو۔" دوبارہ تاکید فرمائی کہ "انصاف کرو اللہ تعالےٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

مسلمان قوم کی تعریف کی کہ وممن خلقنا اُمّۃٌ یھدون بالحق وبہ یعدلون (الاعراف۔ ۱۸۱) "اور ہم نے جن کو پیدا کیا ہے اُن میں ایک اُمّت ہے جو حق کے ساتھ لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں اور حق سے ہی لوگوں میں عدل و انصاف کرتے ہیں۔" رسول اللہ صلعم نے خود فرمایا کہ اس آیت میں جس امت کا ذکر ہے وہ میری اُمت ہے۔

لین دین میں عدل:-

ہاں میں بھول گیا کہ ایک معاملہ جس میں بکثرت حق تلفی ہوتی ہے وہ بیوپار یا لین دین ہے۔ قرآن کریم اور احادیث نبویؐ میں اس بارہ میں بکثرت احکام ہیں۔ قرآن کریم کی ایک آیت سن لیں۔

واوفوا الکیل والمیزان بالقسط (الانعام۔ ۱۵۳)

یعنے "پوری مقدار دو اور ترازو کو برابر رکھو اور انصاف سے کام لو۔"

قرآن کریم نے حضرت شعیب کی قوم پر عذاب آنے کی بڑی وجہ تجارت میں حق تلفی کرنے کو بتایا ہے۔

قرآن کا اپنا عدل:-

خود قرآن پاک نے صدق اور عدل و انصاف کا کمال کر دیا ہے۔ وتمت کلمت ربک صدقاً وعدلا ط (الانعام۔ ۱۱۶)

یعنے تیرے رب کا کلام اس قرآن میں پورا ہوا سچائی اور عدل کے ساتھ۔ لوگوں کے درمیان حقوق کے جھگڑے یا مذاہب کے اختلاف کے فیصلہ کے لئے دو چیزیں لازمی ہیں۔ ایک تو یہ کہ سچی بات معلوم ہو جائے اور دوسرے فیصلہ کرنے والا عدل کرے نہ کہ دھڑے بازی یا طرفداری۔ ذرا قرآن کریم کے صدق اور عدل کو دیکھئے کہ تمام مذاہب کی اسلام کے خلاف شدید مخالفت کے باوجود انہیں اپنی اصلی شکل میں منجانب اللہ بتایا۔ ان کے رسولوں کی تصدیق کی۔ ان کی الہامی کتابوں کی تصدیق کی حالانکہ ان کی حالت آج ایسی نہ تھی کہ ان کی تصدیق کی جاتی۔ اور جہاں قرآن کریم نے ان سے اختلاف کیا وہاں بھی صداقت اور عدل کے ساتھ۔ مثلاً حضرت عیسےٰ کی اگر خدائی سے انکار کیا (جو کہ صدق کا تقاضا تھا) تو انہیں بار بار اللہ تعالےٰ کا برگزیدہ رسول بھی بتایا۔ (جو کہ عدل و انصاف کی بات تھی)

احسان

احسان کے معنی ہیں کسی کے حق سے بڑھ کر اسکو دینا۔ یا نیکی کرنے میں ابتداء کرنا۔ یا کسی کی نیکی سے بڑھ کر اس کے ساتھ نیکی کرنا۔ یا بلا کسی بدلہ یا معاوضہ کے خیال کے نیکی کرنا۔ یا بدی کے بدلہ میں نیکی کرنا جس کا قرآن میں حکم ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ عدل سے بالا تر اخلاقی و روحانی مقام ہے۔ اور یہ مومن کی اخلاقی و روحانی ترقی کا اگلا قدم ہے۔

میں نے انسانی حقوق سے مقدم اللہ تعالےٰ کے حقوق کا ذکر کیا تھا۔ اس میں بھی احسان کی تعریف رسول اللہ صلعم نے یوں فرمائی ہے کہ ان تعبد اللہ کانک تراہ یعنے تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ جو نظر نہیں آتا اس کی ایمان بالغیب کے ماتحت فرمانبرداری کرنا تو عدل ہے مگر ایسے فرمانبرداری کرنا کہ گویا انسان اللہ تعالےٰ کو دیکھ رہا ہے (یا کم سے کم اللہ تعالےٰ اسے دیکھ رہا ہے) وہ قرب الٰہی کا مقام ہے جس میں انسان محسن کہلانے کا حقدار ہو جاتا ہے۔ اور یہ رسول اللہ صلعم کی اتباع کامل سے مقام ملتا ہے۔ علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی "میں نے اللہ کو دل کی آنکھ سے دیکھ لیا ہے اور جو

میری اتباع کرے گا وہ بھی دیکھ لے گا۔"

ایتاء ذی القربیٰ

ایتاء ذی القربیٰ کا مقام سب سے بلند تر ہے کہ انسان نیکی اپنے فطرتی جوش سے کرے جس طرح ماں بچے سے کرتی ہے کہ اس میں کسی عدل یا احسان کا خیال بھی نہیں ہوتا اور نہ اس مقام پر نیکی کرنے میں کوئی مشقت ہوتی ہے۔

قربت کے جوش سے نیکی کرنے کا ذکر تھا تو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر انسان کے کون قریب ہے کہ شامل ہے قائم ہی ہے اللہ تعالیٰ کے قائم رہنے سے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ تمام مادی رشتوں سے بڑھ کر انسان سے قریب تر ہے اس عہد فطرت کی وجہ سے جس کا ذکر قرآن کریم نے فرمایا ہے۔ کہ تمام رشتے ٹوٹ سکتے ہیں مگر وہ رشتہ ٹوٹ نہیں سکتا۔ اس لئے انسان کو والذین امنوا اشد حبا للّٰہ کے ماتحت اللہ تعالیٰ سے سب سے بڑھ کر محبت کرنا چاہیئے اور اپنی فرمانبرداری اور اپنا مال اور اپنی جان فطرتی جوش اور محبت سے اللہ تعالیٰ پر نثار کرنا چاہیئے۔ اس میں انسان کا اس دنیا اور اگلی دنیاؤں میں فائدہ ہے جیسا کہ فرمایا۔ قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العالمین۔

—— ختم شد ——

آپ بھی لکھیے۔

ہفت روزہ پیغام صلح قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے چند نئے سلسلوں کا آغاز کر رہا ہے۔ آپ بھی لکھیئے۔ ہم آپ کی تحریروں کو مناسب جگہ دیں گے۔ مضمون صاف خوشخط اور کاغذ کے ایک طرف تحریر فرمائیں۔ درج ذیل نئے سلسلوں کا آغاز کیا جا رہا ہے (۱) خواتین کا صفحہ ، (۲) طلبہ وطالبات کا صفحہ (۳) سلسلہ وار فیچر (۴) آپ کی رائے (جماعت کی تعمیر و ترقی کے بارے میں تجاویز)

جماعت کے اہل قلم حضرات خصوصاً خواتین اور طلبہ وطالبات سے التماس ہے کہ جماعت کے متعلق مضامین، تاریخ اسلام، معاشی اور سماجی مضامین کے علاوہ بچوں کے لئے اصلاحی کہانیاں وغیرہ تحریر فرما کر اپنے اخبار کو مزید دلچسپ بنانے میں ہماری مدد فرمائیں۔

خط و کتابت کے لئے پتہ :- چیف ایڈیٹر، ہفت روزہ پیغام صلح
احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور

(بقیہ آمدہ ص ۸)

کی ٹھان لی اور لوگ اسلام کی جانب مائل ہوئے۔ یہ ایک بہت بڑا انقلاب تھا جو خواجہ صاحب مرحوم نے لوگوں کے دلوں میں پیدا کیا۔ لیکن یہ بھی ایک افسوسناک امر ہے کہ اپنوں نے بھی ان کی مخالفت کی ورنہ اسلام کے اصولوں میں تو جاذبیت ہے۔ اگر قرآن پاک کو پھیلانے کا جذبہ مکمل طور پر مدنظر ہو تو کوئی مشکل باقی نہیں رہتی۔ اسی ضمن میں حضرت مرزا صاحب کا ایک شعر قابل توجہ ہے :-

صف دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال + سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے

آزادی خیال۔ عدل وانصاف کو سامنے رکھنا اور دل اور دماغ کو تعصبات سے پاک رکھنا دلوں کو فتح کرنے کا مؤثر ہتھیار ہیں۔ چنانچہ اسی برصغیر میں صوفیاء کرام اور اولیاء عظام نے اپنے اعلیٰ اخلاق و اعمال عمدہ کی وجہ سے لوگوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ خدا نے اپنے انبیاء اور مومنوں کے غلبہ کا اعلان فرمایا ہے کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔ خدا پرستی اختیار کرو اور دنیا پرستی ترک کرو من حیث الجماعت اگر یہ بات میسر آجائے تو ہمارا غلبہ یقینی اور قطعی ہے۔

ہمیں اپنے قوٰی کو ان اعمال حسنہ کے لئے وقف کر دینا چاہیئے۔ اور راہ راست پر چلنا ہی نتیجہ خیز ہو گا۔ خدا ہمیں اسلام کے سچے اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

*****

اخبار احمدیہ

* سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیریت ہیں اور حسب معمول دینی و جماعتی کاموں میں منہمک ہیں۔ دارالسلام میں نئی تعلیمی کلاسوں کے اجرا سے تربیتی کاموں میں آپ کی مصروفیات مزید بڑھ گئی ہیں۔ آپ ہر طالب علم کے انفرادی حالات اور ذاتی مشکلات سے بھی باخبر رہنے کی سعی فرماتے ہیں۔ احباب کرام حضرت موصوف کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور سربسجود رہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل اور رحم سے ترقی و استحکام جماعت کے کاموں میں آپ کی مدد فرمائے اور اس راہ میں نمایاں کامیابی بخشے۔ آمین!

******

قارئین کرام مطلع رہیں

کہ مجدد صد چہاردہم نمبر کی تیاری کے سلسلہ میں ۱۹ مئی ۱۹۸۲ء کے پرچہ کا ناغہ ہو گا اور ۲۶ مئی ۱۹۸۲ء کا شمارہ ۴۴ صفحات پر مشتمل شائع ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(ادارہ)

ابو طاہر عرفانی

عشق و قربانی کا شاہکار

صاحبزادہ عبد اللطیف شہید رح

مرے خاک شہید ے برگہائے لالہ می پاشم
کہ خونش بانہالِ ملّتِ ما سازگار آمد

حیاتِ انسانی کے تاریک طوفانی دشت میں بعض عظیم اور فوق البشر ہستیوں نے حق و صداقت کی خاطر قربانیوں کے ایسے چراغ روشن کئے جو اپنی آب و تاب اور نورانی کرنوں سے منزلِ حقیقت کے رہ نوردوں کے لئے روشنی کے مینار کا کام دیتے ہیں اور جن کی قربانیاں اگر ایک طرف ان کے جابر و قاہر مخالفوں کی خوق العادت سفاکی کی دلیل ہیں تو دوسری طرف انسانیت کے ان گلہائے سرسبد کی کوتاہ وفاداری اور استقامت پر شاہد ہیں۔

تاریخ کے اوراق میں ایسے گنتی کے چند رجال کے بے پناہ صبر و استقلال کی داستانیں محفوظ ہیں جنہوں نے موت کی ہیبت ناکیوں کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا جو جابر حکمرانوں کے ظالمانہ فیصلوں سے مرعوب نہ ہوئے دار و رسن کی صعوبتوں، زہر کے پیالوں، حیاتِ مستعار کی جلوہ آرائیوں، اپنوں کی الحاح و زاری اور اعلیٰ مناصب و دولت کی چکا چوند ان کو جادۂ استقلال سے متزلزل نہ کر سکی اور دجل و تلبیس کی کوئی قوت دبا نہ سکی۔

انفرادی قربانی کے بعض ایسے زہرہ گداز واقعات ملتے ہیں جن میں ذاتی خواہشات کی ملونی کا شائبہ پایا جاتا ہے۔ اور بعض مشاہیر کی طرف ایسے الفاظ یا افعال منسوب ہیں جو اُن کی عظیم قربانیوں کو کسی حد تک مجروح کرتے ہیں۔ یونان کی سرزمین کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کے فرزند عظیم سقراط نے اپنے اصول کی خاطر نہایت جوانمردی، بلند حوصلے، شدید تحمل اور فوق العادت استقامت سے حیاتِ مستعار کو ٹھکرا کر زہر کا پیالہ نوش کیا۔ لیکن آج ایک ایسے عظیم انسان کی داستانِ شہادت پیش کی جا رہی ہے جس کے عقائد سے تو شائد دنیا کو اختلاف ہو لیکن جس کی قربانی کی عظمت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

سنت اللہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق چودھویں صدی کے ابتدا میں ایک مردِ حق آگاہ پیدا ہوا جسے منصبی ذمہ داریوں کے لحاظ سے کئی کام دیئے گئے۔۔۔ چمنستانِ محمدی کے اس پھول کی مہک نسیمِ ہدایت کی لہروں کے ذریعے ہند و پاک کی سرحدوں کے پار خوست واقع افغانستان پہنچی اور وہاں کے ایک جلیل القدر، خدا پرست، عالمِ دین اور بادشاہِ وقت اور اکابر دین و دولت کی نگاہوں میں قابل صد احترام بزرگ حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف رحمۃ اللہ علیہ کی پاک و مطہر روح نے انی لاجد ریح یوسف کا نعرہ بلند کیا۔ حضرت مرزا صاحب کی تصنیف نے شنید کو حقیقت میں بدل دیا۔ آخر رُخِ محبوب کی دید کی آگ بھڑکی۔۔۔ بادشاہِ وقت نے بصد احترام و عقیدت رخصت کیا۔ آپ مرکزِ محبت قادیان تشریف لے گئے اور اس نور سے قلب کو منور کیا جس کی دید کی حسرت لئے لاکھوں اہلِ حق دنیا سے گذر گئے تھے۔ آپ اس نظارہ محبوب میں ایسے محو ہوئے کہ مَا فِیہا کی خبر نہ رہی۔ لیکن قدرت نے آپ کو جس قربانی کے لئے چن لیا تھا اس کی تیاری مکمل ہو چکی تھی۔

آخر چند ماہ اکتسابِ فیض کے بعد وطن کو مراجعت کا ارادہ کیا۔ اجازت حاصل کی۔ حضرت امام زمانؑ دُور تک الوداع کہنے ساتھ گئے۔ رخصت کی گھڑی قریب آئی تو احساسِ جُدائی سے قدموں میں گر گئے۔ حضرت امامؑ نے سینے سے لگا لیا تو حضرت شہیدؓ نے اضطراب و بے کلی کی وجہ بتائی۔

"میرے دل کو یقین ہے کہ میں اس زندگی میں آپ کے رُوئے مبارک کو پھر کبھی نہیں دیکھ سکوں گا۔"

یہ مردِ حق پرست شہادت گہ الفت کی طرف بڑھتا گیا۔ آپ کے حالات کا علم دربارِ کابل میں ہو چکا تھا۔ مخالفت کے طوفان اُٹھ رہے تھے۔ آپ نے سرحد پر پہنچ کر بادشاہ سے حاضری کی اجازت طلب کی تاکہ اسے صحیح حالات سے آگاہ کر سکیں۔ بادشاہ چاہتا تھا کہ آپ پر اس کے دل کا بغض و کینہ ظاہر نہ ہو۔ چند فوجی بھیجکر دربار میں بلا بھیجا۔ دربار میں علماء نے آپ پر کفر کا فتوےٰ لگایا جس کی سزا قتل تھی۔ اس کے ساتھ ہی آپ پر ظلم و ستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور آپ کو ایسی کٹھن اور حوصلہ شکن آزمائشوں میں سے گذرنا پڑا جس کی نظیر تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔

آزمائش کی گھڑی شروع ہو گئی۔ ایک عظیم عالم جو صاحب جاگیر اور اہلِ دولت ہے علماء و مشائخ میں بلند مقام رکھتا ہے۔ بادشاہ اس کی بزرگی کا قائل ہے اور اسی کے ہاتھ سے تاجپوشی ہوتی ہے۔ امراء اور وزراء اس کے حلقۂ ارادت میں شامل ہیں اُسے ان سب کے سامنے ڈیڑھ من وزنی طوق اور ہتھکڑیوں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ اور پاؤں میں دس سیر وزنی بیڑی ڈال دی جاتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ اگر آپ حضرت مرزا صاحب کا دامن چھوڑ دیں تو آپ کو اس ذلت و رسوائی سے نجات مل جائے گی۔ اور پھر آپ کو وہی عظمت نصیب ہوگی جو پہلے تھی اور جس کے آپ حق دار ہیں۔ اہلِ حق غور کریں کہ یہ کس قدر کڑی آزمائش تھی مگر۔

وہ چنگاری خس و خاشاک سے کس طرح دب جائے
جسے حق نے کیا ہو نیستاں کے واسطے پیدا

آپ نے سکون تحمل اور استقامت سے شایانِ شان جواب دیا۔

"میں صاحبِ علم ہوں اور خدا تعالےٰ نے مجھے حق اور باطل میں امتیاز کرنے کی قدرت بخشی ہے میں نے پوری تحقیق سے معلوم کر لیا ہے کہ یہ شیخ درحقیقت مسیحا ہے۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ اس پہلو کے اختیار کرنے سے میری جان کی خیر نہیں اور میرے اہل و عیال کی بربادی ہے مگر میں اس وقت اپنے ایمان کو اپنی جان اور ہر ایک دنیوی چیز پر مقدم سمجھتا ہوں۔"

ان الفاظ سے غیض و غضب اور حیرت کے ملے جلے جذبات اُبھرے۔ آپ کو پا پیادہ شاہی قلعہ ارک میں پہنچایا گیا۔ شاید خوف و لالچ کے محرکات آپ کے پائے ثبات میں لغزش پیدا کر سکیں۔ اب یار دوست خویش و اقربا اور بال بچے سراپا نصیحت و عجز بن کر حاضر ہونے لگے مگر دوستوں کی محبت۔ بچوں کی معصوم ادائیں اور التجائیں۔ رفیقہ حیات کی ترحمانہ نظریں اور چھلکتے ہوئے آنسو آپ کے ایمان میں رخنہ انداز نہ ہو سکے بادشاہ کی طرف سے معافی کا پیغام آتا تو آپ یہی فرماتے:۔

"یہ اُمید مت رکھو کہ میں ایمان پر دنیا کو مقدم کر لوں گا۔ اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس کو میں نے خوب شناخت کر لیا اور ہر ایک طرح سے تسلی کر لی اپنی موت کے خوف سے اس کا انکار کر دوں۔ یہ انکار تو مجھ سے نہیں ہوگا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے حق پا لیا ہے۔ اس لئے چند روزہ زندگی کے لئے مجھ سے یہ بے ایمانی نہیں ہوگی کہ میں ثابت شدہ حق کو چھوڑ دوں۔ میں جان دینے کے لئے تیار ہوں اور اس کا فیصلہ کر چکا ہوں مگر حق میرے ساتھ جائے گا۔"

چار ماہ تک یہ صبر آزما ابتلاء جاری رہا لیکن حیاتِ انسانی میں اس بلند مثال کا زیادہ شان کے ساتھ اعادہ مقدر ہو چکا تھا اور قضا و قدر نے فیصلہ کر لیا تھا کہ باطل پرست اور خواہشات کی پجاری دنیا کو پھر راہِ ہدایت دکھائے۔ آخر موعود گھڑی آ پہنچی۔ جبر و تشدد کے پرستاروں نے حق و انصاف، آزادیٔ عقیدہ کے فطری حق کو روندنے اور قرآنِ حکیم کے لا اکراہ فی الدین کے ارشاد کو پس پشت ڈالتے ہوئے

سنگساری کا فیصلہ صادر کر دیا۔

شنبہ ۱۴ جولائی ۱۹۰۳ء کا دن انسانی تاریخ میں یادگار دن ہے۔ کابل کا بچہ بچہ قتل گاہ میں اُمڈ پڑا۔ چشمِ فلک نے اس سے زیادہ درد ناک منظر نہیں دیکھا ہوگا۔ آپ کی ناک چھید کر اس میں رسّی ڈالی گئی۔ وحشت و بربریت نے کمال طرح [illegible] استہزاء، تحقیر آمیز قہقہوں کے درمیان رقصِ ابلیس شروع کر دیا۔ حق و صداقت کی پیروی کا نا قابلِ فراموش جرم میں ایک بندۂ حق کو سنگسار کرنے کے لئے بادشاہ، درباری، علماء اور مشائخ اور عوام ہم آہنگ ہو گئے۔ تماشائیوں کے سامنے [illegible] باطنہ فیہ الرحمۃ وظاہرہ من قبلہ العذاب کا مصداق ایک پُرسکون چٹان کی طرح مقتل میں جا کھڑا ہوا اور زبانِ حال سے کہہ رہا تھا

گوشِ دل بجانبِ تکفیر کس کجاست — من مست جام [illegible] عنایات [illegible]

اس کا چہرہ اسی خوشی سے درخشاں تھا کہ آج وہ اپنی قربانی سے تاریخِ اسلام، تاریخِ دین اور تحریکِ احمدیت میں ایک سنہری روشن اور انمٹ باب [illegible] ۔ آپ ان کی نگاہیں اردگرد کے ماحول سے بلند ہو کر اس پاکیزہ فضا میں [illegible] جہاں انبیاء [illegible] اور اہلِ حق اس کا بے صبری سے انتظار کر رہے تھے اور وہ زبانِ حال سے پکار رہا تھا:

بہ جرمِ عشقِ توام می کشند غوغائیست — تو نیز برسرِ بام آکہ خوش تماشائیست

اہلِ باطل نے اپنی بے بصری سے یہ نہ دیکھا کہ نمرود کی آتش، فرعون کا لاؤ لشکر، پیلاطوس کی صلیب، قریشِ مکہ کا جور و تشدد، ابن زیاد کی قہرمانی قوت، یزید کی سرد دلی کا زہر کا پیالہ حق کے پرستاروں کے عزائم کو شکست نہ دے سکا۔ شاہی اجیروں نے ایک گڑھا کھودا اور حضرت صاحبزادہ کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا۔ عین اسی وقت باطل نے آزمائش کا آخری تیر چھوڑا، اور بادشاہ کی طرف سے پیغام ملا کہ اگر آپ اب بھی اپنا عقیدہ بدل لیں، تو جان بخشی ہو سکتی ہے۔ موت سامنے ہے اور زندگی اپنے حسن و رعنائی کے ساتھ دعوت دے رہی ہے۔ لیکن عشقِ الٰہی کا نشہ اپنا کام کر چکا تھا۔ آپ نے کمال جلال کے ساتھ فرمایا:

"نعوذ باللہ! سچائی سے کیسے انکار ہو سکتا ہے اور جان کی کیا حقیقت ہے عیال و اطفال کیا چیز ہیں جس کے لئے ایمان چھوڑ دوں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، میں حق کے لئے مروں گا۔"

جب باطل حق کی آواز کچلنے میں ناکام ہو گیا تو سنگسار کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس پر آپ نے بلند آواز سے یہ آیت پڑھی:—

"ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔ (اے اللہ! ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے اور اپنی طرف سے رحمت نازل کر۔ تو ہی رحم کرنے والا ہے۔)"

اور جب مفتی اعظم نے آپ کو سنگسار کرنے کے لئے پہلا پتھر اٹھایا تو آپ نے بارگاہِ خداوندی میں التجا کی:—

"انت ولیّ فی الدنیا والاٰخرۃ توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین" دنیا و آخرت میں تو ہی میرا مددگار ہے۔ مجھے ایک مسلم کی موت دے اور اپنے نیک بندوں کا ساتھ نصیب کر)

اب سب سے پہلا پتھر آپ کی طرف پھینکا گیا۔ جو [illegible] آپ کے سر سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ لیکن آپ نے نہ تو اپنی [illegible] کی صدا بلند کی اور نہ ہی پتھروں کی تکلیف سے متوجہ ہو کر جان بچانے کی آرزو ظاہر کی۔ پتھروں کی بارش ہوتی رہی۔ ہر پتھر موت و اذیت کا پیغام لے کر آتا تھا اور آپ کو جان بچانے کی ترغیب دیتا تھا مگر حق و صداقت کا پیکر صداقت پر قائم رہا حتیٰ کہ آپ کی روح قفسِ عنصری سے آزاد ہو کر محبوبِ حقیقی سے واصل ہو گئی اور جسد پاک پتھروں کے نیچے دب گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن — خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

حضرت صاحبزادہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جان قربان کر کے حضرت اقدس کی صداقت پر شہادت دی، آپ کا نورانی چہرہ پتھروں کے نیچے دب گیا۔ لیکن

دیدی کہ خونِ ناحق پروانہ شمع را — چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

شہادت کی رات آسمان سُرخ ہو گیا۔ غضبِ الٰہی بھڑکا۔ کابل اور اس کے مضافات میں ہیضہ کا عذاب پھوٹ پڑا۔ ہزاروں خواص و عوام نہنگِ اجل کا شکار ہو گئے۔ ملک [illegible] اور آ[illegible] میں چھپ گیا۔ بدقسمت امیر اپنے بھائی نصر اللہ خاں کی سازش سے قتل ہوا۔ نصر اللہ خاں کی اہلیہ اور بچہ ہیضہ کی نذر ہو گئے۔ نصر اللہ خاں قید کی حالت میں موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ بچہ سقہ نے بغاوت کر کے اس خاندان کا خاتمہ کر دیا۔ اور بیاسی ہزار افراد قتل کئے گئے۔ اس خاندان کی شوکت و عظمت مٹ گئی اور افغانستان کی تاریخ میں وہ داستانِ عبرت بن کر رہ گئے۔

اے حقانیت کے شہزادے! اے شہیدِ انسانیت عبد اللطیف! تجھ پر خدائے قدوس کی بے حد و نہایت رحمتیں ہوں، تو نے خون دے کر چمنِ اسلام کی آبیاری کی، تو نے جان قربان کر کے دینِ حقہ کی صداقت پر گواہی دی اور ملتِ اسلامیہ کے سامنے حق و صداقت کی ایسی شمع روشن کی جس کی کرنیں تا ابد عالمِ انسانیت کو روشن کرتی رہیں گی۔ گو قومیں اپنے محسنوں کو فراموش کر دیتی ہیں لیکن تیرے تذکرے کو تمہارے لئے فرزندانِ اسلام پیدا ہوں گے جو اسلام کی خاطر تیری جانی و مالی قربانی کے نمونے سے ہدایت و قوت پائیں گے اور تیرے نام کو روشن رکھیں گے۔ کیونکہ قومیں ہمیشہ اپنے اسلاف کی یاد تازہ رکھ کر ہی حیاتِ جاوداں حاصل کرتی ہیں۔

* * * * *

ہیں کہ ایں عبد اللطیفِ پاک مرد

آں جوانمرد و حبیبِ کردگار | جوہرِ خود کرد آخر آشکار

اس جواں مرد اور خدا کے پیارے نے آخر کار اپنا جوہر ظاہر کر دیا

نقدِ جاں از بہرِ جاناں باختہ | دل ازیں فانی سرا پرداختہ

معشوق کے لئے نقدِ جاں لٹا دی، اور اس فانی گھر سے دل کو خالی کر لیا۔

پُر خطر ہست ایں بیابانِ حیات | صد ہزاراں اژدہا اش در جہات

یہ زندگی کا میدان نہایت پُرخطر ہے، ہر طرف لاکھوں اژدہے موجود ہیں

صد ہزاراں آتشے تا آسماں | صد ہزاراں سیلِ خونخوار و دماں

لاکھوں شعلے آسمان تک بلند ہیں۔ اور لاکھوں خونخوار سیلاب آتے ہیں

صد ہزاراں فرسخ تا کوئے یار | دشتِ پُرخار و بلائش صد ہزار

کوچۂ یار تک لاکھوں کوس کا فاصلہ ہے، کانٹوں کے جنگل ہیں اور انہیں لاکھوں بلائیں ہوتی ہیں

بنگر ایں شوخی ازاں شیخِ عجم | ایں بیاباں کرد طے از یک قدم

اس شیخِ عجم کی یہ شوخی دیکھ کہ اُس نے اس بیابان کو ایک ہی قدم میں طے کر لیا۔

ایں چنیں باید خدا را بندۂ

خدا کا بندہ ایسا ہی ہونا چاہیئے

سر پئے دلدارِ خود افگندۂ

جو دلبر کی خاطر اپنا سر دے چکا ہو

حضرت اقدس بانئ سلسلہ احمدیہ

* * *

آمد کا صلہ

میں نازل کیا گیا اور حضور صلعم کو اس ضابطۂ حیات کا نمونہ بنایا گیا تاکہ تمام انسان اس خدائی ضابطۂ حیات پر چل کر ایک پُرامن اور اطمینان کی زندگی بسر کر سکیں اور صحیح طور پر خلیفۃ اللہ فی الارض کا فرض سرانجام دیں۔ ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لیکن چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انسانی زندگی کے ہر شعبہ اور ہر حالت کے لئے نمونہ دکھانا تھا اور ایسا کامل نمونہ بننے کے لئے بہت سی مثالوں کی ضرورت تھی جو ہر آدمی اپنے اندر پیدا نہیں کر سکتا تھا بس بعض حالات میں ایسے نمونہ کے لئے اور بعض خاص حالات کے لئے آنحضرتؐ کو ایسے نازک معاملات کو حل کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے خاص مراعات دی تھیں۔ کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ سب کو اجازت دے دی جاتی لیکن اس طرح معاملہ بہت بگڑ جاتا اور تمام مسلمان اس کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے چنانچہ عورتوں کے معاملہ میں ایک مقررہ حد تک خاص اجازت دی اور خالصۃ لک کہہ کر باقی لوگوں کو اس سے نکال دیا اور آنحضرتؐ کو بھی اس حد سے آگے بڑھنے سے منع کیا کیونکہ اس سے اس سلسلہ کے ضروری مسائل حل ہو جاتے تھے۔ فرمایا۔ ولا تحل لک النساء من بعد۔ (سورۃ احزاب آیت ۵۲)

چنانچہ شادی کے سلسلہ میں آنحضرتؐ کی ازواج کی تعداد مخصوصہ قابل اعتراض نہیں جب ہم نے قرآن پاک کو ایک حکمت اور معرفت کی کتاب مانا ہے اور وہ من لدن حکیم حمید ہے تو پھر ہر بات کو زیر بحث لانا اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی حکمت کو چیلنج کرنا ہے۔ ہمارا یہ مطلب نہیں کہ آنکھیں بند کر کے سب کچھ مان جاؤ بلکہ انسان کو اپنی بے بضاعتی کمزوری اور لاعلمی کا بھی اعتراف کرنا ضروری ہے۔

ہمارا مقصد اس مندرجہ بالا ذکر سے یہ ہے کہ جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے متعلق ازواج مطہرات کے بارے میں خصوصی مراعات ہیں اسی طرح حضورؐ کی ازواج مطہرات کے متعلق بھی بعض ایسے احکام ہیں جو صرف امہات المؤمنین کے لئے مختص ہیں۔ اور انہیں اس ضابطۂ حیات میں ایک علیحدہ مقام دیا گیا ہے اور انہیں نہایت سختی سے اس کا پابند بنایا گیا ہے۔ یہ قیود اور پابندیاں عامۃ المؤمنین کی ازواج کے لئے نہیں ہیں۔ اُن کے لئے جو پابندیاں یا قیود بیان کی گئی ہیں قرآن پاک میں مومنات کو ان پابندیوں سے علیحدہ رکھا گیا ہے۔ مثال کے طور پر اب ہم ان قیود اور شرائط کا ذکر کرتے ہیں جو خاصۃً امہات المؤمنین کے لئے ہیں:۔ ملاحظہ ہو:۔

یا ایہا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیٰوۃ الدنیا وزینتہا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحًا جمیلًا وان کنتن تردن اللہ ورسولہٗ والدار الاٰخرۃ فان اللہ اعد للمحسنات منکن اجرًا عظیمًا۔ (سورۃ احزاب آیت ۲۸)

اے نبیؐ اپنی ازواج سے کہہ دیجیئے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اسکی خوبصورتی چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں اس سے متمتع کر دوں اور اچھی طرح تمہیں عزت کے ساتھ رخصت کر دوں۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی خوشی چاہتی ہو اور آخرت کی طالب ہو تو پھر یقینًا اللہ تعالےٰ نے تم میں سے اچھے لوگوں کے لئے اجر عظیم تیار کیا ہے۔

یا نساء النبی من یأت منکن بفاحشۃ مبینۃ یضاعف لہا العذاب ضعفین وکان ذٰلک علی اللہ یسیرا۔

”اے نبیؐ کی بیویو! تم میں سے اگر کوئی کسی بدی کی مرتکب ہو تو اس کے لئے دوگنا عذاب ہے اور یہ بات اللہ تعالےٰ کیلئے آسان ہے۔“

چونکہ نبی کریم صلعم کی ازواج مطہرات دیگر نساء العالم کے لئے نمونہ ہیں اور اُن کے گھر اللہ کا نبی موجود ہے اور وہ بچشم خود وحی الٰہی کے نزول سے واقف ہیں اس لئے اگر وہ کوئی غلطی کریں تو اُن کے لئے زیادہ سزا ہے۔ چنانچہ یہ شرط اور قید باقی ازواج المؤمنین کے لئے نہیں کہ اُنہیں بُرائی کی دوگنی سزا ملے گی وہاں تو یہی کہا ہے جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا۔ بُرائی کی سزا اتنی ہی سخت ہوگی جتنی کہ وہ ہے

ہاں نیکی کا بدلہ اللہ تعالےٰ کئی گنا بڑھ کر عنایت فرماتا ہے کیونکہ وہ بہت ہی مہربان ہے۔ ہمارا یہ مطلب ہے کہ عام مومن مرد اور مومن عورتیں ان قوانین سے مستثنیٰ ہیں۔ آگے ملاحظہ ہو فرمایا:۔

ومن یقنت منکن للہ ورسولہ وتعمل صالحًا نؤتہا اجرہا مرتین واعتدنا لہا رزقًا کریما۔ ”اور تم میں سے جو انکساری اختیار کرے گی اللہ اور اس کے رسولؐ کی خاطر اُن کے لئے ہم نے عمدہ رزق تیار کیا ہوا ہے۔“ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ فرمایا:۔

یا نساء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولًا معروفا۔ وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاہلیۃ الاولیٰ واقمن الصلوٰۃ واٰتین الزکوٰۃ اطعن اللہ ورسولہ۔ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا۔ (سورۃ احزاب آیات ۳۲، ۳۳)

اے نبیؐ کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں۔ اگر تم اللہ تعالےٰ کا تقوےٰ کرو اور اپنی گفتگو میں لچک پیدا نہ کرو تاکہ جس شخص کے دل میں کمزوری ہے وہ کوئی بُرا خیال نہ پیدا کرے اور ہمیشہ نیک بات کہو۔ اور اپنے گھروں میں ٹھہرو اور اپنے آپ کو زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کی طرح مت بناؤ سنگھار کرو۔ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اور اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو۔ بے شک اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ گندگی کو تم سے دُور رکھے اے آلِ بیت! اللہ تعالےٰ تمہیں اچھی طرح پاک کرنا چاہتا ہے۔

مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں صاف ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلعم کی ازواج مطہرات کے لئے خاص الخاص احکامات تھے جو دوسری مومن عورتوں کے لئے لازمی نہیں اس لئے ان احکام کو عام مومن عورتوں کے لئے نافذ کرنا منشاء الٰہی کے خلاف ہے۔

پیدائشِ آدم کی غرض

آدم کو اللہ تعالےٰ نے اپنی کائنات کو آباد کرنے کے لئے اپنا خلیفہ فی الارض مقرر کیا اور اسے علم الاشیاء سے نوازا۔ اور اس کے لئے خوشخبری دی کہ اُسے اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اور فرمایا ولقد کرمنا بنی آدم۔ اور انکی آدم کے لئے وسخر لکم ما فی السماوات والارض فرمایا۔ جب بنی آدم نے اپنے آپ کو پہچان لیا تو اس نے اپنے رب کو بھی پہچان لیا۔ اور بنی آدم کو یہی اعتراف کرنا پڑا ربنا ما خلقت ہذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار۔

بنی آدم میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں اور ان دونوں نے مل کر کائنات کو مسخر کرنا ہے۔ اور آباد کرنا ہے۔ اور دونوں نے ایک دُوسرے کے ساتھ شانہ بشانہ کام کرنا ہے اور یہ وہ کام ہے جو بڑی ذمہ داری چاہتا ہے۔ غالبًا علامہ اقبال نے اسی سلسلے میں فرمایا تھا ؎

باغ بہشت سے مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں + کارِ جہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر

آپ اگر غور کریں تو صاف ظاہر ہوگا کہ عام مومن اور عام مومنہ جو کہ ایک دُوسرے کے زوج ہیں اُن کے لئے اللہ تعالےٰ نے مختلف اور الگ شرائط اور پابندیاں لگائی ہیں اُن کے لئے کہیں بھی چاردیواری کی شرط نہیں ورنہ آدم کا کام مکمل نہیں ہو سکتا۔ انگریزی میں مثل ہے عورت مرد کا نصف اعلیٰ ہے۔ مرد عورت کے بغیر نصف رہ جاتا ہے۔ اور نصف تو ویسے بھی بیکار ہوتا ہے۔ اسلام میں تو مرد کا ایمان ہی اس نصف کے بغیر مکمل نہیں۔

جو کچھ ہم نے اُوپر کہا ہے اس کے ثبوت میں قرآن شریف کی وہ آیات پیش کی جائیں گی جن میں عورت اور مرد اپنے عمل اور منصب کے لحاظ سے بالکل برابر ہیں اور ان دونوں کے متحد اور متفق ہو کر کام کرنے سے معاشرہ مکمل اسلامی شکل اختیار کرتا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

مومن عورتوں کے سلسلہ میں حکم ہوتا ہے:۔

یا ایھا النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینک فی معروف فبایعھن واستغفر لھن اللہ ان اللہ غفور رحیم۔ (سورۃ نمبر ۶۰۔ آیت ۱۳)

"اے نبی جب مومن عورتیں تیری بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور چوری کی مرتکب نہ ہوں گی۔ اور (کسی قسم) کا زنا نہیں کریں گی اور اپنی اولادوں کو قتل نہیں کریں گی اور کسی پر عمداً بہتان تراشی نہ کریں گی۔ اور آپ کی نافرمانی معروف کام میں نہ کریں گی تو ان کی بیعت لے لے اور ان کے واسطے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگ۔ بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔" (سورۃ احزاب آیت ۱۳)

قرآن پاک میں عام مومن مرد اور مومنہ عورت کے لئے مندرجہ شرائط مقرر کئے گئے ہیں۔ یہ شرائط اسلامی معاشرہ میں ہر مومن مرد اور مومنہ عورت کے لئے ضروری ہیں۔ ان پر عامل ہونے سے ہی صحیح اسلامی زندگی بنتی ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

ان المسلمین والمسلمات والمؤمنین والمؤمنات والقانتین والقانتات والصادقین والصادقات والصابرین والصابرات والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والصائمین والصائمات والحافظین فروجھم والحافظات والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات اعد اللہ لھم مغفرۃ واجرا کریما۔ (سورۃ نمبر ۳۳۔ آیت ۳۵)

"بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورت۔ مومن مرد اور مومن عورتیں۔ عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں۔ سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں۔ صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں۔ صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں۔ روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں۔ اپنی قابل حفاظت مقامات کی حفاظت کرنے والے مرد اور عورتیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والی عورتیں۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی بخشش اور عمدہ اجر تیار کیا ہے۔" (احزاب، آیت ۳۵)

یہ دس شرائط ہیں جو اسلامی ضابطۂ حیات کی جان ہیں۔ مسلم۔ مومن۔ قانت۔ صادق۔ صابر۔ خاشع۔ متصدق۔ صائم۔ حافظ فروج۔ کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والا۔ ان دس صفات میں عورت اور مرد بالکل برابر ہیں۔ اور دونوں اسلامی معاشرے کی جان ہیں۔ اگر عورت کو برقعے یا چہار دیواری میں بند کر دیا جائے تو وہ یہ صفات پیدا نہیں کر سکتی۔ یہ صفات تو تب ہی پیدا ہوں گی جب انسان کو عملی دنیا سے واسطہ پڑے گا۔ دنیا کی کوئی سوسائٹی ایسا نظام ابھی تک وضع نہیں کر سکی اور نہ کر سکے گی کیونکہ یہ ضابطۂ حیات اللہ تعالیٰ نے خود مقرر کیا ہے۔ جو کہ ایک اٹل قانون ہے۔ جیسے فرمایا: ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا۔ نظام قدرت میں کسی خاص چیز یا فرد کو بنیادی اور اصولی طور پر برا یا بے فائدہ نہیں بنایا گیا اسی طرح عورت بھی بحیثیت اپنے پیدائشی حق کے اپنا خاص مقام رکھتی ہے جیسے علامہ اقبال مرحوم فرماتے ہیں — "یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے"۔ اور انہوں نے قرآنی آیت کی صحیح تفسیر کی ہے۔ والعمل الصالح یرفعہ۔ عمل صالحہ ہی ایک کسوٹی ہے جس پر افراد اور قوموں کے عروج اور زوال کا انحصار ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر اپنی حکمت کی مہر لگا دی۔ ان الارض یرثھا عبادی الصالحون — قدرت نے معاشرہ کے اس سوشل مسئلہ کو خود حل کر دیا ہے۔ اور یہ حل مرد اور عورت دونوں پر فرض اور حاوی ہے۔

چونکہ قدرت انسان کی فطرت سے کما حقہٗ آگاہ ہے اس لئے پہلا قانون مرد اور عورت کے لئے یہ بنایا کہ یہ نظام اور ضابطۂ حیات جو قرآن پیش کرتا ہے صرف متقی لوگوں کے لئے ہے۔ ھدًی للمتقین۔ تقویٰ اس حالت کا نام ہے جس میں انسان (مرد و عورت) نہایت باریکی اور احتیاط سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری کرے جیسے حکم ہے اتقوا اللہ حق تقاتہ۔ اگر یہ مقام حاصل ہو جائے تو معاشرے میں کسی سختی اور طاقت کا استعمال کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں پڑتی۔ ہر فرد (عورت ہو یا مرد) اپنے آپ کو اپنے ہر فعل کا ذمہ دار خدا کے سامنے ٹھہراتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی سرٹیفکیٹ دیا ہے کہ اس کا بندہ اور صحیح عبد وہی ہے جو اس کے احکام کی پابندی خالصتاً اللہ کے لئے کرتا ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں قابل عزت وہی ہے جو متقی ہو کہیں عورت اور مرد کی تمیز اور فرق نہیں۔

اس بلند مقام کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے خود ایک نسخہ بھی تجویز فرمایا ہے جس کو استعمال کر کے تمام معاشرہ متقی اور پرہیزگار بن سکتا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔ قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالک ازکی لھم۔ ان اللہ خبیر بما یصنعون۔ "اے نبی مومنوں کو کہہ دے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی فروج[1] کی حفاظت کریں۔ یہ بات ان کے لئے زیادہ پاکیزگی کا باعث ہے۔ بے شک اللہ خوب اچھی طرح آگاہ ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔" (سورۃ نور۔ آیت ۳۰)

مومن عورتوں کے لئے بھی ایسا ہی حکم نازل ہوا کیونکہ دونوں ہی معاشرہ میں برابر کے ساتھی ہیں۔ فرمایا:۔

وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن ۔۔۔۔ وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہ المؤمنون لعلکم تفلحون۔

"کہہ دے مومن عورتوں سے وہ (بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنے قابل حفاظت مقامات کی حفاظت کریں اور اپنی خوبصورتی کی نمائش نہ کریں سوائے اس حصہ بدن کے جو قدرتی طور پر کھلا رہتا ہے مثلاً چہرہ۔ ہاتھ۔ اور پاؤں (جن کو ڈھانپنے کے بعد انسان کام کاج کے قابل نہیں رہتا۔ اور اپنی اوڑھنیوں کو اپنے سینوں پر ڈال رکھیں اور اپنی خوبصورتی اور زیبائش کو سوائے اپنے خاوندوں کے کسی پر ظاہر نہ کریں۔ ۔۔۔۔ اور اے مومنو! سب کے سب اللہ کی طرف رجوع کرو تاکہ تم معاشرہ کے کامیاب ممبر بن سکو"۔ اس مندرجہ بالا آیت سے صاف واضح ہو گیا کہ ایک صالح اور پاک معاشرہ صرف اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین پر چل کر ہی بن سکتا ہے۔ معاشرہ کی اصلاح کا یہ علاج نہیں کہ صرف عورتوں کو ہی بعض باتوں سے روکا جائے بلکہ اس سے بھی کہیں ضروری ہے کہ مرد اپنے آپ کو بھی ان احکام کا سختی سے پابند کریں اور عورتوں کو بھی اپنے مقام اور فرض کا احساس ضروری ہے۔ ایک بات ضروری عرض کروں گا کہ عورتوں کو بعض مرد اپنی دنیاوی پوزیشن اور دنیاوی ترقی کی خاطر خود معاشرہ میں بنا سنوار کر لاتے ہیں۔ اور اس کی تربیت دی جاتی ہے۔ اور اس طرح قرآن پاک کے احکام کی کھلم کھلا خلاف ورزی کر کے لوگ بربادی اور بدامنی کا خود شکار ہوتے ہیں۔ عورتوں سے زیادہ مرد خود اس مصیبت کا باعث بنتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں اس حکم کو مردوں کے لئے نازل فرمایا اور دوسری آیت میں یعنی بعد میں عورتوں کو حکم ہوا کہ نگاہیں نیچی رکھیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں؟ غض بصر سے اخلاقی برائی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ علامہ اقبال نے بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا کہ "دست تیرا کہ دل پاک نہیں کیونکہ تیری نگاہ پاک نہیں" ۔۔۔ پس اصلی اور آخری منزل انسان کی تقوائے اللہ ہے اور اسی سے سب عزت اور عظمت ہے۔

[1] فروج سے مراد تمام وہ مقام ہیں جس سے بدی اندر جانے کا احتمال ہے۔ چنانچہ آنکھ۔ کان۔ منہ اور ایسے ہی شرمگاہ ہے۔

دین میں جبر و اکراہ نہیں

تبلیغِ دین میں کامیابی کے لئے مسلمانوں کا عملی نمونہ لابدی ہے

خطبۂ جمعۃ المبارک مؤرخہ ۱۶/۴/۸۲ فرمودہ مکرم محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، درجامع احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس لاہور۔ (رپورٹ مولوی شفقت رسول خان صاحب)

مااصاب من مصیبۃٍ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتٰبٍ من قبل ان نبراھا ان ذالک علی اللہ یسیر ۵ . . . . ولیعلم اللہ من ینصرہ ورسلہٗ بالغیب ۔ ان اللہ قوی عزیز ۵ (سورۃ الحدید ۵۷۔ ۲۲ تا ۲۵)

ان تلاوت کردہ آیات میں سے آیت ۲۵ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ "ہم نے رسولوں کو دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور ہم نے لوہا اتارا اس میں شدت کی سختی ہے اور لوگوں کے لئے فائدے بھی ہیں اور تاکہ اللہ جان لے کون اسکی اور اس کے رسولوں کی غیب میں مدد کرتا ہے۔ اللہ قوی اور غالب ہے۔"

اور دوسرے مقام پر فرمایا ہے:۔

انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیوٰۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد ۵

یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور مومنوں کی دنیا کی زندگی میں مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہونگے (اس دن بھی مدد کریں گے) یعنی دنیا اور آخرت میں خدا کی نصرت ملے گی اور خدا کا یہ وعدہ ہے کیونکہ خدا قوی اور غالب ہے، اور خدا کے قوانین بھی غالب ہیں جن کے سامنے مادی طاقتیں مغلوب ہوجاتی ہیں اور روحانی قوتیں غالب آتی ہیں۔ چونکہ خدا روحانی طاقتوں کا منبع ہے اس لئے جو لوگ خدا کی صفات سے متصف ہوجاتے ہیں وہ بھی ہمیشہ غالب آتے ہیں۔ کیونکہ مادہ پر روح کو غلبہ اور برتری حاصل ہے۔ یہ خدا کا ایک عظیم قانون ہے جس میں کوئی تخلف نہیں ہے بلکہ یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ روح کو مادہ پر فوقیت حاصل ہے۔ اس زمانے میں خدا نے اپنا مامور مبعوث کیا جس کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ دینِ اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرے۔ اور فساد فی الارض مٹائے اور دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے کوشاں ہو۔ اس نے بتایا کہ دین کا معاملہ اللہ اور اس کے بندے کے درمیان ہے۔ خدا نے دین کو واضح کردیا قد تبین الرشد من الغی اور رشد اور گمراہی میں فرق واضح ہوگیا ہے۔ اب من شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔ جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کردے یعنی ہر ایک انسان کو رد کرنے اور قبول کرنے کا حق حاصل ہے۔ ایک اور مقام پر رسولِ مقبول صلعم کو فرمایا کہ کیا تو اپنے آپ کو اس غم سے ہلاک کرلے گا کہ وہ (یعنی کافر) ایمان نہیں لاتے۔ حالانکہ خدا اگر اس معاملے میں ان پر جبر کرنا چاہتا تو سب مومن ہوجاتے مگر مشیتِ الٰہی یہ نہیں ہے کہ لوگوں کو جبر و اکراہ سے مومن بنایا جائے۔ تو اس کا واضح طور پر یہ مطلب ہے کہ انسان دین کے بارے میں آزاد ہے۔ اور دوسرے کسی انسان کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ انسانوں کو ان کے فطری حق سے محروم کردے اور کسی کو کوئی اختیار نہیں کہ وہ جبراً منوائے۔ چونکہ اسلام کے اصول سچے اور معقول ہیں اس لئے انسان ان کو بالآخر قبول کرے گا۔ اب تک مستشرقین نے یہی تاثر دیا ہے کہ اسلام بالجبر پھیلایا گیا ہے اور طاقت سے ہی اسے غلبہ حاصل ہوا ہے۔ اگرچہ یہ بات ان کو مسلمانوں کے ہی ایک طبقے سے ملتی ہے اور ابھی تک ذہنوں میں یہ بات راسخ معلوم ہوتی ہے کہ اب بھی طاقت سے ہی اسلام کو غلبہ ہوگا لیکن اس عقل و دانش اور سائنس کے دور میں یہ تصور ہی غلط ہے کہ کوئی شخص جبر و اکراہ سے دین کو قبول کرے گا کیونکہ عقل اور علم اس قدر ترقی کرچکا ہے کہ وہ کسی بات کو جبراً منوانے کو قبول نہیں کرتا۔

قرونِ اولیٰ میں اسلام کو ایک سچائی اور حقیقت جان کر قبول کیا گیا تھا نہ کہ جبر و اکراہ سے اور اب بھی اس کو سچے اور اصولی دین ہونے کی بنیاد پر قبول کیا جائے گا۔ ابتدائے اسلام میں جو جنگیں مسلمانوں کو لڑنا پڑیں وہ اسلام پھیلانے کے لئے نہیں تھیں۔ بلکہ ان لوگوں کے خلاف محض دفاعی جنگیں تھیں جو اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لئے تلوار سے حملہ آور ہوئے۔ پچھلے ہفتے منعقد ہونے والی ایک تقریب میں جناب صدر جنرل ضیاء الحق صاحب کو امن پرائز اور گولڈ میڈل دیا گیا کہ انہوں نے اس خطے میں امن قائم رکھنے کے لئے بڑی جدوجہد کی ہے۔ پچھلے دنوں صدرِ پاکستان نے ۱۵۰۔۸۰ کے سامنے دنیا کے ۹۰ کروڑ مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنی تقریر میں فرمایا تھا کہ میں اسلام کی طرف سے امن کا پیغام لایا ہوں نہ کہ جنگ کا۔ اور قرآن پاک کے حوالے سے بتایا کہ لا اکراہ فی الدین۔ دین میں جبر جائز نہیں ہے یعنی کسی کو اس کے دین کی وجہ سے تنگ نہیں کیا جائے گا اور اس کے حقوق اسے دیئے جائیں گے۔

اگرچہ بعض لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ کفار کو بالجبر اسلام میں داخل کرو . . . .

حضرتِ اقدس مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ دنیا کی بادشاہتوں اور حکومتوں سے سروکار نہیں ہے۔ مجھے تو صرف دینِ حقہ کی برتری و بلندی کی تڑپ ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

ملک سے مجھ کو نہیں مطلب نہ جنگوں سے ہے کام
کام میرا ہے دلوں کو فتح کرنا نے دیار

فی الحقیقت یہی دین کی اصل روح ہے۔ دل جبر سے نہیں بلکہ اخلاق سے ہی جیتے جاتے ہیں ممکن ہے ذہنی طور پر دبی تلوار سے اور جبر سے ایک بات مان لے لیکن اسے مومن نہیں بنایا جاسکے گا۔ بلکہ وہ منافق ہوگا۔ جو کہ کافر سے بھی زیادہ بدتر ہے۔ یعنی دل سے قبول نہ کرنا اور محض زبان سے اقرار کرنا کچھ سودمند نہیں ہوسکتا۔ اسلام چونکہ پیغامِ حق ہے اور حق اپنی اخلاقی قوتوں سے دلوں کو فتح کرتا ہے۔ اس سے نہ صرف مشرقی اقوام حلقہ بگوشِ اسلام ہوئیں بلکہ آج بھی مغربی اقوام اس کی سچائی کو قبول کرتی جارہی ہیں۔ اہلِ مغرب علم و فن کے اعتبار سے ترقی یافتہ ہیں وہ بھلا محکوم لوگوں کی بات کو کیا اہمیت دے سکتے ہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ انہوں نے اسلام کی تعلیم کو قبول کیا۔

حضرت مجدد صدِ چہاردہم نے یہ آواز بلند کی کہ دین کا معاملہ دل کا معاملہ ہے۔ اور اس اصول کی روشنی میں حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم نے ایک کامیاب تبلیغی تحریک کی بنیاد ڈالی اور انگلستان میں ڈیرے ڈال دیئے۔ اور آپ نے غالب اقوام کو اسلام کے سامنے سرنگوں کرنے

بچوں کے لئے

شاہد مسعود
(اسسٹنٹ ایڈیٹر پیغام صلح)

بہادر لڑکا

یہ ایک ولندیزی لڑکے کی کہانی ہے جو اپنی ہمت و بہادری کی بدولت ایک ہیرو کی شکل میں اُبھرا۔ ولندیز کے ایک ساحلی گاؤں کی کہانی جہاں ایک لڑکا شام کے وقت بغرض سیر ساحل کی طرف گھر سے نکلا ساحل اونچائی پر واقع تھا اور اس کے پانی کو روکنے کی غرض سے پشتے بنا دیئے گئے تھے تاکہ سمندر کا پانی گاؤں کو نقصان نہ پہنچا سکے جو نشیب میں واقع تھا۔

جب وہ پشتہ پر پہنچا تو اس نے ایک جگہ معمولی شگاف دیکھا جس سے آہستہ آہستہ پانی نشیب میں گر رہا تھا۔ اُس نے سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ معمولی شگاف سمندر کے طوفانی پانی کے دباؤ کو زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکے۔ اُس کے پاس اتنا زیادہ وقت بھی نہیں تھا کہ واپس جا کر گاؤں والوں کو اس کی اطلاع کر سکے۔ اُس نے اپنے طور پر فیصلہ کر لیا کہ وہ ہر حالت میں اپنے عزیز گاؤں کو تباہی و بربادی سے ہمکنار نہیں ہونے دے گا۔ وہ شگاف کے قریب گیا اور اس پر اپنا ننھا ہاتھ رکھ کر اُس کے منہ کو بند کر دیا۔

سردیوں کی یخ راتیں تھیں اور سمندری برفانی ہوائیں اپنے جوبن پر تھیں۔ وہ بے خوف و خطر ساری رات شگاف پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہا۔ صبح ہوئی تو گاؤں والوں کو لڑکے کی گمشدگی کا علم ہوا تو بہت فکرمند ہوئے سارے گاؤں میں تلاش کیا گیا مگر بے سود۔ آخر کار وہ ساحل سمندر پر پہنچے تو پشتہ پر اُسے بیٹھا دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔ جونہی وہ لڑکے کی طرف لپکے اور اسی اثنا میں کسی نے اس کو اٹھانا چاہا تو وہ نیچے گر گیا۔ ہاتھ کے ہٹتے ہی شگاف سے دوبارہ پانی آنا شروع ہوا تو گاؤں والوں پر حقیقت روشن ہوئی کہ اس کی یہاں موجودگی کے کیا معنی تھے!

لڑکا سردی سے اکڑ کر مر گیا تھا مگر اس کا ہاتھ جوں کا توں شگاف کو بند کرنے کے لئے پڑا رہا۔ گاؤں کو احساس ہوا کہ ایک لڑکے کی بدولت گاؤں تباہی سے بچ گیا۔ لڑکے کی ہمت و بہادری کی بدولت گاؤں میں ہزاروں کو زندگی نصیب ہوئی۔ تو بچو! یوں وہ قوم کا ہیرو بنا۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ ولندیزی لڑکے کی مثال کو سامنے رکھ کر اپنی زندگیوں کو دوسروں کی خاطر قربان کر کے امر ہو جائیں۔

*****

سوالات و جوابات

- ۔۔۔۔۔ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے پہلے امیر کون تھے؟
- ۔۔۔۔۔ حضرت امیر مولانا صدر الدینؒ کی وفات کب اور کہاں ہوئی؟
- ۔۔۔۔۔ موجودہ امیر حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ایدہ اللہ تعالےٰ
- ۔۔۔۔۔ جماعت کے کب امیر مقرر ہوئے؟
- ۔۔۔۔۔ جماعتِ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کا جلسہ سالانہ کہاں ہوتا ہے؟

***

(جوابات اسی صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

لطیفے

ذرا مسکرائیں تو ۔۔۔۔۔!

- اُستاد (شاگرد سے) ایک اُلّو ایک روپیہ پچیس پیسے کا آتا ہے تو ۱۲ اُلّو کتنے میں آئینگے؟

شاگرد (نیچے دیکھتے ہوئے) جناب میں نے اُلّو نہیں دیکھا۔

اُستاد (حیرانی سے) نیچے کیوں دیکھ رہے ہو میری طرف دیکھو۔

- ایک آدمی اپنے واقف کار کے گھر بغرض ملاقات جاتا ہے جب دستک دیتا ہے تو بچہ آتا ہے۔

آدمی: تمہارے ابّو گھر پر ہیں؟

بچہ: (اندر سے واپس آکر) وہ کہتے ہیں میں گھر پر نہیں ہوں۔

- ماں (بچے سے) دیکھو روفی! جھوٹ کبھی نہیں بولنا چاہیئے اس سے خدا ناراض ہوتا ہے۔

بچہ: سچ ماں اللہ ناراض ہوتا ہے؟

ماں: ہاں بیٹے۔

بچہ: (جلدی سے) تو پھر آپ نے کل جو کیک چھپایا تھا وہ کہاں ہے؟

ایک خوشخبری

خبرنامہ لندن ماہ مارچ ۱۹۸۲ء مندرجہ پیغام صلح ۲۸/۸۲ صفحہ ۲ پر جناب محمد انور ایم۔ اے نائب امام نے حصول مکان میں بعض مشکلات کے حوالہ سے اپنے خط کی سطر ۱۳ میں لکھا تھا کہ "اللہ تعالےٰ کی نظر میں ضرور کوئی مصلحت ہوگی"۔ سو احباب جماعت کے لئے یہ خبر اطمینان کا باعث ہوگی کہ لندن مشن کے لئے اب ایک بہتر مکان جو اپنے محل وقوع اور ماحول کے علاوہ دیگر ہر لحاظ سے بہت زیادہ موزوں ہے حاصل کیا جا رہا ہے ہم انشاءاللہ تعالےٰ جلد ہی اس قابل ہوں گے کہ اس کی تفصیلات سے قارئین کرام کو آگاہ کر سکیں۔

(ادارہ)

جوابات:۔ (۱) مولانا محمد علی صاحبؒ، (۲) ۱۵ ر نومبر ۱۹۸۱ء احمدیہ بلڈنگس لاہور (۳) ۲۰ نومبر ۱۹۸۱ء (۴) دارالسلام۔ لاہور

باہتمام ریاض حسین الجدہ پرنٹرز اُردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مؤرخہ ۱۲ مئی ۱۹۸۲ء ۔ جلد ۶۹، شمارہ ۱۹

جلد :- ۶۹ ✶ بروز چہارشنبہ ۹ شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ ـ بمطابق ـ ۲ - جون ۱۹۸۲ء ✶ شمارہ : (۲۲)

کلام الامام ـــــ حضرت مجدد صد چہاردہم

فرقاں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے

ہے شکر رب عزّوجل خارج از بیاں
جس کے کلام سے ہمیں اس کا ملا نشاں

وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اِس کتاب میں
ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں

اس سے ہمارا پاک دل و سینہ ہوگیا
وہ اپنے منہ کا آپ ہی آئینہ ہوگیا

اس نے درختِ دل کو معارف کا پھل دیا
ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دِل بدل دیا

اس سے خُدا کا چہرہ نمودار ہوگیا
شیطان کا مکر و وسوسہ بے کار ہوگیا

وہ رہ جو ذاتِ عزّوجل کو دکھاتی ہے
وہ رہ جو دل کو پاک و مطہر بناتی ہے

وہ رہ جو یارِ گم شُدہ کو کھینچ لاتی ہے
وہ رہ جو جامِ پاک یقیں کا پلاتی ہے

وہ رہ جو اُس کے ہونے پر محکم دلیل ہے
وہ رہ جو اس کے پانے کی کامل سبیل ہے

اس نے ہر ایک کو وہی رستہ دکھا دیا
جتنے شکوک و شبہ تھے سب کو مٹا دیا

افسردگی جو سینوں میں تھی دور ہوگئی
ظلمت جو تھی دلوں میں وہ سب نُور ہوگئی

جو دَور تھا خزاں کا وہ بدلا بہار سے
چلنے لگی نسیم عنایاتِ یار سے

جاڑے کی رُت ظہور سے اس کے پلٹ گئی
عشقِ خدا کی آگ ہر اِک دل میں اٹ گئی

جتنے درخت زندہ تھے وہ سب ہوئے ہرے
پھل اس قدر پڑا کہ وہ میووں سے لدگئے

فرقاں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے،
بے اس کے معرفت کا چمن نا تمام ہے،

رپورٹ:- مکرم ناصر احمد صاحب لاہور

جناب عبدالعزیز شورہ، مدیر روزنامہ "روشنی" سرینگر، کی لاہور میں آمد

ہمارے نہایت ہی مکرم بھائی جناب عبدالعزیز شورہ صاحب مدیر روزنامہ "روشنی" سرینگر

تگ و دو کے بعد اس مرتبہ ان کو اجازت مل گئی۔ دونوں احباب حضرت امیر قوم ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب محترم نصیر احمد فاروقی صاحب اور محترم مرزا مسعود بیگ صاحب سے مل کر بے حد خوش ہوئے اور ان سے کشمیر میں جماعت کی سرگرمیوں پر تبادلہ خیالات کیا۔ انہوں نے دارالسلام کی نئی آبادی اور اس میں مرکزی دفاتر مسجد، لائبریری اور احمدیہ ہوسٹل دیکھ کر اور بستی کے پُر فضا ماحول پر بے حد مسرت کا اظہار کیا۔ انہوں نے احمدیہ بلڈنگس میں بھی چند دن قیام کیا اور پرانی یادوں کو تازہ کیا جب آج سے ۴۰ سال پہلے وہ دیگر احباب کے ساتھ کشمیر کے جلسہ سالانہ پر آیا کرتے تھے۔

گفتگو کے دوران عبدالعزیز شورہ صاحب نے بتایا کہ انہیں شروع سے صحافت سے لگاؤ تھا۔ چنانچہ انہوں نے ۱۹۳۹ء میں سہ روزہ البرق سے اخباری زندگی کا آغاز کیا اور ۱۹۴۳ء تک اسی سے منسلک رہے۔ فروری ۱۹۴۳ء میں انہوں نے اپنا اخبار سہ روزہ "روشنی" سرینگر سے جاری کیا اس کے تھوڑے عرصہ بعد کسی اور کی شراکت سے پندرہ روزہ جوہر جاری کیا۔ لیکن بعد میں یہ اخبار کشمیر مسلم کانفرنس نے خرید لیا تھا۔ ۱۹۴۸ء میں روشنی ہفت روزہ ہو گیا اور پھر مئی ۱۹۷۷ء میں یہ روزنامہ ہو گیا۔ سرینگر کے روزناموں میں اسے ایک خاص مقام حاصل ہے۔

محترم شورہ صاحب ۱۹۴۴ء تا ۱۹۵۲ء تک انجمن کے آنریری مبلغ تھے۔ ۱۹۴۶ء میں جب خواجہ نذیر احمد صاحب مرحوم اپنی معرکۃ الآرا تصنیف "جیسس ان ہیون آن ارتھ" کی تیاری کر رہے تھے شورہ صاحب نے ان کے تحقیقی کاموں میں ان کی کافی مدد کی۔ خاص طور پر عصائے عیسیٰ السلام مقام اور کابل کے سلسلہ میں انہوں نے قابلِ قدر تاریخی مواد فراہم کیا۔ اب بھی دنیا کے مختلف ملکوں سے سیاح اور سکالر قبر مسیح کے سلسلہ میں جب سرینگر آتے ہیں تو ان سے ضرور ملتے ہیں۔ ایک مدت تک شورہ صاحب کشمیر پریس کانفرنس کے جنرل سیکرٹری رہے ۱۹۴۴ء میں جبکہ پریم ناتھ بزاز اس کے صدر تھے شورہ صاحب نے کشمیر کے تمام اخبار نویسوں کی پریس کانفرنس کا اہتمام کیا جس سے قائدِ اعظم نے خطاب فرمایا۔ اس سلسلہ میں قائد اعظم نے جو خط (عکسی دوسرے کالم میں) شورہ صاحب کو تحریر کیا اس کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

کوشک نزد نشاط سرینگر۔ ۲۰ مئی ۱۹۴۴ء

مکرمی — مجھے آپ کا خط مؤرخہ ۱۶ مئی ملا۔ مقامی صحافیوں سے مل کر مجھے ضرور خوشی ہوگی جیسا کہ آپ نے خواہش کی ہے۔ اگر آپ لوگ اس جگہ آنے کی زحمت گوارا کر سکیں جو کہ یقیناً سرینگر کشمیر سے دور ہے اور آپ سب کے لئے اس میں سہولت ہو تو مندرجہ بالا پتہ پر منگل ۲۳ مئی ۱۱ بجے صبح مجھے آپ سب کو خوش آمدید کہنے میں مسرت ہوگی۔

آپ کا مخلص
ایم۔ اے۔ جناح

"Kooshik", Near Nishat,

May 16th, and I shall certainly be glad to meet the local journalists as desired by you. If you would ~~care to come to this place, which~~ is no doubt very far from Srinagar City, and is convenient to you all, I shall be pleased to receive you all on Tuesday, May 23rd, at 11 a.m. at the above address.

Yours faithfully,

M. A. Jinnah

The Secretary,
Kashmir Press Conference,
C/o "Roshni",
SRINAGAR.

اس وقت بھی شورہ صاحب کشمیر نیوز پیپرز ایڈیٹرز کانفرنس کے صدر ہیں اور آل انڈیا نیوز پیپرز ایڈیٹرز کانفرنس کے رکن بھی ہیں۔

محترم شورہ صاحب حضرت مسیح علیہ السلام کے کشمیر میں آمد کے سلسلہ میں تحقیق میں لگے رہتے ہیں۔ خواجہ نذیر احمد صاحب کے بعد جو مزید تحقیق انہوں نے کی ہے اس کا مختصر جائزہ انہوں نے اپنی کتاب "مسیح کشمیر میں" پیش کیا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے ایک اور کتاب "حضرت عیسیٰ اور عیسائیت" بھی لکھی ہے جس میں ڈاکٹر عزیز احمد قریشی مرحوم بھی شریک تھے۔

محترم شورہ صاحب اور محترم شیخ عبدالصمد صاحب سے کشمیر میں جماعت کی سرگرمیوں کی تازہ ترین خبریں ملیں اور احباب کو روحانی مسرت حاصل ہوئی۔ اور ان کے اخلاص اور دینی جذبہ کا علم ہوا۔ ہماری دعا ہے کہ کشمیر کے احباب کے تمام افراد پر خدا برکات نازل فرمائے اور انہیں زیادہ سے زیادہ خدمتِ دین کا موقع دے۔

شبان الاحمدیہ لاہور کا پانچواں رابطہ اجلاس مؤرخہ ۱۱ جون ۱۹۸۲ء بروز جمعۃ المبارک جامع مسجد مسلم ٹاؤن لاہور بعد از نمازِ جمعہ منعقد ہو رہا ہے۔ احباب جماعت اور ممبرز سے شرکت کی التماس ہے۔

مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

حیرت انگیز عالمگیر روحانی و فرقانی انقلاب کی پیشگوئی کا پورا ہونا

چودھویں اور پندرھویں صدیوں کے متقابلی واقعات

سنریھم ایٰتنا فی الافاق وفی انفسھم حتٰی یتبین لھم انه الحق (حٰمٓ ۵۳)

ترجمہ ”عنقریب ہم انہیں اپنے نشانات دکھلائیں گے آفاق میں اور اُن کے اپنے نفسوں میں بھی جس سے اُن پر یہ امر عیاں ہو جائے گا کہ یہ کلام حق ہے۔“

— سر کو پیٹو آسماں سے اب کوئی آتا نہیں ۔ صدی چودھویں بھی گئی گذر نازل اب کوئی ہوتا نہیں

قرآن پاک اور حدیث شریف میں قرب قیامت کی علامات کا ذکر بکثرت موجود ہے، ان سب کی تفصیل کے لئے تو ایک ضخیم کتاب کی حاجت ہے مگر چند ایک چیدہ علامات کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا سورۃ الزلزال میں تو ایک عام رنگ میں ان کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے۔

اذا زلزلت الارض زلزالها واخرجت الارض اثقالها۔

زمین انقلابات کی آماجگاہ بنائی جائے گی اور وہ اپنے جملہ مدفون خزائن باہر نکال پھینکے گی۔ اس زمانہ میں جس قدر اس پیشگوئی کی صداقت و عظمت ظاہر ہوئی ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ زیر زمین مدفون تیل اور گیس کے جو عظیم خزائن مخفی پڑے تھے وہ سب کس طرح باہر نکال لئے گئے۔ اسی طرح معدنیات، لوہا، کوئلہ، تانبا، سونا اور چاندی کے جو خزائن چھپے موجود تھے وہ تمام کس طرح باہر آ گئے۔ کہ پہلے زمانوں میں کبھی ایسا نہ ہوا تھا۔ اگر زمین کے زلزلہ سے مُراد، قلب انسانی پر انقلاب آنا لیا جائے تو یہ تمثیل بھی چودھویں صدی میں کیسی پوری ہوئی! بلحاظ سفلی و نفسانی خواہشات پر کیسے کیسے انقلاب آئے کہ جن کے نشوونما پانے کے باعث یہ زمین عالمگیر فسادات و ہمہ گیر جنگوں کا مرکز بن گئی ہے۔ یہ سب نظارے بھی آج سب کے سامنے موجود ہیں۔ ایسے عجائب انقلابات سائنسی ترقی سے ظہور پذیر ہوئے ہیں کہ انسان پکار اُٹھا وقال الانسان مالها کہ زمین کو کیا ہو گیا ہے اور نامعلوم آئندہ کیا کچھ پیش آنے والا ہے۔ بھونچال بھی جس شدت و کثرت سے اس زمانہ میں آئے ہیں ان کی بھی نظیر پہلے زمانوں میں نہیں ملتی۔

اسی طرح بعض دیگر سورتوں میں اور نشانات کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے جو مسلّمہ طور پر نشانات قرب قیامت قرار دی گئی ہیں مثلاً سورۃ التکویر میں سے چند نشانات کا ذکر بے موقعہ نہ ہوگا۔ اذا الشمس کوّرت واذا النجوم انکدرت۔ سُورج سیاہ ہو جائے گا اور ستارے جھڑ جائیں گے۔ ان سے مفسرین نے یہ مراد لیا ہے کہ علوم روحانی زمین پر سے اُٹھ جائیں گے گویا جہاں مادی علوم کی بے نظیر ترقی سے مادی خزائن باہر نکال لئے جائیں گے وہاں روحانی و اخلاقی پستی کے لحاظ سے وہ زمانہ گھٹا ٹوپ اندھیرے کا ہوگا۔ واذا الجبال سُیّرت۔ پہاڑ اُڑا دیئے جائیں گے۔ پہاڑوں کو کاٹ کر ان میں سے نہروں کا نکالنا یا انہیں کاٹ کر اُن میں سے ریل نکالنا اور ڈیم بھی اسی زمانہ کے عجائبات میں سے ہے۔

نئے قسم کی مشینی سواریاں اور ابلاغ عامہ کے نئے ذرائع

پھر ایک اور نشانی اس زمانہ کی یہ بیان کی گئی ہے کہ اذا العشار عطلت۔ اُونٹنیوں یا جانوروں کی سواریوں کی بجائے مشینی متحرک سواریاں ایجاد ہوں گی۔ ریلیں، کاریں وغیرہ زمین پر سمندری جہاز اور ہوائی جہاز اور خلائی سواریاں تو خالصتاً چودھویں و پندرھویں صدی کی نادر و عجائب ایجادات ہیں جن کا ذکر بطور پیشگوئی قرآن کریم میں آیا ہے۔ جیسے دُوسرے مقام پر بھی باصراحت فرمایا۔ وخلقنا لهم من مثله ما یرکبون۔ کشتیوں اور جانوروں کی سواریوں کے علاوہ اور قسم کی عجیب و غریب سواریاں بھی ایجاد ہونے والی ہیں۔

واذا الصحف نشرت۔ کتب، رسائل، اخبارات اس زمانہ میں نہایت کثرت سے شائع ہو نگے چنانچہ جس عظیم کثرت سے اس زمانہ میں نئی قسم کے ذرائع ابلاغ عامہ سے کام لیا جا رہا ہے یہ بھی ایک امتیازی خصوصیت اس زمانہ کی ہی ہے۔

واذا البحار سجّرت۔ نہروں کے نکالنے سے دریا خشک ہو جائیں گے۔ واذا النفوس زوّجت۔ انسانوں کا باہمی میل ملاپ کثرت سے ہوگا حتٰی کہ ساری رُوئے زمین ایک شہر کی مانند ہو جائے گی مشہور شہر بین الاقوامی مراکز کی شکل اختیار کر لیں گے۔ سب سے حیران کن علامت یہ ہوگی کہ واذا السماء کشطت، آسمان پھٹ جائے گا۔ دُوسرے مقام پر اذا السماء انشقت یا اذا السماء انفطرت کے جملے آئے ہیں۔

آج انسان فضا سے باہر نکل کر خلا میں داخل ہو گیا ہے گویا زمین کی کشش ثقل اور فضا کو پھاڑ کر انسان خلا میں پرواز کرتا اور زمانہ کا اہم خلائی دور دکھا رہا ہے کس قدر تعجب انگیز و حیران کن کارنامہ ہے جس کے باعث انسان چاند پر بھی چہل قدمی کر آیا ہے۔

حدیث شریف میں ایک مقام پر دس شرائط الساعۃ کا ذکر آتا ہے جو قرب قیامت کی علامات بتائی گئی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ مغرب سے طلوع آفتاب۔ دخان کا نکلنا۔ دجال۔ یاجوج اور ماجوج اور دابۃ الارض کا ظہور۔ مسیح موعود کی بعثت۔ اس کا دجال کو قتل کرنا۔ کسوف و خسوف اور آگ جو قعر عدن سے ظاہر ہوگی۔

یاجوج اور ماجوج کا ذکر تو قرآن شریف میں خروج دجال، یاجوج ماجوج کے نام سے آیا ہے مگر دجال کا ذکر بہ پیرایہ عیسائی اقوام کیا گیا ہے۔ چنانچہ یاجوج ماجوج تمام دنیا میں پھیل جائیں گے۔ وهم من کل حدب ینسلون اور انّ یاجوج وماجوج مفسدون فی الارض یعنی یہ اقوام عظیم مفسد زمانہ واقع ہوئی ہوں گی نیز دابۃ الارض یعنی زمینی کیڑے کا ذکر واخرجنا لهم دابة من الارض تکلمهم ان الناس کانوا بایٰتنا لا یوقنون۔ زمینی علوم کی ماہر زمینی خزائن کی مالک۔ زمینی ذرائع اقتدار پر قابض یہ اقوام علانیہ ایمانی یقین سے کوری ہوں گی اسی لئے پھر دجال اقوام کی صفات قرآن کریم میں یوں بیان ہوئی ہیں کہ وہ صناعی یا مشینی کاریگری کی ایجادوں کی ماہر ہوں گی اور یہ اقوام جو پہلے زمانوں میں بے نام و نشان تھیں آخری زمانہ میں اپنی ہر صنعت کے کام و ایجاد پر اپنے نام کندہ کرنے والی (والرقیم) ہونگی۔ نیز ان اقوام کا نظریۂ حیات اس لئے زمین سے مختص ہوگا کہ وہ اپنے اس نظریہ کو بہترین نظریہ یقین کریں گی۔ وهم یحسنون

پھر ایک اور صفت جس کی وجہ سے ان اقوام کا نام دجال ہوگا اُن کا دُوسروں کو مکر و فریب

میں مبتلا کرنا اور خود بھی اپنے زمینی نظریہ کے حُسن وجمال کے مکر وفریب میں مبتلا ہونا ہوگا۔

اب جو شخص بھی از روئے انصاف دحق پرستی پر غور کریگا وہ یہ معلوم کر لے گا کہ کس طرح قرآن مجید اپنا ثانی نہیں رکھتیں۔ دُنیا پر کیا اخلاق بلکہ انسانیت سے عاری اقوام نہیں ہیں؟

تعجب تو یہ ہے کہ حدیث شریف میں بتلایا ہے کہ دجّال اسی طرح آسانی سے گھل جائے گا جس طرح پانی میں نمک گھُل جاتا ہے۔ عیسائی اقوام کے باطل عقیدہ کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے۔ حضرت مسیح کی الوہیت وابنیت اور صلیبی اعتقاد پر اُن کے ایمان غائب ہونے کی مثال کو لیجئے۔ مغربی عیسائی پادری حضرات اب خود ایسی کتب شائع کر رہے ہیں جن کا خلاصۂ مطلب یہ ہے کہ جس طرح ان کے آباؤ اجداد کلیسائی عقائد پر قائم رہے وہ باطل و غلط مفہوم تھا۔ خدا نہ انسانی شکل اختیار کر کے آسکتا ہے نہ ہی مسیح صلیب پر مرے۔ ملاحظہ ہوں کُتب THE MYTH OF GOD INCARNATE اور JESUS DIED IN KASHMIR پہلی کتاب کے عنوان کا مطلب یہ ہے کہ خُدا کو انسانی شکل میں آنے کا عقیدہ ایک تو ہم پرستانہ عقیدہ ہے اور یہ کتاب برطانیہ کے سات نامور پادریوں کی تصنیف ہے جو گذشتہ برسوں میں شائع ہوئی اور اس میں تحریر ہے کہ موجودہ کلیسائی عقائد ہمارے آباؤ اجداد نے کافر قوموں سے نقل کئے ہیں ان عقائد کی صحیح تعبیر ان پادری کے نزدیک وہی ہے جو قرآن کریم نے بیان فرمائی یعنی یہ تمثیلی واستعارہ کی باتیں ہیں۔ دُوسری کتاب کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح کشمیر میں مدفون ہیں اور یہ مسٹر فیبر قیصر کی تصنیف ہے۔

کیا عجیب وغریب انقلاب روحانی ہے کہ خود عیسائی اقوام کے رہنما مروّجہ کلیسائی عقائد کو باطل قرار دے کر ان کی تردید و بطلان شائع کر رہے ہیں۔ عیسائیت کے زور غ میں سب سے کاری حربہ بالخصوص مسلمانوں کے برخلاف یہ رہا تھا کہ حضرت عیسےٰؑ کی تعلیم آپ کے معجزات اور آپ کا نمونہ جملہ انبیاء سے برتر و اعلےٰ ہے اس لئے آپ حضرت محمد مصطفےٰ ؐ سے بھی افضل و برتر ہیں۔ لیکن دیکھ لیجئے یہ بھی انقلاب زمانہ کہ حال ہی میں جو ایک کتاب "ایک سو" یا "ONE HUNDRED" کے نام سے شائع ہوئی ہے اس میں ان تمام یک صد مشاہیر عالم سے نمبر اول پر آنحضرت صلعم کو رکھا گیا ہے۔ اور حضرت عیسےٰؑ کو تیسرا نمبر دیا گیا ہے۔ کیا ایسے کھلے اعتراف سے بڑھ کر کوئی اور بات ہو سکتی ہے کہ خود عیسائی مصنفین اب اس نتیجہ پر پہنچ جائیں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم اپنے کارناموں اور کاموں کے باعث حضرت مسیح سے افضل ہیں اور جس قدر اثر آنحضرتؐ نے لوگوں پر ڈالا وہ سب نامور عالمی مشاہیر سے برتر و بڑھ کر ہے۔

حضرت اقدس کی بعثت کی غرض پوری ہوگئی۔

یہ امور اس وقت شاید بہیں زیادہ حیران کن و تعجب انگیز معلوم نہ ہوں کیونکہ ابھی ان کے نتائج سامنے نہیں آئے لیکن عیسائی اور اسلامی دُنیا کے لئے یہ بے نظیر انقلابی کاروائیاں ہیں اور عنقریب ان کے نتیجہ میں مروّجہ عیسائی مذہب کی موت اور اسلامی معتقدات کی صداقت تسلیم ہونے والی ہے۔

جائے غور یہ ہے کہ عیسائیت کے عقائد کے بطلان اور قرآنی فرمودات کی صداقت پر چودھویں صدی میں کس نے یہ عظیم انکشافات کئے ہے کس شخص نے اس زمانہ میں سب سے پہلے بانگ دہل یہ ندا بلند کی کہ اب دینِ اسلام غالب و فاتح ہونے کو ہے؟ اسلام کی فتح و غلبہ کے دن اب نزدیک ہیں؟ کیا علماء دین اور فتح اسلام کی ابتداء حضرت اقدس کی معرکتہ آلاراء کتاب براہین "تیرہ سو سال میں ایسی کتاب تصنیف نہیں ہوئی جس میں جملہ مذاہب عالم کو الٰہی چیلنج دے کر ان کو لاجواب و شرمندہ کر دیا گیا ہو"

پندرھویں صدی میں جو یہ انقلابات بپا ہو رہے ہیں کہ عام طور پر دنیا میں اسلام قبولیت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ عیسائی عقائد متروک ہوتے چلے جا رہے ہیں چودھویں صدی میں کس نے یہ اعلان کیا تھا کہ اسلام کی فتح و غلبہ کے دن اب نزدیک ہیں؟ کس نے یہ پکار سنجاب اللّٰہ دی تھی کہ بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد؟ کس نے یہ یقین دلایا تھا کہ اس زمانہ میں جو دین و سائینس کی سرگرمی سے ایک جنگ جاری ہے اس میں اسلام کو ایک عاجز دشمن کی مانند صلح جوئی کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ یہ زمانہ اسلام کی رُوحانی تلوار کا زمانہ ہے جس طرح پہلے دشمنوں میں اسلام فتح پا چکا ہے یاد رکھو اس زمانہ میں بھی یہ فتح پائے گا۔ قرآن کے علوم کے مخالف فلسفہ و طبعی کیسے ہی نئے ہتھیاروں سے حملہ آور ہو اور کیسے ہی چڑھ چڑھ کر آئیں آخر کار انکے لئے ہزیمت ہے بلکہ قرآن کے مخالف علوم نہ صرف جہالتیں ثابت ہوں گی بلکہ اسلام فتح پائے گا یہ فتح رُوحانی ہوگی۔ سائنس کو اس قسم کے یقینی و قطعی چیلنج کہاں سے دیئے گئے؟ کس نے اس روحانی جنگ کو دیکھ کر اسلام کی فتح کی خوشخبری دی۔؟ چنانچہ یہ سب کچھ اب واقعات حقہ کی شکل میں ہمارے سامنے رونما ہو رہا ہے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں :۔ ؎

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو اُلٹ دیا تھا
سُنا ہے میں نے قدسیوں سے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا

تمہاری تہذیب خود اپنے خنجر سے خودکشی کرے گی
کہ شاخِ نازک پہ جو آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

نیز اس رُوحانی جنگ کی بابت بھی علاّمہ اقبال کا قول ملاحظہ ہو :۔ ؏

یقیں محکم، عمل پیہم، محبّت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

اسی لئے علامہ مرحوم نے بھی فرمایا تھا :۔ ؎

ہو چکا اس دین کی شانِ جلالی کا ظہور
ہے مگر باقی ابھی شانِ جمالی کا ظہور

نظریہ حیات.... مادیت کی بجائے روحانیت و اخلاقی اقدار کا نظریہ

چودھویں صدی کا نصف دو امور کے لئے مختص تھا۔ مادی ترقی کا عروج اور امن و امان اور آسائش و آلائش یعنی زیب و زینت کی انتہا۔ اس سے مادی نظریہ حیات پر ایمان مضبوط و مستحکم ہو گیا۔ نیز ایمانی و اخلاقی اقدار کمزور سے کمزور تر ہو گئیں مگر اس صدی کے آخری حصہ میں دو عالمگیر جنگیں بپا ہوئیں جن میں انسان کی سائنسی ایجادات کو بجائے اس کے امن و آسائش کے اس کی عالمگیر تباہی و بربادی کے لئے استعمال کر دیا گیا۔ نیز اقوام عالم نے دجالی مادی نظریہ حیات کو قبول کر کے باہمی رقابت کا رویہ اختیار کر لیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ چودھویں صدی کے آخری نصف میں باہمی حسد و رقابت اور غصب و قبضہ کی جنگ شروع ہو گئی۔ اب مفکرین عالم نے یہ کہنا

...ما ہوگا۔

...یسلام کرلے گا کہ کس طرح قرآن مجید

...ری ہیں۔ کون ہے جو یہ ماننے کو تیار نہیں

...میں آگ لگا رکھی ہے۔ یہ مکروفریب اور چالبازیوں میں

...بلہ انسانیت سے عاری اقوام ہی ہیں؟

...ے حدیث شریف میں بتلایا ہے کہ دجّال اس طرح آسانی سے گھل جائے گا جس طرح پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔ عیسائی اقوام کے باطل عقیدہ کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے حضرت مسیح کی الوہیت و ابنیت اور صلیبی اعتقاد پر ان کے ایمان غائب ہونے کی مثال کو لیجیئے۔ مغربی عیسائی پادری حضرات اب خود ایسی کتب شائع فرما رہے ہیں جن کا خلاصۂ مطلب یہ ہے کہ جس طرح ان کے آباؤ اجداد کلیسائی عقائد پر قائم رہے وہ باطل و غلط مفہوم تھا۔ خدا نہ انسانی شکل اختیار کر کے آسکتا ہے نہ ہی مسیح صلیب پہ مرے۔ ملاحظہ ہوں کُتب THE MYTH OF GOD INCARNATE اور JESUS DIED IN KASHMIR پہلی کتاب کے عنوان کا مطلب یہ ہے کہ خُدا کو انسانی شکل میں آنے کا عقیدہ ایک توہم پرستانہ عقیدہ ہے اور یہ کتاب برطانیہ کے سات نامور پادریوں کی تصنیف ہے جو گذشتہ برسوں میں شائع ہوئی اور اس میں تحریر ہے کہ موجودہ کلیسائی عقائد ہمارے آباؤ اجداد نے کافر قوموں سے نقل کئے ہیں ان عقائد کی صحیح تعبیر ان پادری کے نزدیک وہی ہے جو قرآن کریم نے بیان فرمائی یعنی یہ تمثیلی و استعارہ کی باتیں ہیں۔ دُوسری کتاب کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح کشمیر میں مدفون ہیں اور یہ مسٹر فیبر قیصر کی تصنیف ہے۔

کیا عجیب و غریب انقلاب روحانی ہے کہ خود عیسائی اقوام کے رہنما مرّوجہ کلیسائی عقائد کو باطل قرار دے کر ان کی تردید و بطلان شائع کر رہے ہیں۔ عیسائیت کے زدِ غ میں سب سے کاری حربہ بالخصوص مسلمانوں کے برخلاف یہ رہا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم آپ کے معجزات اور آپ کا نمونہ جملہ انبیاء سے برتر و اعلیٰ ہے اس لئے آپ حضرت محمد مصطفےٰ ؐ سے بھی افضل و برتر ہیں۔ لیکن دیکھ لیجئے یہ بھی انقلاب زمانہ کہ حال ہی میں جو ایک کتاب "ایک سو" یا "ONE HUNDRED" کے نام سے شائع ہوئی ہے اس میں ان تمام یک صد مشاہیر عالم سے نمبر اول پر آنحضرت صلعم کو رکھا گیا ہے۔ اور حضرت عیسیٰؑ کو تیسرا نمبر دیا گیا ہے۔ کیا ایسے کُھلے اعتراف سے بڑھ کر کوئی اور بات ہو سکتی ہے کہ خود عیسائی مصنفین اب اس نتیجہ پر پہنچ جائیں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم اپنے کارناموں اور کاموں کے باعث حضرت مسیح سے افضل ہیں اور جس قدر اثر آنحضرتؐ نے لوگوں پر ڈالا وہ سب نامور عالمی مشاہیر سے برتر و بڑھ کر ہے۔

حضرتِ اقدس کی بعثت کی غرض پوری ہو گئی۔

یہ امور اس وقت شاید ہمیں زیادہ حیران کن و تعجب انگیز معلوم نہ ہوں کیونکہ ابھی ان کے نتائج سامنے نہیں آئے لیکن عیسائی اور اسلامی دُنیا کے لئے یہ بے نظیر انقلابی کاروائیاں ہیں اور عنقریب ان کے نتیجہ میں مروّجہ عیسائی مذہب کی موت اور اسلامی معتقدات کی صداقت تسلیم ہونے والی ہے۔

جائے غور یہ ہے کہ عیسائیت کے عقائد کے بطلان اور فرقانی فرمودات کی صداقت پر چودہویں صدی میں کس نے یہ عظیم انکشافات کئے؟ کس شخص نے اس زمانہ میں سب سے پہلے ببانگِ دہل یہ ندا بلند کی کہ اب دینِ اسلام غالب و فاتح ہونے کو ہے؟ اسلام کی فتح و غلبہ کے دن اب نزدیک ہیں؟ کیا غلبۂ دین اور فتح اسلام کی ابتداء حضرتِ اقدس کی معرکتہ آلآراء کتاب "براہین احمدیہ" سے ہی نہیں پڑی جو دس ہزار روپیہ انعامی چیلنج کی ایک عظیم تصنیف ہے۔ جس کی بابت یہ رائے قائم کی گئی کہ:۔

"تیرہ سو سال میں ایسی کتاب تصنیف نہیں ہوئی جس میں جملہ مذاہب عالم کو انعامی چیلنج دے کر ان کو لاجواب و شرمندہ کر دیا گیا ہو۔"

پندرھویں صدی میں جو یہ انقلابات بپا ہو رہے ہیں کہ عام طور پر دنیا میں اسلام قبولیت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ عیسائی عقائد متروک ہوتے چلے جا رہے ہیں چودھویں صدی میں کس نے یہ اعلان کیا تھا کہ اسلام کی فتح و غلبہ کے دن اب نزدیک ہیں؟ کس نے یہ پکار سنائی "بشارت اللہ کی تھی کہ ہنگام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد"؟ کس نے یہ یقین دلایا تھا کہ اس زمانہ میں جو دین و سائنس کی سرگرمی سے ایک جنگ جاری ہے اس میں اسلام کو ایک عاجز دشمن کی مانند صلح جوئی کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ یہ زمانہ اسلام کی رُوحانی تلوار کا زمانہ ہے جس طرح پہلے دشمنوں میں اسلام فتح پا چکا ہے یا درکھو اس زمانہ میں بھی یہ فتح پائے گا۔ قرآن کے علوم کے مخالف فلسفہ و طبعی کیسے ہی نئے ہتھیاروں سے حملہ آور ہو اور کیسے ہی چڑھ چڑھ کر آئیں آخر کار ان کے لئے ہزیمت ہے بلکہ قرآن کے مخالف علوم نہ صرف جہالتیں ثابت ہوں گی بلکہ اسلام فتح پائے گا یہ فتح رُوحانی ہو گی۔ سائنس کو اس قسم کے یقینی و قطعی چیلنج کہاں سے دیئے گئے؟ کس نے اس روحانی جنگ کو دیکھ کر اسلام کی فتح کی خوشخبری دی۔؟ چنانچہ یہ سب کچھ اب واقعات حقہ کی شکل میں ہمارے سامنے رونما ہو رہا ہے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:۔

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو اُلٹ دیا تھا
سُنا ہے میں نے قدسیوں سے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا
تمہاری تہذیب خود اپنے خنجر سے خود کشی کرے گی
کہ شاخِ نازک پہ جو آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

نیز اس رُوحانی جنگ کی بابت بھی علامہ اقبال کا قول ملاحظہ ہو:۔

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

اسی لئے علامہ مرحوم نے بھی فرمایا تھا:۔

ہو چکا اس دین کی شانِ جلالی کا ظہور
ہے مگر باقی ابھی شانِ جمالی کا ظہور

نظریہ حیات .... مادیت کے بجائے روحانیت و اخلاقی اقدار کا نظریہ

چودہویں صدی کا نصف دو امور کے لئے مختص تھا۔ مادی ترقی کا عروج اور امن و امان اور آسائش و آرائش یعنی زیب و زینت کی انتہا۔ اس سے مادی نظریہ حیات پر ایمان مضبوط و مستحکم ہو گیا۔ نیز ایمانی و اخلاقی اقدار کمزور سے کمزور تر ہو گئیں مگر اس صدی کے آخری حصہ میں دو عالمگیر جنگیں بپا ہوئیں جن میں انسان کی سائنسی ایجادات کو بجائے اس کے امن و آسائش کے اس کی عالمگیر تباہی و بربادی کے لئے استعمال کر دیا گیا۔ نیز اقوام عالم نے دجالی مادی نظریات کو قبول کر کے باہمی رقابت کا رویہ اختیار کر لیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ چودہویں صدی کے آخری نصف میں باہمی حسد و رقابت اور غصب و قبضہ کی جنگ شروع ہو گئی۔ اب مفکرینِ عالم نے یہ کہنا

شروع کیا کہ مادی نظریہ کو جب تک ایمانی و اخلاقی نظریہ حیات کے تابع نہ کیا جائے گا تب تک یہ عالم فساد و جنگ کی آماجگاہ بنا رہے گا۔ لہٰذا اس عالمگیر پیمانہ پر تجربہ نے سابقہ نظریہ حیات میں انقلاب لانا شروع کر دیا ہے۔ مزید سائنسی علوم کی ترقی نے یہ بھی تسلیم کرنا شروع کر دیا ہے کہ یہ خیال کہ انسان میں صرف مادی محسوسات ہی ہیں صحیح نہیں۔ مافوق مادی محسوسات اور رُوح و اخلاق کے عوامل بھی انسانی حیات کا جزو بلکہ جزوِ اعظم و اعلیٰ موجود ہیں۔ جو توجہ و تجربہ سے مشہود و محسوس کئے جا سکنے ممکن ہیں۔ اس طرح پندرہویں صدی نے چودہویں صدی کے ٹھیٹھ مادی نظریہ کو غلط ثابت کر دکھلایا ہے۔ اب کئی سائنسدان اس امر کے قائل ہو چکے ہیں کہ ایک غیر مرئی مافوق المادہ ہستی حکمران موجود ہے جس کا تعلق انسان سے قائم ہے۔

نزولِ وحی الٰہی بھی ایک حقیقت ہے اور انسانی رُوح کا مابعد الموت باقی رہ جانا بھی تجارب نے ثابت کر دیا ہے۔ حیات محض میکانکیت کا نام نہیں جو فزیکل اور کیمیکل قوانین سے معرضِ وجود میں آتی ہے بلکہ وہ مادی کیفیات سے الگ ایک حقیقت ہے۔ اس طرح پندرہویں صدی کے انتہائی نظریات نے ایک نیا پلٹا کھایا ہے۔ جو کچھ چودہویں صدی کے ایک مردِ خُدا نے فرمایا تھا جو آپ کے ان اشعار سے ظاہر ہے وہی کچھ پندرہویں صدی کے نظریات ہوتے دکھلائی دے رہے ہیں ؎

چھوڑ دو وہ راگ جس کو آسماں گاتا نہیں — اب نہیں ہیں اے دل کے اندھو دیں کے گُن گانے کے دن

اک بڑی مدت سے تھا کفر اس دیں کو کھاتا رہا — اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

احیائے ملّت یا نشأۃ ثانیہ اسلامیہ کا دور

جہاں چودہویں صدی میں اسلامی دُنیا ایک عظیم مصلحِ ربّانی کی بعثت کی منتظر اور اس کے ظہور کے لئے بے قرار ہو رہی تھی اور تمام توقعات نشأۃ ثانیہ یا احیاءِ ملّت سے وابستہ کئے بیٹھی تھی آؤ! ہم یہ دیکھیں کہ پندرہویں صدی کے واقعات اب اس بارہ میں ہمیں کس طرف رہنمائی کرتے دکھلائی دیتے ہیں؟ کیا یہ درست ہے یا نہ کہ دنیا بھر میں یہ شور بپا ہے کہ مسلم اقوام اب بیدار ہو چکی ہیں؟ کیا اس میں کوئی شک ہے کہ بیداری کی یہ لہر دین کی جانب رجوع کے باعث ہی پیدا ہوتی ہے؟ جاؤ پھر تلاش کرو کہ چودہویں صدی میں جب مسلمان اپنے دین سے نہ صرف بے پرواہ و غافل بلکہ اس سے مُطلقاً مایوس پڑے تھے کس نے ان کو دین کے غلبہ کا یقین دلایا؟ مختلف تجاویز آزمائی گئیں، کہیں سائنسی تعلیم کے فروغ سے نجات وابستہ سمجھی گئی۔ تو کہیں عالمگیر سیاسی تنظیمیت سے اسے وابستہ کیا گیا مگر دینِ متین پر ایمان و احیاء کا کوئی لائحہ عمل تجویز نہ ہوا۔ کہیں وطنیت و قومیت کے راگ الاپے گئے لیکن صرف ایک مردِ خُدا اُٹھا جس نے دینی احیاء اور رجوع الی القرآن والسنۃ کا بھولا ہوا سبق پھر سے یاد دلایا جس کی وجہ سے نظامِ اسلامی کے نفاذ کا آغاز ہوا ہے۔ اب جبکہ احیائے دینِ اسلام کے ذریعہ ہی مسلمانانِ عالم جاگ اُٹھے ہیں تو پھر کیا یہی نتیجہ ناگزیر نہیں کہ احیائے ملت کی داغ بیل اسی شخص نے ڈالی ہے جس نے اس دین پر پھر سے یقین و ایمان پیدا کیا؟ جب خود مسلمان چودہویں صدی میں اپنے دین سے مایوس ہو چکے تھے تو پھر پندرہویں صدی میں یہ یقین حیات کی لہر کہاں سے آگئی؟ اگر ہر نتیجہ کسی وجہ کے باعث وجود میں آتا ہے تو چودہویں صدی کا کھویا ہوا ایمان پندرہویں صدی میں یقین و حرکت میں کیسے اور کس طرح تبدیل ہو گیا؟

قرآنِ کریم کی تعلیم اور اسوۂ حسنہ رسول اللہ کو کس نے اپنی حرکات کا محوری نقطہ بنایا؟ کس نے کلمہ طیبہ پر اتحادِ ملّت کا بنیادی پتھر رکھا۔؟ جب چودہویں صدی میں مسلمان عام طور پر قرآن کو ترک کر چکے تھے۔ کس کی ہمت و عزم سے رجوع الی القرآن والسنۃ کا غلغلہ پندرہویں صدی میں گونج اُٹھا ہے؟ کس کے شاگردوں کی قوتِ عمل سے قرآنی علوم کی ترویج و تراجم کا سلسلہ جاری ہوا اور کس کی زیر کی و کاوش سے مغربی ممالک میں طلوع الشمس من المغرب کی رسول خدا صلعم کی عظیم پیشگوئی پوری ہوئی جس سے مسلمانانِ عالم کے دلوں میں اپنے دینِ متین کے غلبہ و فتح کا ولولہ و یقین پیدا ہوا۔؟

اسوقت تراجم و تفاسیرِ قرآن اور تبلیغ و اشاعتِ اسلام کی تحریکیں اُبھر چکی ہیں نیز سنت و سیرت رسول اللہ صلعم پر بین الاقوامی کانفرنسیں منعقد کی جا رہی ہیں۔ یہ رُوح افزا مناظر چودہویں صدی میں کہاں تھے؟ دینِ اسلام حقیقتاً امن و سلامتی کا دین ہے جس سے اس کی ترقی و فروغ وابستہ ہے۔ نہ کہ جنگ و جدال اور تلوار و طاقت کے ذریعہ۔ جو صرف دفاعی مقاصد کے لئے جائز و روا رکھی گئی ہے۔ یہ امر آج مسلّمہ ہو چکا ہے مگر چودہویں صدی میں تو خونی مہدی کی آمد کا انتظار ہو رہا تھا۔ یہ عظیم تبدیلی کیسے اور کہاں سے آئی؟ علومِ قرآنیہ کی ترویج اور اسوۂ حسنہ کی پیروی یعنی بلند و عالیہ اخلاق کے کامیاب و کاری معجزہ پر پھر سے یقین و ایمان کیوں کر پیدا ہو گیا؟ کیا یہ تمام انقلاب ایک بلا سبب حادثہ ہے؟ نورِ ایمان و یقین کا یہ بہتا ہوا چشمہ کہاں سے جاری ہوا؟ کسی نے کیا ہی سچ کہا ہے ؎

گلشنِ اسلام را دادی بہارِ تازئی — خانہ الحاد و کفر و شرک ویراں کردی

اور حدیث شریف میں کیا ہی صداقت آمیز جملہ پڑھنے میں آتا ہے۔

لو کان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من ابناء فارس

چنانچہ اسی کے عین مطابق چودہویں صدی میں کہاں سے ندا آئی "بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منارِ بلند تر محکم افتاد"۔ یہ اسی مردِ خُدا کی منجانب اللہ صدا تھی جس نے بلا خوف و خطر مسیحِ زماں ہونے کی ندا بلند کی ؎

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت — میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح — خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

دعوٰئے مسیحیت کے بارہ میں کس طرح یہ بتلا دیا کہ جو شخص چودہویں صدی کا مجدّد ہے وہ اپنی حُسنِ تعلیم اور رُوحِ دین و نورِ یقین پیدا کر دکھلانے کے باعث مسیحیت کے خطاب سے نوازا گیا ہے ؎

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے — جس کی مماثلت کو خُدا نے بتا دیا

حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب — خوباں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

جس نے قوم و ملت کی مرض کی صحیح نبض شناسی کر دکھلائی جیسے مندرجہ بالا واقعات سے ظاہر ہے کیا وہ مسیحائے وقت کہلانے کا مستحق نہیں۔ جس نے مردہ ملّت کے تن میں زندگی و حرکت اور حرارت و فعالیت کی رُوح پھونک دی اگر اسے مسیحائے وقت کا خطاب دے دیا جائے تو اس میں تعجب و حیرت کی بات ہے یا یہ امرِ واقعہ کا اظہار ہے۔

مؤرخہ ۲/۶ کو مسجد احمدیہ فیکٹری ایریا فیصل آباد میں بعد نمازِ جمعہ بسلسلہ یومِ وصال جلسہ منعقد ہو رہا ہے جس میں قرب و جوار کے تمام دوست شرکت کر رہے ہیں۔ مرکز کی طرف سے مکرم مرزا محمد لطیف شاہد اور ہمارے انڈونیشی طالب علم یانیمین بھی جا رہے ہیں۔ (ادارہ)

مکرم مرزا محمد لطیف شاہد صاحب۔ لاہور

لمحۂ فکریہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

پیدا ہوجاتی ہیں۔ لوگوں میں اخلاقی کمزوریاں واقع ہوجاتی ہیں۔ دُنیا کی محبّت غالب آجاتی ہے۔ دین کی محبّت سرد ہوجاتی ہے۔ ایسے ہی موقع کے بارے میں خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس کی طرف سے انسانوں کا رُخ اپنے خالق کی طرف موڑنے کے لئے کوئی نہ کوئی بندہ آتا ہے۔

ایسے اللہ کے بندے دنیا میں تشریف لاکر کیا کام کرتے ہیں؟

کتاب و سنت میں سے جو امور لوگوں کی نظر سے اوجھل ہوجاتے ہیں یا لوگ اُن پر عمل کرنا چھوڑ دیتے ہیں ان کو از سرِ نو زندہ کرتا ہے۔ اور وہ اپنے زمانہ کے مخاطبین کو شریعت پر عمل کرنے والا بناتا ہے اور وہ بدعتیں اور غیر شرعی امور کا قلع قمع کرتا ہے۔ اور اپنی توجہ، دعا، سیرت و نمونہ سے اس زمانہ کے مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بناتا ہے۔ ..... وہ وحید العصر ہوتا ہے۔ سنت کا حامی اور بدعت کا قلع قمع کرتا ہے اور لوگ اس کے علم سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہوتے ہیں اور اس کے زمانہ میں خواہ کتنے بڑے بڑے عالم ہوں وہ اس پاک وجود سے ہی مستفید ہوتے ہیں۔

چنانچہ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات جلد ۳۔ ص۱۳ میں فرماتے ہیں :-

"مجدد وہ شخص ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں جس قدر فیض اُمتوں کو پہنچتا ہے وہ صرف اس کے توسط اور وسیلہ سے پہنچتا ہے خواہ اس زمانہ کے خطباء و اوتاد اور ابدال اور نجباء بھی موجود ہوں۔"

غور کریں کہ کس طرح کفر نے پچھلی صدی میں اسلام پر حملے کئے کس طرح عیسائیت اور دُوسرے باطل ادیان نے دینِ حق یعنی اسلام کے نام لیواؤں کو اسلام سے بدظن کیا اور خود مسلمانوں کی کیا حالت تھی۔ مولانا حالی فرماتے ہیں

؎ فریاد ہے اے کشتیٔ امت کے نگہباں   بیڑہ یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

کل ایک شوریدہ خواب گاہ نبی پہ رو رو کے کہہ رہا تھا
کہ مصر و ہندوستان کے مُسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں

جاوید نامہ میں فرماتے ہیں :- ؎

عالماں از علم قرآن بے نیاز ✤ صوفیاں درندہ گرگ و موئے دراز
ہر مسلمان افرنگی مآب ✤ چشمۂ کوثر بجوئید از سراب
بے خبر از سرّ دین اند ایں ہمہ ✤ اہل کیں اند اہل کیں اند ایں ہمہ

یہ گریہ و زاری اور ماتم اس کثرت سے ہو رہا تھا کہ ان کے لئے اگر کئی دفتر بھی لکھے جائیں تو ان کا احاطہ مشکل ہے ـــ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت مستمرہ کے ماتحت حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو عین ضرورت کے وقت خدمتِ دین کا کام سپرد فرمایا۔ اور آپ نے خُدا سے خبر پاکر یہ اعلان فرمایا :-

"اے دانشمندو! تم اس سے تعجب مت کرو کہ خدا تعالیٰ نے اس ضرورت کے وقت میں اور اس گہری تاریکی کے دنوں میں ایک آسمانی روشنی نازل کی اور ایک بندہ کو مصلحتِ عام کے لئے خاص کرکے بغرض اعلائے کلمۂ اسلام و اشاعت نورِ حضرت خیر الانام صلے اللہ علیہ وسلم اور تائید مسلمانوں کے لئے

کے دلائل کی عالم گیری اور ہمہ گیری روزِ اول کی طرح ہے۔ اس کی آمد نے مسلمانوں کے اندر ایک زندگی کی لہر دوڑا دی اور دُوسری طرف دُوسرے ادیان نے محسوس کیا کہ اب علمی میدان میں ہم ان کا مقابلہ نہ کرسکیں گے۔ پچھلے دنوں ایک صاحب نے جو ابھی زندہ ہیں علمی میدان میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ عالمِ اسلام میں بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ احمدیت کے خلاف عربی اور اُردو میں ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام اُنہوں نے "قادیانیت" رکھا ہے لیکن حق کبھی تو زبان اور قلم سے جاری ہو ہی جاتا ہے اور یہ مقولہ کتنا سچا ہے۔

خوشتر آں باشد کہ سرّ دلبراں   گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

ان کا نام ہے سید ابوالحسن علی ندوی۔ براہینِ احمدیہ کے بارے میں کیا لکھتے ہیں :-

"مرزا صاحب (حضرت اقدس مرزا صاحب) کی حوصلہ مند طبیعت اور دوربین نگاہ نے اس میدان کو اپنی سرگرمیوں کے لئے انتخاب کیا۔ اُنھوں نے ایک بہت ضخیم کتاب کی تصنیف کا بیڑہ اٹھایا جس میں اسلام کی صداقت۔ قرآن کے اعجاز اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی نبوت کو دلائل عقلی سے ثابت کیا جائے گا۔ اور بیک وقت مسیحیت۔ سناتن دھرم۔ آریہ سماج اور برہمو سماج کی تردید ہوگی۔ انہوں نے اس کتاب کا نام براہینِ احمدیہ تجویز کیا ہے ـــ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے سب علمی و دینی حلقوں میں اس کتاب کا پُرجوش خیر مقدم کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ کتاب بہت صحیح وقت پر شائع ہوئی تھی۔" (قادیانیت طبع اول ص۴۵)

ایسے شخص کی تعریف یہ ہے :-

"اس عہد کے خزائن و برکات کی کنجی اسی کے قبضہ میں دے دی جاتی ہے۔ پس طالبانِ فیض اس کے حلقۂ ارادت سے الگ رہ کر کچھ نہیں پا سکتے۔ اگر کسی نے بطریق استراق سمع کوئی کلمۂ حقیقت حاصل بھی کر لیا تو اول تو وہ مستثمر برکات نہیں ہوتا۔ اور اگر ہوتا بھی ہے تو چونکہ عہد کی سلطانی فاتح و عازم دعوت ہی کو پہنچتی ہے۔ اس لئے وہ بھی بالواسطہ اسی کے فیضان و بخشش میں شمار کیا جاتا ہے"

(تذکرہ مولانا ابوالکلام آزاد) ـــ اور پھر امام میں وہ قوتیں موہبت الٰہی کی طرف سے ودیعت کی جاتی ہیں کہ دُوسرا کسی رنگ میں بھی ان کا ہمسر نہیں بن سکتا۔ ان اولیاء اللہ کا وجود قرآن مجید اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ظلّ بن جاتا ہے۔ اور دُنیا کے قلوب کو تسخیر کرنے کے لئے جن قوتوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ ان میں ودیعت کر دی جاتی ہیں۔ مثلاً قوتِ اخلاق۔ قرآنی معارف کا جاننا۔ اور افاضہ۔ اور اتمام حجت۔ قوت عزم۔ کسی حالت میں نہ تھکنا۔ نہ ناامید ہونا

نہ ارادہ میں سست ہونا اور نہ آزمائش کی گھڑی میں قدم پیچھے ہٹانا۔ اور اقبال علی اللہ۔ عسر و یسر ہر حالت میں اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرنا۔ صدق۔ اخلاص۔ محبت۔ وفا۔ عزم ہر حال میں اُن کی توجہ اللہ تعالےٰ کی طرف ہوتی ہے جس کی وجہ سے دنیا کی تقدیریں بدل جاتی ہیں اور مشکلات کے پہاڑ اُڑ جاتے ہیں۔

اے میرے بھائیو! آپ خوشی سے اُچھلیں اور سجدات شکر بجا لائیں کہ یہ تمام صفات ہمارے حضرت اقدس میں پائی جاتی ہیں........

آپ نے فتح اسلام کی بشارت دی ہے۔ آپ لوگ خوش قسمت ہیں جو باوجودیکہ مصائب کی آندھیاں چل رہی ہیں رُوحانی طور پر ایک سخت اندھیرا ہے۔ عزائم ایک بھیانک رنگ میں نظر آتے ہیں لیکن آپ ثبات قدم کے ساتھ قدم آگے بڑھا رہے ہیں۔ آپ کو حضرت اقدس یہی تعلیم دیتے ہیں۔

"میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو! خدا تعالیٰ کی رحمت تم پر ہو۔ میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو۔ میرا دوست کون ہے؟ اور میرا عزیز کون ہے؟ وہی جو مجھے پہچانتا ہے۔ صرف وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں اور مجھے اس طرح قبول کرتا ہے جس طرح وہ لوگ قبول کئے گئے۔

پس اے نونہالانِ احمدیت! آج ہم اِس مقدس "انسان" کی تعلیم اور جس مقصد کے لئے وہ بھیجے گئے ان کی یاد تازہ رکھنے کے لئے اپنی تاریخ کو دہرا رہے ہیں۔ صرف اسی نقطہ پر اپنی توجہ لگا دیں "میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو" کیا ہم واقعی سرسبز شاخ ہیں۔ اور شاخ کو سبز رکھنے کے لئے ہم کیا کچھ کر رہے ہیں۔ اور کیا کچھ کرنا ہے۔ اور کس طرح اس کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ صرف اس ایک نقطہ کو اگر ہم اپنے قلب و ذہن میں مستحضر کرلیں تو ہمارا بیڑہ پار ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

اے اللہ! تو ہمیں اس کی توفیق عطا فرما۔ آمین ثم آمین!

———— ٭٭٭ ————

ایک معزّز بہن کا خط

> ہماری معزز بہن محترمہ آمنہ تبسم صاحبہ جھنگ کے ایک نامور خادمِ دین خاندان کی چشم و چراغ ہیں نے یہ مضمون جلسہ سالانہ سے قبل پیغام صلح کیلئے لکھا تھا مگر بھیجنے سے قبل ہی وہ اچانک سخت بیمار ہو گئیں۔ ہماری یہ قابل فخر بہن جلسہ سالانہ پر تقریر بھی کرنا چاہتی تھیں مگر بیماری رکاوٹ بن گئی۔ آپ نے جلسہ سالانہ کی اپیل میں شرکت کا ثواب حاصل کرنے کی غرض سے مبلغ ایک ہزار روپیہ کا چیک بھیجا ہے۔ احباب و خواتین سلسلہ اس بہن کی صحت یابی کے لئے دعا فرمائیں (ادارہ)

پیغام صلح کے نومبر ۱۹۸۱ء کے کسی پرچہ میں جلسہ سالانہ کی تیاریوں کا اعلان پڑھا تو دل میں وارفتگی آمیز شوق گدگدایا کہ حسبِ سابق اِس مرتبہ بھی اِس مبارک تقریب میں ضرور شامل ہوں گی بلکہ اپنے ناچیز خیالات کے اظہار کے لئے کچھ عنوانات بھی انتخاب کر لئے لیکن بجز اللہ تعالےٰ کے کون جانتا تھا کہ میرا یہ شوق و جذبہ کن نامساعد حالات کا شکار ہو جائے گا۔

۱۰ نومبر ۱۹۸۱ء کے دن مجھے دل کا دورہ پڑا۔ مقامی ڈاکٹروں کی بروقت کوشش سے مرض کچھ وقت کے لئے تھم گیا۔ تجویز یہ تھی کہ کچھ دن بعد سفر کے قابل ہونے پر لاہور جا کر مکمل علاج کرایا جائے۔

۲۴ نومبر کو مجھے میو ہسپتال کے سی سی وارڈ میں داخل کرایا گیا اور ۲۵ رات کو اچانک حالت ایسی بگڑی کہ موت و زیست کے درمیان صرف ایک آدھ منٹ کا وقفہ باقی رہ گیا۔ اِس جان کنی کے عالم میں ماسوائے تائیدِ غیبی کے کوئی اور حربہ کارگر ثابت نہ ہو سکتا تھا۔ ورنہ میں سمجھتی ہوں کہ اعلےٰ سے اعلےٰ بڑے سے بڑے ڈاکٹر اپنی جملہ صلاحیتیں بروئے کار لاتے ہیں لیکن جب تک خدا تعالےٰ کی اپنی رضا و بخشش شاملِ حال نہ ہو ان کے علم و تجربات کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ میرے معاملہ میں کئی ڈاکٹروں کو جہاں اپنی محنت و کامیابی پر خوشی و اطمینان تھا وہاں اللہ تعالےٰ کی اس معجزہ نمائی پر حیرت و استعجاب کا بھی اعتراف تھا۔

بہر حال اس وارڈ میں جہاں چاروں طرف موت و حیات کی حقیقتیں بکھری پڑی تھیں دو ہفتہ کے صبر آزما قیام کے بعد مجھے البرٹ وکٹر ونگ کے ایک کمرے میں منتقل کیا گیا۔ جہاں دو ماہ تک مقیم رہی۔ اِس دوران جلسۂ سالانہ منعقد ہوا جس کی روئیداد کچھ اپنے عزیزوں سے جو اس میں شامل تھے اور کچھ اخبار پیغام صلح کے پرچوں میں دیر کے بعد پڑھی۔ اِس سالانہ اجتماع کی کامیابی سے دل اور ایمان کو بہت تقویت حاصل ہوئی بالخصوص اس چھوٹی سی جماعت کے خلوص و جذبہ ایثار کے حالات معلوم کر کے بالخصوص قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم کی عملی کاروائی سے مجھے بے حد خوشی حاصل ہوئی۔

مجھے احمدیہ انجمن خواتین کے خلوص جوش و شوق و جذبۂ ایثار سے بھی بے حد خوشی ہوئی جنہوں نے اپنے زیورات تک پیش کرنے میں کوئی تامل نہیں کیا۔ میں بھی ان کی صف میں شمار ہونے کا مرتبہ حاصل کرنے کے لئے مبلغ ایک ہزار روپے کی حقیر سی رقم انجمن خواتین کی وساطت سے محاسب صاحب کے نام بذریعہ چیک ارسال کر رہی ہوں۔

آخر میں میں حضرت امیر ایّدہ اللہ تعالیٰ محترم ڈاکٹر صاحب ایّدہ اللہ و جملہ بزرگانِ دین و بھائی بہنوں سے درخواست کرتی ہوں کہ اب جبکہ میری مستعار زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں میری صحت و عافیت کے لئے اپنی خاص الخاص دعاؤں میں مجھے ضرور یاد رکھیں۔

والسلام

خاکسار آمنہ تبسم۔

سعادت

خُدا کی مُحبّت جو دِل میں بساؤ
تو حرص و ہوا کے نہ دھوکے میں آؤ

یہ دُنیا کے دھندے اصل میں ہیں پھندے — سدا دُور رہتے ہیں محبوب بندے
تمہارے ہی دم سے ہو روشن جہاں — سنور جائے تم سے زمین و زماں
سمٹ جائیں ظُلمت کی تاریکیاں — بکھر جائیں باطل کی باریکیاں
سعادت کی دُنیا بسائے چلو تم — بھلائی کی راہیں سجائے چلو تم
طلبگار نصرت کے ہردم رہو تم — مقرب بنو گر خُدا کے بنو تم

جیئے جاؤ قرآں کی آواز بن کر
بدی کے مقابل پہ تلوار بن کر

——— زمرّد فاضل رمضانے صاحبہ مقیم ہالینڈ

———— ٭٭٭ ————

از مکرم میاں فخرالدین احمد صاحب راولپنڈی

مجدّدِ صدِ چہاردہم میں ہوں

"میں روحانی طور پر کسرِ صلیب کے لئے اور نیز اختلافات کے دور کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں" (بانیٔ سلسلہ احمدیہ)

حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کرے اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔ زندگی انسان کو اس لئے دی گئی ہے کہ وہ اپنے خالقِ حقیقی کی عبادت بجا لائے۔ اس کی عطا کردہ صحت تندرستی، توانائی اور مال و دولت کو خالقِ حقیقی کے بتائے ہوئے طریقہ پر چل کر اس کی رضا کی نعمت حاصل کرے۔ خدا کا بتایا ہوا رستہ دینِ اسلام ہے جو بنی نوعِ انسان کے لئے ایک کامل و مکمل شریعت ہے۔ اسی دین کے اختیار کرنے اور اس پر چل کر زندگی گذارنے کا نام دینِ اسلام ہے۔ اس دین میں داخل ہونے کی شرط لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی حاکمیت کا اقرار اور نبی اکرم حضرت محمد رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا ہادی، پیشوا اور رہبر و رہنما اور مطاع تسلیم کرنا۔ دوسرے لفظوں میں مسلمان کے لئے قال اللّٰہ و قال الرسول کا احترام اور اتباع ضروری ہے۔ اس کے بغیر اسلام مکمل نہیں ہوتا۔ یہ وہ دین ہے جس کو قرآن کریم کے بعد کسی شریعت کی حاجت نہیں۔ جس طرح دینِ اسلام کے ظہور کے بعد مکمل ہو گیا۔ رسالت حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کی بعثت پر ختم ہو گئی۔ اسی طرح شریعت قرآنِ حکیم کے نزول کے ساتھ کامل ہو گئی۔ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں تو قرآن مجید خاتم الکتب ہے۔ شریعت غرّا کی ضوفشانی سے ہدایت و ضلالت، سلامتی و تباہی، راستی اور گمراہی کھل کر سامنے آ گئے۔ اور ایک مسلمان کو یہ حکم دیا گیا کہ اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم یعنی فرمانبرداری اختیار کرو اللّٰہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو نبی آخرالزماں کی۔ اور اُن لوگوں کی جنہیں اللّٰہ تعالیٰ ضرورتِ زمانہ کے مطابق تجدیدِ دین کے لئے مامور کرے۔ یہ مامور وہ اصفیاء اور اولیاء اللّٰہ ہیں جن کا وعدہ اللّٰہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ اور صحیح حدیث میں انہیں حدیثِ مجدد کا نام دیا گیا ہے۔ اس حدیث کی صحت پر ہر صدی میں مجددینِ کرام کا ظہور ہے جو امتِ مسلمہ میں مبعوث ہوتے رہے۔ برصغیر پاک و ہند میں حضرت مجدد الف ثانیؒ اسی نام سے خاص و عام میں مشہور رہیں اور بہت کم لوگ ان کے اصلی نام سے واقف ہیں۔ ان مجددینِ کرام کی بعثت کا وعدہ قرآن مجید کی سورۃ نور میں اس آیتِ مبارکہ میں موجود ہے:۔

"اللّٰہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا انہیں خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے اور وہ ان کے لئے ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مضبوطی سے قائم کرے گا اور وہ ان کے لئے ان کے خوف کے بعد بدل کر (امن کی حالت) کر دیگا وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے اور جو کوئی اس کے بعد کفر کرے وہی نافرمان ہیں۔" (۲۴ : ۵۵)

اس سے قبل آیت ۵۴ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

"کہہ اللّٰہ کی اطاعت کرو۔ اور رسول کی اطاعت کرو۔ پھر اگر وہ پھر جائیں تو اس (رسول) پر صرف وہ (پہنچا دینا) ہے جو اس کے ذمہ میں ڈالا گیا۔ اور اگر اس کی اطاعت کرو گے تو سیدھے رستے پر رہو گے اور رسول کے ذمے سوائے کھول کر پہنچا دینے کے کچھ نہیں۔"

ایک طرف تو اس قادر و توانا خدائے برتر اور اعلیٰ کا وعدہ ہے دوسری طرف رسول برحق کی بشارت اور انذار ہے۔ نہ تو خدا اپنے وعدے کا خلاف کرنے والا ہے نہ ہی یہ صادق اور امین خاتم النبیینؐ کی بشارتِ حقہ میں شک و شبہ ہے۔ دینِ مبین کی حفاظت اور تمکنت کے لئے ہر صدی میں مجددین کا سلسلہ جاری رہا اور ان کی خدماتِ جلیلہ دینیہ سے دینِ اسلام مضبوطی سے قائم رہا اور ہر صدی کے دوران یا ایک مجدد کی وفات سے دوسرے مجدد کی بعثت تک جو کمزوریاں، خرابیاں اور بداعتقادیاں رونما ہوتی رہیں صدی کے سر پر آنے والے مجدد نے ان کا ازالہ کیا اور یوں اسلام کے چہرہ پر جو گرد و غبار اس دوران پڑتا رہا اُسے خدا سے توفیق و علم پاکر دور کیا۔ تا یہ دین پھر تر و تازہ ہو گیا۔ یہ مامور من اللّٰہ اپنے اپنے عہد کے امام تھے۔ جن کو شناخت کرنا بموجب فرمانِ نبویؐ محولہ بالا ضروری اور اتباعِ رسولؐ کیلئے شرطِ اولین ہے۔ اسلام بنی نوعِ انسان کو ضلالت سے نکال کر ہدایت کی طرف لاتا ہے۔ اور جاہلیت کی موت سے بچا کر حیاتِ ابدی دیتا ہے۔ اس لئے ہم پر فرض ہے کہ ہم امام الزماں کی شناخت میں پوری پوری کوشش کریں اور جب ہمیں اس مامور کی شناخت ہو جائے تو قرآنِ کریم کے حکم کونوا مع الصادقین کے بموجب اس برگزیدہ کا ساتھ دیں۔ اور اس کے مشن کو مضبوط کریں۔

مجدد صدی چہاردہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب ضرورت الامام میں فرماتے ہیں:۔

"اب ایک ضروری سوال یہ ہے کہ امام الزماں کس کو کہتے ہیں اور اس کی علامات کیا ہیں اور اس کو دوسرے ملہموں اور خواب بینوں اور اہلِ کشف پر ترجیح کیا ہے؟" — اس سوال کا جواب آپ ہی کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے، فرماتے ہیں:۔

"اس سوال کا جواب یہ ہے کہ امام الزماں اس شخص کا نام ہے کہ جس شخص کی روحانی تربیت کا خدا تعالیٰ متولی ہو کر اس کی فطرت میں ایک ایسی امامت کی روشنی رکھ دیتا ہے کہ وہ سارے جہاں کی معقولیوں اور فلسفیوں سے ہر ایک رنگ میں مباحثہ کر کے ان کو مغلوب کر لیتا ہے۔ وہ ہر ایک قسم کے دقیق در دقیق اعتراضات کا خدا سے قوت پاکر ایسی عمدگی سے جواب دیتا ہے کہ آخر ماننا پڑتا ہے کہ اس کی فطرت دنیا کی اصلاح کا پورا سامان لے کر اس مسافر خانہ میں آئی ہے۔ اس لئے اس کو کسی دشمنِ دین کے سامنے شرمندہ ہونا نہیں پڑتا۔ وہ روحانی طور پر محمدی فوجوں کا سپہ سالار ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ اس کے ہاتھ پر دین کی دوبارہ فتح کرے اور وہ تمام لوگ جو اس کے جھنڈے کے نیچے آتے ہیں ان کو بھی اعلیٰ درجہ کے قویٰ بخشے جاتے ہیں اور وہ تمام شرائط جو اصلاح کے لئے ضروری ہوتے ہیں اور وہ تمام علوم جو اعتراضات کے اٹھانے اور اسلامی خوبیوں کے بیان کرنے کے لئے ضروری ہیں اس کو عطا کئے جاتے ہیں۔"

دینِ اسلام کی تائید میں، ادیانِ عالم پر دین کو غالب کر کے دکھانے میں قرآن کریم کے حقائق و معارف کو بیان کرنے میں جو کارنامے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اوراقِ تاریخ پر نقش کئے ہیں وہ بلا شک شبہ آپ کے امام الزماں ہونے کی واضح اور روشن دلیل ہیں۔ جب آپ کو خلعتِ مجددیت سے سرفراز کیا گیا تو اس وقت دینِ اسلام دینی اور دنیوی اعتبار سے اغیار کے جور و ستم کا نشانہ بنا ہوا تھا مغربی فلسفہ

آریہ سماج کی طرف سے بہتان تراشی ہو رہی تھی۔ اپنی کتاب فتح اسلام میں حضرت مجدد صد چہاردہم فرماتے ہیں:۔

"اے حق کے طالبو اور اسلام کے سچے محبو! آپ لوگوں پر واضح رہے کہ یہ زمانہ جس میں ہم لوگ زندگی بسر کر رہے ہیں یہ ایک ایسا تاریک زمانہ ہے کہ کیا ایمانی اور کیا عملی جس قدر امور ہیں سب میں سخت فساد واقع ہو گیا ہے اور ایک تیز آندھی ضلالت اور گمراہی کی ہر طرف سے چل رہی ہے وہ چیز جس کو ایمان کہتے ہیں اس کی جگہ چند لفظوں نے لے لی ہے۔ جن کا محض زبان سے اقرار کیا جاتا ہے اور وہ امور جن کا نام اعمال صالحہ ہے ان کا مصداق چند رسوم یا اسراف اور ریاکاری کے کام سمجھے گئے ہیں اور جو حقیقی نیکی ہے اس سے بکلی بے خبری ہے اس زمانہ کا فلسفہ اور طبعی بھی روحانی صلاحیت کا سخت مخالف پڑا ہے۔ ..... ان علوم میں دخل رکھنے والے دینی امور میں اکثر ایسی بدعقیدگی پیدا کر لیتے ہیں کہ خدا کے مقرر کردہ اصولوں اور صوم و صلوٰۃ وغیرہ عبادت کے طریقوں کو تحقیر اور استہزاء کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں۔ ان میں سے الحاد کے رنگ سے رنگین اور دہریت کے رنگ سے رنگینے پر اور مسلمانوں کی اولاد کہلا کر پھر دشمن دین ہیں" ...... عیسائی لوگ اسلام کے مٹا دینے کے لئے جھوٹ اور بناوٹ کی تمام باریک باتوں کو نہایت درجہ کی جانکاہی سے پیدا کر کے ہر ایک رہزنی کے موقع اور محل پر کام میں لا رہے ہیں اور بہکانے کے نئے نئے نسخے اور گمراہ کرنے کی جدید صورتیں تراشی جاتی ہیں اور اس انسان کامل کی سخت توہین کر رہے ہیں جو تمام مقدسوں کا فخر اور تمام مقربوں کا سرتاج اور تمام بزرگ رسولوں کا سردار تھا۔ یہاں تک کہ ناٹک کے تماشوں میں نہایت شیطنت کے ساتھ اسلام اور ہادی پاک اسلام کی بُرے بُرے پیراؤں میں تصویریں دکھائی جاتی ہیں اور سوانگ نکالے جاتے ہیں اور ایسی افترائی تہمتیں تقریر کے ذریعہ پھیلائی جاتی ہیں جن میں اسلام اور نبی پاکؐ کی عزت کو خاک میں ملا دینے کے لئے پوری طاقت صرف کی گئی ہے۔"

اسلام کو مغلوب کرنے کے لئے ہزارہا عیسائی مشنری مرد و زن برصغیر پاک و ہند اور افریقہ پر حملہ آور ہو چکے تھے کروڑوں پونڈ صلیبی مذہب کو پھیلانے پر صرف کئے جا رہے تھے۔ لاکھوں کتابیں دینِ اسلام اور ہادیٔ اسلام کے خلاف زہر اگلنے کے لئے بیسیوں زبانوں میں اشاعت پذیر تھیں۔ اس قوت۔ طاقت اور تبلیغی حربوں سے آراستہ لشکر اغیار کے مقابل پر پنجاب کے ایک گمنام گاؤں کا رہنے والا دین اسلام کے دفاع کے لئے اٹھتا ہے اس کے پاس نہ تو ہزارہا مشنری ہیں نہ کروڑوں روپے کا بجٹ نہ لاکھوں کتابوں کے چھپوانے کا انتظام البتہ اسے تائید ایزدی حاصل ہے اسے ایمانِ کامل عطا کیا جاتا ہے اس کو قوتِ امامت دی جاتی ہے اسے بسطۃً فی العلم کی نعمت دی جاتی ہے اس کا عزم راسخ ہے کہ اسلام ادیانِ باطل پر غالب آ کر رہے گا۔ اسے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کی دولت سے مالا مال کیا جاتا ہے اور اسے قرآن کریم کے حقائق و معارف سکھائے جاتے ہیں اب جس ملک میں لاکھوں مسلمان صلیبی مذہب کو قبول کر چکے تھے وہاں عیسائی مشنریوں کی پیش قدمی اس امام الزماں کی للکار سے رک جاتی ہے اور اسلام کا بول بالا ہونے لگتا ہے۔ نہ صرف برصغیر پاک ہند میں بلکہ یورپ۔ افریقہ اور امریکہ میں عیسائی مشنریوں کا طلسم پاش پاش ہو جاتا ہے۔ یہی نہیں کہ پاک ہند میں عیسائی مشنری ہزیمت اٹھاتے ہیں بلکہ اس امام الزماں کے شاگرد اس کی قوتِ قدسی سے تربیت پا کر یورپ اور امریکہ میں جہاں صلیب اور تثلیث کا دور دورہ ہے توحید کے جھنڈے گاڑتے ہیں۔ دینی لحاظ سے ہی نہیں بلکہ دنیوی اعتبار سے بھی اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور دورِ خسروی کا آغاز ہو جاتا ہے۔ آزاد اسلامی حکومتیں قائم ہونی شروع ہو جاتی

یہ حقائق ہیں جن کا اعتراف نہ صرف مسلمان اکابرین نے بلکہ معاندینِ اسلام نے بھی کیا ہے۔ اس سلسلہ میں قارئین کرام کو ان آراء کا مطالعہ کرنا چاہیئے جو حضرت بانئ سلسلہ کی وفات پر اخبارات اور رسائل میں چھپی تھیں۔ ہماری انجمن نے "شہادتِ حقہ" کے نام سے ان آراء کو یکجا کر کے چھاپا ہے۔

حضرت بانئ سلسلہ نے نہ صرف یہ کہ کسرِ صلیب کی بلکہ امام ہونے کی حیثیت میں مسلمانوں کے فروعی اختلافات کو بھی دُور کیا۔ قرآن۔ سنت اور حدیث کے صحیح مقام کی طرف رہنمائی کی۔ رفع یدین۔ فاتحہ خلف امام۔ اور ختم نبوت کے بارے میں قرآن اور سنت کی روشنی میں اصل پوزیشن واضح کی۔ ناسخ منسوخ کے جھگڑے کو ختم کیا اور بڑی شد و مد سے ثابت کیا کہ دینِ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ انوارِ الٰہیہ سے پھیلا ہے۔ خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کے سمیع و بصیر ہونے اور اپنے مقرب بندوں سے ہمکلام ہونے پر اپنے ذاتی تجارب سے ثبوت فراہم کیا۔

آج کل اخبارات میں امام الزماں کے ظہور کا چرچا ہے۔ مغربی خبر رساں ایجنسیوں کے ذریعہ سے ملنے والی خبروں میں کہا جاتا ہے کہ وہ امام دو مہینے کے اندر اندر ظاہر ہونے والا ہے۔ امام کے لئے جو اوصاف اور شرائط قرآن اور حدیث میں پائی جاتی ہیں ہمیں انہیں نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ اس سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیئے۔

ہماں زنوعِ بشر کامل از خدا باشد	کہ با نشانِ نمایاں خدا نما باشد
بتابد از رخِ او نورِ عشق و صدق و صفا	ز خلق او کرم و غیرت و حیا باشد
رواں بچشمہ او بحرِ سرمدی باشد	عیاں در آئینہ اش روئے کبریا باشد
کلاہ فتح و ظفر ہیچ سر نیابد	مگر سریکہ پئے حفظ دیں فدا باشد

———— ٭٭٭ ————

سالانہ تربیتی کلاس

سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فیصلہ فرمایا ہے کہ امسال یہ تربیتی کلاس ۳۱ جولائی تا ۱۳ اگست ۱۹۸۲ء کو دار السلام میں منعقد ہو گی۔

مفصل اعلان آئندہ الشیوع میں دیا جائے گا۔

(ادارہ)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔
" اور جو تمہیں السلام علیکم کہے اُسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں "

سلسلہ احمدیہ میں شمولیت کے لئے

دس (۱۰) شرائط بیعت

۱۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

۲۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہیگا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آئے۔

۳۔ یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلعم پر درود بھیجنے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کریگا اور دلی محبت سے اللہ تعالے کے احسانوں کو یاد کر کے اسکی حمد اور تعریف کو ہر روز اپنا ورد بنائے گا۔

۴۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دیگا۔ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

۵۔ یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عسر اور یسر اور نعمت اور بلا میں اللہ تعالے کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حال راضی بقضا ہوگا اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائیگا۔

۶۔ یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہواوہوس سے باز آجائے گا۔ اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے پر قبول کریگا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

۷۔ یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کریگا۔

۸۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

۹۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

۱۰۔ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تاوقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

(لہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی)

ارشادِ باری تعالیٰ:۔

* "اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔"

ہمارے عقائد

ایک خدا، ایک رسولؐ، ایک کتاب

۱۔ ہم اللہ تعالے کی توحید اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں۔

۲۔ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں اور بالفاظ بانی سلسلہ:۔

"اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجنابؐ کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا۔" (نشان آسمانی صفحہ ۲۸)

"جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔" (مجموعہ اشتہارات حصہ چہارم صفحہ ۳۴۳)

"میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔" (مجموعہ اشتہارات حصہ چہارم ص۳۳۳)

"ہم مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔"

۳۔ ہم قرآن کریم کو اللہ تعالے کی آخری اور کامل کتاب مانتے ہیں جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں اور نہ قیامت تک منسوخ ہوگا۔

۴۔ ہم بالفاظ بانی سلسلہ ایمان لاتے ہیں کہ "ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے۔"

۵۔ ہم کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ کو اسلام کے ان ارکان میں سے مانتے ہیں جن پر دین کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

۶۔ ہم تمام انبیاء اور تمام کتابوں پر جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ایمان لاتے ہیں۔

۷۔ ہم تمام صحابہ کرام، تمام ائمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام یا محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۸۔ ہم بالفاظ بانی سلسلہ ایمان لاتے ہیں کہ "جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔"

۹۔ ہم سب ارشاد بانی سلسلہ خدا تعالے اور اس کے رسولؐ کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہیں غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالحین کا اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض سمجھتے ہیں۔

ارشادِ نبوی صلعم:۔

* "سب سے بہترین عمل بروقت ادائے نماز ہے۔"

محترم اکبر شاہ خان نجیب آبادی

تمہارا مرتبہ گردونِ گرداں سے بھی عالی تھا

بہت دُنیا میں غافل اور ہم نے بے خبر دیکھے
تمہیں ہیں محوِ حیرت دیکھ کر سب دیکھنے والے
مُسلمانوں کے اِک اِک گُرز سے البرز لرزاں تھا
نشاں کچھ کچھ ملے گا قرنِ اوّل کی شجاعت کا
بہا کرتا تھا ٹیکس جنگی تلواروں کے سایہ میں

نہ ایسے بے خبر غافل کہیں ہم نے مگر دیکھے
کوئی دیکھے تو کیا دیکھے کسے دیکھے کدھر دیکھے
پدر وہ تھے کوئی آکر یہ اب ان کے پسر دیکھے
کوئی ہسپانیہ جائے کوئی جبر الٹر دیکھے
مراکش میں کوئی ان کا ذرا حالِ بتر دیکھے

گئے وہ دن کہ رازی تم میں اور کوئی غزالی تھا
تمہارا مرتبہ گردونِ گرداں سے بھی عالی تھا

تمہارے نام سے لرزاں کبھی فغفور و قیصر تھے
حکومت گورے کالوں پر تمہیں کرتے تھے بے کھٹکے
تمہارے ہی جہازوں نے کھنگالا بحرِ کاہل کو
پلٹ جاتی تھی صف کی صف تمہارے اک اشارے سے
غلاموں میں تمہارے ناصر الدین شہاب الدین،
تمہیں میں سہروردی اور معین الدین چشتی تھے

تمہیں وہ ہو کہ خالد اور تم میں ابن اذر رضؓ تھے
تمہیں وہ ہو کہ قبضہ میں تمہارے بحر و بر تھے
تمہاری حکمرانی میں کبھی ساتوں سمندر تھے
تمہاری سحر گفتاری کے چرچے کیسے گھر گھر تھے
تمہارے نوکروں میں طغرل و موسیٰ و سنجر تھے
تمہیں میں شیخ جیلانی تمہیں میں شیخ اکبر تھے

تمہیں کچھ شرم آنی چاہیئے اس اپنی حالت پر
نظر ڈالو جھکا کر سر کو اپنے عقد ہمت پر

دلوں میں زندگی ہے اور نہ وہ سوزِ نہانی ہے،
رذائل سے نہیں بچتے گرتے جاتے ہو پستی میں
زباں سے بات وہ کہنی کہ فتنے جس سے برپا ہوں
جو بیٹھے تو رہے روٹھے جو اُٹھے تو خفا اُٹھے
دلوں پر کیا اثر ہو گا بھلا ان سننے والوں کے
کہے دیتے ہم سب سے جسے سننا ہو وہ سُن لے

تعجب ہے، تاسف ہے، کہ یہ کیا زندگانی ہے،
ذرا معلوم تو ہو دل میں کیا اب تم نے ٹھانی ہے،
لگا دو تم نہ جس میں آگ وہ بھی کوئی پانی ہے،
کمالاتِ نہانی کی تمہارے یہ نشانی ہے،
ہمارا دردِ دل جن کے لئے قصّہ کہانی ہے،
حباب آب کی مانند یہ عہد جوانی ہے،

جو کل کرنا ہے اب کر لو کہ مہلت کچھ نہیں باقی
نہ کل یہ آسماں ہو گا نہ ہو گی یہ زمیں باقی

تمہاری سب کی غفلت سے ہے یہ سب ذلّت و خواری
شجاعت مومنوں کی سی تو اب تم میں نہیں باقی
خداوند دو عالم کی عبادت میں تو ہو کاہل
پیاسا ہے برادر تم میں اب خونِ برادر کا
نہیں عہدِ وفا کی قدر و قیمت تم میں اب باقی
مسلمانوں کو دعوے ہیں بہت ہم بھی ذرا دیکھیں

جہالت سے تمہاری کرکری شیخی ہوئی ساری
مگر اک چیز ہے یعنی درندوں کی سی خونخواری
مگر شام و سحر ہے، مال و دولت کی پرستاری
نظر آتی نہیں احباب میں رسم وفاداری
نہ یاروں میں رہی یاری نہ غمخواروں میں غمخواری
کہاں ہے پاس اسلامی کہاں ہے شان دینداری

نہ دیجیئے اب طول اکبر شاہ خاں اب قصّۂ غم کو،
سنیں گے پھر اگر فرصت میسّر ہو گئی ہم کو،

شبان الاحمدیہ لاہور کی سرگرمیاں

شبان الاحمدیہ لاہور کا دُوسرا رابطہ اجلاس ماہ مارچ میں جامع مسجد مُسلم ٹاؤن لاہور میں منعقد ہوا جس کی صدارت ظہور اکبر ملہی صاحب نے کی۔ اجلاس کا آغاز منصور جاوید نے تلاوتِ قرآن پاک سے کیا۔ جناب ارشد حسن نے جماعتِ احمدیہ کے متعلق اور عام مُسلمانوں کے درمیان اختلافات کی وجوہات بیان فرمائیں۔ بعد میں اجلاس کی عام کاروائی شروع ہوئی جس میں شبان الاحمدیہ لاہور کو مثالی بنانے کے لئے تجاویز پیش کی گئیں۔ اجلاس کا اختتام دعا پر ہوا۔

تیسرا اجلاس

شبان الاحمدیہ لاہور کا تیسرا رابطہ اجلاس ماہ اپریل میں جامع مسجد دارالسلام میں زیرِ صدارت جناب ظہور اکبر ملہی صاحب منعقد ہوا۔ انوار احمد صاحب نے تلاوتِ قرآن پاک سے اجلاس کا آغاز کیا۔ ملفوظات حضرتِ اقدس چوہدری تنویر احمد صاحب نے پڑھے۔ اس کے بعد صفدر جاوید نے حضرت صاحب کے دعوے کے متعلق مضمون پڑھا۔ اجلاس میں سیکرٹری شبان الاحمدیہ جناب ارشد حسین نے مجلسِ عامہ سے شبان الاحمدیہ لاہور کے آئین میں توثیق کیلئے قرارداد پیش کی جس کو متفقہ طور پر شبان الاحمدیہ لاہور کی مجلسِ انتظامیہ نے تجویز کیا تھا۔
بعد میں آئندہ اجلاس تک کے لئے ملتوی ہو گیا۔

چوتھا اجلاس

چوتھا رابطہ اجلاس ۱۶ مئی ۱۹۸۲ء بروز جمعۃ المبارک جامع مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں صدر شبان الاحمدیہ لاہور ظہور اکبر ملہی صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس کا آغاز جناب حافظ احمد صدیقی صاحب کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اس کے بعد جناب جواد احمد صاحب نے ملفوظات حضرت مجدد صد چہاردہم پڑھے اخلاقی اور دینی تعلیم کے بارے میں حضرت اقدس کے ارشاداتِ مبارکہ نے حاضرین اجلاس کو بڑا متاثر کیا۔ جناب احسان اللہ صاحب نے اپنی پُرسوز آواز میں دُرِّثمین سے حضرتِ اقدس کا اُردو کلام سنایا۔ جناب انوار احمد صاحب نے تقریر کی جس کا موضوع "نماز اور ہم" تھا۔ اپنی تقریر میں انہوں نے نہایت نصیحت آموز اور قابلِ تقلید باتیں بتائیں۔ اور دلائل سے واضح کیا کہ اگر ہم حضرتِ اقدس کے ارشادات پر عمل کریں گے تو ہی ہماری جماعت ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتی ہے۔ اور ہمارے مخالفین بھی صرف اسی صورت میں ہمارے ہم خیال ہو سکتے ہیں کہ ہم خود ارکانِ اسلام پر مکمل طور پر عمل پیرا ہوں۔ اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد پر قائم رہیں سیکرٹری شبان الاحمدیہ لاہور نے ایک قرارداد پیش کی جس کو متفقہ طور پر منظور کر لیا گیا اور اسے شبان الاحمدیہ لاہور کے آئین میں شامل کر لیا گیا۔ اختتامی دعا جماعت کے ایک بزرگ جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے فرمائی۔ اور اپنی موجودگی سے نوجوانوں کا حوصلہ بڑھایا۔

(سیکرٹری شبان الاحمدیہ لاہور)

اخبار احمدیہ

سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز خیریت سے ہیں اور خدماتِ دینیہ میں مصروف و منہمک ہیں مورخہ ۲۸/۵/۸۲ بروز جمعہ جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس میں آپ نے جلسۂ یوم وصال کی صدارت فرمائی اور خطبہ جمعہ دیا۔ بیرونی جماعتوں سے بھی احباب و خواتین کثیر تعداد میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ اور جلسہ پر جلسہ سالانہ کا گمان ہوتا تھا۔ ننھے منھے مقررین نے بھی حضرتِ اقدس کو دینی خدمات کے حوالے سے خراجِ عقیدت پیش کیا۔ جناب محمد اعظم عادی صاحب نے "جب بہار آئی مجھے اپنا چمن یاد آیا" نہایت خوبصورتی سے پڑھی سیدنا حضرت امیر نے بھی اپنے ارشاداتِ عالیہ سے حاضرین کو نوازا اور سامعین کو تلقین فرمائی کہ آپ حضرت اقدس بانئے سلسلہ احمدیہ کے تعلیمات کو اپنی عملی زندگی میں اپنائیں۔ مکرم مرزا مسعود بیگ صاحب حضرت ڈاکٹر اللہ بخش صاحب و دیگر مقررین کے علاوہ نوجوان مقرر زاہد جنجوعہ نے بھی ایک پُرجوش تقریر کی (مفصل آئندہ) بزرگانِ جماعت اور احبابِ سلسلہ حضرت امیر کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

عظیم الشان اجتماع

۲۸ مئی (رپورٹر) حضرت اقدس مرزا غلام احمد بانئے سلسلہ احمدیہ کے یوم وصال کے موقع پر احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس کا اہتمام مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور نے کیا۔ اجتماع میں کثیر تعداد میں مقامی احبابِ سلسلہ کے علاوہ دُور دراز کے علاقوں سے احباب نے شرکت کی۔ حاضرین کی کثرت دیکھ کر جلسہ سالانہ کا گمان ہوتا تھا۔ خواتین کی کثیر تعداد بھی موجود تھی۔ حضرت اقدس ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں فوت ہوئے تھے۔ اور یہ اجتماع انہیں کی یاد میں منایا گیا۔ جسکی صدارت حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔ مقررین نے حضرت مرزا صاحب کی زندگی، سیرت، کردار، خصوصاً دینی خدمات پر روشنی ڈالی۔ اختتامی اجلاس سے حضرت امیرِ قوم نے خطاب فرمایا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں قوم کو منظم رہنے کی تلقین کی اور حضرتِ اقدس کی تعلیم پر عمل کرنے کی ہدایت فرمائی۔ نمازِ جمعہ حضرت امیر قوم نے پڑھائی۔ شرکاء کے لئے طعام کا بندوبست بھی کیا گیا۔

سانحہ ارتحال

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں صاحبزادہ محمد احمد صاحب سرائے نورنگ بنوں سے لکھتے ہیں۔ آہ میری والدہ ماجدہ آپ کو یہ معلوم کر کے صدمہ ہوگا کہ میری والدہ محترمہ ۱ مئی کو ۱½ بجے دن حرکت قلب بند ہو جانے کے باعث ۷۰ سال کی عمر میں اچانک فوت پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مرحومہ افغانستان کے احمدی گھرانہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ بڑی مخلص۔ صاف گو۔ مہمان نواز، عبادت گذار و تہجد خواہ تھیں مرحومہ کی ہر دلعزیزی کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ علاقہ کے سینکڑوں مردوں اور عورتوں نے تجہیز و تکفین میں حصہ لیا۔ زمینداروں کی عورتیں زار و قطار روتی تھیں کہ "آج غریبوں کی ماں مر گئی ہے" کیونکہ کوئی غریب اُن کے دروازہ سے کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹا۔ غریب سے غریب عورتوں کے ساتھ بیٹھ کر انہیں کھلاتی پلاتی تھیں۔ تمام احمدی احباب اور جماعتوں سے درخواست ہے کہ مرحومہ کی مغفرت کیلئے غائبانہ نماز جنازہ پڑھیں — ۲۸ مئی کو بعد از نماز جمعہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے مرحومہ کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی۔ جس میں سینکڑوں احباب و خواتین (جو یوم وصال کے سلسلہ میں جمع ہوئے تھے) نے شرکت کی۔ جامعہ احمدیہ دارالسلام میں بھی نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی۔

باہتمام ریاض حسین المجید پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک پائے احمد مختار ہیں

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

رجسٹرڈ ایل ۸۳۸
تار کا پتہ ۔ تبلیغ
فون ۔ ۵۳۲۳۰

مدیر اعزازی
پروفیسر خلیل الرحمٰن

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید ۔ و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد
دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا

نائب مدیر
عبدالرؤف کھوکھر

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے
بیرونی ممالک سے
پونڈ ۔ ڈالر

جلد:- ۶۹ * یوم چہارشنبہ ۱۶ - شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ ـــ بمطابق ـــ ۹- جون ۱۹۸۲ء * شمارہ: ۲۳

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم رحمۃ اللہ علیہ

تمام قسم کی بھلائیاں قرآن حکیم میں ہیں؛

مَیں نے سُنا ہے کہ بعض تم میں سے حدیث کو بکلّی نہیں مانتے۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو سخت غلطی کرتے ہیں۔ مَیں نے یہ تعلیم نہیں دی کہ ایسا کرو بلکہ میرا مذہب یہ ہے کہ تین چیزیں ہیں جو تمہاری ہدایت کے لئے خُدا نے تمہیں دی ہیں۔

(۱) سب سے اول قرآن ہے جس میں خُدا کی توحید اور جلال اور عظمت کا ذکر ہے اور جس میں ان اختلافات کا فیصلہ کیا گیا ہے جو یہود اور نصاریٰ میں تھے۔ اسی طرح قرآن میں منع کیا گیا ہے کہ بجز خُدا کے تم کسی چیز کی عبادت نہ کرو۔ نہ انسان کی نہ حیوان کی نہ سُورج کی۔ نہ چاند کی، اور نہ کسی اور ستارہ کی اور نہ اسباب کی اور نہ اپنے نفس کی۔ سو تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اُٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو (۷۰۰) حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وُہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے اُوپر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظلّ تھے۔ سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خُدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ الخیر کلہ فی القرآن' کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن ہی میں ہیں یہی بات سچ ہے۔ افسوس اُن لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔

تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذّب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خُدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے اگر قرآن نہ آتا تو تمام دُنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔

قرآن نے ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے۔ اگر صوری و معنوی اعراض نہ ہو، قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو۔ بجز قرآن کس کتاب نے اپنی ابتداء میں ہی اپنے پڑھنے والوں کو یہ دُعا سکھائی اور یہ اُمید دی کہ:-

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم

یعنی ہمیں اپنی اُن نعمتوں کی راہ دکھلا جو پہلوں کو دکھلائی گئی جو نبی اور رسول اور صدیق اور شہید اور صالح تھے۔

پس اپنی ہمتیں بلند کر لو اور قرآن کی دعوت کو رد مت کرو۔

ـــــ ۷۷۷ ـــــ

عبدالحمید سانگلہ ہل:

رمضان المبارک اور اسکی برکات

یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ہ

ترجمہ: "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے اُن لوگوں پر فرض کئے گئے جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں تاکہ تم متقی بن جاؤ۔"

ماہِ رمضان میں ہر سال ایک ماہ کا اللہ تعالیٰ نے کورس مشق کے طور پر مقرر فرمایا ہے۔ یہ خداوند تعالیٰ کا مسلمانوں پر بہت بڑا احسان ہے۔ خدا تعالیٰ سے لو لگانے والے ہمیشہ ہی عشق الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں لیکن رمضان کی آمد پر ایک عام مسلمان بھی کمر کس لیتا ہے۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ اس ماہ خدا تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کا نزول ہو رہا ہے۔ سو ہر مسلمان اس موقعہ سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔ خدا کی راہ میں دینے روزہ دار اور مسکین کو کھانا کھلانے سے اس کے دل کی کلی کھلتی ہے۔ عبادت، تلاوت قرآن حکیم اور دعائیں اس کا معمول بن جاتا ہے۔ اور کیف اور سرور کی رُوحانی حالت اس پر وارد رہتی ہے۔ آیئے ہم رسولِ خدا صلعم کے روزوں کے بارے میں چند ارشادات پڑھیں تا ہمارے دل ایقان و ایمان سے بھرپور رہیں اور ہم رضائے الٰہی کے حصول میں لگ جاویں۔

(۱) قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتاکم شہر رمضان شہر مبارک فرض اللہ علیکم صیامہ تفتح فیہ ابواب السماء وتغلق فیہ ابواب الجحیم وتغل مردۃ الشیاطین للہ فیہ لیلۃ خیر من الف شہر من حُرِم خیرھا فقد حُرِما۔

یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تمہارے پاس رمضان کا مہینہ آیا ہے یہ برکتوں کا مہینہ ہے۔ خدا تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض کئے ہیں اس میں آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین اس میں قید کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس مہینہ میں ایک رات ایسی بھی ہے جو ہزار ماہ سے افضل ہے۔ اور جو اس کی بھلائی سے محروم رہا وہ واقعی محروم ہے۔

اس ارشادِ نبویؐ کے پیشِ نظر چاہیئے کہ ہر مسلمان ان فرض روزوں کی برکتوں سے مستفید ہو۔ نہ معلوم ہم اگلے روزے کس کے نصیب میں آویں۔

(۲) عن ابی مسعود الغفاری رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ذات یوم و اھل رمضان فقال لو یعلم العباد ما رمضان لتمنت امتی ان تکون السنۃ کلھا رمضان .... الخ

"ابی مسعود غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک دن کے متعلق سنا اور رمضان کا چاند نکل آیا تھا فرمایا اگر بندے جان جاویں کہ رمضان کیا ہے تو میری اُمت کی یہ آرزو ہو گی کہ سارا سال رمضان ہی رہے۔"

---

* "بہترین عمل بروقت نماز ادا کرنا ہے۔"
* "اپنے عہد کی پابندی کرو کیونکہ قیامت کے دن اسکے متعلق ضرور پوچھا جائیگا۔" (احادیثِ نبویؐ)

دینی تربیتی کورس
بابت سنہ ۱۹۸۲ء

امسال دارالسلام لاہور میں ۳۱۔ جولائی سے ۱۴۔ اگست سنہ ۱۹۸۲ء تک ایک چودہ روزہ دینی تربیتی کورس کا انتظام کیا جا رہا ہے اس میں شامل ہونے کے لئے اُن نوجوانوں کو خاص طور پر دعوت دی جاتی ہے جو تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اور ان دنوں تعطیلات کیوجہ سے آسانی سے وقت نکال کر دینی معلومات حاصل کرنے کے لئے اِس کلاس میں شامل ہو سکتے ہوں۔

ان کے علاوہ جماعت کے دیگر نوجوان یا ملازمت پیشہ اصحاب جو دو ہفتہ کی رخصت حاصل کر سکیں وہ بھی اس میں شامل ہو سکتے ہیں۔ جماعتوں کے صدر اور سیکرٹری صاحبان سے التماس ہے کہ وہ اپنے ہاں اس کورس میں شرکت کے لئے پُر زور اور مسلسل کوشش فرما دیں اور کورس میں شرکت کرنیوالے اصحاب، طلبہ و طالبات کے اسماء سے جتنی جلدی ہو سکے مرکز میں اطلاع ارسال فرما دیں۔

دارالسلام ہوسٹل میں باہر سے آنے والے شرکاء کورس کے لئے رہائش اور خوراک کا خاطر خواہ اِنتظام ہو گا۔ طالبات کے لئے چند گھروں میں ٹھہرنے کا اِنتظام کیا جائے گا۔

شرکاء سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ جمعۃ المبارک مؤرخہ ۳۰ جولائی ۱۹۸۲ء صبح تک دارالسلام لاہور پہنچ جائیں تاکہ نمازِ جمعہ میں شریک ہو سکیں۔ باقاعدہ کلاسیں ہفتہ کی صبح سے شروع ہو جائیں گی۔ نیز کورس میں شامل ہونے والے اصحاب اپنے ہمراہ چار کاپیاں، قلم وغیرہ بھی لائیں تاکہ نوٹس لے سکیں۔ شکریہ

والسلام

خاکسار (مرزا) مسعود بیگ

جنرل سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام

دارالسلام - ۵ عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن - لاہور ۱۶

قلمی معاونین

ہم آپکے تعاون کے ممنون ہیں۔ بدلتے ہوئے حالات کا تقاضا ہے کہ فرسودہ موضوعات پر طویل مقالات سے اجتناب کیا جائے اور جدید دینی، علمی اور اخلاقی متنوع موضوعات پر مختصر، مؤثر اور مدلل مضامین لکھ کر ہمیں بھیجیں ہم شکریہ کے ساتھ انہیں شائع کریں گے۔ نیز اخبار کو بہتر بنانے کے لئے اپنے مشوروں سے بھی مستفید فرمائیں۔

(ادارہ)

محمّدٌ رسول اللّٰہ ط والذین معہ اشدّآءُ علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعًا سجّدًا یبتغون فضلاً من اللّٰہ ورضوانًا ز سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ط .... وعد اللّٰہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات منھم مغفرۃ واجرًا عظیما ہ (الفتح - آخری رکوع)

خطبۂ جمعہ ۲۸ ۵/۸۲ فرمودہ سیّدنا حضرت امیر ایدہ اللّٰہ تعالےٰ بنصرہ العزیز ـــ جامع احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس ـ برانڈرتھ روڈ ـ لاہور

{ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کا یہ خطبہ جمعہ تقریب یوم وصال کی مناسبت سے بڑا ہی اثر آفریں تھا۔ بیرونجات سے آئے ہوئے کثیر التعداد احباب وخواتین نے اسے بڑی توجہ سے }

میں رحیم وکریم، اللہ تعالےٰ کے آگے جھکے ہوئے، فرمانبردار اور عبادت گذار ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے حضور اُن کی عبادت اور سجدوں کے آثار ان کے چہروں سے نمایاں ہیں۔ ان کے سامنے ایک ہی مقصد اور انکے مدنظر ایک ہی مدعا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا فضل مل جائے اور اس کی رضا حاصل ہو جائے۔

یہ مفہوم اس آیت کا ہے جو میں نے ابھی پڑھی ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کا یہ نقشہ قرآن کریم نے کھینچا ہے جو بہت ہی پیارا ہے۔ اور کسی جماعت کی دینداری، راست بازی اور تعلق باللہ کا یہی نقشہ معیار ہو سکتا ہے۔ اگر کسی جماعت میں یہ صفات چھوٹے پیمانے پر بھی پائی جاتی ہوں تو اسے صحابہ کی جماعت کے نقشِ قدم پر کہا جا سکتا ہے۔ کیا خوش قسمت وہ لوگ تھے جنہوں نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کا زمانہ پایا۔ حضرت اقدس مرزا صاحب سے ایک دفعہ کسی شخص نے سوال کیا کہ کیا آپ کو حضرت شیخین (حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ) پر فضیلت حاصل ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں ان دونوں بزرگوں کی جوتیاں اٹھانا اپنے لئے فخر سمجھتا ہوں۔ انہیں جو موقع حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور آپ سے مل کر خدمتِ دین کا ملا وہ کسی اور کو کب نصیب ہو سکتا ہے؟

حضرت مرزا صاحب نے اللہ تعالےٰ سے حکم پاکر چودھویں صدی کے پُرفتن دور میں خدمت دین کے لئے جو جماعت بنائی اس میں کبھی ہمیں کچھ کچھ جھلک صحابہ کرامؓ کی جماعت کی نظر آتی ہے۔ یہاں پر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم نے آیت ھو الذی بعث فی الامیین رسولًا منھم .... الخ

یہاں پر اس آیت کے ماتحت حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کا تزکیہ فرمایا اور انہیں کتاب اور حکمت سکھائی وہاں پر بعد میں آنے والے صلحائے امت کی تعلیم و تربیت بھی آپ نے فرمائی تھی۔ اور جب حضرت ابوہریرہؓ نے آپ سے سوال کیا کہ یہ آخرین کون ہیں تو آپ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اور یہ فرما کر کہ ان میں سے بھی کچھ ایسے لوگ ہوں گے۔ ایک فارسی النسل انسان کی نشاندہی فرمائی۔ اور واقعات نے ثابت کیا کہ وہ رجلِ عظیم حضرت مرزا غلام احمد تھے۔ جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیوض سے اس قدر وافر حصہ پایا کہ آپ نے فرمایا:۔

دگر استاد را نامے ندانم ؏ کہ خواندم در دبستانِ محمّد

(میں کسی اور استاد کا نام نہیں جانتا کیونکہ میں تو محمد صلعم کے مدرسہ میں پڑھا ہوں)

اور پھر جن لوگوں کو خود حضرت مرزا صاحب کا فیضِ صحبت نصیب ہوا وہ بھی اسی رنگ میں کے فیوض کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

این چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم ؏ یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمّد است

(معارف کا یہ دریائے رواں جو میں مخلوقِ خدا کو دے رہا ہوں یہ محمدؐ کے کمالات کے سمندر میں سے ایک قطرہ ہے)

چنانچہ اسی چشمۂ فیض سے براہِ راست فیض یاب ہونے والے ہیں وہ جھلک نظر آتی ہے جو صحابۂ کرام کا امتیازِ خصوصی تھا۔ بیچ میں کمزور لوگ بھی تھے لیکن حُکم اکثر پر لگتا ہے۔

آنحضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعتِ تامہ اور کمالِ عشق سے آپ کے اندر وہ رنگ پیدا ہو گیا کہ آپ نے فنا فی الرسول کا مقام حاصل کیا۔ آپ نے خود اس مقام کی وضاحت خود ایک تشبیہ سے کی ہے کہ لوہا آگ پر پڑ کر آگ ہی بن جاتا ہے۔ اور جلانے اور روشنی کی خاصیتیں اس میں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ جب تک آگ میں رہتا ہے آگ ہوتا ہے اگرچہ اپنی ذات میں وہ لوہا ہی ہوتا ہے۔ اپنے عشقِ رسولؐ کو آپ نے یوں بیان فرمایا ہے:۔ ؎

بعد از خُدا بعشقِ محمّدؐ مخمّرم ؏ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

(خُدا کے بعد میں محمّد کے عشق میں سرشار ہوں۔ اگر یہ کفر ہے تو بخدا سخت کافر ہوں)

یہ محض زبانی دعویٰ نہیں بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب میں ایک عاشقِ صادق کی تمام صفات موجود تھیں۔

و ۱:۔ عاشق اپنے محبوب کو ہر خوبی سے موصوف سمجھتا ہے۔ حضرت صاحب نے عربی۔ فارسی اور اُردو میں جو قصائد اور بیانات حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں لکھے ہیں وہ پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی مثال ملنی مشکل ہے۔

و ۲:۔ آپ نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کی اتباع کو درجۂ کمال تک پہنچایا اور اپنے آپ کو حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگین کر دیا اور اپنے آپ کو ان کے وجود میں فنا کر دیا۔

و ۳:۔ اپنے محبوب صلعم کا ذکر آپ کے وردِ زبان رہتا تھا اور یہی نقشہ آپ کی تقاریر اور تصانیف میں ہمیں نظر آتا ہے۔

و ۴:۔ آپ نبی کریم صلعم کی عزت کے لئے اس قدر غیرت رکھتے تھے کہ جب کوئی مخالف اسلام اور آنحضرت صلعم کا معاند حضور کی توہین کرتا تو حضرت مرزا صاحبؒ مضطرب ہو جاتے اور جب تک اس کا منہ توڑ جواب نہ لکھ لیتے آپ کو چین نہ آتا۔ بعض دریدہ دہن آریہ اور عیسائی معاندین کی دشنام آمیز تحریریں آپ نے دیکھیں تو آپ نے فرمایا کہ اگر میری اولاد کو میری آنکھوں کے سامنے کوئی

ذبح کر دے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دے تو میں یہ تو برداشت کر سکتا ہوں لیکن اپنے آقا کی توہین میرے لئے ناقابلِ برداشت ہے۔

حضرت مرزا صاحب اپنے محبوب حضرت نبی کریم صلعم کے مقاصد کے پورا کرنے کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

دریں رہ گر کشندم ور بسوزند   نتابم رو ز ایوانِ محمدؐ

(اس راہ میں اگر مجھے ذبح کر ڈالیں یا جلا دیں میں اپنا منہ محمد صلعم کے ایوان سے ہرگز نہ موڑوں گا)

حضرت نبی کریم صلعم کی امت میں سلسلہ مجددین و محدثین ابتداء سے جاری چلا آتا ہے لیکن جس عظیم الشان مجدد کی بعثت اسلام کے انتہائی ضعف اور کفر و ضلالت کے ہر قسم کے طوفان کے زمانہ کے لئے مقدر تھی۔ یہی وہ عالی مقام امام ہے جس کی شناخت اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو نصیب فرمائی اور باوجود گوناگوں مشکلات کے اور لومۃ لائم سے بے نیاز ہو کر آپ لوگوں نے اس کے ساتھ اپنا پیوند قائم رکھا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ نے یہ سودا مہنگا نہیں کیا یہ وہی شخص ہے جس کے متعلق حضور نبی کریم صلعم نے اپنی امت کو ارشاد فرمایا تھا کہ اگر تم اس کا زمانہ پاؤ تو اس کے پاس پہنچو اگرچہ تم کو برف کی سلوں پر گھٹنوں کے بل بھی جانا پڑے اور اس کی بیعت کرو۔ اسی شخص کو حضورؐ نے اپنا سلام بھیجا تھا۔ اسی مجدد اعظم نے دجّال اور یاجوج ماجوج کو سب سے پہلے شناخت کیا۔ اور آنحضرت صلعم کی اس حدیث کا مصداق ہوئے جو آپ نے فرمایا تھا۔ لوگ دجّال کو تلاش کریں گے۔ میری امت میں صرف ایک شخص ہوگا جو اسے پہچان لے گا اور کہے گا یہ ہے وہ دجّال جس کے آنے کا حضورؐ نے وعدہ دیا تھا حضورؐ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ شخص میری امت میں درجہ میں سب سے بلند اور سب سے زیادہ میرے قریب ہوگا۔ یہی شخص ہے جس کے ہاتھوں سے کسرِ صلیب اور قتلِ خنزیر مقدر تھا اور مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس جہاد میں اس کا ساتھ دیا اور دے رہے ہیں۔

جیسا کہ میں کہہ آیا ہوں آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہ رض کی صفات کا کچھ رنگ بھی کسی جماعت میں پایا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ خُدا کی جماعت ہے اور اللہ تعالیٰ کی تائید اس کے ساتھ ہے۔ اب حضرت اقدس اور آپ کے زمانہ کی جماعت کے بارہ میں آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

اشدّآء علی الکفار کی صفت کی یہاں بھی ہمیں جھلک نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تائید سے قوت انہیں عطا ہوئی ۔۔۔ اسی زمانہ میں عیسائیوں اور آریوں کی طرف سے اسلام پر یورش تھی۔ اسی جماعت کا معمولی لکھا پڑھا احمدی بھی کسی آریہ اور کسی عیسائی سے نہ دبتا اور نہ مرعوب ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں روشنی اور ایسے دلائل عطا کئے گئے تھے کہ مخالفینِ حق ان سے بھاگتے پھرتے تھے حتیٰ کہ ایک وقت آیا کہ عیسائی پادریوں کو ہدایات مل گئیں کہ کسی احمدی سے بحث نہ کریں مجھے بھی ایک دو مرتبہ ایسا تجربہ ہوا کہ پادری صاحب آئے جو مجھے پہچانتے نہ تھے۔ مجھے تبلیغ کرنے لگے تھوڑی دیر میں جب وہ سمجھ گئے کہ میں احمدی ہوں تو اُٹھ کھڑے ہوئے اور نازیبا الفاظ حضرت صاحب کے حق میں کہتے ہوئے اور بڑبڑاتے ہوئے چلے گئے۔ میں بہتیرا بلاتا رہا لیکن وہ واپس نہ ہوئے۔ سچ تو یہ ہے کہ عیسائی ہوں یا آریہ احمدی کے مقابلہ میں عاجز تھے۔ آپ میں سے بعض کو وہ مناظر بھی یاد ہوں گے جو احمدیہ بلڈنگس کی اسی مسجد میں جلسہ سالانہ کے موقع پر ہوئے۔ اور مخالفین کا جس طرح عجز ظاہر ہوتا تھا وہ اشدّآء علی الکفار کی جیتی جاگتی تصویر کا نقشہ پیش کرتا ہے۔

دُوسری صفت :۔ رحمآء بینھم کی ہے۔ اس میں بھی کمال درجے کا رنگ تھا جماعت کے لوگوں کا باہمی رشتہ خونی رشتوں سے زیادہ پیارا تھا۔ کسی بستی میں یا بڑے شہر کے کسی حصہ میں جتنے احمدی رہتے تھے وہ ایک دوسرے کو روز ہی ملا کرتے تھے اور ایک دوسرے کے دُکھ درد اور غم میں شریک رہتے تھے اور اپنے بھائیوں کی مشکلات کی اطلاع ملتے ہی بہت لمبی مسافتیں طے کر کے کبھی پاپیادہ بھی پہنچتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ہمارے ایک بزرگ جو طبیب تھے بیس میل کا پہاڑی سفر پیدل ایک رات میں طے کر کے ایک احمدی بھائی کی بیماری کی اطلاع پاکر علاج کے لئے پہنچے۔ اس دوست کے صاحبزادے نے ابھی چند دن ہوئے مجھ سے یہ ذکر کیا ہے۔ گرمی ہو یا سردی باد و باراں ہو یا طوفان! ہمارے ایک بزرگ دوست سعید اللہ نامی جو ایک پرائمری سکول کے مدرس تھے پہاڑی راستہ کا بارہ میل کا سفر طے کر کے ہر جمعہ کو ہمارے گاؤں آیا کرتے تھے اور تھکے ماندے پہنچتے ان سے مل کر ہم سب کے لئے عید ہو جاتی۔ نماز کے بعد پھر پاپیادہ اپنے گھر کے لئے چل پڑتے۔ ایسی ایک دو نہیں بیسیوں مثالیں ہیں۔

تیسری صفت :۔ تراھم رکعًا سجدًا کی بھی یہاں نظر آ رہی ہے۔ ان کی عبادت کا سوز و گداز اُن کے لمبے لمبے سجدے اور دُعائیں جن لوگوں نے دیکھے ہیں وہ انہیں فراموش نہیں کر سکتے۔ مصائب کے اندر مومنوں کے دلوں میں خصوصًا رقّت کا زور ہوتا ہے اور ماموریں الٰہی کا زمانہ کبھی آزمائشوں کا زمانہ ہوتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ فجر کی نمازوں میں قنوت میں دُعائیں پڑھی جاتی تھیں۔ امام جب دُعا پڑھتا اور ہر دُعا پر مقتدی آمین کہتے تو مسجد کی دیواریں گونج اُٹھتیں اور دعاؤں میں اتنا گداز ہوتا تھا کہ محسوس ہونے لگتا کہ یہ دُعا تو ضرور مستجاب ہے۔ یہاں پر مجھے ایک لطیفہ یاد آ گیا ہے۔ ایک اجنبی مخالف مسافر نے یہ منظر ہمارے ہاں ایک مرتبہ دیکھا تو کہنے لگا کہ ”مرزائی تو الاہنیاں دیتے ہیں“۔ آپ شاید نہ جانتے ہوں کہ ہندوؤں کا جب ماتم ہوتا تو وہ بڑا سیاپا کرتے تھے۔ ایک عورت بلند آواز میں میت کی کوئی صفت بیان کرتی تو جب اس کا نعرہ ختم ہوتا تو باقی عورتیں بیک آواز ہائے ہائے کرتی تھیں۔ اسی طرح ہر صفت کے بیان کرنے کے بعد یہی کچھ کیا جاتا اور اس سے ایک اثر پیدا ہوتا۔ ہمارے معاند کو ہماری دعاؤں پر یہ تشبیہ پسند آئی اور یہ حقیقت بھی ہے کہ نمازوں میں گریہ و زاری کا پہلو نمایاں ہوتا تھا یخرّون علی الاذقان وھم یبکون۔ ان کی دعائیں یقینًا مستجاب ہوتی تھیں اور مصائب میں اُن کے لئے تقویت کا ذریعہ تھیں۔ عبادات کا یہ رنگ عام تھا۔ یہاں تک کہ بچے بھی تہجد پڑھتے تھے۔ لمبے لمبے سجدے کرتے اور دعاؤں میں روتے تھے جو اسی زمانہ کی تربیت اور ماحول کا نتیجہ تھا اور تراھم رکعًا سجدًا کا نقشہ اس جماعت میں عام تھا۔ اس پر ہم قیاس کر سکتے ہیں کہ حضور صلعم کے زمانہ میں رکوع اور سجود کا کیا عالم ہوگا جس کی یہ جھلک اپنے امام کے زمانہ میں ہم نے دیکھی۔ ان کا سوز و گداز، خُدا کے حضور اُن کا رونا دھونا۔ ان کی یہ باہمی محبتیں۔ ان کا کفر کے مقابلے کے لئے ہر وقت مستعد رہنا۔ یہ کیا جذبہ تھا۔ اس میں انہیں کیا ملتا تھا۔ کیا کوئی سیاسی فوائد مدِ نظر تھے۔ نہیں۔ یہ محض یبتغون فضلًا من اللہ ورضوانًا کے لئے ان کی تڑپ تھی۔ وہ محض اللہ کی رضا کے متلاشی تھے اور یہی فکر دامنگیر تھی کہ کون سا عمل کریں جس سے ہمارا مولا ہم سے راضی ہو جائے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے افضال ڈھونڈنے والے تھے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو انہوں نے اپنی زندگیوں میں پا لیا۔ ان کے دلوں کا سکون اُن کے چہروں سے ظاہر ہوتا تھا۔ ان کو نفسِ مطمئنہ حاصل ہو چکا تھا اور وہ بڑے بڑے مصائب میں بھی پریشان نہ ہوتے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے لو لگائے ہوئے انسانوں کا ایک گروہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت پر انہیں یقینِ کامل تھا اور اللہ تعالیٰ نے بھی ہمیشہ ان کی نصرت فرمائی انہیں بڑے بڑے معرکے پیش آئے۔ اور ہر موقع پر اللہ تعالیٰ نے اُن کی حفاظت فرمائی۔ اور

کامیابی بخشی۔

میرے آبائی وطن کے لوگ قدرے زیادہ سخت واقع ہوئے ہیں۔ میرے علم میں اس دور کے ایسے کئی واقعات ہیں جنہیں میں اس موقع پر وقت کی قلت کے باعث بیان نہیں کر سکتا۔ ہم نے دیکھا کہ انہوں نے اللہ کی رضا کو اپنی اسی زندگی میں حاصل کر لیا تھا جس کے آثار اُن کے چہروں سے بھی ظاہر ہوتے تھے اور وہ سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود کے مصداق بن چکے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے مالا مال ہوئے۔ ان میں سے اللہ تعالیٰ نے کسی کو ضائع نہیں کیا۔ ان کے اموال میں اور اولاد میں اللہ تعالیٰ نے برکت دی۔ ہم میں سے ہر شخص اپنے گھر اور اپنے خاندان کے حالات کو جانتا ہے۔ اور چاہیئے کہ ہم اپنی اپنی جگہ پر سوچیں کہ آج اسے جو مقام اور آسودگی اور آسائش ملی ہے یہ کہاں سے اور کیسے حاصل ہوئی۔ یاد رکھیں یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نیکوں کی اولاد کی ہمیشہ اعانت فرماتا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے کان ابوھما صالحاً۔ اُن کا باپ صالح تھا۔ یعنی باپ کی نیکی اولاد کو نفع پہنچاتی ہے۔

حضرت اقدس کا زمانہ بڑا عجیب زمانہ تھا۔ آپ کی وفات کے وقت میں آٹھ سال کا تھا۔ میری زندگی کے ابتدائی چند سال انہیں ایام اللہ میں گذرے تھے اور اس دور کی کچھ باتوں کے نقوش میرے دل پر ثبت ہو گئے۔ اس کے بعد ایک اور زمانہ بھی تھا وہ حضرت مولانا نورالدین کا زمانہ تھا۔ وہ بھی بہت اچھے دن تھے۔ جن لوگوں نے حضرت صاحب کے قدموں میں بیٹھ کر فیض حاصل کیا تھا۔ ان کی اکثریت اُس وقت موجود تھی۔ حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ بزرگ انسان تھے۔ قادیان کا ماحول بھی بہت پاکیزہ تھا۔ میرے پاس وقت ہوتا تو میں اس کی کچھ تفصیلات بیان کرتا کیونکہ اس دَور کے بہت سے ایام میں نے قادیان میں گزارے تھے۔ اور بہت کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ میں وہیں موجود تھا جس دن اُس عظیم انسان کی آنکھیں بند ہوئیں۔ اس کے بعد بھی تھوڑا سا زمانہ میں نے وہاں گذارا۔ اچانک جو تبدیلی اس سانحہ کے ساتھ ہی واقع ہوئی وہ بہت نمایاں تھی۔ ایک گھٹن سی اچانک پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے بھی قادیان چھوڑ دیا۔

حضرت مولانا کی وفات کے ساتھ ہی اس جماعت کے لئے نئی آزمائشوں کا دور شروع ہو گیا۔ پہلے جو بات تھی وہ نہ رہی۔ بہت سی روحانی اور اخلاقی قدریں بدل گئیں اور "تبدد آتش رسولاں ناز کردند" والے زمانے سے دوری ہوتی چلی گئی اور آج ہمارا زمانہ ہے۔ اب میں اپنے آپ سے اور پھر اپنے عزیز بھائیوں اور بہنوں اور بچیوں سے مخاطب ہوتا ہوں۔ میں ان سے مخاطب ہوتا ہوں جو آج میرے سامنے بیٹھے ہیں اور ان سے بھی جو بعد میں میرا یہ بیان پڑھیں گے۔ آپ سب سے کہتا ہوں کہ آج جو تقریب آپ لوگوں نے منعقد کی ہے اس کی آخر کچھ غرض تو ہے۔ اگر عام جلسوں کی طرح غرض اسی قدر ہو کہ "نشستند و گفتند و برخاستند" تو یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ اور اگر اس جلسے کی کوئی اور خاص غرض ہے تو اُسے ضرور اپنے ذہنوں میں لے کر یہاں سے جانا چاہیئے۔ غرض تو یہ ہے کہ جب ہم جانتے ہیں کہ اس جماعت کا وجود نامساعد حالات کے باوجود قائم رکھنا ضروری ہے اور وہ محض خدا کے فضل سے ہی قائم رہ سکتا ہے۔ تو ہم نے سوچنا ہوگا کہ ہم خدا کے فضل کو کس طرح حاصل کر سکتے ہیں۔ میں کسی کو ملزم نہیں ٹھہراتا مگر یہ سوچنے کی آپ کو ضرور دعوت دیتا ہوں کہ ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں جو بطور وراثت ہم پر عائد ہوتی ہیں۔ خدا کے فضل اور اس کی رضاء کی تلاش میں بڑی کوشش کی ضرورت ہے اور اس کے حصول کا واحد طریق وہی ہو سکتا ہے جس پر صحابہ کرامؓ اور پھر قریب کے زمانہ میں ہمارے بزرگ کاربند تھے۔ ہم سب پر اور ہم میں سے ہر ایک پر یہ لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کریں۔ دین کا علم حاصل کریں۔ اللہ کے حضور جھکنے اور گرنے کی عادت ڈالیں۔ اور خدا کے آستانے پر روئیں اور اس سے اس کا فضل اور اس کی رضا مانگیں اور اپنی عاجزی اور بے کسی پیش کر کے اس کی حفاظت اور نصرت کے لئے گریہ وزاری کریں۔ خلافِ اسلام کفر کی طاقتوں کے مقابل مضبوطی دکھائیں اور اللہ تعالیٰ سے حفاظت مانگیں۔ آپس میں اخوت اور باہمی ہمدردی اور دینی محبت کے رشتوں میں پھر سے جان ڈالیں۔ دنیا کی محبت سے دل کو فارغ کرنے کی کوشش کریں۔ اس کی جگہ دین اور خدا کی محبت کو اس میں جگہ دیں۔ اور جو عہد خدا کے مامور کے ہاتھ پر کر چکے ہیں کہ "دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔" اسے ہرگز ہرگز نظرانداز نہ کریں۔ زمانہ بہت نازک ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم غفلت میں اچانک پکڑے جائیں۔ اور پھر اصلاح کا وقت ہاتھ سے جاتا رہے۔ اپنے نفسوں کے اندر ضرور ایک بار پھر جھانکیں لگائیں اور اپنی اپنی اصلاح کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کے ساتھ ہو اور آپ کا حافظ و ناصر ہو۔

وما توفیقی الا باللہ

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین والسلام علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

اخبارِ احمدیہ

* سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ البتہ موسم کی تمازت محسوس فرماتے ہیں۔ احبابِ سلسلہ حضرت کی صحت وعافیت والی لمبی زندگی کے لئے اپنی نیم شبی دُعائیں جاری رکھیں کہ حلم و اعتدال، عفو و درگذر اور محبت و شفقتِ الٰہی کا یہ عملی نمونہ اور مولا کے راستہ کی خبر دینے والی معرفت کی اس کان کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور اُن رہروانِ جادہ حق کی رہبری ہوتی رہے۔
* جامع احمدیہ دارالسلام میں بعد نمازِ فجر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے روزانہ درسِ قرآن کے علاوہ ہر سوموار چھ بجے قبل نماز مغرب محترم میاں نصیر احمد فاروقی صاحب کا بھی درسِ قرآن مجید ہوتا ہے۔ درس سے پہلے مقامی جماعت کی طرف سے مہمانوں کی تواضع چائے سے کی جاتی ہے۔
* خواتین کا جلسہ یومِ وصال:-

مؤرخہ ۲۶ مئی بعد نماز عصر جامع احمدیہ دارالسلام میں احمدیہ انجمن خواتین لاہور کے زیرِ اہتمام یومِ وصال حضرت مجدد صد چہاردہم کی تقریب منعقد ہوئی۔ صدارت محترمہ سیدہ محمد احمد صاحبہ نے فرمائی۔ کارروائی کا آغاز زاہدہ جنجوعہ کی تلاوتِ قرآن کریم سے ہوا۔ عزیزہ شاہدہ جنجوعہ نے نظم پڑھی۔ محترمہ نگین ملک صاحبہ۔ بیگم سلمہ فاروقی صاحبہ۔ بیگم چوہدری فضل حق صاحبہ اور عزیزہ طاہرہ جنجوعہ ایم۔اے بی ایڈ کی تقاریر ہوئیں۔ بچیوں میں سے مکرم میاں فضل احمد صاحب کی نواسی اور خورشیدہ ضیا، نیز سمیرا اشرف نے بھی لکھی ہوئی تقاریر پڑھیں بعد ازاں عزیزہ نصیرہ منصور نے حضرت اقدس کا کلام سنایا اور دعا پر تقریب کا اختتام ہوا۔ مفصل رپورٹ موصول ہونے پر شائع کی جائے گی۔

ارشادِ خداوندی:-
"اور جو تمہیں السلام علیکم کہے اُسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔" (قرآن حکیم)

بتقریب یوم وصال حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ

مؤرخہ ۹۔جون ۱۹۸۲ء — ۶

۲۸ مئی ۱۹۸۲ء کو بروز جمعۃ المبارک ۱۱ بجے صبح مسجد جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس میں ایک جلسہ حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جلسہ کا آغاز مولوی شفقت رسول خاں کی تلاوتِ قرآن کریم سے ہوا۔ اور جناب ماسٹر عبدالسلام صاحب نے حضرت اقدس کا منظوم کلام ؎ جمال و حسنِ قرآں نور جانِ ہر مسلماں ہے   قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
ترنم سے سنایا۔ چوہدری ریاض احمد صاحب سیکرٹری مقامی جماعت نے بتایا کہ آج کا یہ اجتماع بڑی روحانی برکات کا حامل ہے کیونکہ اس میں ہم چودھویں صدی کی اس عظیم روحانی شخصیت کی یاد منا رہے ہیں جس کے متعلق حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں پیشگوئی فرمائی تھی اور قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک انسان پیدا ہوگا جو اسلام کو دنیا کے دیگر ادیان پر غالب کرے گا۔ جب مسلمانوں کی اخلاقی۔ مذہبی اور اقتصادی حالت ابتر ہوگی اور وہ دینی عظمت کے ساتھ دنیاوی شان و شوکت بھی کھو چکے ہوں گے۔ اسلام کا صرف نام۔ قرآن پاک کے الفاظ باقی ہوں گے۔ مساجد ہوں گی لیکن نمازیوں سے خالی۔ ایسے وقت میں وہ شخص پیدا ہوگا جو خود دین پر عامل ہوگا اور دوسروں کو عمل کی ترغیب دے گا اور عیسائیت کے فتنے کے لئے وہ ...... ہوگا جو کسرِ صلیب کرے گا۔ دجال اور یاجوج ماجوج کے فتنہ سے جس کے بارے میں حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم تک جملہ انبیاء نے ڈرایا تھا مسلمانوں کو آگاہ کرے گا۔ چنانچہ حضرتِ اقدس مرزا صاحب تیرہویں صدی کے اواخر اور چودھویں صدی کے سر پر مبعوث ہوئے۔ جن کی نیکی اور پاکیزگی کو دیکھ کر لوگ کہتے تھے کہ یہ واقعی خُدا کا پیارا ہے۔ آپ نے قادیان میں ۱۸۸۳ء میں کسرِ صلیب کا کام شروع کیا اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اپنے مشن کی تکمیل کر کے واصل بحق ہوئے۔ آپ نے احیائے قرآن و سنت کیا۔

چوہدری غفور احمد صاحب نے حضرتِ اقدس کے ملفوظات حمامۃ البشریٰ اور ازالہ اوہام سے پڑھ کر سنائے جس میں حضرت مرزا صاحب نے اپنی جماعت کو تقوٰے اختیار کرنے پر زور دیا ہے کیوں کہ خُدا کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ صرف تقوٰے ہی ہے۔ تقوٰے کے بغیر ایمان کی کوئی قیمت نہیں غیر متقی لوگ خُدا کے عذاب اور گرفت سے نہیں بچ سکتے۔ چوہدری صاحب نے افرادِ جماعت پر زور دیا کہ وہ تقوٰے اختیار کریں اور باہمی محبت اور الفت قائم رکھیں اور اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا تصور نہ کریں کیونکہ بڑائی کا معیار صرف تقوٰے ہے۔

جناب میاں ظہور احمد صاحب نے سورۃ التین کی تلاوت کی اور فرمایا کہ حضرت مجددِ صد چہاردہم کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے میرے پاس اُن کے شایانِ شان الفاظ نہیں ہیں۔ موصوف نے بتایا کہ مجددینِ اسلام ستاروں کی طرح ہیں اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم چاند ہیں۔ تمام مجددین نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے اکتسابِ نور کیا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے کہ ظھر الفساد فی البر والبحر یعنی جنگل بھی بگڑ گئے اور دریا بھی یعنی وہ لوگ جن کے پاس کتاب تھی وہ بھی بگڑ چکے تھے اور جو اُمّی تھے وہ بھی فساد زدہ ہو چکے تھے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور سب کو پاک بنایا اور قرآنِ پاک کے حکم سے آگاہ کیا۔ حضرت اقدس نے بھی حضرت نبی اکرم صلعم کے نُور سے استفادہ کیا اور آپ اس وقت تشریف لائے جبکہ مسلمانوں کی حالت تباہ ہو چکی تھی اور آپ کی ساری زندگی حضور صلعم کی نبوت کو اعلیٰ و ارفع ثابت کرنے میں گذری۔ اسلام کی تمام ادیان پر برتری اور قرآنِ پاک کی عظمت بیان کرتے گذری۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۳۷ پر آپ نے اپنا مسلک واضح کیا کہ حضور نبی اکرم خاتم النبییّن ہیں اور قرآن خاتم صحف سماوی ہے جس میں نہ کوئی ترمیم و تنسیخ ہو سکتی ہے اور نہ ہی اس میں کوئی ناسخ و منسوخ ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے قرآن پاک پر عمل اور نبی اکرم کی محبت کو خدا سے تعلق کیلئے شرط ٹھہرایا ہے۔ آپ نے خدا تعالےٰ کے ارشاد کے مطابق ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر یأمرون بالمعروف و ینھون عن المنکر۔ ایک جماعت بنائی جس کا مقصد اشاعتِ قرآن اور تبلیغِ دین قرار دیا۔ آپ نے برملا اظہار کیا کہ اسلام ہی ایک دین ہے جس کی ہمسری اور کوئی دین نہیں کر سکتا۔ ؎

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے   کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

جناب مرزا مسعود بیگ صاحب نے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ...... وکفی باللہ شھیدا کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ ہم حضرتِ اقدس کا یومِ وصال منا رہے ہیں اور میں آپ کو ان کی ایک بات بتاؤں گا۔ وہ آپ کی عربی دانی کے متعلق ہے۔ حضرتِ اقدس نے عربی کو کسی درس میں حاصل نہیں کیا تھا بلکہ تھوڑی دیر حافظ فضل احمد صاحب سے گھر پر ہی پڑھا تھا یا کچھ عرصہ بٹالہ کے سکول میں پڑھا تو مخالف لوگ یہ جانتے تھے کہ آپ نے عربی کی تعلیم حاصل نہیں کی اس لئے وہ آپ کو منشی غلام احمد کہتے تھے۔ جیسے مولوی ظفر علی خاں مولانا محمد علی کو پادری محمد علی کہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مولویا نے آپ کی عربی دانی کا امتحان لینے کے لئے مولوی عبداللہ ٹونکی سے جو اورنٹیل کالج میں پروفیسر تھے عربی میں رقعہ لکھوا کر حضرت صاحب کے پاس بھیجا۔ اور حاملِ رقعہ کو تاکید کی کہ وہ رقعہ آپ کو ایسے وقت میں دے کہ وہ اپنے کتب خانے وغیرہ میں نہ ہوں اور فوری طور پر جواب کا مطالبہ کرے چنانچہ وہ شخص رقعہ لایا اور اس کے تقاضا پر آپ نے اسی رقعہ کی پشت پر عربی میں جواب لکھ دیا جس کو پڑھنے کے لئے مولانا عبداللہ کو لغت کی کتاب دیکھنا پڑی۔ اللہ نے حضرتِ اقدس کو عربی زبان کے چالیس ہزار مادے ایک ہی مرتبہ یاد کرا دیئے۔ چنانچہ آپ نے ۱۱-اپریل ۱۹۰۰ء میں عیدالاضحٰے کے موقع پر عربی میں خطبہ دیا جس کو حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نے تحریر کیا۔ آپ نے خطبہ سے پہلے فرمایا تھا کہ آج کا خطبہ میں عربی زبان میں دوں گا۔ آپ نے یا عباد اللہ کہہ کر عربی میں خطبہ دیا۔ اس کے بعد آپ نے عربی میں بہت سی کُتب لکھیں جیسے حمامۃ البشریٰ۔ اور سورۃ فاتحہ کی عربی تفسیر جس کے لئے پیر مہر علی شاہ گولڑوی صاحب کو چیلنج کیا لیکن کوئی بھی مقابل نہ آیا۔ آپ کے جانشین حضرت مولانا نورالدّین صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب، روشن علی صاحب جیسے لوگ عربی دانی میں مسلّمہ ہیں۔ "نوائے وقت" میں احسان الٰہی ظہیر نے ایک انٹرویو میں بتایا ہے کہ اس نے احمدیت کے رد میں بہت سی تصانیف لکھی ہیں جو حجاز وغیرہ میں لاکھوں کی تعداد میں چھپی ہیں مولانا مودودی صاحب نے عربی میں کوئی کتاب نہیں لکھی ان کی کُتب کا ترجمہ عربی میں کیا گیا ہے۔ لیکن ان کے مقابلے کے لئے ہمارا عربی میں بہت کم لٹریچر ہے۔ اس لئے میں نوجوانوں سے اپیل کروں گا کہ عربی سیکھیں اور اس کے سیکھنے کا بہترین طریقہ قرآن پاک کو پڑھنا اور اس کے معانی کو سمجھنا ہے۔ عربی حضرت مرزا صاحب کا معجزہ ہے

اس لئے ہمیں چاہیئے کہ افرادِ جماعت عربی کی تحصیل کی طرف خاص توجہ فرمائیں۔

جناب زاہد جنجوعہ صاحب نے ھوالذی ارسل .... اور ھوالذی بعث فی الامیین رسولا ...... ذوالفضل العظیم کی تلاوت کے بعد کہا کہ میں حضرتِ اقدس کے متعلق عشق اور مذہب کے حوالے سے کچھ عرض کروں گا۔ آپ نے عشقِ دین میں ۸۰ سے زائد کتابیں لکھیں۔ آپ اسلام کی برتری ظاہر کرنے کے لئے کھڑے کئے گئے تھے اور جو شخص اسلام کی برتری کے لئے مامور ہو وہ معمولی انسان نہیں ہو سکتا۔ دُوسرے مذاہب کے مقابلے میں دینِ حقّہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ہر صدی کے سرے پر مجدد مبعوث ہوتے رہے ہیں بلکہ بعض صدیوں میں دو مجدد بھی ہوئے ہیں۔ لیکن اس چودھویں صدی میں حضرتِ اقدس کے سوا کسی شخص نے مجددیت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اسلامی معاشرے میں کبھی خدا کے مکالمہ کا انکار کیا جانے لگا تھا۔ آپ نے ہستیٔ خدا پر ایمان پیدا کیا۔ جو آپ کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ آپ نے اسلام اور قرآن کی عظمت لوگوں پر ظاہر کی۔ اور آپ نے کہا کہ قرآن پاک ایسی کتاب ہے جو دعویٰ کرتی ہے اُسکی دلیل بھی پیش کرتی ہے۔ مولوی صاحبان ناسخ و منسوخ کے چکر میں لگے ہوئے تھے آپ نے اعلان کیا کہ قرآن سارا ہی قابلِ عمل ہے اس میں نہ ناسخ ہے نہ منسوخ۔

جناب محمد اعظم علوی صاحب نے "یاد آگیا" کے عنوان سے بزرگانِ سلسلہ کی یاد دلانے والی نظم سنائی۔

جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے فرمایا کہ یہ جماعت اشاعتِ قرآن کے لئے کھڑی ہوئی ہے اس لئے ان کے اندر اخوت اور محبت بھی مثالی ہونی چاہیئے۔ مکرم ڈاکٹر صاحب نے "شہادتِ خفر" کے مطالعے کی تحریک کی اور بتایا کہ اس کتاب میں ان لوگوں کی آراء ہیں جو احمدی نہیں ہیں لیکن ان کے حضرت مرزا صاحب کے بارہ میں جماعتِ لاہور کے بارے میں خیالات سن کر ایک اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب اسلام کے فتح نصیب جرنیل تھے۔ اُن کے دل میں یقین تھا۔ قرآن پاک اور نبی اکرمؐ کی شہادت موجود تھی شمس العلماء مولوی میر حسن صاحب نے حضرتِ اقدس کی ذات پر فرمایا کہ افسوس ہم نے ان کی قدر نہ کی وہ ان لوگوں میں تھے جو خدا کے خاص بندے ہوتے ہیں اور کبھی کبھی آتے ہیں۔ اور جب آتے ہیں تو ایک انقلاب پیدا کر دیتے ہیں۔ وہ دلوں کو فتح کرنے آتے ہیں۔ حضرتِ اقدس کی بعثت سے پہلے مسلمان یہ کہہ رہے تھے کہ اسلام کا بچنا مشکل ہے لیکن حضرت صاحب کی تبلیغ و اشاعتِ دین کے بعد اب دُوسرے مسلمان بھی غلبۂ اسلام کی بات کرنے لگے ہیں۔

موصوف نے اپنی تقریر میں زور دیا کہ ہمیں فلمیں بنانی چاہیئں جس سے تبلیغی مساعی کا زیادہ اچھا اثر ہوگا اور آپ نے ایسے جلسوں کے موقعوں پر بزرگانِ سلسلہ کی تصاویر آویزاں کرنے پر زور دیا۔ آپ نے بتایا کہ پادری لیفرائے جب ہندوستان آیا تو یہ خیال لے کر آیا کہ وہ مسلمانوں کو عیسائی بنا لے گا لیکن اب عیسائی علماء اپنے اعتقادات کو غلط بتا رہے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ اسلام کو مغلوب ہو کر صلح جوئی کی حاجت نہیں وہ غالب دین ہے۔

چھوٹے بچے عثمان الٰہی ملک نے حضرتِ اقدس کا منظوم کلام "وہ پیشوا ہمارا ......" سنایا پھر تین طالب علموں آمدہ بدوملہی نے بھی منظوم کلام سنایا۔

جناب شاہد سعود صاحب نے اپنی مختصر تقریر میں حضرت صاحب کی تعلیم پر عمل کرنے پر زور دیا قرآن پاک اور اس کی تفسیر کے مطالعہ کی تحریک کی۔

جناب صوفی نذر محمد صاحب نے اشاعتِ کُتب حضرت صاحب کے لئے ۲۵۰۰/- روپے دینے کا اعلان کیا۔ جلسہ کے اختتام پر احباب و خواتین پُر تکلف دعوتِ طعام سے سیر ہوئے اور پھر حضرت امیرِ قوم ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو نہایت مؤثر

اور ایمان افروز تھا جس سے دلوں کے اندر اشاعتِ دین کی تڑپ موجزن ہوئی۔ آپ نے محمد رسول اللہ والذین معہٗ اشدآء علی الکفار رحمآء بینھم ...... من اثر السجود تک تلاوت فرمائی اور فرمایا "محمد رسول اللہ اور جو لوگ آپؐ کے ساتھ ایمان لائے ہیں وہ کفار کے مقابل پر قوی اور آپس میں رحیم و کریم ہیں تو انہیں اللہ کے آگے جھکتے ہوئے۔ عبادت گذار، سجدہ میں پڑے ہوئے دیکھتا ہے۔ وہ اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔ ان کا نشان ان کے مونہوں پر سجدوں کے اثر سے ظاہر ہے۔"

یہ سارا نقشہ حضور نبی اکرم صلعم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم کا ہے۔ کسی جماعت کی سچائی اور امتیاز کی اور اس کی حضرت محمد صلعم سے محبت کی دعویداری کا اگر کوئی معیار ہے تو یہی ہے۔ کہ جو قرآن پاک میں پیش کیا گیا ہے۔ وہ کس قدر خوش قسمت لوگ تھے جن کو یہ موقع ملا اور نبی اکرم صلعم کی مصاحبت حاصل ہوئی اب یہ موقع کب کسی کو میسر آسکتا ہے۔ ایک مرتبہ کسی نے حضرت مرزا صاحب سے پوچھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ یا دیگر صحابہ رضؓ اور آپ کی نسبت اُن سے کیسی ہے تو حضرت صاحب نے فرمایا "وہ بہت خوش قسمت لوگ تھے جنہیں نبی اکرم صلعم کا ساتھ نصیب ہوا۔ ان کے اس مرتبہ کو کون پا سکتا ہے"......

چنانچہ آپ کو حضور صلعم سے جو عشق تھا وہ بھی بے مثل اور بے عدیل تھا۔ فرماتے ہیں:—

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم ۔۔۔ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

اور عشق کے لئے بعض شرائط کا ہونا ضروری ہے۔ جو سب حضرت مرزا صاحب میں موجود تھیں یعنی یہ کہ عاشق اپنے محبوب کے رنگ میں رنگین ہو اور وہ کبھی بھی اس کی یاد سے غافل نہ ہو۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب کی زبان پر ہمیشہ ذکرِ حضرت محمد رسول اللہ صلعم جاری رہتا تھا۔ پھر ایک شرط محبوب کے لئے غیرت ہے چنانچہ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ میں اپنے سامنے اپنی اولاد کا قتل برداشت کر لوں گا لیکن حضرت محمد صلعم کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ جب بھی کسی مخالف نے حضورؐ کے خلاف کچھ لکھا تو جب تک آپ نے اس کا شافی جواب نہیں لکھ دیا آپ کو چین نہیں ملا۔ یہ بات ان کے فنا فی الرسول ہونے کی بیّن دلیل ہے اور اسی عالمِ کیف و مستی میں وہ فرماتے ہیں ؎

دریں رہ گر کشندم ور بسوزند ۔۔۔ نتابم رو ز ایوانِ محمدؐ

...... حضرتِ اقدس نے قرآن پاک اور حضورؐ سے فیض حاصل کیا اور اس کا اظہار آپ نے یُوں فرمایا:— ؎

ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم ۔۔۔ یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

وہ جماعت جس کے اندر حضور صلعم اور صحابہ کرام رضؓ کا رنگ بھی ہو تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ خدا کی جماعت ہے...... اور مرزا صاحب کے ساتھیوں میں اس بات کی جھلک پائی جاتی ہے۔ ....

رحمآء بینھم کا نقشہ جماعت کے اندر ایسا بے نظیر تھا۔ ایک بستی اور ایک شہر کے بسنے والے احمدی ایک دُوسرے سے روزانہ ملتے رہتے تھے۔ ایک دُوسرے کے دُکھ درد میں شریک ہوتے تھے۔ اور اپنے بیمار بھائیوں کی تیمارداری کرتے تھے۔ میں نے دیکھا ہے کہ ایک احمدی جمعہ کے روز آنے جانے میں پیدل ۴۰ میل فاصلہ طے کر کے آتے تھے۔ اور ہر موسم میں آتے تھے۔ تراھم رکعا سجدا وہ نمازوں اور دعاؤں میں لگے رہتے تھے۔ ..... روزانہ فجر کی نماز کے بعد رکوع سے اُٹھ کر دعا پڑھنے اور آمین کی آواز سے مسجد کی دیواریں گونج اُٹھتیں۔ جوان اور بوڑھے لوگوں کے علاوہ سکولوں کے طلباء بھی تہجد گذار ہوتے تھے۔ یہ اس طرح یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا یہ سب کچھ خدا کو راضی کرنے کے لئے کرتے تھے۔ ... پھر خدا کا فضل کس قدر اُن پر ہوا۔ یہ ایک واضح واقعاتی رنگ میں ہمارے سامنے ہے

ذرا اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں کہ ہم خدا کی رضا کے لئے کیا کرتے ہیں۔ یبتغون فضلا کے مصداق وہ لوگ ٹھہرے۔ کان ابوھما صالحا باپ کی صالحیت بچوں کے کام آتی ہے۔ یہ بڑا مبارک زمانہ تھا۔ میری عمر اس وقت آٹھ سال کی تھی۔ میری اس ماحول میں بسر گزری یہ سب اچھا زمانہ تھا۔ مولانا نورالدین کے قدموں سے لوگوں نے بڑا فیض حاصل کیا۔ ان کا زمانہ بہت اچھا زمانہ تھا۔ ......

میں اپنے احباب سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنے نفسوں کا جائزہ لیں کیونکہ جن کے ساتھ خدا ہوتا ہے خدا انکی روح القدس سے تائید کرتا ہے۔ ہم اپنے نفسوں کو دیکھیں ہمارے اندر کہاں تک کمزوری [illegible] درست ہیں اور قرآن و سنت کے عین مطابق ہیں۔ دنیا کے اندر کہیں بھی ایسے اعتقادات کے عمدہ حامل کوئی جماعت نہیں ہے۔ اور بحمداللہ [illegible] جماعت میں زندگی ہے۔ ہر ملک میں ہماری جماعت کے لوگ موجود ہیں اس لئے عملی زندگی اپناؤ تاکہ تم لوگوں کے لئے نمونہ ٹھہرو۔

آخر میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے بنصرہ العزیز نے دعا [illegible] حاضرین نے آمین کہی اور جمعہ کی نماز کے بعد صاحبزادہ محمد احمد صاحب کی والدہ مرحومہ کا [illegible] جنازہ پڑھایا گیا۔

اس اجلاس میں مرد و زن اور بچوں نے بھرپور حصہ لیا۔ یہ بھی ایک ایمان افروز نظارہ تھا دعا ہے کہ اللہ تعالے جماعت کے ہر فرد کو نیکی اور تقوٰی عطا فرمائے۔

چند باتیں

یہ چند باتیں یاد رکھیں اور روزانہ ان کو اپنے سامنے لائیں۔

۱۔ اگر آپ اب تک اپنی ماہوار آمدنی سے سولھواں حصہ دینی جہاد کے لئے نہیں دے رہے تو آپ اپنی جماعت سے اور حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ سے بیوفائی کر رہے ہیں۔

۲۔ آپ کی اولاد میں سے جو کچھ کماتے ہیں ان کو اسی طرح جہاد میں شامل کرنا آپ کا فرض ہے۔

۳۔ چھوٹے بچوں کی تربیت اس رنگ میں کریں کہ وہ سات سال کی عمر سے نماز کے بھی عادی ہوں اور کچھ اپنے ہاتھ سے اس دینی جہاد میں بھی خرچ کرنے کے عادی ہوں۔

۴۔ جماعت کے لئے نمونہ بنیں اور دسواں حصہ آمد کا ماہوار دیکر سابقون میں داخل ہوں۔

۵۔ اپنے حلقۂ اثر میں دوسروں کو بیرونی مشنوں کے لئے امداد کی اپیل کریں۔

۶۔ اپنے اخباروں اور رسالوں کو دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کریں۔

(حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ)

سلسلہ احمدیہ کے ذریعے

سچائی پھیلے گی اور پاک تبدیلی ہو گی

میں خدا تعالے پر ایسا ایمان پیدا کرنا چاہتا ہوں کہ جو خدا تعالے پر ایمان لاوے وہ گناہ کی زہر سے بچ جاوے اور اس کی فطرت اور سرشت میں ایک تبدیلی ہو جاوے کو پہچان لیا ہے۔ خدا خوب جانتا ہے کہ اس زمانہ میں یہی حالت ہو رہی ہے کہ خدا کی معرفت نہیں رہی۔ کوئی مذہب ایسا نہیں رہا جو اس منزل پر انسان کو پہنچاوے اور یہ فطرت اس میں پیدا کرے۔ ہم کسی خاص مذہب پر کوئی افسوس نہیں کر سکتے۔ یہ بلا عام ہو رہی ہے اور یہ وبا خطرناک طور پر پھیلی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں خدا پر ایمان لانے سے انسان فرشتہ بن جاتا ہے بلکہ ملائکہ کا مسجود ہوتا ہے نورانی ہو جاتا ہے۔ غرض جب اس قسم کا زمانہ دنیا پر آتا ہے کہ خدا کی معرفت باقی نہیں رہتی اور تبہ کاری اور ہر قسم کی بدکاریاں کثرت سے پھیل جاتی ہیں۔ خدا کا خوف اٹھ جاتا ہے اور خدا کے حقوق بندوں کو دیئے جاتے ہیں تو خدا تعالے اسی حالت میں ایک انسان کو اپنی معرفت کا نور دے کر مامور فرماتا ہے اس پر لعن طعن ہوتا ہے اور ہر طرح سے اس کو ستایا جاتا ہے اور دکھ دیا جاتا ہے لیکن آخر وہ خدا کا مامور کامیاب ہو جاتا اور دنیا میں سچائی کا نور پھیلا دیتا ہے۔ اسی طرح اس زمانے میں خدا نے مجھے مامور کیا اور اپنی معرفت کا نور مجھے بخشا ......

میں سچ کہتا ہوں کہ اس وقت آسمان باتیں کر رہا ہے۔ خدا چاہتا ہے کہ زمین کے رہنے والوں میں ایک پاک تبدیلی ہو جس طرح سے ہر ایک بادشاہ طبعاً چاہتا ہے کہ اس کا جلال ظاہر ہو۔ اسی طرح منشاء الہٰی اس وقت یوں ہی ہو رہا ہے کہ اس کی عظمت و جبروت کا اہل دنیا کو علم ہو۔ اور وہ خدا جو پوشیدہ ہو رہا ہے دنیا پر اپنا ظہور دکھائے۔ اس لئے اس نے اپنا ایک مامور بھیجا تاکہ دنیا کا جذام جاتا رہے .....

...... لوگ آکر ہمارے پاس گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ ان میں انکسار و فروتنی پیدا ہوتی ہے۔ اور رذائل دور ہو کر اخلاق فاضلہ آنے لگتے ہیں۔ اور سبزہ کی طرح آہستہ آہستہ بڑھتے ہیں اور اپنے اخلاق اور عادات میں ترقی کرنے لگتے ہیں۔ انسان ایک دم میں ہی ترقی نہیں کر لیتا بلکہ دنیا میں قانون قدرت یہی ہے کہ ہر شئے تدریجی طور پر ترقی کرتی ہے۔ اس سلسلہ سے باہر کوئی شئے ہو نہیں سکتی۔ ہاں ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ آخر سچائی پھیلے گی اور پاک تبدیلی ہو گی۔

یہ میرا کام نہیں ہے بلکہ خدا کا کام ہے۔ اس نے ارادہ کیا ہے کہ پاکیزگی پھیلے۔ دنیا کی حالت مسخ ہو چکی ہے۔ اور اسے ایک کیڑا لگا ہوا ہے۔ پوست ہی پوست باقی ہے مغز نہیں رہا۔ مگر خدا نے چاہا ہے انسان پاک ہو جاوے اور اس پر کوئی داغ نہ رہے اسی واسطے اس نے محض اپنے فضل سے یہ سلسلہ قائم کیا ہے۔ (ملفوظات احمدیہ جلد اول ص ۲۸۶-۲۸۷)

یاد رفتگان — اذکروا موتیکم بالخیر

مولانا آفتاب الدین احمد

آپ کی طبیعت و مزاج تبلیغ اسلام کے مقصد عالی کے عین مطابق تھی

مختصر حالاتِ زندگی :۔

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب مرحوم کے والد صاحب ضلع بردوان بنگال کے رہنے والے تھے اور عدالت میں مختاری کا کام کرتے تھے۔ آباؤ اجداد کسی زمانہ میں ایران سے آ کر آباد ہوئے تھے اور شیعہ خاندان سے تعلق تھا۔ مولانا نے پریذیڈنسی کالج کلکتہ سے بی۔ اے کی ڈگری لی اس کے بعد اگرچہ آپ کے والد صاحب کی منشاء نہ تھی مگر مولانا صاحب کو جو تعلیم دین حاصل کرنے کا شوق دامنگیر تھا وہ جذبہ آپ کو مدرسہ دیوبند میں لے گیا۔ یہ ۱۹۲۰ء کے قریب کا زمانہ تھا۔ لہذا انگریزی خوان ہونے اور مذہبی شوق رکھنے کے آپ کے پاس جماعت احمدیہ لاہور کا اخبار "لائیٹ" بلایا کرتا تھا۔ مخالف طلبہ لائیٹ ایسے احمدیہ آرگن کی برداشت کیسے کر سکتے تھے۔ اس وجہ سے بحث مباحثہ کا بازار اکثر گرم رہتا تھا۔ اسوقت تک مولانا صاحب جماعت احمدیہ میں شامل نہ ہوئے تھے۔ لیکن طبیعت حق جو اور مزاج حق گو پایا تھا اس لئے مخالف طلباء کا مقابلہ ڈٹ کر کرتے انگریزی تعلیم یافتہ ہونے کے باعث مولانا صاحب دیگر طلباء کو انگریزی پڑھایا کرتے تھے۔ اس وجہ سے اساتذہ صاحبان کو تو آپ سے اس قدر کد نہ تھی مگر نوجوان کٹر مخالف طبع طلباء بھلا آپ کی موجودگی کس طرح گوارا کر سکتے۔ نتیجہ آخر کار یہ ہوا کہ آپ کو دو سال بعد دیوبند کو خیرباد کہنا پڑا اب آپ کے لئے دینی کشش کا مرکز بجز جماعت احمدیہ لاہور کے اور کوئی نہ رہا چنانچہ آپ ۱۹۲۴ء کے نزدیک احمدیہ بلڈنگس لاہور میں آ مقیم ہوئے۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر مرحوم۔ مولانا عبدالستار صاحب و دیگر بزرگان سے دینی تعلیم اور اسلامی سپرٹ حاصل کرنے کا موقع ملا۔ میں نے کئی مرتبہ آپ کو یہ کہتے سنا کہ نمازِ تہجد کی تلقین مولانا عبدالستار صاحب نے کی۔

شیلانگ اسلامک مشن کے بانی

چنانچہ ۱۹۲۸ء کے قریب آپ کو شیلانگ میں اسلامک مشن کھولنے کے لئے بھیج دیا گیا۔ ایک دو سال مشن کو کھلے ہو چکے تھے اور مشن کامیابی سے اپنی بنیادوں پر قائم ہو رہا تھا کہ انجمن کے حالات نے زیادہ دیر تک اسے کھلا رکھنے کی اجازت نہ دی۔ لیکن اس قلیل عرصہ میں بھی مولانا صاحب کی متاثر کرنے والی شخصیت اور صدق و اخلاص نے وہاں کے بعض مقامی اشخاص کو گرویدہ کر لیا ہوا تھا اور اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ اگرچہ انجمن نے وہاں مشن بند کر دیا لیکن مقامی لوگوں نے اسے سنبھال لیا بعد میں اسی مشن میں ڈاکٹر عبدالوہاب صاحب نے کام کیا جو ۱۹۲۴ء کے قریب لاہور انجمن کے جلسہ سالانہ میں بھی شریک ہوئے تھے اب یہ مشن ڈاکٹر خادم رحمانی نوری صاحب چلا رہے ہیں۔ گویا وہ بیج جو مولانا صاحب نے اپنے مخلص ہاتھوں سے آسام میں بویا تھا وہ آج تک اپنے پھل لا رہا ہے۔

مسجد ووکنگ کے امام

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم نے بھی مولانا صاحب کو احمدیہ بلڈنگس میں تعلیم حاصل کرتے ہوئے دیکھا تھا اور آپ کی مردم شناس نظر نے فوراً تاڑ لیا ہوا تھا کہ مولانا صاحب کی طبیعت و مزاج تبلیغ اسلام کے مقصد عالی کے عین موزوں و مناسب واقع ہوئی ہے اس لئے خواجہ صاحب مرحوم نے مولانا صاحب کو اپنے پاس پھر احمدیہ بلڈنگس لاہور میں بلا لیا اور کچھ عرصہ اپنے پاس زیر تعلیم و تربیت رکھ کر ۱۹۳۰ء میں ووکنگ میں بھیج دیا۔ مولانا صاحب کا یہ پہلی مرتبہ بیرونِ ملک جانے کا موقع تھا دو سال کے قریب وہاں کام کیا۔ لیکن مولانا صاحب کی صحت نے وہاں زیادہ عرصہ ٹھہرنے کی اجازت نہ دی...... ۱۹۳۴ء میں پھر مشن کے حالات متقاضی ہوئے کہ کوئی صاحب یہاں سے جا کر کام سنبھالیں تو پھر مولانا صاحب کا انتخاب ہوا۔ اب آپ کی صحت اچھی ہو گئی تھی۔ اور آپ نے اس خوش اسلوبی سے مشن کے کام کو نبھایا کہ تھوڑے عرصہ میں نمایاں کامیابی کے آثار دکھائی دینے لگے اس مرتبہ پانچ سال تک آپ نے ووکنگ میں قیام کیا۔

انگریزوں میں آپ کا اثر و اقتدار

انگلینڈ میں آپ کی تبلیغ اسلام کی کامیابی کا اندازہ اس ایک واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ کے ۱۹۳۹ء میں وہاں سے چلے آنے کے مدتوں بعد تک اکثر انگریز مرد و عورتیں یہ دریافت کرتے رہے کہ مسٹر ڈین (مراد مولانا آفتاب الدین) آجکل کہاں ہیں۔ دوسری مرتبہ آپ کا انگلینڈ جانا آپ کے اہل و عیال سمیت تھا......

دوسری مرتبہ جانے کے بعد مولانا صاحب ۱۹۳۹ء میں ووکنگ سے واپس ہوئے اور اس کے بعد پھر وہاں جانا نہ ہو سکا۔ مگر بعد بھی غیر ملک و غیر قوم کے دلوں میں آپ کی گہری محبت زندہ ہی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا صاحب کا صدق و اخلاص کس طرح دلوں میں گھر کر گیا تھا۔ ۱۹۳۹ء سے آخر دم تک مولانا صاحب بطور سکریٹری مسلم مشن ووکنگ کام کرتے رہے اور اس کے ساتھ پاکستان بننے کے بعد آخر دم تک اخبار لائٹ کی ایڈیٹری کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔

خدا سے عہد نبھانا

یہ تو مختصر سا خاکہ آپ کی زندگی کا ہے مجھے آپ سے ۱۹۳۳ء میں تعارف کا شرف حاصل ہوا جب آپ ووکنگ سے پہلی بار واپس آئے میں اس وقت نیا نیا میڈیکل سروس میں کیمیکل ایگزامینر کے محکمہ میں لگا تھا۔ یہ تعارف جلد ہی دوستی اور پھر گہری محبت میں تبدیل ہو گیا یہاں تک کہ ہمارے مابین تیسری ہستی حائل نہ تھی چنانچہ آپ کی وفات کی خبر معلوم کر کے پہلی بات جو میں نے اپنی بیوی سے کہی وہ یہ تھی کہ آج میرا دلی دوست اٹھ گیا اور جب میں تعزیت کے لئے مولانا صاحب کی بیگم کے پاس گیا تو انہوں نے بھی مجھے یہ کہا کہ مولانا صاحب اکثر کہا کرتے تھے کہ میرا ایک ہی دلی دوست ہے۔ اس وجہ سے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مولانا صاحب سے ایسے گہرے دیرینہ تعلقات کے باعث میں ان کے دلی جذبات اور باطنی محرکات سے بخوبی واقف ہوں۔ خدا تعالے پر محکم ایمان اور اس سے عہد نبھانے کا زبردست عزم جو مولانا صاحب کے دل میں موجزن تھا اس کا اندازہ اس امر سے کسی قدر ہو سکے گا کہ پانچ چھ سال ہوئے مجھ سے کہنے لگے کہ آپ سے ایک مشورہ لینا ہے۔ کہ مجھے مرکزی وزارت پاکستان میں آٹھ سو ماہوار کی آسامی پیش کی جا رہی ہے

آپ کی کیا رائے ہے۔ میں انجمن اور مولانا صاحب کے حالات سے بخوبی آگاہ تھا اور جانتا تھا کہ اکثر آپ کا گذارا نہایت درجہ کفایت شعاری کے طریقوں سے ہوتا تھا۔ میں نے کہا اگر آپ مرکزی وزارت میں چلے جائیں تو وہاں بھی اسلام کی خدمت کے بہت سے مواقع نکل سکتے ہیں مولانا صاحب یہ سن کر خاموش ہو گئے چند روز بعد میں نے دریافت کیا کہ آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ تو کہنے لگے کہ خدا سے جو عہد لگایا ہے اُسے ہر حال میں نبھانے کو ترجیح دیتا ہوں۔ بظاہر شاید یہ معمولی سا واقعہ دکھائی دے لیکن اگر غور کیا جائے تو اس کے نیچے مولانا صاحب کا اصل کیرکٹر نظر آجاتا ہے۔ آج جبکہ ہر طرف مادیت کا طوفان زوروں پر ہے ایک طرف مولانا صاحب کی اعلےٰ درجہ کی مفکرانہ قابلیت اور انگریزی وادبی صلاحیت کو دیکھا جائے اور دُوسری طرف انجمن کے حالات اور آپ کی نسبتاً عسرت کی زندگی کو مدنظر رکھا جائے تو آپ کا حضرت بانئے سلسلہ سے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کو اس طرح عملی رنگ میں قائم رکھنا نہایت اعلےٰ درجہ کے ایمان باللہ و بلند پایہ سیرت کو نمایاں کرتا ہے۔

عظیم الشان استقلال و عزم

یہ تو بلا شبہ صحیح ہے کہ حضرت اقدس کے انفاسِ قدسیہ سے ہزاروں اصحاب نے دنیا پرستی کو ترک کر کے دین کی راہ میں ہر طرح مصائب برداشت کیں۔ لیکن اپنی جماعت کا وہ طبقہ جسے براہِ راست حضرتِ اقدس کی فیضِ صحبت سے حصہ نہیں ملا کس مقام پر ہے۔ انجمن کے کئی کارکن جب انہیں دُوسری جگہ کچھ زیادہ مفاد نظر آیا باہر چلے گئے کئی ہمیشہ شاکی رہے بعض اپنے دوسرے ساتھی کارکنوں سے رقابت کا جذبہ پالتے رہے غرضیکہ زندگی کے اس خار دار میدان میں اس دُوسری نسل کے اندر مجھے بہت کم اشخاص اس مقام پر نظر آئے جس پر حضرت صاحب نے اپنے زیر اثر لوگوں کو کھڑا کر دیا تھا۔ مولانا صاحب کے بارہ میں بلا مبالغہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ زندگی کے عمل میں واقعی خُدا سے عہد نبھانے کے معاملہ میں مَیں نے آپ سے بڑھ کر کوئی دوسرا انسان نہیں دیکھا اور اکثرا دنےٰ ادنےٰ باتوں پر لوگوں کے قدم ڈگمگاتے ہوئے دیکھے۔ مولانا صاحب کو اکثر مرتبہ نہ ان کے حسب قابلیت و منشاء کام دیا گیا نہ معاوضہ۔ لیکن میں نے کبھی اُن کے منہ سے شکایت نہ سنی۔ نہ کسی کارکن سے رقیبانہ جذبات کا انہیں شکار پایا۔ زیادہ قابل و لائق ہونے کے باوجود کمتر معاوضہ اور غیر معروف عہدہ کو قبول کرتے رہے اور اُف تک کبھی نہ کی۔

خدا تعالےٰ سے اصلی اور سچّا تعلق اور نفسانی جذبات پر غلبہ

ماموروں کے زیر تربیت اصحاب کا کثیر حصہ واقعی خُدائی جلوہ کو دیکھ کر اپنی نفسانیت کو کچل دیتا ہے۔ اگرچہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ مامور وفات کے بعد بعض ان میں سے بھی اس بلندی سے گر گئے لیکن نئی نسل میں ایسا خارق عادت ایمان اور نفسانی جذبات پر خدائی تعلق سے موت وارد کرنے کا نمونہ شاذ ہی کسی جگہ دیکھنے میں آتا ہے۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ مولانا صاحب نے سچی اسلامی تہذیب کو اختیار کر رکھا تھا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خودی کے جذبات اور جوشوں پر خُدائی ذکر اور تعلق باللہ کے ٹھنڈے پانی کو ڈالا جائے۔ مجھ سے مولانا صاحب اکثر یہ فرمایا کرتے کہ حقیقتاً نقص یہ ہے کہ دینی تہذیب وتعدیل کی مشق نہیں کرائی جاتی۔ اس لئے ہمارے کاموں میں وہ برکت وکامیابی نہیں جو ہونی چاہیئے۔ مطلب یہ تھا کہ دجالی تہذیب کی بنا تو جذبات خودی کی نشوونما اور تحریک پر ہے مگر دینی تہذیب کی بنیادیں خُدا سے تعلق۔ اس کے احکام کی اطاعت اور ان کے برخلاف نفسانی خواہشات کو دبا دینے میں ہے۔ لیکن اس اصل مقصد کی جانب کہیں توجہ نظر نہیں آتی۔

اور آج یہی مذاہب کی ناکامی کا سب سے بڑا باعث ہے۔ جس شخص نے کبھی مولانا صاحب کے لیکچروں اور لائٹ میں آپ کے مقالوں کو پڑھا ہے وہ یہ جانتا ہے کہ آپ کی جدوجہد کا مرکزی و محوری نقطہ یہی تھا کہ خدا تعالےٰ سے سچا اور زندہ تعلق پیدا کر کے روحانیت میں ترقی کی جائے۔ جہاں اکثر لوگوں کو دنیوی مفاد سے ٹھوکر لگتی ہے وہاں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کئی اہل علم و اہل قلم حضرات کو غلطی لگ جاتی ہے کہ وہ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ دین کی کامیابی کا اصل راز صرف اعلےٰ درجہ کے علم کلام اور تصنیف میں مرکوز ہے۔ اس لئے ان کی توجہ کا سارا مرکز و محور علم ہی ہو جاتا ہے۔ خصوصاً آجکل کے زمانہ میں جو سائنس کا دور دورہ ہے اس غلطی کے لگ جانے کا بہت بڑا اندیشہ لاحق ہے۔ مولانا آفتاب الدین صاحب ایک بلند پایہ مفکر اور انگریزی ادب کے اعلےٰ درجہ کے اہل قلم انسان تھے لیکن باوجود ایسی صلاحیتوں کے مالک ہونے کے دین کی کامیابی کی اصل بنا ان صلاحیتوں اور علم کو نہ سمجھتے تھے۔

یہ ایک ایسی نمایاں خصوصیت مولانا صاحب کی ہے کہ اگر میں یہ کہہ دوں کہ نئی نسل میں آپ کی ذات مجھے منفرد اور اکیلی نظر آتی ہے تو اس بات میں قطعاً کوئی مبالغہ نہ ہوگا اور یہی وہ کامیابی کا گُر ہے جو حضرتِ اقدس نے اپنی جماعت کو بتایا تھا۔ فرمایا کہ دلائل و براہان کی فتح حقیقی فتح نہیں بلکہ اصل فتح باخدا و متقی جماعت بنانے میں ہی مضمر ہے۔

سوشل و اخلاقی ذوقِ طبع :-

ایک اور بات جو اہل قلم مفکر حضرات کی خصوصیت بن جایا کرتی ہے۔ یہ ہے کہ انسانوں سے تعلقات نبھانے کی طرف ان کی توجہ نہیں رہتی۔ حالانکہ دین کا اصل مقصد اگر ایک طرف خدا تعالےٰ سے سچا تعلق اور اپنے نفسانی جذبات پر موت وارد کرنا ہے تو دُوسری طرف مخلوقِ خُدا سے صحیح تعلقات استوار کرنا ہوا کرتا ہے۔ جیسے کہ قرآن کریم میں اکثر مقامات پر یہ ذکر آیا ہے مثلاً بلیٰ من اسلم وجھہ للہ وھو محسن اور حدیث میں اسے التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علیٰ خلق اللہ کے جملہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مگر مولانا صاحب کی یہ نمایاں خصوصیت تھی کہ جہاں کسی دوست کی تکلیف کا حال سُنا وہاں سب سے پہلے انہیں موجود پایا گیا۔ تعجب ہوا کرتا تھا کہ ایک طرف علمی و دفتری کام دُوسری طرف سوشل تعلقات میں پیش پیش رہنا باوجودیکہ اپنی جسمانی صحت و طاقت ہمیشہ کمزور رہتی تھی کس طرح اتنے کام کر سکتے تھے۔ انسانوں سے اعلےٰ تعلقات استوار کرنے کا طبعی ذوق اس قدر غالب تھا کہ ایک ہومیو پیتھک ڈسپنسری کھول رکھی تھی تاکہ غرباء و دکھی طبقہ کی خدمت ہو سکے اور ان سے راہ و رسم بھی ہو۔ دفتری فرائض کے علاوہ انجمن و دیگر حضرات کے کام بھی اپنے ذمہ لے رکھے تھے۔ مثلاً صحیح بخاری کا انگریزی ترجمہ کا کام حضرت مولانا صدرالدین صاحب امیر قوم کی کتاب "غلبۂ قرآن" کے انگریزی ترجمہ کا کام۔ اب کوئی غور کیجئے کسی انسان کا اتنے کاموں کو سنبھالنا جبکہ اس کی اپنی صحت ابتداء سے کمزور چلی آرہی ہو اور جب کہ ان کاموں کے عوض کسی مفاد کا خیال تک نہ ہو کیونکر ممکن ہے؟

دین سے سچّی محبّت و عشق

وفات کی خبر سن کر جب میں کراچی سے آیا اور دو ایک روز کے لئے مولانا صاحب کے گھر ٹھہرا ہوا تھا تو اُن کے ایک ملنے والے نے بتایا کہ آپ کی صحت ایک دو سال سے زیادہ کمزور ہو رہی ہے اور بعض وقت کمزوری کا دورہ غالب آجاتا تو گھر آکر لیٹ جاتے۔ ایسی ہی کسی کمزوری کی حالت میں ایک یورپین شخص آگیا جسے اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا شوق تھا مولانا صاحب اسی

کمزوری کی حالت میں ڈیڑھ گھنٹہ تک اس سے مفصل گفتگو فرماتے رہے گویا تبلیغ حق کی خاطر سب کمزوری رفع ہو گئی۔ اس واقعہ سے معلوم ہو گیا کہ دائمی مریض و کمزور ہونے کے باوجود مولانا صاحب جو اس قدر کام انجام دیتے تھے تو اس کا تمام تر باعث دین سے محبت و عشق ہی تھا۔ یہی وہ جوشِ محبت تھا جس سے آپ باطنی طاقت حاصل کرتے تھے۔ یہی آپ کی اندرونی قوت کا راز تھا۔ اور یہی تمام محرکات کا باعث اگر کسی شخص نے خدا کے تعلق سے پیدا شدہ قوت کو دیکھنا ہو تو اس کا نظارہ مولانا صاحب کی زندگی پیش کرتی ہے۔ میرا یقین ہے کہ اگر مولانا صاحب کو ایمان باللہ کا یہ لا تک یعنی نسخۂ قوت نصیب نہ ہوا ہوتا تو اس قدر کام انجام دے سکنے تو کجا نہ ہی اس قدر عرصہ تک آپ زندہ رہتے کیونکہ پیدائشی طور پر آپ کے قویٰ کمزور تھے اہلِ علم کا ایک کثیر گروہ محض خشک منطق کا قائل اور مسائل و معتقدات کی چھان بین میں لگا رہتا ہے۔ زندگی کے اصل محرکات سے وہ بے خبر ہوتا ہے۔ زندگی کے اصل محرکات انسان کے جذبات ہیں نہ کہ علم و عقل۔ مولانا آفتاب الدین صاحب کی فطرت کو عالی جذبات سے وافر حصہ ملا تھا۔

عقل و عشق کا صحیح امتزاج

خدا تعالیٰ کی ہستی اس کے آخری رسول محمد رسول اللہ صلعم اور دینِ اسلام سے سچا عشق رکھنے کے علاوہ آپ کے دل میں حضرت اقدس اور دیگر بزرگانِ سلسلہ سے بھی سچی اور گہری عقیدت تھی۔ اس شدید محبت کی وجہ سے بعض لوگ ان کا رجحان قادیانیت کی طرف سمجھنے لگے مگر یہ ان کی غلطی تھی مولانا صاحب احمدیت کے سچے عاشق بھی تھے اور صحیح علم و فکر ہونے کے ساتھ قادیانی معتقدات کے شدید مخالف بھی جس پر آپ کے وہ مقالات شاہد ہیں جو لائٹ میں احمدیت کے متعلق انہوں نے لکھے ....

بانئ سلسلہ سے گہری محبت و عقیدت

جماعت اور اس کے مقدس بانی سے آپ کو والہانہ عشق تھا یہی وجہ ہے کہ آپ نے مستقل طور پر عزیز و اقارب سے الگ ہو کر غیر وطن اور قوم میں ڈیرے ڈال رکھے تھے جس مکان میں آپ رہائش پذیر تھے اسی کے ایک حصہ میں حضرت اقدس کا وصال ہوا تھا۔ آپ کا بھی وصال اسی مکان میں ہوا۔ آپ کے دل میں اس کوچہ کی محبت تھی جہاں آپ کے محبوب کا انتقال ہوا۔ تمام تکالیف کو آپ نے برداشت کیا مگر دیارِ محبوب سے جانا کبھی پسند نہ کیا۔ جب ۱۹۴۴ء میں اخبار "ینگ اسلام"، نکلا تو آپ کو بڑی خوشی ہوئی کیونکہ یہ خالصتہً بانئ سلسلہ اور خصوصیاتِ سلسلہ کی اشاعت کے لئے مختص تھا۔ اور آپ نے ہمیشہ اپنے بلند پایہ مقالات و خیالات سے اس اخبار کو زینت بخشی۔ اگرچہ آپ ووکنگ مشن میں بطور سیکرٹری کام کرتے تھے جس کی پبلک پالیسی یہ ہے کہ غیر فرقی خطوط پر اسلام کی اشاعت ہو مگر آپ نے اس ٹھیٹھ احمدیہ کی پالیسی کے اخبار کو ہمیشہ قلمی معاونت بخشی کسی تحریک سے وفاشعاری ایک بڑا قیمتی جوہر ہے۔ اور یہ خوبی کبھی پیدا نہیں ہو سکتی جب تک گہرے جذبات عقیدت سے وابستگی نہ ہو محض علمی رنگ میں یا عقلی طور پر ...... کسی چیز کا قائل ہو جانا دائمی وابستگی پیدا نہیں کر سکتے یہ ہمیشگی کا تعلق یہ خادمانہ وفاشعاری یہ ہر حالت میں اس کا ہی ہو رہنا ایسی بنیادی خصوصیات ہیں جو تحریکوں کو دائمی زندگی بخشنے کا موجب ہوتی ہیں

ایک مبلغ کی جملہ خوبیاں اور اخلاق

بنیادی طور پر جن صفات کے باعث کوئی شخص صحیح معنوں میں مبلغ اسلام ہونے کا حقدار کہلا سکتا ہے وہ تمام مولانا صاحب میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ ایمان اور تعلق باللہ نفسانیت کو مٹانے کے لئے جد و جہد، مخلوقِ خدا سے محبت و ہمدردی اور احسان کا مادہ۔ سوشل میلان طبع علمی۔ ادبی۔ فکری صلاحیتوں میں اعلیٰ درجہ کا پایہ۔ مزید برآں تحریکِ احمدیت اور اس کے بانی سے سچی محبت و عشق اور ہر حالت میں اس سے وفا کیشی۔ یہ تمام خوبیاں بیک وقت کسی ایک انسان میں جمع ہو جانا شاذونادر بات ہے آپ کی زندگی سے متعلق بہت سے واقعات بیان کئے جا سکتے ہیں۔

قرآنی تعلیم کی حتمی صداقت کا ثبوت

قرآنِ کریم کا ارشاد کہ ومن اسلم وجهه لله وهو محسن فقد استمسك بالعروة الوثقىٰ (جو شخص کامل طور پر اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دیتا ہے اور مخلوق پر احسان کرتا ہے تو یقیناً اس نے ایک نہایت مضبوط جائے گرفت پر پنجہ مارا)

کس قدر صادق مولانا صاحب کے وجود میں کس طرح ثابت ہوا۔ مولانا صاحب نے اپنے تمام وجود اور طاقتوں کو خدا کے سپرد کر دیا اور مخلوق پر احسان و شفقت کا وطیرہ اختیار کیا تو کیا ان دونوں امور کا نتیجہ وہی نہیں نکلا جس کا ذکر یا وعدہ خدا نے یہاں کیا ہے یعنی ایک مضبوط جائے گرفت کو پنجہ مارنا۔ مولانا صاحب کی زندگی ہمیں بتلا رہی ہے کہ باوجود جسمانی طور پر کمزور خلقت ہونے کے آپ نے کس قدر دینی خدمت کا کام سنبھال رکھا تھا۔ پھر آپ کی عمر بھی جو پچپن برس کے قریب ہوئی یہی بتلا رہی ہے کہ آپ کا ایسی کمزوری اعصاب و کمزوری معدہ کے باوجود اس عمر تک پہنچ جانا ایمان اور تعلق باللہ ہی کا نتیجہ تھا۔ اگر یہ تعلق کی مضبوطی نہ ہوتی تو دنیاوی ہموم و غموم میں کوئی غرق شدہ انسان کب کا چل بسا ہوتا۔ یہ کام اور یہ عمر ایسے نحیف الخلقت جسم کو خدائی تعلق و طاقت سے ہی نصیب ہوئے۔

باقیات الصالحات

مگر سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کا فضل اس کے ساتھ سچے تعلق کے عوض مولانا صاحب کو یہ ملا کہ آپ کے بعد آپ کی اولاد ضائع نہ ہوئی۔ یہ بات بھی خود مولانا صاحب کے حقیقی و سچے ایمان دار ہونے پر دال ہے۔ ماسٹر اصغر علی صاحب نے ہی مجھے بتایا کہ ووکنگ میں انہوں نے آپ کے صاحبزادے اقبال احمد کے نام ایک خط پڑھا جو ان کے والد یعنی مولانا صاحب نے لکھا جس سے دین کی محبت اور الفت ٹپکتی تھی ......

اپنی زندگی میں خداداد [illegible] سے کما حقہٗ کام لینا ودیعت شدہ جسمانی قویٰ کو پورے عرصہ تک استعمال کرتے چلے جانا اور ان کی طاقت کی کامل حد تک عمر پانا یہ سب انفعال مولانا صاحب کو محض ایمان باللہ سے ملے تھے۔ جس مضبوطی کے ساتھ آپ نے ایمان و احسان کو پکڑے رکھا خدا تعالیٰ نے اسی قدر دانی سے آپ کی زندگی کو مفید و اعلیٰ بنا دیا پھر وفات کے بعد بھی خدا نے آپ کے اہل و عیال کو اپنی برکات سے بہرہ ور کیا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت بکار ہے جو اس قرآنی صداقت پر پیش کیا جا سکے۔ کہ کامل مومن و محسن ایسی جائے گرفت کو پکڑ لیتا ہے جو نہایت مضبوط و محکم ہے جس کے نہ ٹوٹنے کا خطرہ ہے نہ اس میں نقصان کا اندیشہ ہے۔ اگر قرآنی اصول پر مولانا صاحب کی زندگی گواہ ہے۔ تو آپ کی وفات بھی اس پر شاہد ہے تجربے بڑا اور کون سا ثبوت چاہیئے یقیناً قرآن کی صداقتیں زندگی کے حقائق ہیں۔ لیکن یہ انسان کے ایمان کی کمزوری ہے کہ کامل طور پر ان پر عمل پیرا نہیں ہوتا۔ اور توقع یہ رکھتا ہے کہ ادھورے

رنگ میں ان کو مان کر او رناقص طور پر ان پر عمل پیرا ہو کردہ نتائج دیکھ لے جو صرف کامل ایمان سے پیدا ہوتے ہیں کسی نے سچ کہا ہے :-

کسب کمال کُن کہ عزیز جہاں شوی

جب تک کمال حاصل نہیں ہو جاتا تب تک نتائج کی توقع عبث اور لاحاصل ہے مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی زندگی نے تبلیغ اسلام کے کسب میں واقعی کمال حاصل کر لیا تھا جس نے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت پایا۔

چنانچہ مولانا صاحب کی وفات پر کون سا ان کا واقف تھا جس کی آنکھوں سے آنسو نہ بہہ نکلے آخر مولانا صاحب کی ذات سے یہ گہری عقیدت لوگوں کو کیوں ہو گئی آپ کی یہاں پرنشہ داری تھی نہ ہم وطنیت۔ جو کچھ تھا دینی خدمت اور خلقِ خدا کی بھلائی کا جذبہ تھا پھر کیا انہی میں کمال حاصل کرنے کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں آپ کے لئے گہری محبت و عزت گھر نہیں کر گئی لیکن اگر آپ نے تبلیغ کو محض روزی کمانے کا ذریعہ بنایا ہوتا اور سچے ایمان و احسان کے جوہروں سے مزین نہ ہوتے تو کیا کبھی یہ بات ممکن تھی کہ آپ کے لئے اس قدر گہری عقیدت پیدا ہو سکتی۔

مولانا صاحب کی وفات نے کیا سبق دیے گئے۔

خدا تعالیٰ کے قوانین ابد سے وہی ہیں اور ابد تک وہی رہیں گے لیکن اس زمانہ میں ایمان کا فقدان ہے اور تشکک و خشک عقلیت کا زور ہے۔ جس کی وجہ سے کامل الایمان اصحاب بہت شاذ و نادر ملتے ہیں مگر جہاں کہیں بھی ایمان و عمل کا کامل نمونہ آج بھی پایا گیا ہے قلوب میں اس کے لئے عزت و عقیدت پیدا ہو گئی ہے۔

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی وفات ایسی نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے وہ تو اپنا کام بہ احسن وجوہ اور بخیر و خوبی انجام دے کر اپنے مولا سے جا ملے جس طرح اُن کی زندگی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے اسی طرح ان کی موت بھی ہمارے لئے ہدایت کا کام دے سکتی ہے:۔ (از تذکرہ انصار احمدیہ)

—— *** ——

رپورٹ محمود الرحمٰن صاحب پشاور

تقریب یومِ وصال درجامع احمدیہ پشاور

مؤرخہ ۲۸ مئی بروز جمعۃ المبارک بعد از نمازِ جمعہ جلسہ یومِ وصال حضرتِ اقدس زیرِ صدارت جناب کیپٹن عبدالواحد خاں صاحب مسجد احمدیہ پشاور میں منعقد ہوا۔ تقریب میں احباب جماعت سفید ڈھیری، احباب شیخ محمدی نے شمولیت کی۔ جلسہ کا آغاز مولوی عبدالرحمٰن صاحب کی تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔

اس کے بعد منظوم کلام عنایت الرحمٰن صاحب شیخ محمدی نے پڑھا۔ ملفوظات حضرت اقدس جناب اختر علی صاحب سفید ڈھیری نے سنائے۔ جناب میاں عبدالرشید خاں صاحب نے ایک پُرمغز اور مبسوط تقریر کی جس کا عنوان تھا "احمدیت سے ہمیں کیا حاصل ہوا"۔ جناب میاں صاحب موصوف کی تقریر خاصی طویل اور معلومات افزا تھی۔ احباب نے بڑے انہماک سے سنی۔

اس کے بعد عبدالوحید صاحب نے حضرتِ اقدس کے کریمانہ اخلاق پر تقریر کی جبکہ ناصر احمد صاحب ابن عطاء الرحمٰن مرحوم شیخ محمدی نے علم کلام حضرت اقدس پر حاضرین سے خطاب کیا۔

شیخ طارق محمود صاحب نے ضرورتِ امام پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

صاحبِ صدر نے ناصر احمد صاحب کی تقریر کے اختتام پر پروگرام میں تھوڑی سی ترمیم کر کے شیخ طارق محمود کی تقریر سے پہلے عبداللہ جان صاحب کو دعوت دی کیوں کہ ناصر احمد صاحب اور عبداللہ جان صاحب کی تقاریر کے موضوع علم کلام حضرتِ اقدس سے متعلق تھے تاکہ سامعین اس موضوع کو اچھی طرح ذہن نشین کر سکیں۔ عبداللہ جان صاحب نے حضرت مجدد صد چہاردہم کے کلام پر سیر حاصل بحث کی۔

سب سے آخر میں جناب کیپٹن عبدالواحد خاں صاحب نے اپنے صدارتی خطاب میں بڑی تفصیل کے ساتھ اس زمانہ کے دیگر متکلمین اور حضرت اقدس کے علم کلام کا موازنہ کیا۔ اور ثابت کیا کہ حضرتِ اقدس کا ہی پیدا کردہ علم کلام کامیاب اور مقبول ہوا۔ اختتام جلسہ پر دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ ہماری دینی اور دنیوی مشکلات کو آسان فرما دے اور وہ مشن جو حضرتِ اقدس نے ہمارے سپرد کیا تھا اس میں ہمیں کامیاب فرمائے۔ (یعنی اشاعتِ قرآن) جلسہ کے اختتام پر احباب کی تواضع چائے و بسکٹ وغیرہ سے کی گئی۔

—— *** ——

یاد رفتگاں کا سلسلہ ہم نے ماہ اپریل ۸۲ء سے دوبارہ شروع کیا ہے تاکہ حضرتِ اقدس مجدد صد چہاردہم کے سچے پیروکاروں کے حالاتِ زندگی اور ان کی قربانیوں اور ان کے کارہائے نمایاں سے اپنے نوجوانوں کو روشناس کرایا جا سکے ہے ہمارے نوجوان ان کی عملی زندگی کے نور سے روشنی حاصل کریں گے۔ (ادارہ)

سالانہ تربیتی کلاس

سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فیصلہ فرمایا ہے کہ امسال یہ تربیتی کلاس ۲۱ جولائی تا ۱۳ اگست ۱۹۸۲ء کو دارالسلام میں منعقد ہو گی۔

مفصل اعلان آئندہ اشاعت میں دیا جائے گا۔

(ادارہ)

باہتمام ریاض حسین الحدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور — شمارہ ۲۳

مخدوم محمد اسلم صاحب 18
15 فضل الٰہی سٹریٹ
ڈاکخانہ اچھرہ لاہور 16

جلد:- ۶۹ * یوم چہارشنبہ ۲۳ - شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ - بمطابق ۱۶ جون ۱۹۸۲ء * شمارہ ۲۴

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

قرآنِ پاک کی بے نظیری اسکے منجانب اللہ ہونے پر شاہد ہے

آسمانی نور نے دنیا میں آکر صرف یہی کام نہیں کیا کہ ایسے معارف حقہ ضروریہ پیش کئے جن کا صفحہ زمین پر نشان باقی نہیں رہا تھا بلکہ اپنے رُوحانی خاصہ کے زور سے ان جواہر حق اور حکمت کو بہت سے سینوں میں بھر دیا اور بہت سے لوگوں کو اپنے دلربا چہروں کی طرف کھینچ لایا اور اپنی قوی تاثیر سے بہتوں کو علم اور عمل کے اعلےٰ مقام تک پہنچایا۔ اب یہ دونوں قسم کی خوبیاں کہ جو سورۃ فاتحہ اور تمام قرآن شریف میں پائی جاتی ہیں۔ کلامِ الٰہی کی بے نظیری ثابت کرنے کے لئے روشن دلائل ہیں۔ ان خوبیوں کی عظمت اور شوکت اور بے نظیری اس وقت کھلتی ہے جب انسان سب کو من حیث الاجتماع اپنے خیال میں لاوے اور اس اجتماعی ہیئت پر غور اور تدبّر سے نظر ڈالے۔

اول اس بات کے تصوّر کرنے سے کہ ایک کلام کی عبارت ایسے اعلےٰ درجہ کی فصیح اور بلیغ اور ملائم اور شیریں اور سلیس اور خوش طرز اور رنگین ہو کہ اگر کوئی انسان کوئی ایسی عبارت اپنی طرف سے بنانا چاہے کہ جو تمام دکمال انہی معانی پر مشتمل ہو کہ جو اس بلیغ کلام میں پائی جاتی ہیں تو ہرگز ممکن نہ ہو کہ وہ انسانی عبارت اس پایۂ بلاغت و رنگینی کو پہنچ سکے۔ پھر ساتھ ہی یہ دوسرا تصوّر کرنے سے کہ اس عبارت کا مضمون ایسے حقائق و دقائق پر مشتمل ہو کہ فی الحقیقت اعلےٰ درجہ کی صداقتیں ہوں اور کوئی فقرہ اور کوئی لفظ اور کوئی حرف ایسا نہ ہو کہ جو حکیمانہ بیان پر مبنی نہ ہو۔ پھر ساتھ ہی یہ تیسرا تصور کرنے سے کہ وہ صداقتیں ایسی ہوں کہ موجودہ حالت زمانہ کو ان کی نہایت ضرورت ہو۔ پھر ساتھ ہی یہ چوتھا تصور کرنے سے کہ وہ صداقتیں ایسی بے مثل و مانند ہوں کہ کسی حکیم یا فیلسوف کا پتہ نہ چل سکتا ہو کہ ان صداقتوں کو اپنی نظر اور فکر سے دریافت کرنے والا ہو چکا ہو، پھر ساتھ ہی پانچواں یہ تصوّر کرنے سے کہ جس زمانہ میں وہ صداقتیں ظاہر ہوئی ہوں ایک تازہ نعمت کی طرح ظاہر ...... ہوئی ہوں۔ اور اس زمانہ کے لوگ اس کے ظہور سے پہلے اس راہ راست سے بکلی بے خبر ہوں اور پھر ساتھ ہی چھٹا یہ تصور کرنے سے کہ اس کلام میں ایک آسمانی برکت بھی ثابت ہو کہ جو اس کی متابعت سے طالب حق کو خداوند کریم کے ساتھ ایک سچا پیوند اور ایک حقیقی انس پیدا ہو جائے اور وہ انوار اس میں چمکنے لگیں کہ جو مردانِ خدا میں چمکنے چاہئیں۔ یہ کل مجموعی ایک ایسی حالت میں معلوم ہوتا ہے کہ عقل سلیم بلا توقف و تردّد حکم دیتی ہے کہ بشری کلام کا ان تمام مراتب کاملہ پر مشتمل ہونا ممتنع اور محال اور خارق عادت ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۳۴۹)

"وہ خدا جو آنکھوں سے پوشیدہ مگر سب چیزوں سے زیادہ چمک رہا ہے جسکے جلال سے فرشتے بھی ڈرتے ہیں۔ وہ شوخی اور چالاکی کو پسند نہیں کرتا۔ اور ڈرنے والوں پر رحم کرتا ہے سو اس سے ڈرو اور ہر ایک بات سمجھ کر کہو۔ تم اسکی جماعت ہو جس کو اُس نے نیکی کا نمونہ دکھانے کیلئے چنا ہے۔ سو جو شخص بدی کو نہیں چھوڑتا اور اس کے لب جھوٹ سے اور اسکا دِل ناپاک خیالات سے پرہیز نہیں کرتا وہ اس جماعت سے کاٹا جائے گا۔ اے خدا کے بندو! دلوں کو صاف کرو۔ اور اپنے اندرونوں کو دھو ڈالو ...... اپنی ذریت کو ہلاکت سے بچاؤ۔ کبھی ممکن ہی نہیں کہ خدا تم سے راضی ہو۔ حالانکہ تمہارے دِل میں اس سے زیادہ اور عزیز بھی ہے۔ اس کی راہ میں فدا ہو جاؤ۔ اس کے لئے محو ہو جاؤ۔ اور ہمہ تن اس کے ہو جاؤ۔ اگر چاہتے ہو کہ اس دنیا میں خدا کو دیکھ لو۔"

(رازِ حقیقت)

خدا کے آخری پیام نسخۂ شفا قرآن کریم کو دنیا کے ہر انسان تک پہنچاؤ

آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح نسلِ انسانی تباہی و بربادی کی طرف دوڑی جا رہی ہے اور قریب ہے کہ یہ لوگ آگ کے گڑھے میں گر کر بھسم ہو جائیں ...... وہ نسخۂ شفا جس سے نسلِ انسانی بچ سکتی ہے وہی ہے جس نے ایک دفعہ پہلے تباہ ہوتی ہوئی نسلِ انسانی کو بچایا یا یہ خدا کا آخری کلام ہے۔ یہ قرآن ہے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے مگر ہم اس نسخہ شفاء کو دنیا میں نہیں پہنچا رہے۔ اس کے پہنچانے کے لئے ایک پاک نفس جماعت کی ضرورت ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کام کی بنیاد اپنے ایک مامور کے ہاتھ سے رکھوائی اور اس کو چودھویں صدی کے سر پر مجدّد بنا کر بھیجا کیونکہ نفوس کو پاک وہی کر سکتا ہے۔ جس کو خدا نے اپنے ہاتھ سے پاک کیا ہو۔

اس کے پاس بیٹھنے والے جانتے ہیں کہ اس کے دل میں قرآن اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کس قدر عشق تھا۔ اس عشق کی آگ اس کے سینے میں ایسی مشتعل تھی کہ جو اس کے پاس جا کر بیٹھا اس کے سینے میں بھی ایک چنگاری اسی آگ کی پڑ گئی اور ہزار ہا بلکہ لاکھوں سینے روشن ہو گئے اور آج وہ چنگاری کچھ مدھم نظر آ رہی ہے۔ اپنے اپنے سینوں کو ٹٹولو کیا تمہارے دلوں میں وہ امام زمان کی ڈالی ہوئی چنگاری کی گرمی موجود ہے۔ اگر ہے تو وہ حرکت کیوں نہیں؟ جو امام زمانہ کے پاس بیٹھنے والوں میں نظر آتی تھی۔ تمہارا قدم دیوانہ وار آگے کیوں نہیں بڑھ رہا۔ تم ہی وہ لوگ تھے جو اس عشق سے بے تاب ہو کر لوگوں کے دروازوں پر پھرتے تھے۔ اور ان کو اس نیک کام میں شامل ہونے کی دعوت دیتے تھے۔ آپ بھی ثواب حاصل کرتے تھے اور دوسروں کو بھی ثواب میں شامل کرتے تھے آج تم میں وہ لوگ کیوں کم ہو گئے ؟ تم ہی وہ لوگ تھے کہ دینی خدمات کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیتے تھے اور تم دیوانہ وار ملکوں میں نکل گئے کہ خدا اور رسولؐ کا نام اور خدا کا پاک کلام دنیا کو پہنچا دیں تم نے کفرستانوں میں مسجدیں بنا دیں اور اللہ اکبر کی آوازیں بلند کر دیں۔ تمہارے مسلمان بھائی تمہیں گالیاں دیتے رہے مگر خدا کی راہ میں تمہارا جنون بڑھتا ہی چلا گیا۔ ہاں تم میں ہی وہ لوگ تھے جو اپنے دنیا کے کام کرتے ہوئے بھی دینی کاموں کو اسی طرح سرانجام دیتے تھے کہ زندگی وقف کرنیوالوں سے بڑھ کر ان کا کام ہوتا تھا۔ آج وہ بہت کم نظر آتے ہیں تم ہی مالدار اور غرباء تھے کہ جب کوئی ضرورت پیش آتی تھی تو مالدار غرباء سے اور غرباء مالداروں سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ اگر آج کوئی مالی تکلیف پیش آتی ہے تو تم قربانیاں کرنے کی بجائے یا خدا کی راہ میں جہاد کرنے کی بجائے گھر بیٹھے یہ مشورے کرتے ہو کہ فلاں مشن بند کر دو۔ قرآن کریم کی اشاعت کو بند کر دو۔ تو تم اب آگے بڑھنے کی بجائے اپنے قدم پیچھے ہٹانے کو تیار ہو گئے۔ خدا کے بندوں کی یہ حالت نہیں ہونی چاہیئے۔ ان کا قدم آگے بڑھنا ہے وہ مشکلات کے وقت قدم آگے ہی بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ (اقتباس تقریر مولانا محمد علیؒ جلسہ سالانہ ۱۹۵۰ء)

رپورٹ :- مرزا ٹیپو سلطان بیگ

اجتماع یوم وصال حضرت مجدد صد چہاردہم

بمقام فیصل آباد

فیصل آباد میں حضرت اقدس کا یوم وصال ۲۸ مئی کو بعد از نماز جمعہ مسجد احمدیہ فیکٹری ایریا فیصل آباد میں منایا گیا۔ ہماری درخواست پر مرکز سے بھی چند احباب جلسہ میں شمولیت کیلئے تشریف لائے جس کی وجہ سے ہم مرکز کے اور ان آنیوالے دوستوں کے ممنون ہیں جلسہ کی کارروائی بعد از نماز جمعہ شروع ہوئی۔ صدارت میاں مسعود احمد صاحب نے فرمائی۔ تلاوت قرآن مجید ہمارے عزیز بھائی یاسمین صاحب جو کہ انڈونیشیا سے دین کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں نے کی۔ آپ نے نہایت ہی خوش الحانی سے قرآن مجید کی تلاوت فرمائی۔ زاں بعد چند بچوں نے اپنے معصوم و خوبصورت انداز میں نعتیہ نظمیں پڑھیں۔ محترم چوہدری محمد حیات صاحب آف لاہور نے اپنے پرسوز انداز میں حضرت اقدس کا منظوم کلام سنایا۔ زاں بعد خاکسار مرزا ٹیپو سلطان بیگ نے "احمدیت اور ہمارے فرائض" کے عنوان سے حاضرین کے سامنے حالات حاضرہ اور ہمارے فرائض پر روشنی ڈالی۔ محترم مولانا محمد علی صاحب نے دوستوں کو اپنے عہد کی طرف توجہ دلائی۔ کہ ہم نے کس طرح دین کو دنیا پر مقدم رکھنا ہے۔ خدا تعالیٰ کے مامور علم لے کر تشریف لاتے ہیں اور ساتھ ہی ان کا سارا زور عمل پر ہوتا ہے علم ذہن کو جلا بخشتا ہے لیکن عمل اس کو صیقل کرتا اور کندن بناتا ہے۔ قوموں کی تاریخ یہی بتاتی ہے کہ جن قوموں نے علم و عمل دونوں کو یکساں مدنظر رکھا وہ کامیاب ہو گئے اور جنہوں نے کسی ایک پہلو میں کمزوری دکھائی وہ پیچھے رہ گئے۔

ہماری اس نشست کے خصوصی مقرر محترم مرزا احمد لطیف صاحب مبلغ تھے جو اس جلسہ میں شمولیت کیلئے مرکز سے تشریف لائے تھے انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں "حضرت اقدس کی سیرت اور کارناموں" پر روشنی ڈالی انہوں نے اپنی تقریر میں مندرجہ ذیل پہلوؤں کی طرف سامعین کی توجہ دلائی۔

(۱) الہٰی سنت اللہ ہے کہ کس طرح انسانوں کی روحانی رہنمائی کے لئے وہ مامور بھیجتا رہا ہے۔ اور اب سے کی سنت کس طرح دنیا میں جاری و ساری ہے۔ (۲) قرآن مجید کی ہدایات کہ کس طرح بنی نوع انسان کی روحانی تربیت کیلئے مامور دنیا میں تشریف لاتے رہے ہیں۔ (۳) حضرت مجدد صد چہاردہم کے بارے میں اخبار (۴) حضرت اقدس کی سیرت کے حالات (۵) آپ کی آمد سے قبل زمانہ کی حالت بالخصوص مسلمانوں کی مذہبی، دینی، سیاسی اور علمی حالات کیا تھے؟ (۶) آپ نے کس طرح دنیا میں تشریف لا کر انقلاب پیدا کیا؟ (۷) آپ کی خدمات دینیہ اور دوسرے دیندار مسلمانوں کا خراج عقیدت۔ آخر میں محترم صدر جلسہ میاں مسعود احمد صاحب نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ اور آپ نے پُر زور الفاظ میں تحریک کی کہ ایسے اجلاس ضرور مہینہ میں ایک مرتبہ ضرور منعقد کئے جانے چاہئیں تاکہ مل بیٹھنے سے ہمارا زنگ دور ہو اور نئی نسل اپنے روحانی ورثہ سے آگاہ ہوتی رہے۔

دعا کے ساتھ یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ زاں بعد حاضرین کی خدمت میں مقامی جماعت کی طرف سے عصرانہ پیش کیا گیا۔ اس جلسہ کو کامیاب بنانے میں محترم مولوی نور محمد صاحب لوکل مبلغ نے معہ اپنے معاونین کے بڑی خاص محنت سے کام کیا ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء

تقریر جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب بتقریب یوم وصال

منعقدہ مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۸۲ء بروز جمعہ جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

تشہد و تعوذ کے بعد فرمایا:۔

یہ جماعت اشاعت قرآن حکیم اور تبلیغ دین کے لئے کھڑی ہوئی ہے۔ اور مسلمانوں کے اندر اخوت محبت اور یک جہتی کے جذبات حسنہ پیدا کرنے کے لئے اپنی تمام قوتوں سے پوری کوشش کر رہی ہے اس مجلس میں حضرت اقدس مرزا صاحبؒ کی زندگی کی مساعی اور ان کی انقلاب آفریں کوشش جو انہوں نے اس مقصد کے حصول کے لئے کی ہیں۔ ان کو اگر میں بیان کروں تو وہ اس وجہ سے شاید قابل توجہ نہ ہوں کہ میں تو اُن کا ایک معتقد ہوں لیکن اگر وہ لوگ ان مساعی کا اعتراف کریں جن کا جماعت سے کوئی تعلق نہیں تو یہ بات زیادہ واضح ہوگی۔ اور مؤثر بھی۔ میرے ہاتھ میں یہ ایک کتاب ہے یعنی "شہادتِ حقہ" جس میں غیر از جماعت علماء ادباء، مفکرین اور دانشوروں کی حضرت مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق آراء درج ہیں اُن کے کچھ اقتباسات آپ کے گوش گذار کروں گا۔ جن سے اس بات پر روشنی پڑتی ہے کہ حضرت اقدس مرزا صاحب دین کے ایک فتح نصیب جرنیل تھے۔ ان کا دل اس یقین سے لبریز تھا جس کی صداقت قرآن پاک اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کی شہادت موجود ہے۔ اور ساتھ ہی حضرت صاحب کو خدا کی طرف سے الہام کی بھی تقویت حاصل تھی۔ اقتباسات ذیل حضرت اقدس کی ذات اور شخصیت اور عمل کو واضح کرتے ہیں۔

(۱) شمس العلماء مولانا سید میر حسن صاحب جو علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کے استاد نامدار تھے حضرت اقدس کی وفات پر اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔ "افسوس ہم نے ان کی قدر نہ کی میں ان کے کمالات روحانی کو بیان نہیں کر سکتا۔ ان کی زندگی معمولی انسانوں کی زندگی نہ تھی بلکہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو خدا تعالےٰ کے خاص بندے ہوتے ہیں اور دنیا میں کبھی کبھی آتے ہیں"۔ (الحکم، اپریل ۱۹۳۴ء)

یاد رہے کہ جن دنوں حضرتِ اقدس مرزا صاحب سیالکوٹ میں قیام پذیر تھے مولانا صاحب موصوف کو بھی حضرت اقدس سے اکثر ملاقات کا موقع ملتا تھا۔ مولوی صاحب نے اسی زمانہ میں آپ کو بڑے قریب سے مطالعہ کیا اور دیکھا وہ سر سید کی تحریک کے دلدادہ تھے لیکن ان کے دل پر مرزا صاحب کی بزرگی، تقدس اور تقوٰی کا غیر معمولی اثر تھا اور وہ آپ کی بے حد عزت کرتے تھے"۔ مندرجہ بالا اقتباس اسی حقیقت کا ترجمان ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی شخصیت محتاج تعارف نہیں وہ آسمان علم و ادب کے درخشندہ ستارے ہی نہیں تھے بلکہ سیاسیات اور مذہبیات میں بھی شہرہ آفاق تھے وہ حضرت اقدس کے انتقال پر یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ (یہ نازش فرزندانِ تاریخ)

"وہ شخص بہت بڑا شخص۔ جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان بنا رہا جو شورِ قیامت ہو کر خفتگانِ ہستی کو بیدار کرتا رہا ..... ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھاتے ہیں"۔

ایک انقلاب آفریں کام

آیئے غور کریں کہ حضرتِ اقدس مرزا صاحب نے کون سا انقلاب پیدا کیا۔ اس کے لئے ہمیں چودہویں صدی ہجری اور پندرہویں صدی ہجری کے واقعات و حالات کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ چودہویں صدی میں مسلمانوں پر دیگر مذاہب کی یلغار تھی، عیسائی مسلمانوں کو عیسائیت کی غلامی کا جوا پہنانا چاہتے تھے اور دوسری طرف آریہ سماجی مسلمانوں کی "شدھی" کرنے کے لئے پر تول رہے تھے۔ مسلمان ہر طرف سے لرزاں اور ترساں تھے۔ ان کی مذہبی۔ اقتصادی حالت تباہ تھی وہ خود طرح طرح کے توہمات میں مبتلا تھے اور اسلام کو اپنے لئے باعثِ ندامت تصور کرتے تھے۔ کتنے لوگ تھے جو مذاہب باطلہ کی گود میں گر کر ایمان کی دولت سے محروم ہو چکے تھے۔ ایسے موقع پر آپ یعنی حضرتِ اقدس مرزا صاحب تشریف لائے اور عیسائیت کو للکارا۔ آریہ دھرم کو پچھاڑا غرضیکہ تمام مذاہب باطلہ کی دھجیاں بکھیر دیں اور مغلوب مسلمان غالب ہو گئے۔ اور اسلام کے مخالفین پناہ گاہیں تلاش کرنے لگے۔ نہ صرف مذہبی رنگ میں مسلمانوں کو غلبہ ملا بلکہ دنیا کے اندر اقتدار سے محروم مسلمان سلطنتوں کے مالک بن گئے۔ اور یوں دینی اور دنیاوی رنگ میں مسلمانوں کے اندر ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ حضرتِ اقدس نے یہ انقلاب دلوں کے اندر پیدا کیا۔ کیونکہ ان کا منصب دلوں میں انقلاب پیدا کرنا تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

ملک سے مجھ کو نہیں مطلب نہ جنگوں سے ہے کام ۔۔۔ کام میرا ہے دلوں کا فتح کرنا نے دیار

لوگ اس قدر مایوس تھے اور کہتے تھے کہ اب دینِ اسلام کے غلبہ کے لئے انقلاب لانا ممکن نہیں ہے۔ یہ چودہویں صدی کے حالات تھے۔ لیکن اب پندرہویں صدی مسلم اور غیر مسلم سب کی زبان پر یہی ہے کہ اب مسلمان خوابِ غفلت سے بیدار ہو چکے ہیں۔ پہلے مسلمان اپنے دین کے غلبہ سے مایوس تھے اور اب وہ پُرامید ہیں۔ کہ ان کو غلبہ اور برتری ضرور حاصل ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کا قیام بھی اسی نظریہ کی بنا پر وجود میں آیا جو جماعتِ احمدیہ لاہور نے حضرت اقدس کی متابعت میں پیش کیا (۱) ہر کلمہ گو مسلمان ہے خواہ وہ کسی بھی جماعت یا فرقے سے تعلق رکھتا ہو۔ نیز اس یقین کی وجہ سے جو جماعت نے پیدا کیا کہ (۲) "اسلام تمام نظریہ ہائے حیات پر غالب ہے"۔ انہیں دو نظریوں سے متاثر ہو کر مسلمان لیڈروں نے مطالبہ کیا کہ (۳) مسلمان ایک الگ قوم ہے جس کو اسلام پر عمل پیرا ہونے کے لئے الگ وطن کی ضرورت ہے"۔

جائے غور ہے کہ دینِ اسلام کے غلبہ کا یہ پختہ یقین کہاں سے پیدا ہوا ؟ یہ بات ضرور کسی نے مسلمانوں کے قلوب میں ڈالی گئی ہوگی ورنہ کہاں مایوسی کے عالم میں ہاتھ پیر پھولے ہوئے تھے اور کہاں یہ عالم کہ دین کے غلبہ کے تصورات نے مسلمانوں کے قلوب پر غلبہ پا لیا۔ علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال نے اپنے اشعار میں اسی محرک کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ؎

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا ۔۔۔ سنا ہے میں نے قدسیوں سے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا۔

وہ قدوسی کون تھے جنہوں نے یہ بات بتائی یقیناً یہی حضرت اقدس مرزا صاحب اور آپ کے ساتھی تھے جنہوں نے غلبۂ اسلام کی تحدی کے ساتھ خوشخبری دی اور فرمایا کہ "بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد۔"

تبلیغ بذریعہ تصاویر

میں تجویز کرتا ہوں کہ ایسے مواقع پر یعنی جب ہم حضرت صاحب کا یوم وصال منا رہے ہوں یا ایسی کسی اور تقریب کے موقع پر یہاں ان بزرگان سلسلہ کی بڑی بڑی قد آدم تصاویر بھی آویزاں کریں جیسے ان کے اقوال کے کتبے یہاں لگے ہوئے ہیں تاکہ ہمیں ان کی تصاویر سے ان کی زندگیوں کے کارنامے ذہنوں میں یاد تازہ ہو جائے۔ بلکہ ہمیں اُن کی زندگی پر فلم بنانی چاہیئے اور اُن کے نظریات کا پرچار تصویری رنگ میں کرنا چاہیئے۔ بزرگان سلسلہ میں بانیان احمدیہ انجمن لاہور کے فوٹو لگائے جانے چاہئیں مثلاً حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحبؒ، حضرت سید ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحبؒ، حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحبؒ، حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحبؒ، حضرت مولانا صدر الدین صاحبؒ یہ چیزیں بڑی مؤثر IMPRESSIVE ہوتی ہیں اور یہ باتیں بھی بجائے خود انقلاب انگیز ہوتی ہیں۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا لٹریچر آج تمام دنیا میں مقبول ہے جس سے انقلاب آیا ہے۔ اور برابر انقلاب آرہا ہے۔ یہ ہمارے لٹریچر کا اثر و نفوذ ہے۔ کہ جو پادری کبھی اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو حلقہ بگوش عیسائیت بنانے ہندوستان آتے تھے جیسے کہ پادری لیفرائے صاحب وہ اسلام پر فتح حاصل کرنے آتے تھے لیکن آج اسقدر وہ احمدیہ لٹریچر سے مغلوب ہو چکے ہیں کہ اب انگلستان کے پادری خود دیکھ چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عیسائی معتقدات غلط ہیں۔ چنانچہ ایک کتاب سات پادریوں نے مل کر تصنیف کی ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے ہم اپنے معتقدات کی صرف روحانی رنگ میں تاویل کر سکتے ہیں مگر ظاہری رنگ میں یہ عقائد غلط ہیں اور یہ کہ مسیح فوت ہو چکے ہیں اور کشمیر کے اندر دفن ہیں۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے معتقدات قبول عام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کل کے اخبار ۲۷-۵-۸۲ "PAKISTAN TIMES" میں سر سید مرحوم کے کارناموں کا ذکر تھا کہ انہوں نے مغربی علوم کی تحصیل کی طرف توجہ دلائی تو مسلمان اس قابل ہوئے کہ وہ سرکار دربار میں عہدہ اور مناصب حاصل کر سکیں۔ ایک دفعہ مولانا شبلی سے مفتی محمد صادق صاحب کی گفتگو ہوئی تو مولانا شبلی نے کہا کہ علی گڑھ نے خالص انگریزی تہذیب کے حامل پیدا کئے۔ جن کے دلوں میں خدا پر یقین پیدا نہ ہوا۔ اور ہم نے ندوۃ العلماء قائم کیا مگر طلباء میں روشن ضمیری نہ پیدا کر سکے لیکن مرزا صاحب کا کمال ہے کہ انہوں نے انگریزی دانوں کو یا نوجوانوں میں روحانیت پیدا کی جنہوں نے مغرب میں دین حقہ کو غالب کر دکھایا۔ اور ان کو فاتح مغرب بنا دیا۔ یہ محض اس لئے ہوا کہ حضرت اقدس مرزا صاحب خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ اور انقلاب پیدا کرنے آئے تھے۔ اور غلبہ دین کا مشن پورا کر کے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ خدا اُن پر ہزار، ہزار رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

———— ٭٭٭ ————

تقریر زاھد جنجوعہ

آپ نے سورۃ جمعہ کی آیات کی تلاوت کے بعد بتایا کہ اس یوم وصال کی تقریب کی نسبت سے میری تقریر کا موضوع حضرت اقدس مرزا صاحب کا منصب اور مشن ہے۔ ان تلاوت کردہ آیات مبارکہ سے اس بات کی تفہیم ہوتی ہے کہ ہمارے حضرت اقدس کو ادیان عالم کے مقابلہ میں اسلام کو سچا ثابت کرنے کا کام سونپا گیا تھا۔

محترم سامعین! ہمارے حضرت اقدس مرزا صاحب نے اس حقیقت کو آشکار فرمایا کہ اسلام میں دوسرے ادیان کے بالمقابل ایک ایسی امتیازی خصوصیت ہے جو دوسرے کسی مذہب میں پائی نہیں جاتی۔ وہ یہ کہ اسلام میں ہمیشہ ضرورت کے وقت ایسے لوگوں کا ظہور ہوتا رہا ہے جو شرف مکالمہ الہیہ سے مشرف تھے اور اللہ تعالیٰ سے نفس مزکی پاکر دنیا کی اصلاح کرتے رہے۔ ایسے حضرات یوں تو مختلف اوقات میں ہمیشہ سے اسلام میں پیدا ہوتے رہے مگر ہر صدی کے آغاز میں ان کا ظاہر ہونا ضروری ٹھہرایا گیا۔ چنانچہ مخبر صادق حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ یعنی "اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر صدی کے سر پر ایک ایسے شخص کو مبعوث فرمائیں گے جو اُن کی اصلاح کیا کرے گا۔"

چنانچہ یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہے کہ الٰہی وعدہ کے مطابق تمام صدیوں کے سر پر ایسے لوگ ظاہر ہوتے رہے جن کے ذریعے سے قرآن شریف کی اصل تعلیم اور اسلام کی حقیقی رُوح کا احیاء ہوتا رہا۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے زندہ کلام قرآن حکیم کی مدد سے مسلمانوں کے اندر علمی اور روحانی اصلاح فرماتے رہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور سید احمد بریلویؒ وغیرہم نے اپنے اپنے وقت میں اللہ تعالیٰ سے ہدایت حاصل کر کے لوگوں کی اصلاح فرمائی۔ اور اپنے اپنے وقت پر ان کی غلطیوں کو صاف کیا۔ ایسا فرد کو دینی اصطلاح میں مجدد کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی اسی گروہ کے ایک فرد ہیں۔ آپ نے حدیث مجدد کی بنا پر اللہ تعالیٰ سے علم پاکر مجدد ہونے کا دعویٰ فرمایا۔ آپ کے دعوے پر عجیب بات یہ ہے کہ گو پہلی صدیوں میں ایک ہی وقت میں ایک سے زائد مجدد ہوتے رہے لیکن چودھویں صدی کے سر پر ساری دنیا میں سوائے ہمارے حضرت اقدس کے اور کسی شخص نے بھی مجددیت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور ہماری آنکھوں کے سامنے کی تاریخ بھی کسی مجدد کا نشان نہیں دکھیتی۔

پیارے شبان! جس وقت حضرت صاحب نے اپنا دعویٰ لوگوں کے سامنے رکھا اس وقت ہمارے معاشرے میں بے شمار بگاڑ اور خرابیاں موجود تھیں اور وقت کی پکار تھی کہ کوئی ان کو دور کرنے کے لئے سامنے آئے۔ ایسے میں ہمارے حضرت فرماتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت ۔۔۔ میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

اسوقت یورپ کی مادی تہذیب اور تعلیم کے زیر اثر مسلم معاشرہ میں خرابیاں ظاہر ہوئیں۔ سب سے خوفناک فساد مذہب کی طرف سے بے رغبتی اور لاپرواہی کی شکل میں ظاہر ہوا۔ مذہب کی اصل بنیاد کو ہی متزلزل کر دیا اور مغربی تعلیم کے زیر اثر بڑی بڑی مسلمان ہستیوں کی اولادیں بھی مذہب کی ضرورت سے انکار کرنے لگیں۔

سامعین کرام! ایسے وقت میں حضرت اقدس مرزا صاحب نے اسلام کی حقانیت اور ضرورت ظاہر کرنے کے لئے نئے علم کلام کی بنیاد رکھی۔ اس سلسلہ کی "براہین احمدیہ" سب سے پہلی اور بنیادی کتاب ہے۔ ۔۔۔۔۔ جس نے اسلام کی حقانیت اور قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے پر کامل یقین پیدا کیا۔ جس سے نیک اور سعید طبائع تعلق باللہ کی طرف راغب ہوئیں۔۔۔ ہمارے حضرت

مرزا صاحب نے یہ ثابت کر دکھایا کہ مسلمانوں کا خدا گونگا نہیں بلکہ اس کی صفت تکلم دوسری صفات کی طرح کامل، دائم اور جاری وساری ہے۔ وہ جیسے پہلے کلام کرتا رہا ہے اب بھی اپنے پیاروں اور ولیوں کو ہمکلامی کا شرف بخشتا ہے۔ ہمارے حضرتِ اقدس کے منصب اور مشن کا اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے پیروکاروں میں ہستی باری تعالیٰ پر کامل یقین کے نتیجے میں دعا پر ایمان پیدا ہوا۔ آپ نے اپنی پُر زور تحریروں سے خدا تعالیٰ پر زندہ ایمان پیدا کر کے اور مسلمانوں کو دعا کرنا سکھلا کر واقعی اسلام کی روحانی قوت کا ایک زبردست ثبوت فراہم کیا۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ جو شخص جس قدر قبولیت دعا پر ایمان رکھتا ہوگا اسی قدر اس کا خدا تعالیٰ پر ایمان بھی مضبوط ہوگا۔ ہمارے حضرت اقدس کی
ہمارے حضرت اقدس نے اسلام کی حقیت کا معیار ثبوت قرآن مجید کی صحت کو جو کے
دلائل کے ساتھ قائم کرنا تھا۔ آپ نے ایک ایسا علم کلام پیدا کیا اور قرآن کے الہامی اور منجانب اللہ ہونے پر ایک ایسا معیار مقرر فرمایا کہ دوسری کوئی الہامی ہونے کی مدعی کتاب اس کا جواب نہیں لا سکتی۔ اور وہ یہ کہ دعویٰ اور دلیل الہامی کتاب ہی سے ہو۔

ہمارے حضرت اقدس کا پیدا کردہ لٹریچر کا جواب نہیں آپ نے اسلام کی ایسی عمدہ اور دلآویز تصویر دنیا کے سامنے پیش کی کہ چودہ سو سال میں ضرورتِ زمانہ کے مطابق اس کی نظیر نہیں ملتی۔ میں نے حضرتِ اقدس کے زمانے کے ایک بہت بڑے عالم اور اہل حدیث کے نامور وکیل مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا ریویو میرے سامنے ہے۔

"ہماری رائے میں یہ کتاب (براہینِ احمدیہ) اس زمانے میں اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔ اور آئندہ کی خبر نہیں۔ اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی، جانی، قلمی، لسانی اور حالی و قالی خدمات میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم دیکھی گئی ہے۔" (رسالہ اشاعت السنہ جلد ۶)

برصغیر کے مسلمان دانشوروں میں مولانا ابوالکلام آزاد ایک ممتاز سیاستدان، نامور ادیب، دانشور اور معتقد مذہبی راہنما تھے۔ حضرت اقدس کے انتقال کے باب میں جناب مولانا عبدالمجید سالک "یارانِ کہن" میں روایت کرتے ہیں کہ موصوف امرتسر سے لاہور تشریف لائے اور حضرت صاحب کے جنازے میں بٹالے تک ساتھ گئے۔ اور پھر اخبار وکیل میں جو شذرہ آپ کی قلم سے نکلا وہ آپ کی دیگر تحریرات کی مانند یادگار رہے گا۔ کیونکہ مولانا موصوف اپنے دور کے تمام انشا پردازوں میں ممتاز اور نمایاں تھے اس لئے حضرت سلطان القلم کے قلم اور علم کو داد دیتے ہوئے فرمایا۔

"وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان بنا رہا۔ جو شورِ قیامت بن کر خفتگانِ خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا خالی ہاتھ دنیا سے اُٹھ گیا۔ ....

ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہوا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے یہ نازش فرزندانِ تاریخ بہت کم منظر عام پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی اس رحلت نے ان کے بعض دعاوی اور معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ان تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا کہ ان کا ایک بہت بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ مخالفینِ اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ دراز تک پست و پامال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے۔"

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کے ان شاندار الفاظ سے بڑھ کر بھلا کون آپ کی خدمات دینی کا اعتراف
آپ نے فرمایا: "میرے آنے کی اصل غرض وغایت ایک اصلاح یافتہ اور تقویٰ شعار جماعت کا قیام ہے
اگر یہ غرض پوری نہ ہو تو میرا آنا عبث ہے۔" پھر حضرت اقدس نے ۱۹۰۴ء کے جلسہ سالانہ کی تقریر میں فرمایا:۔

"میں یہ باتیں بار بار اس لئے کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے جو اس جماعت کو بنانا چاہا ہے تو اس سے یہی غرض رکھی ہے کہ وہ حقیقی معرفت جو دنیا سے گم ہو چکی ہے اور وہ حقیقی تقویٰ و طہارت جو اس زمانہ میں نہیں پائی جاتی دوبارہ قائم کیا جائے۔ اب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ...... تقویٰ اور طہارت پھر قائم ہو اور اس کو اس نے اس جماعت کے ذریعہ چاہا ہے۔ پس فرض ہے کہ حقیقی اصلاح کی طرف تم توجہ کرو اور اسی طرح پر جس طرح پر آنحضرت صلعم نے اصلاح کا طریق بتایا ہے۔" (تقریر حضرت اقدس ۱۹۰۴ء)

سلسلہ بیعت

آپ نے اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے سلسلہ بیعت جاری فرمایا۔ حضرت صاحب کی نظر میں اس کی قدر و قیمت اور ضرورت و اہمیت کیا تھی۔ اس کے لئے آپ کی تقریر پیش کر کے اپنا مضمون ختم کروں گا۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔

"یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے۔ تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ برکت کلمۂ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں کام آ سکیں اور کاہل و بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں۔ اور نہ ان نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ و نااتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور اس کے خوبصورت چہرے کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے۔ اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ نشینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ خبر نہیں۔ اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں جو غریبوں کی پناہ ہو جائیں۔ یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں۔ اور اسلامی کاموں کو انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں۔ اور تمام تر کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان کی عام برکات پھیلیں اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگانِ خدا کا پاک چشمہ ہر ایک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر اور ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے۔" آمین۔

★ بہترین عمل بروقت نماز کا ادا کرنا ہے۔ (ترجمہ حدیث)

مرتبہ عبدالرؤف کھوکھر

صادقین کی معیّت بڑی برکات کا موجب ہے

خُداشناسی کا ایک اہم ذریعہ — اولیاء اللہ سے محبّت

کونوا مع الصادقین۔ یہ قرآن کریم کے الفاظ ہیں۔ آیت کے معانی پر غور کریں تو جینے کے اتنے قرینے ہاتھ آتے ہیں کہ ہم یقیناً کامیاب ہو سکتے ہیں۔ مذکورہ جملہ کے صرف تین الفاظ ہیں۔ کونوا ۔ مع ۔ الصادقین جس کے معانی ہیں کہ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ اس کا منشاء یہ ہے کہ ہم دن کا ایک حصہ خدا کے ساتھ گذاریں اس کی بہت سی شکلیں ہیں سب سے مؤثر شکل اس کی نماز ہے۔ جو معیت ۔ ی کا اہم ذریعہ ہے۔ نماز کی ادائیگی کے طریقہ کے متعلق حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ تو یوں سمجھو کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو فرمایا۔ یوں سمجھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اس سے نماز میں خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ اور اللہ پاک کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ نماز کے جملہ ارکان کو سنوار کر ادا کرنا چاہیئے۔ رمضان شریف کے روزے بھی معیت الٰہی کا ایک اہم وسیلہ ہیں۔ روزے رکھنے کا حکم ہے۔ اور اس سے خدا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جو انسان محض میری رضا اور تعمیل حکم میں روزہ رکھتا ہے اس کا اجر میرے ذمہ ہے۔ کیونکہ وہ محض میری خاطر دن بھر بھوکا پیاسا رہتا ہے۔

(۲) معیت الٰہی کا دوسرا ذریعہ قرآن کریم کا روزانہ پڑھنا ہے۔ قرآن کریم کا ایک ایک لفظ اللہ تعالےٰ کا ہے۔ جو ملاوٹ اور تحریف وزیادتی سے بالکل پاک ہے۔ یہ بسم اللہ کی با سے لے کر والناس کے س تک خدا کا کلام ہے۔ اور خدا خود اس کا محافظ ہے۔ فرماتا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔ اس کلام کو ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

تلاوت قرآن مجید پر مداومت اختیار کرنے سے معیت الٰہی میسر آتی ہے تلاوت کے متعلق حضور صلعم کا اپنا طریق کار یہ تھا کہ روزانہ اس کا ایک حصہ تلاوت فرماتے۔ ایک بار صحابہ کرامؓ حضور سے ملنے آئے۔ تو آپ اس وقت تلاوت میں مشغول تھے۔ فارغ ہو کر جب باہر تشریف لائے تو صحابہؓ سے معذرت کی اور دیر کی وجہ بھی بتائی۔ اس میں ہمارے لئے ایک عظیم سبق ہے۔ کہ آپ نے لیڈری اور پیغمبری کا گھمنڈ نہیں کیا بلکہ دیر کی وجہ بتانے کے ساتھ معذرت بھی کی۔

آج باقاعدگی سے قرآن کریم پڑھنے والے ہم میں کم ہیں۔ حضور صلعم تلاوت کے وقت قرآن کریم کھول کر حروف پر ساتھ ساتھ انگلی بھی رکھتے جاتے تھے۔ آنکھ کے دیکھنے، زبان کے پڑھنے اور حروف کو انگلی سے مس کرنے میں ایک خاص روحانی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ آجکل کے زمانہ میں شاید اس بلند روحانیت کا احساس نہ ہو سکے مگر اس کی صداقت پر لاکھوں صالحین کی گواہی موجود ہے مادی وجوہات سے بھی انسان میں تغیر آتا ہے۔ علامہ ابن قیم نے اپنے ذکر میں لکھا ہے کہ میں مکہ میں تھا اور بعض امراض کی مجبوریوں کے باعث پڑھ نہ سکتا تھا اس مشکل میں سورۃ فاتحہ کو پڑھ کر اپنے جسم پر پھونکتا تھا سو اللہ تعالےٰ نے فضل کر دیا اور شفا ہو گئی۔

حضرت حکیم الامت مولانا نورالدینؓ نے فرمایا ہے کہ میرے پاس بڑی بڑی پیچیدہ مرضوں کے مریض آتے تھے جن کے بارہ میں طب خاموش ہوتی تھی۔ ایسی مشکل حالت وکیفیت میں میں قرآن کریم کو کھول لیتا اور مشکل حل ہو جاتی۔ خیر یہ تو مادی فوائد کی بات تھی تلاوت قرآن کریم کی بے انتہا برکات ہیں۔ خود پڑھیئے۔ بچوں سے پڑھوایئے اور اس پر مداومت اختیار کیجیئے۔ کوشش کریں کہ تم میں سے ہر ایک شخص قرآن حکیم کے معانی ومطالب کو سمجھتا ہو۔ کونوا مع الصادقین کا یہ بھی ایک پہلو ہے۔ نماز فجر کے بعد تلاوت کا بڑا اجر ہے۔ نماز تہجّد بھی تنویر قلب کا یقینی اہم اور کارگر ذریعہ ہے۔ اس سے قلوب کو جِلا ملتی ہے۔ اسی طرح بعض دوستوں کو الہام وکشوف اور رویائے صادقہ بھی ہوتے ہیں۔ یہ قرب الٰہی کی علامت ضرور ہیں مگر عام شخص کو انہیں بیان نہیں کرنا چاہیئے۔ صحابہ کرامؓ قرب الٰہی میں ممتاز مقام رکھتے تھے مگر وہ اپنے کشوف ورویا عموماً نہیں بتاتے تھے۔ یہ انسان کی اپنی قلبی کیفیات ہیں صرف ماموراپنے الہامات کو ظاہر کرنے کے مکلف ہوتے ہیں دیگر لوگ نہیں۔

(۳) معیت کا تیسرا ذریعہ احادیث کا مطالعہ ہے۔ ہمیں اتنی عربی ضرور آنی چاہیئے کہ احادیث کو بغیر اعراب کے پڑھ اور سمجھ سکیں۔ حضرت اقدس اس بات کی شدید خواہش رکھتے تھے کہ ہر احمدی کو عربی آتی ہو۔ کیونکہ قرآن اور احادیث کا ذخیرہ عربی میں ہے اور عربی نہ جاننے کے باعث ان کے مطالعہ اور فہم میں دقّت پیش آتی ہے۔

(۴) چوتھا ذریعہ سیرت نبویؐ کا مطالعہ ہے۔ اس سے بھی قرب نبویؐ اور نتیجۃً قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ رسول اکرم صلعم نے فرمایا ہے علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ میری اُمت کے صالحین بنی اسرائیل کے انبیاء کی مثل ہیں۔ روحانی انسانوں کے منہ سے کئی دفعہ "منم محمد واحمد کہ مجتبےٰ باشد" کے الفاظ بھی نکلے ہیں۔ یہ فنا فی الرسول کا مقام ہے اور صاحب نظر لوگ اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے رسول کے متبع ہیں ویزکیھم انسانی نفوس کا تزکیہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے محمد صلعم کی برکت اور فیض سے حضرت مرزا صاحب کو مبعوث کیا جس کے ساتھ قلبی تعلق خدا تعالےٰ کے نزدیک کر دیتا ہے۔ اس کی کتب کا مطالعہ کرو۔ کہ وہ بھی دنیا کی محبت سرد کرتی اور اس طرح خدا کے قریب کرتی ہیں۔ جملہ اولیاء وصلحاء امت اور مجددین کرام کی کتب وسیر کا مطالعہ بھی انسان کو خدا کے نزدیک لے جاتا ہے ایک بڑے آدمی کے متعلق مشہور ہے کہ ان کا اکثر وقت کتب وسیرت نبوی وصحابہ کے مطالعہ میں صرف ہوتا تھا۔ ان کی بیوی نے اس پر احتجاج کیا کہ گھر کے لئے بھی کچھ وقت نکالا کریں۔ اس بزرگ نے اپنی بیوی کو جواب دیا کہ ایک طرف صحبت نبویؐ، صحابہ اور اولیاء کرام ہے اور دوسری جانب گھر کے جھمیلے ہیں۔ ان کی بیوی یہ سن کر خاموش ہو گئی۔ غرضیکہ صادقین کی معیت بڑی برکات کا موجب ہے۔ سائیکالوجی کا مسئلہ ہے کہ اگر ایک دہریہ سائینس پر بھی کتاب لکھ رہا ہو تو بھی اس کی دہریت کا اثر اس کی کتاب میں نمایاں ہوگا۔ اور اس کا پرتو اس کتاب کے مطالعہ کنندہ پر ضرور پڑے گا۔ لہٰذا ہمیں اپنی اولادوں کی فکر کرنی چاہیئے۔ اور انہیں دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی ضرور دینی چاہیئے۔

٭ ٭ ٭

مولانا مرتضیٰ خان حسن

تا فتاول بردیار تا زیان — تا، زیانش رالبود درمان گرے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی

جبریل کا ظہور اور منصب نبوت

حضورؐ اپنی عمر کی چالیس منزلیں طے کر چکے تھے کہ دفعتہً غار حرا میں جبرائیل امین ظاہر ہوئے اور بتایا کہ خالق ارض و سماء نے آپ کو منصب نبوت پر سرفراز فرمایا ہے۔ اس عظیم الشان منصب کی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے حضورؐ پر کپکپی طاری ہوگئی۔ گھر تشریف لائے اور اپنی زوجہ محترمہ سے فرمایا زملونی زملونی۔ مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ تھوڑی دیر کے بعد جب طبیعت میں کچھ سکون آیا تو حضورؐ نے سارا واقعہ بیان کیا۔ بی بی نے کہا اے ابوالقاسم کچھ فکر نہ کیجئے خدا تمہارے جیسے آدمی کو ضائع نہیں کرے گا۔ وہ تجھ سے بہترین سلوک کرے گا۔

آپؐ کے خصائل حضرت خدیجہ کی زبان سے

کیونکہ تو مہمانوں کی عزت کرتا ہے۔ تو صلہ رحمی کرتا ہے۔ تو بیوگان اور یتامیٰ کی خدمت کرتا ہے۔ تو مصیبت زدوں اور مظلوموں کے کام آتا ہے تو برائی کے بدلے میں بھلائی کرتا ہے۔ تو امین اور صادق ہے تو پاک زندگی بسر کرتا ہے اور ایک خدا کے سامنے جھکتا ہے۔ یہ بیوی کی شہادت ہے۔ بیوی سے بڑھ کر خاوند کے کیرکٹر کا کون زیادہ واقف ہو سکتا ہے۔ بیوی کی اس شہادت نے ثابت کر دیا کہ حضورؐ نہایت بلند اخلاق کے مالک ہیں۔ اور خواتین میں سے سب سے پہلے جو حضورؐ پر ایمان لائیں وہ حضورؐ کی بیوی ہی تھیں۔ اعزہ و اقرباء میں سے حضورؐ کے چچا زاد حضرت علیؓ اور احباب میں سے حضرت ابوبکرؓ جو آپ کے گہرے دوست تھے سب سے پہلے حضورؐ پر ایمان لائے۔ یہ وہ لوگ تھے جو حضورؐ کے حالات سے کماحقہ واقف تھے

سب سے پہلے ایمان لانے والے

اگر یہ لوگ آپؐ میں ذرہ بھر بھی دنیاداری دیکھ لیتے تو کبھی بھی آپؐ پر ایمان نہ لاتے۔ ان لوگوں کا ایمان لانا ہی حضورؐ کے اعلیٰ کیرکٹر اور حضورؐ کے دعوے کی صداقت کی ایک نہایت روشن دلیل ہے۔

قریبیوں کو دعوت حق

جب حضورؐ کو ارشاد ہوا کہ اپنے قریبیوں کو دعوت حق دیں تو حضورؐ نے قریش کے تمام قبائل کو کوہ صفا پر جمع کیا اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے آل غالب! تم مجھے صادق سمجھتے ہو یا کاذب ان سب نے متفق اللسان ہو کر کہا

کہا تیری ہر بات کا ہمیں یقین ہے کہ بچپن سے صادق ہے تو اور امین ہے یہ الگ بات ہے کہ وہ سب آپؐ پر ایمان نہیں لائے۔ یہ سارے اہل قریش کی شہادت ہے کہ حضورؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ اہل مکہ نے کبھی آپؐ پر کذب یا افترا کا الزام نہیں لگایا کیونکہ یہ دو برائیاں کبھی آپؐ میں پائی نہیں گئی تھیں۔ انہوں نے کہہ تو یہ کہا کہ نعوذ باللہ آپؐ کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ یا بعض کا یہ خیال تھا کہ آپؐ شاعر ہیں

عام انذار اور لوگوں کی مخالفت کا طوفان

جب خدا کی طرف سے یا ایھا المدثر قم فانذر۔ کا حکم ملا تو آپؐ نے تبلیغ کا کام لوگوں میں شروع کر دیا۔ ان پر مخالفت کا ایک طوفان بے تمیزی کھڑا ہو گیا۔ قریش نے حضورؐ کو ہر طرح سے ستانا شروع کر دیا۔ حضورؐ جس طرف تشریف لے جاتے شریر لوگ آپؐ کے پیچھے جاتے۔ دیوانہ دیوانہ پکارتے تالیاں بجاتے اور پھبتیاں اڑاتے۔ لیکن حضرت ان تمام ایذاؤں پر صبر کرتے اور اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے میں کوتاہی نہ فرماتے۔ حضورؐ کو تنگ کرنے کے نئے نئے طریقے ایجاد کئے جاتے۔ کبھی حضورؐ کے سر مبارک پر خاک پھینک دی جاتی۔ کبھی حضورؐ پر پتھر مارے جاتے کوئی تلوار لے کر چڑھ آتا۔ غرضیکہ جو کچھ کسی سے بن پڑتا کرتا۔ اور گاؤں کی عورتوں کے دل میں جو بغض تھا اس کا اظہار کرکٹ حضورؐ پر پھینک دیتیں۔ ابولہب کی بیوی ام جمیل حضورؐ کے خلاف پروپیگنڈا کرنے میں پیش پیش رہتی۔ وہ رات کے وقت حضورؐ کے رستے میں کانٹے بچھا دیتی جس سے حضورؐ کے پاؤں زخمی ہو جاتے۔ ایک دن ایک شخص عقبہ نامی نے حضورؐ کے گلے میں کپڑا ڈال کر اس قدر زور سے مروڑا کہ قریب تھا کہ حضورؐ کا دم نکل جاتا۔ اتنے میں آپؐ کے رفیق حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لے آئے۔ انہوں نے اس ظالم کے پنجے سے حضورؐ کو رہائی دلائی۔ ایک دن جبکہ حضورؐ حرم میں نماز ادا کر رہے تھے کسی ظالم نے حضورؐ پر اونٹ کی اوجھڑ ڈال دی جس کے نیچے آپ دب گئے۔

حضورؐ کا بے نظیر عزم و استقلال

غرضیکہ حضورؐ کے خلاف مخالفت کے تمام حربے استعمال کئے گئے لیکن ان باتوں سے حضورؐ کے عزم و استقلال میں ذرا فرق نہ آیا۔ اور آپؐ بدستور اعلائے کلمۃ اللہ میں مصروف رہے۔ کئی دفعہ حضورؐ کی جان لینے کی کوشش کی گئی، لیکن حضورؐ کے بے نظیر استقلال نے ہمیشہ ان دشمنوں کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ دشمنوں نے ساری طاقتیں حضورؐ کے خلاف استعمال کیں لیکن حضورؐ کے پائے استقامت میں ذرا لغزش واقع نہ ہوئی، اور آپؐ پہاڑ کی طرح مضبوط اپنی جگہ قائم رہے۔

صحابہؓ پر ظلم و ستم

جو بات حضورؐ کے لئے زیادہ تکلیف دہ تھی وہ حضورؐ کے صحابہ کی تکالیف تھیں۔ ان بیچاروں پر طرح طرح کے ظلم و ستم ڈھائے گئے۔ ان کو قید و بند کی مصائب میں ڈالا گیا۔ ان کا روٹی پانی بند کیا گیا۔ اور جب یہ لوگ بھوک کے مارے بے ہوش ہو جاتے تو ان کے سامنے بت پرستی یا موت دو ہی صورتیں پیش کی جاتیں۔ مگر یہ لوگ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے شاگرد تھے۔ قرآن نے ان کو عزم و استقلال کی صفات حمیدہ سے متصف کیا تھا۔

صبر و تحمل کی تلقین

ایک دفعہ صحابہ تنگ آکر مقابلہ کے لئے تیار ہو بیٹھے۔ حضورؐ نے ان کو قرآن مجید کی آیات سنا کر صبر و تحمل کی تلقین کی

فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل ولا تستعجل لھم کانھم یوم یرون ما یوعدون لم یلبثوا الا ساعۃ من نھار بلاغ فھل یھلک الا القوم الفاسقون۔

یعنی اے محمدؐ اولوالعزم انبیاء کی طرح صبر کرو اور ان کے لئے جلدی نہ کرو۔ جو وعدہ ہے یعنی عذاب کا ان کو گھڑی بھر کا ہے۔ فاسق لوگ ہی ہلاک کئے جائیں گے۔

نو مسلم غلاموں پر ظلم و ستم کی انتہا اور ان کا صبر و استقلال

ان غریب نو مسلموں میں سے بلالؓ۔ عمارؓ۔ یاسرؓ۔ صہیبؓ۔ عامرہ فہیرہ غلام ہونے کی وجہ سے مشرکوں کے قابو میں تھے۔ ان پر اس قدر ظلم روا رکھے جاتے کہ خدا کی پناہ۔ کبھی دوپہر کی جلتی ریت پر منہ کے بل ان کو لٹایا جاتا۔ کبھی ننگے بدن پر اس قدر کوڑے مارے جاتے کہ بچاروں کی کھال اکھڑ جاتی۔ کبھی آگ میں لوہے کو سرخ کر کے ان کا بدن داغا جاتا۔ کبھی اونٹ کی ٹانگ سے باندھ دیئے جاتے۔ کبھی چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھواں چھوڑا جاتا۔ کبھی پکڑ کر مار مار کر ادھ موا کر دیا جاتا۔ کبھی دو اونٹوں کے ساتھ ساتھ کھڑا کر کے غریب مسلمانوں کو ان پر سوار کر کے اس کی ایک ٹانگ ایک اونٹ سے اور دوسری دوسرے اونٹ سے باندھ دی جاتی اور دونوں اونٹوں کو علیحدہ علیحدہ سمتوں میں دوڑا دیا جاتا۔ چنانچہ بے بیچارے عمارؓ اور یاسرؓ تو اسی عذاب سے شہید ہو گئے۔ لیکن اللہ رے عقیدت رسول اللہ صلعم کے صحابہ کا عزم و استقلال سب قسم کی مصیبتیں جھیلیں۔ ہر قسم کا دکھ اٹھایا مگر اپنے آقا کا دامن نہ چھوڑا۔ ان کے اندر سے ہادی و مرشد کے عزم و استقلال کی روح کام کر رہی تھی۔ حضورؐ نے آخر ان حالات سے دوں کو ارشاد فرمایا کہ وہ ارض حجاز چھوڑ کر حبشہ ایک عیسائی بادشاہ کے ملک میں چلے جائیں۔

کفار کی طرف سے دنیوی نعماء کا لالچ

جب قریش نے دیکھا کہ حضرت محمد رسول اللہ

آپ کے مصائب پر ظلم و ستم کا کچھ اثر نہیں تو انہوں نے ایک اور ترکیب سوچی اور وہ یہ تھی کہ حضور کو دنیوی نعماء کا لالچ دیا جائے۔ اس غرض کے لئے مکہ کے رئیس عتبہ بن ربیعہ کو حضور کی خدمت میں بھیجا گیا۔ اس نے حضور کی خدمت میں عرض کیا:۔

"اے میرے بھائی کے بیٹے! تو اپنی صفات حسنہ کی وجہ سے مشہور و معروف ہے اور خاندان کے اعتبار سے بھی نہایت ممتاز ہے۔ لیکن تو نے ہم لوگوں میں جدائی ڈال رکھی ہے۔ اور مختلف خاندانوں میں تنازعات برپا کرا دیئے ہیں۔ تو علانیہ طور پر ہمارے معبودوں اور دیوتاؤں کی مذمت کرتا رہتا ہے۔ ہم تیرے سامنے ایک تجویز پیش کرتے ہیں اگر پسند آئے تو قبول کر لے۔"

حضور نے فرمایا "اے ابوالولید! جو کچھ کہنا ہے شوق سے کہو"

اس پر عتبہ نے کہا:۔

"اے محمد! اگر تجھے دولت کی خواہش ہے تو ہم تیرے لئے اس قدر دولت جمع کر سکتے ہیں کہ ہم میں سے کسی کے پاس نہ ہوگی۔ اگر تجھے عزت اور مرتبہ درکار ہے تو ہم تجھ کو اپنا سردار تسلیم کر لیں گے۔ اگر تو حکومت چاہتا ہے تو ہم تجھ کو اپنا بادشاہ بنانے کے لئے تیار ہیں اور کسی نے تجھ پر جادو کر دیا ہے تو ہم قابل اطبا کو بلا کر تیرا علاج کرا سکتے ہیں"

حضور صلعم نے نہایت متانت سے اس کا جواب دیا کہ سنو! :۔

حضور کا جواب } "جو کچھ میں کہتا ہوں وہ خدا کی وحی سے کہتا ہوں کہ تمہارا خدا ایک ہے قیامت برحق ہے۔ تم خدائے واحد پر ایمان لاؤ۔ جو لوگ خدا پر ایمان لائیں گے وہی بہترین لوگ ہیں۔ میرا کام و فرض یہی ہے کہ میں ایک خدا کی طرف تم کو بلاؤں۔ اور میں تم سے صرف یہی چاہتا ہوں نہ جاہ نہ منصب۔ اب چاہو تو تم میری بات مانو اور چاہو تو رد کر دو۔ جو لوگ مشرک ہیں خدا انہیں سزا دے گا اور جو ایمان لائیں گے وہ اعلیٰ سے اعلیٰ اجر پائیں گے۔"

یہ برجستہ جواب سن کر عتبہ اپنا سا منہ لے کر واپس چلا گیا۔ یہ امتحان تھا۔ اللہ تعالیٰ کی آزمائش بھی۔ اگر حضور نفس کے بندے ہوتے تو اپنی ہوا و ہوس پورا کرنے کا یہ بہترین موقعہ تھا۔ مگر حضور نے ان تمام چیزوں کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔

قریش کا وفد ابوطالب کے پاس } اس کے بعد قریش کی ایک کثیر جماعت جناب ابوطالب کے پاس گئی اور ان سے جا کر کہا کہ ہم آپ کا احترام کرتے ہیں لیکن بہرحال اس کی کوئی حد ہے۔ اب ہم میں آپ کے بھتیجے سے اپنے دیوتاؤں کی مذمت سننے کی تاب نہیں۔ آپ اس کی زبان بند کیجئے۔ ہاں اگر آپ کا بھتیجا دولت چاہتا ہے تو جس قدر دولت چاہے ہم دینے کے لئے تیار ہیں۔ اگر کسی حسین بیوی کی خواہش ہے تو اس کا بھی انتظام کیا جا سکتا ہے۔ مگر اس کو چاہیئے کہ ہمارے بتوں کے خلاف لب کشائی نہ کرے

ابوطالب کو حضور کا جواب اور آپ کے اخلاص کا اثر } ان الفاظ کا جناب ابوطالب پر بڑا اثر ہوا اور انہوں نے حضور کو بلوا بھیجا اور کہا کہ تبلیغ اسلام کا کام چھوڑ دو۔ ان الفاظ سے یہ ترشح ہوتا تھا کہ ابوطالب آئندہ آپ کی حمایت کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن حضور نے نہایت متانت سے جواب دیا:۔

"اے عم محترم! اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ پر سورج اور میرے بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں تو بھی میں اس کام سے رک نہیں سکتا جو خدا نے میرے سپرد کیا ہے۔"

جناب ابوطالب حضور کے اس جواب کو سن کر اور حضور کے اخلاص کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور آپ نے فرمایا:۔

"اے میرے پیارے بیٹے جو تو چاہتا ہے کر میں بہرحال تیرا حامی ہوں"۔

ابوطالب کا قصیدہ کفار کی انجمن میں } اس کے بعد ابوطالب نے قبائل کے تمام شرفاء کو حرم کعبہ میں بلا کر انجمن کی اور اس انجمن میں ۸۰ شعروں کا ایک فصیح و بلیغ قصیدہ حضور صلعم کی شان میں پڑھا۔ اس کے دو تین شعر ہم ذیل میں درج کرتے ہیں جن سے حضور کے اعلیٰ اخلاق پر نمایاں روشنی پڑتی ہے:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامی عصمة للارامل

وہ گورے چہرے والا جس کی طفیل ہم خدا سے بارش مانگتے ہیں یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کا محافظ

حلیم رشید عادل غیر طائش
یوالی الهاً لیس عنه بغافل

بردبار، دانشمند، عادل، نہ بھڑکنے والا۔ خدا کا دوست وہ اس سے ذرا بھی غفلت نہیں کرتا۔

فاصبح فینا احمد فی ارومة
تقصر عنها سورة المتطاول

احمد ہم میں سے ایک معزز خاندان میں قائم ہے۔ اور اس پر کوئی غلبہ نہیں پا سکتا۔

(خطبات نبوی مصنفہ مولانا محمد عبداللہ خان)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا مقاطعہ } اب اہل مکہ نے ایک اور حربہ استعمال کیا۔ ایک مجلس منعقد کر کے فیصلہ کیا کہ حضور کو مجبور کرنے کے لئے ان کے خاندان کا مکمل بائیکاٹ کر دیا جائے یعنی ان سے بات چیت۔ لین دین۔ شادی بیاہ۔ رسم و راہ۔ سلام پیام۔ غرضیکہ ہر بات ترک کر دی جائے۔ اس کے متعلق ایک عہدنامہ تحریر کر کے خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا گیا۔ یہ مقاطعہ تین سال کے لئے تجویز ہوا۔ اور تمام مشرکین نہایت سختی سے اس پر کاربند ہو گئے۔ اس عہدنامہ کی رو سے خاندان ہاشم کے تمام تعلقات مکہ کے لوگوں سے منقطع ہو گئے۔ بیچارے کسی سے بات کرنے کے مجاز نہ تھے۔ نہ کسی سے کھانے پینے کی چیزیں خرید سکتے تھے۔ آخر مجبور ہو کر ابوطالب اپنے بھتیجے حضور صلعم کی جان بچانے کے لئے اپنے خاندان کے لوگوں کو لیکر پہاڑ کی ایک گھاٹی میں محصور ہو گئے جو شعب ابی طالب کے نام سے مشہور ہے۔ اس کھوہ کے اندر حضور صلعم اور آپ کے ساتھی بھوک اور پیاس کی سختیاں جھیلتے۔ ماؤں کی چھاتیاں خشک ہونے کی وجہ سے شیرخوار بچے چلاتے۔ بوڑھے ضعف و نقاہت سے کراہتے۔ جوان بھوک سے تڑپتے۔ دشمن گھاٹی سے باہر کان لگا کر بھوکے بچوں کی آہ و زاری سنتے اور بجائے رحم کھانے کے خوش ہوتے۔ ان روح فرسا مصائب کا سلسلہ تین سال کے بعد ختم ہوا۔ کفار کا خیال تھا کہ اس ترکیب سے محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کو تبلیغ اسلام کے کام سے روک سکیں گے۔ لیکن ان نادانوں کو کیا معلوم کہ عشاق خدا کے لئے یہ قید و بند کی مصائب کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔

صادق آں باشد کہ ایام بلا — میگذارد با محبت باوفا
ہر قضا را عاشقے گردد اسیر — بوسد آں زنجیر را کز آشنا

خدیجہؓ اور ابوطالب کی وفات } اس واقعہ کے تھوڑے دنوں بعد حضور کو دو سخت صدمے برداشت کرنے پڑے۔ یعنی حضور کی وفادار اور جاں نثار بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضور کے چچا جناب ابوطالب یکے بعد دیگرے خدا کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

طائف میں تبلیغ اور ان سے اذیت } اب قریش نے حضور کو پہلے سے بھی زیادہ تنگ کرنا شروع کر دیا۔ حضور نے یہ دیکھ کر اپنی تبلیغ کا میدان بدل دیا اور حضور طائف تشریف لے گئے۔ کہ وہاں کے لوگوں کو نور توحید سے منور کریں گے مگر طائف والے مکہ والوں سے بھی زیادہ شقی القلب ثابت ہوئے۔ شہر کے بدمعاشوں کو حضور کے پیچھے ڈال دیا۔ انہوں نے حضور پر پتھروں کی اس قدر بارش کی کہ حضور کی پنڈلیاں لہولہان ہو گئیں۔ بھوک پیاس اور ناکامی سے حضور سخت نڈھال ہو گئے مگر اللہ رے ہمت و استقلال ذرا نہیں گھبرائے۔

انسانوں کے لئے رحم و کرم } پتھر پڑ رہے ہیں، لہو بہہ رہا ہے اور آپ فرما رہے ہیں:۔ رب اغفر لقومی انهم لا یعلمون۔

اے میرے خدا میری قوم کو معاف فرما۔ ان کو اپنے افعال کے نتائج کا علم نہیں۔ دشمنوں کا یہ سلوک اور حضور کا یہ رحم ؎

آں ترحم ہا کہ خلق از وے بدید — کس ندیدہ در جہاں از مادرے

طائف سے واپسی پر دعا } طائف سے واپسی پر آتے ہوئے راستہ میں ایک جگہ بیٹھ گئے اور یوں خدا سے ہمکلام ہوئے:۔

"اے میرے خدا! میں تیرے حضور اپنی ضعیفی پیش کرتا ہوں۔ میں اپنی کمزوری کی وجہ سے لوگوں میں ذلیل ہوا۔ اے رحمٰن! کمزوروں کے آقا! مجھے تنہا نہ چھوڑ۔ مجھے اغیار اور دشمنوں کے ہاتھ سے ذلیل ہونے سے بچا لے۔ اگر تو مجھ سے ناراض نہ ہو تو کوئی شخص مجھے گزند نہیں پہنچا سکتا۔ میں تیرے چہرے کے نور کی پناہ مانگتا ہوں۔ تیرے نور سے ہی اس دنیا اور آخرت میں بیڑا پار ہوگا۔ میری مشکلات کو جس طرح مرضی ہو حل فرما۔ ان لوگوں کو سیدھی راہ دکھا کیونکہ یہ لوگ نہیں جانتے کہ کیا کرتے ہیں"

تاریخ خلافت راشدہ کا ایک باب

حضرت عُثمان ذُوالنّورین رضی اللہ عنہٗ

حضرت عثمان رض کا انتخاب

حضرت عمر رض نے انتخاب خلافت کے لئے بہترین ممکن انتظام کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رض کی طرف سب نظریں اُٹھتی تھیں اور ان کے بعد حضرت عمر رض کی طرف اس لئے ان دونوں بزرگوں کے انتخاب میں کوئی دقت پیش نہ آئی لیکن حضرت عمر رض کے بعد کوئی فردِ واحد ایسا نہ تھا کہ جس کو دوسروں پر وہی فوقیت حاصل ہو جو حضرت ابوبکرؓ اور عمر رض کو اپنے اپنے وقت میں حاصل تھی۔ حضرت عمر رض اپنی زندگی میں کہا کرتے تھے کہ اگر میری وفات کے وقت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح زندہ ہوں تو وہ خلافت کے اہل ہیں مگر ابوعبیدہ فوت ہو چکے تھے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی طرف بھی بہت نظریں اُٹھتی تھیں اور اپنی شہادت کے وقت حضرت عمرؓ نے انہیں امام نماز بنایا تھا مگر وہ خود اس بار کو اُٹھانا پسند نہ کرتے تھے۔ باقی عظیم الشان آدمی جو اس منصب کی اہلیت رکھتے تھے۔ وہی تھے جن کو حضرت عمر رض نے انتخاب کے لئے نامزد کیا تھا۔ یعنی حضرت عثمانؓ جن کی عمر اس وقت ستّر سال کے قریب تھی اور جن کی مالی خدماتِ اسلام اپنی جگہ پر بے نظیر تھیں۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کی زوجیت میں آچکی تھیں۔ حضرت علی رض جن کا تعلّق حضور صلے اللہ علیہ وسلّم سے نسب و صہر دونوں لحاظ سے نہایت قریبی تھا یعنی آپ کے چچازاد بھائی بھی تھے اور آپؐ کے داماد بھی، اور قوتِ بازو کے لحاظ سے اور علم و فضل کے لحاظ سے بھی منصبِ خلافت کی اہلیت رکھتے تھے حضرت سعد بن ابی وقاص فاتح ایران جن کو گو حضرت عمر رض نے کوفہ کی گورنری سے الگ کر دیا تھا مگر وہ بالکل معمولی شکایت پر تھا اور انتظامِ سلطنت میں خاص قابلیت رکھتے تھے حضرت طلحہ رض اور حضرت زبیر رض جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور بوجہ اپنی خدماتِ اسلامی کے خاص عزت و حرمت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ آنحضرت صلعم کی حفاظت میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں کر کے دکھائے تھے۔ حضرت عمر رض نے ان چھ کو اپنے میں سے ایک آدمی کثرتِ رائے سے انتخاب کرنے کی ہدایت کی تھی۔ اور اس سے بہتر صورت ناممکن تھی۔ اگر رائے عامہ پر انتخاب کو چھوڑا جاتا تو فساد کا خطرہ تھا۔ حضرت عمر رض نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ تین دن سے زیادہ انتخاب میں نہ لگیں۔ آپ کی وفات کے بعد مشورہ شروع ہوا۔ آخر سب کے اتفاق سے عبدالرحمٰن بن عوف کے ہاتھ میں یہ فیصلہ چھوڑا گیا۔ طلحہ موجود نہ تھے۔ باقی میں سے سعد کی رائے حضرت عثمان رض کے حق میں تھی۔ زبیر نے عثمانؓ و علی رض کا نام لیا۔ حضرت عثمان رض سے انہوں نے دریافت کیا کہ اگر میں آپ کا انتخاب نہ کروں تو پھر آپ کے نزدیک کون خلافت کا اہل ہے۔ انہوں نے حضرت علی رض کا نام لیا۔ حضرت علی رض سے ایسا ہی سوال کیا تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کا نام لیا۔ یوں خود عبدالرحمٰن بن عوف کو الگ کر کے انتخاب کنندگان میں حضرت عثمانؓ کی طرف کثرتِ رائے تھی۔ اس کے علاوہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے دیگر اعیان امت سے بھی اس میں استصواب

اور اس وقت مختلف اطراف عرب سے بوجہ حج کے لوگوں کا خاصہ اجتماع تھا۔ تو ان کی کثرت رائے بھی حضرت عثمان رض کی طرف ہی تھی۔ اس لئے چوتھے دن حضرت عبدالرحمٰن نے حضرت عثمان رض کے حق میں فیصلہ کیا اور سب لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔ یہ نئے سال کا پہلا دن تھا یعنی محرم الحرام کی یکم تاریخ ۲۴ھ ہجری کو آپ خلیفہ منتخب ہوئے۔ بیعت ہو چکنے کے بعد طلحہ بھی آ گئے۔ حضرت عثمان رض نے اُن سے واقعات بیان کر کے فرمایا کہ اگر تمہاری رائے میرے حق میں نہ ہو تو میں اب بھی خلافت سے علیحدہ ہونے کو تیار ہوں مگر انہوں نے بھی اپنا اتفاق ظاہر کیا اور بیعت کر لی۔

ایران میں بغاوت اور مزید فتوحات

حضرت عمر رض کی وفات کے وقت ایران میں بالکل امن تھا مگر آپ کی وفات کے کوئی چھ ماہ بعد ایران میں بغاوت شروع ہوئی اور عہد نامے توڑ دیئے گئے۔ اس بغاوت کی اصل وجہ یہ تھی کہ یزدگرد گو جلاوطن تھا مگر ابھی تک زندہ تھا اور اگر ایک طرف اس کی سازشوں کا سلسلہ تھا تو دُوسری طرف اہلِ ایران کی نظر امید بھی کسریٰ کے خاندان پر تھی۔ اس لئے حضرت عثمان رض کو اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے افواج بھیجنا پڑیں۔ اور ہر جگہ بغاوت کو فرو کر کے ازسرِ نو معاہدات کئے گئے۔ بغاوت کے سدِباب کے لئے اسلامی افواج کو حدود ملک کی طرف پیشقدمی کرنی پڑی۔ کیونکہ بغاوت کی ابتدا یہیں سے ہوتی تھیں۔ اس لئے ایران کی دوبارہ فتح میں مملکت اسلام کی اور زیادہ توسیع ہو گئی ایک طرف بلخ اور ترکستان میں اسلامی جھنڈا لہرانے لگا اور دُوسری طرف ہرات کابل اور غزنی تک کے حاکموں نے اطاعت اختیار کی۔ خراسان کا اکثر حصہ نیشاپور، طوس مرو وغیرہ ۳۱ھ میں فتح ہوئے ۳۱ھ ہجری میں یعنی حضرت عثمان رض کی خلافت کے آٹھویں سال یزدگرد نے وفات پائی ۳۲ھ ہجری میں آذربائیجان کے پہاڑی دروں میں مسلمانوں کا ترکوں سے مقابلہ ہوا۔ اور گو یہاں پہلے پہلے اسلامی فوج کو نقصان پہنچا مگر کمک پہنچ جانے پر اس کی تلافی ہو گئی اور حضرت عثمانؓ کی خلافت میں نہ صرف حضرت عمر رض کے وقت کے مفتوحہ علاقوں میں دوبارہ امن قائم ہوا، بلکہ مشرق اور شمال کی طرف حدود سلطنت وسیع ہوتی چلی گئیں۔

شام پر قیصر کا حملہ۔ مسلمانوں کی مزید فتوحات اور قبرص پر قبضہ

ملک شام میں حضرت عمر رض نے معاویہ کو گورنر دمشق مقرر کیا تھا۔ آہستہ آہستہ ملک شام سب کا سب ایک ہی گورنر کے ماتحت آگیا۔ ایک مدت سے قیصر کی حکومت کی طرف سے قریبًا خاموشی تھی لیکن حضرت عثمان کی خلافت کے دوسرے سال میں قیصر کی افواج ایشیائے کوچک کی طرف سے پھر شام پر حملہ آور ہوئیں۔ معاویہ کے پاس اس قدر فوج نہ تھی کہ وہ اکیلے حملہ آوروں کا مقابلہ کر سکتے۔ حضرت عثمان نے مدد بھیجی اور اس کے ساتھ قیصر کی افواج کو شکست دی گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی اسلامی افواج ایشیائے کوچک میں پھیل گئیں اور آرمینیا میں سے ہو کر طبرستان تک پہنچ گئیں جہاں وہ ایرانی افواج سے جا ملیں۔ پھر شمال کا رُخ کر کے طفلس اور بحیرہ اسود تک پہنچ گئیں۔ اس کے بعد قسطنطنیہ کی افواج سے مسلمانوں کو ہر سال مقابلہ پیش آتا رہا۔ اور شامی افواج اپنی سرحدات کی مضبوطی میں لگی رہیں۔ اسی سلسلہ میں ۲۸ ہجری مطابق ۶۴۹ عیسوی میں قبرص کے جزیرہ پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ حضرت معاویہ نے حضرت عمر رض کو بھی لکھا تھا کہ قبرص کا جزیرہ شام کی سرحد سے اس قدر قریب ہے کہ کتوں کے بھونکنے کی آواز بھی سنی جا سکتی ہے۔ مگر حضرت عمر رض نے بحری جنگ کی اجازت نہ دی۔ اب جو قیصر کی طرف سے

حملوں کا سلسلہ بند ہونے میں نہ آتا تھا تو معاویہ نے حضرت عثمانؓ کو لکھا اور انہوں نے قبرص پر فوج کشی کی اجازت دی چنانچہ اہل قبرص نے وہی خراج جو وہ قیصر کو دیتے تھے مسلمانوں کو دینا منظور کر لیا۔

مصر پر قیصر کا حملہ اور افریقہ میں مزید فتوحات

مصر میں عمرو بن العاص فاتح مصر گورنر تھے ۲۵ھ ہجری میں مطابق ۶۴۶ عیسوی میں قیصر نے سمندر کی طرف سے سکندریہ پر حملہ کیا۔ اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ مگر عمرو نے جلد ہی سکندریہ کو دوبارہ مسخر کر لیا۔ اور مصر امن میں ہو گیا مگر مغرب کی طرف رومیوں کا مقابلہ برابر جاری تھا۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح جن کے ارتداد کا قصہ مشہور ہے اور فتح مکہ کے وقت حضرت عثمان کی سفارش پر انہیں معافی دی گئی تھی حضرت عثمان رضہ کے رضاعی بھائی تھے اور ایک قابل منتظم تھے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں بالائی مصر کے انتظام پر مقرر کیا تھا۔ اب ان کا عمرو بن العاص کے ساتھ بعض انتظامی معاملات میں جھگڑا ہو گیا۔ حضرت عثمان نے عمرو بن العاص کے خلاف فیصلہ دیا اور بالآخر انہیں مدینہ بلا لیا گیا اور مصر کی حکومت پر عبداللہ بن سعد کو مقرر کیا گیا۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں طرابلس اور برقہ تک مسلمانوں کا تصرف ہو چکا تھا لیکن رومی افواج برابر اڑی ہوئی تھیں اور کوئی فیصلہ کن جنگ اس طرف نہ ہوئی۔ عبداللہ کو مصر کی حکومت پر مقرر کرنے کے بعد حضرت عثمان رضہ نے انہیں مغرب کی طرف رومی مقابلہ کا فیصلہ کرنے کا حکم دیا۔ کیونکہ جب تک یہاں رومی فوج موجود تھی مسلمانوں کو مصر میں امن نہ مل سکتا تھا۔ گریگری (جرجیر) یہاں کے حاکم کے پاس ایک لاکھ بیس ہزار فوج کا اجتماع تھا۔ اس لئے مزید اسلامی فوج بھی بھیجی گئی۔ عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر بھی اس فوج میں تھے۔ لڑائی نے طول کھینچا آخر جرجیر کو عبداللہ بن زبیر نے قتل کیا۔ اور یونانی افواج کو شکست ہوئی۔ یہ ۲۶ھ ہجری کا واقعہ ہے اس کے بعد ۳۱ھ ہجری میں پھر ایک کوشش سلطنت روما نے کی اور پانچ سو جہازوں کا بیڑا تیار کر کے بھیجا۔ بالمقابل عبداللہ بن سعد نے بھی بیڑا تیار کیا۔ یہ رومی بیڑے سے بہت چھوٹا تھا مگر جب مقابلہ ہوا اور کشتی سے کشتی مل کر دست بدست لڑائی کی نوبت پہنچی تو رومی بیڑے کو شکست ہوئی لیکن عبداللہ کی فتوحات کے باوجود مسلمانوں کو اس کے خلاف شکایات پیدا ہونے لگیں۔

حضرت عثمانؓ کی خلافت میں فتنہ کا اصل موجب

ان واقعات سے ظاہر ہوگا کہ حضرت عثمان کی حکومت میں نظام سلطنت کسی طرح کمزور نہیں ہوا جہاں بغاوت ہوئی فرو کی گئی سرحدات کو وسیع کر کے مضبوط کیا گیا۔ اور بہت سے نئے ممالک مملکت اسلام میں شامل ہوئے۔ بحری لڑائیوں میں کبھی جن میں مسلمان بالکل ناواقف تھے اسی طرح فتح و ظفر اسلامی افواج کے ہمرکاب تھی جس طرح حضرت عمرؓ کے زمانے میں بری لڑائیوں میں مسلمانوں میں وہی زندگی اور قوت موجود تھی۔ جو اس سے پیشتر ہم دیکھ چکے ہیں لیکن اندر ہی اندر کچھ اسباب جمع ہو رہے تھے نئے مفتوحہ ممالک میں مجوسی، یہودی، عیسائی کثرت سے داخلِ اسلام ہو چکے تھے۔ اور بعض دشمنانِ اسلام بھی اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے منافقت کے رنگ میں اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ مملکت اسلام کی سب سے بڑی خوبی اس کے نظامِ حکومت کی پہلے درجے کی جمہوریت تھی اور مساوات اور آزادیٔ رائے پر کسی قسم کی روک نہ تھی۔ گورنروں تک شکایت پہنچانے کے لئے اس قدر سہولت دی گئی تھی کہ ان کی ڈیوڑھی پر کوئی دربان نہ ہوتا تھا۔ جو روک ٹوک کر سکے۔ اور ہر ایک شکایت کرنیوالا جس وقت چاہتا گورنر کے پاس پہنچ سکتا تھا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ گورنروں کی شکایت ہونے پر ان کو الگ کر دیا جاتا تھا۔ اور خلیفہ کا دربار ہر وقت کھلا تھا جہاں لوگ آتے اور جس گورنر سے ان کو ذرا بھی تکلیف پہنچے اسے معزول کرا کر اپنے حسب منشا نیا گورنر مقرر کرا لیتے بلکہ اس جمہوریت میں خود خلیفہ کی شخصیت ایک معمولی مسلمانوں کی طرح تھی اور وہ بادشاہ نہیں قوم کا خادم سمجھا جاتا تھا اس کے خلاف بھی ہر شخص جہاں چاہتا شکایت کر سکتا تھا اس کے انتظام پر حرف گیری کر سکتا تھا۔ اسی آزادی کو بعض لوگوں نے خلافت اسلامی میں کمزوری پیدا کرنے کا موجب قرار دیا ہے مگر یہ آزادی بجائے خود بری چیز نہ تھی۔ بلکہ اسلام کا بہترین پھل اور نسل انسانی کا سب سے بڑا حق تھا۔ ایک شریر آدمی ایک اچھی چیز کو بھی بری طرح استعمال کر سکتا ہے۔ جہاں یہ نظام حکومت جمہوریت، مساوات، آزادی رائے کے بہترین پہلو کو لئے ہوئے تھا وہیں اس میں شریر لوگوں کو شرارت کا بھی بڑا موقعہ مل سکتا تھا کیونکہ ہر مسلمان نظامِ حکومت میں حصہ دار تھا۔ مدینہ میں تو اکثر وہی لوگ تھے جنہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیض پایا تھا۔ یا ان کی اولاد تھی جو بیشتر انہی کے نقش قدم پر چلتی تھی مگر بصرہ اور کوفہ اور فسطاط کی نئی آبادیوں میں ہر قسم کے لوگ رہتے تھے انہی مقامات سے اسی آزادی کے حق کی بد استعمالی سے وہ فتنہ اٹھا جس نے حضرت عثمان رضہ کی خلافت کے آخری ایام کو بدنام کر کے حضرت عثمانؓ کی شہادت تک نوبت پہنچائی۔ ورنہ آپ کی حکومت کے اول و آخر میں جیسا تاریخ نویسوں کا خیال ہے کوئی خاص فرق نہیں ؛

* * * *

رمضان المبارک میں

ہر جماعت درسِ قرآن کریم کا انتظام کرے

ــــ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی ایک خواہش

رمضان المبارک میں یہ طریق بنا لینا چاہیئے کہ نماز فجر کے بعد آدھ گھنٹہ درسِ قرآن کریم ہو جایا کرے۔ اللہ زیادہ توفیق دے تو بہتر ہے ورنہ کم از کم آدھ گھنٹہ اس کام کے لئے ضرور وقف کر دینا چاہیئے حدیث میں آتا ہے کہ ماہِ رمضان میں ہر سال جبریل حضرت نبی کریم صلعم کے ساتھ ایک مرتبہ قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے۔ وفات کے سال میں دو مرتبہ دور کیا۔ اسی سے آپ نے استدلال کیا تھا کہ اب وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔ سو رمضان میں قرآنِ کریم کا زیادہ پڑھنا اور سننا سنتِ نبویؐ ہے۔ میں جماعتِ لاہور کو بھی اور باہر کی جماعتوں کو بھی کہوں گا کہ وہ لازمی طور پر نمازِ فجر کے بعد درس قرآن کا انتظام کریں اور اس میں سستی نہ کریں اور ناغہ نہ ہونے دیں۔ درس کی وجہ سے دوست نمازِ فجر میں زیادہ اکٹھے ہو جایا کریں گے۔ اس طرح رونق ہو جایا کرے گی۔ جہاں جماعتیں نہ ہوں وہاں گھر کے خورد و کلاں کو بعد نمازِ فجر بیان القرآن کی مدد سے درس دیا جا سکتا ہے۔ اور یہ بڑا ہی مبارک اور ثواب کا کام ہے۔ ــــــــ (ادارہ)

اخبارِ احمدیہ

* سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدماتِ دینیہ میں معروف ہیں احباب سلسلہ حضرت امیر کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کیلئے اپنی دعائیں جاری رکھیں ؛

* درخواستِ دعا :۔ چوہدری ارشاد اختر صاحب مصل انجمن چک ۸۱ کے ہاں ۵/۸۲ ، ۲ کو جڑواں بچے ۲۹ تولد ہوئے۔ ایک بچہ فوت ہو گیا۔ دوسرا بفضلِ تعالےٰ زندہ ہے۔ بزرگانِ سلسلہ زچہ و بچہ کی صحت کے لئے دردِ دل سے دعا فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

مکرم ماسٹر محمد عبداللہ صاحب کیلی فورنیا ۔ امریکہ

حضرت محمد مصطفٰے کی زندگی کے ارتقاء کی جھلک سورۃ الفاتحہ کی پہلی آیات میں

سورۃ الفاتحہ کو جو فضیلت اللہ تعالیٰ نے دی ہے وہ حضرت محمدؐ کے اس فرمان سے واضح ہوتی ہے کہ کوئی نماز سورۃ الفاتحہ کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ (لا صلوٰۃ لمن لا یقرأ بفاتحۃ الکتاب) چنانچہ اس فرمانِ نبوی کو ملحوظ رکھتے ہوئے جملہ مسلمانانِ عالم بغیر کسی تفریق پانچ اوقات کی نمازوں میں تہجد، اشراق اور عیدین کی نمازوں میں ہر رکعت کے آغاز میں سورۃ الفاتحہ پڑھتے ہیں اس عملی نمونہ کو قائم کرنے کے علاوہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ (قال رسول اللہ صلعم ھی ام الکتاب ھی السبع المثانی۔ ھی القرآن العظیم کس قدر اعلیٰ شان ان سات آیات والی سورۃ کی ہے کہ یہ بقول آنحضرت صلعم اُم الکتاب ہے اور عظیم قرآن ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ۔

اس سورت کی تفاسیر مختلف علماء نے کی ہے۔ اور انہوں نے اپنے اپنے رنگ میں اس کے پوشیدہ خزانوں کو ظاہر کیا ہے خاکسار نے نومسلمین کی کلاس میں اس سال کے آغاز میں ہفتہ وار درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ سورۃ الفاتحہ کی تشریح اور تفسیر کا حسب ذیل چوتھا درس تھا۔ اس میں آنحضرت صلعم کے مدارج اور ارتقاء پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور آپ کی زندگی کے منازل کا انطباق اللہ تعالیٰ کی صفت رب۔ الرحمن۔ الرحیم اور مالک سے کیا گیا ہے مضمون کو دو متوازی کالموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک کالم میں دکھایا گیا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کے جلوہ میں حضرت محمد مصطفٰے صلعم پر روحانی اور جسمانی ترقی فرمائی تھی۔ اور دوسرے کالم میں دکھایا گیا ہے کہ حضورؐ ترقی کے آخری منزل پر پہنچ کر کس طرح عبودیت کا حق ادا کیا۔

رب العالمین :۔ اللہ تعالیٰ (جس نے اقوامِ عالم چرند، پرند، جمادات، نباتات کی ربوبیت اپنے ہاتھ میں لی ہوئی ہے) اپنے خاص فضل و کرم سے حضرت نبی کریم صلعم کو عالم پیدائش سے ہی اپنے آغوش تربیت میں لے لیتے ہیں۔ آپؐ یتیم در یتیم ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضورؐ کی تربیت کے سامان پردۂ غیب سے پیدا کر دیتا ہے۔ حضورؐ کی پیدائش ایسے ماحول میں ہوتی ہے جو اخلاقی رنگ میں تاریک ترین تھا۔ اس کے باوجود آپؐ ہر خباثت اور گناہوں کی ملونی سے پاک رہتے ہیں حضورؐ ایسے زمانے میں پیدا ہوتے ہیں۔ جبکہ قتل و خون کی وارداتیں عام تھیں اور جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا دور دورہ تھا۔ حضورؐ کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ لے لیتے ہیں۔ واللّٰہ یعصمک من النّاس۔

الرحمٰن :۔ ایسے وقت میں جب کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بزرگی، نیکی، طہارت، سچائی اور ایمان داری کے اوصاف زبان زدِ خلائق ہو گئے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ آپ کو منصب نبوت پر فائز فرماتا ہے اور آپ کو پہلا پیغام بتوسط حضرت جبرائیل علیہ السلام پہنچتا ہے۔ اقرأ باسم ربک الذی خلق۔ اس سے نہ ہی صرف اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اشارہ ظاہر ہوتا ہے۔ جو حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی چالیس سالہ زندگی میں ہوئی۔ بلکہ اس سے ایک بھاری ذمہ داری اور اہم مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے تعلیم کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جس کا اشارہ الرحمن۔ علم القرآن میں پایا جاتا ہے۔ حضور کو قرآن کریم کا بیش بہا تحفہ بارگاہِ الٰہی سے مخلوق خدا کی روحانی اور جسمانی تعلیم و تربیت کے لئے ملتا ہے۔

الرحیم :۔ حضور سرورِ کائنات، خاتم النبیین صلعم قرآن کریم کے احکام کی پیروی میں اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کے لئے قدم اٹھاتے ہیں۔ تو گوناگوں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اپنے پرائے سب مخالف ہو جاتے ہیں۔ لیکن حضورؐ کی استقامت میں ذرہ بھر فرق پیدا نہیں ہوتا۔ حضورؐ کو اپنے وطن کو چھوڑ کر مدینہ ہجرت کرنی پڑتی ہے۔ مدینہ پہنچ کر بھی امن اور چین سے بیٹھنا نصیب نہیں ہوتا۔ اور مشرکین مکہ کے حملوں اور محاصروں کا مقابلہ

رب العالمین :۔ جب خداوند کریم کا رجوع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتا ہے۔ تو آپ مختلف منازل بالترتیب اوصاف الٰہی ایک ادنیٰ پوزیشن سے ملک کے بادشاہ اور حکمران ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب بحیثیت بادشاہ اور حکمران اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو آخری منزل اللہ تعالیٰ کی صفت "رب" میں رنگین ہونے کی ہو جاتی ہے۔ آپ اپنے مشن کو عالمگیر حیثیت دیتے ہوئے ہر قومی اور نسلی امتیازات کو مٹا کر عالمگیر اخوت پیدا کرتے ہیں غلاموں کو آزاد کر کے اعلیٰ مراتب پر فائز کرتے ہیں۔ سیاہ فام بلال کو غلامی سے آزاد کر کے مؤذن کے فرائض ادا کرنے پر مقرر فرماتے ہیں۔ آپ نے اگر تخلقوا باخلاق اللّٰہ کی تعلیم دی تو خود نمونہ بن کر دکھا دیا۔

الرحمٰن :۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خداوند کریم نے قرآن کریم کی نعمت عطا فرمائی۔ آپ اس نعمت کو اپنے مفاد کے لئے پوشیدہ نہیں رکھتے بلکہ اس نعمت کو دیگر اقوام اور قبائل تک پہنچانے کے انتظامات فرماتے ہیں۔ قرآن کریم کے علوم کو سمجھنے کے لئے علم حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ مسلمانوں کے لئے تحصیل علم کو فرائض میں داخل کرتے ہیں اور اس کے لئے عمر کی قیود نہیں رکھتے بلکہ ارشاد فرماتے ہیں اطلبوا العلم من المھد الی اللحد پنگوڑے سے قبر تک علم حاصل کرو۔ گلی گلی میں علوم کا چرچا ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم کے حافظ تیار کئے جاتے ہیں اور ان کو قرآن کی تعلیم کے لئے مختلف مقامات پر بھیجا جاتا ہے۔ ایران، روم، عراق اور مصر کے بادشاہوں کو حضور کی طرف سے اسلام کی دعوت پہنچتی ہے۔ اور اس نعمت عظمیٰ کو پہنچانے کے منصوبے تیار کئے جاتے ہیں۔

الرحیم :۔ طاقت، سطوت اور دولت کے نشے میں انسان اپنے مخالفین کے خلاف کیا کچھ کر گزرتا ہے۔ آنحضرت صلعم کو ملک کی بادشاہی کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ پورا ملک آپ کے زیرنگین ہے۔ یہ وہ موقع تھا کہ آپ ان مخالفین کو کیفر کردار تک پہنچاتے۔ جنہوں نے آپ کا بائیکاٹ کیا تھا۔ جس کی وجہ سے چھوٹے بچے بھوک کے مارے چلاتے تھے۔ آپ ان کو سزائیں دیتے۔ جنہوں نے طائف میں آپ پر پتھر پھینکے تھے اور پتھروں کی بوچھاڑ سے آپ لہولہان ہو گئے

اپنی کمزوری اور بے لبسی کے باوجود ہمت اور جواں مردی سے کرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مقام پر اپنی صفت رحیمیت کو ظاہر کرتے ہوئے حضرت محمد مصطفےٰ کے حق میں محیرالعقول نتائج پیدا کرتا ہے اور دشمن اپنی بھاری جمعیت اور طاقت کے باوجود خائب و خاسر ہوتے ہیں۔

مالکِ یوم الدین:

خداوند کریم آنحضرت صلعم کو ایک فاتح جرنیل کی حیثیت سے دس ہزار قدسیوں کے ساتھ مکہ معظمہ میں داخل کرتا ہے۔ اب حضور خداوند کریم کے فضل و کرم سے سرزمین حجاز کے مالک ہیں۔ دشمن سرنگوں ہیں کوئی طاقت آپ کو تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے روک نہیں سکتی۔

* * *

تھے آپ ان کو سُولی پر چڑھاتے جنہوں نے آپ کے چچا حمزہ کو شہید کیا تھا۔ آپ اس یہودی عورت کو قتل کرتے جس نے آپ کو زہر دیا تھا۔ آپ ہندہ کو سزا دیتے جس نے حضرت حمزہ کا مثلہ کیا تھا۔ اور جگر چبا لیا تھا۔ مکہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہو کر سب کو معاف کر دیا۔ اور اعلان کیا: لا تثریب علیکم الیوم۔ آپ نے اپنے عمل سے رحیم و کریم ہونے کا اعلیٰ نمونہ دنیا کے سامنے پیش فرمایا۔

مالکِ یوم الدین: — آنحضرتؐ سرزمین عرب کے بادشاہ ہیں۔ ناممکنات امور ممکنات میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ خداوند کریم کی صفت مالکیت کا ظہور آنحضرتؐ میں بیّن طور پر ظاہر ہوتا ہے اس ترقی منزلت کے باوجود وہی سادہ زندگی۔ وہی عبادت الٰہی میں انہماک۔ وہی مخلوق خدا کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ ہے۔ جو آپ کی پہلی زندگی میں تھا۔ نہ تاجپوشی کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ اور نہ ہی حضورؐ کے محلات تیار ہوتے ہیں۔ بادشاہ ہوتے ہوئے غریبانہ زندگی اختیار کرتے ہوئے حضور خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

* * *

رپورٹ: مکرم مرزا محمد لطیف شاہد صاحب

مرکزی کارکنوں کا دورہ سیالکوٹ، وزیر آباد

جماعت احمدیہ سیالکوٹ نے ۶/۸۲ ۱۰ کو ایک علمی مذاکرہ کا پروگرام تجویز کیا تھا لیکن بعض موانعات کی وجہ سے عین وقت پر اس کو ملتوی کر دیا گیا۔ چنانچہ یہ مذاکرہ نہ ہو سکا لیکن منتظمین نے مؤرخہ ۶/۸۲ ۱۱ کو جمعہ کے دن ایک جلسہ کا پروگرام تجویز کر لیا۔

خطبہ جمعہ میں خاکسار نے قریباً سوا گھنٹہ تک احباب و خواتین سے خطاب کیا۔ اللہ تعالیٰ کی سنت اور بشارتیں جو خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے بیان فرمائی ہیں اور حضرت نبی کریم صلعم کی بشارتیں تفصیل سے بیان کی گئیں۔ اور جس طرح بتایا گیا تھا کہ وہ سب کس طرح جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب قرآن مجید اور حضرت نبی کریمؐ نے احادیث میں بیان فرمائی تھیں۔ وہ پوری ہوئی ہیں اور وہ موعود جو ان خبروں کا مصداق تھا کس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے چنا۔ کس طرح انہوں نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر عین وقت پر دعوے کیا۔ اور پھر وہ نشانیاں جو انسانی طاقت سے بالاتھیں خدا تعالیٰ کے حکم سے آپ کے زمانے میں پوری ہوئیں۔ اور جن کے بارے میں کوئی انسان نہ یہ دعویٰ کر سکتا ہے اور نہ ایسی مثال پیش کر سکتا ہے۔ نہ ان میں کسی انسانی ہاتھ یا کوشش کا کوئی دخل ہے۔ ان کے پورے ہونے پر ایک سچے مسلمان کا دل خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔ کہ واقعی وہ علیم و خبیر ہستی جس کا یہ وعدہ ہے۔ اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتہا۔ کس طرح ہر زمانے میں پورا ہوتا رہا ہے۔

بعد نماز جمعہ جلسہ شروع ہوا۔ جس میں ہمارے انڈونیشین طالب علم بانیمین نے حضرت اقدس مرزا صاحب کے ملفوظات سنا کر لوگوں کے دلوں کو گرمایا۔ اس پر لوگ بہت خوش ہوئے۔

نئی نسل کی رہنمائی کے لئے خاکسار نے حضرت اقدس کی سیرت کے چیدہ چیدہ واقعات اور بعض کارنامے ان کے سامنے بیان کئے۔ جس کا خدا کے فضل سے ان پر اچھا اثر ہوا۔ دعا پر یہ تقریب ختم ہوئی۔ مقامی جماعت نے حاضرین کی خدمت میں ٹھنڈا مشروب پیش کیا۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

وزیر آباد میں دوستوں سے انفرادی طور پر اُن کے گھروں میں جا کر ملاقاتوں کا پروگرام تھا۔ رات ہم نے مسجد احمدیہ وزیر آباد میں قیام کیا۔ خدا کے فضل سے یہ مسجد بڑی وسیع ہے۔ اور آثار بتاتے ہیں کہ جب حضرت شیخ نیاز احمد صاحب نے اس کو تعمیر فرمایا تھا انہوں نے اس کی بنیاد و عمارت اور کھلی جگہ کا جو انتخاب کیا یقیناً یہ اُن کے درجات کی بلندی کا بہت بڑا ذریعہ ہوئی ہو گی۔ لیکن آج ضرورت ہے کہ اس کی مناسب دیکھ بھال۔ مرمت اور چھوٹی چھوٹی ضروریات کو پورا کیا جائے۔ خاکسار نے قریباً پاکستان کی تمام مساجد کو دیکھا ہے۔ میرے خیال میں لاہور کی مرکزی مساجد کو چھوڑ کر باہر کی تمام مساجد سے یہ مسجد وسیع و فراخ ہے۔

دُوسرے دن محترم شیخ نیاز احمد صاحب بانئے مسجد دیکے از اصحاب حضرت اقدسؑ کی تربت پر حاضری دی۔ اور ان کو ان کے جملہ اقربا اور نیک ساتھی جو اس قبرستان میں آرام فرما رہے ہیں ان کے لئے دعا کی گئی۔ انفرادی طور پر ملاقاتوں کا پروگرام دن بھر جاری رہا۔ ایک گھرانہ میں جن کی بچیاں ماشاء اللہ بڑی ذہین ہیں اور کالجوں میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں نیز دین کا خاص جذبہ رکھتی ہیں۔ اُن کے اندر دینی علم کی بڑی پیاس ہے۔ ان کے ہاں گئے۔ صبح سے لے کر دوپہر تک جس عمدہ رنگ میں انہوں نے سوالات کئے اس سے پتہ لگتا تھا کہ ان کے اندر دین سیکھنے کا ایک خاص جذبہ ہے۔ ان کی والدہ محترمہ کی نیکی۔ عمدہ تربیت کا بھی اس میں خاص حصہ ہے۔ جزاکم اللہ۔ بعض اور گھروں کا بھی پروگرام تھا لیکن شدتِ گرمی کی وجہ سے ہم وہاں نہ جا سکے اور معذرت پیش کی۔

ہمارے اس دورہ میں سیالکوٹ میں محترم چوہدری برکت اللہ راٹھور صاحب ایڈووکیٹ اور محترم شیخ عبدالحمید صاحب مرحوم کے صاحبزادے اور وزیر آباد میں محترم رضی الدین احمد صاحب امام مسجد اور ان کی محترمہ بیگم صاحبہ ہمارے خاص شکریہ کی مستحق ہیں کہ انہوں نے ہمارے ساتھ بہت ہی تعاون فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ آمین، ثم آمین

* * *

باہتمام ریاض حسین الجدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور — مؤرخہ ۱۶ جون ۱۹۸۲ء — جلد ۶۹۔ شمارہ ۲۴

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

نَحمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیم

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ

پیغامِ صلح

لاہور

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰی ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبری

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ پائے احمدِ مختار ہیں

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے
بیرونی ممالک سے
پونڈ (علاوہ محصول ڈاک)

نائب مدیر
عبدالرؤف کھوکھر

بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید
وپائے محمدیاں برمنارِ بلند تر محکم افتاد

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا

مدیر اعزازی
پروفیسر خلیل الرحمٰن

رجسٹرڈ ایل ۸۳۸
تار کا پتہ ۔ تبلیغ
فون ۔ ۵۲۷۳۷

جلد : ۶۹ * یوم چہار شنبہ ۸/۱ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ ہجری ـــ بمطابق ـــ ۲۳ جون ۱۹۸۲ء عیسوی * شمارہ : ۲۶/۲۵

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

علومِ آسمانی اور اسرارِ قرآنی کی واقفیت کیلئے تقویٰ پہلی شرط ہے

اس میں توبۃ النصوح

کی ضرورت ہے۔ جب تک انسان پوری فروتنی اور انکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام کو نہ اُٹھا لے اور اس کے جلال اور جبروت سے لرزاں ہو کر نیازمندی کے ساتھ رجوع نہ کرے، **قرآنی علوم کا دروازہ نہیں کھل سکتا۔** اور روح کے ان خواص اور قویٰ کی پرورش کا سامان اس کو قرآن شریف سے نہیں مل سکتا جس کو پا کر روح میں ایک لذت اور تسلی پیدا ہوتی ہے۔ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اور اس کے علوم خدا کے ہاتھ میں ہیں، پس اس کے لئے تقویٰ بطور نردبان کے ہے۔ پھر کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ارضی خواہشوں کے اسیر ان سے بہرہ ور ہوں ـــــــ

اس واسطے

اگر ایک مسلمان مسلمان کہلا کر خواہ وہ صرف و نحو، معانی و بدیع وغیرہ علوم کا کتنا ہی بڑا فاضل کیوں نہ ہو، دنیا کی نظر میں شیخ الکل فی الکل بنا بیٹھا ہو لیکن اگر **تزکیۂ نفس** نہیں کرتا تو قرآن شریف کے علوم سے اس کو حصہ نہیں دیا جاتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت دنیا کی توجہ ارضی علوم کی طرف بہت جھکی ہوئی ہے اور مغربی روشنی نے تمام عالم کو اپنی نئی ایجادوں اور صنعتوں سے حیران کر دیا ہے ـــــــ

مسلمانوں نے بھی

اگر اپنی فلاح اور بہتری کی کوئی راہ سوچی ہے تو بدقسمتی سے یہ سوچی ہے کہ وہ مغرب کے رہنے والوں کو اپنا امام بنا لیں اور یورپ کی تقلید پر فخر کریں۔ یہ تو نئی روشنی کے مسلمانوں کا حال ہے۔ جو لوگ پرانے فیشن کے مسلمان کہلاتے ہیں اور اپنے آپ کو حامئ دینِ متین سمجھتے ہیں ان کی ساری عمر کی تحصیل کا خلاصہ اور لبِ لباب یہ ہے کہ صرف و نحو کے جھگڑوں اور الجھیڑوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور ضالّین کے تلفظ پر مرمٹے ہیں۔ قرآن شریف کی طرف بالکل توجہ ہی نہیں اور ہو کیونکر جبکہ وہ **تزکیۂ نفس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔**

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۴۰۸)

تبرکات :-

لمعاتِ نور

ڈاکٹر خورشید عالم ترین۔

مجدد العصر سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الرحمۃ کے پہلے جانشین حکیم الامت حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب ؓ کے رُوح پرور۔ ایمان افروز اور پُر معارف خطبات، تحریرات اور درس قرآن و حدیث سے اقتباسات۔

---

(۱) الانصاف من نفسك (بخاری)

یہ بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے کہ انسان اپنے جی میں آپ ہی انصاف کرے۔ ایک دفعہ حضرت مرزا صاحب کے قریب کے مکان میں کسی شادی کی تقریب پر ایک ناصحہ منگوائی گئی۔ جو رات بھر ناچتی رہی۔ حضرت کو خبر ہوئی آپ نے دریافت کیا کہ اس کو رات بھر کا کیا ملا ہے معلوم ہوا صرف پانچ رُپے۔ صبح فرمایا۔ میں تو رات بھر شرمندہ ہی رہا کہ یہ پانچ رُپے کے واسطے کتنی محنت کر رہی ہے۔ ہم اپنے اللہ، محسن و مربّی سے ہزار در ہزار و لا انتہا نعمے اور انعام پاکر اتنی محنت نہیں کرتے۔ اسی طرح جب میں رات کو چوکیدار کی آواز سنتا ہوں تو شرمندہ ہو جاتا ہوں۔ کہ چار پانچ رُپے ماہانہ پاکر یہ رات بھر پہرہ دیتا ہے۔ جھوٹی راتوں میں آرام نہیں کرتا سردی بارش کی پرواہ نہیں کرتا۔ ہم اس کے مقابل کس قدر غافل سوتے ہیں۔ انسان خود ہی اپنے دل میں انصاف کرے۔ اگر کوئی اس کا مال ناجائز طور لے لے، اس کی اولاد کو بداخلاق بنائے، اس کے ننگ و ناموس پر حملہ کرے۔ اس کا نوکر عمدہ طریقہ سے فرائض منصبی ادا نہ کرے۔ کیا کوئی گوارا کرسکتا ہے؟ تو یہ کس انصاف پر دوسرے میں بالباطل لیتا ہے کسی کی اولاد کو بداخلاق بناتا ہے۔ کسی کے ننگ و ناموس پر حملہ کرتا ہے۔ اور اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے میں کمزور ہے؟؟

(اخبار بدر ۱۴ اگست ۱۹۱۳ء)

(۲) امام کیا ہے ؟

امام اس دھاگے کو کہتے ہیں جو معماروں کے پاس ہوتا ہے۔ جس کو ساقول کہتے ہیں۔ دیکھو! پھر اس لفظ کو کس قدر وسیع کیا ہے کہ جس کی اتباع سے اپنا سیدھا اور ٹیڑھا پن دیکھ سکے ایسے شخص کو امام کہتے ہیں۔ قرآن بھی امام ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم بھی امام ہیں۔ محمد رسول اللہ صلعم کے سچے متبع بھی امام ہیں۔

(بدر ۔ ۴ دسمبر ۱۹۱۳ء)

(۳) کفران العشیر (بخاری)

العشیر۔ جیون ساتھی۔ خاوند۔ بیوی (مرتب) جس طرح ایمان کے بہت سے شعبے ہیں اسی طرح کفر کے بھی بہت سے شعبے ہیں۔ خاوند اپنی بی بی کی ناشکری کرے یا بی بی اپنے خاوند کی ناشکری کرے تو اس کا نام بھی حضرت نبی کریم صلعم نے کفر رکھا ہے۔

میں نے ایک دفعہ اپنی بی بی کو دیکھا کہ تین بچوں کو لئے ہوئے ایک چارپائی پر اس نے رات گذاری۔ میں حیران ہوا کہ اس میں کروٹ بدلنا بھی مشکل ہے۔ کس قدر عورتوں کو محنت اٹھانی پڑتی ہے۔ میں دیر تک متعجب رہا۔ اور اپنا حال دیکھا۔ رہتا کہ ایک منٹ کیا ایک سکینڈ بھی نہیں رہ سکتا ہم سب کو عورتوں کی قدر کرنی چاہیئے۔

(بدر ۔ ۱۴ ۔ اگست ۱۹۱۳ء)

(۴) کیا تمہاری ناک (نعوذ باللہ) رسول اللہ سے بڑی ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت مولانا نورالدین رض کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا کہ :-

"میں سید ہوں میری بیٹی کی شادی ہے۔ آپ اس موقع پر میری کچھ مدد فرمائیں"

حضرت حکیم الامت نے فرمایا :-

"میں تمہاری بیٹی کی شادی کے لئے وہ سارا سامان تمہیں دینے کے لئے تیار ہوں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہؓ کو دیا تھا۔"

وہ یہ سنتے ہی بے اختیار کہنے لگا۔ کیا آپ میری ناک کاٹنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا

کیا تمہاری ناک محمد رسول اللہ صلعم سے بھی بڑی ہے۔؟ پھر اگر اس قدر جہیز دینے سے رسول کریم صلعم کی ہتک نہیں ہوئی تو تمہاری کس طرح ہو سکتی ہے؟"

(پیغام صلح لاہور ۱۱ ۔ اپریل ۱۹۷۳ء)

(۵) وکفر دون کفر (بخاری)

(اور ایک کفر کا دوسرے کفر سے کم ہونا۔)

سوال :- سیدنا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

بدر میں ایک فتویٰ حضور کی طرف سے چھپا ہے۔ کہ جو شخص رشوت۔ ناجائز وسائل سے روپیہ کماتا ہے۔ وہ احمدی نہیں ہے۔

چونکہ اہل سنت والجماعت کا مذہب میں نے یہ سنا ہوا ہے کہ ارتکاب معاصی سے انسان کافر نہیں ہوتا۔ اس لئے حضور کے اس فتوے کے یہ معنی صحیح ہیں یا نہیں کہ یہ ارشاد اسی تبیل سے ہے جس سے لایومن احدکم ۔ لا ایمان لمن لا امانۃ لہ وغیرہ ہے۔ تہدید یا کامل ایمان۔

جواب :- عزیز مکرم

احمدی ہونا اور بات ہے۔ کافر ہونا اور بات ہے۔ کافر باللہ ہونا اور بات ہے۔ بخاری کے ابتداء میں ایک باب ہے۔ کفر" دون کفر   نورالدین (بقلم خود)

(اخبار بدر ۔ ۳۱ ۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء)

(۶) گناہ کے اسباب :-

جو گناہ کرتا ہے وہ جاہل ہوتا ہے۔ وہ بدی کے انجام کو نہیں جانتا۔ میں نے بچھو، سانپ، شیر، گھوڑے، اونٹ کو دیکھا ہے کہ جو چیز ان کے واسطے مضر ہوتی ہے اس کے وہ نزدیک نہیں جاتے۔ گھوڑا خطرے کے مقام سے اپنا آپ بچاتا ہے۔ اور سانپ بھی۔ اگر انسان پکی طرح یہ سمجھ لے کہ میری اس بدی کا انجام کیا ہوگا تو وہ کبھی بدی کے نزدیک نہ جائے۔ بدیاں شہوت کے غلبے سے۔ صحبتِ بد سے۔ اور کوتاہ اندیشی سے سرزد ہوتی ہیں۔ میں نے ایک ڈاکو سے پوچھا کہ کیا تم کو رحم نہیں آتا۔ اس نے کہا اکیلے تو ہوتا ہے مگر جب دوسرے مل جاتے ہیں تو پھر رحم نہیں آیا۔ بری صحبت کے برے نتائج ہوتے ہیں۔

(بدر ۲۴ ۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء)

"بے شک نماز روکتی ہے بُرے کاموں اور بے حیائی کی باتوں سے۔"

اِصلاحِ نفس کا مؤثر طریق

خطبۂ جمعہ فرمودہ مکرم میاں نصیر احمد فاروقی۔ بتاریخ ۲۵ جون سنہ ۱۹۸۲ء بمقام جامع مسجد، دارالسلام، لاہور

یاایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ٥

ترجمہ:۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر روزے ضروری ٹھہرائے گئے جیسا کہ ان لوگوں کے لئے ضروری ٹھہرائے گئے جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم تقویٰ کو حاصل کر سکو۔ (البقرۃ ۲- ۱۸۳)

اگلے دن کسی صاحب نے فرمایا کہ پھر روزے آ رہے ہیں پھر وہی خطبے سننے میں آئیں گے۔ اگر سال میں ایک دفعہ کوئی بات دہرائی جائے تو وہ کوئی زیادہ تو نہیں؟ اور اگر ان صاحب سے پوچھا جائے کہ پچھلے سال یا اس سے پہلے سالوں میں میں نے یا کسی اور خطیب نے کیا باتیں کہی تھیں تو مجھے یقین ہے کہ وہ سوائے اس کے کچھ نہ بتا سکیں گے کہ روزے کا مقصد تقویٰ حاصل کرنا ہے۔ تو میں عرض کروں گا کہ کیا ہم نے اس بات کو جانتے ہوئے بھی تقویٰ کو حاصل کر لیا؟ میں اوروں کے متعلق تو نہیں کہہ سکتا مگر میں اپنے متعلق ضرور کہہ سکتا ہوں کہ میں نے نہیں کیا۔ تو میں اپنے آپ کو ضرور دوبارہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ وقت ہاتھ سے جا رہا ہے۔ ممکن ہے یہ میری زندگی کا آخری رمضان المبارک ہو۔ تو یہ آخری موقعہ ہاتھ سے نہ جائے کہ میں اپنی اصلاح کر لوں پہلے اس سے کہ بات میرے اختیار سے نکل جائے۔ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

صبح ہوتی ہے، شام ہوتی ہے — عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

میں اسی بات کو یوں کہوں گا کہ رمضان المبارک آتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ اور عمر یوں ہی تمام ہو جائیگی۔ اللہ تعالیٰ نے جو بے شمار موقعے دئے مجھے اپنی اصلاح کر لینے کے کیا میں نے ان سے فائدہ اٹھایا؟ کیوں انسان غفلت اور بے پرواہی میں اپنی جان سے کھیلتا ہے؟

خوابِ غفلت

اس زندگی میں جو انسان خوابِ غفلت میں پڑا رہتا ہے اس سے ہی جھنجھوڑ کر جگانے کی کوشش قرآنِ کریم کبھی بار، بار فرماتا ہے۔ اسی لئے قرآنِ کریم کئی ضروری باتوں کو بار، بار دوہراتا ہے۔ ولقد صرّفنا فی ھذا القراٰن لیذکروا ط وما یزیدھم الا نفورا ٥ (بنی اسرائیل ۱۷- ۴۱) "اور یقیناً ہم نے اس قرآن میں ایک بات کو مختلف پیرائے میں دوہرایا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں مگر یہ دوہرانا بھی ان کی نفرت ہی کو بڑھاتا ہے۔" کبھی فرمایا وصرّفنا الاٰیٰت لعلھم یرجعون (الاحقاف ۴۶- ۲۷) "ہم نے آیات کو دوہرایا ہے تاکہ وہ (اللہ کی طرف) رجوع کریں۔" کبھی فرمایا انظر کیف نصرّف الاٰیٰت لعلھم یفقھون (الانعام ۶- ۶۵) "دیکھو ہم کس طرح آیات کو دوہراتے ہیں تاکہ وہ بات کو سمجھ جائیں۔" بچہ کو، ناسمجھ انسان کو سمجھانے کے لئے بات کو دوہرانا ضروری ہوتا ہے۔ یا جو محوِ غفلت انسان ہوش میں ایک بار جھنجھوڑنے سے نہ آئے اُسے بار، بار جھنجھوڑنا پڑتا ہے۔ اس لئے اگر ایک سال کی لمبی مدت کے بعد میں بھی ایک بات کو دوہراؤں تو وہ کچھ زیادہ نہیں۔

فصاحت و بلاغتِ قرآنی:۔ لوگ فصاحت و بلاغت اُسے کہتے ہیں کہ لچھے دار، ہم قافیہ، ہم آواز الفاظ کی بھرمار ہو جائے بات جو کہی گئی وہ ایک آدھ ہی ہو۔ قرآنِ کریم کی فصاحت و بلاغت اس کے برعکس ہے کہ سیدھے اور آسان اور مختصر ترین الفاظ میں علم و حکمت اور ہدایت و معرفت اور انوارِ باطنی کی موجیں ٹھاٹھیں مار رہی ہوتی ہیں۔ آج کی آیات کو یوں شروع فرمایا ہے اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ پر اور اس کتاب پر اس کے ہر حکم کی تمہیں بلاچون و چرا تعمیل ویسے ہی کرنی چاہیئے مگر جو حکم روزوں کا آگے آ رہا ہے وہ تو تمہارے "فائدہ" کے لئے ضروری ہے اس لئے دیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں رزق کی کوئی کمی نہیں کہ اس نے راشننگ کے لئے روزے مقرر کئے ہیں بلکہ وہ چونکہ تمہارے لئے ضروری اور فائدہ مند ہیں اس لئے تم پر واجب کئے جاتے ہیں۔

کیا اِسلام میں سختی ہے؟

لوگ تو روزوں کو سختی سمجھتے ہیں حالانکہ اس چند آیات کے رکوع میں جو روزے کے تمام احکام آ گئے ہیں ان میں بیمار یا مسافر کو رعایت دی گئی ہے کہ اگر رمضان میں نہیں رکھ سکتا تو پھر کبھی رکھ لے۔ پھر بھی مشقت پاتا ہے تو فدیہ دیدے۔ مگر ساتھ ہی فرمایا کہ نیکی کے لئے بلکہ ہر فائدہ کے لئے کچھ نہ کچھ مشقت تو کرنی ہی پڑتی ہے تو ان تصوموا خیرلکم "اگر تم قابلِ برداشت حد تک مشقت اٹھا کر روزہ رکھ لو تو وہ تمہارے لئے ہی بہتر ہے۔" حاملہ عورت، دودھ پلانے والی عورت، حائضہ کو بھی روزہ سے معافی ہے کہ بعد میں رکھ لے اور اگر بعد میں بھی نہیں رکھ سکتی تو فدیہ دیدے۔ آگے جا کر پھر فرمایا یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر "اللہ تعالیٰ تم سے آسانی چاہتا ہے اور وہ تم سے تنگی یعنی سختی کرنا نہیں چاہتا۔" اس زرین اصول کے مطابق ہی روزہ بلکہ تمام دین کے احکام کو لوگوں پر لگانا چاہیئے کیونکہ رسول اللہ صلعم نے بھی فرمایا ہے کہ الدین یسر (دین میں آسانی ہے)۔

پھر بھی لوگوں کے دل میں خیال آتا ہے کہ اسلام میں دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں سختی ہے کہ مہینہ بھر کے روزے مقرر کئے گئے حالانکہ دوسرے مذاہب میں یا تو روزہ نظر نہیں آتا یا کہیں تین دن کا ہے تو کہیں صرف بعض اجناس نہ کھانے کا۔ اس لئے فرمایا کما کتب علی الذین من قبلکم یعنے جو روزے تمہارے لئے ضروری ٹھہرائے گئے ہیں ویسے ہی روزے اُن لوگوں کیلئے ضروری ٹھہرائے گئے تھے جو تم سے پہلے تھے۔ اس لئے آج اگر دوسرے مذاہب میں مہینہ بھر کے ہماری طرح کے روزے نہیں پائے جاتے تو وہ اس لئے کہ ان مذاہب کی الہامی کتابیں یا تو بالکل ضائع ہو گئیں یا اُن کے اب منتشر تراجم صرف ملتے ہیں اور اُن میں بھی تحریفیں نہ صرف ماضی میں ہوئیں بلکہ آج ہماری آنکھوں کے آگے اُن میں ردّ و بدل کیا جاتا ہے جیسا کہ

یہودیوں اور عیسائیوں کی بائیبل میں ہوتا ہے ۔ تو اس صورت حال کا فائدہ اُٹھا کر یا لوگوں نے روزوں کے سخت مجاہدہ کو یا تو بالکل اڑا دیا یا اُن کو برائے نام اور ہلکا کر دیا ۔ چونکہ قرآن پاک محفوظ ہے اس لئے روزے اپنی اصل شکل میں صرف اسلام ہی میں رہ گئے ہیں ۔

مگر اُن مذاہب کے بانیوں مثلاً حضرت موسیٰؑ یا حضرت عیسیٰؑ کا تیس نہیں بلکہ چالیس دن تک روزے رکھنا اور اپنے ماننے والوں کو روزے رکھنے کی تاکید کرنا خود ان تحریف شدہ کتابوں سے ثابت ہے وہ تو کہو کہ پولوس نے شریعت کو لعنت قرار دے کر سب کو چھٹی دیدی تھا ۔ مجاہدہ تو اس قدر روزے رکھتے تھے کہ وہ نرے ہڈیوں کا پنجر رہ گئے تھے جو کہ اُن کے تمام بتوں سے بھی عیاں ہے ۔

روزہ کا مقصد

مگر اسلام کے سوا کسی الہامی کتاب یا دینی کتاب نے نہیں بتایا کہ اس مجاہدہ بلکہ دوسری عبادات کا بھی مقصد کیا ہے ؟ اور جب تک مقصد معلوم نہ ہو کوئی بھی عبادت محض رسم (RITUAL) بن کر رہ جاتی ہے جسے بلا سوچے سمجھے انسان ایک چٹی سمجھ کر ادا کرتا ہے ۔ یہ قرآن حکیم کا کمال ہے کہ اس نے ہر عبادت کے مقصد کو صاف بیان فرمایا ہے تاکہ انسان اُس مقصد کو سامنے رکھے اور اسے پانے کی کوشش کرے ۔ "دی نجوم بائیبل" میں لکھا ہے کہ روزے تمام زمانوں میں اور تمام قوموں میں موت یا غم و الم یا مصیبت کے وقت رکھے جاتے تھے ۔ گویا ظاہری صورت غم زدہ بنانے یا کھانے پینے کو دل نہ چاہنے کی وجہ سے رکھ لئے جاتے تھے ۔ تو یہ کوئی مقصد تو نہ ہوا ۔

قرآن حکیم نے روزوں کا مقصد بلند ترین بیان فرمایا لعلّکم تتّقون " تاکہ تم تقویٰ کو حاصل کر سکو " ۔ تقویٰ وہ بلند مقام ہے کہ اس میں انسان تمام گناہوں، تمام برائیوں، تمام اخلاقی کمزوریوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے ۔ تقویٰ کے لفظی معنے ہیں گناہوں سے برائیوں سے، تکلیف دہ ضرر رساں چیزوں سے اپنے آپ کو بچانا ۔

اہم سوال

تو یہاں ایک اہم سوال اُٹھتا ہے کہ کون شخص ہے جو تکلیف دہ یا ضرر رساں چیزوں سے بچنا نہیں چاہتا ؟ اور اگر گناہ ضرر رساں، یا تکلیف دہ ہوتے ہیں تو لوگ ان میں کیوں پڑتے ہیں ؟ خصوصاً جبکہ انسان کی عقل اور اس کی فطرت دونوں گناہ یا بدی کو بُرا سمجھتے ہیں مثلاً عقل بتاتی ہے کہ ایمانداری اچھی چیز ہے اور بے ایمانی بُری بات ہے ۔ پھر انسان کی فطرت ایمانداری کو پسند کرتی ہے اور بے ایمانی کو ناپسند کرتی ہے یہاں تک کہ چور یا ڈاکو یا بددیانتی کرنے والے لوگ آپس میں لڑ جھگڑ جاتے بلکہ قتل تک کر دیتے ہیں اگر اُن میں ایک دوسرے سے بددیانتی کر بیٹھے ۔ اسی لئے نہ کہ انسان کی فطرت بددیانتی کو ناپسند کرتی ہے ؟ عقل اور فطرت کی رہنمائی کے علاوہ (جو اللہ تعالیٰ نے انسان میں رکھی ہے) تمام الہامی کتابوں نے نیکی اور بدی کو سیاہ و سفید رنگ میں انسان کے آگے لکھ کر رکھ دیا ہے ۔ دُنیا کی پکڑ یا سزاؤں سے اگر انسان بچ بھی رہے تو آخرت کی پکڑ اور سزا سے جو بہت بدتر ہوں گی ہرگز نہیں بچ سکتا ۔ پھر بھی لوگ گناہ کرتے ہیں ۔ کیوں ؟

جذبات اور خواہشات

بنیادی طور پر انسان کا جسم دُوسرے حیوانوں سے مشترک ہے ۔ اسی لئے ریسرچ کرنے والے نئی دواؤں کو پہلے حیوانوں پر آزماتے ہیں پھر انسانوں پر استعمال کرتے ہیں ۔ چونکہ انسان کا جسم حیوانی ہے اس لئے اس کے اندر سے جو جذبات اور خواہشات پیدا ہوتی ہیں وہ بھی حیوانی ہیں ۔ اور حیوان کو کوئی نیکی یا بدی کا احساس نہیں یا اس میں کوئی اخلاقی قدریں نہیں ۔ حیوان کی رہنمائی اللہ تعالیٰ نے فطرت کی رسّی میں اُسے جکڑ کر کی ہے جسے انگریزی میں INSTINCT کہتے ہیں ۔ چنانچہ شیر کبھی گھاس نہیں کھائے گا ۔ اور بکری کبھی گوشت نہیں کھائے گی ۔ حیوانات میں جو باتیں کچھ بہتر ہیں مثلاً رحم مادری یا شفقت پدری یا رزق دینے والے سے وفاداری تو وہ بھی فطرت کی رسّی میں جکڑا ہوا وہ حیوان کرتا ہے نہ کہ نیکی یا بدی کی تمیز کی وجہ سے ۔

مگر اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزادی دی ہے کہ وہ جو چاہے کرے ۔ انسان کی عقل اور فطرت میں رہنمائی رکھی ہے مگر ان کی رسّیوں میں انسان کو نہیں باندھا ۔ دراصل جو کام باندھ کر کرایا جائے اُس میں نیکی یا بدی نہیں رہتی ۔ نیکی یا بدی تبھی بنتی ہے کہ کرنے والے کو اختیار ہو کہ وہ چاہے تو کرے اور چاہے تو نہ کرے مگر پھر بھی وہ نیکی کو کرے اور بدی سے بچے ۔ اسی سے نیکی اور بدی کی تمیز ہوتی ہے ۔ اسی سے انسان کی اخلاقی و رُوحانی ترقیات ہوتی ہیں ۔ ایک شخص جو بے ایمانی کر کے پیٹ پال سکتا تھا مگر نہیں کرتا اور بھوکا رہنا پسند کرتا ہے اس کی زبردست اخلاقی ترقی اور روحانی نشوونما ہوتی ہے ۔ اور اس طرح بھوک جو کہ حیوانی جذبہ اور خواہش ہے اُس کے صحیح استعمال سے یعنے اُسے اخلاقی اور روحانی قدروں کے ماتحت رکھ کر انسان کو تقویٰ حاصل ہوتا ہے ۔ یاد رہے کہ انسان کے جذبات اور خواہشات کا محرک شیطن ہے اور وہ انسان سے خدائی حدود تڑوا کر انسان کو گمراہ اور برباد کرنا چاہتا ہے ۔ جو انسان اپنے جذبات اور خواہشات کو قابو میں لے آئے اور اُنہیں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار کر دے اُس کا شیطان مسلمان یعنے فرمانبردار ہو جاتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میرا شیطان مسلمان ہو گیا یعنے میرا اور اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہو گیا ہے ۔

شیطن کے انسان کو سجدہ نہ کرنے کا مطلب بھی یہ ہے کہ وہ بنیادی طور پر انسان کا فرمانبردار نہیں اور اس سے اللہ تعالیٰ کی بھی نافرمانی کرا دیتا ہے اور اس طرح گناہ یا بدی میں انسان کو لے جاتا ہے ۔ جیسا کہ میں بتا آیا ہوں انسان کا جسم حیوانی ہے اور اُس کے اندر سے جو جذبات اور خواہشات پیدا ہوتی ہیں وہ حیوانی ہیں ۔ یہ جذبات اور خواہشات مونہہ زور ہوتی ہیں تبھی حیوان بھی جو اس کے اندر سے یہ جذبہ یا خواہش پیدا ہوتی ہے اُسے کر گذرتا ہے ۔ انسان کے اندر ان حیوانی جذبات اور خواہشات کو شیطن کے مزید بھڑکانے سے انسان اتنا بے قابو ہوتا ہے کہ اس کی عقل اور فطرت کی رہنمائی اور دین کی ہدایت اُسے روک نہیں سکتیں اور یوں انسان ان تمام ہدایتوں کے باوجود گناہ اور بدی اور ضرر رساں باتوں میں جا پڑتا ہے ۔

لعلّکم تتّقون

اسی لئے جب تک کہ انسان کے اندر کے حیوانی جذبات یا خواہشات کی مونہہ زوری کو قابو میں نہ لایا جائے انسان تقویٰ کو حاصل نہیں کر سکتا ۔ اور حیوان کی اپنی خواہشات اور جذبات کو بھی انسان کے قابو میں لایا جاتا ہے (جیسا کہ سرکس والے کرتے ہیں) حیوان کو بھوکا اور پیاسا رکھ کر بلکہ اس کی جنسی خواہش کو بھی روک کر ۔ اسی طرح انسان کے اندر کے حیوان کو بھی روزہ کے دوران بھوکا، پیاسا اور جنسی خواہش کو پورا کرنے سے روک کر ہی اُسے قابو میں لایا جا سکتا ہے ۔

تبھی اللہ تعالیٰ نے روزہ کو "ضروری ٹھہرایا"، تاکہ انسان حیوانیت سے نجات پاکر انسانیت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب کو حاصل کر سکے۔ اور اسی لئے روزہ نہ صرف تمام مذاہب میں ضروری ٹھہرایا گیا تھا بلکہ تمام انبیاء، اولیاء اللہ، اور صلحا رمضان کے روزوں کے علاوہ بھی بکثرت روزے رکھتے تھے۔ ان کی باطنی نظر جب اپنے اندر مزید تزکیہ کی ضرورت سمجھتی تھی تو وہ روزے رکھنے لگتے تھے۔

مغربی تہذیب

مغربی تہذیب کو تہذیب کہنا مشکل ہے کیونکہ اس میں انسانی جذبات اور خواہشات کو بے لگام چھوڑ دیا گیا ہے اس لئے مغرب میں اور مغربی طرز زندگی کے دلدادہ جہاں کہیں بھی وہ ہوں ان میں جذبات اور خواہشات کے حیوانوں کی طرح غلام لوگ بنے نظر آتے ہیں حیوان میں تو فطرت کی بندش ہے جس میں وہ رسّی کی طرح جکڑا ہوا ہے۔ انسان کو آزادی دی گئی ہے کہ وہ جو چاہے کرے تبھی وہ نیکی کے اعلیٰ مقامات کو پا سکتا ہے جیسا کہ میں پہلے بتا آیا ہوں، مگر ساتھ ہی بدی میں بھی پڑ سکتا ہے خصوصاً شیطٰن کے اکسانے سے جو انسان سے اپنی طرح اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرا دیتا ہے۔ یہ نافرمانی عقل، فطرت اور شریعت کی حدود کو توڑا دیتی ہے۔ اہلِ مغرب کی دولت، طاقت، علمی ترقیات کبھی انہیں حیوانی سطح سے اٹھانے میں کامیاب نہیں ہوئیں۔ بلکہ بعض باتوں میں وہ حیوان سے بھی گئے گذرے ہیں کیونکہ حیوان کبھی خلاف فطرت افعال نہیں کرتا جو مغرب میں اب قانون بدل کر کھلم کھلا کئے جا رہے ہیں۔

تقوےٰ کی اہمیت

اسی لئے امام وقت نے تقوےٰ پر اس قدر زور دیا ہے۔ اور فرمایا کہ میں وہ جماعت بنانا چاہتا ہوں جو لوگوں کے لئے تقویٰ کا اعلیٰ نمونہ پیش کرے۔ آپ نے لکھا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے بار، بار پوچھا کہ تو کس طرح راضی ہو تو اس نے فرمایا تقویٰ سے۔ کیونکہ اس پاک ذات نے انسان کے اندر جو اپنی رُوح پھونکی ہے اور جس نے مرنے کے بعد آگے جانا ہے اُسے پاک وصاف رکھنے کے لئے تقویٰ اشد ضروری ہے۔ اور جو اس روح کو گندا کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا مجرم ہے۔

اس کے علاوہ بھی تقویٰ کی اہمیت کی اور وجوہ اسی پاک رکوع میں آگے مذکور ہیں مگر میں آج کے خطبہ کو لمبا نہیں کرنا چاہتا اور اس دُعا پر ختم کرتا ہوں کہ میں نے جو کچھ کہا ہے اُس پہ عمل کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو دے۔ آمین!

اخبارِ احمدیہ

● سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا عزم ایبٹ آباد سلامت روی و کامرانی

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ماہ رمضان المبارک گذارنے کے لئے ایبٹ آباد تشریف لے گئے ہیں۔ وہاں موسم کی موافقت سلسلۂ عالیہ احمدیہ کے کاموں اور خدمت دین کی مہمات میں آپ کی معاون و مددگار ہوگی۔ احباب جماعت حضرت کی صحت و عافیت کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور اپنی دعائیں جاری رکھیں تاکہ اللہ تعالیٰ خدمت دین کے کاموں میں آپ کو مظفر و منصور فرمائے اور اپنی تائید خاص سے نوازے۔ آمین۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ڈاک کا پتہ حسب ذیل ہے۔

دارالسعید، ملک پورہ - جبل روڈ۔ ایبٹ آباد

● جامع احمدیہ دارالسلام میں بعد نماز فجر درس قرآن کریم جاری ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کے حکم پر اب ڈاکٹر اصغر حمید صاحب قرآن حکیم کے معانی و معارف بیان فرماتے ہیں۔ رمضان المبارک میں مسجد کی رونق مزید بڑھ گئی ہے۔

● قابلِ قدر اور لائق تقلید

اسسٹنٹ سیکرٹری چوہدری محمد حیات صاحب انچارج شعبہ اخبارات نے پرانے چندوں کی وصولی کی مہم چلائی ہوئی ہے۔ اور اس سلسلہ میں بقایادار دوستوں کو ذاتی خطوط کے ذریعہ یاد دہانی کرائی ہے مکرم چوہدری صاحب کی اس مہم وصولی چندہ کے حوصلہ افزا نتائج نکل رہے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ایک نہایت ہی محترم دوست جناب ملک ظفر اللہ خاں صاحب جو ایک نہایت پُرجوش اور صاحب عمل احمدی ہیں اپنا بقایا چندہ مبلغ یکصد پانچ روپیہ بھیجنے کے علاوہ جناب چوہدری صاحب سے معذرت بھی کی ہے اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ اور دیگر بقایادار دوستوں کو بھی ان کی تقلید کی توفیق بخشے۔ چندہ کے علاوہ عطیات سے بھی اخبارات کی مدد کی جا سکتی ہے مخیر احباب عطیات کی طرف توجہ دے کر شکریہ کا موقع دیں۔

● وفات:- محترمہ بیگم صاحبہ حکیم رحمت اللہ صاحب لکھنوی وفات پا گئی ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ورثا نے ان کی رُوح کے ایصالِ ثواب کے لئے مبلغ پچاس روپیہ بذریعہ رسید ۵۷۷۹ / ۹-۶-۸۲ خزانہ انجمن میں جمع کرائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔

بیرونی جماعتوں سے جنازۂ غائبانہ کی درخواست ہے۔

دین کیلئے سارے دُکھ اُٹھالو

چاہیئے کہ اِسلام کی ساری تصویر تمہارے وجود میں نمودار ہو اور تمہاری پیشانیوں میں اثر سجود نظر آئے اور خدا تعالیٰ کی بزرگی تم میں قائم ہو۔ اگر قرآن و حدیث کے مقابل پر ایک جہان عقلی دلائل کا دیکھو تو ہرگز اس کو قبول نہ کرو اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے توحید پر قائم رہو اور نماز کے پابند ہو جاؤ اور اپنے مولیٰ حقیقی کے حکموں کو سب پر مقدم رکھو اور اسلام کے لئے سارے دُکھ اُٹھالو۔

(ملفوظات احمدیہ جلد اول صفحہ ۴۵)

مغربی ممالک میں بسنے والے مسلمان کس حال میں ہیں

مغرب کو آج جس قدر ذہنی سکون کی ضرورت ہے شاید ہی اس سے پہلے کبھی ہوئی ہو کیونکہ آج مغرب میں بیروزگاری، بے حیائی اور اخلاق و کردار کے خاتمے کی وجہ سے ذہن پریشان ہے ماں اولاد کی کرتوتوں پر نالاں تو میاں بیوی دیگر مشکلات کا شکار۔ میاں گھر میں بیوی کی انتظار میں ہیں تو بیوی کسی دوست کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہی ہے۔ اور کبھی بیوی انتظار میں اور میاں باہر۔ گویا یہ معاملات مغرب میں روز کا معمول بن کر رہ گیا ہے۔ مغرب میں ایک تو قواعد و ضوابط کی پابندی کی بناء پر اپنے کام سے فراغت کا موقع ہی لوگوں کو کم ملتا ہے۔ دن بھر کی تھکاوٹ سے تنگ ہر ایک کا جی چاہتا ہے کہ وہ کب گھر پہنچے اور تھوڑا آرام و سکون حاصل ہو مگر صاحب وہ بات نہیں۔ گھر پہنچنے کے بعد وہاں تو کوئی نیا سلسلہ شروع ہو گا۔ بچے ڈانس کر رہے ہیں۔ کوئی چرس کے کش لگا رہا ہے تو کوئی برانڈی حد سے زیادہ انڈیلنے کی وجہ سے آپے سے باہر ہو گیا اور لغویات بک رہا ہے غرض اس معاشرہ کی اندرونی تصویر بہت ہی کھیانک ہے مگر اس بھیانک تصویر کو دیکھنے والے بہت ہی کم ہیں۔ آج کے دور میں علامہ اقبال یا محمد علی جناح جیسے لوگ کہاں سے آئیں گے جنہوں نے اپنی زندگی کا قیمتی حصہ مغرب میں صرف کیا اور پھر بھی ان اشخاص کو مغرب کے اس سحر زدہ ماحول نے جذب نہ کیا۔ ان اشخاص نے اپنی جوانی کے دور میں مغربی ماحول کا مطالعہ کیا مگر ان کے قدم نہ ڈگمگائے اس کی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں کو اپنی تہذیب پر فخر تھا۔ اور اسی فخر نے ان کے کردار میں پختگی پیدا کی اور ان دونوں شخصیتوں نے ادب اور سیاست میں وہ کمال دکھائے کہ آئندہ نسلیں بھی ان کی عظمت اور پختگیٔ کردار پر مبارکباد پیش کرتی رہیں گی۔

آج لوگ ذہنی سکون حاصل کرنے کے لئے لاکھوں حربے استعمال کر رہے ہیں۔ جنسیات اور چرس کا استعمال تو عام کرتے ہیں۔ اور آج انہیں کسی ایسے کی ضرورت ہے جس سے ان کو ذہنی سکون مل سکے چنانچہ نوجوان طبقہ تو اس معاشرے سے اس قدر تنگ آ چکا ہے کہ اکثر ہندوؤں اور بدھ مت کے مندروں کے چکر لگاتے ہیں۔ اور بعض تو سرِ عام "ہرے کرشنا" کے نعرے لگاتے ہیں۔ انہیں ہندو دیوتاؤں کے نام ہندوستان کے اصل ہندوؤں سے بھی زیادہ یاد ہیں مگر مسلمان ان نوجوانوں کو آج تک متاثر نہیں کر سکے اور مغربی ممالک میں اس وقت لاکھوں کے حساب سے مسلمان آباد ہیں مگر وہ اس معاشرہ پر ذرا برابر بھی اثر نہیں ڈال سکے۔ مجھے پاکستان کے بعض علماء کے بارے میں اکثر اطلاعات ملتی رہتی ہیں کہ فلاں مولانا صاحب تبلیغی دورے پر تشریف لے گئے۔ آپ یقین جانیے ان اعلانات میں تقریباً ۹۰ فیصد جھوٹ ہوتا ہے۔ یہ لوگ اپنے رشتہ داروں کے ہاں ٹھہرتے ہیں اگر کسی کا تھوڑا بہت اثر و رسوخ ہے تو وہ پاکستانیوں کو اکٹھا کر لے گا اور دس بارہ پاکستانیوں کے سامنے کوئی نیا مسئلہ پیدا کر کے یہ لوگ اسلام کی تبلیغ کرنے کے بجائے نئے فتنے کھڑے کریں گے مگر جاتے ہوئے اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔ گویا قول و فعل میں تضاد ہمارے پاکستان کے بعض عالم دین حضرات کا اوڑھنا بچھونا بن چکا ہے۔ اس سے مراد یہی لیجئے کہ یہ لوگ مذہب کے نام پر سیاست کرتے ہیں اور مذہب کے نام پر ہی سیر و سیاحت کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل ایک عالمی تنظیم کے مذہبی لیڈر کچھ مغربی ملکوں کے دورے پر تھے۔ آسٹریلیا میں بھی اُن کا قیام تھا۔ میں نے اپنے دوست سے تفصیل پوچھی تو کہنے لگے کن صاحب کی بات کر رہے ہو۔ وہ تو اپنے مرید کے ساتھ ٹھہرے ہوئے ہیں۔ میں نے اپنے دوست سے پوچھا کہ جناب آپ تو آسٹریلیا کی مسلمان تنظیموں میں بڑے پہچانے جاتے ہیں۔ آخر مولانا صاحب کو آپ سے رابطہ قائم کرنا چاہیئے تھا۔ کہنے لگے مولانا صاحب تو آرام کے لئے یہاں آئے ہیں۔ تو یہ ہے ہمارے بیرونی دوروں پر جانے والے چند علماء کی تصویر۔ ان میں سے بعض تو واقعی تبلیغی مشن پر ہوتے ہیں مگر بڑے سیاست دان مذہبی لیڈر تبلیغ کرنے کی غلطی نہیں کریں گے۔ اور اگر کوئی ایسا پروگرام ہوا بھی تو وہ فتنہ و فساد کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔

کچھ عرصہ قبل یہاں مانٹریال میں ہی مجھے ایک انگریز سے ملاقات کا موقع ملا۔ موصوف برطانیہ کے شہری ہیں۔ اور عرصہ ہوا مسلمان ہو چکے ہیں۔ پانچوں وقت کے نمازی ہیں۔ مجھ سے السلام علیکم وعلیکم السلام کے تبادلہ کے بعد پوچھنے لگے آپ مسلمان ہوں گے۔ میں نے کہا ظاہر ہے کہ میں پاکستان سے ہوں۔ کہنے لگے کون سے مسلمان ہو۔

میں نے کہا بھائی میں تو خدا اور اُس کے رسولؐ کو ماننے والا مسلمان ہوں۔ کہنے لگا۔ میں نے جن صاحب کے ہاتھوں اسلام قبول کیا ہے اس نے کہا ہے کہ سعودی عرب والوں کا اسلام الگ ہے اور پاکستان کا اسلام الگ۔ میرا تو حیرت سے منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ بعد ازاں وہ صاحب ہر روز یہاں آتے رہے۔ میں نے انہیں ایک مسلمان پروفیسر کا ایڈریس دیا کہ تم ان کے ہاں جاؤ وہ تمہیں بہتر معلومات پہنچا سکتے ہیں۔ بعد ازاں وہ صاحب مجھ سے ملنے نہیں آئے۔ مگر مجھے افسوس ضرور ہوا کہ ہمارے بعض علماء اور پیرانِ سیاست مذہبِ اسلام کی تبلیغ کرنے کے بجائے فرقوں کی تبلیغ کرتے ہیں۔

اسی طرح کے حالات یہاں کے مذہبی اداروں کے ہیں۔ مثلاً ہر دوسرا آدمی کوئی نہ کوئی تنظیم بنائے ہوئے ہے۔ یہ لوگ تنظیمیں بنا کر عرب ملکوں کے سفارت خانوں سے رابطہ قائم کرتے ہیں اور روپے حاصل کرنے کے بعد تھوڑا بہت ڈھانچہ کھڑا کر کے اپنا اُلو سیدھا کرتے ہیں۔

یہی حالات مغرب کے مختلف شہروں میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ چاہے آپ لندن برلن یا پیرس یا مانٹریال۔ سارے ہی بڑے شہروں میں مسلمانوں کے حالات ناگفتہ بہ ہیں۔ مغربی تہذیب اور اسلامی تہذیب اس قدر آپس میں ایک دوسرے میں جذب ہو گئی ہیں۔ کہ شناخت کرنا انتہائی مشکل ہے کہ یہ صاحب مسلمان ہیں۔ ہندو ہیں یا عیسائی۔ کیونکہ حرام اور حلال کی تمیز بالکل ختم ہو کر رہ گئی ہے یہی وجہ ہے کہ مغرب میں رہنے والے مسلمانوں نے مغرب پر اپنے اثرات چھوڑنے کے بجائے مغرب سے زیادہ اثرات قبول کر لئے ہیں۔

پیرس سے میں مانٹریال آ رہا تھا۔ میرے ساتھ مصر کے ایک متنازہ ڈاکٹر بیٹھے ہوئے تھے۔ کھانے کا وقت آیا تو میں نے مچھلی اور فرنچ فرائی منگوائے کیونکہ یہ دونوں حلال ہی تھے۔ میرے ساتھ بیٹھے ہوئے میرے عرب کے مسلمان بھائی بڑے مزے لے لے کر حرام گوشت اور سؤر کی ملاوٹ کئے ہوئے بن برگر کھا رہے تھے۔

یہی نہیں بلکہ یہاں پر مقیم اکثر پاکستانی حضرات بھی ہوٹل وغیرہ کھولتے ہیں تو سب کچھ ساتھ ہی چلاتے ہیں۔ یہاں تک کہ سفارتی عہدہ پر آنے والے ایک پاکستانی اہل کار جو کافی بوڑھے ہو چکے ہیں مگر وہ بھی ایک ریسٹورنٹ کھول کر سؤر کا گوشت فروخت کرتے ہیں۔ سب سے بڑی وجہ یہ ہے

کہ اس معاشرہ میں اپنے اصولوں کو نہیں اپنا سکتے جس کی وجہ سے آئندہ ان کی اولاد بھی مکمل طور پر اپنے آپ کو معاشرہ کے رنگ میں رنگ لیتی ہے۔ گو پھر بھی تھوڑا بہت اثر باقی ضرور رہتا ہے مگر یہ ذہنی کشمکش کا باعث ہی بنتا ہے کیونکہ یہ بچے اپنے ذہن کو مکمل طور پر ایک طرف نہیں کر سکتے۔ اس کا نتیجہ ان کے ذہنی انتشار کی صورت میں نکلتا ہے۔ اس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) والدین بچپن میں ان بچوں کی صحیح دیکھ بھال نہیں کرتے۔ وہ ان کو عربی۔ اُردو یا کوئی بھی دُوسری اسلامی زبان پڑھانے کے بجائے زیادہ تر اس ملک کی زبان پر ہی زور دیتے ہیں۔ مثلاً انگریزی اور فرنچ زبان کو مغرب میں زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ وہ اپنے بچوں کو زیادہ تر ان زبانوں کو حاصل کرنے پر زور دیتے ہیں۔ گھر میں بھی وہ اپنی زبان بولنا گوارا نہیں کرتے۔ چنانچہ بچے جب بڑے ہوتے ہیں تو ان کا تعلق مسلمانوں سے اس لئے زیادہ نہیں ہو سکتا کہ وہ کبھی اسلامی زبان سے واقف نہیں ہوتے ایسی صورت میں اُن کا رُخ مکمل طور پر مغربی معاشرہ کی طرف ہی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ یہ بچے نہ تو کسی اپنے ہم مذہب سے کھل کر بات کر سکتے ہیں اور نہ ہی ایسی کسی مجلس میں بیٹھنا گوارا کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ بچے کشمکش کی حالت میں بعض اوقات والدین کے لئے بھی مصیبت کا باعث بن جاتے ہیں۔

(۲) بچوں کو سکول میں عام بچوں کی طرح ہی تعلیم دی جاتی ہے۔ انہیں مختلف فلموں میں شریک کیا جاتا ہے۔ ڈانس کی تربیت دی جاتی ہے۔ ظاہر ہے جو بچہ صبح سے لے کر شام تک سکول میں ہو وہ زیادہ اثر سکول سے ہی لے گا۔

(۳) قومی زبانوں کے تحفظ کے لئے تو اس قوم کے افراد کے علاوہ سفارت خانہ کے افراد کو بھی دلچسپی لینی چاہیئے۔ مگر اس طرف اسلامی ممالک کے افراد کے علاوہ سفارتکار بھی زیادہ دھیان نہیں دیتے مثلاً اس وقت مانٹریال میں صرف ایک سکول ہے جو ہفتہ کو مسلمانوں کے بچوں کا تربیتی پروگرام کرتا ہے مگر وُہ بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔ اسلامک سنٹر بھی مؤثر پروگرام اس لئے نہیں بنا سکتا کیونکہ عوام کا تعاون نہیں۔ یہاں کی حکومتیں زبان کی ترویج و ترقی اور قومی تنظیموں کے لئے باقاعدہ امداد فراہم کرتی ہیں مگر خلوص کی ضرورت ہے اگر کوئی ایک کوئی فلاحی پروگرام شروع کرے تو اس کام میں روڑے اٹکانے کیلئے سینکڑوں تنظیمیں بن جاتی ہیں۔ اس سلسلہ میں ہمارے پاکستانی فتنہ بازی میں سب سے زیادہ تیز ہیں۔ پاکستان کی بیمار سیاست نے ہمارے ملک کے ہر فرد کو سیاست دان بنا دیا ہے۔ اس لئے یہ لوگ گھر بیٹھے بٹھائے بڑی بڑی تنظیمیں بنا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس وقت لندن میں پاکستانیوں کی ۷۰ تنظیمیں ہیں۔ پیرس میں ۲۵۔ مانٹریال میں ۱۵۔ اور ٹورانٹو میں ۳۰۔ ان سب تنظیموں میں سے دو چار تنظیمیں ہی مؤثر ہیں باقی چندہ جمع کرنے اور کھانے پینے کے لئے۔ ظاہر ہے ایسے حالات میں مذہب کی حفاظت اور زبان کا تحفظ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ میرے ذاتی تجربہ کے مطابق تمام مسلمان ممالک کے لوگوں میں سب سے زیادہ فتنہ بازی اور انتشار کا مظاہرہ پاکستان اور ہندوستان کے مسلمان کرتے ہیں۔ اس وقت مانٹریال کی سب تنظیموں کے صدر بھی پاکستانی ہی ہیں۔ باقی ملکوں کے مسلمان اقتدار کی بھاگ دوڑ میں زیادہ شریک نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے یہاں مسلمان بن کر رہنا ممکن نہیں۔ کیونکہ بچے جب بنیادی اصولوں سے واقف نہ ہوں تو آپ اُن کو مسلمان کہہ کر کیا لیں گے۔ یہاں تو اکثر پاکستانی بچے "السلام علیکم" تک نہیں کہہ سکتے تو پھر یہ غریب مسلمان کیا بنیں گے۔ اس سلسلہ میں مختلف مغربی ملکوں میں اردو۔ عربی اور فارسی زبان میں ترقی کے لئے متعلقہ ملکوں کو کوشش کرنی چاہیئے۔ ورنہ یہ بیمار نسل نہ مغرب کے لئے سود مند ہے نہ اسلامی ممالک کے لئے۔ اس سلسلہ میں بے شک مغرب میں بڑی بڑی اسلامی تنظیمیں بنی ہوئی ہیں مگر ان کے عہدہ داروں کے کردار پر نگاہ ڈالی جائے تو یہ محض نمود و نمائش والی بات ہی رہ جاتی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ آئندہ اگر اسلام کی تبلیغ کا سلسلہ آگے بڑھانا ہے تو جعلی پیروں اور سیاسی کرتب دکھانے والوں کو مذہب میں نئی نئی تاویلیں نکالنے کی اجازت نہ دی جائے۔ یہ لوگ تبلیغی جماعت کے عظیم مشن کو بھی بدنام کرنے کی جد و جہد میں مصروف ہیں۔ اگر حکومتی اداروں نے ان توہم پرست علماء کو بیرونی دنیا میں فتنہ پھیلانے کی کھلی چھٹی دے دی تو اس سے اسلامی ملکوں کے ساتھ پاکستان کے تعلقات خراب ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اسلامی ممالک کے اکثر لوگ اب پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔

شاید یہ بھی اسلام کے خلاف مخالفین کی سازش ہو کہ وہ کسی ایسے گروہ کو سامنے لائیں جو کم از کم مسلمان ملک میں مزید انتشار کا باعث بن سکے۔ اس لئے حکومتِ پاکستان کو اس سلسلہ میں سوچ بچار کرنی چاہیئے اور ایسے لوگوں کو چاہے وہ ادیب ہوں یا شاعر یا مذہبی گھر پینچ ان کو ملک سے باہر نہیں جانے دینا چاہیئے کیونکہ یہ لوگ باہر سے اپنے لئے امداد کے ذریعے بنا کر واپس ملک میں پہنچتے ہیں اور انتشار کا باعث بنتے ہیں۔

(بشکریہ نوائے وقت)

شبان الاحمدیہ لاہور کی سرگرمیاں

شبان الاحمدیہ لاہور کا پانچواں رابطہ اجلاس مؤرخہ ۱۱۔ جون ۱۹۸۲ء بروز جمعۃ المبارک بمقام جامع مسجد مسلم ٹاؤن لاہور میں زیر صدارت ظہور اکبر بلتی صاحب منعقد ہوا۔ شدید گرمی کے باوجود لاہور کے نوجوانوں نے اس میں شرکت کی اور اجلاس کی رونق کو بڑھایا۔

اجلاس کا آغاز مرزا سعید احمد بیگ کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔

رشید احمد بیگ صاحب نے حضرت اقدس مرزا صاحب کے خدمتِ دین و اشاعتِ قرآن کے کارہائے نمایاں پر روشنی ڈالی جن میں تبلیغ دین کے لئے لٹریچر۔ اسلام کے بارہ میں غلبہ کی پیشگوئیاں اور چیلنج۔ نوجوانوں کو دین کی خدمت کے لئے تیار کرنا۔ اور پُوری دنیا میں اشاعتِ دین حقہ کے لئے اقدامات شامل تھے۔ پھر اپنے ذاتی تجربہ اور مشاہدات سے اللہ تعالےٰ کی ذات پر عقلی دلائل پیش کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ کی ہستی پر کامل یقین و پختہ ایمان اور حضرت محمد صلعم سے عشق اور حضور کی ختم نبوت پر مکمل ایمان پیدا کرنا آپ کا مقدس مشن تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

ما مسلمانیم از فضلِ خدا — مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را بروشد اختتام

جلسہ کے اختتام پر حاضرین کو مشروبات پیش کئے گئے۔

شبان الاحمدیہ کا چھٹا رابطہ اجلاس مؤرخہ ۱۶ جولائی ۱۹۸۲ء جامع احمدیہ دار السلام لاہور میں بروز جمعۃ المبارک منعقد ہوگا۔ حاضرین کے لئے افطاری کا انتظام کیا جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

ارشد حسین
سیکرٹری شبان الاحمدیہ۔ لاہور

از:- محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ - لندن

یہ بھی تیرے دیوانے

معلوم نہیں کیوں آج میرا دل چاہ رہا ہے کہ عقل و خرد دانائی و بینائی سے ہٹ کر کچھ ذوق و شوق کی والہانہ باتیں ہو جائیں۔

بات کچھ یوں ہے کہ پیدائشِ آدم سے لے کر ہر زمانے میں اللہ میاں کو چاہنے والوں کی کمی نہیں رہی اور اس کے بہت سے رنگ ہیں۔ انبیاء۔ اولیاء، شہداء، صلحا۔ سب کا محبوب، مطلوب، مقصود اُسی کی ذات رہی اور اب تک ہے۔ مگر ان اعلیٰ مقام بندگانِ خدا کے علاوہ کچھ سیدھے سادے علم و فکر سے بیگانہ بندے باوجود اپنی سادگی و بے مائیگی کے اُس کے چاہنے والے ہوئے ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں جنگل کے ایک گڈریئے کی ذات تھی کہ ایک دن درخت کے نیچے بیٹھے اللہ سے عرضِ حال کر رہے تھے کہ "اے اللہ! میرے محبوب جانے تو کہاں پھر رہا ہے میرے پاس آ جا تو میں تیری تھکی ہوئی ٹانگیں دباؤں۔ اپنی بکریوں کا تازہ تازہ دودھ پلاؤں۔ کپڑوں سے کانٹے کیڑے جھاڑ دوں پھٹا پرانا مرمت کر دوں۔ تیرے بال سلجھاؤں۔"

یہ اپنی لگن میں بول رہے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے پُرجلال نبی کا اُدھر سے گذر ہوا اور یہ رنگ دیکھ کر اس کو ڈانٹا کہ بے وقوف یہ تو شانِ خدا میں کیا گستاخی کر رہا ہے۔ خالقِ ارض و سما کو بھی کیا اپنے جیسی عاجز ہستی سمجھا ہے۔ گڈریئے کے تو ہوش اڑ گئے۔ بے چارہ سہم کر لگا تھر تھر کانپنے۔ اُسی وقت حضرت موسیٰ پر وحی نازل ہوئی جو ایک شاعر کی زبان سے کیا خوب ادا ہوئی ہے کہ:-

وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا بندۂ ما را زِ ما کردی جدا
تو برائے وصل کردن آمدی نے برائے فصل کردی آمدی
موسیا! آدابِ داناں دیگر اند
سوختہ جاناں روانِ دیگر اند

ترجمہ:- "حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا کی طرف سے وحی آئی کہ تو نے تو میرے بندے کو مجھ سے جدا کر دیا۔ میں نے تو تجھے اس لئے بھیجا ہے کہ میرے بندوں کو مجھ سے ملائے اس لئے نہیں کہ ان کو مجھ سے جدا کرے۔ اے موسیٰ! داناؤں کے ادب آداب اور چیز ہیں اور ایسے ایسے تن جلے عاشقوں کے طریقے اور ہیں۔"

ان حضرت کے بعد دنیا کی عمر کچھ اور بڑھ گئی۔ گردشِ وقت جاری رہی تو پانچ دریاؤں کی سرزمین وسطِ پنجاب میں بھی ایک ایسے ہی اللہ والے گذرے۔ اُن کا رنگ یہ تھا کہ بستی والوں سے الگ تھلگ اپنی جھونپڑی میں اللہ سے لو لگائے بیٹھے رہتے تھے۔ بستی تھی سیدھے سادے کسانوں کی جن کی بسر اوقات کھیتی باڑی پر تھی۔ یہ بزرگ لاکھ گھر کے تھے کتنے مگر لوگ جانتے تھے کہ اس بے نیازی اور آدم بے زاری کا راز یہ ہے کہ ان کو اپنے خالق و مالک کی لگن لگی ہوئی ہے اس لئے وہ لگے لپٹے رہتے تھے۔ ایک بار اس بلا کی خشک سالی ہوئی کہ جاڑا گرمی برسات سب موسم گذر گئے ایک بوند آسمانی پانی کی نہ پڑی۔ ندی نالے۔ کنوئیں۔ تالاب سب سوکھ گئے۔ سوکھی کھنکر زمین میں فصل کی بوائی بھلا کہاں ممکن تھی۔ کسانوں کو قحط کا سامنا نظر آنے لگا۔ وہ سب جا ان بزرگ کے گرد ہوئے۔ کہ حضرت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بارش کا حکم فرمائے۔ ورنہ ہم۔ ہمارے بال بچے چوپائے جانور۔ کھیتیاں باڑیاں سب تباہ ہو جائیں گی۔ انہوں نے پہلے تو بے رُخی دکھائی مگر جب وہ بہت ہی گڑگڑانے لگے تو کندھوں سے اپنی چادر جو لپیٹے بیٹھے تھے اتار کر ان کے حوالے کی کہ اسے دھو کر سامنے جھاڑی پر پھیلا دو۔ کسان حیران کہ بھلا چادر دھونے کا بارش سے کیا واسطہ آخر نہ رہ سکے تو پوچھ ہی لیا کہ حضرت یہ کیا بات ہوئی۔ وہ پنجابی میں فرمانے لگے کہ:-

"اَج کل ساڈی اللہ میاں نال وگڑی ہوئی اے میری چادر کدے نئیں سوکن دے گا۔"

یعنی آجکل ہماری اللہ میاں سے بگڑی ہوئی ہے میری چادر کبھی نہیں سوکھنے دے گا۔ لو جی۔ چادر دھو کر ڈالنے کی دیر تھی کہ اُمنڈ گھمنڈ کر گھٹائیں آ گئیں اور وہ موسلا دھار بارش ہوئی کہ بستی، میدان، کھائی کھلیان سب جل تھل ہو گئے۔ سبحان اللہ! ایک بندے کے اس ناز اور اُس مالک کی ناز برداری کے کیا کہنے۔

کچھ زمانہ ہوا اسی خطۂ پنجاب میں لاہور سے قریب ہی ایک گاؤں ہے یہاں بھی ایک خاکسار بظاہر بے مایہ سے بزرگ دنیا سے چھپے ہوئے رہتے تھے۔ ان کے متعلق ایک واقعہ مشہور اور زبان زدِ عام ہے۔ ان کے علاقے میں موسم کے لحاظ سے اساڑھ۔ ساون۔ بھادوں۔ برسات کے مہینے تھے۔ خصوصاً ساون بھر خوب مینہ برستا رہتا ہے۔ کئی کئی دن کی جھڑیاں لگی رہتی ہیں کیونکہ یہ بستی نشیبی زمین میں واقع ہے۔ اس لئے جب ساون کی بارشوں سے ٹخنے ٹخنے پانی کھڑا ہو جاتا تو کسان دھان یعنی چاول کی کاشت کرتے ہیں اور اس علاقے کے چاول باسمتی اپنی خوشبو۔ مزا لذت اور باریک ہونے کے لحاظ سے دنیا بھر کے چاولوں سے بہت اعلیٰ قسم کا مانا جاتا ہے۔ ایک بار ساون بھی ختم پر آ گیا مگر بارش نہ آئی تو سب کسان ان بزرگ کے پاس گئے۔ اور بارش کے لئے دعا کی درخواست کی۔ اللہ کے درویشوں کے رنگ نرالے ہوتے ہیں۔ ان حضرت نے توے کی سیاہی اتار چہرے پر لگائی اور چمٹا بجا کر کافی کے یہ بول شروع کئے کہ ؎

اِک دن رہ گیا ساون دا اے دبلا ے مینہ برساون دا

یعنی ایک دن رہ گیا ہے ساون کا۔ یہ وقت ہے مینہ برسانے کا۔ اور ساتھ ہی یہ کہ میرے چہرے کی سیاہی تو خود دھوئے گا تو اُترے گی۔ چنانچہ ایسی دھڑاکے کی بارش ہوئی کہ نہ صرف اللہ نے اپنے بندے کو سرخرو کر دیا بلکہ دنیا بھی نہال ہو گئی۔ یہ بزرگ کالا شاہ کاکو کہلاتے تھے اور گاؤں کا بھی یہی نام پڑ گیا۔

یہ تو تھیں بزرگوں سے سُنی سنائی باتیں۔ اب کچھ آنکھوں دیکھی بھی بیان کر دوں جب اباجان مرحوم کی تعیناتی گجرات (پنجاب) کے سول ہاسپٹل میں تھی تو وہاں ایک ضعیفہ روزانہ ہمارے ہاں آتی تھیں کیونکہ ان کا صبح کا ناشتہ ایک گھی لگی روٹی اور چائے کا پیالہ اماں جان نے مقرر کیا ہوا تھا۔ ان کا حلیہ یہ تھا۔ گورا رنگ۔ سفید جھک بال۔ چھوٹا قد۔ دُبلا جسم۔ جھکی ہوئی کمر لُٹھیا ٹیکتی آتی تھیں۔ ان کو سارا گھر ہی اماں خدیجہ کہتا تھا۔ اور ہم بچوں کا شوق یہ تھا کہ سب سے پہلے ہم ان کو سلام کریں۔ وجہ یہ کہ جواب میں وہ بے حد بے شمار دعائیں دیتی تھیں۔

اُن کی زندگی کی کہانی کچھ انوکھی سی تھی۔ کہیں پہلی جنگِ عظیم کے بعد ایک وبا " وارفیور " جنگی بخار کے نام سے پھیلی تھی۔ جو تھی انفلوائنزا کی طرح لیکن بہت مہلک۔ بے شمار انسانی جانیں اس کی نذر ہو گئیں۔ اماں خدیجہ کے شوہر اور جوان اکلوتا بیٹا چند ساعتوں میں ختم ہو گئے۔ اور ان کے لئے غربت اور تنہائی کے علاوہ صرف اللہ کا نام رہ گیا۔ یہ خود ایسی بیمار اور بے ہوش ہوئیں کہ مردہ جان کر محلہ والوں نے از راہِ للّٰہ کفن دفن کا سامان کر لیا۔ غسل کے تختہ پر لٹایا تو یہ کلمہ پڑھتی اُٹھ بیٹھیں۔ جب حالت سنبھل گئی تو انہوں نے دورانِ بے ہوشی کا واقعہ یوں بیان کیا کہ مجھے دو فرشتے دائیں بائیں ہو کر لے کر چل اللہ کے حضور۔ جب وہاں پہنچے تو اللہ میاں کی کچہری لگی ہوئی تھی ایک اُونچے چبوترے پر اللہ میاں عالیشان کرسی پر بیٹھے تھے۔ یہاں آ کر اپنی پنجابی میں بہت سادگی اور یقین سے کہتی تھیں کہ " توبہ توبہ لوگ کہندے کہ اللہ میاں بندہ نہیں۔ اُو دی تے شکل بھلّی نہیں جاندی۔ سونا نورانی چہرہ۔ تھوڑی تھوڑی داڑھی۔ اصلی مشہدی لنگی سر تے بندھی ہوئی۔ مینوں دیکھ کے ذرا ہسیا تے نرم نال لنگی دا پلّہ مُنہ نے کر لیا۔ تے ڈپٹ کے فرشتیاں نوں کہیا۔ ایہنوں کیوں لے آئے۔ موڑ کے لے جاؤ۔" یعنی توبہ توبہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ میاں بندہ نہیں اس کی شکل پر تو نگاہ نہیں ٹھہر سکتی۔ حسین نورانی چہرہ تھوڑی تھوڑی داڑھی سر پر مشہدی لنگی بندھی ہوئی۔ مجھے دیکھ کر ذرا مسکرائے اور لحاظ سے لنگی کا شملہ منہ پر رکھ لیا پھر فرشتوں کو ڈپٹ کر فرمایا کہ اس کو کیوں لے آئے۔ جاؤ واپس چھوڑ آؤ۔

خیر دوبارہ جو یہ مہلت ملی تو اماں خدیجہ کو دُنیا اور دُنیا کے غم سب بھول گئے بس اللہ کا نام اور ہر کسی کو یہ بات سنانے کا سودا رہ گیا۔ ان کی کہانی سن کر لوگ مسکرا کر زیرِ لبی نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھتے تھے۔ یہ تو ظاہر تھا کہ بے چاری مجبور تھیں مگر مجھے گمان ہے کہ اماں خدیجہ نے اپنی بساط کے مطابق جو بھی اپنے مالک کی جھلک دیکھی یہ اس کی سودائی بن کر رہ گئیں۔

یہاں مجھے ایک اور اپنے رنگ کے اُس کے دیوانے یاد آتے ہیں ہم لوگ دہلی میں تھے اولڈ وائسریگل لاج کے بنگلوں میں سے ایک بنگلے میں ہمارا قیام تھا۔ انگریزی حکومت کے دور میں اُن کی کوٹھیوں پر ہی بعض درزی بیٹھ کر سلائی کٹائی کا کام کرتے تھے " دانہ درزی " کہلاتے تھے ایسے ہی ایک درزی ہماری کوٹھی کے برآمدے میں بیٹھ کر کام کرتے تھے۔ بہت سوکھے سہمے سانولے سے بوڑھے آدمی تھے۔ نام تو نہ معلوم کیا تھا ہر کوئی ان کو بڑے میاں کہتا تھا۔ کہیں شہر میں رہتے تھے مگر صبح ہوتی آٹھ بجے اور یہ کھٹ سے آ موجود ہوئے۔ سامنے کے برآمدے میں پرانی سوتی دری بچھائی۔ اُو پر اپنی کسی زمانے کی دقیانوسی مشین رکھ کر بیٹھ گئے ہاتھ سے کام کرتے تھے مگر زبان پر بس اللہ کا نام اور اللہ کا ذکر۔ خود ایسے محتاط کہ جو کہیں جا ہو کہ مقررہ سلائی سے زیادہ پیسے ان کو دے دیں تو کہتے نہ صاحب میں تو دونوں ہاتھوں کی محنت کی کمائی کی اُجرت جو مان لی وہی لوں گا۔ کام کے بعد جو کپڑے کا ٹکڑا اکثر بے رزہ بچے پوٹلی باندھ کر مالک کے حوالے۔ جلتی گرمی۔ جلاتی لُو میں اگر کہو کہ بڑے میاں کسی کمرے میں پنکھے تلے آ جاؤ تو انکار، کہو مالک کے ذات ذات کے کپڑے میرے ذمے ہیں۔ اُٹھانے بچھانے میں ادھر اُدھر ہو گئے تو میری پکڑ ہو گی۔

نوکر۔ چاکر۔ آئے گئے منشی۔ اردلی۔ تُو۔ مَیں۔ سب کو اللہ کا خوف دلاتے اور روزِ قیامت اور دوزخ کی آگ سے ڈراتے تھے۔ پیشہ ور خیرات مانگنے والوں کے سخت دشمن تھے۔ کہ ان کا تو روزِ قیامت بُرا حشر ہو گا۔ مُنہ پر گوشت نہ ہو گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان کے اس سدا کے وعظ و نصیحت سے جل کر بعض بگڑے دل بول اُٹھتے کہ بڑے میاں تم اپنی خیر مناؤ۔ اپنے دوزخ جنّت کی فکر کرو۔ اوروں کے پیچھے کیوں پڑتے ہو۔ اس پر بہت حیران سے ہو کر ایسے مظلوم اور شانتی لہجے میں کہتے کہ " لو بھلا میں جنت دوزخ لے کر کیا کروں گا۔ ارے صاحب مَیں تو وہیں کہیں اللہ میاں کے تخت کے دھورے (یعنی نیچے کہیں ادھر اُدھر) کسی پائے سے ٹیک کر بیٹھ جاؤں گا۔" اپنے لئے کس خاکساری سے جگہ بھی ایسی تجویز کرتے تھے کہ جہاں ہما شما کا تو گذر ہی محال ہے۔ پھر کبھی مجھے بعض وقت خیال آتا ہے کہ کیا عجب جب ایک سادہ دل بندے کو اس قدر بھروسہ اور یقین ہو تو اس شاہوں کے شاہ کی ذرّہ نوازی سے بڑے میاں بھی عرشِ الٰہی کے نیچے کسی کونے میں دَبکے بیٹھے ہوں۔ جب کسی کی مانگ ہی آتنی ہو تو دینے والا دے ہی دیتا ہے۔

ساتھ ہی یہ بھی سوچ آتی ہے کہ بارِ الٰہا ایک طرف تو تیرے خاص الخاص انبیاء۔ اولیاء شہداء صلحا صاحب علم و فکر اور روشن دل و دماغ بندے۔ دُوسری طرف یہ تیرے دیوانے بیچ میں ہمارے جیسوں کا شمار کہاں ہو گا۔ کہ انسان نے عقل کچھ ملی۔ خودی کو پایا۔ تجھ پر ایمان رکھا مگر مشکل یہ کہ دُنیا کی دلفریبی۔ اس کی کشش۔ اور لالچ۔ مال و دولت زیب و زینت کا شکار ہیں۔ توبہ کر کے بہک جاتے ہیں۔ بہک کر توبہ کرتے ہیں۔ اسلام کی صراطِ مستقیم سامنے ہے مگر ذرا چلے اور ڈگمگائے۔ پھسلے اور پھر دُنیا کے گڑھے میں جا پڑے۔ بس لے دے کر ایک تیری رحمت اور بخشش کا آسرا ہے۔ کہ ہم نیک ہیں یا بد مگر ہیں تو تمہارے۔ اور یہ بھی سچ ہے نہ کہ ؎

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے۔
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے۔

فطرانہ عید سعید اس سال

۴ روپیہ فی کس ہو گا۔

انجمن کے فیصلہ کے مطابق اس سال فطرانہ عید ۴ روپیہ فی کس مقرر ہوا ہے۔ صدقہ عید الفطر نمازِ عید سے پہلے گھر کے ہر فرد کی طرف سے فطرانہ ادا کرنا ضروری ہے۔

— جماعت کے —

سیکرٹری اور محصل صاحبان نوٹ فرمالیں۔

انگریزی سے ترجمہ :- از میاں بشارت احمد بقا بی۔ اے

دجال کے متعلق
حضرت مرزا صاحب کے خیالات

اس سال حضرت مرزا صاحب کے کارناموں اور آپ کی تعلیمات کو خراج تحسین پیش کرتے وقت ایک حقیقت جو خاص طور پر ہمارے مشاہدہ میں آئی ہے یہ ہے کہ اب آپ کے مخالفین بھی بعض الجھے ہوئے معتقدات کی وہ تعبیر اور تشریح قبول کرتے نظر آتے ہیں جو آپ نے خدا تعالیٰ سے علم پاکر کی۔

سید ابو الحسن علی ندوی صاحب نے جن کی مخالف احمدیت کتاب "قادیانیت" احمدیت کے خلاف عالمگیر پراپیگنڈہ کرنے کے لئے انگریزی۔ اُردو اور عربی زبان میں استعمال کی گئی ہے۔ ایک کتابچہ بعنوان "ایمان اور مادیت" لکھی ہے۔ یہ کتاب بھی ان تینوں زبانوں میں دستیاب ہے اور یہ ۱۹۷۰ء کی دہائی میں طبع ہوئی ہے۔ اس کتاب کا دوسرا عنوان "سورۃ الکہف کا پیغام" ہے۔ اور اس میں دجال موعود کی شناخت پر بحث کی گئی ہے۔ ابتداء میں متعدد احادیث لکھ کر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اس سورت کی تلاوت کرنے والا دجال کے فتنۂ عظیم سے محفوظ رہے گا۔ اب یہ سورت دجال کی نسبت ہمیں کیا بتاتی ہے اپنی کتاب کے صفحہ ۳-۴ پر اپنی تحقیق کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔

جب میں نے دوبارہ اس سورت کا بنظر غائر مطالعہ کیا تو میں نے اسے ایک جہانِ نو کی منظر کشی کرتے ہوئے پایا جس کا تعلق صرف اس عنوان سے ہے جسے ہم "ایمان اور مادیت کے مابین مجادلہ" کی صورت میں ظاہر کر سکتے ہیں۔ کچھ آگے چل کر وہ اس کی مزید وضاحت کرتے ہیں۔

"اس دریافت نے مجھے بے حد مسرور کر دیا۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ وہ صحیفۂ آسمانی جو چھٹی صدی عیسوی میں نازل ہوا وہ اتنی شرح کے ساتھ ایک ملحدانہ تہذیب کے خدوخال بیان کرتا ہے جس نے غیر المعقول نشانات اور عجائبات دکھا کر پرستش کی حد تک عظمت پیدا کر لی ہے اگرچہ اس کی ابتداء سترھویں صدی میں ہوئی تاہم بیسویں صدی میں یہ اپنے نکتہ عروج پر پہنچ گئی ہے اسی مخالف خدا اور پر فریب تہذیب کو جسے زبان نبوی میں دجال کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اس کی پیدائش سے صدیوں قبل پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا تھا۔ عہد حاضر کی مادی تہذیب کا شناختی نشان اور علامت عیاری اور منکرانہ دھوکہ بازی ہے جس کے اثرات زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ عیاشیت تہذیب نو کی ماں ہے۔ جو حیات دنیوی اور اس کی آسائشوں کی بے حد گرویدہ ہے۔ یہ مادی بہبود پر ضرورت سے زیادہ زور دیتی ہے۔ اس مادی تہذیب نے تمام اخلاقی اور روحانی قدروں کو فنا کر دیا ہے۔ اور پورے جوش کے ساتھ دنیاوی قوت و شوکت اور مال و دولت حاصل کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا رکھی ہے۔ اس سطح پر یہودیت کو عیسائیت سے باوجود شدید اختلافات اور عداوت کے نکتۂ اتصال مل جاتا ہے۔"

مذکورہ بالا بیان سے عیاں ہوتا ہے کہ ندوی صاحب مغربی مادی تہذیب کو دجال تصور فرماتے ہیں لیکن غالباً اس اعتقاد کے پیش نظر آن کے کتاط اور ہوشیار احباب ناراض نہ ہوں اپنی تفسیر میں مندرجہ ذیل پیچ ڈال لئے ہیں۔

"اب اس تہذیب کے لئے مقدر ہو چکا ہے کہ یہ یہودیوں کی فیض رسانی اور رہنمائی میں بام عروج کو پہنچے گی۔ اور ان میں سے ایک یہودی بلاشبہ دجال اکبر کے نشانات ظاہر کرے گا۔ جس کے سامنے دھوکہ دہی۔ کذب و افتراء۔ لادینیت اور الحاد کے تمام مروجہ پیمانے ہیچ ہو جائیں گے۔"

ندوی صاحب اس طرح دونوں جہانوں کی بھلائی حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایک طرف ان کی دجال کے بارے میں یہ تشریح کہ مغرب کی جدید مادہ پرستی دجال ہے۔ اس قدر مؤثر اور قابل قبول ہے۔ کہ وہ نہ صرف اس تعبیر کو قبول ہی کرتے ہیں بلکہ اس کا ادعا بھی کرتے ہیں کہ یہ اُن کی اپنی تشریح ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتے ہیں :-

"مجموعی طور پر میرے اپنے ہی خیالات اور تاثرات کا اظہار ہے۔"

اور دوسری طرف وہ ایک دو فقرے یہ بھی جوڑتے ہیں کہ یہ تہذیب دراصل دجال نہیں ہے بلکہ دجال ایک شخص ہے جو ابھی ظاہر ہونے والا ہے۔ کیونکہ وہ یہ بھی گوارا نہیں کر سکتے کہ وہ ان لوگوں کی حمایت کریں جن کو معتوب کرنے کے سلسلے میں انہوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ اور نہ ہی وہ اپنے اعوان و انصار سے دستکش ہونے کی سکت رکھتے ہیں۔

لیکن ندوی صاحب نے اپنے مختصر بیان میں جو دو نقطۂ نظر بیک وقت اختیار کئے ہیں ان میں تناقض کی بآسانی نشاندہی کی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ وہ اپنی کتاب کے صفحہ ۵ پر جدید مادہ پرستی کے متعلق رقمطراز ہیں۔

"یہ سترھویں صدی عیسوی میں دنیا میں ظاہر ہوئی اور اپنی انتہائی عظمت کو بیسویں صدی میں پہنچی۔"

پھر صفحہ ۱۱ پر ارشاد فرماتے ہیں۔

"دجال اسوقت ظہور کرے گا جب یہ تہذیب نکتۂ عروج پر پہنچے گی۔"

ان دونوں بیانوں کے تقابل سے عیاں ہوتا ہے کہ بقول ندوی صاحب دجال کا ظہور اسی صدی کے اندر کسی وقت ہونا چاہیئے۔ اس نتیجہ کو مزید تقویت موصوف کی اس وضاحت سے حاصل ہوتی ہے جو انہوں نے اپنی کتاب کے آخر میں صفحہ ۹۵-۹۴ پر فرمائی ہے۔

اس تہذیب کا منطقی نقطہ کمال جو مادہ پرستی اور صنعتی ترقیات سے مربوط ہے اب دُور کی بات نظر نہیں آتا۔ درآنحالیکہ اس کا سب سے بڑا سورما اور محافظ جسے زبان نبوت میں دجال کا نام دیا گیا ہے جلد پہلی بار ظہور کرے گا ... زمانۂ حال کی مادہ پرست اور صنعتی تہذیب بہت جلد اپنے نکتۂ عروج پر پہنچنے والی ہے۔

اگر ندوی صاحب کی مُراد وہی ہے جو ان عبارات میں اُنہوں نے تحریر فرمایا ہے تو پھر ہم اس بات کے متوقع ہیں کہ دجال آئندہ اٹھارہ سال کے دوران ظہور کرے گا اور اسی عرصہ میں بیسویں صدی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس سلسلہ میں ہماری دُعا ہے کہ خدا تعالےٰ ہمیں اور ندوی صاحب کو اس مدت کے اختتام تک زندہ و سلامت رکھے تاکہ ہم اپنی آنکھوں سے ان کی اس تشریح و تعبیر کی صداقت یا کذب دیکھ سکیں۔

بہرحال چونکہ ندوی صاحب کا نظریہ ہے کہ موجودہ مادہ پرست تہذیب دجال کی علامات کو پورا کرتی ہے۔ اس لئے یہ ان کی بالکل ناقابل فہم توجیہ ہے کہ دجال نے ایک فرد کی صورت میں ابھی ظہور کرنا ہے۔

دجال کا احادیث میں ذکر :-

اگرچہ ندوی صاحب نے ان احادیث

نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غور نہیں فرمایا جن کے اندر دجال کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ تاہم وہ حاشیہ میں باصرار لکھتے ہیں

"دجال کی شخصیت اور اس کی خصوصیات سے متعلق تفصیلی استفسار اس کے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں چھوڑتے اور نہ ہی اُن پیشگوئیوں کے بارے میں تعبیر کے انکار کی جو ایک خاص فرد کی بجائے ایک گمراہ کن قوم کے متعلق پیش کی گئی ہے۔"

اس کے باوجود وہ صفحے آگے چل کر وہ ارشاد نبوی کا حوالہ دے کر علامات دجال کو جدید مادہ پرست تہذیب پر منطبق کر کے فرماتے ہیں۔

"ک ف ر اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوا ہوگا۔ ہر خواندہ و ناخواندہ شخص اس کو پڑھ سکے گا" اور یہاں ایک اور حدیث کا حوالہ دیتے ہیں جس میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ "بخدا ایک شخص اس کے پاس آئے گا۔ اور اُسے ایماندار یقین کرے گا۔ اور اس کا پیرو ہو جائے گا۔ پھر وہ ثانی الذکر کے بہکانے سے زندیق ہو جائے گا۔"

کیا ندوی صاحب کے پیش کردہ نشانات کسی فرد واحد کے لئے ہو سکتے ہیں؟ جبکہ محض ایک مسلمان گمراہ ہونے سے قبل دجال کے پاس خود جائے گا۔ تو اس طرح دجال صرف مسلمانوں کے معمولی سے طبقہ کے ایمان کو متزلزل کرنے میں کامیاب ہو سکے گا۔ لہٰذا یہ ایک معمولی سا فتنہ کہلائے گا۔

جدت و اختراع

اس معاملہ میں ندوی صاحب کی تحقیق کے ماخذ اور ذرائع کی نسبت وہ اپنی کتاب کے آغاز میں ارشاد فرماتے ہیں:-

"میں نے ۳۵ سال قبل اپنے ایک مضمون میں اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔ مجھے ۱۹۴۶ء میں مرحوم مولانا سید مناظر احسن گیلانی کے ہاں حیدرآباد میں بطور مہمان قیام کا شرف حاصل ہوا۔ میں سورہ کہف پر ان کی نہایت بلند پایہ عالمانہ تفسیر سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا۔ میں نے مروجہ تفاسیر قرآنی کے مطالب کی پیروی نہیں بلکہ اس کے برعکس اجتہادی طور پر اس سورت کی تفسیر خود میری اپنی سوچ اور فکر کا نتیجہ ہے۔"

اب حقیقت یہ ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے ۱۸۹۱ء میں جدید مغربی مادہ پرستی کو دجال کی صورت میں روشناس کرایا تھا۔ آپ کی تصنیفات خصوصاً وہ جو ۱۸۹۰ء کی دہائی میں شائع ہوئیں مثلاً ازالہ اوہام (۱۸۹۱ء) اور حمامۃ البشریٰ (۱۸۹۳ء) وغیرہ وغیرہ میں ان پیشگوئیوں کو بڑی شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے۔ آپ کی تفسیر و تعبیر ندوی صاحب کے اصل مضمون سے برسہا برس پہلے تحریک احمدیہ کی عالمی شہرت کی علامت بن چکی تھی۔ اس سلسلہ میں موصوف کی ۱۹۰۷ء کی کتاب کا ذکر ہی کیا جا سکتا ہے۔

احمدیہ تحریک کے دوسرے مصنفین نے بالخصوص مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور نے اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی تھی۔ اگر ندوی صاحب اس تفسیر کے احمدی ماخذ سے بے خبر تھے تو یہ افسوسناک لاعلمی ایسے شخص کی طرف منسوب ہوتی ہے جس نے تحریک احمدیہ اور حضرت مولانا محمد علی صاحب کی تفسیر قرآن کی مذمت اور بدنامی کے سلسلہ میں بہت کچھ لکھا ہے۔ بکمال صفائی سے ندوی صاحب دوسرے مخالفین کی طرح حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے خیالات قبول کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

مسیحا

جس موضوع پر ندوی صاحب نے کوئی رائے ظاہر نہیں فرمائی یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف فتنہ دجال کی پیشگوئی فرمائی تھی بلکہ اس کی تباہی اور شکست کی بھی پیشگوئی فرمائی تھی۔ جو بروئے احادیث حضرت مسیح کے ہاتھوں مقدر کی گئی تھی۔ اگر دجال ظاہر ہو چکا ہے یا عنقریب ظاہر ہونے والا ہے تو مسیح بھی لازماً ظاہر ہو چکے ہیں۔ یا ظاہر ہونے والے ہیں۔ شاید ندوی صاحب اپنی دوسری کتاب میں وضاحت فرمائیں گے کہ قتل دجال کے لئے مسیح کی آمد کے کیا معنی ہیں۔ لیکن ہم ندوی صاحب کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ ظہور دجال کے وقت مسلمان انتہائی خستہ حالت میں بتائے گئے ہیں۔ اور ان کی فتح اور اقبال مندی مسیح کے ذریعہ ہونی بتائی گئی ہے لیکن گذشتہ چند برسوں میں متعدد مسلمان اقوام بے شمار دولت اور طاقت حاصل کر چکی ہیں اس لئے کسی آئندہ آنے والے قریبی مستقبل میں کسی دجال کا ظاہر ہونا، کا مسلمانوں پر اثر انداز ہونے کے امکانات بتدریج کم ہوتے جا رہے ہیں۔ جب سے ندوی صاحب نے کتاب تحریر فرمائی۔ عرب مسلم اقوام نے دولت کے انبار حاصل کر لئے ہیں۔ حال ہی میں ایران نے ایک نہایت ہی طاقتور مادہ پرست قوم کے شہریوں کو اپنے پاس بطور یرغمال رکھ لیا تھا۔ جنہیں وہ ایران کی رضامندی کے بغیر رہا کرانے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ ان حقائق کی روشنی میں جن میں مسلمانوں کا ازسرنو دنیوی طاقت حاصل کر لینا اور حضرت مرزا صاحب کے خیالات کی قبولیت شامل ہے۔ صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ممدوح فی الواقعہ مسیح موعود تھے جن کا وصال اس ماہ (ماہ مئی) میں ۷۴ سال قبل ہوا۔

(ماخوذ از پندرہ روزہ لائٹ ۲۴ مئی ۱۹۸۲ء)

الہامات

از حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ

ينصرك رجال نوحي اليهم من السماء

تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم اپنی طرف سے الہام کریں گے۔

(۲)

خُدا تعالےٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا۔ اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی۔ اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا۔ اور پھولے گا۔ یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلا آئیں گے مگر سب کو درمیان سے اُٹھا دے گا۔ اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔

بچوں کا صفحہ ——— ڈاکٹر خورشید عالم ترین۔ سرینگر

ایک حبشی غلام کا ایثار
اور خدا ترسی

پیارے بچو! آج ہم آپ کو ایک حبشی غلام کا سچا قصہ سناتے ہیں۔ حضرت علی رضؓ کے دورِ خلافت میں کوفہ کے کسی شخص کا ایک باغ تھا۔ باغ طرح طرح کے پھلدار درختوں سے آراستہ تھا۔ اس کی خوبصورتی کا چرچا پورے علاقہ میں پھیلا ہوا تھا۔ لوگ دُور دور سے اس کو دیکھنے کے لئے آتے باغ کی دیکھ بھال ایک حبشی غلام کے سپرد تھی۔ غلام مسلمان تھا۔ وہ باغ کا سارا کاروبار بڑی ایمانداری اور پُوری تندہی سے انجام دیتا تھا۔

ایک دن ایک مشہور رئیس الواحمد باغ کی سیر کرنے آیا۔ حبشی غلام اس وقت روٹی کھا رہا تھا سامنے ایک کُتا بیٹھا تھا۔ غُلام ایک لقمہ کتے کو کھلاتا اور ایک خود کھاتا تھا۔ لقمہ توڑتے وقت وُہ اس بات کا پُورا خیال رکھتا تھا کہ روٹی کے ٹکڑے چھوٹے بڑے نہ ہوں۔ رئیس دُور کھڑا یہ ماجرا دیکھتا رہا۔

جب غُلام کھانے سے فارغ ہوا تو الواحمد اُس کے قریب آیا اور پوچھا "کیا یہ کُتا تمہارا پالتو ہے؟" غلام نے جواب دیا "جی نہیں! یہ اجنبی کُتا ہے۔" "بھوک کے مارے میرے سامنے بیٹھ کر ہانپنے لگا میں کھانا کھا رہا تھا۔ میں نے یہ پسند نہ کیا کہ خدا کی ایک مخلوق میرے سامنے بھوکی بیٹھی رہے اور میں سرپیٹ بھر کر کھانا کھا لوں۔ اس لئے اس کو بھی کھلا دیا۔" الواحمد نے کہا "کھلانا تو ٹھیک لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم لقمے کاٹنے میں جانچ تول کیوں کر رہے تھے؟" غلام بولا۔ "حضور میں نے نیت کر لی تھی کہ اپنی روٹی میں سے آدھی خود کھاؤں گا اور آدھی کتے کو کھلاؤں گا اسی لئے احتیاط برت رہا تھا کہ کہیں لقمہ چھوٹا بڑا نہ ہو جائے اور میں اللہ تعالےٰ کے نزدیک وعدہ خلاف لکھا جاؤں۔" یہ جواب سُن کر رئیس بے حد خوش ہوا۔ اُس کے دِل میں غُلام کے لئے بے پناہ عزت پیدا ہو گئی۔ وہ اُسی وقت باغ اور غُلام کے مالک کے پاس گیا اور دونوں کو خرید لیا۔

سودا طے کر لینے کے بعد رئیس دوبارہ باغ میں آیا اور غُلام سے کہا۔

"تمہاری نیک نیتی اور ایثار سے میرا دل بے حد خوش ہوا۔ اسی لئے میں نے تم کو اور اس باغ کو خرید لیا ہے۔ اب میں تم کو آزاد کرتا ہوں اور یہ باغ بھی تم کو دیتا ہوں۔"

غُلام نے رئیس کا شکریہ ادا کیا اور کہا:۔

"مجھے آزاد کر کے آپ نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے لیکن اس احسان کا بدلہ چکانے کے لئے میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ میں یہ باغ بطور تحفہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر غلام باغ چھوڑ کر رخصت ہو گیا۔

پیارے بچو! غلام نے اللہ کی ناراضگی کا خیال کر کے بے زبان مخلوق سے ہمدردی کھائی اللہ نے اس کی نیکی کے بدلے غلام کو غلامی کے بندھن سے ہی آزاد کر دیا۔ اگر ہم بھی اللہ کی رضامندی پانے اور مخلوقِ خُدا سے عمدہ سلوک کرنے میں سرگرمی دکھائیں تو اللہ ہماری مشکلات بھی دور کر سکتا ہے۔

پس ہمیں چاہیئے کہ کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے اللہ میاں ناراض ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں مخلوقِ خُدا کی خدمت بھی کرنی چاہیئے۔ ہمارے پیارے نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے بھی انہی دو چیزوں کا نام اِسلام رکھا ہے حضورؐ نے فرمایا ہے کہ دین کا خلاصہ (التعظیمُ لامرِ اللّٰہ وَالشَّفقۃُ علیٰ خلقِ اللّٰہ) ہے۔ یعنی اللہ کے احکام کی عظمت دل سے ماننا اور اللہ کی پیدا کردہ مخلوق سے نیک سلوک کرنا۔

احمدی مسلمان ہونے کے ناطے ہمیں اِن باتوں کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔

~ ❖ ~

حضرت محمّد صلے اللہ علیہ وسلّم کا بچّوں سے سلوک:۔

پیارے بچو! ہمارے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم بچّوں کے ساتھ بہت ہی پیار کرتے تھے۔ ان پر شفقت کرتے اور محبت سے پیش آتے تھے۔ ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے اور ان کی بھلائی کے لئے دُعائیں کیا کرتے تھے۔ بچے قریب آتے تو ان کو گود میں اُٹھا لیا کرتے۔ بڑے پیار سے اُن سے باتیں کرتے اور بڑی محبت سے ان کو کھلاتے پلاتے تھے۔ کبھی بچّے کے سامنے اپنی زبان مبارک نکالتے تو بچہ بہت خوش ہوتا۔ ان کے ساتھ ہنسنے ہنسانے کی باتیں کرتے۔

اگر کئی ایک بچے ایک جگہ جمع ہوتے تو ان کی قطار بنا دیتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر بیٹھ جاتے۔ بچوں کو فرماتے کہ تم سب بھاگ کر آؤ۔ جو بچہ سب سے پہلے ہمارے پاس آئے گا ہم اس کو یہ یہ چیزیں انعام دیں گے۔ بچے خوشی خوشی بھاگم بھاگ آپ کے پاس آتے۔ اس طرح بچّوں کے ساتھ کھیل کھیل کر دل بہلا دہ فرماتے۔

بچّوں سے خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔ حضرت انس رضؓ جب بچے تھے۔ ان کو دو کان والا کہہ کر پکارتے۔ حضرت انس رضؓ کے ایک بھائی ابوعُمیر تھے۔ انہوں نے ایک ممولا پالا ہوا تھا۔ وہ مر گیا۔ ابوعُمیر کو بہت افسوس ہوا۔ حضرت نبی کریم صلعم کو معلوم ہوا تو آپ ابوعُمیر کے پاس اظہارِ افسوس کے لئے تشریف لائے اور فرمایا:۔ ابا عمیر ما فعل النغیر۔ اے ابوعُمیر تمہارے ممولے نے کیا کیا۔

ہمارے رسولؐ سب بچوں سے ایک جیسا سلوک کرتے تھے۔ امیر، غریب، رشتہ دار، غیر رشتہ دار آزاد اور غلام کے بچے سب کے سب حضورؐ کی نظر میں ایک ہی مقام رکھتے تھے۔ جس طرح اپنے نواسوں حضرت امام حسنؓ اور حسینؓ سے محبت اور پیار کرتے اور ان کو اپنی گود میں لیتے کندھوں پر بٹھاتے۔ اسی طرح اپنے غلام زادہ اسامہؓ سے بھی سلوک فرماتے۔ ایک گود میں اپنا نواسا ہوتا تو دوسری گود میں اسامہؓ کو بٹھا لیتے۔ اور دونوں سے ہنستے ہنساتے۔ کھیلتے کھلاتے۔

پیارے بچو! یہ تھے ہمارے رسول صلے اللہ علیہ وسلّم۔ حضورؐ سب بچّوں سے پیار کرتے اور بچے بھی حضورؐ سے پیار کرتے تھے۔ تمہیں چاہیئے کہ اپنے پیارے رسولؐ سے پیار کرو۔ تمہارا پیار یہی ہے کہ حضورؐ کی باتوں پر عمل کرو۔ نیک بنو۔ بڑوں کا ادب کرو۔ سچ بولو۔ گالی گلوچ سے کام نہ لو۔ نماز پڑھو۔ اور قرآن پڑھنا سیکھو اور اِس طرح خُدا اور اُس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلّم کو خوش کرو۔

~ ✦ ✶ ✦ ~

✶ بہترین عمل بر وقت ادائے نماز ہے۔ (حدیثِ نبویؐ)

شہر رمضان

رمضان کے مبارک مہینہ کی ابتداء ہو چکی ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں انوار و برکات کے دروازے اور قرب الٰہی کی راہیں کھل جاتی ہیں مسلمان محض رضائے الٰہی کے لئے اپنے نفس پر تشنگی اور مشقت وارد کرتے ہیں۔ اور عبادت اور دعا پر بہت زور دیتے ہیں۔ تاکہ انہیں خدا تعالےٰ کا قرب اور گناہوں سے دوری حاصل ہو۔ اور اس مجاہدے سے اُن کے اندر بدی کے مقابلہ میں ایک قوت پیدا ہو جائے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے روزہ پہلی قوموں پر بھی فرض کیا تھا اور اسلام سے پیشتر جو مذاہب دنیا میں موجود تھے ان میں کسی نہ کسی رنگ میں روزہ کو جزو عبادت قرار دیا گیا لیکن روزہ کا جو مقصد اور علت غائی اسلام نے بیان کی ہے وہ پہلے مذاہب میں موجود نہ تھی اور دوسری عبادات کی طرح روزہ رکھنے کا جو رواج تھا وہ بقول ایک پادری، غم اور رنج و مصیبت کے وقت تھا۔ گویا غم اور تکلیف کے وقت ظاہری صورت میں بھی غم و مصیبت اختیار کی جاتی تھی لیکن اسلام نے ایک بلند غرض مسلمانوں کے سامنے رکھی اور وہ یہ کہ تم متقی بن جاؤ۔ یعنی تمہارے اندر بدی کی طاقتیں کمزور اور نابود ہوں اور نیکی کی طاقتیں نشوونما پائیں۔ ہر چیز اپنے کمال تک پہنچنے کے لئے اس بات کی محتاج ہے کہ اُسے صحیح طور پر نشوونما دی جائے اور روزہ میں حکم خداوندی کی فرمانبرداری کے لئے رزق حلال کو ترک کرنے سے خواہشات کو ترک کرنے کی قوت انسان کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ اور یہی قوت انسان کو اپنے نفس پر حاکم بنا کر پاکیزگی اور نیکی کے اعلےٰ سے اعلےٰ مقام پر پہنچاتی ہے۔ بسا اوقات انسان خواہشات حیوانی کا محکوم بن جاتا ہے لیکن روزہ میں خواہشات پر غلبہ پانے کی عملی راہ بتائی گئی ہے۔ اور اسے متقی بننے اور زندگی کے اعلےٰ ترین مقاصد کے حصول کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ جو شخص محض اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے حلال چیز کو ترک کر سکتا ہے۔ اس کے لئے حرام چیز کو ترک کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ اور وہ تھوڑی سی کوشش سے نیکی کی بلند سے بلند منازل طے کر لیتا ہے۔

پھر فرمایا کہ رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں ہم نے قرآن اتارا۔ ایسا قرآن جو لوگوں کے لئے ہدایت اور ہدایت کے لئے کھلے کھلے دلائل رکھتا ہے اور حق اور باطل کو الگ کر دینے والا ہے رمضان رمض سے مشتق ہے جس کے معنے دھوپ کی گرمی کی شدت ہیں۔ اسلام میں پہلے پہل جب مہینوں کے نام رکھے گئے تو اس مہینہ میں گرمی نہایت سخت تھی۔ اس لئے اس مہینہ کا نام رمضان یعنی گرمی کی شدت والا مہینہ رکھا گیا۔ قرآن کریم کے نزول کے وقت ظاہری گرمی سخت تھی یا نہیں تو بھی اس امر میں تو کوئی شبہ نہیں کہ اس وقت لوگوں کے دل آپس کی دشمنی کی آگ سے بھڑک رہے تھے بدیوں اور گناہوں کی آتش سے روحیں جل رہی تھیں۔ اور جس طرح ظاہری گرمی کی شدت سے پرند، چرند اور انسان بے تاب ہو جاتے ہیں اور ان کی روح پانی کے لئے تڑپتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بدلیاں آسمان پر چھا جاتی ہیں۔ اسی طرح روحانی قحط اور نیکی کے دنیا سے گم ہو جانے اور بدی کی آگ بھڑک اٹھنے کے بعد قرآن مجید کی رحمت کی بدلی آسمان سے زمین پر اتاری گئی۔ اگر رمضان کے معنی گرمی کی شدت والا ہیں تو عربی میں قرآن کے معنی ایک بہت بڑے چشمہ کے ہیں جس میں سب دریاؤں کا پانی آکر جمع ہو جاتا ہے۔ پس یہ قرآن وہ مبارک چشمہ ہے جس نے سب سے اول ملک عرب میں لوگوں کے دلوں سے گناہوں اور معاصی کی بھڑکتی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔ اور آج بھی اگر کوئی قوم اپنے دل کی گرمی اور روح کو جلا دینے والی آگ کو ٹھنڈا کرنا چاہتی ہے تو وہ ہدایت کا چشمہ اس رمضان میں بھی موجود ہے۔

روزہ کو عربی میں صوم کہتے ہیں جو کسی فعل سے رُک جانے کا نام ہے جیسے کھانے پینے۔ بات کرنے اور چلنے سے رُک جانا لیکن اصطلاح شریعت میں اس کے معنے کھانے پینے وغیرہ سے رُکنے اور جھوٹ بولنے اور گالی گلوچ بکنے اور کسی کی بُرائی سے بچ جانے کے ہیں یعنی اسلام میں روزہ کا حقیقی مقصد صرف کھانے پینے سے آپ کو روکنا نہیں بلکہ زبان کو جھوٹ اور دوسروں کو دُکھ دینے والی باتوں، آنکھ کو بدنظری سے کان کو گندی اور بے ہودہ بات سننے سے اور ہاتھ کو ظلم سے اور ناجائز مال کھانے اور کسی کو ایذا دینے سے روک رکھنے کا نام ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم سے متعدد احادیث مروی ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ روزہ صرف کھانے پینے سے رُک جانے کا نام نہیں بلکہ بے ہودہ باتوں اور جہالت کے کاموں سے رُک جانے کا نام ہے۔

اللہ تعالےٰ نے رمضان شریف کو قرآن مجید کی سالگرہ کا مہینہ قرار دیا ہے۔ یعنی یہ مہینہ اس پاک کلام کے نزول کی یادگار ہے۔ کسی بڑے آدمی یا کسی مشہور واقعہ کی یادگار کے دن ہم اس انسان یا اس واقعہ کا کثرت سے ذکر کرتے ہیں۔ اور اس کے محاسن کو بار بار دہراتے ہیں۔ اسی طرح ہمیں رمضان میں جو قرآن کے نزول کی یادگار ہے اس پاک کتاب کو کثرت سے پڑھنے اور سننے اور اس پر عمل کرنے کا حکم ہے رسول مقبول صلعم نے رمضان کے بہت سے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ اور منجملہ اُن کے یہ فضیلت بھی بیان کی ہے کہ رمضان میں شیطانی طاقتیں مقید کر دی جاتی ہیں اور آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ یعنی انسان کو سماوی نعمتوں اور برکات سے وافر حصہ مل سکتا ہے۔ اور وہ اپنی زندگی کے بلند سے بلند مقام کو حاصل کر سکتا ہے۔

خدا کے لئے کوئی دُکھ یا تکلیف برداشت کرنے میں ایک خاص لذّت ہے لیکن وہ تکلیف اگر درحقیقت تکلیف نہ ہو بلکہ ہماری بھلائی کا ذریعہ ہو تو اس میں اور بھی لذت اور مزہ ہے۔ سائنس بھی اس امر کو تسلیم کرتی ہے۔ کہ کبھی کبھی اپنے معدہ کو آرام دینا صحت اور زندگی کے لئے بے حد مفید ہے۔ اور فاقہ کرنا مفید عمل ہے۔ پس اگر ہم گیارہ ماہ کے بعد ایک ماہ اپنے قوٰی کو آرام دینے کی غرض سے خورد و نوش کو ایک خاص وقت تک کے لئے ترک کر دیں تو نہ صرف اس سے روحانی طور پر اللہ تعالےٰ کی اطاعت سے سرور حاصل ہوتا ہے۔ بلکہ جسمانی طور پر بھی اس سے ہماری صحت میں ترقی ہوتی ہے۔ روزہ ہمیں ایک بانی؟ گی سکھاتا ہے۔ اور اس سے جذبات پر قابو پانے کی مشق ہوتی ہے۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو اس چشمۂ ہدایت اور اپنی روحوں کو سیراب کرتے ہیں اور اپنی خواہشات کی آگ کو ٹھنڈا کر کے دنیوی و اخروی نعماء و افضال کے وارث قرار پاتے ہیں۔

ہماری جماعت کے احباب خدا کے فضل سے جہاں رمضان میں تمام ضروری فرائض کو حسب معمول سرانجام دیں گے اس بات کو بالخصوص یاد رکھیں کہ رمضان بڑے مجاہدہ کا مہینہ ہے۔ اور یہ تیس دن اور تیس راتیں ہم نے بالخصوص اس بلند مقصد کے حصول کے لئے صرف کرنی ہیں۔ جو حضرت مجدد صد چہاردہم نے ہمارے سامنے رکھا ہے۔ آج بھی دنیا میں بدی کی آگ بھڑک رہی ہے۔ اور لوگوں کی ارواح شدت گرمی سے تڑپ رہی ہیں اور بنی نوع انسان گناہوں کی تپش میں جل رہے ہیں اور یہ فرض ہمارے ہی سپرد کیا گیا ہے کہ: —— "ہم قرآن کے چشمہ سے دنیا کی آگ کو ٹھنڈا کریں، بے تاب دلوں کی پیاس بجھائیں اور بندگانِ خدا کو تسکین بخشیں۔" —— *** —— (ماخوذ)

مرسلہ خورشید عالم ترین۔ سرینگر،

قبولیتِ دُعا کی شرائط

بغض و عناد سے پاک ہونا

* اپنے اعمال میں اگر کوئی انحراف دیکھو تو اُسے دور کرو۔ تم ایسے ہو جاؤ کہ نہ مخلوق کا حق تم پر رہے اور نہ خدا کا۔ یاد رکھو جو مخلوق کا حق دبا جاتا ہے اُس کی دُعا قبول نہیں ہوتی کیوں کہ وہ ظالم ہے۔

جب تک سینہ پاک نہ ہو دُعا قبول نہیں ہوتی۔ اگر کسی دنیوی معاملہ میں ایک شخص کے ساتھ بھی تیرے سینہ میں بغض ہے تو تیری دُعا قبول نہیں ہو سکتی۔ اس بات کو اچھی طرح سے یاد رکھنا چاہیئے۔ دنیا اور اس کے اسباب کی ہستی ہی کیا ہے جو اس کی خاطر تم کسی سے عداوت رکھو۔۔۔۔ ہم بھی بعض دفعہ کسی پر ناراض ہوتے ہیں مگر ہماری ناراضگی دین کے واسطے اور اللہ کے لئے ہے۔ اس میں نفسانی جذبات کی ملونی نہیں۔۔۔۔۔۔۔ ہمارا بغض اگر کسی کے ساتھ ہے تو وہ خدا تعالےٰ کے لئے ہے۔۔۔۔۔۔ اس میں ہماری کوئی نفسانی یا دنیوی غرض نہیں۔۔۔۔۔ جوشِ نفسانی اور للّٰہی جوش میں فرق کے واسطے حضرت علی رضؓ کے ایک واقعہ سے سبق حاصل کرو۔۔۔۔۔

حضرت علی رضؓ کی ایک کافر سے جنگ شروع ہوئی۔ بار بار آپ اس کو قابو کرتے تھے وہ قابو سے نکل جاتا تھا۔ آخر اس کو پکڑ کر اچھی طرح سے قابو کیا اور اس کی چھاتی پر سوار ہو گئے۔ قریب تھا کہ خنجر کے ساتھ اس کا کام تمام کر دیتے اس کافر نے نیچے سے آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ حضرت علیؓ نے اس کو چھوڑ دیا۔۔۔۔ کافر نے تعجب کیا اور حضرت علی رضؓ سے پوچھا کہ۔۔۔ یہ کیا بات ہے؟ حضرت علی رضؓ نے جواب دیا۔۔۔۔۔ چونکہ تم دین کی مخالفت کے سبب مسلمانوں کو دُکھ دیتے ہو اس واسطے تم واجب القتل ہو اور میں محض دینی ضرورت کے سبب تم کو پکڑتا تھا لیکن جب تم نے میرے منہ پر تھوک دیا اور اس سے مجھے غصہ آیا تو میں نے خیال کیا کہ اب نفسانی بات درمیان میں آ گئی ہے اب اس کو کچھ کرنا جائز نہیں۔ تاکہ ہمارا کوئی کام نفس کے واسطے نہ ہو۔ جو ہو سب اللہ تعالےٰ کے واسطے ہو۔۔۔۔۔ اس بات کو سن کر کافر کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ تمام کفر اس کے دل سے خارج ہو گیا اور اس نے اسی وقت توبہ کر لی اور مسلمان ہو گیا۔ غرض انسانوں کو چاہیئے کہ دنیوی کدورتوں کے سبب باہمی رنجش پیدا نہ کریں۔ (روحانی خزائن)

توبہ کا دروازہ بند ہونے سے پہلے دُعا کا مانگنا

جو لوگ قبل از نزولِ بلا دُعا کرتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں اور صدقات دیتے ہیں اللہ اُن پر رحم کرتا ہے۔ اور عذاب الٰہی سے ان کو بچا لیتا ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ماکان اللہ لیعذبھم وھم یستغفرون،

اور اللہ ایسا نہیں کہ انہیں عذاب دے حالانکہ وہ استغفار کرتے ہوں۔ (سورۃ الانفال ۳۴)

قرآن شریف کا منشاء یہ ہے کہ جب عذاب سر پر آ پڑے تو پھر توبہ عذاب سے نہیں چھڑا سکتی اس سے پیشتر کہ عذاب الٰہی آ کر توبہ کا دروازہ بند کر دے توبہ کرو۔۔۔۔ جب بلا سر پر آ پڑے تو اس کا مزہ چکھنا ہی پڑتا ہے۔ چاہیئے کہ۔۔۔۔۔ خدا کو ناراض کرنے والی باتوں سے توبہ کریں۔ توبہ سے مراد یہ ہے کہ ان تمام بدکاریوں اور خدا کی نارضامندی کے کاموں کو چھوڑ کر ایک سچی تبدیلی پیدا کریں۔

حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ مصیبت کے وارد ہونے سے پہلے جو دُعا کی جائے وہ قبول ہوتی ہے کیوں کہ خوف و خطر میں مبتلا ہونے کے وقت تو ہر شخص دُعا اور رجوع الی اللہ کر سکتا ہے۔ سعادت مندی یہی ہے کہ امن کے وقت دعا کی جاوے۔

قبضِ روحانی کا علاج

انسان پر قبض اور بسط کی حالت آتی رہتی ہے۔ بسط کی حالت میں دُعا وغیرہ کا ذوق و شوق بڑھ جاتا ہے اور قلب میں ایک انشراح پیدا ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ بڑھ جاتی ہے نمازوں میں لذت اور سرور پیدا ہوتا ہے۔ لیکن بعض وقت ایسی حالت بھی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ذوق و شوق جاتا رہتا ہے۔ اور دل میں ایک تنگی کی سی حالت ہو جاتی ہے۔ جب ایسی حالت ہو جائے تو اس کا علاج یہ ہے کہ کثرت کے ساتھ استغفار کرے اور پھر درود شریف بہت پڑھے نماز بھی بار بار پڑھے۔ قبض کے دُور ہونے کا یہی علاج ہے۔ (ملخص ملفوظات مسیح موعود)

مسنون دُعاؤں کے علاوہ اپنی زبان میں دُعا مانگنا

نماز کے اندر اپنی زبان میں بھی دُعا مانگنی چاہیئے۔ کیونکہ اپنی زبان میں دُعا مانگنے سے پورا جوش پیدا ہوتا ہے۔ سورۃ فاتحہ خدا تعالےٰ کا کلام ہے۔ وہ اسی طرح عربی زبان میں پڑھنا چاہیئے اور قرآن شریف کا حصہ جو اس کے بعد پڑھا جاتا ہے وہ بھی عربی زبان میں ہی پڑھنا چاہیئے اور اس کے بعد مقررہ دُعائیں اور تسبیح بھی اسی طرح عربی میں پڑھنی چاہئیں۔ لیکن ان سب کا ترجمہ سیکھ لینا چاہیئے۔ اور ان کے علاوہ اپنی زبان میں دُعائیں مانگنی چاہئیں تاکہ حضورِ دل پیدا ہو کیونکہ جس نماز میں حضورِ دل نہیں وہ نماز، نماز نہیں۔۔۔۔۔ نماز کے اندر ہر موقعہ پر دُعا کی جا سکتی ہے۔ رکوع میں بعد تسبیح، سجدہ میں بعد تسبیح۔ التحیات کے بعد کھڑے ہو کر رکوع کے بعد بہت دُعائیں کرو تاکہ مالا مال ہو جاؤ۔ چاہیئے کہ دُعا کے وقت رُوح پانی کی طرح بہہ جاوے۔ ایسی ہی دُعا دل کو پاک و صاف کر دیتی ہے۔۔۔۔ بعض نادان لوگ خیال کرتے ہیں کہ اپنی زبان میں دُعا مانگنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ یہ غلط خیال ہے ایسے لوگوں کی نماز خود ہی ٹوٹی ہوئی ہے۔

ایک خاص دُعا کا ورد

ہماری جماعت ہر نماز کی آخری رکعت میں بعد رکوع مندرجہ ذیل دُعا بکثرت پڑھے۔

ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃً و فی الاٰخرۃ حسنۃً و قنا عذاب النّار

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ (البقرۃ ۲ - ۲۰۱)

ایمان کو مشروط نہ کیا جاوے

خدا تعالےٰ سے اڑ کر مانگنا اور اپنے ایمان کو مشروط کرنا بڑی بھاری غلطی اور ٹھوکر کا موجب ہے دعاؤں میں استقلال اور صبر ایک الگ چیز ہے۔ اور اڑ کر مانگنا اور بات ہے یہ کہنا کہ میرا فلاں کام اگر نہ ہوا تو میں انکار کر دوں گا۔ یا یہ کہہ دوں گا۔ بڑی نادانی اور شرک ہے۔ اور آدابِ الدعا سے ناواقفیت ہے۔ ایسے لوگ دُعا کی فلاسفی سے ناواقف ہیں۔ قرآن شریف میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ ہر ایک دُعا تمہاری مرضی کے موافق میں قبول کروں گا۔ (روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۳۸۵)

* * *

مجاہدۂ رمضان میں تہجّد کی دعائیں

بہترین دُعا سورت فاتحہ ہے۔ تنہائی کی نماز میں اس کے بعض حصص کو بار بار دہرایا جاتا ہے یہاں تک کہ انسان کے دل پر ان کا پُورا اثر ہو اور خشوع کی حالت پیدا ہو جائے۔ الحمد للّٰہ رب العالمین کو پڑھتے وقت اللہ تعالےٰ کے عظیم الشان احسانات اور انعامات پر نظر ہو۔ بعض وقت انسان مصیبت میں ہوتا ہے تو اسے جاننا چاہیئے کہ کئی قسم کی ربوبیت مصائب کے ذریعہ سے بھی ہوتی ہے۔ پھر ایک انسان کی تکلیف سے بعض وقت دوسروں کی ربوبیت ہوتی ہے پھر اس کی وسعتِ ربوبیت پر بھی نظر ہو کہ وہ ادنیٰ سے ادنیٰ مخلوق سے لے کر اعلیٰ سے اعلےٰ تک کی ربوبیّت فرماتا ہے۔ اور باوجود اس کے اس کی وسعت مخلوق میں انسان ایک ذرّہ ناچیز ہے۔ پھر بھی وہ اس کی طرف توجہ فرماتا ہے۔ اصل غرض حمد کی یہ ہے کہ انسان کے دل میں راحت اور سکون پیدا ہو پس یہاں تک حمدِ الٰہی کرے کہ یہ کیفیت اسکے قلب میں پیدا ہو جائے۔

(۲) رحمٰن رحیم مالک کا ذکر کرے تو اس کی بے پایاں رحمتوں پر نظر ہو۔ کس قدر وسیع رحمت ہے۔ کہ مانگے بغیر بھی وہ رحم کرتا ہے۔ مانگنے پر بھی رحم کرتا ہے۔ پھر انسان سے قصور ہو جائے تو مالک کا معاملہ کرتا ہے۔ اور دل میں یہ تڑپ ہو کہ ہمارے ساتھ بھی اللہ تعالےٰ اپنے رحم اور عفو کا معاملہ کرے اس کی ایک نظرِ رحمت سے ہماری ہر قسم کی مشکلات دور ہو سکتی ہیں۔

(۳) ایّاکَ نَعبدُ وایّاکَ نستعین۔ سورۃ فاتحہ کا گویا مرکزی نقطہ ہے اس میں اور اس سے اگلی دُعا میں اپنے ساتھ اپنے دوستوں کو بھی شامل کرے۔ خدا کی عبادت بھی خدا کی مدد کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ وہی توفیق دے تو انسان غیر اللہ سے امید و بیم سے آزاد ہو کر اس کے آگے گر سکتا ہے۔ اس موقعہ پر اس عظیم الشان مقصد کو بھی اپنے سامنے لائے جس کے لئے یہ جماعت دنیا میں کھڑی ہوئی ہے۔ اے خدا ہم تیرے نام کو دنیا میں بلند کرنے۔ تیرے کلام کو دنیا تک پہنچانے کی۔ تیرے دین کو دنیا میں پھیلانے کی آرزو رکھتے ہیں اور اس کے لئے اپنے مال اور جان سے تیرے حضور حاضر ہوتے ہیں مگر تیری نصرت کے بغیر یہ کام نہیں ہو سکتا

(۴) اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم ۔ یہ بہت وسیع دُعا ہے۔ ہر کام میں صراطِ مستقیم کی ضرورت ہے۔ خدا کو پانے کے لئے بھی اس کی ضرورت ہے۔ صحیح رستے سے انسان کا قدم اِدھر اُدھر ہو تو ساری کوشش رائیگاں جاتی ہے۔ اے خدا تیرے وہ بندے بھی ہوئے ہیں جن پر تیری نظرِ رحمت اور توجہ ہوئی۔ جنہیں تو نے خود اپنے نام کو دنیا میں بلند کرنے کے لئے چُن لیا۔ جن کے دلوں کو تُو نے اپنے فضل سے پاک اور صاف کر دیا۔ جو تیرے ہو گئے ہم اس لائق نہیں مگر انہی پاک اور نیک لوگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی تڑپ ہمارے دلوں میں ہے ہم بھی اُن کے نقشِ قدم پر چلنا چاہتے ہیں۔ تیرے نام کو دنیا میں بلند کرنا چاہتے ہیں تو ہماری اس راہ پر راہنمائی فرما۔ اے خُدا تیرے نام کو دنیا میں پھیلانے والے کبھی ناکام نہیں ہوئے۔

بلکہ تیری نصرتوں اور تیرے انعامات کے مورد ہوتے رہے تو ہمارے اندر وہی تڑپ پیدا کر اور انہی کی طرح ہماری نصرت فرما۔ اور ہمیں کامیابی کے بلند مینار پر پہنچا دے۔ جن لوگوں کے دلوں میں کبھی یہ وساوس پیدا ہوتے ہیں کہ خدا جانے ہم سے کچھ ہو بھی سکے گا یا نہیں۔ اُن کے لئے صراط الذین انعمت علیھم والا فقرہ ایک تریاق کا حکم رکھتا ہے۔ جو کوئی بھی خُدا کا نام دنیا میں پھیلانے کے لئے اُٹھا ہے وہ کبھی ناکام نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالےٰ کے خاص انعامات کا مورد ہوا ہے۔

فاتحہ کے علاوہ دُوسری دُعائیں

سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات کو بھی سورۃ فاتحہ کی طرح عظمت دی گئی ہے۔ ان کو نمازِ تہجد میں قرأت کے طور پر، یا قنوت کے طور پر پڑھیں۔ آخری آیت دُعا ہی دُعا ہے۔

لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا۔

نسیان اور خطا انسان کے ساتھ لگے ہوتے ہیں۔ ان کے بد نتائج سے حفاظت ہونی چاہیئے۔ اپنے لئے بھی اور اپنے بھائیوں کے لئے بھی لا تحمل علینا اصرًا۔ اللہ تعالےٰ ہمیں عہد شکنی کے ارتکاب سے بچائے عہد شکنی انسان اور قومیں رد کر دی جاتی ہیں۔ ہم نے بھی ایک کام کو اپنے ذمہ لیا. خدا کے ایک مامور کے ہاتھ پر اقرار کیا کہ دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔ دینی ضرورتوں کو دنیوی ضرورتوں پر ترجیح دیں گے۔ اے خدا تو ہی ہمیں توفیق دے کہ اس عہد پر قائم رہیں۔

اپنے لئے۔ اپنے بیوی بچوں کے لئے. اپنے سارے بھائیوں کے لئے دلی درد سے دُعا کریں کہ عہد شکنی کے ارتکاب سے بچے رہیں۔ لا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ اے خُدا تو ہمارے ساتھ آسانی کا معاملہ فرما۔ ایسی کوئی تکلیف اور بوجھ ہم پر نہ ڈال جس کی برداشت کی طاقت ہم میں نہ ہو۔ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا۔ ہمیں معاف فرما اور جو خطائیں ہم سے ہوئیں اُن کی سزا سے ہمیں بچا اور آئندہ کے لئے خطاؤں سے ہماری حفاظت فرما۔ اور اپنے رحم اور کرم کی نظر ہم پر فرما کہ ہماری مشکلات کو آسان کر دے۔ فانصرنا علی القوم الکافرین۔ یہ ساری سورت کا خلاصہ ہے۔ یہ وہ صحیح جذبہ ہے جو اللہ تعالےٰ چاہتا ہے۔ کہ ہر مسلمان اور کفر اور اسلام کا مقابلہ ہمیشہ سے چلا آیا ہے کہ اس زمانے میں اسلام انتہا درجہ کی بے کسی کی حالت کو پہنچ گیا ہے۔ اور کفر کی موجیں ہر چیز کو اپنے سامنے بہائے لئے جا رہی ہیں۔ دنیا کی زینت اور آرائش کے سب سامان کفر کے ہاتھ میں ہیں۔ ہر قسم کا غلبہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ آنحضرت ؐ کے بعد یہ کفر اور اسلام کی جنگ کا تاریک زمانہ نظر آتا ہے۔ خود مسلمان بجائے دین کی نصرت کرنے کے کفر کی رَو میں بہے جا رہے ہیں۔ اے خُدا تو اپنے دین کے ناصروں کی جماعت کی نصرت فرما۔

تیرا وعدہ ہے ولینصرن اللّٰہ من ینصرہ۔ یہ دُعا کرتے وقت ہماری نظر اس دجال کی طرف بالخصوص ہو جس کے لئے حضرتِ اقدس تشریف لائے۔ اور دل میں یہ تڑپ ہو کہ یورپ اور امریکہ کے کفرستان میں اللہ اکبر کی آوازیں بلند ہوں۔

اسی قسم کی دُوسری قرآنی دُعائیں جن میں اپنی اور اپنے بھائیوں کی ثابت قدمی کی دُعا ہے مغفرت کی دُعا ہے سکینت کے نزول کی دعا ہے۔ قرأت کے اندر پڑھی جائیں یا قنوت کی حالت میں۔

سجدہ: وہ عاجزی کی انتہائی حالت جب انسان اپنا سر اپنے مالک کی چوکھٹ پر رکھ دیتا ہے۔ دُعاؤں میں سوز و گداز پیدا ہونے کے لئے بہترین حالت ہے۔ اس وقت اپنی زبان میں یا عربی زبان میں جس طرح چاہے دُعائیں کرے۔

دعاؤں میں جہاں اسلام کے غلبہ کی دعائیں ہوں مسلمانوں سے ذلت وادبار دور ہونے کی دعائیں ہوں۔ یہ بھی دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں سے اس تعصب کو دور کردے جس کی وجہ سے وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے کہ ایک شخص نے کس طرح اعلائے کلمۃ اللہ کی بنیاد رکھی۔ خدا کے پیغام کو دنیا میں پہنچایا۔ یورپ کے ظلمت کدوں میں مسجدیں بنوادیں۔ اللہ اکبر کی آوازیں بلند کرادیں۔ بڑے بڑے مادہ پرستوں کو خدا کی ہستی کا قائل کردیا۔ کاش وہ یہ دیکھتے اور آگے قدم اٹھا کر اس کا ساتھ دیتے تو آج یورپ کا ایک ایک گاؤں اللہ اکبر کی آوازوں سے گونج رہا ہوتا۔۔۔۔

اس ماہ میں خاص طور پر اپنی جماعت کی مضبوطی اور استحکام اور اس کی توسیع کے لئے بھی دعائیں کی جائیں۔ اللہ تعالیٰ اس جماعت کے دلوں میں اپنے دین کی محبت کی آگ کو اس قدر تیز کردے کہ دنیوی محبتیں اس کے سامنے جل جائیں۔ اور یہ سب ایک ہو کر خدا اور اس کے رسول کے نام کو دنیا میں پھیلاتے چلے جائیں۔ اور خدا کے لئے ایک دوسرے سے بڑھ کر انہیں قربانیاں کرنے کی توفیق ملے۔ والذین اٰمنوا اشدّ حبًّا للّٰہ۔

(حضرت امیر مرحوم اوّل)

احمدیہ لٹریچر کی مقبولیت

نواب شاہ سندھ سے مکرم محمد اشفاق صاحب مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کی خدمت میں لکھتے ہیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ـــ اللہ کرے کہ آپ خیریت سے ہوں۔ بندہ گو آپ کی جماعت کا ممبر نہیں مگر آپ نے از راہ شفقت پیغام صلح میری درخواست پر میرے نام جاری کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا کرے۔ یہ پرچہ بہت علمی مضامین کا حامل ہوتا ہے۔ خصوصاً اس کے خاص نمبرز تو لاجواب ہوتے ہیں۔ کتنی ہی پیغام صلح کے پرانے سالنامے۔ خاص نمبرز (جیسے مولانا محمد علی نمبر اور دیگر بزرگوں کے متعلق خاص نمبرز) پڑھنا چاہتا ہوں۔ آپ چونکہ جماعت احمدیہ لاہور کے معتمد فرد ہیں لہٰذا آپ سے درخواست ہے کہ اس سلسلے میں میری مدد فرمائیں اور جتنے بھی پرانے خاص نمبرز مجھے بھجوا سکیں بھجوائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ خط کے جواب اور پیغام صلح کے خاص نمبروں کا بہت بہت انتظار رہے گا۔ احباب کی خدمت میں سلام عرض ہے۔ والسلام

مد محمد خان نواب شاہ سندھ سے تحریر فرماتے ہیں۔

بخدمت جناب چیف ایڈیٹر صاحب ـــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ آنمکرم بفضل خدا خیریت سے ہوں گے۔ عرض ہے کہ میرے نام ہفت روزہ پیغام صلح جاری فرما کر شکریہ کا موقع دیں خاکسار کو تبلیغی کتب اور رسائل پڑھنے کا بے حد شوق ہے۔ امید ہے کہ رسالہ جاری فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے۔ خدا تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ والسلام خاکسار نذر محمد خان

ان کے لئے تو بس ہے خدا کا یہی نشاں ۔۔۔ یعنے جو فضل اس کے جو مجھ پر ہیں کھلے نشاں
میں تھا غریب و بے کس و گمنام و بے ہنر ۔۔۔ کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی ۔۔۔ میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
دیکھو خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا ۔۔۔ گمنام پا کے شہرۂ عالم بنا دیا

خدا تعالیٰ
اپنے صالح بندوں کی نصرت فرماتا ہے

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مامور آتا ہے تو لوگ عموماً اس کی طرف سے بے پرواہی کرتے ہیں اور اکابر اور علماء تو خصوصیت سے اس کی طرف توجہ کرنا عیب سمجھتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ غنی ہے اور مرسل اور مامور چونکہ ایک خدمت پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مقرر ہوتے ہیں وہ بھی بے پرواہ ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو دنیا کا محتاج نہیں سمجھتے بلکہ جیسے وہ ذاتِ الٰہی کا مظہر ہوتے ہیں ایسے ہی اسی ذات سے غنا کا حصہ بھی لیتے ہیں ہر ایک شخص جو مامور بن کر دنیا میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اس کو ایک خاص قسم کی ہمت اور حوصلہ عطا کیا جاتا ہے اور عزم میں ایک بے روک حزم اور استقلال عطا کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ بڑا حوصلہ رکھتے ہیں۔ ہم اپنی طرف سے کسی پر اثر نہیں ڈال سکتے۔ انسان تو ایک انسان پر اثر نہیں ڈال سکتا۔

یہ محض اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ ہزار ہا بلکہ لاکھوں آدمیوں کو کھینچے لئے آتا ہے۔ یہاں کسی بناوٹ کی کوئی ضرورت نہیں۔ چوبیس برس سے زیادہ ہوئے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے الہام کیا تھا کہ ینصرك رجال نوحي اليهم من السماء۔ یاتیك من كل فج عميق۔ یاتون من كل فج عميق۔ ولا تصعر لخلق الله ولا تسئم من الناس۔ یعنی ہم لوگوں کے دلوں میں وحی کریں گے اور وہ تیری مدد کریں گے۔ بڑے بڑے دور دراز راہوں سے تیرے پاس آئیں گے۔ تم خلق کے ہجوم سے جو تیرے گرد جمع ہوگی تنگ مت آنا اور لوگوں سے تھکنا مت۔ یہ ایسے وقت کی باتیں ہیں جب میں بالکل گمنام تھا اور کوئی آدمی میرے ساتھ نہ تھا۔ میرے گاؤں سے باہر کوئی بھی مجھے جانتا نہ تھا اور کوئی انسان اس بات پر یقین نہیں لا سکتا تھا کہ ایسی کشش لوگوں کی ہوگی۔ کہ وہ قادیان جیسی گمنام بستی میں دور دراز سے کھنچے چلے آئیں گے۔ سو ہم دیکھ رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے کلمات کس طرح صفائی سے پورے ہو رہے ہیں۔ ایسے ایسے علاقوں سے لوگ آتے ہیں کہ جہاں ہمارے وہم و گمان میں بھی ہماری تبلیغ کا نام و نشان نہیں ہوتا اور اس عقیدت اور اخلاص سے آتے ہیں کہ ہم کو ان کے اخلاص اور عقیدت پر رشک آتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مجھ کو فرمایا ہوا ہے کہ اذا جاء نصر الله والفتح وانتهى امر الزمان الينا أليس هذا بالحق۔ یعنی قریب ایک زمانہ آنے والا ہے کہ تجھے اللہ تعالیٰ نصرت اور فتح دے گا اور ہماری طرف زمانہ کا امر انتہا پا دے گا۔ تو اس وقت کہا جائے گا کیا یہ سچ نہیں؟ یعنی اس سلسلہ کی صداقت پہ زمانہ گواہی دے اٹھے گا۔ ایک جگہ یہ بھی فرمایا ہے کہ لوگ تیری ترقی کے روکنے کی کوشش کریں گے لیکن ہم تیری مدد کریں گے اور دشمن تیری راہ میں طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالیں گے مگر ہم ان کو دور کریں گے اور وہ تیرے نابود کرنے کے منصوبے کریں گے۔ سو ہم دیکھتے ہیں کہ چوبیس برس کی پیشگوئیاں پوری ہو رہی ہیں ہر ایک شخص جو ہمارے پاس آتا ہے وہ اس پیشگوئی کو پورا کرتا ہے۔

تقریر حضرت بانیٔ سلسلہ بمقام گورداسپور مؤرخہ ۱۳ مئی ۱۹۰۴ء

باہتمام ریاض حسین الجدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا۔ چیف ایڈیٹر۔ ڈاکٹر اللہ بخش

جلد ۶۹ * یوم چہارشنبہ - ۱۵ - رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ — بمطابق ۷ جولائی ۱۹۸۲ء * شمارہ نمبر ۲۷

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو!

سو اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔ نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔ یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے۔ ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہ ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہ ہوگا۔ ضرور ہے کہ انواع رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے۔

سو خبردار رہو، ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ۔ زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے جب کبھی تم اپنا نقصان کرو گے تو اپنے ہاتھوں سے نہ دشمنوں کے ہاتھوں سے۔ اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دے گا۔ سو تم اس کو مت چھوڑو اور ضرور ہے کہ تم دکھ دیئے جاؤ اور اپنی کئی امیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ۔ سو ان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو۔ اور گالیاں سنو اور شکر کرو اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجے پر ہو۔ ہر ایک جو تم میں سست ہو جائیگا وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائے گا اور حسرت سے مریگا۔ اور خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ دیکھو میں بہت خوشی سے خبر دیتا ہوں کہ تمہارا خدا درحقیقت موجود ہے۔ اگرچہ سب اس کی مخلوق ہے لیکن وہ اس شخص کو چن لیتا ہے جو اس کو چنتا ہے۔ وہ اس کے پاس آجاتا ہے جو اس کے پاس جاتا ہے۔ جو اس کو عزت دیتا ہے وہ اس کو بھی عزت دیتا ہے۔

تم اپنے دلوں کو سیدھے کر کے اور زبانوں اور آنکھوں اور کانوں کو پاک کر کے اس کی طرف آجاؤ کہ وہ تمہیں قبول کرے گا۔ عقیدہ کے رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے۔

(کشتی نوح)

* * * * *

مکرم عبدالحمید صاحب فاضل سانگلہ ہل:-

خدا تعالیٰ کے سچے رسول

واللہ یعصمک من النّاس

آج ہی وہ سکونِ قلب ہے انسان سکون مانگتا ہے لیکن ایسی کوئی مشین ایجاد نہیں ہوئی جو اطمینان قلب مہیا کر سکے۔ سائنس نے جہاں انسان کے آرام کے لئے ایجادات کی ہیں وہاں ہولناک ہتھیاروں سے بھی خوف و دہشت پیدا کر رکھی ہے جو دولت مند اقوام کے اعصاب پر بری طرح مسلط ہے اس کا حل صرف اور صرف ایک ہی ہے کہ ادخلوا فی السلم کافۃ اے بنی نوع انسان صلح امن اور سلامتی کے مشن میں داخل ہو جاؤ ایسے میں خداوند کریم تم کو واللہ یدعوا الی دار السلام سلامتی کے گھر میں داخل ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ اس چودھویں صدی میں جبکہ مذاہب باطلہ نے یلغار کر رکھی ہے دہریت کمیونزم تثلیث بُت پرستی وغیرہ کا زور تھا اور اسلام بھی نام تک محدود تھا۔ قبروں اور تعویذ گنڈوں کا دوسرا نام اسلام رہ گیا تھا۔ ایک گمنام کونے سے ایک مردِ حق نے آواز دی کہ مرے پاس آؤ میں زندہ مذہب تم کو بتلاتا ہوں۔ اور زندہ نبیؐ کے ذریعہ تم کو زندگی کے چشمہ پر بٹھاتا ہوں وہاں وہی چشمہ جس سے سکون اور اطمینان میسر آتا ہے وہ مردِ حق پکارا آؤ اس چشمہ پر الا بذکر اللہ تطمئن القلوب لکھا ہے کہ یادِ الٰہی سے دل سکون اور اطمینان سے لبریز رہتا ہے اور پھلدار اشجار کے سایہ تلے راحت و چین میسر آتا ہے۔ صرف اچھے خیالات اور خوبصورت تصورات ہی نجات کا ذریعہ نہیں ہیں بلکہ اس عظیم روحانی وجود (صلعم) کی پیروی سے دین اور دنیا کی راحتیں نصیب ہو سکتی ہیں۔

اس روحانی چشمہ پر یہ بورڈ بھی لکھا ہوا موجود ہے کہ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کہ واقعی ذکرِ الٰہی سے دل کو تسکین ہوتی ہے لیکن وہ راستہ ہادیٔ برحق صلعم کی پیروی سے حاصل ہوتا ہے ورنہ کتنی ہی یونیورسٹیاں بنا لو تعلیم میں کتنی ہی ترقی کر لو وہ اطمینان تم کو کتب اور علوم میں نہ ملے گا جو اس معلّم اعظمؐ کی پیروی سے اور اس پر نازل شدہ کتاب کے پڑھنے اور عمل کرنے سے ملے گا۔ جو اس ہادیؐ اور اس کے بتائے ہوئے راستہ پر ہو لے وہ موت کے وقت بھی مسکراتا ہوا خالقِ حقیقی کو لبیک کہہ کر حاضر ہو جاتا ہے شاعر نے بھی کیا خوب کہا ہے ؎

نشانِ مردِ مومن با تو گویم — چو مرگ آید تبسم بر لب او

آنحضرت صلعم پر ایک دفعہ جبکہ آپؐ اکیلے ایک درخت کے سایہ تلے استراحت فرما رہے تھے دشمن نے تلوار سونت کر با آواز بلند پکارا کہ تم کو اب کون بچا سکتا ہے؟ آپؐ نے بڑے اطمینان سے فرمایا۔ اللہ، اور اس دشمن کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور وہ کانپ گیا۔ اور وہی تلوار جب آپؐ نے پکڑ کر اس سے پوچھا کہ بتاؤ اب تم کو کون بچا سکتا ہے تو اس کا جسم تھر تھر کانپ رہا تھا اور وہ نہایت درجہ خوف زدہ ہو کر پکارا کہ آپؐ ہی مجھے زندگی دے سکتے ہیں تو آپ نے اس مشرک کو یہ راز بتایا کہ تم کو بھی اللہ ہی بچا سکتا ہے۔

تو اس زمانہ کے امام نے پھر اقوامِ عالم کو آواز دی کہ ع "ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار"۔ آنیوالی جنگ کی ہولناکیوں سے لوگوں کو آگاہ کر کے صلح۔ امن اور آشتی کے مذہب اسلام کی طرف بلایا لیکن لوگوں نے یہ آواز سنی اَن سنی کر دی اور ہلاکت کی راہ اختیار کر لی اور آجکل تو تباہی ہاں عالمی تباہی نظر آ رہی ہے۔ یہ عذاب اسلام میں داخل ہو کر اور آنحضرت صلعم کی پیروی کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کو پکارنے سے ہی دور ہو سکتا ہے۔ آنحضرت صلعم کا اپنے خالق و مالک پر بے پناہ ایمان تھا اور خدا تعالیٰ نے آپؐ سے وعدہ فرما رکھا تھا کہ واللہ یعصمک من الناس کہ انسانی ہاتھ سے آپؐ کا خاتمہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت اقدس نے لکھا ہے کہ "پانچ موقعے آنحضرت صلعم کے لئے نہایت نازک پیش آئے تھے جن میں جان کا بچنا محالات سے معلوم ہوتا تھا اگر آنجنابؐ درحقیقت خُدا کے سچے رسول نہ تھے تو ضرور ہلاک کئے جاتے۔

(۱) ایک تو وہ موقعہ تھا جب کفار نے آنحضرتؐ کے گھر کا محاصرہ کیا اور قسمیں کھا لیں کہ آج ہم ضرور قتل کریں گے ... کر لیا تھا اور آپؐ پر بہت سی تلواریں چلائیں مگر کوئی کارگر نہ ہوئی۔ یہ ایک معجزہ تھا۔ (۴) چوتھا وہ موقعہ تھا جبکہ ایک یہودیہ نے آنجنابؐ کو گوشت میں زہر دے دی تھی اور وہ زہر بہت تیز اور مہلک تھی اور بہت وزن اس کا دیا گیا تھا (۵) پانچواں وہ نہایت خطرناک موقعہ تھا جبکہ خسرو پرویز شاہِ فارس نے آنحضرتؐ کے قتل کے لئے مصمم ارادہ کر لیا اور گرفتار کرنے کے لئے اپنے سپاہی روانہ کئے تھے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کا ان خطرناک موقعوں سے نجات پانا اور ان تمام دشمنوں پر آخر کار غالب آ جانا ایک بڑی زبردست دلیل اس بات پر ہے کہ درحقیقت آپ صادق تھے اور خدا آپؐ کے ساتھ تھا۔" (چشمہ معرفت صـ۲۵۲)

آنحضرت صلعم کے معجزات:-

آنحضرت صلعم کے معجزات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک تو اپنے بندوں کی خطرناک حالت میں مدد فرماتا ہے اور ان کو تباہی اور ہلاکت سے بچاتا ہے آگ ان پر ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ دشمن رام ہو جاتے ہیں دوسرے ہر حالت عُسر و یُسر میں تکلیف اور راحت میں خدا تعالیٰ پر بھروسہ ہوتا ہے اور یہ یقین ہوتا ہے کہ خداوند کریم میرے ساتھ ہے وہ وہی کرے گا جو بہتر ہوگا۔ وہ اطمینان کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں۔ اب میں حضرت اقدس کے آنحضرتؐ کے بارے میں بیان کردہ معجزات لکھتا ہوں اگرچہ یہ واقعات بار بار آ رہے ہیں لیکن ان کے پڑھنے سے بار بار ایک نیا ایمان پیدا ہوتا ہے۔ یہ تو تاریخ سے ثابت ہے کہ ہر نبی مرسل کو نیز راستبازوں کو دکھوں اور تکلیفوں کی زندگی سے گذرنا پڑا لیکن ایسی تکالیف میں بھی وہ لوگ نہایت سکون اور اطمینان سے رہے کیوں کہ ان کو اپنے خالق پر بھروسہ ہوتا ہے اور ان کو یہ یقین ہوتا ہے کہ بالآخر وہ اپنے مشن میں کامیاب اور فتحیاب ہونگے کیونکہ اُن کے پاس والعاقبۃ للمتقین کا ماٹو ہوتا یعنی بالآخر فتح حق کی ہوتی ہے۔ اور متقی حق پر ہوتے ہیں۔ حضرتِ اقدس فرماتے ہیں کہ :-

"مکہ نے آنحضرتؐ کے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ جل شانہٗ نے اپنے اس پاک نبی کو اس بد ارادہ کی خبر دی اور مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم فرمایا اور پھر بفتح و نصرت واپس آنے کی بشارت دی بدھ کا روز اور دوپہر کا وقت اور سخت گرمی کے دن تھے جب یہ ابتلاء منجانب اللہ ظاہر ہوا اس مصیبت کی حالت میں جب آنحضرتؐ ایک ناگہانی طور پر اپنے قدیمی شہر کو چھوڑنے لگے اور مخالفین نے مار ڈالنے کی نیت سے چاروں طرف سے اس مبارک گھر کو گھیر لیا تب ایک جانی عزیز جس کا وجود محبت اور ایمان سے خمیر کیا گیا تھا (حضرت علیؓ) جانبازی کے طور پر آپؐ کے بستر پر باشارہ نبویؐ اس غرض سے منہ چھپا کر لیٹ رہا تا کہ مخالفین کے جاسوس آنحضرتؐ کے نکل جانے پر کچھ تشویش نہ کریں اور اسی کو رسول اللہ سمجھ کر قتل کرنے کے لئے ٹھہرے رہیں۔ ؎

ہر کسے سر نہ دہد جاں نثار — عشق است کہ ایں کار بصد صدق کنند

سو جب آنحضرت صلعم اپنے اس وفادار اور جان نثار عزیز کو اپنی جگہ چھوڑ کر چلے گئے تو آخر تفتیش کے بعد

(بقیہ برصـ کالم ـ پر)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ——— مؤرخہ ۷ جولائی ۱۹۸۲ء

"فکری انقلاب"

تین جون ۱۹۸۲ء کے "نوائے وقت (راولپنڈی)" میں ہماری نظر سے چند سطور گذری ہیں جن میں قیام نظام مصطفےٰ کے لئے ان تین نکات کو ضروری قرار دیا گیا ہے

"پہلا قرآن کی بنیاد پر دعوت، دوسرا بیعت کی بنیاد پر تنظیم اور تیسرا نکتہ عقیدہ۔ ایمان۔ عبادت اور تبدیلیٔ نظام کے لئے جہاد پر مبنی تبلیغ" انہی سطور میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ "فکری انقلاب نہایت ضروری ہے" اور تین نکات فکری انقلاب کی بنیاد ہیں جسے کامیاب بنانے کے لئے "شخصی قیادت" نہایت اہم اور لازمی ہے۔

یہ ساری باتیں موجودہ پاکستانی معاشرہ کی بگڑی ہوئی اخلاقی اور رُوحانی حالت کو سامنے رکھتے ہوئے کہی گئی ہیں یعنی جب تک قرآن کی بنیاد پر دعوت۔ بیعت کی بنیاد پر تنظیم شخصی قیادت بعقیدہ ایمان۔ عبادت اور تبدیلیٔ نظام کے لئے جہاد پر مبنی تبلیغ کے ذریعے اصلاح معاشرہ کے لئے ایک فکری انقلاب پیدا نہیں کیا جاتا اُس وقت تک پاکستان میں قیام نظام مصطفےٰ کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہر محفل اور ہر مجلس میں بتکرار بلند ہونے والا یہ نعرہ حقیقت میں بدل سکتا ہے۔

ہمارے نزدیک فکری انقلاب سے مراد دلوں اور ذہنوں میں ایسی تبدیلی پیدا کرنا ہے جس سے بدی اور شر سے نفرت اور نیکی اور خیر سے شدید محبت پیدا ہو جائے اور بالآخر والذین امنوا اشد حبا للہ کا مقام حاصل ہو جائے جس کی آگ میں غیر اللہ کی ساری محبتیں جل کر راکھ ہو جائیں اور صرف اللہ کی محبت اور عشق کی آگ دل میں روشن رہے۔ یہ انقلابی صورت اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک صحیح اور صالح نظریات و افکار کے ذریعے ان غلط تصورات کا قلع قمع نہ کر دیا جائے جو مدتوں سے کسی قوم کے دل و ذہن پر مسلّط چلے آ رہے ہوں اور یہ تبدیلی بھی ایسی ہو کہ قوم اخلاقی پستی سے نکل کر روحانی بلندیوں کی طرف رواں دواں ہو جائے اور ان رفعتوں کو پالے جنہیں دُوسری قومیں بھی رشک کی نظر سے دیکھنے لگیں اور ان افکار کو اپنانے کی جستجو اور کوشش میں لگ جائیں۔

دنیا کی تاریخ میں جتنے بڑے بڑے سیاسی اور معاشی انقلاب آئے ہیں اُن کے پیچھے بھی کچھ افکار کام کر رہے تھے ۱۷۸۹ء کا مشہور انقلاب فرانس رُوسو اور والٹیر کے نظریات کا نتیجہ تھا جس کے وسیع اثرات سے یورپ اور رُوس بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ مارکس اور اینجلز کے فلسفہ جدلیات نے رُوس میں سینٹ سائمن۔ فوریر۔ پرادڈہم۔ ہرزن بیکونن اور ٹالسٹائے جیسے انسانوں کو جنم دیا جنہوں نے اپنی تحریرات، افکار اور نظریات کے ذریعے روسی عوام کے ذہنوں میں انتقامی اور انقلابی جذبات کو اُبھارا اور ۱۹۱۷ء کے خونی انقلاب کو آگ دکھائی۔

یہ بھی ایک طرح کے فکری انقلاب تھے جن کی وجہ سے فرانس اور رُوس کے گلی کوچے ہزاروں بے گناہ انسانوں کے خونِ ناحق سے سُرخ ہو گئے۔ انسان نے انسان کو اپنی نفرت۔ حسد اور انتقام کا نشانہ بنایا اور روس میں تو ایک غضب یہ ٹوٹا کہ وہاں خدا کا نام لینا جرم ٹھہر گیا اور بڑے فخر سے یہ اعلان کیا جانے لگا کہ ہم نے خدا کو اپنے ملک سے نکال دیا ہے اس کی تمام تر ذمہ داری پیرانِ کلیسا پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے غربت و افلاس کی چکی میں پسے ہوئے عوام کا مذہب کے نام پر استحصال کرتے ہوئے سونا اور چاندی جمع کرنا شروع کر دیا اور اس پر عیاشانہ اور اخلاق سوز زندگی بسر کرنے لگے۔ اور خود بھی اس انقلاب میں لقمۂ اجل بن گئے۔

اس خوفناک انقلاب کے متعلق ایک عظیم انسان نے جس کا دل نورِ ایمان سے منوّر تھا اور وہ اسی نورِ خدا سے دیکھتا تھا ۱۹۰۵ء میں بطور پیشگوئی فرمایا تھا۔ ؎

خون سے مردوں کے کوہستان کے آبِ رواں … سُرخ ہو جائیں گے جیسے ہو شرابِ انجبار
مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جن و انس … زار بھی ہو گا تو ہو گا اُس گھڑی باحالِ زار[1]

(حضرت مجدّد صدِ چہار دہم)

یہ بھی فکری انقلاب ہی تھے جن سے کم از کم اتنا ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ افکار دل اور ذہن کو کس حد تک متاثر کرتے اور نتیجہ خیز ہوتے ہیں۔

اِن دو تاریخی انقلابات کے مقابلے میں ہم اُس انقلاب کا ذکر کرتے ہیں جو قرآن کریم کے ذریعے "شخصی قیادت" کی رہنمائی میں آج سے چودہ سو سال قبل عرب کی بے آب و گیاہ سرزمین میں برپا ہوا اور جس کے متعلق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجدّد صدِ چہار دہم نے اپنی کتاب "برکات الدعا" میں فرمایا ہے:۔

"وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دُنیا میں یک دفعہ ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اُس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فنافی اللہ کی اندھیری راتوں کی دُعائیں ہی تھیں جنہوں نے دُنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس اُمّی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔"

ان کا غرور و تکبّر انکساری میں ڈھل گیا۔ شراب و کباب اور طاؤس و رباب کی سُریلی دھنوں میں مست ہو کر راتیں گذارنے والے اپنی راتیں قیام و سجود میں بسر کرنے لگے۔ وہ جہنم کی آگ سے جس میں وہ اس سے پہلے دہک رہے تھے پناہ مانگنے والے بن گئے۔ ان کے روزمرہ کے معمولات اعتدال پر آ گئے۔ وہ ایک ہی معبود کو پوجنے والے۔ جان اور عصمت کی حفاظت کرنے والے بن گئے۔ جھوٹ سے پرہیز اور صدق کی راہ پر قدم مارنے والے اور لغویات سے بزرگانہ گذرنے والے ہو گئے اور اُن کی دُعا یہ ہو گئی کہ اے ہمارے رب ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔ وہ اللہ تعالےٰ کی آیات پر غور کرنے والے بن گئے۔ وہ عباد الرحمٰن ہو گئے شیطان کی غلامی کا جوا جو اُن کی گردن میں پڑا ہوا تھا اُسے پھینک کر اللہ تعالےٰ کی غلامی کا جوا اپنی خوشی اور رضا سے اپنی گردن میں مضبوطی سے پہن لیا۔

قرآن آج بھی وہی ہے تنظیمیں اور جماعتیں بھی قائم ہیں اور اُن کے قائدین بھی ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ اس انقلاب کا عشرِ عشیر بھی ہمیں اپنے پاکستانی معاشرہ میں نظر نہیں آتا۔ قرآن و سنت پر عمل کرنے اور کرانے کا ہر کوئی نام لیتا ہے لیکن اُس کا اثر کہنے والے پر اور نہ مخاطبین پر نظر آتا ہے۔ آخر بات کیا ہے، اور خرابی کہاں ہے؟

اس کے جواب میں ہم پختہ یقین اور ایمان کی بنا پر کہتے ہیں کہ قرآن کی طرف دعوت کے لئے شخصی

[1] زار شاہِ روس کا لقب ہے۔

قیادت" کا مقام درس و تدریس۔ تقریروں۔ وعظوں تصنیف و تالیف۔ پروپیگنڈے اور دوروں سے ... واذا جاءتھم ایۃ قالوا لن نؤمن حتی نؤتی مثل ما اوتی رسل اللّٰہ ...

اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ ط

اللہ خوب جانتا ہے کہ کہاں اپنی رسالت کو رکھے۔ آنحضرت صلعم رسالت کے مقام پر فائز ہونے سے پہلے بھی اصلاحِ معاشرہ کی کوششوں میں شب و روز مصروف رہتے تھے لیکن قیادت کے مقام پر آپ اس وقت فائز ہوئے جب آپ کو حکم ہوا "یا یھا المدثر۔ قم فانذر" اے چادر اوڑھنے والے اٹھ اور ڈرا لیکن ڈرانے سے پہلے اپنے کپڑوں کو پاک رکھ اور ناپاکی سے دور رہ۔ اس میں لوگوں سے اجر اور صلہ و ستائش کی تمنا نہ رکھ اور اس راہ میں جو مشکلات اور مصائب پیش آئیں ان پر صبر کر۔ آپ نے اپنے کپڑوں کو اس قدر پاک و صاف رکھا اور ناپاکی سے اس قدر دور ہوئے کہ انک لعلیٰ خلق عظیم کا خطاب پایا اور امت کے لئے "اسوۃ حسنۃ" قرار دیا گیا۔

اس لئے اس قیادت کے لئے خلق عظیم اور اسوۂ حسنہ کی ضرورت ہے۔ اور اس مقام پر صرف اللہ جسے چاہتا ہے کھڑا کرتا ہے۔ ان کی حفاظت اور غلبے کا اہتمام بھی خود ہی فرماتا ہے۔

آنحضرت صلعم نے اپنی قیادت میں جو تنظیم یا جماعت قائم کی وہ بھی اللہ تعالےٰ کے حکم سے کی اور جو بیعت لی وہ بھی اسی کے حکم سے لی۔ اس لئے یہ فکری انقلاب واقع ہوا اور ساری دنیا میں آب حیات سے مستفیض ہوئی۔

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی یہ قیادت سونپنے کا کام اللہ تعالےٰ نے اپنے ہاتھ میں ہی رکھا ہے۔ جیسا کہ حضور صلعم فرماتے ہیں:۔

"ان اللّٰہ یبعث لھٰذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا"

کہ یقیناً اللہ تعالےٰ اس امت میں ہر صدی کے سر پر ایک ایسا انسان مبعوث فرمائے گا جو دین کی تجدید کرے گا اور تجدید کے یہ معنی ہیں کہ جو عقائد حقہ میں فتور آجائے اور طرح طرح کے زوائد ان کیساتھ لگ جائیں یا جو اعمالِ صالحہ کے ادا کرنے میں سستی وقوع میں آجائے یا جو وصول اور سلوک الی اللہ کے طریق اور قواعد محفوظ نہ رہیں ان کو مجدداً تاکیداً بالاصل بیان کیا جائے۔

یہ مجدد وہ لوگ ہوتے رہے ہیں جو چراغِ مصطفوی سے روشنی لیتے رہے۔ آپ کی پوری اور کامل اتباع کرتے رہے اور کلیتاً آپ ہی کے رنگ میں رنگین ہوتے رہے اور خدا کے محبوب بندے بنتے رہے ہیں۔ کیوں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کی طرف سے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

"قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ" کہہ دو اگر تم اللہ کے محبوب بننا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔ اللہ تعالےٰ کے یہ محب اور مقربین قرآن کی زبان اولیاء اللہ کہلاتے ہیں جن پر فرشتے اترتے اور انہیں تسلیاں دیتے ہیں کہ تمہارے لئے کوئی خوف اور حزن نہیں انہیں دنیا میں بھی بشارتیں ملتی ہیں اور آخرت میں بھی ملنے کا ان کے ساتھ وعدہ ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں قرآنی نظریات و افکار کی تبلیغ و اشاعت پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے مامور کیا جاتا رہا ہے اور کیا جاتا رہے گا۔ یہ کہنا کہ مجدد لوگ بناتے ہیں یا یہ قیادت لوگ عطا کرتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی توہین ہے اور یہ وہ حدیث ہے جس پر تمام محدثین اور مفکرین اسلام کا اتفاق ہے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں ... اور جب ... اقتدار اور ذرائع اختیار کرنے کی قطعاً ضرورت ...

کام کیا عزت سے ہم کو شہرتوں سے کیا غرض — گر وہ ذلت سے ہو راضی اس پہ سو عزت نثار

ہم اسی کے ہوگئے ہیں جو ہمارا ہوگیا — چھوڑ کر دنیائے دوں کو ہم نے پایا وہ نگار

مثالیں بہت ہیں۔ اسی برصغیر پاک و ہند میں حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ حضرت سید احمد شہید اور چودہویں صدی میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی گزرے ہیں جنہوں نے الٰہی مشن کی تکمیل کی خاطر اپنے اپنے زمانہ میں ایوانِ اقتدار سے ٹکر لی اور انہیں اس راہ میں بڑی بڑی خطرناک مصائب جھیلنا پڑیں مگر وعدۂ الٰہی کے مطابق آخری فتح نے انہی دنیوی طور پر بے سہارا لوگوں کے قدم چومے وہ اقتدار مٹ گئے لیکن ان کا نام آج بھی زندہ ہے۔ ان مجددین نے بیعت بھی لی تو اللہ کے حکم کے تحت اور اگر کوئی جماعت یا تنظیم بھی قائم کی تو اللہ کے حکم سے۔ اپنی مرضی اور ارادے سے کچھ نہیں کیا اور نہ اپنے بارے میں پروپیگنڈہ کیا یا کرایا۔ اس کی انہیں ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ کے فرستادہ تھے۔ ان کی اپنی کوئی خواہش اور مرضی نہ تھی۔

جب تک حضرت مرزا صاحب کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے بیعت لینے کا حکم نہیں ہوا تھا آپ ہمیشہ اس سے انکار کرتے رہے اور آخر کار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو آپ نے یہ اعلان فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے بیعت لینے اور ایک جماعت بنانے کا حکم دیا ہے اور اس حکم کے یہ الفاظ تھے:۔ "فاذا عزمت فتوکل علی اللّٰہ واصنع الفلک باعیننا ووحینا" یعنی خدا پر بھروسہ کر اور ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی تیار کر۔ اور فرمایا کہ کشتی سے مراد جماعت ہے۔ اور ہمارے ذاتی خیال کے مطابق اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ یہ جماعت خطرناک طوفان سے گذرے گی۔ اللہ تعالےٰ اس کی حفاظت فرمائے گا اور آخر کار یہ بھی کسی "جودی" پہاڑ پر پہنچ کر ٹھہر جائے گی۔

یہ "شخصی قیادت" وہ ہوتی ہے جسے ہر خوف و خطر سے بے نیاز ہو کر برملا یہ اعلان کرنا پڑتا ہے کہ میرے سپرد یہ قیادت اللہ تعالےٰ نے کی ہے۔ اور اس نے مجھے قرآن کے افکار و معارف کے ذریعے جو اسی نے مجھے سکھائے ہیں اسلامی معاشرہ میں پھیلے ہوئے ہر طرح کے فساد کو دور کرنے کے کام پر مامور کیا ہے۔ چونکہ یہ "شہادت گاہِ الفت میں قدم ... ہے"۔ اس لئے "اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں" بلکہ دو چار کیا کئی سخت مقام آتے ہیں جن میں سے گذرنے کے لئے یہ دعوےٰ کرنے والے اور اس کے ساتھیوں کو خود اللہ تعالےٰ ہی ہمت۔ حوصلہ اور جرأت عطا کرتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی کو گوالیار کے قلعے میں قید و بند کی صعوبتیں سہنا پڑیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو قتل کرنے کی سازش ہوئی اور آپ کو حرم شریف میں پناہ لینی پڑی۔ حضرت سید احمد شہید نے اس راہ میں اپنا سر ہی پیش کر دیا اور حضرت مرزا صاحب اور آپ کے نام پر آنے والی آزمائشوں اور ابتلاؤں کا دور تو ابھی تک ختم نہیں ہوا اور نہ جانے کب ختم ہوگا۔

یہ پندرہویں صدی ہے اس میں جو "شخصی قیادت" بیعت اور تنظیم کے ذریعے کسی قسم کا فکری انقلاب پیدا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اُسے بھی یہ اعلان کرنا ہوگا کہ مجھے خدا نے اس کام پر ... کیا ہے اور بیعت لو کے ذریعے جماعت کا قیام بھی اسی کے حکم کے ماتحت کیا جا رہا ہے تب ہی اصلاحِ معاشرہ کے کام میں کامیابی کا یقین ہو سکتا ہے ورنہ تنظیمیں بھی بے شمار ہیں اور ان کے عقائد بھی لاتعداد۔ ہاں ایک اور عرض بھی کر دیں تو مضائقہ نہ ہوگا۔ اصلاح معاشرہ کے لئے جو بھی اُٹھے گا بیعت لیگا اور جماعت بنائیگا وہ "مصلح" ہی کہلائیگا اور کسی کا مصلح ہونا اور اس کا ماننا دستور پاکستان ۱۹۷۳ء اور عبوری آئین کے مطابق کفر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہونا ہے۔ خواہ وہ اسلام کی ساری تعلیمات پر چلنے والا ہی ... عقائد سے ... اسلام کو ... سند بھی نہ کرتا ہو۔ اور اُسے کافر قرار دینے اور دائرۂ اسلام سے اخراج کے لئے قرآن سے خواہ کوئی سند ملتی ہو یا نہ ...

والعصر ۝ ان الانسان لفی خسر ۝ الا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحات وتواصوا بالحق ۝ وتواصوا بالصّبر ۝

خطبہ جمعہ ۔ ۱۸ جون ۱۹۸۲ء ۔ فرمودہ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، جامع احمدیہ ۔ دارالسلام ۔ نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

سورۃ العصر کی تلاوت کے بعد آپ نے فرمایا:۔

العصر قرآن کریم کی سب سے چھوٹی سورتوں میں سے ایک ہے لیکن اس کی اصولی تعلیم کی جامعیت کیوجہ سے حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ اگر قرآن میں سے صرف یہی سورۃ نازل کی گئی ہوتی تو انسانوں کی رہنمائی کے لئے کافی تھی صحابہ کرام رضہ جو اس سورت کی حکمت اور اہمیت سے واقف تھے جب ایک دوسرے سے ملتے یا جُدا ہوتے تو اسے دوہرا لیتے تھے۔ مَیں نے آج کے خطبہ کے لئے اس کے مضمون کے ایک اہم حصّہ کے پیشِ نظر اس خیال سے چنا ہے کہ میرے دل میں اپنی جماعت کے لئے ایک درد ہے جس میں مَیں آپ کو بھی شریک کرنا چاہتا ہوں۔ اور اس لئے بھی کہ میں پانچ چھ ہفتوں کے لئے لاہور سے باہر جا رہا ہوں۔

والعصر۔ ان الانسان لفی خسر۔ یعنی گذرتا ہوا وقت گواہ ہے کہ انسان نقصان میں ہے الا الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق ۵ وتواصوا بالصبر ہ البتہ یہ چار چیزیں ہیں جو انسان کو اس خسارے سے مستثنیٰ کر سکتی ہیں۔ اول ایمان جس میں تمام عقائد صحیحہ آجاتے ہیں دُوسری اعمالِ صالحہ تیسری ایک دُوسرے کو حق پہنچانا اور چوتھی ایک دُوسرے کو صبر کی تلقین کرنا۔ دراصل انسانی زندگی کے لئے یہی وہ ذریعے ہیں جن سے زندگی کا حقیقی مقصد پُورا ہو سکتا ہے۔ سورۃ العصر سے پہلے ایک اور چھوٹی سورۃ "التکاثر" ہے جس میں وہ بات بیان کی گئی ہے جسے انسان عمداً اپنی زندگی کا مقصد سمجھتا ہے یعنی مال و دولت کا بیش از بیش حصول۔ دنیا کی زیادہ سے زیادہ فراوانی اور اس کی طلب میں ہی اپنی ساری زندگی کھو دیتا ہے جو اسے حقیقی مقصد یعنی اپنے خالق مالک کی معرفت حاصل کرنے سے غافل کئے رکھتی ہے۔ یہاں تک کہ خدا سے ملنے کی گھڑی یعنی موت آلیتی ہے۔ حالانکہ وہ اس تگ و دو میں حقیقتاً ایک قسم کے جہنم میں سے ہی گذر رہا ہوتا ہے لیکن سمجھتا نہیں۔

سورۃ التکاثر ان الفاظ پر ختم ہوتی ہے "ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم" اللہ نے جو نعمتیں تمہیں دی ہیں اُن کے متعلق باز پُرس بھی ہوگی اور اُن کا حساب بھی دینا ہوگا سورۃ العصر کے بعد سورۃ الھمزۃ ہے اس میں مال جمع کرنے اور اُسے گن گن کر رکھنے کے خطرناک انجام سے ڈرایا ہے۔ یہ مال جس کے جمع کرنے میں اپنی عمر برباد کرتے ہو یہ تمہارے لئے آگ بنے گا اور اللہ کی اس جلائی ہوئی آگ میں جھونکے جاؤ گے۔ یہ دلوں سے ہی اُٹھتی ہے اور آگے جاکر بھی دلوں کو ہمیشہ ہمیشہ جلاتی رہے گی۔ سو ظاہر ہے کہ انسان کی زندگی اگر یہی ہے تو وہ بڑے بھاری خسارے میں ہے اور انسان کو اس خسارے سے بچانے والی وہ چار چیزیں ہیں جن کا ذکر سورۃ العصر میں کیا گیا ہے۔ ان میں سے دو چیزیں یعنی ایمان اور اعمالِ صالحہ (صلاحیت والے کام) کا تعلق انسان کے اپنے نفس کے ساتھ ہے لیکن محض یہی اس خسارے سے بچانے کے لئے کافی نہیں جب تک تیسری چیز تواصوا بالحق یعنی خود حق پر قائم رہ کر دوسروں کو بھی حق کا پہنچانا اس کے ساتھ شامل نہ ہو۔

آپ جانتے ہیں کہ ہماری جماعت کے قیام کی تو غرض ہی حق یعنی اللہ کے پیغام اور اس کی بہترین کتاب قرآن کریم کو دُنیا کے کناروں تک پہنچانا ہے اس لئے ہمیں اس کی طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ دُوسروں کو حق پہنچانا بہت مشکل کام ہے اس کے لئے انتہائی صبر کی ضرورت ہے۔ اللہ کا حکم صرف خود صبر کرنے کا ہی نہیں بلکہ دوسروں کو بھی صبر کرنے کی تلقین کرنے کا ہے اس لئے چوتھی چیز تواصوا بالصبر بیان فرمائی ہے۔ اسی وجہ سے بعض کے نزدیک یہ اس سُورت کی چوتھی آیت ہے۔ اور تواصوا بالحق کے بعد آیت کا چھوٹا نشان بھی لکھا ہوا ہے۔ دُوسروں کو صبر کی تلقین کرنے والے کے لئے پہلے خود بھاری صبر کی ضرورت ہے۔

میرے آج کے خطبے کی بڑی غرض اسی صبر کے بارہ میں آپ سے اپنے دل کا غم جس کا میں نے ابتدا میں ذکر کیا ہے بیان کرنا ہے مجھے یہ غم اور درد اس وجہ سے ہے کہ ہم میں صبر کا وہ رنگ نہیں جس کا تقاضا ہماری جماعت کا مشن ہم سے کرتا ہے۔ اور جو اِس عظیم کام کی کامیابی کے لئے جو ہمارے سامنے ہے ازبس ضروری ہے۔ ایسا صبر جس کا نمونہ ہمیں آنحضرت صلعم کے صحابہ رضہ اور پھر اپنے بزرگوں میں ملتا ہے اور جس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے عظیم فتوحات اور کامیابیاں نصیب فرمائیں۔ اسی لئے میں صبر کے بارہ میں کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں شاید کسی کو کچھ فائدہ ہو جائے۔

صبر کیا چیز ہے؟ ایک صبر علی الطاعۃ ہے یعنی اچھی بات پر اپنے آپ کو استقامت کے ساتھ روکے رکھنا۔ اور دُوسرا الصبر عن المعصیۃ ہے یعنی بُری بات سے بڑی مضبوطی کے ساتھ اپنے آپ کو روکے رکھنا۔ قرآن کریم نے صبر کی کئی قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ تکلیف دہ بات سُن کر صبر دکھانا۔ فرمایا:۔

ولتسمعن من الذین اوتوا الکتب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذیً کثیراط وان تصبروا وتتقوا فان ذالک من عزم الامور ہ

"ضرور تم ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور ان سے جو مشرک ہوئے بہت سی دُکھ دینے والی باتیں سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور تقوے اختیار کرو تو یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔" (آل عمران۔ ۱۸۶)

۲:۔ دُوسری قسم صبر کی یہ ہے:۔

واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغدوۃ والعشی یریدون وجھہ ولا تعد عینٰک عنھم ج ترید زینۃ الحیٰوۃ الدنیا ج ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھوٰہ وکان امرہ فرطا ہ (الکہف ۲۸)

"اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روک رکھ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں (اور) اسی کی رضا کو چاہتے ہیں اور اپنی نگاہیں ان سے ہٹا کر (اور طرف) نہ دوڑا (کہ) تو دنیا کی زندگی کی آرائش کا ارادہ کرے اور اس کی بات نہ مان جس کا دل ہم نے اپنے ذکر سے غافل رکھا ہے اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گذرا ہوا ہے۔"

ایک اور مقام پر سب رسولوں کو ان کے مخالفین کی طرف سے طرح طرح کی ایذائیں دینے اور اُن پر اُن کے صبر کرنے کا ذکر اُن کی اپنی زبان سے کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ "وما لنا الا نتوکل

علی اللہ وقد ھدٰنا سبلنا ط ولنصبرن علی ما اذیتمونا ط وعلی اللہ فلیتوکل المتوکلون

"اور کیوں کر ہو سکتا ہے کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں اور اسی نے ہمیں سارے رستوں کی ہدایت کی ہے اور ضرور ہم اس پر صبر کریں گے جو تم ہمیں ایذا دیتے ہو اور چاہیئے کہ اللہ پر بھروسہ کرنے والے اللہ پر ہی بھروسہ کریں۔" (ابراہیم - ۱۲)

اس کے علاوہ صبر کے دوسرے کئی موقعے قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں مثلاً فرمایا:۔

والصابرین فی البأساء والضراء وحین البأس اولٰئک الذین صدقوا واولٰئک ھم المتقون (البقرۃ: ۱۷۷)

"اور صبر کرنے والے تنگی اور تکلیف میں اور مقابلہ کے وقت، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا اور یہی متقی ہیں۔" ایک اور مقام پر فرمایا:

ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستھم البأساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین اٰمنوا معہ متی نصر اللہ ط الا ان نصر اللہ قریب ۰ (البقرہ: ۲۱۴)

"کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ اور ابھی تمہیں ان لوگوں کی سی حالت پیش نہیں آئی جو تم سے پہلے گذر چکے۔ ان کو سختی اور دکھ پہنچے اور خوب ہلائے گئے یہاں تک کہ رسول اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے بول اٹھے کہ اللہ کی نصرت کب آئے گی سنو اللہ کی نصرت قریب ہے۔"

ایسی اور بھی کئی آیات ہیں جن سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ معرفت الٰہی کے حصول کا کوئی دیگر راستہ نہیں سوائے اس راہ کے جو مصائب اور مشکلات کی بھٹی میں سے ہو کر گذرتی ہے۔ عشق الٰہی کا زبانی دعوٰی بے معنی ہے مصائب کی بھٹی میں پڑنے کے بغیر ایمان و یقین ہرگز پختہ نہیں ہوتا۔ آگ میں پڑنے کے بغیر مٹی کی ایک اینٹ بھی پکی اینٹ نہیں کہلا سکتی۔

ہمارے امام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں معرفتِ الٰہی کے تین ذرائع بیان فرمائے ہیں پہلا ذریعہ دلائل۔ دوسرا وحی والہام اور تیسرا اور آخری ذریعہ مصیبتوں اور تکلیفوں میں پڑنا ہے۔ انبیاء کو سب سے بڑھ کر مصائب میں سے گذرنا پڑتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خدا کے محب اور رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کی وجہ سے خدا کے محبوب تھے۔ ان کی مصائب کے حالات آپ نے پڑھے اور سنے ہیں۔ ایک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہی لے لیں۔ یا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یا کوئی سا دیگر صحابی لے لیں۔ آپ کو سب کی زندگیوں میں مشکلات ہی مشکلات نظر آئیں گی۔ اس زمانہ میں ہمارے لئے بھی کئی قسم کے امتحان آئے اور اب تک پیش آرہے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم میں کہاں تک صبر کی طاقت ہے کیونکہ صبر کے بغیر تو امتحانوں میں انسان فیل ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ سوائے خسران کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ مجھے جس بات کا فکر ہے وہ یہ ہے کہ ہماری بعض کمزوریوں کی وجہ سے ہم میں حقیقی تڑپ باقی نہیں رہی۔

دعوٰی عشق اور چیز ہے مصیبت کو صبر سے برداشت کر لینا دیگر شے مثلاً آسائش اور ذاتی سہولت کی ذرا سی کمی کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہ ہونا۔ دین کے کام کے لئے اپنے وقت کی معمولی سی قربانی بھی نہ کر سکنا کسی بڑی مصیبت پر صبر تو دور کی بات ہے ادنٰے سے ادنٰے باتوں میں بے صبری مثلاً نماز پڑھنی ہو تو چند ٹکریں مار کر جلد از جلد فراغت حاصل کر لینا۔ اذان ہو رہی ہے اور نماز باجماعت تیار ہے۔ تو اس کا انتظار نہ کرنا اور چلے جانا معمولی سے معمولی بہانے پر جمعہ کی نماز جیسے فرض کو ترک کر دینا۔ اپنے معمولی دُنیوی کام کو دین کے کام پر ترجیح دینا۔ ایسی اور کئی چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جو سب میں تو نہیں لیکن بہتوں میں آ چکی ہیں میں تحدیثِ نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اللہ کا شکر ہے کہ ہم سے کئی ایثار پیشہ اور کمال درجہ کا صبر دکھانے والے لوگ ابھی باقی ہیں لیکن اکثر لوگوں میں سستی پیدا ہو چکی ہے اور یہ بڑی تشویش کی بات ہے۔

جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ہمارے امتحانوں کا دور ابھی ختم نہیں ہوا اور صبر دکھانے کا میدان ہمارے لئے وسیع ہے۔ کیا ہم صبر دکھا کر انعام میں معرفتِ الٰہی حاصل کرنا چاہتے ہیں یا یہ قیمتی موقعہ گنوانا چاہتے ہیں۔ یہ ایک بہت اہم فیصلہ ہے جو ہم نے کرنا ہے۔

ہمارے دل آزار باتوں کی کمی نہیں۔ مخالفین سلسلہ کی طرف سے شدید منافرت اور آئے دن کی دل آزار اور دلخراش بیانات جو پڑھنے اور سننے میں آتے ہیں میں ان کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن کریم کے یہ الفاظ دوہراؤں گا کہ:۔

"وان تصبروا وتتقوا فان ذالک من عزم الامور"

اگر تم صبر دکھاؤ اور تقوٰی اختیار کرو تو یہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ سو ہمیں جب کبھی ایسی صورت درپیش ہو تو ہمیں چاہیئے کہ قرآن کریم کے یہی الفاظ اپنے دلوں میں دہرا کر صبر سے کام لیں اور اللہ تعالٰے کی پناہ مانگیں اور استغفار پڑھیں۔ اُمید ہے کہ اس سے اللہ تعالٰے غمزدہ دلوں پر اپنی جناب سے سکینت نازل فرمائے گا۔

جماعتِ ربوہ کے بھائیوں کی اکثریت ہمارے متعلق جو رائے رکھتی ہے اور حقارت اور منافرت کے زہریلے خیالات جو ان کے دلوں میں جڑ پکڑ چکے ہیں اس کا مظاہرہ کبھی کبھی نہ کبھی ہوتا رہتا ہے۔ اسی طرح اپنے بھائیوں سے دلآزار باتیں سننا پڑ جاتی ہیں تو یہ وقتے صبر اور تقوٰی سے ان بیماریوں کا علاج کرنے کے ہوتے ہیں۔

صبرٌ علی الطاعۃ ۔ یعنی نیکی کی باتوں پر صبر یا اپنے آپ کو مضبوطی سے روکے رکھنے کے متعلق اس حکمِ خداوندی:۔

"واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم" الخ

کا ذکر اوپر کر چکا ہوں۔ اس پر بھی ہمیں پوری توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنے فالتو اوقات لغو اشغال میں اور اپنی مجالس اور تعلقات ان لوگوں کے ساتھ قائم کرنے میں جن کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور جن کے دل من اغفلنا قلبہٗ عن ذکرنا کے مطابق خدا کی یاد سے قطعاً غافل ہیں ضائع کرنے کی بجائے اپنی تمام تر توجہ اہل اللہ کے ساتھ محدود کر دیں تو یہ امر یقیناً تزکیہ نفس کا موجب ہو گا۔ صبر کے اس پہلو کی طرف ہمیں خاص توجہ کی اشد ضرورت ہے۔

مشکل ترین مقام قضاء وقدر کی طرف سے پیش آنے والی اُن مشکلات اور مصائب میں صبر کرنا ہے جن کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں ہے۔

"ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات ط وبشر الصابرین ۰"

اور ضرور ہم کسی قدر ڈر اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے تمہارا امتحان کریں گے اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری دو۔

ان امتحانوں سے کسی کے لئے مفر نہیں۔ ان کے علاوہ دُوسری مصائب ہیں جو اللہ تعالٰے کے دین کی حفاظت کی راہ میں پیش آنی لازمی ہیں۔ اور قرآن کے الفاظ میں ان کے بغیر جنت میں داخل ہونا محال بتایا گیا ہے۔ جیسا کہ آیت "ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ..... الخ" کے ماتحت میں پہلے

بیان کر چکا ہوں اور بعض اوقات تو وہ اس قدر شدید ہوتی ہیں کہ خدا کے رسول اور ان کے پاک ساتھی بھی چلّا اٹھتے ہیں "متیٰ نصر اللّٰہ" اور اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتا ہے:-

" الا ان نصر اللّٰہ قریب "

یہ مصائب نیکوں کے مٹانے کے لئے نہیں بلکہ انہیں کندن کرنے - کھرے اور کھوٹے کے درمیان تمیز کرنے اور ان کی معرفت الٰہی کی ترقی کے لئے بھیجی جاتی ہیں - ایسے وقت پر صبر دکھانا اور اس راہ میں کسی قربانی سے دریغ نہ کرنا یقیناً بڑے عزم والوں کا کام ہے -

قل لن یصیبنا الا ما کتب اللّٰہ لنا - ھو مولٰنا - وعلی اللّٰہ فلیتوکل المؤمنون "

" کہہ دے ہم کو کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ رکھی ہے وہ ہمارا آقا ہے اور اللہ پر ہی مومنوں کو بھروسہ رکھنا چاہیئے "

یہ باتیں جو میں نے عرض کی ہیں میں نے ان کا ضرورت محسوس کرتے ہوئے بیان کی ہیں اور میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ ان پر پوری توجہ دیں ورنہ ہمارا حق پرستی اور حق کو دوسروں تک پہنچانے والی جماعت ہونے کا دعویٰ باطل ہو جاتا ہے اور ہم جن نتائج کے حصول کی خاطر اس جماعت میں شامل ہوئے ہیں وہ حاصل نہیں ہو سکتے - اس سلسلہ میں ایک ایسی آیت پر اپنا خطبہ ختم کرتا ہوں جس میں ہمارے لئے ایک سخت انتباہ ہے -

" ومن الناس من یعبد اللّٰہ علیٰ حرف ج فان اصابہ خیر ن اطمان بہ ج وان اصابتہ فتنۃ ن انقلب علیٰ وجھہ ج خسر الدنیا والاٰخرۃ ط ذالک ھو الخسران المبین "

(سورۃ الحج ۱۱)

اور لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو کنارے پر رہ کر اللہ کی عبادت کرتا ہے سو اگر اُسے کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو اس پر مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اُسے تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے منہ پر الٹا پھر جاتا ہے - دنیا اور آخرت میں گھاٹے میں رہا یہی کھلا گھاٹا ہے

خسر الدنیا والاٰخرۃ میں دونوں جہان کا خسارہ بتایا ہے - بہت خوف کا مقام ہے - ہمیں چاہیئے کہ بہت سوچیں اور غور کریں اور ایک مضبوط ارادے کے ساتھ "ادخلوا فی السلم کافۃ" کے حکم پر عمل کریں - خدا کی پوری فرمانبرداری کے ساتھ جماعت اور اس کی دینی کاوشوں اور کوششوں میں شامل ہو جائیں - اے ہمارے رب تو ہمیں ایسی ہی توفیق عطا فرما - آمین -

واخر دعونا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

جو شخص مجھے ان چھ باتوں پر عمل کی ضمانت دے میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں

(۱) بدکاری سے بچو (۲) بدنظری نہ کرو (۳) ظلم نہ کرو (۴) سچ بولو (۵) وعدہ پورا کرو (۶) امانت میں خیانت نہ کرو

مولانا عبدالحق ودیارتھی کے خطوط اپنے عزیزوں کے نام

(۱)

پیاری بیٹی اختر عزیزہ ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

تمہارا خط ملا - انسانی زہرہ بھی آئی تھی - میرے بچوں کو جس قدر صدمہ اور فکر میری بیماری سے ہوا وہ آپ لوگوں کی محبت اور سعادت مندی کی دلیل ہے مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک نہ ایک دن باری باری ہم سب نے دنیا چھوڑنی ہے جو تعلق اپنے اللہ سے ہوتی ہے محبت کا تقاضا ہے کہ جو کچھ اس کا محبوب کرے اسے قبول کرے - بعض بچوں کے ماں باپ پیدا ہونے کے ساتھ ہی فوت ہو جاتے ہیں لیکن ان کا خدا نہیں مرتا کوئی نہ کوئی سامان ان کی پرورش کا ہو ہی جاتا ہے - ماں باپ اپنی اولاد کو پیار اور محبت سے پالتے ہیں لیکن ان کے دل میں اولاد کی محبت پیدا کرنے والا بھی وہی ہے - اگر اس کا نفس اور رحم کام نہ کرے تو انسان کی زندگی ایک سیکنڈ میں ہی ختم ہو جاتی ہے نہ ڈاکٹر کچھ کر سکتا ہے نہ ماں باپ کچھ کر سکتے ہیں اسی طرح والدین کا پیار بھی اللہ تعالیٰ کی دین ہے مگر اللہ تعالیٰ کے ہر فعل پر راضی ہو جانا یہ انسان کو دکھ اور مایوسی سے بچاتا ہے - مجھے یہ اطمینان ہے کہ میں نے دین کی خاطر بہت سی زبانیں سیکھیں اور اسلام پر اعتراضات کرنے والوں کے جواب میں بہت کچھ کہا اور لکھا اور آخر دم تک اسی کام پر لگا رہنا چاہتا ہوں - ایک دفعہ مبلغ اسلام نے انگلینڈ مجھے لکھا کہ آپ کی عمر سفر کے قابل نہیں میں نے اُسے جواب دیا میرے بیٹے میں چاہتا ہوں اور میری یہ تمنا ہے کہ صداقت اسلام پر تقریر کرتا اور دشمنان اسلام کے اعتراضات کے جواب دیتا دیتا میں بے ہوش ہو کر گر جاؤں اور اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں - اب رہا میرا انگلینڈ پہنچنا یہ سردست مشکل نظر آتا ہے کتاب کی دو جلدیں یعنی قریباً ... صفحہ چھپ گیا ہے .. ۵ صفحہ باقی ہے اور اسی کام میں لگا ہوا ہوں - ڈاکٹر صاحب امین کا بھائی یمین بھی آیا تھا کہ اسے بھی ریحانہ کا خط ملا تھا - گھر میں نسیم سلیم اور جاوید سب راضی خوشی ہیں - عزیزہ احسنہ شاہد زاہد اور ثمینہ کو السلام علیکم

عبدالحق -

پھونکوں سے کبھی شمع صداقت نہ بجھے گی

بے سود ہیں سب میرے مٹانے کے ارادے ؛ منظور خدا کو ہے اگر میری بقا اور
پھونکوں سے کبھی شمعِ صداقت نہ بجھے گی ؛ اس کوششِ بیہودہ میں سر نہ کھپا اور
تائیدِ خدا، نصرتِ حق، فتح نمایاں ؛ کیا دوں میں نشان اپنی صداقت کا بتا اور
ایماں ہے اگر دل میں تو کر خوفِ خدا کچھ ؛ اللہ کے بندوں کو نہ اب دیکھ ستا اور

(خان مرتضیٰ خان حسن)

یہ دَور اسلام کے غلبے کا دَور ہے

گذشتہ چند صدیاں مسلمانوں کی تاریخ میں ایسی گذری ہیں کہ وہ بحیثیت ایک قوم رو بہ انحطاط رہی ہیں مسلمان دُنیا کا "مردِ بیمار" تھا۔ شخصِ خوابیدہ تھا۔ جس کے قویٰ مضمحل اور طاقتیں زوال پذیر تھیں تمام اکناف و اطراف میں وہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑا جا رہا تھا۔ اس کے اندر سے جذبۂ احترامِ نفس مفقود ہو چکا تھا۔ وہ اپنی نظروں میں بھی ذلیل تھا اور اغیار کی نگاہوں میں بھی حقیر۔ موجودہ صدی کے آغاز ہی سے اس کے اندر کچھ "حرکت" سی نظر آنے لگی۔ آہستہ آہستہ اس نے آنکھیں کھولنی شروع کر دی ہیں اس بیمار کا کچھ علاج ہونے لگا ہے۔ اس کے خوابیدہ قویٰ میں جنبش نظر آنے لگی ہے۔ آسمان سے اس کا تعلق پیدا ہونے لگا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدسیوں کی نگاہوں نے اُسے پھر اپنا منظورِ نظر بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ عیسائیت اپنے پورے عروج پر تھی۔ وہ یورپ سے اٹھی۔ ایشیا پر چھائی اور اس نے برّاعظم افریقہ کو بھی آغوش میں لے لیا۔ عیسائی حکمران تھے سرمایہ دار تھے۔ صاحبِ اقتدار تھے لشکروں کے سپہ سالار تھے۔ صنعتوں کے خالق تھے۔ تمام دنیا میں اُن کا طوطی بولتا تھا عیسائی آقا تھے اور غیر عیسائی اُن کے خادم اور مسلمان ان خادموں کے بھی خادم۔ اچانک ایسا ہوا کہ تمام عالمِ اسلامی میں زندگی کے کچھ آثار نظر آنے لگے مسلمان غلامی کی زنجیروں کو کاٹتے اور آزادی کی فضاؤں میں داخل ہوتے دکھائی دینے لگے۔ نظریات کی سطح پر اسلام عیسائیت سے متصادم ہو گیا مسلمان کے پاس تلوار تو تھی نہیں وہ قلم کو ہاتھ میں لئے میدان میں مقابلہ کے لئے نکل آیا۔ اس زمانہ میں خدا کے ایک خاص بندہ کا ظہور ہوا۔ اس نے اعلان کیا کہ یہ جلال کا نہیں جمال کا وقت ہے۔ اور جمال کی تجلیوں ہی سے پھر جلال پیدا ہوگا۔ وہ دُنیا کے فاسد نظریات سے ٹکرا گیا اور سرزمینِ ہند میں ایک چومکھی لڑائی لڑنے لگا۔ اُس کا حملہ بیک وقت ہر طرف تھا اور یلغار ہر جگہ۔ اس کے دماغ میں دلائل کا ایک سمندر تھا جو موجیں مارتا ہوا تشنہ کامانِ جہان کو سیراب کرنے لگا۔ غیر اسلامی عقائد بودے تھے کمزور تھے باطل تھے حق کا مقابلہ نہ کر سکے۔ خود مسلمانوں کے اندر سے ہی بعض جماعتیں اس کے مقابلہ پہ کھڑی ہو گئیں۔ ان سے اس کی تائید تو نہ ہو سکی مگر ان کی تردید پر بھی ان کا کفر ابونا اُن کے اندر بیداری پیدا کر گیا۔ اس کی قوتِ گویائی اور اس کے دیدۂ بینائی نے مسلمانوں کے شعور کو جگا دیا۔ ان کی سیاست میں حرکت آگئی اُن کی معاشرت جاگ اٹھی ان کا تمدن منظم ہونے لگا۔ ان کو اپنی پرانی تہذیب یاد آگئی۔ اور اُن کے ہاں جا بجا آزادی کے چرچے ہونے لگے مسلمانوں کے غلام ملک ایک ایک کر کے قید و بند کی زنجیریں توڑ کر آزاد ہونے میں لگ گئے انہیں سبق یاد آگیا اور انہیں معلوم ہو گیا کہ عیسائیوں نے اصل مسیحی سپرٹ کو چھوڑ کر ترقی حاصل کی ہے مگر خود مسلمانوں کے زوال کا باعث ترکِ اسلام ہے انہوں نے پھر اسلام کو اختیار کرنا شروع کیا اور پہلی دفعہ اپنی آنکھوں سے حیرت اور استعجاب میں ڈوب کر یہ نظارہ دیکھا کہ ایک کمزور و ناتواں، غیر تعلیمیافتہ، غیر سرمایہ دار، پراگندہ حال اور منتشر اجزا میں تقسیم شدہ قوم یکلخت جاگی، ابھری اور کھڑی ہو گئی۔ مجتمع اور متفق ہو کر دنیا کی دو سب سے مکار قوموں کے مقابل پر ڈٹ گئی۔ پہلے اس سے استہزاء ہوتا رہا۔ اس کا مذاق اڑتا رہا۔ اس کی تحقیر کی جاتی رہی جب وہ نہ گھبرائی نہ تھرائی نہ لرزی نہ کانپی بلکہ متصادم ہونے کے لئے اور آگے بڑھ کر پکڑ لینے کے لئے تربیت ہو گئی تو دونوں قومیں ذہنی طور پر پیچھے ہٹیں۔ جب وہ اور بڑھی تو یہ اور پیچھے سرکنے لگیں حتّٰی کہ ہندوؤں کی مکاری اور انگریز کی عیاری شکست کھا گئی۔ مسلمانوں نے ہندوؤں اور انگریزوں کو چاروں شانے چت گرا دیا اور دنیا کی سطح پر ایک عظیم الشان اسلامی ملک اُبھر آیا۔ اس کا نام پاکستان رکھا گیا۔ قیاس آرائیاں پھر بھی اس کے متعلق یہ تھیں کہ یہ نومولود کمزور ہے۔ نحیف ہے پنپ نہ سکے گا۔ اس کی کوئی سیاست نہیں کوئی ثقافت نہیں اس کی اقتصادی حالت کبھی اچھی نہیں ہو سکتی۔ یہ چند دن زندگی کی فضا میں سانس لے کر معدوم ہو جائے گا۔ مگر ایسا نہ ہوا اور بچہ سرعت سے بڑھنے لگا۔ اس کو آسمان سے غذا ملنے لگی۔ اس کی ترقی حیرت انگیز تھی۔ اس کی اقتصادی حالت بھی اچھی ہو گئی۔ وہ صنعت کے میدان میں بھی ترقی کرنے لگا۔ وہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا گیا۔

آخر اس کی سزا ... خود اس کے سیاسی راہنماؤں نے روڑے اٹکانے شروع کر دیئے۔ اس میں پھر انتشار پیدا ہو گیا۔ ایک دفعہ اور یہ محسوس کیا جانے لگا کہ ملک شاید دُوسرے آزاد ممالک کے شانہ بشانہ ترقی کی راہیں طے نہ کر سکے گا۔ یہاں پھر انقلاب آیا۔ اونگھنے والے پھر جاگ اٹھے ہمسایہ ملک طاقت کے نشہ میں سرشار تھا۔ دنیا کی تین سب سے بڑی طاقتیں بشرط تہار اور جبار سلطنتیں اس کی پشت پناہی پر تھیں۔ اس نے اپنی فوجی طاقت میں بے بہا اضافہ کر دیا۔ اس کے لشکران گنت تھے۔ تمام دنیا کی فیکٹریاں اس کے لئے ہتھیار تیار کرنے لگیں اور وہ انبار در انبار اس کے پاس پہنچنے لگے۔

وہ اپنی طاقت اور قوت غلبہ و تسلط کے بل بوتے پہ غرہ و تمکنت میں ایسا کھو یا کہ اچانک پاکستان پر حملہ کر دیا۔ اور اس کے اس حملہ نے تاریخ میں ایک آزمائش پیدا کر دیا۔ اس کی اور پاکستان کی مڈبھیڑ ہو گئی حرب و ضرب کے معرکے قائم ہوئے وہ تعداد میں پاکستان سے پانچ گنا تھا اور ہتھیاروں، اوزاروں اور ہلاکت آفریں سامانوں کے لحاظ سے دس گنا۔ عین میدانِ جنگ میں ہمارے جیالے جوانوں کے کانوں میں متواتر یہ آوازیں آتی رہیں لا تخف ان اللّٰہ معنا ہمارے دلوں سے ہراس نکل گیا۔ خوف جاتا رہا۔ ہم جہاں ایک تھے وہاں پر حملہ آور دس ہوتے تھے دشمن کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔ ہم فاتح و غالب ہو کر میدانِ جنگ سے نکل آئے۔ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھ لیا اور وہ پھر جادۂ ترقی پر گامزن ہونے کے لئے تیار ہے۔

اس وقت جزیرہ نمائے عرب جو اسلام سے قبل کی جاہلیت میں ایک دفعہ اور غرق ہو گیا تھا پھر جاگ اُٹھا ہے۔ اس کا فرمانروا تمام عالمِ اسلامی میں اتحاد و اتفاق کا رابطہ پیدا کرنے کے لئے دورے کر رہا ہے۔ عربوں کے دلوں میں حوصلے اور امنگیں پھر پیدا ہو چکی ہیں۔ امیر عربوں کو نہیں تمام مسلمانوں کو منظم کرنا چاہتے ہیں وہ فضا کو سازگار بنا رہے ہیں عنقریب اسلام اپنے سابقہ عروج کو حاصل کیا چاہتا ہے۔

خود یورپ کے اندر جہاں اسلام دشمنی کے سب سے بڑے مراکز ہیں اسلام کی پیشوائی کیلئے وہاں کے بڑے بڑے مفکر، عالم، فلاسفر اور سائنسدان اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ یورپ کے سب سے

بڑے مرکز یعنی برلن اور اس کے پڑوسی ملک ہالینڈ اور خود سرزمین انگلستان کے مقام سے اللہ اکبر کی ندائیں اس زور سے اُٹھ رہی ہیں کہ عنقریب ہم دیکھیں گے کہ انشاء اللہ یورپ بھی اسلام کی آغوش میں پناہ گزین ہے ممالک اسلامیہ کی بیداری [illegible] کی تاریکی تھی۔ ہمارا ایمان ہے کہ یہ دور اسلام کے غلبے کا دور ہے۔ ہم اپنے اس ایمان اور ایقان کی بناء پر یہ دعوے کرتے ہیں کہ انشاء اللہ ہر میدان میں اسلام غالب رہے گا اور دنیا میں تمام غیر اسلامی اور غیر انسانی اور خلاف تہذیب اور غیر اخلاقی تحریکیں کچل کر رکھ دی جائیں گی۔ ...... امریکہ کے عوام امن و سلامتی کی روشس اختیار کریں گے اور بالآخر اسلام سے متاثر ہو کر خدمت انسانی ہی کو اپنا شعار بنا لیں گے اس وقت ایک اور معجزہ بھی ظہور پذیر ہو رہا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے دنیا کی سب سے بڑی سلطنت جمہوریہ چین کو محض اپنے فضل و کرم سے اسلام کی سب سے بڑی سلطنت یعنی پاکستان کا دوست بنا دیا ہے۔ یقیناً چین میں اسلام نفوذ کرے گا اور یقیناً یقیناً چین کے عوام الناس حلقہ بگوش اسلام ہو کر دنیا کے لئے مینار نور بن کر تمام عالم کو منور کر دیں گے۔ اسلام کا مستقبل شاندار ہے اور اسی سے نور ہدایت لے کر چین بھی اپنا مستقبل شاندار بنا لیگا۔ دنیا کے مستقبل کا رہبر اسلام ہے۔ جہان نو کا قائد اسلام ہے۔ تہذیب نو اسلام کی کوکھ سے جنم لے گی۔ آئندہ کا بدلا ہوا تمدن اسلام سے خوراک لے گا۔ دنیا کی عنان حکومت اب اسلام کے ہاتھ میں ہوگی۔ اب قیادت اسلام کی ہے۔ سرداری اسلام کی ہے۔ غلبہ اسلام کا ہے۔ آفاق و انفس میں آیات الٰہی کے مظہر منبع اسلام سے پیدا ہوں گے۔ تمام دنیا حق کی نداؤں سے گونج اُٹھے گی مشارق اور مغارب سے نور کے فوارے پھوٹ نکلیں گے اور ایک دفعہ پھر یہ دنیا گہوارۂ تہذیب بن جائے گی جس پر اسلام نرم رو اور سلامت جو ہو کر چلے گا اور آسمانی بادشاہت زمین پر قائم ہو جائے گی۔"

سانحۂ ارتحال

نہایت ہی افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ چوہدری عبداللطیف گنائی صدر جماعت احمدیہ عبد ر وہ نگر ضلع دو ڈہ مقبوضہ ریاست جموں و کشمیر مؤرخہ ۱۶ ر جون دن کے ۱/۲ ۲ بجے طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم جماعت کے بزرگ ترین ابتدائی رکن چوہدری عبدالرزاق گنائی مرحوم و مغفور کے فرزند ارجمند تھے۔ بڑے بہادر جواں ہمت۔ مخلص اور پُرجوش احمدی تھے اور راہ حق میں نقد جان تک پیش کرنے کیلئے ہمیشہ آمادہ رہتے تھے۔ جماعت کو بار ہا بڑے کٹھن مسائل سے گذرنا پڑا۔ داخلی خارجی فتنوں سے دو چار ہونا پڑا لیکن چوہدری صاحب مرحوم نے محض جوش ایمانی اور عزم و حوصلہ سے ان تمام نامساعد حالات کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور جماعت کو انحطاط سے دو چار نہ ہونے دیا۔ ان کی موت ایک بہت بڑا قومی حادثہ اور نقصان ہے اور جو خلا جماعت بھدرواہ میں پیدا ہوا ہے وہ مدتوں پر ہوتا نظر نہیں آتا۔ چوہدری صاحب اپنے والد گرامی کی طرح بڑے مہمان نواز اور وسیع دسترخوان کے مالک تھے بڑے معاملہ فہم اور دور اندیش تھے۔ جماعتی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ یہی جوش اور جذبہ انہوں نے اپنی اولاد میں پیدا کیا ہے۔ جو جماعت کی ترقی اور استحکام کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے ہیں۔ تمام جماعتوں سے مرحوم کے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

غمزدہ میاں بشارت احمد بقا

ایثار کا اوجِ کمال

بھوکا رہنے اور خود تکلیف سے گذارہ کر لینے قرآن مجید میں ایسے ہی مسلمانوں کے لئے آتا ہے۔ ویؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ یعنی یہ لوگ اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال کر دوسروں کو آرام اور راحت پہنچاتے ہیں اور دوسروں کی حاجت پوری کرتے ہیں۔ ایک لڑائی کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ تین مسلمان عکرمہ، سہیل اور حارث زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے اُن کے زخموں سے خون بہہ رہا تھا۔ اور نزع کی حالت طاری تھی تینوں کو سخت پیاس لگی ہوئی تھی۔ ایک مسلمان جلدی سے پانی کا پیالہ لایا۔ اور جلدی سے عکرمہ کے لبوں سے لگایا لیکن عکرمہ نے اپنے ساتھی سہیل کی طرف اشارہ کیا پہلے ان کو پلاؤ۔ جب سہیل کے سامنے پیالہ گیا تو انہوں نے حارث کی طرف اشارہ کیا کہ پہلے ان کو پلاؤ۔ لیکن جب حارث کی طرف پیالہ گیا تو انہوں نے ان دونوں کی طرف اشارہ کیا کہ پہلے ان کو پلاؤ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تینوں ایک دوسرے کے لئے ایثار کرتے ہوئے خدا سے جا ملے۔ اس مثال میں ایثار کی حد ہو گئی۔ زخمی ہو کر زمین پر گرے پڑے۔ زخموں سے خون جاری ہے شدت کی پیاس لگ رہی ہے نزع کی حالت طاری ہے۔ پانی کے ایک ایک قطرے کو ترس رہے ہیں لیکن کس قدر ایثار ہے کہ خود نہیں پیتے دوسرے کی ضرورت کو مقدم سمجھتے ہیں اور اس طرح سے ایک دوسرے کے لئے نفس کی قربانی کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہوتے ہیں مردانِ خدا وہ دوسروں کے لئے اپنی جان بھی دے دیتے ہیں۔

ایفائے عہد

آپؐ کے دشمنوں کو بھی اس کا اعتراف تھا کہ حضور صلعم نے کبھی عہد کی خلاف ورزی نہیں کی۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر کوئی مکہ کا باشندہ اسلام لا کر مدینہ آ جائے اور آنحضرت صلے اللہ کے پاس پناہ ڈھونڈے تو آپ اس شخص کو فوراً مکہ والوں کے پاس بھیج دیں گے اس کے تھوڑے دنوں بعد ایک نو مسلم ابو جندل مکہ والوں کی قید سے بھاگ کر مدینہ میں آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور پناہ کا خواستگار ہوا۔ جب اُس نے اپنی درد بھری کہانی سنائی اور اپنے جسم کے زخم دکھائے تو مسلمانوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور خود حضور صلعم بھی آبدیدہ ہو گئے۔ لیکن چونکہ عہد کر چکے تھے کہ مکہ سے آنے والوں کو پناہ نہیں دیں گے اس لئے حضور صلعم نے بڑی سنجیدگی سے فرمایا:

"ابو جندل صبر کرو۔ خدا تمہاری مشکلات دُور فرمائے۔ تمہاری تکلیفوں کا ہم سب کو بہت احساس ہے مگر مجبوری یہ ہے کہ ہم مکہ والوں سے عہد کر چکے ہیں کہ کسی آنے والے کو پناہ نہیں دیں گے عہد کی پابندی ضروری ہے۔"

ان الفاظ کے ساتھ حضور صلعم نے با چشم تر ابو جندل کو واپس بھیج دیا۔ ابو جندل کی تکلیفات پر حضور کو رحم تو بہت آیا مگر عہد کو توڑنا حضورؐ کو کسی صورت میں منظور نہ تھا۔

———— *** ————

حضرت نبی کریمؐ نے عرب کی جاہل قوم کو پاکیزگی باطن و علم کائنات کی روشنی سے منور کر دیا جس سے صحابہ کرامؓ دنیا کے ہادی و رہنما بن گئے

اس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب نے خدا تعالیٰ سے علم پاکر دجال اور یاجوج و ماجوج اقوام کی نشاندہی فرمائی جسے آج دنیا تسلیم کر چکی ہے یہ نشان حضرت اقدس کی صداقت کا زبردست ثبوت ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، بمقام جامع احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور، ** رپورٹ مولوی شفقت رسول خان صاحب

اقراء باسم ربك الذی خلق ہ خلق الانسان من علق ہ اقراء

و ربك الاکرام ہ الذی علّم بالقلم ہ علّم الانسان مالم یعلم ہ

یہ سورہ اقراء کی آیات ہیں اس سورۃ کو علق بھی کہتے ہیں۔ یہ آیات سب سے پہلی وحی ہیں جو حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پہ نازل ہوئی۔ گویا پہلا حکم جو نازل ہوا وہ اقراء یعنی پڑھ تھا جواب میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ما انا بقاری اور پھر اقراء کہا گیا۔ جس کے جواب میں وہی الفاظ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دوہرائے پھر تیسری مرتبہ فرشتہ نے آیت اقراء باسم ربك الذی خلق پڑھی تو آپ نے بھی دہرائی یہ نبی صلعم خود اُمّی ہیں اور اُمّی قوم کی طرف مبعوث ہوتے ہیں۔ علم کی کمی دنیا میں عام تھی۔ اور خاص طور پر عرب قوم تو قطعاً علم سے بے بہرہ تھی بلکہ عرب لوگ اپنی جہالت پر فخر کرتے تھے ان لوگوں کے لئے جو پہلی وحی ہوتی ہے اس میں پڑھو اور لکھو کا حکم ہوتا ہے۔ یہ تعجب خیز اور حیران کن بات ہے کیونکہ اگر اہل علم سے کہا جائے تو پڑھو تو عجب نہیں لیکن جو شخص لکھنا پڑھنا نہیں جانتا اُسے کہا جائے کہ پڑھو اور لکھو۔ اس بات سے علم اور قلم کی اہمیت پر جہاں روشنی پڑتی ہے وہاں علم اور قلم سے انسان کی تکریم کا راز بھی آشکارا ہو جاتا ہے۔ اور یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے۔ کہ یہ سب کلام خدا کی طرف سے ہے۔ ورنہ وہ انسان جو اس ماحول کی پیداوار ہو جو صرف جہالت اور بُرائی کو ہی باعث فخر تصور کرتا ہے کیسے یہ بات کہہ سکتا ہے کہ انسان کی عظمت علم اور قلم کے استعمال سے ہے۔ حضرت اقدس مرزا صاحب نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

اُمّی و در علم و حکمت بے نظیر زیں چہ باشد حجتے روشن ترے

غور کریں کہ انسان کی عزت و تکریم کا باعث علم ہے۔ لیکن وہ قوم جو جہالت پر فخر کرنے والی ہو اُن کے اندر سے ایک آواز بلند ہو کہ انسانی تکریم کا تعلق علم سے ہے۔ یہ بات جہاں اس آواز کے جانب اللہ ہونے کی دلیل ہے وہاں دہریہ طبع لوگوں کے اس اعتراض کی تردید بھی ہے کہ جو لوگ مقام نبوت کے مدعی ہوتے ہیں وہ اپنے ماحول اور وقت کی آواز ہوتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ اصلاحِ ماحول کے لئے خدا کی طرف سے مبعوث ہوتے ہیں۔

تحریک آزادئ ہند

مثلاً تحریک آزادئ ہند انگریزوں کے خلاف چلی تو گاندھی جی نے تحریک کی باگ ڈور سنبھال لی۔ یہ تو واقعی وقت کی پیداوار ہے۔ لیکن جس تحریک کا اشارہ تک نہ ہو اُس کو جنم دینا یہ جانب اللہ ہی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ یہاں حضرت مرزا صاحب کی تحریک تھی۔ یہ زمانہ علم کی ترقی کا زمانہ ہے مادی علوم میں برتری حاصل کرنے والی اقوام معزز تصور کی جاتی ہیں۔ آج ہر شخص کی یہی خواہش معلوم ہوتی ہے کہ وہ ان مادی علوم سے فائدہ حاصل کرے مثلاً ذرائع رسل و رسائل میں ہوائی جہاز تک انسان کا مطمع نظر ہے۔ یعنی انسان ہر قسم کی مادی آسائش اور سہولت کا خواہاں ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے ان یورپین اقوام کو ہی دجال۔ یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض قرار دیا ہے۔ ان انگریزوں کی سطوت۔ شان و شوکت اور تمام اقوام پہ مادی برتری اور صاحب سلطنت اور حکمران گروہ کو یہ نام دینا بڑی جرأت اور دلیری کا کام ہے۔ جو صرف وہی کر سکتا ہے۔ ورنہ ہمارے بعض مسلمان مفسرین نے تو اپنی تفاسیر میں ان یورپی اقوام کو سچے مومن قرار دیا ہے۔ لیکن حضرت مرزا صاحب نے بلاخوف و خطر ان کو دجال اکبر قرار دیا کیوں نہ کہتے جب احادیث نبویؐ میں مسیح کا ایک نشان یہ ہے کہ وہ دجال کی نشاندہی کرے گا۔

حالانکہ لوگ عام طور پر دجّال سے مراد ایک واحد شخصیت لیتے تھے۔ "لائٹ" کے نمبر میں ڈاکٹر زاہد عزیز کا مضمون چھپا ہے جس کو پڑھ کر بڑا لطف آیا۔ موصوف نے حضرت مرزا صاحب کے دجال کے بارے میں نظریہ کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی رائے کو دوسرے اہل علم نے قبول کرنا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ ایک واقعہ لکھتے کہ ہیں مولوی سید ابوالحسن علی ندوی جن کی کتاب پروپیگنڈا کے لئے تمام دنیا میں پھیلائی جا رہی ہے۔ جن کی کتب انگریزی۔ اردو۔ عربی میں بھی چھپ رہی ہیں۔ ان مولوی صاحب نے ایک چھوٹا سا کتابچہ شائع کیا ہے۔ "ایمان اور مادہ پرستی" اور اس کتابچہ کا دوسرا نام "سورہ کہف کا پیغام" ہے۔ میں دجال کے بارے میں اپنی دریافت لکھتے ہیں کہ یہی اقوام دجال ہیں۔ زاہد صاحب نے ندوی صاحب سے سوال کیا ہے کہ اگر یہی لوگ دجال ہیں تو مسیح موعود کہاں ہے جو ان کے غلبہ کو توڑے گا۔ تو مولوی صاحبان نے حضرت مرزا صاحب کے انکشافات کو قبول کرنا شروع کر دیا ہے۔ کہتے ہیں جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ حضرت مرزا صاحب کا نام سن کر ان لوگوں کے خون میں جوش آ جاتا ہے لیکن ان کی باتوں کو مانتے چلے جا رہے ہیں اور ماننے پر مجبور ہیں حضرت مرزا صاحب کے انکشافات میں سے بڑا اہم دجال ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ:۔

هٰذا الدجال الذی ذکرہ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم

جب یہ باتیں حضرت مرزا صاحب نے بتائیں تو لوگوں نے ان کا مذاق اڑایا۔ لیکن وہی باتیں اب قبول کرتے جا رہے ہیں۔ ایک دفعہ "لائٹ" میں حضرت مولانا محمد علی نے قتل مرتد کے بارے میں اپنا مؤقف بیان کیا تو دوسرے علماء کا حوالہ دیا۔ اور بتایا کہ سچائی کو ماننا ہی پڑتا ہے۔ جلد یا بدیر۔ لوگوں کی خوشنودی کے لئے حق پوشی کب تک چلے گی۔ اگر ہمارے نوجوان تازہ لٹریچر پڑھیں تو کس قدر اچھا ہو۔ جیسے ڈاکٹر زاہد عزیز نے ابوالحسن ندوی کا مضمون پڑھا اور پھر اس پر اپنا تبصرہ لکھا ہے۔ یہ بڑی اچھی بات ہے۔ ہمیں من حیث الجماعت اپنی کوتاہی کو دیکھنا چاہیئے اور آئندہ کے لئے اس کی تلافی کی کوشش کرنی چاہیئے اور وہ کوتاہی یہ ہے

کہ ہم نے عالم پیدا نہیں کئے۔ علوم فرقان کی طرف دھیان نہیں دیا۔

قرآن پاک میں اذالسماء انفطرت و اذالسماء انشقت کے جملے غور طلب ہیں جس سے انسان کا آسمان کو پھاڑنے کا وقت معلوم ہوتا ہے۔ آج انسان کشش ارض کی حدود کو پھلانگ کر خلاء میں پہنچ گیا ہے۔ گویا انسان نے آسمان کو پھاڑ دیا ہے۔ اور یہ صرف اس دور میں ہوا ہے یہ حضرت مرزا صاحب کے مشن کی کامیابی ہے۔ ہم اس سے اسلام کا سکہ دنیا پر بٹھا سکتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے اعلان کیا ہے کہ علوم قرآن سے دجال کو فتح کیا جا سکتا ہے۔ اسی لئے قرآن پاک میں سب سے پہلے جو وحی ہوئی وہ اقراء باسم ربک الذی خلق ہ اور علم بالقلم

اسلام کے ابتدائی زمانہ میں علم وقلم کو فروغ حاصل ہوا۔ پہلے مسلمانوں نے جملہ دیگر علوم مثلاً تاریخ۔ فلسفہ۔ طب۔ ہیئت۔ سائنس۔ کیمیا۔ قانون۔ جغرافیہ۔ میں بے حد ترقی کی اور وہ اقوام کے امام کہلائے۔ دوسری طرف قرآن و حدیث و فقہ میں کمال وسعت سے کام کیا۔ اب یہ دوسرا دور ہے اس میں علوم قرآن کی ترویج ہے۔ اور یہ قرآن خدا کا کلام ہے اس کو تمام دنیا میں پہنچانا ہمارا فریضہ ہے۔ حضرت مولانا محمد علی کی تفسیر قرآن کو بڑا فروغ حاصل ہوا ہے حضرت صاحب نے فرمایا کہ قرآن پاک سائنس کا مخالف نہیں بلکہ جو حقیقی انکشاف سائنس کرتی ہے قرآن پاک اس کا موید ہے۔ اور جو سائنسی معلومات قرآن کے خلاف ہیں یقیناً سائنس خود اس کی جلد یا بدیر تردید کرے گی۔ اس لئے قرآن کو کمزور اور مغلوب کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ اس کو غلبہ اور برتری حاصل ہے۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا علم وسعت بے پایاں کا حامل ہے چنانچہ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

نے بعلمش کس رسید و نے بزور   در شکستہ کبر ہر متکبرے

حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم نے علوم سے یونان اور ہند کے علماء کو شستدر کر دیا حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ سائنس اپنی غلطیوں پر آگاہ ہو جائے گی۔

میں لڑکا تھا اور آٹھویں جماعت میں زیر تعلیم تھا۔ میرے ساتھ ایک آریہ سماجی ہندو لڑکا پڑھتا کرتا تھا۔ وہ مجھے تنگ کیا کرتا تھا۔ کہ سائنس کہتی ہے کہ مادہ غیر فانی ہے۔ اور ذرہ لاتیجز ہے۔ اس لئے مسلمانوں کا مذہب درست نہیں کیونکہ قرآن پاک کہتا ہے کہ یہ نظام کائنات ایک وقت تباہ ہو جائے گا۔ یہ بات اس کی مجھے متاثر کرتی تھی۔ اور اب سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ مادہ غیر فانی نہیں ہے۔ بلکہ فنا پذیر ہے۔ حضرت مرزا صاحب ایک پسماندہ گاؤں کے رہنے والے تھے لیکن خدا کی رہنمائی میں علوم قرآن کی برتری تمام علوم پر ثابت کی اور اعلان کیا کہ اب اسلام کے غلبہ کے دن قریب ہیں۔ آپ بھی علوم قرآن کو سیکھیں اور حضرت اقدس کے کلام کو پڑھیں کہ وہ قرآن پاک کی تصدیق میں ہے اور اُن میں علوم قرآن کو ہی پیش کیا گیا ہے۔ اس لئے علوم قرآن کو سیکھو اور حضرت مرزا صاحب کی توضیحات و تفصیلات کو پڑھو۔ جو علم و ایمان میں اضافہ کا باعث ہیں جس سے ہمارا وہ مقصد کہ قرآن کے علوم دنیا میں پھیلیں اور اسلام کو غلبہ حاصل ہوتا ہے اور یہی اقراء باسم ربک الذی خلق کا پیغام ہے۔

ان نالائق بد باطن لوگوں نے تعاقب کیا اور چاہا کہ راہ میں کسی جگہ پا کر قتل کر ڈالیں اسوقت اور اس مصیبت کے سفر میں بجز ایک با اخلاق اور یک رنگ اور دلی دوست کے اور کوئی انسان آنحضرت ؐ کے ہمراہ نہ تھا ہاں ہر وقت اور نیز اس پُرخطر سفر میں وہ مولیٰ کریم ساتھ تھا جس نے اپنے اس کامل وفادار بندہ کو ایک عظیم الشان اصلاح کے لئے دنیا میں بھیجا تھا سو اس نے اپنے اس پیارے بندہ کو محفوظ رکھنے کے لئے بڑے بڑے عجائب تصرفات اس راہ میں دکھائے جو اجمالی طور پر قرآن شریف میں درج ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ کہ آنحضرت ؐ کو جاتے وقت کسی مخالف نے نہیں دیکھا حالانکہ صبح کا وقت تھا اور تمام مخالفین آپ ؐ کے گھر کا محاصرہ کر رہے تھے۔ سو خدا تعالیٰ نے جیسا کہ سورۃ یٰسین میں اس کا ذکر کیا ہے ان سب اشقیاء کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور آنحضرت ؐ ان کے سروں پر خاک ڈال کر چلے گئے

ازاں جملہ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی معصوم کے محفوظ رکھنے کے لئے یہ امر خارق عادت دکھایا کہ باوجودیکہ مخالفین اس غار تک پہنچ گئے تھے جس میں آنحضرت ؐ مع اپنے رفیق تھے مگر وہ آنحضرت ؐ کو دیکھ نہ سکے کیونکہ خدا تعالیٰ نے ایک کبوتر کا جوڑا بھیج دیا جس نے اس رات اس غار کے دروازہ پر آشیانہ بنا دیا اور انڈے بھی دے دیئے اور اسی طرح اذن الٰہی سے عنکبوت نے اس غار پر اپنا گھر بنا دیا جس سے مخالف لوگ دھوکہ میں پڑ کر ناکام واپس چلے گئے — ازاں جملہ ایک یہ کہ ایک مخالف جو آنحضرت ؐ کے پکڑنے کے لئے مدینہ کی راہ پر گھوڑا دوڑائے چلا جاتا تھا جب وہ اتفاقاً آنحضرت ؐ کے قریب پہنچا تو جناب ممدوح کی بددعا سے اس گھوڑے کے چاروں سُم زمین میں دھنس گئے اور وہ گر پڑا اور پھر وہ آنحضرت ؐ سے پناہ مانگ کر اور طلب تقصیر کرا کر واپس لوٹ آیا۔

ایک وہ تصرف اعجازی کہ جب دشمنوں نے اپنی ناکامی سے مشتعل ہو کر لشکر کثیر کے ساتھ آنحضرت صلعم پر چڑھائی کی تا مسلمانوں کو جو ابھی تھوڑے سے آدمی تھے نابود کر دیں اور دین اسلام کا نام و نشان مٹا دیں تب اللہ جلشانہٗ نے جناب موصوف کے ایک مٹھی بھر کنکریوں کے چلانے سے مقام بدر میں دشمنوں میں ایک تہلکہ ڈال دیا اور ان کے لشکر کو شکست فاش ہوئی اور خدا تعالیٰ نے ان چند کنکریوں سے مخالفین کے بڑے بڑے سرداروں کو سراسیمہ اور اندھا اور پریشان کر کے وہیں رکھا اور ان کی لاشیں انہی مقامات پر گرائیں جن کے پہلے ہی سے آنحضرت صلعم نے الگ الگ نشان بتا رکھے تھے۔ ایسا ہی اور کئی عجیب طور کے تائیدات اور تصرفات الٰہیہ کا جو خارق عادت ہیں قرآن شریف میں ذکر ہے جن کا حصل یہ ہے کہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی مسکینی اور غریبی اور یتیمی اور تنہائی اور بے کسی کی حالت میں مبعوث کر کے پھر ایک قلیل عرصہ میں ایک عالم پر فتحیاب کیا اور شہنشاہ قسطنطنیہ و بادشاہ دیار شام و مصر و ممالک مابین دجلہ و فرات جزیرہ پر غلبہ بخشا اور اس تھوڑے سے عرصہ میں فتوحات کو جزیرہ نمائے عرب سے لے کر دریائے جیحون تک پھیلا دیا اور ان ممالک کے اسلام قبول کرنے کی بطور پیشگوئی قرآن شریف میں خبر دی۔

اس حالت بے سروسامانی اور پھر ایسی عجیب و غریب فتحوں پر نظر ڈال کر بڑے بڑے دانشمند اور فاضل انگریزوں نے بھی شہادت دی ہے کہ جس جلدی سے اسلامی سلطنت اور اسلام دنیا میں پھیلا ہے اس کی نظیر دنیا میں کسی اور جگہ نہیں پائی جاتی اور ظاہر ہے کہ جس امر کی کوئی نظیر نہ پائی جائے اسی کو دوسرے لفظوں میں خارق عادت بھی کہتے ہیں۔"

(سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۶ تا صفحہ ۱۹)

ارشاداتِ خداوندی

* "اور جو تمہیں السلام علیکم کہے اُسے یہ مت کہو کہ تو مومن نہیں۔"
* "اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔"

خواتین کا صفحہ

از محترمہ عقیلہ کوثر - اوچ شریف

کونوا مع الصّادقین

سچوں کے ساتھ رہو۔

سچا آدمی خدا کے نزدیک عزت پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کا وارث بنتا ہے اور دنیا میں بھی پروقار اور باعظمت شخصیت سمجھا جاتا ہے اور وہ دُنیا و آخرت میں سرخرو ہوتا ہے۔ حضرت اقدس کی شرائط بیعت کی بھی یہ ایک اہم شق ہے لہٰذا ہمیں اسے نہ بھولنا چاہیئے۔ میں اپنی بہنوں کے لئے یہاں مختصراً دو واقعات لکھتی ہوں۔ ہمیں ان کی تقلید کر کے خدا تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنی چاہیئے۔

(۱) ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا تمام قسم کی برائیاں جو دُنیا میں موجود ہیں وہ مجھ میں پائی جاتی ہیں۔ آپ مجھے ایسا علاج بتائیں کہ ان بُرائیوں سے بچ جاؤں یہ مجھ سے چھوٹ جائیں۔ حضور خاتم النبییّن صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ " ہمیشہ سچ بولو جھوٹ کبھی نہ بولو "۔ حضورؐ کے اس ارشاد پر اس شخص نے عمل کیا اور کامیاب و کامران ہوا کیونکہ اس نے جھوٹ سے نفرت کی اور اسے چھوڑ دیا۔ اور تمام قسم کی بُرائیوں سے بچ گیا اور اللہ تعالیٰ سے رضی اللہ تعالیٰ کا پیارا خطاب پایا۔ اور سچائی کی برکت اور اس کے فیض کو ہمارے لئے مثال چھوڑ گیا۔

(۲) حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا ایک واقعہ جو مشہور ہے اور برصغیر کے ہر مسلمان کی زبان پہ ہمیشہ رہتا ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ نے بچپن ہی میں آپ کو سچائی کی تربیت دی ایک دفعہ تجارت کے لئے اپنے گاؤں کے ایک قافلہ کے ساتھ آپ کو بھجوایا اور نصیحت کی کہ ہمیشہ سچ بولنا۔ چنانچہ حضرت نے قافلہ کے ہمراہ ایک دو منزلیں طے کیں تو راستے میں چند ڈاکوؤں نے راستہ روک لیا اور لوٹنا شروع کر دیا۔ آپ کو بچہ سمجھ کر ڈاکوؤں نے ایک طرف الگ کھڑا کر دیا۔ آپ خاموش سے کھڑے تھے اچانک ایک ڈاکو نے آپ سے پوچھا کہ تمہارے پاس رقم ہے تو بتاؤ۔ آپ نے فوراً جواب دیا کہ میرے پاس پانچسو درہم ہیں۔ ڈاکوؤں کے مطالبے پر وہ آپ نے نکال کر دے دیئے۔ اس پر ڈاکو آپ کو اپنے سردار کے پاس لے گئے۔ سردار نے کہا بیٹا تم الگ کھڑے تھے اور تمہیں تو اس لئے چھوڑا گیا تھا کہ تم بچے ہو اور تمہاری رقم بڑے لوگوں کے پاس ہوگی تم نے سچ بول کر خواہ مخواہ اپنی رقم گنوائی۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے بچپن سے ہی میری والدہ نے ہمیشہ سچ بولنے کی نصیحت فرمائی تھی۔ اور تاکید کی تھی بیٹا ہمیشہ سچ بولنا۔ تنگی ہو یا آسانی جھوٹ بولنے والے پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ اپنے مالک کو ناراض نہ کرنا۔

اس بات کا سردار پر ایسا گہرا اثر ہوا کہ اس نے تمام قافلہ والوں کا لُوٹا ہوا مال واپس کر دیا اور آئندہ کے لئے توبہ کر لی۔ اور کہا کہ اس بچہ نے اپنی ماں کے حکم کی تعمیل کی اور اپنی دنیا کے کھوئے جانے کی پرواہ نہ کی۔ ہمارا بھی ایک مالک ہے۔ جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ اپنی ہر نعمت سے نوازتا ہے۔ ہم اس کے کیوں نافرمان بنیں ہمیں ہدایت پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔

کونوا مع الصادقین سچے اور پاک لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیئے۔

میں بھی اپنی بہنوں سے گذارش کرتی ہوں کہ وہ بھی اپنے بچوں کی اسی نہج پر تربیت کریں اور ہر حال میں انہیں سچ بولنا سکھائیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔

حضرت اقدس مرزا صاحب کی سیرت اور بزرگان سلف کے حالات زندگی کا مطالعہ کر کے رضائے الٰہی کی راہ پر گامزن ہونے کی کوشش کریں۔

- حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایبٹ آباد میں خیریت سے ہیں اور خدمت دین و سلسلہ میں ہمہ وقت مصروف ہیں بعض دوست جو بغرض ملاقات یا کسی کام کے سلسلہ میں حضرت کے پاس جاتے ہیں تو آپ کے کریمانہ اخلاق کی جھلکیاں دیکھ کر عظمت آدم پر اپنا ایمان تازہ کر کے واپس لوٹتے ہیں۔ رمضان المبارک میں احباب سلسلہ اور جماعت کے تہجد گذار بزرگ اپنی نیم شبی دعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ریاض احمدیت کے اس شجر سایہ دار کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی عطا فرمائے جس کی گھنی چھاؤں میں اپنے بیگانے دکھی لوگ آرام پاتے ہیں۔

- **نمایاں کامیابی اور عطیہ**

عزیزم ابرار احمد صاحب خلف الرشید مکرم ماسٹر اصغر علی صاحب دارالسلام نے امسال میٹرک کے امتحان میں (میڈیکل گروپ) میں ۴۲، نمبر لے کر نمایاں کامیابی حاصل کی ہے جناب ماسٹر صاحب اس خوشی میں بطور شکرانہ مبلغ پچاس روپے خزانہ انجمن میں جمع کراتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کامیابی کو عزیز کی مزید ترقیات کا پیش خیمہ بنائے۔ آمین۔

- عزیز فیصل غفار ولد قاضی غلام محمود صاحب لاہور کینٹ نے امسال میٹرک کے امتحان میں ۶۶۷ نمبر لے کر ہائی فرسٹ ڈویژن حاصل کر لی ہے۔

- کامران احمد بٹ خلف الرشید جناب عبداللہ بٹ صاحب نے میٹرک کے امتحان میں ۵۸۹ نمبر حاصل کر کے کامیابی حاصل کی ہے۔ بزرگان سلسلہ سے بچے کی مزید ترقی علم کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ اس خوشی میں مکرم بٹ صاحب نے مبلغ ۲۵ روپے بطور شکرانہ خزانہ انجمن میں جمع کرائے ہیں۔

ایک ضروری اعلان :- مقامی جماعت کی طرف سے ایک اجلاس عام مورخہ ۱۹ جولائی بروز سوموار بوقت ۶ بجے شام (۲۷ رمضان المبارک) جامع دارالسلام میں ہونا قرار پایا ہے جس میں مجلس معتمدین کا امسال برائے لاہور کا انتخاب عمل میں لایا جائے گا۔

۱۔ اس اجلاس میں صرف مقامی جماعت لاہور کے احباب و خواتین ہی حصہ لینے کے مجاز ہونگے جنکا چندہ ادا ہو گیا ہو

۲۔ اجلاس کے اختتام پر حاضرین کی خدمت میں افطاری پیش کی جائے گی۔

آپ سے درخواست ہے کہ اس موقع پر تشریف لا کر اپنی قیمتی رائے سے مستفید فرمائیں۔

دارالسلام ۔ خاکسار ریاض احمد سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ لاہور

باہتمام ریاض حسین الجدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ چیف ایڈیٹر:- ڈاکٹر اللہ بخش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ

پیغام صلح

لاہور

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک پائے احمد مختار ہیں

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

رجسٹرڈ ایل ۸۳۸

تار کا پتہ ۔ تبلیغ
فون ۔ ۵۲۷۳۷

مدیر اعزازی
پروفیسر خلیل الرحمٰن

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید ۔ وپائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا

نائب مدیر
عبدالرؤف کھوکھر

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے ۔ تیس روپے
بیرونی ممالک سے ۔ دو پونڈ (علاوہ محصولڈاک)

جلد :- ۶۹ | یوم چہار شنبہ ۔ ۲۲۔ رمضان المبارک سنہ ۱۴۰۲ھ ۔ بمطابق ۔ ۱۴ جولائی ۱۹۸۲ء | شمارہ :- ۲۸

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردھم

روزہ سے تزکیۂ نفس ہوتا اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں

روزہ دار کو چاہئیے

کہ خدا تعالےٰ کے ذکر میں مصروف رہے

... پھر تیسری بات جو اسلام کا رکن ہے وہ روزہ ہے ۔ روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں ۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے ۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا ایک اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے ۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جسقدر کم کھاتا ہے تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں ۔ خدا تعالےٰ کا منشاء اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ ۔

ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدنظر رکھنا چاہیئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے ، بلکہ اُسے چاہیئے کہ خدا تعالےٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتل اور انقطاع حاصل ہو جائے ۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے ۔ جو روح کی تسلی اور سیری کا باعث ہے ۔ اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہیئے کہ خدا تعالےٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں ۔

لیلۃ القدر کی فضیلت

لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کیا کرو

عن عائشہ قالت کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یجاور فی العشر الاواخر من رمضان ویقول تحرّوا لیلۃ القدر فی العشر الاواخر من رمضان ۔

ترجمہ :- حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے اور فرمایا کرتے تھے لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کیا کرو ۔

عن عائشۃ قالت کان النبیّ صلے اللہ علیہ وسلّم اذا دخل العشر شدّ مئزرہ واحیا لیلہ وایقظ اھلہ

ترجمہ :- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب (آخری) عشرہ آجاتا تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم اپنی کمر مضبوط باندھ لیتے ۔ رات کو جاگتے اور گھر والوں کو جگاتے ۔ **

مولانا عبدالحق ودیارتھی کے خطوط اپنے عزیزوں کے نام

رضائے الٰہی پر صبر اور شکر

مسٹر گڈا اینڈ مسٹر بھولا		السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھے یہ پڑھ کر بہت ہی صدمہ ہوا کہ تم دونوں کی نانی اماں فوت ہو گئی ہے تمہاری اماں اور ماموں کو جس قدر تکلیف ہوئی ہو گی اس کا اندازہ تم نہیں کر سکتے۔ یہ دنیا اللہ میاں نے ایسی ہی بنائی ہے کہ بڑے بڑے اور بوڑھے بوڑھے اس دنیا سے رخصت ہو جائیں اور اپنے گھر اپنے بچوں کے لئے خالی کر جائیں۔

تمہاری امی نے کئی سال تک بہت دُکھ اٹھایا مگر اب وہ دکھ تکلیف سے چھوٹ گئی اور آزاد ہو کر اللہ میاں کے ہاں چلی گئی اب اس دُکھ کی دنیا میں تم کبھی نہ دیکھو گے کہ امی آئی ہے ان کی زندگی سے تم ایک سبق یاد رکھ سکتے ہو کہ وہ ایک باہمت عورت تھی جو لمبی بیماری کے باوجود اپنا کام اور ڈیوٹی نہ چھوڑتی تھی ڈاکٹروں نے انہیں آرام کے لئے بہت کہا مگر انہوں نے کبھی نہ مانا۔ زیادہ بیماری کے بعد جب کچھ آرام ہوا وہ اپنی نوکری پر پھر حاضر ہو جاتیں اگر وہ آرام سے لیٹ بھی جاتیں تو شاید اس سے زیادہ عمر نہ پاتیں حرکت میں برکت ہے۔ یہ ان کی زندگی کا اصول رہا۔

میں نے اور اس نے دونوں نے مل کر اس آشیانہ کو بنایا جس میں آج تم رہتے ہو اس کی ایک ایک اینٹ ہماری ہمت سے رکھی گئی اور جب تک وہ جیتی رہی اس گھر کی دیکھ بھال میں لگی رہی مگر یہ گھر وہ گھر نہ تھا جس میں وہ ہمیشہ رہتے جس گھر میں انسان رہے گا وہ اس کے اچھے یا بُرے اعمال کا گھر ہے اچھے کام کئے خدا کو یاد رکھا ماں باپ کی عزت اور فرمانبرداری کی لوگوں سے نیک سلوک کیا کسی کو گالی نہ دی کسی کو مارا نہیں کسی کی چیز زور سے چھینی نہیں سچ بولا اور جھوٹ نہ بولا تو آئندہ دنیا میں بہت اچھا گھر ملے گا بُرے کام کئے تو وہاں بھی دُکھ کا گھر ملے گا۔ اگر تم نماز پڑھتے رہے اور امّی کے حق میں دُعا کرتے رہے تو امی کو خوشی ہو گی اور اللہ بھی تم سے خوش ہو گا۔

میں یہاں سے واپسی کا ارادہ کر رہا ہوں مگر یہ لوگ مجھے نہیں چھوڑتے اور بہت منتیں کرتے ہیں کہ ابھی آپ نہ جائیں۔ کل ایک ہزار مرد و عورت نے میرے پیچھے عید کی نماز پڑھی شہر کے معززین مرد و عورت سب اس میں شامل تھے۔ یہاں ریڈیو کے ذریعہ سے تمام ملک میں میرا خطبہ عید اور نماز سنائی گئی ہے اور یہ سب سرکاری انتظام سے ہوا۔ تمہارے لئے تصاویر بھیج رہا ہوں یہ سب ان لوگوں کے لباس کی تصویریں ہیں جہاں سے ہوائی جہاز گزرتا ہے۔

— تمہارا نانا۔

پیاری بیٹی اختر عزیز		السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

تمہارا خط ملا اور ریحانہ کا بھی۔ میں نے دونوں کو ایک ہی دن دو خط الگ الگ لکھے کہ کسی کو شکایت نہ ہو۔ بہرحال یکم اکتوبر کو جو حادثہ پیش آیا سو آیا اس کے متعلق پہلے لکھ چکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ کوئی بڑا نقص واقع نہیں ہوا۔ کندھے اور کلائی پر جو چوٹ لگی تھی وہ آہستہ آہستہ درست ہے البتہ اس کے ساتھ انفلوئنزہ کا دورہ شروع ہو گیا۔ اس کے لئے ایک ڈاکٹر یہاں قریب ہی کا بلایا گیا اس کی دوا سے بخار کا زور تو ٹوٹ گیا مگر کانوں اور آنکھوں پر بُرا اثر ہوا۔ اور ابھی تک اونچا سنتا ہوں۔ اور نظر بھی کمزور ہے۔ پھر ڈاکٹر غلام محمد مرحوم کے بیٹے وحید کو بلایا اس نے اپنی دوائی دی جس سے بخار کو آرام ہے مگر کھانسی زکام اور کمزوری ابھی تک چلتے ہیں۔ تاہم ان شاء اللہ تعالیٰ پہلے سے بہتر ہو رہا ہوں۔

گذشتہ اتوار کو استانی بھی آئی تھی اور دیر تک افسوس اور دریافت حال کرتی رہی۔ استانی . . . کو جو صدمہ پہنچا تھا اس کا حال بھی سنا کہ اس کے بیٹے نے ہیٹر کے ذریعہ خودکشی کر لی کیونکہ امتحان کا نتیجہ پہلے سے معلوم کر لیا تھا۔ ہمارے گھروں کی حالت دین کا علم کم ہونے کی وجہ سے بعض اوقات خوفناک صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اگر انسان یہ سمجھ لے کہ میری زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی مرضی پر چلنا ہے تو کوئی مایوسی اس کی ہمت اور ارادہ کو توڑ نہیں سکتی۔ کیا امتحان میں کامیابی ہی زندگی کی ساری مشکلات کا مداوا ہے؟ یہ غلط خیال ہے۔ جو لوگ اعلیٰ تعلیم نہیں حاصل کر سکتے کیا وہ سب ناکام ہوتے ہیں؟ اپنی طرف سے خوب محنت کرو مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی پر اعتماد اور بھروسہ رکھو اور یہ یقین رکھو کہ یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اگر ہم نے یہاں دُکھ بھی اٹھایا تو اگلی زندگی میں ضرور راحت اور ترقی ہو گی۔ زندگی کا مقصد نہ زیادہ روپیہ کمانا ہے نہ آرام اور راحت اور عیش حاصل کرنا۔ زندگی کا مقصد خود دکھ اٹھا کر دوسروں کے دُکھ اور درد میں کام آنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی۔ اس کی نعمتوں کا شکر۔ اپنے والدین۔ رشتہ داروں یتامیٰ۔ غریبوں اور عوام سے پوری ہمدردی اور ان کی بھلائی کی کوشش ایک مسلمان کی زندگی کا پروگرام ہے ہر روز رات کو بستر پر جا کر اپنے سارے دن کا جائزہ لیں آج میں نے اپنی بہتری اور دوسروں کی بھلائی کا کوئی کام کیا ہے یا نہیں ورنہ کل ضرور کروں گا۔ میں یہ سن کر خوش ہوا ہوں کہ شاہد دین کی طرف توجہ کر رہا ہے اس کے لئے بہترین کتاب "دی ریلیجن آف اسلام" ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی "دی لائف آف محمد" حضرت مولوی صاحب کی۔ اور خواجہ صاحب کی "دی آئیڈیل پرافٹ"۔ یہ کتابیں ووکنگ سے مل سکتی ہیں۔ اگر میرا نام اور سفارش کا ذکر امام صاحب ووکنگ سے کر دیں تو ایک ایک کتاب پڑھنے کے لئے مل سکتی ہے۔ زندگی کو صحیح اسلامی اصولوں پر چلانے کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے۔

عزیز احمد۔ شاہد۔ زاہد اور ثمینہ کو السلام علیکم۔

عبدالحق

اخبار احمدیہ

- سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایبٹ آباد میں خیریت سے ہیں۔ احباب سلسلہ رمضان المبارک کے اس آخری عشرہ میں خصوصیت سے حضرت موصوف کی صحت وعافیت والی لمبی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی دُعائیں جاری رکھیں۔

نوٹ فرمائیں

- فطرانہ عید سعید امسال ۴ روپے فی کس ہو گا۔ نماز عید الفطر ادا کرنے سے پہلے فطرانہ ادا کرنا ضروری ہے۔

(ادارہ)

رمضان اور قرآن

خطبہ جمعہ فرمودہ مکرم میاں نصیر احمد فاروقی بتاریخ ۲ جولائی ۸۲ء بمقام مسجد جامع، دار السلام، لاہور

شهر رمضان الّذی انزل فیہ القرآن .... ولعلّکم تشکرون ○ (البقرۃ ۲ ـ ۱۸۵)

ترجمہ:۔ "رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا ـ وہ لوگوں کے لئے (مکمل) ہدایت ہے اور ہدایت پہ کھلے دلائل دیتا ہے اور (حق اور باطل میں) فرق کر کے دکھلانے والا ہے۔ پس جو تم میں سے اس مہینہ کو پائے تو چاہیئے کہ وہ اس کے روزے رکھے ـ اور جو مریض ہو یا سفر پہ ہو تو وہ اتنے ہی روزے دوسرے ایام میں رکھ لے۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا۔ اور یہ کہ تم گنتی کو پورا اور اللہ تعالےٰ کی بڑائی کرو اس لئے کہ اس نے تمہیں ہدایت کی اور تاکہ تم شکر کرو۔

اس سے پہلی آیت پر پچھلے جمعہ خطبہ دیتے ہوئے میں نے عرض کیا تھا کہ تقویٰ کے معنی ہیں تکلیف دہ یا مضر چیزوں سے بچنا، تو کون انسان ہے جو اپنے لئے تکلیف یا ضرر کو پسند کرتا ہے؟ کوئی بھی نہیں ـ تو پھر لوگ گناہ کیوں کرتے ہیں جن سے انسان اپنے آپ کو دکھوں میں ڈال لیتا ہے اور اپنا ایسا نقصان کر لیتا ہے (اپنی رُوح کو مستقل طور پر ناپاک، مریض اور دُکھی بنا کر) کہ اس سے بڑھ کر کوئی نقصان یا دُکھ نہیں ہو سکتا؟ گناہوں کو کرتے ہوئے انسان کی عقل اور فطرت کہاں جاتی ہیں جو اسے روکتی نہیں حالانکہ جب انسان خود گناہ نہ کر رہا ہو تو دُوسروں کے گناہوں کو اس کی عقل اور فطرت دونوں بُرا اور مکروہ کر کے دکھاتی ہیں۔ تو میں نے عرض کیا تھا کہ انسان کا جسم جو حیوانی ہے کہ اس میں سے جو جذبات اور خواہشات پیدا ہوتی ہیں وہ بھی حیوانی ہیں اور وہ منہ زور اور انسان کو اندھا کر دینے والی ہوتی ہیں۔ اور انسان کے اندر کے حیوان کو سدھانے اور قابو میں لانے کے لئے دُوسرے حیوانوں کی طرح اُسے بھوکا اور پیاسا رکھنا (روزہ کے ذریعہ سے) مفید اور ضروری ہے۔

وحی الہٰی

جب انسان کی عقل اور فطرت اُسے گناہ سے نہ بچا سکیں (جیسا کہ آدم اور حوّا کے واقعہ سے ظاہر ہے) تو اللہ تعالےٰ نے انسان کی ہدایت کے لئے وحیٔ اتاری جو الہامی کتابوں کی شکل میں اپنے کمال کو قرآن پاک میں پہنچی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ لوگوں کے ہاتھوں اور زبانوں پہ تو قرآن ہوتا ہے مگر اُس پر عمل وہ نہیں کرتے اور گناہوں میں مُبتلا ہو جاتے ہیں۔ کیوں؟ اسی لئے کہ اُن کے اندر کے حیوانی جذبات اور خواہشات بے قابو ہوتے ہیں اور اُن سے گناہ کروا دیتے ہیں۔ تو اس لئے قرآنِ پاک جیسی اعلیٰ ہدایت سے بھی فائدہ اُٹھانے کے لئے انسان کے اندر جو حیوان ہے اُسے سدھانا اور قابو میں کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اور اس کے لئے بہترین چیز نماز اور روزہ ہے۔ اسی لئے انبیاء اور اولیاء اور صالح لوگ جو اپنے باطن پر نظر رکھتے ہیں وہ نماز کے علاوہ بکثرت روزہ رکھتے ہیں تاکہ اپنے نفس کو بکلّی قابو کر سکیں اور اللہ تعالےٰ کی ہدایت (قرآن) پر کماحقہٗ کاربند کر سکیں۔

رمضان اور قرآن

ماہِ رمضان کو روزہ کے مجاہدہ کے لئے مقرر کرنے میں یہی حکمت الہٰی تھی کہ قرآنِ پاک جو ماہِ رمضان میں اترنا شروع ہوا اُس سے کماحقہٗ فائدہ اُٹھانے کے لئے اس ماہ کے روزے نہایت ضروری تھے۔ اسی لئے رمضان المبارک کے روزوں کے ساتھ قرآنِ پاک کا دور کرنا سنّتِ نبویؐ ہے اور یہ یقیناً منشائے الہٰی سے تھا۔ ویسے تو حضورؐ کے تمام فعل منشائے الہٰی سے ہوتے تھے مگر روزوں میں قرآنِ پاک کا دَور کرنے کے بارہ میں تو صاف حدیث ہے کہ حضورؐ نے اپنی زندگی کے آخری رمضان المبارک کے بعد فرمایا کہ ویسے تو جبرائیل ہر رمضان میں قرآن کا ایک دور میرے ساتھ کیا کرتا تھا مگر اس سال اُس نے دو دور کئے اور اس سے مجھے خیال ہوتا ہے کہ شاید یہ میری زندگی کا آخری رمضان ہو۔

تو رمضان المبارک میں روزہ کے ساتھ ساتھ قرآنِ پاک کا دور کرنا عین منشائے الہٰی اور سنّتِ نبویؐ کے مطابق ہے اور اس کے لئے بہترین وقت صبح نماز فجر کے بعد ہوتا ہے۔ انّ قرآن الفجر کان مشھودا میں بھی فرمایا کہ صُبح کے وقت جو قرآن سنا جائے یا پڑھا جائے اُس میں نزول ملائکہ ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں انسان کی فطرت نیکیوں کی طرف مائل ہوتی ہے کیونکہ ملائکہ کا کام ہی انسان کی فطرت یعنی باطن میں نیکی کی تحریک کرنا ہے۔ تو فجر کی لمبی قرأت کے علاوہ قرآن پاک کا ایک یا سوا سیپارہ باترجمہ پڑھنا بہت مفید رہتا ہے۔ وہی وقت فرصت کا بھی ہوتا ہے ورنہ پھر انسان دُنیا کے کام کاجوں میں مصروف ہو جاتا ہے۔ باترجمہ پڑھنے پر میں اس لئے زور دے رہا ہوں کہ اکثر لوگ عربی زبان سے کماحقہٗ واقف نہیں ہوتے اس لئے ترجمہ پڑھے بغیر وہ قرآنِ حکیم کی ہدایت سے آگاہ نہیں ہو سکتے۔ اور جو لوگ عربی زبان جانتے بھی ہیں اُن کے لئے بھی حضرت امیر مرحوم کے بیان القرآن یا انگریزی ترجمہ وتفسیر کے نوٹ نہایت مفید ہوں گے۔

شروع قرآن میں ہی ھدًی للمتّقین کہہ کر واضح فرما دیا تھا کہ قرآنِ پاک نہ صرف تقویٰ کی راہ بتاتا ہے (جیسا کہ مثلاً روزوں کے مجاہدہ کے ذریعہ) بلکہ انسان قرآن کریم کی ہدایت سے تبھی کماحقہٗ فائدہ اُٹھاتا ہے جب وہ تقویٰ پہ کاربند ہو۔ جُوں جُوں انسان تقویٰ میں ترقی کرتا ہے تُوں تُوں وہ قرآن حکیم کی ہدایت سے اخلاقی اور رُوحانی کمالات کو حاصل کرتا چلا جاتا ہے۔

قرآن کے تین امتیاز

قرآنِ کریم کے بارہ میں آج کی آیت میں تین خصوصیتوں کا ذکر فرمایا جو قرآنِ کریم کے سوا اور کسی الہامی کتاب میں نہیں پائی جاتیں۔ وہ تین امتیازی خصوصیات یہ ہیں کہ قرآن کریم مکمل ہدایت ہے، اور جو ہدایت وہ دیتا ہے اُس کی تائید میں کھلے دلائل دیتا ہے جو ہر کس وناکس سمجھ سکتا ہے، اور قرآن حق اور باطل میں تمیز کر کے دکھاتا ہے۔ ان تینوں دعوں کو پرکھنا بہت آسان ہے:۔

مکمل ہدایت:۔ قرآن شریف ہی واحد الہامی کتاب ہے جس نے اعلان کیا کہ الیوم اکملت

لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (المائدہ ۵ - ۳)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ "آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو تمام کیا اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔"

اس کے برعکس دوسری الہامی کتابوں نے اپنے نامکمل ہونے کا اعتراف کیا مثلاً انجیل مقدس میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا اپنا قول درج ہے کہ ابھی میں نے تم سے بہت سی اور باتیں کہنی تھیں مگر تم ابھی ان کی تاب نہیں رکھتے مگر وہ جو رُوح حق میرے بعد آئے گا وہ تمام وُہ باتیں بتائے گا جو اللہ تعالےٰ اس کے مونہہ میں ڈالے گا۔ اسی طرح مدینہ کے ایک یہودی عالم نے حضرت عمرؓ کو کہا کہ تم پر ایک آیت اُتری ہے جو اگر ہم پر اُترتی تو ہم اُس کے نازل ہونے کے دن کو بطور عید مناتے۔ اس کا روئے سخن مندرجہ بالا آیت کیطرف تھا۔ اور سب سے بڑی گواہی تو واقعات کی ہوتی ہے۔ "وہ جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے۔" آج دنیا کی غیر مسلم اقوام جو قدم اخلاقی و روحانی بلکہ سماجی ترقی اور اصلاح کا اُٹھاتی ہیں اُس میں وہ اکثر اپنی الہامی کتابوں پہ انحصار تو کیا کرنا ہے اُن سے ہٹ کر قدم اُٹھاتی ہیں بلکہ قرآن حکیم کی جانب اُٹھاتی ہیں۔ اس کی مثال تو میں بعد میں دوں گا۔ اس وقت مجھے ایک معزز ہندو قانون دان کا بیان یاد آیا ہے جس میں اس بات کا اعتراف اُس نے کیا۔

خُلع بِل

اس صدی کے دوسرے DECADE یعنے دہے میں جب کہ برصغیر ابھی تقسیم نہ ہوا تھا تو سارے برصغیر کی جو لیجسلیٹو اسمبلی (مجلس قانون ساز) نئی دہلی میں تھی اس کے ایک غیر سرکاری مُسلمان ممبر کاظمی صاحب تھے جو غالباً یوُ۔ پی کے وکیل تھے۔ اُنہوں نے مسلمان عورتوں کو طلاق لینے کا حق دلانے کیلئے ایک مسوّدہ قانون اسمبلی میں پیش کیا۔ اس زمانہ کی برطانوی گورنمنٹ آف انڈیا نے اس بِل کی تائید کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس کا اعلان حکومت کی طرف سے لازماً لا ممبر (LAW MEMBER) جو وزیر قانون ہوتا تھا اُس نے کیا۔ اُس نے اپنی تقریر میں ایک عجیب فقرہ کہا جو اخباروں اور اسمبلی کے ریکارڈ میں تو کہیں دبا پڑا ہوگا مگر میرے دماغ میں ناقابلِ فراموش جگہ لئے ہوئے ہے۔ وزیر قانون موصوف بنگال کے ایک نہایت قابل قانون دان ہندو تھے۔ مگر جو بات اُنہوں نے کہی وہ کس قدر انصاف اور بے نفسی کی تھی! اُنہوں نے کہا کہ مسلمان خوش قسمت ہیں کہ وہ جو قدم ترقی (اخلاقی یا سماجی ترقی) کا اُٹھاتے ہیں وہ اُن کی الہامی کتاب کی طرف قدم ہوتا ہے برعکس دوسری قوموں کے جنہیں ایسی ترقی کا قدم اُٹھانے کے لئے اپنی الہامی کتابوں سے پرے جانا پڑتا ہے۔

وزیر موصوف کا یہ بیان عین حقیقت پر مبنی ہے۔ اسی طلاق کے مسئلہ کو لے لیجئے۔ ہندو مت میں عورت مرد کی PROPERTY (ملکیّت) ہوتی ہے۔ اس لئے عورت کا طلاق لے کر علیحدہ ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ عیسائی مذہب میں انجیل مقدس میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا قول درج ہے کہ عقدۂ نکاح آسمان پر باندھا جاتا ہے اس لئے اُسے زمین پر کون کھول سکتا ہے۔ اُنہوں نے صرف زناکاری کی صُورت میں طلاق کی اجازت دی۔ مگر آج ہندوؤں اور عیسائیوں نے اپنی مذہبی کتابوں کو چھوڑ کر قرآن کی تعلیم کو عملاً اختیار کیا ہے اور طلاق کی اجازت مرد اور عورت دونوں کو تقریباً انہی اصولوں پر دی ہے جو قرآن حکیم کی تعلیم سے ملتے جلتے ہیں۔

اسی طرح عورت کو وراثت کا حق جو قرآن کریم نے آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے دیا آج تمام دنیا میں یا تو کسی حد تک دیا جا چکا ہے یا اُس کے لئے ایجی ٹیشن جاری ہے۔ میں اس قسم کی بیسیوں مثالیں اور دے سکتا ہوں مگر وقت کی تنگی کی وجہ سے نہیں دیتا۔

الغرض واقعات کی شہادت دن بدن بڑھ رہی ہے کہ قرآن حکیم مکمل ہدایت نامہ ہے جبکہ پہلی کتابیں وقتی اور قومی ضروریات کو پُورا کرنے والی تھیں۔

کُھلے دلائل

قرآن کریم کا دُوسرا امتیاز یہ ہے کہ وہ جو ہدایت کی بات فرماتا ہے اُس پر کھلے دلائل دیتا ہے۔ مثلاً بنیادی بات اللہ تعالےٰ کی ہستی اور اس کی توحید کی ہے۔ ان پر دلائل سے قرآن شریف بھرا پڑا ہے۔ کہیں اس کائنات کی عجب تخلیق اور اُس میں نہ صرف اس کے خالق کی ہستی پر بلکہ اس کی توحید کا ثبوت دیا ہے۔ آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے کون اس کائنات کی بحیثیت مجموعی یا اس کی ہر شئی کی تخلیق کے عجائبات کو جانتا تھا یا اس بات کو کہ اس کائنات کی وسعت و عظمت ایسی ہے کہ انسان کو حیرت میں ڈالتی ہے مگر باوجود اس وسعت اور عظمت کے تمام کائنات ایک ہی قوانین میں جکڑی کام کر رہی ہے جو کہ اس کے خالق اور اس کی توحید پہ زبردست اور ٹھوس شہادت ہے۔ اس کا انکشاف اور اعتراف آج سائنس نے کیا ہے۔ مگر آج سے ۱۴۰۰ سال قبل قرآن حکیم نے کر دیا تھا جو کہ اُس کے منجانب اللہ ہونے پر زبردست شہادت ہے۔

پھر قرآن نے اللہ تعالےٰ کی ہستی اور توحید پہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کی شہادت پیش کی ہے۔ جو نبی کہ سینکڑوں ہزاروں سالوں کے وقفوں سے دُنیا کے دور دراز ملکوں میں جو ایک دُوسرے سے بالکل منقطع پڑے ہوئے تھے پیدا ہوئے اور اُن کی صداقت اور راستبازی اُن کی قوموں اور اُن کے دشمنوں تک کو مسلّمہ تھی مگر ان تمام نبیوں نے اللہ تعالےٰ کی ہستی اور اس کی توحید کی گواہی دی۔ یہاں ایک گواہ پر اگر اس کی صداقت پر شک نہ ہو تو بڑے سے بڑے انسان کو پھانسی تک دے دی جاتی ہے یا کروڑوں اربوں روپوں کی جائیداد حوالے کر دی جاتی ہے، تو ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلّمہ صادق اور راستباز لوگوں کی شہادت کے بعد کوئی شک رہ سکتا ہے؟

پھر قرآن حکیم نے کہیں انسان کی عقل کی شہادت کو پیش کیا ہے کہ اس عجیب و غریب کائنات جس کا ایک ایک ذرّہ (ایٹم) عجائبات کا مجموعہ ہے اور جس کی عظمت اور وسعت اس قدر محیرالعقول ہے اور جس کے قوانین ایک بڑے عظمت و جلال والے خدا کی ہستی اور توحید کی گواہی دے رہے ہیں کیا اس کا خالق کوئی نہیں؟ کبھی قرآن کریم نے انسان کی فطرت میں اللہ تعالےٰ کی ہستی اور توحید پہ موجود گواہی کی طرف توجہ دلائی ہے جو شہادت کہ انسان کو مصیبت میں خُدائے واحد کو بے اختیار پکارنے پر مجبور کرتی ہے۔ کبھی اس حیرت انگیز علم غیب کو جو اللہ تعالےٰ نے پہلی الہامی کتابوں اور نبیوں کی پیشگوئیوں کے رنگ میں دیا تھا اور جو اپنے کمال کو خود قرآن کریم اور محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں میں قدم قدم پر نظر آتا ہے۔ (جو پیشگوئیاں کہ پوری ہو کر اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ناقابلِ تردید ثبوت پیش کر گئیں) ان کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور ان کے علاوہ بہت سے اور دلائل دیئے ہیں جو قلت وقت کی وجہ سے چھوڑتا ہوں۔

والفرقان

قرآن حکیم کا تیسرا امتیاز اُس کا فرقان ہونا ہے کہ وہ حق و باطل میں تمیز کر کے دکھاتا ہے۔ اور یہ فرقان صرف اُن حق اور باطل باتوں میں نہیں جو کہ قرآن کریم کے نزول کے وقت دنیا میں موجود تھیں بلکہ قیامت تک جو بھی باطل پیدا ہوگا اس کو یہ حیرت انگیز کتاب ننگا کر کے دکھائے گی۔ لا یأتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید ○ (حٰمٓ السجدۃ ۴۱ - آیت ۴۲) "باطل نہ آ پر اس کے سامنے سے آسکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے۔ وہ (قرآن) نازل کیا گیا ہے اُس ذات کیطرف

سے جو حکمتوں والا ہے تعریفوں والا ہے ''۔ یہاں سامنے سے آنے کے معنی وہ باطل ہیں جو قرآن حکیم کے نزول کے وقت اُس کے سامنے موجود تھے۔ اور پیچھے سے آنے والے باطل سے مُراد ہر وہ باطل ہے جو قرآن کریم کے نزول کے بعد قیامت تک کھڑا ہوگا۔ اللہ اکبر! کس قدر عظیم الشان دعویٰ ہے جو نہ کسی اور الہامی کتاب نے کیا اور نہ کوئی انسان کرسکتا تھا۔ یہ قرآن حکیم کی شان صرف وہی عالم الغیب اور حکیم ذات اس کے اندر رکھ سکتی تھی۔ اور اگر یہ محیر العقول دعویٰ سچا ہو تو پھر قرآن حکیم کے منجانب اللہ ہونے کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟

دعویٰ سچّا نکلا

قرآن حکیم کے نزول کے وقت جو باطل موجود تھے اُن کا قلع قمع خود رسول اللہ صلعم نے کر کے دکھا دیا۔ اور حضورؐ کے بعد جو باطل پیدا ہوئے اُن کو حضورؐ کے خلیفوں یعنی مجددین نے قرآن حکیم کی مدد سے پاش پاش کر دیا۔ چودھویں صدی ہجری مسلّمہ طور پر ہر قسم کے فتنوں اور باطل خیالات یا باطل تحریکات کی صدی تھی۔ اس صدی کے مجدّد نے تو قرآن حکیم کی ہر قسم کے باطلوں پر فتح کو بہت ہی نمایاں طور پر دنیا کو دکھا دیا۔ آپ جس مسئلہ پر لکھتے تو اس سے قبل اس مسئلہ کو سامنے رکھ کر قرآن حکیم کو شروع سے آخر تک پڑھتے تھے۔ مباحثوں اور مناظروں میں دُوسرا فریق تو کتابوں کے ڈھیر اپنے چاروں طرف رکھا تا تھا مگر حضرتِ اقدس کے ہاتھ میں صرف قرآن حکیم ہوتا تھا۔ اور حضرت موصوف نے دشمنانِ اسلام کو بطور چیلنج فرمایا کہ میں جو دعویٰ اسلام کی تائید میں دوں گا قرآن حکیم سے دوں گا (جو اس کے مکمل ہدایت ہونے کا کھلا ثبوت تھا) اور اس دعویٰ کی تائید میں جو دلیل دوں گا قرآن حکیم سے دوں گا (بیّنٰت من الھدٰی) اور تم جو اسلام پر اعتراض کرو گے یا کسی باطل بات کو کہو گے اس کی تردید بھی میں قرآن حکیم سے کروں گا (والفرقان) کیا تم بھی اپنی الہامی کتاب سے ایسا کرو گے؟ تو کسی مخالف کو یہ چیلنج قبول کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ مگر اس کے باوجود حضرتِ اقدس نے اپنے اُوپر یکطرفہ اس بندش کو ڈال کر اسلام اور قرآن کی فتح ہر میدان میں کر دکھائی۔

حضرتِ اقدس نے کیا خوب فرمایا کہ تم کس طرح ایک دعویٰ اپنے مذہب کے بارہ میں کرتے ہو (مثلاً تثلیث کا) جب کہ وہ دعویٰ تمہاری الہامی کتب نہیں کرتی۔ یا وہ کیا خدائی کتاب ہے جو ایک دعویٰ ذکر کرتی ہے مگر اس کی تائید میں دلیل دینے سے قاصر ہے۔ یا جو تمہارا مدِمقابل کوئی اعتراض کرے تو وہ خدائی کتاب تو چُپ ہے یا لاجواب ہو جائے اور اپنے ماننے والوں کا مونہہ تکے کہ تم جواب دو۔ اس کے بالمقابل جو شان قرآن حکیم کی ہے کہ ھدًی للناس و بیّنٰتٍ من الھدٰی والفرقان کے الفاظ میں ہے۔ اُسے حضور نے روزِ روشن کی طرح دنیا کو دکھا دیا۔

شہر

آگے فرمایا ''تو جو تم میں سے اس مہینہ کو پائے تو اس کا روزہ رکھے''۔ کیا عجیب اور کامل ہدایت اور فرقانیت قرآن حکیم کے لفظ، لفظ میں بھری ہے! لفظ شھر (مہینہ) اور فلیصمہ (تو اس مہینہ بھر کے روزے رکھے) دو لفظوں میں بعد میں آنے والے ایک باطل کا جواب دے دیا جو خود کچھ غلطی خوردہ مُسلمانوں نے پیدا کیا کہ قرآن حکیم میں کہیں پُورا مہینہ روزے رکھنے کا حکم نہیں اس لئے تین روزے رکھنا کافی ہے۔

یہاں پھر دوہرایا کہ ''اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پہ ہو تو وہ گنتی دُوسرے ایام میں پُوری کر لے''۔ کیوں دوہرایا؟ اس لئے کہ اس سے ماقبل رمضان المبارک کے خاص طور بابرکت ہونے کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا تھا کہ اس مہینہ میں قرآن حکیم جیسی عظیم الشان کتاب نازل ہونی شروع ہوئی جو ھدًی للناس و بیّنٰتٍ من الھدٰی والفرقان جیسی برکات اپنے اندر رکھتی ہے تو ان برکات سے صحیح فائدہ اٹھانے کے لئے اس مہینہ میں روزہ رکھنا مقرر کیا گیا ہے۔ تو رمضان المبارک کی اس فضیلت کو جان کر ہر دل سے مسلمان انسان کے دل میں جوش اُٹھنا لازمی ہے کہ وہ اسی ماہ میں روزے رکھے۔ تو اس لئے تاکیداً دوہرایا کہ جو مریض ہو یا سفر پہ ہو وہ اس جوش میں اپنی جان یا اپنی صحت کو خطرہ میں نہ ڈالے کہ یہ مہینہ ہاتھ سے نہ جائے بلکہ اگر وہ اس حکم کی فرمانبرداری کرتے ہوئے دوسرے دنوں میں گنتی کو پورا کر لے تو ہم وہی اجر اور وہی برکات اُسے تب دے دیں گے جو اس مہینہ کی ہیں۔

الدّین یسرٌ

قرآن حکیم کے اگلے الفاظ کیا پیارے ہیں! یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ''اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور وہ تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا''۔ اور رسول اللہ صلعم نے بھی فرمایا الدّین یسرٌ ''دین میں آسانی ہے''۔ تو ان زرّیں اصولوں کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیئے نہ صرف روزہ کے مسائل بتاتے وقت بلکہ تمام دینی مسائل کے بارہ میں۔

مگر اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ روزہ کے لئے بالکل کوئی مشقت نہ اُٹھائی جائے۔ اس سے پہلی آیت میں واضح کر دیا تھا کہ اگرچہ مریض یا مسافر یا وہ جو روزہ کو مشقّت (مالا یطاق) پاتے ہیں ان کو دُوسرے دنوں میں روزہ رکھنے یا فدیہ کی رعایت دی جاتی ہے مگر فمن تطوّع خیرًا فھو خیرٌ لہ وان تصوموا خیرٌ لکم ان کنتم تعلمون یعنے جو تکلیف اُٹھا کر نیکی کرے (دراصل ہر نیکی کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ تکلیف تو اُٹھانی پڑتی ہی ہے) تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور روزہ رکھنے میں کیا تمہارا فائدہ ہے اگر تم اس کو جانتے ہوتے تو روزہ کی تھوڑی بہت تکلیف اٹھانے سے نہ کتراتے۔ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر میں بات کو مزید واضح کر دیا کہ روزہ رکھنے میں اپنی طاقت بھر ہی تکلیف اُٹھانی چاہیئے۔ تکلیف مالا یطاق نہیں اُٹھانی چاہیئے بلکہ دوسرے دنوں میں جب مرض دور ہو جائے یا دوبارہ ہونے کا خطرہ نہ ہو (جیسے کہ تپ دق کے بعد عرصہ تک ہوتا ہے) یا انسان سفر پہ نہ ہو تو گنتی کو پورا کر لو۔

آخری بات

آخری بات یہ فرمائی کہ ولتکبروا اللہ علی ما ھدٰکم و لعلکم تشکرون یعنے قرآن حکیم کی بیش بہا ہدایت جو اللہ تعالےٰ نے تم کو دی ہے تو تم اس کا شکر یُوں ادا کرو کہ اللہ تعالےٰ کے نام کو دُنیا میں بلند کرو۔ اور یہی ہماری جماعت کا مقصدِ تشکیل ہے۔ قرآن کو دنیا میں پہنچا کر ہی اللہ تعالےٰ کا نام بلند کیا جاسکتا ہے کیوں کہ دوسرے مذاہب کے شرک اور خُدا کے بابت تصوّرات ایسے گھٹیا ہیں کہ دنیا دہریت کی طرف تیزی سے جا رہی ہے۔ اُن کا تریاق قرآن کریم نے جو اللہ تعالےٰ کا اعلےٰ ترین اور بلند ترین تصوّر پیش کیا ہے اُسے دنیا میں پہنچانے میں ہی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اس کی کماحقہٗ توفیق عطا فرمائے۔ اس توفیق کے لئے بھی رمضان المبارک کی پچھلی راتوں میں دعا کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں قیامت کے دن اس معاملہ میں سرخرو کرے۔ آمین یا رب العالمین!

***

* — قارئینِ کرام کی خدمت میں
ادارہ پیغامِ صُلح عید مُبارک پیش
کرتا ہے۔

خدا کے زندہ ہونے کا حتمی عملی ثبوت

قرآن کریم کی چند پیشگوئیاں

اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت اپنی ہستی کا ثبوت دینے کے متعلق

ابتداءِ دنیا سے اللہ تعالیٰ کی یہی سنت چلی آرہی ہے کہ وہ اپنی ہستی کو ثابت کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً ایسے انسان پیدا کرتا رہا ہے جن کے ہاتھ پر ایسے نشان دکھلاتا رہا ہے جو اس کی ہستی کا یقینی ثبوت کا کام دیتے رہے ہیں۔ ایسے انسانوں کو نبی اور رسول کا نام دیا گیا یہ پاک ہستیاں دوسرے انسانوں کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہدایت نامہ بھی لاتے اور اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ وہ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی رسول اور نبی ہیں اور ان کو جو ہدایت نامہ دیا گیا ہے وہ بھی فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہے۔ دو قسم کے ثبوت پیش کرتے رہے ہیں ایک ثبوت تو وہ نشان ہوتے تھے جو اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھلائے جاتے تھے اور وہ ایسے ہوتے تھے جن کے دکھلانے پر دوسرا کوئی قادر نہیں ہوسکتا تھا۔ اور دوسری قسم کا ثبوت یہ ہوتا ہے کہ ان کے لائے ہوئے ہدایت نامہ پر جو پوری طرح عمل کرتا وہ مقرب الٰہی بن کر خود صاحبِ کرامات ہو جاتا۔ ان کے مطاع نبی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو جو انعامات ملتے رہے ہیں اُن کے متبعین میں سے ہر ایک کو اس کے درجہ اخلاص اور صدق وصفا کے مطابق ان انعامات میں سے حصہ ملتا رہا ہے ان میں سے کاملینِ کامل اتباع کی وجہ سے ان انعامات میں سے کامل حصہ پاتے رہے ہیں یہاں تک کہ بعض ماموریت کے مقام پر بھی فائز ہوتے رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ انکے ہاتھ پر بھی ضرورتِ زمانہ کے لحاظ سے نشان دکھلاتا رہا ہے۔ تا اُن کے مقرب الٰہی ہونے کا ثبوت ملنے کے ساتھ ساتھ ان کے مطاع نبی کی صداقت پر بھی لوگوں کے دلوں میں ایمان پیدا ہوتا رہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر بھی فرعون اور اس کی تمام قوم پر اتمام حجت کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے متعدد نشان دکھلائے اور پھر بعد ان کی وفات کے اُن کی امت میں جہاں ضرورت کے وقت نبی مبعوث ہوتے رہے کیونکہ حضرت موسیٰ کی نبوت ابھی انتہائی کمال کو پہنچی تھی اور نہ ہی اُن کی لائی ہوئی کتاب ابھی مکمل ہدایت نامہ کہلا سکتی تھی اس لئے اس کی امت میں انبیاء کی بھی ضرورت باقی رہی وہاں حسب ضرورت زمانہ مجددین اور محدثین بھی اُن کی امت میں مبعوث ہوتے رہے جو بحیثیتِ انبیاء بنی اسرائیل کے خلفاء ہونے کے، دلائل اور نشانوں کے ذریعہ اپنے اپنے نبی کی نبوت کی صحت پر براہین قائم کرتے رہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کی آمد اور دیگر انبیاءؑ کے فیوض کا بند ہو جانا۔

یہ سلسلہ نبوت و نائبین انبیاء علیہم السلام حضرت نبی کریم صلعم کی تشریف آوری تک چلتا رہا کیونکہ حضرت نبی کریم صلعم کے وجود باجود پر نبوت اپنے کمالات پر ختم ہوگئی اس لئے آنحضورؐ کے بعد اس وجہ سے بھی دوسرے کسی نبی کا آنا محال ہوگیا اور دوسرے اس وجہ سے بھی کہ کتاب جو قرآن شریف کی شکل میں آنحضور صلعم پر نازل ہوئی وہ بھی کامل ہدایت نامہ کی شکل میں نازل ہوئی۔ پس ان دونوں وجوہ کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو مبعوث کرنے کے سلسلہ کو قیامت تک کے لئے بند کردیا کیونکہ اب اس کی ضرورت نہ رہی۔ ہاں انبیاء علیہم السلام کی پیروی کے نتیجہ میں جن فیوضِ الٰہی کی متبعین انبیاء علیہم السلام پر بارش ہوا کرتی۔ وہ نبی کریم صلعم اور قرآن کریم کی پیروی کے نتیجہ میں آنحضرت صلعم کے متبعین کو لامحالہ بدرجہ اتم ملنے تھے اور ملے اور ملتے چلے آرہے ہیں حتیٰ کہ ہمارے اس زمانہ میں ان فیوض کے وارث سیدنا حضرت مرزا صاحب ہوئے۔

خاتم النبیین کا مفہوم

کیونکہ خاتم النبیین کے مفہوم کا تقاضا ہی یہی ہے کہ دیگر تمام سابق انبیاءؑ کے فیوض کو بند کرکے صرف حضرت نبی کریم صلعم کے متبعین میں ہی انہیں محدود کر دیا جائے یہی وجہ ہے کہ امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ہی مجددین کا سلسلہ جاری چلا آتا ہے اسی امت میں ہر زمانہ اور ہر ملک میں اولیاء کرام پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ دوسرے مذاہب کے پیرو اس نعمت سے محروم ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ مذاہب اب مردہ ہوگئے ہیں۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو زندہ کہلانے کا مستحق ہے کیونکہ زندگی کے آثار اب صرف اسی میں پائے جاتے ہیں اسی کی پیروی سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہتے ہیں جو مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ہستی کو ثابت کرنے کے لئے انبیاء علیہم السلام کی طرح ان کے ہاتھ پر زبردست الٰہی نشان ظاہر ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ چودہ سو برس سے برابر چلا آرہا ہے لیکن اس کے بالمقابل دیگر مذاہب میں اسلام کی آمد کے بعد ایسا کوئی انسان پیدا نہیں ہوا اس لئے ذیل میں سب سے پہلے میں قرآن کریم سے ایسی پیشگوئیاں بھی پیش کرتا ہوں جو اُمت محمدیہ میں علی الدوام ایسے انسان پیدا کرتے رہنے کی بشارت دیتی ہیں اور اس کے بالمقابل دیگر مذاہب کو اس نعمت سے تہی دست بتلاتی ہیں۔

پہلی آیت:۔

سورۃ ابراہیم عٓ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ترجمہ:۔ "(اے انسان) کیا تو نے دیکھا نہیں کہ کس صفائی سے اللہ تعالیٰ کلمۃ طیبۃ یعنے قرآن کریم کی حقیقت اور آپ کے فیض کے علی الدوام جاری رہنے کو ایک مثال کے ذریعہ واضح کر رہا ہے یعنے قرآن کریم ایک ایسے پاکیزہ درخت کی مانند ہے جس کی جڑ مضبوطی سے زمین میں گڑی ہوئی ہے جسے کوئی بھی اکھاڑنے پر قادر نہیں ہوسکتا اور اس کی شاخیں آسمان میں پہنچی ہوئی ہیں اس درخت کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ اپنا پھل ہر زمانہ میں دیتا رہتا ہے اپنے رب کے حکم سے اللہ تعالیٰ ایسی مثالیں لوگوں کے فائدہ کے لئے پیش کرتا رہتا ہے تاکہ لوگ ان پر غور کرکے اور ان کو عملی جامہ پہنے ہوئے دیکھ کر ان سے فائدہ اٹھاویں۔"

اس امر میں ذرہ بھر بھی کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ آیت مذکورہ بالا میں حتمی طور پر یہ یقین دلایا گیا ہے کہ قرآن کریم کی پیروی کے نتیجہ میں مومن آسمان سے تعلق پیدا کرلیں گے اور وہیں سے فیض حاصل کریں گے اور ہر وقت یہ درخت ہرا بھرا رہے گا موسم خزاں اس پر کبھی نہیں آئے گا جو بھی اس پاکیزہ درخت سے تعلق پیدا کرے گا وہ اس کا پھل ضرور کھائے گا۔ یہ حتمی وعدہ ہے۔ جو کبھی ٹلے گا نہیں کیونکہ اس کے رب نے اس کے متعلق یہی فیصلہ صادر فرمایا ہوا ہے۔

منکرینِ خدا کے لئے لمحۂ فکریہ

یہ کتنا عظیم الشان وعدہ ہے جو قرآن کریم کے نازل کرنے والے خدا نے اپنی کتاب کی پیروی کرنے والوں کو دیا ہے وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کی ہستی کے منکر ہیں اس وعدۂ الٰہی کے الفاظ پر غور کریں اور بتلائیں کہ کسی انسان کی طاقت میں ہے کہ ایسے وعدہ کو عملی جامہ پہنا کر دکھلا سکے لیکن ہم دیکھتے ہیں

کہ ہر زمانہ میں قرآن کریم کا یہ وعدہ پورا ہوتا چلا آ رہا ہے اس وعدۂ الٰہی پر چودہ سو برس گذر گئے ہیں اس طویل عرصہ میں کوئی زمانہ ہمیں ایسا نظر نہیں آتا جس میں اس کے پھل کھانے والے نہ پائے گئے ہوں پس اگر خدا موجود نہیں اور وہ زندہ نہیں بقول (نعوذ باللہ) مردہ خدا کی تحریک جاری کرنے والے کے وہ نعوذ باللہ مُردہ ہے تو اس قسم کا وعدہ پورا ہو کر واقعات کی شکل اختیار کرتا رہتا ہے۔ ایسے لوگ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کریم کے اس قسم کے اقوال انسان کے اقوال ہیں ایسے اقوال ہر انسان کہہ سکتا ہے۔ بے شک ایسا ممکن ہے لیکن یہ قطعاً ممکن نہیں کہ وہ انسان جو اس نوعیت کا وعدہ اپنی کتاب میں درج کر دیتا ہے وہ اس کو پورا کرنے پر بھی قادر ہو سکے وہ یہ تو بے شک کہہ سکتا ہے کہ میرے درخت کو پھل لگیں گے لیکن پھل لگا دینا اس کی طاقت سے باہر ہے۔ اس کو عمل میں لا کر وہ کبھی نہیں دکھلا سکتا۔

پھل کی نوعیت

قرآن کریم نے اپنے پھل کی جو نوعیت بیان کی ہے اس پر اگر منکرین ہستی باری تعالیٰ غور کریں گے تو ان کو صاف نظر آ جائے گا کہ ایسا پھل پیدا کرنا انسانی طاقت سے بالکل باہر ہے پس ذیل میں وہ آیات پیش کی جاتی ہیں جو اس پھل کی نوعیت پر روشنی ڈالتی ہیں۔

پہلی آیت تو خود مذکورہ بالا آیت ہی ہے اس آیت میں جہاں قرآن کریم کو ایسا پاکیزہ درخت قرار دیا گیا ہے جو ہر زمانہ میں اپنا پھل دیتا ہے گا وہاں دیگر مذاہب کو ایک ایسے درخت سے تشبیہ دی گئی ہے جو اب بالکل کارآمد نہیں رہا جس کا زمین سے اب کوئی تعلق نہیں رہا کیونکہ اس کی جڑھ زمین سے اکھڑ چکی ہے اس لئے اب اس کے لئے قرار ناممکن ہے پس دیگر مذاہب بھی اس درخت کی طرح اب اسلام کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتے۔ اسی مضمون کو سورۃ الحدید کی آخری آیت میں یوں ادا فرمایا ہے:۔

ترجمہ:۔ "اے مومنو! اللہ کا تقوٰے اختیار کرو اور اس کے رسُول پر ایمان لاؤ۔ اللہ تم کو اپنی رحمت سے دو حصے عطا کرے گا اور تمہارے لئے نور بنا دے گا جس کے ساتھ تم چلو گے اور تمہاری مغفرت کے سامان کر دے گا اللہ غفور رحیم ہے یہ سب کچھ اس لئے کہ اہل کتاب جان لیں کہ ان کے اندر خُدا کے فضل کو حاصل کرنے کی صلاحیت اور قدرت نہیں رہی فضل اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہا دیا ہے یعنی مسلمانوں کو اللہ بڑے فضل والا ہے۔"

اس آیت میں بھی وضاحت سے بیان کر دیا کہ دیگر مذاہب کی پیروی اُن کے تابعین کو مقرب الٰہی نہیں بنا سکتی صرف اسلام ہی کے اندر اس کی صلاحیت پائی جاتی ہے اور یہی مضمون سورۃ ابراہیم میں اسلام اور دیگر مذاہب کی موجودہ حالت کو دو متضاد مثالوں سے واضح کرنے کے بعد صراحت کے ساتھ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مُسلمانوں کو مضبوطی اور استحکام بخشے گا ایسے قول کے ذریعہ جو اپنی ذات میں نہایت ہی مضبوط ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اس کے بالمقابل ظالموں کو ناکام رکھے گا اور اللہ تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے اس کا فیصلہ اب چونکہ یہی ہے کہ دیگر تمام متفرق مذاہب پر جمع کرے جسے اُس نے اسلام کی شکل میں بھیجا ہے اس لئے اس کی تائید اب اسی مذہب کے ساتھ رہے گی اور اس کی پیروی کرنے والوں کو اپنے انعامات سے نوازتا رہے گا۔ دوسرے اس نعمت سے محروم رہیں گے تا وہ اسلام کے ساتھ تائید الٰہی کو مشاہدہ کر کے اس کے جھنڈے کے نیچے اپنے آپ کو لانے کی طرف متوجہ ہو جائیں تاکہ دنیا میں اختلاف مٹ جائے اور اس کی جگہ وحدت قائم ہو جائے۔

کیا ایسا انقلاب لانا انسانی فعل ہو سکتا ہے؟ اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ قلوب کے اندر اس انقلاب کا پیدا کرنا اور ان کو مورد افضال الٰہی بنا دینا انسانی طاقت کے دائرے کے باہر ہے کیونکہ یہ ہو ہی نہیں سکتا قلوب پر تصرف محض اللہ تعالیٰ کو ہی حاصل ہے وہ انعامات جو سچے مذہب کی پیروی سے تعلق رکھتے ہیں اسی کے ہاتھ میں ہیں اور وہی جس کو چاہے دے سکتا ہے کسی انسان کے پاس وہ انعامات ہیں ہی نہیں کہ وہ دوسروں کو دے سکے دے گا وہ کہاں سے جب اس کے پاس ہیں ہی نہیں مثلاً دعاؤں کا قبول کرنا دشمنوں کے مقابلہ میں غلبہ عطا کرنا۔ نشانوں کا دکھلانا اپنے مکالمہ سے مشرف کرنا زمانہ مستقبل میں پیش آنے والے واقعات سے اطلاع دینا اور پھر اسی طرح ان کو وقوع میں لانا۔ واقعات کی شہادت یہی ہے کہ ان تمام انعامات کو حاصل کرنے والے قریباً ۱۴ سو برس سے صرف وہی لوگ چلے آ رہے ہیں جو حلقہ بگوش اسلام ہیں اور جنہوں نے قرآن کریم اور رسُول کریم صلعم کی کامل پیروی کی ہے۔ ان کے مقابل دوسرے مذاہب کے لوگ ان انعامات سے محروم چلے آ رہے ہیں چنانچہ ہمارے اس زمانہ میں سے صاحب ایسے شخص نظر آتے ہیں جنہوں نے ان انعامات کو حاصل کیا اور تمام مذاہب کے متبعین کو چیلنج پر چیلنج کیا کہ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ قرآن کریم اور محمد رسول اللہ صلعم کی پیروی کے بغیر خدا رسیدہ بن سکتا ہے تو وہ میرے ساتھ روحانی مقابلہ کے لئے میدان میں نکل آئے لیکن کسی کو ایسے مقابلہ کی جرأت نہیں ہوئی جس سے ثابت ہو گیا کہ اسلام کے مقابل دیگر تمام مذاہب فی الحقیقت مردہ ہیں جیسا کہ قرآن شریف نے دعویٰ کیا ہے۔

قول ثابت کی تشریح دیگر آیات قرآنیہ میں

سورۃ ابراہیم میں مُسلمانوں کی تثبیت قول ثابت کے ذریعہ بتلائی گئی ہے قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات میں اس قول ثابت کی تشریح کی گئی ہے۔ سورۃ یونس ع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ترجمہ:۔ "کان کھول کر سن لو کہ اولیاء اللہ خوف اور حُزن سے آزاد ہوتے ہیں۔ وہ جو ایمان کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں اور تقویٰ کی راہ پر گامزن رہتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارتیں ملتی رہتی ہیں۔ دنیاوی زندگی کے متعلق بھی اور آخرت کے متعلق بھی خدا کے اس وعدہ میں جو ان کلمات میں کیا گیا ہے۔ قطعاً تبدیلی نہیں ہو گی یہ وعدہ ضرور پورا ہو کر رہے گا اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔"

جس سے بندوں کو سرفراز کیا جا سکتا ہے۔ کہ خدا سے اُن کا تعلق پیدا ہو جائے اور پوری ہونے والی بشارتوں کے ذریعہ جو قول ثابت کا حکم رکھتی ہیں ان کے ایمانوں کو استحکام بخشا جائے۔ غور کریں کہ اگر کوئی خُدا نہیں تو ایسی بشارتیں مومنوں کو کون دیتا رہتا ہے اور پھر ہر زمانہ میں اور وہ پوری بھی ہوتی رہتی ہیں۔ یہ بشارتیں کس ذریعہ سے ملتی ہیں اس کو حٰم سجدہ ع میں بیان کیا ہے۔ فرمایا:۔

ترجمہ:۔ "یعنی وہ لوگ جو کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر استقامت اختیار کرتے ہیں اُن پر فرشتے اترتے ہیں اور انہیں بشارت دیتے ہیں کہ دیکھو خوف نہ کرنا حُزن کا شکار نہ بننا بلکہ اس کے مقابل اس جنّت کی خوشخبری حاصل کرو جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے ہم اس زندگی میں بھی تمہارے دوست اور مددگار رہیں اور آخرت میں بھی۔"

(ماخوذ)

وفات حسرت آیات

یہ خبر افسوس کے ساتھ دی جاتی ہے کہ شیخ عبدالقیوم صاحب مرحوم کی بیگم اور حضرت شیخ نیاز احمد صاحب مرحوم و مغفور کی سب سے بڑی نواسی وحیدہ قیوم کا ۸ جولائی ۸۲ء کو انتقال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ٥ (مفصل آئندہ)

خدا نہایت کریم و رحیم، حیا والا، صادق، وفادار عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے۔

«یہ خیال مت کرو کہ ہم بھی ہر روز دُعا کرتے ہیں اور تمام نماز دُعا ہی ہے جو ہم پڑھتے ہیں کیونکہ وہ دعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے۔ وہ فنا کرنیوالی چیز ہے۔ وہ گداز کرنے والی آگ ہے۔ وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے۔ وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے۔ وہ ایک تند سیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے۔ ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے۔ اور ہر ایک زہر اس سے آخر تریاق ہو جاتا ہے۔

مبارک وہ قیدی جو دعا کرنے میں تھکتے نہیں کیونکہ ایک دن رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے۔ مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے۔

مبارک تم جب کہ دُعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری رُوح دعا کے لئے پگھلتی اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی ہے۔ اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے۔ اور تمہیں تنہائی کا ذوق اٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھڑیوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے۔ اور تمہیں بے تاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جائے گا۔ وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں۔ نہایت کریم و رحیم، حیا والا۔ صادق۔ وفادار، عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے۔ پس تم بھی وفادار بن جاؤ۔ اور پورے صدق اور وفا سے دُعا کرو کہ تم پر رحم فرمائے گا۔ دنیا کے شور و غوغا سے الگ ہو جاؤ اور نفسانی جھگڑوں کو دین کا رنگ مت دو۔ خدا کے لئے ہار اختیار کر لو اور شکست کو قبول کر لو تا بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ۔ دعا کرنے والوں کو خدا معجزہ دکھلائے گا۔ اور مانگنے والوں کو ایک خارق عادت نعمت دی جائے گی۔ دُعا خدا سے آتی ہے اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے۔ دُعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے جیسا کہ تمہاری جان تم سے نزدیک ہے۔ دُعا کی پہلی نعمت یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس تبدیلی سے خدا بھی اپنی صفات میں تبدیلی کرتا ہے۔ اور اس کے صفات غیر متبدّل ہیں مگر تبدیلی یافتہ کے لئے اس کی ایک الگ تجلی ہے جس کو دنیا نہیں جانتی۔ گویا وہ اور خدا ہے حالانکہ اور کوئی خدا نہیں مگر نئی تجلی نئے رنگ میں اس کو ظاہر کرتی ہے تب اس خاص تجلی کی شان میں اس تبدیلی یافتہ کے لئے وہ کام کرتا ہے۔ جو دوسروں کے لئے نہیں کرتا۔ یہی وہ خوارق ہے۔ غرض دعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشتِ خاک کو کیمیا کر دیتی ہے۔ اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھوتا ہے۔

(لیکچر سیالکوٹ ص ۲۶-۲۷)

کامل کی دُعا میں ایک قوت تکوین پیدا ہو جاتی ہے۔ اور باذنہٖ تعالیٰ وہ دُعا عالم سفلی اور علوی میں تصرف کرتی ہے۔

اب ہم فائدہ عام کے لئے کچھ استجابت دُعا کی حقیقت ظاہر کرتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ استجابت دُعا کا مسئلہ درحقیقت دُعا کے مسئلہ کی ایک فرع ہے۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس شخص نے اصل کو سمجھا ہوا نہیں ہوتا اس کو فرع کے سمجھنے میں پیچیدگیاں واقع ہوتی ہیں۔ اور دھوکے لگتے ہیں پس یہی سبب سید صاحب کی غلط فہمی کا ہے۔ اور دُعا کی ماہیت یہ ہے کہ ایک سعید بندہ اور اس کے رب میں ایک تعلق مجاذبہ ہے یعنے پہلے خدا تعالےٰ کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے پھر بندہ کے صدق کی کششوں سے خدا تعالےٰ اس سے نزدیک ہو جاتا ہے۔ اور دعا کی حالت میں وہ تعلق ایک خاص مقام پر پہنچ کر اپنے خواص عجیبہ پیدا کرتا ہے۔ سو جس وقت بندہ کسی سخت مشکل میں مبتلا ہو کر خدا تعالےٰ کی طرف کامل یقین اور کامل اُمید اور کامل محبت اور کامل وفاداری اور کامل ہمت کے ساتھ جھکتا ہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہوا فنا کے میدانوں میں آگے سے آگے نکل جاتا ہے۔ پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہ الوہیت ہے اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں تب اس کی رُوح اس آستانہ پر سر رکھ دیتی ہے۔ اور قوتِ جذب جو اس کے اندر رکھی گئی ہے وہ خدا تعالےٰ کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ تب اللہ جلّشانہٗ اس کام کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس دُعا کا اثر ان تمام مبادی اسباب پر ڈالتا ہے جن سے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں جو اس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے ضروری ہیں۔ مثلاً اگر بارش کے لئے دُعا ہے تو بعد استجابت دُعا وہ اسباب طبعیہ جو بارش کے لئے ضروری ہوتے ہیں اس دُعا کے اثر سے پیدا کئے جاتے ہیں۔ اور اگر قحط کے لئے بد دُعا ہے تو قادرِ مطلق مخالفانہ اسباب کو پیدا کر دیتا ہے اسی وجہ سے یہ بات ارباب کشف و کمال کے نزدیک بڑے بڑے تجارب سے ثابت ہو چکی ہے کہ کامل کی دُعا میں ایک قوت تکوین پیدا ہو جاتی ہے۔ اور عناصر اور اجرام فلکی اور انسانوں کے دلوں کو اس طرف لے آتی ہے۔ جو طرف مؤیّد مطلوب ہے۔ خدا تعالےٰ کی پاک کتابوں میں اس کی نظیریں کچھ کم نہیں ہیں بلکہ اعجاز کی بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجابت دُعا ہی ہے اور جس قدر ہزاروں معجزات انبیاء سے ظہور میں آتے ہیں یا جو کچھ کہ اولیائے کرام ان دنوں تک عجائبات کرامات دکھلاتے رہے اس کا اصل اور منبع یہی دُعا ہے۔ اور اکثر دعاؤں کے اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرت قادر کا تماشا دکھلاتے رہے ہیں۔

وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہو گئے۔ اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے۔ اور دنیا میں ایک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس اُمّی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔

اللّٰھم صلّ وسلّم وبارک علیہ وآلہٖ

. . . . . . رحمتک الی الابد

(برکات الدُّعا)

***

رمضان اور اس کی برکات کے ذکر میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔ انی قریب

"میرے بندو! میں تم سے بہت قریب ہوں۔ اجیب دعوۃ

الداع اذا دعان کوئی مجھے پکارے میں دعا کو قبول کرتا ہوں"

اور ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "رمضان آتا ہے

تو رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں" یہ ایک حقیقت تھی

جس پر ہمارے ہادیؐ اور آپ کے صحابہؓ کی زندگیاں گواہ ہیں۔ اور آج

یہ ایک قصہ ہے

اس لئے کہ ہمارے دلوں میں خدا کے لئے تڑپ پیدا نہیں ہوتی ہمارے

جسم خدا کے آگے گرتے ہیں مگر دل نہیں گرتے اور دل میں تڑپ

پیدا ہونے کا نام ہے۔ آیئے اس رمضان میں ہم لوگوں کے ظلموں

پر نہیں اپنے ظلم پر آنسو بہائیں کہ اے خدا ہم نے تیری قدر نہیں کی تیرے

کلام کی قدر نہیں کی ہم نے تیرے پیغام کو چھپا کر رکھا ہوا ہے ہم نہیں

چاہتے کہ ہماری زندگیاں تیرے پیغام کو دنیا میں پہنچانے کے لئے

وقف ہوں نہیں چاہتے کہ ہمارے مال تیرے پیغام کو دنیا میں پہنچانے

میں صرف ہوں وہ کام کرتے ہیں جن پر تیری طرف سے لعنت کا کھلا وعید ہے

اور آس یہ لگائے بیٹھے ہیں: تیری رحمت کے دروازے ہم"

منہ سے کہتے ہیں کہ تو ہم سے قریب ہے مگر دل تجھ سے اتنی دور ہیں کہ

کوئی چیز نہیں ہمارے ماتھے تیری دہلیز پر ہوتے ہیں جہاں جنت ملنی چاہیے

اور دل جمع مالاً و عددہ یحسب ان مالہ اخلدہ کا ورد کر رہے ہوتے

ہیں، زبان پر یہ ہوتا ہے ہم تیرے غلام ہیں انا عبدك اور جو ہمارا مال

ہے وہ ہمارا مال نہیں وہ تیرا مال ہے۔ اور دل کی یہ حالت ہوتی ہے

کہ تیرے نام کو دنیا میں بلند کرنے کے لئے چند کوڑیاں خرچ کرنی پڑیں

تو وہ ہمیں پہاڑ نظر آتا ہے اور ہم جھوٹے بہانے بنا کر ہر ممکن کوشش کرتے

ہیں کہ ہمارا مال ہم سے جدا نہ ہو۔ اے خدا تو اس جھوٹی زندگی سے ہمیں

باہر نکال ہم زمین پر رات کی خاموشی میں ماتھا رکھتے ہیں تو وہاں سے

ہمیں یہ آواز آتی ہے کہ "تو نے اپنے ریا کاری کے سجدوں سے مجھے

ناپاک کر دیا" اے خدا تو ہمیں اپنی جناب میں سجدہ کرنے کی توفیق دے

ہمیں اپنا غلام بنا لے کہ ہمیں تیرا نام دنیا میں بلند کرنے کے سوائے کوئی

فکر نہ ہو اور تو ہمارا رب بن جا کہ تیری توجہ امت محمدیہ کو دنیا میں سربلند

کرنے کی طرف ہو جائے۔

(حضرت امیر قوم مرحوم) خاکسار: محمد علی

از مرزا محمد لطیف شاہد صاحب لاہور

دینی تربیتی کلاس ۸۲ء

لاہور ۳۱ جولائی تا ۱۳۔ اگست ۱۹۸۲ء

بیدمیں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کونوا مع الصّادقین ۔ (اے مومنو!) تم ہمیشہ صادقوں ۔۔ت میں رہا کرو ۔ اوران کی معیت اختیار کرو ۔ علماء ربانی نے پاک مجالس میں شامل ہونے اور اُنکی ہم نشینی کی بہت ساری برکات بیان فرمائی ہیں ۔ جن محفلوں میں قال اللہ اور قال الرسول کا ذکر واذکار ہوتا ہے وہ بڑی ہی باعثِ سعادت ہوتی ہیں ۔ اسی واسطے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یشقیٰ جلیسھم ۔ ایسی پاک مجالس میں حصہ لینے والا خیر و برکت کا وارث ہوتا ہے بلکہ یہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں :-

اِجلس بنا ساعۃ نکن مؤمنًا

جو لوگ مومنوں کی مجلس میں بیٹھتے ہیں وہ مومن بن جاتے ہیں ۔ پس وہ لوگ کتنے ہی خوش قسمت ہیں جن کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ ان دینی تقاریب میں شمولیت اختیار فرمائیں ۔

امسال جو دینی تربیتی کلاس ہو رہی ہے اس میں ہمارے حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز تین اہم مضامین سے کورس میں شامل ہونے والوں کو مستفید فرمائیں گے ۔

(۱) قرآن مجید میں ارشاد ہے ۔ ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابًا موقوتًا نماز کی اہمیت پر قرآن مجید اور سنتِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم میں بڑی تاکید ہے ۔ آنمکرم اس مضمون پر خاص طور پر روشنی ڈالیں گے ۔

(۲) ہمارے حضرت امام کی رحلت پر پون صدی سے اُوپر زمانہ گذر گیا ہے ۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ آج کے زمانہ میں وحید العصر ہیں جنہوں نے آپ کا زمانہ پایا ۔ آپ حضرت مجدد زماں کی حیاتِ طیبہ کے چشم دید واقعات " ذکر حبیب " کے عنوان سے ارشاد فرمائیں گے ۔

(۳) حضرت امام زماں کے بعد حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین اعظمؓ کسی تعارف کے محتاج نہیں ۔ ان کے زمانہ میں بھی حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کو خاص استفادہ کرنے کا موقع ملا ہے ۔ اور اس سعادت میں ہمارے امیر قوم منفرد ہیں ۔

آپ ان کی سیرت پر روشنی ڈالیں گے اور سلسلہ کے دُوسرے بزرگ ۔ عالم ۔ مختلف ضروری مضامین پر لیکچرز اور تدریسی فرائض سرانجام دیں گے انشاء اللہ تعالےٰ ۔

مجھے اُمید ہے کہ اِس کلاس کی خاص اہمیت کی وجہ سے ان رخصتوں کے ایّام میں زیادہ سے زیادہ طلبہ اس میں شرکت فرمائیں گے ۔

اے عزیزو! ایسے قیمتی لمحات بار بار زندگی میں انسان کو نصیب نہیں ہوتے ۔ اُٹھو! ان انمول موتیوں سے اپنی جھولیوں کو بھر لو ۔ اللہ تعالےٰ آپکے ساتھ ہو ۔ آمین!

شامل ہونے والے طلبہ و طالبات اور دُوسرے دوست مرکز کو قبل از وقت اطلاع دیں تاکہ منتظمین کو انتظام کرنے میں سہولت رہے ۔

براہِ کرم! جملہ خطیب حضرات سے درخواست ہے کہ یہ اعلان خصوصی طور پر جمعۃ الوداع ۔ اور عید الفطر کے خطبہ میں اچھی طرح سامعین کو سنادیں ۔ شکریہ ۔

مرزا محمد لطیف شاہد مہتمم دینی تربیتی کلاس
دارالسّلام ، لاہور

* * * *

دُعا کے ذریعہ انسان خدا تعالےٰ کے نزدیک ہوجاتا ہے

اور اُس کا قرب حاصل کرلیتا ہے

" بڑی بات جو دُعا میں حاصل ہوتی ہے وہ قربِ الٰہی ہے ۔ دُعا کے ذریعہ ہی انسان خدا تعالےٰ کے نزدیک ہوجاتا اور اسے اپنی طرف کھینچتا ہے ۔ جب مومن کی دُعا میں پُورا اخلاص اور انقطاع پیدا ہوجاتا ہے تو خدا تعالےٰ کو بھی اُس پر رحم آجاتا ہے ۔ اور خدا تعالےٰ اُس کا متولّی ہوجاتا ہے ۔ اگر انسان اپنی زندگی پر غور کرے تو الٰہی توکّل کے بغیر انسانی زندگی قطعاً تلخ ہوجاتی ہے ۔ دیکھ لیجیئے جب انسان حدِ بلوغت کو پہنچتا ہے اور اپنے نفع نقصان کو سمجھنے لگتا ہے تو نامرادیوں ، ناکامیوں اور قسم ہا قسم کے مصائب کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے ۔ وہ ان سے بچنے کے لئے طرح طرح کی کوشش کرتا ہے ۔ دولت کے ذریعہ تعلق حکام کے ذریعہ ، قسم ہا قسم کے حیلہ و فریب کے ذریعہ وہ بچاؤ کے رستے نکالتا ہے لیکن مشکل ہے کہ وہ اس میں کامیاب ہو ۔ بعض وقت اس کی تلخ کامیوں کا انجام خودکشی ہوجاتی ہے ۔

اب اگر ان دنیاداروں کے غموم و ہموم اور تکالیف کا مقابلہ اہل اللہ یا انبیاء کے مصائب کے ساتھ کیا جاوے تو انبیاء علیہم السلام کے مصائب کے مقابل اول الذکر جماعت کے مصائب بالکل ہیچ ہیں ۔ لیکن یہ مصائب و شدائد اس پاک گروہ کو رنجیدہ یا محزون نہیں کرسکتے ۔ انکی خوشحالی اور سرور میں فرق نہیں آتا کیونکہ وہ اپنی دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالےٰ کی توکّل میں پھر رہے ہیں ۔

دیکھو اگر ایک شخص کا ایک حاکم سے تعلق ہو اور مثلاً اس حاکم نے اسے اطمینان بھی دیا ہو کہ وہ اپنے مصائب کے وقت اس سے استعانت کرسکتا ہے تو اب شخص کسی ایسی تکلیف کے وقت جس کی گرہ کشائی اس حاکم کے ہاتھ میں ہے عام لوگوں کے مقابل کم درجہ رنجیدہ اور غمناک ہوتا ہے ۔ تو پھر وہ مومن جس کا اس قسم کا بلکہ اس سے بھی زیادہ مضبوط تعلق احکم الحاکمین سے ہو وہ کب مصائب و شدائد کے وقت گھبرائے گا ۔ "

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۲۵۹)

* * *

ارشادِ باری تعالےٰ

" اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو ۔ "

از محترم میاں فخر احمد صاحب راولپنڈی

رپورٹ جلسہ یومِ وصال حضرت مجدد صد چہاردھم

جماعتِ راولپنڈی کے زیرِ اہتمام بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرتِ اقدس کے یومِ وصال کے سلسلے میں ۱۸ جون ۱۹۸۲ء بروز جمعہ مسجد مبارک میں ایک خصوصی جلسہ ہوا۔ صدارت کے فرائض خان غلام محبوب خاں صاحب پشاور نے سرانجام دیئے۔ جلسہ کی کاروائی دس بجے صبح شروع ہوئی اور ایک بجے تک جاری رہی۔

مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے تلاوتِ قرآن مجید سے جلسہ کی کاروائی کا آغاز کیا۔ خواجہ محمد نصیر اللہ صاحب نے حضرت اقدس کے فرمودہ اشعار "درسِ توحید" کو پُرسوز لہجہ میں ادا کیا۔ اس کے بعد عبداللطیف صاحب نے موقعہ کی مناسبت کے لحاظ سے حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی کا ایک مضمون مطبوعہ پیغامِ صلح پڑھ کر سنایا جس میں احباب جماعت کو حضرتِ اقدس بانیٔ سلسلہ کا مشن اتحاد، تنظیم اور یقین محکم سے جاری رکھنے کی نصائح کی گئی تھیں۔ آپ کے بعد محترم شیخ نثار احمد صاحب نے امام کی شناخت اور اس کی جماعت میں شمولیت پر اہمیت بیان کی۔ فاضل مقرر نے حضرت بانیٔ سلسلہ کی بعثت اور آپ کی صداقت پر حقائق و شواہد پیش کئے اور آپ کی فرمودہ پیشگوئیوں کے ظہور میں آنے پر روشنی ڈالی۔ آپ نے بتایا کہ جس طرح قرآن کریم و احادیثِ نبویہ میں مجدد صدی چہاردہم کے بارے میں مندرجہ پیشگوئیوں کی صداقت حضرت اظہر من الشمس ہوئی۔ اسی طرح حضرت اقدس نے اللہ تعالےٰ سے علم پاکر جو پیشگوئیاں اپنی تائید الٰہی میں کی تھیں مثلاً لیکھرام کی ہلاکت۔ عبداللہ آتھم کی موت۔ اسلام کا ادیانِ باطل پر غالب آنا۔ تثلیث پرست یورپ کا اس مشرکانہ عقیدہ سے بیزار ہو جانا۔ زلزلوں کا آنا۔ جنگِ عظیم کی ہولناک تباہی۔ زارِ روس کا عبرت ناک انجام۔ حرف بحرف پوری ہوئیں۔

نہ صرف یہ کہ حضرت اقدس کو خدائے برتر و توانا پر غیر متزلزل ایمان تھا بلکہ آپ نے اپنے متبعین کو بھی خدا سے ملا دیا اور ان میں ایمان باللہ اور تعلق باللہ پیدا کر دیا۔ یہ آپ کی صحبتِ صالحہ کا اثر تھا کہ جماعت کے مرد و زن مبشرات اور الہام کی نعمت سے مالا مال ہو گئے۔ شیخ صاحب نے وعدہ کیا ہے کہ وہ یہ مضمون اخبار پیغام صلح میں اشاعت کے لئے بھجوائیں گے۔

شیخ صاحب کی تقریر کے بعد ملک ظفر اللہ خاں صاحب نے تقویٰ اور قربِ الٰہی کے حصول کے لئے امام الزماں سے تعلق جوڑنے اور آپ کی اتباع پر زور دیا۔ قربِ الٰہی کا نتیجہ دعاؤں کی قبولیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ہمیں اپنے نفسوں کا محاسبہ کرنا چاہیئے کہ ہم نے کہاں تک حضرت اقدس سے کئے گئے عہد کو نبھایا ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ ہماری دعائیں نہیں قبول کرتا تو ہمیں فکر کرنا چاہیئے کہ کہیں ہم میں کمزوری تو نہیں آگئی۔ حضرت بانیٔ سلسلہ نے اپنی جماعت کے لئے "کشتی نوح" اور "الوصیت" میں جو تعلیم اور نصائح ہماری راہنمائی کے لئے لکھے ہیں ہمیں ان پر سختی سے عمل کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ نے وعدہ کیا تھا کہ انی مھین من اراد اھانتک انی معین من اراد اعانتک۔ یاد رکھیئے اگر ہم بانیٔ سلسلہ کی اطاعت اور ان کے مقرر کردہ نصب العین کی اعانت نہیں کرتے انہیں اختلافات میں حکم نہیں مانتے تو گویا ہم حضرتِ اقدس کی اہانت کے مرتکب ہو رہے ہیں اور خدا کے غضب کے نیچے ہیں۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ ہم حضرت بانیٔ سلسلہ کے ارشادات کو مشعلِ راہ بنائیں اور آپ کی وصایا پر دل و جان سے کاربند ہو جائیں۔

ملک صاحب کے بعد محترم میاں فاروق احمد شیخ صاحب نے حضرتِ اقدس کی خدماتِ دینیہ کا ذکر کیا جس کا اعتراف غیراز جماعت علماء و فضلاء نے بھی کیا ہے۔ سلسلۂ مجددین میں آپ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ آپ نے ہستی باری تعالےٰ۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی صداقت اور دینِ اسلام کی حقانیت پر عقلی دلائل کے ساتھ ساتھ اپنا ذاتی تجربہ اور مشاہدہ بھی شد و مد سے پیش کیا۔ آپ نے اسلام کی تائید میں ۸۰ کے قریب گرانقدر کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ ان کتابوں کو پڑھ کر دین سے برگشتہ لوگ پھر سے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے بلکہ انہوں نے اسلام کی خدمت کے لئے اپنی زندگیاں اور اموال وقف کر دیئے ..... ان کتابوں میں نور ہے۔ ان میں دین کا وہ علم ہے جو حضرت اقدس کو خدا تعالےٰ نے خاص طور پر عطا کیا تھا۔ احیائے دینِ اسلام کے لئے ضروری ہے کہ ان کتابوں کی اشاعت کا منصوبہ جلد از جلد پایۂ تکمیل تک پہنچایا جائے۔

میاں صاحب کی تقریر کے بعد مکرم مولانا عبدالمنان عمر صاحب نے حضرت اقدس کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ آپ نے بتایا کہ دینِ اسلام کی تائید میں مقالات اور رسالے تو سرسید احمد خاں۔ مولانا شبلی۔ مولوی چراغ الدین۔ خواجہ الطاف حسین حالی اور مولانا ابوالکلام آزاد جیسے اہلِ قلم سو جود تھے مگر ان میں خدا سے تعلق کا وہ تصور نہیں ملتا جو ایک گمنام گاؤں قادیان میں رہنے والے اس خادمِ دین میں نظر آتا ہے۔ جو کسی کالج یا دینی مدرسہ سے فارغ التحصیل نہ تھا۔ البتہ اسے علم و معرفت خدا نے عطا کی تھی۔ جیسے وہ ماموروں سے کیا کرتا ہے۔ ان کی باتیں از قبیل جوشیدن ہوتی ہیں نہ محض از قبیل کوشیدن اور وہ حال سے بولتے ہیں نہ مجرد قال سے اور خدا تعالےٰ کے الہام کی تجلی ان کے دلوں پر ہوتی ہے۔ اور وہ ہر ایک مشکل کے وقت روح القدس سے سکھلائے جاتے ہیں اور ان کی گفتار اور کردار میں دنیا پرستی کی ملونی نہیں ہوتی کیونکہ وہ بکلی مصفا کئے گئے اور بتمام و کمال کھینچے گئے ہیں۔ حضرتِ اقدس بھی فرماتے ہیں کہ :- ؎

دیدم بعینِ قلب شنیدم بگوشِ ہوش + در ہر مکاں ندائے جلالِ محمدؐ است

ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم + یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است۔

؎

از رحمت و فضلِ او کہ نوازد دگر نہ من + کرمم نہ آدمی صدف استم نہ گوہرم

ہر تار و پودِ من بسراید بعشقِ او + از خود تہی و از غمِ آں دلستاں پرم

من در حریمِ قدس چراغ صداقتم + دستش محافظ است ز ہر بادِ صرصرم

آپ کی ہزارہا اوراق پر پھیلی ہوئی تحریریں۔ تقریریں اور ملفوظات آپ کے عشقِ صادق، عشقِ قرآن، عشقِ رسولؐ اور تعلق باللہ کی عکاسی کرتی ہیں۔ اردو کے نعتیہ کلام میں سلاست ہے۔ فارسی ابیات میں چاشنی ہے اور عربی اشعار میں بلندی اور رفعت ہے۔ آپ کی مجاہدانہ زندگی کا نچوڑ آپ کے ان اشعار میں دکھائی دیتا ہے :- ؎

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے + کوئی دیں دینِ محمد سا نہ پایا ہم نے

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا + نور ہے نور اُٹھو دیکھو سنایا ہم نے

آج ان نوروں کا اک زور ہے اِس عاجز میں

دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس نور کو اطراف و اکناف میں پھیلا دیں تاکہ ہر سمت سے بڑھتا ہوا اندھیرا اور ظلمت پاش پاش ہو جائے اور نورِ اسلام ہر طرف چمکتا دمکتا نظر آئے اور اس کی ضیاء پاشیوں سے ربع مسکون منوّر ہو جائے۔

آخر میں ڈاکٹر ایم۔ اے رشید صاحب پشاور نے "احمدیت سے ہم نے کیا حاصل کیا" کے عنوان پر تقریر کی۔ آپ نے بتایا کہ عیسائی پادریوں۔ آریہ پرچارکوں اور ملحدوں نے اسلام کے خوشنما چہرے پر جو بدنما داغ دکھائے تھے احمدیت نے ان کو دھو کر دُور کیا اور اسلام   اور خدو خال دنیا کے سامنے پیش کئے تیرہویں صدی میں اسلام پر جو ہر طرف سے یلغار ہو رہی تھی حضرت مجدد صد چہاردہم کی تحریروں اور تقریروں سے وہ رک گئی۔ دینِ اسلام بے کس و بے یار و مددگار نظر آتا تھا اس کے چاروں طرف کفر و الحاد کے لشکر افواجِ یزید کی طرح امنڈے چلے آتے تھے اور ان کے درمیان دینِ   امام زین العابدین رضؓ کی طرح بیمار و بے کس تھا۔ مگر مجدد صدی چہاردہم کی   حالات نے پلٹا کھایا اور غلبۂ اسلام شروع ہوا۔ حضرت   نے اسلامی فرقوں کے مابین فروعی اختلاف کو دور کیا۔ قرآن سنت اور حدیث کا صحیح مقام اور مرتبہ متعین کیا۔ ناسخ و منسوخ۔ جہاد بالسیف اور حیات و مماتِ مسیح کے مسائل کو حل کیا۔ نزولِ مسیح کی احادیث کی صحیح اور قابلِ قبول توجیہ پیش کی۔ اور مسلمانانِ عالم کو دعوت دی کہ وہ چھوٹے چھوٹے فروعی و جزوی تنازعوں میں اُلجھنے کی بجائے اسلام کی سربلندی۔ اشاعت و حفاظتِ اسلام کے لئے متحد ہو کر کام کریں۔

ڈاکٹر صاحب کی تقریر کے بعد صاحب صدر نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے حضرت بانئے سلسلہ کی خدماتِ اسلامی اور احمدیت کی افادیت پر تقریریں سنی ہیں۔ یہ تو احباب جماعت کے خیالات تھے۔ غیر از جماعت علماء و فضلاء نے بھی   کی خدماتِ دینیہ کو سراہا ہے۔ اور انہیں اسلام کا فتح نصیب جرنیل کہا ہے۔ ضرورت تقریروں کی نہیں عمل کی ہے۔ ہمیں حضرتِ اقدس کا مشن جاری رکھنا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی آئندہ نسلوں بالخصوص نوجوانوں کو حضرتِ اقدس کی تعلیم اور مشن سے آگاہ کریں۔ اب وقت تقریروں کا نہیں عمل کا ہے۔ اسلاف کے کارنامے اپنی جگہ ہیں ہمیں ان نمونوں کو زندہ رکھنا چاہیئے اور اس کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ ہم خود حضرت بانئے سلسلہ کے ارشادات پر کاربند ہوں اور بچوں کو اس پر کاربند کرائیں۔

جلسہ کی کاروائی ختم ہوئی تو احباب نے مل کر کھانا کھایا۔ ازاں بعد خطبہ نماز جمعہ پر کاروائی ختم ہوئی۔

حاضرین اور حاضرات کی تعداد ایک سو سے زیادہ تھی۔ ہم پشاور۔ سفید ڈھیری۔ کوہ مری۔ وزیرآباد ملتان اور سیالکوٹ کے احباب کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس گرم موسم میں دور دراز کا سفر طے کر کے جلسہ میں شرکت کی۔

* * *

فرمانِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم

"وہ بہترین عمل بروقت نماز کا ادا کرنا ہے۔"

عید الفطر کے مسائل

۱:۔ عید الفطر کے دن صبح سویرے اُٹھ کر غسل کرنا اور صاف کپڑے پہننا اور خوشبو لگانا اور نمازِ عید سے قبل ناشتہ کرنا سنّت ہے۔

۲۔ عید کی نماز سے قبل صدقہ فطر ادا کر دینا چاہیئے۔ حدیث شریف میں ہے کہ فطرانہ روزہ کے ایّام میں بعض کمزوریوں کے سرزد ہونے کی تلافی کے لئے ہے اس غرباء اور مساکین کو خرچہ مل جاتا ہے جس سے وہ بھی اپنی عید منا سکتے ہیں۔ گویا ساری قوم کو عید میں شمولیت کا موقع مل جاتا ہے اور مساکین بھی عید کی خوشی سے محروم نہیں رہتے۔

۳۔ نمازِ عید کو جاتے ہوئے ذکرِ الٰہی کرتے جانا افضل ہے۔

۴۔ صدقہ عید الفطر ہر فرد پر واجب ہے۔ عورتوں۔ بچوں اور ملازمین کا صدقہ گھر کے مالک کے ذمہ ہے جو اُن کے رزق کی کفالت کرتے ہیں۔

۵۔ عید کی نماز دو رکعت ہوتی ہے اس میں اذان۔ تکبیر۔ اقامت کوئی نہیں ہوتی پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ سے قبل سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں بھی سورۃ فاتحہ سے قبل پانچ تکبیریں ہیں تکبیروں کے درمیان ہاتھ کھلے چھوڑ دینے چاہیئں۔

۶:۔ نمازِ عید کے بعد خطبہ مسنون ہے۔ خطبہ کو غور سے سننا اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

۷:۔ عید کے دن آپس میں ملنا جُلنا اور ایک دوسرے کو حسبِ توفیق ہدایہ اور تحائف دینا اور طعام میں شریک کرنا باہمی محبت بڑھانے میں نہایت ہی مستحسن چیز ہے۔

۸:۔ حضرتِ اقدس کے زمانہ سے احمدی جماعت کے افراد صدقہ عید الفطر کا بیشتر حصہ انجمن کے بیت المال میں جمع کراتے ہیں۔ اس لئے نماز سے قبل یہ صدقہ انجمن کے امین کے پاس جمع کرا دینا چاہیئے۔

۹:۔ صدقہ عید الفطر کے علاوہ حضرتِ اقدس کے حکم سے حسبِ حیثیت عید فنڈ کی ادائیگی بھی ہر ممبر جماعت کے لئے لازمی ہے۔ آخر عید کے دن بچوں اور عزیزوں کو عیدی اور تحائف دیتے ہیں۔ اس طرح اِس خوشی کے دن اسلام کا کچھ حصہ اور حق ہے۔ لہٰذا احباب اس فنڈ کی طرف بھی خاص توجہ مبذول فرمائیں اور فطرانہ و عید فنڈ کے روپے جمع کر کے انجمن کے بیت المال میں بھیج دیں۔ یہ حضرت صاحب کا حکم ہے اور مالی جہاد ہے۔

۱۰:۔ اس سال بھی حسبِ سابق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فی کس ۳/- روپے فطرانہ مقرر فرمایا ہے۔

باہتمام ریاض حسین الحمیدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر۔ ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور — مورخہ ۱۴ جولائی ۱۹۸۲ء — شمارہ ۲۸

دفتر مقامی جماعت

جلد: ۶۹ | یوم چہارشنبہ ۲۹ رمضان المبارک / ۷ شوال ۱۴۰۲ھ - بمطابق ۲۱/۲۸ جولائی ۱۹۸۲ء | شمارہ: ۲۹/۳۰

دوسروں کو فائدہ پہنچاؤ تاکہ تمہاری زندگی کے دن دراز کئے جائیں

دُنیا کے معاملات میں انسان کس قدر مالی وجانی دکھ اٹھاتا ہے اور قسم قسم کی ذلتوں میں اپنے تئیں ڈالتا ہے تاکہ دُنیا کا کام ہوجائے۔ پھر کس قدر افسوس ہے کہ ابدی حاکم کے سامنے دکھ اٹھانے سے گریز کرے اور اس کے مقرب ہوجانے اور ابدالآباد کی راحت پالینے کے لئے مصیبتوں اور ذلتوں سے پرہیز کرے۔

افسوس نادان انسان پر! یہ دنیا اور اس کی چند روزہ راحتوں اور خوشیوں کے حاصل کرنیکے لئے ہر دکھ اور مصیبت کو اٹھانے کیلئے تیار مگر خدا کے واسطے کسی دُکھ کا اٹھانا اُس کے لئے وبالِ جان! یہ وقت ہے کہ انسان عاقبت کی فکر کرے۔ موت کا کوئی وقت اس کو معلوم نہیں کہ کس وقت آجائیگی۔ مکن تکیہ بر عمر ناپائیدار۔ مباش ایمن از بازیٔ روزگار کیا نہیں دیکھنے کہ ایک دم میں نئی سہاگن جس نے ابھی شوہر کا مُنہ بھی نہیں دیکھا بیوہ ہوجاتی ہے۔ ایک بچہ پیدا ہوتے ہی یتیم ہوجاتا ہے۔ غرض موت ایسے طور پر آجاتی ہے کہ انسان کو کوئی بات اس وقت بن نہیں آتی اور کوئی نہیں ہوتا جو اس کو اس کے پنجہ سے چھڑا سکے۔ پھر یہ عجیب غفلت کا پُتلہ ہے کہ موت جیسی یقینی اور ضروری چیز سے ایسا غافل ہے کہ گویا اس کو کبھی مرنا ہی نہیں۔ پس تقویٰ اختیار کرو۔ خدا پر ایمان پیدا کرو۔ وہ ایمان جو آخر اطمینان اور سکینت کا موجب بنتا ہے۔ اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ تمہاری عمر دراز ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مومن کی زندگی بڑھا دیتا ہے کیوں کہ وہ نفع رساں وجود ہوتا ہے۔

پس دوسروں کو فائدہ پہنچاؤ کہ تمہاری زندگی کے دن دراز کئے جائیں۔ واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے کسی چیز میں اتنا تردد نہیں ہوتا جس قدر مومن کی جان لینے میں۔ دیکھو مومن کی کس قدر عزت ہے۔ اور مومن کی خاطر اللہ تعالیٰ کو کس قدر منظور ہے۔ تم اپنے اندر وہ دل پیدا کرو کہ خدا تعالیٰ کو تمہاری جان لینے میں تردد ہو۔ پھر دوسری قوم اس کے مقابل وہ ہے جس کی نسبت کہتا ہے قل ما یعبأ بکم ربی واولاد علاکم تمہاری پرواہ ہی کیا ہے۔ یہ قوم اللہ کے غضب کے نیچے ہوتی ہے۔ اس سے بچو اور پناہ مانگو! غرض مومن وہی ہوتا ہے جو صابر ہو جس میں صبر نہیں ہے۔ وہ پورا مومن نہیں ہے۔ صبر ایسی چیز ہے کہ اس کا اجر بے حساب ہے۔ پس اگر نماز میں کبھی کوئی وسوسہ اور وہم پیدا ہو تو مایوس مت ہو بلکہ ہمت استقلال اور صبر کے ساتھ شیطان کا مقابلہ کرتے رہو۔ فتح و شکست ہر جگہ ہوتی ہے مگر آخری فتح مومن اور راست بازی کیلئے ہے۔ کیا یہ سچ نہیں والعاقبۃ عند ربك للمتقین۔ شیطان مومن کے سامنے مخنث ہوجاتا ہے اور اگر مومن نہ ہو تو ذرا ذرا سے شبہات اور اوہام میں پھنس کر گھبرا جاتا ہے تو شیطان اس کو دبا لیتا ہے۔ پس مستقل طور پر بہادر بن کر شیطان کا مقابلہ کرو اور اس سے لڑو۔ جب تک کہ اس کو ہلاک نہ کرلو۔ ***

(ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم)

ایبٹ آباد میں

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی مصروفیات

حضرت امیرِ قوم ایدہ اللہ تعالیٰ جب سے ایبٹ آباد تشریف لائے ہیں "دارالسعید" کی دینی زندگی میں آپنے ایک نئی رُوح پھونک دی ہے۔ آپکے وجود مسعود سے دارالسعید کی وہ رونقیں اور برکتیں پھر لوٹ آئی ہیں جن کے لئے ہماری آنکھیں اور روحیں ۱۹۷۴ء کے سانحہ کے بعد سے ترستی تھیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ملک کے اس حصے کی مردہ بستی کو نئی زندگی عطا کرنے کے لئے اپنے فضل اور قدرت سے ایسے سامان پیدا کر دے گا جو ہمیں بظاہر دکھائی نہیں دیتے لیکن ان کے پیدا ہو جانے کا احساس ضرور ہو رہا ہے۔

"وتلک الایام نداولھا بین الناس"

دن کی پانچوں نمازیں آپ کی اقتداء میں ادا ہوتی ہیں۔ صبح کی نماز میں آپ کی درد و سوز میں ڈوبی ہوئی تلاوت قرآن کریم سے رُوح جھوم اٹھتی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ فضا پر بھی رقت طاری ہے۔ دل پگھل جاتے اور رُوح تحلیل ہو جاتی ہے۔ آخری رکعت میں رکوع کے بعد جب قرآن کریم کی وہ دُعائیں پڑھی جاتی ہیں جو انبیاء نے اپنی مشکلات اور مصائب کے وقتوں میں پڑھیں تو اونچی آواز میں آمین کے ساتھ ایسا محسوس ہوتا کہ :- ع

"اجابت از درِ حق بہرِ استقبال مے آید"

صبح کی نماز میں آپ جو دعائیں پڑھتے رہے ہیں ان میں سے دو دو تین تین دعاؤں کا ترجمہ نماز کے بعد بطور درس سناتے رہے ہیں تاکہ جو بچے اور دوست نماز میں شامل ہوتے ہیں وہ ان کے معانی اور مطلب سمجھ جائیں۔ آجکل آپ مسنونہ دعاؤں کا درس دیتے ہیں جو نبی کریم صلعم کیا کرتے تھے۔

قریباً ۹ بجے سے ایک بجے تک خط و کتابت میں مصروف رہتے ہیں۔ ملاقات کے لئے آنے والوں کے ساتھ سلسلہ گفتگو بھی جاری رہتا ہے۔ آپ کی صحت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ آپ کی نیم شبی دعاؤں اور آہ و زاری کا مرکز جماعت کی توسیع و ترقی۔ اس کی اصلاح احوال اور اس جماعت کے ذریعہ قرآن و اسلام کی اشاعت اور تمام دنیا پر غلبۂ اسلام ہے۔ جو دوست دُعا کی درخواست کرتے ہیں آپ اُن کو اپنی دعاؤں میں باقاعدہ یاد فرماتے ہیں۔ یہ بات انہوں نے اپنے اُوپر لازم کر لی ہوئی ہے۔

ہم ایبٹ آباد کے رہنے والے چند نفوس بڑے خوش قسمت ہیں کہ آپ کم از کم گرمیوں میں یہاں تشریف لاکر ہمارے دلوں کو تقویت اور روحوں کو تازگی بخش جاتے ہیں۔ جب آپ تشریف لے جاتے ہیں تو ہم پھر پیاسے ہو جاتے ہیں اور اگلی گرمیوں کا انتظار کرتے ہیں۔ ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو قرآن اور اسلام کی اشاعت کی خاطر صحت مند طویل عمر عطا فرمائے کیونکہ اب ان کی زندگی کا یہی ایک مقصد اور آرزو ہے۔ آمین

(پروفیسر) خلیل الرحمٰن

مدیر پیغام صلح - از ایبٹ آباد

اخبارِ احمدیہ

* سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایبٹ آباد میں خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔ وہاں کی مسجد احمدیہ میں حضور کے پُرمعارف خطبات جمعہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں جو مدیر پیغام صلح مکرم پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب نے بڑی محنت سے مرتب کر کے بھیجے ہیں۔ دراصل جن شخصیتوں میں سیرتِ محمدی کا عرفان پایا جاتا ہے اُن کی باتوں میں ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ ان میں ایک قدسی طاقت ہوتی ہے۔ جن سے سعید روحیں اثر پذیر ہوتی اور اُن کے ارشاداتِ گرامی پر ہمہ تن گوش ہو کر راہِ عمل پر گامزن ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صلحائے کرام جہاں بھی جاتے ہیں سعید روحیں ان کے گرد پروانہ وار جمع ہو جاتی ہیں۔ ہر نیک دل انسان ان سے لگاؤ رکھتا اور انکی محبت سے سرشار ہوتا ہے۔ انسان صرف قیل و قال سے نہیں بلکہ نمونہ سے متاثر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر جگہ اسلام کی اشاعت علمائے کرام کے بجائے اُن صلحائے امت کے ذریعہ ہوئی جن کے قرب سے دل و دماغ کے مقفّل دروازے کھل جاتے ہیں جن کے الہیٰ اخلاق اور شیریں کلام کے اثر سے اعصاب سبک ہو جاتے ہیں جن کی پیاری گفتگو انسان کی نس نس اور رگ رگ سے فانی دنیا کا غم دھو ڈالتی ہے۔ دل پر کتنا ہی بوجھ لاد کر ان کے آستانہ پر لوگ جاتے ہیں روئی کے گالے کی مانند ہلکے پھلکے ہو کر واپس لوٹتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حلم و اعتدال کے پیکر، شفقت و محبت و رحمت کے یہ مجسمے اور عزت و عظمت روحانی کے ایسے جزیرے دنیا میں قائم و دائم رکھے تاکہ رہروانِ جادۂ حق ان کی روشنی میں استقامت کے ساتھ اپنا قدم آگے بڑھاتے رہیں۔ آن کے لئے احباب کرام اپنی نیم شبی دعائیں جاری رکھیں۔

* عزمِ لندن :- مکرم چوہدری محمد حیات صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری سابق ناظم دارالسلام بمع اہلیہ محترمہ اپنے بیٹے چوہدری سعادت احمد کے پاس لندن تشریف لے گئے ہیں آپ نے بحیثیت اسسٹنٹ سیکرٹری چندہ ماہوار کی وصولی خصوصاً اخبارات کے سال ہا سال کے بقایاجات وصول کرنے میں ذاتی اثر و رسوخ استعمال کر کے بڑی کامیابی حاصل کی اور احباب نے ان کی آواز پر لبیک کہہ کر سالہا سال کے بقایاجات یکمشت ارسال کر دیئے۔ بحیثیت ناظم دارالسلام حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زیر ہدایت دارالسلام میں کافی اصلاحات کیں۔ قبرستان میں روشیں بنوائیں۔ بجلی اور پانی کا انتظام کیا اور قبرستان میں تین کوارٹر خادموں کے لئے بنوانے کے علاوہ خوشنما پودے اور درخت لگوائے۔ ان کے عہد میں رفاہِ عامہ کا سب سے بڑا کام کوارٹروں میں سوئی گیس کی بہم رسانی ہے جس سے کوارٹروں میں مقیم ملازمین اور دیگر احباب کو بے حد فائدہ پہنچا ہے۔ مزید برآں مرکزی دفتر کے جانب مشرق اینٹوں سے ایک سڑک بنوائی جس سے برلب سڑک رہنے والے دوستوں کو آنے جانے میں بڑی آسانی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بخیریت واپس لائے۔

* وفات :- مکرم حبیب الرحمٰن صاحب نہار و شاہ (سندھ) سے یہ افسوسناک اطلاع دیتے ہیں کہ ان کی والدہ محترمہ غلام فاطمہ بعمر ۹۰ برس قضائے الہیٰ سے وفات پاگئی ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ کے ایصالِ ثواب کی خاطر صدقہ جاریہ کے طور مبلغ چار صد چون ۴۵۴ روپے بھی ارسال فرمائے ہیں اور احباب جماعت سے جنازہ غائبانہ کی درخواست کی ہے۔ احباب سلسلہ اپنی مرحومہ بہن کا جنازہ غائبانہ پڑھ کر ثواب دارین حاصل کریں۔

خطبہ جمعتہ الوداع مورخہ ۱۶ جولائی فرمودہ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بمقام مسجد دار السعید، ایبٹ آباد

تشہد و تعوذ کے بعد آپ نے سورۃ النساء کی آیت ۱۳۵۔ یایھا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط .... فان اللہ کان بما تعملون خبیراً۔ اور سورۃ المائدہ کی آیت ۸، یایھا الذین امنوا کونوا قوامین للہ شھدآء بالقسط ...... ان اللہ خبیر بما تعملون ۔ کی تلاوت فرمائی۔

تلاوت کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا اس کے اس رحم اور فضل کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اُس نے ہماری اس مسجد کو زندہ رکھا اور اس میں دیگر نمازوں کے علاوہ جمعہ کا اجتماع ہوتا رہا ہے۔ جو اس امت کے لئے روحانی تربیت اور زندگی کا ایک نہایت ہی اہم اور مؤثر ذریعہ ہے۔

آج کا یہ جمعہ جسے جمعتہ الوداع کہتے ہیں رمضان کے مبارک مہینے کا آخری جمعہ ہے اور اپنے اندر ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ آج کے دِن لوگ بڑی تعداد میں مسجدوں میں حاضری دیتے ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ مسجدیں محض اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے وقف ہوتی تھیں۔ اُن میں دنیوی یا سیاسی باتیں اور بحثیں نہیں ہوتی تھیں۔ صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر اور یاد ہوتی تھی لیکن آجکل عبادت کے علاوہ کئی اور مقاصد کے لئے بھی استعمال ہونے لگی ہیں۔ ان میں دوسری باتوں کے علاوہ جن سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں بڑے ناشائستہ اور غیر مہذب الفاظ میں ہماری دلآزاری ہوتی ہے۔ ہمیں گالیاں دی جاتی ہیں اور بُرا بھلا کہا جاتا ہے۔ ہمیں کسی سے کوئی شکایت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اولیاء، صلحا اور مجددین اور اُن کے ماننے والوں کے ساتھ ہمیشہ سے یہی سلوک ہوتا رہا ہے۔ اس کے لئے ہماری شکایت اللہ تعالیٰ سے ہی ہے۔" انما اشکوا بثی و حزنی الی اللہ۔

اس جمعہ کی برکات سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی بجائے لوگوں نے عجیب عجیب بدعتیں ایجاد کرلی ہیں۔ اس روز خاص قسم کے نوافل پڑھے جاتے ہیں جنہیں قضاء عمری کہتے ہیں یعنی عمر میں جتنی نمازیں ضائع ہوئی ہیں یا پڑھی ہی نہیں ہیں یہ نوافل ان کے لئے بطور کفارہ ہو جائیں گے یہ ایک SHORTCUT لوگوں نے اپنی طرف سے ایجاد کرلیا ہے جس کے لئے آنحضرت صلعم کے دین میں کوئی دلیل اور سند نہیں۔ لوگ اپنی نجات کے لئے آسان سے آسان اور مختصر سے مختصر راستہ تلاش کرتے ہیں۔ دوسرے مذاہب میں بھی اس قسم کی اختراعات موجود ہیں۔ عیسائیوں نے کفارہ کا مسئلہ ایجاد کرلیا کہ حضرت مسیح ابن مریم کے مصلوب ہونے پر ایمان لے آؤ تمہارے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ پادری کے سامنے جاکر کوئی اپنے گناہوں کا اعتراف کرلے اور کفارے پر ایمان لے آئے تو وہ نجات پا جاتا ہے۔

اسلامیہ کالج پشاور کے بانی صاحبزادہ عبدالقیوم خاں صاحب مرحوم سناتے تھے کہ چین کے لوگ جو اُس زمانے میں بُدھ مت کے پیرو تھے جب کسی عبادت گاہ میں داخل ہوتے ہیں تو وہاں بعض چیزوں کو جن پر کچھ الفاظ لکھے ہوتے ہیں جھٹکا دے کر اندر جاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس جھٹکے سے ان کے سارے گناہ جھڑ گئے ہیں اور وہ پاک ہو گئے ہیں۔ آجکل تو چین کا مذہب کمیونزم ہے

اسلام میں اس قسم کا کوئی مختصر راستہ نہیں اور اگر لوگوں نے اپنے پاس سے کوئی ایسا راستہ نکال لیا ہے تو اس کا اسلام اور قرآن سے قطعاً دور کا بھی واسطہ نہیں۔

آپ نے پچھلے دو تین خطبوں کے حوالے سے فرمایا کہ روزہ کا سب سے بڑا مقصد ہی تقویٰ پیدا کرنا ہے جیسے کہ فرمایا ہے لعلکم تتقون۔ یعنی روزے تم پر اس لئے فرض کئے گئے ہیں کہ تم متقی بن جاؤ۔ روزہ ایک ایسی مہینہ بھر کی عبادت اور مجاہدہ ہے جس میں تقویٰ پیدا کرنے کی طاقت اور قوت ہے لیکن تقویٰ کا راستہ بہت لمبا راستہ ہے۔ یہ عمر بھر کی منزل ہے۔ مومن کی ساری زندگی تقویٰ کی راہوں کو پانے اور ان پر چلنے میں گذر جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے تقویٰ جڑ کا کام دیتا ہے۔ اگر جڑ قائم، مضبوط اور ٹھوس ہو تو درخت اس کے ذریعے غذا حاصل کرکے بڑھتا اور پھلتا پھولتا رہتا ہے۔ اور اگر یہ جڑ کھوکھلی ہو جائے تو درخت کو یہ قوت نہیں مل سکتی وہ خشک ہو جاتا، کاٹ دیا جاتا اور جلا دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کی زندگی کو مفید اور بارآور بنانے کے لئے اسلام اور قرآن اس سے تقویٰ کا تقاضا کرتے ہیں۔ یہ لفظ تقویٰ قرآن کریم میں سینکڑوں دفعہ واقع ہوا ہے۔ اور اس کا مطلب و مفہوم خود آنحضرت صلعم نے ایک حدیث میں ایک مثال سے بیان فرمایا ہے۔ آپ سے کسی شخص نے سوال کیا کہ تقویٰ کیا ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ جب تم گھنی خاردار جھاڑیوں میں سے گذرتے ہو کیا کرتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ میں اپنے کپڑوں کو اس طرح سمیٹتا ہوں کہ کانٹوں میں اُلجھ کر پھٹ نہ جائیں اور اپنے جسم کو کانٹوں سے بچا بچا کر بڑی احتیاط کے ساتھ گذرتا ہوں کہ زخمی نہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا یہی مطلب تقویٰ کا ہے۔ دنیا کی زندگی گناہ کی خاردار اور گھنی جھاڑیوں سے پُر ہے تم اس میں سے اس طرح احتیاط سے گذرو کہ نہ تمہارے کپڑے پھٹیں اور نہ تمہارا جسم زخمی ہو۔ یعنی تمہاری روح پر گناہ کی وجہ سے کوئی خراش اور زخم نہ آئے۔ اسی لئے اس زمانے میں حضرت صاحب نے بھی اپنی کتابوں میں جگہ جگہ تقویٰ پر بڑا زور دیا ہے اور اپنی بعثت کی غرض ہی تقویٰ قرار دی ہے۔ اپنے آپ کو بار بار اس بات کی یاد دہانی کرانا اور اس طرف توجہ دلانا نہایت ضروری ہے۔

آپ نے فرمایا کہ پچھلے جمعہ میں میں نے تقویٰ کے اس پہلو کا ذکر کیا تھا کہ تم اپنے مالوں کو حرام طریقے پر نہ کھاؤ اور نہ رشوت دے کر حاکموں تک اس لئے پہنچو کہ کسی دوسرے کا مال ناحق طور پر حاصل کرکے کھاؤ۔ اس سلسلہ میں میں نے امت کے بعض اولیاء اور صلحاء کا ذکر کیا تھا کہ حلال اور حرام میں تمیز کے متعلق ان کی نظر کتنی باریک تھی۔ وہ اس راز سے واقف تھے کہ پیٹ میں ذرہ بھر بھی حرام ہو تو تقویٰ پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی دُعا قبول ہوتی ہے۔ ہمارے اس زمانے میں تو حرام و حلال کی تمیز بالکل ہی مٹ گئی ہے۔ حرام بھی حلال ہی سمجھا جاتا ہے اس لئے تقویٰ مفقود ہے۔

آج جو آیات میں نے پڑھی ہیں ان میں بھی تقویٰ کی ایک اور باریکی کا ذکر ہے۔ سورۃ النساء کی جو آیت میں نے پہلے پڑھی ہے اس کا ترجمہ ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو انصاف پر قائم ہونیوالے اللہ کے لئے گواہی دینے والے رہو۔ گو معاملہ تمہاری اپنی ذات یا ماں باپ اور قریبیوں کے خلاف ہو۔

اگر کوئی امیر ہو یا غریب تو اللہ (تمہاری نسبت) دونوں کا زیادہ خیر خواہ ہے۔ سو تم خواہش کی پیروی نہ کرو تاکہ عدل کر سکو اور اگر تم پیچ دار بات کرو یا حق سے اعراض کرو تو یقیناً جو تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے (النساء ۱۳۵)۔ یہ تقویٰ کا بڑا مشکل مقام اور نہایت باریک راہ ہے۔

اپنی ذات، ماں باپ، قریبیوں، رشتہ داروں، دوستوں، امیروں کا لحاظ کرتے ہوئے یا اُن کے دباؤ میں آکر یا ان سے رشوت لے کر اور غریبوں پر رحم کھا کر اُن کے خلاف سچی گواہی دینے اور انصاف کے راستے سے ہٹ جانا تقویٰ کے خلاف ہے۔ یہ مشکل بات ضرور ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے۔ اور وہ مومن سے یہی چاہتا ہے۔

سورۃ المائدہ کی جو آیت میں نے پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ اس سے بھی بڑھ کر باریک بات کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کے لئے کھڑے ہونے والے انصاف کی گواہی دینے والے ہو جاؤ۔ اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم انصاف نہ کرسکو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ سے قریب تر ہے۔ اور اللہ کا تقویٰ کرو۔ اللہ اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔ (المائدہ ۵)

کسی دشمن قوم یا دشمن فرد کے ساتھ انصاف کرنا اور اللہ تعالیٰ کی خاطر اس کے حق میں انصاف کی گواہی دینا بہت ہی سخت اور کٹھن کام ہے۔ یہ تقویٰ کی کتنی باریک راہ ہے۔ اس زمانے میں جس طرح حلال و حرام میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہا۔ اسی طرح انصاف کا نام و نشان باقی نہیں رہا۔ اپنے اردگرد کے حالات پر نظر ڈالیں بے گناہ انسانوں کو محض معمولی اختلافات کی بنا پر جھوٹے مقدمات میں ملوث کیا جاتا اور پھر دھونس، دھاندلی اور لالچ کے ذریعے ان کے خلاف جھوٹی شہادتیں دلائی جاتی ہیں۔ گناہگار اور مجرم چھوٹ جاتے ہیں اور بے گناہ انسان سزا پا جاتے ہیں۔ اگر قرآن کریم کے ان کھلے کھلے احکامات کو اپنے لئے دستور العمل بنا لیا جائے تو قوموں اور افراد کی دشمنی دوستی میں بدل سکتی ہے۔ دنیا امن و سکون کی جگہ بن سکتی ہے۔ تمام فتنے اور فساد ختم ہو سکتے ہیں۔ ہر قسم کے جرائم کا خاتمہ ہو سکتا ہے لیکن مسلمان قوم جس کے پاس قرآن جیسا روشنی کا مینار ہے وہ بھی اس سے محروم ہے کیوں کہ اس نے چھلکا تو لے لیا ہے مگر اس کی روح اور مغز کو چھوڑ دیا ہے۔ دنیا حق و انصاف کے راستے سے اس لئے بھٹک گئی ہے کہ اس نے "دروغ مصلحت آمیز" کو اختیار کر لیا ہے اور سچائی کے راستے کو ترک کر دیا ہے۔ شیخ سعدی کے اس قول کو کہ "دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز"، پر عمل کو قرآن کے اس حکم پر کہ "قولوا قولا سدیدا" ترجیح دے دی ہے حالانکہ "دروغ مصلحت آمیز"، سے تو فتنہ و فساد کھڑا ہو سکتا ہے لیکن صداقت سے ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم تو ہمارے سامنے "صدیقیت" کا آئیڈیل پیش کرتا ہے۔ یہ مقام اس وقت حاصل ہوتا ہے۔ جب انسان کی زندگی کا ہر لمحہ سچ بولنے اور اس پر عمل کرنے میں گذرے۔ اس آیت میں "اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ"، آیا ہے انصاف کرو وہ تقویٰ سے قریب تر ہے۔

عالم اسلام آج جن مصائب سے دوچار ہے وہ اسی عدم تقویٰ کا نتیجہ ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا جس میں میری امت پر مصیبتوں کے دروازے کھل جائیں گے اور انہیں کوئی بند نہیں کر سکے گا۔ آجکل کے حالات پر غور کریں کیا مسلمانوں پر یہ دروازہ کھلا ہوا نہیں، اور کون ہے جو اسے بند کر سکتا ہے۔ مشرق وسطیٰ اور ہمارے قریب کے مسلمان ممالک میں کیا ہو رہا ہے۔ ایران عراق کی جنگ باوجود ساری کوششوں کے ختم ہونے میں نہیں آرہی بلکہ اس میں روز بروز شدت پیدا ہو رہی ہے تقویٰ سے دوری ہی اس کا باعث ہے۔ مسلمانوں نے خدا کو چھوڑ کر مخالفینِ اسلام سے اپنی مدد کے لئے اُمیدیں باندھ رکھی ہیں۔ اس کا منطقی نتیجہ آخر یہی ہونا ہے۔

ان حالات میں ہماری جماعت کو بھی اپنا فکر کرنا چاہیئے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس گئے گذرے زمانے میں بھی ہماری جماعت کی شہرت اچھی ہے کہ یہ لوگ دیانت دار ہیں جھوٹ نہیں بولتے جھوٹی گواہی نہیں دیتے لیکن میرے نزدیک یہ اندھوں میں کانے والی بات ہے۔ ہماری جماعت کبھی کسی زمانے میں جس مقام پر تھی اُس سے بہت نیچے آگئی ہے۔ ہمیں اس مقام کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ اور قرآن کریم کے بتائے ہوئے اس آئیڈیل کو حاصل کرکے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہیئے۔ اس سلسلے میں ہمارے سامنے حضرت صاحب اور آپ کے ساتھیوں کی مثالیں موجود ہیں۔ میرا اپنا مشاہدہ ہے کہ باوجود مخالفت کے احمدیوں کو مقدمات میں بطور گواہ پیش کیا جاتا تھا کہ یہ انصاف اور سچائی کے ساتھ شہادت دیں گے۔ اپنی اس شہرت کو دوبارہ حاصل کرنے اور برقرار رکھنے کی اشد ضرورت ہے۔ جو مسلمانوں پر یا ہمارے اپنے اوپر گذر رہی ہے ہم اس میں بے بس ہیں اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے لیکن یہ بڑے شکر کا مقام ہے کہ ہمارے دلوں میں کسی قسم کا خوف اور ڈر نہیں پیدا ہوتا۔ ہم میں سے جو بھی ہر قسم کی اذیت کے باوجود اس جماعت کے ساتھ چمٹا ہوا ہے لوگ اُسے دیوانہ سمجھتے ہیں۔ لیکن وہ دیوانہ نہیں فرزانہ اور عقلمند ہے۔ میں اپنے ان بھائیوں کو مبارکباد دیتا ہوں۔ ہم پر اللہ کا فضل ہے کہ ہم اس پر قائم ہیں۔ زمانے کی آزمائش میں ابھی تک ہمارے قدموں میں لغزش پیدا نہیں ہوئی۔ اور دنیا کی لعن طعن سے ہم خوفزدہ نہیں ہیں۔ ہمارے جو بھائی مجبور ہیں ان کے دلوں میں بھی یہ بات موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے۔ کہ "ادخلوا فی السلم کافۃ" تم پورے طور پر اللہ کی فرمانبرداری میں داخل ہو جاؤ۔ "لا الیٰ ھؤلاء و لا الیٰ ھؤلاء" والا رویہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ اپنے اوپر دو لعنتیں جمع نہ کرو۔ ایک دنیا کی اور دوسری اللہ کی۔ دنیا کی لعنت تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی لعنت تم نے اپنے اوپر وارد کر لی تو تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے اس لئے ہمیں دنیا کی لعنت کی ہرگز پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی لعنت سے بچنا چاہیئے۔

انسان کمزور ہے۔ اس سے غلطیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اور کمزوریاں بھی سرزد ہوتی رہتی ہیں ان کے لئے ہمیں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیئے اور اپنی غلطیوں پر اصرار نہیں کرنا چاہیئے۔ ہماری نجات اور خلاصی اسی میں ہے کہ ہم قرآن کریم کا جوأ پورے طور پر اپنی گردنوں میں ڈال لیں اور اپنے اللہ کو راضی کرنے کے لئے دن رات کوشش کرتے رہیں۔ کیوں کہ دنیا کے مقابلے میں وہی ہمارا ملجاء۔ وہی ہمارا مولیٰ اور وہی ہمارا ماویٰ ہے۔ وہ ہم سے راضی ہو تو کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور اگر وہ ناراض ہو جائے تو کوئی ہمیں بچا نہیں سکتا۔

* * * *

ارشاداتِ خداوندی

- "اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو"
- "اور جو تمہیں السّلام علیکم کہے اُسے یہ مت کہو کہ تو مومن نہیں ؟"

خطبۂ عید

فرمودہ نصیر احمد فاروقی صاحب، بتاریخ ۲۲ جولائی ۱۹۸۲ء بمقام مسجد جامعہ، دارالسلام، لاہور

والفجر ۝ ولیالٍ عشرٍ ۝ والشفع والوتر ۝ والیل اذا یسر ۝ ھل فی ذالک قسم لذی حجر ۝ .... یاَ یّتھا النّفس المطمئنّہ ۝ ارجعی الی ربّک راضیۃً مرضیّۃ ۝ فادخلی فی عبادی ۝ وادخلی جنّتی ۝ (سورۃ الفجر ۸۹ آیات ۱ تا ۵، اور ۲۷ تا ۳۰)

ترجمہ:۔ وہ گواہ ہے صبح اور دس راتیں اور دو اور ایک اور رات جب جاتی ہے۔ اس میں ان لوگوں کے لئے گواہی ہے جو نفس کے ہوا و ہوس سے اپنے آپ کو روکتے ہیں ...... اے نفس مطمئنّہ! لوٹ آ اپنے رب کی طرف۔ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ سو میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔"

میں نے سورۃ الفجر کی پہلی پانچ اور آخری چار آیات پڑھی ہیں۔ دراصل تو درمیانی آیات بھی زبردست تعلق رکھتی ہیں اور ابتدائی اور آخری آیات سے مل کر علم و معرفت کا ایک سمندر بن جاتی ہیں مگر میں اس عید کے مختصر خطبہ میں ان سب باتوں کو بیان نہیں کر سکتا۔

والفجر۔ پہلی گواہی دی صبح کی۔ یہ کون سی صبح ہے؟ مفسرین میں تقریباً اتفاق ہے کہ یہ عید کی صبح ہے۔ مگر کون سی عید کی؟ بہت سے مفسرین کا خیال ہے کہ یہ عید الضحےٰ ہے یعنی قربانی والی عید جو حج کے دس دن کے بعد آتی ہے۔ مگر میرے دل کو یہ تفسیر نہیں لگی۔ کیونکہ آگے دس راتوں اور دو، دو اور ایک کا ذکر ہے۔ اور حضور سرور کائنات صلعم نے نہ صرف رمضان المبارک میں آخری دس راتوں کی برکات کا ذکر فرمایا ہے جن میں کہ لیلۃ القدر جیسی عظیم الشان رات بھی آتی ہے۔ بلکہ حضورؐ نے "دو اور ایک" کی تفسیر بھی فرما دی کہ یہ تہجد کی نماز ہے جو دو دو اور بالآخر ایک رکعت کر کے پڑھی جاتی ہے۔ اس لئے میری حقیر رائے میں الفجر عید الفطر کی صبح ہے۔ اور اسی وجہ سے میں نے ان آیات کو آج پڑھا ہے۔

عید کی خوشی

عید کے معنی خوشی کے دن کے ہیں۔ بے شک کم و بیش خوشی ہر انسان کو اس دن ہوتی ہے مگر آپ نے وہ مقولہ سنا ہوگا کہ "عید تو دراصل بچوں کی ہوتی ہے"۔ اور یہ بالکل سچ ہے مجھ سے کئی مردوں اور عورتوں نے کہا ہے کہ یہ کیا بات ہے کہ ہمیں وہ خوشی جو بچپن میں عید کے دن ہوتی تھی اب نہیں ہوتی؟ میرا خود یہی حال ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بچپن میں مجھے عید کے دن کیا زبردست خوشی ہوتی تھی مگر بچہ کو عید کے کسی اخلاقی اور روحانی پہلو کے لحاظ سے خوشی نہیں ہوتی۔ اس کی خوشی کی وجہ خالصتاً مادی ہوتی ہے۔ مجھے اپنا یاد ہے کہ وہ سستے دن تھے تو ہر عید پر نیا جوڑا سلتا تھا۔ نیا جوتا ملتا تھا۔ عیدی ملتی تھی۔ سوّیوں کا جو مزہ بچپن میں آتا تھا اب نہیں آتا۔ پھر میلہ پہ بھی بچے جاتے تھے۔

مگر غور فرمایئے کہ بچہ کی تمام خوشیاں جہاں عید کا دن ختم ہوا اور وہ بھی ختم ہو جاتی ہیں بڑوں کی جیسی کیسی خوشی ہوتی ہے وہ بھی عید کا دن ختم ہونے پر ختم ہو جاتی ہے اور پھر وہی دنیا کے ہموم اور غموم انسان کو گھیر لیتے بلکہ چمٹ جاتے ہیں۔

دنیاوی خوشیاں

یہی حال دنیا کی تمام خوشیوں کا ہے۔ انسان کی سب سے بڑی ہوس اور خوشی کھانے پینے میں ہے مگر دیکھ لیجئے کہ کھانے پینے کی خوشی صرف اُن چند لمحوں کی ہوتی ہے جو دو کھانا یا پینا زبان پر رہتا ہے۔ جہاں زبان سے اُترا اور وہ خوشی ختم۔ یہی حال دنیا کی تمام خوشیوں کا ہے۔ آجکل سینما یا کرکٹ میچ دیکھنے کا جنون ہے۔ سو جہاں فلم ختم ہوا یا میچ ختم ہوا اور وہ خوشی ختم ہو جاتی ہے۔

ایک بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جسے ہم خوشی یا PLEASURE کہتے ہیں وہ سچی خوشی یا HAPPINESS نہیں ہوتی۔ سچی خوشی کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ پھر جو ظاہری خوشیاں ہوتی ہیں وہ نہ صرف عارضی ہوتی ہیں بلکہ ان کے متعلق یونانی فلاسفروں اور علم الاخلاق یا ETHICS والوں کا مسلمہ اصول ہے کہ THE MORE YOU SEEK PLEASURE THE LESS YOU GET IT

یعنے ان ظاہری خوشیوں کی جتنی آپ جستجو کریں گے اُتنا ہی وہ کم ملتی ہیں۔ شراب پینے والے اسی لئے دن بدن زیادہ پینے لگتے ہیں۔ یورپ و امریکہ نے شہوت پرستی کی خوشی کی دن رات جستجو نے ان میں سے افراط کرنے والوں کے لئے اب فطرتی تعلقات میں خوشی باقی نہیں رہنے دی اور اب وہ خلافِ فطرت افعال اور دُوسرے تعیشات میں اس خوشی کو ڈھونڈھتے ہیں۔ اور یوں حیوانوں سے بھی بدتر ہو گئے ہیں کیونکہ حیوان کبھی خلافِ فطرت افعال نہیں کرتا۔

یہی حال دولت سے راحت کی تلاش کرنے والوں کا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ مجھے جو پہلے سینکڑوں کے ملنے سے خوشی ہوتی تھی اب ہزاروں کے ملنے سے نہیں ہوتی۔ دنیا کی خوشیاں تو درپردہ ھل من مزید کی آگ اپنے اندر رکھتی ہیں۔

اطمینانِ قلب

اصل خوشی اور ہمیشہ رہنے والی خوشی اطمینانِ قلب میں ہے۔ اسی لئے انسان قرآن حکیم پر نثار ہو جاتا ہے کہ اس سورت کو ختم کیا ہے یاَ یّتھا النفس المطمئنّۃ کے ذکر پر کہ وہی پاک انسان اس دنیا میں دل کی جنت میں اور آخرت میں ظاہری جنت میں بھی داخل ہو جاتا ہے۔ غور کریں کہ جس کا دل جنت میں ہو وہ اس دنیا میں بھی خوش رہتا ہے اگرچہ ظاہر میں اُسے باغ اور نہریں اور محلات اور دُوسری نعمتیں نہ بھی میسّر ہوں۔ اور جس کا دل جہنم میں ہو وہ دولت اور کوٹھی اور باغ اور نہر (جیسی لاہور میں شالامار باغ میں ملتی ہے) اور کھانے پینے کے سامان کے باوجود جہنم میں ہوتا ہے۔

اور جن لوگوں کو اطمینانِ قلب کی جنت نصیب ہو جائے وہ اس سے کبھی نہیں نکلتے اور کیسے نکل سکتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کا فرمان کبھی غلط نہیں ہو سکتا کہ وما ھم عنھا بمخرجین یعنے جنت میں داخل ہونے والے اس سے کبھی نکالے نہیں جائیں گے۔ دِل کی جنت ہی وہ جنت ہے جس کا وعدہ

قرآنِ حکیم میں ولمن خاف مقام ربہٖ جنّتان کی دو جنّتوں میں ایک کا ہے۔ سب مفسرین کا اتفاق ہے کہ ان دو جنّتوں میں سے ایک اس دنیا کی جنت ہوتی ہے۔ اور اس جنت کے حقدار انبیاء، اولیاء اللہ اور صالح لوگوں سے کون بڑھ کر ہو سکتا ہے۔ تو انہیں کون سے باغ اور نہریں اور محلّات اور دوسری نعماء جن کا جنت کے بارہ میں ذکر ہے اس دنیا میں ملتی ہیں؟ مگر انہیں دل کی جنت ضرور مل جاتی ہے۔ اسی کی طرف اشارہ حضرت امام الزمان کے شعر میں ہے ؎

گوشِ دلم بجانبِ تکفیرِ کس کجاست + من مست جام ہائے عنایاتِ دلبرم

تو اطمینانِ قلب یا نفسِ مطمئنّہ کی بیش بہا نعمت کیسے مل سکتی ہے؟

تین طریقے

قرآنِ حکیم پر انسان غور کرے تو اُس پر ہزار جان سے قربان ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہیں سورۃ الفجر میں اس ابدی خوشی کو پانے کی تین راہوں کا ذکر فرما دیا۔ اول تو ولیال عشر ۵ والشفع والوتر ۵ میں مذکور ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب دوسری جگہ فرمایا ہے کہ سن لو کہ خدا کی یاد سے قلوب اطمینان پاتے ہیں۔ ویسے تو یادِ الٰہی تمام نمازوں میں یا دوسرے اوقات میں ہو سکتی ہے۔ مگر جو اس کا اصل مزہ رمضان المبارک کی آخری دس راتوں میں تہجد کی نماز میں ملتا ہے کبھی نہیں ملتا۔ حضرت امیر مرحوم تو فرمایا کرتے تھے کہ اپنی دن کی پانچ نمازوں میں مزہ چاہتے ہو تو تہجد کی نماز پڑھو۔ اُس کا سرور دن کی نمازوں میں بھی چلا چلتا ہے۔ مگر تہجد کی نمازوں میں رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی راتوں میں اللہ تعالیٰ کے آگے گرنے میں جو سرور انسان کو ملتا ہے خصوصاً لیلۃ القدر کی رات کو کہ وہ جب بھی ہو انسان کا دل خُدا کے آگے اس طرح پگھلتا ہے جس طرح آگ پر مکھن اور سجدہ سے انسان کا سر اُٹھانے کو دل چاہتا ہی نہیں، وہ کبھی نہیں ملتا۔ روزوں کے سخت مجاہدہ کے بعد جب انسان پچھلی رات کا بھی آرام چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے آگے گرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آکر اُسے یادِ الٰہی کے سرور سے مالا مال کر دیتی ہے۔

مصائب و آزمائش

تو انسان کی نفس کشی کا پہلا مؤثر طریق تو روزوں کے مجاہدہ کے بعد پچھلی رات کی آخری آرام دہ نیند کو بھی قربان کر دینے میں ہے۔ دوسرا طریق اس قربان ہو جانے کے قابل کتاب نے والیل اذا یسر کے سادے الفاظ میں بیان فرمایا۔ رات کا لفظ دنیا کی تمام زبانوں میں تکالیف۔ دکھوں آزمائشوں کے اوقات کے لئے آتا ہے۔ اسی کو حضرتِ اقدس نے اپنے شعر میں بھی استعمال فرمایا۔ ؎

دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں پر ہم پر رات ہے + اے میرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار

تو قرآنِ حکیم نے فرمایا کہ مصائب، آزمائشوں اور غموں کے آنے میں بھی انسان کا تزکیۂ نفس ہوتا ہے۔ اور یہ زبردست صداقت ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کو جو میرے دل اور میرے باطن کی گہرائیوں سے باخبر ہے گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے روزہ اور نماز سے بڑھ کر دکھوں اور مصائب اور آزمائشوں کو مفید پایا اپنے نفس کے تزکیہ کیلئے۔ تو یہاں الفاظ اذا یسر کے دو سادے الفاظ میں کیا زبردست تسلی دی۔ کہ رات خواہ وہ کتنی ہی لمبی ہو بالآخر چلی جاتی ہے اور جب جانے لگتی ہے تو گواہی دے جاتی ہے کہ میں تو عارضی تھی، میں نے تو بالآخر جانا ہی تھا۔ جب مصائب اور آزمائشیں آتی ہیں تو وہ غم کی رات یا دُکھ اور بے چینی کی رات کی طرح لمبی بلکہ کبھی ختم نہ ہو جانیوالی معلوم دیتی ہیں مگر بالآخر وہ ختم ہو جاتی ہیں۔

اِن پاک الفاظ میں انسان کو تسلی دی کہ دکھوں اور آزمائشوں کو حوصلہ اور صبر سے سہو کہ بالآخر وہ ٹل جائیں گے۔ میں اپنی جماعت کو خاص طور پر توجہ دلاتا ہوں کہ ۱۹۷۴ء کے بعد جو ہم پر رات آئی ہے اس سے گھبرائیں نہیں بلکہ حوصلہ اور صبر سے سہیں۔ دنیادار سے دنیادار انسان بھی دکھوں اور آزمائشوں میں اللہ تعالیٰ کے آگے گرتا ہے، ہم جو دین دار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ہمیں تو سوائے اُس دروازہ کے اور کوئی جگہ ہی نہیں جہاں ہم اپنا سر رکھ دیں اور اپنے گناہوں اور کمزوریوں کے لئے مغفرت اور معافی کے طالب ہوں۔ یہ رات انسان کو خدا سے نزدیک کرنے اور باطنی تزکیہ و تطہیر کے لئے آتی ہے۔

تیسرا طریقہ

تیسرا طریق ھل فی ذالک قسمٌ لذی حجر میں بیان فرمایا۔ ذی حجر کے معنی ہیں وہ انسان جو اپنے نفس کو اُس کے ہوا و ہوس سے جو انسان کو نیچے کی طرف لے جانے والے ہوتے ہیں روکتا ہے۔ اسی کا دوسرا نام تقویٰ ہے جس کی طرف قرآنِ پاک نے، رسول اللہ صلعم نے اور اس زمانہ کے امام نے بھی بار بار توجہ دلائی ہے۔

آپ کو یاد ہوگا کہ حضرتِ اقدس نے اپنے مشہور لیکچر "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں کیا معرفت کی بات فرمائی تھی کہ انسان کی باطنی حالتیں تین ہیں۔ اول تو نفسِ امّارہ کی حالت جو کہ حیوانی حالت ہے کہ جس طرح حیوان جو اس کے اندر سے جذبات یا خواہشات پیدا ہوتی ہیں انہیں پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے، انسان جو جسم کے معاملہ میں حیوانوں سے اشتراک رکھتا ہے اپنے اس حیوانی جسم کے جو حیوانی جذبات یا خواہشات پیدا ہوں انہیں پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے نہ تو حیوان کو اخلاقی قدروں کی پرواہ ہوتی ہے نہ ایسے انسان کو۔

مگر جب انسان تقویٰ کی راہوں پر قدم مارتا ہے تو اس کے باطن میں روحانی اور حیوانی قوتوں میں جنگ شروع ہو جاتی ہے اور انسان کا نفس اُسے اس کی غلطیوں پر ملامت کرنے لگتا ہے یوں انسان کی اصلاح شروع ہو جاتی ہے۔ اور وہ آہستہ آہستہ حیوانی حالت سے اخلاقی حالت کی طرف ترقی کرتا ہے۔

اور بالآخر جب حیوان انسان کی رُوح کا مکمل طور پر فرمانبردار ہو جائے اور روحانی قدریں حیوانی جذبات اور خواہشات پر غالب آجائیں تو پھر انسان کے اندر کی کشمکش ختم ہو جاتی ہے اور انسان کا نفس نفسِ مطمئنہ کے اعلےٰ مقام پر پہنچ جاتا ہے جس سے انسان کے اندر جنت ہمیشہ کے لئے پیدا ہو جاتی ہے۔

درمیانی آیات

سورۃ الفجر کی درمیانی آیات جن کو میں نے وقت کی کمی کے باعث چھوڑ دیا ان میں تاریخ سے اور انسان کے باطن کے حال سے گواہی دی ہے کہ انسان جو ظاہری خوشیاں ڈھونڈھتا ہے بادشاہت (آجکل وزارت) یا باغِ ارم کے باغات نہروں اور محلات سے اور اپنی حفاظت کے لئے قلعے بناتا یا فوجیں اکٹھی کرتا ہے یا دولت کے اُوپر سانپ کی طرح کینچلی ڈال کر بیٹھ جاتا ہے تو یہ سب چیزیں نہ تو اسے دنیا میں ہمیشہ کی خوشی نصیب کر سکتی ہیں نہ آخرت میں۔ بلکہ دنیا میں بھی باعثِ عذاب بن جاتی ہیں اور آخرت میں تو سخت عذاب

کی شکل اختیار کرلیں گی۔ سلطنتوں اور فوجوں والوں نے ماضی میں بھی اور آج افغانستان اور لبنان میں بھی سرکشی اور فساد مچا رکھا ہے۔ سرکشی نہ صرف اخلاقی اور روحانی قدروں کے بلکہ بین الاقوامی اداروں مثلاً یو۔این یا سیکورٹی کونسل کے فیصلوں سے۔ اور دولت پرستی آج بھی دنیا کا سب سے بڑا اور سب سے عام شرک بن گیا ہے۔ فرمایا کہ یہ نہ سمجھنا کہ ان کا سخت محاسبہ اور سخت عذاب نہ ہوگا۔ اس ہولناک دن کی تصویر انہی آیات میں پڑھنے سے انسان کے دل میں خوف سے اضطراب پیدا ہو جاتا ہے۔

فرمایا کہ اس دن صرف وہی نفس مطمئنہ والے ہوں گے جو امن میں ہوں گے اور جن کو اللہ تعالیٰ فرمائے گا یٰایتها النفس المطمئنة ٥ ارجعي الى ربك راضية مرضية ٥ فادخلي في عبادي ٥ وادخلي جنّتي ٥

میری دعا ہے کہ آپ سب اُن خوش نصیبوں میں سے ہوں اور مَیں نا اہل بھی۔ اے اللہ ہماری اس تمنّا کو پورا فرما اور ہمیں نفسِ مطمئنہ کو پانے کے راستہ پر چلنے میں مدد فرما۔ آمین یا رب العالمین۔

* * *

بقیہ آمد ۸ صفحہ نمبر (۸) سے آگے

نے فرمایا ہے من لم يدع قول الزور فليس لله حاجة ان يدع طعامه وشرابه اگر کوئی شخص روزے میں جھوٹ نہیں چھوڑتا تو خدا کو اس کی حاجت نہیں ہے کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے اسی طرح اخلاقی بیماریوں سے بچاؤ کا بھی روزہ علاج ہے۔

آخری عشرہ رمضان میں اعتکاف سنت کفایہ کی حیثیت رکھتا ہے اور معتکف ہونے والا شخص اپنے اوقات کو تلاوت قرآن پاک قوم اور ملک کی اچھائی کے لئے دعائیں کرتا اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم پر درود و سلام میں کثرت کرتا ہے۔ یہ بات نہ صرف اس کی روحانی اصلاح کے لئے مفید ہوتی ہے بلکہ اس کی برکات ساری قوم کے لئے ہوتی ہیں اور آخری عشرہ رمضان کو عتق من النیران فرمایا گیا کیونکہ انسان پہلے دو عشروں سے محض اللہ کی رحمت اور بخشش اس تیسرے دھائے میں داخل ہوتا ہے اس لئے گویا وہ جہنم سے نجات پاگیا۔

دنیا سے انقطاع اور خُدا کے کلام کی طرف توجہ

قرآن پاک ہدایات کا مجموعہ ہے اور ایسی ہدایات ہیں کہ وہ انسان کو ظلمت سے نور کی طرف کھینچ لاتی ہیں جس سے حق و باطل میں امتیاز اور فرق واضح ہو جاتا ہے۔ اور انسان گمراہی سے بچ نکلتا ہے۔ یہ مادیت کا دور ہے اور تمام دنیا مادی مسابقت میں بڑھ رہی ہے۔ اور انسان کے سامنے محض دنیا ہی دنیا ہے خُدا کا تصور کمزور پڑ گیا ہے۔ اور لوگ سوال کرتے ہیں کہ خدا کہاں ہے؟ اگر وہ خدا کا کلام پڑھیں اور اپنے اعمال کو درست کریں اور خدا پر ایمان لائیں تو خدا کو پا سکتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے:۔

اذا سئلك عبادي عنّي فاني قريب ، اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو اُن سے بتا دے کہ میں قریب ہی ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خُدا سے دیکھنے کی خواہش کی رب ارني انظر اليك تو جواب ملا لن تراني تم مجھے ان ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے۔ اُن مادی آنکھوں سے جلواتِ خداوندی کو برداشت نہ کر سکے فلما تجلى ربه للجبل جعله دكًّا وخرّ موسى صاعقه

جب پہاڑ پر خدا کی جلوہ گری ہوئی تو موسےٰ علیہ السلام پر بے ہوشی طاری ہوگئی لیکن نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم نے اپنی روحانی آنکھوں سے خدا کا مشاہدہ قریب تر ہو کر کیا۔ خدا ہمیشہ سے اپنے انبیاء اور اولیاء سے بھی ہمکلام ہوتا رہا ہے۔ اور ہوتا ہے گا شرط طلب ہے۔ اگر کوئی انسان خُدا سے ہمکلام ہونا چاہتا ہے تو وہ اپنی اصلاح کرے۔ اپنے آپ کو پاک کرے تب ہی اس پاک ذات سے تعلق قائم کر سکتا ہے۔

"جب کوئی شخص ہمارے لئے جدوجہد کرتا ہے تو ہم اس کو اپنی طرف آنے کی راہ دکھا دیتے ہیں"۔ لیکن اس کے لئے اپنی زندگی کا ہر پہلو خدا کے لئے وقف ہونا چاہیئے۔ قل ان صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العالمين کہہ دے میری نماز میری قربانی میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ وبذلك امرت وانا اول المسلمين اور مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے۔ اور میں پہلا فرمانبردار ہوں۔ اور پھر اس پر استواری بھی ضروری ہے ان الذين امنوا ثم استقاموا تتنزل عليهم الملئكة جو لوگ ایمان لائے اور پھر استقامت دکھاتے ہیں ان پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے یعنی خدا سے انسان ہمکلام ہوتا ہے۔

اعتکاف اور لیلۃ القدر کی برکات

اس ماہ مبارک میں لیلۃ القدر بھی ہے جیسا کہ ارشاد ہے انا انزلناه في ليلة القدر ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل کیا ہے۔ اس رات کی فضیلت قرآن پاک میں یوں بیان ہوئی ہے کہ وہ رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتوں اور روح القدس کا نزول ہوتا ہے اور وہ طلوع فجر تک سلامتی کی برکات کا باعث ہوتی ہے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ یعنی ان راتوں کو زیادہ سے زیادہ وقت خدا کی یاد میں بسر کرو۔ تو تم خدا سے ہمکلام ہونے کا شرف پا سکتے ہو۔ خدا کو ہم ان مادی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بھی روحانی آنکھوں سے خدا کو دیکھا تمام انبیاء سے قریب تر ہو کر دیکھا۔ اب خُدا کو پانے کے لئے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کی اتباع اور پیروی ضروری ہے

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله کہہ دو کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا۔

بعض حلقوں میں ختم نبوت کا مطلب آجکل یہ پیدا کیا جا رہا ہے کہ خدا کے کلام کرنے کی صفت معطل ہے۔ اور اب وہ اپنے بندوں سے کلام نہیں کرتا۔ حالانکہ یہ تصور آیات بالا کے خلاف ہے۔ اور جو آدمی اس بات کا قائل ہو کہ خدا کے ساتھ ہمکلامی ہو سکتی ہے اُسے دائرۂ اسلام سے خارج اور ختم نبوت کا منکر خیال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ امتِ محمدیہ میں لاکھوں ولی ہوئے ہیں جنہیں خُدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا ہے

خُدا نے ہر صدی کے سر پر مسلمانوں کی اصلاح کے لئے مجددین بھیجے اور انہیں خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا۔ اسی چودہویں صدی میں حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی خدا کی طرف سے مجدد تھے اور انہوں نے ہزاروں نشانات دکھا کر اس بات کا ثبوت دیا کہ وہ منجانب اللہ ہیں اور انہیں خدا سے ہمکلامی یعنی وحی ولایت کا شرف حاصل ہے۔ چونکہ یہ یاجوج ماجوج اور دجال کا زمانہ ہے اس لئے ایسے زمانے کے لئے ایسے ہی بندۂ خدا کی ضرورت تھی اور حضرتِ اقدس نے دنیا کے لوگوں کو چیلنج کیا لیکن کوئی مقابلہ پر نہ آیا۔ یاد رکھو جس سے خدا ہمکلام ہوتا ہے اسے انی قریب کا نظارہ دکھا دیتا ہے اور وہ لوگ مبارک ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی ذات سے وابستگی ہے اور وہ خدا سے ہمکلامی کا یقین رکھتے ہیں۔ ذہنی اور جسمانی طور پر انفرادی اور اجتماعی طور پر خدا کے احکام کی روشنی میں اپنی اصلاح کرتے ہیں۔

پاکیزگی یا ضبط نفس کا سبق، بعض جسمانی و ذہنی عوارض کا سدّباب اور

اخلاقی و روحانی اُمور میں ترقی پذیری، روزوں کے مقاصد ہیں

مخلوقِ خُدا سے سچی ہمدردی اور خالقِ حقیقی سے زندہ تعلق

ختمِ نبوت کا مطلب ختمِ وحی ولایت نہیں بلکہ تعلق باللہ یا خُدا سے ہمکلامی ہی خدا کی زندہ ہستی اور دینِ اسلام کے زندہ دین ہونے کا ثبوت ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب - درجامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور) ——— رپورٹ :- مکرم مولوی شفقت رسول خاں صاحب

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدًی للناس و بینٰتٍ من الھدٰی والفرقان ج ...... ولتکملوا العدۃ و لتکبروا اللہ علٰی ما ھدٰکم ولعلکم تشکرون

واذا سئلک عبادی عنی فانی قریب ...... لعلھم یرشدون (البقرہ ۱۸۵ تا ۱۸۶)

ترجمہ:- رمضان کا مہینہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن پاک کے نزول کی ابتداء ہوئی۔ اور یہ قرآن انسانوں کے لئے ہدایت ہے بینٰت من الھدٰی والفرقان ہدایت کے دلائل اور حق و باطل میں تمیز و تفریق کرنے والا ہے۔ فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ جو تم میں سے اس مہینے کو پائے تو اسے چاہیئے کہ وہ اس ماہ کے روزے رکھے۔ ومن کان مریضًا او علٰی سفر فعدۃ من ایام اُخر اور جو بیمار ہو یا مسافر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرے یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر خدا تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے مشقت میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ و لتکملوا العدۃ اور تمہیں چاہیئے کہ گنتی کو پورا کرو۔ و لتکبروا اللہ علٰی ما ھدٰکم ولعلکم تشکرون اور اللہ کی بڑائی کرو اس لئے کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور تاکہ تم شکر کرو۔ واذا سئلک عبادی عنی فانی قریب لعلھم یرشدون ○ جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو میں تو قریب ہوں دُعا کرنے والے کی دعا کو جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں۔ تو چاہیئے کہ میری فرمانبرداری کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

میں نے گذشتہ جمعہ کو عرض کیا تھا کہ دین کی عمارت دو ستونوں پر قائم ہے۔ یعنی خدا سے تعلق اور اس کی مخلوق سے ہمدردی اور شفقت اور رمضان کے روزے ان دو باتوں کی کھلے طور پر وضاحت کرتے ہیں کیونکہ روزہ رکھنے والے لوگوں کو جہاں روزہ کی وجہ سے لوگوں کی بھوک اور پیاس اور ناداری کا احساس ہوتا ہے روزہ دار کو اپنے روزوں کا فدیہ فطر بھی دینا ہوتا ہے جو مساکین کے لئے ہے۔ اور اس طرح سے جو لوگ روزہ میں مستقل طور پر مشقت پاتے ہیں انہیں حکم ہے کہ وہ ایک مسکین کو کھانا فدیہ دیں۔ روزہ ریاضت ہے جس سے بدن پر تکلیف وارد کی جاتی ہے تاکہ فاقہ کشی کا احساس پیدا ہو۔ یہ تکلیف بھی مالایطاق نہیں ہوتی بلکہ اس سے انسان کی انفرادی اصلاح اور تزکیۂ نفس ہوتا ہے۔ اسی کی وضاحت کے لئے ارشاد ہے کہ ان تصوموا خیر لکم روزہ رکھو کہ اس میں تمہاری بہتری ہے۔

آج سے ایک سو سال پہلے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ روزہ رکھنا ایک لغو خیال ہے اور اسلام میں یہ ایک تکلیف دہ رکن ہے۔ آدمی کو بھوک پیاس سے صرف تکلیف کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور یہ ایک غیر مفید عمل ہے لیکن اب طبّی سائنس نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ بہت سی امراض زیادہ کھانے اور کثرت تفکرات کے باعث ہوتی ہیں۔ طلب زر اور اقتدار اور برتری کی خواہش دماغ پر تفکرات کا ہجوم کر دیتی ہے یوں انسان قلبی اور دماغی امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور بلڈ پریشر کی وجہ سے دل کی شریانیں کمزور پڑ جاتی ہیں یہ تفکرات کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جہاں قلبی اور دماغی امراض سے بچاؤ کے لئے تفکرات سے گریز کرنا ضروری ہے وہاں جسمانی امراض سے بچنے کے لئے کسی حد تک فاقہ کشی ضروری ہے ہمارے ہاں امراض کی وجہ زیادہ کھانا پینا ہے۔ اگر ہم اپنے کھانے پینے اور تفکرات کو حد اعتدال میں رکھیں تو یہ جسمانی اور روحانی امراض کے سدباب کے لئے مفید ہے۔

ماہ صیّام میں خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کی ضرورت

جب تک انسان کی توجہ کسی امر کی جانب پورے طور پر نہیں ہوتی اور وہ اس کے لئے پوری کوشش نہیں کرتا مفید نتائج برآمد نہیں ہوتے۔ چنانچہ جو طالب علم اپنی توجہ پُوری طرح امتحان کی تیاری میں صرف نہیں کرتا وہ عمدہ نتائج حاصل نہیں کر سکتا۔ اگر وہ اپنے امتحانی نصاب پر پورا دھیان دے اور دیگر کھیل کود اور تفریحی مشاغل کم کر دے تو یقینًا وہ حصولِ علم میں ترقی کرے گا اور دگرنہ اس کے برعکس ترقی علم میں کمزور رہ جائے گا۔ متحدہ ہندوستان میں ہندو بچے مسلمانوں کی نسبت زیادہ محنت کرتے تھے اسی لئے وہ مسلمانوں کی نسبت زیادہ قابل اور حکومت کے اداروں میں ملازمت کرتے تھے جبکہ مسلمان کھیل کود اور علم سے غفلت کی وجہ سے اعلےٰ عہدوں سے محروم رہتے تھے۔

روزوں کا حکم رمضان کے مہینے کے لئے ہے اور رمضان کے مہینہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں قرآن پاک اترنا شروع ہوا اس لئے یہ حکم ہے کہ رمضان میں قرآنِ پاک کی کثرت سے تلاوت کی جائے چنانچہ تراویح کے اندر پورے قرآن پاک کی تلاوت اور سماعت ہوتی ہے۔ اور قرآن پاک ختم کیا جاتا ہے۔ اس سے خدا کی طرف توجہ منعطف ہوتی ہے اور یہ روحانی اور اخلاقی طور پر نہایت ہی عمدہ نتائج کی حامل ہے اور کھانے پینے میں کمی کی توجہ کے ساتھ ساتھ اخلاقی امراض فریب۔ جھوٹ۔ دھوکا۔ غیبت۔ خیانت اور فضول قیل و قال اور بحث و تجسس اور بدنظری کو ترک کرنے کی کوشش کی جائے تو یقینًا اس کا اخلاقی اعمال کی درستی پر خوشگوار اثر پڑے گا۔ اسی لئے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم

(بقیہ ص۔۔ پر)

خطبات جمعہ مورخہ ۲۵ جون و ۲ جولائی ۱۹۸۲ء فرمودہ حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ بمقام مسجد دارالسعید، ایبٹ آباد

نوٹ:- چونکہ دونوں خطبات کا مضمون ایک ہی تھا اِس لئے تسلسل قائم رکھنے کے لئے دونوں کو ایک ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

خُطبۂ جمعہ مؤرخہ ۲۵/۶/۸۲

تشہد و تعوذ کے بعد آپ نے سورہ البقرہ کے ۲۳ ویں رکوع کی آیات "یا ایہا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام .... لعلکم تشکرون (۱۸۳ تا ۱۸۵) کی اور فرمایا کہ ان آیات میں جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے روزوں کا فلسفہ، حکمت، ان کے متعلق کچھ قوانین اور ماہِ رمضان کی خصوصیت اور فضیلت بیان فرمائی ہے۔ بچوں کے فائدے اور دوسرے حاضرین کی یاد دہانی کے لئے میں ان آیات کا ترجمہ اور ان کی تھوڑی سی تفصیل بیان کرتا ہوں۔

پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ:-

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے لئے روزے ضروری ٹھہرائے گئے ہیں جیسے کہ ان لوگوں کے لئے ضروری ٹھہرائے گئے جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی ہو۔"

اِس آیتِ کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا کی تمام قوموں میں بھی جو پہلے گذر چکی ہیں ہادی اور پیغمبر تشریف لائے اور انہوں نے اپنی اپنی قوم کو ایک ہی دین سکھایا یعنی ایک خدا پر ایمان اور اُس کے احکامات کی فرمانبرداری۔ آج جو ہمیں مختلف مذاہب میں اختلافات نظر آتے ہیں یہ زمانے کے گذرنے کے ساتھ ساتھ بعد میں پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات میں سے ایک حکم روزے کا بھی تھا اِسی لئے فرمایا کہ روزے صرف تمہارے لئے ہی ضروری نہیں ٹھہرائے گئے بلکہ پہلی قوموں کے لئے بھی فرض کئے گئے تھے۔ دوسری قوموں میں سے عیسائیوں نے تو روزے چھوڑ دیئے ہیں۔ یہودیوں اور ہندوؤں میں روزے ہیں لیکن ان کی شکل و صورت بھی ہمارے روزوں سے مختلف ہے۔

روزوں کی غرض کیا ہے؟ ان کی غرض یہ ہے کہ تم میں تقویٰ یا نیکیوں کی قوت پیدا ہو اور اُن چیزوں سے جو تمہیں تقویٰ کے راستے سے دُور لے جانے والی اور تمہارے لئے مضر ہیں اُن سے بچو۔

اس سے اگلی آیت میں کچھ قوانین بیان فرمائے ہیں کہ روزوں کے دن چند گنتی کے دن ہیں پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اور دنوں سے گنتی پوری کی جائے۔ یعنی بیماری اور سفر کی حالت میں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔ اس رعایت سے کوئی فائدہ اٹھانا چاہے تو اُٹھا سکتا ہے مگر جتنے دن روزہ نہیں رکھے گا اسے اتنے دن روزہ بعد میں رکھنا ہوگا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر سفر اور بیماری کی حالت میں بھی کوئی روزہ رکھنے میں مشقت نہ پاتا ہو اور روزہ رکھ لے تو یہ کوئی گناہ نہیں۔ آجکل کا سفر کوئی سفر نہیں، سفر کے دوران میں ہر قسم کی سہولتیں میسر ہوتی ہیں یونہی سفر کا بہانہ کر کے روزہ کی برکات سے اپنے آپ کو محروم کر لینا کوئی اچھی بات نہیں اور معمولی بیماری کا عذر کر کے روزہ ترک کر دینا بھی اچھا نہیں۔

اس کے بعد فرمایا ہے کہ ایسے لوگ جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے وہ ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ دے دیں۔ انسان کی زندگی میں ایک ایسی عمر بھی آجاتی ہے کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رہتی یا وہ دائمی مریض ہوتا ہے یہ اُس کے لئے رعایت ہے۔ اس کے علاوہ حمل والی اور دودھ پلانے والی عورتوں کے لئے بھی یہ رعایت رکھی گئی ہے کہ وہ فدیہ دیدیں کیونکہ روزہ سے بچے کی صحت اور نشو و نما پر بُرا اثر پڑنے کا احتمال ہوتا ہے۔ ہمیشہ ہی سفر میں رہنے والے کو بھی یہ اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھنے کے بدلے میں فدیہ دے دے۔ لیکن ان تمام رعایات کے بعد پھر اس بات کو دہرایا ہے کہ اگر تکلیف اٹھا کر بھی کوئی روزہ رکھتا ہے تو اس کے لئے روزہ رکھنا ہی بہتر ہے۔ اگر تم اِس کی حکمت اور فائدے سے واقف ہو تو اس میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو برکات مخفی رکھی ہیں اگر تم انہیں جانتے ہوتے تو معمولی معمولی عذر سامنے رکھ کر ان سے محروم نہ رہتے۔

رمضان کی خصوصیت اور فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: کہ رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔ اِس قرآن کے اندر لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔ اور اس میں حق اور باطل کو ایک دوسرے سے واضح اور الگ کر دینے کے لئے کھلی کھلی دلیلیں ہیں۔ رمضان شریف میں قرآن کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے نسلِ انسانی پر ایک بہت بڑا فضل، انعام اور نعمت ہے۔ کیونکہ یہی وہ کتاب ہے جو انسان کو خدا تک پہنچانے والی اور اسے سیدھی راہ پر ڈالتی ہیں۔ یہ صرف راہ ہی نہیں بتاتی بلکہ ساتھ ہی یہ دلائل بھی دیتی ہے کہ یہ راہ کیوں سیدھی ہے اور کس طرح اللہ تعالیٰ تک پہنچاتی ہے۔ قرآن کریم کا یہ کمال بلکہ اعجاز ہے کہ وہ جس بات کا دعویٰ کرتا ہے اس کی سچائی کے لئے دلیل بھی خود ہی دیتا ہے۔ قرآن کریم میں جس قدر اوامر و نواہی کا ذکر ہے کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو ان سب کے لئے یہ دلیل بھی دیتا ہے کہ یہ کیوں کرو اور یہ کیوں نہ کرو۔ ان کا فلسفہ اور حکمت بھی ایسے پیرائے میں بیان کرتا ہے کہ بات دل کو لگتی اور دل میں بیٹھ جاتی ہے۔ اور انسان کے اندر سے ایک آواز آتی ہے کہ یہ بالکل حق اور درست ہے۔ یہ اچھے اور بُرے راستے میں فرق کر کے بتاتا ہے کہ یہ راستہ کیوں اچھا ہے اور اس کے برعکس دوسرا راستہ کیوں بُرا ہے۔ قرآن کریم جو راستہ بتاتا ہے کہ یہ ٹھیک ہے اس کا دوسرے لفظوں میں نام اِسلام ہے۔ اس لئے یہ اِسلام کی تعلیم اور دُوسرے مذاہب کی تعلیم میں ایک نمایاں امتیاز قائم کر کے ہمارے سامنے رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ بہت کثرت سے پڑھا جاتا ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ اس طرح پڑھا جاتا ہے کہ نہ تو پڑھنے والے کو اور نہ ہی سننے والے کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ قرآن کا حکم تو یہ ہے کہ:-

ورتل القرآن ترتیلا "

کہ قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھ کر پڑھو تاکہ تمہیں اس سے فائدہ پہنچے ہر ایک کو چاہیئے کہ قرآن خود بھی پڑھے اور دوسروں کو بھی سنائے۔

آج ہر جگہ قرآن کا درس دیا جاتا ہے لیکن اس زمانہ میں سب سے پہلے انسان حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مجدد صدچہاردہم تھے جو قرآن کو ثریا سے اتار کر لائے اور آپ نے

لوگوں کے ہاتھوں میں دیا کہ اسے پڑھیں اور اس کی ہدایت سے فائدہ اٹھائیں اور اللہ تعالےٰ کی بتائی ہوئی راہوں پر چل کر اس تک پہنچیں۔ آپ نے قرآن کریم کا درس اس زمانے میں جاری کیا جب کوئی قرآن کریم کے درس کے نام سے بھی آشنا نہ تھا۔ ہمارے ہاں ایک زمانے میں ایک پارے کا درس دیا جاتا تھا لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ اب ہمارے اندر بھی اس طرف سے سستی اور غفلت پیدا ہو گئی ہے۔

آپ نے ایک حدیث کے حوالے سے بتایا کہ حضرت جبرائیلؑ ہر رمضان میں نبی کریم صلعم کے ساتھ قرآن کریم دہراتے تھے لیکن آپؐ کی زندگی کے آخری رمضان میں دو دفعہ قرآن کریم دوہرایا۔ اس سے قرآن کریم کی عظمت، اہمیت اور برکت کا اظہار ہوتا ہے۔ اس لئے یہ بہت افسوس ناک بات ہے کہ ہر گھر میں قرآن نہ پڑھا جائے اور ہر وقت نہ پڑھا جائے۔ اور سوچ سمجھ کر نہ پڑھا جائے۔ ہمارے پاس قرآن کریم کے ترجموں اور تفسیروں کی کوئی کمی نہیں۔ ہر گھر میں بیان القرآن موجود ہے اس لئے ہمارے لئے اس کا سوچ سمجھ کر پڑھنا کوئی مشکل بات نہیں۔ صرف دو ہی آیتیں پڑھ لی جائیں لیکن اس کو اپنے روزمرہ کا معمول بنا لیا جائے۔ اس سے نور اور سرور ملتا ہے۔ دل کو اطمینان اور تسکین حاصل ہوتی ہے۔ قرآن کو جتنا بھی پڑھا جائے کم ہے۔

آپ نے فرمایا کہ قرآن کریم کے نزول کے ذکر کے بعد پھر اس بات کو دہرایا ہے کہ جو کوئی تم میں سے اس مہینے کو پائے تو اُسے چاہیئے کہ روزے رکھے اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اور دنوں سے گنتی پوری کی جائے۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور کہ تم گنتی کو پورا کرو اور اللہ تعالےٰ کی بڑائی کرو اس لئے کہ اس نے تمہیں ہدایت کی اور تاکہ تم شکر کرو۔ اللہ تعالیٰ کی یاد۔ اس کے دیئے ہوئے احکام کی پوری پوری تعمیل۔ ان راہوں پر چلنے جن کے ذریعے انسان خدا تک پہنچ سکتا ہے کا نام ہی دراصل شکر کرنا ہے۔ اور اس کا ایک نہایت موثر ذریعہ روزہ ہے کیونکہ روزہ خدا کے حکم کے ماتحت رکھا جاتا ہے۔ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک انسان کھانا پینا۔ حقوق زوجیت ادا کرنا اور اپنی دیگر خواہشات کو محض خدا کی خوشنودی کی خاطر ترک کر دیتا ہے۔ اور ان کے قریب ایسی مخفی جگہوں میں بھی نہیں جاتا جہاں اُسے خدا کے سوا کوئی دیکھ نہیں رہا ہوتا۔ وہ لوگوں سے چھپ کر کچھ کھا پی سکتا ہے لیکن نہیں کھاتا پیتا اس لئے کہ خدا کی نظر اس پر ہوتی ہے اور وہ اسے محسوس کرتا ہے۔

روزہ صرف کھانا پینا ترک کرنے کا نام نہیں بلکہ انسان کے تمام اعضاء کا روزہ ہوتا ہے۔ روزے کی تکمیل ہی تب ہوتی ہے جب اس کے تمام اعضاء سے وہ افعال واقع ہوں جن سے خدا راضی ہو اور ایسے افعال سے باز رہیں جو اللہ تعالےٰ کو ناراض کرنے والے ہوں۔ اس قسم کے روزے سے انسان میں ایمانی طاقت پیدا ہوتی ہے اور اس سے اللہ تعالےٰ کی ہستی پر محکم ایمان پیدا ہوتا ہے جس کے ذریعے اُسے اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے جو اس کی زندگی کی حقیقی غرض و غایت ہے۔

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲/۷/۸۲

گذشتہ خطبہ کے مضمون کے تسلسل میں آپ نے تشہد و تعوذ کے بعد یہ آیت " واذا سالک عبادی عنی - - - - - - - - لعلھم یرشدون " تلاوت فرمائی اور اس کا ترجمہ اور تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کو جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں۔ پس چاہیئے کہ میری فرمانبرداری کریں اور چاہیئے کہ مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ہدایت پائیں۔

آپ نے فرمایا کہ اس آیت کا روزوں کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے۔ پچھلے خطبے میں میں نے روزے کے جملہ احکامات۔ اُن کا فلسفہ اور حکمت۔ نزول قرآن اور آسمانی کتابوں میں اس کے مقام اور تمام نسل انسانی کے لئے اس کے ہدایت ہونے۔ اس کے احکامات اور اُن کے لئے خود ہی دلائل دینے کا ذکر کیا تھا اب ان تمام تفصیلات کے درمیان خدا کے انسان سے قریب ہونے اور قبولیت دعا کا ذکر آگیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ روزے کا اصل مقصد اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ اور روزہ انسان کے اندر اس کے قرب کے احساس کو بیدار کرتا ہے۔ کھانا پینا اور اپنی دیگر خواہشات کو ترک کر دینا اسی احساس کے ماتحت ہے کہ ایک زندہ خدا موجود ہے اور میرے ہر فعل پر اس کی نگاہ ہے خواہ میں لوگوں کی نظروں سے چھپ کر ہی کیوں نہ کوئی حرکت کروں۔

انسان ہمیشہ سے یہ سوچتا چلا آیا ہے اور اب بھی سوچتا ہے کہ آخر اسے کیوں پیدا کیا گیا ہے حکماء اور فلاسفہ نے اپنی عقل اور سوچ کے مطابق اس سوال کا جواب دینے کی ہر زمانے میں کوشش کی ہے لیکن کوئی جواب ایسا نہیں جس سے دل کو اطمینان ہو۔ صرف قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے، جس نے اس کا شافی جواب دیا ہے۔ اور یہی میرے آج کے خطبے کا موضوع ہے۔

قرآن کریم فرماتا ہے۔

ربنا الذی اعطی کل شیٔ خلقہ ثم ھدی (طٰہٰ ۵۰) ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی پیدائش عطا کی پھر اسے ہدایت دے دی۔ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالےٰ کی مخلوق ہے اور اللہ تعالےٰ نے اس میں ہدایت رکھ دی ہے۔ نباتات۔ جمادات۔ حیوانات اور انسان میں جو اللہ تعالےٰ کی تخلیق کا بہترین شاہکار اور اشرف المخلوقات ہے اور زمین میں اس کا خلیفہ ہے اپنے اپنے مقصدِ تخلیق کی تکمیل کے لئے ہدایت رکھ دی ہے۔ اور یہ ساری چیزیں اپنا اپنا مقصد پورا کر رہی ہیں۔ حیوانات میں ایک خوردبینی کیڑا بھی جو بظاہر ہمیں ان آنکھوں سے نظر نہیں آتا وہ بھی اپنا مقصد پورا کر رہا ہے۔ جمادات میں بھی جو ذی رُوح نہیں ہیں ان کے ذرے اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں۔ نباتات میں چھوٹی چھوٹی جڑی بوٹیاں اور بڑے بڑے پودے اور درخت اسی ہدایت کے ماتحت بڑھنے اور پھل پھول لاتے ہیں۔ یہ سب باتیں ہماری آنکھوں کے سامنے واقع ہو رہی ہیں۔ اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ انسان کے اندر بھی جسے اللہ تعالےٰ نے اپنا نائب۔ خلیفہ اور اشرف المخلوقات بنایا اور اس کے اندر اس نے اپنی رُوح پھونکی ہے۔ اسے اپنے اندر اللہ تعالیٰ کا رنگ اور اس کی صفات پیدا کرنے کے لئے حکم دیا ہے۔ یہ ہدایت باقی مخلوق کی نسبت اولیٰ و اتم موجود ہونی چاہیئے اور یقیناً ہے۔ یہ ہدایت درحقیقت وہ قوتیں اور استعدادیں ہیں جن کے ذریعے اُس نے ابتداء سے آج تک کائنات کو مسخر کیا اور اس کے رازوں کو افشا کیا ہے۔

لیکن ان قوتوں کا اصلی مقصد یہ ہے کہ اُسے اللہ تعالےٰ کی معرفت حاصل ہو۔ وہ اسے پہچان لے اور اس میں مل جائے۔ اسی کا ہو کر رہ جائے۔ جب وہ اس مقام کو حاصل کر لے گا تو اس کے لئے کائنات کی ہر چیز کو مسخر کر لینا خود بخود آسان ہو جائے گا۔ لیکن انسان غفلت کا شکار ہو جاتا ہے اور اس راستے سے اکثر بھٹک جاتا ہے۔ اس لئے اسے اس سیدھے رستے کی طرف لانے کے لئے بار بار یاد دہانی کرانی پڑتی ہے۔ اسی لئے قرآن نے سب سے پہلی دعا یہ سکھائی ہے:۔

"اھدنا الصراط المستقیم"، کہ ہمیں سیدھی راہ پر ڈال دے جو تجھ تک پہنچانے اور تجھ سے ملانے والی ہو۔

اس دُعا اور یاددہانی کا سلسلہ سب سے پہلے انسان حضرت آدم سے شروع ہوا۔ حضرت آدم اور ان کی بی بی سے ایک غلطی سرزد ہوئی۔ انہیں اس پر ندامت اور پشیمانی ہوئی۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم پر اپنی وحی نازل کی "فتلقیٰ ادم من ربہ کلمٰت فتاب علیہ" اس وحی کے ذریعے آدم نے اپنے رب سے کچھ باتیں سیکھ لیں۔ پس اللہ نے اس پر اپنی رحمت سے توجہ کی۔ انسانوں کے لئے وحی کے ذریعے ہدایت کا یہ سلسلہ یہیں سے شروع ہوا اور پھر اس کے بعد ہر قوم میں رسولوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا جیسا کہ قرآن کریم میں ذکر آتا ہے۔ ولکل امۃ رسول۔ وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ لکل قوم ھاد۔ یعنی ہر قوم میں ایک رسول آیا۔ اور کوئی قوم ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گذرا ہو۔ اور ہر قوم میں ایک ہادی آیا۔ اس رسول۔ ہادی اور ڈرانے والے کی غرض آیت میں بیان کی گئی ہے۔ ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللّٰہ واجتنبوا الطاغوت ج (النحل ۳۶) اور یقیناً ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچو۔ کیونکہ شیطان خدا کی راہ سے بھٹکانے والا اور اس سے دور پھینکنے والا ہے۔

ہر وہ چیز۔ ہر وہ عمل اور ہر وہ فعل جو اللہ سے دور پھینکنے والا ہو طاغوت کے ذیل میں آتا ہے کیونکہ یہ انسان کو باغی اور سرکش بنا دیتا ہے۔ اس کے مقابل میں وہ لوگ ہیں جو طاغوت سے سرکش اور باغی ہو کر "فاما الذین اٰمنوا باللّٰہ واعتصموا بہ فسیدخلھم فی رحمۃ منہ وفضل ویھدیھم الیہ صراطاً مستقیماً۔" اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس کو مضبوط پکڑتے ہیں تو وہ ان کو اپنی طرف سے رحمت اور فضل میں داخل کرے گا اور ان کو وہ اپنی طرف سیدھی راہ پر چلائے گا۔ ومن یعتصم باللّٰہ فقد ھدی الی صراط مستقیم۔ اور جو اللہ کو مضبوط پکڑتا ہے وہ یقیناً سیدھی راہ کی طرف ہدایت پا گیا۔ اس رب کو پانا چاہتے ہو تو ان ربی علیٰ صراط مستقیم تو میرا رب تمہیں یقیناً سیدھی راہ پر ملے گا۔ کیونکہ ان الذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ جو لوگ اسے پانے کی کوشش کرتے ہیں وہ خود ہی انہیں اپنے تک پہنچنے کی راہیں دکھا دیتا ہے۔

تمام انبیاء کی راہ یہی راہ تھی۔ تمام پہلی آسمانی کتب نے بھی یہی راہ بتائی تھی لیکن ان کی تعلیمات یا تو گم ہو گئیں اور یا مسخ ہو گئیں۔ آخری کتاب قرآن کریم نے آکر اس صراط مستقیم کی قطعی طور پر نشاندہی کی۔ ان ھذہ تذکرۃ فمن شاء اتخذ الیٰ ربہ سبیلا۔ قرآن اس راہ پر چلنے والوں کو عزت اور شہرت بخشتا ہے۔ جو اپنے رب کی طرف جانا چاہتا ہے۔ وہ اس راستہ کو پکڑ لے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ ھذہ سبیلی ادعوا الی اللّٰہ علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی۔ میرا یہی راستہ ہے۔ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں کیوں کہ میری بصیرت کی آنکھ نے اللہ کو دیکھ لیا ہے اور ان لوگوں نے بھی دیکھ لیا ہے جو میری کامل پیروی کرنے والے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے صرف عرب کو ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کو اللہ تعالےٰ کی طرف دعوت دی کیونکہ اللہ تعالےٰ نے آپ سے فرمایا تھا کہ یایھا النبی انا ارسلنٰک شاھداً ومبشراً ونذیراً ۝ وداعیاً الی اللّٰہ باذنہ وسراجاً منیراً ۝ "اے نبی ہم نے تجھے گواہ بنا کر بھیجا ہے۔ اور خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کی طرف سے اس کے حکم سے بلانے والا اور روشن کرنے والا سورج۔

اس سورج سے روشنی حاصل کر کے اللہ کو دیکھنے والے سب سے پہلے صحابہ کرام تھے جو کاملین امت ہیں۔ لیکن ہمارے زمانے میں بھی ایک کامل انسان نے اس سورج سے نور لے کر خود اللہ تعالےٰ کو دیکھا اور اوروں کو دکھایا۔ لوگوں کو پھر سے خدا کو دیکھنے والی راہ پر ڈالا۔ آج سائنس اور دیگر علوم ظاہری کے اس جدید دور میں جب دنیا خدا سے دور بھٹک رہی ہے اپنے وجود کو زندہ خدا کی ہستی پر بطور دلیل پیش کیا۔ یہی وہ انسان ہے جس کے متعلق آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ اُسے میرا سلام پہنچانا۔ جب وہ تمہیں خدا کی طرف بلانے کے لئے آواز دے تو برف کی سلوں اور پہاڑوں کی دشوار گذار گھاٹیوں میں سے گذر کر اس کے پاس جانا اور اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینا۔

یہ زمانہ جس میں یہ آواز بلند ہوئی دنیا پرستی اور مادہ پرستی کا زمانہ تھا۔ لوگ خدا سے غافل دنیا کے عیش و عشرت میں غرق تھے۔ آپ نے اُن کو جگایا اور انسان کی تخلیق کا مقصد انہیں سمجھایا۔ وہ لوگ خوش قسمت ہیں جنہوں نے اپنے رب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان اٰمنوا بربکم فاٰمنا۔ اے ہمارے رب ہم نے ایک پکارنے والے کو جو ایمان کے لئے بلاتا ہے سنا کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ پس ہم ایمان لائے۔ اس قوم نے دنیا کی نفرت اور حقارت کے باوجود اس راہ کو پسند کیا۔ حضرت مجدد صد چہار دہم نے فرمایا تھا میرا راستہ کانٹوں۔ خار دار جھاڑیوں اور سنگلاخ گھاٹیوں کا راستہ ہے جس کے پاؤں نازک ہوں وہ میرے ساتھ نہ آئے لیکن اس کے باوجود کچھ خوش نصیبوں نے آپ کے ساتھ اسی راہ پر چلنے کو اپنے لئے پسند کر لیا۔ خدا کو پانے کی راہ بڑی مشکل ہے۔ فلا اقتحم العقبۃ (البلد) انسان اونچی گھاٹی پر چڑھنے کی ہمت نہیں کرتا۔ خدا کی طرف بلانے والے لوگوں اور ان کے ساتھیوں کی راہ مشکلات کی راہ ہوتی ہے۔ ہم نے رائے عامہ کے بُت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس مشکل راستہ کو اختیار کر لیا ہے۔ اس راستہ کو اپنے لئے آسان سیدھا اور ہموار بنانا ہے۔ تو وہ قرآن کریم کے ذریعے ہوگا۔ جو انسانوں کے لئے آخری ہدایت ہے۔ قرآن کریم کو اس ماہ سے خاص نسبت ہے۔ اس نسبت کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن کو سمجھنے۔ اس کے احکام پر غور کرنے اور اس کی روشنی میں اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرنے کے ارادے سے پڑھنا چاہیئے۔ کیونکہ یہی خدا تک پہنچانے اور اس سے ملانے کا صراط مستقیم ہے۔ جب خدا کا قرب حاصل ہو جاتا ہے تو پھر وہ فرماتا ہے۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان "میں دُعا کرنے والے کی دعا کو جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں۔ یہ بندے مستجاب الدعوات ہو جاتے ہیں۔ وہ ہر خوف و خطر سے محفوظ و مامون اسی دنیا میں جنت کی زندگی میں داخل ہو جاتے ہیں۔ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی" جو آیت میں نے شروع میں پڑھی ہے۔ اس میں بھی "عبادی" کا لفظ ہے۔ یعنی میرے بندے خدا کا عبد بن جانا ہی انسان کی زندگی کا مقصد اولیں ہے۔ اور روزے کی عبادت اس کے لئے ایک بہت اعلےٰ محرک ہے۔

— ۰۰۰۰ —

اعتذار:-

کاتب صاحب پیغام صلح کی چند مجبوریوں کے باعث رمضان المبارک کے خطبات جمعہ بروقت زیب قرطاس نہ ہو سکے۔ بزرگان سلسلہ کے یہ روح پرور خطبے اب اکٹھے شائع کئے جا رہے ہیں تاکہ قارئین کرام ان کے رموز و نکات سے مستفید ہو سکیں (ادارہ)

مال نہ کھاؤ۔ نہ اس کے ذریعے حاکموں تک پہنچو (رشوت نہ دو) کہ دوسرے کا مال کھاؤ۔ دوسروں کا مال کھانے کے لئے نئے نئے طریقے ایجاد نہ کرو۔

ہمیں اس سبق کو یاد رکھنا چاہیئے۔ حلال کی روزی خدا کا قرب حاصل کرنے اور دعا کی قبولیت کا ذریعہ ہے۔ اس سے روح صیقل ہوتی ہے۔ یہی صیقل شدہ روح آگے جائے گی۔ یہ جسم جسے فربہ کرنے کے لئے حلال اور حرام میں کوئی فرق نہیں برتا جاتا یہیں زیرِ خاک گل سڑ جائے گا۔ اس لئے اس کے اندر جو روح ہے اسے خوبصورت بنانا چاہیئے۔ اور اس کی خوبصورتی کا دارومدار خوبصورت اعمال پر ہے۔ اس کو پاک یا ناپاک کرنا ہم تک ہے۔ مجھے بحیثیت ایک ڈاکٹر کے اس کا مشاہدہ اور تجربہ ہے۔ کہ جب طبی معائنہ کے لئے قبریں اکھاڑی جاتی ہیں تو ان میں سے گلے سڑے ہوئے گوشت اور بوسیدہ ہڈیوں کی بڑی سخت اور ناقابل برداشت بدبو آتی ہے۔ مرنے کے بعد گوشت پوست کے جسم کا یہ حشر ہوتا ہے۔ اصل چیز روح کی خوبصورتی ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ اسے خوبصورت بنائیں جو ہمیشہ باقی رہنے والی چیز ہے۔ اس کے صیقل کرنے میں رزق حلال کا بہت بڑا نمایاں حصہ ہے۔ حلال اور حرام میں تمیز سے ہماری دنیا کی زندگیاں بھی سنور جاتی ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم پڑھنے۔ اسے سمجھنے اور اس کے احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہم میں سے ہر ایک اپنے نفس کا خود ذمہ دار ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ :۔

یا یھا الذین امنوا علیکم انفسکم ج لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم الی اللہ مرجعکم جمیعا فینبئکم بما کنتم تعملون۔

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنی جانوں کی فکر کرو۔ جو گمراہ ہوا وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا جب تم ہدایت پر ہو۔ تم سب نے اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے سو وہ تم کو اس کی خبر دے گا جو تم کرتے تھے۔

ہم میں سے ہر ایک کو اپنے اعمال کا فکر کرنا چاہیئے۔ کہ یہ دن بدن سدھرتے جائیں۔ ہماری روح پاکیزہ ہوتی رہے اور یوم حساب ہمارا نامہ اعمال خوبصورت ہو۔

***

ز ظلمتہا دلے آنگہ شود صاف
کہ گردد از محبانِ محمدؐ

خدا زاں سینہ بیزار است صد بار
کہ ہست از کینہ دارانِ محمدؐ

خدا خود سوزد آں کرمِ دنی را
کہ باشد از عدوانِ محمدؐ

اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس
بیا در ذیلِ مستانِ محمدؐ

حمد باری تعالےٰ

حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشان اس میں جمالِ یار کا

اس بہارِ حُسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا

تُو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا

کیا عجب تُو نے ہر اک ذرہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا

خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اس حُسن کی
ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اس ترے گلزار کا

چشمِ مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب
ورنہ تھا قبلہ ترا رُخ کافر و دیندار کا

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز
جس سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا

تیرے ملنے کے لئے ہم مل گئے ہیں خاک میں
تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا

ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا
جان گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

***

آہ! چوہدری عبداللطیف گنائی

بھارت اور پاکستان کی جملہ جماعتیں بذریعہ اخبار پیغام صلح جماعت احمدیہ ٹیکسلا واہ کے نہایت ہی ایثار پیشہ، مخلص اور حوصلہ مند نوجوان صدر چوہدری عبداللطیف گنائی کے انتقالِ پُرملال کی رُوح فرسا خبر سُن چکی ہیں۔ یہ نیک خصلت، نیک سیرت، فدائی اسلام اور پروانۂ احمدیت نوجوان ٹیکسلا واہ کے ایک صاحبِ کشف بزرگ مکرم چوہدری عبدالرزاق صاحب گنائی مرحوم ومغفور کے منجھلے صاحبزادے تھے۔ جو چند ماہ کی علالت کے بعد سینتالیس سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اُن کے انتقال کی خبر آناً فاناً ساری بستی میں پھیل گئی۔ اور تمام لوگ بلا لحاظِ مذہب وملت نہایت سوگواری اور رنج کی حالت میں ان کے مکان پر پہنچے۔ مرحوم کی وفات سے ان کے خاندان کے تقریباً ۲۵ افراد اور احمدی افراد وخواتین پر ایک قیامت گذر گئی۔ ہر آنکھ اشکبار تھی اور ہر زبان ماتم کناں۔ اور ہر چہرہ غم واندوہ کا مرقع تھا۔ میرا دل حزن وملال میں ڈوبا ہوا ہے۔ اور میری آنکھیں خون کے آنسو بہا رہی ہیں اور میرا دماغ اس صدمۂ عظیم سے شل ہے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ حالت مجھ پر کب تک طاری رہتی ہے۔ کیونکہ مرنے والے سے میرا کوئی عارضی رشتہ نہیں۔ ایک طرف وہ میرا برادرِ نسبتی تھا اور دوسری طرف جماعت کا صاحبِ عزم صدر تھا اور میرا پیر بھائی تھا۔ یہ دونوں رشتے مکرم ومعظم ہوتے ہیں اور پھر ان رشتوں میں پیدائش سے تا دمِ واپسیں مسلسل تعلق نے جو گہرائی پیدا کر دی تھی اس سے ہم یک جان دو قالب ہو چکے تھے۔ یہ لکھتے ہوئے کہ میرا وہ پیر بھائی اس دارِ فانی سے کوچ کر کے عالمِ جاودانی کو سدھار گیا ہے میرا قلم کانپتا ہے اور جگر پاش پاش ہوتا ہے۔ میں اپنے اس پیارے بھائی کے کن کن اوصاف کو بیان کروں وہ نہایت دیندار، پابند صوم وصلوٰۃ، تہجد گذار، دینِ اسلام اور احمدیت کے لئے بے مثال جوش وجذبہ رکھنے والا، اور سلسلہ احمدیہ کی ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والا اور جماعتی فلاح وبہبود کے سلسلہ میں خوش دلی اور انشراحِ صدر سے مالی ایثار کرنے والا نیز بیوگان، یتامیٰ، مساکین اور محتاجوں کی ہر رنگ میں بلا امتیاز امداد واعانت کرنے والا تھا۔ یہ مالی ایثار محض دکھلاوے کے لئے نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کیا کرتا تھا یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو دلوں کا حال جاننے والا ہے۔ چوہدری صاحب کے مالی وسائل اور ذاتی اثر ورسوخ میں لحظہ بلحظہ وسعت عطا فرمائی۔

مہمان نوازی میں بھی مرحوم ضرب المثل تھے۔ ان کا دروازہ مہمانوں کے لئے ہر وقت کھلا رہتا تھا اور وہ ہر مہمان کا خندہ پیشانی اور خوش دلی سے خیر مقدم کرتے تھے۔ یہ وصف اور بلند حوصلہ انہیں اپنے والدِ گرامی سے ورثہ میں ملا تھا۔ اور مہمانوں کی بھرمار سے وہ کبھی کبیدہ خاطر نہ ہوتے تھے جن ایام میں ہمارے روحانی مرکز لاہور سے محترم میاں بشارت احمد بقا صاحب ٹیکسلا واہ میں تشریف لائے۔ تو چوہدری صاحب مرحوم نے انہیں اپنے ہاں مہمان ٹھہرایا۔ وہ دن جماعت ٹیکسلا واہ کے لئے عید کے دن تھے۔ نوجوانوں نے دفاتر سے چھٹیاں لے لیں اور محترم بقا صاحب سے شب وروز پیوستہ رہے اور جماعت کے بیشتر افراد بقا صاحب کی معیت میں چوہدری صاحب کے ہاں شریکِ طعام ہوا کرتے تھے۔ اور بھائی چارہ کے اس خوبصورت رنگ کو دیکھ کر چوہدری صاحب کا چہرہ مارے خوشی کے کھل جاتا تھا۔ اور ایک بار بھی معمولی سی گرانباری محسوس نہیں کی۔ اگر کوئی شخص ان کے ہاں مہینوں کا مہمان بن جاتا تو انہیں، وہ پھر ملال نہ ہوتا۔ بلکہ خادمانِ حضرتِ اقدس کی مہینوں چھوڑ برسوں تک خدمت کرنا وہ اپنے لئے موجبِ فخر خیال کرتے تھے۔

ایک مثالی کارنامہ :-

۱۹۷۴ء میں جماعت ٹیکسلا واہ پر بڑا خوفناک ابتلا آیا جو نہایت صبر آزما تھا۔ مخالفت نے ایسی شدت اختیار کی کہ اس کی نظیر پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ آتش زنی اور سنگباری تک نوبت پہنچی ایسی سنگین حالت میں چوہدری صاحب چٹان کی طرح کھڑے ہو گئے اور بڑے حوصلہ، صبر اور جرأت مندی سے تمام حالات کا مقابلہ کیا اور جماعت کے قدم متزلزل نہ ہونے دیئے اور سر دھڑ کی بازی لگا کر اس کی حفاظت کی۔

یہ اُن کا ایک مثالی کارنامہ ہے۔ جو آبِ زر سے لکھے کے لائق ہے۔ چوہدری صاحب علاقہ کی سماجی زندگی میں بھی منفرد مقام رکھتے تھے کیونکہ وہ اپنے حسنِ اخلاق، شرافت اور وسعتِ قلبی کے باعث ہر طبقہ میں بڑے ہر دلعزیز تھے۔ اور جس مجلس میں بیٹھتے اس کی زینت بن جاتے تھے۔ بڑے خوش کلام۔ متقی دور اندیش اور معاملہ فہم نوجوان تھے۔ ایسے قابلِ قدر شخص کی بے وقت موت سے ٹیکسلا واہ کی سماجی زندگی کو سخت دھچکا لگا ہے۔ اور ہماری جماعت کی کمر ٹوٹ گئی ہے مگر ؏

ہر کوئی مجبور ہے حکمِ خدا کے سامنے۔

نوشتۂ تقدیر بالآخر پورا ہو کر رہا۔ جو اصل مالک تھا اس کا بلاوا آ گیا۔ ہمارے سارے رشتے ٹوٹ پھوٹ گئے۔ جو اصل رشتہ تھا صرف وہی باقی رہ گیا۔

کل من علیھا فانٍ ٥ ویبقٰی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام ٥

ہمارا سارا خاندان سوگوار ہے۔ ضعیف العمر ماں کی دنیا اندھیری ہو گئی ہے۔ تمام بھائی بند حرماں نصیب ہیں اُن کے دل فگار اور آنکھیں اشکبار ہیں اور اس عزیز الوجود بھائی کی بے وقت موت جماعت کے ہر فرد کے لئے سوہانِ رُوح ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر سکینت نازل فرمائے۔ اور اس نقصانِ عظیم کو صبر وحوصلہ سے برداشت کرنے کی قوت اور توفیق بخشے۔ آمین

چوہدری صاحب نے ۵ جون کو دن کے ڈیڑھ بجے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کی اور تھوڑی ہی دیر میں اہلِ ٹیکسلا واہ اُن کی قیام گاہ پر ہزاروں کی تعداد میں ماتم پرسی کے لئے پہنچ گئے۔ ان کا جنازہ ۴ بجے اٹھایا گیا جس کے ساتھ ہزاروں ہندو مسلمان بلا امتیاز مذہب وملت قبرستان تک گئے اور تمام اسلامی بھائیوں نے جماعتِ ٹیکسلا واہ کے امام الصلوٰۃ مرحوم کے بڑے بھائی چوہدری غلام محمد خادم کی پیشوائی میں نمازِ جنازہ ادا کی۔ اور انہیں آپ کے والدِ گرامی کے پہلو میں اشکبار آنکھوں کے ساتھ سپردِ خاک کر دیا۔ ثم انا للہ وانا الیہ راجعون

سوگواروں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا جلوس افسردگی اور رنج وغم میں ڈوبا ہوا مرحوم کی قیام گاہ میں واپس پہنچا۔ اور تمام اعزہ واقارب بالخصوص مرحوم کے برادران چوہدری محمد ابراہیم۔ چوہدری غلام محمد خادم۔ چوہدری عبدالحمید اور چوہدری عبدالرؤف ایڈووکیٹ سے اظہارِ تعزیت کی اور بوجھل قدموں سے تمام احباب اپنے گھروں کو تشریف لے گئے۔

میں اہلِ ٹیکسلا واہ اور باہر سے آنے والے تمام احباب کا شکریہ ادا کرنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں جو عملاً ہمارے غم میں شریک ہوئے۔ اور ہمارے غم کو ہلکا کرنے کی ہر مخلص کوشش

کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔ آمین!

چوہدری عبداللطیف صاحب کی موت سے جو خلا ہماری جماعت میں پیدا ہوگیا ہے وہ بظاہر پُر ہوتا نظر نہیں آتا۔ یہ ہماری سوچ ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی بات ناممکن نہیں۔ وہ چاہے تو ایک ذرہ کو آفتاب بنا دے۔ اس لئے میری بزرگانِ سلسلہ عالیہ اور جملہ جماعتہائے کے ذکور واناث سے درخواست ہے کہ وہ ہمارے عظیم بھائی کی مغفرت کے لئے نمازِ جنازہ غائبانہ ادا فرمائیں۔ اور ساتھ ہی یہ دُعا بھی فرمائیں کہ مولا کریم جماعتِ کھدر واہ کو مرحوم کا نعم البدل بھی جلد از جلد عطا فرمائے۔ جو ہمارے حوصلہ اور تسکین کا باعث ہو۔

والسلام۔ غم زدہ

(ماسٹر عبدالکریم سیکرٹری جماعتِ احمدیہ کھدر واہ)

* * *

کُلُّ نفسٍ ذائقۃ الموت

سانحۂ ارتحال

نہایت رنج کے ساتھ یہ رُوح فرسا خبر دی جاتی ہے کہ حضرت شیخ نیاز احمد رحمۃ اللہ علیہ رئیس وزیرآباد کے فرزند ارجمند شیخ عزیز احمد صاحب مورخہ ۱۲/۷/۸۲ کی شام کو عین افطاری کے موقع پر حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انکے انتقال کی اطلاع ان کے اعزہ اقرباء کو دور و نزدیک فوراً بذریعہ ٹیلیفون دی گئی۔ مرکز سے بھی چند احباب دوسرے دن وزیرآباد پہنچے اور سوگوار خاندان کے شریک غم ہوئے۔ مرحوم کے جملہ رشتہ دار بھی پہنچ گئے اور مقامی احباب بھی بکثرت تشریف لائے۔ ۱۳ر جولائی ۸۲ء کو تین بجے بعد دوپہر بڑی کوٹھی کے وسیع لان میں میاں بشارت احمد بقاء صاحب کی پیشوائی میں نماز جنازہ پڑھی گئی اور اس میں سینکڑوں احباب نے شرکت فرمائی۔ نماز جنازہ کے بعد بقاء صاحب نے مرحوم کے اخلاقِ فاضلہ پر ایک مختصر سی تقریر کی بعدہٗ حاضرین کو تلقین فرمائی کہ ہم سب کو نیک اعمال کی فکر کرنی چاہیئے۔ کچھ دیر بعد بعض احباب نے جو دیر سے پہنچے تھے اصرار کیا کہ نماز جنازہ ضرور پڑھنا چاہتے ہیں اسلئے محترم بقاء صاحب نے دوبارہ نماز جنازہ پڑھائی جسکے بعد نہایت مغموم حالت میں جنازہ اٹھایا گیا اور شیخ صاحب مرحوم کے آبائی قبرستان جو کوٹھی کی مشرقی دیوار کے باہر ہے۔ لیجایا گیا اور اشکبار آنکھوں کے ساتھ انہیں لحد میں اتارا گیا۔

شیخ صاحب نہایت ہی قیمتی انسان تھے۔ خوش خلق، پرہیز گار، عبادت گذار اور بڑے با اصول بزرگ تھے۔ دینی مسائل سے خوب واقف اور اپنی ذات میں اخلاق فاضلہ کا اعلیٰ عملی نمونہ رکھتے تھے۔ متحمل بردبار۔ معاملہ فہم، دوراندیش۔ منکسر المزاج ہونے کے باعث ہر طبقہ میں ہردلعزیز تھے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ سے انکی وابستگی ہمیشہ غیر متزلزل رہی اور جماعتی تحریکوں میں وہ باقاعدہ حصہ لیتے تھے۔ شاید ہی کوئی جلسہ سالانہ ہو جس میں انہوں نے شرکت نہ کی ہو۔ سلسلہ سے ان کا لگاؤ اور عقیدت بمثال تھی۔ شیخ صاحب نے ۸۲ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا ہے۔ ان کے برادران شیخ نثار احمد۔ غلام احمد اور ممتاز احمد صاحبان اور صاحبزادہ شیخ آفتاب احمد اور دیگر خاندان سے دلی ہمدردی ہے۔ ہماری دلی دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(نمائندۂ انجمن)

کلام الامام

دینِ محمد مصطفیٰ ؐ

هر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا ؛ کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے
یُوں ہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں ؛ وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے
جب سے یہ نُور ملا نُورِ پیمبر سے ہمیں ؛ ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے
مصطفیٰؐ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت ؛ اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام ؛ دل کو یہ جام لبالب ہی پلایا ہم نے
اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں ؛ لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے
کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں ؛ نام کیا کیا غمِ ملت میں رکھایا ہم نے
تیرے منہ کی ہے قسم میرے پیارے احمدؐ ؛ تیری خاطر یہ سب بار اُٹھایا ہم نے
تیری اُلفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ ؛ اپنے سینے میں یہ اک شہر بسایا ہم نے
نُور دکھلا کے ترا سب کو کیا ملزم و خوار ؛ سب کا دل آتشِ سوزاں میں جلایا ہم نے
نقشِ ہستی تری اُلفت سے مٹایا ہم نے ؛ اپنا ہر ذرّہ تری راہ میں اُڑایا ہم نے
شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے ؛ تیرے پانے سے ہی اس ذات کو پایا ہم نے
چھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات ؛ لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے
دلبرا مجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی ؛ آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے
بخدا دل سے مرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش ؛ جب سے دل میں ترا نقش جمایا ہم نے
ہم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اے خیرِ رُسل ؛ تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام ؛ مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

قوم کے ظلم سے تنگ آ گئے مرے پیارے آج
شورِ محشر ترے کوچے میں مچایا ہم نے

(دُرِّ ثمین)

باہتمام ذیابامن حسین الجدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔
(چیف ایڈیٹر۔ ڈاکٹر اللہ بخش)

برائے جنرل سیکریٹری صاحب

رجسٹرڈ ایل ۸۳۸
تار کا پتہ ۔ تبلیغ
فون ۔ ۵۲۴۳۷

مدیر اعزازی
پروفیسر نبیل الرحمٰن

بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید
وپائے محمدیاں برمنارِ بلند تر محکم افتاد
دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا

نائب مدیر
عبدالروف کھوکھر

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے تیس روپے
بیرونی ممالک سے دو پونڈ (علاوہ محصولڈاک)

جلد ۶۹ * یوم چہارشنبہ ۱۴ ۔ شوال المکرم ۱۴۰۲ھ مطابق ۴ ۔ اگست ۱۹۸۲ء * شمارہ ۳۱

ارشاداتِ حضرت مجددؒ صدچہاردہم

ایمانی قوت سے انسان راہِ حق میں پیش آنیوالی تکالیف پر غالب آسکتا ہے

ہر ایک قدم جو صدق اور تلاش حق کے لئے اٹھایا جاوے اس کے لئے بہت بڑا ثواب اور اجر ملتا ہے۔ مگر عالم ثواب مخفی عالم ہے جس کو دنیادار کی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ بات یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ باوجود آشکارا ہونے کے نہاں درنہاں ہے اور اس لئے الغیب بھی اس کا نام ہے۔ اسی طرح پر ایمان بالغیب بھی ایک چیز ہے جو کو مخفی ہوتا ہے مگر عامل کی عملی حالت سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس زمانہ میں ایمان بالغیب بہت کمزور حالت میں ہے۔ اگر خدا پر ایمان ہو تو پھر کیا وجہ ہے کہ لوگوں میں وہ صدق و حق کی تلاش اور پیاس نہیں پائی جاتی جو ایمان کا خاصہ ہے۔ خدا کی راہ میں سختی برداشت کرنا مصائب و مشکلات کے جھیلنے کے لئے ہر تن تیار ہو جانا ایمانی تحریک سے ہوتا ہے۔ ایمان ایک قوت ہے جو سچی شجاعت اور ہمت انسان کو عطا کرتا ہے۔ اس کا نمونہ صحابہ کرامؓ کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ جب وہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ ہوئے تو وہ کون سی بات تھی جو ان کو امید دلاتی تھی کہ اس طرح پر ایک بے کس ناتوان انسان کے ساتھ ہو جانے سے ہم کو ثواب ملے گا۔ ظاہری آنکھ تو اس کے سوا کچھ نہ دکھاتی تھی کہ اس ایک کے ساتھ ہونے سے ساری قوموں کو اپنا دشمن بنا لیا ہے۔ جس کا نتیجہ صریح معلوم ہوتا تھا کہ مصائب اور مشکلات کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑے گا اور وہ چکنا چور کر ڈالے گا۔ اس طرح پر ہم ضائع ہو جائیں گے۔ مگر کوئی اور آنکھ تھی جس نے ان مصائب اور مشکلات کو ہیچ سمجھا تھا اور اس راہ میں مر جانا ان کی نگاہ میں ایک راحت تھی انہوں نے وہ کچھ دیکھا تھا جو ان ظاہر بین آنکھوں کے نظارہ سے نہاں درنہاں اور بہت ہی دور تھا۔ وہ ایمانی آنکھ تھی اور ایمانی قوت تھی جو ان ساری تکلیفوں اور دکھوں کو بالکل ہیچ دکھاتی تھی۔ آخر وہ ایمان ہی غالب آیا اور ایمان نے وہ کرشمہ دکھایا کہ جس پر ہنستے تھے اور جس کو ناتوان اور بے کس کہتے تھے اس نے اس ایمان کے ذریعہ ان کو کہاں پہنچا دیا۔ وہ ثواب اور اجر جو پہلے مخفی تھا پھر ایسا آشکارا ہوا کہ اس کو دنیا نے دیکھا اور محسوس کیا کہ ہاں یہ اسی کا ثمرہ ہے۔ ایمان کی بدولت وہ جماعت صحابہؓ کی نہ تھکی اور نہ ماندہ ہوئی۔ بلکہ قوتِ ایمانی کی تحریک سے بڑے بڑے عظیم کام کر دکھائے۔

صحابہ رضؓ نے غیب الغیب خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور دین کے لئے بے نظیر قربانیاں کر دکھائیں۔ میں پھر صحابہ رضؓ کی حالت کو نظیر کے طور پر پیش کر کے کہتا ہوں کہ وہ خدا جو غیب الغیب ہستی اور جو باطل پرست مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ اور نہاں ہے انہوں نے اپنی آنکھ سے ہاں آنکھ سے دیکھ لیا ہے۔ ورنہ بتاؤ تو سہی کہ وہ کیا بات تھی جس نے ان کو ذرا بھی پرواہ نہ ہونے دی کہ قوم چھوڑی۔ ملک چھوڑا۔ جائیدادیں چھوڑیں۔ احباب و رشتہ داروں سے قطع تعلق کیا۔ وہ صرف خدا پر بھروسہ تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایمان تھا اور صرف ایمان تھا اور کچھ نہ تھا۔

(ملفوظاتِ احمدیہ)

ازقلم:۔ جالینوس

گذارشِ احوالِ واقعی

چند سالوں سے میں ملک سے باہر ہوں جس طرح پرندے موسموں میں جگہ تبدیل کرتے ہیں برف میں کیوں مر لے ہو خدا کی زمین بہت وسیع ہے میدانوں میں جاکر چند دن آرام سے گذارا کرو۔ انہیں کیا علم کہ میدانوں میں رہنے والے ظالم لوگ اس موسم کے بے چینی سے منتظر رہتے ہیں۔ مگر وہی پرندے جو خدا کے گھر پر آنچ آنے لگے تو ہزارہا لوگوں کو آنِ واحد میں بھون کر رکھ دیتے ہیں۔ جب اپنی جان پیش کرنے کا وقت آتا ہے تو خود بھن جاتے ہیں اور سرِ تسلیم خم کر دیتے ہیں کہ "جو مزاجِ یار میں آئے"۔ مگر ہم ایسے پرندے ہیں جو دلیش اور بدیش ہر جگہ ہی پردیسی ہیں۔

میں آپ کی محفل سے ایک لمبا عرصہ غائب رہا ہوں جس کا مجھے خود احساس ہے اور اس احساس اور احباب کی محبت نے دوبارہ شامل ہونے کی توفیق عطا کی ہے۔ دیکھیں استقلال کو کس حد تک توفیق ملتی ہے۔ اقوام کی تاریخ میں اتار چڑھاؤ کے حالات آتے رہے ہیں اور اب بھی اُن کا آنا بعید از قیاس نہیں ہے۔ مگر ایک بات ازبس ہے کہ خدا کے فضلوں کے حصول کیلئے جو محنت اور مشقت ہمارا کارساز چاہتا ہے اس کا مظاہرہ ہم سے نہیں ہو سکا۔ دو مثالیں دیتا ہوں۔ اول یہ کہ جب حضرت ابوالانبیاءؑ نے ایک بے آب و گیاہ وادی میں اپنی شریکِ زندگی اور اپنے جگر گوشے اسماعیلؑ کو تن تنہا خدا کے حکم پر چھوڑا تو خدا اس بات پر قادر تھا کہ وہ ان کے لئے اُمِّ اسماعیل کے صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے پُر از مشقت چکروں کے بغیر ہی پانی کا چشمہ عطا فرما دیتا مگر وہ تھوڑی بہت قربانی مقامات کی بلندی کے لئے ضرور چاہتا تھا اور اس قربانی کی وجہ سے آج اِنَّ الصفا و المروۃ من شعائر اللّٰہ کے تحت ہر حاجی اپنے لئے رحمتوں کا چشمہ جاری ہونے کے لئے وہاں ضرور دیوانہ وار دوڑتا ہے ایسے جیسے دوڑ بھاگ کر کسی چیز کو تلاش کر رہا ہے۔ جو گم ہو گئی ہے یا ایسے جیسے جو چیز اسے نہیں مل رہی اس کے حصول کے لئے اس کے پیچھے پیچھے دوڑا چلا آ رہا ہے۔

دوسری مثال اُمِّ عیسیٰ (حضرت مریم صدیقہؓ) کی ہے جب وہ زچگی کی ناتوانی اور ضعف سے دو چار اکل و شرب کے لئے خدا کے حضور سربسجود ہوئیں تو خدا ایسے بھی کھجور کے درخت سے تازہ کھجوریں اُن پر گرا سکتا تھا مگر اس ناتوانی میں بھی مقامات کی بلندی کیلئے فرمایا "وھزی الیك بجذع النخلۃ تسقط علیك رطبا جنیا" اور جو لوگ کھجور کے درخت سے واقف ہیں انہیں علم ہے کہ اس درخت کا تنا خدا کی عطا کردہ طاقت کے بغیر حرکت میں نہیں آ سکتا۔

اس فرصت میں صرف چار رباعیاں لے کر حاضر ہو رہا ہوں۔ مگر اس سے قبل چلتے چلتے ایک بات اور عرض کرتا ہوں کہ جب ابلیس حضرت آدم کو سجدہ نہ کرنے کے جرم میں درگاہِ خداوندی سے راندہ گیا تو اس وقت اس نے خدا کی عزت و جلال کی قسم کھا کر کہا کہ میں تیرے بندوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا اور چہار اطراف سے آ کر انسان کو راہِ حق سے دُور رکھنے کی کوشش کرتے رہنے کا عہد کیا۔ لہٰذا ہمیں اپنے مصائب و آلام سے دور ہونے کے لئے ان چہار اطراف یعنی دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے کسی امداد یا تعاون کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے کہ یہ اطراف شیطان کی راہیں ہیں اور بہت ممکن ہے کہ وہ ہمیں ان راہوں میں کہیں آ دبوچے۔ بجائیں اور کامل عبودیت کا رنگ اختیار کریں اور یہ سمجھیں کہ جھکنے والے ہی سدا رفعتیں حاصل کر سکتے ہیں۔

ان معروضات کے بعد میں چار رباعیاں پیش کر رہا ہوں اور یہ شعر و شاعری نہیں ہے، یہ تو محض "اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدّعا یہی ہے" والا معاملہ ہے۔ اور اسے اس رنگ میں پیش کر رہا ہوں کہ ان میں ہمارے پیچیدہ مسائل کا حل اور خدا کی رضا کی راہوں پر چلنے رہنے کے ذرائع اور مقاصد کا بیان ہے۔ وگرنہ میں شاعر نہیں ہوں مگر بعض حالات کی وجہ سے "مجھے شاعری آ گئی" ہے:۔

۱۔ سورۃ الکوثر:۔

جو منبع فیوض ہے اُس کا سنو کلام
"ہم نے عطا کیا ہے تجھے کثرتِ مقام"
"قربان جا اُسی کے ترانے اُسی کے گا"
"دشمن تو نامراد رہے گا ترا مدام"

———— • ————

۲۔ سورۃ النصر

جب خدا کی فتح اور نصرت کے دروازے کھلے
ہر کوئی پھر دین کی افواج میں آ کر مِلا
"تو خدا کی حمد اور تسبیح اور استغفار کر"
"جب ملا یہ دن خدا کے عشق کو پا کر مِلا"

———— • • ————

(سُورۃ الفیل)

۳۔ "تُو نے دیکھا فیل والوں کی جو رسوائی ہوئی" + "کس طرح سب اُن کی تدبیروں پہ پانی پھر گیا
آسمانی کنکروں نے مثلِ بھوسہ کر دیا" + "چھوٹے چھوٹے طائروں میں سارا لشکر گھر گیا

———— • • ————

۴۔ سورۃ العصر:۔

"یہ زمانہ اس کے ہاتھوں کوئی بچ سکتا نہیں" + "ہاں بس کیا مومنوں کا یہ یہ کر سکتا نہیں"
"تو سدا حق و صداقت کی انہیں تلقین کر" + "چلنے والا صبر کی راہوں پہ، مر سکتا نہیں۔

لہ لشکر ابرھہ

سفرِ دنیا و آخرت

خطبہ جمعہ فرمودہ مکرم میاں نصیر احمد فاروقی، بتاریخ ۹ رجولائی ۱۹۸۲ء بمقام مسجد جامعہ ، دارالسلام ، لاہور

واذا سالك عبادی عنّی فانّی قریب ط اجیب دعوة الدّاع اذا دعان لا فلیستجیبوالی ولیؤمنوابی لعلّھم یرشدون
(البقرۃ ۲ - آیت ۱۸۶)

ترجمہ :- "اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں تو قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کو جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں۔ پس چاہیئے کہ وہ میری فرمانبرداری کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔"

میں اس سے پہلے عرض کر چکا ہوں کہ فصاحت و بلاغت کا جو عام مفہوم ہے وہ یہ ہے کہ لفاظی ہو، ہم معنی و ہم قافیہ الفاظ کا سیلِ رواں ہو اور لچھے دار الفاظ ہوں مگر ان سب کے اندر اکثر معنے تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔ یہ مظاہرہ اپنے مزعومہ علم و فضل کا ہوتا ہے مگر دراصل وہ مظاہرہ لفّاظی چرب زبانی، تصنّع اور تکلّف، اور اپنے مخفی تکبّر کا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کا کمال یہ ہے کہ تھوڑے سے تھوڑے الفاظ میں زیادہ معانی ہوتے ہیں، علم و حکمت اور معرفت کے سمندر کوزے میں بھرے ہوتے ہیں۔ آج کی آیت اس کی عمدہ مثال ہے۔ کیا سیدھے سادے اور پیارے الفاظ ہیں، ایسے عام فہم کہ معمولی انسان بھی انہیں سمجھ سکے، تاہم غور و فکر کرنے والے کے لئے اس آیت کے لفظ، لفظ میں علم و حکمت، معرفت اور ہدایت کے خزانے کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں۔ ان میں سے صرف کچھ کا ہی ذکر میں اس خطبہ کے محدود وقت میں کر سکوں گا وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

رمضان المبارک کے وسیع مضمون پہ پانچ سیدھی سادی آیات میں تمام احکام آگئے ہیں۔ یہ ہے کوزہ میں سمندر کو بھر دینا۔ پچھلی تین آیات پہ دو خطبے دے چکا ہوں۔ میں ان کو دوہراؤں گا نہیں مگر آج کی آیت سے تسلسل قائم کرنے کے لئے مختصراً چند باتوں کا ذکر کروں گا۔

۱ :- روزے کوئی چٹّی یا محض فاقہ کشی نہیں بلکہ ان کا مقصد بلند ترین ہے کہ انسان متقی بن جائے۔

۲ :- تقوٰے کے معنی ہیں اپنے نفس کی حفاظت کرنا اس سے جو اس کو ایذا دے یا نقصان پہنچائے یا اپنے آپ کو اس چیز سے بچانا جس کا خوف کیا جاتا ہے۔

۳ :- تو کون انسان ہے جو ایذا دہ یا نقصان پہنچانے والی یا خوف دلانے والی باتوں کو اپنے لئے پسند کرتا ہے؟ کوئی بھی نہیں۔ تو پھر کیوں تقوٰے حاصل کرنا اس قدر مشکل چیز ہے کہ اس کے لئے تیس دن کے روزے ہر سال رکھے جائیں اور بھوک اور پیاس کی مشقت برداشت کی جائے؟

۴ :- اسی سوال کو ایک اور رنگ میں بھی پوچھنا ضروری ہے۔ اگر جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ تقوٰے کے معنی گناہوں سے بچنا ہے تو انسان کیوں گناہوں میں پڑ کر دنیا اور آخرت کی تکالیف، دکھوں اور مصیبتوں میں پڑ جاتا ہے۔ اور جبکہ اس کی عقل اور فطرت میں گناہ کے خلاف خدائی ہدایت رکھی گئی ہے اور باہر بھی ہر مذہب نے گناہوں سے روکا اور نہ رکنے پر سزاؤں کا وعید دیا ہے؟

۵ :- ان سوالوں کا جواب ڈھونڈنے کے لئے ہمیں انسان کے باطن میں جھانکنا پڑے گا۔ وہاں ایک تو روح نظر آتی ہے جو وہ پاکیزہ اور لطیف شئے ہے جو اللہ تعالےٰ نے انسان کے اندر پھونکی ہے اور جو کہ نیکی کو اچھا اور بدی کو بُرا سمجھتی ہے۔ اور دوسرے انسان کا جسم حیوان ہے جو انسان کو لے کر سفرِ دنیا میں چلتا ہے مگر اور حیوانوں کی طرح مونہہ زور ہے اور نیکی اور بدی کی تمیز نہیں کرتا۔ اس حیوان کو قابو میں لانے اور سدھانے کے لئے جسمِ انسانی کو کھانے، پینے اور جنسی خواہش سے جو حیوان کی تین بڑی خواہشات ہیں کچھ عرصہ کے لئے روکے رکھنے کا نام روزہ ہے۔ روکنے والی یا لگام دینے والی انسان کی روح ہوتی ہے۔ اس طرح انسان کی روح انسان کی حیوانیت کو قابو میں لا کر اسے اخلاقی اور روحانی حدود اللہ کے اندر رکھ سکتی ہے جس کا نام تقوٰے ہے۔

۶ :- روزہ کے مجاہدہ کے لئے رمضان کا مہینہ اس لئے مقرر کیا گیا کہ اس میں قرآن نازل ہونا شروع ہوا، وہ قرآن جو ھدًی للمتقین ہے یعنے نہ صرف تقوٰی کو پانے کی راہیں بتاتا ہے (جن میں سے روزہ کی راہ تو یہیں بتائی جا رہی ہے) بلکہ جوں جوں انسان تقوٰی میں ترقی کرتا ہے توں توں قرآنِ پاک اس انسان کو اخلاقی اور روحانی ترقی کی منازل کی راہیں کھول کر بتاتا ہے اور غلط راہوں اور ٹھوکروں سے خبردار کرتا چلا جاتا ہے (ھدًی للناس و بیّنٰت من الھدٰی والفرقان)

سفرِ دنیا اور آخرت

اب انسان کے سفرِ دنیا اور آخرت کی دو ضروریات تو پوری ہو گئیں یعنے سواری (یعنی وہ باطنی حیوان جو تقوٰے کے ذریعہ قابو میں کر لیا گیا اور جو لگام کے اشاروں پر چلنے لگا) اور راستہ جو قرآنِ حکیم جیسی مکمل ہدایت اسے بتانے لگی۔ مگر ایک ضرورت باقی رہ گئی۔ وہ یہ کہ اس سفر کی منزلِ مقصود کیا ہے؟ تو قرآنِ حکیم کے انسان کیوں نہ صدقے جائے کہ یہ ہر سوال کا جواب فوراً دیتا ہے:-

واذا سالك عبادی عنّی فانّی قریب "اور جب تجھ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو میں تو قریب ہوں۔" انسان کے سفرِ دنیا و آخرت کی منزلِ مقصود اللہ تبارک و تعالےٰ کو پانا ہے۔ سبحٰن اللہ و بحمدہٖ کیا بلند و بالا مقصد انسان کی پیدائش

کا ہے! قرآن حکیم کی دوسری آیات سے اس مقصد بلند و برتر کو تو میں بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے ایک رسول اللہ صلعم کی حدیث سن لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو فرمایا کنت کنزاً مخفیاً فاردت ان اعرف فخلقت الانسان" میں ایک مخفی خزانہ تھا سو میں نے ارادہ کیا کہ وہ قرب پایا کہ اس سے بہت ورے حضرت جبرائیل جیسا مقرب فرشتہ رہ گیا اور جہاں تک اور انبیاء کا تعلق ہے وہ ایک شعر میں خوب بیان ہوا ہے۔ ؎

شب معراج عروج تو گذشت از افلاک

بہ مقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی

مگر ہماری اس صدی میں بموجب آیت علی بصیرۃٍ انا ومن اتبعنی (میں نے اللہ تعالیٰ کو دل کی آنکھ سے دیکھ لیا اور وہ جو میری اتباع کرے گا وہ بھی دیکھ لے گا) حضورؐ کی اتباع کامل سے اس صدی کے مجدد نے بھی اللہ تعالیٰ کو پالیا۔ اور کیا پایا وہ حضرت اقدس کی اپنی زبان سے سن لیجئے۔

"کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دل میں بٹھا دوں۔ کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں۔ اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔ اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے۔ تم سوئے ہوئے ہو گے اور خدا تعالیٰ تمہارے لئے جاگے گا۔ تم دشمن سے غافل ہو گے اور خدا اسے دیکھے گا اور اس کے منصوبے کو توڑے گا تم ابھی نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں۔ اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا کہ تم دنیا کے لئے سخت غمگین ہو جاتے۔ ایک شخص جو ایک خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے کیا وہ ایک پیسہ کے ضائع ہونے سے روتا ہے اور چیخیں مارتا ہے اور ہلاک ہونے لگتا ہے۔ پھر اگر تم کو اس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہاری ہر ایک حاجت کے وقت میں کام آنے والا ہے تو تم دنیا کے لئے ایسے بے خود کیوں ہوتے۔ خدا ایک پیارا خزانہ ہے۔ اس کی قدر کرو کہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے۔"

تو ایسے انمول خزانہ اور بہشت اور اعلیٰ لذات کو پانے کو کس کا دل نہیں چاہتا۔ اس لئے آج کی آیت یوں شروع ہوتی ہے واذا سالک عبادی عنّی فانی قریب "اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں تو قریب ہوں۔" انسان کسی منزل مقصود کو جسے اس نے ابھی نہیں پایا (خصوصاً جبکہ وہ اعلیٰ ترین منزل خدا تعالیٰ خود ہو) اس کے حال احوال معلوم کرنے کی جستجو کرتا ہے۔ تو اگر کوئی ایسا آدمی مل جائے جس نے اس منزل کو پالیا ہو تو لازماً انسان اسی سے پوچھتا ہے اور رسول اللہ صلعم سے بڑھ کر کس نے خدا کو پایا یا پانا ہے! اس لئے حضورؐ سے ہی صحابہ رضؓ نے پوچھا۔ یاد رہے کہ منزل دور ہو تو انسان کا دل بیٹھ جاتا ہے۔ "ہنوز دلّی دور است" والا واقعہ تو آپ نے اپنے قرب کو ظاہر کرنے کے لئے۔

وہ کون دعا ہے؟

اگلے الفاظ ہیں اجیب دعوۃ الداع اذا دعان "میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔" اس کے معنے عام طور پر لوگوں نے لئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کی یہ نشانی ہے کہ وہ دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہے۔ مگر اس معنی کو اختیار کرتے میں یہ دقت ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ انسان کی سب دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ اس کی تائید خود قرآن حکیم کی دوسری آیت سے ہوتی ہے کہ وہاں اس بات کا ذکر فرماتے ہوئے کہ جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے یا مقررہ گھڑی تم کو آلے تو اس وقت تم سوائے اللہ کے کس کو پکارتے ہو، آگے فرمایا فیکشف ما تدعون الیہ ان شآء "سو جس کے لئے تم اللہ کو پکارتے ہو اُسے اگر چاہے تو دور کر دیتا ہے۔" ظاہر ہے کہ عذاب یا سزا کے وقت یا کسی اور مصیبت کے وقت انسان حالتِ اضطرار میں ہی خدا کو پکارتا ہے۔ تو بھی وہ چاہے تو قبول کرے چاہے تو نہیں۔ یوں یہ آیت یجیب المضطرّ اذا دعاہ ویکشف السوء کی عمومیت کو بھی محدود کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو مصیبت کو دور کرے چاہے تو نہیں۔ اسی بات کو دوسری جگہ صاف فرمایا ہے کہ ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف ..... راجعون ہ یعنے ہم ضرور بالضرور تمہیں آزمائیں گے کچھ حالات خوف، بھوک اور مالوں اور جانوں اور (انسان کی کوشش کے) پھلوں کے ضائع ہو جانے سے، سو خوشخبری دو ان صابر لوگوں کو جو جب انہیں کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ کے ہی ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔" ایسے ابتلاؤں کے وقت ہزار دعائیں کرو اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت جو ان ابتلاؤں کے اخلاقی اور روحانی فوائد کو جانتی ہے ان دعاؤں کو قبول نہیں کرتی۔

بہرحال رمضان کے رکوع میں ذکر تو چل رہا ہے اللہ تعالیٰ کو پانے کا۔ اس لئے جس دعا کا یہاں ذکر ہے کہ وہ ضرور قبول ہو کر رہتی ہے (قبولیت کی شرائط آگے آتی ہیں) وہ اللہ تعالیٰ کو پانے کی ہی دعا ہے۔ اور وہ کون سی دعا ہے؟

اہم ترین دعا

وہ دعا ہے اھدنا الصراط المستقیم کی۔ یہ دعا کس قدر اہم ہے اس کا مندرجہ ذیل باتوں سے اندازہ لگائیے۔

۱:۔ سورۃ فاتحہ بقول حضور رسول اللہ صلعم سارے قرآن کریم کا خلاصہ ہے۔

۲:۔ سورۃ فاتحہ کی جان اور اس کی واحد دعا اھدنا الصراط المستقیم ہے۔

۳۔ اِس دُعا کو دن میں کم سے کم بتیس دفعہ (یعنے نمازوں کی ہر رکعت میں) دوہرایا جاتا ہے۔

۴۔ اِس دعا میں صراطِ مستقیم جس کو پانے اور جس پر چلائے جانے کی دُعا ہے وہ صراط الذین انعمت علیھم کی دوسری جگہ تشریح میں منعم علیہ گروہ انبیاء، صدیقوں، شہدآء اور صالحین کا ہے۔

۵۔ ان کو کیا نعمت مِل گئی؟ اللہ تعالےٰ کہ اس سے بڑھ کر کون سی نعمت ہو سکتی ہے؟

۶۔ اللہ تعالےٰ کو پانا انسان کی پیدائش کا مقصد ہے جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے۔

۷۔ اس لئے یہ دعا اہم ترین دُعا ہے۔

یہ کہ صراطِ مستقیم اللہ تعالےٰ کی طرف لے کر جانے والا راستہ ہے۔ قرآن کریم کی بہت سی آیات سے واضح ہے۔ ایک تو وہ ہے جو میں نے ابھی ذکر کی کہ انبیاء صدیقوں، شہدآء اور صلحاء کو جو صراطِ مستقیم پر چلے سب نعمتوں سے بڑھ کر نعمت خود اللہ تبارک و تعالےٰ کی ذات مل گئی والا دنیا دار جن چیزوں کو نعمتیں گنتے ہیں مثلاً دولت یا حکومت وہ ان کو کہاں ملتی ہیں؛ اور نہ وہ ان چیزوں کی پرواہ کرتے ہیں۔

مگر اس سے بھی واضح آیت سنیئے فاما الذین امنوا باللہ واعتصموا بہ فسیدخلھم فی رحمۃ منہ وفضل ویھدیھم الیہ صراطًا مستقیمًا (النسآء۔ آیت ۱۷۵) ”سو وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں تو عنقریب (یعنے اسی دنیا میں) اللہ ان کو اپنی رحمت (روحانی نعماء) میں داخل کرے گا اور فضل (دنیاوی نعمتوں) میں بھی اور (سب سے بڑھ کر یہ کہ) انہیں اپنی طرف صراطِ مستقیم پر چلائے گا“

دوسری جگہ کہیں فرمایا ان ربی علیٰ صراط مستقیم تو کہیں ھٰذا صراط علی مستقیم جہاں علی یعنی الیٰ ہے۔ کہیں فرمایا قل ھٰذہٖ سبیلی ادعوا الی اللہ ”کہہ دے یہ ہے میرا راستہ میں اللہ کی طرف تمہیں بلاتا ہوں“ کئی جگہ مختلف پیراؤں میں فرمایا کہ جو چاہے اپنے رب کی طرف (اس) راستہ کو (جو قرآن بتاتا ہے) اختیار کرلے۔

الغرض سب سے اہم، سب سے بڑی اور سب سے ضروری دُعا کہ وہ انسان کے مقصدِ پیدائش کو پانے کی دُعا ہے اللہ تعالےٰ کو پانے کی دُعا ہے۔ اسی دُعا کو فرمایا۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان کہ وہاں بھی اللہ تعالےٰ کا انسان کی زندگی کا منزلِ مقصود ہونے کا ذکر تھا کہ اس دعا کو میں ضرور قبول کروں گا۔ چاہے وہ اِس دنیا میں ہو یا آخرت میں مگر اس دعا کی قبولیت کی کچھ شرائط ہیں۔ وہ بھی فوراً بیان فرما دیں۔

شرائط قبولیت؟

فلیستجیبوالی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون ”پس چاہیئے کہ وہ میری فرمانبرداری کریں اور مجھ پر ایمان کو قائم رکھیں تاکہ (سیدھے راستہ کی) ہدایت پائیں“

شرائط صرف دو ہیں:۔

۱:۔ اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری یعنے قرآنِ کریم میں جو احکام اوامر و نواہی ہیں اُن کی فرمانبرداری یہ نہیں ہو سکتا کہ انسان جو چاہے گلچھرے اڑائے اور خدا کو بھی پائے۔ دراصل قرآن کریم سے ہی اھدنا الصراط المستقیم کی اہم ترین دعا کا جواب جیسا کہ شروع میں ہی فرمایا ذالک الکتٰب لاریب ج فیہ ج ھدًی للمتقین یعنے تم جو ہدایت سیدھے رستہ کی طرف مانگتے تھے یہ کتاب وہ راستہ تمہیں بتائے گی مگر اس سے بھٹک نہ جانے کے لئے تقوٰی اختیار کرو (جو نماز، روزہ وغیرہ سے حاصل ہوتا ہے)

۲۔ اللہ تعالےٰ پر ایمان کو قائم رکھو۔ مطلب یہ ہے کہ ایمان باللہ سے ہٹانے کے لئے اگر اندر شیطان ہے تو باہر شیطان صفت لوگ۔ پھر اللہ تعالےٰ فوراً نہیں مل جاتا جتنا مقصد بلند و برتر ہو اتنا ہی اس کے لئے محنت اور صبر سے کام لینا پڑتا ہے۔ پھر آزمائشیں اور ابتلاء آتے ہیں (جو نیکوں کو زیادہ ہی آتے ہیں) ان کے ایمان اور سیدھے راستہ پر قدم مضبوط کرنے کے لئے اور ان کی ترقیٔ درجات کے لئے۔ ان آزمائشوں اور ابتلاؤں اور مصیبتوں سے ڈگمگا کر تم ایمان باللہ سے نہ بھٹک جانا۔

اگر ان دو شرائط پر انسان پورا اترے تو پھر وہ اپنے مقصد پیدائش یعنے اللہ تعالےٰ کو اس زندگی میں نہیں تو اگلی زندگی میں ضرور پا لیتا ہے۔

اور یوں ہمارا مسافر جس نے اپنی سواری کے حیوان کو تقوٰے کے ذریعہ لگام لگائی اور قرآن پاک کی مکمل ہدایت کا راستہ اختیار کیا اپنی منزلِ مقصود کو پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ان خوش نصیبوں میں سے بنائے۔ آمین

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

اھلاً وسھلاً و مرحبا

:- اخبار احمدیہ :-

اے کہ آمدنت باعثِ آبادیٔ ما

* خدائے سمیع و بصیر کا ہزار ہزار شکر ہے کہ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز ۲ راگست کو ایبٹ آباد سے دارالسلام، لاہور واپس تشریف لے آئے ہیں۔ آپ کی صحت اچھی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ اپنی راہ میں حضرت موصوف کو قدم قدم پر اپنی برکتوں اور نصرتوں سے نوازے اور اس کی رحمتیں اور افضال ان پر دائم سایہ فگن رہیں۔

بیگم صاحبہ مصری صاحب مرحوم کی وفات

احباب سلسلہ کو یہ پڑھ کر صدمہ ہوگا کہ حضرت علامہ عبدالرحمٰن مصری مرحوم کی اہلیہ صاحبہ وفات پا گئی ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ حافظۂ قرآن تھیں۔ اور بڑی خوبیوں کی مالک تھیں۔ ان کی وصیت کے مطابق راولپنڈی سے جنازہ لاہور لایا گیا اور قبرستان دارالسلام میں اپنے شوہر نامدار کے پہلو میں انہیں دفن کیا گیا۔ بیرونی جماعتوں سے جنازۂ غائبانہ کی درخواست ہے۔ (مفصل آئندہ)

شرفِ انسانی کا اسلامی تصوّر

اِسلام نے تہذیبِ انسانی کے فروغ میں بے شمار عوامل کا اضافہ کیا ہے۔ اور ان میں ایک شرفِ انسانی کا تصوّر ہے۔ از رُوئے قرآن شریف انسان خدا تعالےٰ کی بہترین مخلوق ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے:۔ "یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صُورت پر پیدا کیا۔" (۴: ۹۵) ایک دُوسرے مقام پر قرآن پاک یہ اعلان کرتا ہے۔ "یقیناً ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور ہم نے ان کو خشکی اور تری میں سواری دی اور ان کو اچھی چیزوں سے رزق دیا۔ اور ہم نے ان کو بہتوں پر جنھیں ہم نے پیدا کیا ہے بڑی فضیلت دی ہے" (۷۰ ۔ ۱۷) انسان زمین پر اللہ تعالےٰ کا نائب بنایا گیا اور گرد و پیش کی ہر شئے پر اس کو حکمران مقرر کیا گیا تھا۔ قرآن شریف فرماتا ہے:" اور جب تیرے رب نے فرشتوں کو کہا میں زمین میں اس کو بھیجنے والا ہوں جو اس میں حکومت کرے گا۔" (۳۰ ۔ ۲)

یہ خیال کہ انسان ساری کائنات پر حکمرانی کرنے کے لئے پیدا ہوا ہے قرآنِ پاک کی متعدد آیات میں دوہرایا گیا ہے۔ " اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اپنے (فضل) سے تمہارے کام پر لگایا۔" (۱۳ ۔ ۴۵)" اور اللہ تعالےٰ وُہ ہے جس نے سمندر تمہارے کام میں لگایا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔" (۱۲ ۔ ۴۵) " اور اس نے سُورج اور چاند کو تمہاری خدمت میں لگا رکھا ہے۔ ان میں ہر ایک مقررہ میعاد تک اپنے اپنے راستہ چل رہا ہے۔" (۲۹ ۔ ۳۱) " اور اس نے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور ستارے بھی اس کے حکم سے تمہاری خدمت پر مامور ہیں۔ یقیناً اس میں اُن لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو عقل و فہم سے کام لیتے ہیں۔ (۱۲: ۱۶)

انسان کی پستی

از رُوئے اِسلام کائنات میں انسان کی حیثیت ایک فاتح کی ہے۔ اس کو عناصرِ کائنات پر پُوری قدرت حاصل کرنے کے لئے اور زمین پر حکمرانی کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔ اُن کے آگے سر جھکانے کے لئے نہیں مگر انسان نے خود کو انتہائی پستی میں گرا لیا۔ جب اُس نے زمین، دریاؤں۔ درختوں، آگ سُورج۔ چاند، اور ستاروں اور اُن تمام عناصر کی پرستش شروع کر دی جو اس کی خدمت کے لئے مسخّر کئے گئے تھے یہاں تک کہ اُس نے اُن تراشے پتھروں اور بعض اوقات اپنے ہاتھ سے تراشے ہوئے بُتوں کی اس احترام کے ساتھ پرستش کی کہ گویا وہ فی الحقیقت ربّانی ہستیاں ہیں یا اُس کا بُرا بھلا ان کے اختیار میں ہے۔ قرآنِ پاک فرماتا ہے:۔ " کیا تم اس کو پوجتے ہو جسے تمہارے ہاتھوں نے تراشا ہے۔ حالانکہ اللہ نے تم کو تخلیق کیا اور اس کو بھی جو تم بناتے ہو۔" (۹۶ ۔ ۹۵، ۳۷) اور جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے بزرگ سے پوچھا "اے میرے بزرگ تو کیوں اس کی عبادت کرتا ہے جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے۔ اور نہ تیرے کچھ کام آسکتا ہے۔" (۴۲ ۔ ۱۹)

قرآن کی رُو سے سنگین ترین گناہ شرک ہے۔ یعنی اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانا اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالےٰ نعوذ باللہ حسد کرتا ہے نہیں بلکہ شرک انسان کو پست حوصلہ اور بے وقار کر دیتا ہے جبکہ توحید ربانی اس کے اندر اخلاقی بلندی پیدا کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے توحید یعنی خدا تعالےٰ کی وحدانیت پر بہت زور دیا ہے۔ اور یہ دینِ اسلام کا بنیادی رکن (اصول) ہے۔

استعداد۔ حصولِ علم

انسان کو بہت وسیع استعداد حصولِ علم کے لئے عطا ہوئی ہیں۔ سب سے پہلے اسے اللہ تعالےٰ نے علم عطا فرمایا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں آتا ہے:۔

"اور اللہ نے آدم کو تمام چیزوں کا علم بخشا۔" (۳۱ ۔ ۲)

عرب لوگ ناخواندہ تھے۔ اور پڑھنا لکھنا ان کے اندر اتنا شاذ و نادر تھا کہ گویا بالکل نہ تھا۔ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خود پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے اور بایں وجہ وُہ اُمّی نبی کہلائے جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے:۔

"اور اس سے قبل تم نے کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی اور نہ کوئی کتاب اپنے داہنے ہاتھ سے لکھی تھی۔" (۴۸ ۔ ۲۹)

بایں ہمہ پہلا پیغام ربانی جو آپ پر نازل ہوا۔ وہ پڑھنے اور لکھنے سے متعلق تھا۔ جیسا کہ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:۔

" اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا۔ انسان کو ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب سب سے بڑھ کر بزرگی والا ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا۔ انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔" (۱۵ ۔ ۹۶)

پڑھنا اور لکھنا گویا خدا تعالےٰ کا پہلا پیغام تھا۔ اور ان دونوں سے مقصد تمام چیزوں کا علم حاصل کرنا ہے۔ قوتِ مشاہدہ بھی انسان کو عطا کی گئی۔ قرآنِ کریم نے بار بار تخلیق کائنات اور اس کے گرد و پیش عجیب و غریب مظاہرِ قدرت وقوع پذیر ہونے پر غور و فکر کی دعوت دی ہے اسے کہا گیا ہے کہ وہ مشاہدہ کرے اور غور و فکر کرے۔ قرآن نے اس کی ایک مثال یہ دی ہے:۔

" آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے ردّ و بدل میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ جو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں فکر کرتے رہتے ہیں۔ اے ہمارے رب تُو نے اسے بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔" (۱۹۰ ۔ ۱۸۹ ۔ ۳)

مشاہدہ اور غور و فکر سے انسان کو یقین ہو جاتا ہے کہ خدا تعالےٰ کی پیدا کردہ ہر شئے کامل و مکمل ہے وہ اللہ کی تخلیق میں کوئی تضاد اور نامناسبت نہیں پاتا اور یہ نتیجہ لامحالہ اسے اللہ کی تمجید پر مجبور کرتا " اپنے بہت بلندی والے رب کی تسبیح کر جس نے پیدا کیا۔ پھر ٹھیک بنایا۔ جس نے اندازہ لگا لیا پھر

راہ دکھائی ۔" (۳-۱-۸۷)

انتہائی ذلیل حالت

قبل از اسلام انسان تہذیب و تمدن کے لحاظ سے انتہائی ذلیل حالت میں تھا۔ وہ مظاہر قدرت کی پرستش کرتا تھا۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے انسان کو حاکم و مختار کا بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ کائنات میں اس کو جو مرتبہ حاصل ہے اس کا احساس کرتے ہوئے مسلمانوں نے اپنی تاریخ کے ابتدائی دور میں فروغ علم اور سائنسی ترقی کے لئے بہت تگ و دو کی۔ چند برسوں میں علم کی روشنی سارے ملک عرب اور اسلام کے زیر اثر آنے والے تمام ممالک میں پھیل گئی۔ اور اسلامی ریاست نے حصولِ مطالعہ اور سائنسی تحقیق کی اتنی حوصلہ افزائی کی کہ سلطنت اسلام کے اندر تعلیمی مراکز اور دار العلوم کثرت سے قائم ہو گئے۔

اسلامی تعلیم کے مطابق ہر بچہ گناہ سے پاک پیدا ہوتا ہے۔ مگر بعد میں اپنے والدین کے مذہب کی پیروی کے باعث وہ یہودی یا عیسائی یا کسی اور مذہب کا پیرو ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "ہر بچہ فطرتِ صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے اور یہ اس کے ماں باپ ہیں جو اُسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔" (بخاری ۹۰۷-۳۲)

پیدائشی طور پر ہر بچے کو مسلم تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور فطرتِ انسانی کی پاکیزگی کسی غیر مسلم والدین کے ہاں پیدا ہونے سے متاثر نہیں ہوتی۔ ایک دفعہ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم نے اپنا ایک کشف بیان فرمایا جس میں آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جنت میں بہت سارے بچوں کے گھیرے میں دیکھا اور فرمایا کہ یہ تمام بچے وہ تھے جو فطرتِ صحیحہ پر وفات پا گئے تھے یعنی انہوں نے سن تمیز نہیں پایا تھا۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعض صحابہ رضہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ان میں تثلیث پرستوں کے بچے بھی شامل تھے تو رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا۔ ہاں۔ بلکہ ان کے بچے بھی جنہوں نے خدا کے ساتھ دوسرے دیوتاؤں کو کھڑا کیا یعنی مشرکین۔" (بخاری: ۴۸-۹۱)

پیدائشی بے گناہ ہونے کے عقیدہ سے انسان کو پاک زندگی گذارنے کی توفیق ملتی ہے۔ اگر انسان نیک عمل کرتا ہے اور بدی سے بچتا ہے تو یہ اس کی فطرت کے عین مطابق ہے۔ یہ عقیدہ اس کو گناہ پر غلبہ پانے کے لئے تقویت بخشتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ قدرت نے اس کو اس عمل کے مناسب حال بنایا ہوا ہے۔ اور قدم بہ قدم وہ بلند سے بلند روحانی درجات میں ترقی کر سکتا ہے، صرف یہی نہیں کہ انسان کی پیدائش میں کوئی گندگی یا معصیت نہیں رکھی گئی بلکہ وہ صفات ربانی کا بھی ہم رنگ ہو سکتا ہے کیونکہ یہ روح ربانی تھی جو انسان اور ہر انسانی بچے کے اندر پھونکی گئی۔ جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے۔

"اسی نے ہر چیز کو خوبصورت بنایا ہے جو اس نے پیدا کی ہے۔ اس نے انسان کی پیدائش کی ابتدا مٹی سے کی۔ پھر اس کی نسل ایک نچوڑ سے یا بے حقیقت پانی سے ٹھہرائی۔ پھر اسے ٹھیک بنایا اور اپنی روح اس میں پھونکی۔" (۹-۷-۳۲)

ربانی روح حیوانی روح سے بالکل الگ تھلگ چیز ہے۔ روحِ نفسانی کا ربانی روح سے ایک باطنی رشتہ قائم ہے اور انسان کی بلند مرتبہ زندگی کا سراغ ملتا ہے۔ گویا از روئے اسلام انسان کا مقدر صرف کائنات کو فتح کرنا ہی نہیں بلکہ خدا تعالےٰ کی ذات سے متحد ہو جانا ہے۔ مقصدِ حیات لقاء اللہ ہے یعنی خدا سے مل جانا۔ قرآن کی زبان میں یہ مضمون یُوں بیان کیا گیا ہے۔

"اے انسان تو سخت کوشش کر کے اپنے رب کی طرف پہنچنے والا اور پھر اُسے ملنے والا ہو جا۔" (۶-۸۴)

ترجمہ:۔ میاں بشارت احمد بقا۔ بی اے — بشکریہ پاکستان ٹائمز

****

"دار السلام" میں دینی تربیتی کلاس کا افتتاح

مورخہ ۳۱/۷/۸۴ کو بستی دار السلام ۵ رعثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں دینی تربیتی کلاس کا افتتاح ہوا۔ اجلاس کی کاروائی مکرم نصیر احمد فاروقی صاحب کے زیر صدارت شروع ہوئی۔ یاسمین صاحب انڈونیشی طالب علم نے تلاوت قرآن کریم کی۔ عنایت الرحمٰن عباسی نے حضرت اقدس کا منظوم کلام سنایا۔ مولانا مرزا محمد لطیف شاہد صاحب نے طلباء کی آمد پر انہیں خوش آمدید کہا اور انہیں ہدایت کی کہ آپ نے یہاں نظم و ضبط اور پابندیٔ وقت کا پوری طرح سے خیال رکھنا ہے۔ نماز کے اوقات کی خاص طور پر پابندی لازمی ہے۔ اپنے تعلیمی امور کو پوری توجہ اور انہماک سے سرانجام دیں اور اپنے کورس کو اچھی طرح یاد کریں اور اس پر عمل بھی کریں تاکہ علم کے ساتھ عمل کی خوبیوں سے بھی آراستہ ہو جائیں۔

جناب مرزا مسعود بیگ صاحب سیکرٹری جنرل نے طلباء کو خطاب فرمایا اور بتایا کہ انہوں نے اس جگہ مسلسل دو ہفتے مل جل کر گذارنے ہیں۔ مل بیٹھنے سے محبت اور دوستانہ روابط مضبوط ہوتے ہیں۔ اس بات کو حاصل کرنے کے لئے باہمی ادب و احترام محبت و شفقت کے جذبات سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ اس لئے جو آپ میں بڑے ہیں وہ اپنے چھوٹے بھائیوں سے محبت اور پیار سے رہیں اور ان کی ضروریات کو اپنی ضرورت پر مقدم کریں اور جو چھوٹے ہیں وہ اپنے بڑوں کا ادب و احترام ملحوظ رکھیں۔ تاکہ وہ اُن کا پیار حاصل کر سکیں۔ ان کے بعد محترم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب نے قرآن پاک کی سورۃ فاتحہ کی ایمان افروز تفسیر فرمائی اور فرمایا ہر کام کے افتتاح میں یہ سورۃ فاتحہ ایک خاص اہمیت رکھتی ہے کیونکہ ہماری نمازوں کی ہر رکعت میں اس کا پڑھنا واجب ہے اور اس کا پڑھنا ہر نیک کام میں موجب خیر و برکت ہے۔ محترم جناب بشارت احمد بقا صاحب نے "موازنہ مذاہب" کے عنوان سے "ہندو دھرم" کے ماخذ یعنی ویدوں اور اپنشدوں کا ذکر کر کے بتایا کہ ہندو مذہب کے پیرو اس وقت دنیا میں ۹۰ کروڑ ہیں۔ ان کے دو مشہور عقائد "تناسخ" اور "آواگون" ہیں۔ ہندو دھرم میں ہر ایک چیز پوجا کے لائق ہے۔ خواہ وہ انسان، حیوان یا شجر و حجر خواہ کوئی اور چیز ہو۔ آپ نے بتایا کہ اس مذہب پر چل کر انسان کسی مقام پر خوش نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ یہ تناسخ کا قائل ہے جس سے کبھی نجات نہیں اس لئے ہندوؤں کی نوجوان نسل اپنے مذہب سے بیزار ہے۔

محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے "سیرت حضرت مولانا محمد علی رح" کے موضوع پر سیر حاصل بحث کی اور آپ کی علمی کاوشوں یعنی تفسیر قرآن انگریزی۔ اور بیان القرآن اُردو کا ذکر فرمایا۔ اور آپ کی کتاب (ریلیجن آف اسلام (دین اسلام)) کا ذکر کیا اور آپ نے غیر از جماعت مفکرین اور علماء کی آراء پیش کیں جنہوں نے حضرت مولانا مرحوم کی ان گرانقدر خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ اور آپ کے اصلاحی کارناموں کا ذکر کیا اور بتایا کہ آپ نے نہ صرف علمی سطح پر خدمات دین سرانجام دیں بلکہ جماعت ربوہ کے غلط عقائد کی تردید کا کارنامہ بھی سرانجام دیا ہے اور اسی بنیاد پر اُن سے علیحدگی اختیار کی۔ اس طرح ڈاکٹر صاحب نے مولانا مرحوم کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ آخر میں مکرم میاں نصیر احمد فاروقی صاحب نے دعا کی کہ اس دینی تربیتی کورس میں شامل ہونے والے نوجوانوں کو اللہ تعالےٰ اپنے افضال سے نوازے اور اس دینی کورس سے کما حقہ استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

(رپورٹ:۔ مولوی شفقت رسول خاں)

محترمہ اینی بیسنٹ، ترجمہ:۔ ڈاکٹر خورشید عالم زرین سرینگر (بھارت)

پیغمبرِ اسلام کے عورتوں پر احسانات

وُدوح کا پایا جانا تسلیم نہیں کرتے۔ اللہ کے مقدس رسولؐ کو نہ معلوم کیوں بلا وجہ بدنام کیا جاتا ہے؟ آیئے میں آپ کو پیغمبر اسلامؐ کی اصل تعلیمات سے روشناس کراؤں۔ براہِ کرم توجہ سے سُنیں۔

* "اور جو نیک کام کرے، خواہ مرد ہو یا عورت، اور وہ مومن ہو تو یہی جنت میں داخل ہونگے اور اُن پر ذرّہ بھر ظلم نہ کیا جائے گا۔" (النساء ۴: ۱۲۴)

* "مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، اور مومن مرد اور مومن عورتیں، اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں، اور صدق دکھانے والے مرد اور صدق دکھانے والی عورتیں، اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور (اپنی شرمگاہوں کی) حفاظت کرنے والی عورتیں، اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں، ان کے لئے اللہ نے مغفرت اور بڑا اجر تیار کیا ہے۔" (الاحزاب ۳۳: ۳۵)

* "میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا۔ مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دُوسرے سے ہو۔" (آلِ عمران ۳: ۱۹۵)

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ حضورِ اکرمؐ نے ساری عورت ذات کی عزت بڑھائی اور اُس کے وقار کو قائم کیا۔ فرمایا:۔

* "اے لوگو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو، جس نے تم کو ایک ہی اصل سے پیدا کیا اور اُسی سے اُس کا جوڑا بنایا۔ اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور اللہ کے (حقوق کی) جس کے ذریعہ سے تم ایک دُوسرے سے سوال کرتے ہو اور رحموں (یعنی جنم دینے والی عورتوں) کی نگہداشت کرو۔ اللہ تم پر نگہبان ہے۔" (النساء ۴: ۱)

* "(انسانی) طبیعتوں میں بُخل ہوتا ہے اور اگر تم (عورتوں کے ساتھ) احسان کرو اور تقویٰ کرو تو اللہ اس سے جو تم کرتے ہو خبردار ہے۔" (النساء آیت ۱۲۸)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تعلیم صرف عمومیت کی ہی حامل نہیں۔ آنحضرتؐ کی مقدس شریعت میں عورتوں کے ورثہ میں حصہ دار ہونے سے متعلق واضح قوانین موجود ہیں۔ اسلام کی مقدس شریعت عورتوں کے معاملوں میں اپنا ایک "مثالی" مقام رکھتی ہے۔ شریعتِ اسلامیہ میں عورتوں کی ذاتی جائیداد کا کامل تحفظ موجود ہے۔ اس مقدس شریعت کی رُو سے ایک مسلمان عورت کو اپنے والدین، بھائی بہن یا شوہر کی جائیداد کے ورثہ میں حصہ دار بننے سے کوئی بھی نہیں روک سکتا۔

افسوس! مخالف لوگ پیغمبرِ اسلامؐ کو بدنام کرنے کے لئے "تعدّدِ ازدواج" کا ذکر چھیڑ بیٹھتے اور عورتوں سے ناجائز تعلقات جملہ حدود و قیود کو تجاوز کر چکے تھے ایسے ہی بے راہ روندگانِ نفس کی شہوت رانی کو چار جائز نکاحوں کی نکیل ڈال کر پابندِ شریعت بنایا گیا تھا؟

تعدد ازدواج صرف اسلام کے ساتھ خاص نہیں۔ بائیبل کے عہد نامہ قدیم میں خدا کے خاص الخاص اور برگزیدہ افراد کو اس پر عامل پایا جاتا ہے۔ عہد نامہ جدید میں بھی اس پر کوئی روک نہیں اِلّا یہ کہ عیسائیوں کے بشپ یا ڈیکن (DEACON) کو ایک ہی بیوی رکھنا ہوگی اور بس۔ ہندوؤں کے مقدس صحیفوں میں بھی تعدد ازدواج کا ذکر موجود ہے۔ کسی غیر مذہب کی عیب چینی قطعاً مشکل کام نہیں۔ یہ تو آسانی سے سرانجام دیا جاسکتا ہے لیکن ایک یورپین کے لئے ایسے کام میں پیش قدمی ہرگز زیبا نہیں۔ یورپ میں پھیلی ہوئی فحاشی اور عصمت فروشی کی وبا کے ہوتے اسلام کی حد بند تعدد ازدواجیت کے خلاف منہ کھولنا کیوں کر روا ہو سکتا ہے؟ رہا یک زوجگی کا سوال۔ سو ساری دنیا میں اس کا دُور دُور تک نام و نشان نہیں۔ ہاں چند پاکباز افراد جو اکّا دُکّا طور پر ہر جگہ ملتے ہیں۔ اسمیں استثنا ہو سکتے ہیں۔ بھلا اس حالت کو یک زوجگی کا کیونکر نام دیا جائے جہاں دکھلانے کو تو ایک ہی باقاعدہ بیوی ہے لیکن پس پردہ بے شمار داشتائیں موجود رہیں۔ ان امور کا ذکر کسی کو ہدفِ تنقید بنانے کے لئے نہیں کیا گیا بلکہ میرا ایسا کرنے کا واحد مقصد یہ ہے کہ کم از کم مرد لوگ باہم عدل و انصاف کرنا سیکھ جائیں۔ ایک مرد ایک عورت، یہی سچا نکاح ہے۔ باقی سب معصیت ہے۔ لیکن ہمیں یہ تسلیم کر لینے میں بھی ذرا باک نہیں کہ مردوں کی اکثریت ابھی اتنی پاکباز نہیں کہ اس حقیقت کو بلا تامل قبول کرلے اگر مشرق کی کثیر الازدواجی اور مغرب کی فحاشی کو انصاف کے ترازو میں ایک ساتھ تولا جائے تو مشرقی کثیر الازدواجی کا پلڑا ہی بھاری نکلے گا کیوں کہ یہاں عورت کو روٹی کپڑا اور مکان کے ساتھ ساتھ ذاتی تحفظ بھی مل جاتا ہے لیکن اس کے برعکس مغربی فحاشی میں عورت مردوں کی شہوت کا کھلونا بنتی ہے۔ جس کو مرد اپنی جنسی پیاس بجھا لینے کے بعد دَر دَر کی ٹھوکروں کے لئے گلیوں میں پھینک دیتا ہے۔ دونوں صورتوں کے عیب و اصواب کا اندازہ کر لیجئے۔ کم از کم عیسائیوں کو اب کے بعد اپنے مشرقی بھائیوں کی نکتہ چینی نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ اس حمام میں دونوں ہی ننگے ہیں۔ میرے مسلمان بھائیو! کثیر الازدواجی ایک بُرائی ہے کیونکہ خود آپکے پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰؐ نے مسلمانوں کو یہ تاکید کی ہے کہ وہ تب تک دُوسری شادی ہرگز نہ کریں جب تک وہ دُوسری بیوی کو پہلی بیوی کے برابر پیار اور باقی حقوق نہ دے سکیں۔ آپ ہی بتائیے کہ کون مرد دو عورتوں کے ساتھ ایک سی محبت اور مساویانہ سلوک کرسکتا ہے؟ اگر یہ بات ممکن نہیں تو پھر از رُوئے اسلام آپ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کے قطعاً حقدار نہیں۔ میرے خیال میں حضورؐ نے دو بیویوں کے مابین بالکل مساویانہ سلوک کرنے کی بندش محض اس غرض سے لگائی تاکہ یک زوجگی آہستہ آہستہ کثیر الازدواجی کی جگہ لیتی چلی جائے۔

ترجمہ:- چوہدری محمد شریف

بلادِ غیر میں احمدیہ لٹریچر کی مقبولیت اور طلب

اکنافِ عالم سے آمدہ خطوط کی ایک جھلک

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" (الہام حضرت مجدد صد چہاردہم)

۱ :- الاظہر یونیورسٹی قاہرہ سے یوسف اے دکولائی تحریر کرتے ہیں:-

السلام علیکم !

میں مذاہب عالم کے متعلق جدید علمی تحقیق پر مبنی ایک مقالہ لکھ رہا ہوں جس میں خصوصی طور پر عیسائیت اور اسلام کا تقابل جائزہ پیش کیا جائے گا۔ ان دونوں مذاہب پر جماعت احمدیہ نے بے شمار علمی و تحقیقی شاہکار کتب شائع کر کے ٹھوس دینی خدمات سرانجام دی ہیں۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اس وقت دینِ مصطفےٰ کے چمن کی آبیاری اس جماعت کے قیمتی لٹریچر سے ہو رہی ہے۔

ازراہِ کرم مجھے اسلام اور عیسائیت کے متعلق زیادہ سے زیادہ کتب، رسالہ جات بھیج کر عنداللہ ماجور ہوں۔ آپ کی اس امداد کا بے حد ممنون ہوں گا۔ پیشگی شکریہ۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ احمدیہ فارن مشن کے کاروبار میں ترقی و برکات عطا فرمائے۔ آمین!

۲ :- اسلامک پروگریسو ایسوسی ایشن نائیجیریا کے جنرل سیکرٹری رقمطراز ہیں:-

پیارے بھائی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

میرے لئے بے حد باعث مسرت ہوا جب مجھے ایسوسی ایشن کے نام پر آپ کی مرسلہ مندرجہ ذیل کتب موصول ہوئیں۔ لونگ تھاٹس ۵ کاپی، پنجسورہ۔ ۵ کاپی، مسلم پریئر بک ۵ کاپی، آف اسلام ۵ کاپی، آپکا یہ قیمتی تحفہ ایسوسی ایشن کے لئے قابل فخر اور قابل قدر ہے۔ حضرت مولانا محمد علیؒ کی تفسیر انگریزی ترجمۃ القرآن کے متعلق آپ نے لکھا ہے کہ زیرِ طبع ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ طباعت کے بعد اس کا ایک نسخہ ارسال کر کے عنداللہ ماجور ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تبلیغی مساعی کو سرخرو بنائے اور آپ کی جماعت تبلیغ دین واشاعتِ قرآن کا ایک مضبوط قلعہ ثابت ہو۔

۳ :- گھانا سے عبدالرحمٰن عبداللہ بن عمر اپنے عالمِ عربی کے مکتوب میں لکھتے ہیں:-

آپ کی خدمت میں یہ درخواست گذار رہا ہوں کہ مجھے تفسیر قرآن کریم مصنفہ حضرت مولانا محمد علی و دیگر اسلامی کتب ارسال فرمائیں۔ جو میری اپنی تعلیم میں مددگار ثابت ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عطا فرمائے گا۔

۴ :- امریکہ سے جناب بن ولسن رقمطراز ہیں:-

گذشتہ روز میں مولانا آفتاب الدین کی مایہ ناز تصنیف صحیح البخاری کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اس کتاب کے آخری صفحہ پر آپ کا پتہ درج تھا اور نیچے یہ الفاظ لکھے تھے "مفت اسلامی لٹریچر حاصل کیجئے"۔ اس لئے میں چند سطور تحریر کر کے معذرت خواہ ہوں کہ اگر آپ کے پاس یہ کتابچے باقی ہوں تو مجھے ارسال کر دیں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں گا۔

۵ :- نائیجیریا سے عبدالرحمٰن لکھتے ہیں۔

پیارے برادران ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

نہایت ادب و احترام سے یہ چند سطور لکھ رہا ہوں کہ میں اسلام سے گہری دلچسپی رکھتا ہوں۔ اس لئے مجھے اسلامی مطبوعات درکار ہیں۔ خصوصاً انجمن کی مطبوعات کی بھی ضرورت ہے۔ خاص طور پر انگریزی ترجمۃ القرآن اور حدیث رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم،

اگر آپ یہ کتب بھجوا دیں تو ہم سب بہن بھائیوں اور دوستوں کے لئے مددگار ثابت ہوں گی۔ میری طرف سے دارالکتب اسلامیہ کی انتظامیہ کو مبارکباد پیش کر دیں۔ مجھے بے حد مسرت و شادمانی ہوگی اگر آپ اپنی مطبوعات ہمیں بطور تحفہ ارسال کر دیں۔ ہم سب بہن بھائی آپ کی درازیٔ عمر خوشحالی و ترقی کاروبار کے لئے دعاگو ہیں۔

۶ :- اباداں یونیورسٹی نائیجیریا سے الحاج اے۔ آر۔ کے الرجب لکھتے ہیں:-

جناب من ! اپنے ایک دوست کی وساطت سے جس نے آپ کا پتہ دیا یہ چند سطور تحریر کرتے ہوئے روحانی خوشی حاصل ہو رہی ہے۔ مجھے پختہ یقین ہے کہ آپ مایوس نہیں کریں گے۔ اور میرا خط ردی کی ٹوکری کی نذر نہیں کریں گے۔ ملتمس ہوں کہ جلد از جلد انگریزی ترجمۃ القرآن، مسلم پریئر بک حدیث اور دیگر اسلامی لٹریچر ارسال کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔ آپ کے خط کا منتظر،

۷ :- نائیجیریا سے۔ ڈبلیو، او، اسماعیل تحریر کرتے ہیں:-

پیارے بھائی ! آپ کا مرسلہ خط مورخہ ۱۱ جون ۱۹۸۲ء کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کتب کا بھی پیشگی شکریہ قبول فرمایئے جو آپ نے بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن چھ ماہ کا عرصہ بہت طویل ہے۔ آپ نے انتظار ایک کٹھن مسئلہ ہے۔ کیا یہ عرصہ ۳ ماہ کا نہیں ہو سکتا۔ مجھے ان کتب کی قیمت سے آگاہ کریں شاید کوئی سبیل پیدا ہو سکے۔ جی تو چاہتا ہے کہ فوراً آپ کے ملک میں جا کر یہ کتب حاصل کر لوں۔ مگر علاقائی پابندیاں اور مجبوریاں درپیش ہیں۔

میں پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور آپ کی خیر و عافیت کے لئے نیک خواہشات رکھتا ہوں اور دعائیں کرتا ہوں۔ آپ کا مخلص بھائی۔

۸ :- شاہو عثمان مانجو نائیجیریا سے لکھتے ہیں۔

مکرم و محترم ! سلام مسنون

سیکنڈری سکول نائیجیریا میں عربی / دینیات کا طالب علم ہوں۔ قرآن اور سنت کے مطابق صحیح تعلیم حاصل کرنے کا متمنی ہوں۔ مختلف فرقوں کی وجہ سے اسلام کا شیرازہ بکھر گیا ہے۔ اب نئی نسل ایک تذبذب کا شکار ہے۔ اس انحطاط کے دور میں ہمارے عالمگیر مذہب کو تمام ادیان پر غالب کرنے کا سہرہ جماعت احمدیہ کی عالمگیر تحریک کے سر ہے۔

ملتمس ہوں کہ مجھے اپنی شاہکار تصانیف تحفۃً ارسال کر دیں بے حد شکر گذار ہوں گا۔ آپ کا مخلص،

حدیثِ نبوی !

"علم حاصل کرو خواہ اس کے لئے تمہیں چین جانا پڑے"

دینِ اسلام فطرتِ انسانی کا خاصہ ہے آج اسکی مقبولیت علم و سائنس کی روشنی میں اجاگر کرنے میں مضمر ہے نہ کہ جبر و اکراہ اور جامد تقلید کے طریقوں سے،

ملک سپین میں تبلیغ اسلام کی بڑھتی ہوئی تحریک اور جماعت احمدیہ لاہور کا ہسپانوی زبان میں ترجمۃ القرآن کا مبارک اقدام

ہمت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمانست ایں بہرحالت شود پیدا

خطبہ جمعۃ المبارک، فرمودہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب بتاریخ ۲۳-۲-۸۲ ، بمقام جامع احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس لاہور، رپورٹ :- مولوی شفقت رسول خاں صاحب

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاقم وجھک للدین حنیفاً ط فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا ط
لا تبدیل لخلق اللہ ط ذالک الدین القیم ق ولکن اکثر الناس لا یعلمون

ترجمہ :- "یکسو ہو کر دین کی طرف اپنا رُخ کر ۔ اللہ کی بنائی ہوئی فطرت پر قائم رہ جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے ۔ اللہ کی پیدائش کو کوئی بدل نہیں سکتا ۔ یہ قائم رہنے والا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۔" (الروم ۳۰ - ۳۰)

سپین میں تبلیغ اسلام کے متعلق نوائے وقت کی رپورٹ

(نوائے وقت میگزین) میں "سپین میں اسلام واپس آرہا ہے" کے عنوان سے ایک مضمون چھپا ہے اس کے حوالے سے میں چند باتیں عرض کروں گا ۔ وہ ملک جس کو ماضی میں اندلس اور آج سپین کہتے ہیں قرونِ وسطیٰ میں اسلام کے ایک نامور سپہ سالار طارق بن زیاد نے فتح کیا تھا جیسے کہ ہندوستان میں سب سے پہلے محمد بن قاسم نے سندھ میں قدم رکھا ۔ طارق بن زیاد کا واقعہ فتح سپین ایک مشہور تاریخی واقعہ ہے کہ جب وہ سپین کی سرزمین پر اُترے تو انہوں نے وہ کشتیاں جن کے ذریعے سمندر کو عبور کیا تھا جلانے کا حکم دیا اور اپنے سپاہیوں کو اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ فتح حاصل کرنا ہوگی یا پھر موت کی آغوش میں جانا ہوگا اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے

طارق چو برکنارۂ اندلس سفینہ سوخت +

سپین میں جب مسلمانوں کی حکومت تھی تو اس میں درسگاہیں اور یونیورسٹیاں قائم تھیں جہاں لوگ تمام یورپ سے سائنس اور علوم طب کی تحصیل کے لئے جایا کرتے تھے لیکن انقلاب زمانہ کے ہاتھوں مسلمانوں کی حکومت چھن گئی اور عیسائی حکمران برسر اقتدار آگئے ۔ تو انہوں نے مسلمانوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے اور انہیں مجبور کر دیا کہ وہ اسلام سے منہ موڑلیں اور یوں اسلام تقریباً پورے اندلس سے ناپید ہوگیا اور اب پھر اسلام پر وہاں پھلنے پھولنے لگا ہے ۔ چنانچہ مضمون نگار لکھتا ہے :-

ماضی کا اندلس اور آج کا سپین ایک بار پھر اسلام کی طرف لوٹ رہا ہے ۔ قرطبہ ، غرناطہ اور اشبیلیہ کے شہر جن کے نام دل کے تاروں کو چھیڑ جاتے ہیں اور جن کی فضائیں صدیوں سے بے اذان تھیں ایک بار پھر خدائے واحد کی کبریائی کی دلکش اور روح پرور صداؤں سے گونج رہے ہیں ۔ اندلس کے وہ باسی جو اپنے عقیدہ و تہذیب کی جبری تبدیلی کو صدیاں گزر جانے کے باوجود عرب مسلمانوں کے لہو کے طفیل ۔ اقبال کے الفاظ میں خوش دل و گرم اختلاط اور سادہ و روشن جبین ہیں ۔ اپنے اجداد کے دین کی طرف مراجعت کر کے اس حقیقت کا ناقابل تردید ثبوت فراہم کر رہے ہیں ۔ کہ اسلام فی الواقع عشق بلا خیز کا ایسا سخت جان قافلہ ہے جسے زمانہ کی گردشیں نہ کبھی شکست دے سکی ہیں اور کبھی دے سکیں گی ۔ اس کی زندگی اور فروغ کے لئے حکومتوں کی سرپرستی کی ضرورت ہے نہ تیغ تفنگ نہ مال و متاع کی یہ تو وہ عقیدہ ہے جو صنم خانوں سے اپنے لئے پاسبان تلاش کر لیتا ہے ۔ جو اپنی داخلی طاقت اور فطرتِ انسانی کے لئے اپنے اندر موجود بے پناہ کشش کے بل پر کسی بیرونی قوت کا مرہون منت رہے بغیر زندہ رہنا اور پھلنا پھولنا جانتا ہے ۔ سپین میں یہ سب کچھ کس طرح ہو رہا ہے ۔ یہ ایک نہایت خوشگوار اور ولولہ انگیز داستان ہے جس کا خلاصہ یہ ہے :-

وہ یوں کہ ایک شخص صوفی شان محمد جو عام آدمی ہے معمولی تعلیم یافتہ ہے اور سماجی لحاظ سے بھی کوئی اہم شخصیت نہیں ہے یہ ۱۹۸۱ء کے اوائل میں لیبیا میں مقیم تھا وہاں سے اسپین پہنچا اور قرطبہ میں مقیم ہوا اور اس نے چالیس سال سے بند پلازہ کولون کی مسجد کے تالے کو کھلوانے کا عزم کیا ۔ چنانچہ اس نے جدوجہد شروع کر دی اور بالآخر مقامی انتظامیہ نے ۱۹۸۱ء میں مسجد کا تالا کھول دیا (جیسے حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم نے مسجد شاہجہان ووکنگ کو واگزار کرا کے وہاں اسلامک مشن قائم کیا) اور باوجود عیسائیوں کی مخالفت کے وہاں اذان اور جماعت شروع ہو چکی ہے ۔ چونکہ قرطبہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے اس لئے وہاں اسلام کی اشاعت کا کوئی موثر نظام قائم نہیں کیا جا سکا ۔ اس ضمن میں سعودی عرب کی حکومت نے فوری توجہ کا یقین دلایا تھا لیکن چھ ماہ گزر جانے کے باوجود اُن کی طرف سے اب تک کوئی کاروائی نہیں ہوئی ۔ قرطبہ کے مسلمان سعودی حکومت کی طرف سے حوصلہ افزا اقدام کے منتظر ہیں تاکہ وہاں اشاعتِ اسلام کا کام موثر اور منظم کیا جا سکے ۔ قرطبہ کے مقابلہ میں غرناطہ میں اسلام کی اشاعت کا کام بڑے مؤثر اور ہمہ گیر انداز میں ہو رہا ہے ، ایک مقامی مسلمان امیر منصور جو نسلاً ہسپانوی ہیں وہ ان سرگرمیوں کے نگران ہیں ۔ غرناطہ میں دو سال میں مارچ ۸۲ء تک مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تک پہنچ چکی تھی ان میں ایک ہزار قدیم مسلمان ہیں اور دو ہزار وہ ہیں جو دو سال کے عرصہ میں دائرہ اسلام میں داخل ہوئے نئے لوگوں کے قبول اسلام کا سلسلہ تیزی سے جاری ہے ،

غرناطہ اور قرطبہ کے علاوہ اندلس کا تیسرا شہر اشبیلیہ ہے جو سپین کی زبان میں SEVILLA یعنی سویلا یا سویلیہ کہلاتا ہے ۔ یہاں کل ۱۲ مسلمان ہیں جو سب کے سب نومسلم ہیں ان میں سے چار نے ۱۲ سال پہلے اسلام قبول کیا تھا ۔ جبکہ باقی آٹھ نے آٹھ ماہ کے اندر اسلام قبول کیا ہے ۔ یہ لوگ پرانے اندلسی ہیں اور بیشتر پرانے اندلسیوں کی طرح صدیوں پہلے ان کے آباؤ اجداد بھی مسلمان تھے جنہیں جبراً عیسائی بنا لیا گیا تھا ۔ اب یہ لوگ ازسرِنو شعور و آگہی کی روشنی سے بہرہ ور ہو کر اسلام کی طرف پلٹ رہے ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ دنیا کی اسلامی تحریکیں اس جانب خصوصی توجہ دیں اور ان کی ضرورت قرآن پاک ہے جن کو پڑھایا جا سکے اور اس کے مفہوم سے ان کو آگاہ کیا جا سکے کہ وہ قرآن پاک ، احادیث نبوی اور عربی اسلامی لٹریچر کو براہ راست سمجھ کر اس کی ترجمانی اور تشریح ہسپانوی زبان میں کر سکیں تاکہ مقامی لوگوں تک اسلام کی دعوت پہنچ سکے ۔

تبلیغ اسلام کے بارے میں تین امور جن کا یہ مضمون مظہر ہے۔

مندرجہ بالا بیان کی روشنی میں دو تین امور نظر آتے ہیں وہ یہ کہ اسلام ایک فطری دین ہے جس کو انسانی
فطرت قبول کر لیتی ہے۔ بشرطیکہ اس کو اس کا علم حاصل ہو جائے۔ دوسری بات یہ واضح ہوتی ہے کہ
ماضی میں نہ صرف اسلام کی تبلیغ کے لئے کوئی کوشش نہیں کی گئی بلکہ اسلام کی تبلیغ کی طرف سے لاپروائی
برتی گئی ہے۔ مسلمان امراء اور بادشاہوں نے اس طرف بہت کم دھیان دیا ہے۔ اور نہ ہی مسلمان علماء
نے اس کے لئے کوئی جدوجہد کی ہے۔ اس ضمن میں خدا کے فضل سے ہماری جماعت نے قرآن پاک کا
سپینش زبان میں ترجمہ کر رہی ہے۔ ترجمہ مکمل ہو چکا ہے اور تفسیری نوٹس کا ترجمہ جاری ہے۔ انشاء اللہ
امید ہے کہ وہ جلد ہی تکمیل کے مراحل طے کرے گا اور ہم اپنے ہسپانوی بھائیوں کی دینی پیاس کی تسکین
کا سامان بہم پہنچا سکیں گے۔ وباللہ التوفیق

حضرت مجدد زمان کی تبلیغ دینِ حقہ کے متعلق وسیع النظری

یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حضرت مجدد زماں کی روحانی آنکھ نے دیکھ لیا تھا کہ یہ
زمانہ اسلام کی قبولیت کا زمانہ ہے ایک دفعہ حضرت حکیم الامت مولانا نورالدینؓ نے حضرت اقدس سے
دریافت کیا کہ آپ تو فرماتے ہیں کہ طلوع الشمس من المغرب ہوگا۔ لیکن وہاں تو لوگ سرے سے مذہب ہی کو
چھوڑ رہے ہیں۔ تو اسلام وہ کیسے قبول کریں گے ؟ بلکہ اسلام کو بالکل نہیں چاہئے۔ تو حضور نے فرمایا
کہ یہ بات ہمارے مفید مطلب ہے کہ عیسائیت کے مذہب کا تصور باطل مٹ رہا ہے اور دلوں کی تختی
صاف ہو رہی ہے اور میری آنکھ نے اسلام کی پہلی رات کا چاند دیکھ لیا ہے۔ پہلی رات کا چاند دیکھنا
کسی کسی کا کام ہے۔ اور وہ تیز نظر لوگوں کو ہی نظر آسکتا ہے غلط تصور مٹ رہا ہے۔ صحیح تصور ضرور
قابلِ قبول ہوگا محض عقل کی بات اتنی مضبوط نہیں ہوتی۔ ؎

پائے استدلالیاں چوبیں بود + پائے چوبیں سخت بےتمکین بود

خواجہ کمال الدین مرحوم ۱۹۱۳ء میں جب انگلینڈ تبلیغ اسلام کے لئے گئے تو وہاں ہندوستان
سے گئے ہوئے ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین نے حضرت خواجہ کمال الدین کے تعزیتی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے
ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صدر انجمن حمایت اسلام نے کہا۔ کہ حضرت خواجہ مرحوم کے مغرب میں ارادہ تبلیغ
اسلام سے مطلع ہوا تو میں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ خواجہ صاحب کو مغرب ایسے ترقی پذیر ملک
کی نہیں بلکہ اپنے اس شوق کو کسی مشرقی ملک میں پورا کرنا چاہئے اگر وہ نہ مانیں تو ان کے دماغ میں خلل ہے
مگر آج میں اس تعزیتی اجلاس میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں اور خواجہ صاحب کو حق پر سمجھتا ہوں انہوں
نے کامیابی کے ساتھ اسلامی علم یورپ میں گاڑ کر اور کامیابی سے ہمکنار ہو کر وفات پائی۔
یہ بات واضح ہے کہ اسلام تر و تازگی کے لئے کسی قسم کی طاقت کا محتاج نہیں بلکہ وہ الدین
القیم ہے وہ قائم رہنے والا دین ہے۔ جس کے لئے مسلمان کو صرف اپنا عملی نمونہ پیش کرنے کی
ضرورت ہے۔ یعنی وہ خدا کی کامل اطاعت کرے اور مخلوقِ خدا کی ہمدردی میں پیش پیش ہو۔ یہ باتیں
انسان کی فطرت میں موجود ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب اس حقیقت کے اظہار کے لئے مبعوث ہوئے
کہ اسلام ایک دینِ فطرت ہے۔ یہ کسی کی قوت اور سطوت کا محتاج نہیں ہے۔ اس کا غلبہ عنقریب
ہونے والا ہے۔ اور یہ بات ہو کر رہے گی کہ اسلام تمام جہان میں تمام ادیان پر غالب ہو کر رہے گا
ہمیں ہماری کوششوں کا اجر مفت میں ملے گا۔

مفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ + قضائے آسماں است ایں بہر صورت شود پیدا

حضرت اقدس کی نظر میں تبلیغ اسلام کا طریقہ

حضرت اقدس نے تبلیغ اسلام کے لئے جو طریق کار بتایا ہے وہ یہ ہے کہ دین میں جبر نہیں تبلیغ
دین کے لئے دلائل و براہین سے اسلام کی برتری دیگر ادیان پر ثابت کی جائے اور اپنے عملی نمونہ سے یہ ثابت
کیا جائے کہ مسلمان تمدن و تہذیب میں اعلیٰ پایہ کا شہری ہوتا ہے جو امن پسند اور دوسروں کے لئے مفید ہوتا ہے
لیکن مقامِ افسوس ہے کہ آج مسلمانوں کا نمونہ اسلام کے قبول کرنے میں روک بنا ہوا ہے کیوں وہ جملہ
امراض جو دوسرے اہلِ مذاہب میں ہیں وہی ان میں موجود ہیں اور یہ غلط نمونہ اسلام کے قبول میں غلط تاثر
پیدا کرتا ہے۔ یاد رکھو! اسلام کو زبردستی نہیں منوایا جا سکتا۔ اور یہ غلط تصور مسلمانوں میں راہ پا گیا ہے
کہ جو دلائل سے قائل نہ ہو اس کو جبر و تشدد سے منوایا جائے۔ یہ قول و فعل کا تضاد غلط تاثر پیدا کر رہا ہے
ورنہ فطرتِ سلیمہ اس کو قبول کرنے کے لئے یقیناً مستعد رہتی ہے جس کا ثبوت مندرجہ بالا مضمون میں
واضح طور پر موجود ہے۔

غلط نمونہ کا تاثر یقیناً غیر مفید اور تبلیغ اسلام کے لئے سب سے بڑی روک ہے ہمارے ایک مبلغ کا
واقعہ ہے کہ تبلیغ اسلام کے بعد یورپ سے واپس بذریعہ بحری جہاز وطن واپس آرہے تھے انہیں جہاز کے
اندر ایک یورپین لیڈی کو اسلام کی تبلیغ کا موقع ملا وہ اثنائے سفر میں اس خاتون کو اسلام کی خوبیاں
اور اوصاف بیان کرتے رہے لیکن جونہی وہ جہاز مصر کی بندرگاہ اسکندریہ کے نزدیک پہنچا تو جہاز
کے عملہ نے بورڈ اور تختیاں آویزاں کر دیں کہ یہ مسلمانوں کے ملک مصر کی بندرگاہ آگئی ہے۔ اپنے اپنے
سامان کو محفوظ اور مقفل کر لو کیوں کہ یہ لوگ چوری کر لیتے ہیں۔ اور لوٹ لیتے ہیں۔ جب اس بات کا اعلان
ہوا تو اس خاتون نے ہمارے مبلغ سے کہا کہ جناب مشنری صاحب کیا یہ کچھ اسلام ہی سکھاتا ہے ؟ اس پر
ہمارے مبلغ کو ندامت اٹھانا پڑی۔ تو اصل چیز قول اور فعل کی یکسانیت کا نمونہ ہے۔ حضرت مجدد نے
اس حقیقت کو ایک صدی پہلے واضح کر دیا تھا کہ غلبہ اسلام یقینی ہے۔ اور اب یہ خواب شرمندۂ تعبیر
ہوتا جا رہا ہے۔ اور لوگ جوق در جوق حلقہ بگوش ہونے جا رہے ہیں۔ اللھم زد فزد
میں اس بات پہ زور دوں گا کہ اپنی زندگیوں کو اسلام کے مطابق ڈھالو اور اپنا بہتر نمونہ
دنیا کو دکھاؤ تاکہ نتائج جلد برآمد ہوں اور تمام دنیا کا مذہب اسلام ہی ہو جائے۔

——— ٭٭٭ ———

والدین کی ناشکری

اللہ تعالیٰ کے بعد انسان کے سب سے بڑے محسن اُس کے ماں باپ ہوتے ہیں۔ باپ اللہ تعالیٰ
کی ربوبیت کا مظہر ہے تو ماں اللہ تعالیٰ کی رحمانیت اور رحیمیت کی۔ ماں باپ کے احسانات
کو کبھی کوئی انسان گن نہیں سکتا۔ مگر دیکھیئے آج کا انسان اپنے ماں باپ کا بھی ناشکرا بن گیا
ہے کہ ماں باپ آٹھ آٹھ آنسو روتے ہیں اور ان کے لئے بجائے موجب راحت و تسکین
ہونے کے اُن کے لئے باعث دکھ و رنج بنا ہوا ہے۔ جب اپنے محسن اعظم یعنی اللہ تعالیٰ تک کی
ناشکرگذاری پر انسان اُتر آیا ہے تو کوئی تعجب نہیں کہ اس کی صفات کے مظہر ماں باپ کا بھی ناشکرگذار
ہو گیا ہے۔

(ماخوذ از خطبہ جمعہ فرمودہ مکرم میاں نصیر احمد فاروقی صاحب)

مرسلہ: ڈاکٹر خورشید عالم ترین سرینگر،

الجہاد فی الاسلام

پنڈت مہاشے کی مشہور تصنیف "گیتا اور قرآن" کے صفحہ نمبر ۲۶۲ تا ۲۶۵ کا دلچسپ " اور بے لاگ متن،

جہاد، شبد (لفظ) قرآن میں الگ الگ شکلوں میں جگہ جگہ آیا ہے۔ جہاد کے عام طور پر معنی یہ ہیں:-

"کسی ایسی چیز کے ساتھ جو ٹھیک نہ ہو، اپنی حد درجے کی طاقت لگا کر اُسے ٹھیک کرنے کی کوشش کرنا،" (مفردات امام راغب۔ تاج العروس)

یعنی کسی بھی کام میں "جدوجہد کرنا یعنی سخت کوشش کرنا،" (غریب القرآن، مرزا ابوالفضل)

قرآن میں جگہ جگہ جہاد فی سبیل اللہ آیا ہے جس کے معنی ہیں "اللہ کی راہ میں کوشش کرنا"۔ اسلام کے شروع کے دنوں میں قریش کے ظلموں سے اپنی جان اور اپنے دھرم کو بچانے کے لئے جو مسلمان اپنے وطن مکے سے بھاگ کر حبش یعنی اتھوپیا چلے گئے تھے اُن کے اس کام کو قرآن کریم میں "اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرنا" (۸-۷۲، ۷۴، ۷۵) کہا گیا ہے۔

اس جہاد کا کسی قسم کے بھی ہتھیاروں یا لڑائی سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس وقت تک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت بھی نہیں دی گئی تھی۔ بلکہ مسلمانوں کو حکم تھا کہ وہ اپنے دشمنوں کے ظلموں کو بنا کسی قسم کا بدلہ لئے شانتی اور صبر کے ساتھ برداشت کریں اور جہاں تک بن پڑے "بُرائی کا بدلہ بھلائی سے دیں"۔

قرآن میں خود (حضرت) محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو اللہ نے کئی جگہ حکم دیا ہے کہ جن لوگوں نے ابھی تک تمہاری بات نہیں مانی یا جو مسلمان ہو چکے تھے اور پھر بھی سچے اور صاف دل سے تمہارا ساتھ نہیں دے رہے ہیں اُن سب کے ساتھ "جہاد" جاری رکھو۔ یعنی پریم کے ساتھ انہیں سمجھانے بجھانے کی کوشش میں ڈھیل نہ آنے دو (قرآن ۹-۷۳، ۶۶-۹) یہاں بھی جہاد شبد سے کسی قسم کا کوئی واسطہ ہتھیار بند لڑائی سے نہیں ہے۔ خاص اُن مسلمانوں کے خلاف جن کا ان آیتوں میں ذکر ہے۔ نہ کبھی کسی کو ہتھیار اٹھانے کی اجازت دی گئی اور نہ کبھی کسی نے ہتھیار اُٹھائے۔ ان آیتوں کے بارے میں مولوی محمد علی (رحمۃ اللہ علیہ) نے قرآن کے انگریزی ترجمہ (THE HOLY QURAN) میں لکھا ہے۔

"یہاں جہاد کے معنی تلوار کی لڑائی کرنا۔ عربی زبان سے بالکل ناواقفیت ظاہر کرنا ہے"

ایسے ہی پچیسویں سورت کی ۵۲ ویں آیت میں (حضرت) محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے کہا گیا ہے کہ "لوگوں کے ساتھ قرآن کے ذریعہ جہاد کبیرہ۔ یعنی زبردست جہاد کرو"۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی پوری طاقت کے ساتھ ان میں قرآن کی تعلیم پھیلاؤ۔ اور انہیں سمجھاؤ"۔ اس آیت کے تحت مولوی محمد علیؒ نے لکھا ہے:-

"اس آیت سے صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ جہاد شبد قرآن پاک میں کن معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ یہ سورت مکے کے زمانے کی ہے اور اس کا جنگ سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس آیت کے مطابق سچائی کا پرچار کرنے کی جو بھی کوشش کی جائے وہ صرف جہاد ہی نہیں بلکہ "کبیر" یعنی بڑا جہاد ہے.... قرآن کے سب ٹیکا کرنے والے (مفسرین کرام) جیسے بیضاوی امام اسیرالدین ابوحیان وغیرہ اس آیت میں جہاد شبد کے یہی معنے کرتے ہیں"

(انگریزی ترجمۃ القرآن۔ ص ۷۲۱)

جو لوگ اپنے دشمنوں کے ظلم سے بچنے کے لئے بھاگ کر کسی دوسری جگہ چلے جاویں۔ پر سچائی کو نہ چھوڑیں اور صبر کے ساتھ اپنے دھرم پر جمے رہیں۔ اُن کے اس کام کو بھی قرآن میں بار بار 'جہاد' کہا گیا ہے۔ (دیکھو ۱۶: ۱۱۰) اسی طرح "دان دینا، غریبوں اور یتیموں کو پالنا، دوسروں کی مدد کرنا، مصیبتیں سہنا" ان سب کو اللہ کی راہ میں جہاد بتایا گیا ہے۔ (حضرت) محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی ایک مشہور حدیث ہے کہ "سب سے بڑا جہاد اپنے نفس پر قابو پانا یعنی اپنے غصے اور اپنی خواہشوں (واسناؤں) کو جیتنا ہے"۔ اس کو یعنی اپنے نفس پر قابو رکھنے کو ہی عربی زبان میں اور عام طور پر مسلم کتابوں میں 'جہاد اکبر' یعنی سب سے بڑا جہاد مانا گیا ہے۔

مسلمانوں میں آج تک دھرم کے اس طرح کے کاموں، جیسے نماز پڑھنا۔ روزے رکھنا۔ دان دینا وغیرہ میں بہت زیادہ دقت اور محنت خرچ کرنے کو "مجاہدہ" کہا جاتا ہے۔ جہاں تک جہاد شبد کا قرآن کے ساتھ تعلق ہے نیچے لکھی ہوئی تین باتیں پورے یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہیں۔

۱:- قرآن میں جہاد شبد جگہ جگہ ایسے موقعوں پر آیا ہے جہاں ہتھیار اٹھانے یا لڑنے سے کسی طرح کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اور دھرم کے معاملے میں ہر جائز کوشش کو جہاد کہا گیا ہے۔

۲:- سارے قرآن میں کسی ایک ایسی جگہ بھی جہاں صاف صاف مطلب صرف لڑنے یا ہتھیار اٹھانے سے ہو جہاد شبد (لفظ) کو استعمال نہیں کیا گیا۔

۳:- خاص حالتوں میں قرآن کے اندر اپنے دھرم کی حفاظت کے لئے ہتھیار اٹھانے یا لڑنے کی اجازت بھی دی گئی ہے۔ لیکن جہاں کہیں اس کا ذکر ہے وہاں جہاد شبد (لفظ) استعمال نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ صرف "قتال" شبد استعمال کیا گیا ہے۔ (دیکھو ۲: ۱۹۰ سے ۱۹۵، ۴: ۷۴، ۷۵، ۸۴، ۹۰، ۹۴، ۷۱، ۴)

-: نوٹ :-

اِس مضمون پر مولوی چراغ علی کی کتاب 'جہاد' اور مولنا ابوالکلام آزاد کی کتاب الجہاد فی الاسلام خاص طور پر دیکھنے کے قابل ہیں۔ (سندر لال)

ماخوذ از گیتا اور قرآن۔ ص ۲۶۲ تا ۲۶۵

مطبوعہ الٰہ آباد، طبع اول

* * *

بااہتمام ریاض حسین احمدیہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور — مورخہ ۴ اگست ۱۹۸۳ء — جلد ۶۹، شمارہ ۳۱

بیگم صاحبہ چوہدری رحمت خاں 993
7 آستانہ سٹریٹ ٹاؤن
ڈاک خانہ اچھرہ ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ

پیغامِ صلح

لاہور

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰی ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبری

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ پائے احمدِ مختار ہیں

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

رجسٹرڈ ایل ۸۳۸
تار کا پتہ ۔ تبلیغ
فون ۔ ۵۲۷۳۷

مدیر اعزازی
پروفیسر خلیل الرحمٰن

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید
و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا

نائب مدیر
عبد الرؤف اعوکھر

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے ۔ تیس روپے
بیرونی ممالک سے ۔ دو پونڈ (علاوہ محصول ڈاک)

جلد :- ۶۹	یوم چہارشنبہ ۲۶ شوال المکرم ۱۴۰۲ھ ۔ بمطابق ۔ ۱۱ ۔ اگست ۱۹۸۲ء	شمارہ ۳۲

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

ابتلاء اور ہم و غم اللہ تعالٰے کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ ہیں

جن لوگوں کو اللہ تعالٰے پر یقین نہیں ہوتا اُن کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ذرا سی تکلیف پہنچنے پر وہ گھبرا جاتے ہیں اور خودکشی کرنے میں ہی آرام دیکھتے ہیں لیکن انسانی رُوح کی تکمیل اور تربیت چاہتی ہے کہ اس پر مختلف قسم کے ابتلاء آویں تا کہ اس کا اللہ تعالٰے پر یقین بڑھے ۔ اللہ تعالٰے ہر ایک چیز پر قادر ہے ۔ تاہم جن لوگوں کو اپنی عمر میں کسی قسم کی تکلیف اور ابتلاء کا سامنا نہیں پڑتا اُن کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ بالکل دنیا اور اُس کی خواہشات میں منہمک ہوتے ہیں اور اُن کا سر کبھی اُوپر کی طرف نہیں اُٹھتا ۔ اور خدا تعالٰے کا کبھی بھول کر بھی انہیں خیال نہیں آتا ۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو انسانیت کی اعلےٰ درجہ کی خوبیوں کو ضائع کر دیتے ہیں اور اس کی بجائے ادنےٰ سی باتیں حاصل کر لیتے ہیں کیونکہ مصائب کے اندر ایمان اور ایقان کی ترقی ان کے لئے وہ راحت اور اطمینان کے سامان پیدا کرتی ہے جو دُنیا کے اموال و لذّات میں کبھی بھی حاصل نہیں ہو سکتے ۔

لیکن افسوس ہے کہ دنیا دار لوگ بچّوں کی طرح آگ کے انگارہ پر خوش ہو جاتے ہیں لیکن اس کی سوزش اور نقصان رسانی سے آگاہ نہیں ہوتے ۔ لیکن جو لوگ ابتلاؤں کی حالت میں استقامت سے کام لیتے ہیں ، انہیں اللہ تعالٰے اپنے خاص فضل سے ایمان اور یقین کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے ۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی ابتلاء نہیں آیا وہ ایک وجہ سے بدقسمت ہیں ۔ کیونکہ وہ ناز و نعمت کی زندگی بسر کر کے خُدا سے غافل اور بہائم کی سی زندگی بسر کرتے ہیں ۔ ان کی زبان ہوتی ہے لیکن اس سے حق نہیں بول سکتے اور ان کی زبان پر خدا کی حمد و ثنا کبھی جاری نہیں ہوتی ۔ وہ صرف فسق و فجور کی باتیں کرنے اور ذائقہ چکھنے کے لئے ہوتی ہے ۔ ان کی آنکھیں ہوتی ہیں لیکن نظارۂ قدرت دیکھنے کے لئے نہیں بلکہ بدکاری کے لئے ، پھر ایسے لوگوں کو خوشی اور راحت کیسے میسر آ سکتی ہے کسی شخص کو ہم و غم میں مبتلا دیکھ کر یہ مت سمجھو کہ وہ بدقسمت ہے نہیں بلکہ اگر وہ اس ہم و غم میں خدا کو نہ بھولے تو وہ اس سے پیار کرتا ہے اور اس پر بڑی بڑی رحمتیں نازل کرتا ہے ۔ .... (ملفوظات احمدیہ ص ۸۲-۸۳)

* پاکستان میں بسنے والے ہر فرد کو *

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے جشنِ آزادی مبارک ہو

میسزد گر خوں ببارد دیدۂ ہر اہلِ دیں

میسزد گر خوں ہبارد دیدۂ ھر اہلِ دیں ——— بر پریشاں حالئے اِسلام و قحط المسلمین

مناسب ہے کہ ہر دیندار کی آنکھ خون کے آنسو رُوئے ، اِسلام کی پریشان حالی اور قحط المسلمین پر

دینِ حق را گردشِ آمد صعبناک و سہمگیں ، ——— سخت شورے اوفتاد اندر جہاں از کفر و کیں

خُدا کے دین پر نہایت خوفناک اور پُرخطر گردش آگئی ، کفر و شقاوت کی وجہ سے دنیا میں سخت فساد برپا ہوگیا

پیشِ چشمانِ شما اِسلام در خاک اوفتاد ——— چیست عذرے پیشِ حق اے مجمع المتنعمین

تمہاری آنکھوں کے سامنے اِسلام خاک میں رِل گیا۔ پس اے امیروں کے گروہ تمہارا خُدا کے حضور میں کیا عذر ہے

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید ——— دینِ حق بیمار و بے کس ہمچو زین العابدینؓ

افواجِ یزید کی مانند ہر طرف کفر جوش میں ہے۔ اور دینِ حق زین العابدین رضہ کی مانند بیمار و بے کس ہے

مردمِ ذی مقدرت مشغولِ عشرتہائے خویش ——— خورم و خنداں نشستہ با بتانِ نازنیں

امراء عیش و عشرت میں مشغول ہیں۔ اور حسین عورتوں کے ساتھ خرّم و خنداں بیٹھے ہیں ،

عالماں را روز و شب باہم فساد از جوشِ نفس ——— زاہداں غافل سراسر از ضرورت ہائے دیں

عالم دن رات نفسانی جوشوں کی وجہ سے آپس میں لڑ رہے ہیں۔ زاہد ضروریاتِ دین سے بالکل غافل ہیں

ہر کسے از بہرِ نفسِ دونِ خود طرفے گرفت ——— طرفِ دیں خالی شد و ہر دشمنے جست از کمیں

ہر شخص نے اپنے ذلیل نفس کی خاطر ایک پہلو اختیار کرلیا۔ اِس لئے دین کا پہلو خالی ہوگیا اور

اے مسلماناں چہ آثارِ مسلمانی ہمیں است ——— دیں چنیں ابتر شما در جیفۂ دنیا رہیں

اے مسلمانو ! کیا یہی مسلمانی کی علامتیں ہیں۔ دین کی تو یہ حالت ہے۔ اور تم دُنیا کے مُردار پر فدا ہو

کاخِ دنیا را چہ استحکام در چشمِ شما ست ——— یا مگر از دل بروں کردید موتِ اوّلیں ،

تمہاری نظر میں دنیا کا محل بہت مضبوط ہے یا شاید پہلوں کی موت کا خیال تمہارے دِل سے نکل گیا ہے

دورِ موت آمد قریب اے غافلاں فکرش کنید ——— دورِ می تا کے بخوباں لطیف و مہ جبیں ،

اے غافلو ! موت کا وقت قریب آگیا اس کی فکر کرو۔ خوبصورت چہروں کے ساتھ دورِ شراب کب تک چلتا رہے گا

نفسِ خود را بستۂ دنیا مدار اے ہوشمند ——— ورنہ تلخیہا بہ بینی وقتِ انفاسِ پسیں۔

اے عقلمند ! اپنے نفس کو دُنیا کا قیدی مت بنا ورنہ مرنے کے بعد بہت سختیاں برداشت کرے گا

دل مدہ اِلّا بدلدارے کہ حسنش دائم است ، ——— تا سرورِ دائمی یابی ز خیر المحسنیں ،

اس معشوق کے سوا جس کا حسن لازوال ہے اور کسی کو دل نہ دے تاکہ تو دائمی خوشی خدائے محسن کی طرف سے حاصل کرے

ہست جامِ عشقِ او آبِ حیاتِ لازوال ——— ہر کہ نوشید است او ہرگز نمیرد بعد ازیں

اس کے عشق کا جام لازوال آبِ حیات ہے۔ جس نے اسے پی لیا وہ ہرگز نہیں مرے گا

اے برادر دل منہ در دولتِ دنیائے دُوں ——— زہرِ خونریز است در ہر قطرۂ ایں انگبیں ،

اے بھائی اِس ذلیل دُنیا کی دولت سے دِل نہ لگا اِس شہد کے ہر قطرہ میں زہرِ ہلاہل موجود ہے

تا توانی جہد کن از بہرِ دیں با جان و مال ——— تا ز ربُّ العرش یابی خلعتِ صد آفریں

جب تک تجھ سے ہوسکتا ہے اپنے جان و مال کے ساتھ دین کے لئے کوشش کرتا کہ خداوندِ عرش کی طرف سے شاباشی کا خلعت حاصل کرلے

خطبہ عید الفطر مورخہ ۲۲؍ ۸۲ء فرمودہ سیدنا حضرت امیرِ قوم ایدہ اللہ تعالےٰ

مسجد دار السعید ایبٹ آباد

تشہد و تعوذ کے بعد آپ نے سورۃ آل عمران کی آیت ۲۸ "لا یتخذ المؤمنون الکفرین اولیاء من دون المؤمنین .... والی اللہ المصیر، اور سورۃ النساء کی آیت ۱۴۴ ایک ہی ہے اور عالم اسلام کے موجودہ حالات کے مطابق ہے۔

آج عید الفطر ہے۔ عید کے معنی ہیں بہت بڑی خوشی جو بار بار آئے۔ اور فطر اسے اس لئے کہتے ہیں کہ ۲۹ یا ۳۰ دن روزے رکھنے کے بعد آتی ہے۔ اس دن روزہ افطار کیا جاتا یا توڑا جاتا ہے۔ روزہ ایک مشقت اور مجاہدہ کا نام ہے جو اللہ تعالےٰ کی خوشنودی اور رضا کے لئے کیا جاتا ہے۔ اس لئے اس مجاہدہ کے اختتام پر خوشی منائی جاتی ہے۔ اور حقیقی خوشی وہی ہے جو مشقت اُٹھانے کے بعد حاصل ہو اور جسے محنت کر کے کمایا جائے۔

آج سے ۷۰ دن کے بعد ایک اور خوشی کا دن بھی آئے گا جسے عید الاضحےٰ کہا جاتا ہے۔ وہ بھی ایک بڑے بھاری مجاہدہ اور مشقت کے بعد آتی ہے۔ اس کے لئے سفر کی تکلیف اٹھائی جاتی ہے۔ حج کے ارکان ادا کئے جاتے اور قربانی دی جاتی ہے۔ اس طرح کے خوشی کے دن اور قوموں میں بھی منائے جاتے ہیں لیکن ان کے ان دنوں میں شراب نوشی۔ بے راہ روی اور ہر قسم کے گناہ کی اجازت ہوتی ہے۔ وہ ان سے وقتی طور پر سرور حاصل کرتی ہیں۔ لیکن اسلام میں یہ دن منانے کا طریق نرالا ہے۔ اس عید کا منفرد و باتوں میں ہے۔ ایک اس میں کہ حقیقی خوشی وہی ہے جس کے حاصل کرنے کے لئے محنت، مشقت اور مجاہدہ کیا جائے اور یہی وہ خوشی ہے جو روح کو خوش کرتی ہے۔ اس خوشی میں دینی اور روحانی پہلو غالب ہے۔ یہ صدقہ سے شروع ہوتی ہے جو دوسروں کو اس خوشی میں شریک کرنے کے لئے ان کی مدد ہے۔ بے غرض اور بے لوث مدد اور مالی قربانی۔ دوسروں کے لئے قربانی کر کے بھی انسان کی روح کو حقیقی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے بعد تمام مسلمان نمازمیں اللہ تعالےٰ کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے آگے اپنے سر رکھ دیتے ہیں۔ جو اس راز سے آگاہ ہیں وہ جانتے ہیں کہ اصلی خوشی اللہ تعالےٰ کے آگے گرنے میں ہے۔ اور اس میں وہ سرور اور نشہ ہوتا ہے جو دنیا کی کسی سخت سے سخت نشی چیز میں بھی نہیں پایا جاتا۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ نشیات کا نشہ عارضی ہوتا ہے لیکن جو نشہ اللہ تعالےٰ کی محبت، معرفت اور اس کے حضور میں اپنا سر رکھنے میں ملتا ہے اور جو راحت تسکین اور اطمینان اس سے حاصل ہوتا ہے وہ دائمی اور لازوال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ والے لوگ ہمیشہ مطمئن اور خوش رہتے ہیں کیونکہ وہ اس راز کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس سرور کو آپ بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ دروازہ ہر ایک کے لئے کھلا ہے۔

اس دن سارے مسلمان مل کر اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ اگر ہم ان اجتماعات میں شامل نہیں ہو سکتے تو اس میں ہمارا قصور نہیں لیکن دلی طور پر ہم سب بھی ملک اور قوم کے ساتھ شریک ہیں۔ اور ہم محسوس کرتے ... دنیا کے کونوں کونوں تک پہنچا دیا جائے اور تمام دنیا اس کے فیض سے سیراب ہو جائے اور کائنات میں امن اور سلامتی کا دور دورہ ہو۔

آپ نے فرمایا کہ اس کام اور مقام کے لئے آپ کو کھڑا کیا گیا ہے۔ ... وقت نے اس درد کو محسوس کیا اور فرمایا :۔ ؎

بے کس شد دینِ احمد ہیچ خویش و یار نیست ٭ ہر کسے در کار خود با دینِ احمد کار نیست

احمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دین بے کس ہو چکا ہے۔ اس کا نہ کوئی اپنا ہے اور نہ کوئی دوست، ہر کوئی اپنے نفس کے غم میں مبتلا ہے۔ اور دینِ احمد صلعم کے ساتھ کسی کو کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔

اور پھر فرمایا کہ ؎

اے سیدالوریٰ مددے وقت نصرت است ٭ در بوستاں سرائے تو کس باغباں نہ ماند

اے پاکوں کے سردار میری مدد کو پہنچ۔ یہ مدد کرنے کا وقت ہے۔ تیرے باغ کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی باغباں موجود نہیں۔

دین کی یہ بے کسی آپ کو دن رات تڑپاتی تھی۔ یہی درد اور تڑپ آپ نے اپنی جماعت میں پیدا کی کہ دینِ احمدؐ کی اس بے کسی کو دور کریں۔ آج جو انقلاب آپ کو ہر طرف نظر آرہا ہے۔ اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں یہ اسی درد اور تڑپ کا نتیجہ ہے جو مسیحِ وقت اور آپ کی جماعت میں پیدا ہوئی۔

میں نے شروع میں آپ کو بتایا ہے کہ عید بار بار آنے والی خوشی کو کہتے ہیں۔ آج عید ہے لیکن اس خوشی میں غم کا عنصر غالب ہے کیونکہ آج سارا عالمِ اسلام مصائب اور مشکلات میں گھرا ہوا ہے۔ ہر افق پہ خطرات کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ ہم سالہا سال سے دیکھتے آرہے ہیں کہ ہر عید ایک نیا غم لے کر آتی ہے۔ ہر عید کشت و خون۔ جنگ اور سیلابوں کے بعد آتی رہی ہے۔ ہر سال کوئی نہ کوئی مصیبت آتی ہے۔ لیکن اس سال تو پچھلے سارے ریکارڈ ٹوٹ گئے ہیں۔ دنیائے اسلام غموں میں مبتلا ہے۔ افغانستان، لبنان اور ایران و عراق میں کیا ہو رہا ہے۔ ہزاروں انسان لقمۂ اجل بن گئے ہیں۔ ان کے گھر با رتباہ ہو چکے ہیں۔ لاکھوں انسان بے گھر ہو چکے ہیں۔ انہیں پناہ کی کوئی جگہ نہیں مل رہی۔ اس کہرام کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ حبشہ کے ہاتھوں صومالیہ پر کیا گذر رہی ہے۔ کفر کی تلوار اسلام کے خلاف اُٹھے تو الگ بات ہے لیکن ایک مسلمان ملک ایران دوسرے

مسلمان ملک عراق کے خلاف نبرد آزما ہے اور اسے آپریشن رمضان کا نام دیا گیا ہے۔

یہ کس قدر افسوسناک بات ہے۔ آپریشن رمضان تو بدر کی جنگ تھی جس میں مٹھی بھر مسلمان اپنے سے تین گنا کفار کے لشکر کے خلاف صف آرا تھے اور حق نے باطل کا سر کچل کے رکھ دیا تھا۔ اور یہاں مسلمان مسلمان کے خلاف لڑ رہا ہے۔ اور اسے آپریشن رمضان کا نام دیا گیا ہے اسلحہ اربوں ڈالر کے خرچ سے دشمنان اسلام سے خریدا جاتا اور ایک دوسرے کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے۔ اس طرح اپنی دولت۔ قوت اور قوم کو تباہ کر کے اپنے دشمنوں کے تمسخر اور مذاق کا نشانہ بن رہے ہیں۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے ہماری یہ عید خوشی کی عید نہیں۔ ہمارے ساتھ ہماری قوم نے جو بھی سلوک کیا اور کر رہی ہے اس کے باوجود مسلمانوں کے اس دکھ اور آلام پر ہمارے دل روتے ہیں کیونکہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے ہے۔ آپ نے طائف کے بدبخت لوگوں کے ہاتھوں لہولہان ہو کر بھی یہی فرمایا کہ رب اھد قومی لایعلمون۔ میرے اللہ میری یہ قوم لاعلم ہے۔ اور حضرت [illegible] نے بھی یہی فرمایا ہے۔

ع گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو + کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم مسلمان قوم کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ان کی ان مصائب کو دور فرمائے اور انہیں ہدایت اور سمجھ دے کہ وہ حقیقت کی شناخت کریں۔

غور کا مقام ہے کہ کیا یہ سب کچھ بلاوجہ ہے؟ آنحضرت صلعم کی چشم بصیرت نے اس زمانہ کا حال آج سے چودہ سو سال پہلے دیکھ لیا تھا۔ اسی لئے آپ نے فرمایا تھا کہ ایک زمانہ میری امت پر مصیبتوں کا دروازہ کھل جائے گا۔ اور اسے کوئی بند نہیں کر سکے گا۔ کیا یہ وہی زمانہ نہیں؟ ایران اور عراق کی جنگ بند کرانے کے لئے ساری کوششیں ناکام ہو گئی ہیں۔ لبنان میں فلسطینیوں پر یہودیوں کے ہاتھوں جو ظلم ڈھائے جا رہے ہیں اُن کے ہاتھوں کو کوئی روک نہیں سکا۔ افغانستان میں جو کچھ ہو رہا ہے اُسے ختم نہیں کرایا جا سکا۔ یہ مخبر صادقؐ کی دی ہوئی خبر ہے اُسے ہر حال میں پورا ہونا ہے۔ اگر ایک جگہ پر دروازہ بند ہوگا تو کسی دوسری جگہ کھل جائے گا۔

اللہ تعالےٰ تو ارحم الراحمین ہے وہ اپنے بندوں پر کبھی ظلم نہیں کرتا۔ اس کی ان صفات کو سامنے رکھتے ہوئے ان آیات پر غور کرنے کی ضرورت ہے جو میں نے شروع میں تلاوت کی ہیں۔

سورۃ آلِ عمران کی آیت ۲۸ جو میں نے تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ مومن مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے تو اللہ اس کے ساتھ اس کا کچھ تعلق نہیں سوائے اس کے کہ تم ان سے کسی طرح اپنا بچاؤ کر لو اور اللہ تم کو اپنی سزا سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف انجام کار پہنچنا ہے۔

اس آیت میں یہ چار باتیں بیان ہوئی ہیں۔

۱۔ مومن کافروں کو دوست نہ بنائیں ۲۔ جو کافروں کو اپنا دوست بنائے گا تو اللہ کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ اللہ اس کا دوست اور مددگار نہیں ہوگا۔

۳۔ کافر مومنوں کو ختم کرنے کے لئے ہر حربہ کام میں لائیں گے اس لئے مومنوں کو چاہیئے کہ ان سے اپنے بچاؤ کے لئے ہر لحظہ ہوشیار اور تیار رہیں وہ تحریری۔ تقریری یا جنگی اسلحہ کے ذریعہ ان پر حملہ کریں تو اس حملہ کے جواب میں اُن کے پاس اسی قسم کا اسلحہ موجود ہونا چاہیئے۔

۴۔ اگر مومن ایسا نہیں کریں گے تو پھر اللہ تعالےٰ کی سزا کے مستحق ہو جائیں گے جس سے ان کو کوئی نہیں بچا سکے گا۔ یہ سزا یہاں بھی ملے گی اور آخرت میں بھی وہ اس کے مستوجب ہوں گے۔

سورۃ نساء کی آیت ۱۴۴ کا مضمون بھی کم و بیش یہی ہے۔

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کی سزا کے لئے اپنے خلاف کھلی دلیل بناؤ۔"

اس آیت میں بھی کافروں کو دوست بنانے سے روکا گیا ہے کیونکہ اس صورت میں مومن اللہ کی سزا کے لئے اپنے خلاف کھلی دلیل بنا دیں گے یعنی اللہ ان کو اس کی سزا دے گا۔ جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بنائے گا اور اس دوستی کی وجہ سے دوسرے مسلمانوں اور مومنوں کو نقصان پہنچے گا تو اللہ تعالےٰ اس پر اپنا عذاب اور سزا نازل کرے گا۔ آج کے حالات یہی بتاتے ہیں کہ مسلمانوں نے کافروں سے خدا اور اس کے رسولؐ کے دشمنوں سے دوستی گانٹھ رکھی ہے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہیں۔ ان کے دشمن خوش ہیں کہ مسلمان مٹ رہے ہیں اور ان کی دولت بھی تباہ ہو رہی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ اپنے مذہب سے بھی بیزار ہو رہے ہیں کیونکہ وہ ان حالات میں یہ سوچ رہے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اگر ہمارا کوئی خدا ہے تو ہماری مدد کے لئے کیوں نہیں آتا۔ اور یہ نہیں سوچتے کہ جب ہم نے کافروں کو اپنا دوست بنا کر اللہ تعالےٰ کی دوستی کے ہاتھ کو جھٹک دیا ہے۔ اور اس کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے تو وہ کیوں ہماری مدد کو آئے۔ اور کیوں نہ ہمیں اس کی سزا دے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ دشمن تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ ہاں اگر تمہارا کچھ بگڑا تو وہ تمہارے اپنے ہاتھوں سے بگڑے گا۔ اس مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم کی بات کیسی سچی ثابت ہو رہی ہے مصیبتوں کا دروازہ کھل چکا ہے۔ اس کو کوئی بند نہیں کر سکتا۔ اور مسلمان ایک دوسرے کو اپنے ہاتھوں تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ کافروں کے دوست اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔

مسلمانوں کی تاریخ یہی بتاتی ہے۔ سپین کی مسلمان سلطنت خود مسلمانوں کے ہاتھوں تباہ ہوئی بغداد پر حملہ کے لئے ہلاکو خاں کو مستعصم باللہ کے مسلمان وزیر نے دعوت دی اور ہلاکو خاں نے وہاں قتل و غارت اور ہلاکت کا بازار گرم کیا کہ دجلہ کا پانی سرخ ہو گیا۔ علم و حکمت کے خزانے جل کر راکھ ہو گئے۔ خود خلیفہ بھی قتل ہو گیا۔ سراج الدولہ میر جعفر کے ہاتھوں اور ٹیپو سلطان میر صادق کے ہاتھوں انگریزوں کے ساتھ ان کی سازش اور غداری کی وجہ سے شکست کھا کر مارے گئے۔ سلطنت مغلیہ کے آخری حکمران بہادر شاہ ظفر اور اُن کے شہزادے اپنے ہی وزیروں اور درباریوں کے ہاتھوں برباد ہوئے۔ مشرقی پاکستان خود مسلمانوں کی غداری کی وجہ سے بنگلہ دیش بنا مقبوضہ جموں و کشمیر بھی اسی وجہ سے پاکستان کے ہاتھوں نکل گیا۔ یہ سب کچھ خدا اور رسولؐ کے دشمنوں کے ساتھ دوستی کے سبب ہی ہوا جس کا نقصان مسلمان قوم کو پہنچا۔ افغانستان میں مداخلت بھی وہاں کے مسلمانوں کی وجہ سے ہی ہوئی قرآن کریم فرماتا ہے:۔

وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر

اور جو تم پر مصیبت پڑتی ہے وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہوئی ہے۔ اور وہ بہت کچھ معاف بھی کر دیتا ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ انسانوں کی برائیوں۔ گناہوں اور غلطیوں سے درگذر نہ

فرمائے تو معلوم نہیں وہ اس دُنیا میں باقی بھی رہیں یا نہ،

مسلمانوں پر جو آجکل مصائب کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں وہ اللہ تعالےٰ کا اِس بات پر ناراضگی کا نتیجہ ہیں کہ انہوں نے خدا کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بنا رکھا ہے۔ انہی سے یہ اُمیدیں لگائے بیٹھے ہیں کہ وہ ان کی مدد کریں گے اور اُن کی مشکلات کو دور کریں گے۔

پھر اللہ کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ ان کی مدد کرے اور انہیں اپنے ہاتھوں کمائے ہوئے عذاب سے نجات دے۔ اللہ کی یہ تلوار اس وقت تک نیام میں نہیں جائے گی جب تک مسلمان اس راز کو جاننے کی کوشش نہیں کریں گے کہ ان کی یہ آزمائشیں اس وقت ختم ہوں گی جب وہ قرآن کریم کے مطابق اپنے دِلوں میں تبدیلی، عاجزی، انکسار اور خدا کا خوف پیدا کریں گے اور اسی سے دوستی لگائیں گے کیونکہ مصیبتوں اور ابتلاؤں میں ڈالنے کا فلسفہ یہی ہے کہ" ولقد ارسلنا الیٰ امم من قبلک فاخذنٰھم بالبأسآء والضرآء لعلھم یتضرعون " پہلی قوموں کو بھی ہم نے تکلیف اور دُکھ میں اس لئے مبتلا کیا تاکہ وہ عاجزی اختیار کریں"۔ (الانعام ۴۲)

اس سے اگلی آیت میں ہے کہ جب اُن پر ہمارا عذاب آیا تو کیوں نہ انہوں نے عاجزی اختیار کی۔ ان کے دِل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے اعمال ان کو خوبصورت کر کے دکھائے (کہ یہ جو کچھ تم کرتے ہو بہت اچھا ہے) (الانعام ۴۳)

پھر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ:۔

فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیھم ابواب کل شیءٍ حتیٰ اذا فرحوا بما اوتوا اخذنٰھم بغتۃ فاذا ھم مبلسون ۔۔۔۔۔۔۔ والحمد للّٰہ رب العالمین

سو جب انہوں نے اُسے چھوڑ دیا جس کی ان کو نصیحت کی گئی تھی ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس پر بہت خوش ہو گئے جو انہیں دیا گیا تھا تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا تب وہ مایوس ہو گئے۔ یوں اس قوم کی جڑ کاٹ دی گئی جنہوں نے ظلم کیا۔ اور سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو جہانوں کی پرورش کرنے والا ہے۔ (الانعام ۴۴ - ۴۵)

مسلمانوں کو نصیحت کی گئی تھی کہ کافروں کو دوست نہ بنائیں۔ وہ یہ نصیحت بھول گئے۔ اس زمانے میں ان پر ہر چیز کے دروازے کھلے ہیں۔ وہ اپنی دولت کی اس فراوانی پر بے حد خوش ہیں لیکن ان کے دلوں سے خدا کا خوف نکل گیا ہے۔ عاجزی اور انکساری کی بُو تک ان میں باقی نہیں رہی۔ اور ان کی یہ دولت ایک دُوسرے کو مٹانے کے لئے استعمال ہو رہی ہے۔ فلسطینی مسلمان دہائی دے رہے ہیں لیکن کوئی ان کی مدد کو نہیں پہنچتا۔ حالانکہ قرآن کریم کا یہ حکم ہے کہ:۔

" اور تمہیں کیا عذر ہے کہ تم اللہ کے رستے میں جنگ نہ کرو اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے لئے جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور اپنی جناب سے ہمارا کوئی ولی بنا اور اپنی جناب سے ہمارا کوئی مددگار بنا"

(النسآء - ۷۵)

اخبارات اور رسالوں میں روتی ہوئی فلسطینی خواتین۔ بلکتے ہوئے معصوم بچوں۔ تباہ و برباد گھروں کی تصاویر تو آتی ہیں لیکن صد حیف کہ عمل کے لئے کوئی قدم نہیں اُٹھ سکتا۔ یاد رکھیں کہ اگر قرآن کے مطابق زندگی نہیں ہو گی تو یہ عذاب کسی حیلے بہانے نہیں ٹلے گا۔ روزوں کا مقصد بھی یہی ہے کہ مسلمان کی زندگی قرآن کے مطابق ہو۔ خدا کا شکر ہے روزے مکمل ہوئے اور یہ عید کا دن آیا۔ خدا کرے کہ ہم میں تقویٰ پیدا ہو۔ قرآن کو سمجھیں اور خدا سے ڈر کر زندگی گذاریں۔ انسان کمزور ہے۔ اس سے کوئی غلط قدم بھی اُٹھ سکتا ہے۔ مگر اسے چاہیئے کہ ایسے غلط اُٹھے قدم کو فوراً واپس کر لے۔ اپنی غلطی کا اعتراف کرے اور خُدا سے اس کے لئے معافی مانگے۔ اگر ہماری زندگی تقویٰ کی زندگی نہیں ہو گی تو پھر:۔

قل ما یعبؤا بکم ربی لولا دعآؤکم ج فقد کذبتم فسوف یکون لزاماً

" کہہ میرا رب تمہاری کچھ پرواہ نہیں کرے گا اگر تمہاری دُعا نہ ہو۔ سو تم نے جھٹلایا تو اس کی سزا تمہارے لازم حال ہو گی۔" (الفرقان - ۷۷)

یعنی جب تمہارا تعلق خُدا سے نہیں ہو گا تو اس کو تمہاری کوئی پرواہ نہیں ہو گی اور ضرور ہے کہ اس کی سزا تمہیں ملے۔ دنیا کی چند روزہ عارضی خوشیوں اور ساز و سامان پر خوش نہیں ہونا چاہیئے۔ ان کے دروازے بھی ابتلاء کے طور پر کھلے ہیں۔ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے تو پھر اس کا جو انجام ہوتا ہے اس کا ذکر میں پہلے کر آیا کہ قوموں کی جڑ ہی کاٹ دی جاتی ہے۔ اسوقت مُسلمان قوم پر جو آزمائشیں آرہی ہیں یہ بھی سنبھلنے کے لئے ہیں۔ مُسلمانوں میں اچھے لوگ بھی ہوں گے لیکن اکثریت کے اعمال اچھے نہیں اور خدا کو ناراض کرنے والے ہیں۔ اس لئے چاہیئے کہ دلوں میں مخلصانہ عاجزی پیدا کی جائے اور اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آگ کے عذاب سے بچایا جائے۔ جو ہمارے ارد گرد بھڑک رہی ہے۔ اگر ہم نے اس سے اپنے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہ کی تو ہمارا بھی اس کی لپیٹ میں آ جانا بعید از امکان نہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں معاف فرمائے۔ آمین

* * *

وفات حسرت آیات

یہ خبر افسوس کے ساتھ دی جاتی ہے کہ شیخ عبد القیوم صاحب مرحوم کی بیگم اور حضرت شیخ نیاز احمد صاحب مرحوم کی سب سے بڑی نواسی وحیدہ قیوم کا ۸ جولائی ۱۹۸۲ء کو انتقال ہو گیا مرحومہ کو علاج کی غرض سے گنگا رام ہسپتال میں داخل کرایا گیا تھا لیکن ان کی بے ہوشی میں کوئی فرق نہ آیا اور بالآخر ۸ جولائی کی صبح کو ۵۲ سال کی عمر میں وہ مولائے حقیقی سے جا ملیں۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ٥

خدا ان کو جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ مرحومہ کو سیالکوٹ چھاؤنی کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ مرحومہ بڑی مہمان نواز، ملنسار اور غریب پرور خاتون تھیں اور اپنے پیچھے تین بیٹے وحید، اسد، خرم اور تین بیٹیاں صبیحہ، شمع اور نیلم چھوڑ گئی ہیں۔ خدا مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ہم مرحومہ کے بھائی سعادت ندیم اور آصف گل اور خاص طور پر مرحومہ کے ماموں شیخ نثار احمد صاحب، شیخ غلام احمد صاحب اور شیخ ممتاز احمد صاحب سے اظہار تعزیت کرتے ہیں اور خدا کے حضور دست بدُعا ہیں کہ وہ مرحومہ پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمائے۔

بیرونی جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

:۔ نوٹ :۔

یہ خبر گذشتہ الشیوع میں دی جا چکی ہے۔

* * *

مُلّاں کی اَذان اَور ہے مُجاہد کی اَذان اَور

مسلمانوں کی پستی، زوال اور کمزوری کے جہاں کئی وجوہ ہو سکتے ہیں وہاں ایک بڑی وجہ ان کا آپسی تفرقہ اور انتشار ہے۔ کیوں کہ ملاؤں نے ان کے دماغوں میں پھوٹ۔ تفرقہ اور اختلافات کے بیج بوئے ہوئے ہیں اور عام لوگ اتحاد، محبت، اخوت، رواداری سے متعلق قرآن پاک اور احادیث نبویؐ کی تلقینات کو ایک طرف چھوڑ کر ملاؤں اور علماؤں کے جھانسے میں آسانی سے آ جاتے ہیں جو ذاتیات اور نفس پرستی کے تحت انہیں آپس میں لڑاتے ہیں، معمولی معمولی باتوں اور فروعی اختلافات پر بے دریغ تکفیر کی تلوار کا استعمال کرتے رہتے ہیں اور مسلمانوں کی وحدت کو زبردست نقصان پہنچا کر ان کا شیرازہ درہم برہم کرتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اسلام نے مسلمانوں کے دلوں اور دماغوں میں آزادی کی رُوح پھونک دی ہے انہیں ذہنی غلامی اور تقلید سے آزاد کیا ہے۔ اوہام پرستی۔ اتہام پرستی اور لادینی خرافات سے نجات دلائی ہے ان کے لئے ترقی کی راہیں کھلی چھوڑ دی ہیں اور اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھا ہے تاکہ ان کے قواء اور صلاحیتیں محدود اور مفلوج بن کر نہ رہیں۔ اس لئے مسلمان قوم ایک نڈر بے باک اور ایک سخت جان قوم واقع ہوئی ہے جسے قابو میں رکھنا بہت ہی دشوار ہوتا ہے۔ لیکن جب اسی سرفروش قوم کو آپسی سر پھٹول اور ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کے لئے ابھارا اور اُکسایا جائے تو یہ آسانی سے استعمال ہو سکتے ہیں۔ اور قوم و ملّت کی اس طرح سے بیخ کنی ہو جاتی ہے۔ اسلام نے سارے انسانوں کو خدا کا کنبہ قرار دیا ہے جیسا کہ مولانا حالی فرماتے ہیں:-

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ھُدیٰ کا ＋ کہ مخلوق ساری ہے کنبہ خدا کا

لیکن ملاؤں نے خیر امّم مسلمانوں کو ایک دوسرے سے لڑانے کے لئے کبھی اوچھے ہتھیار استعمال کئے ہیں اور ایک دوسرے کو کافر، گردن زنی اور زندیق قرار دینے میں پیش پیش رہے ہیں۔ حالانکہ یہ مسلّم امر ہے کہ جب تک مسلمان اپنے پاک نصب العین کے حصول کی خاطر متحد و متفق نہ ہو جائیں گے اس وقت تک اُن کا کامیاب ہو جانا بہت مشکل ہے۔

تحریکِ حریتِ کشمیر کے اکثر بانی مسلمانوں کے باشعور احمدی جماعت کے افراد تھے۔ جیسے مولوی عبداللہ وکیل۔ آپ کے فرزند مولوی عبدالرحیم، خواجہ غلام نبی گلکار، شیخ عبدالصمد۔ کھانڈے خاں صاحب، جموں میں چوہدری غلام عباس کے والد چوہدری نواب خاں، مستری یعقوب علی اور راولپن تحریکِ کشمیر کمیٹی کے صدر مرزا بشیر الدین محمود احمد، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ، محمد یعقوب خاں، ایڈیٹر لائٹ، خواجہ کمال الدین وغیرہ۔

لیکن جب تحریک نے زور پکڑا اور کامیابی کے آثار نمودار ہونے لگے تو انتہائی ہوشیاری سے محض اس ڈر سے کہ احمدیہ جماعت کے افراد اقتدار میں شریک نہ ہونے پائیں احمدی۔ محمدی کا فرسودہ اعتراض کھڑا کیا گیا۔ اور زور و شور سے اس کا چرچا کیا گیا۔ احمدیہ جماعت کے افراد کا مقصد چونکہ خلوص اور بے لوث طریقہ سے ملک و قوم کی خدمت کرنا تھا اس لئے وہ از خود رضاکارانہ طور پر عملی سیاست سے الگ ہو گئے اور انفرادی طور پر برابر خدمات سرانجام دیتے رہے۔

۱۹۳۶ء میں مسلم کانفرنس کو شیخ محمد عبداللہ نے نیشنل کانفرنس میں تبدیل کر دیا اور چوہدری غلام عباس کی سرکردگی میں مسلم کانفرنس بدستور کام کرتی رہی۔ اِس پر نفاق کے شعار اور حکومت کے وظیفہ خوار ملاؤں کا غلبہ تھا۔ اس لئے احمدیوں کے مسلم کانفرنس میں شمولیت کرنے پر پابندی عائد کر دی گئی۔ ادھر ہندوستان بھر میں مسلم لیگ کا زبردست زور تھا اور قائد اعظم محمد علی جناح کی سرگرمیاں عروج پر تھیں۔ اسی اثنا میں ماہ مئی ۱۹۴۴ء میں قائد اعظم محمد علی جناح کشمیر آ گئے تھے۔ اور نشاط کے متصل کوشک نالی ایک بنگلے میں اپنی ہمشیرہ مس فاطمہ جناح کے ساتھ فروکش تھے۔ راقم ان دنوں کشمیر میں پریس کانفرنس کا سیکرٹری تھا۔ پنڈت پریم ناتھ بزاز ایڈیٹر روزنامہ ہمدرد اور پریذیڈنٹ کشمیر پریس کانفرنس کی تحریک پر راقم نے ۱۶ مئی کو قائد اعظم کے نام خط لکھا کہ مقامی اخبار نویسوں کا ایک وفد آپ سے ملاقات کرنے کا خواہشمند ہے۔ قائد اعظم نے اپنے دستخطوں سے ۲۰ مئی ۴۴ء کو جوابی خط میں ۲۳ مئی صبح گیارہ بجے کا وقت وفد سے ملنے کا مقرر کیا۔

۲۳ مئی کو وقتِ مقررہ پر ۱۴ افراد پر مشتمل اخبار نویسوں کا وفد قائد اعظم سے ملا جس میں شری آر کے کاک شری نندلال مسٹر ایم۔ اے صابر، مولوی عبدالواحد، مسٹر خورشید حسن، شری ائیہ وغیرہ قابلِ ذکر تھے۔ راقم نے قائد اعظم سے پوچھا کہ آل انڈیا مسلم لیگ میں کون شامل ہو سکتا ہے۔ اس پر ایم اے صابر مدیر البرق نے قائد اعظم سے کہا کہ غالباً اس سوال کا پس منظر یہ ہے کہ یہاں مسلم کانفرنس میں احمدیوں کو شامل نہیں ہونے دیا جاتا۔ قائد اعظم ہنسنے لگے اور یوں جواب قلمبند کرایا۔

"مجھ سے ایک پریشان کن سوال پوچھا گیا کہ مسلمانوں میں سے مسلم کانفرنس کا ممبر کون بن سکتا ہے۔ یہ سوال خاص طور پر قادیانیوں کے سلسلے میں پوچھا گیا۔ میرا جواب یہ ہے کہ جہاں تک آل انڈیا مسلم لیگ کے آئین کا تعلق ہے۔ اس میں درج ہے کہ کوئی بھی مسلمان بلاتمیز عقیدہ و فرقہ مسلم لیگ کا ممبر بن سکتا ہے بشرطیکہ وہ مسلم لیگ کے عقیدہ۔ پالیسی اور پروگرام کو تسلیم کرے۔ رکنیت کے فارم پر دستخط کرے اور موازی ۲ آنے چندہ ادا کرے۔ میں جموں و کشمیر کے مسلمانوں سے اپیل کروں گا کہ وہ فرقہ وارانہ سوالات نہ اٹھائیں۔ بلکہ ایک ہی جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔ اسی میں مسلمانوں کی بھلائی ہے۔ اس سے نہ صرف مسلمان موثر طریقے سے سیاسی، سماجی۔ تعلیمی اور معاشرتی ترقی کر سکتے ہیں بلکہ دیگر اقوام بھی اور بحیثیت مجموعی ریاست کشمیر بھی۔" (البرق سری نگر، ۲۰ مئی ۴۴ء ۱۹)

اس کے بعد ایم۔ اے صابر نے جو ان دنوں قادیانی جماعت میں شامل نہیں تھے قادیانیوں کو خارج از دائرہ اسلام قرار دینے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر قائد اعظم کو قائل کرنے کی کوشش کی لیکن قائد اعظم اپنے اصول پر ڈٹے رہے اور جواب دیتے رہے کہ :-

"مجھے کیا حق حاصل ہے کہ کسی شخص کو غیر مسلم قرار دوں جو اپنے آپ کو مسلم کہتا ہو۔"

پریس کانفرنس میں اور بھی کئی مختلف مسائل پر سوال و جواب ہوا تھا اور ساری کارروائی راقم کے دستخطوں سے برائے اشاعت لاہور کے اخبارون۔ انقلاب، شہباز، احسان، سیاست اور زمیندار کو ارسال کی گئی۔ اور ان سب میں راقم کے نام سے چھپ گئی۔ جس پر اخبار زمیندار نے حسبِ عادت احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے پر اصرار کیا۔ چنانچہ مولوی عبدالحامد بدایونی نے آل انڈیا مسلم لیگ کی جنرل کونسل میں ایک قرارداد پیش کی کہ احمدیوں کو مسلم لیگ کا ممبر نہ بنایا جائے لیکن قائد اعظم نے اس قرارداد کو ایجنڈے ہی سے خارج کر دیا۔ چنانچہ اخبار انقلاب لاہور نے ۳ اگست کی اشاعت میں

"مسٹر جناح نے بے حد دانش و تدبیر سے کام لیا کہ مولوی عبدالحامد بدایونی کی اِس قرارداد کو پیش کرنے کی اجازت نہ دی جس کا منشاء یہ تھا کہ احمدیوں کو مُسلم لیگ کا ممبر نہ بنایا جائے ہمیں اِس مسئلہ کے متعلق مسٹر جناح کے مسلک کی نسبت کچھ بھی شبہ نہیں ہوا۔ انہوں نے کشمیر کی پریس کانفرنس میں صاف صاف فرمایا تھا کہ فرقوں کی بحث نہ اٹھاؤ ہر مُسلمان مسلم لیگ کا ممبر ہو سکتا ہے۔۔۔۔ قرارداد کو رد کرنے کا صاف مطلب یہ ہے کہ مسٹر جناح اس قسم کی تفریق آمیز تجاویز کو ملت کے مقاصد کے لئے نقصان رساں سمجھتے رہے ہیں۔"

(انقلاب لاہور ۱۳۔ اگست ۴۴ء)

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ

اللہ تعالےٰ جو انسان پر فضل و احسان کرتا ہے اور نعمتیں اُسے دیتا ہے انہیں کوئی گن نہیں سکتا۔ ناشکرا انسان شائد اسے میرا مبالغہ سمجھے مگر قرآن کریم تو مبالغہ سے پاک ہے۔ وہ خود فرماتا ہے وان تعدّوا نعمت اللہ لا تحصوھا ؕ انّ الانسان لظلوم کفّار (ابراہیم ۱۴-۳۴) جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو انہیں گن نہ سکو گے۔ یقیناً انسان (اپنے نفس پر) بڑا ظالم اور بڑا ہی ناشکرگزار ہے۔" اللہ تعالیٰ جو ظاہری نعمتیں دیتا ہے اُنہی کو گننا ناممکن ہے۔ باطنی نعمتیں اُن سے بھی بڑھ کر اور لاانتہا ہیں۔ اور ان میں سے سب سے بڑی نعمت وہ رُوح ہے جو اُس نے صرف انسان میں پھونکی ہے اور کسی اور مخلوق کو نہیں دی۔ جب فرشتوں کو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ

فاذا سوّیتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سٰجدین (سورۃ الحجر ۱۵-۲۹)

"یعنے سو جب میں اسے ٹھیک ٹھاک بنالوں اور اپنی رُوح میں سے اس میں پھونکوں تو تم اس کی فرمانبرداری میں گر پڑنا۔" اور چونکہ فرشتے تمام کائنات کی طاقتوں پر مقرر ہیں اس لئے اُن کی فرمانبرداری تمام کائنات کی فرمانبرداری کے مترادف ہے۔

تو اس رُوح کی وجہ سے انسان نہ صرف زمین میں اللہ تعالےٰ کا خلیفہ بنا بلکہ اسی رُوح کی وجہ سے وہ اخلاق الٰہی اور صفات الٰہی کو اپنے اندر پیدا کر کے اللہ تعالےٰ کا قرب دن بدن حاصل کرتے ہوئے آخر لقاءِ الٰہی سے سرفراز کیا جاتا ہے جو کہ انسان کی زندگی اور اس کی پیدائش کا مقصد ہے۔ اور اسی لئے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تخلّقوا باخلاق اللہ (یعنے اللہ تعالےٰ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو) اور قرآن کریم خود فرماتا ہے صبغۃ اللہ ۚ ومن احسن من اللہ صبغۃ ۡ ونحن لہ عٰبدون ○ (البقرۃ ۲-۱۳۸) "اور اللہ کا رنگ اور اللہ سے بہتر کس کا رنگ ہے اور ہم اسی کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں۔" اللہ کے رنگ میں رنگین ہونا اُسی کی صفات میں رنگین ہونا ہے۔ اور اللہ کا رنگ اُسی کی فرمانبرداری سے پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ اُس نے جو احکام دیئے ہیں وہ بھی انسان میں اپنی صفات اور خوبیاں پیدا کرنے کے لئے ہیں۔ اگر وہ سُبحان یعنے بے عیب ہے تو انسان کو بھی تقوےٰ کے احکام دے کر بے عیب کرنا چاہا ہے اور اگر وہ تمام تعریفوں یعنے اعلیٰ صفات اور خوبیوں کا مالک ہے تو ان کو بھی قرآن حکیم میں بالتفصیل بیان فرما کر انسان کو ترغیب دی ہے کہ وہ بھی انہیں حاصل کرے۔ مثلاً اگر اللہ تعالیٰ میں رحم ہے تو انسان کو بھی بار بار دوسروں پر بلکہ تمام مخلوق پر رحم کرنے کا حکم ہے اسی لئے رسول اللہ صلعم نے فرمایا:۔

ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السمآء

یعنے جو زمین میں ہیں اُن پر تم رحم کرو تو جو آسمان میں ہے (یعنے اللہ تعالیٰ) وہ تم پر رحم کرے گا۔"

(اقتباس از خطبہ جمعہ جناب نصیر احمد فاروقی)

جماعت راولپنڈی کی تعزیتی قرارداد

آج ۱۶/۴/۸۲ کو مسجد مبارک احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام شاخ راولپنڈی کا ایک ہنگامی اجلاس بعد از نماز جمعہ زیرِ صدارت محترم میاں شریف احمد صاحب منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی گئی۔

مکرم میاں فاروق احمد شیخ صاحب نے مورخہ ۱۴/۴/۸۲ نماز تراویح میں یہ افسوسناک خبر سنائی کہ شیخ عزیز احمد صاحب وزیرآبادی وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ اجلاس محترم شیخ عزیز احمد صاحب وزیرآباد کی ناگہانی وفات پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتا ہے کہ وہ ہمارے مرحوم بھائی کو اپنی جوارِ رحمت میں اعلےٰ مقام عطا فرمائے اور ان پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے۔ اور ان کے اعزہ و اقارب کو یہ نقصان عظیم برداشت کرنے اور صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

یہ اجلاس ان کی بیگم صاحبہ، صاحبزادوں، صاحبزادیوں اور اُن کے بھائیوں سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور اُن کے لئے دست بدعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اُن کا حامی و ناصر ہو اور اُن کو شیخ صاحب مرحوم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

شیخ صاحب مرحوم صاف گوئی سے کام لیتے تھے۔ ان کا ظاہر اور باطن ایک تھا۔ اُن کے قول اور فعل میں کوئی فرق نہ تھا۔ اور انہوں نے احمدیت کے ساتھ ہمیشہ گرمجوشی سے ساتھ دیا سلسلہ کے ساتھ انہیں والہانہ عقیدت تھی۔ ان کی زندگی نہ صرف تقوٰی و طہارت اور اخلاص سے معمور تھی بلکہ وہ خدمتِ دین کا بے پایاں جذبہ رکھتے تھے۔ وہ انجمن کے لئے خصوصیت سے ایک سرکردہ رُکن کی حیثیت سے ہمیشہ تقویت کا موجب تھے۔ ان کی وفات انجمن اور جماعت کے لئے ایک ناقابلِ تلافی نقصان کا باعث ہے۔

قرار پایا کہ اس کی نقول بیگم صاحبہ عزیز احمد مرحوم، محترم شیخ نثار احمد صاحب، شیخ غلام احمد صاحب، شیخ ممتاز احمد صاحب اور ایڈیٹر صاحب اخبار پیغامِ صلح کو برائے اشاعت بھیجی جائیں۔

والسلام

خاکسار خواجہ محمد نصیر اللہ، آنریری سیکرٹری جماعت راولپنڈی

شکرانہ

چند ہفتے پیشتر سیالکوٹ چھاؤنی کے نہایت محترم بھائی مرحوم شیخ عبدالمجید کے بیٹے ڈاکٹر شیخ شاہد حمید کو راولپنڈی سے سیالکوٹ بذریعہ کار آتے ہوئے کھاریاں کے قریب حادثہ پیش آیا۔ جس میں ان کی ایک ٹانگ کو شدید چوٹ آئی۔ ان کی ہمشیرہ طاہرہ پرویز، ایک بھانجی اور کار میں سوار دیگر افراد کو بھی زخم آئے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ حادثہ کی سنگینی کے باوجود جانیں محفوظ رہیں۔ شکرانہ کے طور پر طاہرہ پرویز نے ۲۰۰/- روپیہ اور ڈاکٹر شاہد حمید نے ۱۰۰/- روپیہ عطیہ اشاعت اسلام مرحمت فرمائے ہیں۔ خدا ان نیک بچوں کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین۔

حقیقتِ اسلام

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا

واضح ہو کہ لغتِ عرب میں اسلام اس کو کہتے ہیں کہ بطور پیشگی ایک چیز کا مول دیا جائے... اور یا یہ کہ کسی کو اپنا کام سونپیں اور یا یہ کہ صلح کے طالب ہوں اور یا یہ کہ کسی امر یا خصومت کو چھوڑ دیں۔ اور اصطلاحی معنی اسلام کے وہ ہیں جو اس آیہ کریمہ میں اس کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ کہ بلیٰ من اسلم وجھہ للّٰہ وھو محسنٌ فلہٗ اجرہٗ عند ربّہ ولاخوفٌ علیھم ولاھم یحزنون۔ یعنی مسلمان وہ ہے جو خداتعالےٰ کی راہ میں اپنے تمام وجود کو سونپ دیوے یعنی اپنے وجود کو اللہ تعالےٰ کے لئے اور اس کے ارادوں کی پیروی کے لئے اس کی خوشنودی کے حاصل کرنے کے لئے وقف کر دیوے اور پھر نیک کاموں پر خداتعالےٰ کے لئے قائم ہو جائے اور اپنے وجود کی تمام عملی طاقتیں اس کی راہ میں لگا دیوے۔ مطلب یہ ہے کہ اعتقادی اور عملی طور پر محض خداتعالےٰ کا ہو جاوے اعتقادی طور پر اس طرح سے کہ اپنے تمام وجود کو درحقیقت ایک ایسی چیز سمجھ لے جو خداتعالےٰ کی شناخت اور اس کی طاعت اور اس کے عشق اور محبت اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ اور عملی طور پر اس طرح کہ خالصتہً للّٰہ حقیقی نیکیاں جو ہر ایک قوت سے متعلق اور ہر ایک خداداد توفیق سے وابستہ ہیں بجالاوے مگر ایسے ذوق و شوق و حضور سے کہ گویا وہ اپنی فرمانبرداری کے آئینہ میں اپنے معبودِ حقیقی کے چہرہ کو دیکھ رہا ہے۔

پھر بقیہ ترجمہ آیت کا یہ ہے کہ جس کی اعتقادی و عملی صفائی ایسی محبّت ذاتی پر مبنی ہو اور ایسے طبعی جوش سے اعمالِ حسنہ اس سے صادر ہوں وہی ہے جو عنداللہ مستحق اجر ہے۔ اور ایسے لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ کچھ غم رکھتے ہیں یعنی ایسے لوگوں کے لئے نجات نقد نجات موجود ہے کیونکہ جب انسان کو اللہ تعالےٰ کی ذات اور صفات پر ایمان لا کر اس سے موافقت تامہ ہو گئی اور ارادہ اس کا خداتعالےٰ کے ارادہ سے ہمرنگ ہو گیا۔ اور تمام لذّت اس کی فرمانبرداری میں ٹھہر گئی۔ اور جمیع اعمالِ حسنہ نہ مشقّت کی راہ سے بلکہ تلذّذ اور احتظاظ کی کشش سے صادر ہونے لگے تو یہی وہ کیفیت ہے جس کو فلاح اور نجات اور رستگاری سے موسوم کرنا چاہیئے۔ اور عالمِ آخرت میں جو کچھ نجات کے متعلق مشہود و محسوس ہو گا وہ درحقیقت اسی کیفیت راسخہ کے اظلال و آثار ہیں جو اس جہان میں جسمانی طور پر ظاہر ہو جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ بہشتی زندگی اسی جہان سے شروع ہو جاتی ہے۔ اور جہنمی عذاب کی جڑھ بھی اسی جہان کی گندی اور کورانہ زلیست ہے۔

اب آیاتِ ممدوحہ بالا پر ایک نظر بغور ڈالنے سے ہر ایک سلیم العقل سمجھ سکتا ہے کہ اسلام کی حقیقت تب کسی میں متحقق ہو سکتی ہے۔ کہ جب اس کا وجود معہ اپنے تمام باطنی اور ظاہری قویٰ کے محض خداتعالےٰ کے لئے اور اس کی راہ میں وقف ہو جائے اور جو امانتیں اس کو خداتعالےٰ کی طرف سے ملی ہیں پھر اسی معطی حقیقی کو واپس دی جائیں اور نہ صرف اعتقادی طور پر بلکہ عمل کے آئینہ میں بھی اپنے اسلام اور اس کی حقیقتِ کاملہ کی ساری شکل دکھلائی جاوے۔ یعنی شخص مدّعی اسلام یہ بات ثابت کر دیوے کہ اس کے ہاتھ اور پیر اور دل اور دماغ اور اس کی عقل اور اس کا فہم اور اس کا غضب اور اس کا رحم اور اس کا حِلم اور اس کا علم اور اس کی تمام رُوحانی اور جسمانی قوتیں اور اس کی عزت اور اس کا مال اور اس کا آرام اور اس کا سرور اور جو کچھ اس کا سر کے بالوں سے پیروں کے ناخنوں تک باعتبار ظاہر و باطن کے ہے یہاں تک کہ اس کی نیّات اور اس کے دل کے خطرات اور اس کے نفس کے جذبات سب خداتعالےٰ کے ایسے تابع ہو گئے ہیں کہ جیسے ایک شخص کے اعضاء اس شخص کے تابع ہوتے ہیں۔ غرض یہ ثابت ہو جائے کہ صدق قدم اس درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ جو کچھ اس کا ہے وہ اس کا نہیں بلکہ خداتعالےٰ کا ہو گیا ہے۔ اور تمام اعضاء اور قوائے الٰہی خدمت میں ایسے لگ گئے ہیں کہ گویا وہ جوارح الحق ہیں۔

اور ان آیات پر غور کرنے سے یہ بات بھی صاف اور بدیہی طور پر ظاہر ہو رہی ہے کہ خداتعالےٰ کی راہ میں زندگی کا وقف کرنا جو حقیقتِ اسلام ہے دو قسم پر ہے ایک یہ کہ خداتعالےٰ کو ہی اپنا معبود اور مقصود اور محبوب ٹھہرایا جاوے اور اس کی عبادت اور محبت اور خوف اور رجا میں کوئی دوسرا شریک باقی نہ رہے اور اس کی تقدیس اور تسبیح اور عبادت اور تمام عبودیت کے آداب اور احکام اور حدود اور آسمانی قضاء و قدر کے امور بدل و جان قبول کئے جائیں۔ اور نہایت نیستی اور تذلّل سے ان سب حکموں اور حدوں اور قانونوں اور تقدیروں کو بارادت تام سر پر اٹھا لیا جاوے اور نیز وہ تمام پاک صداقتیں اور پاک معارف جو اس کی وسیع قدرتوں کی معرفت کا ذریعہ اور اس کی ملکوت سلطنت کے علو مرتبہ کو معلوم کرنے کے لئے ایک واسطہ اور اس کے آلاء اور نعماء کے پہچاننے کے لئے ایک قوی رہبر ہیں بخوبی معلوم کر لی جائیں۔

دوسری قسم اللہ تعالےٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کی یہ ہے کہ اس کے بندوں کی خدمت اور ہمدردی اور چارہ جوئی اور باربرداری اور سچی غمخواری میں اپنی زندگی وقف کر دی جائے۔ دوسروں کو آرام پہنچانے کے لئے دکھ اٹھاویں اور دوسروں کی راحت کے لئے اپنے پر رنج گوارا کریں۔

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اسلام کی حقیقت نہایت ہی اعلیٰ ہے اور کوئی انسان کبھی اس شریف لقب اہلِ اسلام سے حقیقی طور پر ملقب نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ اپنا سارا وجود معہ اس کی تمام قوتوں اور خواہشوں اور ارادوں کے حوالہ بخدا نہ کر دیوے اور اپنی انانیت سے معہ اس کے جمیع لوازم کے ہاتھ اٹھا کر اسی کی راہ میں نہ لگ جاوے۔ پس حقیقی طور پر اسی وقت کسی کو مسلمان کہا جائے گا کہ جب اس کی غافلانہ زندگی پر ایک سخت انقلاب وارد ہو کر اس کے نفسِ امّارہ کا نقش ہستی معہ اس کے تمام جذبات کے یک دفعہ مٹ جائے۔ اور پھر اس موت کے بعد محسن للہ ہونے کی نئی زندگی اس میں پیدا ہو جائے۔ اور وہ ایسی پاک زندگی ہو جو اس میں بجز طاعتِ خالق اور ہمدردی مخلوق کے اور کچھ بھی نہ ہو۔

خالق کی طاعت اس طرح سے کہ اس کی عزت و جلال اور یگانگت ظاہر کرنے کے لئے بے عزتی اور ذلت قبول کرنے کے لئے مستعد ہو اور اس کی وحدانیت کا نام زندہ کرنے کے لئے ہزاروں موتوں کے قبول کرنے کے لئے تیار ہو اور اس کی فرمانبرداری میں ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کو بخوشی خاطر کاٹ سکے اور اس کے احکام کی عظمت کا پیار اور اس کی رضا جوئی کی

پیاس گناہ سے ایسی نفرت دلا دے کہ گویا وہ کھا جانے والی ایک آگ ہے یا ہلاک کرنیوالی ایک زہر ہے یا بھسم کر دینے والی ایک بجلی ہے جس سے اپنی تمام قوتوں کے ساتھ بھاگنا چاہیئے۔ غرض اس کی مرضی ماننے کے لئے اپنے نفس کی سب مرضیات چھوڑ دے۔ اور اس کے پیوند کے لئے جان کاہ زخموں سے مجروح ہونا قبول کر لے اور اس کے تعلق کا ثبوت دینے کے لئے سب نفسانی تعلقات چھوڑ دے۔

اور خلق اللہ کی خدمت اس طرح سے کہ جس قدر خلقت کی حاجات ہیں اور جس قدر مختلف وجوہ اور طرق کی راہ سے قسام ازل نے بعض کو بعض کا محتاج کر رکھا ہے۔ ان تمام امور میں محض للہ اپنی حقیقی اور بے غرضانہ اور سچی ہمدردی جو اپنے وجود سے صادر ہو سکتی ہے ان کو نفع پہنچاوے اور ہر ایک مدد کے محتاج کو اپنی خداداد قوت سے مدد دے اور ان کی دنیا و آخرت دونوں کی اصلاح کے لئے زور لگاوے۔

مگر یہ للّٰہی وقف محض اس صورت میں اسم بامسمّٰی ہوگی کہ جب تمام اعضاء للّٰہی رنگ سے ایسے رنگ پذیر ہو جائیں کہ گویا وہ ایک الٰہی آلہ ہیں جن کے ذریعہ سے وقتاً فوقتاً افعالِ الٰہیہ ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ یا ایک مصفّا آئینہ ہیں جس میں تمام مرضیاتِ الٰہیہ بصفاء تام عکسی طور پر ظہور پکڑتی رہتی ہیں۔ اور جب اس درجہ کاملہ پر للّٰہی طاعات و خدمات پہنچ جائیں تو اس صبغۃ اللہ کی برکت سے اس وصف کے انسان کے قویٰ اور جوارح کی نسبت وحدت شہودی کے طور پر یہ کہنا صحیح ہوتا ہے کہ مثلاً یہ آنکھیں خداتعالیٰ کی آنکھیں۔ اور یہ زبان خداتعالیٰ کی زبان اور یہ ہاتھ خداتعالیٰ کے ہاتھ اور یہ کان خداتعالیٰ کے کان اور یہ پاؤں خداتعالیٰ کے پاؤں ہیں کیونکہ وہ تمام اعضاء اور قوتیں للّٰہی راہوں میں خداتعالیٰ کے ارادوں سے پُر ہو کر اور اس کی خواہشوں کی تصویر بن کر اس لائق ہو جاتے ہیں کہ ان کو اسی کا روپ کہا جائے۔ وجہ یہ کہ جیسے ایک شخص کے اعضاء پورے طور پر اس کی مرضی اور ارادہ کے تابع ہوتے ہیں ایسا ہی کامل انسان اس درجہ پر پہنچ کر خداتعالیٰ کی مرضیات وارادات سے موافقت تامہ پیدا کر لیتا ہے۔ اور خداتعالیٰ کی عظمت اور وحدانیت اور مالکیت اور معبودیت اور اس کی ہر ایک مرضی اور خواہش کی بات ایسی ہی اس کو پیاری معلوم ہوتی ہے کہ جیسی خود خداتعالیٰ کو۔ سو یہ عظیم انسان للّٰہی طاعت و خدمت جو پیار اور محبت سے ملی ہوئی اور خلوص اور حقیقت تامہ سے بھری ہوئی ہے یہی اسلام اور اسلام کی حقیقت اور اسلام کا لب لباب ہے۔ جو نفس اور خلق اور ہوا اور ارادہ سے موت حاصل کرنے کے بعد ملتا ہے۔

اس جگہ یہ نکتہ بھی یاد رہے کہ آیت موصوفہ بالا یعنے بلٰی من اسلم وجھہ للّٰہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ سعادت تامہ کے تینوں ضروری درجوں یعنے فنا۔ اور بقا اور لقا کی طرف اشارت کرتی ہے۔ کیونکہ جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں اسلم وجھہ للّٰہ کا فقرہ یہ تعلیم کر رہا ہے کہ تمام قویٰ اور اعضاء اور جو کچھ اپنا ہے خداتعالیٰ کو سونپ دینا چاہیئے۔ اور اس کی راہ میں وقف کر دینا چاہیئے۔ اور یہ وہی کیفیت ہے جس کا نام دوسرے لفظوں میں فنا ہے وجہ یہ کہ جب انسان نے حسب مفہوم اس آیت ممدوحہ کے اپنا تمام وجود معہ اسکی تمام قوتوں کے خداتعالیٰ کو سونپ دیا اور اس کی راہ میں وقف کر دیا اور اپنی نفسانی جنبشوں اور سکونوں سے بکلی باز آ گیا تو بلاشبہ ایک قسم کی موت اس پر طاری ہوگئی اور اسی موت کو اہلِ تصوف فنا کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

***

مولانا عبدالحق ودیارتھی کا مکتوب اپنی بیٹی کے نام

پیاری بیٹی اختر   السّلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

تمہارا خط مل گیا تھا مگر اس وقت جب میں خود نہ پڑھ سکتا تھا اور نہ پورے طور پر سمجھ سکتا تھا۔ آج ۹ دن کا واقعہ ہے کہ مجھے ایک حادثہ پیش آیا۔ میں اپنی کتاب کی چھپوائی کے سلسلہ میں یکم اکتوبر کو شہر گیا تھا پہلے مال روڈ اور پھر احمدیہ بلڈنگس اور وہاں سے بل روڈ پر جہاں کتاب چھپنے کو دی گیا اور واپسی پر موچی دروازہ کے باہر جہاں بس سٹاپ ہے کھڑا تھا جب کوئی بس آتی نظر نہ آئی تو میں نے کہا چلو میو ہسپتال کے سٹاپ پر وہاں دو تین بسیں ادھر مسلم ٹاؤن آنے والی ملتی ہیں۔ موچی دروازہ کی گھاٹی اتر کر میو ہسپتال کی طرف جا رہا تھا کہ سبزی منڈی تک جانا مجھے یاد ہے اس کے بعد کچھ پتہ نہیں کیا حادثہ پیش آیا کہ کچھ دیر کے بعد میں نے نیم بے ہوشی کی حالت میں اپنے آپ کو دیکھ کر کہا میں کہاں ہوں۔ کسی نے کہا آپ ہسپتال میں ہیں مجھے مسلم ٹاؤن سے ہسپتال کون لایا؟ کیوں لایا؟ اس کے بعد اسی نیم بے ہوشی کی حالت میں ایک نوجوان مجھے رکشہ میں سوار کرا کر مسلم ٹاؤن لے آیا۔ اور گھر والوں کو پتہ چلا کہ کوئی حادثہ ہوا ہے اس نوجوان نے خود موچی دروازہ کا رہنے والا تھا بتایا کہ آپ سڑک پر جا رہے تھے کہ ایک تانگہ اور رکشہ کی ٹکر ہو گئی۔ آپ کو دھکا لگا اور بے ہوش ہو کر سڑک کے درمیان گر گئے۔ بہت سے لوگ ارد گرد جمع ہو گئے مگر کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کریں اس نوجوان نے ایک دو آدمیوں کی مدد سے تانگہ پر چڑھایا اور ہسپتال لایا ہسپتال والوں نے بائیں کنپٹی پر جو چوٹ لگی تھی اسے سی دیا۔ اور مجھے وہ نوجوان گھر پہنچا گیا تین دن تک ایسی ہی حالت بے ہوشی کی رہی بائیں بازو پر کندھے سے لے کر کلائی تک چوٹیں آئیں اور کندھے کا جوڑ اپنی جگہ سے ہل گیا۔ جو ایک مالش کرنے والے نے ٹھیک کیا۔

آج ۹ دن کے بعد بھی بایاں بازو ہلانا مشکل ہے۔ ڈاکٹر عبدالوہاب کو بلایا تھا وہ بھی ایکسرے کا مشورہ دے کر چلا گیا۔ تو بھئی یہ حادثہ ہے جو مجھے پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جان بچ گئی۔ اور کوئی عضو بھی سوائے معمولی چوٹوں کے نقصان زدہ نہیں۔ اس سے زیادہ لکھنے کی ہمت نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ اپنے فضل سے دوبارہ مجھے کام کرنے کی توفیق دے عزیز احمد۔ شاہد۔ زاہد اور ثمینہ کو السلام علیکم۔ خبر اخبار میں چھپ گئی تھی کئی ایک دوست بیمار پرسی کے لئے آئے۔

*** عبدالحق

تعلیمی وظیفہ

بیرونِ ملک مقیم جماعت کی ایک مخیر خاتون ایک غریب مگر ذہین کالج کے طالب علم (لڑکا یا لڑکی) کو مبلغ ۲۰۰/- روپیہ ماہوار وظیفہ دینے کی خواہشمند ہیں۔ طالب علم کا تعلیمی ریکارڈ عمدہ ہونا چاہیئے۔ تعلیمی کوائف ذیل کے پتہ پر بھجوائیں۔

جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
دارالسّلام، ۵ عثمان بلاک۔ نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

خدماتِ قرآنیہ و اسلامیہ از حضرت مولانا محمد علی صاحب

جنابِ ڈاکٹر الٰہ بخش صاحب کا "دینی تربیتی کلاس" کو خطاب (رپورٹ مولوی شفقت رسول خاں)

حوالہ جات: ۔ ا۔ مسٹر محمد پکتھال صاحب مترجم قرآن نے "دی ریلیجن آف اسلام" کے بارہ میں یوں ریویو فرمایا :۔ "موجودہ دور میں "تجدیدِ اسلام" کے بارہ میں کسی زندہ شخص نے اس قدر طویل اور قابلِ قدر خدمات انجام نہیں دیں جتنی مولانا محمد علی صاحب لاہوری نے دی ہیں آپ کی تصانیف نیز خواجہ کمال الدین صاحب کی تحریرات نے جماعتِ احمدیہ کا نام دنیا میں روشن کر دیا ہے۔"

(۲) حافظ غلام سرور صاحب مترجم قرآن ـــ "مولانا محمد علی صاحب نے انگریزی میں ترجمۃ القرآن شائع کر کے اپنے آپ کو زندۂ جاوید بنا دیا ہے کسی شخص کو یہ دھوکہ نہ لگے کہ مولانا محمد علی صاحب نے قرآن کے ترجمہ میں کوئی نیا معنی و مفہوم بیان کر دیا ہے۔ آپ کا ترجمہ یا تو صحیح ہے یا جہاں آپ نے پہلے مترجمین و مفسرین سے اختلاف کیا ہے وہاں آپ نے اپنی تائید میں لغت، محاورہ عربی کی اسناد پیش کی ہیں۔ مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ آپ نے اس ترجمہ پر سات برس صرف کئے لیکن اگر کوئی اور شخص یہ کام کرتا تو اس سے دوہرا یا تین گنا وقت لگتا مگر پھر بھی ایسا ترجمہ نہ کر سکتا۔

(۳) مولانا عبدالماجد صاحب ایڈیٹر سچ، دریا آبادی۔ مولانا محمد علی کے انگریزی ترجمہ کی افضلیت و تبلیغی افادیت سے انکار کرنا گویا سورج کی روشنی سے انکار کرنا ہے۔ اس ترجمہ کے ذریعہ ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ اور لاکھوں کے دل اسلام کی طرف مائل ہو گئے۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ طالب علمی کے زمانہ میں دہریت و مادیت کے اندھیروں میں جب میں بھٹک رہا تھا تو ان کتب میں سے جس نے مجھے دینِ اسلام کا قائل کیا ایک مولانا صاحب کا یہ ترجمہ تھا۔ مولانا محمد علی آف کامریڈ بھی اس ترجمہ کے بے حد مداح تھے۔ (۴) اخبار ڈان کراچی نے آپ کی کتاب لونگ تھاٹس پر اپنے ریویو کی ابتداء اس طرح کی کہ :۔ مولانا محمد علی صاحب اپنی تحریرات کی وجہ سے مشرق و مغرب میں مشہور ہیں۔ آپ فہمیدہ فکر رکھنے والے اور اسلام کے دلدادہ مشنری ہیں۔" (مصنف)

الرحمٰن ○ علم القرآن ○ خلق الانسان ○ علمه البيان ○ (الرحمٰن ۵۵ - ۱ تا ۴)

حضرت مولانا محمد علی رح کی علمی و اسلامی خدمات:۔

تفسیر قرآن انگریزی۔ تفسیر بیان القرآن اردو۔ ریلیجن آف اسلام (دینِ اسلام) قرآنِ پاک کی صحیح تفسیر اور اسلام کی صحیح تصویر، ان کتب کی صورت میں اہلِ یورپ کو پیش کیں۔ حضرت مولانا نے اردو میں ...،۷ ہزار صفحات پر مشتمل اور انگریزی میں ...،۵ ہزار صفحات پر پھیلا ہوا لٹریچر اسلام کی حمایت میں پیدا کیا۔ یہ سارا لٹریچر ۱۹۰۰ء سے ۱۹۵۰ء تک یعنی پچاس سال کا کام ہے۔ اور اس لٹریچر کی اسلام اور قرآن کے بارے میں کیا اہمیت ہے۔ اس کا اندازہ ان غیر از جماعت مفکرین کی آراء سے کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ مسٹر مارماڈیوک پکتھال، یہ ایک انگریز نومسلم تھے اور انہوں نے انگریزی میں قرآن پاک کا ترجمہ بھی کیا ہے ان کا رسالہ اسلامک کلچر مشہور ہے۔

۲۔ حافظ غلام سرور صاحب، انہوں نے بھی تفسیر قرآن پاک انگریزی میں لکھی۔

۳۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی ایڈیٹر "سچ"، انہوں نے ترجمۃ القرآن انگریزی تفسیر لکھی۔

ان سب لوگوں نے مولانا کی تفسیر انگریزی کے بعد تراجم اور تفسیریں لکھیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ لوگ احمدی نہیں تھے۔ ان کی آراء ملاحظہ فرمایئے۔ ڈیوک پکتھال صاحب لکھتے ہیں "کسی زندہ انسان نے اسلام کی تجدید کے لئے لاہور کے مولانا محمد علی صاحب سے زیادہ قیمتی اور طویل خدمات انجام نہیں دیں ان کے تصنیفی کارناموں کی وجہ سے تحریکِ احمدیت ایک خاص شہرت اور امتیاز کی مالک بن گئی ہے یہ اسلام کی تصویر ایک ایسے شخص کے قلم سے ہے جو قرآن و سنت سے خوب واقف ہے جس کے دل میں پچھلی پانچ صدیوں سے اسلام کے انحطاط کا درد ہے۔ اور جس کے دل میں اس کی اس نشاۃ ثانیہ کے لئے ایک اُمید ہے جس کے آثار اب چاروں طرف نظر آ رہے ہیں۔ (رسالہ اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۳۶ء)

اور جناب حافظ غلام سرور صاحب نے لکھا کہ :۔ مولانا محمد علی نے یہ تفسیر لکھ کر اپنے آپ کو زندۂ جاوید کر لیا ہے، انہوں نے قرآنِ پاک کے نئے معنے نہیں کئے۔ ان کے معنے یا تو صحیح ہیں یا اگر اختلاف کیا ہے تو اس کے لئے اسناد اور دلائل دیئے ہیں اور ثبوت مہیا کیا ہے۔"

مولانا عبدالماجد صاحب نے لکھا :۔ مولانا محمد علی صاحب نے قرآن پاک کا انگریزی ترجمہ کر کے اسلام کی جو عظیم الشان خدمت سرانجام دی ہے اس کا اعتراف نہ کرنا سورج کی روشنی سے انکار کرنا ہے اس ترجمہ کی بدولت نہ صرف ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام کے دامن میں پناہ لی ہے بلکہ ہزاروں مسلمان بھی اسلام کے زیادہ قریب آ گئے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں نہایت مسرت سے اعتراف کرتا ہوں کہ یہ ترجمہ ان چند کتابوں میں سے ہے جو چودہ پندرہ سال پہلے جب میں ظلمتوں اور دہریت کی گہرائیوں میں بھٹک رہا تھا میرے لئے شمع ہدایت بن کر آئیں اور مجھے اسلام کا سیدھا راستہ دکھایا (اخبار سچ ۲۵ جون ۱۹۴۲ء)

روزنامہ ڈان کراچی نے مولانا محمد علی صاحب کی وفات پر لکھا "... جس مقصد کے لئے انہوں نے زندگی وقف کر دی وہ قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ تھا۔ اپنے اس ترجمہ اور تفسیر کے پہلے ایڈیشن ۱۹۱۰ء کے بعد انہوں نے ایک لمبی عمر پائی جس میں انہوں نے متعدد دیگر تصانیف کیں جن میں محمد دی پرافٹ اور ریلیجن آف اسلام بہت اعلیٰ خیال کی جاتی ہیں HWAS A GREAT THINKD OF isLAM

پادری زدیمر صاحب نے (THE MUSLIM WORLD) میں لکھا کہ عبدالماجد صاحب اور حافظ غلام سرور صاحب کا ترجمہ مولانا محمد علی رح کے ترجمہ سے اخذ کیا گیا ہے۔ ۱۹۳۷ء میں ریلیجن آف اسلام شائع ہوئی اس پر لکھا :- (NO MAN HAS DON AS MUCH AS M-ALi PASD OEN)

جن لوگوں نے احمدیہ سلسلہ کو عظمت دی ہے ان میں مولانا محمد علی اور خواجہ کمال الدین ہیں ۔

حضرت مولانا محمد علی رح کی خدماتِ دینیہ کا اثر

دنیائے اسلام میں مولانا محمد علی کی تفسیر انگریزی اور ریلیجن آف اسلام کے تراجم تقریباً

۳۴ زبانوں میں ہو چکے ہیں جس میں عربی۔ ترکی۔ فارسی۔ انڈونیشیا۔ ڈچ زبانیں شامل ہیں اس طرح سے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوانح پر مشتمل کتاب "سیرت خیر البشر" بھی مقبولیت کی سند حاصل کر چکی ہے۔ اور ان کتب کے تراجم میں از خود مسلمانوں نے کوشش کی ہے۔ یہ کتب مسلمانوں کے اندر ایک انقلاب کا باعث بنی ہیں۔ اور اس بات کے غیر مسلم بھی معترف ہیں کہ دنیائے اسلام میں بیداری پیدا ہوئی ہے۔ انقلاب ایران میں شاہ ایران رضا شاہ پہلوی کو نکال دیا گیا اور جناب خمینی صاحب کے زیر اثر حکومت کا قیام ہوا۔ یہ بھی مولانا کی تفسیر جو فارسی میں ترجمہ کی گئی کے اثرات ہیں ایسے دیگر ممالک اسلامیہ میں مسلمانوں کا قرآن پاک کی طرف رجحان یعنی رجوع الی القرآن والسنۃ پیدا ہوا ہے۔ آج مسلمانوں میں سیرت کانفرنسیں ہو رہی ہیں اور قرآن کانفرنسیں منعقد ہو رہی ہیں۔ یہ مولانا کی علمی تحریکات کے سبب ہے۔ یہ ندا مولانا محمد علی نے دی اور انہوں نے یہ عشق اپنے پیر و مرشد حضرت مرزا غلام احمد قادیانی سے حاصل کیا۔

حضرت مولانا کی اصلاحی خدمات

حضرت اقدس مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ یہ زمانہ علم کا ہے۔ لوگوں کو قائل کرنے کے لئے علمی دلائل کی ضرورت ہے۔ اور عملی نمونہ کی ضرورت ہے۔ اور اسلام کے اصولوں کو اُن کی صحیح صورت میں پیش کر وجود دوسروں کے لئے اپیل کرنے والے ہیں۔ اور جبر کا طریق کامیاب نہیں ہے۔ یہ تلوار کا زمانہ نہیں۔ قلم کا زمانہ ہے۔ اور آجکل سب منکرین اسلام اس بات کے قائل ہیں کہ اسلام کی تبلیغ کے لئے تلوار کی نہیں صحیح علم اور عملی نمونہ کی ضرورت ہے۔

سلسلہ احمدیہ کے دو فریق

۱۹۱۴ء میں حضرت مولانا نے قادیان کو چھوڑ دیا اور لاہور میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی بنا ڈالی۔ اس طرح جماعت احمدیہ کے دو فریق ہوئے۔ ایک جماعت ربوہ اور دوسرا جماعت لاہور، اور دونوں ہی مشہور ہیں۔

۱۹۷۴ء میں جب ان دونوں جماعتوں کو کافر قرار دیا گیا اس وقت اپنے اپنے موقف کی وضاحت کے لئے دونوں کو طلب کیا گیا۔ اس سے بات واضح ہوتی ہے کہ دونوں جماعتیں اپنی الگ الگ حیثیات رکھتی ہیں۔ یہ اختلاف کس نے پیدا کیا بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ اختلاف مولنا محمد علیؒ نے پیدا کیا کیونکہ وہ قادیان سے لاہور آ گئے اور یہی بات پھیلائی بھی گئی تھی۔ اور کہا جاتا رہا کہ یہ فتنہ "پیغامیوں" نے پھیلایا ہے۔ یعنی یہ فتنہ جماعت لاہور نے پیدا کیا ہے۔ اور اصل یہ ہے کہ اختلاف مولانا محمد علی نے نہیں کیا تھا واقعات یوں ہیں کہ حضرت اقدس مرزا صاحب نے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء میں وفات پائی۔ اور اُن کے جانشین حضرت مولانا نور الدین صاحب ہوئے۔ اُن کی جانشینی کے بعد میاں محمود احمد صاحب نے مولانا نور الدین کو خط لکھا کہ لاہور والے بعض احباب کو جو نو یا دس آدمی ہیں جماعت سے نکال دینا چاہیئے۔ اس لئے فتنہ اور تفرقہ کے ذمہ دار میاں محمود احمد صاحب ہوئے نہ کہ مولانا محمد علی صاحب مرحوم۔ بلکہ مولانا نے اختلاف ختم کرنے کے لئے "حقیقت اختلاف" لکھی۔

مولانا کے گھر قادیان میں پتھراؤ کیا جاتا رہا۔ بالآخر آپ کو وہاں سے ہجرت کرنا پڑی۔ خواجہ کمال الدین مرحوم نے لکھا کہ میں بات چیت کے لئے قادیان جانا چاہتا ہوں لیکن نقص امن کے خطرہ کیوجہ سے وہاں جانے سے گریز کیا۔

حضرت اقدس مرزا صاحب کا ایک رؤیا

"رویا میں دیکھا کہ میں ایک گھوڑے پر سوار ہوں اور کسی طرف جا رہا ہوں۔ جاتے ہوئے آگے بالکل تاریکی ہو گئی تو میں واپس آ گیا۔ اور گھوڑے کی باگ کو میں نے ٹٹول کر پکڑا ہوا ہے۔ چند قدم چل کر روشنی ہو گئی۔ آگے دیکھا کہ بڑا چبوترہ ہے۔ اس پر اتر پڑا۔ وہاں چند ایک لڑکے ہیں انہوں نے شور مچا دیا کہ مولوی عبدالکریم آ گئے۔ پھر میں نے دیکھا کہ مولوی عبدالکریم صاحب آ رہے ہیں اور ان کے ساتھ میں نے مصافحہ کیا۔ اور السلام علیکم کہا۔ مولوی صاحب مرحوم نے ایک چیز نکال کر مجھے بطور تحفہ دی اور کہا کہ بشپ جو پادریوں کا افسر ہے وہ بھی اس سے کام چلاتا ہے۔ وہ چیز اس طرح سے ہے۔ جیسے خرگوش ہوتا ہے۔ بادامی رنگ۔ اس کے آگے ایک بڑی نالی لگی ہوئی ہے اور نالی سے آگے ایک قلم لگا ہوا ہے۔ جس سے وہ قلم بغیر محنت کے آسانی سے چلنے لگتا ہے۔ میں نے کہا میں نے تو یہ قلم نہیں منگوایا۔ مولوی صاحب نے کہا مولوی محمد علی صاحب نے منگوایا ہو گا۔ میں نے کہا میں مولوی صاحب کو دے دوں گا۔"

حضرت اقدس نے اس کی تعبیر یوں کی ہے:۔

"قلم سے مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالے مولوی محمد علی صاحب کے دل میں ایسی طاقت پیدا کر دے گا کہ وہ مخالفین کے رد میں اعلےٰ مضامین لکھیں۔"

اور حضرت اقدس کی تعبیر بالکل سچ ثابت ہوئی اور حضرت مولانا محمد علی نے حمایت اسلام میں اور رد مخالفین میں اعلےٰ لٹریچر پیدا کیا۔ ان کی زندگی ایک مثالی زندگی ہے جس کو مشعل راہ بنانا نوجوانوں کے لئے نہایت ضروری ہے۔

نزولِ قرآن کا مقصد!

ابو الاسرار رمزی آثادی۔ جودھپور (بھارت)

ادھر ایک روشن پیام آگیا
ادھر اک مبارک نظام آگیا

یہ اتمام نعمت کا پیغام ہے
یہ تنظیم ملّت کا پیغام ہے

تجلّی بڑھی سائے گھٹنے لگے!!
دھوئیں معصیت کے سمٹنے لگے

اسے بڑھ کے جہاں ہو گئے
شتربان[1] تھے حکمراں ہو گئے

چمکتا ہوا انقلاب آگیا
اندھیرا گیا آفتاب آگیا

تو اس کے مضامین پر غور کر!
مسلماں! تلاوت بایں طور کر

یہ اکسیر ہے آبگینہ نہیں! + فقط اس کا مقصد مشبینہ نہیں!

[1] صحابہ کرام رضؓ

رپورٹ لندن مشن ـــــ بابت ماہ جولائی ۱۹۸۲ء

از جناب محمد انور۔ ایم۔ اے نائب امام مکرم جنرل سیکرٹری صاحب کی خدمت میں لکھتے ہیں کہ :۔

بخدمت جناب سیکرٹری صاحب   السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ،

اللہ کرے وہاں ہر طرح کی خیریت ہو، جیسا کہ میں نے اپنے سابقہ عریضہ میں عرض کیا تھا کہ ہم اللہ تعالےٰ کے خاص فضل و کرم سے انجمن کے خرید کردہ نئے مکان میں ۲/۷ کو منتقل ہو گئے تھے۔ ۶/۷ کو مالکان مکان کے چلے جانے کے بعد مکان عملاً پوری طرح جماعت کو مل چکا تھا۔ گو معاہدہ پر دستخط ہونا باقی تھے۔ مرکزی انجمن کی طرف سے مختار ہونے کی بنا پر میں اور جمیلہ صاحبہ نے بعد از دستخط ۱۴/۷ کو تکمیل معاملات کر دی اور اس طرح پر یہ مکان اب کلی طور پر مرکزی انجمن کی ملکیت بن گیا ہے۔ الحمدللہ۔ تاہم بنک کے آگے تا ادائیگی اقساط جمیلہ صاحبہ اور میں بحیثیت مختار قانوناً ذمہ دار قرار پائے ہیں۔

جمعۃ الوداع کی نماز بھی یہیں پڑھی گئی۔ گو تعداد کم تھی مگر آغاز ماہِ رمضان کے مبارک ماہ سے کافی حوصلہ افزا طور پر ہو چکا تھا۔ اور عید کی نماز بھی اسی مقام پر ادا کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ خیال تھا کہ زیادہ سے زیادہ افراد ساٹھ تک ممکن ہو سکیں گے اس لئے کہ نئی جگہ ہے اور تعطیل کا دن بھی نہیں ہے۔ چنانچہ اتنی تعداد کے حساب سے ہم نے ڈرائینگ اور ڈائینگ والی جگہ کو کافی سمجھا۔ ہمارا عید کا پروگرام ۲۱/۷ کا تھا۔

خدا کی شان کل ۲۱/۷ کو ہمیں جگہ کی قلت کا سامنا کرنا پڑا۔ کچھ لوگ جو بعد میں آئے ساتھ والے کمرہ میں کھڑے ہو گئے۔ مجموعی طور پر تعداد نوّے اور سو کے لگ بھگ تھی۔ مگر خوشی کی وہ چمک جو تمام چہروں پر تھی ناقابل بیان ہے۔ ہر ایک کو اپنا مرکز مل جانے کی بے حد خوشی تھی۔ یوں لگتا تھا کہ ایک حسرت تھی جو اللہ تعالےٰ نے پوری فرما دی۔

چند نہایت قابلِ قدر شخصیتیں مرکزی مقام سے بھی شامل تھیں۔ جس سے عید اور مکان کی خوشی اور دوبالا ہو گئی تھی۔ ان میں محترمہ بیگم حامدہ رحمان صاحبہ، محترم چوہدری محمد حیات صاحب و بیگم صاحبہ مشہور امراض اطفال کے ماہر ڈاکٹر مشتاق احمد صاحب مع اہل خانہ شامل تھے۔

خطبہ کے لئے سورۃ الحجرات کا آخری رکوع منتخب کیا گیا تھا چونکہ رمضان المبارک کے دوران مختلف موقعوں پر روزہ کی مختلف پہلوؤں پر گہری احادیث پر گفتگو ہو چکی تھی۔ اس لئے اتفاقاً کے موضوع کے زیر بحث چند سماجی سنہری قرآنی اصول و احکامات اس کا نہایت متعلق حصہ بن سکتے تھے۔ اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ یہ بات حسب توقع ثابت ہوئی۔ محترمہ جمیلہ صاحبہ نے حسب معمول اس بار مگر ذرا زیادہ جوش سے اس مبارک موقع سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور چندہ کی اپیل کی۔ اور یہاں بھی معمول سے بڑھ کر اللہ تعالےٰ نے برکت ڈالی اور پانچ سو پونڈ کے قریب رقم جمع ہو گئی۔

ازاں بعد عید کے ملنے اور عید مبارک کی صداؤں نے فضا کو معطر بنا دیا۔ ایک عجیب کیفیت تھی جو صرف محسوس ہی ہو سکتی تھی۔ آج کئی خوشیاں یکجا تھیں۔ اپنا مکان تھا۔ اپنی چھت تھی۔ اپنی جماعت تھی۔ اپنے بہن بھائی۔ بزرگ اور بچے تھے۔ بالکل یوں لگ رہا تھا کہ ایک گھرانہ ہے جیسے وہ خوشیاں مل گئی ہیں جن کا مدتوں انتظار تھا۔ ثم الحمدللہ۔ ساتھ ہی کھانے کا دور چل پڑا۔ مختلف گھروں سے مختلف اشیاء تیار ہو کر آئی تھیں۔ جن کا ذکر یہاں اس لئے ممکن نہ ہو سکے گا کہ ہر فرد کسی نہ کسی رنگ میں ان کھانوں، پلاؤ۔ گوشت۔ سویاں وغیرہ وغیرہ کی تیاری میں شامل تھا۔

ایک بار پھر یہاں جمعۃ الوداع کے موقع پر بلکہ اس سے بھی پہلے کئے گئے فیصلہ کا اعادہ کیا گیا کہ جمعہ کی نماز میں جن جن احباب سے ممکن ہو سکے گا ضرور تشریف لا دیں۔ مگر جمعہ کی شام ہر آدمی کام کے بعد سیدھا اس جگہ پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ تاکہ باقاعدہ درس قرآن۔ تدریس۔ اور مغرب و عشاء کی نمازوں کا باجماعت التزام کیا جا سکے۔

شواہد اس امر کے قوی طور پر غماز ہیں کہ اللہ تعالےٰ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی درد و سوز بھری دعاؤں۔ جماعت کے بزرگان کرام اور احباب گرامی القدر کے تضرع اور تڑپ کو ضرور قبولیت عطا فرمائے گا۔ یعنی خواب اور خواہش کو اس نے بکمال مہربانی سے پورا فرما دیا۔ انشاء اللہ وہ اس کی تکمیل کے سامان بھی پیدا فرمائے گا۔

اللہ تعالےٰ کا شکر کیوں کر ہو سکتا ہے۔ کل یوں نظر آتا تھا کہ ہر فرد میں زندگی (روحانی زندگی) دوڑنے لگ پڑی ہے۔ اور بچے بھی چندہ دینے میں بار بار لپک کر جاتے تھے۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ اور آپ سب کی دعاؤں کو اس جماعت اور اس مرکز کے بارہ میں قبول فرمائے۔ ہم ذاتی طور پر اپنے لئے بھی دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

نہایت واجب التعظیم بزرگان کرام اور احباب دفتر کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

* * * *

بسفر رفتنت مبارکباد

مؤرخہ ۷۔ اگست کو ۴ بجے سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز لندن جانے کے لئے لاہور ائیرپورٹ سے جہاز پر سوار ہوئے آپ راولپنڈی کے راستہ لندن تشریف لے گئے ہیں کثیر التعداد احباب اور بیرونی جماعتوں سے آمدہ تربیتی کلاس کے نوجوانوں نے آپ کو الوداع کہا۔

بعد نماز ظہر آپ نے اس تبلیغی و تربیتی غیر ملکی دورہ پر روانہ ہونے سے پیشتر دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس سفر کو کامیاب فرمائے اور اس سے بیرونی جماعتوں میں مزید بیداری اور استحکام پیدا ہو۔ آپ کا یہ دورہ مغرب میں گلشن دین میں بہار لانے کی کوششوں کا ایک حصہ ہے۔ حضرت سے مصافحہ کے وقت نوجوانوں کا خصوصاً ذوق و شوق اور اظہار عقیدت و اخلاص دیدنی اور ایمان افروز تھا۔ (مفصل آئندہ)

باہتمام ریاض حسین الدہ پریس نٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ چیف ایڈیٹر:۔ ڈاکٹر اللہ بخش

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ـــ مورخہ ۱۱۔ اگست ۸۲ء ـــ جلد ۶۹ شمارہ ۳۲

برائے جنرل سیکریٹری صاحب

جلد:- ۶۹ * یوم چہارشنبہ ۲۸ شوال المکرم ۱۴۰۲ھ ـ بمطابق ۱۸-اگست ۱۹۸۲ء * شمارہ:- ۳۳

ارشاداتِ حضرت مجدد صد چہاردہم؛

الٰہی افضال و برکات دیکھنے کے لئے محبت کی آنکھ پیدا کرو

میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میں عجیب در عجیب قدرتیں ہیں اور ...... لا انتہا فضل و برکات ہیں مگر ان کے دیکھنے اور پانے کے لئے محبت کی آنکھ پیدا کرو۔ اگر سچی محبت ہو تو خدا تعالےٰ بہت دعائیں سنتا ہے اور تائیدیں کرتا ہے۔ لیکن شرط یہی ہے کہ محبت اور اخلاص خدا تعالےٰ سے ہو۔ خدا تعالےٰ کی محبت ایک ایسی شے ہے جو انسان کی سفلی زندگی کو جلا کر اسے نیا اور مصفا انسان بنا دیتی ہے۔ اس وقت وہ، وہ کچھ دیکھتا ہے جو پہلے نہیں دیکھتا تھا اور وہ وہ کچھ سنتا ہے جو پہلے نہیں سنتا تھا۔ غرض خدا تعالےٰ نے جو کچھ مائدہ فضل و کرم کا انسان کے لئے تیار کیا ہے اس کے حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے استعدادیں بھی عطا کی ہیں۔ اگر وہ استعدادیں تو عطا کرتا لیکن سامان نہ ہوتا تب بھی ایک نقص تھا۔ اگر سامان ہوتا لیکن استعدادیں نہ ہوتیں تو کیا فائدہ تھا؛

مگر نہیں یہ بات نہیں

اس نے استعدادیں بھی دی ہیں اور سامان بھی مہیا کیا۔ جس طرح پر ایک طرف روٹی کا سامان پیدا کیا تو دوسری طرف آنکھ۔ زبان، دانت اور معدہ دیا اور جگر اور امعاء کو کام میں لگا دیا۔ اور ان تمام کاموں کا مدار غذا پر رکھ دیا۔ اگر پیٹ کے اندر ہی کچھ نہ جائے گا تو دل میں خون کہاں سے آئے گا.... اسی طرح پر سب سے اوّل اس نے یہ فضل کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کو اسلام جیسا مکمل دین دے کر بھیجا اور آپؐ کو خاتم النّبیّین ٹھہرایا اور قرآن شریف جیسی کامل اور خاتم الکتب کتاب عطا فرمائی۔ جس کے بعد قیامت تک کوئی کتاب نہیں آئے گی..... اور پھر جو قوٰی سوچ اور فکر کے ہیں ان سے اگر کام نہ لیں اور خدا تعالےٰ کی طرف قدم نہ اٹھائیں تو کس قدر سستی اور کاہلی اور ناشکری ہے۔

(منظور الٰہی صفحہ ۱۶۰، ۱۶۱)

***

جشنِ آزادی اور باطنی پاکبازی

پاکستان میں یومِ آزادی منایا جا رہا ہے۔ پرچم لہرائے گئے۔ نغمات و گیت گائے گئے۔ جلوس و جلسے منعقد کئے گئے۔ ہر طرف مادرِ وطن کی آزادی کی یادیں تازہ کی جا رہی ہیں جن اصحاب نے اس آزادی کے لئے بڑھ چڑھ کر مالی و جانی قربانیاں دیں ان کے کارناموں کو بیان کیا گیا۔ تاکہ ان کی یاد سے وطن عزیز کی محبت کا جذبہ ابھرے۔ یہ سب کچھ قابلِ ستائش امور ہیں۔ تاہم قابلِ غور بات یہ ہے کہ یہ آرائش و نمائش ہمارے قلوب میں وہ صفات کہاں تک پیدا کرتی ہیں جن پر قوموں کی زندگی۔ دوامی برقراری اور دُوسری اقوام پر برتری منحصر ہے؟ نیز ہم نے یہ بھی دیکھنا ہے کہ ہم نے اپنی اس اصل منزل کے حصول میں آزادی ملنے کے بعد کہاں تک ترقی کی ہے؟ اب اس امرِ واقعہ سے کسی کو انکار نہیں کہ قوم کی اخلاقی حالت آزادی سے ماقبل حالت کی بہ نسبت بہت کچھ گر گئی ہے جس پیمانہ پر آج اخلاقی بے راہ روی، بددیانتی۔ جھوٹ اور مکر و فریب و دھوکہ دہی میں قوم غرق ہو گئی ہے۔ اس کا عشرِ عشیر بھی آزادی سے ماقبل نہ تھا۔ بظاہر تو یہی نظر آتا ہے کہ پاک باطنی، اخلاقی بلندی۔ طہارتِ نفس جو تھوڑا بہت پہلے تھی وہ صفات بھی اب باقی نہیں رہیں چہ جائیکہ ان میں ترقی ہوئی ہوتی۔ غیر قوم کی غلامی سے تو نجات مل گئی مگر نفس و شیطان کی غلامی سے آزادی حاصل نہ ہوئی۔ سوچنے کی بات ہے کہ یہ جو دعویٰ کیا جاتا ہے کہ جب تک کسی قوم کو غیر اقوام کی غلامی سے نجات نہ ملجائے تب تک وہ نیکی میں قدم نہیں بڑھا سکتی۔ اس دعویٰ کا حشر کیا ہوا؟ کیا ہماری حالتوں نے ثابت نہیں کر دیا کہ آزادی و حکومت ملنے سے قوم کے اطوار و عادت بگڑ جاتے ہیں۔ سنورتے نہیں؟ حضرت عمرؓ کا قول کہ بلینا فی الضراء وصبرنا وبلینا فی السراء فلم نصبر۔ ہمیں آزمائشوں و امتحانوں سے آزمایا گیا تو ہم نے صبر و قناعت اور سادگی و ترکِ دنیا کے اعلیٰ ترین نمونے دکھلائے لیکن جب ہمیں سہولتوں و فراوانیوں سے دوچار کیا گیا تو ہم فیل ہو گئے اس وقت ہماری حالتوں پر کیا صادق آ رہا ہے؟

کسی قوم یا وطن کی حقیقی قوت و طاقت کا راز تو اس کی بلند اخلاقی حالت میں منحصر ہوتا ہے نہ کہ اس کی عیاشیوں اور آرائشوں پر۔ وطنِ عزیز پاکستان کیا اس قاعدہ کلیہ سے مستثنیٰ ہے؟ خدائی قانون ہر ایک فرد و قوم کے لئے یکساں ہے۔ پس آزادی کے جشن منانے میں ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ وہ سوچیں کہ قوم میں صالح عادات کیوں مفقود ہوتی جا رہی ہیں۔ اور ہم ان عادات و اطوار سے کیسے آزادی و نجات حاصل کر سکتے ہیں؟

کیا سب سے مقدم امر یہ نہیں کہ ہم نے آزادی کے مطالبہ کے وقت جو دعویٰ کیا تھا کہ ہمیں علیحدہ وطن و حکومت کی ضرورت اس لئے ہے کہ ہم اسلامی تہذیب و تمدن کو قائم کر سکیں تو کیا ہمارے اس وعدہ کے پورا ہونے کے کوئی آثار نظر آتے ہیں۔ ہم نے دعویٰ کیا تھا کہ ہم دُوسری اقوام سے اس لئے الگ و ممیز قوم ہیں کہ ہمارے دین نے ہمیں ایک ایسی تہذیب و تمدن کی تلقین کی ہے جو دوسری کسی قوم کو عطا نہیں کی گئی۔ ہمارا دین سب سے اعلیٰ و برتر ہے۔ اور اس نے ہمیں معاشرت و سیاست اور حکومت کے وہ اصول سکھائے ہیں جو کسی اور قوم کو نہیں دیئے گئے۔ لہٰذا ہمیں بحیثیت الگ منفرد قوم کے ایک علیحدہ ملک و وطن کی حاجت ہے۔ یہی کچھ خلاصہ حضرت قائدِ اعظمؒ کے موقف کا تھا نہ کچھ اور۔ مگر اب اس منزل کی طرف ہم کہاں تک رواں دواں ہیں؟ خدانخواستہ کیا یہ تو درست نہیں کہ ہم اپنی منزل کی جانب قدم بڑھانے کی بجائے اس کی عین مخالف سمت میں جا رہے ہیں؟ اس میں ذرا بھر شک و شبہ نہیں کہ یہ ملک پاکستان دینِ اسلام کے نام پر اور مسلمانوں کے اس برصغیر میں علیحدہ قوم کے نظریہ پر ہی قائم ہوا تھا تو اب اسلام نے ایک مسلمان کو جن صفاتِ عالیہ کے اُجاگر کرنے کی تلقین کی ہے وہ کہاں تک ہم میں گھر کرتی چلی جا رہی ہیں؟

جشنِ آزادی حقیقتاً منانے کا طریق کار ان ظاہری آرائشوں، پرچم کشائی اور ہنگامی جلسے و جلوس نکالنے کے علاوہ اس کے لئے نہایت سنجیدگی سے یہ فکر کرنے کی بھی ضرورت ہے کہ قوم میں کس طریق کار سے اخلاقی صفاتِ حسنہ مثلاً راست روی۔ دیانتداری اور امانت، مخلوقِ خدا کی ہمدردی، بالخصوص اپنی قوم کے لئے قربانی و احسان کا مادہ پیدا ہو؟ کیا کسی سچے دین کے یہی تقاضے نہیں؟ کیا قرآن کریم کی تعلیم کا خلاصہ یہی نہیں؟ کیا اخلاقِ عظیمہ نبویہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہی اسوہ حسنہ نہیں؟ ظاہری امور و رسم و رواج کی پیروی میں ہم جس قدر کوشاں رہتے ہیں، دکھلاوے و ریاکاری کی خاطر ہم جس قدر مستعدی دکھلاتے ہیں۔ ارکانِ دین کی ظاہرا پابندی اور زبان سے ایمان باللہ کے جو دعوے ہم کرتے ہیں ان کی حقیقت اور رُوح کو قائم کرنے کی طرف ہم کیا توجہ دیتے ہیں؟ کیا محض منہ کی پھونکوں اور زبانی و کلامی دعوؤں سے کوئی برتری و افضلیت پیدا ہونا ممکن ہے۔؟

محکم خدائی قانون تو یہ ہے کہ جو قوم خدا اور رسولؐ سے محبت کرنے کی مدعی ہو وہ نفس پرستی اور دنیا پرستی سے مجتنب ہو۔ ازواجِ مطہرات رسولؐ کو حکم ہوا ان کنتن تردن الحیٰوۃ الدنیا فتعالین۔ اگر تمہیں دنیا کے مال و متاع اور زیب و زینت کی خواہش ہے تو آؤ میں تمہیں یہ دے کر اپنے گھر سے رخصت کر دیتا ہوں۔ لیکن اگر خدا و رسولؐ سے واقعی محبت ہے تو پھر دلوں کو دنیاوی محبت کی آلائشوں سے پاک کر لو۔ ویذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ خدا تعالیٰ کا منشا یہی ہے کہ نفس پرستی، عیش پرستی۔ اور دنیا پرستی کی نجاستوں سے تمہیں پاک و بلند کر دیوے۔ قوم کی نسبت اپنے پاک نبی سے بیوی کی نسبت اپنے خاوند سے کی تشبیہ قرآن نے دی ہے۔ جہاں مومنوں کی مثال فرعون کی بیوی حضرت مریم صدیقہ سے دی گئی ہے۔ پس مسلمان قوم کی نسبت بھی اپنے رسول پاک صلعم سے بھی یہی ہے اور یہ اعلیٰ تعلق فی الحقیقت تب ہی قائم رہ سکتا ہے جب مسلمان بحیثیت قوم دنیاداری و زرپرستی سے پاکیزگی حاصل کر چکے ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جیسے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا لیسوا منی ولست منھم۔ میری امت پر ایک وقت ایسا آنے والا ہے جب ان کی حالتیں میری حالت سے مطابقت نہ رکھتی ہوں گی اس وقت مجھے بھی ان سے کوئی واسطہ نہ ہوگا آنحضرت صلعم تو شہنشاہِ عرب ہو کر بھی فرشِ خاکی پر سوتے اور نانِ جویں پر گذر کرتے ہوں اور ہم آپکی امت کہلانے کو فخر سمجھیں لیکن ہماری حالتیں دنیاوی طمطراق کے لحاظ سے کچھ اور قسم کی ہوں۔ اگر مسلمان قوم دیگر اقوام کے لئے بمنزلہ رہبر ہے تو پھر اسے صداقت، عدالت، شجاعت میں اعلیٰ ترین نمونہ پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ ؎

سبق پھر پڑھ صداقت کا۔ عدالت کا۔ شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۳ ۷/۸۲ فرمودہ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے بنصرہ العزیز

مسجد دار السعید ایبٹ آباد

تشہد و تعوذ کے بعد آپ نے قرآن کریم کی یہ آیات تلاوت فرمائیں :-

قل الحمد للہ وسلم علی عبادہ الذین اصطفیٰ .... قلیلا ما تذکرون (النمل ۵۹ تا ۶۲)

ان آیات کا ترجمہ اور تشریح کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ان آیات میں اللہ تعالےٰ کی ہستی اس کی توحید اور وحدانیت کا ثبوت پیش کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک کا میں تفصیلاً ذکر کروں گا جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔" امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوٓء ویجعلکم خلفاء الارض ء الٰہ مع اللہ قلیلا ما تذکرون "

کہ سب تعریف اللہ کے لئے ہے اور اس کے بندوں پر سلامتی ہے جنہیں اس نے چن لیا۔ اس کے بعد ایک سوال کیا ہے کہ کیا اللہ بہتر ہے جس نے اپنے ان منتخب بندوں کے ذریعے اپنی ہستی اور اپنے وجود کا ثبوت پیش کیا۔ یا وہ بہتر ہیں جنہیں یہ اللہ کے ساتھ شریک بناتے ہیں۔ اس سے اگلی آیت میں زمین و آسمان کی تخلیق کی طرف توجہ دلاتے ہوئے پھر ایک سوال کی صورت میں پوچھا ہے بھلا کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور تمہاری زندگی کے لئے بادلوں سے پانی اتارا ہے۔ جس کے ساتھ ہم نے خوشنما باغ اگائے۔ کیا تمہارے لئے یہ ممکن تھا کہ تم ایسا کر سکتے۔ ہرگز نہیں۔ تم یہ درخت نہیں اگا سکتے تھے۔ زمین و آسمان کی پیدائش۔ بادلوں سے بارش نازل کرنے اور اس کے ذریعے خوشنما باغ اگانے پر غور کرنے کے بعد بتاؤ کہ کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود بھی ایسا ہے جو اپنی قدرت سے یہ سب کچھ کر سکتا۔ بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو ایک طرف کو جھک گئے ہیں۔

ہمارا یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ ہم زمین تیار کر کے اس میں صرف بیج ڈال سکتے ہیں اس کے بعد جو کچھ ہوتا ہے وہ ہمارے قبضۂ قدرت سے باہر ہے۔ ہم بارش نہیں برسا سکتے۔ بیج کو درخت کی صورت میں اگنے اور پھل پھول لانے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ اس کے اندر اللہ تعالےٰ نے جو خفیہ طاقتیں رکھی ہیں ان کا علم ہمیں کم ہے۔ آج کے زمانے میں باقی علوم کی طرح علم نباتات نے بڑی ترقی کی ہے۔ اس میں بڑی تحقیق ہوئی ہے اور ہو رہی ہے۔ لیکن ماہرین نباتات بھی اس راز کو ابھی تک نہیں پا سکے کہ ایک بیج کے اندر کیا کیا قوتیں اور کمالات پوشیدہ ہیں کہ بظاہر ایک مردہ چیز ہے ایک زندہ چیز پیدا ہو کر ایک بڑا درخت بن جاتی اور پھر اپنے بیج کی صورت میں محفوظ ہو جاتی ہے۔ کوئی انسان اس پر قادر نہیں۔ اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی اور پنہاں در پنہاں ہاتھ ہے جس کی قدرت نمائی سے یہ نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ وہ ہاتھ کیا ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ کا ہاتھ ہے۔

اس کے بعد ایک اور سوال یہ کیا ہے کہ " بھلا کس نے زمین کو قرار گاہ بنایا ہے۔ اس کے اندر دریا اور پہاڑ بنائے ہیں اور دو دریاؤں کے درمیان روک بنائی ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے بلکہ ان میں سے اکثر کو اس بات کا علم ہی نہیں ہے۔ اس کا جواب بھی سوائے اس کے کوئی نہیں کہ کوئی ایسی ہستی ضرور ہے جس کے علم اور حکمت سے یہ سب کچھ پیدا ہوا ہے وہی ہستی اس تمام کارخانۂ قدرت کو چلانے والی ہے۔ اور وہ ایک ہے کیونکہ اس تمام کائنات کے اندر ایک ہی قانون چل رہا ہے۔ اس بظاہر اختلاف کے نیچے ایک ہی وحدت کام کر رہی ہے سائنسدانوں نے زمین و آسمان کی چیزوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اور ابھی ان کی تحقیقات جاری ہیں لیکن جو کچھ اس وقت تک ان کے مشاہدہ اور تجربہ میں آ چکا ہے اس کے متعلق ان کا بالاتفاق یہی نظریہ ہے کہ اس کائنات کی ساری مخلوق ایک ہی قانون کے ماتحت چل رہی ہے۔ اور اس قانون کو بنانے اور چلانے والا ایک ہی ہاتھ ہے۔ اسی سے توحید باری تعالےٰ کا پتہ چلتا ہے لیکن یقین کامل تک پہنچانے والا صرف ایک ہی ثبوت ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہوا ہے کہ بتاؤ تو سہی بھلا وہ کون ہے جو ایک بے قرار کی پکار کا جواب دیتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے۔ اور اس کی مصیبت کو دور کرتا ہے۔ اور تمہیں زمین میں حاکم بناتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے (لیکن) تم بہت ہی کم نصیحت پکڑتے ہو"

اس آیت میں تین باتیں بیان ہوئیں۔ پہلی بات ایک مضطر کا اللہ تعالےٰ کو پکارنا۔ دوسری اللہ تعالےٰ کا اس مضطر کی دعا کا جواب دینا یعنی سننا اور اس کی تکلیف کو دور کرنا اور تیسری یہ کہ نہ صرف اس کی تکلیف کو دور کرنا بلکہ اس مقام پر پہنچا دینا کہ وہ زمین میں حاکم اور بادشاہ بن جائے۔

اضطرار بے بسی اور بے چارگی کی حالت کو کہتے ہیں۔ ایسی حالت جس میں انسان کی اپنی کوئی تدبیر کارگر نہ ہو۔ تمام اسباب ظاہری ختم ہو جائیں۔ اور تمام حالات بھی ناموافق ہوں۔ جب ایسی صورت میں سوائے آستانۂ الٰہی پہ گرنے کے اسے کوئی امید نظر نہ آئے اور وہ اللہ تعالےٰ کے حضور گر کر اس سے مدد کے لئے درخواست کرے اور اس کی بگڑی بن جائے۔ اس کے راستہ سے مشکلات اور مصائب کے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ختم ہو جائیں۔ مایوسی امید میں بدل جائے تو پھر یہ بات انسان کے دل میں پختہ یقین اور ایمان پیدا کر دیتی ہے۔ کہ کوئی ہستی ہے جس نے اس کی بڑے نامساعد حالات میں دستگیری فرمائی۔

سب سے بڑے مضطر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ آپ نے اپنے تمام ماحول کو تاریکیوں اور ظلمات میں ڈوبا ہوا پایا۔ انسان اخلاقی گراوٹ کی انتہائی پستیوں میں گر چکا تھا۔ ان کی زندگیاں حیوانوں سے بدتر تھیں۔ آپؐ کا دل آپ کی قوم کی اس ناگفتہ بہ حالت پر تڑپا اور بے چین ہوا۔ ہر طرح اس کی اصلاح کی کوشش کی لیکن قوم نے اس کے بدلے میں آپ کو بڑی اذیتیں دیں۔ اور بے انتہا ستایا۔ اپنے شہر سے نکال دیا۔ آپؐ کا بائیکاٹ کیا۔ آپؐ کی تبلیغ بند کر دی۔ لوگوں کو ملنے سے روک دیا۔ ایک حج کے موقعہ پر نکلنے کی اجازت ہوتی تھی۔ لیکن اس موقعہ پر بھی آپ جہاں بھی جاتے آپ کا چچا ابولہب آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیتا اور جب آپؐ وعظ کرتے تو لوگوں کو کہتا کہ یہ میرا بھتیجا ہے۔ یہ دیوانہ ہے (نعوذ باللہ) اس کی باتوں پر کان نہ دھرنا۔ ان حالات میں آپؐ سے بڑھ کر کون مضطر ہو سکتا تھا۔ یہ مضطر

اپنے اللہ کے دروازے پر گر کر اپنی قوم کی حالت پر اتنا گڑ گڑایا اور اس نے اتنے آنسو بہائے کہ اس کی یہ مضطربانہ دعائیں سنی گئیں۔ قوم کی کایا پلٹ گئی۔ ایک بے مثال اور عظیم الشان انقلاب برپا ہوا جس کا ذکر حضرت صاحب نے برکات الدعا میں ان الفاظ میں کیا ہے:۔

"وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے۔ اور دنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فنا فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس امی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔"

یہ غلاظت میں لتھڑی ہوئی قوم زمینی سے آسمانی ہو گئی۔ آپؐ نے اس کو اللہ سے ملا دیا اور یہ دنیا کے لئے نمونہ بنی۔ اس کے ساتھ اسے بادشاہت بھی نصیب ہوئی۔ حالانکہ آپؐ نے بادشاہت کے لئے دعا نہیں کی تھی۔ اور نہ اس کے لئے کبھی خواہش کی تھی۔ آپؐ اور آپؐ کی قوم کے ذریعے علم و حکمت کے دریا بہے اور اخلاقِ حسنہ پھیلے۔ یہ بظاہر ایک انہونی بات تھی کیونکہ سورہ النمل جس کی یہ آیات ہیں مکی سورۃ ہے۔ جو ہجرت سے عین پہلے نازل ہوئی، مکہ میں جو حالت تھی وہ سب کے سامنے ہے۔ مورخ بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اتنے مختصر عرصے میں اس قدر محیر العقول انقلاب کا برپا ہونا ایک معجزہ ہے۔ یہ آپؐ کی دعاؤں کا نتیجہ تھا۔ اللہ کی باتیں جو آپؐ کو آپؐ کی دعاؤں کے نتیجے میں بتائی جاتی تھیں سب پوری ہوئیں۔ یہ سب سے بڑی دلیل ہے۔ کہ مضطر کی دعا سنی جاتی ہے۔ اور اس کا سننے والا اللہ ہے جس کا جواب بھی وہ دیتا ہے۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ وہ اپنے رسولوں کو ہمیشہ یہ تسلی دیتا رہا ہے۔ کہ لاغلبن انا و رسلی۔ کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب آ کر رہیں گے۔ آنحضرت صلعم کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہ۔ کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے۔ اور پھر فرماتا ہے۔ اللّٰہ یعصمک من الناس تم ہمارے مشن کو لوگوں تک پہنچانے میں کوئی خوف و خطر محسوس نہ کرو وہ تمہیں ان کے ہاتھوں سے بچائے گا۔

اللہ تعالیٰ اپنے مرسلوں اور ماموروں کو اسی طرح تسلیاں دیتا رہا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ بے خوف ہو کر آگے بڑھتے رہے ہیں۔ مصائب اور مشکلات میں رسول اور ان کے ساتھی بھی گھبرا کر پکار اٹھتے ہیں "متیٰ نصر اللّٰہ"، جب اضطراب اس حد کو چھو لے اور اللہ کو پکارا جائے تو وہ یہی جواب دیتا ہے۔

"الا ان نصر اللّٰہ قریب"

"گھبراؤ نہیں اللہ کی مدد آیا ہی چاہتی ہے۔

مصائب دراصل انسان کو کندن بنانے کے لئے آتی ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے جو اعلیٰ جوہر اور صفات رکھی ہیں۔ ان کو نمایاں کرنے اور اس کے کردار کو مضبوط بنانے کے لئے آتی ہیں۔ انسان کے اندر ایک نمایاں تبدیلی واقع ہوتی ہے اور اس کا ایمان مضبوط ہوتا ہے۔

آنحضرت صلعم کے ساتھ یہ سلوک بدرجہ کمال ہوا۔ کامیابی کی کنجی یہ ہے کہ اللہ پر ایمان اور یقین ہو۔ اس سے دعا کرے تو وہ قبول کرتا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا ہے:۔

قل ھذہٖ سبیلی ادعوا الی اللّٰہ ٝ علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی ط وسبحٰن اللّٰہ وما انا من المشرکین

"کہہ دے یہی میرا راستہ ہے۔ میں اس کی طرف بلاتا ہوں۔ مجھے اس پر بصیرت حاصل ہے اور جو میری پیروی کرے گا وہ بھی اس بصیرت کو پالے گا۔ اور اللہ سب نقصوں سے پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

ان الفاظ میں دراصل ایک پیشگوئی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کامل متبعین کو بھی وہی بصیرت حاصل ہو گی جو آپؐ کو حاصل تھی اور اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کرے گا جیسا اس نے آنحضرت صلعم کے ساتھ کیا۔

آنحضرت صلعم کی کامل پیروی کرنے والے ایک مضطر کو ہم نے بھی اپنے زمانے میں دیکھا ہے۔ وہ مضطر حضرت مسیح موعود تھے۔ آپ اگر ان کی زندگی کے حالات مجدد اعظم میں پڑھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ کو غم کیا تھا۔ وہ غم دینِ اسلام کا غم تھا۔ جس کا اظہار آپ نے اپنی نظم و نثر میں کیا ہے۔ آپ کے زمانے میں بھی اسلام ہر طرف سے آفات میں گھرا ہوا تھا۔ اپنی قوم کی بے دینی دہریت اور عیسائیت کے فتنے۔ آریہ دھرم کا فساد۔ آنحضرت صلعم۔ قرآن اور اسلام پر مخالفینِ اسلام کے حملے۔ ان ساری باتوں نے آپ کو بے چین و بے قرار کر رکھا تھا۔ اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں آپ بھی مضطرب ہو کر آستانۂ الٰہی پر گر پڑے۔ آپ کی دعائیں سنی گئیں۔ صلیب ٹوٹ گئی۔ خنزیر قتل ہو گیا۔ عیسائیت کا فتنہ اس حد تک مٹ گیا کہ خود عیسائی مسیح کی خدائی اور کفارہ کے عقیدے سے بیزار ہو گئے۔ مسیح کی الوہیت کا طلسم ٹوٹ گیا۔ ان کے بڑے بڑے علماء اب خود یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ مسیح خدا نہیں ایک عام انسان تھا۔ اس نے دوسرے انسانوں کی طرح زندگی گزاری اور کشمیر میں پہنچ کر مر گیا۔ جہاں وہ سرینگر میں دفن ہے۔ غیر مذاہب کے خلاف اسلام کی فتح بھی ایک مضطر کی دعاؤں کا ہی نتیجہ تھی۔

حضرت مسیح موعود نے یہی جذبہ اور تڑپ اپنے ساتھیوں میں بھی پیدا کی۔ قرآن کے عشق کی آگ ان کے سینوں میں بھی روشن کر دی۔ تبلیغ اسلام کے لئے جذبہ ان کے دلوں میں بھی پیدا کر دیا۔ حضرت مولانا محمد علی رح کے دل میں دن رات یہی تڑپ تھی کہ قرآن کو دنیا میں کیسے پہنچائیں۔ یہی ایک مضمون تھا جو ہر وقت آپ کے دل و دماغ پر مسلط رہتا۔ آپ کی دعاؤں نے بھی کام کیا اور آپ کو بے مثال کامیابی نصیب فرمائی۔

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب رح کے متعلق ایک شخص نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ میں ان کا مہمان ہوا۔ رات کو میں نے دیکھا کہ وہ ساتھ والے کمرے میں زار و قطار رو رہے ہیں۔ مجھے تعجب ہوا کہ ان کو کیا تکلیف ہے جو یوں بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہے ہیں۔ آخر ان کا رونا کس لئے تھا۔ وہ حاکم قوم اور کفرستان کے مرکز میں اسلام کی شمع روشن کرنے کے لئے گئے تھے۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ اس قوم کو دین سے کیا تعلق ہے۔ اور یہ حاکم قوم ہے۔ ایک غلام قوم کا دین کیسے قبول کر سکتی ہے۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے یہ مضطر بھی خدا کے دروازے پر گر گیا۔ اور لوگوں نے بڑی حیرت سے دیکھا کہ اس حاکم قوم کے لارڈ اور بڑے بڑے عالم اسلام کی سچائی کے

سامنے سرنگوں ہو گئے۔ اسلام کے بارے میں پھیلائے ہوئے غلط نظریات بدل گئے۔ دوکنگ سے مغربی ممالک میں روشنی پھیلی اور کئی بہت سے بزرگوں نے مضطر ہو کر دین اسلام کی فتح کے لئے دعائیں کیں۔

یہ حضرت مسیح موعود کے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا غم تھا۔ یہ حضرت مسیح موعود کا غم تھا اور یہ ہمارے بزرگوں کا غم تھا۔

اب ہمارے لئے جو حضرت مسیح موعود کی جماعت میں شامل ہیں یہ لمحۂ فکر یہ ہے کہ ہم میں سے کتنے ہیں جو اسلام اور اپنی جماعت کی ترقی کے لئے راتوں کو اٹھ کر روتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں ہم بھی اس وقت بڑے ناخوشگوار حالات میں سے گذر رہے ہیں۔ ہمارے لئے اشاعت قرآن اور تبلیغ اسلام کی راہیں مسدود ہیں۔ ہر روز بعض حلقوں کی طرف سے یہ آواز بلند کی جاتی ہے کہ کوئی ایسا قانون بنایا جائے جس کے مطابق احمدیوں کو مسجدیں بنانے، اذان دینے، نماز پڑھنے اور قرآن پڑھنے سے روکا جائے۔ ان کی پہچان کے لئے ایک خاص شناختی بیج ہو تبلیغ کو بند کرنے کے لئے بھی دباؤ ڈالا جاتا ہے۔ چاہیئے تو یہ کہ سب کچھ دیکھتے ہوئے ہمارے دلوں میں اپنی بے لسبی اور بے کسی پر اضطراب پیدا ہو لیکن ہم بے فکر ہیں کہ سب اچھا ہے اپنا فکر ضرور ہے لیکن دین کا فکر نہیں۔

ہمارے پاس دعا کا ہی ایک نسخہ ہے اور اس نسخے کو آزمانے کے لئے ہمیں مضطر بننا ہے۔ یہ ہمارا فرض ہے۔ غفلت ہمیں نقصان دے گی۔ دوسروں کو کیا معلوم ہے کہ مضطر کون اور کیا ہوتا ہے۔ ہمارے سامنے مثالیں اور تاریخ موجود ہے۔ دعائیں وہی قبول ہوتی ہیں جو اضطراری ہوں۔ رسمی دعاؤں میں کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور سب سے بہتر اور شرف قبولیت پانے والی دعائیں وہ ہیں جو دین کے غلبہ اور سربلندی کے لئے کی جائیں۔

اللہ تعالےٰ کی ہستی کا سب سے بڑا ثبوت اضطراری دعاؤں کی قبولیت ہے کیونکہ یہی عاجزانہ دعائیں اُس کی ہستی پر یقین پیدا کرتی ہیں۔ ہمارے لئے صرف اللہ تعالےٰ کا ہی ایک دروازہ ہے جسے ہم کھٹکھٹا سکتے ہیں۔ اپنے لئے دعائیں کرنا بھی منع نہیں۔ لیکن اس وقت دین اسلام اور مسلمانوں کے لئے دعاؤں کی سخت ضرورت ہے۔

اللہ تعالےٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بقیہ:- آمد کا صٹ سے آگے

کشتی ایک جگہ رکی۔ ہمیں اترنے کا اشارہ کیا گیا۔ دلدل سے بچتے ہوئے ہم کنارے کی طرف بڑھے ایک شخص نے ہمارا استقبال کیا۔

"السلام علیکم!"

میں اپنے دوستوں کے درمیان پانچ برس بعد پھر موجود تھا۔ اس وقت مجھے یہاں ایک بوڑھا شخص لایا تھا جسے میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا آج اس کا بیٹا استقبال کر رہا تھا۔

"دوست تمہارا کیا حال ہے؟ تمہارے ماں باپ کیسے ہیں؟" میں نے پوچھا

"اللہ کا شکر ہے! والد صاحب بصرہ کے ہسپتال میں ہیں۔ وہ سو سال سے اوپر ہو گئے ہیں"۔

بوڑھے کی خرابی صحت کا سن کر مجھے سخت رنج ہوا۔ خاندان کے ایک اور معمر آدمی نے اس کی کمی پوری کی اور اپنی حکمت و دانش کی باتوں سے ہمیں پوری طرح محظوظ کیا۔ پھر وہ ہمیں اپنے گھر مہمان خانے میں لے گئے۔ عین درمیان میں آگ جلا دی گئی اور اس پر چائے رکھ دی گئی۔

میں اصل موضوع کی طرف آیا۔ "مجھے سرکنڈے کاٹنے میں مدد دی جائے"۔ میں نے کہا۔

"بردی کاٹنے کا موسم اگست میں آئے گا۔" میں یہ فقرہ کئی بار سن چکا تھا۔

"کیوں"، میں نے بھی یہ سوال نہ جانے کتنی مرتبہ پوچھا تھا۔ معمر آدمی نے بتایا کہ اگر اگست کے علاوہ سرکنڈے کاٹے جائیں تو ان میں پانی جذب ہو جاتا ہے۔ ہم لوگ اگست میں کاٹتے ہیں اور دو تین ہفتے خشک کر لینے کے بعد استعمال میں لاتے ہیں۔

میں نے یہ بیان اس سے پہلے شط العرب کے کناروں پر واقع گاؤں عزمت علی میں سنا تھا۔ میں پہلی بار عراق آیا تھا اور دریا میں سرکنڈوں کی ایک بہت بڑی کشتی دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ اس کی لمبائی ۱۱۲ فٹ تھی چوڑائی ۱۶½ فٹ اور گہرائی ۱۰ فٹ تھی۔ اس کا ایک تہائی حصہ پانی کے اندر ڈوبا ہوا تھا۔ میں اس کشتی کو دیکھتے ہی حیرت و استعجاب کے عالم میں اس پر کود گیا اور ملاح سے باتیں کرنے لگا اس شخص نے اپنا گھر بھی اس کشتی میں بنا رکھا تھا۔ اس نے بتایا کہ گزشتہ اگست میں اس نے سرکنڈے کاٹے تھے پھر انہیں خشک کرنے کے بعد کشتی تیار کی۔

"میں خیالوں میں کھویا ہوا تھا۔ مگر میزبان نے مجھے ٹھوکا دیا۔ "کیوں کیا فیصلہ کیا ہے؟"

ٹھیک ہے۔ میں اگست میں واپس آؤں گا۔ پہلے سرکنڈوں کی کٹائی کی نگرانی کروں گا پھر ستمبر میں بیس آدمیوں پر مشتمل مقامی لوگوں کی ایک ٹیم کشتی کی تیاری کا کام شروع کر دے گی۔

(بشکریہ نوائے وقت میگزین)

رپورٹ جماعتِ ہند

مکرم چوہدری غلام مصطفےٰ صاحب صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہند جموں سے جنرل سیکرٹری صاحب کی خدمت میں لکھتے ہیں کہ:-

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے ارشادات موصول ہو گئے ہیں۔ ہمارا جلسہ سالانہ ۷۔۸۔۹۔ اگست کو بمقام پاری پورہ (سرینگر) منعقد ہو گا جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ کے مبارک ارشادات حاضرین جلسہ کو پڑھ کر سنائے جائیں گے۔ دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو حضرت اقدس کے مقدس مشن تبلیغ و اشاعت اسلام کی توفیق عطا فرمائے اور ہم قرآنی نور سے بنی آدم کے سینوں کو منور کر سکیں۔ چوہدری عبداللطیف گنائی مرحوم ۲۲

۲۲ (جن کی وفات کی خبر پیغام صلح میں چھپ چکی ہے) میرے برادر نسبتی تھے۔ تین ماہ بیمار رہ کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بڑے مخلص اور پرجوش احمدی تھے۔ اپنے خاندان کا ستون تھے۔ ان کے عزیز و اقارب بڑے پریشان ہیں۔ جملہ احباب جماعت سے پسماندگان کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ ہم میں سے ہر ایک نے ایک نہ ایک دن موت کے دروازہ میں سے گزرنا ہے۔ کسی عزیز کی موت پر ایک انسان کی پریشان فطری امر ہے — اندرون متعلقہ کشمیر کی بہت سی مساجد کے امام صاحبان کو لٹریچر بذریعہ ڈاک بھیجا گیا ہے۔ دو مولوی صاحبان نے تفسیر بیان القرآن کی قیمت دے کر دو جلدیں خریدی ہیں — جملہ ہم سب کی طرف سے دوستوں کو ہمارا محبت بھرا السلام علیکم پہنچائیں۔

انسانی عزم و ہمت کی ولولہ انگیز داستان

دجلہ کی مہم

سرزمین عراق پر دجلہ و فرات کے دلدلی کنارے سرکنڈوں سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ ہزاروں سال قبل سمیری لوگ اپنی سرکنڈوں کی کشتیوں کے ذریعے خلیج فارس سے گزر کر بحیرہ عرب سے ہوتے ہوئے خلیج عدن تک بندرگاہوں میں پہنچتے۔ طوفانی اور متلاطم سمندروں میں اس قسم کی کمزور کشتی کا سفر تصور میں آتے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن ۱۱ نومبر ۱۹۷۷ء کو دنیا کے مانے ہوئے مہم جو تھور ہائرڈل نے اسی قسم کی کشتی پر اور اسی راستے پر سفر کر کے قدیم انسان کی عظمت و جرأت اور بے پایاں حوصلوں پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ تھور ہائرڈل اس سے پیشتر کئی پُرخطر مہموں پر جا چکا ہے۔ جن میں کونٹکی کی مہم آفاقی شہرت کی حامل ہے۔ اس کی موجودہ مہم سفر کی صعوبتوں کے لحاظ سے سب سے زیادہ حوصلہ شکن تھی۔ لیکن تھور ہائرڈل اور اس کے اولوالعزم ساتھیوں نے اس بظاہر ناممکن کام کو ممکن کر دکھایا۔ وہ اپنے اس سفر کے دوران پاکستان کے ساحل سے بھی گزرے تھے اور انہوں نے اندرون سندھ کی بھی سیر کی تھی۔

یہ کہانی ہے ابتدائے آفرینش کی اور یہ وہ مقام ہے جہاں زندگی کا آغاز ہوا۔ تحریری تاریخ یہیں سے شروع ہوئی۔ یہی وہ جگہ ہے جو انسانی تاریخ کے تین بڑے مذاہب کا منبع بنی۔ دنیا میں پھیلے ہوئے دو بلین یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کو اپنی مقدس کتابوں کے ذریعے بتایا گیا کہ خدا نے اس جگہ کو انسانی احیا کے لئے منتخب کیا۔

یہیں پر دو طویل دریا۔ فرات اور دجلہ پہلو بہ پہلو بہتے ہیں اور ان کا مقام انصال ہر نقشے پر ظاہر کیا جاتا ہے دونوں دریاؤں کا سنگم انتہائی پُرسکوت ماحول میں ہوتا ہے۔ کھجور کے درخت ان کے کناروں پر تنگ قطاروں میں ایستادہ ہیں اور چاند اور سورج لق و دق صحرا سے گذرتے ہیں تو دن رات ان کا عکس خاموش پانیوں میں جھلملاتا ہے۔ کبھی کبھار کوئی کشتی سطح آب پر تیرتی ہے اس میں چند آدمی مچھلی پکڑنے کے لئے جال پھینکنے میں مصروف ہوتے ہیں۔ ایک دنیا کا خیال ہے کہ یہ خطہ بنی نوع انسان کا اولین گہوارہ اور جنت گم گشتہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

جس جگہ دجلہ اور فرات ایک دوسرے سے بغل گیر ہوتے ہیں وہاں دونوں کے درمیان ایک سبز پٹی سی بن جاتی ہے اور کچھ دُور آگے دونوں دریا ایک ہو کر شط العرب کا نام حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ دریا بہت جلد کھجوروں کے جھنڈ میں غائب ہو جاتا ہے۔ دریاؤں کے سنگم سے پہلے سبز پٹی کے اُوپر کسی زمانے میں چھوٹا سا ریسٹ ہاؤس تعمیر کیا گیا تھا جو اب تقریباً ویران دکھائی دیتا ہے۔ اس کے تین کمرے ایک بڑا ہال اور اس سے بھی بڑا صحن دجلہ کی طرف مشرق کو منہ کئے واقع ہے اور اس کے صدر دروازہ پر بڑے حروف میں لکھا ہوا تھا۔ "باغِ عدن ریسٹ ہاؤس"۔ ریسٹ ہاؤس کے قریب ہی دجلہ کے اوپر چند عجیب و غریب درخت جھکے ہوئے نظر آتے ہیں ان کے درمیان ایک ٹوٹا سا سوکھا تنا پانی کی لہروں کو چھوتا ہے نزدیکی قصبے قرنا سے بڑے بوڑھے کبھی کبھار یہاں آتے ہیں اور اس تنے پر بیٹھ کر چلّہ کاٹتے ہیں۔ یہیں پر عربی اور انگریزی میں ایک عبارت کندہ ہے جس کے مطابق حضرت آدم اور حوّا نے یہاں رہائش اختیار کی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ بھی یہاں عبادت کے لئے آیا کرتے تھے۔ چند گھنٹے کے فاصلہ پر قصبہ اُر واقع ہے جہاں وہ پیدا ہوئے تھے۔

یہ پُرسکوت ماحول یہاں سے گذرنے والے مسافر کے کانوں میں چُپکے سے کوئی سرگوشی کرتا ہے وہ یہ کہ اس نواح میں کسی چیز کی ابتدا ہوئی تھی۔ ایسی چیز جو میرے لئے، آپ کے لئے، پُوری نوعِ انسانی کے لئے اہمیّت کی حامل ہے۔ میں نے ریسٹ ہاؤس میں اپنا سامان رکھا۔ باہر صحن میں آیا اور جھاڑیوں کے اُوپر سے دجلہ کی سطح پر نظر ڈالی۔ مچھلیاں اُوپر ابھرتیں تو پانی میں حلقے سے بن جاتے۔ میرے عقب میں سورج غروب ہو رہا تھا اور اس نے اُفق میں سُرخ سُرخ پردہ پھیلا دیا تھا پانی میں درختوں کے سائے تاریک ہیولوں کی شکل اختیار کر گئے۔

اس فضا میں مہم جویانہ خوشبو رچی بسی تھی۔ آخر ایسا کیوں نہ ہوتا۔ یہی تو الف لیلیٰ کی سرزمین ہے۔ الہ دین کے جادوئی چراغ۔ اُڑن کھٹولے اور سندباد کی سرزمین۔ علی بابا چالیس چور انہی کناروں پر بسیرا کرتے تھے اوپر کی طرف دریا کوہ ارادات سے پھوٹتا ہے جہاں پرانی روایات کے مطابق حضرت نوحؑ کی کشتی رکی تھی۔ کناروں کے ساتھ ساتھ نوٹس بورڈ، تاریخی شہروں بابل اور مینوا کی خبر دیتے ہیں، بغداد کی فضاؤں میں جیٹ طیارے چیختے ہیں۔ بڑے بڑے کرین اور کنکریٹ کی بلند و بالا عمارتیں فلک بوس میناروں اور گنبدوں کے پہلو میں واقع ہیں۔ آج اس سرزمین کو عراق کا نام دیا گیا ہے جبکہ یونانیوں نے اس کے جغرافیائی محل وقوع کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے میسوپوٹیمیا — دو دریاؤں کے درمیان سرزمین — کے نام سے پکارا تھا۔ کبھی اس کا نام سمیر پڑا۔ پھر اسے بابل اور اسیریا بھی کہا تھا۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد عربوں کی مشرقی سرحد قرار پائی۔

آج اس کے صحراؤں کے آر پار تیل کی پائپ لائن بچھی ہوئی ہیں اور ان کے پہلو بہ پہلو قدیم معبد اور مینار بدلتی ہوئی تہذیبوں کی علامت بن گئے ہیں۔ بغداد کے جنوب میں اور باغِ عدن کی طرف آدھے فاصلے پر دریائے فرات کے پرانے کناروں پر سڑک قدیم تہذیبوں کے شکستہ آثار کے درمیان سے گذرتی ہے یہیں پر ایک نوٹس بورڈ پر لکھا ہے "مینار بابل"، یہ انسان کی اس کوشش کا مظہر ہے جس کے ذریعے بلندیوں کو چھونے کا خواب پورا کیا گیا۔

سڑک دوپہر کے سورج کی سمت سفر کرتی ہوئی نہ ختم ہونے والے صحرا اور عرب قصبوں سے گزرتی ہے جہاں آج بھی سندباد اور علی بابا کے قدموں کی چاپ سنائی دیتی ہے۔ سفر جاری رکھتے ہوئے سیاح جنوبی علاقے میں جا پہنچتا ہے۔ جسے پُرانے وقتوں میں سمیر بھی کہا گیا ہے۔

صحرا کا ننگا سینہ خلیج تک فراخ ہوتا چلا جاتا ہے۔ آگے دریاؤں کا سنگم ہوتا ہے۔ تو سبز دلدلی علاقہ شروع ہو جاتا ہے جہاں پرندوں کی چہکار کبھی سنائی دیتی ہے اور مچھلیوں کے پھدکنے کا منظر بھی سامنے آتا ہے اسی نواح میں قدیم زمانے کی ثقافت آج بھی زندہ ہے بگڑا ہے دیکھنے کے لئے سرکنڈوں اور بانسوں کے گھنے جنگلوں میں جھانکنا پڑتا ہے۔ کسی بھی عرب قبیلے کے مقابلے میں ان دلدلی باشندوں کی رگوں میں سمیری خون زیادہ گردش کرتا ہے۔ یہی لوگ حضرت نوحؑ کی حقیقی نسل کہلانے کے مستحق ہیں۔ صرف انہی لوگوں کو حیاتِ ابدی سے سرفراز کیا گیا ہے ورنہ ان کے اردگرد نئی تہذیبیں ابھریں اور مٹ گئیں۔ کوئی بھی محقق جو انسانی زندگی کی ابتداء کا سراغ لگانا چاہتا ہو ان دلدلی باشندوں سے صرف نظر نہیں کر سکتا۔ اس مردہ اور مدفون دنیا میں انسانی الفاظ جنّات کی طرح

زندہ ہیں اور اگر انہیں زمین کی قید سے رہائی دلائی جا سکے تو پھر وہ بولنا شروع ہو جائیں گے۔ کھدائی کے دوران سائنس دانوں نے قدیم ترین کتب خانے بھی دریافت کئے۔ پختہ مٹی کی ہزاروں تختیاں ان پرانے کھنڈروں سے ملیں۔ ان تختیوں پر سب سے پہلے خط میں تحریریں درج ہیں۔ قدیم معبدوں میں سے آثار قدیمہ کے ماہرین کو سونے چاندی کے ایسے ناقابل یقین خزانے بھی ملے ہیں جن سے ایک شاندار تہذیب کا تصور ابھرتا ہے۔ تہذیبی اور ثقافتی ترقی کی اس انتہا کو دیکھ کر بعض ذہن شک میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان تہذیبوں کے بانی کسی دوسرے سیارے سے آکر آباد ہوئے تھے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ یہ نظریہ اس دور میں بھی مقبول ہے۔ جب خود انسان زمین سے اڑ کر چاند پر قدم رکھ چکا ہے۔ اور دوسری دنیاؤں کا سراغ لگانے کی جد و جہد جاری ہے۔

سائنسی دماغوں میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ یہ لوگ کون تھے اور کہاں سے آئے تھے۔ آج سمیری لوگ اس سوال کا جواب دینے کے لئے واپس نہیں آ سکتے۔ لیکن ان کی تحریریں ہماری راہنمائی کے لئے کافی ہیں ان پر صاف طور پر درج ہے کہ وہ کون تھے۔ کہاں سے آئے تھے۔ انہوں نے کون سے ذرائع رسل و رسائل استعمال کئے تھے۔ ان قدیم کتابوں کو پڑھنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس سرزمین پر پہنچنے کے لئے سمیری لوگوں نے اڑن کھٹولے استعمال نہیں کئے تھے بلکہ وہ بحری جہازوں کے ذریعے ملاحوں کی شکل میں ان جڑواں دریاؤں کی وادی میں آکر بس گئے اور پھر ایسی تہذیب کی بنیاد ڈالی جس نے ہزاروں برس تک دنیا کے کونے کونے کو متاثر کیا ہے۔ سمیری کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ دلمون سے آئے تھے۔ یہ سرزمین کہاں واقع ہے؟ یہ عراق سے کتنی دور تھی؟ کیا یہ وقت کے ساتھ ساتھ سمندر کی لہروں میں غرق ہو چکی ہے اور اطلانتس کی کہانی میں بدل گئی۔ کیا اسے کسی زلزلے نے نگل لیا۔ یا کسی آتش فشاں کی نذر ہو گئی۔ کتبوں سے پتہ چلتا ہے کہ سمیری جہاز دلمون آتے جاتے رہتے تھے۔ بعض کتبوں پر دریائی تجارت کا بھی ذکر ہے۔ ان اشیاء کی تفصیل بھی لکھی ہے جو درآمد یا برآمد کی جاتی تھیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سمیری جہاز کیسا تھا اور اس کی رینج کیا تھی۔ میں نے یہی جاننے کے لئے زندگی بھر مختلف بحری سفر کئے۔ کبھی میں پولی نیشیا کے دور دراز جزائر میں جا نکلا۔ کبھی میں نے اینڈیز کی جھیلوں اور وسطی افریقہ کے ساحلوں کو چھان مارا اور اب یہی جستجو مجھے "سمیر" کے علاقہ میں لے آئی تھی۔ میں انسانی تاریخ کے نقطۂ آغاز کو جاننا چاہتا تھا۔ ان پرانے کتبوں نے میری پوری پوری راہنمائی کی۔ ان کے ذریعے مجھے جہاز کی شکل و صورت کا پتہ چلا، راستے کی صعوبتیں بھی پوری تفصیل کے ساتھ سامنے آگئیں۔ بحری سفر میں جہاز جن حادثوں سے دوچار ہوتے تھے اور ان میں جو نقصان ہوتا وہ بھی ان کتبوں پر درج ہے۔ ان تفصیلات کو پڑھتے ہوئے انسان کے کانوں سے ایک چیخ ٹکراتی ہے۔ "تمام لوگ عرشے پر جمع ہو جائیں"!

جب جہاز سمندر کی متلاطم لہروں میں ہچکولے کھانے لگ جائے یا کسی پوشیدہ چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے تو اس وقت ایک چیخ ابھرتی ہے۔ "تمام لوگ عرشے پہ جمع ہو جائیں۔"

لیکن اس بار یہ آواز میرے کانوں میں ٹکرا رہی تھی۔ میرے ساتھی جو بانس کے کیبن میں سوئے پڑے تھے ہڑبڑا کر جاگے۔ کوئی پورے زور سے چلا رہا تھا۔ حقیقی خطرہ سر پر تھا۔ نیند کے دوران میں نے خواب میں یوں دیکھا جیسے کسی کار میں سوار ہوں اور اس کا ایک ٹائر پھٹ چکا ہو۔ لیکن میں تو ایک بانس کے ساتھ چمٹا ہوا تھا تاکہ مزید جھٹکوں سے بچ جاؤں۔

ہم مصیبت میں گرفتار ہیں۔ باہر نکلو۔

باہر نکلو۔ میں نے چلا کر کہا اور پھر اپنا سلیپنگ بیگ دور پھینک کر کھڑا ہو گیا۔ دوسرے لوگ بھی جاگ گئے تھے۔ اور میری ٹانگوں کے قریب رینگتے ہوئے اوپر اٹھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ہر شخص طوفانی لہروں سے محفوظ رہنے کی فکر میں تھا مگر بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ جہاز پر تمام لالٹینیں گل ہو چکی تھیں اور ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ ایک لہر کے بعد دوسری لہر ابھرتی اور ہمیں نئے خطرات سے دوچار کر دیتی۔ کوئی بھی جہاز اس بپھرے ہوئے سمندر کی نذر ہو سکتا تھا لیکن ہمارا جہاز ان جہازوں سے بالکل مختلف تھا۔ یہ دیکھنے سے محض دریائی کشتی لگتا تھا اور ہم نے اسے بنانے سے پہلے بحری کشتیوں کا باریک بینی سے مطالعہ کیا تھا۔ قدیم مصری لوگ پیپرس کی کشتی تیار کرتے تھے جو نیل کے ڈیلٹا میں بہتات سے اگتا تھا۔ دجلہ اور فرات کے کناروں پر بانس کی طرز کا ایک سرکنڈا ملتا ہے۔ جسے مقامی زبان میں "بردی" کہتے ہیں۔ سمیری لوگ اپنی کشتی اس سے تیار کرتے تھے لیکن وہ اس کی مدد سے دور دراز خطوں میں کیسے پہنچ جاتے تھے۔ ان کے کتبوں میں دلمون۔ ماکان۔ ملوہا کا ذکر ملتا ہے۔ یہ علاقے کہاں واقع ہیں انہی باتوں کا سراغ لگانے کے لئے میں سمیری طرز کی بانسوں کی ایک کشتی میں کھلے سمندر میں اس مہم پر نکلا تھا۔ میں خود تجربہ کرنا چاہتا تھا کہ سمیری لوگ سمندر میں کن صعوبتوں کا شکار ہوتے تھے۔ یہی مہم مجھے باغ عدن ریسٹ ہاؤس میں لے گئی تھی۔ بردی کے پودے جنگل کی صورت میں ریسٹ ہاؤس کے سامنے پھیلے ہوئے تھے لیکن ان دنوں عراق کو کسی مہم جوئی کی بنیاد بنانا خطرے سے خالی نہ تھا۔ شاہی دور کچھ عرصہ پہلے ختم ہوا تھا اور بعث پارٹی کے عناصر باہم دست و گریباں تھے۔ لیکن شکر کی بات یہ ہے کہ آثار قدیمہ کے ماہرین اس بات کے حامی تھے کہ مستقبل کے راستوں کا سراغ ماضی کی تاریخ سے بہتر طور پر لگ سکتا ہے۔ انسان اپنی سمت کا تعین طے شدہ راستے کی مدد سے ہی کرتا ہے۔

قومی عجائب گھر میں ڈاکٹر فواد نے اپنے ساتھیوں کا اجلاس طلب کیا جس میں ہماری مہم زیر بحث آئی۔ ان کے پاس پرانے خطوط کا وسیع ذخیرہ تھا۔ ان کی خوب چھان پھٹک کی گئی۔ میرے عجائب گھر کے دوستوں نے اپنی وزارت کے ذریعے حکومت کو مجھے مہم جوئی کی اجازت دینے پر آمادہ کر لیا۔

حکومت کی اجازت حاصل ہو جانے کے بعد میں بغداد سے واپس باغ عدن ریسٹ ہاؤس آیا اور وہاں سے میں نے دلدلی علاقوں کا رخ کیا۔ ہر طرف سرکنڈوں کا جنگل پھیلا ہوا تھا اور دور و نزدیک آبادی کا نشان تک نظر نہ آتا تھا۔ مقامی باشندوں نے چھوٹی سی کشتی میں مجھے بٹھایا اور ہم سرکنڈوں کے اس جنگل میں گھس گئے۔ کوئی عام آدمی یہاں دو قدم بھی نہیں چل سکتا۔ صرف مقامی لوگ ہی کشتی کے راستوں سے آگاہ ہیں۔ کشتی آگے بڑھتی چلی گئی اور پیچھے سرکنڈوں کی دیوار نے جدید دنیا کے دروازے ہم پر بند کر دیئے۔ مجھے یوں لگا جیسے کسی تیز رفتار خلائی جہاز کے ذریعے مجھے زمانۂ ماضی میں پہنچا دیا گیا ہے وہ خاموش دلدلی گائیڈ آہستہ آہستہ چپو چلا رہے تھے۔ اور میں رفتہ رفتہ ابھرتا ہوا ماضی میں کھو گیا۔ میں ایک ایسی تہذیب کو دیکھ رہا تھا جہاں عدم تحفظ یا بربریت کا شائبہ تک نہ تھا۔ سرکنڈوں کے جھنڈوں میں دلدلی لوگوں کی بستیاں فطرت کا حصہ بنی ہوئی تھیں فطرت اور انسانی ماحول کی ایسی ہم رنگی روئے زمین پر شاذ ہی نظر آتی ہے۔ تمام مکان سرکنڈوں سے بنے ہوئے ہیں۔ لکڑی۔ لوہے یا اینٹ کا کہیں استعمال نہیں کیا گیا۔ انسانی جھونپڑیوں اور جانوروں کے گھونسلوں میں سوائے سائز کے اور کوئی فرق نہیں۔ یہ جھونپڑے سمیری قوم کے ابتدائی کلچر کے مظہر ہیں۔ یہاں سے نکل کر بعد میں دجلہ اور فرات کے میدانوں میں سمیری قوم نے عمارتیں بھی کھڑی کیں لیکن عراق کی سرزمین پر ان کی تہذیب کا آغاز یہیں سے ہوا۔

(باقی صفحہ ۵ کالم ۲ پر ملاحظہ فرمائیے)

جماعت احمدیہ لاہور کی خصوصیات

تربیتی کلاس سے ایڈیٹر پیغام صلح جناب پروفیسر خلیل الرحمان صاحب کا خطاب

صدر محترم — خواتین و حضرات و شرکاء تربیتی کورس۔

جناب مرزا محمد لطیف صاحب انچارج تبلیغی و تربیتی کورس کی طرف سے مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں جماعت احمدیہ لاہور کی خصوصیات آپ کے سامنے بیان کروں۔ انہوں نے یہ فرما کر میرا کام آسان کر دیا ہے کہ میں ان تین خصوصیات کو ذرا تفصیل سے بیان کروں کہ :۔

۱۔ ختم نبوت کی قائل صحیح معنوں میں جماعت احمدیہ لاہور ہی ہے۔

۲۔ یہ جماعت کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتی۔

۳۔ جہاد بالقرآن یہی جماعت کر رہی ہے۔

میں ان تینوں خصوصیات کو قرآن، حدیث اور حضرت مسیح موعود کی تحریرات کی روشنی میں پیش کروں گا۔

۱۔ ختم نبوت

اس مسئلہ پر اس وقت تین گروہ ہیں (۱) ایک کثیر گروہ اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں وہاں وہ اب تک زندہ ہیں اور قیامت کے قریب واپس آئیں گے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک نبی جو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا تھا وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد پھر واپس آئے گا جس سے صاف طور پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت خاتم النبیین نہیں ہیں بلکہ عیسیٰ خاتم النبیین ہوں گے

(۲) دوسرا گروہ گروہ جماعت احمدیہ ربوہ کا ہے جسے اپنی کثرت پر بڑا فخر اور ناز ہے۔ میں اُن کے قائد بشیر الدین محمود احمد صاحب مرحوم کے الفاظ آپ کو پڑھ کر سنا دیتا ہوں جس سے ثابت ہو جائے گا کہ وہ بھی آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کے اجراء کے قائل اور ختم نبوت کے منکر ہیں :۔

(۱) "پس یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے مگر نبوت صرف آپ کے فیضان سے مل سکتی ہے۔ براہ راست نہیں مل سکتی۔ اور جبکہ نبوت کا دروازہ کھلا ہے تو مسیح موعود جسے رسول اللہ صلعم نے بھی نبی کہا ہے اور خدا تعالےٰ نے بھی تو اس کے نبی ہونے میں کوئی شک نہیں رہا۔" (حقیقۃ النبوت ص ۲۲۸ و ص ۲۲۹)

۲۔ "اس لئے قرآن کریم کو شریعت اسلام کی رُو سے آپ حقیقی نبی ہیں گو اس اصطلاح کی رُو سے جو آپ نے لوگوں کو اپنی قسم نبوت سمجھانے کے لئے بنائی تھی اور جو یہ ہے کہ حقیقی نبی وہ ہے جو شریعت لائے۔ آپ مجازی نبی ہیں۔" (حقیقۃ النبوت ص ۱۷۴)

۳۔ "پس شریعت اسلام کے معنوں کی رُو سے تو نبی کا لفظ آپ پر مجازاً استعمال نہیں ہوتا بلکہ حقیقتاً ہوتا ہے۔" (حقیقۃ النبوت ص ۱۸۱)

۴۔ "آنحضرت صلعم کے بعد بعثت انبیاء کو بالکل مسدود قرار دینے کا یہ مطلب ہے کہ آنحضرت صلعم نے دنیا کو فیض نبوت سے روک دیا۔" (حقیقۃ النبوت ص ۱۸۶)

۵۔ "پس یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ آنحضرت کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے (۱)

۶۔ "حضرت مسیح موعود محدثیت کی جزوی نبوت سے اوپر کسی اور نبوت کے مدعی ہیں۔" (الفضل ص ۲۳۵)

(۳)۔ تیسرا گروہ ہم ہیں جو آنحضرت صلعم کے بعد نہ کسی نئے نبی کے آنے کے قائل ہیں اور نہ کسی پرانے نبی کے :۔

اب آیئے قرآن کریم۔ احادیث اور حضرت صاحب کی تعلیم کی روشنی میں دیکھیں کہ کونسا گروہ صحیح معنوں میں ختم نبوت کا قائل ہے :۔

قرآن کریم کی شہادت : قرآن کریم کی یہ بڑی مشہور آیت ہے :۔

ماکان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ط

وکان اللہ بکل شیٍٔ علیما ہ (احزاب : ۴۰)

"محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔"

یعنی آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ہمیں اس جھگڑے میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ خاتم مہر کو کہتے ہیں یا ختم کرنے والے کو۔ ہم اس کی تفسیر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اپنے الفاظ میں بیان کر دیتے ہیں :۔

حدیث :۔ یہ متفق علیہ احادیث ہیں۔ ان پر جرح اور تنقید کی کوئی گنجائش نہیں۔

۱۔ عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لعلی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی

۲۔ لا تقوم الساعۃ حتی تلحق قبائل من امتی بالمشرکین وحتی تعبدوا الاوثان وانہ سیکون من امتی ثلاثون کذابًا کلھم یزعم انہ نبیٌ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی

۳۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجلٍ بنی بیتًا فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنۃٍ من زاویۃٍ فجعل الناس یطوفون بہ ویتعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ قال فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین۔

حضرت صاحب کے اقوال :۔

۱۔ "یہ بات اللہ عزوجل کے اس قول کے مخالف ہے جو آیت ذیل میں ہے۔ محمد صلعم تم میں سے کسی شخص کے باپ تو نہیں مگر اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ خدائے کریم و رحیم نے ہمارے نبی صلعم کو بغیر کسی استثنا کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے۔ اور ہمارے نبی صلعم نے بطور تفسیر آیت مذکورہ فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔"

ما مسلمانیم از فضل خدا + مصطفیٰ مارا امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام + ہر نبوت را بروشد اختتام (حمامۃ البشریٰ ص ۵۰)

۲۔ اور آنحضرت صلعم نے بار بار فرمایا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا۔ اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلعم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔" (حاشیہ کتاب البریہ ص۱۸۴-۱۸۵)

۳۔ کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے۔ اور کیا ایسا شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلعم کے بعد نبی اور رسول ہوں ...... اور اصل حقیقت جس کی میں علی رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا۔"

(حاشیہ انجام آتھم ص۲۷)

۴۔ علم حیاتیات کے مسئلہ ارتقا کی روشنی میں

قرآن کریم۔ احادیث اور حضرت صاحب کی ان تحریرات کی روشنی میں یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف جماعت احمدیہ لاہور ہی کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ حضرت صاحب کی زندگی سے اس وقت تک آنحضرت صلعم کو حقیقی طور پر خاتم النبیین مانتی ہے اور اس عقیدے پر مضبوطی سے قائم ہے۔ اور انشاء اللہ قائم رہے گی کیونکہ یہی حق و صداقت کا راستہ ہے۔ جس کی طرف انجام کار سب مخالفین کو لوٹنا ہو گا

دوسری خصوصیت

ہماری جماعت کی دوسری خصوصیت جس کا مجھے ذکر کرنا ہے وہ یہ ہے کہ یہ جماعت کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتی۔ کیونکہ یہ بھی قرآن کریم۔ احادیث اور حضرت صاحب کے مسلک کے خلاف ہے۔

اس بارہ میں بھی تین گروہ ہیں۔

۱۔ عام مسلمانوں کا گروہ جو پہلے بھی ہمیں کافر ہی سمجھتا تھا لیکن ۱۹۷۴ء کے آئین میں ایک تحریک کے ذریعہ ترمیم کرا کر ہمیں اس نے دستوری و قانونی لحاظ سے "نان مسلم" قرار دلوا کر ہندوؤں سکھوں اور عیسائیوں وغیرہ کی فہرست میں شامل کروا دیا ہے۔

۲۔ دوسرا گروہ جماعت ربوہ کا ہے جس کے خلیفہ ثانی جناب میاں بشیر الدین محمود صاحب مرحوم نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ "کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔"

(آئینہ صداقت ص۳۵)

۳۔ اور تیسرا گروہ ہم ہیں جو اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ قرآن۔ حدیث اور حضرت صاحب کی تعلیم اور مسلک کے خلاف ہے۔

قرآن کریم:۔ قرآن کریم کی یہ مشہور آیت ہم نے بار بار سنی ہے جس میں یہ الفاظ واقع ہوئے ہیں

ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا

"کہ جو تمہیں السلام علیکم کہے اُسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔"

اس ساری آیت کا ترجمہ یہ ہے:۔ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم اللہ کی راہ میں نکلو تو تحقیق کر لیا کرو اور جو تمہیں السلام علیکم کہے اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔ تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہو۔ پس اللہ کے پاس نعمتیں بہت ہیں۔ تم بھی پہلے ایسے ہی تھے۔ پھر اللہ نے تم پر احسان کیا سو تحقیق کر لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ اس سے جو تم کرتے ہو خبردار ہے۔ جنگ کی حالت میں بھی اگر دشمن قوم کا کوئی فرد السلام علیکم کہہ دے تو اسے مسلمان ہی کہنا چاہیئے۔ (النساء ع۹۴)

حدیث:۔

اس کے متعلق بہت سی احادیث ہیں لیکن میں ایک ہی حدیث کا ذکر کرتا ہوں جس میں قبلہ کا ذکر ہے اور وہ یہ ہے:۔

عن انس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم الذی لہ ذمۃ اللّٰہ وذمۃ رسول اللّٰہ فلا تخفروا اللّٰہ فی ذمتہ۔

جو ہماری طرح نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارے ہاتھ کا ذبیحہ کھائے تو یہ مسلمان ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے عہد کے نیچے ہے سو اللہ کے عہد کو نہ توڑو۔

حضرت صاحب کا مسلک:۔

۱۔ "تریاق القلوب ص۲۵۹ تا ص۲۶۱) = "مسٹر جے ایم ڈوئی صاحب بہادر سابق ڈپٹی کمشنر و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے اپنے حکم ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء میں مولوی محمد حسین سے اس اقرار پر دستخط کرائے کہ وہ آئندہ مجھے دجال اور کافر اور کاذب نہیں کہے گا۔ اور نہ میرا نام دجال رکھے گا اور نہ لوگوں میں مجھے جھوٹا اور کاذب کر کے مشہور کرے گا...... ہاں یہ سچ ہے کہ اس نوٹس پر میں نے بھی دستخط کئے ہیں مگر اس دستخط سے خدا اور منصفوں کے نزدیک میرے پر کچھ الزام نہیں آتا اور نہ ایسے دستخط میری ذلت کا موجب ٹھہرتے ہیں۔ کیونکہ ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا ...... میں بلاشبہ ایسے ہر ایک آدمی کو ضلالت کی آلودگی سے مبتلا سمجھتا ہوں جو حق اور راستی سے منحرف ہے۔ لیکن میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا۔ جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کر کے اپنے تئیں خود کافر نہ بنا لیوے۔ سو اس معاملہ میں ہمیشہ سے سبقت میرے مخالفوں کی طرف سے ہے کہ انہوں نے مجھ کو کافر کہا۔ میرے لئے فتویٰ تیار کیا۔ میں نے سبقت کر کے ان کے لئے کوئی فتویٰ تیار نہیں کیا۔ اور اس بات کا وہ خود اقرار کر سکتے ہیں کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان ہوں تو مجھ کو کافر بنانے سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فتویٰ ان پر یہی ہے کہ وہ خود کافر ہیں۔ سو میں ان کو کافر نہیں کہتا بلکہ وہ مجھ کو کافر کہہ کر خود فتویٰ نبی کے نیچے آتے ہیں...... غرض جس شخص نے ناحق جوش میں آ کر مجھ کو کافر قرار دیا اور میرے لئے فتویٰ تیار کیا کہ یہ شخص کافر۔ دجال۔ کذاب ہے اس نے خدا تعالیٰ کے حکم سے تو کچھ خوف نہ کیا کہ وہ اہل قبلہ اور کلمہ گو کو کیوں کافر بناتا ہے۔ اور ہزارہا بندگان خدا کو جو کتاب اللہ کے تابع اور شعائر اسلام ظاہر کرتے ہیں۔ کیوں دائرہ اسلام سے خارج کرتا ہے۔ لیکن مجسٹریٹ ضلع کی ایک دھمکی سے ہمیشہ کے لئے یہ قبول کر لیا کہ میں آئندہ ان کو کافر اور دجال اور کذاب نہیں کہوں گا۔"

حاشیہ:۔ اسی کے متعلق حاشیہ میں فرماتے ہیں:۔

یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔"

۲۔ حقیقۃ الوحی صہ ۱۲۰ :۔

" پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمان اور کلمہ گوؤں کو کافر ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی خود ہی ان کے علماء نے ہم پر کفر کے فتوے لکھے اور تمام پنجاب اور ہندوستان میں شور ڈالا کہ یہ لوگ کافر ہیں اور نادان لوگ ان فتووں سے ایسے ہم سے متنفر ہو گئے کہ ہم سے سیدھے منہ سے کوئی نرم بات کرنا بھی ان کے نزدیک گناہ ہو گیا۔ کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا کوئی سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کو کافر ٹھہرایا تھا اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتویٰ کفر سے پہلے شائع ہوا ہے۔ جس میں ہم نے مخالف مسلمان کو کافر ٹھہرایا ہو تو وہ پیش کریں ورنہ خود ہی سوچ لیں ...... کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو ٹھہراویں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگادیں کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے اس قدر جھوٹ۔ خیانت اور خلافِ واقعہ تہمت کس قدر دلآزار ہے۔ ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے اور پھر جبکہ ہمیں اپنے فتووں کے ذریعے سے کافر ٹھہرا چکے اور آپ ہی اس بات کے قائل بھی ہو گئے کہ جو شخص مسلمان کو کافر کہے تو کفر الٹ کر اسی پر پڑتا ہے۔ تو اس صورت میں کیا ہمارا حق نہ تھا کہ بموجب انہی کے اقرار کے ہم ان کو کافر کہتے۔"

صہ ۱۷۸، اسی قسم کا ایک حوالہ صہ ۱۸۱ پر بھی ہے۔

قرآن۔ حدیث اور حضرت صاحب کی ان تحریرات کی روشنی میں آپ خود دیکھیں کہ یہ خصوصیت ہماری جماعت کو ہی حاصل ہے کہ وہ کسی اہلِ قبلہ اور کلمہ گو کو کافر نہیں کہتی۔ ہاں اگر وہ خود ہمیں کافر کہہ کر اور دائرۂ اسلام سے خارج کر کے فتویٰ نبویؐ کے نیچے آتے ہیں تو یہ اور بات ہے جیسا کہ حضرت صاحب نے فرمایا ہے:

ہماری تیسری خصوصیت

اشاعتِ قرآن اور اشاعتِ اسلام

اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا شکر ہے کہ اشاعتِ قرآن اور اشاعتِ اسلام کے لئے بھی یہی جماعت مخصوص ہے۔ اس ضمن میں میں ۱۹۱۴ء سے اکتوبر ۱۹۵۱ء تک کے دور کا ذکر کروں گا جب ثلۃ من الاخرین سے تعلق رکھنے والے ہمارے کچھ بزرگ موجود تھے۔ یہ دور جماعتِ احمدیہ لاہور کا میرے نزدیک سنہری دور تھا۔ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۷۴ء تک جو کچھ ہوتا رہا میں اسے اللہ کے حوالے کرتا ہوں وہ علیم بھی ہے اور خبیر بھی۔ ۱۹۷۴ء میں ہمارے منہ پر جو ایک زناٹے دار تھپیڑ رسید کیا گیا وہ ہمیں غفلت سے جگانے اپنی کوتاہیوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے اور جماعت کی نشأۃ ثانیہ کے لئے تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ تعمیرِ نو کے سلسلے میں ہم نے کہاں تک اپنے قدم آگے اٹھائے ہیں۔

قرآن کریم :۔

میں تین مختلف مقامات سے قرآن کریم کی اشاعت کے بارے میں ذکر کروں گا۔

۱۔ المائدہ ۶۷، یا یھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ؕ وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ ؕ واللہ یعصمک من الناس ؕ ان اللہ لا یھدی القوم الکافرین ۝

"اے رسول جو کچھ تیرے رب کی طرف سے تجھ پر اتارا گیا ہے اُسے (لوگوں) تک پہنچا دے اگر تو ایسا نہ کرے تو تُو نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا۔ اور اللہ تجھے لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔"

۲:۔ الفرقان ۵۲ :۔ فلا تطع الکافرین وجاھدھم بہ جھادًا کبیرًا

بہ کی ضمیر قرآن کی طرف ہے (ابن عباس)۔ اسلام کی طرف ہے (ابنِ زید)

"سو کافروں کی بات نہ مان اور اس قرآن کے ساتھ ان سے وہ جہاد کر جو بڑا جہاد ہے۔"

۳۔ قٓ ۴۵ :۔ فذکر بالقرآن من یخاف وعید ۝

" سو قرآن کے ساتھ اُسے نصیحت کر جو میرے وعدۂ عذاب سے ڈرتا ہے۔"

ان تینوں آیات میں قرآن کریم کو لوگوں تک پہنچانے اور اس کے ذریعے ان سے جہاد کرنے کا ذکر ہے۔ اور اسے جہادِ کبیر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ ہر وقت جاری رہتا ہے۔

حدیث :۔

اس کی تصدیق آنحضرت صلعم کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے ایک جنگ سے واپس لوٹتے ہوئے فرمایا رجعتم من الجھاد الاصغر الی الجھاد الاکبر کہ تم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف واپس آئے ہو۔ یعنی قرآن کو دوسروں تک پہنچانا بڑا جہاد ہے۔ تلوار کے جہاد کی نسبت جو مجبوراً اپنے دین کی حفاظت کی خاطر خاص حالات میں اٹھانی پڑتی ہے قرآن وہ ہتھیار ہے جو ہر وقت اور ہر زمانے میں موثر اور کارگر رہا ہے۔ جس کے ذریعے پُرامن طور پر ہر برائی کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت صاحب کا یہ غم

حضرت صاحب کا مشن ہی قرآن کے ذریعے دُوسرے مخالف مذاہب کے خلاف جہاد اور اسلام کو ان پر غالب کر کے دکھانا تھا۔ اس بارے میں ان کے اس غم کا اظہار آپ کے ان اشعار سے ہوتا ہے

بینم کہ ہر کسے بہ غم نفس مبتلاست + کس را غم اشاعتِ فرقاں بجا نماند

جانم کباب شد ز غم ایں کتاب پاک + چنداں بسوختم کہ خود امید جاں نماند

یارب چہ بہر من غم فرقاں مقدر است + یا خود دریں زمانہ کسے رازداں نماند

اے بے خبر بخدمتِ فرقاں کمر بہ بند + زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

اشاعت فرقاں کے لئے اپنی خواہش کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں۔

" میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے۔ انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے پاس بھیجی جائے (یورپ وغیرہ مغربی ممالک میں) میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے نہیں رہ سکتا کہ یہ میرا کام ہے۔ دُوسرے سے ہرگز نہیں ہوگا۔ جیسا مجھ سے یا اُس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے۔" (ازالہ اوہام صہ ۷۷۳، صہ ۷۷۶)

پھر فرماتے ہیں:۔ "ہم چاہتے ہیں کہ یورپ و امریکہ کے لوگوں پر تبلیغ کا حق ادا کرنے کے لئے ایک کتاب انگریزی زبان میں لکھی جائے۔ اور یہ آپ کا کام ہے۔"

(اخبار بدر، ۱۲ فروری ۱۹۰۷ء)

آپ نے یہ کس کو مخاطب کر کے فرمایا۔ آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ میں ابھی اس کی طرف آؤں گا۔ اشاعت قرآن اور اشاعت اسلام کے لئے آپ نے یہ سارا غم اور سارا درد جب کہ ایک سینے

میں بھر دیا اور یہ سینہ تھا حضرت مولانا محمد علی کا۔ اس کا اشارہ بھی ہمیں آپ کے ایک کشف سے ملتا ہے۔ جو براہین احمدیہ حصہ چہارم۔ پہلی فصل کے صفحہ ۵۰۳/۳۱۶ پر درج ہے اور اس کا آخری حصہ یہ ہے۔

"پھر بعد اس کے ایک کتاب مجھ کو دی گئی جس کی نسبت یہ بتلایا گیا کہ یہ تفسیر قرآن ہے جس کو علی نے تالیف کیا ہے۔ اور اب علی وہ تفسیر تجھ کو دیتا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک"

اب اس پر بھی غور فرمالیں کہ براہین احمدیہ حصہ چہارم ۱۸۸۴ء میں طبع ہوئی اور حضرت مولانا محمد علی نے ۱۸۹۷ء میں بیعت کی اور ۱۹۰۹ء میں آپ نے قرآن کے انگریزی ترجمہ و تفسیر کا کام شروع کیا۔ لیکن ۲۰ اپریل ۱۹۱۴ء کو جبکہ ایک طرف غم اقتدار تھا اور دوسری طرف "غم فرقان" آپ اپنے چند ساتھیوں سمیت لاہور تشریف لے آئے۔ اور یہاں آکر ۳ مئی ۱۹۱۴ء کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی بنیاد رکھی۔ یہ انگریزی ترجمہ اور تفسیر ۱۹۱۷ء میں طبع ہوئی اور ولایت میں اس کی اشاعت شروع ہوگئی۔ ہندوستان میں اس کی پہلی قسط نومبر ۱۹۱۷ء میں پہنچی۔ حضرت مولانا خود اس بات کے معترف ہیں کہ آپ کو یہ درد کہاں سے ملا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"اس تفسیر کی بہترین باتیں اس زمانے کے سب سے بڑے مذہبی راہنما حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے قلب سے میرے قلب میں آئی ہیں۔ میں نے سیر ہو کر علم کے اس چشمہ سے پانی پیا ہے۔ جو اس مصلح عظیم مہدی و مجدد صد چہاردہم بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے بہایا ہے۔"

اور حضرت صاحب خود اس چشمہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

این چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم + یک قطرۂ ز بحر کمال محمدؐ است

میں نے کہا ہے کہ ۱۹۱۴ء سے اکتوبر ۱۹۵۱ء تک کا دور جماعت احمدیہ لاہور کا جو حضرت صاحب کی شاخ ہے اور آپ ہی میں داخل ہے سنہری اور درخشاں دور تھا۔ اس دوران میں کیا کچھ ہوا۔ اس کا میں اجمالاً ذکر کرتا ہوں۔

اندرون اور بیرون ملک مشن

اشاعت قرآن اور اشاعت اسلام کے لئے اندرون اور بیرون ملک ووکنگ مسلم مشن۔ جرمن مسلم مشن۔ جاوا۔ آسام۔ سیام۔ ہالینڈ۔ مصر۔ [illegible] حیدر آباد۔ ہیلی۔ کلکتہ۔ ڈھاکہ۔ امریکہ بغداد۔ برما۔ آسام میں مشن قائم کئے گئے۔ اور سری نگر۔ کھڈ داہ۔ چنیہ۔ بمبئی میں تبلیغ کا کام شروع کیا گیا۔ برٹش گیانا۔ ڈچ گیانا اور ٹرینیڈاڈ میں جماعتوں کا قیام عمل میں آیا۔

اشاعت قرآن:۔

انگریزی۔ جرمنی اور ڈچ زبان میں قرآن کے ترجمے شائع ہو چکے تھے اور باقی زبانوں میں اس کے ترجمے اور اشاعت کے لئے حضرت مولانا محمد علیؒ نے ۱۹۴۳ء کے جلسہ سالانہ پر "تراجم قرآن فنڈ" کے نام پر اپنی جماعت سے اپیل کی جس کے جواب میں سوا لاکھ روپے جمع ہو گئے۔ جو آجکل کے حساب سے اوسطاً ۵/۷ لاکھ روپے کے قریب ہوتے ہیں اور قرآن کریم کے ترجمے شروع کر دیئے گئے۔ تامل۔ بنگالی۔ گورمکھی اور ہندی زبان میں ترجمے مکمل ہو گئے لیکن چھپ کر شائع نہ ہو سکے ان کے علاوہ فرانسیسی۔ اطالوی اور روسی زبانوں میں ترجمے کا پروگرام بھی بن گیا اگرچہ بعض ناگزیر وجوہات کی وجہ سے پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ انجمن نے دوبارہ یہ کام شروع کرنے کا عزم کر رکھا ہے۔ جرمن ترجمۃ القرآن پر نظر ثانی غالباً ہو چکی ہے۔ ڈچ ترجمۃ القرآن شائع ہو چکا ہے۔ انڈونیشی زبان میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ ہسپانوی زبان میں ترجمہ مکمل ہو چکا ہے اور تفسیری نوٹس کا ترجمہ ہو رہا ہے۔ فرانسیسی زبان میں بھی ترجمہ کا بندوبست ہو رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ کو منظور ہوا تو انشاء اللہ یہ کام جلدی مکمل ہو جائے گا۔

آپ جانتے ہیں کہ ہماری جماعت بڑی مشکلات میں سے گذر رہی ہے اور گذری ہے لیکن جس غم کو ہم نے اپنے سینے سے لگا رکھا ہے وہ حضرت صاحب کا غم تھا اور بانیان جماعت کا غم تھا۔ وہ ہمارے سپرد ہوا ہے۔ اس غم کے مداوا میں ہم سے کچھ کوتاہیاں اور غفلتیں ہوئی ہیں لیکن ہماری راکھ میں ابھی ایک چنگاری سلگ رہی تھی جسے ۱۹۷۴ء کے واقعات نے ہوا دی ہے۔ یہ ہم میں ایک نئی روح اور نیا جذبہ پیدا کرنے کے لئے تھا۔ ہم میں اس کے بعد سے زندگی کے کچھ آثار نظر آنے لگے ہیں بیرون ملک احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی شاخیں اسی نام سے قائم ہو گئی ہیں۔ قرآن کریم کی اشاعت کی طرف نئے سرے سے توجہ دی جانے لگی ہے لیکن اسے ابھی اور ہوا دے کر شعلہ بنانے کی ضرورت ہے۔ اندرون ملک جو کچھ ہو رہا ہے اس کے لئے اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے۔ ؎

خانہ زاد زلف ہیں زنجیر سے بھاگیں گے کیوں + یہ جنون عشق کے انداز چھٹ جائیں گے کیا

ہم تو اللہ کی طرف بلانے والے ایک شخص کی زلف گرہ گیر کے گرفتار ہیں۔ ہمارے پاؤں میں جو یہ بیڑیاں ڈالی جا رہی ہیں یہ ہمارا کیا بگاڑیں گی۔ بلکہ انشاء اللہ ہمارے اس جنون میں اور اضافہ کریں گی۔ کیونکہ ؎

"یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے"

ان تلخیوں اور ترشیوں سے بے نیاز ہو کر اور کسی صلہ اور ستائش کی تمنا کئے بغیر ہمیں قرآن اور اسلام کی اشاعت کے لئے اپنے جنون کو تیز تر کرنے کی ضرورت ہے۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی + دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند

تو اپنا دیوانہ بنا کر اسے دونوں جہان بخشتا ہے لیکن تیرے دیوانے کو ان دو جہانوں کی کیا ضرورت ہے۔ اُسے اگر تو مل جائے تو سب کچھ مل جاتا ہے۔

ہمارا نصب العین بھی اللہ تعالےٰ کی رضا اور خوشنودی ہونا چاہیئے۔ اور ہمارے کان بھی یہ مژدۂ جانفزا سننے کے منتظر ہوں کہ رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ لیکن ذالک لمن خشی ربہ یہ مقام اُسے ہی حاصل ہوتا ہے جس کے دل میں اللہ کا خوف ہو اور اس کے پیش نظر وہ اپنی زندگی گذارے۔ یہ زندگی وہی زندگی ہے جو قرآن کے ماتحت گذرے اور اس نعمت کو دوسروں تک پہنچانے میں گذاری جائے۔ اپنے عمل سے۔ مال سے اور ضرورت پڑے تو جان سے۔

آج اور جماعتیں بھی تبلیغ کے میدان میں نکل کر ہمیں پیچھے چھوڑنے کی کوششوں میں مصروف ہیں لیکن حضرت صاحب نے فرمایا ہے۔ "خدائے فتح نمایاں بنام ما باشد۔ کہ فتح نمایاں میرے نام سے ہی ہو گی۔ اس لئے ہماری جماعت کو آپ کے نام فتح کا جھنڈا بلند رکھنے کے لئے اس جنگ میں سخت جد و جہد کی ضرورت ہے اور اس کی یہ توقعات اپنے نوجوانوں سے وابستہ ہیں۔ اس لئے میں اپنے نوجوانوں کو بقول حضرت صاحب یہ عرض کروں گا کہ ؎

جانم فدا شود برہِ دینِ مصطفیٰؐ ۔ ایں است کام دل اگر آید میسرم

اگر یہ کام میسر آ جائے تو میری آرزو یہی ہے کہ میری جان مصطفیٰؐ کے دین کی راہ میں فدا ہو جائے۔

— * * * * —

سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ اور دینی تربیتی کلاس ۱۹۸۲ء

دارالسلام میں ۱۳ جولائی سے ۱۳ اگست تک دینی تربیتی کلاس جاری رہی ہے جس میں مختلف مقامات سے طالب علم دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے تشریف لائے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں درخواست کی گئی کہ آپ بھی اپنے ارشادات عالیہ سے طلبہ کو نوازیں۔ لاہور میں آجکل سخت گرمی اور حبس ہے اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ سلسلہ کے ایک اہم کام میں بھی بہت معروف تھے لیکن آپ نے ان مصروفیات کے باوجود ہماری درخواست کو قبول فرمایا۔

مورخہ ۳/۸/۸۲ و ۴/۸/۸۲ روزانہ قریباً ایک ایک گھنٹہ تک "ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتاباً موقوتاً" کے عنوان پر نماز باجماعت کی فرضیت اور تمام شرائط اور تفاصیل کو نہایت عمدہ رنگ میں طلباء کی استعداد کے مطابق تفصیل سے بیان فرمایا۔ اور عبادت کا فلسفہ اور اس کی ضروری باتیں جن کا علم ہر ایک کو ہونا چاہیئے ان کی تشریح و توضیح آپ نے بیان فرمائی۔

۸/۸/۸۲ کو ایک نہایت اہم تاریخی داستان جس کے آپ ہی اس وقت دنیا میں تنہا عینی شاہد ہیں۔ یعنی حضرت اقدس مجدد صد چہاردہم۔ جن کی رحلت پر قریباً پچھتر سال کا عرصہ گزر رہا ہے حضور کو جس رنگ میں قادیان میں آپ نے دیکھا اور حضرت اقدس کی گھریلو زندگی۔ دوستوں سے ملنا مسجد میں نماز کے لئے تشریف لانا۔ دوستوں سے بے تکلفی اور ان کی دلجوئی کا اندازہ وغیرہ اور بیسیوں کی تعداد میں آپ کے پاس حضرت اقدس کے خطوط ہیں جو حضور نے تحریر فرمائے تھے۔ (یہ خطوط آپ کے والد محترم جو بڑے ہی بزرگ اور عالم باعمل تھے حضرت حکیم مولنا محمد یحییٰ صاحب آف دیگراں ہزارہ کے نام تحریر شدہ تھے) وہ بھی آپ نے طلبہ کو دکھائے جس سے ہر ایک کا ایمان تازہ ہو گیا۔ اور بعض پر تو ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور مستعد روحوں کو ایسا حضور قلب نصیب ہوا کہ انہیں معبود حقیقی کا چہرہ نظر آ گیا۔

آپ کا یہ خطبہ ایک خاص اہمیت کا رنگ اپنے اندر لئے ہوئے تھا۔ اسی طرح حضرت حکیم الامت مولانا نورالدینؓ کی حیات طیبہ کے بھی چشم دید واقعات آپ نے نوجوانوں کو بتائے۔

نماز ظہر کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے دعا فرمائی۔ آپ کے الفاظ میں جذب و تاثیر کا یہ عالم تھا کہ ہر آنکھ پرنم تھی اور عجیب سماں تھا۔ خدا سے باتیں ہو رہی تھیں اور حضرت امیر کے اس مبارک سفر کی کامیابی و کامرانی اور بخیریت واپسی کے لئے ہر دل خدا کے حضور جھکا ہوا تھا اسے اتفاق سمجھیئے یا کچھ اور کہ ایک درویش کے کان میں آواز آئی ہے

"دعا قبول ہو گئی ہے"

دعا کے بعد ہر ایک سے حضرت امیر نے مصافحہ فرمایا۔ مصافحہ کے لئے نوجوانوں کا شوق قابل دید تھا۔ ۲۷ اگست کو آپ لندن مشن کی نئی عمارت کا افتتاح فرمائیں گے۔

(رپورٹر)

چوہدری غلام مصطفےٰ صاحب صدر جماعت ہند

ماں باپ کا مرتبہ

"اے میرے رب مجھے اور میری اولاد کو نمازی بنائیو۔ اے ہمارے رب دعا کو قبول فرما۔ اے میرے رب مجھے بخش اور میرے ماں باپ کو بخش اور مومنوں کو بخش جس دن حساب کا دن قائم ہو۔" (قرآن)

یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمازیں تمام عمر پڑھی ہے۔ اور یہی دعا امت مسلمہ میں بالعموم نماز میں پڑھی جاتی ہے یہی دعا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام عمر نماز میں پڑھی ہے۔ اس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس دنیا کی نصف سے زیادہ آبادی یعنی عیسائی، یہودی اور مسلمان راستباز پیغمبر تسلیم کرتی ہے۔ ان کو قرآن میں خلیل یعنی اللہ تعالےٰ کا پیارا بھی کہا ہے۔ یہ جب بارگاہِ خداوندی میں نمازی بننے کی دعا کرتے ہیں تو اپنی اولاد کو اس دعا میں شامل کرتے ہیں۔ لیکن جب اللہ تعالےٰ سے اپنی مغفرت مانگتے ہیں تو اپنے ماں باپ کو اس دعا میں شامل کرتے ہیں اور اپنی اولاد کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور مومنوں کو شامل کرتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ اگر اولاد نے اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کی تو مومنوں میں شامل ہو کر بخشش کی مستحق ہو جائے گی۔ لیکن ماں باپ کے لئے نمازی بنانے کی دعا نہیں کی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اولاد ماں باپ کو نمازی بنانے کی مکلف نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ماں باپ مسلم نہیں تھے۔ لیکن اپنے بیٹے کی دعا سے وہ یقیناً بخشش کے مستحق ہوں گے اور ان کا خاتمہ اسلام پر ہوا۔

وجہ یہ کہ اللہ تعالےٰ کا ایک عظیم الشان پیغمبر اور پیارا ساری عمر اپنے ماں باپ کی بخشش کے لئے دعا مانگے اور وہ قبول نہ ہو۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ چونکہ اللہ تعالےٰ عبث کام نہیں کرتا (قرآن) پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ خود ماں باپ کی بخشش کی دعا سکھائے اور وہ قبول نہ ہو۔

اسی طرح محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین بھی بخشے گئے ہیں۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ رحمت للعالمین ساری عمر اپنے ماں باپ کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اور وہ دعا قبول نہ ہو۔

اس دلیل سے اگر ایک لڑکا مسلم ہو جاتا ہے اور اس کے ماں باپ غیر مسلم ہیں۔ وہ بھی اپنے ماں باپ کو بخشوا لے گا۔

چوہدری غلام مصطفےٰ صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہند

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۸ اگست ۱۹۸۲ء — جلد ۶۹ ، شمارہ ۳۳

99 3.
بیگم صاحبہ چوہدری رحمت خاں
۷ آستانہ سٹریٹ ٹاؤن
ڈاکخانہ اچھرہ ۔ لاہور

PAKISTAN POSTAGE 5P

باہتمام ریاض حسین المدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ چیف ایڈیٹر۔ ڈاکٹر اللہ بخش

جلد:- ۶۹ * یوم چہارشنبہ ۵- ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ ـــ بمطابق ـــ ۲۵- اگست ۱۹۸۲ء * شمارہ:- ۳۴

ارشاداتِ حضرت مجدد صدی چہاردہم

تم دنیا کی پرواہ نہ کرو بلکہ اپنے اندر کو صاف کرو

اور تم اپنے اعمال اور افعال سے ثابت کر کے دکھا دو کہ واقعی تم نے سچی تبدیلی کر لی ہے۔ تمہاری مجلسوں میں وہی ہنسی اور ٹھٹھا نہ ہو جو دوسرے لوگوں کی مجلسوں اور محفلوں میں پایا جاتا ہے۔ یقیناً سمجھو کہ زمین و آسمان کا خالق ایک خدا ہے وہی خدا ہے جس کے قبضۂ قدرت میں زندگی اور موت ہے۔ کوئی شخص دنیا میں کسی قسم کی راحت اور کوئی نعمت حاصل نہیں کر سکتا مگر اسی کے فضل و کرم سے۔ ایک پتہ بھی اسکے فضل کے بغیر ہرا نہیں رہ سکتا۔ اس لئے ہر وقت اسی سے سچا تعلق پیدا کرے اور اسی کی رضا جوئی کی راہوں پر مضبوط قدم رکھے۔ اگر وہ اس بات کی پابندی کرے گا تو یقیناً اُسے کوئی غم نہیں ہے۔ ہر قسم کی راحت، صحت، عمر و دولت یہ سب اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری میں ہے جب انسان کا وجود ایسا نافع اور سود مند ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو ضائع نہیں کرتا جیسے باغ میں کوئی درخت عمدہ پھل دینے والا ہو تو اسے باغبان کاٹ نہیں ڈالتا بلکہ اس کی حفاظت کرتا ہے اسی طرح نافع اور مفید وجود کو اللہ تعالےٰ بھی محفوظ رکھتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا واما ماینفع الناس فیمکث فی الارض۔ جو لوگ دنیا کے لئے نفع رساں لوگ بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمریں بڑھا دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کے وعدے ہیں جو سچے ہیں اور کوئی ان کو جھٹلا نہیں سکتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سچے اور فرمانبردار بندے ایسی بلاؤں سے محفوظ رہتے ہیں پس اس بات کو کبھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ نری بیعت اور اقرار سے کچھ نہیں بنتا بلکہ انسان زیادہ ذمہ دار اور جوابدہ ہو جاتا ہے۔ اصل فائدہ کے لئے ضرورت ہے حقیقی ایمان اور پھر اس ایمان کے موافق اعمالِ صالحہ کی جب انسان یہ خوبی اپنے اندر پیدا کرتا ہے تو جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ متقی حقیقی مومن اور اسکے غیر میں ایک امتیاز رکھ دیا جاتا ہے۔ اُسے ممتاز کیا جاتا ہے۔ اور اس امتیاز کا نام قرآن شریف کی اصطلاح میں فرقان ہے۔ آخرت میں بھی مومن اسی فرقان سے شناخت کئے جائیں گے۔ اس دنیا میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ مومن ہمیشہ ممتاز رہتا ہے اس کے اندر ایک سکینت اور اطمینان بخش رُوح ہوتی ہے۔ اگرچہ مومن کو دُکھ بھی اُٹھانے پڑتے ہیں اور قسم قسم کے مصائب اور شدائد کے اندر سے گذرنا پڑتا ہے خواہ لوگ اس کے کتنے ہی بُرے نام رکھیں اور خواہ اس کے تباہ اور برباد کرنے کے لئے کچھ بھی ارادے کریں لیکن آخر وہ بچا لیا جاتا ہے کیونکہ خدا تعالےٰ اس سے محبت کرتا ہے۔ اور اسے عزیز رکھتا ہے۔ اس لئے دنیا اس کو ہلاک نہیں کر سکتی۔ مومن اور اس کے غیر میں امتیاز ضرور ہوتا ہے۔ ۔ ۔ ۔

پس تم دنیا کی پرواہ نہ کرو بلکہ اپنے اندر کو صاف کرو۔ یہ دھوکہ مت کھاؤ کہ ظاہری رسم ہی کافی ہے۔ ۔ ۔ ۔" (۲ نومبر ۱۹۰۴ء لیکچر سیالکوٹ)

مکتوب امریکہ، از جناب ظفر عبداللہ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (لاہور) کیلیفورنیا امریکہ کی تقریب عیدالفطر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور انکارپوریٹڈ کیلیفورنیا امریکہ کے ممبران نے عیدالفطر کی تقریب سعید مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۸۲ء کو نیوارک (NEWARK) کمیونٹی ہال میں منائی نماز عید چوہدری مسعود اختر صاحب کی اقتداء میں ادا کی گئی۔ بعد ازاں چوہدری صاحب موصوف نے خطبۂ عید میں سورۃ البقرہ کی چند آیات کی تلاوت فرمائی۔ ان آیات کا انگریزی ترجمہ بتانے کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ تک فلسفہ عید پر روشنی ڈالی۔ کہ کس طرح روزہ رکھنے سے روزہ کا وہ مقصد یعنی متقی بننا جو ان آیات میں بتلایا گیا ہے حاصل ہوتا ہے۔ اور کیوں کر روزہ کے ذریعہ انسان کا روحانی ترقی پیدا کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ سیدھی سی بات تو یہ ہے کہ جو انسان صرف اللہ کے حکم کی فرمانبرداری میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ان نعماء سے جو نہ صرف حلال قرار دی گئی ہیں بلکہ انسانی جسم کی نشوونما اور صحت کے لئے ضروری سمجھی جاتی ہیں سحر سے افطار تک روک لیتا ہے وہ یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا خواہاں ہے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دے لیتا ہے تو ایسے انسان کو خود بخود یہ خیال بھی رہتا ہے کہ وہ ان تمام احکام خداوندی کو جو مناہیات پر مبنی ہیں بجالانے کی کوشش کرے گا۔ مناہیات سے اجتناب روحانی ترقی کی منازل کی پہلی اینٹ ہے۔ اور انسان کی روحانی ترقی کا دارومدار اس پہلی اینٹ پر ہی ہے۔ جس کو یہ نصیب نہ ہو وہ مزید ترقی کی اُمید نہیں رکھ سکتا۔ آپ نے فرمایا۔ روزہ کے ذکر کے درمیان میں اس رکوع میں قرآن شریف کے نزول کا ذکر جس میں قرآن شریف کو صریح اور کھلی ہدایت قرار دیا ہے۔ بہت ہی معنی خیز ہے۔ جب تک انسان کو یہ علم نہ دیا گیا ہو کہ حلال کیا ہے۔ حرام کیا ہے۔ مناہیات کیا ہیں اس وقت تک اُس کا صحیح راہ پر قدم بڑھانا ناممکن ہے جب تک انسان اعمال و اشیاء کے نتائج سے واقفیت نہ پائے جب تک بدی اور نیکی کی راہوں سے آگاہ نہ کر دیا گیا ہو اور اس کو یہ علم نہ دیا گیا ہو کہ کس طرح اس کے روحانی مدارج کی پامالی یا ترقی کا موجب ہوتی ہیں انسان کا روحانی ترقی حاصل کر لینا دشوار ہے۔ اور قرآن شریف کی تعلیمات ایسی ہی ہدایات ہیں۔ چونکہ نزول قرآن شریف ماہِ رمضان سے شروع ہوا اس طرح روزہ جہاں ایک طرف روحانی ترقی کا سامان ہے وہاں دُوسرے رنگ میں اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کا طریق بھی ہے۔ اور اس طرح رمضان کا مہینہ اسلامی دنیا کا THANKS GIVING بھی ہے اور یہ عید جو ہم آج منانے کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں دراصل دوہری یعنی DOUBLE THANKS GIVING ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق عطا فرمائی کہ ہم اپنی روحانی ترقی کی مشق کر پائیں اور اس کا شکریہ بھی ادا کر سکیں۔ چوہدری صاحب نے خطبہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ انسان جب روحانی ترقی کی راہ میں قدم بڑھانے لگتا ہے تو اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ یہی کہ اس کا تعلق اللہ سے پیدا ہو جاتا ہے جس کا ذکر تلاوت کردہ آیات میں ہے۔

چوہدری صاحب نے فرمایا اس دور کا سب سے بڑا وبال یہ ہے کہ از دل کا اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق ختم ہو گیا۔ جتنے کہ مسلمان جو اللہ تعالیٰ پر ایمان کا بہت بڑا دعویٰ رکھتے ہیں اُن کی دیہاتوں کی چھوٹی مساجد سے لے کر بڑے بڑے شہروں کی عالیشان مساجد کے تمام کے تمام امام اور مولانا صاحبان دن رات یہ اعلان کرتے ہیں کہ اب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے کلام بند کر دیا ہے۔ ان کا یہ اعلان ان آیات میں دیئے گئے وعدہ کا جو میں نے ابھی پڑھی ہیں صریحاً انکار ہے۔ ہم احمدیوں کا صرف ایک ہی قصور ہے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ ان آیات میں جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پکارنے والوں سے کیا ہے وہ تا قیامت برقرار و جاری رہے گا اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا جوا اپنی گردنوں میں ڈال لیتے ہیں اور روحانی مدارج حاصل کرتے رہیں گے ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوتا رہے گا۔ ہمارے امام اور چودھویں صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے وجود کو تمام عالم کے سامنے قرآن شریف کے اس وعدہ کے صدق کے ثبوت کے طور پر پیش کیا اور چار عالم میں اعلان کیا کہ اگر کسی کو شک ہے تو وہ آئے ہم اس کو دکھائیں گے کہ قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل کرنے کا اعجاز کیا ہے؟ ہم دکھائیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کی طرح آج بھی اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اگر ہم لوگ روزہ کے اس فلسفہ کو پا جائیں اور روزہ رکھیں تو پھر ہماری عیدیں یقینی عیدیں بن جائیں گی پھر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی بھی ہمیں حاصل ہو جائیگی اور نتیجتاً لازوال مسرتیں ہمارا حاصل ہوں گی۔ اس کے بعد چوہدری صاحب نے تمام حاضرین کو عید مبارک کہی اور اسلام کی ترقی اور مسلمانوں کے مصائب خاص طور پر فلسطین کے مسلمانوں کے مصائب دور ہو جانے کے لئے دعا کی گئی۔ اور تمام حاضرین نے ایک دُوسرے کو گلے مل کر عید مبارک کہی۔

تعطیل کا روز نہ ہونے کے باوجود پچاس کے قریب خواتین و حضرات جن میں احمدی و غیر احمدی دونوں ہی شامل تھے نماز عیدالفطر کی اس تقریب میں شرکت کی۔ جناب جعفر حسین صاحب معہ اپنی اہلیہ کے برکلی (BERKELY) سے تشریف لائے ان پر اس تقریب کے دوران وجد کی سی حالت طاری تھی وہ لہرا لہرا کر گنگناتے پھرتے تھے۔ میں احمدی ہوں، میں احمدی ہوں۔ ان کے ہمراہ ان کے مرحوم بھائی کی بیوہ معہ اپنی صاحبزادی کے تشریف لائیں۔ جناب صدیق نرگس مرزا صاحب (سابق صدر پاکستان ایسوسی ایشن) معہ اپنی بیگم اور بچوں کے SAN JOSE سے نماز عید کی اس تقریب میں شرکت کے لئے آئے۔

HAYWARD سے جناب چوہدری مسعود اختر صاحب و چوہدری عبدالستار صاحب معہ اپنے اہل و عیال کے جناب شاہد مرزا صاحب معہ بیگم نسیم مرزا و بچوں کے جناب سخربٹ صاحب معہ اپنی اہلیہ ڈاکٹر فریدہ صاحبہ (جو قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ کی صاحبزادی ہیں) معہ اپنے بچوں کے۔ جناب ارشد قاضی صاحب قاضی عبدالرشید صاحب کی اہلیہ صاحبہ۔ جناب ڈاکٹر عابد صاحب معہ اپنے اہل و عیال۔ ہسپانوی نژاد مسلمان خاتون بیگم سعدیہ شاہد صاحبہ اس تقریب میں شریک ہوئے۔

UNION CITY سے جناب سلیم صاحب و جناب خواجہ معہ اپنی امریکن بیگم کے اور SAN LEANDRO سے جناب صاحب نماز میں شمولیت کے لئے تشریف لائے۔ نیوارک سے ظفر عبداللہ جنہوں نے اس تقریب کا انتظام بھی کیا معہ اپنے اہل و عیال کے، جناب محمد جمیل صاحب (بلیک مسلم بھائی) معہ اپنی بیگم صاحبہ کے شامل نماز ہوئے۔

چونکہ حاضرین میں تین امریکن بھی شامل تھے اور نوجوان بچے، بچیاں بھی اُردو کی نسبت انگریزی آسانی سے سمجھتے ہیں اس لئے خطبہ انگریزی زبان میں ہی دیا گیا۔ بعد ازاں تمام حاضرین نے مل جل کر تیار کی ہوئی سویاں۔ زردہ۔ رس گلوں۔ فروٹ چاٹ وغیرہ سے لطف اُٹھایا اور چائے نوش کی۔ اور اس طرح قبل دوپہر یہ بارونق تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

خطبہ جمعہ مورخہ ۳۰/۷/۸۲ فرمودہ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بمقام مسجد دار السعید ایبٹ آباد

تشہد و تعوذ کے بعد آپ نے سورۃ القلم کی پہلی چھ آیات "ن والقلم و ما یسطرون...

...... فستبصر و یبصرون بایکم المفتون ۔ اور آخری دو آیات ۱۰۲، ۱۱، ۱۷ [illegible]
ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا۔ اور تو یقیناً بلند اخلاق والا ہے تو بھی دیکھ لے گا اور یہ بھی دیکھ لیں گے کہ دیوانہ کون ہے۔ جو چیز یعنے قرآن تجھے دیا گیا ہے وہ دنیا کے شرف کے لئے ہے یعنی جو اس قرآن کو لے گا اس پر عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے عزت بخشے گا اور جو قومیں اسے اپنے ہاتھ میں لے لیں گی اس کے اصولوں پر عمل کریں گی وہ بھی بڑا بلند مقام پائیں گی۔

ان کی تشریح کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ کہ یہ ابتدائی زمانے کی آیات ہیں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ سورت اقراء کے بعد نازل ہوئی۔ لوگ آپ کو دیوانہ اس لئے کہتے تھے کہ آپ کی باتیں اُن کی سمجھ سے بالاتر تھیں۔ کیونکہ مکی سورتوں میں بڑی بڑی پیشگوئیاں ہیں جن میں مسلمانوں کو بڑی بڑی خوشخبریاں دی گئی ہیں کہ اسلام ترقی کرے گا۔ تمام دینوں پر غالب آئے گا مسلمان حاکم بنیں گے وغیرہ۔ مخالفین اسلام آپ کی اور آپکے ساتھیوں کی ابتدائی بیچارگی کو دیکھتے ہوئے یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ نادار و بےکس لوگ جو ان کے ظلم وستم کا نشانہ بن رہے ہیں کبھی دنیا میں صاحبِ اقتدار بھی ہوں گے انہیں قوت، طاقت اور دولت سب کچھ حاصل ہوجائے گا۔ اس لئے آپ کو وہ دیوانہ کہتے تھے۔ اسلام کا سب سے بڑا دشمن اور آپ کا چچا ابولہب حج کے دنوں میں جب آپ تبلیغ کے لئے ادھر اُدھر تشریف لے جاتے تو آپ کے پیچھے ہو جاتا اور لوگوں کو کہتا پھرتا کہ لوگو! یہ میرا بھتیجا ہے۔ یہ دیوانہ ہے اس کی باتوں پر دھیان نہ دو۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو پاگل نہیں ہے۔ آنے والے واقعات یہ ثابت کر دیں گے اور تو بھی دیکھ لے گا اور یہ بھی دیکھ لیں گے۔ کہ تو مفتون نہیں ہے۔ چنانچہ تاریخ نے ان کی بات کو غلط ثابت کر دیا اور آپ کی اپنی زندگی میں کفار نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ جس طاقت، قوت، دولت اور جتھے پر ان کو ناز تھا وہ سب کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں تہس نہس ہوگیا اور آپ کے بعد بھی یہی کچھ ہوتا رہا۔ اس کے ساتھ ہی قرآن کریم کی یہ پیشگوئی بھی پوری ہوگئی کہ قرآن کو تھامنے اور اس پر دیانتداری سے چلنے والی قوم دنیا میں عزت اور شرف پائے گی۔

دنیا میں کوئی نبی بھی ایسا نہیں گذرا جس کو اس کی قوم نے مجنون۔ دیوانہ۔ پاگل۔ شاعر اور کاہن نہ کہا ہو۔ لیکن دیوانہ کہنے والے خود اندھے اور پاگل ثابت ہوئے۔ ہمارے نبی کریم حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو فخرِ انبیاء اور خاتم الرسل تھے۔ آپ کا کوئی فعل یا بات دیوانوں والی کیسے ہوسکتی تھی۔ دعوائے نبوت سے قبل کفار بھی آپ کو صادق اور الامین مانتے تھے اور اپنے جھگڑے فیصلہ کے لئے آپ کے سامنے پیش کیا کرتے تھے۔ حجر اسود کو اپنی جگہ پر رکھنے کا مشہور واقعہ آپ کو معلوم ہے۔ خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت حجر اسود کو اپنی جگہ پر نصب کرنے [illegible] پر [illegible] کہ آپ ہی یہ کام سرانجام دیں۔ آپ نے اس جھگڑے کو یوں نمٹایا کہ ایک چادر بچھا کر اس پر حجر اسود رکھ دیا اور ہر قبیلے کو اپنا نمائندہ مقرر کرنے کو کہا۔ سب نے مل کر چادر کو حجر اسود کی جگہ پر پہنچایا اور آپ نے اسے اپنی جگہ پر رکھ دیا لیکن نبوت کے دعوے کے بعد لوگ آپ کے دشمن ہو گئے۔ آخر یہ بات کیا تھی؟ آپ میں دیوانوں والی بات یہی تھی کہ اپنی بے سروسامانی کی حالت میں آپ لوگوں کو یہ دعوت دیتے تھے کہ تم مجھے مان لو تو تم عزت پاؤ گے میں سب دنیا کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ جو تعلیم مجھے دی گئی ہے اس میں تمام نسلِ انسانی کی بیماریوں کے لئے شفا ہے اور وہ باعث عزت و شرف ہے مگر اُن عقل کے اندھوں کی سوچ اور سمجھ سے یہ بات بالکل باہر تھی کہ ایک یتیم۔ بےکس۔ بےسہارا انسان جس کے پاس کوئی دولت نہیں۔ قوم اس کی مخالف ہے۔ اس کے اپنے بھی اس کا ساتھ نہیں دیتے کس طرح کامیاب ہوجائے گا۔ اور دنیا میں عزت کا مقام حاصل کر لے گا لیکن آپ لگاتار یہ باتیں اپنی قوم کو کہے جاتے تھے اور کچھ لوگ آپ کے گرد جمع بھی ہو جاتے تھے۔

دراصل بات یہ ہے کہ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے دیوانہ ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ انسان کے اندر آگے بڑھنے اور ترقی کے لئے ایک تحریک ہوتی ہے۔ جو اسے آگے قدم بڑھانے پر مجبور کرتی ہے۔ دنیا میں جتنے لوگوں نے بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیئے ہیں وہ اسی جنون اور دیوانگی کی وجہ سے ہوئے ہیں۔ مثلاً ایورسٹ کی چوٹی کو سر کرنے کے جنون میں لاکھوں روپے صرف ہوئے اور کئی جانیں تلف ہوئیں۔ لیکن آخر کار اس کی چوٹی سر کر کے اُس پر جھنڈا گاڑھ دیا گیا۔

چاند اور دوسرے سیاروں کو فتح کرنے کی کوششوں بھی تو ایک جنون ہی ہیں۔ یہ تو دنیا کے لوگوں کی باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے جتنے مامور ہوئے ہیں اُن کے اندر بھی خدا کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ایک جنون ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ پیش آنے والی مشکلات پر قابو پا لیتے اور مصائب کو صبر کے ساتھ برداشت کر لیتے ہیں۔ ہمارے حضرت اقدس میں بھی یہی جنون تھا آپ کے سامنے بھی بڑا مشکل کام تھا۔ مسلمانوں کی سیاسی۔ معاشی اور دینی حالت بڑی ناگفتہ بہ تھی وہ انتہائی مایوسی۔ ذلت اور رسوائی کا شکار تھے۔ اور ادھر حضرت صاحب کو یہ الہام ہوا تھا کہ "بخرام وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد" تیرا وقت قریب آگیا ہے اور محمد صلعم کے نام لیواؤں کا قدم بلند تر مینار کے اوپر مضبوطی سے جما دو۔ مسلمانوں کی وہ حالت اور ادھر آپ کو یہ حکم۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو مسلمانوں کے لئے مہدی کہا گیا کہ ان کی اس راستے کی طرف راہنمائی کریں جس کو ترک کرنے سے وہ اس پستی کے گڑھے میں گر گئے ہیں اور اس [illegible]

پر دوبارہ چل کر اپنی عظمت رفتہ کو حاصل کرلیں۔

آپ کا دوسرا کام یہ تھا کہ عیسائیت کے باطل عقائد کا قلع قمع کر کے اسلام کی صداقت اور آنحضرت صلعم کو صحیح معنوں میں خاتم النبیین ثابت کریں۔ مسیح کی خدائی اور کفارہ کو غلط ثابت کر کے مسلمانوں میں اپنے مذہب پر اعتماد بحال کریں۔ یہ اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک مسیح کی وفات اور مغربی عیسائی اقوام کو دجال اور یاجوج ماجوج ثابت نہ کیا جائے۔ حاکم قوم کا مذہب عیسائیت تھا۔ اس کے پاس طاقت اور دولت تھی۔ اس کی حکومت پر اس زمانے میں سورج غروب نہ ہوتا تھا اور دوسری طرف ایک گاؤں کا رہنے والا یہ تن تنہا انسان لیکن آپ کا یہ جنون کام کر گیا۔ آپ نے قرآن کریم کی تیس آیات سے یہ ثابت کردیا کہ مسیح مرگیا ہے۔ اور مسلمانوں کا حیاتِ مسیح کا عقیدہ غلط ہے۔ آپ کی ہر کتاب۔ ہر نظم اور ہر تقریر میں وفاتِ مسیح پر زور ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ عیسیٰ کی موت میں عیسائیت کی موت اور اسلام کی زندگی ہے اسے مرنے دو کہ اسلام زندہ ہوجائے۔ یہ آپ کا جنون تھا۔ آپ نے اسے ثابت کر کے دکھادیا۔

اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" میں یہ بتادیا کہ حضرت مسیح اپنے وطن سے ہجرت کر کے کشمیر میں آئے اپنے مذہب کی تبلیغ کی اور ۱۲۰ سال کی عمر پاکر یہیں وفات پائی اور سری نگر کے محلہ خانیار میں دفن ہوئے۔ ان کی قبر کی نشاندہی کردی۔ اس پر آپ نے ایک یہودی عالم کی شہادت پیش کردی کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ ان انکشافات نے تحقیق و تجسس کے دروازے کھول دیئے۔ خواجہ نذیر احمد صاحب مرحوم نے "JESUS IN HEAVEN ON EARTH" ۔ (مسیح کشمیر جنت نظیر میں) نامی کتاب میں اس بارے میں بڑی تحقیق اور کاوشوں کے بعد بڑا بے مثال مواد جمع کیا ہے جس سے ثابت کیا ہے کہ مسیح کشمیر میں آئے اور یہیں فوت ہوئے اور اُن کی قبر وہی ہے جس کا ذکر حضرت صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ تھوما حضرت عیسیٰ کا بھائی تھا۔ انہوں نے بھی ACTS-OF THUMA - میں یہی لکھا ہے کہ مسیح کشمیر میں آئے۔ کشمیر میں کچھ کتبے فارسی زبان میں ملے ہیں جن میں لکھا ہے کہ یسوع کشمیر میں آیا اور اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ بعض کتبوں میں لکھا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کا نبی تھا اور یوز آسف اس کا نام تھا۔ وغیرہ

ڈاکٹر حسنین بھارت کے معروف ماہر آثار قدیمہ ہیں آپ کی تحقیق بھی اسی نتیجہ پر پہنچی ہے کہ حضرت مسیح کشمیر میں آئے۔ یہاں نبوت کی اور محلہ خانیار میں دفن ہوئے بلکہ آپ نے تو اپنی حکومت سے اس قبر کے کھودنے کی بھی اجازت مانگی تھی کہ ممکن ہے اس میں سے کوئی قطعی ثبوت ہاتھ آجائے مگر حکومت نے ابھی تک ان کو یہ اجازت نہیں دی۔

خود یورپ کے عیسائیوں نے اب اس تحقیق کو سائنسی طور پر اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ ایک جرمن عالم کرٹ برنا نے اس مسئلہ پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا ترجمہ ہے" یسوع صلیب پر نہیں مرا" وہ زندہ اتار لیا گیا جس کفن یا چادر میں اُسے لپیٹا گیا اس پر مسیح کی پوری تصویر آئی ہوئی ہے۔ زخموں کے نشان ہیں۔ ایک اور مصنف فیبر قیصر نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا عنوان ہے" یسوع کشمیر میں فوت ہوا" سات پادریوں نے بھی ایک کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ مسیح کے متعلق یہ عقیدہ کہ وہ ایک مجسم خدا تھا ایک افسانہ سے زیادہ نہیں۔ اس کتاب کا انگریزی نام "THE MYTH OF GOD INCARNATE" ہے۔ ایک گاؤں کے رہنے والے نے اللہ تعالیٰ سے علم پاکر جو بات تقریباً ایک صدی پہلے کہی تھی آج اس کی تصدیق مسیح کی خدائی اور کفارہ پر ایمان رکھنے والے خود کر رہے ہیں۔ یہ بھی تو ایک جنون ہی کا کارنامہ ہے۔ کوئی بھی اب دل سے یہ نہیں مانتا کہ عیسیٰ دوبارہ اتریں گے۔ اب لوگ ضد کے اس کا اقرار نہیں کیا جاتا کیونکہ پھر حضرت صاحب کو مسیح موعود مانے بغیر کوئی چارہ نہیں رہتا۔

لوگ اپنے دلوں میں یہ بھی تسلیم کر چکے ہیں کہ دجال اور یاجوج ماجوج بھی یہی مغربی اقوام ہیں۔ علامہ اقبال کا یہ بڑا مشہور شعر ہے ؎

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام + چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ینسلون

مشکلات کے اندر کام کرنے کے لئے جب تک جنون نہ ہو کامیابی نہیں ہوتی۔ اسی جنون کے ماتحت جب لوگ ہر قسم کے فکر سے آزاد ہوکر تحقیقات کرتے ہیں تو بڑی بڑی ایجادات سامنے آتی ہیں۔

جب تک ہمارے اندر بھی جنون کی حد تک جذبہ پیدا نہ ہو ہم مشکلات کا مقابلہ نہیں کرسکتے اس کے لئے بڑی قربانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہمیں اپنے اندر اسی قسم کی روح پیدا کرنی چاہیئے جنگوں میں گمنام سپاہی مارے جاتے ہیں تو یادگار کے طور پر ان کی قبر بنتی ہے۔ ہماری طرح کچھ بدنام سپاہی بھی ہوتے ہیں جنہیں نام و نمود کی خواہش نہیں ہوتی۔ وہ کوئی کام کرتے بھی ہیں تو اس میں بے لوثی اور خلوص کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ انہیں اپنی کوئی یادگار قائم کرنے کی بھی خواہش نہیں ہوتی۔ ایک نصب العین اور مقصد کے لئے وہ مجنونانہ وار اپنی دھن میں مصروف رہتے ہیں۔ ایسے ہی جنون کی ہمیں بھی ضرورت ہے۔ شکست خوردگی اور کمتری کا احساس ہم میں پیدا نہیں ہونا چاہیئے۔

ہمارے سامنے ایک عظیم الشان مقصد ہے جس کی صداقت پر ہمیں پورا پورا دلی یقین ہونا چاہیئے۔ اور اس کی خاطر اپنے اندر ایک انقلاب پیدا کرنا چاہیئے۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں ؎

تا نہ دیوانہ شدم ہوش نیامد بسرم + اے جنوں گرد تو گردم کہ چہ احساں کردی

جب تک میں دیوانہ نہ بن جاؤں اس وقت تک مجھے ہوش نہیں آتا۔ اے جنوں میں تیرے قربان جاؤں تو نے مجھ پر کتنا بڑا احسان کیا ہے۔ دراصل ایسا جنون ہی حقیقی عقل ہوتی ہے علامہ اقبال بھی فرما گئے ہیں کہ ؎

خرد کی گتھیاں سلجھا رہا ہوں + مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

اللہ تعالیٰ ہمیں اس نسخہ کیمیا پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

* * * *

ارشاداتِ باری تعالیٰ

* ۔" اور جو تمہیں السلام علیکم کہے اُسے یہ نہ کہو تو مومن نہیں۔"
* ۔" اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔"

* * * *

از ڈاکٹر خورشید عالم ترین ۔ سری نگر،

جماعتی تنظیم اور ہماری ذمہ داریاں ارشاداتِ قرآنی کی روشنی میں

خاکسار کا بحیثیت صدر جماعت احمدیہ (سری نگر) سے پہلا خطاب جامع احمدیہ تیلدان پورہ سری نگر میں ۳۰۔ جولائی ۱۹۸۲ء بروز جمعہ بحیثیت صدر جماعت احباب سے کیا۔

قیامِ جماعت سب سے بڑی نعمت ہے۔

ارشادِ باری تعالےٰ ہے:۔

" واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعدآءً فالّف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہٖ اخواناً ٥ (۳۔۱۰۳)

لو انفقت ما فی الارض جمیعًا ما الّفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم (۸۔۶۳)

ترجمہ:۔" اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم باہم دشمن تھے اور اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس نعمت عظمیٰ سے بھائی بھائی بن گئے۔

" (اے نبی صلے اللہ علیہ وسلم) اگر تو زمین میں موجود ساری مال و دولت بھی خرچ کر دیتا تب بھی ان پراگندہ اور منتشر اذہان و قلوب میں الفت پیدا نہ کر سکتا لیکن یہ اللہ تعالےٰ کا ہی خاص فضل و کرم ہے کہ اس نے ان خون آشام قلوب کو اخوت کے آبِ حیات سے سیر کر دیا اور یہ منتشر افراد جماعت جیسی نعمت سے مالا مال ہو گئے۔

پس ہمیں اللہ کی اِس نعمت عظمیٰ کی قدر کرنی چاہیئے۔ خدانخواستہ اگر یہ نعمت ہم سے چھن گئی سمجھو وہی خاتمہ کا دن ہو گا۔ اس نعمت کے قیام و بقا کے لئے اللہ تعالےٰ نے ہم پر کچھ ذمہ داریاں عائد کی ہیں۔ ان میں بعض ذمہ داریاں اجتماعی رنگ کی ہیں اور بعض انفرادی۔

ہماری اجتماعی ذمہ داریاں

(۱) ایک دوسرے سے تعلق بنائے رکھو

یا ایھا الذین امنوا اصبروا وصابروا ورابطوا (۳۔۲۰۰)

" اے ایمان لانے والو! صبر کرو اور مقابلے میں بڑھ کر صبر دکھاؤ۔ اور باہم ربط اور اتحاد کا مظاہرہ کرو۔"

رابطوا۔ رَبَطَہٗ، اس سے باندھ دیا۔ الرابطہ۔ تعلق۔ بندھن۔ رشتہ۔ ربط، ارتباط ایک دوسرے کو تھامے رکھنا۔ تعلق بنائے رکھنا۔ ربط قائم رکھنا۔ اسی ربط و اتحاد کے پیشِ نظر قرآن پاک دوسری جگہ مسلمانوں کو بنیان مرصوص ایک مضبوط سیسہ پلائی ہوئی دیوار سے موسوم کرتا ہے۔ باہمی تعلقات کی استواری کے لئے بہت سارے ذرائع رکھے گئے ہیں۔ مثلاً نماز، درسِ قرآن، جلسہ سالانہ، میٹنگیں وغیرہ۔ ہمیں ان مواقع کا بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

(۲) اتحاد کو برقرار رکھو

مومنوں کی بنیان مرصوص اُسی وقت تک قائم رہ سکتی ہے جب تک وہ یکجہتی اور اتفاق کو قائم رکھیں۔ مومنوں کا باہمی افتراق و انتشار دیوار کی پائیداری میں رخنہ ڈال سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم تعلقات توڑنا "یعنی اتحاد و اتفاق" میں دراڑ ڈالنا منافقین کا کارنامہ قرار دیتا ہے۔ فرمایا ہے:۔

یقطعون ما امر اللہ بہٖ ان یوصل (۲۔۲۷)

یعنی یہ ناہنجار قوم ان تعلقات کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیتی ہے جن کے بارے میں اللہ کا واضح ارشاد یہ ہے کہ ان کو مضبوط اور مزید استوار کیا جائے۔

اس کے برعکس مومنوں کی شان ملاحظہ فرمائیں۔ فرمایا ہے۔

والذین یصلون ما امر اللہ بہٖ ان یوصل (۱۳۔۲۱)

یعنی یہ وہ خوش قسمت لوگ ہیں جو ان تمام روابط و ضوابط کو بنائے رکھتے ہیں جن کے قیام کا اللہ نے حکم دے رکھا ہے۔ بالفاظ دیگر مومن لوگ جماعتی اتفاق و اتحاد کو ہر قیمت پر برقرار رکھتے ہیں کیوں کہ ایسا کرنا اُن کے مولا کا حکم ہے۔

(۳) باہمی تنازعات پیدا نہ کرو۔

واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم (۸۔۴۶)

ترجمہ:۔" اور اللہ اور اس کے مقدس رسول (صلعم) کی فرمانبرداری کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم ہمت ہار دو گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔"

فشل۔ کمزور۔ بزدل ہو جانا۔ الید الفشلاء۔ بایاں ہاتھ، جو دائیں کے مقابل عموماً کمزور ہوتا ہے۔

ریح۔ راح۔ ہوا کا چلنا۔ حرکت کرنا۔ الریح۔ نصرت، غلبہ قوت۔ حرکت گویا جھگڑے پیدا کرنے سے کام کرنے کی صلاحیت چھن جاتی ہے اور قوم کمزوری کا شکار ہو جاتی ہے۔ ہمیں اس مذموم حرکت سے ہمیشہ اجتناب کرنا چاہیئے۔

۴۔ تفرقہ سے بچو

تفرقہ کے معنی ہیں الگ الگ ڈفلی بجانا۔ گروہوں، گروپوں اور پارٹیوں میں بٹ جانا۔ یہ حرکت ملتِ واحدہ کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیتی ہے۔ اس رجحان کو سمِ قاتل سے بھی زیادہ خطرناک قرار دیا گیا ہے۔ اور اس کی سزا بھی کچھ کم نہیں ہے۔ فرمایا ہے:۔

ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعًا لست منھم فی شیءٍ (۶۔۱۶۰)

وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور کئی ٹولیوں اور گروپوں میں بٹ گئے۔ اے نبیؐ! تیرا ایسے لوگوں کے ساتھ کچھ سروکار نہیں۔" گویا مرکز سے علیحدہ ہو کر کام کرنا دین کھو دینے کے مترادف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں دوسری جگہ (۶۔۶۵) تفرقہ بازی کو عذاب الٰہی قرار دیا گیا ہے۔ ہمیں اس عذاب سے بچنا چاہیئے۔

۵۔ عفو اور درگزر کرنا۔

اللہ تبارک و تعالےٰ مومنوں کو یہ تلقین فرماتا ہے:۔ ولیعفوا ولیصفحوا (۲۴۔۲۲)

"اور مومنوں کو چاہیئے کہ وہ ایک دوسرے کی خطائیں معاف کیا کریں اور یہ بھی چاہیئے کہ وہ درگزر سے کام لیا کریں"۔

یہ تو عام حکم رہا۔ دوسری جگہ سچے مومنوں کی صفاتِ عالیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس (۳ : ۱۳۴)

"یعنی وہ سخت غضب کو دبا لینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہوتے ہیں"۔

عفو۔ یعنی ناپسندیدہ بات کو زیادہ اہمیت نہ دے کر بنا الجھے آگے نکل جانا۔

انفرادی ذمہ داریاں

(۱) اطاعت امیر

قرآن پاک میں مومنوں کے بارے میں آتا ہے:۔

طاعۃ و قول معروف (۲۱ : ۴۷)

یعنی وہ امیر جماعت کی اطاعت کرتے ہیں اور کوئی بات نہیں کرتے جو ناپسندیدہ ہو یا پھر جماعتی کاز کے خلاف ہو۔ یاد رہے لفظ معروف ہر وہ عمل یا قول ہے جس کی خوبی عقلاً یا شرعاً ثابت ہو۔

دوسری جگہ باقاعدہ حکم ہوتا ہے:۔

واسمعوا واطیعوا (۱۶ : ۶۴)

اے مومنو! اپنے ارباب اختیار کے احکام و فرامین پورے غور سے سنو اور پھر ان پر عمل کرو اب اگر کوئی شخص جماعتی فیصلہ جات یا احکامات کے بارے میں تغافل کا مظاہرہ کرتا ہے تو وہ سراسر اللہ کا نافرمان بنتا ہے۔ ہمیں اس سے بچنا چاہیئے۔

(۲) نیک مشورہ دینا

مومن کا فرض ہے کہ وہ امور جماعت میں اپنا نیک مشورہ دے۔ اور مجلس شوریٰ کا یہ کام ہے کہ وہ تمام مشوروں پر غور و خوض کرکے کوئی قدم اٹھائے۔ فرمایا ہے:۔ وامرھم شوریٰ بینھم (۳۸ : ۴۲) مومن لوگ اپنا ہر فیصلہ باہمی صلاح مشورہ کے بعد ہی طے کرتے ہیں۔

(۳) عملی تعاون پیش کرنا۔

مومنوں کو حکم ہے:۔

وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللہ (۲ : ۵)

اور نیکی اور تقویٰ کے معاملات میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔ خبردار گناہ اور سرکشی کے معاملے میں کبھی ایک دوسرے کا ساتھ نہ دینا۔ یاد رکھو! اپنے ہر کام میں خوف خداوندی ملحوظ رکھو کیونکہ یہی کامیابی کی ضمانت ہے۔ عملی قربانیوں کے بغیر جماعت زندہ نہیں رہ سکتی۔ لہٰذا ہمیں ہر نیک کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیئے۔

(۴) ایک دوسرے کے عیب نہ ڈھونڈنا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا۔ (۱۲ : ۴۹) "اے ایمان لانے والو! بدگمانی سے کثرت بچتے رہو۔ کیونکہ بعض بدگمانی گناہ ہے۔ اور خبردار خود بین بن کر ایک دوسرے کے عیب یا بھید نہ ڈھونڈا کرو اور نہ ایک دوسرے کو پیٹھ پیچھے برا کہو۔"

اس آیت کریمہ کا ایک ایک لفظ ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ ہمیں ان باتوں کو ہمیشہ نظروں کے سامنے رکھنا چاہیئے۔

(۵) کارکردگی کے بارے میں اعتراض متعلقہ شعبے تک پہنچایا جائے

کسی خامی یا کوتاہی پر اعتراض کا پیدا ہو جانا فطری عمل ہے لیکن کسی خامی کے تدارک یا پھر اعتراض کے اظہار کا یہ طریقہ ہرگز نہیں کہ آپ چوراہے پر ایسے نازک امور کو Discuss کرنے لگ جائیں ایسا کرنے سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے۔ ایسے اعتراضات متعلقہ شعبہ کے افسر تک پہنچائے جائیں۔ یہی عافیت اور سدھار کی راہ ہے۔ چنانچہ حکم ہوتا ہے:۔

ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامٰنٰت الی اھلھا (۴ : ۵۸)

امانت، ہر اس چیز یا بات کو کہتے ہیں جس کو متعلقہ شخص تک لوٹانا لازمی ہوتا ہے۔ امانت حقدار کے سوا اور کسی کے حوالے نہیں کی جا سکتی۔

پس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ بے شک اللہ تمہیں خصوصی حکم دیتا ہے کہ معاملات کو متعلقہ شعبوں کی طرف لوٹایا کرو۔ معاملات پر اپنے طور پر رائے زنی کرنا یا ان کی تشہیر کرنا سراسر خیانت ہے۔ اللہ ہم سب کو ایسی مذموم حرکت سے محفوظ رکھے۔ آمین

(۶) اوروں کی بجائے اپنی خبر رکھنا

اللہ کا واضح ارشاد ہے:۔

یا ایھا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم (۵ : ۱۰۵)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اوروں کی بجائے اپنے سدھار کی فکر کرتے رہو کیونکہ کسی اور کی گمراہی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ بشرطیکہ تم ہدایت پر رہو۔

اجتماعی زندگی کی بقا کے لئے یہ سنہری اصول لابدی ہیں۔ میں نے احادیث کو جان بوجھ کر Touch نہیں کیا۔ کیونکہ میں آپ کے سامنے اس ہستی کے فرامین و احکام رکھنا چاہتا تھا جس کی سرتابی کا یارا نہ آسمان والوں کو ہے اور نہ زمین والوں کو۔

یاد رکھیں اگر آپ نافرمانی کے مرتکب ہوئے تو اللہ کو آپ کا کوئی پاس و لحاظ نہ رہے گا۔ اللہ صرف اسی کا ہے جو اس کا فرمانبردار ہے۔ نافرمانی وہ تلوار ہے جو ایک ہی وار میں اللہ تعالیٰ سے تعلقات کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم (۴۷ : ۳۸)

اگر تم لوگ اللہ کے احکامات سے روگردانی کرو گے تو اللہ کسی اور جماعت کو تمہاری جگہ لے آئے گا۔

اللہ ہم سب کو اس وعید سے بچائے۔ آمین۔ ثم آمین

***

حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم

* "سب سے بہترین عمل بر وقت نماز ادا کرنا ہے۔"

مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

خدا تعالیٰ پر ایمان پیدا کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے

الا ان اولیآء اللّٰہ لا خوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون ٥ ...
.... وان ھم الا یخرصون ٥ (سورۂ یونس: ۶۲ تا ۶۶)

خبردار! جو لوگ خدا تعالےٰ کو دوست بنا لیتے ہیں انہیں نہ خوف ہوتا ہے نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اور تقویٰ کی حدود کے اندر رہتے ہیں۔ ان کے لئے بشارتیں ہیں۔ دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔ لا تبدیل لکلمت اللّٰہ۔ خدا کے قانون میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ جن کو یہ مقام مل گیا تو یہ بہت بڑی کامیابی اور کامرانی ہے۔ تجھے ان کی باتیں غمگین نہ کریں کیونکہ عزت سب اللہ کے لئے ہی ہے وہ جسے چاہے عطا کرے اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ یاد رکھو! جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ کی ملکیت ہی ہے مگر جو اللہ کے سوا (اوروں کو) پکارتے ہیں وہ ان شریکوں کی پیروی نہیں کرتے بلکہ وہ صرف اپنے خیال یعنی اٹکل پچو باتوں کی پیروی کرتے ہیں۔

یہ آیات ایک عظیم الشان حقیقت لئے ہوئے ہیں یعنی کہ وہ لوگ جو ایمان لاکر اور تقویٰ کی راہ پر چل کر اپنے آپ کو خدا کی نصرت اور ولایت کا مستحق بنا لیتے ہیں وہ ہر قسم کے خوف وحزن سے ماوریٰ ہو جاتے ہیں۔ خدا کی ولایت اور دوستی حاصل ہو جانے کی دو علامتیں ہیں۔ ایک یہ کہ انسان کے دل میں کسی قسم کا حزن وخوف باقی نہ رہے۔ اور دوسری یہ کہ خدا اُن سے ہمکلام ہوتا ہے یعنی ان کو دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بشارتیں ملتی ہیں۔ یہ وہ عالی مقام ہے جس کو قرآن کریم نے فوزٌ عظیم فرمایا ہے۔ یعنی یہ بڑی بشارت خدا نے اپنے بندوں کو دی ہے۔ کہ جو لوگ ان اولیاء اللہ کو مٹانا چاہتے ہیں وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ ہم ان کی لاف گزاف اور فضول باتوں کی پرواہ نہ کریں کیونکہ عزت خدا کے ہاتھ میں ہے ہستی باری تعالےٰ کا قبضہ سب چیزوں پر محیط ہے۔ اس کی وضاحت کے لئے کہ اولیاء اللہ حزن و ملال اور خوف وہراس سے بکلی بری و بلند ہوتے ہیں۔ لا خوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون

اللہ تعالےٰ نے جو نعمتیں انسان کو دی ہیں ان میں سب سے بڑی نعمت دماغ۔ قوت ارادی اور آزادی ضمیر ہے۔ یعنی اختیار بالارادہ ہے۔ آج کی تہذیب کی بنیاد انسانی مرضی پر مسلسل پیرائی میں مضمر سمجھ لی گئی ہے کہ یہ انسان کا فطری حق ہے کہ ہر وہ امر جو اسے پسند ہو کرنے کا حق حاصل ہے اور اسے اپنی مرضی کے مطابق عمل میں لانے کی آزادی ہے۔ یہی خود رائی و خودستائی کی ادائیں ہی آج دنیا میں تباہی کا موجب بن رہی ہیں۔ جب صحیح خطوط پر انسان کی رہنمائی نہ ہو تو شتر بے مہاری مہلک ثابت ہوتی ہے۔ لیکن مذہب انسان کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ اپنی مرضی اس حد تک اختیار کرو جہاں تک وہ خدا کی مرضی کے تابع ہو۔ تمہاری خواہشات کا اللہ تعالےٰ کی مرضی کے تابع ہونا ہی تمہارے حق میں مفید اور بہتر ہے۔ اسی لئے اس بلند و برتر ہستی کو قبول کرو اور اسکے احکام کی بجا آوری میں چون وچرا نہ کرو۔

نیکی اور بدی کی حقیقی تعریف اور انسان وحیوان میں تمیز

حضرت اقدس مرزا صاحب نے اسلامی اصول کی فلاسفی میں ارشاد فرمایا ہے کہ خدا تعالےٰ کے عطا کردہ قویٰ کو صحیح طریق پر اور ضرورت کے مطابق استعمال میں لانا نیکی ہے۔ اور فطرت صحیحہ کیخلاف استعمال بدی اور گناہ ہے۔ اور نیکی کے لئے اختیار و ارادہ ہی انسان کو دوسرے حیوانات سے ممتاز کرتا ہے۔ کیونکہ دوسرے حیوانات محض اپنے جذبات کے تابع ہو کر چلتے ہیں لیکن انسان کو خدا تعالےٰ نے عقل سے نوازا ہے۔ اور وہ اپنی مرضی اور اختیار سے کام کر لیتا ہے۔ نیکی اور بدی کی یہ تعریف یعنی صلاحیتوں کا صحیح یا غلط استعمال ایک عظیم حقیقت کا انکشاف ہے۔ جو حضرت اقدس مجدد صد چہار دہم نے کیا ہے۔ میرے ایک دوست کے لڑکے نے میڈیکل کالج سے امتحان پاس کیا مگر ان کے دل میں یہ بات سما گئی کہ ان میں آئی۔سی۔ایس بننے کی صلاحیت ہے وہ ڈاکٹر کی بجائے ڈی۔سی بن گئے۔ چنانچہ مقابلہ کا امتحان دیا مگر بدقسمتی سے فیل ہو گئے۔ اس ناکامی کے صدمہ کا اتنا شدید اثر ان کے دماغ پر ہوا کہ وہ پاگل ہو گئے۔ بہتیرے علاج کئے مگر ان کو آرام نہ آیا۔ اس مثال سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ جو لوگ اپنی مرضی یا اپنے جذبات کو حد سے زیادہ وقعت دیتے ہیں تو اگر انکی وہ خواہش پوری نہ ہو سکے تو ایسا ناقابل برداشت صدمہ پہنچتا ہے کہ وہ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھتے ہیں

شدت جذبات یا صدمات خوف وغم دیوانگی کا پیش خیمہ ہیں

آپ کسی سائیکالوجسٹ سے پوچھیئے کہ انسان کا دماغ کیوں خراب ہوتا ہے تو وہ بتائے گا کہ جذبات کی شدت ہی اس کا باعث بنتی ہے۔ کبھی انسان پر خوف مسلط ہو جاتا ہے اور کبھی ناکامیوں کا صدمہ ہوتا ہے۔ ماہرین دماغی امراض کے مطابق اس حقیقت کا پتہ لگتا ہے۔ کہ دیوانگی کا اصل سبب شدت خوف وحزن کے جذبات ہوتے ہیں۔ جو دماغ پر مسلط ہو جاتے ہیں۔ لیکن جو لوگ اپنی مرضی پر خدا تعالےٰ کی رضا کو غالب کر لیں وہ ہر قسم کے غم وحزن سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ فرمایا لا خوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون

اسی لئے قرآن کریم پر عمل کرنے پر زور دیا ہے۔ یہ شفاءٌ لما فی الصدور ہے۔ چنانچہ دماغی امراض کے جملہ ماہرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خدا تعالےٰ پر ایمان پیدا کرنا دماغی امراض کا بہترین علاج ہے۔

اسلام کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں میں تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فیض صحبت سے ایک ایسی عظیم تبدیلی پیدا ہو گئی جو ہر خوف و حزن سے بلند ہو گئی۔ انہوں نے خدا کی خاطر اپنے اموال لٹا دیئے۔ خدا کے لئے اپنے گلے کٹوانے میں فخر محسوس کرنے لگے یعنی وہ خدا کے احکام اور اس کی مرضی کو مقدم کرنے والے بن گئے تھے۔ وہ بلند ترین انسان بن گئے تھے ان کے اندر قرآن پاک نے ایک عجیب انقلاب پیدا کر دیا تھا اور وہ ہر قسم کے ہم وغم سے پاک محفوظ ہو گئے تھے۔ پس خدا تعالےٰ کے ساتھ محبت اور دوستی رکھنے والوں کو ایسی تکالیف (غم وحزن) سے بچا لیا جاتا ہے۔ لہٰذا اپنے آپ کو خدا تعالےٰ کے حضور

جھکائے رکھنا اور اپنی نفسانیت اور انانیت سے دستبردار ہو جانا اور اپنے آپ کو عجز و انکسار سے خداتعالیٰ کے تابع کر دینا انسان کو خدا کا ولی بنا دیتا ہے۔ یہ بہت اُونچا مقام ہے اسے حاصل کرنے کی کوشش کرنا ہر احمدی کا فرض ہے۔

****

محترم صدر مقامی جماعت کا مکتوب

مکرم و محترم سلمہ الرحمان — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ "محمد علی میموریل ڈسپنسری" (دارالسلام) جو صدر انجمن نے مقامی جماعت کی تحویل میں دے دی تھی، اب قدرے بہتر اور مؤثر طریق سے کام کرنے لگی ہے۔ ہمیں کچھ عرصہ موزوں ڈاکٹر کی تلاش اور انتظار کرنا پڑا۔ اب ایک کوالیفائیڈ ہمدرد، قابل اور نیک خو بھائی ڈاکٹر ادریس رسول خاں ایم بی بی ایس مل گئے ہیں اور انہوں نے روزانہ دو گھنٹہ (از ۵ بجے تا ۷ بجے شام) کام شروع کر دیا ہے۔ ان کے ساتھ اپنے ہی ایک بھائی جمیل الرحمٰن صاحب نے بطور ڈسپنسر اور معاون کام سنبھال لیا ہے۔ گویا اب یہ شعبہ حتی المقدور آپ کی طبی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے تیار ہے۔ البتہ طبی خدمات سے استفادہ کے لئے ضروری ہے کہ آپ صدر انجمن اور مقامی جماعت کے لئے ڈسپنسری میں باقاعدہ چندہ دہندہ ممبر ہوں۔ اگر آپ نے ممبر شپ کارڈ ابھی تک نہیں بنوایا تو میری درخواست ہے کہ ۵/- روپے ادا کر کے جمیل الرحمٰن سے بنوا لیں۔ طبی خدمات صرف ممبران کے لئے مختص ہیں۔ اس لئے آپ یکم ستمبر تک ضرور ممبر بن جائیں۔ ورنہ ڈسپنسری کا عملہ آپ کی خدمات سے محروم رہے گا۔

اس ادارہ کا سالانہ خرچ چالیس ہزار ۴۰،۰۰۰/- روپے ہے۔ یہ خرچہ مقامی جماعت اپنے ROUTINE بجٹ سے ادا نہیں کر سکتی۔ اگرچہ صدر انجمن نے اس شعبہ کے اخراجات کا بیشتر حصہ اپنے ذمہ لینے کا وعدہ کیا ہے تاہم جماعت کے اہل ثروت احباب سے میری اپیل ہے کہ وہ ادویات کی فراہمی میں ہماری معقول امداد فرمائیں تاکہ دکھی انسانیت کی زیادہ سے زیادہ خدمت ہو سکے۔ مقامی جماعت نے یہ بھی طے کیا ہے کہ ہر ضرورت مند کا علاج مکمل طور پر کیا جائے گا خواہ اس کے لئے ڈسپنسری سے باہر لے جا کر آپریشن وغیرہ بھی کروانا پڑے۔ اس لئے ہمارے پاس سرمایہ کا موجود ہونا ضروری ہے تاکہ بوقت ضرورت تکلیف کا سامنا نہ ہو۔

میری ایک اور اپیل جماعت کے ڈاکٹروں سے بھی ہے (پرانے اور نئے دونوں سے) کہ وہ بھی اپنی خدمات جماعت کے لئے ضرور پیش کریں، اگر وہ آمادگی کا اظہار فرما دیں تو میں اُن سے خود ملوں گا اور پروگرام انہی کی خواہش کے مطابق طے کر لوں گا۔ انشاء اللہ — میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ مجھے مایوس نہ کریں گے — مندرجہ ذیل احباب نے میری درخواست پر چندہ کا اعلان کیا ہے اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ آمین

۱۔ میاں ظہور احمد صاحب ———— ۵۰۰/- روپیہ
۲۔ چوہدری ریاض احمد صاحب ———— ۲۰۰/- ״ ״
۳۔ سید سلطان علی شاہ صاحب ———— ۲۰۰/- ״ ״
۴۔ میاں فضل احمد صاحب ———— ۵۰۰/- ״ ״
۵۔ رشید احمد صاحب ———— ۱۰۰/- ״ ״

والسلام

(میاں فضل احمد) صدر مقامی جماعت احمدیہ لاہور

اخبارِ احمدیہ

* سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز یورپ کی جماعتوں کے تبلیغی دورہ پر ہیں آپ نئے مشن ہاؤس لندن کا ۲۰ راگست کو افتتاح کر رہے ہیں۔ سلسلہ کے شب بیدار بزرگ حضرت ممدوح کے اس مبارک مشن کی کامیابی اور صحت و سلامتی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

* درخواستِ دُعا

عزیزم ڈاکٹر خورشید عالم زین سرینگر سے لکھتے ہیں کہ دشمنی کی بناء پر ان کو ایک جھوٹے مقدمہ میں ملوث کر دیا گیا ہے۔ وہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سے اور احباب جماعت سے باعزت بریت کی دُعا کے خواستگار ہیں۔

(چوہدری فضل حق)

* ضرورتِ رشتہ

امریکہ میں مقیم جماعت کے ایک مخلص ممبر کو اپنی ۱۸ سالہ بیٹی کے لئے موزوں رشتہ کی ضرورت ہے۔ جو ہائی سکول کے آخری سال میں پڑھتی ہے۔ لڑکے کو امریکہ میں کام کرنا اور رہائش اختیار کرنا ہو گی۔ لڑکا میڈیکل، انجینئرنگ یا اکاؤنٹنس کا تعلیم یافتہ ہو یا پھر آخری سال میں ہو دلچسپی رکھنے والے حضرات مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کر سکتے ہیں۔

P.O. BOX A 2127
211 SOUTH. CLARK ST, CHICAGO,
IUINOIS 60690 - U.S.A -

شہادتِ حقّہ

ایک غیر احمدی عالم یعنی مولوی حکیم برہم صاحب گورکھپوری اپنی آخری تحریر میں جو اُن کی وفات (۲۴ رجنوری ۱۹۲۹ء) کے بعد ان کے اپنے اخبار "مشرق" میں شائع ہوئی لکھتے ہیں:-

"ہندوستان میں صداقت اور اسلامی سپرٹ صرف اس لئے باقی ہے کہ یہاں روحانی پیشواؤں کے تصرفاتِ باطنی اپنا کام برابر کر رہے ہیں اور کچھ عالم بھی اس شان کے ہیں کہ جو عبد الدراھم نہیں ہیں اور سچ پوچھو تو اس وقت یہ کام جناب مرزا غلام احمد صاحب مرحوم کے حلقہ بگوش اسی طرح انجام دے رہے ہیں جس طرح قرونِ اولیٰ کے مسلمان انجام دیا کرتے تھے۔"

اخبار "مشرق" گورکھپور۔ انڈیا۔
مؤرخہ ۲۴ جنوری ۱۹۲۹ء صفحہ ۲ کالم ۱

(بشکریہ، ماہنامہ اشاعت الحق سرینگر)

تسلیم و رضا کے پیکر

درحقیقت ہیں وہی لائق ثنا کے واسطے
زندگی جو وقف کرتے ہیں خُدا کے واسطے

دولتِ دنیا کو خاطر میں کبھی لاتے نہیں
خاک میں ملتے ہیں شانِ کبریا کے واسطے

عِلم رکھتے ہیں مگر کرتے نہیں اس پر غرور
رکھتے ہیں سجدے میں سر دائم دُعا کے واسطے

ان کے اوقاتِ گرامی کے ہیں مالک اور لوگ
جیتے ہیں وہ اصل میں خلقِ خُدا کے واسطے

اپنے بیماروں کی کرتے ہیں مسیحائی بھی وُہ
فکر رکھتے ہیں دوا کے اور شفا کے واسطے

اُن کے دِل میں ہے محبت، ان کی باتوں میں خلوص
رحمتِ حق ہیں وہ اخوان الصفا کے واسطے

کارزارِ زندگی میں ہے حمیّت اُن کی تیغ
سختیاں سہتے ہیں آئینِ وفا کے واسطے

ہے جوانی میں بھی عقل ان کی بڑھاپے سی سوا
خضر بن سکتے ہیں خود وہ رہنما کے واسطے

نوجوانی میں بھی ہیں وہ پاک دِل اور پاکباز
زندگی اُن کی ہے زہد و اتقا کے واسطے

سر جھکاتے ہیں قضا و قدر کے احکام پر
رہتے ہیں تیار تسلیم و رضا کے واسطے

چشم پوشی کرتے ہیں احباب کے اعمال سے
آنکھ ہے ان کی بنی گویا حیا کے واسطے

عزم سے ٹلتے نہیں محنت سے کنیاتے نہیں
ہے روش ان کی نمونہ اصفیا کے واسطے

نام سے اُن کو غرض ہے اور نہ کچھ شہرت سے کام
کام جو کرتے ہیں۔ کرتے ہیں خُدا کے واسطے

ولولہ ہے اُن کے دِل میں خدمتِ اِسلام کا
درد رکھتے ہیں وہ دینِ مصطفٰےؐ کے واسطے

مولانا مصطفٰے خان صاحب

ابو طاہر عرفانی

حضرت اقدس کی غلبہ دین کے لئے دعوت بیعت اور جہاد کا آغاز

دنیا کا عام دستور ہے کہ انسان کسی جگہ ملازمت اختیار کرتا ہے۔ کسی کے ساتھ کاروبار میں شرکت اختیار کرتا ہے۔ عدالت میں بطورِ گواہ پیش ہوتا ہے تو وہ عہد و پیمان کرتا ہے۔ کچھ ذمہ داریاں یا شرائط قبول کرتا ہے۔ اور حلف اٹھاتا ہے کہ وہ عہد و پیمان اور شرائط کا پابند رہے گا اور پھر وہ اپنے قول و اقرار کو نبا ہنے کی حتی المقدور سعی کرتا ہے۔ اور عہد کی اس پابندی سے اس کی زندگی میں اکثر خوشگوار تبدیلی آجاتی ہے۔

مذہب بھی انسان کو چند ذمہ داریوں کا احساس دلاتا ہے۔ اس کے لئے زندگی کی راہ متعین کرتا ہے۔ جس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنی خواہشات اور تمناؤں پر قابو پائے اور اپنی زندگی کو اس طرح ڈھالے کہ نہ صرف وہ خود اخلاقی اور روحانی طور پر بلند ہو بلکہ اس کی زندگی دوسرے انسانوں کیلئے بھی نفع رساں اور مفید ہو۔ اور انسان میں اس ذمہ داری کا احساس اور اس پر عمل کی تڑپ اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کہ وہ شعوری طور پر علم، فہم اور تجربے کی روشنی میں اس کا احساس کرے اور پھر کسی اہلِ حق اور دین کے عامل شخص کے سامنے اپنی زندگی کو دین کے سانچے میں ڈھالنے کا پختہ عہد کرے اس مردِ حق کی صحبت میں رہ کر اس کے نقشِ قدم پر چلے اور اپنی کوتاہیوں اور نقائص کے انسداد کے لئے اس کی ہدایت پر کاربند ہو۔ حتیٰ کہ اس کی روحانی توجہ اور فیض سے وہ اپنے عہد و پیمان کی تکمیل کرے، اسلام کی اصطلاح میں اس عہد و پیمان کو بیعت کہتے ہیں۔

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بیعت کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ چنانچہ آپ نے مختلف مواقع پر جو بیعت لی اس کا ذکر اسلامی تاریخ میں جا بجا ملتا ہے۔ اہلِ مدینہ نے حج کے موقعہ پر آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی وہ بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانی کے نام سے مشہور ہے۔ قرآن کریم میں مستورات سے بیعت لینے کا ذکر ہے کہ وہ بدکاری۔ چوری وغیرہ سے اجتناب کا اقرار کریں۔ پھر چھٹی صدی ہجری میں آپ نے حدیبیہ کے مقام پر صحابہؓ سے قتل عثمانؓ کی افواہ پر ان کے انتقام کی بیعت لی جو بیعتِ رضوان کہلاتی ہے اور جس پر اللہ تعالےٰ نے رضی اللہ عن المؤمنین کے الفاظ میں خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ اس طرح آپ نے فتح مکہ کے بعد مکہ مکرمہ میں مردوں اور عورتوں سے بیعت لی۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد عامۃ المسلمین نے خلفائے راشدین اور بعد کے خلفاء کی بیعت اختیار کی۔ پھر یہ سلسلہ علمائے امت اور اولیاء اللہ کے ہاتھ رشد و ہدایت کے لئے بیعت کا رنگ اختیار کر گیا۔ اور اس طرح سیاسی اور فرقہ وارانہ انتشار کے زمانے میں اہلِ حق صوفیاء نے لاکھوں انسانوں کو کفر، فسق و فجور کی قوتوں کو کچلنے کے لئے بند و بست کیا۔ گو بعد میں بیعت کا سلسلہ زیادہ تر ایک رسم بن گیا۔ تاہم اس کی افادیت اور اہمیت سے انکار کرنا سنت نبوی اور فطرتِ انسانی کا جھٹلانا ہے۔

اعلانِ بیعت،

"براہین احمدیہ" کی تصنیف و اشاعت کے بعد آپ کے علم، مکاشفات الہامات اور قبولیتِ دعا کا شہرہ اطرافِ ملک میں ہو چکا تھا کئی ایک بندگانِ حق آپ کے دامنِ عقیدت سے وابستہ ہو چکے تھے اور آپ سے بیعت کی درخواست کر چکے تھے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس ضمن میں اجازت نہ تھی۔ اس لئے آپ لسمت بمامورٍ (مجھے بیعت لینے کا حکم نہیں دیا گیا۔) کہہ کر انکار کر دیتے تھے۔ اور یہی ایک بات آپ کے خلوص اور صداقت پر گواہ ہے۔ کیونکہ ایک نفس پرست اور دنیا دار انسان تو لوگوں کی عقیدت پیری اور خوشامد کا بھوکا ہوتا ہے۔ اور پیری مریدی سے اس کی دکان چمک اٹھتی ہے۔

لیکن اللہ تعالےٰ کی حکمت بالغہ چاہتی تھی کہ دنیا بھر اور بالخصوص ہند و پاک کے اہلِ توحید کو اسلام کی تعلیمات پر قائم کیا جائے۔ ان کے دلوں میں ایمان کی آگ پھر سے روشن ہو اور وہ اپنی علمی۔ اخلاقی اور روحانی قوتوں کو یکجا کر کے نہ صرف باطل کے دانت کھٹے کریں بلکہ فساد و گمراہی کے بیابان میں بھٹکتی ہوئی نوعِ انسان کو راہ رشد و ہدایت کی طرف بلائیں۔ اللہ تعالےٰ نے اس مقصد کے لئے مجدد صد چہاردہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو مامور کیا۔ تاکہ اہلِ حق آپ کی راہنمائی میں نہ صرف اصلاح و عقائد و اعمال کریں بلکہ تنظیم کی لڑی میں منسلک ہو جائیں اور اسی مقصد کے لئے آپ کو بیعت لینے کا حکم دیا گیا۔ اور آپ نے اذا عزمت فتوکل علی اللّٰہ و اصنع الفلک باعیننا و وحینا۔ الذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ ید اللّٰہ فوق ایدیھم (جب تو عزم کرے تو اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کر۔ اور ہمارے سامنے اور ہماری وحی کے تحت کشتی تیار کر۔ جو لوگ تیرے ہاتھ پر بیعت کریں گے اللہ تعالےٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہوگا۔) کے الہامِ خداوندی کے مطابق یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو بیعت کا عام اعلان کر دیا۔

آپ نے اعلانِ بیعت کے کوئی ڈیڑھ ماہ بعد بیعت کی وہ دس شرائط شائع فرما دیں جو اسلام کا نچوڑ، ایک مسلمان کی زندگی کا معراج اور وصال الی اللہ کی ضامن ہیں۔ اور جن کی پابندی سے لاکھوں اہلِ حق اپنے خالق کی رضا کی جنت میں داخل ہو گئے۔

دس شرائط بیعت

اول :۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم :۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا۔ اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم :۔ یہ کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا۔ اور دلی محبت

سے خداتعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روز ورد بنا لے گا۔

چہارم:۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے

پنجم:۔ یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عسر اور یسر اور نعمت اور بلا میں خداتعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا۔ اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا۔ اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کیلئے اس کی راہ میں تیار رہے گا۔ اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا۔ بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم:۔ یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا۔ اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے گا۔ اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم:۔ یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا۔ اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی کی زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم:۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم:۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم:۔ یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

ان شرائط کے بعد ہدایت فرمائی کہ جو لوگ بیعت کے لئے آئیں وہ پہلے مسنون طریق سے استخارہ کریں اور پھر حاضر ہوں۔

بیعت کے اغراض و مقاصد کی وضاحت

بیعت کے لئے آپ نے لدھیانہ کا مقام تجویز کیا۔ چنانچہ آپ لدھیانہ تشریف لے گئے حضرت صوفی احمد جان کے دولت کدہ پر رہائش اختیار کی اور شرائط بیعت کی وضاحت کرتے ہوئے ایک اشتہار میں فرمایا۔

"یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو۔ اور وہ بہ برکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں۔ اور ایک کاہل اور بخیل اور بے مصرف مسلمان نہ ہوں۔ اور نہ ان نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ و نااتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگایا ہے اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ نشینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ بھی غرض نہیں اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں۔ یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے سرانجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں۔ اور تمام تر کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر یک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آئے۔۔۔۔

۔۔۔۔ سو یہ گروہ اس کا ایک خاص گروہ ہوگا اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا۔ اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا۔ اور وہ جیسا کہ اس نے پاک پیشین گوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے۔ اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔ وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشو و نما دے گا۔ یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو کہ اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کے چاروں طرف روشنی پھیلائیں گے اور اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر ایک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا۔ اور ہمیشہ تا قیامت ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی اور رب جلیل نے یہی چاہا ہے۔ وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے ہر ایک طاقت اور قدرت اسی کو ہے۔"

(تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۱۵۰)

بیعت کے بعد چند نصائح

چونکہ آپ کے پیش نظر اپنے وابستگان دامن کو تقویٰ اور طہارت پر قائم کرنا اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے نیکوکار اہل اسلام کی ایک جماعت کا قیام تھا۔ اس لئے آپ بیعت کے بعد نصائح بھی فرماتے ہیں جن میں سے چند ایک ہدیۂ قارئین ہیں تاکہ ہم بھی تجدید بیعت کر کے مسلک احمدی پر قائم ہوں اور ان نعمتوں سے بہرہ ور ہوں جو آپ کے دست مبارک پر بیعت سے وابستہ ہیں۔

"اس جماعت میں داخل ہو کر اول زندگی میں تغیر پیدا کرنا چاہیئے۔ کہ خدا پر ایمان سچا ہو اور وہ ہر مصیبت میں کام آئے۔ پھر اس کے احکام کو نظر خفت سے نہ دیکھا جائے بلکہ ایک ایک حکم کی تعظیم کی جائے۔ اور عملاً اس تعظیم کا ثبوت دیا جائے۔"

"ہمہ وجوہ اسباب پر سرنگوں ہونا اور اسی پر بھروسہ کرنا اور خدا پر توکل چھوڑ دینا یہ شرک ہے اور گویا خدا کی ہستی سے انکار۔ رعایت اسباب اس حد تک کرنی چاہیئے کہ شرک لازم نہ آئے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ ہم رعایت اسباب سے منع نہیں کرتے مگر اس پر بھروسہ کرنے سے منع کرتے ہیں۔ دست در کار دل بایار والی بات ہونی چاہیئے۔"

"دیکھو تم لوگوں نے جو بیعت کی ہے اور اس وقت اقرار کیا ہے اس کا زبان سے کہہ دینا تو آسان ہے لیکن نباہنا مشکل ہے کیونکہ شیطان اسی کوشش میں لگا رہتا ہے کہ انسان کو دین سے لاپرواہ کر دے۔ دنیا اور اس کے فوائد کو تو وہ آسان دکھاتا ہے اور دین کو بہت دور۔ اس طرح دل سخت ہو جاتا ہے اور پچھلا حال پہلے سے بدتر ہو جاتا ہے۔ اگر خدا کو راضی کرنا ہے تو اس گناہ سے بچنے کے اقرار کو نبھانے کے لئے ہمت اور کوشش تیار کرو۔"

"فتنہ کی کوئی بات نہ کرو۔ شر نہ پھیلاؤ۔ گالی پر صبر کرو۔ کسی کا مقابلہ نہ کرو۔ جو مقابلہ کرے اس سے بھی سلوک اور نیکی سے پیش آؤ۔ شیریں بیانی کا عمدہ نمونہ دکھلاؤ۔ سچے دل سے ہر ایک حکم کی اطاعت کرو کہ خدا راضی ہو جائے۔ اور دشمن بھی جان لے کہ اب بیعت کر کے یہ شخص وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔ مقدمات میں سچی گواہی دو۔ اس سلسلہ میں داخل ہونے والے کو چاہیئے

کہ پورے دل پوری ہمت اور ساری جان سے راستی کا پابند ہو جائے۔"

(ذکرِ حبیب صفحہ ۹ --- ۴۳۶)

غلبۂ دین کی منظم جد وجہد کا آغاز

آپ نے دشمنانِ اسلام کے خلاف بے نظیر مضامین لکھ کر باطل کی صفوں میں کھلبلی مچا دی تھی اور آپ کی مشہور عالم تصنیف "براہین احمدیہ" نے جہاں اہل اسلام کے دلوں میں اسلام کی صداقت اور برتری پر ایمان زندہ کیا وہاں عیسائیوں اور آریہ سماجی دشمنوں کو بھی مدافعت پر مجبور کر دیا لیکن اسلام اور عالم اسلام کی حیات تو ایک منظم جد وجہد کی متقاضی تھی۔ چنانچہ اسی بلند مقصد کے لئے آپ نے ایک جماعت کے قیام کا اعلان کیا۔ جو اپنے تقوٰی، تعلق باللہ، ایثار جانی و مالی قربانی اور تبلیغ کے ذریعے دنیا کو توحید اور رسالت محمد علیہ التحیہ کے علم کے نیچے جمع کرنے اور دنیا کو دائمی نجات کی راہ دکھائے۔

میدانِ عرفات میں دعا

حضرت مرزا صاحب کے دل میں اشاعت و غلبۂ دین کی جو تڑپ موجود تھی ذیل کی اس دعا سے عیاں ہے جو آپ کی طرف سے آپ کے ارشاد کے مطابق حضرت صوفی احمد جان نے حج کے موقعہ پر میدانِ عرفات میں مانگی اور جس کی تائید میں بیسیوں مخلصین نے آمین کہی۔ دعا کے الفاظ یہ ہیں:۔

"اے ارحم الراحمین، ایک تیرا عاجز اور ناکارہ پُر خطا اور نالائق بندہ غلام احمد جو تیری زمین ملک ہند میں ہے اس کی یہ عرض ہے کہ اے ارحم الراحمین تو مجھ سے راضی ہو اور میری خطیات اور گناہوں کو بخش کہ تو غفور و رحیم ہے اور مجھ سے وہ کام کرا جس سے تو بہت راضی ہو جائے مجھ میں اور میرے نفس میں مشرق اور مغرب کی دوری ڈال اور میری زندگی اور میری موت اور میری ہر یک قوت اور جو مجھے حاصل ہے اپنی ہی راہ میں صرف کر اور اپنی ہی محبت میں مجھے زندہ رکھ اور اپنی محبت میں مجھے مار۔ اور اپنے ہی کامل متبعین میں مجھے اٹھا۔ اے ارحم الراحمین جس کام کی اشاعت کے لئے تو نے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کے لئے تو نے میرے دل میں جوش ڈالا ہے اس کو اپنے ہی فضل سے انجام تک پہنچا۔ اور اس عاجز کے ہاتھ سے حجتِ اسلام مخالفین پر اور ان سب پر جو اسلام کی خوبیوں سے بے خبر ہیں پوری کر اور اس عاجز اور اس عاجز کے تمام دوستوں اور مخلصوں اور ہم مشربوں کو مغفرت اور مہربانی کی نظر سے اپنے ظلِّ حمایت میں رکھ کر دین و دنیا میں آپ ان کا متکفل اور متولّی ہو جا اور سب کو اپنے دار الرضا میں پہنچا اور اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلّم اور اس کی آل اور اصحاب پر سب سے زیادہ درود و سلام و برکات نازل کر۔ آمین یا رب العالمین"

حدیث نبوی ؐ:۔

جو شخص مجھے ان چھ باتوں پر عمل کی ضمانت دے میں اسکے لئے جنّت کا ضامن ہوں۔

۱۔ بولو تو سچ بولو (۲) ایفائے وعدہ کرو (۳) امانتدار بنو۔ (۴) کسی پر ظلم و زیادتی نہ کرو ۵۔ بدنظری سے بچو (۶) بدکاری سے بچو۔

جالینوس:۔

خلاصۂ کلام

کل ہم سے ایک دوست نے پوچھا تھا اک سوال
اور اُس کی بات سُن کے ہوا تھا ہمیں ملال
"گو نام کے سہی یہ مسلماں تو ہیں ضرور
کیوں ربِّ ذوالجلال کو آتا نہیں خیال"
اب کون سادہ لوح مسلماں سے یہ کہے
کوئی اذان دینے سے بنتا نہیں بلالؓ
جب اتفاق اور اخوّت نہیں رہے
پھر کیوں ہے انتظار کہ دیکھیں کوئی کمال
وہ دن بھی تھے کہ غیب سے نصرت کا دور تھا
بے وجہ بے سبب تو نہیں صورتِ زوال
ہم کو تو رنگ و نسل کے عفریت کھا گئے!
اور سب سے بڑھ کے فرقہ پرستی کا اک وبال
جو مطّلبؓ نہیں تو ابابیل بھی نہیں،
آجائے جو فلک سے کوئی چھوڑ دو خیال"

(۱۲۔ اگست ۱۹۸۲ء)

باہتمام ریاض حسین الحدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر۔ ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور --- مورخہ ۲۵۔ اگست ۱۹۸۲ء --- جلد ۶۹، شمارہ ۳۴

بیگم صاحبہ چوہدری رحمت خاں 993
7 آستانہ سٹریٹ ٹاؤن
ڈاکخانہ اچھرہ ۔ لاہور

جلد:- ۶۹ * یوم چہارشنبہ ۱۲ ذیقعد ۱۴۰۲ھ بمطابق یکم ستمبر ۱۹۸۲ء * شمارہ:- ۳۵

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

ہر ایک جو پاک ہوا وہ یقین سے پاک ہوا

"اے وے لوگو جو نیکی اور راستبازی کے لئے بلائے گئے ہو تم یقیناً سمجھو کہ خدا کی کشش اس وقت تم میں پیدا ہو گی اور اسی وقت تم گناہ کے مکروہ داغ سے پاک کئے جاؤ گے جبکہ تمہارے دل یقین سے بھر جائیں گے شاید تم کہو گے کہ ہمیں یقین حاصل ہے۔ سو یاد رہے کہ یہ تمہیں دھوکا لگا ہوا ہے یقین تمہیں ہرگز حاصل نہیں کیونکہ اس کے لوازم حاصل نہیں وجہ یہ کہ تم گناہ سے باز نہیں آتے تم ایسا قدم آگے نہیں اٹھاتے جو اٹھانا چاہیئے۔ تم ایسے طور سے نہیں ڈرتے جو ڈرنا چاہیئے۔ خود سوچ لو کہ جس کو یقین ہے کہ فلاں سوراخ میں سانپ ہے وہ اس سوراخ میں کب ہاتھ ڈالتا ہے۔ اور جس کو یقین ہے کہ اس کے کھانے میں زہر ہے وہ اس کھانے کو کب کھاتا ہے اور جو یقینی طور پر دیکھ رہا ہے کہ اس فلاں بن میں ایک ہزار شیر ہے اس کا قدم کیوں کر بے احتیاطی اور غفلت سے اس بن کی طرف اٹھ سکتا ہے۔ سو تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں اور تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں کیونکر گناہ پر دلیری کر سکتی ہیں اگر تمہیں خدا اور جزا و سزا پر یقین ہے۔ گناہ یقین پر غالب نہیں ہو سکتا اور جبکہ تم ایک بھسم کرنے اور کھا جانے والی آگ کو دیکھ رہے ہو تو کیونکر اس آگ میں اپنے تئیں ڈال سکتے ہو۔ اور یقین کی دیواریں آسمان تک ہیں شیطان اُن پر چڑھ نہیں سکتا۔ ہر ایک جو پاک ہوا وہ یقین سے پاک ہوا۔ یقین دُکھ اٹھانے کی قوت دیتا ہے یہاں تک کہ ایک بادشاہ کو تخت سے اتارتا ہے اور فقیری جامہ پہناتا ہے۔ یقین ہر ایک دُکھ کو سہل کر دیتا ہے۔ یقین خدا کو دکھاتا ہے۔ اور ہر ایک پاکیزگی یقین کی راہ سے آتی ہے وہ چیز جو گناہ سے چھڑاتی اور خدا تک پہنچاتی اور فرشتوں سے بھی صدق اور ثبات میں آگے بڑھا دیتی ہے وہ یقین ہے .... وہ جماعت ہلاک شدہ ہے جس پر خدا نازل نہیں ہوا۔ اور جو یقین کے ذریعہ سے خدا کے ہاتھ سے پاک نہیں ہوئی جس طرح انسان نفسانی لذات کا سامان دیکھ کر ان کی طرف کھینچا جاتا ہے اسی طرح انسان جب روحانی لذات یقین کے ذریعہ سے حاصل کرتا ہے تو وہ خدا کی طرف کھینچا جاتا ہے اور اس کا حسن اس کو ایسا مست کر دیتا ہے کہ دوسری تمام چیزیں اس کو سراسر ردی دکھائی دیتی ہیں اور انسان اسی وقت گناہ سے مخلصی پاتا ہے جبکہ وہ خدا اور اس کے جبروت اور جزا سزا پر یقینی طور پر اطلاع پاتا ہے۔ ہر ایک بے باکی کی جڑھ بے خبری ہے۔ جو شخص خدا کی یقینی معرفت سے کوئی حصہ لیتا ہے وہ بے باک نہیں رہ سکتا۔ اگر گھر کا مالک جانتا ہے کہ ایک پُر زور سیلاب نے اُس کے گھر کی طرف رخ کیا ہے اور یا اُس کے گھر کے ارد گرد آگ لگ چکی ہے اور صرف ایک ذرہ سی جگہ باقی ہے تو وہ اس گھر میں ٹھہر نہیں سکتا۔ تو پھر تم خدا کی جزا سزا کے یقین کا دعویٰ کر کے کیوں کر اپنی خطرناک حالتوں پر ٹھہر رہے ہو سو تم آنکھیں کھولو اور خدا کے اس قانون کو دیکھو جو تمام دنیا میں پایا جاتا ہے چوہے مت بنو جو نیچے کی طرف جاتے ہیں بلکہ بلند پرواز کبوتر بنو جو آسمان کی فضا کو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔" (کشتی نوح)

نئے احمدیہ ہاؤس لندن کی افتتاحی تقریب میں شمولیت

مرکز سے جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اور جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب کی روانگی

(رپورٹ مولوی شفقت رسول خاں)

مؤرخہ ۲۲ اگست ۸۲ء ہوسٹل دارالسلام میں جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اور جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب کے اعزاز میں عصرانہ دیا گیا اس تقریب کی صدارت محترم مرزا مسعود بیگ صاحب جنرل سیکرٹری نے فرمائی۔ تقریب کا آغاز مولوی شفقت رسول خاں صاحب کی تلاوتِ قرآن پاک سے ہوا۔ مکرم میر مجلس نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ دونوں ڈاکٹر صاحبان ایک دینی مقصد کے لئے انگلستان تشریف لے جا رہے ہیں اور اس ہال کو جس میں ہم سب بیٹھے ہیں یہ شرف حاصل ہے کہ جب بھی کسی مبلغ کو مرکز سے رخصت کیا جاتا ہے یا باہر سے کوئی مبلغ مرکز میں تشریف لاتے ہیں تو اسی ہال میں تقریبات منعقد ہوتی ہیں۔ آپ نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ دنیا کے اکثر ممالک میں ہمارے تبلیغی مشن موجود ہیں اور وہاں اجتماعات ہوتے رہتے ہیں اس سے پہلے سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز انگلستان پہنچ چکے ہیں۔ آپ ہالینڈ میں بھی تشریف لے جائیں گے جہاں ہمارے ۶ مرکز کام کر رہے ہیں۔ آپ ہر مرکز میں تشریف لے جائیں گے اور احباب سے ملاقات فرمائیں گے۔

بڑے عرصہ سے لندن میں ہمیں کسی ایسے موزوں جگہ کی تلاش تھی جہاں مشن کی تمام ضروریات پوری ہو سکیں۔ اس سے قبل لینگلے روڈ پر ایک جگہ لی گئی تھی لیکن وہ اپنے محل وقوع کے باعث ناموزوں تھی۔ کیونکہ وہاں گرد و پیش کے باشندے اذان کی آواز سے بگڑتے تھے۔ اب خدا تعالےٰ نے ہماری دعائیں سن لیں اور اس کے بے مثال کرم سے ایک موزوں مقام پر ایسی تین منزلہ عمارت مل گئی ہے جس کے دس بارہ کمرے ہیں اور وہاں سے ہوائی اڈہ بھی قریب ہے۔ دیگر ہر لحاظ سے بھی یہ جگہ عمدہ اور موزوں ہے۔ اس کے افتتاح کے لئے جماعت لندن کی دعوت پر سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز وہاں تشریف لے جا چکے ہیں۔ اور حضرت ممدوح کی خواہش پر کے مطابق جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اور ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب بھی تشریف لے جا رہے ہیں۔

آپ نے مزید فرمایا کہ آج سے ۷۰ سال قبل ۱۹۱۲ء میں حضرت خواجہ کمال الدین تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے تھے اور وہاں انہوں نے اپنی کوششوں سے ووکنگ مسجد کو واگذار کرایا اور تبلیغ اسلام کی ابتدا کی۔

ان دنوں انگریزوں کا ستارہ عروج پر تھا اور وہ دنیا میں صف اول کی طاقت تھے اور تقریباً نصف دنیا پر ان کی حکومت تھی۔ اور یہ امر واقعہ تھا کہ ان کی حکومت پر سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ ایسی جاہ و جلال والی قوم کو ان کے مرکز لندن میں بیٹھ کر انہیں اسلام کی طرف بلانا ایک مشکل ترین اور بڑے ہی حوصلہ کا کام تھا۔ اور اسلام کے بعض ہمدردوں نے بھی اسے "دیوانے کا خواب" سمجھا مگر یہ اللہ تعالےٰ کا کتنا بڑا فضل ہے کہ اسی قوم کے بڑے بڑے معزز اور لارڈز حضرت خواجہ صاحب مرحوم کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور آج تو خود مغرب میں عیسائیت کا طلسم ٹوٹ چکا ہے تبلیغ اسلام کی راہیں کھل گئی ہیں اور حضرت اقدس کا یہ شعر پورا ہوتا نظر آ رہا ہے۔

آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

حضرت مولانا محمد علی کے انگریزی میں اسلام پر لٹریچر نے ایک انقلاب عظیم پیدا کیا۔ حضرت خواجہ صاحب کے بعد حضرت مولانا صدر الدین، مولانا یعقوب خاں اور مولانا آفتاب الدین نے انگلستان میں ہمارے عظیم مبلغ تھے۔ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب مرحومین کے ساتھیوں میں سے ہیں اور اخبار لائٹ و پیغام صلح کے چیف ایڈیٹر ہیں۔ مکرم ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب بھی ایک تجربہ کار اور ہر صفت موصوف مبلغ ہیں۔ آپ برلن مشن اور لندن مشن میں بھی کچھ عرصہ کام کر چکے ہیں۔ دونوں اصحاب ۲۸؍۸؍۸۲ کو نئے مشن ہاؤس لندن کی افتتاحی تقریب میں شامل ہوں گے۔

مکرم جنرل سیکرٹری صاحب کے بعد محترم محمد اعظم علوی صاحب نے منظوم ہدیہ تحسین ذہبریک پیش کیا جسے بہت پسند کیا گیا۔ آخر میں ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ لندن مشن (احمدیہ ہاؤس) کے لئے یہ نئی عمارت نہایت ہی موزوں مقام پر خریدی گئی ہے۔ جو محل وقوع کے لحاظ سے تبلیغ اسلام کے لئے ہر لحاظ سے موزوں ہے۔ جب سے دارالسلام میں ہمارا تبلیغی سنٹر قائم ہوا ہے دو انڈونیشین طالب علم سکندر اور سرو یہاں حصولِ تعلیم کے بعد واپس وطن تشریف لے جا چکے ہیں۔ ان کے بعد وہاں سے یاتیمین اور شورا یودا تشریف لائے یاتیمین صاحب میں ایک عمدہ مبلغ بننے کی جملہ صلاحیتیں موجود ہیں۔

اس کے علاوہ مرکز کی تحریک پر جناب شیخ اللہ بخش صاحب کے تعاون سے بدوملہی سے چند طلباء دینی و دنیوی تعلیم کے حصول کے لئے یہاں تشریف لائے ہیں اللہ تعالےٰ کے فضل سے بعد تکمیل تعلیم اندرون ملک تبلیغ دین و اشاعت قرآن کریم کے لئے یہ کام کریں گے۔ حضرت اقدس بانئے سلسلہ نے اسلام کو دیگر ادیان کے مقابلہ میں قابل عمل اور خدا تک پہنچنے کا ایک یقینی ذریعہ ثابت کرنے کے لئے لٹریچر کا عظیم ورثہ چھوڑا ہے جس کے ہم امین ہیں۔ اسی غرض کے لئے حضور نے ایک جماعت بنائی اور اس لٹریچر کو پھیلانے کا مقدس کام اس کے ذمہ ٹھہرایا۔

پس ہمیں اپنی زندگیاں تبلیغ دین کے لئے وقف کر دینا چاہئیں۔ جماعت کے ہر بچے، نوجوان مرد اور عورت کے اندر دین کا ایک جذبہ ہونا چاہیئے۔ اور دینی و دنیوی تعلیم سے انہیں آراستہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اسی تعلیم سے فتح اسلام مقدر ہے آپ نے دینی تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کو اپنی تعلیم پر توجہ دینے اور جناب مرزا محمد لطیف شاہد صاحب مہتمم کلاس کو طلباء کا ہر طرح سے خیال رکھنے کی تاکید فرمائی (یاد رہے کہ جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب تبلیغی کلاس کے نگرانِ اعلیٰ ہیں) بعد میں طلباء نے اپنا اپنا تعارف کرایا۔ آخر میں مکرم مرزا محمد لطیف شاہد صاحب نے صاحب صدر و حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ دونوں دوستوں (ڈاکٹر اللہ بخش صاحب و ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب) کا سفر و حضر میں حافظ و ناصر ہو۔ آخر میں پر تکلف چائے سے احباب کی تواضع کی گئی اور تقریب بخیر و خوبی انجام پائی۔ ڈاکٹر صاحبان ۲۳ اگست کو عازم لندن ہو چکے ہیں۔

* * *

تقریر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ برموقع افتتاح لندن مشن انگلستان

جیسا کہ قارئین کرام کو علم ہے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مورخہ ۷ر اگست ۸۱ء کو انگلستان تشریف لے گئے ہیں اور یہ سفر اختیار کرنے کی غرض احمدیہ مرکز لندن کے باقاعدہ افتتاح کی رسم ادا کرنا تھی جو ۲۹ر اگست گذشتہ کو ادا کی گئی۔ اس بین الاقوامی اور اہم مرکز کیلئے موزوں جگہ کی تلاش عرصہ سے جاری تھی لیکن اللہ تعالیٰ کو جب منظور ہوا تو اس کے فضل سے قلیل مدت میں ہی مناسب جگہ مل گئی۔ جو جماعت کی توقعات اور مرکز کی ضروریات کے عین مطابق ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ـــ افتتاح کے موقعہ پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے انگریزی زبان میں نہایت برجستہ خطبہ ارشاد فرمایا جس کا اردو ترجمہ قارئین پیغامِ صلح کے استفادہ کیلئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔ (مرزا مسعود بیگ۔ جنرل سیکرٹری)

تلاوت سورت فاتحہ اور ترجمہ:۔

"اللہ بے انتہا رحم والا۔ بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔ سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔ تمام جہانوں کے رب، بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنیوالے، جزا کے وقت کے مالک کیلئے، ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ تو ہم کو سیدھے رستے پر چلا ان لوگوں کے رستے پر جن پر تو نے انعام کیا نہ ان کے رستے پر جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ گمراہوں کے رستہ پر۔" آمین

میں نے آپکے سامنے قرآن کریم کی سب سے پہلی سورۃ الفاتحہ کی آیات پڑھی ہیں اور ان کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ اسے الفاتحہ اس لئے کہا گیا ہے کہ اس دعا سے قرآن کریم کا افتتاح یا ابتداء ہوتی ہے جو اس تمام کائنات کے عظیم خالق کی طرف سے آخری اور مکمل الہامی کتاب ہے ـــ یہ افتتاح اس لحاظ سے کس قدر عجیب اور خوبصورت ہے کہ یہ نہ صرف ایک ایسی جامع اور اعلیٰ دعا ہے جس کی نظیر کسی دوسرے مذہب کی کتاب میں نہیں ملتی بلکہ یہ سارے قرآن کریم کا خلاصہ اور نچوڑ بھی ہے میرا مقصد اسوقت قرآن حکیم کے بحرِ حکمت رشد و ہدایت اور کلامِ الٰہی کی گہرائی میں جانا نہیں جسے بڑے اختصار کے ساتھ "کوزے میں دریا بند کرنے کے مطابق" اس ابتدائی سورۃ میں بند کر دیا گیا ہے۔

آپ کو اسکے ترجمے سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس ابتدائی سورۃ میں بہت سی دوسری باتوں کے علاوہ ہمارے بے انتہا رحم کرنیوالے رب کی تعریف بیان کی گئی ہے جس نے اپنے آپ اور اپنی جمیع صفاتِ کاملہ کو جو اس دنیا میں کام کر رہی ہیں ہم پر ظاہر کیا اور انہی صفات کے تقاضے کے طور پر قرآن کریم کو انسان کی اخلاقی اور روحانی نشو و نما کے لئے بذریعہ وحی نازل فرمایا تاکہ وہ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اپنی تخلیق کے مقصد کی تکمیل کرے۔ اس دعا میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے رحمتیں اور انعامات طلب کرنے کا بھی ذکر ہے اسی لئے میں نے اس دوہرے مقصد کیلئے قرآن کریم کی اس اعلیٰ ابتدائی سورۃ کی تلاوت کی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور اس سے اس کی رحمتیں اور فضل طلب کریں۔

یہ قرآن کریم کی ہی نہیں ہر موقعہ کے لئے بہت اعلیٰ افتتاحی دعا ہے۔

کیا ہم اللہ تعالیٰ کی اس مہربانی، نصرت اور سہولت کے لئے جس کے بغیر ہمیں اپنی روحانی زندگی کے لئے اس قدر عمدہ مرکز میسر نہیں آسکتا تھا اس کے شکریے کا کما حقہ حق ادا کر سکتے ہیں؟ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ انگلستان میں اپنے مشن کے لئے ایک موزوں مرکز کی تلاش میں ہمیں کن کن دقتوں، دشکنیوں اور مایوسیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس نوعیت کے مسائل کا حل کہ جگہ ایسی ہو جہاں آسانی سے پہنچا جاسکے اس میں نماز، دیگر اجتماعات اور امام کی رہائش کے لئے کافی گنجائش ہو قریباً ناممکن تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بے انتہا رحم سے صحیح مقام اور بہترین جگہ کی طرف خود ہی ہماری رہنمائی فرمائی میرے پاس آپ کی جماعت کی صدر مسز جمیلہ خان اور ان کے رفقاءِ کار کے اس بے لوث جذبے کی تعریف کیلئے الفاظ نہیں جس کے تحت انہوں نے ایک موزوں جگہ کی تلاش کے لئے اسقدر جدّ و جہد کی۔

مرکزی انجمن لاہور نے مجھے خاص طور پر کہا ہے کہ میں مسز جمیلہ خان اور ان کے ان تمام معاونین تک جنہوں نے اس جگہ کی تلاش اور اسے حاصل کرنے میں ان کی مدد کی ہے انجمن کا یہ پیغام پہنچا دوں کہ انجمن ان کی ان کوششوں کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتی اور ان کا شکریہ ادا کرتی ہے۔ انگلستان میں ہماری جماعت کے اراکین کی آئندہ آنے والی نسلیں اور وہ لوگ بھی جو اس مرکز کی اخلاقی اور روحانی خدمات سے فائدہ اٹھائیں گے یہ دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ اس مرکز کے قیام میں مدد دینے والوں پر اپنی برکتیں نازل فرمائے۔ اس کے بعد میں ان معطی صاحبان کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کی فیاضی اور وسعتِ قلبی کی بدولت اس قیمتی مرکز کا حصول عمل میں آیا اس ضمن میں اپنے امریکہ کے بھائیوں اور کچھ دوسرے دوستوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

(۱) ڈاکٹر نعمان الٰہی ملک صاحب
(۲) ڈاکٹر عبداللہ جان صاحب
(۳) میاں فضل احمد صاحب
(۴) مسٹر ظفر اقبال عبداللہ صاحب
(۵) ڈاکٹر مظہر زعیم صاحب
(۶) میجر جنرل عبداللہ سعید صاحب
(۷) مسز جے جعفر حسین صاحبہ
(۸) مسٹر جعفر حسین صاحب
(۹) ڈاکٹر نصیر احمد صاحب
(۱۰) ڈاکٹر محمد احمد صاحب
(۱۱) مسٹر فضل احمد صاحب
(۱۲) مسٹر عبدالستار صاحب
(۱۳) مسٹر مسعود اختر صاحب
(۱۴) مسز زکیہ عبدالستار صاحبہ
(۱۵) مسز عبداللہ سعید صاحبہ
(۱۶) ڈاکٹر مسز فریدہ طاہر صاحبہ
(۱۷) مسز قدسیہ مسعود صاحبہ
(۱۸) مسٹر شاہد احمد صاحب
(۱۹) مسٹر عبدالجلیل صاحب
(۲۰) مسٹر اعجاز الٰہی ملک صاحب
(۲۱) مسز شاہین نثار صاحبہ
(۲۲) ڈاکٹر زاہد سعید صاحب
(۲۳) مسٹر طارق احمد شوکت صاحب
(۲۴) مسز ناصرہ اعجاز الٰہی ملک صاحبہ
(۲۵) مسٹر خالد بیگ صاحب
(۲۶) مسٹر سعید عبداللہ صاحب
(۲۷) مسز محمد عبداللہ صاحبہ
(۲۸) مسز زبیدہ محمد احمد صاحبہ
(۲۹) مسز یاسمین پیو خان صاحبہ
(۳۰) مسٹر منیب عاصم صاحب
(۳۱) مسٹر بلال احمد صاحب
(۳۲) مس فیروز مائدہ صاحبہ
(۳۳) مسٹر ریاض نبیل عبداللہ صاحب

میں آپ کو یہ یاد دلا دوں اور آپ خود بھی جانتے ہیں کہ اس سے پہلے ایک موقعہ پر مرکزی انجمن نے ترینی داڈ کے عزیز احمد صاحب مرحوم کے (اللہ تعالیٰ ان کی روح پر ہزار ہزار رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے) بڑے فراخدلانہ عطیے سمیت جو آپ نے انجمن کو اس غرض کے لئے دیا تھا ایک بھاری مشن قائم کرنے کے لئے خرچ کی لیکن یہ خرچ ہمارے لئے بڑے نقصان اور مصیبت کا موجب ہوا۔ اس تلخ تجربے کے بعد ایک نئے مرکز کے لئے اتنا بھاری خرچ برداشت کرنا ہمارے لئے کسی طرح ممکن نہ ہوتا اگر ہمارے امریکی دوست اور خیر خواہ دل کھول کر ہماری امداد نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں اور آخرت میں بھی ان پر اپنی رحمتوں کی بارشیں نازل فرمائے۔ آمین

انہوں نے اپنے دل اور اپنی تجوریوں کے منہ ہمارے لئے

کھول دیئے اس مرکز کی وساطت سے جو دینی خدمت انجام پائیگی اس کا ثواب بطور صدقہ جاریہ ان سب کو ملتا رہے گا جنہوں نے اس مرکز کے قیام کو ممکن بنانے میں مدد کی ہے۔

مرکزی انجمن کی شاخیں اور اس کے تبلیغی مرکز تمام دنیا میں موجود ہیں لیکن ان سب میں اور ہمارے دلوں میں بھی انگلستان کو ایک خاص مقام حاصل رہا ہے اس کی دو وجوہات ہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ ہمارا سب سے پہلا مشن ووکنگ میں قائم ہوا جس سے آپ واقف ہیں اس کے بانی حضرت خواجہ کمال الدین کو مسلمان مبلغین میں پیشرو کی حیثیت حاصل ہے۔ اس تاریخی کام کا بیڑہ اٹھانے کے لئے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیحِ موعود نے خواجہ صاحب مرحوم میں براہِ راست اپنی رُوح پھونکی۔ اس زمانے میں جب اسلام اور عیسائیت کے درمیان شدید مذہبی صلیبی جنگ جاری تھی عیسائی حکومت کے مرکز میں اسلام کا جھنڈا نصیب کرنا اسلام کے لئے ایک نہایت اہم موڑ ثابت ہوا۔ اللہ تعالٰے نے اسلام کے نام پر قائم کئے گئے اس مشن پر اپنی برکتیں اور رحمتیں نازل فرمائیں اور ووکنگ کا نام اسلام کے لئے اس کی اہم خدمات کی وجہ سے تمام دنیا میں بڑی محبت۔ احترام اور تعریف کے ساتھ لیاجانے لگا۔ لیکن بدقسمتی سے یہ مرکز ہماری اپنی بعض کوتاہیوں اور غلطیوں کیوجہ سے ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ اس کے بعد ۱۹۷۵ء لانگلے روڈ لندن میں ایک نیا مسلم مشن قائم کرنے کے سلسلہ میں بھی ہماری کوششیں ہم میں سے بعض کی غلطیوں اور غلط کاریوں کیوجہ سے رائیگاں گئیں۔ اس لئے ان تمام حالات کے پیشِ نظر میں بڑے خوف کے ساتھ اور کانپتے ہوئے اللہ تعالٰے سے ان الفاظ میں دعا کرتا ہوں جو میں نے اس تقریر کے شروع میں پڑھے ہیں۔ کہ اے اللہ! تو نہ صرف سیدھے راستے کی طرف ہماری راہنمائی فرما بلکہ اس پر چلنے کی بھی ہمیں توفیق عطا فرما۔ ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے اپنے انعامات کی بارش کی۔ نہ ان لوگوں کے راستے پر جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔ اور نہ ان لوگوں کے راستے پر جو سیدھی راہ سے بھٹک گئے۔ آمین

اللہ تعالٰے ہمارے مخفی در مخفی رازوں کو بھی جانتا ہے۔ میری اس سے یہ التجا ہے کہ وہ اس بات پر گواہ رہے کہ اس مرکز کے افتتاح سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ یہاں سے اس کا نام بلند ہو۔ اس کی عظیم کتاب قرآن کریم۔ اس کے سب سے افضل اور عظیم نبی حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور نسلِ انسانی کے لیئے اس کی سب سے بڑی نعمت یعنی دینِ اسلام کی ہم اشاعت کریں۔ جو کچھ میں نے ابھی بیان کیا ہے اگر اللہ تعالٰے کے نزدیک یہ سچ ہے تو پھر میری اس سے یہ التجا ہے کہ وہ ہمارے قصوروں کمزوریوں اور کوتاہیوں کو نہ دیکھے بلکہ اس عظیم مقصد پر نظر رکھے جسے ہم اس کے مبارک نام پر قائم کئے جانے والے اس مرکز کے ذریعے پورا کرنا چاہتے ہیں۔

میں اس سے پہلے اس ایک وجہ کا ذکر کر آیا ہوں۔ کہ تمام مشنوں میں سے لندن کے مشن کو کیوں خصوصی اہمیت اور مقام حاصل ہے۔ اس کی خصوصیت کی دُوسری سب سے بڑی وجہ حضرت مسیح موعود کا وہ کشف ہے جس میں آپ نے دیکھا کہ آپ لندن میں ایک منبر پر کھڑے تقریر کر رہے ہیں جس کے بعد آپ نے کچھ خوبصورت سفید پرندے پکڑے ہیں۔ اس کی تاویل آپ نے خود ہی یہ فرمائی کہ گو میرا خود لندن جانا مقدر نہیں لیکن میری تحریریں (جن کا آپ کے روحانی فرزند حضرت مولانا محمد علیؒ نے خوبصورت انگریزی زبان میں ترجمہ کیا ہے) وہاں پہنچیں گی اور ان کے ذریعے روحانی لحاظ سے خوبصورت روحیں اسلام میں داخل ہوں گی۔ قرآن کریم میں پرندوں کا لفظ بطور استعارہ استعمال ہوا ہے۔ اس سے مراد وہ انسان ہیں جو حیوانی سطح سے اپنے آپ کو خوبصورت اعمالِ حسنہ کے ذریعے بلند کرکے روحانیت کے آسمانوں میں بہت بلندی پر پرواز کرتے ہیں۔ ان کے برعکس کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی مثال پیٹ کے بل پر رینگ کر زمین پر چلنے والے کیڑوں کی ہے۔ وہ اسی زمین اور گری ہوئی زندگی کے ساتھ چمٹے رہتے ہیں۔ اور اس سے بلند ہونے کی کوشش نہیں کرتے۔

حضرت مسیح موعود نے مستقبل کا جو نظارہ دیکھا وہ دراصل قرآن کریم کی ان واضح پیشگوئیوں کے پورا ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ عیسائیوں میں سے ایک گروہ قرآن کریم کی تعلیم کے ذریعے اسلام میں داخل ہوگا اور پھر وہ اپنی قوم میں تبلیغِ اسلام کا کام کرے گا۔ اور اس طرح انشاءاللہ تعالٰے اسلام مغرب میں پھیلے گا (۴۶ - ۲۹ - ۴۱ - اور سورۃ ۷۲)

انگریزوں سے ہماری بڑی اُمیدیں وابستہ ہیں کیونکہ وہ فطرتاً نیک دل ہیں اور ان میں اسلام کی شمع کو اپنے ملک اور مغرب میں بسنے والے دُوسرے لوگوں میں روشن کرنے کی اہلیت قدرتی طور پر موجود ہے۔ لیکن سب سے پہلے ہم نے حضرت مسیح موعود کی تحریریں ان تک پہنچانی ہیں۔ ہماری یہ خوش قسمتی ہے کہ بانیٔ جماعت احمدیہ لاہور حضرت مولانا محمد علیؒ نے حضرت مسیحِ موعود کی تعلیمات کا ترجمہ انگریزی زبان میں کر کے ہمارا یہ کام آسان کر دیا ہے اب ہمارا کام صرف یہ ہے کہ اس مرکز سے جہاں آج ہم جمع ہوئے ہیں اسلام پر اس قیمتی لٹریچر کی وسیع اشاعت کریں مجھے یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ مرکزی انجمن اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اپنی پوری طاقت صرف کرے گی۔

اس مرکز کے متعلق مجھے دو تین باتیں اور بھی کہنی ہیں۔ میں اپنی تقریر کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتا۔ یہ دو باتیں بیان کر کے اسے ختم کردوں گا۔ پہلی بات یہ ہے کہ میں لندن جماعت کا تہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے اس مرکز کے افتتاح کے لئے جس کا مستقبل انشاءاللہ بہت روشن ہے دعوت دی یہ میرے لئے باعثِ عزت اور خوشی ہے میں جانتا ہوں کہ مجھے یہ شرف بخش کر آپنے مرکزی انجمن کی عزت افزائی کی ہے جس کا میں صدر اور امیر ہوں۔ اور اس تقریب میں اس کا نمائندہ خصوصی ہوں۔ آپ یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ آپ کے روحانی جذبہ کا سرچشمہ لاہور کی مرکزی انجمن ہے جسے مسیح موعود نے "خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین"، اور روئے زمین پر اپنے مشن کی واحد وارث قرار دیا ہے۔

دُوسری بات جس پر میں اپنی تقریر کو ختم کرنا چاہتا ہوں وہ حضرت ابراہیم کی دُعا ہے جو آپنے مکہ میں خانہ کعبہ کی تعمیر نو کے وقت فرمائی قرآن کریم نے ان الفاظ میں اس دُعا کو بیان کیا ہے "اور جب ابراہیم گھر کی بنیادیں اٹھاتا تھا اور اسمٰعیل بھی (تو انہوں نے یہ دعا کی) اے ہمارے رب (ہماری اس کوشش کو) ہم سے قبول فرما۔ تو سننے والا جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب اور ہم کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری نسل سے (بھی) ایک گروہ کو اپنا فرمانبردار بنانا۔ اور ہمیں ہمارے (حج) کے اعمال بتانا۔ اور ہم پر رحمت سے توجہ فرما۔ تو رحمت سے توجہ فرمانے والا۔ رحم کرنے والا ہے۔ (۲ - ۱۲۷ - ۱۲۸)

مزید براں میں اس دعا کو بھی دہرانا چاہتا ہوں جو ہماری جماعت کا ماٹو (MOTTO) ہے۔ "اے اللہ تو ان لوگوں کی نصرت فرما جو حضرت محمد صلعم کے دین کی نصرت کرتے ہیں اور ہمیں ان سے بنا۔ اے اللہ تو ان لوگوں کو رسوا کر اور چھوڑ دے جو آنحضرت صلعم کے دین کو چھوڑتے ہیں اور ہمیں ان سے نہ بنا۔" آمین ـــــ اب میں انتہائی دلی مسرت اور خوشی کے ساتھ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے لندن میں اس مرکز کے افتتاح کا اعلان کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالٰے اس مرکز پر اپنی رحمتوں اور برکتوں کی بارش نازل فرمائے۔ اور ان پر بھی جو اس مرکز میں آکر کام کریں گے۔ اور اپنے مشن کی تکمیل کی راہ میں ہماری اس حقیر سی کوشش

مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

علم اور نیکی سے آراستہ لوگ ہی انبیاء علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں

خُدا سے کی ہوئی نیک دعائیں قبول ہوتی ہیں

شبان الاحمدیہ نے تربیتی کلاس ۱۹۸۲ء سے اطمینان بخش فائدہ اٹھایا۔

راجعون ٥

ترجمہ :- اور ایوب کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے تو ہم نے اس کی دُعا قبول کی اور جو اسے تکلیف تھی وہ دور کر دی اور ہم نے اس کو اس کے اہل دے دیئے اور اُن کی مثل ان کے ساتھ اور بھی دیئے یہ ہماری طرف سے رحمت تھی اور عبادت کرنے والوں کے لئے یہ یاد دہانی ہے۔ اور حضرت اسماعیلؑ اور ادریسؑ اور ذوالکفلؑ سب صبر کرنے والوں میں سے تھے اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کیا۔ وہ نیکو کاروں میں سے تھے اور ذوالنونؑ پر جب وہ قوم پر ناراض ہو کر چلا گیا اس نے گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہیں کریں گے پس اس نے مشکلات میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے میں اپنے اوپر ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔ سو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اُسے غم سے نجات دی اور اسی طرح ہم مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔ اور زکریاؑ کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑیو اور تو سب وارثوں سے بہتر ہے۔ سو ہم نے اس کی دُعا قبول کی اور اسے یحییٰؑ دیا اور اس کی موت کو اس کے لئے اچھا کر دیا۔ وہ نیکیوں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں اُمید اور خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے اور وہ جس نے اپنی عصمت کو محفوظ کیا سو ہم نے اس میں اپنا کلام پھونکا اور اسے اور اس کے بیٹے کو قوموں کے لئے نشان بنایا۔ یہ تمہاری جماعت مومن ہو تو اس کی کوشش کی ناقدری نہ ہوگی اور ہم اس کے لئے لکھ لیتے ہیں۔ (الانبیاء ۲۱ - ۸۳ تا ۹۴)

انبیاء کی تکالیف اور اُن کے پکارنے پر اُن کی دعاؤں کی قبولیت

سورۃ انبیاء کے اس رکوع میں حضرت انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا گیا ہے مثلاً حضرت ایوبؑ۔ حضرت اسماعیلؑ۔ حضرت ادریسؑ اور حضرت ذوالکفلؑ۔ حضرت ذوالنون یعنی حضرت یونسؑ اور حضرت ذکریاؑ اور حضرت مریمؑ کا ذکر فرمایا ہے اور یہ بتایا کہ جب انہیں مشکلات کا سامنا ہوا اور وہ چونکہ خدا کے حضور جھکنے والے تھے اور خدا ہی کو پکارنے والے تھے لہٰذا جب انہوں نے اپنی مشکلات میں خدا کو پکارا تو خدا نے ان کی فریاد کو سنا اور ان کی دعاؤں کو قبول فرمایا۔ حضرت ایوبؑ اپنے اہل و عیال سے الگ ہو گئے تھے تو خدا نے ان کی اس مشکل کو دور فرمایا اور اُن کے اہل و عیال کو اُن سے ملا دیا۔ حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ادریسؑ کی دعائیں قبول ہوئیں اور حضرت یونسؑ جب مشکلات میں گھرے اور انہوں نے خُدا کو پکارا تو اللہ نے ان کو نجات دی۔ حضرت زکریاؑ کو جب تکلیف کا خیال آیا کہ میرے بعد نیکی کا سلسلہ کیسے چلے گا اس لئے کہ میری کوئی اولاد نہیں اور میں خود عمر کے اس حصہ میں ہوں کہ بال سفید ہو گئے ہیں اور بڑھاپے کا زور ہے اور بیوی بوڑھی اور بانجھ ہے۔ چنانچہ بارگاہِ خدا میں گر گئے اور پکارا کہ اے خدا! میں تیرے در سے کبھی مایوس نہیں ہوا۔ اب میری درخواست ہے کہ مجھے نیک اولاد عطا فرما جو میرا وارث ہو اور انبیاء کا وارث ہو۔ وہ نیک اور صالح ہو۔ تو خدا تعالیٰ نے دُعا اپنے ماں باپ سے نیکی کرنے والا ہوگا۔ اطاعت فرمانبردار ہوگا۔ آسمانی زندگی سے معمور ہوگا یعنی ایسی صفات کا حامل ہوگا۔ ایسے بچے جن کی سرشت اور طبیعت میں پاکیزگی ہوتی ہے وہ معصیت سے دُور رہتے ہیں۔ یوں اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریاؑ کو نوازا۔ اور حضرت مریمؑ کا ذکر کیا کہ وہ اپنی عصمت کی حفاظت کرنے والی تھی اس کو بھی پاکیزہ اولاد سے نوازا اور ماں اور بیٹے کو دنیا کے لئے ایک پاکیزگی کا نشان بنا دیا۔

انبیاءؑ کی وراثت نہیں ہوتی

حدیثِ نبویؐ ہے کہ نحن معشر الانبیاء لا نرث ولا نورث۔ انبیاء کا گروہ وہ گروہ ہے جو نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ اُن کا کوئی وارث ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام دنیوی مال و متاع نہیں کماتے اور اس لئے ان کی نظر میں اس متاعِ دنیا کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی نیکی، پاکیزگی اور اعمالِ صالحہ ان کی حقیقی متاع ہوتی ہے اور جس کو وہی حاصل کر سکتا ہے۔ جو ان اصولوں پر چلے جو انبیاء نے خدا کے حکم سے تلقین فرمائے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمۃ الزہرۃ بنت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو باغ فدک نہ دیا۔ حضرت زکریاؑ کی دعا بھی دنیاوی مال و متاع کے وارث کی نہ تھی بلکہ اس وارث کے لئے تھی جو دین کا حامل ہو اور وہ دینی اشاعت کا ورثہ سنبھال سکے چنانچہ وہ دعا قبول ہوئی اور حضرت یحییٰؑ دینِ حق کی اشاعت میں لگے رہے اور یہی حضرت زکریاؑ کی دلی خواہش تھی۔

حضرت مرزا صاحب کی اشاعتِ اسلام کیلئے تڑپ، حضرت

اقدس مرزا صاحب نے اشاعتِ اسلام۔ اعلائے کلمۃ اللہ توحید خداوندی اور عظمت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم اور قرآنِ پاک کی فوقیت ثابت کرنے کے لئے "براہینِ احمدیہ" شائع کی جس میں یہ ثابت کیا کہ اسلام ہی صحیح۔ زندہ اور تمام ادیانِ عالم کے مقابلہ پر دین حق ہے اور دلائل اور براہین سے ثابت کیا کہ اسلام ہی کو برتری حاصل ہے اور جو دوسرا شخص اسلام کے مقابلہ میں اپنے مذہب کی برتری میں اس کتاب سے ⅕ حصہ دلائل بھی دے گا تو اس کو مبلغ دس ہزار روپیہ کا انعام دیا جائے گا۔ اور آپ نے اسلام کی اشاعت کی تڑپ کی تکمیل ہی کے لئے ۱۸۹۰ء میں خدا کے حکم سے تبلیغ و اشاعتِ دین کے لئے ایک جماعت قائم کی۔ اور بے شمار تصانیف حمایتِ اسلام میں لکھیں اور الوصیت میں لکھا کہ میرا وقت قریب ہے اور ایک انجمن کی بنیاد رکھی کہ میرے بعد مل کر اشاعت اسلام کا فریضہ انجمن انجام دیتی رہے گی۔ اور تمام امور باہم صلاح و مشورہ سے طے ہوں گے اور انجمن میری جانشین ہوگی۔

۱۹۱۴ء میں حضرت مولانا محمد علی اور ان کے ساتھیوں نے حضرتِ اقدس کے مقدس مشن کو ان کے فرمودہ کے مطابق جاری رکھنے کے لئے احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام کی بنیاد ڈالی اور حضرت مرزا صاحب کے معوضہ امور تبلیغ اسلام کے لئے قرآنِ پاک کی تفسیر کی تکمیل کی۔ اور دینِ اسلام کی خوبصورت تصویر دکھانے کے لئے مقبول ترین اسلامی لٹریچر پیدا کیا اور اس کی اشاعت کی۔

شبان الاحمدیہ کی تربیت کی ضرورت

چونکہ ہماری جماعت کی غرض و غایت ہی تمام دنیا کے اندر اشاعتِ اسلام ہے تو اگر ہم اپنے بزرگوں سے وہ علم دلیل۔ جذبہ اور روح حاصل نہ کریں گے تو یہ فریضہ کیسے انجام دیں گے چنانچہ اس غرض سے نوجوان نسل کو دین سے آگاہ کرنے ان میں عمل کی صلاحیت پیدا کرنے اور باہمی میل ملاپ اور بزرگانِ سلسلہ سے استفادہ کرنے کے مواقع مہیا کرنے کیلئے تربیتی کلاس ۱۹۸۲ء ایک اہم ذریعہ تھا جس میں بیرون لاہور اور اندرون لاہور کے شبان الاحمدیہ شامل ہوئے جس سے نہ صرف ان کی روحانی تربیت ہوئی بلکہ ان کی جسمانی ضرورت کا بھی خیال رکھا گیا۔ اور انہیں سلسلہ کے مابہ الامتیازات اسلام کیا ہے۔ دوسرے مذاہب عالم سے اسلام کو کس طرح برتری حاصل ہے۔ ہمارا عملی نمونہ کیسا ہونا چاہیئے۔ اور ہمیں اپنے آپ کو تبلیغ اسلام کے لئے کیسے تیار کرنا چاہیئے۔ جماعتِ ربوہ سے ہمارے کیا اختلافات ہیں ان سب امور سے شبان الاحمدیہ کو کماحقہٗ آگاہ کیا گیا تاکہ وہ ان نیکیوں اور علم کے وارث بن سکیں جس سے جماعت کا تبلیغی سلسلہ جاری و ساری رہ سکے۔

جیسا کہ ہم نے قرآنِ پاک کی ان آیات میں انبیاء کی دعاؤں کی قبولیت دیکھی ہے اسی طرح ہم بھی خدا کے حضور دست بدعا ہیں کہ وہ ہم میں نیک اور حضرت اقدس کے قرآنی علم کے وارث بنائے جو اس کے دین کو تمام جہان میں پھیلائیں۔

***

طلوع الشمس من مغربہا

آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج + نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

"ایسا ہی طلوعِ شمس جو مغرب کی طرف سے ہوگا ہم اس پر بہرحال ایمان لاتے ہیں لیکن اس عاجز پر جو ایک رؤیا میں ظاہر کیا گیا وہ یہ ہے جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں انہیں آفتاب صداقت سے منور کیا جائے گا اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔ اور میں نے دیکھا کہ میں شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے رنگ سفید تھے۔ اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہوگا۔ سو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راست باز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے۔ درحقیقت آج تک مغربی ملکوں کی مناسبت دینی سچائیوں کے ساتھ بہت کم رہی ہے گویا خدا تعالیٰ نے دین کی عقل تمام ایشیاء کو دیدی اور دنیا کی عقل تمام یورپ اور امریکہ کو۔

نبیوں کا سلسلہ بھی اول سے آخر تک ایشیاء کے حصہ میں رہا اور ولایت کے کمالات بھی انہیں لوگوں کو ملے اب خدا تعالےٰ ان لوگوں پر نظر رحمت ڈالنا چاہتا ہے۔ اور یاد رہے کہ مجھے اس بات سے انکار نہیں کہ طلوع الشمس من مغربہا کے کوئی اور معنی بھی ہوں۔ میں نے صرف کشف کے ذریعہ سے جو خدا تعالےٰ نے مجھے عطا کیا ہے مذکورہ بالا معنی کو بیان کیا ہے۔"

(ازالۂ اوہام صفحہ ۲۷۷)

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلا نکلا + پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مُرجھا ہی چلا تھا پودا + ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا
یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے + جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیّا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں + مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ + وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا
پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰؑ کا عصا ہے فرقاں + پھر جو سوچا تو ہر لفظ مسیحا نکلا
ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور + ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ تاباں نکلا

(دُرِّ ثمین)

ہمارا ماضی، حال اور مستقبل — نئی نسل کیلئے ایک پیغام

تربیتی کلاس ۱۹۸۲ء سے چوہدری حنیف اختر ملہی کا خطاب

فرمایا:۔

خواتین وحضرات! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جیسا کہ آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ "میں یہاں تقریر کے لئے نہیں آیا تھا۔ کل شام کو میں لاہور پہنچا تو دارالسلام میں مرزا محمد لطیف شاہد صاحب مہتمم تربیتی کلاس نے مجھے لیکچر دینے کیلئے حکم دیا اور میری ڈھارس بندھانے کے لئے موصوف کہنے لگے مضمون ایسا ہے کہ اس میں تیاری کی ضرورت نہیں ہم فوجی آدمی ریہرسل کے بغیر کوئی کام ہو تو کام کو ٹھیک نہیں سمجھتے بہر حال مجھے ۳۰ سال پرانا واقعہ یاد آرہا ہے میں ملٹری اکیڈیمی کاکول میں کیڈٹ تھا اور بدقسمتی چھٹی پر آیا ہوا تھا جمعہ ادا کرنے کے لئے مسجد میں گئے جس پر اب دوسروں کا قبضہ ہے اتفاق سے اس دن مولوی سمیع الزمان مرحوم ومغفور جو ہمارے محترم استاد بھی تھے اور خطبہ جمعہ دیا کرتے تھے نہ آئے تو خطیب کی تلاش شروع ہوئی۔ قرعہ میرے نام پڑا اباجی مرحوم نے بھی کہا کوئی بات نہیں تمہاری عربی اور کس دن کام آئے گی؟ میں نے کہا تیاری بالکل نہیں کی تو اس پر ایک دیہاتی بزرگ فوراً بولے "لو جی ایس وچہ تیاری دی کی لوڑاے بس اللہ دا ناں ای تے لینا ایں"

یہی کچھ اب میرے ساتھ ہو رہا ہے۔ اللہ کا نام لے کر شروع کر رہا ہوں۔ ساتھ ساتھ میں خوش بھی ہوں کہ مجھے اپنی نئی پود (نوجوانوں) کو مخاطب کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ بہر حال پہلی بات تو آپ یہ یاد رکھیں کہ ہمیں کردار کا غازی بننا چاہیئے۔ ہم لیکچر سنتے ہیں سن کر سر بھی دھنتے ہیں اور قوالیاں سنتے ہیں تو وجد میں آجاتے ہیں بعض کو "حال پڑ جاتا ہے" لیکن عمل کا خانہ خالی ہے۔ خدا کے لئے عمل کے لئے وقت نکالئے۔ ؎

ہزار کام ہیں مردانِ حُر کو دنیا میں

ہمارا ماضی حال اور مستقبل

انسانی فطرت ہے کہ ماضی کو سینے سے لگائے رکھتا ہے دراصل ماضی حال اور مستقبل وقت کے لامتناہی سلسلے کی مسلسل کڑیاں ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے بال جبریل میں ایک نہایت عمدہ نظم لکھی ہے جس کا عنوان ہے "زمانہ" میں سمجھ لیں سورۃ العصر کی تفسیر ہے آپ بھی چند اشعار سنیئے:۔ ؎

جو تھا نہیں ہے جو ہے نہ ہو گا یہی ہے اک حرفِ محرمانہ
قریب تر ہے نمود جس کی اسی کا مشتاق ہے زمانہ
مری صراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں
میں اپنی تسبیح روز وشب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ
ہر ایک سے آشنا ہوں لیکن جدا جدا رسم و راہ میری
کسی کا راکب۔ کسی کا مرکب، کسی کو عبرت کا تازیانہ
نہ تھا اگر تو شریکِ محفل قصور تیرا ہے یا کہ میرا
مرا طریقہ نہیں کہ رکھ لوں کسی کی خاطر مئے شبانہ

دوسری جگہ فرماتے ہیں زندگی کے تسلسل کے سلسلہ میں:۔ ؎

تو اسے پیمانۂ امروز وفردا سے نہ ناپ
جاوداں، پیہم رواں ہر دم جواں ہے زندگی

عزیزانِ من! میرے لیکچر کا خلاصہ یہ ہے کہ زندگی کا کارواں مسلسل گامزن ہے۔ آپ کو اس سے جا کر ملنا ہے وقت رک نہیں سکتا۔ البتہ آپ اپنی بے عملی سے ضرور بچھڑ جائیں گے کیونکہ عمل سے زندگی بنتی ہے۔۔۔۔ اسی لئے تو کہا ہے کہ ؎

یقیں محکم عملِ پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

جس جگہ ایمان کا ذکر ہے ساتھ ہی عملِ صالح کا ذکر ہے گویا دونوں لازم وملزوم ہیں یعنی ایسا ایمان جس کے نتیجے میں عملِ صالح سرزد نہ ہو، بے کار ہے اور عملِ صالح کا درخت اُگ نہیں سکتا جب تک ایمان کا بیج نہ ہو۔

اب ماضی کو لیں۔ مسلمانوں کا ماضی ہمیشہ شاندار رہا ہے جس کے حوالہ سے تمام بزرگان ملّت اور مصلحین ہمیں جھنجھوڑنے کی کوشش کرتے آئے ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے شکوہ جوابِ شکوہ لکھ کر ہماری خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کیا جس کا نتیجہ آپ پاکستان کی شکل میں دیکھتے ہیں۔ بہر حال ہماری جماعت کا ماضی بھی بہت شاندار ہے ہمارے بزرگ (حضرت اقدسؑ کے ساتھی) ایک ایک کر کے ہم سے رخصت ہو رہے ہیں۔ آفتاب ماضی کی چند کرنیں آپ کے سامنے یہ بزرگ ہیں جن کا دم غنیمت ہے۔ ان سے ہم نے سیکھا۔ ان میں سکھانے کی لگن تھی اور ہم میں سیکھنے کی، اس لئے ابھی دینی جذبہ کی رمق ہم میں باقی ہے۔ ہم اپنی نئی نسل میں بڑے ہونہار نوجوان دیکھ رہے ہیں۔ ہمارا مستقبل تابندہ ہے بشرطیکہ آپ لوگ اب بھی یہ قندیل مضبوطی سے پکڑ لیں اور اس RELEY RACE میں سبقت لے جائیں۔

عقائد کے لحاظ سے ہماری جماعت خدا کے فضل سے نہایت اعلیٰ مقام پر فائز ہے صرف ضرورت ہے تو تنظیم کو مضبوط تر بنا لے کی۔ میں تو کہتا ہوں تھوڑی تعداد ایک لحاظ سے اچھی ہوتی ہے آپ اس کو با آسانی منظم کر سکتے ہیں۔ اپنے میں جوشِ عمل پیدا کیجیئے۔ اور خدا کا نام لے کر حضرت اقدس کے مشن کو مزید آگے بڑھایئے دنیا امید پر قائم ہے۔ لیکن اس کے لئے "پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ" پر عمل کیجیئے۔

صاحب کردار و باعمل بنیں

بہار کے جھونکے ہمارے مجدد اعظم کی پیشگوئی کے مطابق ابھی باہر کے ملکوں سے آرہے ہیں۔ روحانی سورج مغرب سے طلوع ہو رہا ہے خدا تعالیٰ کا شکر کیجیئے کہ آپ کو اس جماعت کے بابرکت مشن میں شمولیت کی سعادت حاصل ہے۔ لہٰذا آپ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد ہر وقت سامنے رکھیں۔ ہمارا یوم آزادی ۱۴ اگست کو منایا جاتا ہے اس کی مناسبت سے آپ کو قائد اعظمؒ کے زریں اصول ایمان اتحاد تنظیم بھی یاد رکھنے چاہئیں۔ آزادی ایک بہت بڑی نعمت ہے جس کی قدر وہی جانتے ہیں جنہوں نے غلامی دیکھی ہو۔ ہم نے دیکھی ہے۔ پاکستان میں مسلمانوں کی ساری اقتصادی ترقی آزادی کی بدولت ہے، اگر اس کے ساتھ مسلمانوں کو نفس کی غلامی سے بھی نجات مل جائے تو بیڑا پار ہو جائے۔

٭٭٭

کلام الامام

خیر النّاس من ینفع النّاس

میرا تو یہ مذہب ہے کہ دُعا میں دُشمنوں کو بھی باہر نہ رکھے ٭

یاد رکھو ہمدردی تین قسم کی ہے۔ اول جسمانی دوئم مالی اور تیسری قسم ہمدردی کی دُعا ہے۔ جس میں نہ صرف زر ہوتا ہے اور نہ زور لگانا پڑتا ہے۔ اور اس کا فیض بہت ہی وسیع ہے کیونکہ جسمانی ہمدردی تو اُس صورت میں ہی انسان کرسکتا ہے جبکہ اس میں طاقت بھی ہو مثلاً ایک ناتوان مجروح مسکین اگر کہیں پڑا تڑپتا ہو تو کوئی شخص جس میں خود طاقت و توانائی نہیں ہے کب اس کو اٹھا کر مدد دے سکتا ہے۔ اسی طرح پر اگر کوئی بے کس بے بس بے سروسامان انسان بھوک سے پریشان ہو تو جب تک مال نہ ہو اس کی ہمدردی کیوں کر ہوگی مگر دُعا کے ساتھ ہمدردی ایک ایسی ہمدردی ہے کہ نہ اس کے واسطے کسی مال کی ضرورت ہے اور نہ کسی طاقت کی حاجت بلکہ جب تک انسان انسان ہے وہ دُوسرے کے لئے دُعا کرسکتا ہے اور اُس کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ اس ہمدردی کا فیض بہت وسیع ہے اور اگر اس ہمدردی سے انسان کام نہ لے تو سمجھو کہ وہ بہت ہی بڑا بدنصیب ہے۔

میں نے کہا ہے کہ مالی اور جسمانی ہمدردی میں انسان مجبور ہوتا ہے مگر دُعا کے ساتھ ہمدردی میں مجبور نہیں ہوتا۔ میرا تو یہ مذہب ہے کہ دُعا میں دُشمنوں کو بھی باہر نہ رکھے جس قدر دُعا وسیع ہوگی اسی قدر فائدہ دُعا کرنے والے کو ہوگا اور دُعا میں جس قدر بخل کرے گا اسی قدر اللہ تعالیٰ کے قرب سے دور ہوتا جائے گا۔ اور اصل تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے عطیہ کو جو بہت ہی وسیع ہے جو شخص محدود کرتا ہے اس کا ایمان بھی کمزور ہے۔

دوسروں کے لئے دُعا کرنے میں ایک عظیم الشان فائدہ یہ بھی ہے کہ عمر دراز ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ وعدہ کیا ہے کہ جو لوگ دُوسروں کو نفع پہنچاتے ہیں اور مفید وجود ہوتے ہیں۔ اُن کی عمر دراز ہوتی ہے جیسے کہ فرمایا: اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض اور دُوسری قسم کی ہمدردیاں چونکہ محدود ہیں اس لئے خصوصیت کے ساتھ جو خیر جاری قرار دی جا سکتی ہے وہ یہی دُعا کی خیر جاری ہے۔ جب کہ خیر کا نفع کثرت سے ہے تو اس آیت کا فائدہ ہم سب سے زیادہ دُعا کے ساتھ اٹھا سکتے ہیں اور یہ بالکل سچی بات ہے کہ جو دنیا میں خیر کا موجب ہوتا ہے۔ اس کی عمر دراز ہوتی ہے اور جو شر کا موجب بنتا ہے وہ جلدی اٹھا لیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں شیر سنگھ چڑیوں کو زندہ پکڑ کر آگ پر رکھا کرتا تھا وہ دو برس کے اندر ہی مارا گیا۔ پس انسان کو لازم ہے کہ وہ خیر الناس من ینفع الناس بننے کے واسطے سوچتا رہے اور مطالعہ کرتا رہے۔

جس طرح طبابت میں حیلہ کام آتا ہے اسی طرح نفع رسانی اور خیر میں بھی حیلہ ہی کام دیتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ انسان ہر وقت اس تاک اور فکر میں لگا رہے کہ کس راہ سے دُوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہے بعض آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ سائل کو دیکھ کر چڑ جاتے ہیں اور اگر کچھ مولویت کی رگ ہو تو اس کو بجائے کچھ دینے کے سائل کو مسائل سمجھانے شروع کر دیتے ہیں اور اس پر اپنی مولویت کا رعب بٹھا کر بعض اوقات سخت سست بھی کہہ بیٹھتے ہیں افسوس ان لوگوں کو عقل نہیں اور سوچنے کا مادہ نہیں رکھتے جو ایک نیک دل اور سلیم الفطرت انسان کو ملتا ہے اتنا نہیں سوچتے کہ سائل اگر باوجود صحت کے سوال کرتا ہے تو وہ خود گناہ کرتا ہے اس کو کچھ دینے میں تو گناہ لازم نہیں آتا۔ بلکہ حدیث شریف میں لو تالک راکبا کے الفاظ آئے ہیں یعنی خواہ سائل سوار ہو کر بھی آوے تو بھی کچھ دے دینا چاہیئے اور قرآن شریف میں واما السائل فلا تنھر کا ارشاد آیا ہے۔ کہ سائل کو مت جھڑک اس میں یہ کوئی صراحت نہیں کی گئی کہ فلاں قسم کے سائل کو مت جھڑک اور فلاں قسم کے سائل کو جھڑک۔ پس یاد رکھو کہ سائل کو نہ جھڑکو کیونکہ اس سے ایک قسم کی بد اخلاقی کا بیج بویا جاتا ہے اخلاق یہی چاہتا ہے کہ سائل پر جلدی ناراض نہ ہو۔ یہ شیطان کی خواہش ہے کہ وہ اس طریق سے تم کو نیکی سے محروم رکھے اور بدی کا وارث بنا دے۔ غور کرو کہ ایک نیکی کرنے سے دُوسری نیکی پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح پر ایک بدی دوسری بدی کا موجب ہو جاتی ہے۔ جیسے ایک چیز دوسرے کو جذب کرتی ہے اُسی طرح خدا تعالیٰ نے یہ تجاذب کا مسئلہ ہر فعل میں رکھا ہوا ہے۔ پس جب سائل سے نرمی کے ساتھ پیش آئے گا اور اس طرح پر اخلاقی صدقہ دے گا تو قبض دور ہو کر دُوسری نیکی کرلے گا اور اس کو کچھ دے بھی دے گا۔ اخلاق دوسری نیکیوں کی کلید ہے۔ جو لوگ اخلاق کی اصلاح نہیں کرتے وہ رفتہ رفتہ بے خیر ہو جاتے ہیں میرا تو یہ مذہب ہے کہ دنیا میں ہر ایک چیز کام آتی ہے۔ زہر اور نجاست بھی کام آتی ہے۔ اسٹرکینا بھی کام آتا ہے اعصاب پر اپنا اثر ڈالتا ہے مگر انسان جو خدا قِ فاضلہ کو حاصل کر کے نفع رساں ہستی نہیں بنتا ایسا ہو جاتا ہے کہ وہ کسی کام بھی نہیں آسکتا۔ مردار حیوان سے بھی بدتر ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی تو کھال اور ہڈیاں بھی کام آجاتی ہیں۔ اس کی تو کھال بھی کام نہیں آتی۔ اور یہی وہ مقام ہوتا ہے جہاں انسان بل ھم اضل کا مصداق ہو جاتا ہے۔ پس یاد رکھو کہ اخلاق کی درستی بہت ضروری چیز ہے۔ کیوں کہ نیکیوں کی ماں اخلاق ہی ہے۔

خیر کا پہلا درجہ جہاں سے انسان قوت پاتا ہے اخلاق ہے دو لفظ ہیں ایک خَلق دوسرا خُلق خَلق ظاہری پیدائش کا نام ہے اور خُلق باطنی پیدائش کا۔ جیسے ظاہر میں کوئی خوبصورت ہوتا ہے اور کوئی بہت ہی بدصورت اسی طرح پر کوئی اندرونی پیدائش میں نہایت حسین اور دلربا ہوتا ہے اور کوئی اندر سے مجذوم اور مبروص کی طرح مکروہ لیکن ظاہری صورت چونکہ نظر آتی ہے اس لئے ہر شخص دیکھتے ہی پہچان لیتا ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے اور نہیں چاہتا کہ بدصورت اور بدوضع ہو مگر چونکہ اس کو دیکھتا ہے اس لئے اس کو پسند کرتا ہے اور خلق کو چونکہ دیکھا نہیں اس لئے اس کی خوبی سے ناآشنا ہو کر اس کو نہیں چاہتا۔ ایک اندھے کے لئے خوبصورتی اور بدصورتی دونوں ایک ہی ہیں۔ اسی طرح پر وہ انسان جس کی نظر اندور نہ تک نہیں پہنچتی اس اندھے ہی کی مانند ہے۔

خَلق تو ایک بدیہی بات ہے مگر خُلق ایک نظری مسئلہ ہے اگر اخلاقی بدیاں اور ان کی لعنت معلوم ہو تو حقیقت کھلے غرض اخلاقی خوبصورتی ایک ایسی خوبصورتی ہے جس کو حقیقی خوبصورتی کہنا چاہیئے بہت تھوڑے ہیں جو اس کو پہچانتے ہیں اخلاق نیکیوں کی کلید ہے جیسے باغ کے دروازہ پر قفل ہو دور سے پھل پھول نظر آتے ہیں مگر اندر نہیں جا سکتے لیکن اگر قفل کھول دیا جائے تو اندر جا کر پوری حقیقت معلوم ہوتی ہے اور دل و دماغ میں ایک سرور اور تازگی آتی ہے۔ اخلاق کا حاصل کرنا گویا اس قفل کو کھول کے اندر داخل ہونا ہے۔

٭٭٭

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدنی زندگی

پہلوانِ حضرت ربّ جلیل
بر میاں بستہ ز شوکت خنجرے

تیز او تیزی بہ ہر میدان نمود
تیغ او بنمودہ ہر جا جوہرے

خواجہ و مر عاجزاں را بندہ
بادشاہ و بے کساں را چاکرے

ناتواناں را برحمت دستگیر
خستہ جاناں را برحمت غم خورے

آں ترحمہا کہ خلق از وے بدید
کس ندیدہ در جہاں از مادرے

مکی زندگی کا دور ختم ہوا۔ اب مدنی زندگی کا دور شروع ہوتا ہے۔ مظلومیت کے دن گذر گئے اب غلبہ اور اقتدار کے دن آتے ہیں۔ دکھ سہتے سہتے مدتیں گذر گئیں تیرہ سال کا عرصہ کچھ کم عرصہ نہیں ہوتا کب تک خدائے غیور اپنے پیارے بندے کو دشمنوں کے ظلم وستم کا ہدف بنائے رکھتا۔ انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیوٰۃ الدنیا کے سچے وعدے کے مطابق اب خدائے بزرگ و برتر کی نصرت اور تائید کے دن آتے ہیں اب خدا کے ملائکہ محمد رسول اللہ کی مدد کے لئے آسمان سے اُتر آئے ہیں اب دشمن خائب وخاسر ہوں گے اور خدا کا برگزیدہ نبیؐ اس عظیم الشان کامیابی کا مالک ہوگا کہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملے گی۔

مدنی زندگی میں اخلاق فاضلہ کا مظاہرہ

دنیا استقامت۔ عزم واستقلال۔ صبر وثبات قدم اور بردباری کے جوہر ذاتِ بابرکات میں دیکھ چکی۔ اب اسی والا صفات میں شجاعت اور مردانگی جرأت، ہمت، بذل وسخاوت۔ رحمت ورافت۔ عفو وکرم۔ لطف ورحم۔ درگذر چشم پوشی۔ مغلوب دشمن سے حسن سلوک زیر دستوں پر رحم وکرم کے جوہر بھی دیکھ لے تا کہ کسی کو علم ہو جائے کہ محمد رسول اللہ ہر صفت میں کامل اور ہر وصف میں یکتا ہے۔

ہر صفت میں کامل وہر صفت میں یکتا

اور خدا تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ وہ حرف بحرف سچ ہے اور حضورؐ خوب نکھر کر پہچانے جائیں کہ بنی نوع انسان کے لئے آپؐ اور صرف آپؐ ہی نمونہ ہیں ولا غیر۔

جب حضورؐ کا نزول اجلال مدینہ میں ہوا۔ لوگوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اوس اور خزرج کے بڑے بڑے سرداروں کی آنکھیں فرشِ راہ بنی ہوئی تھیں۔ ہر زبان پر جاری تھا

اے ماہِ منور لبسم اللہ   اے ہادیٔ اکبر لبسم اللہ

کسی کی دل شکنی منظور نہ تھی

ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ حضور ہمارے ہاں قیام فرمائیں۔ حضورؐ کو کسی کی دل شکنی منظور نہ تھی۔ فرمایا جہاں میری ناقہ ٹھہر جائے گی وہیں میں ٹھہر جاؤں گا۔

زمین کی قیمت ادا کی

ناقہ حضرت ایوب انصاریؓ کے مکان کے قریب ایک ناہموار قطعہ زمین پر جو سہل اور سہیل دو یتیموں کی ملکیت تھا ٹھہری تھی انہوں نے زمین بلا معاوضہ حضورؐ کی نذر کی مگر حضورؐ نے بلا معاوضہ لینا پسند نہ فرمایا۔ قیمت ادا کی گئی اور وہاں مسجد کی تعمیر شروع ہوئی اس تعمیر میں حضور بنفس نفیس مزدوروں کی طرح کام کرتے نظر آتے ہیں۔

مساوات :۔ یہ مساوات کا سبق ہے جو حضورؐ دے رہے ہیں۔

اوس اور خزرج میں صلح

مدینہ کے دو بڑے خاندانوں اوس اور خزرج میں قدیم سے عداوت چلی آتی تھی۔ حضورؐ نے ان میں صلح کرا دی۔

عقد مواخاۃ

حضورؐ نے مہاجرین اور انصار میں عقد مواخاۃ قائم کیا اور انہیں بھائی بھائی بنا دیا۔ ان میں ایسی محبت پیدا ہو گئی کہ ماں جائے بھائیوں میں نہیں ہوتی۔

حضورؐ ایک سیاسی مدبّر کی حیثیت میں

ایک مصلح سیاسی مدبر ایک سیاسی مدبر کی حیثیت سے حضورؐ نے مدینہ کے یہودی خاندانوں سے معاہدات کئے۔ ان معاہدات میں مرقوم تھا کہ مدینہ کے اندر رہنے والی تمام یہودی قوموں کو ایک نظر سے دیکھا جائے گا۔ انہیں اپنی مذہبی رسوم ادا کرنے کی پوری پوری آزادی ہوگی۔ جو لوگ یہود کی پناہ میں اور ان کے حلیف ہوں گے ان کی حفاظت کی جائے گی۔ اور انہیں بھی آزادی ہوگی مجرم خواہ یہودی ہو یا مسلمان یکساں سزا کا مستوجب ہوگا اگر کوئی دشمن مدینہ پر حملہ آور ہوگا تو یہود اور مسلمان دونوں اس کا دفاع کریں گے۔ جرم پر کسی کی رعایت نہیں کی جائے گی۔ عام اس سے کہ وہ سردار ہو یا عام شخص اور نہ کوئی مجرم کی بے جا طرفداری کرے گا خواہ وہ اس کا کوئی قریبی رشتہ دار ہو۔ تمام گذشتہ جھگڑے اب ختم ہو جائیں گے۔

پاکیزہ سیاست

آئندہ کوشش یہ ہونی چاہئے کہ آپس میں ہر ایک گروہ متحد اور متفق ہو۔ معاہدہ کی تحریر حسن پاکیزہ سیاست مصالح ملکی میں حسن دور اندیشی۔ بالغ نظری اور حسن عدل وانصاف اور رواداری کا پتہ دیتی ہے۔ وہ اہل دانش وبینش پر مخفی نہیں مہاجرین اور انصار میں عقد مواخات قائم کر کے اوس اور خزرج میں صلح کرا کے اور یہودیوں کے ساتھ معاہدہ کر کے حضور نے مدینہ کے اندر ایک نئی قومیت کی بنیاد رکھ دی۔

کفار مکہ اب مدینہ پر چڑھائی کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں ادھر خدا نے بھی حضورؐ کو تلوار کے مقابلہ میں تلوار اٹھانے کی اجازت دے دی۔

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا

ایک محتاط سپہ سالار کی طرح حضورؐ کفار مکہ کی حرکات وسکنات کا جائزہ لیتے رہتے ہیں ایسے آدمی متعین ہیں جو کفار کی ریشہ دوانیوں اور ان کے ناپاک ارادوں سے حضورؐ کو مطلع کرتے رہتے ہیں۔

حزم واحتیاط :۔ ان تمام واقعات کا بیان کرنا یہاں

ممکن نہیں۔ مختصر یہ کہ اگر حضورؐ اس وقت حزم و احتیاط سے اور تدبر سے کام نہ لیتے تو غریب مسلمان کفار کے ایک ہی حملے سے تباہ و برباد ہو جاتے۔

غزوۂ بدر:۔ آخر مکہ والوں نے ایک ہزار کی مسلح جمعیت سے حملہ کر دیا حضورؐ نے اپنے مشورہ کیا۔ یہ جمہوریت کی بنیاد ہے جو حضورؐ نے دنیا میں رکھی سب نے کہا کہ ہم دل و جان سے مقابلے کے لئے تیار ہیں ہم جنگ میں اپنی جانیں لڑا دیں گے۔

مساوات:۔ ایک ہزار کی مسلح افواج کے مقابلہ میں حضورؐ صرف ۳۱۳ آدمی لے کر مدینہ سے باہر نکلے جن میں سے دو کے پاس تو گھوڑے تھے اور کسی قدر اونٹ تھے جس پر تین تین چار چار آدمی باری باری سوار ہوتے تھے۔ چنانچہ خود حضرت سرورِ کائنات ؐ کے پاس جو اونٹ تھا اس میں حضرت علیؓ اور حضرت زید بن حارثؓ آپ کے شریک تھے اور تینوں باری باری سوار ہوتے تھے صحابہ رضؓ نے عرض بھی کی کہ حضورؐ ہی اونٹ پر سوار رہیں ہم پیدل چلیں گے۔ مگر حضورؐ نے گوارا نہ فرمایا کہ اپنے آپ کو دوسروں پر تفوق دیں یا امتیاز قائم کریں۔ دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی چھوٹی سی جماعت کو وہ عظیم الشان فتح عنایت کی کہ دنیا کے مورخین حیران ہیں کہ یہ کیونکر ہو گیا۔ کہ ۳۱۳ کی بے سروسامان فوج ایک ہزار بہادر اور مسلح جنگجوؤں پر غالب آ گئی یہ خدا کی نصرت و تائید تھی اور خدا کا وعدہ تھا کہ وہ حضورؐ کو باوجود بے سروسامانی کے فتح عظیم دے گا۔

بزور کوشش افواج ہیچ حاجت نیست ترا کہ فتح مبیں شد بلاغِ قرآنی

اسیرانِ جنگ کے ساتھ حسنِ سلوک:۔

"قریش کے ۷۰ آدمی مارے گئے اور اسی قدر اسیر ہوئے۔ حضورؐ نے اسیرانِ جنگ کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی۔ ان اسیرانِ جنگ میں سے ایک کا بیان ہے کہ خدا مدینے والوں کا بھلا کرے کہ ان جوانمردوں نے ہمیں اپنے اونٹوں پر سوار کیا اور خود پیدل چلے۔ ہمیں گیہوں کی روٹی دی اور خود چند کھجوریں کھا کر گذارہ کیا۔"

درخواست دُعا

مکرم ماسٹر اصغر علی سیال صاحب .... کے ہم زلف عبدالحئی صاحب آف کوئٹہ لکھتے ہیں کہ وہ چند پریشانیوں میں مبتلا ہیں ان کے لئے سب احبابِ سلسلہ دعا فرمائیں۔ وہ ان دعاؤں کا اثر پہلے بھی دیکھ چکے ہیں ایک بار پھر درخواست کر رہے ہیں۔

نمازِ جنازہ غائبانہ

جیب الرحمن صاحب سکھارو شاہ (سندھ) کی والدہ صاحبہ فوت ہو گئی ہیں۔ ان کی درخواست ہے کہ جماعت نمازِ جنازہ غائبانہ پڑھے۔ مرحومہ عابدہ زاہدہ پابند صوم وصلوٰۃ اور احمدیت کی جیتی جاگتی تصویر تھیں۔ بیرونی جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

ضرورتِ رشتہ

۲۵ سالہ میٹرک پاس احمدی دوشیزہ کے لئے موزوں رشتہ درکار ہے۔ خط و کتابت ذیل کے پتہ پر کریں:۔

محمد اشرف چغتائی۔ مکان ۷ گلی ۲۱ متصل مسلم کمرشل بینک بالمقابل کارخانہ قالین۔ ساندہ روڈ۔ لاہور

رفاہِ عامہ کے سلسلہ میں ایک قابلِ تقلید ایثار اور تجاویز

مکرم پروفیسر جیب الرحمن صاحب ۴/۷۔ الف ماڈل ٹاؤن لاہور سے مکرم میاں فضل احمد صاحب کی خدمت میں لکھتے ہیں کہ:۔

مکرم جناب میاں صاحب صدر مقامی جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کی چٹھی محررہ ۸۲-۸-۱۵ ملی۔ ڈسپنسری کا اجرا ایک جہت ہی مفید اور دکھی انسانیت کی قابلِ قدر خدمت ہے۔ اسکو جتنا وسیع پیمانے پر اور کامیابی سے چلایا جائے قابلِ تحسین امر ہوگا۔ آپ نے لکھا ہے کہ طبی خدمات صرف ممبران کیلئے مختص ہیں مگر میری رائے میں خواہ کوئی ممبر ہو یا نہ ہو آپ سب احمدیوں کو ڈسپنسری سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیں۔ یہاں تک کہ غیر احمدی اور غیر مسلم حضرات کو بھی ڈسپنسری سے ادویات کی رقم وصول کر کے استفادہ کا موقع دیں۔ احمدیوں کے لئے ادویات کی فراہمی اور اپریشن وغیرہ مفت ہوں۔ فنڈز کو بڑھانے اور مضبوط کرنے کے لئے آپ مستقل طور پر ماہوار یا سالانہ چندوں کی وصولی کا اہتمام فرمائیں۔ ایسے چندوں کی ادائیگی صرف ڈسپنسری کے اخراجات کے لئے ہو۔

انجمن کے چندہ جات سے اس فنڈ کا تعلق نہ ہو۔ بلاشبہ حسابات ڈسپنسری انجمن کی نگرانی میں ہی آڈٹ ہوں لیکن یہ فنڈ انڈی پینڈنٹ ہو۔ ڈسپنسری کو آہستہ آہستہ ہسپتال کی صورت میں تبدیل کرنے کی بھی کوشش فرمائی جائے۔

صدر انجمن سے آپ ایک معقول رقم بطور سالانہ گرانٹ حاصل فرمائیں۔ جماعت سے جسقدر زیادہ رقوم حاصل ہو سکیں باعثِ اطمینان و انبساط ہوں گی۔

میں بطور عطیہ مبلغ -/۵۰ روپے ماہوار ڈسپنسری کو باقاعدہ دیتا رہوں گا۔ یہ عطیہ قبول فرمائیں۔

والسلام

جیب الرحمن

اخبارِ احمدیہ

* درخواستِ دعا:۔ جناب ماسٹر اصغر علی سیال صاحب بی اے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی درخواست پر بعد خطبہ جمعہ جناب نصیر احمد فاروقی صاحب اور دیگر حاضرین اور حاضرات نے جناب ڈپٹی محمد الرحمن صاحب سیکرٹری جماعت پنیادر کی صحت یابی اور جناب عبدالحئی صاحب آف کوئٹہ کی پریشانیوں کے ازالہ کیلئے دعا کی۔ مکرم ڈپٹی محمد الرحمن صاحب کی ایک حادثہ میں بائیں ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی ۲½ ماہ بعد پلستر کھلے گا۔ وہ سلسلہ کے تہجد گذار بزرگوں سے دعائے صحت کی درخواست کرتے ہیں۔
* سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جماعتہائے مغرب کے دورہ پر ہیں۔ حضرت موصوف کے اس تربیتی و تبلیغی و دینی دورہ کی کامیابی کے لئے احباب سلسلہ دعا فرماتے رہیں۔

باہتمام ریاض حسین الحیدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور — مورخہ یکم ستمبر ۱۹۸۲ء — جلد ۶۹ شمارہ ۳۵

برائے دفتر مقامی جماعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل ۸۳۸
تار کا پتہ ۔ تبلیغ
فون ۔ ۵۲۷۳۷

مدیر اعزازی
جلیل الرحمٰن

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید ۔ وپائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد
دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا

نائب مدیر
عبدالرؤف فکر

سالانہ چندہ
پاک وہند سے تیس روپے
بیرونی ممالک سے دو پونڈ (علاوہ محصول ڈاک)

جلد:- ۶۹ * یوم چہارشنبہ — ۸ ستمبر ۱۹۸۲ء — بمطابق — ۱۴۰۲ھ * شمارہ :- ۳۶

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے

یہ سلسلۂ بیعت محض برائے فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کیلئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کیلئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ بہ برکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں اور نہ ان نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ و نا اتفاقی کیوجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے ۔ اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے ۔ اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام تر کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر یک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے ۔ خدا نے ارادہ فرمایا ہے کہ محض اپنے فضل اور کرامت خاص سے اس عاجز کی دعاؤں اور اس ناچیز کی توجہ کو ان کی پاک استعدادوں کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھہراوے اور اس قدوس جلیل الذات نے مجھے جوش بخشا ہے تا میں ان طالبوں کی تربیت باطنی میں مصروف ہو جاؤں اور انکی آلودگی کے ازالہ کیلئے رات دن کوشش کرتا رہوں اور انکے لئے وہ نور مانگوں جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور بالطبع خدائے تعالیٰ کی راہوں سے محبت کرنے لگتا ہے اور ان کے لئے وہ روح قدس طلب کروں جو ربوبیت تامہ اور عبودیت خالصہ کے جوڑ سے پیدا ہوتی ہے اور اس روح خبیث کی تکفیر سے ان کی نجات چاہوں کہ نفس امارہ اور شیطان کے تعلق شدید سے جنم لیتی ہے سو میں بتوفیقہ تعالیٰ کاہل اور سست نہیں رہوں گا اور اپنے دوستوں کی اصلاح طلبی سے جنہوں نے اس سلسلہ میں داخل ہونا بصدق قدم اختیار کر لیا ہے غافل نہیں ہوں گا بلکہ ان کی زندگی کے لئے موت تک دریغ نہیں کروں گا ۔ جس کا اثر برقی مادہ کی طرح ان کے تمام وجود میں دوڑ جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان کیلئے کہ جو داخل سلسلہ ہو کر صبر سے منتظر رہیں گے ایسا ہی ہوگا ۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کیلئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا میں محبت الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلا وے سو یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہوگا اور وہ انہیں اپنی روح سے قوت دے گا اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزار ہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا ۔ اور اس کو نشوونما دے گا ۔ یہاں تک کہ انکی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کی چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے اور اسلامی برکات کیلئے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے ۔ وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر ایک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دیگا اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی اس رب جلیل نے یہی چاہا ہے وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے ۔ ہر یک طاقت اور قدرت اُسی کو ہے ۔ (ازالہ اوہام)

مبارکباد قبول ہو۔ اور یہ رشتہ ہر لحاظ سے منثر بہ ثمرات حسنہ ہو آمین۔ جماعت کے سیکرٹری محترم مولوی رشید صاحب کا کانونس

محترمہ صفیہ سعید علی صاحبہ، ناظمہ تنظیم خواتین احمدیہ

ولینصرن اللہ من ینصرہ

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے اکابر ۱۹۱۴ء میں ختم نبوت کے مسئلہ پر اختلاف کے باعث جماعت قادیان (حال ربوہ) سے علیحدہ ہوئے۔ اس وقت سے تادم تحریر وجاھدو فی اللہ حق جھادہٖ۔ ھو اجتبٰکم کے تحت اور زیر عنوان آیت شریفہ پر ایمان کامل رکھتے ہوئے یہ انجمن خدمت دین کے کاموں میں مصروف ہے۔ اور بہنیں بھی۔ دامے درمے سخنے شانہ بشانہ اس مبارک کام میں اپنے بھائیوں کا ہاتھ بٹا رہی ہیں۔

تنظیم خواتین احمدیہ کی ششماہی رپورٹ حاضر ہے۔

راقم الحروف نجی کام سے ۲۸ مارچ ۸۲ء کو لاہور سے ناٹنگھم (انگلینڈ) روانہ ہوئی لیکن اس عزم کے ساتھ کہ انگلستان میں مقیم احمدی بہنوں اور ہالینڈ کی خواتین سے رابطہ کی کوشش کرونگی۔ خط جہاں نصف ملاقات ہے ٹیلیفون ۳/۴ ملاقات ہے۔ مندرجہ ذیل فون ناٹنگھم کے قیام کے دوران موصول ہوئے جو رابطہ کا پہلا قدم تھا۔ محترمہ جمیلہ خاں اور نائب امام لندن مشن برادرم محمد انور صاحب کے سب سے پہلے فون موصول ہوئے۔ خیریت سے آگاہی ہوئی۔ چند دن بعد سرینام کے بھائی ایوب صاحب جو مرکز جماعت لاہور سے ہوتے ہوئے لندن آئے فون پر سرینام آنے اور کچھ عرصہ تک وہاں رہ کر بہنوں کے ساتھ مل کر کام کرنے کی دعوت دی۔ وعدہ کیا جب اللہ کو منظور ہوگا۔ حالات نے اجازت دی تو حاضر ہو جاؤں گی۔ ہالینڈ سے بھائی نبی بخش صاحب بہن فریدہ کے فون کئی مرتبہ آئے لیکن وہی بات کہ اللہ کو منظور نہ تھا۔ ویزا ملنے میں تاخیر ہوئی اور میری واپسی کا وقت آگیا۔

محترمہ جمیلہ خان صاحبہ صدر جماعت انگلستان نے ٹوٹنگ کے سنٹر میں ناسازگار حالات کے تحت بحالت مجبوری سعادت احمد چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ جو کہ اسم بامسمٰی ہیں کے دولت خانہ پر۔ تمام جماعت کو میری ملاقات کی درخواست پر مدعو کیا۔ اس میٹنگ میں عہدیداران جماعت دور دراز سے تشریف لائے۔ جن میں غیر از جماعت دو خاندان بھی تھے۔ میری تقریر کا موضوع احمدیت اور اسلام میں اس کی ضرورت تھا۔ تقریر کے بعد اپنی تنظیم خواتین لاہور کی کارکردگی کی رپورٹ پیش کی۔ نئے لندن مشن (احمدیہ ہاؤس) کی خریداری کے سلسلہ میں محترمہ بیگم ڈاکٹر زاہدہ عزیز صاحبہ نے اپنی طلائی چوڑیاں پیش کیں۔ جزاک اللہ اور کچھ بھائیوں نے پاکستان میں مقیم ذہین طلباء کو تعلیمی وظیفہ دینے پر غور کرنے کا وعدہ کیا۔

مئی میں جماعت ملتان کی دعوت پر چند ممبران مجلس منتظمہ رابطہ اجلاس کے لئے ملتان اور پھر بدوملہی تشریف لے گئیں مئی میں یوم وصال کے موقع پر مسجد دارالسلام میں جلسہ ہوا جس میں کثیر تعداد میں خواتین نے شمولیت کی۔

اسی دوران میں بیرونی ممالک سے بھی رابطہ کا سلسلہ جاری رہا۔ سرینام سے ہماری نہایت فعال بہن جمیلہ صبو دعلی جو وہاں کی تنظیم خواتین کی نائب صدر ہیں اُن کے خطوط اور عید کارڈ ملا۔ یہ سرینام کی واحد خاتون ہیں جو اردو میں خط لکھنے کی کوشش کرتی ہیں لکھتی ہیں پروگرام کے توسیع کے لئے رقم اکٹھی کرنے کے لئے انہوں نے اجتماع کیا ہے جسے وہ FUND RAISING کہتی ہیں۔ ۲۷۵ گلڈر چندہ خواتین نے اکٹھا کیا۔ پھر جامع مسجد پارماربو کے لئے اسی قسم کی تقریب میں ۲۱۲۴ گلڈر نقد اور ۱۵۰۰ کے وعدے ہوئے۔ ان کے بھائی فیروز صاحب کی شادی ہوئی۔ اور بیٹے کی منگنی کی تصویریں بھیجیں۔ برادرم رشید پیر خاں کا خط اور عید کارڈ ملا۔ ان کی بیٹی ڈاکٹر نیشا کی شادی دھوم دھام سے ہوئی ۲۰۰۰ افراد مدعو تھے۔ ہمارے یہ بھائی اللہ کے فضل سے دو ریڈیو اسٹیشن اور ایک بڑے DEPARTMENTAL STORE کے مالک ہیں۔ ہمارے بھائی بدلو صاحب جو جماعت کے خزانچی ہیں ان کی بیٹی کی بھی خیر و خوبی سے شادی ہوئی۔ ان کی خواہش کے مطابق میں نے یہاں سے دلہن کے لئے غرارہ سوٹ اور دیگر پاکستانی کپڑے بھیجے۔ ان سب کو تنظیم کی طرف سے

گیا۔ ان کی طرف سے احباب جماعت سے درخواست دعا ہے اسی دوران محترمہ سلیمہ شندلی خان صاحبہ مقیم ٹرینیڈاڈ۔ جو ہمارے بھائی عزیز احمد کی صاحبزادی ہیں ان کا عید کارڈ موصول ہوا ہمارے بزرگوں کے خاندانوں کے درمیان ایسا ہی رشتہ تھا۔ INVOLMENT ہر خوشی غمی میں شامل ہیں۔ کاش پھر ایسا ہو۔ تنظیم خواتین احمدیہ کے رابطہ پروگرام کا یہی مقصد تھا۔

۱۸۔ اگست مسجد دارالسلام میں تنظیم خواتین احمدیہ کی مجلس منتظمہ کا اجلاس ہوا جس کی کارروائی حاضر خدمت ہے ایجنڈا پر سرفہرست طالبات کے وظائف کا پروگرام تھا۔ ایک بہاولپور۔ ایک فیصل آباد۔ ایک احمدیہ بلڈنگس لاہور کی بچی کی درخواست پر وظیفہ تعلیمی سال کے لئے منظور ہوا۔ ہماری ننھی مجاہدہ ساجدہ رحمٰن جنہوں نے میٹرک میں ۶۸۱ نمبر حاصل کئے ہیں۔ انہیں اعزازی وظیفہ ۷۵ روپے ماہوار دیا گیا۔ مندرجہ ذیل بہنوں نے ایک تعلیمی سال کیلئے ۵۰ روپے ماہوار وظیفہ دینا منظور کیا۔ بیگم طاہرہ فضل احمد بیگم خدیجہ منصور اور راقم الحروف۔ اس سال اللہ کے فضل سے ہماری چار بچیوں نے M.B.B.S کا امتحان پاس کیا۔ ایک بچی حضرت امیر کی نواسی۔ دوسری حضرت امیر مرحوم مولانا صدر الدین کی نواسی۔ ایک بچی ڈاکٹر غلام محمد مرحوم کی پوتی اور دوسری نواسی۔ ان کے اعزاز میں عصرانہ تجویز ہوا اور ایک سیٹ اسلام پر کتب کا بطور تحفہ،

ہماری تنظیم ضرورت مند اور مستحق بچے اور بچیوں کی شادی پر ۵۰۰ روپے نقد اور کپڑے ظروف وغیرہ ان کی ضرورت اور خواہش کے مطابق پیش کرتی ہے اس دفعہ مسلم ٹاؤن کے ہمارے ایک کارکن کی بیٹی اور بیٹے کی شادی پر ایک ہزار نقد کچھ رقم ممبران منتظمہ سے اس کے علاوہ اور دو جوڑے کپڑے دینے منظور ہوئے رشتوں کے متعلق موصول ہونے والے خطوط پر غور ہوا۔ ستمبر کے ماہ میں کراچی کی بہنوں کی دعوت پر مع راقم الحروف اور ایک ممبر منتظمہ انشاء اللہ جائیگی اور دسمبر کے آخر میں پشاور بھی۔ مولانا محمد علی ڈسپنسری کے لئے ۱۵۰ روپیہ ماہوار تنظیم کے فنڈ سے انشاء اللہ آئندہ ماہ سے دیا جائیگا۔ دعا کریں کہ ہم سب کو اللہ تعالیٰ دین کی خدمت کا موقع عطا کرے آمین۔

از قلم :- مکرم میاں نصیر احمد فاروقی

درسِ قرآن ـ سبق نمبر (۲)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ـ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مٰلِکِ
یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ
عَلَیْھِمْ ۝ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝ آمین

یہ مشہور سورۃ فاتحہ ہے جسے ہر مُسلمان زبانی جانتا ہے اور نماز کی ہر رکعت میں پڑھتا ہے ۔ اس کے علاوہ قرآنِ پاک کو شروع کرتے ہوئے بھی اس سورت کا پڑھا جانا لازمی ہے ۔ دوسرے موقعوں پر بھی پڑھی جاتی ہے ۔ اور اسی لئے میں نے اس کا درس دینا مناسب بلکہ ضروری سمجھا ۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مجھے دو چیزیں دی گئی ہیں جو کسی اور نبی کو نہیں دی گئیں ۔ ایک تو سورۃ فاتحہ اور دوسرے سورۃ البقرۃ کا آخری رکوع ۔ اور حضورؐ نے سچ فرمایا کیونکہ یہ دونوں حصے علم و معرفت اور ہدایت کے سمندر اپنے اندر رکھتے ہیں ۔ میں ان سمندروں کی گہرائیوں میں تو نہیں جاؤں گا کیونکہ مجھ سے یہ فرمائش کی گئی تھی کہ یہ سلسلہ درس عام فہم ہو ۔ مگر لازمًا مجھے ان دونوں رکوعوں کے خصوصًا سورۃ فاتحہ کے درس میں ذرا تفصیل سے جانا ہوگا ۔ ورنہ میں اس عظیم الشّان سورت کا حق نہ ادا کروں گا ۔ سورۃ فاتحہ کے اندر جو علم ، معرفت اور ہدایت کی موٹی موٹی باتیں ہیں ان کا جاننا اس لئے بھی ضروری ہے کہ یہ سُورت ہر مُسلمان دن رات پڑھتا ہے ۔ اور رسول اللہ صلعم نے نہ صرف یہ فرمایا کہ کسی اور نبی کو سورۃ فاتحہ جیسی عظیم الشّان وحی نہیں دی گئی بلکہ حضورؐ نے سورۃ فاتحہ کو اُمّ الکتٰب بھی فرمایا یعنے قرآنِ حکیم کا خلاصہ ۔ تو اس سے اندازہ لگا لیجئے کہ اسے سمجھنا کس قدر ضروری ہے ۔ اس کے علاوہ جیسا کہ میں اس سورت کے درس کے آخیر میں عرض کروں گا یہ سورت جو دُعا کی شکل میں ہے صرف قرآنِ حکیم کی ابتداء کے طور پر ہی لاجواب نہیں بلکہ انسان کی زندگی کی ہر مشکل میں اس سے بہتر دُعا نہیں ہو سکتی ۔ اس لئے بھی اس سورت کے وسیع اور جامع مضمون کو سمجھنا ضروری ہے ۔

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ۔ اس کی تشریح میں پچھلے درس میں کر چکا ہوں ۔ جن لوگوں نے وہ درس نہیں سُنا یا پڑھا اُن کے فائدہ کے لئے مختصرًا عرض کردوں کہ بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم جب قرآنِ مجید کی کسی سورت کے شروع میں آتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سورت جو اپنے اندر ایک علیحدہ مضمون رکھتی ہے اُس اللہ کی طرف سے آتی ہے جس کے رحم نے جہاں تمام مخلوق خصوصًا انسان کو اپنی جسمانی زندگی اور ترقی کے لئے تمام ضروری سامان مہیّا کئے ہیں ۔ وہاں انسان کی ابدی زندگی کے لئے رُوح جیسی غیر معمولی اور اعلیٰ نعمت جو ہمیشہ رہنے والی ہے بھی عطا فرمائی اور انسان کی اس ابدی روحانی زندگی ، نشو و نما اور ترقیات کے لئے اس قرآن کو نازل فرمایا ۔ یہ سب مضمون تو لفظ الرّحمٰن میں آگیا ۔ اور الرّحیم میں یہ مضمون ہے کہ اگر پڑھنے والا قرآن پر عمل کرے گا تو وُہ روحانی اور اخلاقی ترقیات کرے گا اور دنیا اور آخرت کے سکھ کو پائے گا جو انسان کے لئے خاص انعام ہے ۔ اور بسم اللہ کے حرف "ب" کے دوسرے معنی یہ ہیں جو پڑھنے والے کے حسبِ حال ہیں کہ میں شروع کرتا ہوں اور مدد مانگتا ہوں اُس (اللہ) کے نام سے جس کی رحمانیت نے یہ قرآن اُتارا اور اس کی رحیمیت مجھے وہ علم اور فہمِ قرآن عطا فرمائے اور اس پر عمل کی توفیق دے جس سے میں اُن اعلیٰ مقاصد کو پا سکوں جن کے لئے اُس رحمان ذات نے یہ قرآن اُتارا ۔ اب میں سورۃ فاتحہ کی طرف آتا ہوں ۔ اس سورت کو قرآنِ مجید اور احادیثِ نبویؐ میں مختلف ناموں سے پکارا گیا ہے مگر ان سب میں مشہور نام الفاتحہ یا فاتحۃ الکتاب ہی ہے ۔ فاتحۃ کے معنے کھولنے والی کے ہیں ۔ کھولنے سے مراد صرف یہ نہیں کہ اس سورت سے قرآنِ حکیم کی ابتداء ہوتی ہے بلکہ سات آیات کی اس مختصر سورت نے جو علم اور معرفت کو اور ہدایت کی راہ کو دنیا پہ کھولا ہے اس کی نظیر نہ اس سے پہلے تھی ، نہ کبھی ہوگی ۔ اس سورت کی تفسیر پر کتابیں لکھی گئی ہیں مگر اس کے علوم ، معرفت اور ہدایت کے خزانے ختم ہونے میں نہیں آتے ۔ مختصرًا چند اہم باتوں کا ذکر کرتا ہوں تاکہ آپ کو کچھ اندازہ ہو سکے ۔ مثلاً یہ کہ اس عظیم الشّان کائنات کو جس کا ایک ، ایک ذرّہ یعنے ایٹم بھی عجائبات سے پُر ہے کس نے پیدا کیا ؟ لازمًا انسان جاننا چاہتا ہے کہ وہ کون ہے اور کیا ہے ؟ یعنے اُس ذات کے نام اور صفات کو جاننا چاہے گا ۔ پھر سوال اُٹھتا ہے کہ کیا اس زبردست کائنات کو پیدا کرنے والا کوئی اور تھا اور چلانے والا کوئی اور ہے یا دونوں کام ایک ہی ذات کر رہی ہے ؟ اُس ذاتِ پاک نے اس دنیا کو اور اس کی تمام مخلوقات کو کیوں پیدا کیا ۔ ؟ اس کائنات میں انسان کی پوزیشن کیا ہے ؟ اللہ تعالےٰ اور انسان کا کیا تعلق ہے ؟ انسان کی پیدائش کا مقصد کیا ہے ؟ اس مقصد کو پانے کے لئے کیا سامان ہیں ؟ انسان کو خود کیا کرنا چاہیئے تاکہ وہ جس مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے اُسے پا سکے ؟ دنیا میں مختلف لوگ یا قومیں اپنی ، اپنی راہ پر چل رہی ہیں ۔ ہر شخص کہتا ہے کہ اس کی راہ یا اس کا خیال ٹھیک ہے ۔ تو پھر ان مختلف راستوں میں سے سیدھا راستہ کون سا ہے ؟ کیسے پتہ لگے کہ وہ راستہ ہی صحیح راستہ ہے ؟ کیا اس راستہ پر چل کر کسی نے اپنی زندگی کے مقصد کو پا لیا ؟ اگر اس راستہ کو نہ اختیار کیا جائے تو اس کا انجام کیا ہے ؟ آخر قرآن سے پہلے بھی تو الہامی کتابیں تھیں اور بعض قوموں میں تو آج کسی الہامی کتاب کا پتہ نہیں چلتا اور لوگ اپنی اپنی راہیں اختیار کئے ہوئے ہیں ۔ تو ان راہوں کا کیا بُرا انجام ہے ؟ اِن اہم رازوں پر سے اس مختصر مگر جامع

سورت نے پردہ اٹھایا ہے جو کہ کوئی انسان نہیں اٹھا سکتا تھا جیسا کہ آپ خود اندازہ لگا لیں گے۔

الحمد للہ رب العلمین یعنے تمام تعریفیں ہیں اللہ کے لئے جو تمام جہانوں، تمام مخلوقات، تمام قوموں کا رب ہے۔ اللہ تو ذاتی نام ہے جیسا کہ میں پہلے بتا آیا ہوں جب میں نے بسم اللہ کی تفسیر کی تھی۔ کسی الہامی کتاب کا سب میں پہلا فرض یہ ہے کہ وہ بتائے کہ اس کا نازل کرنے والا کون ہے اور اس نے کیوں وہ کتاب نازل فرمائی ہے سو قرآنِ کریم ہی وہ واحد الہامی کتاب ہے جس نے قرآن کے شروع میں ہی فرما دیا یعنے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے الفاظ میں کہ یہ قرآن جس ذات کی طرف سے آتا ہے اس کا نام اللہ ہے اور اس کے رحم کے جوش نے جہاں انسان کو پیدا کیا وہاں اس کی راہنمائی کے لئے یہ کتاب نازل فرمائی۔ اور اگر انسان اس کی ہدایت پر عمل کرے گا تو اللہ تعالےٰ کی رحیمیت جوش میں آکر اس دنیا اور آخرت کی ہمیشہ کی زندگی میں ایسے انسان پر کبھی نہ ختم ہونے والی نعمتیں عطا فرمائے گی جن میں سب سے بڑی نعمت وہ ہے جس کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا اور جس کا ذکر بعد میں آئیگا۔

دُنیا کے موجودہ حالات سے واقف لوگ جانتے ہیں کہ کمیونزم یعنے اشتراکیت نے ایک طرف اور مادہ پرستی نے دوسری طرف دنیا میں دہریت کو عام کر دیا ہے۔ جب لوگ خدا ہی کو مانتے نہیں تو وہ خدا کے کتاب کو نازل کرنے کو کہاں مانیں گے؟ اس سوال کا جواب میں انشاء اللہ سورۃ فاتحہ کے شروع کے الفاظ الحمد للہ رب العلمین سے ہی دوں گا۔ مگر اس سے پہلے میں اتنا عرض کر دوں کہ خُدا کی ہستی تمام مذاہب کی بنیاد ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اور ان کے علاوہ لاکھوں کروڑوں اولیاء اللہ اور صالح لوگ جن کی صداقت اور ایمانداری مسلّم تھی اور ہے اور پھر تمام الہامی کتابوں کی گواہی ایسی زبردست صداقت ہے کہ اس کا انکار کرنا عقلمند کا کام نہیں۔ عدالتیں تو بڑے سے بڑے جھگڑے کا فیصلہ ایک سچ بولنے والے کی گواہی پر کر دیتی ہیں یہاں تو لاکھوں، کروڑوں راستبازوں کی شہادت موجود ہے کہ خدا ہے جس کو انہوں نے پا لیا اور ان کی صداقت کا مزید ثبوت یہ ہے کہ ان کی کامل فرمانبرداری کرنے والے بھی خدا کو پا لیتے رہے۔

پھر ہر انسان کی عقل اگر وہ اُسے استعمال کرے تو اسے بتاتی ہے کہ یہ عظیم الشان اور عجیب وغریب کائنات جس کا ایک ایک ذرہ یعنے ایٹم اپنے خالق کی ہستی پر گواہی دے رہا ہے خدا کی ہستی کو روزِ روشن کی طرح دکھا رہا ہے۔ اسی لئے سائنس جس نے شروع میں دہریت اختیار کی تھی اب یہ ماننے پر مجبور ہے کہ اس کائنات کا خدا ہے اور وُہ ایک ہے کیونکہ تمام کائنات ایک ہی جنس سے بنی ہے اور ایک ہی قانون کے ماتحت کام کر رہی ہے۔ بالآخر انسان کی اپنی فطرت میں خدا کی ہستی پر گواہی موجود ہے۔ ہر انسان یہاں تک کہ ایک دہریہ بھی مصیبت اور مشکلات میں بے اختیار خدا کو پکار اُٹھتا ہے۔

تو پھر خدا کی ہستی سے انکار کیوں اس زمانہ میں عام ہو گیا ہے؟ اس کا جواب میں انشاء اللہ سورۃ فاتحہ کے ابتدائی الفاظ سے ہی اگلے درس میں دوں گا۔ کیونکہ میرا مقررہ وقت ختم ہو گیا ہے۔ وما توفیقی الاّ باللہ العلیّ العظیم

* * *

فرقان خدا نما ہے خُدا کا کلام ہے

ہے شُکرِ ربِّ عزّ وجل خارج از بیاں
جس کے کلام سے ہمیں اس کا مِلا نشاں
وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اِس کتاب میں
ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں
اس سے ہمارا پاک دل و سینہ ہوگیا
وہ اپنے منہ کا آپ ہی آئینہ ہوگیا
اس نے درختِ دل کو معارف کا پھل دیا
ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دل بدل دیا
اس سے خُدا کا چہرہ نمودار ہوگیا
شیطان کا مکر و وسوسہ بے کار ہوگیا
وہ رہ جو ذاتِ عزّ وجل کو دکھاتی ہے
وہ رہ جو دل کو پاک و مطہر بناتی ہے
وہ رہ جو یارِ گم شُدہ کو کھینچ لاتی ہے
وہ رہ جو جامِ پاک یقین کا پلاتی ہے
وہ رہ جو اُس کے ہونے پہ محکم دلیل ہے
وہ رہ جو اس کے پانے کی کامل سبیل ہے
اس نے ہر ایک کو وہی رستہ دکھا دیا
جتنے شکوک وشبہ تھے سب کو مٹا دیا
افسردگی جو سینوں میں تھی دور ہوگئی
ظلمت جو تھی دلوں میں وہ سب نُور ہوگئی
جو دُور تھا خزاں کا وہ بدلا بہار سے
چلنے لگی نسیم عنایاتِ یار سے
جاڑے کی رُت ظہور سے اس کے پلٹ گئی
عشقِ خُدا کی آگ ہر اک دل میں اَٹ گئی
جتنے درخت زندہ تھے وہ سب ہوئے ہرے
پھل اس قدر پڑا کہ وہ میووں سے لد گئے

فرقاں خُدا نما ہے خُدا کا کلام ہے،
بے اس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے،

(کلام حضرت امام الزماں)

* * *

سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا تربیتی کلاس سے خطاب

نوٹ :- عازم انگلستان ہونے سے قبل بروز ہفتہ مورخہ ۴/۸/۸۲ء کو جامع دارالسلام میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے شرکاءِ تربیتی کلاس سے جو خطاب فرمایا اس کی مفصل رپورٹ بغرض استفادہ قارئین کرام درج ذیل ہے۔ (ادارہ)

آپ نے سورۃ الفتح کی آیات ۲۸ - ۲۹ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ...... و مثلھم فی التوراۃ والانجیل تک تلاوت کے بعد فرمایا:-

مجھے یہ حکم ملا ہے کہ میں آپ کے سامنے حضرت اقدس کی زندگی کے آخری ایام اور حضرت مولانا نورالدینؓ کے زمانہ مبارک کے وہ حالات بیان کروں جو ذاتی طور پر میرے اپنے مشاہدہ میں آئے ہیں۔

سورۃ الفتح کی جو آیات ابھی میں نے پڑھی ہیں اس کی پہلی آیت میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا رسولؐ اس غرض کے لئے بھیجا ہے کہ وہ دینِ اسلام کو سب دوسرے دینوں پر غالب کر کے دکھائے اور اس سے اگلی آیت میں آنحضرت صلعم اور آپ کے پاک ساتھیوں کی زندگیوں کا ایک نقشہ ہمارے سامنے کھینچا ہے۔ یہ بہت ہی پیارا اور بہت خوبصورت نقشہ ہے میں اس وقت اگر اس کی تفصیل بیان کرنے لگوں تو اپنے موضوع سے ہٹ کر بہت دور چلا جاؤں گا۔ لیکن اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اپنے مخالفین کے مقابلے میں تو بہت سخت ہیں مگر آپس میں بڑے رحیم کریم ہیں۔ تو ان کو رکوع و سجود میں گرے ہوئے دیکھے گا اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کا مولا ان سے راضی ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا فضل ان پر ہو جائے۔ وہ حق کی خاطر اپنی جان کی بازی لگانے پر ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ ان کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان ہیں۔ ان کی یہ مثال ہمیں توریت میں بھی ملتی ہے اور انجیل میں بھی۔ لیکن ہمیں یہ مثال اس زمانہ میں قادیان میں حضرت اقدس اور آپ کے پاک ساتھیوں میں بھی نظر آئی اور آپ کے بعد حضرت مولانا نورالدینؓ کے زمانہ میں بھی اس کا اثر باقی رہا۔ اس قسم کے پاک لوگوں کی صحبت میں ایک خاص قسم کا روحانی سرور پیدا ہوتا ہے۔ ان کی مجلس میں چھوٹا۔ بڑا۔ امیر غریب۔ دوست دشمن اور اپنا پرایا جو بھی جائے اثر لئے بغیر واپس نہیں آتا۔

آج صبح جب میں اٹھا تو میرا خیال تھا کہ میں آپ کے سامنے حضرت صاحب کی سیرت بیان کروں گا اسے آپ اتفاق کہہ لیں یا تصرفِ الٰہی کہ میرا سبق بھی یہی تھا۔ جو میں نے آپ کے سامنے پڑھا ہے۔ اور اس کا خلاصہ آپ کے سامنے بیان کیا ہے۔ اسی کی جھلک آپ کو حضرت صاحب کے ان اشعار میں نظر آئے گی چونکہ میرے دل و دماغ پر ان پاک سیرت لوگوں کی مجلسوں کا ایک گہرا اثر اور نقش ہے اس لئے جب ان کی یاد آتی ہے تو میں رو پڑتا ہوں۔ یہ میرے اختیار کی بات نہیں۔ آج صبح بھی میں بہت رویا اور ہو سکتا ہے کہ اب بھی رو پڑوں اس کے لئے آپ مجھے معاف فرمائیں گے۔

آپ کی ایک لمبی فارسی نظم کے وہ پانچ اشعار یہ ہیں۔

(۱) اے خدا اے چارہ آزارِ ما
اے علاج گریہ ہائے زارِ ما

ترجمہ :- اے میرے خدا تو ہی میرے دکھ کا علاج ہے میں جس درد کے لئے تیرے سامنے زار و قطار روتا ہوں تو ہی اس کا درماں ہے۔

(۲) ہر کہ عشقت در دل و جانش فتد
ناگہاں جانے در ایمانش فتد

ترجمہ :- جس کے دل و جان میں تیرا عشق سما جائے تو اچانک اس کا جسم نورِ ایمان سے چمک اٹھتا ہے۔

(۳) عشق تو گردد عیاں بر روئے او
بوئے تو آید ز بام و کوئے او

ترجمہ :- تیرا عشق اس چہرے سے ظاہر ہونے لگتا ہے اور اس کے در و دیوار سے تیری ہی خوشبو آنے لگتی ہے۔

(۴) خاک را در یک دمے چیزے کنی
کز ظہورش خلق گیرد روشنی

ترجمہ :- مٹی کو تو ایک لمحہ میں ایسی چیز بنا دیتا ہے کہ دنیا اس کے ظہور سے روشنی حاصل کرنے لگتی ہے۔

(۵) ہر کسے چوں مہربانی مے کنی
از زمینی آسمانی مے کنی

ترجمہ :- جب تو کسی پر مہربان ہوتا ہے تو اسے زمینی انسان سے آسمانی انسان بنا دیتا ہے (جب حضرت امیر یہ شعر سنا رہے تھے تو واقعی آبدیدہ تھے)

اس زمانے کے قادیان کا یہ ماحول تھا جہاں کے در و دیوار سے عشقِ الٰہی کی بدولت پیدا ہونے والی خوشبو آتی تھی۔ وہاں زمین کے کیڑے نہیں آسمانِ روحانیت پر پرواز کرنے والے انسان بستے تھے۔ خدا پر ایمان اور یقین کا نور ان کے چہروں سے ٹپکتا تھا۔ مجھ پر میرے شفیق والدین کے احسان کی وجہ سے اس ماحول کی ہلکی سی جھلک مجھے بھی دیکھنی نصیب ہوئی۔ میرا بچپن کا زمانہ تھا۔ اس زمانے میں بچے اپنے ماں باپ کے بہت قریب ہوتے تھے۔ آجکل جو نسلی خلاء پیدا ہو چکا ہے وہ اس زمانہ میں نہیں تھا۔ بچے اپنے ماں باپ کا حکم ماننا اپنے لئے سعادت مندی خیال کرتے تھے میرے والد جب قادیان جانے لگے تو مجھے بھی اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ میں فوراً تیار ہو گیا۔ شاید اللہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ میں بھی اس آسمانی انسان کو اس کی زندگی کے آخری ایام میں جی بھر کر دیکھ سکوں۔ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا احسان ہوا کہ مجھے قادیان میں اس مکان میں رہنے اور آنے جانے کا موقع ملا جس میں حضرت اقدس رہتے تھے۔ میں نے جی بھر کر آپ کو دیکھا۔ مجھے آپ کے ہاں آنے جانے کی آزادی تھی۔ جب چاہتا چلا جاتا۔ میں نے دیکھا کہ آپ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور بچوں کو بھی اپنے ساتھ کھانا کھلاتے تھے خواہ وہ بچے کسی کے ہوں۔ وہاں کوئی تکلف والی بات ہی نہ تھی۔ آپ دالان میں چل پھر کر لکھا کرتے تھے۔ آمنے سامنے کی دو دیواروں میں طاقچے تھے اور ہر ایک طاقچے میں سیاہی کی دوات رکھی ہوتی تھی۔ ہاتھ میں کاغذ اور قلم ہوتا۔ لکھتے لکھتے جب ایک دیوار کے قریب پہنچتے تو وہاں طاقچے میں رکھی ہوئی دوات میں سے قلم ڈبو لیتے اور جب دوسری کے قریب جاتے تو

وہاں سے سیاہی لے لیتے۔ اسی طرح چلتے پھرتے صفحات کے صفحات لکھ ڈالتے۔ یہ ان کی زندگی کا معمول تھا۔ آپ کے مکان کے ساتھ ملحق ایک مسجد تھی جس کا نام "مسجد مبارک تھا"، گھر اور مسجد کی درمیانی دیوار میں ایک کھڑکی تھی جو آپ کے مکان میں کھلتی تھی۔ حضرت صاحب اس کھڑکی میں سے مسجد میں تشریف لاتے۔

کھڑکی کے پیچھے ایک کمرہ تھا جو ذرا نیچے تھا اس لئے کھڑکی کے پیچھے ایک کرسی رکھی ہوئی تھی جس پر چڑھ کر حضرت صاحب مسجد میں داخل ہوتے تھے۔ آپ کی زیارت کے مشتاق ظہر، عصر اور مغرب کی نمازوں کے وقت کھڑکی پر نظریں جمائے رہتے تھے کہ کب کھڑکی کھلے، حضرت صاحب تشریف لائیں اور وہ جی بھر کر آپ کو دیکھیں۔ میں ان اوقات میں کھڑکی سے لگ کر بیٹھا رہتا اور جب آپ داخل ہوتے تو میں آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیتا اور کبھی کبھی آپ کے کپڑوں کو پکڑ کر ساتھ ساتھ چلتا جاتا کہتے ہیں کپڑوں سے برکت ملتی ہے۔ آپ سے ہاتھ ملانے کو لوگ اپنے لئے بہت بڑا فخر سمجھتے تھے۔ لوگ پہلی صف میں بیٹھنے کی کوشش کرتے تھے۔ میں عموماً آپ کے ساتھ ہی بیٹھ جاتا تھا نماز کی امامت بھی آپ ہی کرتے تھے۔ نماز کے بعد آپ تھوڑی دیر بیٹھ جاتے۔ خصوصاً مغرب کی نماز کے بعد کچھ لوگ آپ کے پاؤں بھی دابتے۔ آپ کسی کو ایسا کرنے سے منع نہیں فرماتے تھے۔ میں چھوٹا سا تھا میں بھی اس میں شریک ہو جاتا تھا۔ آپ اس دوران میں کچھ باتیں بھی کیا کرتے تھے لیکن وہ مجھے یاد نہیں۔ البتہ مفتی محمد صادق صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب جو دونوں اخبارات کے ایڈیٹر تھے ہر وقت آپ کے ساتھ رہتے اور جو بات بھی آپ کے منہ سے نکلتی اُسے لکھ لیتے اور اپنے اپنے اخبار میں دوسروں کے فائدہ کے لئے شائع کر دیتے۔ بہت سی باتیں جو میں آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں ان میں سے اکثر میری اپنی چشم دید ہیں اور ان میں سے بعض ایسی ہیں جن کا تذکرہ بار بار ہوتا رہا ہے۔ اس لئے ان کے متعلق بھی میرے ذہن میں ایک نقشہ موجود ہے۔

حضرت صاحب کی مجلس اتنی پیاری ہوتی تھی کہ لوگ اس کا بار بار ذکر کرتے تھے۔ میرے والد بھی اس مجلس میں شریک ہوتے تھے۔ میں ان سے بھی سنتا رہتا تھا اس لئے میں جو کچھ بیان کر رہا ہوں وہ حقیقت ہے کوئی خیالی کہانی یا افسانہ نہیں۔ بہرحال یہ آپ کے شب و روز تھے

صبح کی نماز کے بعد آپ سیر کے لئے جاتے تھے اور آپ کے ساتھ لوگوں کا ایک جم غفیر ہوتا تھا۔ آپ بہت دور تک سیر کے لئے جاتے تھے۔ مجھے بھی کبھی کبھی آپ کے ساتھ سیر کے لئے جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ وہ گرد و غبار کا علاقہ ہے سیر کے وقت لوگوں کے چلنے کی وجہ سے بہت گرد و غبار اڑتا ہے۔ لیکن اس گرد میں بھی لوگ چلتے ہی جاتے تھے۔ ساتھ ساتھ حضور باتیں بھی کرتے جاتے تھے لیکن وہ مجھے یاد نہیں۔ آپ کی زندگی کے باقی جو حالات ہیں وہ آپ نے کتابوں میں پڑھے اور اپنے بزرگوں سے سنے بھی ہوں گے لیکن میں آپ سے ایک نہایت قیمتی اور پُراز معلومات کتاب "مجدد اعظم" پڑھنے کی سفارش کرتا ہوں۔ آپ میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ اس کتاب کو پڑھے کیونکہ اس کے پڑھ لینے کے بعد اس آسمانی انسان کی زندگی کا ہر لمحہ ہماری نظروں کے سامنے سے ایک مسلسل فلم کی طرح گذر جاتا ہے۔ اور اُن کی عظمت اور صداقت کا قائل ہوئے بغیر کوئی چارہ نہیں رہتا یہ اس قدر مکمل اور دلچسپ کتاب ہے کہ اس میں تمام باتوں، اعتراضات اور مسائل پر مدلل اور سیر کن بحث کی گئی ہے۔ اسے ایک بار پڑھ لینے کے بعد بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ ہماری جماعت کے ہر آدمی کا یہ فرض ہے کہ اسے ایک بار ضرور پڑھے تاکہ اسے تحریک احمدیت کے پس منظر اس کی اغراض و مقاصد، افادیت اور دین اسلام کے لئے اس کی خدمات سے واقفیت حاصل ہو جائے اور اس زمانے میں لاانتہا مشکلات اور مخالفت کے باوجود حضرت صاحب کے لائے ہوئے انقلاب پر یقین پیدا ہو جائے۔ اور یہ بھی علم ہو جائے کہ ہم کس مقصد کے لئے زندہ ہیں اور دنیا ہماری کیوں مخالف ہے۔ اس کی قیمت میں رعایت کے لئے بھی میں سفارش کروں گا تاکہ ہر شخص اسے خرید سکے۔

اپنے دوستوں سے آپ کے تعلقات بڑے پیار اور محبت کے تھے۔ وہاں پیری مریدی والی کوئی بات ہی نہ تھی آپ ہمیشہ اپنے دوستوں کو بار بار قادیان آنے کی ترغیب دیتے رہتے تھے اور جو ایک بار وہاں چلا جائے اُسے واپس جانے کی اجازت بڑی مشکل سے ملتی تھی۔ وہ مہمانوں کو اپنے پاس رکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔ آپ سمجھتے تھے کہ جو بات انہیں یہاں مل سکتی ہے وہ کہیں اور نہیں مل سکتی۔ باہر دین کا فہم نہیں دنیا کے دھندے ہیں اور خدا سے غفلت ہے۔

ایک دو دفعہ جب کسی نے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا بس آپ جا رہے ہیں۔ فصل کا موقعہ تو نہیں ہے پھر کیوں جاتے ہیں؟ جانے والے نے کہا کہ مجھے یہاں آئے ہوئے تین ماہ ہو گئے ہیں۔ ایک بار میرے والد نے آپ سے واپس جانے کے لئے تحریراً اجازت چاہی کہ میں کل جا رہا ہوں۔ مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں اگر آپ کو فرصت ہو تو میں آپ کے سامنے عرض کروں۔ یا اجازت ہو تو لکھ کر بھیج دوں۔ آپ نے اس تحریر کے نیچے اپنے قلم سے لکھا کہ مجھے آج نزلہ کی شکایت ہے بہتر ہوگا کہ آپ لکھ کر بھیج دیں۔ آپ کی یہ تعلیم ہمارے لئے نمونہ ہے۔

ہمارا ایک کاشتکار رشتہ دار وہ بھی قادیان جانے والے قافلے میں شامل تھا وہ وہاں سخت بیمار ہو گیا۔ میرے والد نے آپ کو لکھا کہ وہ شخص نزع کی حالت میں ہے۔ آپ دعا فرمائیں اور اگر قضا و قدر کا فیصلہ ہو چکا ہے تو اس کے خاتمہ بالخیر کی دعا فرمائیں۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ دعا تو میں نے کی ہے مگر قضا و قدر تو اپنا کام کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ بالخیر کرے۔

چنانچہ وہ قادیان میں ہی فوت ہو گیا۔ اور حضرت صاحب کی اجازت سے بہشتی مقبرہ میں دفن ہوا۔ حضرت مولانا نورالدین نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ یہ قادیان کے وہ ایام تھے جب وہاں برکت ہی برکت تھی۔ وہاں اللہ تعالیٰ کے نشانات نظر آتے تھے۔ آپ نے آپ کو جھوٹا کہنے والوں کو چیلنج کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

اے منکر گر بیائی سوئے ما + واز وفا رخت افگنی در کوئے ما

واز سر صدق و صداقت بگذری + روزگارے در حضور ما بری

عالمے بینی ز ربانی نشاں + سوئے رحمٰن خلق و عالم را کشاں

ترجمہ:۔ اے مجھے جھوٹا کہنے والے اگر تو میری طرف آئے اور وفاداری کے ساتھ اپنا سامان میرے کوچے میں رکھ دے۔ صدق و صداقت کے ساتھ اپنے دن میرے سامنے گزارے تو تجھے ربانی نشانوں کا ایک عالم نظر آئیگا اور تو خلق اور عالم کو اللہ تعالیٰ کی طرف کشاں کشاں آتے ہوئے دیکھے گا۔ یہ نشان انہی لوگوں نے دیکھے

جنہیں اللہ تعالٰے نے بصارت کے ساتھ ساتھ بصیرت بھی عطا کی تھی۔

آپ نے اپنے مخالفین۔ مکفرین اور مکذبین کو بار بار یہ دعوت دی کہ میرے پاس آؤ اور میرے پاس رہو۔ جو آپ کے پاس گئے اور وہاں رہے پھر انہوں نے وہاں سے واپس جانے کا نام نہ لیا۔ یہ بہت ہی خوشگوار اور برکتوں کا زمانہ تھا جو ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء تک چلتا رہا۔

مجھے حضرت صاحب کی وفات یاد نہیں۔ میں چھوٹا تھا مگر میں نے اپنے بزرگوں کو دیکھا اور سنا کہ انہیں آپ کی وفات سے کتنا شدید صدمہ ہوا۔ جیسے ان کی زندگی کی متاعِ بے بہا لٹ گئی ہو اور وہ بےکس و بے سہارا رہ گئے ہوں۔ میرے چچا بڑے رقیق القلب تھے۔ انہیں حضرت صاحب سے بڑی شدید بلکہ عشق کی حد تک محبت تھی۔ جب انہوں نے حضرت صاحب کی وفات کی خبر سنی تو میں نے دیکھا کہ وہ مسجد میں زار و قطار رو رہے تھے۔ پھر کچھ خیال آیا کہ لوگ مجھے اس طرح روتا دیکھ کر خوش ہوں گے اس لئے ذرا چپ ہو گئے۔ لیکن اسے ایک شیطانی خیال سمجھ کر پھر رونا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ "مرزا" مر جائے اور میں لوگوں سے ڈر کر روؤں بھی نہ۔ لوگوں کے دلوں میں اس قسم کے جذبات پیدا کر دینا اللہ تعالٰے کے ماموروں کا ہی حصہ ہوتا ہے۔

اس زمانہ کو دیکھ کر میرے دل میں قادیان کے لئے محبت اور غیر معمولی کشش پیدا ہو گئی تھی چنانچہ ۱۹۱۲ء میں جب میں ساتویں جماعت میں تھا میں نے اپنے باپ سے درخواست کی کہ میں قادیان جانا چاہتا ہوں۔ کچھ اور لوگ بھی قادیان جا رہے تھے۔ میں نے بڑی منت سماجت کی کہ میں ان کے ساتھ جاؤں گا انہوں نے میرا شوق دیکھ کر فرمایا اچھا ٹھیک ہے چلے جاؤ میں چلا گیا۔ یہ حضرت مولٰنا نور الدین رح کا زمانہ تھا۔ یہ بھی بڑا بابرکت زمانہ تھا کیونکہ قادیان کی گلیوں کوچوں اور گذرگاہوں میں حضرت صاحب کی صحبت کی تاثیرات ابھی باقی تھیں۔ حضرت مولانا بھی اپنی ذات میں بڑے ہی عجیب انسان تھے۔ ان کی تعریف خود حضرت صاحب نے کی ہے اگر وقت ہوتا تو حمامۃ البشرٰی میں جو حضرت صاحب نے ان کی تعریف کی ہے وہ میں آپ کو پڑھ کر سناتا۔ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں۔ ؎

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر دل پر از نورِ یقیں بودے

ترجمہ:۔ کتنا اچھا ہوتا کہ اس امت کا ہر انسان نور دین ہوتا۔ ہاں ایسا ہی ہوتا اگر ہر دل یقین کے نور سے بھرا ہوا ہوتا۔

یہ حقیقت ہے کہ جس نور یقین سے حضرت مولانا کا دل بھرا ہوا تھا اس کی مثال نہیں ملتی وہ ایک بڑے متوکل انسان تھے۔ آپ کی زندگی کے چیدہ چیدہ حالات ایک کتاب "مرقاۃ الیقین فی حیات نور دین" میں درج ہیں۔ یہ کتاب جناب اکبر شاہ خاں نجیب آبادی نے لکھی ہے۔ وہ بڑے ادیب اور شاعر تھے۔ جب میں دوبارہ قادیان گیا تو وہ احمدیہ ہائی سکول قادیان میں اردو اور فارسی کے استاد تھے۔ یہ حضرت مولانا کے بڑے عاشق تھے۔ اکبر شاہ خاں کہتے ہیں کہ میں نے مولانا سے عرض کیا کہ اپنی زندگی کے حالات تحریر فرمائیں۔ مولانا نے فرمایا کہ مجھے فرصت نہیں تو میں نے کہا کہ میں حاضر ہوں مولانا اس پر متفق ہو گئے۔ اور ایک وقت مقرر کیا اور اپنے چیدہ چیدہ حالات لکھوائے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے یوں لگتا ہے کہ یہ یقین کا خزانہ ہے۔ اس میں اللہ تعالٰے کے تصرفات کے عجیب عجیب واقعات ملتے ہیں جس انسان کا خدا کی ذات پر کامل یقین ہو وہ بے سرو سامانی کی حالت میں چل پڑتا ہے اور ہر قدم پر اللہ تعالٰے کی تائید اور نصرت کے نشان دیکھتا ہے۔ اس کے فرشتے اس کی مدد کو آتے ہیں۔ ہم سب پر اللہ تعالٰے کا یہ بڑا احسان ہے کہ وہ ہمارے بگڑے کام بناتا ہے اور خلاف توقع حالات سنورتے رہتے ہیں۔ بہت سے لوگ اس میں صاحب تجربہ ہیں لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ بعض کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ محض اللہ تعالٰے کے تصرف سے ہوا ہے۔ وہ اسے اتفاق سمجھتے ہیں اور بعض لوگ ایسے ہیں جو یقین سے کہتے ہیں کہ سب کچھ اللہ تعالٰے کر رہا ہے۔ یہ احساس ہو بھی کہ یہ کام اللہ تعالٰی نے کیا ہے تو اس کا یقین اس مرتبہ پر نہیں ہوتا کہ وہ خدا کے بھروسے پر چل پڑے۔ یقین اُسے تب آتا ہے جب وہ اپنی منزل کو پا لے۔

اللہ تعالٰے پر اس بے مثال یقین کی وجہ سے ہی آپ نے کبھی مال جمع نہیں کیا کہ کل میرے کام آئے گا۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔ آپ نے اپنا سب کچھ حضرت صاحب کے قدموں میں خدا کے دین کی خاطر نچھاور کر دیا تھا اور ہمیشہ مسکینوں اور یتیموں پر اپنا مال خرچ کیا کرتے تھے آپ نے یہ وصیت کی تھی کہ میری اولاد پر خیرات اور زکوٰۃ کا مال خرچ نہ کیا جائے البتہ ضرورت کے وقت انہیں قرضہ دیا جائے جو ان سے واپس وصول کیا جائے۔ اگر کوئی قرضہ بھی ادا نہ کر سکے تو میرا کتب خانہ اس کی ضمانت ہے مجھے یقین ہے کہ میرے کتب خانہ سے وہ قرضہ ادا ہو جائے گا وہ بڑے غیور انسان تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنی اولاد پر خیرات اور زکوٰۃ کا مال خرچ کرنے سے منع کر دیا۔

میں جب دوبارہ قادیان آیا تو میں نے حضرت مولانا نور الدین رح کی خدمت میں ایک دفعہ لکھا کہ میں قادیان میں رہ کر پڑھنا چاہتا ہوں آپ میرے والد سے سفارش کریں کہ مجھے اجازت دے دیں۔ میں نے یہ اس لئے کیا کہ شاید میرے والد میرے قادیان میں رہنے پر رضامند نہ ہوں۔ میرے والد نے مجھے بہت سمجھایا کہ وہاں تمہاری ماں اکیلی ہے وہ تمہیں یاد کرتی ہے۔ وغیرہ (میں اپنے ماں باپ کا ایک ہی بیٹا تھا) مگر میں نے کہا میں جاتا ہی نہیں۔ بہرحال میں وہاں رہ گیا۔ اب مجھ میں واقعات اور باتوں کے سمجھنے کا شعور پیدا ہو چکا تھا۔

یہ ۱۹۱۳ء کی بات ہے۔ مولانا دن بدن کمزور ہوتے جا رہے تھے لیکن انہوں نے آخر تک اپنا دینی شغل جاری رکھا۔ وہ اپنے مکان پر قرآن کا درس دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے قرآن تو میری غذا ہے اس کے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتا۔

قرآن کریم سے ان کے عشق کا یہ حال تھا کہ رمضان شریف میں عشاء کی نماز کے بعد حافظ غلام یٰسین صاحب آٹھ رکعت نماز تراویح پڑھایا کرتے تھے جس میں وہ قرآن شریف سناتے تھے اور حضرت مولانا باوجود کمزوری کے اس میں شامل ہوتے اور بیٹھ کر نماز پڑھتے۔ میں بھی ان نمازوں میں شامل ہوا ہوں۔ میرے والد رمضان کے مہینے میں قادیان تشریف لے جاتے تو حضرت مولانا انہیں اپنے مکان کے ساتھ ایک کوٹھے میں ٹھہراتے تھے۔ میں بھی وہاں ٹھہرا ہوں۔ یہ نمازیں آپ کے گھر پر ہی ہوتی تھیں۔ آج ہمارے ہاں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ تراویح نہیں پڑھنی چاہئیں لیکن حضرت مولانا پڑھتے تھے۔

انہی ایام میں حضرت مولانا محمد علی رح قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ اور تفسیر لکھا کرتے تھے اور حضرت مولانا نور الدین رح کو سنایا

کرتے تھے۔ آپ اپنی سخت بیماری کی حالت میں بھی یہ ترجمہ سننے کے لئے حضرت مولانا محمد علی رح کو اپنے پاس بلاتے اور فرمایا کرتے "میرے پیارے بیٹے کو بلاؤ۔ میرے پیارے بیٹے کو بلاؤ۔" لوگ سمجھے وہ اپنے بیٹے عبدالحی کو بلانا چاہتے ہیں لیکن جب مولانا محمد علی رح تشریف لاتے تو آپ بہت خوش ہوتے اور کبھی فرماتے "میری روحانی غذا لاؤ۔ میری روحانی غذا لاؤ۔" جب قرآن کریم کے ۲۶ سپاروں کے نوٹ ہو چکے تو آپ نے فرمایا "ہمارا انگریزی ترجمہ اللہ کو مقبول ہو گیا ہے۔ الہاماً بشارت سجدہ میں ہوئی ہے۔" اور بعد کے واقعات نے یہ ثابت کر دیا کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے اس کو قبولیت کا شرف بخشا اور اس کے ذریعے بہت سے دلوں میں انقلاب پیدا ہوا اور روشنی پھیلی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے ایک طالب علم نے مجھے بتایا کہ جب حضرت مولانا محمد علی رح نے اس آیت "واذ قتلتم نفساً فادّٰرءتم فیہا ۖ واللہ مخرج ما کنتم تکتمون ۚ" کا ترجمہ اور تفسیر حضرت مولانا کو سنائی تو آپ نے فرمایا آج مجھے اس آیت کے معنی سمجھ آئے ہیں۔ اور آپ نے حضرت مولانا محمد علی کا ماتھا چوم لیا۔ اور یہ بات بڑی مشہور ہو گئی۔ حضرت مولانا محمد علی نے اس آیت سے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھانے کے بعد زندہ اتار لیا گیا اور بعد میں یہ اختلاف پیدا ہوا کہ بعض کے نزدیک وہ نعوذ باللہ صلیب پر فوت ہو گئے اور بعض کے نزدیک وہ زندہ اتار لئے گئے۔ یہ لوگ پاکباز اور روحانی انسان تھے انہوں نے خود بھی یہ روحانی فیض پایا اور پھر اسے آگے تقسیم کیا۔

حضرت مولانا نورالدین کے آخری ایام میں یہ پاک فضا مکدر ہو گئی۔ جو آپ کو سخت ناپسند تھی۔ مامور وقت کا زمانہ پاک تاثیرات اور خیالات کا زمانہ ہوتا ہے لیکن اس کے رخصت کے ہو جانے کے بعد نئے نئے لوگ آتے ہیں اور آہستہ آہستہ یہ فضا مکدر ہوتی جاتی ہے۔ بعض طلباء کی اخلاقی پستی کے متعلق خبریں آپ کے کانوں تک پہنچتی تھیں۔ میں جس زمانہ میں دوبارہ قادیان گیا تو اس قسم کے چرچے عام تھے۔ کچھ بے قاعدگی کے متعلق بھی خبریں آنے لگیں۔ ان خبروں کے تعلق آپ کے اپنے ایک بھتیجے شاہنواز خان نے بھی جو میرا ہم جماعت تھا شکایت کی

ایک دوسرا شخص بھی تھا جس کا نام مجھے یاد نہیں۔ اس نے بھی اخلاقی بے راہروی کی شکایت کی۔ میں انہی دنوں میں قادیان پہنچا تھا جب یہ واقعہ ہوا۔ مجھے طالبعلموں نے یہ بتایا کہ ایک ایسا بڑا اہم واقعہ ہوا ہے۔ میں یہ سن کر حیران رہ گیا۔ حضرت مولانا کو اس سے بے انتہا صدمہ ہوا۔ آپ نے درس میں فرمایا دیکھو اب یہاں بڑی بری باتیں ہونے لگی ہیں۔ یہ پاک بستی ہے۔ اس کا نام قادیان دارالامان ہے۔ یہ امن والی بستی ہے۔ یہاں اب کیسی بری باتیں ہونے لگی ہیں انہوں نے بڑے دردناک لہجہ میں فرمایا نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بستی کو ناپاک لوگوں سے پاک کر دے۔ اس کے بعد آپ اس شدت سے روئے کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ گئی۔ آپ کے ساتھ حاضرین نے بھی بڑے درد سے دعا کی۔ کہتے ہیں کہ اگلے ہی دن دو لڑکے جن کو میں جانتا ہوں لیکن ان کا نام لینا مناسب نہیں قادیان چھوڑ کر چلے گئے۔ ان میں سے ایک کو میں نے بعد میں لاہور میں دیکھا جب میں میڈیکل کالج میں پڑھتا تھا۔ اس کو جذام ہو گیا۔ کسی نے مجھے بتایا کہ یہ وہی آدمی ہے۔ دوسرے کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ بہت لائق ہے اور یہ قرآن کریم کا ترجمہ کرے گا۔ لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ ہیضہ میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ یہ ان دو بد اخلاقی کے مرتکب لڑکوں کا انجام ہوا۔ خدا کے برگزیدہ انسانوں کی بددعا میں بڑا اثر ہوتا ہے ان کی بددعا بھی دنیا کو ہلاک کر سکتی ہے۔

یہ بڑی لمبی داستان ہے اسکے بیان کے لئے بڑا وقت چاہیئے حضرت مولانا نورالدین نے ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء بروز جمعہ وفات پائی حضرت اقدس کی وفات کے بعد آپ کی وفات جماعت کے لئے ایک بہت بڑا سانحہ اور حادثہ ثابت ہوئی۔ یہ تاریخ احمدیت کا ایک بہت بڑا واقعہ ہے۔ میں ان کی وفات کے وقت وہاں موجود تھا۔ ایک ایک تفصیل مجھے یاد ہے آپ کی وفات کے بعد جو ناخوشگوار واقعات پیش آئے میں اس خانہ خدا میں کھڑے ہو کر بڑی ذمہ داری سے یہ کہتا ہوں کہ وہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں وہ سب میرے چشم دید ہیں۔ یہ سارے واقعات "مجاہد کبیر" میں جو حضرت مولانا محمد علی رح کی سوانح عمری ہے درج ہیں۔ یہ کتاب بھی پڑھنے کے لائق ہے۔ ان کتابوں کے پڑھنے سے صحیح حالات کا علم ہوتا ہے اور روشنی ملتی ہے۔ اس کتاب میں درج تفصیلات بالکل سچی ہیں ان پر میں اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہراتا ہوں۔ کہ وہ بالکل سچی اور مستند ہیں۔ آپ مجدد اعظم کی تینوں جلدیں۔ مرقاۃ الیقین اور مجاہد کبیر ان تینوں کتابوں کو پڑھیں آپ کا ایمان مضبوط ہو جائے گا۔ آپ مجدد اعظم پڑھیں گے تو آپ کو حضرت صاحب کی صداقت پر یقین پیدا ہو جائیگا مرقاۃ الیقین پڑھیں گے تو ایک روحانی اور وجدانی کیف حاصل ہو گا۔ اور مجاہد کبیر پڑھیں گے تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ وہ جماعت جس کو جماعت لاہور کے مقابلے میں اپنی کثرت پر ناز ہے حق پر نہیں ہے۔ حضرت مولانا نورالدین کی وفات کے بعد میرا دل قادیان سے اٹھ گیا۔ میرا جسم بھی بیمار ہو گیا۔ کیونکہ مجھے بخار آنے لگا اور دل بھی بیمار ہو گیا۔ میں نے اپنے تعلیم مکمل کر کے آنا ہے۔ میں نے پھر انہیں لکھا کہ میں یہاں بیمار رہوں اور میں مر جاؤں گا۔ انہوں نے مجھے واپس آنے کی اجازت دیدی۔

ہمارے ایک سیکنڈ ماسٹر محمد دین نامی تھے۔ وہ انگریزی میں باتیں کیا کرتے تھے انہوں نے مجھے کہا کہ آپ کے والد کا خط آیا ہے۔ میں نے جواب دیا جی ہاں۔ میں یہاں بیمار ہو گیا ہوں۔ انہوں نے انگریزی میں کہا "I JUST WRITE TO HIM" (میں ابھی ان کو لکھتا ہوں) یعنی وہ مجھے واپس نہ بلائیں۔ وہ اس پر اصرار کرتے رہے لیکن میں نے بار بار کہا کہ میں بیمار ہوں اور واپس جانا چاہتا ہوں۔ میں اب یہاں نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ میں دسمبر میں اپنے وطن واپس چلا گیا۔ دل چاہتا تھا کہ قادیان جاؤں لیکن وہ کشش باقی نہیں رہی تھی۔ مقدس مقام وہ ہوتا ہے جہاں مقدس لوگ رہتے ہوں۔ انہی کے دم قدم سے ایسے مقام میں کشش ہوتی ہے وہاں کی اینٹیں اور پتھر بھی انسان کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس بستی دارالسلام کو بھی نیکوں کی بستی بنائے۔ ناپاک لوگوں سے اس بستی کو پاک کر دے اس میں ایسے لوگ آئیں جن کے دل زندہ ہوں تا کہ یہ بستی برکت اور رحمت کا نمونہ ہو جس بستی میں نیک لوگ بستے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتی ہے۔ میری یہ دلی تڑپ اور خواہش ہے کہ یہ بستی پاک لوگوں کی بستی ہو۔ اور صحیح معنوں میں دارالسلام بن جائے۔ اسکے علاوہ بھی آپ نے بہت سی دعائیں کیں۔ ان دعاؤں میں سب حاضرین شامل ہوئے۔ آخر میں آپ نے شرکاء تربیتی کورس میں کتب تقسیم کیں اور ایک صاحب نے حضرت صاحب کے وہ خطوط سب طلباء اور حاضرین کو دکھائے جو آپ نے حضرت امیر کے والد بزرگوار کی طرف لکھے اور ایک البم کی صورت میں ان کے پاس موجود ہیں۔

کرتے تھے۔ آپ اپنی سخت بیماری کی حالت میں بھی یہ ترجمہ سننے کے لئے حضرت مولانا محمد علی رح کو اپنے پاس بلاتے اور فرمایا کرتے "میرے پیارے بیٹے کو بلاؤ۔ میرے پیارے بیٹے کو بلاؤ۔" لوگ سمجھے وہ اپنے بیٹے عبدالحی کو بلانا چاہتے ہیں لیکن جب مولانا محمد علی رح تشریف لاتے تو آپ بہت خوش ہوتے اور کبھی فرماتے "میری روحانی غذا لاؤ۔ میری روحانی غذا لاؤ۔" جب قرآن کریم کے ۲۶ سپاروں کے نوٹ ہو چکے تو آپ نے فرمایا "ہمارا انگریزی ترجمہ اللہ کو مقبول ہو گیا ہے۔ الہاماً بشارت آگئی ہے۔" یہ الہام جماعت کے ایک ملہم بزرگ کو ہوا تھا۔ یہ سنتے ہی وہ سب بزرگ جو حضرت مولاناؒ کے پاس موجود تھے سجدہ میں گر گئے۔ اور بعد کے واقعات نے یہ ثابت کر دیا کہ واقعی اللہ تعالےٰ نے اس کو قبولیت کا شرف بخشا اور اس کے ذریعے بہت سے دلوں میں انقلاب پیدا ہوا اور روشنی پھیلی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے ایک طالب علم نے مجھے بتایا کہ جب حضرت مولانا محمد علی رح نے اس آیت "واذ قتلتم نفسًا فادّٰرءتم فیہا ۖ واللہ مخرجٌ ما کنتم تکتمون ۚ" کا ترجمہ اور تفسیر حضرت مولانا کو سنائی تو آپ نے فرمایا آج مجھے اس آیت کے معنی سمجھ آئے ہیں۔ اور آپ نے حضرت مولانا محمد علی کا ہاتھ چوم لیا۔ اور یہ بات بڑی مشہور ہو گئی۔ حضرت مولانا محمد علی نے اس آیت سے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیحؑ کو صلیب پر چڑھانے کے بعد زندہ اتار لیا گیا اور بعد میں یہ اختلاف پیدا ہوا کہ بعض کے نزدیک وہ نعوذ باللہ صلیب پر فوت ہو گئے اور بعض کے نزدیک وہ زندہ اتار لئے گئے۔ یہ لوگ پاکباز اور روحانی انسان تھے انہوں نے خود بھی یہ روحانی فیض پایا اور پھر اُسے آگے تقسیم کیا۔

حضرت مولانا نورالدین کے آخری ایام میں یہ پاک فضا مکدر ہو گئی جو آپ کو سخت ناپسند تھی۔ مامورِ وقت کا زمانہ پاک تاثیرات اور خیالات کا زمانہ ہوتا ہے لیکن اس کے رخصت کے ہو جانے کے بعد نئے نئے لوگ آتے ہیں اور آہستہ آہستہ یہ فضا مکدر ہوتی جاتی ہے۔ بعض طلباء کی اخلاقی پستی کے متعلق خبریں آپ کے کانوں تک پہنچتی تھیں۔ میں جس زمانہ میں دوبارہ قادیان گیا تو اس قسم کے چرچے عام تھے۔ کچھ بے قاعدگیوں کے متعلق بھی خبریں آنے لگیں۔ ان خبروں کے متعلق آپ کے اپنے ایک بھتیجے شاہنواز خان نے بھی جو میرا ہم جماعت تھا شکایت کی ایک دوسرا شخص بھی تھا جس کا نام مجھے یاد نہیں۔ اس نے بھی اخلاقی بے راہروی کی شکایت کی۔ میں انہی دنوں میں قادیان پہنچا تھا جب یہ واقعہ ہوا۔ مجھے طالبعلموں نے یہ بتایا کہ ایک ایسا بڑا واقعہ ہوا ہے۔ میں یہ سن کر حیران رہ گیا۔ حضرت مولانا کو اس سے بے انتہا صدمہ ہوا۔ آپ نے درس میں فرمایا دیکھو اب یہاں بڑی بری باتیں ہونے لگی ہیں۔ یہ پاک بستی ہے۔ اس کا نام قادیان دارالامان ہے۔ یہ امن والی بستی ہے۔ یہاں اب کیسی بری باتیں ہونے لگی ہیں انہوں نے بڑے دردناک لہجہ میں فرمایا نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اب ہمارے بچوں پر بھی دست درازی ہونے لگی ہے۔ اس کے بعد آپ نے ہاتھ اُٹھا کر فرمایا دعا کرو یا اللہ اس بستی کو ناپاک لوگوں سے پاک کر دے۔ اس کے بعد آپ اس شدت سے روئے کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ گئی۔ آپ کے ساتھ حاضرین نے بھی بڑے درد سے دعا کی۔ کہتے ہیں کہ اگلے ہی دن دو لڑکے جن کو میں جانتا ہوں لیکن ان کا نام لینا مناسب نہیں قادیان چھوڑ کر چلے گئے۔ ان میں سے ایک کو میں نے بعد میں لاہور میں دیکھا جب میں میڈیکل کالج میں پڑھتا تھا۔ اس کو جذام ہو گیا۔ کسی نے مجھے بتایا کہ یہ وہی آدمی ہے۔ دوسرے کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ بہت لائق ہے اور یہ قرآن کریم کا ترجمہ کرے گا۔ لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ ہیضہ میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ یہ ان دو بد اخلاقی کے مرتکب لڑکوں کا انجام ہوا۔ خدا کے برگزیدہ انسانوں کی بد دعا میں بڑا اثر ہوتا ہے ان کی بد دعا بھی دنیا کو ہلاک کر سکتی ہے۔

یہ بڑی لمبی داستان ہے اسکے بیان کے لئے بڑا وقت چاہیئے حضرت مولانا نورالدین نے ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء بروز جمعہ وفات پائی حضرت اقدس کی وفات کے بعد آپ کی وفات جماعت کے لئے ایک بہت بڑا سانحہ اور حادثہ ثابت ہوئی۔ یہ تاریخِ احمدیت کا ایک بہت بڑا واقعہ ہے۔ میں ان کی وفات کے وقت وہاں موجود تھا۔ ایک ایک تفصیل مجھے یاد ہے آپ کی وفات کے بعد جو ناخوشگوار واقعات پیش آئے ہیں اس خانہ خدا میں کھڑے ہو کر بڑی ذمہ داری سے یہ کہتا ہوں کہ وہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں وہ سب میرے چشم دید ہیں۔ یہ سارے واقعات "مجاہدِ کبیر" میں جو حضرت مولانا محمد علیؒ کی سوانح عمری ہے درج ہیں۔ یہ کتاب بھی پڑھنے کے لائق ہے۔ ان کتابوں کے پڑھنے سے صحیح حالات کا علم ہوتا ہے اور روشنی ملتی ہے۔ اس کتاب میں درج تفصیلات بالکل سچی ہیں ان پر میں اللہ تعالےٰ کو گواہ ٹھہراتا ہوں۔ کہ وہ بالکل سچی اور مستند ہیں۔ آپ مجددِ اعظم کی تینوں جلدیں۔ مرقاۃ الیقین اور مجاہدِ کبیر ان تینوں کتابوں کو پڑھیں آپ کا ایمان مضبوط ہو جائے گا۔ آپ مجددِ اعظم پڑھیں گے تو آپ کو حضرت صاحب کی صداقت پر یقین پیدا ہو جائیگا مرقاۃ الیقین پڑھیں گے تو ایک روحانی اور وجدانی کیف حاصل ہوگا۔ اور مجاہدِ کبیر پڑھیں گے تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ وہ جماعت جس کو جماعت لاہور کے مقابلے میں اپنی کثرت پر ناز ہے حق پر نہیں ہے۔ حضرت مولانا نورالدین کی وفات کے بعد میرا دل قادیان سے اُٹھ گیا۔ میرا جسم بھی بیمار ہو گیا کیونکہ مجھے بخار آنے لگا اور دل بھی بیمار ہو گیا۔ میں نے اپنے والد صاحب کو اپنے گاؤں دیہ گراں خط لکھا کہ میں واپس آنا چاہتا ہوں۔ آپ بہت ناراض ہوئے اور واپس مجھے لکھا کہ اب وہیں اپنی تعلیم مکمل کر کے آنا ہے۔ میں نے پھر انہیں لکھا کہ میں یہاں بیمار رہوں اور میں مر جاؤں گا پھر انہوں نے مجھے واپس آنے کی اجازت دیدی۔

ہمارے ایک سیکنڈ ماسٹر محمد دین نامی تھے۔ وہ انگریزی میں باتیں کیا کرتے تھے انہوں نے مجھے کہا کہ آپ کے والد کا خط آیا ہے۔ میں نے جواب دیا جی ہاں۔ میں یہاں بیمار ہو گیا ہوں۔ انہوں نے انگریزی میں کہا "I JUST WRITE TO HIM" (میں ابھی ان کو لکھتا ہوں) یعنی وہ مجھے واپس نہ بلائیں۔ وہ اس پر اصرار کرتے رہے لیکن میں نے بار بار کہا کہ میں بیمار ہوں اور واپس جانا چاہتا ہوں۔ میں اب یہاں نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ میں دسمبر میں اپنے وطن واپس چلا گیا۔ دل چاہتا تھا کہ قادیان جاؤں لیکن وہ کشش باقی نہیں رہی تھی۔ مقدس مقام وہ ہوتا ہے جہاں مقدس لوگ رہتے ہوں۔ انہی کے دم قدم سے ایسے مقام میں کشش ہوتی ہے وہاں کی اینٹیں اور پتھر بھی انسان کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ہماری اس بستی دارالسلام کو بھی نیکوں کی بستی بنائے۔ ناپاک لوگوں سے اس بستی کو پاک کر دے اس میں ایسے لوگ آئیں جن کے دل زندہ ہوں تاکہ یہ بستی برکت اور رحمت کا نمونہ ہو جس بستی میں نیک لوگ بستے ہیں وہ اللہ تعالےٰ کی حفاظت میں ہوتی ہے۔ میری یہ دلی تڑپ اور خواہش ہے کہ یہ بستی پاک لوگوں کی بستی ہو۔ اور صحیح معنوں میں دارالسلام بن جائے۔ اسکے علاوہ بھی آپ نے بہت سی دعائیں کیں۔ ان دعاؤں میں سب حاضرین شامل ہوئے۔ آخر میں آپ نے شُکر کا تربیتی کورس میں کتب تقسیم کیں اور ایک صاحب نے حضرت صاحب کے وہ خطوط سب طلباء اور حاضرین کو دکھائے جو آپ نے حضرت امیر کے والد بزرگوار کی طرف لکھے اور ایک البم کی صورت میں ان کے پاس موجود ہیں۔

محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ۔ لندن

تو خدا یاد آیا

اگلے دن میں اپنی انگریز ہمسائی سے خدا کی ہستی پر بحث مباحثہ کر رہی تھی۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا اور میں اُسے روزوں کا فلسفہ جو بتانے لگی تو بات روزوں سے بڑھ کر مذہبی حکم احکام اور وہاں سے خود اللہ تعالےٰ کی ذات پر آ گئی۔ ہمسائی کہنے لگی کہ خدا کو انسان نے خود بنا لیا ہے۔ جیسے مجھے میری ماں نے بتایا کہ خدا ہے۔ اور اس کو اس کی ماں نے۔ اسی طرح اور لوگوں نے اپنے اپنے آباؤ اجداد سے خدا کا تصور لے لیا۔ ورنہ خدا کو دیکھا تو کسی نے نہیں۔ "کیا تم نے خدا کو دیکھا ہے؟ یا جتنے با خدا لوگ ہوئے نبی تھے یا ولی کسی نے خدا کو دیکھا تھا؟" میں نے جواب دیا کہ ان مادی آنکھوں سے خدا کو دیکھنا تو بہت گھٹیا بات ہے۔ ان آنکھوں سے تو خدا چھوڑ بہت سے معمولی عناصر اور جذبات بھی نظر نہیں آتے۔ جیسے سردی۔ گرمی۔ ٹھنڈک تپش۔ تم نے کبھی سردی ان آنکھوں سے دیکھی ہے۔ یا غم اور خوشی سے کبھی کسی کی ملاقات ہوئی ہے۔ کہ ان کی شکل و صورت کا کیا انداز ہے۔ ان سب عناصر و جذبات کو ایک زندہ انسان کا جسم یا اس کے دل و دماغ محسوس کرتے ہیں۔ اسی طرح خدا کو انسان ان آنکھوں سے دیکھنے سے بڑھ کر اس کو محسوس کرتا ہے اس کی فطرت اس کو مانتی اور پکارتی ہے۔ اس کا ثبوت اکثر یوں ملتا ہے کہ جب انسان کے سب دنیاوی آسرے اور مادی سہارے جاتے رہتے ہیں تو اس کو خدا یاد آتا ہے اور وہ اس کو پکارتا ہے۔

یہ ایک میری ہمسائی کی بات نہیں۔ ان ملکوں میں انسان کی عقل۔ علم اور سائنس اس قدر ترقی کر گئی ہے کہ وہ گھوم کر بے وقوفی کی حد تک چلا گیا ہے۔ یعنی اس کو یہ تمیز نہیں رہی کہ کہاں پر جا کر وہ بے بس ہو جاتا ہے اور جب انسانی عقل قوت سائنس سب ختم ہو جاتے ہیں تو صرف اللہ ہی اللہ رہ جاتا ہے۔ یہاں کے اکثر جاہل یا معمولی پڑھے لکھے لوگ اسی طرح کے خیالات رکھتے ہیں۔ وہ مذہب اور خدا کو سائنس کے علم اور کرشموں کی طرح زندہ اور ACTIVE یعنی کام کرتے ہوئے نہیں مانتے۔ چنانچہ ان کے ہوتے نعوذ باللہ خدا کی ضرورت بھی نہیں سمجھتے۔ مگر اس سائنس اور اس کی حیرت انگیز جادو نما ایجادوں میں رہنے والوں کی دنیا میں بھی اکثر اور آخر خدا کا ثبوت نظر آ جاتا ہے۔

ابھی چند ماہ کی بات ہے کہ انگلینڈ اور ارجنٹائن کے درمیان فاک لینڈ کی ملکیت پر جنگ چھڑ گئی۔ ہوا یوں کہ کاغذی تقاضے اور سمجھوتے چھوڑ چھاڑ اچانک ارجنٹائن نے فاک لینڈ میں اپنی فوجیں اتار کر اس پر قبضہ کر لیا۔ اور انگریز قوم تلملا کر مقابلے کو کھڑی ہو گئی۔ سوال تھا انگریز قوم کی ذاتی غیرت و حمیت اور عزت و وقار کا۔ ایک چٹان یا ایک تیز و تند ہواؤں کے تھپیڑوں کی زد میں چھوٹے سے جزیرے کا نہیں بلکہ اپنی آن پر جان دینے کا معاملہ تھا۔ اگرچہ مقام جنگ انگلینڈ سے آٹھ ہزار میل دور قطب جنوبی کے نزدیک طوفانی ساؤتھ سمندروں میں تھا مگر دیکھتے دیکھتے برطانیہ کے زبردست بحری بیڑے وہاں جا پہنچے۔ کہتے ہیں کہ ہاتھی لٹ جائے تب بھی نو من کا ہوتا ہے۔ برٹش ایمپائر جس میں کبھی سورج غروب نہیں ہوتا تھا اب اس کی حکومت سمٹ سمٹا کر اپنے جزیرے یا چند اور COLONIES یعنی نو آبادیوں پر رہ گئی ہے لیکن لٹ گئی مگر انگریز قوم مری نہیں اب بھی برٹش نیوی کا دنیا کی چوٹی کی بحری طاقتوں میں شمار ہوتا ہے پھر بھی اتنی دور اپنی فوجیں اور جنگی ساز و سامان چٹکی بجاتے لے جانا خالہ جی کا گھر نہ تھا۔ باوجود نیوی کے دیو پیکر پُر ہیبت بڑے بڑے جہازوں کے جو جنگی ساز و سامان سے لیس ہیں اور جن کے عرشوں پر درجنوں جنگجو ہوائی طیارے کھڑے۔ فلک شگاف توپیں اور مشین گنیں لگی ہوئی ہیں پورے نہ ہوئے تو برٹش گورنمنٹ کو ہزاروں کی تعداد میں فوجی جوانوں کو لے جانے کے لئے ملک کی بڑی بڑی جہاز ران کمپنیوں سے مسافر بردار جہاز لینے پڑے۔ چنانچہ "پی۔ اینڈ او" اور "کونارڈ" جیسی مشہور زمانہ برٹش کمپنیوں نے اپنے اپنے "LUXURY LINERS" یعنی انتہائی پُرتکلف امیرانہ مسافر بردار جہازوں کو S.O.S۔ ایس۔ او۔ ایس بھیجے کہ وہ دنیا کے سمندروں میں جہاں بھی ہوں اپنے مسافروں کو نزدیکی بندرگاہوں پر اتار کر مارا مار واپس آئیں اور انگلینڈ کی بندرگاہ ساؤتھ ایمپٹن پر رپورٹ کریں۔ چنانچہ "پی۔ اینڈ او" کا عظیم الشان کوہ پیکر "کین بیرا" اور کونارڈ کا مشہور لگژری لائنر "کوئین الزبتھ دی سیکنڈ" جو عام طور پر Q-E-II کہلاتا اور انگلینڈ اور امریکہ کے درمیان بحر اٹلانٹک میں دُنیا کے کروڑ پتیوں اور امیر امراء کا پسندیدہ جہاز ہے اپنے اپنے مسافروں کو کہیں نہ کہیں اُتار کر خالی اور ہلکے پھلکے ہو کر جھٹ پٹ ساؤتھ ایمپٹن آ پہنچے۔ وہاں دن رات ایک کر کے بحری عملے نے ان کی سجاوٹ اور عیش و عشرت کے ساز و سامان کو ہٹا کر فوجی سپاہیوں کے لئے لکڑی کے سادے کیبن نصب کر دیئے اور دو ہفتے میں کین بیرا پانچ ہزار دلیر گورکھا نوجوانوں کو لے کر فاک لینڈ کے لئے جنوبی سمندروں کو روانہ ہو گیا۔

جنگ میں جو گزری اس سے تو سارا زمانہ باخبر ہے۔ لڑائی تو آٹھ ہزار میل دور ساؤتھ سیز میں ہو رہی تھی مگر گھر بیٹھے لاکھوں انسان ہر روز لڑائی کے ہولناک منظر دیکھتے تھے۔ چھ زبردست برٹش جنگی جہاز ارجنٹائن کے جانباز ہوائی پائلٹوں کی بمباری کی نذر ہو گئے۔ سب میں دردناک ایچ۔ ایم۔ ایس گالاہیڈ H.M.S. GALAHEAD کا ڈوبنا تھا۔ کہ عین اس کے درمیان انجن روم پر بم کا گولا آ پڑا اور آناً فاناً چار ہزار نیوی ویلش گارڈ کے نوجوانوں سے بھرا ہوا جنگی جہاز غٹا غٹ کالے سیاہ دھوئیں اور نارنجی رنگ کے شعلوں میں گھر گیا۔ برٹش ہیلی کاپٹر اور بحری کشتیاں جان پر کھیل کر ان شعلوں میں گھس گئیں اور اس جلتی اور بھڑکتی جہنم سے امکان بھر جلتے جھلستے مرتے اور زندہ آدمیوں کو اٹھا کر لاد لدا کر نکال لائیں۔ پھر بھی ایک بڑی تعداد انسانوں کی دیکھتے دیکھتے گالاہیڈ کے دیو قامت آہنی پشتوں کے ساتھ ساؤتھ سی میں غرق ہو گئی۔ ایسے ایسے کئی ہولناک حادثوں سے گزرتے اور چونکہ ہماری گرمی کے ساتھ ہی قطب جنوبی میں یخ بستہ سردی کا آغاز ہو گیا تھا اس لئے برفانی طوفانوں تیز و تند آندھیوں اور بارشوں کے ساتھ گھٹنے گھٹنے کیچڑ اور دلدلوں کو طے کرتے دشمن سے لڑتے بالآخر برٹش فوجیں فاک لینڈ کے دارالخلافہ FORT STANLAY فورٹ سٹینلے میں داخل ہو کر فاک لینڈ پر قابض ہو گئیں اور ایک بار پھر

وہاں برٹش یونین جیک لہرانے لگا۔ یہ تو ابتدائی تمہید تھی اصل میں میرے مضمون کا تعلق اب فاک لینڈ کی فتح کے بعد وہاں سے فوجوں اور جہازوں کی واپسی سے ہے۔

سب سے پہلے گالاہیڈ کے بچے کھچے ویلش گارڈ کے اور دوسرے تھکے ٹوٹے پانچ ہزار سپاہیوں کو لے کر ایس۔ ایس کینبرا واپس وطن کو روانہ ہوا۔ برٹش قوم کے ان جانباز اور جانباز بیٹوں کے استقبال کے لئے ان کی مائیں۔ باپ۔ بیویاں بہنیں۔ بھائی۔ عزیز و اقارب۔ دوست آشنا۔ اپنے پرائے ایک زمانہ چشم براہ تھا۔ ٹی۔ وی۔ ریڈیو۔ اور اخباروں میں اعلان پر اعلان ہونے لگے کہ کینبرا پانچ ہزار بہادروں کو لیکر وطن آ رہا ہے۔ ہر طرف دن اور گھڑیاں گنی جانے لگیں۔ بی۔ بی سی اور آئی۔ ٹی۔ وی والوں نے اعلان کیا کہ وہ صبح سات بجے سے دوپہر تک اس کے آنے کا منظر ALIVE یعنی براہ راست ساؤتھ ایمپٹن سے دکھائیں گے۔ ساؤتھ ایمپٹن کے ہوٹلوں۔ بورڈنگ ہاؤسوں۔ ریستوران والوں نے کہا کہ آنے والوں کے تمام رشتہ داروں عزیزوں کو آدھے داموں پر رہائش اور کھانا دیا جائے گا۔ دو چار دن پہلے سے ہی خلقت کا رخ ساؤتھ ہیمپٹن کی طرف ہو گیا جس دن کینبرا پہنچ رہا تھا اس روز تو پچھلی رات سے ہی انگلینڈ کے نشیب و فراز۔ چوٹیوں اور وادیوں سے موٹروں، بسوں۔ موٹر سائیکلوں۔ سائیکلوں اور پیدل چلنے والوں کا ہجوم اُمنڈ کر ساؤتھ ایمپٹن کی شاہراہ پر آ گیا۔ تل دھرنے کو جگہ نہ رہی تھی۔

جہاز ران کمپنی پی۔ اینڈ۔ او۔ نے اپنے اس عظیم الشان ڈیک کو جہاں کینبرا نے لنگر ڈالنا تھا قومی نیلے اور سرخ رنگ کے جھنڈوں اور بیل بوٹوں سے خوب بنا سجا دیا۔ اس کے اپنے بینڈ کے علاوہ نیوی۔ فوجی۔ اور پولیس کے باوردی بینڈ سب قرینے سے آ کھڑے ہوئے تھے۔ اتنی خلقت تو اس کا نہ شمار تھا اور نہ حد۔ اور مضطرب ماں باپ۔ بیویاں۔ بھائی۔ بہنیں۔ تماشائی اور سب سے بڑھ کر ہر عمر کے بچے بچیاں سمندر پہ نظریں جمائے کھڑے تھے ایسے ننھے ننھے پھول سے بچے بھی تھے جو سپاہی باپ کی رخصت کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ اور جنکو مائیں گود میں لئے سراپا اشتیاق و انتظار تھیں۔

اب یہاں میں خود کینبرا کی تھوڑی سی ہسٹری بتا دوں۔ پی۔ اینڈ۔ او کا یہ عظیم الشان کئی منزلہ اور سر تا پا چمکتا ہوا سفید جہاز جب تیار ہو کر پانی میں اتارا گیا تو ماہرین کو اس کے توازن پر تسلی نہ ہوئی۔ اور خیال تھا کہ یہ UNLEKY یعنی نامبارک رہے گا۔ اپنے حجم اور سفید براق رنگ کی وجہ سے بحری دنیا میں اس کا نام "THE GREAT — WHITE WHALE" یعنی "عظیم سفید ویل مچھلی" پڑ گیا۔ فاک لینڈ جنگ میں جب اس پر بھی دو بم پڑے اور گولے اس کے دونوں پہلوؤں میں بڑے بڑے سوراخ پڑ گئے مگر اس کا کچھ نہ بگڑا تو اس کی بدقسمتی خوش قسمتی سے بدل گئی۔

اب یہ عظیم الشان جہاز اپنے فاتح فوجی جوانوں کو لیکر جیسے ہی برطانیہ کے پانی میں داخل ہوا ولی عہد انگلستان پرنس آف ویلز کا سرخ رنگ کا ہیلی کاپٹر جس کے پائلٹ وہ خود تھے جہاز کے وسیع و عریض عرشہ پر آ اترا۔ اور پرنس آف ویلز جو اپنی ویلز کی ویلش گارڈ کے کمانڈر اعلیٰ ہیں اس سے نکل کر اپنے فوجی افسروں اور سپاہیوں سے درجہ بدرجہ ملے مصافحہ کیا۔ اس فتح مند واپسی سب کو مبارکباد دی۔ اسی وقت نیوی کے محکمہ اعلیٰ کا وائرلیس فضا میں سنائی دینے لگا کہ:

"WELCOM BACK TO MOTHER -LAND- GOD HAS BRING YOU BACK TO US. WE ARE PROUD OF YOU"

کہ خوش آمدید۔ مادر وطن کو لوٹ کر آنا مبارک۔ تمہیں خدا پھر واپس ہمارے پاس لایا ہے۔ ہمیں تم پر فخر ہے۔"

یہاں کس کی کارسازی کو انسان نے مانا ہے ذرا سوچئے!!

جب جہاز بندرگاہ کے قریب ہونے لگا تو پرنس آف ویلز اپنے ہیلی کاپٹر میں رخصت ہوئے تاکہ سپاہی اپنے بال بچوں سے آزادی اور بے فکری سے مل سکیں۔

ادھر کئی کمپنیوں نے جہاز کو برطانیہ کی حد میں داخل ہوتے ہی ہیلی کاپٹروں کے ذریعہ لمبے لمبے چمک دار رنگ برنگے فیتوں کو برسا کر ڈھانک دیا آج اس کے زنگ خوردہ زخمی پہلو نشان فخر و عزت تھے۔ اور فائر والوں کے دو نوٹس سٹیمرز جن کے ہر پہلو سے عظیم الشان پانی کے فوارے چلتے ہوئے بہت خوبصورت معلوم ہوتے ہیں کینبرا کے دائیں بائیں ہو گئے۔

صبح سات بجے جب میں نے اپنے رنگدار ٹی وی کو کھولا تو عجب دلکش اور ولولہ انگیز نظارہ تھا۔ نیلگوں آسمان اور روشن سنہری صبح کی دھوپ میں میلوں حد نظر تک لاتعداد سینکڑوں چھوٹی بڑی ہر وضع کی استقبالی کشتیاں نیلے نیلے پانی پر پھیلی ہوئی تھیں۔ ان کے جھرمٹ میں ادھر ادھر سفید موروں کی طرح پانی کے برستے رقص کرتے محراب پھیلائے سٹیمروں کے درمیان کینبرا "دی گریٹ وائٹ ویل" آہستہ آہستہ بندرگاہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

ہیلی کاپٹروں اور کشتیوں سے بہت سے جرنلسٹ بی۔ بی۔ سی۔ آئی۔ ٹی۔ وی کے فوٹوگرافرز کیمرے اور ٹی۔ وی کی مشین لے کر خود جہاز پر چڑھ گئے تھے جہاں نہ صرف وہ فوجی جوانوں کا حال پوچھ اور لکھ رہے تھے بلکہ اپنی مشینوں کے ذریعے ان کو بندرگاہ پر منتظر ان کی بیویوں کی گود میں ننھے منے بچوں کے فوٹو ٹی۔ وی کے پردے پر دکھا رہے تھے۔

بندرگاہ اور اس کے عظیم الشان ڈیک پر اب وہ ہجوم تھا کہ تھالی پھینکو تو سروں سر جائے۔ کھوے سے کھوا چھلتا تھا۔

جیسے ہی یہ دلہن کی طرح لائینر آہستہ خرامی کرتا ڈیک کے قریب ہوا ہزاروں لاکھوں ہی سرخ و سفید و نیلے بیلون ہوا میں اڑنے لگے اور ساری فضا ان سے رنگین ہو گئی ویسے بھی ہر چھوٹے بڑے بوڑھے بچے کے ہاتھ میں سرخ نیلے قومی پھریرے لہرا رہے تھے۔ ہر سمت رنگ ہی رنگ تھے۔ ایک پھولوں کا شوقین پانچ ہزار سرخ گلاب بالٹیاں بھر بھر کے لایا تھا کہ جنگ کے لٹے پٹے سپاہی کم از کم ایک ایک پھول تو اپنے بال بچوں کو تحفہ دے سکیں جوں ہی لکڑی کے زینے جہاز سے نکل کر ڈیک سے لگے والنٹیرز گلاب سنبھالے دونوں طرف کھڑے ہو گئے۔ ماؤں۔ بیویوں بہنوں اور بچوں کی خوشی کی چیخوں اور لوگوں کے فلک شگاف نعروں کے درمیان جیسے ہی نیوی کمانڈر اور دوسرے فوجی افسر زینے پر برآمد ہوئے بینڈ خوش آمدید کے ترانے بجانے لگے۔ ہر سپاہی نہ صرف اپنی وردی میں تھا بلکہ دونوں ہاتھوں اور کندھوں پر اپنا سامان اٹھائے ہوئے تھا۔

ہر طرف ہنسی اور مسکراہٹ پھیل گئی۔ خوشی اور شدتِ جذبات سے آنکھیں نم تھیں۔ بیویاں آنسو بہا رہی تھیں۔ دل اور آنکھیں چھلک رہی تھیں۔ سپاہی اتر رہے تھے۔ ہر ماں اور بیوی لپک کر اپنے سپاہی سے مل رہی تھی۔ بچے باپوں کے کندھوں پر چڑھے۔ گود میں گھسے۔ ٹانگوں سے لپٹے ہوئے تھے۔ مگر اس تمام ہنگامے اور خوشی کے شور و غوغا سے ہٹ کر کین بیرا کے سب سے اونچے FUNNEL (دھوئیں کی چمنی) پر ایک بہت بڑا سیاہی مائل گہرے نیلے رنگ کا یونین جیک پھیلا ہوا تھا۔ اُن بہادروں کی یاد میں جو گالا ہیڈ کے ساتھ غرقِ آب ہو گئے اور اب کبھی واپس وطن کو نہ آئیں گے۔ ان کا افسرِ اعلیٰ بیان دیا تھا کہ آخری آواز جو گالا ہیڈ کے جلتے ہوئے شعلوں سے سنائی دی وہ بائبل کی یہ حمد تھی کہ

"GOD IS MY SHEPHERD"

"خدا میرا رکھوالا ہے،،

دیکھا آپ نے جب انسان کی اپنی سائنس اور علم اور طاقت نے بم بن کر اس پر آگ برسائی۔ دنیا اور اس کی طاقت کے سب بت ٹوٹ گئے۔ شعلوں میں لپٹی ہوئی موت رُو در رُو آ کھڑی ہوئی۔ تو وطن اور اپنے پیاروں سے ہزاروں میل دور بے بس انسانوں کو کس کی یاد آئی؟ یہی کہ ؎

"جب دیا رنج بتوں نے تو خدا یاد آیا"

اتنا اور بتا کر بات ختم کروں کہ لندن کے سب سے بڑے گرجے سینٹ پال کتھیڈرل میں ان جان باز بہادروں کی یاد میں جو دعائے مغفرت کی رسم ادا ہوئی اور جس میں کوئین سمیت ساری شاہی فیملی اور ڈھائی ہزار سول اور فوج کے افسرانِ اعلیٰ اور ہزاروں دوسرے لوگوں نے شرکت کی اس کا خاتمہ بھی اسی حمد پر ہوا کہ ؎

"خدا میرا رکھوالا ہے،،

سو ہمیشہ ہے نام اللہ کا۔

—— **** ——

ضروری تصحیح

پیغام صلح کے پرچے مورخہ یکم ستمبر ۸۲ء میں "درس قرآن ۱،، کے پہلے صفحہ اور پہلے کالم میں آخری سے پہلے پیراگراف میں جہاں جگہ چھوٹی ہوئی ہے سہو کتابت سے وہاں مندرجہ ذیل الفاظ رہ گئے ہیں۔ "ایک کے سوا،، یعنے عبارت مذکورہ یوں پڑھی جائے

"تو لیجئے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے ہی شروع کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ آیت قرآن پاک کی ایک کے سوا تمام سورتوں کے شروع میں آتی ہے مگر اس کو ان سورتوں کی آیات کی تعداد میں شامل نہیں کیا جاتا ......،،

- جناب زاہد عزیز صاحب لندن سے اپنے ۲۵ اگست کے خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-
جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اور جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب بخیریت لندن پہنچ گئے ہیں۔ پیغام صلح کے ذریعہ سب دوستوں کو اطلاع دے دیں۔

- سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز یورپ میں اہم دینی و جماعتی خدمات میں مصروف ہیں۔ حضرت ممدوح کی احمدیہ مشن ہاؤس لندن کی نئی عمارت میں ایمان افروز افتتاحی تقریر کا اردو ترجمہ قارئین کرام گذشتہ شمارہ ۸۲-۹-۱ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں یورپ میں تبلیغ دین اسلام کے بارہ میں حضرت اقدس مجدد صد چہاردہم نے فرمایا ہے کہ:-

"ہر ایک آدمی سمجھ سکتا ہے کہ متبعین کے ذریعہ سے بعض خدمات کا پورا ہونا درحقیقت ایسا ہی ہے کہ گویا ہم نے اپنے ہاتھ سے وہ خدمات پوری کیں۔ بالخصوص جب بعض متبعین فنا فی الشیخ کی حالت اختیار کر کے ہمارا ہی روپ لے لیں اور خدا کا فضل انہیں وہ مرتبہ ظلّی طور پر بخش دے جو ہمیں بخشا تو اس صورت میں بلاشبہ ان کا ساختہ پرداختہ ہمارا ساختہ پرداختہ ہے۔ کیونکہ جو ہماری راہ پر چلتا ہے وہ ہم سے جدا نہیں۔ اور جو ہمارے مقاصد کو ہم میں ہو کر پورا کرتا ہے وہ درحقیقت ہمارے ہی وجود میں داخل ہے۔" (ازالۂ اوہام ص ۳۱۶)

احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدا کی راہ میں ان بابرکت مساعی جمیلہ سے احمدیہ مشن ہاؤس کے ذریعہ یورپ کا ہر گوشہ قرآن کے نور سے منور ہو جائے۔ آمین

ہے یہی اُن کی قیادت کا کمال + کر رہے ہیں ہم ترقی دم بدم

اور ہم خدا تعالیٰ سے اس کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

آج محتاج ہے پھر ابر کرم کا تیرے + اپنے ہاتھوں سے لگایا ہوا یہ باغ تیرا

- **قرار دادِ تعزیت**

"تنظیم خواتینِ احمدیہ کے ایک اجلاس میں اپنی دو نہایت قیمتی ممبر خواتین بیگم عبدالرحمٰن مصری صاحبہ اور بیگم وحیدہ قیوم شیخ صاحبہ کی وفات پر دلی رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔ یہ خواتین جماعتِ احمدیہ کا قیمتی سرمایہ تھیں۔ ان کی وفات سے جماعت کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں خواتین پہ اپنے انعامات نازل فرمائے اور ان نیک اور مخلص خواتین کو جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے۔ آمین۔ قرار پایا کہ یہ اجلاس ان کے عیال اور جملہ لواحقین سے گہرے تاسف کا اظہار کرتا ہے۔ اس صدمہ میں ہم سب ان کے ساتھ ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ ان کو اس صدمہ کے برداشت کرنے کی توفیق دے اور صبر جمیل عطا کرے۔ آمین

سیکرٹری تنظیم خواتین احمدیہ

- **درخواست جنازہ غائبانہ**

نہایت افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے کہ ڈاکٹر عصمت اللہ مرحوم و مغفور (المعروف اسلام مورتی) کے صاحبزادے مکرم سلیم اللہ خاں عاجز (سوشل ورکر) ایک حادثے میں وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم صوفی منش، مجذوب صفت اور نہایت ہی قابل قدر انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

—— **** ——

ترجمہ و ترتیب:۔ محمد شریف چوہدری

بلادِ غیر میں احمدیہ لٹریچر کی مقبولیت اور طلب

افضائے عالم سے آمدہ خطوط کی ایک جھلک

"میں تیری تبلیغ کو دُنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

(۱) گھانا مغربی افریقہ سے نوح الحسن رقمطراز ہیں:۔

مکرم جناب   السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا مرسلہ قیمتی کتب کا تحفہ بذریعہ بحری ڈاک مورخہ ۴ جولائی کو موصول ہوا معذرت خواہ ہوں کہ کام کی زیادتی اور ذاتی مصروفیات کیوجہ سے مطلع کرنے سے قاصر رہا۔ دلی شکریہ قبول فرمایئے۔ اور میں خدا کا بھی شکر ادا کرتا ہوں کہ جس نے آپ کو یہ قیمتی کتب بھیجنے کی توفیق عطا فرمائی۔

بیعت فارم بھیجنے کا بھی شکریہ۔ لیکن افسوس کہ میں براہِ راست آپ کو ارسال نہیں کر رہا۔ کیونکہ چندہ کی رقم کیوجہ سے الجھن کا شکار ہوں۔ ہمارے ملک میں پاکستانی کرنسی کا حصول ناممکن ہے۔ اور گھانا کی کرنسی براہِ راست بھیجنے پر پابندی ہے۔ اس بارے میں میری راہنمائی فرمائیں تاکہ یہ بیعت فارم پُر کر کے ارسال کر سکوں۔ دوبارہ آپ کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ مجھے عربی انگریزی تفسیر قرآن کریم کا ایک نسخہ ارسال کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

(۲) ایس۔ ایم۔ بابا۔ گھانا سے تحریر فرماتے ہیں:۔

بندہ جناب   السلام علیکم

آپ کا ۲۳ مارچ ۸۲ء کا نوازش نامہ موصول ہوا کُتب جو آپنے بہ عنایت خاص میرے لئے بھجوائی ہیں ابھی تک نہیں ملیں۔ امید ہے عنقریب مل جائیں گی۔ دیگر قیمتی کتب کی خرید کے بارے میں عرض ہے کہ آپ احمدیہ مشن گھانا ہیڈکوارٹر کو یہ کتب بھجوادیں میں وہاں سے رقم دے کر حاصل کر لوں گا۔ رقم کے بارے میں جیسا کہ آپنے تحریر کیا ہے ہمارے ملک میں برٹش پوسٹل آرڈر دستیاب نہیں۔ اس لئے اُمید کرتا ہوں مجھے یہ کتب ضرور ارسال کر دیں گے ان کی اشد ضرورت ہے۔ ریلیجن آف اسلام۔   خلافت راشدہ

حسب ذیل چھ افراد کے نام اور پتہ جات تحریر کر رہا ہوں۔ ان کو اگر ممکن ہو سکے جماعت کا لٹریچر ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔ آپ کے تعاون و حوصلہ افزائی کا بے حد شکریہ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(۳) پولیس ڈیپارٹمنٹ نائیجیریا سے سارجنٹ الو۔ ایم الفا لکھتے ہیں۔

پیارے بھائی

آپ کا مرسلہ چار اسلامی کتب کا پیکٹ مورخہ ۶/۴/۸۲ کو موصول ہوا۔ بہت بہت شکریہ۔ یہ مقدس اور قیمتی کتب میرے لئے دینِ اسلام کی روشنی کا منبع ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا ضرور اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ اکتوبر ۱۹۸۱ء میں مجھے سلسلہ عالیہ میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب میں مسلمان ہوں جس کا مجھے بے حد فخر ہے۔ اب چندہ کے لئے زرمبادلہ کا حصول میرے لئے انتہائی مشکل مسئلہ بن گیا ہے۔ نائیجیریا میں ۲۲ رجون کو رمضان کا مبارک مہینہ شروع ہوا۔ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو تبلیغ اسلام اور فروغ دین کی طاقت عطا فرمائے۔ آمین

(۴) گھانا سے عبدالمومن بابا محمود تحریر کرتے ہیں۔

پیارے جناب   السلام علیکم

آپ کے ادارہ سے حضرت مولانا محمد علیؒ کی تفسیر و ترجمہ انگریزی قرآن مجید کا ایک نسخہ طلب کر کے بے حد مسرت ہو رہی ہے۔ ہماری سوسائٹی عیسائیوں اور مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ اور مسلمانوں کی اکثریت صرف قرآن ناظرہ بغیر معارف و معانی پڑھنے کے قابل ہے۔ اس لئے اگر آپ انگریزی ترجمہ قرآن بطور تحفہ ارسال کر دیں تو ہم مسلمان نہ صرف صحیح طریقہ سے دینی تعلیمات حاصل کر سکیں گے بلکہ دوسرے مذہب کے لوگوں پر ہمارا رعب چھا جائے گا۔   جواب کا منتظر

(۵) حمزہ ادریس نائیجیریا سے لکھتے ہیں۔

مکرم جناب!

آپ کی خدمت میں یہ چند سطور تحریر کرنے کی سعادت آج کے مبارک روشن دن نے عنایت کی ہے۔ دعاگو ہوں اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! میں مدرسہ اسلامیہ ہائی سکول نائیجیریا میں عربی کا متعلم ہوں۔ میری خواہش ہے کہ مجھے دینی اسلامی لٹریچر عنایت فرمائیں۔ اگر ممکن ہو سکے تو عربی کتب اور تفسیر القرآن کا ایک نسخہ بھجوا کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(۶) الحاج توحید شانو گھانا سے لکھتے ہیں۔

پیارے بھائی   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں یہ چند سطور آج اِس غرض سے لکھ رہا ہوں کہ آپ میری مدد فرمائیں۔ کیونکہ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ غریب مستحق بھائیوں کی مدد اور حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ مجھے دینی تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق ہے۔ اور حضور اکرم صلعم کے اسوۂ حسنہ جس کے اتباع میں ہماری نجات کا راز مضمر ہے پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہوں اس لئے میری درخواست ہے کہ قرآن کریم انگریزی کا ایک نسخہ تحفتہً ارسال کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

(۷) گھانا سے انگو۔ ایس میر تحریر فرماتے ہیں

جناب من   السلام علیکم

اسلامی کتب بالخصوص قرآن مجید انگریزی کا حصول ناممکن ہے اس لئے آپ کے بین الاقوامی ادارہ اشاعت اسلام سے اپیل کرتا ہوں کہ میری مدد فرمائیں۔ مجھے زیادہ سے زیادہ لٹریچر / دینی کتب ارسال کر کے ممنون فرمائیں۔ میں آپ اور آپ کے سٹاف کے لئے نیک خواہشات رکھتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں۔

باہتمام ریاض حسین الجدہ پرنٹرز اردو بازار لاہور سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر۔ ڈاکٹر اللہ بخش)

جلد:- ۶۹ • یوم چہارشنبہ ۲۶ ذی قعد ۱۴۰۲ھ — بمطابق — ۱۵ ستمبر ۱۹۸۲ء • شمارہ ۳۷

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

صبر کی تلقین —— صبر ہی ہے جو دلوں کو فتح کر لیتا ہے

ہماری جماعت کیلئے بھی اسی قسم کی مشکلات ہیں جیسے آنحضرت صلعم کے وقت مسلمانوں کو پیش آئے تھے۔ چنانچہ نئی اور سب سے پہلی مصیبت تو یہی ہے کہ جب کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہوتا ہے تو معاً دوست، رشتہ دار اور برادری الگ ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات ماں باپ اور بھائی بہن بھی دشمن ہو جاتے ہیں السلام علیکم تک کے روادار نہیں رہتے اور جنازہ پڑھنا نہیں چاہتے اس قسم کی بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں میں جانتا ہوں کہ بعض کمزور طبیعت کے لوگ بھی ہوتے ہیں اور ایسی مشکلات پر وہ گھبرا جاتے ہیں لیکن یاد رکھو کہ اس قسم کی مشکلات کا آنا ضروری ہے۔ تم انبیاء اور رسل سے زیادہ نہیں ہو۔ ان پر اس قسم کی مشکلات اور مصائب آئیں اور یہ اسی لئے آتی ہیں کہ خدا تعالےٰ پر ایمان قوی ہو اور پاک تبدیلی کا موقع ملے۔ دعاؤں میں لگے رہو۔ پس یہ ضروری ہے کہ تم انبیاء و رسل کی پیروی کرو۔ اور صبر کے طریق کو اختیار کرو۔ تمہارا کچھ بھی نقصان نہیں ہوتا۔ وہ دوست جو تمہیں قبول حق کی وجہ سے چھوڑتا ہے وہ سچا دوست نہیں ہے۔ ورنہ چاہیئے تھا کہ تمہارے ساتھ ہوتا۔ تمہیں چاہیئے کہ وہ لوگ جو محض اس وجہ سے تمہیں چھوڑتے اور تم سے الگ ہوتے ہیں کہ تم نے خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ میں شمولیت اختیار کر لی ہے۔ ان سے دنگہ یا فساد مت کرو بلکہ ان کے لئے غائبانہ دعا کرو کہ اللہ تعالےٰ ان کو بھی وہ بصیرت اور معرفت عطا کرے جو اس نے اپنے فضل سے تمہیں دی ہے تم اپنے پاک نمونہ اور عمدہ چال چلن سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ تم نے اچھی راہ اختیار کی ہے دیکھو میں اس امر کے لئے مامور ہوں کہ تمہیں بار بار ہدایت کروں کہ ہر قسم کے فساد اور ہنگامہ کی جگہوں سے بچتے رہو اور گالیاں سن کر بھی صبر کرو۔ بدی کا جواب نیکی سے دو۔ اور کوئی فساد کرنے پر آمادہ ہو تو بہتر ہے کہ تم ایسی جگہ سے کھسک جاؤ اور نرمی سے جواب دو۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص بڑے جوش کے ساتھ مخالفت کرتا ہے اور مخالفت میں وہ طریق اختیار کرتا ہے جو مفسدانہ طریق ہو جس سے سننے والوں میں اشتعال کی تحریک ہو لیکن جب سامنے سے نرم جواب ملتا ہے اور گالیوں کا مقابلہ نہیں کیا جاتا تو خود اسے شرم آجاتی ہے اور وہ اپنی حرکت پر نادم اور شرمسار ہونے لگتا ہے۔

میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ صبر کو ہاتھ سے نہ دو۔ صبر کا ہتھیار ایسا ہے کہ توپوں سے وہ کام نہیں نکلتا جو صبر سے نکلتا ہے۔ صبر ہی ہے جو دلوں کو فتح کر لیتا ہے۔ یقیناً یاد رکھو کہ مجھے بہت ہی رنج ہوتا ہے جب میں یہ سنتا ہوں کہ فلاں شخص اس جماعت کا ہو کر کسی سے لڑا ہے۔ اس طریق کو میں ہرگز پسند نہیں کرتا اور خدا تعالےٰ بھی نہیں چاہتا کہ وہ جماعت جو دنیا میں ایک نمونہ ٹھہرے گی وہ ایسی راہ اختیار کرے جو تقوےٰ کی راہ نہیں ہے بلکہ میں تمہیں یہ بھی بتا دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ یہاں تک اس امر کی تائید کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص اس جماعت میں ہو کر صبر اور برداشت سے کام نہیں لیتا تو وہ یاد رکھے کہ وہ اس جماعت میں داخل نہیں ہے۔ نہایت کار اشتعال اور جوش کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ مجھے گندی گالیاں دی جاتی ہیں تو اس معاملہ کو خدا کے سپرد کر دو تم اس کا فیصلہ نہیں کر سکتے میرا معاملہ خدا پر چھوڑ دو۔

(تقریر حضرت اقدس)

اِسلام کا مقصود و مطلوب

دعوت و تبلیغ اور اصلاح و انقلاب کا نبوی طریقہ

مسائلِ حیات کا حل تنہا عقلِ انسانی نہیں کر سکتی۔ اس کے لئے وحی و نبوت کی روشنی اور ہدایت کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر نہ انسان کو انسانیت میسر آ سکتی ہے اور نہ دنیا میں امن و عدل قائم ہو سکتا ہے۔ امن و عدل ہی سے انسان کی ذہنی صلاحیتیں اجاگر ہوتی ہیں اور اس کی عملی توانائیاں اُبھرتی ہیں، صحیح تہذیب و تمدن پیدا ہوتا اور اصلاح و ارتقاء کی راہیں کھلتی ہیں۔ اگر انسان کو وحی و نبوت کی راہنمائی نہ ملتی تو نہ اسے صحیح علم و عقل میسر آتی اور نہ آج یہ موجودہ سائنٹیفک دور ہوتا۔ آج دنیا میں جہاں کہیں بھی خیر و صلاح اور نیکی پائی جاتی ہے وہ وحی و نبوت ہی کا فیضان ہے۔ یہ وہ ناقابلِ تردید حقیقت ہے جس پر آج عقلِ انسانی بھی مہرِ تصدیق ثبت کر چکی ہے جوں جوں وقت گذرتا جاتا ہے وحی و نبوت کی حقیقتیں اور صداقتیں روشن ہوتی جاتی ہیں۔ مطلب یہ کہ انسان نے آج تک جتنی بھی ذہنی تمدنی ترقی حاصل کی ہے اس کو فکری غذا تعلیماتِ نبوت سے ہی ملی ہے۔ ہر مذہب۔ ہر نظام اور ہر فلسفے میں جتنی بھی حقیقت و صداقت ہے وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے مقدس سلسلۂ فیض کا صدقہ ہے۔

وحی الٰہی کا سلسلہ قرآنِ حکیم پر ختم ہو گیا اور نبوت کا سلسلہ ہمارے نبی محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تمام ہو گیا۔ اور نوعِ انسانی کے نام پروردگارِ عالم نے اعلان کر دیا۔

(ترجمہ) آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے پسند کر لیا ہے۔ (المائدہ پ ۶)

یعنی اے انسانو! جب تمہارے پاس قرآنِ حکیم "ذکریٰ للعالمین" بن کر اور حاملِ قرآن "رحمۃ للعالمین" بن کر آ گیا تو اب تمہارے لئے تہذیب و ترقی اور امن و سلامتی کی راہ صرف اسلام ہے اسی کو اختیار کرو۔ فرمایا:۔

(ترجمہ) اب کیا یہ لوگ اللہ کی اطاعت کا طریقہ (دین اللہ) کو چھوڑ کر کوئی اور طریقہ چاہتے ہیں حالانکہ زمین و آسمان کی ساری چیزیں بچار و ناچار اللہ ہی کی تابع فرمان ہیں (مسلم) اور اسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔ (سورۃ آل عمران پ ۳)

اس اعلان کے بعد بھی اگر انسان کوئی اور فلسفۂ حیات اور نظامِ زندگی اپنے دماغوں سے گھڑیں اور کوئی اور طریقۂ زندگی اختیار کریں تو وہ کان کھول کر سن لیں:۔

(ترجمہ) "اسلام کے سوا جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے گا تو سن لو اس کا یہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔"

قرآنِ پاک کا اعلان ہے کہ ہر قوم اور ہر ملک میں اللہ کی طرف سے انسانوں کی ہدایت کے لئے نبی و رسول آتے رہے اور سب سے آخر میں ہمارے نبیٔ رحمتِ عالم اور محسنِ اعظم بن کر آئے حضورؐ سے پہلے حضراتِ انبیائے کرام الگ الگ قوموں کی طرف آتے رہے۔ آپ سے پہلے ابھی انسان کی نگاہ اتنی بلند اور اس کا ذہن اتنا وسیع نہیں ہوا تھا کہ وہ وحدتِ اللہ کے ساتھ وحدتِ انسانی یعنی تمام بنی نوعِ انسان کی عالمگیر برادری کے تصور کو قبول کر سکتا آپ کا ظہور تمام عالمِ انسانیت کے لئے تھا اور خدا کے آخری نبی کو ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے تھا اس لئے قرآن پاک نے واضح الفاظ میں اعلان کر دیا۔

(ترجمہ) "اور ہم نے تمہیں نوعِ انسانی کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔"

اے نبیؐ! آپ کا کام صرف اتنا ہے کہ آپ انسانوں کو اس بات کی خوشخبری سنا دیں کہ اے لوگو! اگر تم اپنے کفر و شرک سے توبہ کر کے اللہ کی بندگی اور میری پیروی اختیار کر لو تو تم دنیا میں امن و سکون سے رہو گے اور فلاح و ترقی حاصل کرو گے اور اگر توحید و رسالت کے اقرار و اعتراف اور خدا پرستی و نیک عملی سے انکار و اعراض کرو گے تو بالآخر تم اخلاق و انسانیت اور امن و سلامتی سے محروم ہو کر تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ اگر تمہیں اس بات کا یقین نہیں تو دنیا کی قوموں کا انجام مآل قرآنِ مبین سے معلوم کر لو اور عبرت و نصیحت حاصل کرو اس کی تشریح دوسری جگہ اس طرح کر دی۔

"اے نبیؐ! دنیا کے تمام انسانوں سے کہہ دو کہ میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

اسی سلسلے میں نوعِ انسانی کے سامنے یہ حقیقت بار بار رکھی گئی۔ (ترجمہ) اور ہم نے تمہیں اقوامِ عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے "یعنی اگر دنیا کے انسان ذرا بھی عقل۔ سمجھ اور طلبِ حق و صداقت رکھتے ہیں تو وہ اس حقیقت کو پالیں گے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی زندگی کے تمام معاملات و مسائل میں اسوۂ حسنہ ہیں اور آپ کی تعلیم ہی کے سانچے میں ڈھل کر وہ بہترین انسان اور صدق و اخلاص کا پیکر بن سکتے ہیں۔

اِسلام کا خدا رب العالمین ہے۔ تمام انسانوں کی ہدایت و سعادت کا سامان کرنے والا۔ ان کی جسمانی و روحانی تربیت کرنے والا اور ان کو ہر قسم کی ترقی و کامرانی عطا کرنے والا۔ صرف اسی کا دیا ہوا ضابطہ قوانین (قرآن) ذکر للعالمین یعنی انسانوں کو بھولی ہوئی حقیقتیں اور صداقتیں یاد دلانے والا انسانوں کے گھڑے ہوئے فلسفوں، نظاموں اور قوانین سے بے نیاز کر دینے والا ہے۔ اس میں زمان و مکان، رنگ و نسل، خون، زبان اور وطن کی کوئی تخصیص و تمیز نہیں۔

جب بھی انسان اس حقیقت و صداقت کو اچھی طرح سمجھ لیں گے۔ دل سے اس پر ایمان لے آئیں گے اور زندگی کے تمام معاملات و مسائل میں صادق و مصدوق کو اپنا رہنما بنا لیں گے۔ اسی روز سے انسانوں کی حالت بدل جائے گی۔ اللہ کی زمین اللہ کے نور سے چمک اٹھے گی اور ظلم و فساد کی جگہ امن و عدل کا دور دورہ ہو جائے گا۔

سورہ نحل میں اللہ تعالےٰ نے وحی الٰہی کی صداقت اور اس کی ضرورت و اہمیت کو دلائل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ خاتمہ پر وحی کی اصل غرض دعوت الی الحق کا ذکر کیا ہے اور اس کا طریق تبلایا ہے۔ ارشادِ باری تعالےٰ ہے۔

(ترجمہ) اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور نصیحت سے بلاؤ اور ان سے اچھے ڈھنگ سے بحث کرو۔"

حکمت سے مراد ٹھوس۔ پکی بات، قریب الفہم انداز اور دل نشیں طریقہ بیان ہے۔ موعظہ سے مراد تنبیہہ ہے۔ دعوت الی الحق کے لئے حکمت اور موعظۂ حسنہ، یہ دو چیزیں لازمی ہیں۔ حکمت یعنی

(بقیہ صفحہ ۵ پر)

(بقیہ آمد کا صفحہ ۲ سے آگے)

دلائل محکم اور موعظہ حسنہ کے بغیر یہ کام کسی اور طریقہ سے نہیں ہو سکتا۔ ان دو چیزوں کے ساتھ جدال کا ذکر بھی ہے یعنی دعوت و تبلیغ کے ساتھ بحث کی ضرورت نہیں ہوتی۔ پس اگر بحث کی ضرورت پیش آئے تو عمدہ طریق سے بحث کی جائے۔ مخاطب کے جذبات کو جان بوجھ کر مشتعل نہ کیا جائے۔ اس میں ضد نہ پیدا کی جائے۔ اور اس کی خودی کو مجروح نہ کیا جائے۔ بقدر فہم و استعداد اس کے ضمیر و عقل کو بیدار کیا جائے اور بحث و جدال میں بھی محبت و ہمدردی کا جذبہ کارفرما رہے جس دعوت و تبلیغ سے دلوں میں تنفر، باطل پر اصرار اور جہاد و قربانی سے فرار پیدا ہو وہ نبوی دعوت و اصلاح نہیں۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حکم ہوا:۔

"سو تم سمجھاؤ قرآن سے اس کو جو ڈرا نے سے ڈرے۔"

یعنی جو لوگ توحید، رسالت اور آخرت کا انکار کرتے ہیں اُن کے معاملہ ہمارے سپرد کر دو۔ ہم جانیں اور وہ۔ آپ کا کام یہ نہیں کہ آپ زبردستی لوگوں سے حق و صداقت کی بات منوائیں۔

داعیانِ حق کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ کفار و مشرکین، منافقین اور فساق و فجار کو ان کے کفر و شرک اور فسق و فجور کے انجام سے ڈراتے ہیں۔ ارشاد ہوا:۔

(ترجمہ) یاد دلاتے اور سمجھاتے رہو۔ یہ یاد دلانا اور سمجھانا ایمان والوں کو نفع دیتا ہے۔"

ایمان والے نصیحت قبول کرتے ہیں اور منکرین و معاندین پر حجت پوری ہوتی ہے۔ آپ دعوت و تبلیغ کا کام کما حقہ کر رہے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔ اس سے زیادہ ان کے پیچھے نہ پڑیئے اور غم نہ کیجئے۔ آپ کی بات نہ ماننے کا الزام انہی پر رہے گا۔ اس کا نتیجہ بھی وہی بھگتیں گے۔ آپ کا کام صرف سمجھانا ہے۔ یہ سلسلہ جاری رکھیئے۔ جو ایمان لانا چاہے اس کو یہ سمجھانا کام دے گا۔ جو ایمان لا چکے ہیں ان کے ایمان میں مزید تقویت و ترقی ہوگی اور منکروں پر خدا کی حجت تمام ہوگی۔

(ترجمہ) یہ تو ایک نصیحت ہے جہان بھر کے واسطے۔ تم میں سے جو چاہے کہ سیدھا چلے اس کے لئے۔"

یعنی قرآن ان کے لئے جو عناد و کجروی کو چھوڑ کر اسلام کی راہ پر سیدھا چلنا چاہیں ایک نصیحت ہے وہی اس سے استفادہ کریں گے۔

دنیا نے دیکھا کہ آپ نے کس خوبی و دلنوازی سے تبلیغ و اصلاح کا کام سرانجام دیا اور محض دعوت و ارشاد سے خلافتِ راشدہ کا نظام قائم کر دکھایا۔

(ترجمہ) سو تو سمجھا دے اگر سمجھانا فائدہ دے۔"

یعنی اللہ پاک نے آپ کو رحمتِ عالم بنا کر اس منصب جلیلہ پر فائز فرمایا ہے۔ بڑے بڑے انعامات و احسانات کئے ہیں تو آپ اپنے ایمان اخلاق اور عمل سے دوسروں کو فیض پہنچا ئیے اپنے کمال سے دوسروں کی اصلاح و تکمیل کیجیئے۔ اور دعوت الی اللہ کا حق ادا کر دیجئے۔

اس عظیم الشان اور عظیم المرتبت کام میں ان نفعت الذکریٰ کی شرط اس لئے لگائی کہ تذکیر و وعظ اس وقت لازم ہے جب مخاطب کی طرف سے اس کا قبول کرنا متوقع ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا منصب وعظ و تذکیر ہر شخص کے لئے نہیں۔ ہاں تبلیغ و انذار یعنی حکم الٰہی کا پہنچانا اور اللہ کے عذاب سے ڈرانا آپ کا فرض منصبی ہے۔ تاکہ بندوں پر حجت قائم ہو اور جہل و نادانی کا عذر باقی نہ رہے۔

یہاں اس فرق کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ وعظ و تذکیر اور چیز ہے اور تبلیغ و انذار اور چیز عام طور پر دونوں میں فرق نہیں کیا جاتا اس لئے بعض مواقع پر الجھنیں، اشکالات اور اعتراضات پیدا ہوتے ہیں۔ بعض مفسرین نے زیادہ واضح الفاظ میں مذکورہ آیت کے معنی یوں بیان کئے ہیں کہ بار بار نصیحت کر۔ اگر ایک بار کی نصیحت نے کوئی نفع نہ دیا ہو۔ یہ بات تھی وعظ و تذکیر کی۔ رہا تبلیغ و انذار کا معاملہ سو وہ بہرحال لازمی اور ضروری ہے۔

آیت زیر بحث کا ترجمہ و تفسیر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنی تفسیر عزیزی میں یوں بیان کیا ہے۔ (ترجمہ) "پس یاد دلا دو لوگوں کو اگر یاد دلانا اور نصیحت کرنا نفع دے تاکہ کمال ہزاروں کو پہنچے اور لوگ تیرے رنگ میں رنگ جائیں۔" اس مضمون کو سورۃ الغاشیہ میں یوں بیان کیا۔

(ترجمہ) سو تو سمجھائے جا تیرا کام تو یہی سمجھانا ہے۔ تو نہیں ان پر داروغہ۔ مگر جس نے منہ موڑا اور منکر ہو گیا۔"

یعنی جب یہ لوگ باوجود دلائل واضح غور نہیں کرتے تو آپ بھی زیادہ ان کی فکر میں نہ پڑیں بلکہ صرف نصیحت کرو۔ کیونکہ آپ نصیحت کرنے اور سمجھانے کے لئے ہی بھیجے گئے ہیں۔ اگر یہ نہیں سمجھتے تو آپ ان پر داروغہ بنا کر مسلط نہیں کیے گئے کہ زبردستی ان کو حق منوا کر چھوڑیں اور ان کے دلوں کو بدل ڈالیں۔

یہاں تک ہم نے جو کچھ عرض کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

عقل انسانی کو وحی کی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح آنکھ کو روشنی کی۔ وحی ان اصول و قوانین کو بیان کرتی ہے جن کی بنیاد پر ایک عالمگیر انسانی معاشرے کا قیام عمل میں آتا ہے۔ وحی کے بیان کردہ اصول تمام نوع انسانی کے لئے اٹل اور غیر متبدل ہیں۔ یہ محکم اور غیر متبدل اصول صرف قرآن اور اسوہ رسولؐ میں قیامت تک کے لئے موجود و محفوظ ہیں۔ ان ابدی اصولوں کی تعلیم و تلقین اور تعمیل و تذکیر کا کام نبوی طریقے پر ہونا چاہیئے۔ آج دنیا والوں کو اس کی شدید ضرورت ہے۔ اب یہ کام نبوی طریقہ پر نہیں ہو رہا۔ اس لئے اس کے وہ انقلاب آفریں اثرات و نتائج مرتب نہیں ہو رہے۔ جو اسلام کا مقصود و مطلوب ہیں۔ خود ساختہ فرقوں اور دعوت و تبلیغ کے من گھڑت طریقوں نے اسلام کا اصل اصلاحی و انقلابی تصور اور اس کے ابدی اصول کو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل کر رکھا ہے۔ ضرورت ہے کہ سیرت رسول اور تعلیمات نبوی سے ہم دعوت و تبلیغ اور اصلاح و انقلاب کا انداز سیکھیں اور احیاء اسلام کی راہیں صاف و ہموار کریں۔

(بشکریہ نوائے وقت راولپنڈی مورخہ ۲۶ اگست ۸۲ء)

ھدیۂ نعت

تیرے مُنہ کی ہے قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اُٹھایا ہم نے

تیری اُلفت سے ہے معمور میرا ہر ذرّہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال!
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

نُور دکھلا کے ترا سب کو کیا ملزم و خوار
سب کا دل آتشِ سوزاں میں جلایا ہم نے

نقشِ ہستی تیری الفت سے مٹایا ہم نے
اپنا ہر ذرّہ تری راہ میں اُڑایا ہم نے

تیرا میخانہ جو اک مرجع عالم دیکھا
خُم کا خُم منہ سے بصدِ حرص لگایا ہم نے

... ہند کا بارہواں سالانہ جلسہ

بمقام یاری پورہ اننت ناگ کشمیر (ھند) - بتاریخ ۷ - ۸ - ۹ - اگست ۱۹۸۲ء

حسبِ معمول امسال "احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام (لاہور) ہند" کا بارہواں سالانہ جلسہ بمقام یاری پورہ کشمیر نہایت جوش و خروش اور ایمان افروز طریقہ پر بتاریخ ۷ تا ۹ اگست ۱۹۸۲ء منعقد کیا گیا۔ ماہنامہ اشاعت الحق اور ریڈیو کشمیر کے ذریعہ جلسہ کا اعلان قبل از وقت کیا گیا تھا۔ علاقہ یاری پورہ کے علاوہ ملک کے مختلف مقامات پر احباب اور علم دوست حضرات کو دعوت نامے جاری کئے گئے تھے جلسہ عام کے لئے دعوت ناموں کے علاوہ لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ بھی وسیع پیمانے پر اعلان کرایا گیا۔ نیز اشتہارات بھی جلی حروف میں شائع کر کے مختلف مقامات پر چسپاں کئے گئے۔

ملک کے مختلف مقامات سے مندوبین حضرات ۶ اگست ۸۲ء صبح سے ہی یاری پورہ پہنچنے شروع ہو گئے تھے۔ جناب چوہدری غلام مصطفٰے صاحب صدر احمدیہ انجمن ہند جموں سے بروز جمعہ قبل از دوپہر یاری پورہ تشریف فرما ہوئے اور نمازِ جمعہ جناب چوہدری صاحب موصوف نے ہی جامع احمدیہ یاری پورہ میں پڑھائی۔ جناب محمد جنید اطہر صاحب اکولہ مہاراشٹر سے کھرون چلدر سے مولوی بشیر احمد ابن حکیم عتیق اللہ صاحب کیمکوٹ تراں سے سبیں افضل گنائی مع برادر بیرو بڈگام سے غلام احمد میر صاحب سعد واہ سے غلام محمد صاحب خادم۔ صوفی پورہ (زینہ پورہ) سے احباب و مندوبین حضرات مٹا ڈور الحاج محمد صادق بٹ صاحب کی قیادت میں اور سرینگر سے احباب و مندوبین حضرات جناب صدر جماعت سرینگر خورشید صاحب اور الحاج شیخ عبدالصمد صاحب نائب صدر احمدیہ انجمن ہند کی قیادت میں یاری پورہ تشریف لائے۔ تمام معزز مہمانوں کا استقبالیہ کمیٹی یاری پورہ نے پرتپاک استقبال کیا۔

لنگرخانہ

لنگرخانہ کا انتظام جامع احمدیہ کے صحن کے شمال مغربی حصہ کی طرف کیا گیا۔ لنگر کا انتظام ظفر اقبال صاحب کی نگرانی میں نہایت احسن طریقہ پر انجام پذیر ہوا۔

مہمانوں کی رہائش اور مولانا محمد علی ہال

جماعت یاری پورہ کے ایثار اور دن رات کی محنت سے جلسہ سالانہ سے قبل ہی جامع احمدیہ کی دوسری منزل میں ایک کمرہ اور ایک ہال تعمیر کیا گیا اس کے لئے ایک علیحدہ سیڑھی کا انتظام بھی کیا گیا مہمانوں کی رہائش کا انتظام اسی ہال میں کیا گیا۔ جلسہ سالانہ کی پہلی نشست خاکسار (ایم۔ وائی تاثیر) کی افتتاحی تقریر کے بعد حضرت امیر مولانا محمد علی ہال کا افتتاح کیا گیا۔ اسی ہال کے نام کا پتھر جناب چوہدری غلام مصطفٰے صاحب اور دیگر جملہ احباب نے اتفاق سے خاکسار (ایم وائی تاثیر جنرل سیکرٹری) کے اعلان کے ساتھ نصب کیا۔ تمام حاضرین جلسہ نے اس تاریخی موقعہ پر اجتماعی طور پر اسلام و احمدیت کی ترقی کے لئے دعا فرمائی۔ جلسہ گاہ کو جلی حروف سے لکھے ہوئے ماٹوز سے سجایا گیا تھا۔ درود و سلام تسبیح و تحمید سے ایک خاص روحانی کیفیت کا منظر چاروں طرف عام تھا۔

نمازِ مغرب باجماعت صدر محترم احمدیہ انجمن ہند کی اقتداء میں ادا کرنے کے بعد، ۷ اگست کی کاروائی درج ذیل پروگرام کے مطابق منعقد ہوئی۔

۱۔	تلاوتِ قرآن شریف	محترم محمد جنید اطہر صاحب اکولہ مہاراشٹر
۲۔	کلام حضرت اقدس	محترم بشارت احمد صاحب یاری پورہ
۳۔	افتتاحی تقریر و خطبہ استقبالیہ	ایم۔ وائی تاثیر جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن ہند
۴۔	تقریر	ڈاکٹر خورشید عالم ترین صاحب صدر جماعت سرینگر
۵۔	کلامِ امام	محترم حفیظ اللہ صاحب قریشی سرینگر
۶۔	صدارتی تقریر	جناب صدر محترم چوہدری غلام مصطفٰے صاحب
۷	درود دعا اختتامی	ایم۔ وائی تاثیر یاری پورہ

جلسہ کے اختتام پر نمازِ عشاء باجماعت ادا کرنے کے بعد مہمانوں نے کھانا کھایا اور اس کے ساتھ ہی آج کی یہ روحانی مجلس بخیر و خوبی انجام پذیر ہوئی۔

۸ - اگست ۱۹۸۲ء بروز اتوار

نمازِ فجر جناب محترم محمد جنید اطہر صاحب اکولہ مہاراشٹر کی اقتداء میں پرسوز دعاؤں کے ساتھ ادا کی گئی۔ نمازِ فجر کے بعد محترم ڈاکٹر خورشید عالم ترین صاحب نے قرآن شریف کا درس دیا۔ چائے کے بعد ٹھیک دس بجے مجلسِ معتمدین احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام ہند کا خصوصی اجلاس زیرِ صدارت خاکسار (ایم۔ وائی تاثیر جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن ہند) منعقد ہوا۔ اجلاس کی کاروائی محمد منور میر صاحب ممبر مجلس معتمدین کی تلاوت سے شروع ہوئی۔ خاکسار نے اجلاس میں نئے منتخب شدہ ممبران مجلس معتمدین کا اعلان کیا۔ اور بتایا کہ یہ انتخابات مجلسِ معتمدین و منتظمہ تین سال کے بعد انتخابات ہوئے ہیں اور انہی ممبرانِ معتمدین کا یہ اجلاس ہو رہا ہے۔ اس وقت صدر برائے احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام ہند اور مجلس منتظمہ کا انتخاب ہوگا یہ انتخاب تین سال کے لئے ہوگا۔ انشاءاللہ آئندہ انتخابات سال ۱۹۸۵ء میں ہونگے۔ اجلاس میں ضرورت کے مطابق چند ممبران معتمدین جنرل سیکرٹری نے معتمدین کے مشورہ سے نامزد کئے۔ فہرست معتمدین برائے احمدیہ انجمن ہند حسب ذیل ہے:-

۱۔ ایم۔ وائی تاثیر (خاکسار)	یاری پورہ	(۲) محمد منور میر صاحب	یاری پورہ
(۳) مسٹر جلال الدین جلال صاحب	یاری پورہ	(۴) خواجہ غلام نبی وانی صاحب صدر جماعت	یاری پورہ
(۵) الحاج محمد صادق بٹ صاحب	صوفی پورہ	(۶) محمد احسن بٹ صاحب	صوفی پورہ
(۷) عبدالرشید شیخ صاحب صدر جماعت	صوفی پورہ	(۸) محمود احمد صاحب	سعد واہ
(۹) شبیر احمد صاحب	سعد واہ	(۱۰) محمد اقبال صاحب	سعد واہ
(۱۱) شوکت احمد صاحب	"	(۱۲) عبدالحفیظ صاحب	"
(۱۳) عبدالجبار صاحب صدر جماعت	"	(۱۴) الحاج شیخ عبدالصمد صاحب	سرینگر
(۱۵) پروفیسر نورالدین زاہد صاحب	سرینگر	(۱۶) علی محمد بک سیلر	"
(۱۷) غلام محمد بٹ صاحب	"	(۱۸) محمد علی صاحب	"

۱۹۔ ڈاکٹر خورشید عالم ترین صاحب صدر جماعت سرینگر (۲۰) چوہدری غلام مصطفٰے صاحب جموں

۲۱۔ محمد جنید اطہر صاحب اکولہ مہاراشٹر (۲۲) ماسٹر عبدالکریم صاحب بھدر واہ

۲۳۔ پروفیسر غلام علی صاحب سرینگر (۲۴) الحاج غلام احمد حکاک صاحب سرینگر

(۲۵) محبوب عالم خاں صاحب " (۲۶) ماسٹر احمد اللہ میر صاحب یاری پورہ

(۲۷) غلام حسن صاحب یاری پورہ (۲۸) عبدالشکور صاحب بھدرواہ

(۲۹) جلال الدین صاحب صوفی پورہ (۳۰) ڈاکٹر غلام نبی صاحب چمبہ ہماچل پردیش

انتخاب انتظامیہ کمیٹی (مجلس عاملہ) احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (لاہور) ہند

ممبران مجلس معتمدین کے اجلاس میں حسب ذیل انتخاب عمل میں لایا گیا۔

۱۔ صدر احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام (لاہور) ہند — جناب محترم چوہدری غلام مصطفٰے صاحب جموں

۲۔ نائب صدر اوّل — الحاج شیخ عبدالصمد صاحب سرینگر

۳۔ " " دوئم — ماسٹر عبدالکریم صاحب بھدر واہ

۴۔ جنرل سیکرٹری — ایم۔ وائی۔ تاثیر صاحب یاری پورہ

۵۔ جوائنٹ سیکرٹری — محمد علی صاحب سرینگر

۶۔ خزانچی (امین) — الحاج محمد صادق بٹ صاحب صوفی پورہ

۷۔ سیکرٹری نشر و اشاعت — ڈاکٹر خورشید عالم ترین صاحب سرینگر

۸۔ سیکرٹری تعمیرات — الحاج انجنیئر غلام احمد حکاک صاحب "

۹۔ مشیر قانونی — عبدالشکور صاحب (تحصیلدار) بھدر واہ

۱۰۔ " " — عبدالحفیظ صاحب " "

ممبران انتظامیہ:۔ (۱۱) محمد جنید اطہر صاحب اکولہ مہاراشٹر (۱۲) محمد احسن بٹ صاحب صوفی پورہ (۱۳) محمد منور میر صاحب یاری پورہ (۱۴) احمد اللہ میر صاحب یاری پورہ (۱۵) محبوب عالم خاں صاحب سرینگر (۱۶) عبدالرشید شیخ صاحب صوفی پورہ

صدر اجلاس خاکسار (ایم۔ وائی تاثیر) نے جناب محترم صاحب صدر اور مجلس عاملہ کے اعلان کے بعد اجتماعی دعا کرائی۔

جلسہ کا دوسرا دن

جلسہ کی پہلی نشست مورخہ ۸/۹/۸۲ کی کارروائی زیر صدارت مکرم جناب محمد علی صاحب سرینگر

۱۔ تلاوت قرآن مجید — جناب محمد جنید اطہر صاحب اکولہ مہاراشٹر

۲۔ نظم کشمیری — شفیق افضل گنائی صاحب کنچھکوٹ ترال

۳۔ تقریر — پروفیسر نورالدین صاحب زاہد

۴۔ کشمیری نظم — شفیق افضل گنائی

۵۔ سالانہ رپورٹ — ایم۔ وائی تاثیر جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن ہند

۶۔ کلام امام — بشارت احمد صاحب یاری پورہ

۷۔ مقالہ — الحاج غلام احمد صاحب حکاک انجنیئر سرینگر

۸۔ کلام حضرت اقدس — حفیظ اللہ صاحب قریشی سرینگر

۹۔ تقریر — بشیر احمد صاحب بیارو سرینگر

ازاں بعد چائے وغیرہ کے لئے وقفہ دیا گیا۔ نماز ظہر و عصر جمع کی گئی۔ نماز مغرب ادا کرنے کے بعد آج ۸/۹/۸۲ اتوار جلسہ کی دوسری نشست کی کارروائی حسب سابق جناب محمد علی صاحب کی صدارت میں شروع ہوئی۔

تلاوت قرآن مجید — محمد منور میر صاحب ممبر مجلس معتمدین

نعت — محمد جنید اطہر صاحب اکولہ مہاراشٹر

مقالہ چودھویں صدی میں مسلمانوں کی حالت — پروفیسر غلام علی صاحب سرینگر

تقریر — الحاج شیخ عبدالصمد صاحب سرینگر

" " — چوہدری غلام مصطفٰے صاحب صدر احمدیہ انجمن ہند

صدارتی تقریر — جناب محمد علی صاحب صدر جلسہ

شکریہ و درود و دعا — ایم۔ وائی تاثیر یاری پورہ صدر مجلس استقبالیہ

رات کے ساڑھے دس بجے دوسرے دن کے جلسہ عام کی تمام کارروائی بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔ نماز عشاء باجماعت ادا کرنے کے بعد مہمانوں نے شام کا کھانا تناول فرمایا۔

تیسرا دن مورخہ ۹/۹/۸۲ بروز سوموار جناب ڈاکٹر خورشید عالم ترین صاحب نے درس قرآن دیا۔ نماز فجر اس سے قبل محمد جنید اطہر صاحب کی اقتداء میں پُرسوز دعاؤں کے ساتھ ادا ہوئی۔ جلسہ عام میں کثیر التعداد احباب جماعت کے علاوہ غیر از جماعت۔ قادیانی احمدی۔ اور غیر مسلم حضرات بھی شریک ہوئے۔

مجلس معتمدین کی قرار دادیں

مورخہ ۹/۹/۸۲ مجلس معتمدین کا اجلاس ہوا جس میں متفقہ فیصلہ ہوا کہ حضرت اقدس کی واحد وارث (جانشین) احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور رہی ہے اور ہماری یہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہند اسی مرکزی احمدیہ انجمن لاہور کی ایک شاخ ہے جس کے ساتھ ہندوستان کی جماعتوں کی شاخیں اور افراد وابستہ ہیں باتفاق رائے قرار پایا کہ آئندہ ہماری اس انجمن کا نام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (لاہور) ہند ہوگا۔ یہ اجلاس حضرت امیر قوم ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ایدہ اللہ تعالےٰ کو یقین دلاتا ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (لاہور) ہند اور اس کے ساتھ وابستہ تمام شاخوں کے ممبران حضرات حضرت امیر قوم اور مرکزی احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کو یقین دلاتے ہیں کہ اشاعتِ اسلام کے لئے ہم حضرت امیر قوم کی قیادت میں کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

جناب محبوب عالم خاں صاحب ایڈیٹر ماہنامہ اشاعت الحق سرینگر نے جامع احمدیہ یاری پورہ کے سفید رنگ و نیو کرنے کیلئے جس قدر خرچہ آئیگا وہ محبوب عالم خاں صاحب برداشت کریں گے۔ اللہ کریم جزائے خیر عطا کرے۔ آمین۔ ازاں بعد اسلام و احمدیت کی ترقی حاضرین و سامعین کارکنان جلسہ یاری پورہ کے لئے اجتماعی طور پر دعا کی گئی۔ یاری پورہ کی یہ بستی عموماً اور جامع احمدیہ یاری پورہ کا علاقہ مہمانوں کی چہل پہل کی وجہ سے ایک خاص پرکشش روحانی منظر کی تصویر پیش کر رہا تھا ان دنوں ہر طرف حضور نبی کریم صلعم پر درود و سلام کا عام چرچا تھا۔ حضرت مجدد وقت کے مریدانِ باصفا "لاہور کے پاک ممبران" اور آپ کی جانشین انجمن کے تذکرے عام تھے الغرض یہ سہ روزہ روحانی اجتماع نہایت پُر وقار جوش و خروش اور ایمان افروز طریقہ پر اختتام پذیر ہوا۔ تمام حضرات (ماسوائے محمد جنید اطہر صاحب) نماز ظہر سے قبل ہی رخصت ہو کر اپنے اپنے مقامات کی طرف روانہ ہو گئے۔ اللہ تعالےٰ تمام حضرات کا حامی و ناصر ہو۔

* * *

دُوسرا احسانِ عظیم

خطبۂ جمعہ فرمودہ مکرم میاں نصیر احمد فاروقی ـــ بتاریخ ۳ ستمبر ۱۹۸۲ء ـــ بمقام جامع احمدیہ ، دارالسلام لاہور

اَلرَّحمٰن ہ عَلَّمَ القراٰن ہ خلق الانسان ہ علّمہ البیان ہ

ترجمہ:۔ وہ رحمان ہے جس نے قرآن کا علم دیا۔ اُسی نے انسان کو پیدا کیا (اور) اُسے بولنا سکھایا۔

(الرحمٰن ۵۵۔ آیات ۱۔ ۴)

اللہ تعالیٰ کے احسانات انسان پر کس قدر ہیں؟ ان کا شمار ناممکن ہے۔ قرآن کریم جو مبالغہ کے عیب سے پاک ہے خود فرماتا ہے وان تعدّوا نعمت اللّٰہ لا تحصوھا اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو انہیں گن نہ سکو گے۔ آج سائنس نے آن کر یہ ثابت کیا ہے کہ اربہا ارب بلکہ کھربہا کھرب سالوں سے یہ کائنات تیار کی جا رہی تھی۔ انسان کے لئے جیسا کہ قرآن حکیم نے خود فرمایا ہے کہ وسخّر لکم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض جمیعاً منہ (الجاثیۃ ۴۵۔ ۱۳) یعنے اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اُسے اپنے فضل سے تمہارے کام پر لگا دیا۔ پھر خود انسان کے اپنے جسم کے اندر جو نعمتیں سر سے لے کر پیر تک اور ظاہر اور باطن میں انسان کو مفت دی ہیں وہ کسی قیمت پر انسان کو کہیں بھی مل نہیں سکتیں۔ ان میں سے جو، جو نعمت انسان سے کھوئی جائے یا بگڑ جائے تو ہی انسان کو احساس ہوتا ہے کہ وہ کیا انمول نعمت تھی۔ انسان نے ان میں سے چند کا بدل بنانے کی کوشش کی ہے مگر ع چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔ اُن نقلی چیزوں کو استعمال کرنے والے ہی اس فرقِ عظیم کو جان سکتے ہیں۔ اور پھر انسان کے جسم کے اندر جو عجیب و غریب کارخانہ کام کر رہا ہے اُس کا جو تھوڑا بہت پتہ طبی سائنس کو لگا ہے تو اتنا بھی انسان کی عقل کو مبہوت کر دیتا ہے۔ اور یہ سب انمول نعمتیں اور عجیب و غریب کارخانہ انسان کو مفت عطا فرمایا۔

فنا اور بقا

مگر یہ مادی دُنیا اور انسان کا عجیب و غریب جسم ایک دن ختم ہو کر مٹ جانے والا ہے۔ سورۃ الرحمٰن جس کی ابتدائی چار آیات سے میں نے آج کا خطبہ شروع کیا تھا اُسی سورت میں آگے جا کر فرمایا کُلّ من علیھا فانٍ ہ وّیبقٰی وجہ ربّک ذوالجلٰل والاکرام (آیات ۲۶ و ۲۷) یعنے سب جو اُس پر ہیں فنا ہو جانے والی ہیں اور تیرے ربّ کی ذات ہی ہے جسے بقا ہے وہ صاحبِ جلال ہے اور تمام عزتوں کا مالک ہے۔ دُوسری جگہ فرمایا۔ کُلّ شیءٍ ھالکٌ الّا وجھہٗ (القصص ۲۸۔ ۸۸) یعنے ہر شئے ہلاک ہو جانے والی ہے سوائے اس کی ذات کے۔ اُسی ذاتِ بابرکات نے انسان کے اندر اپنی رُوح پھونکی ہے۔

ہر مادی چیز کے علاوہ خود اشرف المخلوقات یعنے انسان کا جسم بھی فنا ہو جانے والا ہے مگر وہ رُوح جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر پھونکی ہے وہ انسان کی موت کے بعد عالمِ برزخ اور عالمِ آخر میں زندہ ہو کر ہمیشہ رہنے والی ہے۔ جہاں اُسے ہمیشہ قائم رہنے والا جسم دیا جائے گا۔ تو اُن اَن گنت نعمتوں میں جو انسان کو دی گئی ہیں سب سے بڑھ کر نعمت جو اور کسی مخلوق کو نہیں دی گئی وہ ، وہ رُوح ہے جو انسان کو عطا ہوئی ہے۔ وہی رُوح اصل وجہ ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے ورنہ جسمانی لحاظ سے وہ دُوسرے جانوروں کی طرح بلکہ اُن سے کمزور تر ہے۔ وہی رُوح وجہ ہے کہ انسان سے بڑھ کر طاقتور جانور بھی اُس سے کتراتے ہیں۔ وہی رُوح ہے جس کی وجہ سے انسان تخلّقوا باخلاق اللّٰہ کے حکم نبویؐ کے مطابق اللہ تعالیٰ کے اخلاق کا پرتَو اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے یا صبغۃ اللّٰہ ومن احسن من اللّٰہ صبغۃ کے بموجب الٰہی رنگ (یعنے الٰہی اخلاق) کے عکس کو اپنے اندر لے سکتا ہے۔ اور اسی رُوح کی وجہ سے انسان خلیفۃ اللہ فی الارض بھی ہے۔ تو اس ہمیشہ رہنے والی رُوح سے جو اللہ تعالیٰ میں سے آئی ہے بڑھ کر کوئی نعمت کوئی احسانِ عظیم نہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسان پر کیا ہے۔ یہ سب نعمتیں اور رُوح کی سب سے بڑی نعمت انسان کو مفت محض اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمانیت کے ماتحت عطا ہوئی ہیں۔ رحمانیت کے معنی جیسا کہ آپ جانتے ہیں بلا انسان کے کچھ کئے یا دیئے محض اپنے رحم کے جوش کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا انسان کو ہر قسم کی نعمتیں دینا اور اس کے لئے ہر قسم کے سامان مہیّا کرنا ہے۔

احسانِ عظیم

تو انسان پر اَن گنت نعمتوں میں سب سے بڑا احسان جو اللہ تعالیٰ نے انسان پر کیا ہے وہ وہ رُوح ہے جو تمام مخلوقات میں سے صرف انسان کو عطا فرمائی۔ مگر انسان تو اس رُوح کو دیکھ سکتا ہی نہیں البتہ ہر انسان کو یہ احساس ضرور ہے کہ وہ اپنے مادی جسم سے کچھ بڑھ چڑھ کر اور علیحدہ ہستی ہے۔ وہ احساسِ خودی رُوح کی وجہ سے ہی ہے۔

تو وہ بیش بہا نعمت رُوح کی جو فانی ہستی کی جسد یا رُوحِ رواں ہے وہ انسان کو کیوں دی گئی ہے؟ یا انسان کے اس دُنیا میں آنے کا کیا مقصد ہے؟ اور اس مقصد کو پانے کے لئے انسان کو کیا کرنا چاہیئے؟ موت کیا ہے؟ اس کے بعد کیا بالکل خاتمہ ہے جیسا کہ بظاہر نظر آتا ہے؟ یا کیا اس کے بعد بھی زندگی ہے؟ کیونکہ موت سے بچنے اور ہمیشہ رہنے کی خواہش انسان کی سب سے بڑی خواہش ہے۔ پھر انسان اس دنیا کے دُکھوں ، غموں ، بیماریوں ، پریشانیوں ، نقصانوں اور خطرات سے ہمیشہ ، ہمیشہ کے لئے نجات چاہتا ہے۔ کیا وہ ممکن ہے؟ اور کیا ابدی سکھ اور خوشی کی زندگی جو انسان ہمیشہ چاہتا ہے مگر اُسے ملتی نہیں وہ کہیں اور کبھی انسان کو مل سکتی ہے؟

امانتِ الٰہی

وہ زبردست امانت جو انسان کو دی گئی ہے یعنے رُوح اور جو امانت کہ اللہ تعالیٰ انسان کی موت پر واپس لے لیتا ہے اُس امانت کے بارہ میں انسان کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟ اُن ذمہ داریوں سے انسان کس طرح عہدہ برآ ہو سکتا ہے؟ اُس رُوح کے بارہ میں انسان سے کیا جوابدہی ہوگی؟ اس امانت یا رُوح کو انسان کس طرح پاک و صاف جیسی کہ وہ جنابِ الٰہی سے آئی ہے رکھ سکتا ہے؟ بدی یا گناہ سے انسان کی رُوح یا باطن پر کیا بُرا اثر پڑتا ہے؟ تقویٰ یا نیکیوں

سے انسان کی رُوح کی کس طرح نشو ونما ہوتی ہے اور وہ پھلتی پھولتی ہے؟ کیا جس طرح انسان کے جسم کو غذا کی بار بار ضرورت پڑتی ہے ورنہ وہ کمزور یا بیمار ہوکر مرتک جاتا ہے، انسان کی رُوح کی بھی کوئی غذا ہے جس کے بغیر وہ تقویت نہیں پاسکتی یا زندہ نہیں رہ سکتی۔

...ان بے شمار سوالوں کا جواب انسان کو دنیا کی کسی کتاب یا کسی سائنس سے نہیں مل سکتا۔ چونکہ سائنس رُوح جیسی غیر مادی چیز کو دیکھ تک نہیں سکتی (اس کا تجزیہ کرنا تو کُجا) اس لئے سائنس دان یا تو رُوح کے منکر رہے یا اب اتنا کہتے ہیں کہ ہم اس کے بارہ میں کچھ کہہ نہیں سکتے کیونکہ ہم اسکے بارہ میں کوئی علم نہیں رکھتے۔ تو پھر انسان کہاں سے اس سب سے ضروری علم کو پائے۔

ہدایت رُوحانی و باطنی

تو ارحم الراحمین ذات نے انسان کو ان سب سے بڑے اور اہم سوالوں کے حل کے لئے حیران و پریشان اور اندھیرے میں ٹھوکریں کھانے نہیں دیا۔ بلکہ ہمیشہ سے اپنی کتابیں نازل کر کے اور رسول بھیج کر انسان کی راہنمائی کی۔ انسان کے اندر جو حیوان ہے اُس نے شیطان کے ورغلانے میں آکر ہمیشہ یہ کہہ کر جان چھڑانی چاہی کہ خُدائی تعلیم پر تو صرف فرشتے شائد عمل کر سکیں۔ انسان جو کمزور اور مجبور ہے وہ فرشتوں کے مقام سے بالاتر کیسے اُٹھ سکتا ہے؟ اسی لئے اللہ تعالے نے ہر کتاب کے ساتھ رسول بھیجا جس نے اُس کتاب کی تعلیم پر عمل کر کے دکھا دیا کہ میں جو تمہاری طرح انسان ہوں اور تمہاری تمام انسانی کمزوریوں اور مجبوریوں میں شریک، میں نے اس کتاب پر عمل کر کے خدا کو پا لیا جو کہ انسان کی پیدائش کی اصل غرض ہے۔ مگر بد لوگوں نے شیطان کے ہتھکنڈے میں آکر اُن نبیوں اور رسولوں کو ہی خدا بنا ڈالا۔ یوں نہ صرف مشرک بنے مشرک رہے بلکہ پھر اسی باطنی حیوان نے گلو خلاصی کرالی کہ وہ نبی یا رسول تو خُدا تھے اسی لئے ان کے لئے خدائی تعلیم پر عمل کرنا ممکن تھا ہم کمزور و مجبور انسان بھلا کہاں اس تعلیم پر عمل کر سکتے ہیں یا اس پر پورا اتر سکتے ہیں بلکہ اسی خدائی تعلیم کو ہی انسان نے بگاڑ ڈالا ہے۔ نہ سر رہے گا نہ سودا۔

دُوسرا احسانِ عظیم

تو اللہ تبارک و تعالے نے انسان پر دوسرا احسانِ عظیم کیا کہ قرآنِ حکیم میں نہ صرف اپنی ہدایت کو کامل و مکمل کیا (جس میں کہ پچھلی کتابوں کی باقی رکھنے والی باتیں بھی آگئیں جیسا کہ فرمایا فیہا کتبٌ قیّمۃ) بلکہ اپنی اس آخری کتاب کی حفاظت کو اپنے ذمہ لے لیا۔ قرآن کریم واحد الہامی کتاب ہے جو مَن و عَن محفوظ ہے۔ جس کا اعتراف آج اسلام پر اعتراض کرنیوالوں کو بھی ہے۔ اور چونکہ یہ کتاب لاجواب محفوظ ہے اسی لئے اس کی صداقتیں بھی محفوظ رہیں، اسی لئے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم باوجود نبیوں کے سردار اور خیر البشر ہونے کے انسان کے مقام سے اٹھا کر خُدا نہیں بنا دیئے گئے اور آپؐ قیامت تک تمام انسانوں کے لئے اعلیٰ ترین نمونہ بن گئے۔

تو یہ دُوسرا احسانِ عظیم ہے جو اللہ تعالے نے فرمایا کہ اُن تمام سوالوں کا جواب (جن سوالوں میں سے چند میں نے اُوپر واضح کئے ہیں) قرآنِ حکیم کے ذریعہ انسان کو نہ صرف دیا بلکہ اسے قیامت تک کے لئے محفوظ فرما دیا۔

سورۃ رحمٰن جس کی ابتدائی آیات سے میں نے آج کا خطبہ شروع کیا تھا اس میں اللہ تعالے نے اپنی نعمتوں کا جو انسان پر کی ہیں اُن میں سے چند کا ذکر فرمایا ہے اور ہر نعمت یا نعمتوں کے ذکر کے بعد فرمایا فبایّ اٰلآءِ ربّکما تکذّبٰن "تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے" یہاں خطاب تثنیہ کے صیغہ میں ہے یعنے کوئی دو گروہ مخاطب ہیں۔ وہ کون ہیں؟ اس کا جواب دینے سے قبل میں بتا دوں کہ ان نعمتوں کے سرِ فہرست قرآن کریم کو رکھا جبکہ اس سورت کو شروع یوں فرمایا۔

الرّحمٰن ۰ علّم القراٰن ۰ قرآن کا علم دیا جانے کو سرِ فہرست رکھا اور قرآن واقعی سرِ فہرست ہونے کے قابل ہے کہ اس نے دنیا اور آخرت کے متعلق تمام ان سوالوں کا جواب دیا ہے جن میں سے صرف چند کو میں نے اُوپر گنا ہے۔ اور دُنیا و آخرت کی انسانی فلاح کی تمام راہوں کو اللہ تعالے نے خود ہی انسان پر واضح کیا ہے۔ انسان کے لئے اس دنیا میں جو کچھ کیا گیا یا دیا گیا ہے وہ اللہ تعالے کی رحمانیت نے دیا ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن الدُّنیا و رحیم الاٰخرۃ ہے۔ اور رحمانیت کی عطاؤں میں سرِ فہرست قرآن کریم بجا طور پر ہے۔

دو گروہ

میں نے ابھی ذکر کیا تھا کہ فبایّ اٰلآءِ ربّکما تکذّبٰن میں کوئی دو گروہ ہیں جن کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ تم اپنے ربّ کی کس کس نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، جن نعمتوں میں سرِ فہرست قرآنِ عظیم ہے۔ تو قرآنِ پاک کو دو گروہوں نے جیسا جھٹلایا ہے وہ اسلام کی تاریخ میں نمایاں ہے۔ اوّل تو کفارِ عرب نے رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں۔ یا اس زمانہ میں عیسائیت یا عیسائیوں نے کہ اگر آپ پچھلے سو ڈیڑھ سو سال کے لٹریچر کو دیکھیں کہ جس قدر قرآن پاک، اسلام اور محمد صلعم کو جھٹلانے کی ان قوموں نے کوشش کی ہے کسی نے نہیں کی۔ آریہ سماج نے محض عیسائیوں کی خوشہ چینی اور وُہ بھی نہایت بھونڈی نقّالی کی۔

تو جس طرح رسول اللہ صلعم کو اللہ تعالے نے فرمایا وجاھدھم بہٖ جھادًا کبیرًا یعنے اپنے مخالفین کے خلاف جہاد قرآن سے کرو جو کہ سب سے بڑا جہاد ہے کہ وہ ہمیشہ جاری رہنا ہے اور اس کے نتائج دیرپا ہو سکتے ہیں کیونکہ قرآنِ کریم میں ایک خاصیت ہے کہ وہ دلوں کو کھا جاتا ہے۔ اگر اُس زمانہ میں عمرؓ بن خطاب جیسے خون کے پیاسے دشمن کے دل کو کھا لیا تو آج جس عیسائی کے ہاتھ میں پہنچا ہے اپنا اثر کر گیا ہے۔ اس کی مثالیں بہت سی ہیں۔ مشہور جرمن فلاسفر گوئٹے نے کہا کہ اس کتاب کو دل میں سخت دشمنی لے کر پڑھنے بیٹھو تو ختم کرنے سے قبل یہ اپنی محبّت پڑھنے والے کے دل میں گھر کر دیتی ہے۔ اور بہت سے واقعات ہیں۔ طوالت کے خوف سے ان کا ذکر یہاں نہیں کرتا۔

قرآن کا علم

قرآن بھی عجیب کتاب ہے۔ ! یہ نہیں فرمایا کہ رحمان نے قرآن کو نازل کیا۔ بلکہ یہ فرمایا کہ اس کا علم انسان کو دیا۔ قرآن کا علم دیئے جانے کو بھی اللہ تعالے نے اس کی حفاظت کی طرح

اپنے سر لیا جب فرمایا ثم ان علینا بیانہ یعنے قرآن کے علوم کو کھول کر بیان کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم کے علوم و معارف وقتاً فوقتاً اللہ تعالےٰ نسلِ انسانی پر کھولتا رہا۔ اور چونکہ بیسویں صدی عیسوی علم اور عقل اور سائنس کی حیرت انگیز ترقیات کا زمانہ بن کر آنے والی تھی اور اسی صدی میں اسلام نے اہلِ مغرب میں جانا تھا جنہوں نے علوم اور سائنس کی ترقیات سے اپنی عقلوں میں روشنی پیدا کر لی ہے۔ اس لئے اس صدی کے مجدد پر اللہ تعالےٰ نے جو قرآن حکیم کے علوم اور معارف کھولے وہ بھی حیرت انگیز تھے۔ اور حضرتِ اقدس کے فیض سے ہی وہ علوم اور معارف آپ کی جماعت کو بھی ملے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی جماعت کی انگریزی اور اُردو تفسیروں کی جس قدر مقبولیت اور مانگ ہے کسی کی نہیں۔

تو اگر ہماری جماعت ہی قرآن حکیم کے علوم اور معارف کے علاوہ دنیا اور آخرت کی فلاح کے راستوں کو معلوم کرنے اور اس فلاح کو خود پانے کی جستجو نہ کرے تو مجھے ڈر ہے کہ یہ اللہ تعالےٰ کی اس عظیم نعمت کو جو قرآن کے علم و معرفت کے رنگ میں ہم پر نازل ہوئی ہے عملاً جھٹلانے کے مترادف ہوگا اور ہم بھی فبای الاء ربکما تکذبٰن کے جرم کے مرتکب ہونے والوں میں کہیں شامل نہ کئے جائیں۔

ہمارے ہاں درسِ قرآن بھی ہوتا ہے۔ اس میں کتنے شامل ہوتے ہیں حالانکہ وہ ہفتہ میں صرف ایک دفعہ ہوتا ہے۔ اب درسِ قرآن کو آسان اور عام فہم کر کے یکم ستمبر ۱۹۸۲ء سے میں نے اخبار پیغام صلح میں چھپوانا شروع کیا ہے۔ یہ سلسلہ اپنے کسی علمِ قرآن کے زعم یا اپنی کسی اشتہار بازی کے لئے نہیں شروع کیا۔ بلکہ ہوا یہ کہ جب میں سُورینام گیا تھا تو وہاں ایک جمعہ میں مجھے خطبہ دینے کو کہا گیا تو میرے میزبان اُس سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے اصرار کیا کہ ان کے اپنے ریڈیو سٹیشن کے لئے میں ہفتہ وار درسِ قرآن لکھ کر دوں۔ اُن کی خواہش یہ تھی کہ درس آسان اور عام فہم ہو کیونکہ اُس ملک میں عوام الناس مذہب کی باریکیوں کو ابھی نہیں سمجھتے۔ دوسری خواہش اُن صاحب کی یہ تھی کہ ہر درس دس سے لے کر پندرہ منٹ تک کا ہو کیونکہ ریڈیو سننے والوں کی توجہ مذہب جیسے موضوع پر درس پندرہ منٹ سے زیادہ قائم نہیں رہ سکتی۔

تو ان صاحب کے لئے جو میں نے درسِ قرآن لکھ کر ریکارڈ کئے وہ حتی الامکان آسان اور عام فہم ہونے کے علاوہ لازماً مختصر ہیں یعنے ۱۰ اور ۱۵ منٹ کے ہیں۔ اب اپنی جماعت کے بعض اکابر کے اصرار پر میں نے وہ درسِ قرآن کے سبق ہفتہ وار پیغام صلح میں چھپوانا شروع کئے ہیں۔

اگر اس جماعت میں کوئی ایسے صاحبِ دل ہیں جو ان درسوں کو اپنے لئے یا اپنے بیوی بچوں کیلئے محفوظ کرنا چاہیں تو اس کا طریق یہ ہونا چاہیئے کہ ہر درس کو جو عام طور پر ایک ورق کا ہوگا اخبار سے نکال کر قرآن کی اس تعبیر کی فائل بنا لیں ورنہ اخبار تو عام طور پر پڑھ کر پھینک دیا جاتا ہے اور علم کو محفوظ کرنے سے ہی وہ باقی رہتا ہے۔ اپنے لئے نہیں تو اپنے بیوی بچوں کے لئے ہی اسے محفوظ کر لیں ورنہ پھر یہ شکایت نہ کیجیئے گا کہ ہمارے بیوی بچوں کی مذہبی تعلیم کا کوئی بندوبست نہیں۔ یہ درسوں کا سلسلہ یکم ستمبر ۱۹۸۲ء کے پرچہ اخبار پیغام صلح میں چھپنا شروع ہو گیا ہے ✦

***

اخبارِ احمدیہ

✱ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز خیریت سے ہیں۔ ستمبر کے تیسرے ہفتہ میں آپ کے واپس وطن تشریف لانے کی توقع ہے۔ احبابِ سلسلہ حضرت کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے دُعا فرماتے رہیں۔

لندن میں احمدیہ ہاؤس کی نئی عمارت کی جملہ افتتاحی تقریبات خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے بڑی کامیاب اور پُر رونق رہی ہیں۔ احمدیہ ہاؤس کی نئی عمارت کا نام دارالسلام رکھا گیا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ اس دارالسلام کو مغرب میں قرآنی انوار کے پھیلانے کا مرکز بنائے اور یہاں سے نُور کی شعاعیں پھوٹ کر سارے یورپ کو منور کر دیں اور ماحول یورپ کو اسلام کا نورانی راستہ اختیار کرنے کی توفیق ملے۔ اے اللہ تو ایسا ہی کر!

✱ کامیابی

لندن سے ملک مشتاق احمد صاحب نے لکھا ہے کہ ان کے بیٹے اشتیاق احمد صاحب نے مائکروبائیولوجی میں لندن یونیورسٹی سے بی۔ ایس۔ سی آنرز کیا ہے۔ اس نمایاں کامیابی پر ملک صاحب نے ۵۰/- روپے عطیہ اشاعتِ اسلام مرحمت فرمائے ہیں۔ جزاکم اللہ۔ اشتیاق صاحب کا ارادہ ہے کہ وہ اسی مضمون میں ایم ایس سی کریں۔ خدا ان کو اس ارادہ میں بھی کامیابی عطا فرمائے آمین!

ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں

کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلعم اس کے رسُول اور خاتم الانبیاء ہیں اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روزِ حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جلشانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلعم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم و صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسُول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالحین کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے اور قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعویٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا تھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا ان لعنۃ اللہ علے الکاذبین والمفترین

(ایام الصلح)

***

مکرم جناب شیخ عبدالحق صاحب ۔ یو ۔ کے

لندن میں جناب چوہدری ظفراللہ خانصاحب سے میری سلسلہ احمدیہ کے متعلق گفتگو

جناب چوہدری ظفراللہ خاں صاحب نے گذشتہ ۱۴ اگست مجھے دو گھنٹہ گفتگو کرنے کیلئے موقع عطا فرمایا۔ اس شرط کے ساتھ کہ میں ان سے بحث نہ کروں صرف واقعات کو سامنے رکھ کر اُن کے نتائج پر غور کیا جائے جس پر میں نے اُن کا شکریہ ادا کیا اور انکو یقین دلایا کہ انشاءاللہ ایسا ہی ہوگا۔ اس گفتگو کے شائع کرنے میں ایسے پہلو کو مدِنظر رکھا ہے کہ اس میں ابہام دُور کرنے کے لئے ایک دو مقام پر میں نے اپنی طرف سے بعض باتیں ایسی درج کر دی ہیں جن کی وضاحت دورانِ گفتگو نہیں ہوئی۔ مگر ان کا تعلق پیش کردہ واقعات کے ساتھ ہے تا اگر یہ غلط ہوں تو جناب چوہدری صاحب یا اہلِ ربوہ اُن کی تردید کر سکیں اور کوئی پہلو اس گفتگو میں تشنہ نہ رہ جائے۔ میں نے مندرجہ ذیل واقعات کو جناب چوہدری صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔

پاکستانی مولوی صاحبان نے سلسلۂ عالیہ احمدیہ کو بدنام کرنے کے لئے اُن کتابوں سے حوالجات عوام الناس مسلم طبقہ کے سامنے پیش کئے ہیں جو وقتاً فوقتاً جماعتِ قادیان نے سنہ ۱۹۷۴ء سے قبل شائع کی ہیں مثلاً (۱) رسالت مآبؐ کے خاتم النبیین ہونے کا انکار اور اجرائے نبوت کا فتنہ (۲) جملہ اہلِ قبلہ کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دینا (۳) غیر مکفرین مسلمانوں کا جنازہ نہ پڑھنا۔ اب معاملہ زیرِ غور یہ ہے کہ کیا ایسے حالات میں آپ جیسے بزرگوں پر ذمہ داری عائد نہیں ہوتی کہ مسلم پبلک کے سامنے حضرت اقدس کی کتب سے احمدیت کا صحیح نقشہ پیش کر کے مولویوں کے غلط پروپیگنڈہ کا جواب دیا جائے۔

جناب چوہدری صاحب:۔ جناب چوہدری صاحب نے ارشاد فرمایا کہ ہم احمدیت پر جو جھوٹے الزامات ہیں اُن کی تردید کرتے رہتے ہیں چنانچہ لندن سے میں نے احمدیت کی تائید میں بہت سی کتابوں کو شائع کیا ہے۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم حضرت صاحب کے الہام "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچا دوں گا" کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ غیر احمدی دوست جماعت میں شامل ہو رہے ہیں جس سے صاف ثابت ہوا کہ مولوی صاحبان کی مخالفت ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

• میری طرف سے جواب:۔ جناب چوہدری صاحب اس سے تو یہ صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ جب مخالفت کی حالت میں جماعت ترقی کر رہی ہے تو غور فرمائیں کہ جب عوام الناس مسلم طبقہ میں احمدیت کی مخالفت نہ رہے گی تو اس صورت میں احمدیت کس حد تک پاکستان میں مقبول ہو سکتی ہے۔ کیا آپ جیسے بزرگ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں احمدیت ہر دلعزیز نہ بنے۔ حضرت اقدس کا طرزِ عمل بالکل اس کے خلاف ہے ۱۸۹۲ء کا واقعہ ہے کہ احمدیت کی موجودہ زمانہ سے بڑھ کر مخالفت ہوئی تھی۔ جناب مولوی عبدالحکیم صاحب نے جو اُن دنوں گورنمنٹ اورینٹل کالج لاہور کے پرنسپل تھے دو ہفتہ کے قریب حضرتِ اقدس سے مباحثہ کیا۔ حضرت صاحب نے اس مخالفت کو دور کرنے کے لئے جب یہ فرمایا کہ میں مسلمان بھائیوں کے دلوں سے نفرت دُور کرنے کے لئے کھلے الفاظ میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں نے اپنی کتابوں میں جہاں کہیں ایسے الفاظ لکھے ہوں کہ وہ جزوی یا مجازی یا ظلی وبروزی نبی ہیں۔ ایسے سب الفاظ کو میری طرف سے کٹا ہوا سمجھ لیں جس کا اثر یہ ہوا کہ مولوی عبدالحکیم صاحب نے فی الفور مباحثہ بند کر دیا۔ اگر جماعتِ قادیان بھی حضرت صاحب کے اس طرزِ عمل کو اپنا لے اور لاکھوں کی تعداد میں اشتہارات چھپوا کر مسلمانوں میں تقسیم کرے کہ وہ ختمِ نبوت کے منکر نہیں اور حضرتِ اقدس کو صرف محدث اور مجدد تسلیم کرتے ہیں (۲) حضرتِ اقدس کی کتاب "حمامۃ البشریٰ" لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر عرب ممالک میں تقسیم کی جائے تو آپ دیکھیں گے کہ چاروں طرف سے حضرت صاحب کے الہام کی صداقت آشکارا ہو جائے گی کہ "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" اور اس وقت بلادِ اسلامیہ میں جو احمدیت کو عزت اور قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے وہ حضرت مولانا محمد علی کی انگریزی تفسیر قرآن کے باعث ہے۔ ہزارہا کی تعداد میں اس کی اشاعت کی گئی۔ ذی علم طبقہ نے اور بلادِ غیر میں بھی اس تفسیر کو سراہا۔ یہاں تک کہ دنیا کی کئی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ اور اس سال جماعت اس تفسیر کی چار مزید زبانوں میں شائع کرنے پر غور کر رہی ہے اور جس دن اس تفسیر کو عربی زبان میں ترجمہ کر کے عرب ممالک میں پیش کیا جائیگا تو اسلامی دنیا میں ایک انقلاب آ جائے گا۔ اور ہمارے مخالف علماء کا غلط پروپیگنڈہ اپنی موت آپ مر جائے گا۔ فقہی معاملات میں حضرت مولانا موصوف کی کتاب "دی ریلیجن آف اسلام" کا ترجمہ عربی زبان میں مصر نے شائع کر دیا۔ ترکی۔ ڈچ۔ انڈونیشیا زبان میں اس کے تراجم شائع ہو چکے ہیں ان کتابوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حضرتِ اقدس کے الہام کی سچائی ظاہر کر دی کہ تیری تبلیغ کو دُنیا کے کناروں تک پہنچا دیا جائے گا۔ کیا جناب میرے علم میں اضافہ کے لئے کسی ایسی کتاب کا نام مجھ پر ظاہر کر سکتے ہیں جو جماعتِ قادیان نے شائع کی ہو اور اسلامی ممالک میں اس کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا گیا ہو۔ • اس لئے ہر دو جماعتوں کو ایک کرنے کی کوشش کریں تا ہم اپنی آنکھوں سے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کو دیکھ لیں۔

جواب از جناب چوہدری صاحب:۔

ہر دو جماعتیں ایک ہو سکتی ہیں بشرطیکہ دونوں "ایک غلطی کا ازالہ" میں جو تشریح حضرت صاحب نے کی ہے دستخط کر دیں۔ کہ وہ حضرت اقدس کے درجے کو "ایک غلطی کے ازالہ" میں جو لکھا گیا ہے درست سمجھتی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہاں پر میں نے ان دلائل کو ترک کر دیا ہے جو جناب چوہدری صاحب نے حضرت اقدس کو نبی ثابت کرنے کے لئے دیئے تھے کیونکہ احباب سلسلہ کو وہ دلائل معلوم ہیں اور متواتر اُن کا جواب دیا جا چکا ہے۔

میری طرف سے اس کا جواب

حضرتِ اقدس نے "ایک غلطی کے ازالہ" میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ جماعتِ لاہور تو ابتداء سے اس کی صحت پر دستخط کر چکی ہے۔ اس طرح پر کہ حضرت صاحب "ایک غلطی کا ازالہ" شروع ان الفاظ سے کرتے ہیں۔ جماعت میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے ہماری کتابوں کو خود سے نہیں پڑھا اور نہ

ہی ہماری صحبت میں بیٹھے وغیرہ وغیرہ۔ جناب چوہدری صاحب کو غور فرمانا چاہیئے کہ حضرت صاحب اپنے دعویٰ کے کھاتے اور نبوت میں اُن کتابوں کو پیش فرمائیں جو "ایک غلطی کے ازالہ" سے قبل لکھی گئیں۔ اور جن کی بناء پر جماعت لاہور ساٹھ ستّر سال سے اعلان کر رہی ہے کہ (۱) حضور رسالتمآب کے بعد دعوائے نبوت کرنا تو بہت ہی سخت گناہ اور قابلِ مواخذہ ہے بلکہ حضرت صاحب کے نزدیک جو "ختم نبوت" کا انکار کرے نہ صرف دائرہ اسلام سے خارج بلکہ اُن کے نزدیک ایسا شخص دجال۔ لعین۔ شیطان اور مردود بھی ہے۔ دُوسرا نتیجہ "ایک غلطی کے ازالہ" سے یہ نکلا ہے کہ حضرت صاحب تو اپنے دعوے کے کھاتے کے لئے "ایک غلطی کے ازالہ" سے جو پہلے کتابیں لکھی جا چکی ہیں ان کو پیش کریں جس کو جماعت لاہور تسلیم کرتی ہے مگر جماعتِ قادیان سِرے سے ہی ان کتابوں کو منسوخ قرار دے کر صریح طور پر "ایک غلطی کے ازالہ" کی تردید کر رہی ہے۔ کہ "ایک غلطی کے ازالہ" میں حضرت صاحب نے اپنی کسی غلطی کا ازالہ نہیں کیا۔ بلکہ ایسے لوگوں کی تردید ہے جو جماعتِ قادیان کی طرح حضرت صاحب کی طرف دعوے کے متعلق منسوب کرتی ہے۔ بالآخر حضرت صاحب نے "ایک غلطی کے ازالہ" میں یہ لکھ کر کہ حضور رسالتمآب کے بعد نبوت بند ہو گئی۔ صرف ایک کھڑکی سیرتِ صدیقی رضؓ کی کھلی ہے جس سے حضرت نے صاف اور کھلے الفاظ میں مخالف مولویوں اور اس زمانہ میں قادیانیوں کو غور کرنے کے لئے سمجھایا کہ جب وہ شخص (یعنی ابوبکر صدیق رضؓ) جس کے نام سے یہ کھڑکی کھلی ہے۔ وہ خود نبی نہیں تھا۔ تو میں جو اس سیرتِ صدیقی کی کھڑکی سے گذرنے کا دعوے کرتا ہوں کس طرح اپنے آپ کو نبی قرار دے سکتا ہوں اس لئے جماعت لاہور کے لئے وہ دن بہت مبارک ہوگا جب جماعتِ قادیان بھی بمطابق "ایک غلطی کا ازالہ" یہ اعلان کر دے کہ وہ ختم نبوت کی قائل ہے

میرے داماد کا نتیجہ :-

یہاں تک گفتگو ہوئی تھی کہ میرے داماد نے جو اس گفتگو میں شامل تھے مجھے کہا کہ :-

مزید گفتگو کو بند کر دیا جائے کیونکہ اس گفتگو سے جناب چوہدری صاحب کی صحت پر بوجھ پڑنے کا اندیشہ ہے۔ اور کھلے اور واضح الفاظ میں ہماری جماعت میں شامل ہو گئے۔ گو وہ پہلے بھی ہمارے ساتھ متفق تھے مگر باقاعدہ اب ہماری جماعت کے ممبر ہیں۔

* * *

شُکر کا مقام

"انسان پر جو مصیبت آتی ہے کبھی گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے۔ اس لئے انسان شکر کرے کہ قیامت کو مواخذہ نہ ہوگا۔ دوم۔ ممکن تھا اس سے بڑھ کر مصیبت میں گرفتار ہوتا۔ سوم۔ مالی نقصان کی بجائے جانی نقصان ہوتا۔ جو ناقابلِ برداشت ہے۔ چہارم یہ بھی شکر کا مقام ہے کہ خود زندہ رہے کیونکہ خود زندہ نہیں تو پھر تمام مال و اسباب وغیرہ کی فکر لغو ہے۔"

(خطبہ جمعہ ۴؍ نومبر ۱۹۰۹ء از حضرت مولانا نور الدین رضؓ)

* * * * *

اِفتتاحی تقریر

سالانہ جلسہ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام (لاہور) ہند مورخہ ۔ اگست ۱۹۸۲ء بعد از نماز مغرب سنیچر وار، ایم وائی تاثیر جنرل سیکرٹری

کلمہ شہادت اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد خاکسار (ایم۔ وائی تاثیر) نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے عقائد اور کام کی تفصیل کے ساتھ وضاحت کی۔

یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم + جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

اھلاً۔ سھلاً۔ مرحبا

جلسہ سالانہ حضرتِ اقدس کی قیمتی یادگار اور حضور خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم کو تقویت پہنچانے کا موجب ہے ہمارا یہ سالانہ جلسہ ایک خاص اہمیت کا حامل ہے یہ اجلاس پندرہویں صدی ہجری میں منعقد کیا جا رہا ہے اس لئے وہ تمام احباب و خواتین اور نوجوان خوش نصیب ہیں جو اس بابرکت روحانی اجتماع میں شرکت کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

ہمارا سالانہ اجتماع نہ کوئی میلہ یا عرس ہے اور نہ ہی دنیا کی دیگر سیاسی کانفرنسوں کی طرح کوئی کانفرنس ہے۔ یہ ایک خالص غیر سیاسی دینی اجتماع ہے۔ جس میں حاضرین کو روحانی غذا بہم پہنچانے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ قرآن پاک۔ احادیث پاک کے حقائق و معارف کے موتیوں سے سامعین کرام کی جھولیاں بھر دی جاتی ہیں۔ کیوں نہ ہو اس کی بنیاد حضرتِ اقدس نے رکھی ہے جس کی بعثت کی غرض ہی مؤمنوں کے دلوں کو روحانی دولت سے مالا مال کرنا ہے۔ حضرتِ اقدس نے فرمایا ہے :-

"تم باہم اتفاق رکھو ورنہ ہوا نکل جائے گی نماز میں ایک دُوسرے کے ساتھ جُڑ کر کھڑا ہونے کا حکم اسی لئے ہے کہ باہم اتحاد ہو۔ برقی طاقت کی طرح ایک خیر دُوسرے میں سرایت کرے گی اگر اختلاف ہو اور اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب ہوگے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو اور ایک دُوسرے کیلئے غائبانہ دُعا کرو۔ اگر ایک شخص غائبانہ دُعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو کیسی اعلیٰ درجہ کی بات ہے۔ اگر انسان کی دُعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی تو منظور ہوتی ہے میں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں اوّل خدا کی توحید اختیار کرو دُوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھلاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہ کرام رضؓ میں پیدا ہوئی تھی۔ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم۔ یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند نہ کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ وہ مصیبت اور بلا میں ہے اس کا انجام اچھا نہیں۔"

(ملفوظات احمدیہ جلد اوّل)

غرض ہمارے امام وہ علمی خزانہ چھوڑ گئے ہیں جس کو لیتے لیتے لوگ تھک جائیں گے لیکن یہ روحانی و علمی خزانہ ختم ہونے والا نہیں ہے ۔۔۔۔۔

باہتمام ریاض حسین الجدہ پرنٹرز سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ۔۔۔ مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۸۲ء ۔۔۔ جلد ۶۹ شمارہ ۔۔۔

دفتر شوریٰ جماعت

جلد: ۶۹ • یوم چہارشنبہ ۳ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ — بمطابق — ۲۲ ستمبر ۱۹۸۲ء • شمارہ: ۳۸

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

صرف اقرار کافی نہیں عملی رنگ سے اپنے آپ کو رنگین کرنا چاہیئے

اسی لئے اللہ تعالےٰ نے آزمائشوں کا سلسلہ رکھا ہے تا اس ذریعہ سے مومن کا امتحان لے

"میں نصیحت کرتا ہوں کہ آپ نے جو تعلق مجھ سے پیدا کیا ہے (خدا تعالےٰ اس میں برکت ڈالے) اس کو بڑھانے اور مضبوط کرنے کی فکر میں ہر وقت لگے رہیں۔ لیکن یاد رہے کہ صرف اقرار ہی کافی نہیں جب تک عملی رنگ سے اپنے آپ کو رنگین نہ کیا جاوے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ۔

یعنی کیا انسانوں نے گمان کر لیا ہے کہ ہم آمنّا ہی کہہ کر چھٹکارا پالیں گے اور کیا وہ آزمائش میں نہ ڈالے جائیں گے سو اصل مطلب یہ ہے کہ یہ آزمائش اسی لئے ہے کہ خدا تعالےٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ آیا ایمان لانے والے نے دین کو ابھی دنیا پر مقدم کیا ہے یا نہیں۔ آج کل اس زمانہ میں جب لوگ خدا تعالےٰ کو اپنے مصالح کے خلاف پاتے ہیں یا بعض جگہ حکام سے اُن کو کچھ خطرہ ہوتا ہے تو وہ خدا کی راہ سے انکار کر بیٹھتے ہیں ایسے لوگ بے ایمان ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ فی الواقعہ خدا ہی احکم الحاکمین ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ خدا تعالےٰ کی راہ بہت دشوار گذار ہے اور یہ بالکل سچ ہے کہ جب تک انسان خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی کھال اپنے ہاتھ سے نہ اتار لے تب تک وہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں مقبول نہیں ہوتا۔

ہمارے نزدیک بھی ایک بے وفا نوکر کسی قدر و منزلت کے قابل نہیں۔ جو نوکر صدق اور وفا نہیں دکھلاتا وہ کبھی قبولیت نہیں پاتا۔ اسی طرح جناب الٰہی میں وہ شخص پرلے درجے کا بے ادب ہے جو چند روزہ دنیوی منافع پر نگاہ رکھ کر خدا تعالیٰ کو چھوڑتا ہے۔"

(ملفوظات جلد ہفتم صہ ۲۹)

دُنیا کے کونے کونے سے اسلام پر احمدیہ لٹریچر کی مانگ

آمدہ خطوط کی ایک جھلک

ترجمہ و ترتیب :- محمد شریف چوہدری

۱- یونیورسٹی کالج ہسپتال اباداں نائیجیریا سے ڈبلیو۔ ایل لائل تحریر کرتے ہیں۔

پیارے بھائی ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ایک دوست کی وساطت سے آپکے رفاہی ادارہ کا نام و پتہ معلوم ہوا۔ اور آپ کی دینی و تبلیغی قابلِ تعریف مساعی کا ذکر بھی زبانی سنا۔ میں بفضلِ تعالےٰ نوجوان مسلم ہوں۔ قرآن مجید پڑھنے اور سیکھنے کا متمنی ہوں۔ اس لئے آپ سے ملتمس ہوں کہ آپ میری مدد فرمائیں اور مجھے ایک نسخہ انگریزی ترجمہ قرآن اور کچھ دینی اسلامی لٹریچر بھیجدیں۔ تاکہ میرے علم میں اضافہ ہوسکے علم حاصل کرنا ہر فرزندِ توحید کے فرائض میں شامل ہے دعاگو ہوں اللہ تعالےٰ تبلیغ دین و فروغ اسلام کے لئے آپ کی مدد فرمائے۔

۲- گھانا مغربی افریقہ سے مسعود الحسن رقمطراز ہیں۔

مکرمی و محترمی السلام علیکم ـــ مسلمان طلبہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر مجھے آپ کا ایڈریس معلوم ہوا۔ اور چند خوبصورت پمفلٹ اور کچھ عربی کتب بھی ملیں ان کا بنظرِ غائر مطالعہ کر کے بے حد متاثر ہوا۔ اور ارادہ کیا کہ آپ کو خط تحریر کروں لیکن اپنی علالت کی وجہ سے ایسا کرنے سے قاصر رہا۔ میری بحالیٔ صحت کے لئے دعا کریں۔ میں گھانا کے سب سے اعلیٰ معیاری درس گاہ اسلامیہ سیکنڈری سکول میں طالب علم ہوں۔ اسلامیات عربی میرے لازمی مضامین ہیں۔ گھانا میں اسلامیات کی کتابوں کی قلت کی وجہ سے مذہب اسلام کا وسیع و تحقیقی مطالعہ نہیں کیا جاسکتا۔ نیز گھانا ایک اسلامی ریاست بھی تو نہیں۔ اس لئے مجھے انگریزی ترجمہ قرآن و تفسیر کی اشد ضرورت ہے تاکہ عربی کے صاف مفہوم کو ذہن نشین کرسکوں۔ اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ حضرت مولانا محمد علی رحؒ کی بے نظیر تفسیر و ترجمہ انگریزی قرآن مجید کے مقابلہ میں دُنیا کی کوئی تفسیر نہیں کیونکہ اس کا ترجمہ آسان فہم اور تشریح بہت دلنشیں ہے۔ اُمید واثق ہے کہ آپ اس بے نظیر تفسیر کو مرحمت فرما کر شکر گذاری کا موقع دیں گے۔

۳- آدم اسحاق گھانا سے لکھتے ہیں۔

مکرم و محترم ! السلام علیکم ! میں ۲۵ سال کا ایک نوجوان طالب علم ہوں۔ اور گھانا سکینڈری سکول سے درجہ ششم کا امتحان جون ۸۲ء میں پاس کرلیا تھا۔ بچپن سے میرا ذہنی ذوق و شوق کافی وسعت رکھتا ہے۔ مجھے قرآنی تعلیمات اور اسلام پر کافی عبور ہے۔ اس کے باوجود اسلام اور قرآن کے بارے میں بہت کچھ جاننا چاہتا ہوں کیونکہ ہمارے پیارے رسول اکرم صلعم نے فرمایا ہے کہ "علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین جانا پڑے۔" سیکنڈری سکول میں بھی مجھے آپ کی مہربانیوں کا علم تھا جو آپ اپنے کرمفرماؤں کے ساتھ کرتے ہیں۔ میری درخواست ہے کہ آپ مجھے ترجمہ و تفسیر قرآن کریم انگریزی مصنفہ مولانا محمد علی رحؒ اور دیگر اسلامی لٹریچر ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

۴- گھانا مغربی افریقہ سے کریم الدین محمد اپنے دُوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں۔

پیارے بھائی ! السلام علیکم ! آپکے ۱۳ مئی ۸۲ء کے خط کے جواب میں چند سطور تحریر کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ گذشتہ خط میں میں نے پاکستان آنے کی خواہش کی تھی۔ اب بھی میرے دل میں یہی حسرت ہے کیونکہ اگر آپ مجھے پاکستان آنے کی دعوت دیں تو میں ایک خوش نصیب انسان ہوں گا۔ آپ نے لکھا ہے کہ آپ آمد و رفت کا خرچہ برداشت کرسکتے ہیں تو ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ لیکن مجھے یہ لکھتے ہوئے افسوس ہو رہا ہے کہ ہم گھانا میں شدید فنانشل مسائل سے دوچار ہیں اگر آپ میری مدد فرمائیں تو میری پاکستان آنے کی حسرت پُوری ہوسکتی ہے۔

۵- نائجیریا سے اے۔ الف سلام تحریر کرتے ہیں۔

میں یہ چند سطور اس غرض سے رقم کر رہا ہوں کہ میرے ایک دوست کے ہاں آپ کی خوبصورت اسلامی کتب بعنوان ٹیچنگز آف اسلام دیکھ کر اتنا متاثر ہوگیا ہوں کہ آپ کو خط لکھے بغیر نہ رہ سکا اور یہ میرا پہلا موقع ہے کہ آپ کو خط تحریر کر رہا ہوں۔ اُمید ہے کہ آپ مجھے مایوس نہیں کرینگے لہٰذا مجھے ایک کاپی ٹیچنگز آف اسلام اور ایک نسخہ انگریزی ترجمہ قرآن اور ایک کاپی حدیث تحفتہً ارسال کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔ آپ کے خط کا بے چینی سے انتظار کروں گا۔ خدارا انگریزی ترجمہ قرآن ضرور بھجوائیں۔ میں آپکے ہر طرح تعاون کرنے کو تیار ہوں۔

۶- احیائے دین انگریزی عربی سکول کماسے الحسن صمائلہ تحریر کرتے ہیں۔

پیارے بھائی ! السلام علیکم ! نہایت ادب سے چند سطور آپ کی زیب نظر کر رہا ہوں۔ میں آپ کا بھائی ہوں اور مجھے ایسی عربی کتب کی و لٹریچر کی ضرورت ہے جو مجھے عربی زبان کے مطالعہ میں ممد و معاون ثابت ہوں۔ پیارے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی حدیث مبارک ہے۔ کہ ایک مسلمان دُوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اُمید ہے کہ آپ میری درخواست پر ضرور غور فرما کر مطلوبہ عربی کتب بھجوادیں گے۔ میں آپ کا بے حد شکرگزار ہوں گا۔

۷- گھانا مغربی افریقہ سے الحسن زیب نعیم اپنے مکتوب مورخہ ۱۹ رمضان میں تحریر کرتے ہیں۔

پیارے بھائی ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یہ خط آپ کو بطور یاد دہانی تحریر کر رہا ہوں کہ میں ایک مسلمان بعمرہ سال ہوں اور سول سروس میں ملازم ہوں۔ مجھے قرآن پاک انگریزی ترجمہ و تفسیر از مولانا محمد علی کے حصول میں بے حد دلچسپی ہے ۱۹۷۸ء سے آپ کی خدمت میں اس مقدس کتاب کے لئے خط لکھ رہا ہوں۔ فی الحال کامیابی نہیں ہوئی۔ کیا آپ اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے مجھے ایک کاپی انگریزی قرآن حاصل کرنے میں مدد فرمائیں گے تاکہ میں قرآن کے معانی و معارف اچھی طرح ذہن نشین کرسکوں۔ کیونکہ عربی کی بجائے انگریزی میں اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں۔ جلدی جواب کا منتظر،

* * *

حدیثِ نبویؐ

* جو شخص مجھے ان ۶ باتوں پر عمل کی ضمانت دے میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔

۱- بولو تو سچ بولو ۲- وعدہ کرو تو پورا کرو

۳- بدنظری سے بچو ۴- کسی پر ظلم و زیادتی نہ کرو۔

۵- خیانت نہ کرو اور امانتدار بنو، ۶- بدکاری سے بچو

* * *

از قلم مکرم میاں نصیر احمد فاروقی

درسِ قرآن ——— (سبق نمبر ۴)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مٰلِكِ
یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝ اِهْدِنَا
الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۝
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝ اٰمین۔

الحمد للہ ربّ العٰلمین کے وسیع و بلیغ مضمون پر میں نے مختصراً کچھ روشنی پچھلے سبق میں ڈالی تھی۔ صرف اتنا کہنا باقی رہ گیا کہ الحمد للہ میں اللہ تعالےٰ کی خوبیاں گنوائی نہیں کیونکہ وہ ہیں ہی اَن گنت۔ اِس لئے جوں جوں انسان اللہ تعالےٰ کی ربوبیّت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اخلاقی اور رُوحانی ترقی کرتا ہے توں توں اللہ تعالےٰ کے قریب ہوتا جاتا ہے اور اُس کے حُسن یعنی اُس کی خوبیوں سے واقف ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور ربّ العٰلمین میں یہ اشارہ ہے کہ یہ ربوبیّت صرف اس جہان میں ہی نہیں بلکہ اگلے جہانوں میں جاری رہیگی جہاں انسان نے جاکر باطنی و رُوحانی ترقیات کرنی ہیں اور انہی کے مطابق اللہ تعالےٰ کے حُسن یعنے صفات اور خوبیوں کی معرفت اُس انسان کی بڑھتی چلی جائے گی۔ جیسا کہ اس زمانہ کے امام اور مجدّد (حضرت مرزا غلام احمد صاحب) نے لکھا ہے کہ چونکہ اللہ تعالےٰ کے حُسن یعنے خوبیوں کی کوئی انتہا نہیں اسی لئے انسان کی رُوحانی ترقی کی بھی کوئی انتہا نہیں۔ فسبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔

مگر اللہ تعالےٰ کی لاانتہا خوبیوں یا صفات میں سے چار صفات یعنی ربّ العٰلمین رحمٰن، رحیم اور مالک یوم الدّین کا یہاں علم اس لئے دیا کہ جیسا کہ میں پہلے عرض کر آیا ہوں اللہ کے معنٰی ہیں وہ ذات جو حُسن و احسان میں کامل ہے۔ تو حُسن تو اُس کی خوبیاں ہیں اور احسان اُن خوبیوں کا فیض یا فائدہ اُس کی مخلوق کو پہنچنا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ کے حُسن یعنے اُس کی خوبیوں میں سے جن خوبیوں کا فائدہ اس کی مخلوق کو اس دُنیا میں پہنچتا ہے اُن میں سے چار بُنیادی خُوبیاں وہ ہیں جن کا ذکر ربّ العٰلمین، الرّحمٰن، الرّحیم اور مٰلک یوم الدّین میں ہے۔ ربوبیت وہ صفت ہے جو ہر ایک مخلوق کو بتدریج ترقی دیتی ہوئی اپنے دائرہ کے اندر کمال تک پہنچاتی ہے، رحمانیت وہ صفت ہے جو ہر ایک مخلوق کو اپنے کمال تک پہنچانے کے لئے ضروری اسباب یا سامان مہیّا فرماتی ہے جن میں سے اکثر اسباب اُس مخلوق کے وجود میں آنے سے پہلے ہی مہیّا کئے گئے ہوتے ہیں۔ رحیمیت وہ صفت ہے جو اُن سامانوں سے فائدہ اٹھانے پر اعلیٰ درجہ کے نتیجے یا پھل مترتب فرماتی ہے، اور مٰلک یوم الدّین وہ صفت ہے جو اُن سامانوں سے فائدہ نہ اٹھانے یا اللہ تعالےٰ کے قوانین کی خلاف ورزی یا نافرمانی کی سزا دیتی ہے تاکہ نظامِ عالم قائم رہے اور چیزیں اپنے کمال کو پہنچتی رہیں۔

ایک آخری بات عرض کردوں کہ لفظ عالمین کے معنٰی جہاں تمام جہانوں کے ہیں وہاں تمام انسانوں بلکہ تمام مخلوق کے بھی ہیں۔ یُوں قرآن حکیم نے اللہ تعالےٰ کی ہستی کا کیا زبردست تصوّر پیش کیا ہے! پہلے مذاہب خُدا کے لئے بُت یا گائے یا آگ یا سُورج یا ستارہ پرستی کے تصورات پیش کرتے رہے۔ اُس سے کچھ آگے بڑھے تو ایک کمزور انسان کا خُدا ہونا بنایا۔ یا حد سے حد ایک قوم مثلاً بنی اسرائیل یا آریہ ورش کا خُدا یعنے قومی خداؤں کا تصور پیش کیا۔ قرآن کریم نے ربّ العٰلمین یعنے تمام مخلوق اور تمام قوموں کے ایک ہی خُدا کا تصوّر پیش کیا ہے جس سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ تصوّر نہیں ہوسکتا۔ قومی خُداؤں کے تصوّر سے نسلِ انسان میں تفریق اور پھوٹ کی بنیاد پڑی اور اس تصوّر نے قومی تفاخر یعنے ایک قوم کے دوسری قوم سے بہتر اور برتر ہونے کے خیال کو دُنیا میں رائج کیا۔ تمام قوموں کے ایک ہی خدا کے تصوّر میں جو قرآن کریم نے پیش کیا نسلِ انسانی کی وحدت یعنے ایک ہونے کے تصوّر کو آج سے چودہ سو سال پہلے پیش کیا جبکہ کوئی قوم اُس کو نہیں مانتی تھی۔ ہر ایک قوم اپنے کو دُوسروں سے بہتر سمجھتی تھی بلکہ ایک ہی قوم میں مثلاً ہندوؤں میں برہمن، کشتری، وَیش اور شُودر کے فرق کو مذہب کا جزو سمجھا جاتا تھا۔ پھر ہر قوم کے اپنے نبی یا نبیوں کے آنے کے سبب سے اور اُن قوموں کی غلطی کی وجہ سے بھی نسلِ انسانی کی وحدت میں پھوٹ پڑگئی کیونکہ ہر قوم نے صرف اپنے نبی کو سچّا مانا اور باقیوں کو نعوذ باللہ جھوٹا سمجھا جس سے مذہبی جھگڑے بلکہ لڑائیاں تک ہو پڑیں۔ قرآن حکیم نے نہ صرف تمام قوموں کے نبیوں کو اللہ کی طرف سے بنایا بلکہ حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام نسل انسانی کے لئے نبی بنایا جیسا کہ فرمایا قل یاایّھا النّاس اِنی رسول اللہ الیکم جمیعا یعنے کہدے کہ اے نسل انسانی میں تم سب کے لئے اللہ کا رسُول یعنے پیغامبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ تو قرآن کریم نے آنحضرت صلعم کو تمام نسلِ انسانی کے لئے نبی بنا کر تمام قوموں کو آپؐ کے جھنڈے کے نیچے اکٹھا کرنے کی بنیاد رکھی اور پھر آپؐ کو خاتم النبیّین یعنے آخری نبی بھی بنایا تاکہ کوئی نبی آن کر نسل انسانی کی وحدت میں رخنہ نہ ڈالے۔ فسبحٰن اللہ و بحمدہٖ سبحٰن اللہ العظیم

ایک اور بات کی طرف توجہ دلانی ضُروری ہے وہ یہ کہ لفظ الحمد للہ میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو اس کی صفات سے پہچانو۔ کوئی یہ نہ خیال کرے کہ انسان تو دنیا کی چیزوں کو دیکھ کر پہچانتا ہے۔ مادہ جو بظاہر نظر آتا ہے اس کی اصلیت یا حقیقت کیا ہے اس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا اور سائنس نے اب آن کر یہ پایا ہے کہ مادہ کی اصلیت یا حقیقت کو دیکھا نہیں جاسکتا بلکہ مادہ کی اصلیت اور حقیقت کو بھی اس کی صفات یعنی PROPERTIES سے ہی پہچانا جاسکتا ہے۔ تو جب مادہ کا جو مخلوق ہے یہ حال ہے تو اللہ تعالےٰ جو خالق ہے اس کو بھی اس کی صفات یا خُوبیوں سے ہی پہچانا جاسکتا ہے۔

مگر یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ خالق کیوں نہیں لائے۔ ربّ کیوں لائے۔ ویسے قرآن کریم نے آگے چل کر یہ صاف کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق کل شیٔ یعنی ہر چیز کا خالق ہے مگر لفظ ربّ میں نہ صرف خالق کے معنی مضمر ہیں بلکہ پیدا کر کے بتدریج ترقی دینے کے معنی مزید ہیں۔ لفظ ربّ یہاں لانے میں یہ حکمت تھی کہ اگرچہ مخلوق کو دیکھ کر اس کے خالق کا ہونا یقینی ہوتا ہے مگر کوئی دہریہ یا ہٹ دھرم انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ چیزوں کو پہلے پیدا ہوتے تو ہم نے دیکھا نہیں اس لئے یہ کس طرح یقین آئے کہ ان کا کوئی خالق تھا۔ اگرچہ یہ اعتراض لغو ہے مگر لفظ ربّ میں اس کا جواب دیا کہ اگر تم نے پہلی خلق یا پیدائش کو نہیں دیکھا تب بھی تمہاری آنکھوں کے آگے ربوبیت یعنے ہر چیز کا ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف بتدریج ترقی پانا اللہ کی ہستی پہ ناقابلِ انکار دلیل ہے۔ انسان اپنے آپ کو ہی دیکھ لے کہ کس طرح مٹی سے غذا اور غذا سے انسان کے جسم کے اندر نطفہ بنتا ہے جس کی عجائبات کا سائنس آج کل پتہ لگا رہی ہے۔ پھر نطفہ سے کس طرح ماں کے پیٹ کے اندر تمام انسان ایک ہی طرح اُس عجیب و غریب جسم کو پاتے ہیں جو کہ اعلیٰ ترین تخلیق ہے اور اس کا نظام ان سائنسدانوں کو جنہوں نے اس کا پتہ لگایا ہے حیرت میں ڈالتا ہے۔ پھر ایک ننھے بچے کی حالت سے انسان بڑھتا بڑھتا جوان آدمی بن جاتا ہے۔ تو یہ ربوبیت یعنے ادنیٰ حالت سے بتدریج ترقی دینے والا کون ہے؟ اور تمام نسلِ انسانی بلکہ ہر مخلوق کا ایک ہی طرح جنم لینا اور پھلنا پھولنا کیا اس کائنات کے خالق اور ربّ کے ہونے اور اس کی توحید پر زبردست شہادت نہیں؟ تو لفظ ربّ میں جو خدا کی ہستی اور توحید کا ثبوت ہے اُس کا کوئی دہریہ جو ذرا بھی انصاف پسند ہو انکار نہیں کر سکتا۔ جس زمانہ میں سائنسدان اکثر دہریہ ہوتے تھے تو ایک دہریہ سائنسدان کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ اپنی لیبارٹری میں ایک انڈے کے اندر بچہ بنتا دیکھ رہا تھا تو بے اختیار اس کے مُنہ سے نکل گیا۔

"AS IF SOME GOD WEREMAKING IT"

یعنے یہ تو گویا کوئی خُدا بنا رہا تھا۔ پھر اب تو تمام کائنات کا ایک ہونا اور ایک ہی قوانین کے ماتحت ہونا اور ترقی پانا سائنس نے بھی ثابت کر دیا ہے۔ تو اس زبردست اور عجیب غریب کائنات کے مطالعہ سے الحمد للہ ربّ العٰلمین کے الفاظ بے اختیار انسان کے مُنہ سے نکل جاتے ہیں۔

مگر مادی کائنات اور اس دنیا کی زندگی تو پہلا سٹیج ہے۔ ربّ العٰلمین میں یہ بھی معنیٰ ہیں کہ اس جہان سے آگے اور بھی جہان ہیں اور وہاں بھی وہی اللہ تمہارا ربّ ہے جس نے انہیں بنایا ہے اور جو تم کو لے کر ان میں جائے گا۔ اور دونوں جہانوں کو جہاں اس کی رحمانیت نے بنایا (رحمانیت کے معنی جیسا کہ میں بتا آیا ہوں رحم کے جوش سے انسان کے بغیر کچھ کئے اُس پر انعامات کرنا ہے) وہاں اُس کی رحمانیت نے ہی دونوں جہانوں میں تمہاری ربوبیت یعنے ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف ترقی کے لئے یہ قرآن نازل فرمایا ہے اسی بات کو واضح کرنے کے لئے الحمد للہ ربّ العٰلمین کے بعد الرّحمٰن الرّحیم کے الفاظ آئے ہیں اور سورۃ رحمٰن میں وضاحت کر دی ہے کہ الرّحمٰن علّم القرآن یعنے رحمان نے قرآن کا علم تم پر نازل کیا ہے اور جو اس کی ہدایت پر عمل کرے گا اُس کے لئے وہ رحیم ہے یعنے بار بار رحم کے جوش سے جزا دینے والا۔ اس بات کو بھی قرآن نے خود ہی واضح کر دیا جب فرمایا وکان بالمؤمنین رحیما یعنے ایمان لا کر عمل کرنے والوں کے لئے وہ رحیم ہے مگر مومن کا اصل اجر آخرت میں ہے جہاں اس نے ہمیشہ رہنا ہے۔ اس دُنیا کے اجر تو موت کے ساتھ ختم ہو جاتے ہیں۔

الرّحمٰن الرّحیم کے الفاظ یہ بھی بتاتے ہیں کہ ہر بات سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کا رحم کام کرتا ہے جو رحمٰن کے معنی ہیں اور ہر بات کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کا رحم تمہارے شامل ہو گا بشرطیکہ اُس کی رحمانیت نے جو سامان کئے ہیں جن میں قرآن سب میں بڑی نعمت ہے ان سامانوں سے تم فائدہ اٹھاؤ گے جس طرح اُس نے بتایا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کا رحم اُس کی رحمانیت کے مظاہروں پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کی ہدایت سے فائدہ اٹھانے والوں پر اس کی رحیمیت جوش میں آ کر اس دنیا میں انسان کے دل کے اندر جنّت پیدا کر دیتی ہے اور مرنے کے بعد آخرت میں اُسے ظاہری جنت میں ہمیشہ رکھے گی۔ دل سکھی ہو تو انسان ہر حال میں خوش رہتا ہے اور دل دُکھی ہو تو ظاہر کے سامان عیش بھی کاٹنے کو دوڑتے ہیں۔ اس لئے اس دنیا میں دل کی جنت کو حقیر نہ سمجھو۔ ؎

(باقی آئندہ)

در مدحِ قرآنِ کریم

ہے شکرِ ربِّ عزّ و جل خارج از بیاں ؎ جس کے کلام سے ہمیں اُس کا ملا نشاں

وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اُس کتاب میں ؎ ہو گی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں

اُس سے ہمارا پاک دل و سینہ ہو گیا ؎ وہ اپنے منہ کا آپ ہی آئینہ ہو گیا

اُس نے درختِ دل کو معارف کا پھل دیا ؎ ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دل بدل دیا

اس سے خدا کا چہرہ نمودار ہو گیا ؎ شیطاں کا مکر و وسوسہ بیکار ہو گیا

افسردگی جو سینوں میں تھی دُور ہو گئی ؎ ظلمت جو تھی دلوں میں وہ سب نور ہو گئی

جو دور تھا خزاں کا وہ بدلا بہار سے ؎ چلنے لگی نسیم عنایات یار سے

جاڑے کی رُت ظہور سے اُس کے پلٹ گئی ؎ عشقِ خدا کی آگ ہر اک دل میں اَٹ گئی

(دُرِّ ثمین)

حقیقتِ اسلام

روحانی دائرۂ کمالاتِ انسانیہ کا استدراک

از قلم معجز رقم حضرت اقدس بانئ سلسلہ احمدیہ

اور اس درجہ لقاء میں بعض اوقات انسان سے ایسے امور صادر ہوتے ہیں کہ جو بشریت کی طاقتوں سے بڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور الٰہی طاقت کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں جیسے ہمارے سید و مولیٰ سید الرسل حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جنگِ بدر میں ایک سنگریزوں کی مٹھی کفار پر چلائی اور وہ مٹھی کسی دُعا کے ذریعہ سے نہیں بلکہ خود اپنی رُوحانی طاقت سے چلائی مگر اس مٹھی نے خدائی طاقت دکھلائی اور مخالف کی فوج پر ایسا خارق عادت اس کا اثر پڑا کہ کوئی ان میں سے ایسا نہ رہا کہ جس کی آنکھ پر اس کا اثر نہ پہنچا ہو اور وہ سب اندھوں کی طرح ہو گئے اور ایسی سراسیمگی اور پریشانی ان میں پیدا ہو گئی کہ مدہوشوں کی طرح بھاگنا شروع کیا۔ اسی معجزہ کی طرف اللہ جلشانہ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے:۔

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی

یعنی جب تو نے اس مٹھی کو پھینکا وہ تو نے نہیں پھینکا بلکہ خدا تعالےٰ نے پھینکا یعنی درپردہ الٰہی طاقت کام کر گئی۔ انسانی طاقت کا یہ کام نہ تھا۔

اور ایسا ہی دُوسرا معجزہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا جو شق القمر ہے۔ اسی الٰہی طاقت سے ظہور میں آیا تھا۔ کوئی دُعا اس کے ساتھ شامل نہ تھی کیونکہ وہ صرف انگلی کے اشارہ سے جو الٰہی طاقت سے بھری ہوئی تھی وقوع میں آ گیا تھا۔ اور اس قسم کے اور بھی بہت سے معجزات ہیں جو صرف ذاتی اقتدار کے طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے دکھلائے جن کے ساتھ کوئی دُعا نہ تھی۔ کئی دفعہ تھوڑے سے پانی کو جو صرف ایک پیالہ میں تھا اپنی انگلیوں کو اس پانی کے اندر داخل کر لے سے اس قدر زیادہ کر دیا کہ تمام لشکر اور اونٹوں اور گھوڑوں نے وہ پانی پیا اور پھر بھی وہ پانی ویسا ہی اپنی مقدار پر موجود تھا۔ اور کئی دفعہ دو چار روٹیوں پر ہاتھ رکھنے سے ہزار ہا بھوکوں پیاسوں کا ان سے شکم سیر کر دیا۔ اور بعض اوقات تھوڑے دودھ کو اپنے لبوں سے برکت دے کر ایک جماعت کا پیٹ اس سے بھر دیا۔ اور بعض اوقات شور آب کنوئیں میں اپنے منہ کا لعاب ڈال کر اس کو نہایت شیریں کر دیا۔ اور بعض اوقات سخت مجروحوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر ان کو اچھا کر دیا۔ اور بعض اوقات آنکھوں کو جن کے ڈیلے لڑائی کے کسی صدمہ سے باہر جا پڑے تھے اپنے ہاتھ کی برکت سے پھر درست کر دیا۔ ایسا ہی اور بھی بہت سے کام اپنے ذاتی اقتدار سے کئے جن کے ساتھ ایک چھپی ہوئی طاقتِ الٰہی مخلوط تھی۔

حال کے برہمو اور فلسفی اور نیچری اگر ان معجزات سے انکار کریں تو وہ معذور ہیں کیوں کہ وہ اس مرتبہ کو شناخت نہیں کر سکتے جس میں ظلی طور پر الٰہی طاقت انسان کو ملتی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اور ہمارے ہادی و مقتدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ اقتداری خوارق نہ صرف آپ ہی دکھلائے بلکہ ان خوارق کا ایک لمبا سلسلہ روزِ قیامت تک اپنی اُمت میں چھوڑ دیا۔ جو ہمیشہ اور ہر زمانہ میں حسب ضرورت زمانہ ظہور میں آتا رہا ہے۔ اور اس دُنیا کے آخری دنوں تک اسی طرح ظاہر ہوتا رہے گا۔ اور الٰہی طاقت کا پرتو جس قدر اس اُمت کی مقدس روحوں پر پڑا ہے اس کی نظیر دُوسری اُمتوں میں ملنی مشکل ہے۔ پھر کس قدر بے وقوفی ہے کہ ان خارق عادت امور کی وجہ سے کسی کو خُدا یا خُدا کا بیٹا قرار دیا جائے۔ اگر ایسے ہی خوارق سے انسان خُدا بن سکتا ہے تو پھر خداؤں کا کچھ انتہا بھی ہے۔

لیکن یہ بات اس جگہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اس قسم کے اقتداری خوارق گو خدا تعالےٰ کی طرف سے ہی ہوتے ہیں مگر پھر بھی خدا تعالےٰ کے اُن خاص افعال سے جو بلا توسط ارادہ غیری ظہور میں آتے ہیں کسی طور سے برابری نہیں کر سکتے اور نہ برابر ہونا ان کا مناسب ہے۔ اسی وجہ سے جب کوئی نبی یا ولی اقتداری طور پر بغیر توسط کسی دُعا کے کوئی ایسا امر خارق عادت دکھلائے جو انسان کو کسی حیلہ اور تدبیر اور علاج سے اس کی قوت نہیں دی گئی تو نبی کا وہ فعل خدا تعالےٰ کے ان افعال سے کم رتبہ پر رہے گا جو خود خدا تعالےٰ علانیہ اور بالجہر اپنی قوتِ کاملہ سے ظہور میں لاتا ہے۔ یعنی ایسا اقتداری معجزہ بہ نسبت دُوسرے الٰہی کاموں کے جو بلا واسطہ اللہ جلشانہٗ سے ظہور میں آتے ہیں ضرور کچھ نقص اور کمزوری اپنے اندر موجود رکھتا ہوگا تا سرسری نگاہ والوں کی نظر میں تشابہ فی الخلق واقع نہ ہو۔ اسی وجہ سے حضرت موسےٰ علیہ السلام کا عصا باوجود اس کے کہ کئی دفعہ سانپ بنا لیکن آخر عصا کا عصا ہی رہا۔ اور حضرت مسیح کی چڑیاں باوجودیکہ معجزہ کے طور پر ان کا پرواز قرآن کریم سے ثابت ہے مگر پھر بھی مٹی کی مٹی ہی تھیں اور کہیں خدا تعالےٰ نے یہ نہ فرمایا کہ وہ زندہ بھی ہو گئیں۔ اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کے اقتداری خوارق میں چونکہ طاقتِ الٰہی سب سے زیادہ بھری ہوئی تھی کیونکہ وجود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا تجلیات الٰہیہ کے لئے اتم واعلےٰ وارفع واکمل نمونہ تھا اس لئے ہماری نظر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے اقتداری خوارق کو کسی درجہ بشریت پر منفرد کرنے سے قاصر ہیں۔ مگر تاہم ہمارا اس پر ایمان ہے کہ اس جگہ بھی اللہ جلشانہٗ اور اس کے رسول کریمؐ کے فعل میں مخفی طور پر کچھ فرق ضرور ہوگا۔

اب ان تحریرات سے ہماری غرض اس قدر ہے کہ لقا کا مرتبہ جب کسی انسان کو میسر آتا ہے تو اس مرتبہ کی توجہ کے اوقات میں الٰہی کام ضرور اس سے صادر ہوتے ہیں اور ایسے شخص کی گہری صحبت میں جو شخص ایک حصہ عمر کا بسر کرے تو ضرور کچھ نہ کچھ یہ اقتداری خوارق مشاہدہ کرے گا کیونکہ اس توجہ کی حالت میں کچھ الٰہی صفات کا رنگ ظلی طور پر انسان میں آ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا رحم خدا تعالےٰ کا رحم اور اس کا غضب خدا تعالےٰ کا غضب ہو جاتا ہے اور بسا اوقات وہ بغیر کسی دُعا کے کہتا ہے کہ فلاں چیز پیدا ہو جائے تو وہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور کسی پر غضب کی نظر سے دیکھتا ہے تو اس پر کوئی وبال نازل ہو جاتا ہے اور کسی کو رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے تو وہ خدا تعالےٰ کے نزدیک مورد رحم ہو جاتا ہے۔

اور جیسا کہ خدا تعالےٰ کا کُن دائمی طور پر نتیجہ مقصود کو بلا تخلف پیدا کرتا ہے ایسا ہی اس کا کُن بھی اس توجہ اور مدّ کی حالت میں خطا نہیں جاتا اور جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں ان اقتداری خوارق کی اصل وجہ یہی ہوتی ہے کہ یہ شخص شدت اتصال کی وجہ سے خدائے عزوجل کے رنگ سے ظلی طور پر رنگین ہو جاتا ہے اور تجلیاتِ الٰہیہ اس پر دائمی قبضہ کر لیتے ہیں اور محبوب حقیقی حجب حائلہ کو درمیان سے اُٹھا کر نہایت شدید قرب کی وجہ سے ہم آغوش ہو جاتا ہے اور جیسا کہ وہ خود مُبارک ہے ایسا ہی اس کے اقوال و افعال و حرکات و سکنات

اور خوراک اور پوشاک اور مکان اور زمان اور اس کے جمیع لوازم میں برکت رکھ دیتا ہے تب ہر ایک چیز جو اس سے مس کرتی ہے بغیر اس کے جو یہ دعا کرے برکت پاتی ہے۔ اس کے مکان میں برکت ہوتی ہے۔ اس کے دروازوں کے آستانے برکت سے بھرے ہوتے ہیں۔ اس کے گھر کے دروازوں پر برکت برستی ہے۔ جو ہر دم اس کو مشاہدہ ہوتی ہے۔ اور اس کی خوشبو اس کو آتی ہے۔ جب یہ سفر کرے تو خدا تعالےٰ معہ اپنی تمام برکتوں کے اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جب یہ گھر میں آوے تو ایک دریا نور کا ساتھ لاتا ہے۔ غرض یہ عجیب انسان ہوتا ہے جس کی کنہ بجز خدا تعالےٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ فنا فی اللہ کے درجہ کے تحقق کے بعد یعنی اس درجہ کے بعد جو اسلم وجہہ للہ کے مفہوم کو لازم ہے جس کو صوفی فنا کے نام سے اور قرآن کریم استقامت کے اسم سے موسوم کرتا ہے۔ درجہ بقا اور لقا کا بلا توقف پیچھے آنے والا ہے۔ یعنی جبکہ انسان خلق اور ہوا اور ارادہ سے بکلی خالی ہو کر فنا کی حالت کو پہنچ گیا تو اس حالت کے راسخ ہونے کے ساتھ ہی بقا کا درجہ شروع ہو جاتا ہے۔ مگر جب تک یہ حالت راسخ نہ ہو اور خدا تعالےٰ کی طرف بکلی جھک جانا ایک طبعی امر نہ ٹھہر جائے تب تک مرتبہ بقا کا پیدا نہیں ہو سکتا بلکہ وہ مرتبہ صرف اسی وقت پیدا ہوگا کہ جب ہر ایک اطاعت کا تصنع درمیان سے اٹھ جائے اور ایک طبعی روئیدگی کی طرح فرمانبرداری کی سرسبز اور لہراتی ہوئی شاخیں دل سے جوش مار کر نکلیں اور واقعی طور پر سب کچھ جو اپنا سمجھا جاتا ہے خدا تعالےٰ کا ہو جاوے اور جیسے دوسرے لوگ ہوا پرستی میں لذت اٹھاتے ہیں اس شخص کی تمام کامل لذتیں پرستش اور یاد الٰہی میں ہوں اور بجائے نفسانی ارادوں کے خدا تعالےٰ کی مرضیات جگہ پکڑ لیں۔

پھر جب یہ بقا کی حالت بخوبی استحکام پکڑ جائے اور سالک کے رگ و ریشہ میں داخل ہو جائے اور اس کا جزو وجود بن جائے اور ایک نور آسمان سے اترتا ہوا دکھائی دے جس کے نازل ہونے کے ساتھ ہی تمام پردے دور ہو جائیں اور نہایت لطیف اور شیریں اور حلاوت سے ملی ہوئی ایک محبت دل میں پیدا ہو جو پہلے نہیں تھی اور ایک ایسی خنکی اور اطمینان اور سکینت اور سرور دل کو محسوس ہو کہ جیسے ایک نہایت پیارے دوست مدت کے بچھڑے ہوئے کے یک دفعہ ملنے اور بغلگیر ہونے سے محسوس ہوتی ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے روشن اور لذیذ اور مبارک اور سرور بخش اور فصیح اور معطر اور مبشرانہ کلمات اٹھتے اور بیٹھتے اور سوتے اور جاگتے اس طرح پر نازل ہونے شروع ہو جائیں کہ جیسے ایک ٹھنڈی اور دلکش اور پُر خوشبو ہوا ایک گلزار پر گذر کر آتی اور صبح کے وقت چلنی شروع ہوتی اور اپنے ساتھ ایک سکر اور سرور لاتی ہے۔ اور انسان خدا تعالیٰ کی طرف ایسا کھینچا جائے کہ بغیر اس کی محبت اور عاشقانہ تصور کے جی نہ سکے اور نہ یہ کہ مال اور جان اور عزت اور اولاد اور جو کچھ اس کا ہے قربان کرنے کے لئے تیار ہو بلکہ اپنے دل میں قربان کر ہی چکا ہو اور ایسی ایک زبردست کشش سے کھینچا گیا ہو جو نہیں جانتا کہ اسے کیا ہو گیا اور نورانیت کا بشدت اپنے اندر انتشار پاوے جیسا کہ دن چڑھا ہوا ہوتا ہے اور صدق اور محبت اور وفا کی نہریں بڑے زور سے چلتی ہوئی اپنے اندر مشاہدہ کرے اور لحظہ بہ لحظہ ایسا احساس کرتا ہو کہ گویا خدا تعالےٰ اس کے قلب پر اترا ہوا ہے۔ جب یہ حالت اپنی تمام علامتوں کے ساتھ محسوس ہو تب خوشی کرو اور محبوب حقیقی کا شکر بجا لاؤ کہ یہی وہ انتہائی مقام ہے جس کا نام لقا رکھا گیا ہے۔

اس آخری مقام میں انسان ایسا احساس کرتا ہے کہ گویا بہت سے پاک پانیوں سے اس کو دھو کر اور نفسانیت کا بکلی رگ و ریشہ اس سے الگ کر کے نئے سرے اس کو پیدا کیا گیا اور پھر رب العالمین کا تخت اس کے اندر بچھایا گیا اور خدائے پاک و قدوس کا چمکتا ہوا چہرہ اپنے تمام دلکش حسن و جمال کے ساتھ ہمیشہ کے لئے اس کے سامنے موجود ہو گیا ہے مگر ساتھ اس کے یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ دونوں آخری درجہ بقا اور لقا کے کسبی نہیں ہیں بلکہ وہبی ہیں۔ اور کسب اور جدوجہد کی حد صرف فنا کے درجہ تک ہے۔ اور اسی حد تک تمام راستبازوں سالکوں کا سیر و سلوک ختم ہوتا ہے۔ اور دائرہ کمالات انسانیہ کا اپنے استدارت تامہ کو پہنچتا ہے اور جب اس درجہ فنا کو پاک باطن لوگ جیسا کہ چاہیے طے کر چکتے ہیں تو عادت الٰہیہ اسی طرح پر جاری ہے کہ یک دفعہ عنایت الٰہی کی نسیم چل کر بقا اور لقا کے درجہ تک انہیں پہنچا دیتی ہے۔

اب اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ اس سفر کی تمام صعوبتیں اور مشقتیں فنا کی حد تک ہی ہیں اور پھر اس سے آگے گذر کر انسان کی سعی اور کوشش اور مشقت اور محنت کو دخل نہیں بلکہ وہ محبت صافیہ جو فنا کی حالت میں خداوند کریم و جلیل سے پیدا ہوتی ہے الٰہی محبت کا خود بخود اس پر ایک نمایاں شعلہ پڑتا ہے۔ جس کو مرتبہ بقا اور لقاء سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور جب محبت الٰہی بندہ کی محبت پر نازل ہوتی ہے تب دونوں محبتوں کے ملنے سے روح القدس کا ایک روشن اور کامل سایہ انسان کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اور لقا کے مرتبہ پر اس روح القدس کی روشنی نہایت ہی نمایاں ہوتی ہے۔ اور اقتداری خوارق جن کا ابھی ہم ذکر کر آئے ہیں اسی وجہ سے ایسے لوگوں سے صادر ہوتے ہیں کہ یہ روح القدس کی روشنی ہر وقت اور ہر حال میں ان کے شامل حال ہوتی ہے اور ان کے اندر سکونت رکھتی ہے۔ اور وہ اس روشنی سے کبھی اور کسی حال میں جدا نہیں ہوتے اور نہ وہ روشنی ان سے جدا ہوتی ہے۔ وہ روشنی ہر دم ان کے تنفس کے ساتھ نکلتی ہے اور ان کی نظر کے ساتھ ہر یک چیز پر پڑتی ہے۔ اور ان کی کلام کے ساتھ اپنی نورانیت لوگوں کو دکھلاتی ہے۔ اسی روشنی کا نام روح القدس ہے مگر یہ حقیقی روح القدس نہیں حقیقی روح القدس وہ ہے جو آسمان پر ہے۔ یہ روح القدس اس کا ظل ہے۔ جو پاک سینوں اور دلوں اور دماغوں میں ہمیشہ کے لئے آباد ہو جاتا ہے اور ایک طرفۃ العین کے لئے بھی ان سے جدا نہیں ہوتا۔ اور جو شخص تجویز کرتا ہے کہ یہ روح القدس کسی وقت اپنی تمام تاثیرات کے ساتھ ان سے جدا ہو جاتا ہے وہ شخص سراسر باطل پر ہے۔ اور اپنے پُر ظلمت خیال سے خدا تعالےٰ کے مقدس برگزیدوں کی توہین کرتا ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ حقیقی روح القدس تو اپنے مقام پر ہی رہتا ہے لیکن روح القدس کا سایہ جس کا نام مجازاً روح القدس ہی رکھا جاتا ہے ان سینوں اور دلوں اور دماغوں اور تمام اعضا میں داخل ہوتا ہے جو مرتبہ بقا اور لقا کا پاکر اس لائق ٹھہر جاتے ہیں کہ ان کی ایک نہایت اصفیٰ اور اجلیٰ محبت پر خدا تعالےٰ کی کامل محبت اپنی برکات کے ساتھ نازل ہو اور جب وہ روح القدس نازل ہوتا ہے تو اس انسان کے وجود سے ایسا تعلق پکڑ جاتا ہے جیسے کہ جان کا تعلق جسم سے ہوتا ہے۔ وہ قوت بینائی بن کر آنکھوں کا کام دیتا ہے۔ اور قوت شنوائی کا جامہ پہن کر کانوں کو روحانی حس بخشتا ہے۔ وہ زبان

(بقیہ صـ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

توکّل کا اُونچا مقام

حضرت مولانا نور الدین مرحوم بھیرہ میں صحیح بخاری کا درس دے رہے تھے حدیث شریف میں لکھا ہوا تھا کہ سود لینے والے اور سود دینے والے ۔ سود لکھنے والے اور اس پر گواہی دینے والے سب پر لعنت ہے ۔ اتفاق سے عین اس وقت بھیرہ کا ایک بہت بڑا ساہوکار جس کا کام ہی سود کے لین دین پر چلتا تھا اور ہزار ہا روپے کا مالک تھا مسجد کے سامنے سے گذر رہا تھا ۔ سود کے متعلق تذکرہ سُن کر مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو گیا ۔ مذکورہ بالا حدیث سُن کر وہ چونکا ۔ حضرت مولانا مرحوم سے کہنے لگا کیا سود دینا بھی حرام ہے ؟ فرمایا ۔ ہاں ! کہنے لگا ۔ اگر آپ کی لڑکی کا بیاہ ہو اور آپ کے پاس روپیہ نہ ہو تو کیا کرو ؟ حضرت مولانا نے فرمایا میں کبھی سود پر روپیہ نہ لوں گا بلکہ نہایت سادگی سے مسجد میں لڑکی کا نکاح پڑھ دوں گا ۔ اسلام میں نکاح پر تو ایک پیسہ خرچ نہیں ہوتا ۔ جہیز حسب استطاعت ہوتا ہے ۔ روپیہ نہیں تو جہیز بھی کوئی نہیں ۔ اس پر وہ ساہوکار بولا ۔ شادی تو خیر گذر گئی ۔ اگر آپ کے ہاں موت ہو جائے تو کیا کرو گے ؟ فرمانے لگے نہلا کر گڑھا کھود کر دفن کر دیں گے کفن کے لئے پیسہ نہ ہو گا تو جن کپڑوں میں مُردہ ہے انہی میں دفن کر دیں گے ۔ اس پر ساہوکار بولا اگر کھانے کو گھر میں نہ ہو گا تو کیا کرو گے ؟ فرمانے لگے جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاؤں گا سر پر گٹھا رکھ کر بیچوں گا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالوں گا مگر سُودی قرضہ نہ لوں گا ۔

اس پر لالہ جی بہت متاثر ہوئے اور کہنے لگے ۔ مولوی صاحب ! آپ کو جب بھی روپے کی ضرورت ہو آپ مجھ سے لے لیں میں کبھی آپ سے سُود نہیں لوں گا ۔ لیکن حضرت مولانا نے کبھی بھی اس سے قرضہ نہیں لیا ۔ افسوس ہے مسلمان اپنے سید و مولیٰ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کو بھول گئے ۔ آپ پرلے درجے کے فیاض واقع ہوئے تھے ۔ آپ کی فیاضی غرباء اور حاجتمندوں پر ابرِ بہار کی طرح برستی تھی ۔ لیکن خود اپنی زندگی نہایت سادہ رکھتے تھے ۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ فاروق رضؓ آپ کے حجرہ میں تشریف لے گئے تو دیکھا ایک کھجور کی چٹائی پر حضور لیٹے ہوئے ہیں جس کے نشان آپ کے جسم مُبارک پر پڑے ہوئے ہیں ۔ ایک طرف مشکیزہ لٹکا ہوا ہے اور ایک کونہ میں جَو کا چھوٹا سا ڈھیر ہے بس ختم ! یہ اس وقت کا ذکر ہے جب آپؐ کُل عرب کے بادشاہ بن چکے تھے ۔ آپؐ کی غذا نہایت سادہ تھی ۔ یہ بہت پسند تھا کہ ہانڈی میں پانی ڈال کر سالن کو پتلا کر کے اس میں غریب ہمسایوں کو شامل کر لیا جائے

حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے ۔ جوان ہونے کے بعد ایک بزرگ صحابیہؓ سے فرمائش کی کہ ہمیں وہ کھانا پکا کر دو ، جو ہمارے نانا حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کھایا کرتے تھے ۔ وہ ہنسنے لگیں ۔ کہ تم کھا نہیں سکتے ۔ انہوں نے اصرار کیا کہ نہیں ضرور پکاؤ پکایا تو سچ مچ وہ کھا نہ سکے کیونکہ نہایت ہی سادہ اور سب چیزیں ملی جلی ایک ہی جگہ پکی ہوئی تھیں ۔ آپؐ نے نکاح بھی کیا تو اس میں بھی کوئی تکلف کبھی نہیں کیا ۔ ایک دفعہ ایک دعوت ولیمہ کے لئے کچھ نہ تھا تو سب صحابہ رضؓ کو کہہ دیا کہ اپنے اپنے گھر سے کھانا لے آؤ ۔ آپؐ بھی اور وہ سب بھی اپنے اپنے گھر سے کھانا لے آئے تو سب نے مل کر کھا لیا ۔ آپ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ فوت ہوئیں تو کفن کے لئے کچھ نہ تھا ۔ فرمایا ۔ میری تہہ بند میں لپیٹ کر قبر میں رکھ دو ۔ یہی حال صحابہ رضؓ کی زندگی کی سادگی کا تھا ۔ جس کی مثالوں سے اسلامی تاریخ بھری ہوئی ہے ۔ لیکن ایک واقعہ سے مجھے بہت تعجب ہوا کرتا ہے ۔ وہ یہ کہ ایک دفعہ ایک عورت نکاح کے لئے حاضر ہوئی ۔ آپؐ نے صحابہ سے دریافت کیا ، کیا کسی کو نکاح کی ضرورت ہے ؟ کسی کو نکاح کی ضرورت نہ تھی سوائے ایک مفلس اور نادار صحابی کے جو صرف ایک تہہ بند باندھے ہوئے تھا ۔ بدن پر کرتا بھی نہ تھا ۔ آپؐ نے فرمایا مہر میں کیا دو گے ؟ عرض کیا ۔ کہ حضور میرے پاس اس تہہ بند کے سوا کچھ بھی نہیں ۔ فرمایا کہ جاؤ ایک لوہے کا چھلا لے آؤ ۔ وہ تھوڑی دیر بعد واپس آئے تو عرض کیا کہ حضورؐ میں تو تلاش کر آیا ہوں میرے گھر میں تو لوہے کا چھلا بھی نہیں ۔ آپ نے نکاح کرنے سے انکار کر دیا ۔ اس پر وہ صحابی نہایت مایوس ہو کر چل پڑے ۔ ان کے اس طرح مایوس ہو کر لوٹنے پر آپؐ کو بہت ترس آیا آپ نے فرمایا ۔ تمہیں کچھ قرآن یاد ہے ۔ اور فرمایا کہ اس عورت کو کم سے کم چالیس آیات قرآن کریم کی یاد کرا دو ۔ انہوں نے منظور کر لیا ۔ آپؐ نے عورت کی رضامندی کے ساتھ نکاح پڑھ دیا ۔

اس واقعہ پر مجھے یہ حیرت ہوتی ہے کہ اس صحابی نے لوہے کا چھلا جو ایک پیسہ یا ایک آنہ کا ہو گا کسی سے قرض کیوں نہیں لیا ۔ قرض لے کر نکاح کر لیتے ۔ یا آج کے مسلمانوں کی طرح کہہ دیتے ۔ حضور جیبیں بھر دیں گے جتنا مرضی چاہے مہر باندھ دو ۔ نہیں قرض لینے کا خیال بھی اس کے دل میں نہیں آیا ۔ وہ نکاح سے مایوسی کو اس پر ترجیح دیتے ہیں کہ کسی سے ایک آنہ قرضہ لے کر لوہے کا چھلا خرید لیں ۔

بالمقابل آج کے مسلمان بیاہ شادی میں گھر پھونک کر تماشہ دیکھنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں ۔ سلف ان کے وہ تھے خلف ان کے یہ ہیں ۔

(ماخوذ)

* * *

اخبارِ احمدیہ !

* سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز یورپ کے کامیاب دورہ کے بعد ۹/۹/۸۲ء کو واپس وطن تشریف لا رہے ہیں ۔ خدا تعالےٰ کے نہایت فضل و کرم سے آپ کا یہ دورہ دیارِ مغرب بہت سی الہٰی نصرتوں و غیبی امدادوں کا حامل رہا ۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ۔ اس کی ایک نہایت ہی ایمان افروز رپورٹ محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ کے قلم سحر رقم سے مرتب کردہ موصول ہوئی ہے جس میں مشن ہاؤس لندن کی نئی عمارت موسومہ دارالسلام کی جملہ تقریبات کی تفصیل درج ہے یہ اگلے شمارہ میں ہدیۂ قارئین کرام ہوگی احبابِ سلسلہ حضرت ممدوح کی صحت و عافیت کیلئے اپنی دُعائیں جاری رکھیں ۔

حضرت مولانا محمد علی نمبر

جماعت کے مضمون نگار احباب کی خدمت میں

ماہ اکتوبر کے دُوسرے ہفتہ میں ادارہ پیغام صلح حسب معمول "مولانا محمد علیؒ نمبر" شائع کر رہا ہے احباب سے درخواست ہے کہ وہ دورِ حاضر کے اس عظیم مفسرِ قرآن کی دینی خدمات اور حالاتِ زندگی پر مشتمل اپنے مضامین ۳۰ ستمبر ۱۹۸۲ء تک بھیج کر مشکور فرمائیں تاکہ خاص نمبر میں شائع ہو سکیں

(ادارہ)

محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

ہماری قوت اور عظمت کا راز اسلام سے کامل وابستگی میں ہے

جذبۂ دین کی بدولت ہی پاکستان کا قیام عمل میں آیا،

ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ؕ وکفی باللہ شھیدا ۝ ------ وعداللہ الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت منھم مغفرۃً واجراً عظیما ۝

(الفتح ۴۸- ۲۸-۲۹)

ترجمہ :- وہی ہے جس نے اپنے رسُول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اُسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ گواہ بس ہے۔ محمد (صلعم) اللہ کا رسول ہے اور جو اُس کے ساتھ ہیں کافروں کے مقابلہ میں قوی آپس میں رحم کرنے والے ہیں۔ تو انہیں رکوع کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ وہ اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں ان کا نشان اُن کے مونہوں پر سجدوں کے اثر سے ظاہر ہے۔ یہ ان کی مثال توریت میں ہے اور ان کی مثال انجیل میں کھیتی کی طرح جس نے اپنی سوئی نکالی پھر اسے مضبوط کیا سو وہ موٹی ہوئی پھر اپنی نالوں پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔ کسانوں کو خوش کرتی ہے تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو غضب میں لائے اللہ تعالےٰ نے ان میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں حفاظت اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔

غلبہ اسلام کی بشارت

ان آیات میں ایک طرف یہ خوشخبری ہے کہ یہ دین جو خدا نے نازل کیا ہے یہ اپنی غرض و غایت کو پہنچے گا اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا۔ اور تمام ادیانِ عالم پر غالب ہو کر رہے گا۔ اور دوسری طرف وہ اوصاف اور حسنات بیان فرمائے ہیں جن کے وہ لوگ حامل ہونگے جن کے ذریعہ غلبہ دین اسلام مقدر ہے۔ یعنی وہ لوگ آپس میں رحیم و کریم ہوں گے اور دشمن اور کفار کے بالمقابل سخت ہوں گے خُدا کے حضور جھکنے والے اور سجدہ ریز ہونے والے ہوں گے اور ان کے پیشِ نظر ہمیشہ خدا تعالیٰ کی رضامندی ہوگی اور وہ اس کے فضل کے خواہاں ہوں گے جیسے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم اصحاب مظہر وجود تھے۔ چنانچہ ان کے وجود سے تمام مشرق اسلام کی روشنی سے منور ہو گیا اور دیگر تمام ادیان کے مقابلہ میں اللہ تعالےٰ نے دین اسلام کو غلبہ عطا فرمایا۔

حضرتِ اقدس کے وجود سے غلبہ دین

آج سے ایک صدی قبل جب مسلمانوں پر ادبار اور نکبت کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ نہ صرف دنیاوی جاہ و حشمت۔ حکمرانی اور سلطنت چھن چکی تھی اور اخلاقی اور دینی حالت بھی پستی کی انتہاہ گہرائیوں میں تھی اور مسلمان مایوسی کا شکار تھے دیگر ادیان کے حامل لوگ مسلمانوں کی اس کمزور حالت سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو نابود کرنے پر تُلے ہوئے تھے اور ان کا یقین کی حد تک خیال تھا کہ اب اسلام صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا چنانچہ عیسائیت اور آریہ دھرم کے پیروکاروں نے مسلمانوں کی مایوسی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو اپنے میں ضم کرنا شروع کر دیا تھا اور ان کو یقین ہو چلا تھا کہ اب اسلام کا غلبہ ختم ہو چکا ہے۔ اور یہ اہل کفر کا محض پروپیگنڈا نہ تھا بلکہ یہ ایک حقیقت تھی کہ مسلمانوں کے ایمان میں خدا کے احکام کی افضلیت و اکملیت ختم ہو چکی تھی۔ بلکہ مسلمان لیڈروں کا خیال تھا کہ چودہ سو سالہ دین اب اس نئے دور میں پنپ نہیں سکتا اور غالب نہیں آسکتا۔ اور ان حالات میں کسی شخص کا یہ کہنا کہ اسلام اس مقابلہ میں غالب ہوگا اور میں بشارت دیتا ہوں کہ اسلام عنقریب فتح پائے گا۔ اور یہ اعلان حضرت مرزا صاحب نے کیا۔ کیونکہ وہی آیات جو اُوپر درج ہوئی ہیں اس زمانہ میں ان کو پھر تفہیم ہوئیں۔ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہٖ۔ یوں اللہ تعالےٰ نے اپنے ایک خاص بندہ کے ذریعہ غلبہ اسلام کی بشارت دی۔ آپ کا ایک اور الہام ہے "بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد" ہاں اس بشارت کے ساتھ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے انہیں صفات و حسنات کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں تھیں۔ یعنی انہی پاکیزہ اصولوں پر جُرأت، شجاعت اور نور ایمان کے ساتھ عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔ اس قسم کا بیان اور اعلان صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کا خُدا سے تعلق ہوتا ہے۔ چونکہ ان کا یہ اعلان منجانب اللہ تھا اور آسمانی تھا لہٰذا وہ بار آور ہوا اور اس صدی میں ایک عظیم انقلاب رونما ہو گیا۔ اور اب یہ خیال کیا جا رہا ہے کہ اب اہل دُنیا کو اسلام کے اصولوں کو اپنانے کی اشد ضرورت ہے۔ گویا زمین و آسمان ہی بدل گئے ہیں۔ اب اس قدر اُمید افزا حالات موجود ہیں کہ غیر مسلم مفکر اور دانشور بھی مانتے ہیں۔ دنیا کے اندر جو جغرافیائی نسلی۔ لسانی اور لونی شدید اختلافات ہیں کہ دیگر مذاہب کے پاس اس کا کوئی علاج نہیں صرف اور صرف اسلام ہی ایسا دین ہے جس کے پاس اس کا علاج ہے۔ کیونکہ اسلام میں اس قسم کی برتری کے جذبات و معتقدات کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اور اسلام میں شرف و برتری کا معیار صرف تقویٰ اور اعمالِ صالحہ ہیں۔ آج اگر نسلِ انسانی تباہی کے گڑھے میں گرنے سے بچ سکتی ہے تو صرف اس صورت میں کہ وہ اسلام کے اصولوں کو اپنائے اور یہ وہ صداقت ہے جس کو یورپ کے دانشور اور مفکرین بھی اہمیت دیتے ہیں۔

یوم آزادی کا جشن

۱۴ اگست کو یوم آزادی منایا گیا۔ کیونکہ اسی دن ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو برصغیر ہندوستان میں مسلمانوں کا الگ وطن اور ملک پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ اس کے وجود کے آنے پر دو سوال ذہن کی سطح پر اُبھرتے ہیں۔ کہ یہ ملک کیسے؟ اور کیوں؟ وجود میں آیا۔ کیونکہ اس وقت کے حکمران انگریز مذہب کی بنا پر تقسیم پسند نہیں کرتے تھے۔ بلکہ وہ قوموں کی بنیاد جغرافیائی حدود۔ زبان اور رنگ کے اعتبار سے متعین کرتے تھے۔ اور ادھر ہندو جنکی ملک میں بہت بڑی کثرت تھی مسلمانوں کے اس مطالبہ کے شدید خلاف تھے۔ لیکن اس کے باوجود پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا تو اس کی وجہ مسلمانوں کا اتحاد۔ تنظیم اور اپنے اصولوں پر ایمان تھا۔ اور اسی کی طرف قائداعظمؒ نے مسلمانوں کو متوجہ کیا کہ یقین محکم۔ اتحاد اور تنظیم کو اپناؤ تو تم ایک عظیم قوم ہو جس کی

بات ضرور مانی جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ انگریز اور ہندوؤں کو مسلمانوں کا مطالبہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہ رہا۔ مسلمانوں کا اس ایک کلمہ واحدہ پر اکٹھا ہو جانا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ یہ محض مشیت خداوندی تھی۔ جب مسلمانوں نے اتحاد کو اپنایا تو خدا نے ان کو نوازا اور ایک سلطنت مسلمانوں کو عطا فرمائی۔

افتراق اور تشتت مسلمان قوم کی تباہی کا باعث ہے۔

لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان قوم اس قدر عمدہ اصولوں کی حامل ہونے کے باوجود پھر زوال کی طرف گرتی جا رہی ہے۔ یہ ایک لمحہ فکریہ ہے۔ ایران پوری قوت سے عراق کو تباہ کرنے پر تلا ہوا ہے۔ اور عراق ایران کی بربادی کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔ بلکہ افسوس تو یہ ہے کہ ایک دوسرے کو "کافر" گردان رہے ہیں۔ یہاں پاکستان کے دو ٹکڑے ہو گئے اور اب لوگ صوبائی عصبیت اور لسانی اختلاف کو ہوا دینے کی فکر میں ہیں چنانچہ سندھ میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جس نے اپنے آپ کو "راجہ داہر" کے جانشین قرار دیا۔ اور یوں سندھی۔ بلوچی۔ پنجابی اور پٹھان کے خیالات کو ابھارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ اسلام کے اندر ان خیالات کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ لونی لسانی اور جغرافیائی حدود سے اسلام کا کوئی ربط نہیں یہاں تو صرف اور صرف خدا کی وحدانیت۔ نبی اکرم صلعم کی رسالت اور قرآن پاک پر ایمان اور کلمہ توحید کا اقرار ہی اتحاد قومی کے لئے شرط اول ہے۔ اور یہی نعرہ حضرت مجدد صد چہار دہم نے بلند کیا کہ اسلام کا غلبہ اس کے سنہرے اصولوں پر عمل کرنے سے مشروط ہے۔

از رہ دیں پروری آمد عروج اندر نخست ۔ باز چوں آید بباید ہم ازیں رہ بالیقین

ہم جس قدر دین اسلام کے قریب ہوں گے ہمیں قوت ملے گی اور جس قدر دور ہوں گے اسی قدر کمزور ہوتے چلے جائیں گے۔ اس لئے ہمیں اسلام کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنا چاہیئے کیونکہ ہماری قوت اور عظمت کا راز اسلام سے کامل وابستگی میں ہے۔ جب ہم متحد ہو گئے اور کلمہ واحدہ کو اپنا ماٹو بنایا تو خدا نے نصرت دی اور یہ عظیم سلطنت ہمیں عطا ہوئی۔ اور ہماری غفلت سے اور کلمہ واحدہ سے ہٹ جانے اور لسانی فرق نے دو ٹکڑے کر دیئے۔

علامہ اقبالؒ نے بھی اتحاد قومی پر زور دیا۔

علامہ اقبال مرحوم نے بھی اسی حقیقت کو بیان کیا ہے۔ کہ اتحاد قومی اور ملی کا تعلق صرف دین سے ہے۔ چنانچہ مولوی حسین احمد مدنی کی ایک تقریر کے حوالے سے جس میں انہوں نے کہا تھا کہ "قومیں اوطان سے بنا کرتی ہیں" مخالفت کرتے ہوئے علامہ موصوف نے فرمایا تھا کہ قوم وطن سے نہیں دین اور مذہب سے بنتی ہے۔ اگر مذہب کو بنیاد نہ مانا جائے تو قوم کیسے بن سکتی۔

عجم ہنوز نہ داند رموز دیں ورنہ ـــــــ کہ مولانا موصوف دین کی اس حقیقت سے ناآشنا معلوم ہوتے ہیں کہ ملت و قوم دین سے بنتی ہے نہ کہ وطن اور ملک سے۔ اور جب مسلمانوں کے اندر یہ جذبۂ دین موجزن ہوا تو ایک آزاد ملک کا قیام عمل میں آیا۔ یہ خدا کا عطیہ ہے جس پر ہم جتنا بھی خدا کا شکر ادا کریں کم ہے۔ اور مسلمانوں میں اس قدر جوش و جذبہ دین پیدا ہو گیا تھا کہ اقلیت والے صوبوں کے مسلمانوں نے بھی یہی نعرہ بلند کیا تو یہ معجزہ ظہور میں آیا۔ اور مسلمانوں کے اندر رجوع الی القرآن والسنہ کا جذبہ پیدا ہو گیا اور مسلمانوں کے اندر غیر مسلموں کے مقابل کھڑا ہونے کی ہمت کس نے پھونکی۔ یہ امام الزمان تھے جنہوں نے اسلام کے غلبہ کا اعلان کیا۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ اگر بندہ خدا کی طرف ایک قدم چلتا ہے تو خدا اس کی طرف دس قدم آتا ہے۔ اور جب مسلمانوں نے دین کی طرف قدم رکھا تو خدا نے مدد فرمائی اور غلبہ دیا یعنی جب کلمہ گوؤں کا اتحاد ہوا تو یہ فضلِ خدا ملا اور کلمہ گوؤں کے اتحاد کی یہ تحریک سب سے پہلے ہم نے شروع کی۔

جماعتِ احمدیہ لاہور کی اتحادِ ملّی میں مساعی

یہ صرف ایک ہی جماعت ہے یعنی احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور، جس نے اتحاد کیلئے صرف کلمہ طیبہ کو بنیاد قرار دیا۔ اور یہ وہ ظہورِ پاکستان کی تحریک سے قبل ان باتوں کی اشاعت و تشہیر کرتی رہی۔ اس جماعت کی طرف سے اگر یہ نظریہ نہ دیا گیا ہوتا تو یہ نتیجہ برآمد نہ ہوتا۔ یہ ایک بڑا دلچسپ نظارہ ہے کہ جب قوم نے خدا۔ قرآن اور دین کی طرف قدم بڑھائے تو خدا نے ان کو غلبہ عطا فرمایا۔ اب بحمد للہ آزادی مل گئی ہے۔ اگر ہم نے احکامِ الٰہی کی اس میں عظمت قائم کی تو یہ سلطنت قائم رہے گی اور ترقی کرے گی۔ لیکن انہی اصولوں پر عمل پیرا ہونے سے جن اصولوں کی بناء پر وجود میں آئی تھی۔ اور ان پر عمل ہی اس کے استحکام اور دوام کا راز ہے۔ ورنہ بنیادیں کمزور ہو جائیں گی۔

یاد رکھو دینِ اسلام پر عمل اس سلطنت خداداد کے استحکام اور دوام کی ضمانت ہے۔ مگر ہمارا عملی رویہ درست نہیں ہے۔ حضرت قائد اعظم نے فرمایا تھا کہ ہماری علیحدہ سلطنت ہی کا مطالبہ نہیں تھا بلکہ اسلام کو اپنی عملی زندگی نافذ کرنے کے لئے ہمیں اس ملک کی ضرورت تھی کیونکہ پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ بلند ہی اسی لئے کیا گیا تھا کہ ہم اسلام کے احکام پر عمل کریں گے۔

ہماری ملی حالت ان اصولوں سے ہٹ چکی ہے۔ اس لئے ہمیں انہی اصولوں کی طرف رجوع کرنا چاہیئے

لیکن یہ ایک تکلیف دہ حقیقت ہے کہ اب ہماری نظریں دولت، جائیداد، مال و متاع زندگی میں ترقی و فراوانی۔ حرص و ہوا۔ ہمارا مطمحِ نظر اور خدا بنے ہوئے ہیں۔ تجارت اور صنعت کے اندر ترقی اور علمی ترقی واقعی بے نظیر ہے لیکن اخلاقیات، روحانیات میں پستی اور کمزوری پیدا ہوئی ہے۔ ہمیں ان اعمالِ حسنہ کی ضرورت ہے جس کے حصول کے لئے خدا نے ہمیں یہ سلطنت عطا کی ہے۔ ہمیں دین اور مذہب کی اخلاقی اقدار کو اپنانا چاہیئے۔ ہم میں برائیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ ہمارے ہر طبقہ میں دیانت داری کے جوہر میں کمی ہوتی جا رہی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ یا یہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ۔ اے ایمان والو خدا کا تقوےٰ اختیار کرو۔ یہ خوشیاں اور جشن آزادی خدا کے فضل کا مظہر ہیں لیکن حقیقی خوشی تب ہو گی اگر خدا سے پوری طرح وابستہ اور فرمانبردار رہے۔ اور نفاق۔ برائی۔ دین سے غفلت کو چھوڑ دینا۔ کچھ لوٹ رہے ہیں اور کچھ لٹ رہے ہیں۔ جس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ لوگ اسلامی پاکستان سے دور ہیں۔ اس لئے دین کو اپناؤ۔ دنیا کے طالب نہ بنو۔ حضرت مجدد زماں نے فرمایا ہے۔ دین کو دنیا پر مقدم کرو اگر تم دین اختیار کرو گے تو دنیا بھی ضرور ملے گی۔ مسلمانو! اپنے اندر اعلیٰ اخلاق باہمی اتحاد و اتفاق بڑھاؤ۔ یکجہتی پیدا کرو۔ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ یہ زمانہ جبر و اکراہ کا

(باقی صفحہ ۱۲ کالم ۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

حقیقتِ اسلام

اسلام ایک قابلِ عمل مذہب ہے

کسی مذہب کا شان عالمگیری سے متصف ہونا عقلاً ممکن ہے۔ خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ بوجہ فراوانی اسباب۔ مخابرت و مراسلت، اہالی ارض باہمدگر قریب تر ہو گئے ہیں۔ لیکن مذاہب میں اختلاف عقائد بکثرت موجود ہیں۔ اور وہی مذہب عالمگیر ہو سکتا ہے جو جملہ اختلافات کو مٹا کر ان میں ایک شانِ اتحاد پیدا کر دے۔ اور ہر امر اختلافی کا تصفیہ کر دے اور جو عقائد پیش کرے ان کی خوبی اور ضرورت دونوں کو بدلائل عقلیہ ذہن نشین کر دے اور جن کو مردود قرار دے ان کی بطالت بھی مبرہن کر دے۔ اس ضمن میں ان چند اختلافی مسائل کا ذکر خالی از فائدہ نہ ہوگا جن کی وجہ سے مختلف فرقے رونما ہو گئے ہیں۔

ابتداءً عقیدہ باری تعالےٰ کو لیجیئے۔ بعض مذاہب میں اس کو مرکزی حیثیت دی گئی ہے اور بعض میں اس کا ذکر بھی ضروری نہیں سمجھا گیا۔ مثلاً بدھ مت اور کنفیوشس دونوں نے فلسفۂ اخلاق ہی کی تعلیم دی۔ اور خدا کا ذکر مطلق نہیں کیا۔ علاوہ بریں، خداپرستوں میں بعض تو اس کی عبادت اسی طرح پر کرتے ہیں جو خود اس نے بذریعہ وحی بتا دی ہے۔ اور بعض یہ یقین رکھتے ہیں کہ بذاتِ خود طریق عبادت دریافت کرنا اور پھر اس پر عامل ہونا مناسب ہے یعنی یہ لوگ وحی والہام کو ضروری نہیں سمجھتے صرف اپنے مجلی اور تربیت یافتہ ضمائر کو ہدایت کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ ہندوستان میں برہمو سماج اس کی زندہ مثال ہے۔ علاوہ بریں "اہل کتاب" بھی دو طبقات میں منقسم ہیں ایک تو وہ جو یہ یقین کرتے ہیں کہ روح جسم سے جدا ہونے کے بعد دوبارہ دنیا میں نہیں آتی۔ دوسرے وہ جو یہ سمجھتے ہیں کہ جملہ ارواح مقید بالارض ہیں اور ایک جسم سے نکلنے کے بعد دوسرے جسم سے متعلق ہو جاتی ہیں۔ اس عقیدہ کو تناسخ ارواح کہتے ہیں۔

ان باتوں کے علاوہ دیگر حقائق کے متعلق بھی بے حد اختلاف آراء موجود ہے۔ پس عالمگیر مذہب وہ ہو سکتا ہے جو سب طرح کے لوگوں کی تشفی کر سکے۔ ان کے سوالات کے جوابات دے سکے۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ جوابات سب کے سب کسی معلّم مذہب ہی نے مہیا کئے ہوں۔ میں نے تمام بائبل کو بغور پڑھا ہے۔ علیٰ وجہ البصیرت کہہ سکتا ہوں کہ اس کے اندر عقائد مذکورہ بالا میں ایسے عقائد کی تردید کا جو اس کی تعلیمات کے خلاف ہیں کوئی سامان موجود نہیں۔ مثلاً بائبل مذکورہ میں تناسخ کے قائلین کی تردید و تشفی کا کوئی پہلو نہیں مل سکتا۔ جناب مسیح بھی اس مسئلہ میں خاموش نظر آتے ہیں۔ پس کس طرح وہ عالمگیر مذہب کہلا سکتے ہیں۔

اسی طرح دوسری کتب مذہب قبل از قرآن کا حال ہے۔ ہاں قرآن نے جن جن عقائدِ مروجہ سے اختلاف کیا ہے اس کی تردید عقلیہ طور پر کی۔ علاوہ ازیں ہر شخص اپنے نبی کی عزت کرتا ہے۔ اور اس سے منسوب تعلیم میں اگر کوئی نقص بھی ہو تو بھی وہ اس قدر کشش ضرور رکھتا ہے کہ باوجود امکان غلط اس کے متبعین اس سے محبت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں مغربی لوگوں کا بھی حال ہے۔ لاکھوں لوگ ایسے ملیں گے جو یسوع کی پاکیزہ خصائل سے وابستگی رکھتے ہیں لیکن مروجہ مسیحیت پر ایمان نہیں لا سکتے۔ عالمگیر مذہب میں اس نقص کے رفع کرنے کے لئے مواد کا ہونا ضروری ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "جملہ انبیاء خدا تعالےٰ کی طرف سے آئے ہیں" اس گتھی کو سلجھا دیا۔ غرضیکہ آپ کا پیش کردہ مذہب ہر لحاظ سے کامل اور مکمل ہے۔ وہ تمام خوبیاں اور صداقتیں جو دیگر مذاہب میں پائی جاتی ہیں۔ بیک وقت و بیک جا اسلام میں مل سکتی ہیں۔ اسی طرح آپؐ نے انسانی فطرت کے ہر پہلو کو ملحوظِ خاطر رکھا ہے۔ اور ہر بات کے متعلق تعلیم مہیا فرمائی ہے۔ باقیماندہ امور میں الہامی کتابیں اس لحاظ سے ناقص ہیں اور یسوع کی تعلیمات سب تعلیمات سے زیادہ ناقص

آنحضرت صلعم کو ہم لوگ کامل نبی اس لئے کہتے ہیں کہ آپ کی شریعت ہر پہلو اور ہر لحاظ سے کامل ہے۔ متذکرہ بالا امور کے علاوہ عالمگیر مذہب میں جب تک اخوت، مساوات انسانی۔ رواداری وغیرہ کی تعلیم نہ ہو، وہ مذہب عالمگیر کیسے ہو سکتا ہے اور اسلام کے سوا ان باتوں کی تعلیم تو کیا دیگر مذاہب میں ان عالمگیر اصولوں کے خلاف ہی مواد ملتا ہے۔

اسلام ایک قابلِ عمل مذہب ہے

اس ضمن میں اس خاص بات کا تذکرہ بھی لابد ہے جس کی خاطر مذہب کو یہ رفیع درجہ حاصل ہے۔ یعنی مذہب کا اعلےٰ ترین اور اولین فرض یہ ہے کہ وہ اپنے پیروؤں کے دماغوں کی آبیاری کرے اور ان کی عقلوں کو تجلی اور ان کے نفسِ مدرکہ کو ضمیر صادق میں مبدل کر دے ہمارے اندر بہیمیت موجود ہے۔ اور ہمارا نصب العین یہ ہونا چاہیئے کہ اس بہیمیت کو ربانی رنگ دے کر صفاتِ الٰہیہ کی جلوہ گاہ بنا لیں۔ بے شک ہر مذہب میں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ اصول موجود ہیں۔ لیکن نبی کریم صلعم نے مختصر اور آسان راستہ بتا دیا ہے۔ جہاں دوسرے مذاہب نے اس مقصد کے حصول کے لئے زبردست ریاضت اور ترکِ دنیا کی تعلیم دی ہے آپؐ نے ان سب باتوں کو مذموم قرار دے کر ہمیں اسی دنیا میں زندگی بسر کرنے کا طریقہ ایسا بتایا ہے جس سے گوہرِ مقصود ہاتھ لگ سکتا ہے۔ ہمیں اس کی ضرورت نہیں کہ ایک دن اپنی زندگی کا خدا کے لئے قرار دیں اور چھ دن اپنے لئے۔ بلکہ مومن کی زندگی کا ہر لمحہ خدا کی یاد میں بسر ہونا چاہیئے۔ اسی لئے آپؐ نے پنجوقتہ نماز کا حکم دیا۔ اور الفاظ دعا وہ بتائے جو ہمارے افعال اور اقوال کو روحانیت کا رنگ دے سکتے ہیں۔ آپؐ نے خانگی اور متاہل زندگی کو محمود قرار دیا ہے بلکہ اسے اخلاقِ حسنہ کی تربیت گاہ یقین فرماتے ہیں۔ چونکہ ہماری زندگی میں صرف نفسانی خواہشات ہی کی بدولت ہیجان اور تلاطم برپا ہو سکتا ہے۔ اس لئے آپؐ نے ان کو قابو میں رکھنے کے طریقے بتائے ہیں نہ یہ کہ سرے سے ان جذبات ہی کا قلع قمع کر دیا جائے پس ہمارا کام یہ ہے کہ ان جذباتِ نفسانی کی اس طرح تربیت کریں کہ ان میں روحانیت کا رنگ پیدا ہو جائے۔

فارسی میں ایک مثل ہے "دست در کار دل بیار" ہاتھوں سے کام کرو اور دل میں خدا کی یاد رکھو، یہ مثل اسلامی تعلیمات کی بدولت ایک صداقت بن گئی ہے۔ لہٰذا پھر میں اسی بات کا اعادہ کرتا ہوں کہ اس لحاظ سے بھی آپؐ ہی کو جمیع ہادیانِ مذاہب پر تفوق تام حاصل ہے کہ اس نظامِ حیات کو سب سے پہلے آپ ہی نے منضبط فرمایا۔

——— *** ——— (ماخوذ)

کلام الامام

اے بے خبر بخدمتِ فرقاں کمر بہ بند

در دا کہ حسنِ صورتِ فرقاں عیاں نماند —— آں خود عیاں مگر اثرِ عارفاں نماند

افسوس کہ قرآن کے چہرہ کی خوبصورتی پوشیدہ ہوگئی۔ وہ خود تو ظاہر ہے مگر عارفوں کا نشان نہ رہا

مردم طلب کنند کہ اعجازِ آں کجا ست —— صد درد و صد دریغ کہ اعجاز داں نماند

لوگ پوچھتے ہیں کہ اس کا اعجاز کہاں گیا (اعجاز تو ہے) لیکن سخت رنج کی بات یہ ہے کہ کوئی اعجاز داں نہیں رہا

بینم کہ ہر یکے بہ غمِ نفس مبتلا ست —— کس را غمِ اشاعتِ فرقاں بجاں نماند

میں دیکھتا ہوں کہ ہر شخص اپنے ذاتی تفکرات میں مبتلا ہے کسی کو بھی قرآن کی اشاعت کا دلی فکر نہیں رہا

یوسف شنیدہ ام کہ شدش کارواں معیں —— ایں یوسفے کہ ہیچ کسش کارواں نماند

میں نے یوسفؑ کی بابت سنا تھا کہ قافلہ نے اس کی مدد کی تھی۔ مگر یہ یوسف بے کس و بے قافلہ ہے

جانم کباب شد زغمِ ایں کتابِ پاک —— چنداں بسوختم کہ خود اُمیدِ جاں نماند

اس کتاب کے غم میں میری جان کباب ہوگئی۔ اور میں اسقدر جل گیا ہوں کہ بچنے کی کوئی اُمید نہیں

اے سیدالوریٰ مددے وقتِ نصرت است —— در بوستاں سرائے تو کس باغباں نماند

اے مخلوقات کے سردار! مدد فرما یہ نصرت کا وقت ہے کیونکہ تیرے باغ میں کوئی بھی باغباں نہیں رہا

صد بار رقصہا کنم از خورمی اگر —— بینم کہ حُسنِ دلکشِ فرقاں نہاں نماند

میں خوشی کے مارے سینکڑوں دفعہ رقص کروں اگر یہ دیکھ لوں کہ قرآن کا دلکش جمال پوشیدہ نہیں رہا

یارب چہ بہر من غمِ فرقاں مقدر است —— یا خود دریں زمانہ کسے راز داں نماند

اے رب! کیا میری تقدیر میں ہی فرقان کیلئے غم کھانا لکھا ہے یا اس زمانہ میں میرے سوا اور کوئی واقفِ حقیقت ہی نہیں

اے خواجہ پنج روز بود لطفِ زندگی —— کس از پئے مدام دریں خاکداں نماند

اے صاحب زندگی کا لطف پانچ دن کیلئے ہے۔ کوئی بھی اس دُنیا میں ہمیشہ نہیں رہا۔

امروز گر دل از پئے قرآں نسوزدت —— عذرے دگر ترا بجنابِ یگاں نماند

اگر آج کے دن تیرا دل قرآن کے لئے نہیں جلتا تو پھر خدائے واحد کی درگاہ میں تیرا کوئی عذر باقی نہیں رہا

بگذار وردِ مثنوی و شغلِ غزل و شعر —— ایں خود چہ چیز ہست اگر قدرِ آں نماند

مثنوی، وظیفہ اور شعر و غزل کے مشغلہ کو چھوڑ یہ چیزیں کیا حقیقت رکھتی ہیں اگر قرآن ہی کی قدر نہ رہی

در خادماں نشینی و صد ناز مے کنی —— آں را کہ سید است کس از خادماں نماند

تو نوکروں میں بیٹھ کر سینکڑوں ناز نخرے کرتا ہے مگر وہ جو اصلی سردار ہے اس کا کوئی نوکر نہیں رہا

خلق از برائے شوکتِ دُنیا چہا کنند —— در دا کہ مہرِ کعبہ چو مہرِ بتاں نماند

لوگ دنیا کی شان و شوکت کے لئے کیا کیا کرتے ہیں مگر افسوس کہ کعبہ کی محبت بُتوں کی محبت کے برابر بھی نہیں رہی

اے بے خبر بخدمتِ فرقاں کمر بہ بند

اے بے خبر فرقان کی خدمت کے لئے کمر باندھ لے

زاں پیشتر کہ بانگِ برآید فلاں نماند

اس سے پہلے کہ یہ آواز آئے کہ فلاں شخص مرگیا

(بقیہ :- ہماری قوت اور طاقت ... آمدہ صفحہ ۹)

نہیں ہے اور نہ ہی توپ و تفنگ سے اسلام کو غالب کیا جا سکتا ہے اس کے لئے غلبہ کے لئے اسلامی اصولوں کو اپنانا اور ان کو دنیا کے لوگوں تک پہنچانا ہے۔ دنیا کے سنجیدہ اور فہمیدہ لوگ ان اصولوں کو قبول کرتے جا رہے ہیں۔ اس لئے اپنے عمل سے اسلام کے اصولوں کی سچائی کو دنیا تک پھیلاؤ۔ خود ان پر عمل کرو اور لوگوں کو ان پر عمل کرنے کے لئے بلاؤ کیونکہ کسی اصول کی محض سچائی جب تک عملی نمونہ نہ ہو نتیجہ خیز نہیں ہوتی ــــ ٭

امام کعبہ کا بیان

آج سے تقریباً تین چار سال قبل جناب امام کعبہ جب پاکستان کے دورہ پر تشریف لائے تھے تو انہوں نے مختلف مقامات پر یہ بیان کیا تھا کہ آج علم کا زمانہ ہے اسلام کے دشمنوں کا مقابلہ دینی علوم کی تحصیل اور عملی زندگی کے نمونہ سے ہی ممکن ہے اور انہی اصولوں کو حضرت مرزا صاحب نے آج سے سو سال پہلے بیان فرمایا تھا ...... آج قریباً انہی اصولوں کو طوعاً و کرہاً تسلیم کرنا پڑ رہا ہے۔ جو آپ نے پیش فرمائے تھے۔ ہمیں اسلام کے اصولوں پر مکمل طور پر عمل کرنا چاہیئے۔ یہی ایک حقیقی خوشی اور جشنِ آزادی ہے۔ خدا ہمیں دین پر عمل کرنے کی توفیق دے اور اپنے اس نعرہ کے مفہوم کو پورا کرنے کی توفیق دے کہ ــ پاکستان کا مطلب کیا ــ لا الٰہ الا اللہ

ــــــ ٭٭٭ ــــــ

(بقیہ :- کمالاتِ انسانیہ ..... آمدہ صفحہ ۶)

کی گویائی اور دل کے تقوے اور دماغ کی ہوشیاری بن جاتا ہے۔ اور ہاتھوں میں بھی سرایت کرتا ہے اور پیروں میں بھی اپنا اثر پہنچاتا ہے۔ غرض تمام ظلمت کو وجود میں سے اٹھا دیتا ہے اور سر کے بالوں سے لے کر پیروں کے ناخنوں تک منور کر دیتا ہے اور اگر ایک طرفۃ العین کے لئے بھی علیحدہ ہو جائے تو فی الفور اس کی جگہ ظلمت آ جاتی ہے مگر وہ کاملوں کو ایسا نعم الفرین عطا کیا گیا ہے کہ ایک دم کے لئے بھی ان سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ اور یہ گمان کرنا کہ ان سے علیحدہ بھی ہو جاتا ہے یہ دوسرے لفظوں میں اس بات کا اقرار ہے کہ وہ بعد اس کے جو روشنی میں آ گئے پھر تاریکی میں پڑ جاتے ہیں اور بعد اس کے جو معصوم یا محفوظ کئے گئے پھر نفسِ امّارہ ان کی طرف عود کرتا ہے اور بعد اس کے جو روحانی حواس ان پر کھولے گئے پھر وہ تمام حواس بے کار اور معطل کئے جاتے ہیں سوائے وے لوگو جو اس صداقت سے منکر اور اس نکتہ معرفت سے انکاری ہو مجھ سے جلدی مت کرو اور اپنے ہی نورِ قلب سے گواہی طلب کرو کیا واقعی یہ امر ہے کہ برگزیدوں کی روشنی کسی وقت بتمام و کمال ان سے دور بھی ہو جاتی ہے کیا یہ درست ہے کہ وہ تمام نورانی نشان کامل مومنوں سے کمالِ ایمان کی حالت میں کبھی گم بھی ہو جاتے ہیں ؟

ــــــ ٭٭٭٭ ــــــ

ارشاداتِ خداوندی !

- "اور جو تمہیں السّلام علیکم کہے اُسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں"
- "اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو"

ــــــ ٭٭٭ ــــــ

حفاظتِ قرآن اور ختمِ نبوّت

ختمِ نبوت کے لئے اگر کوئی اور بات منافی ہو سکتی تھی تو وہ یوں کہ قرآن کریم کی تعلیم نعوذ باللہ ضائع ہو جاتی جس طرح اور الہامی کتابوں کی ہو گئی تو اس کا علاج اللہ تبارک و تعالےٰ نے یوں فرمایا کہ قرآن پاک کی حفاظت کو اپنے ذمہ لیا۔ چنانچہ قرآن پاک واحد کتاب ہے جس نے یہ دعوے کیا کہ :

"انا نحن نزلنا الذکر وانّا لہ لحافظون"

یعنے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اس کتاب کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔"

یہاں کتاب کے لئے لفظ ذکر استعمال فرمایا کہ یہ کتاب پہلی تمام الہامی کتابوں کی جو ضائع ہو گئیں یاد دہانی کراتی ہے۔ اسی بات کو دوسری جگہوں میں بھی فرمایا مثلاً

"فیھا کتبٌ قیّمۃ" یعنے اس قرآن میں تمام الہامی کتابوں میں جو قائم رکھنے کے قابل باتیں تھیں وہ جمع کر دی گئی ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا :-

"وانزلنا الیک الکتٰب بالحق مصدقاً لما بین یدیہ ومھیمناً علیہ"

(المائدہ : ۵ : آیت ۴۸)

یعنے ہم نے اس کتاب کو حق کے ساتھ (جو کھو یا گیا تھا) طرف نازل کیا اور یہ تصدیق کرتی ہے اس سے پہلی کتاب (یعنے وحی الٰہی کی کتابوں کی) اور اس پر محافظ ہے۔ واقعی اگر قرآن پاک آن کر تصدیق کرتا پہلی کتابوں کی تو ان کے متعلق اس قدر شکوک اور شبہات پیدا ہو گئے ہیں کہ ان کو منجانب اللہ ماننا مشکل ہوتا تو اس محسن مذاہب کتاب نے نہ صرف ان کے منجانب اللہ ہونے کی تصدیق کی بلکہ ان کی محافظ یوں بنی کہ ان میں جو قائم رکھنے کے قابل تعلیم تھی اُسے اپنے اندر محفوظ کر لیا۔ اور خود اس کتاب یعنے قرآن پاک کے محفوظ ہونے کا نہ صرف اس نے دعویٰ کیا بلکہ آج دنیا مانتی ہے کہ جو قرآن پاک آج دنیا میں موجود ہے یہی وہ من و عن کتاب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر نازل ہوئی۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم

ختمِ نبوّت پر پہلی و آخری دلیل

چونکہ قرآن مجید کامل و اکمل ہدایت ہے نسلِ انسانی کے لئے اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے قرآنِ پاک کی ایسی کامل و اکمل اتباع کی کہ قرآن نے خود فرمایا ہے کہ "ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ"

یعنے جو اس رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے تو اس نے اللہ کی اطاعت ضرور کر لی"

اس لئے آپؐ نسلِ انسانی کے لئے کامل و اکمل نمونہ بنے اور یوں تمام کمالاتِ انسانی و کمالاتِ نبوت آپؐ پر ختم ہو گئے۔ اور یوں حضرت مسیح موعودؑ کی بات جس سے میں نے اس مضمون کو شروع کیا تھا پوری ہوئی کہ ختم شد بر ذاتِ پاکش ہر کمال ٭ لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

باہتمام ریاض حسین الحمد پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اسلم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر :- ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ـــ مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۸۲ء ـــ جلد ۶۹ ، شمارہ ـــ

برائے مولوی عبدالرؤف صاحب

جلد ۱- ۶۹ * یوم چہار شنبہ ۱۰- ذیقعد ۱۴۰۲ھ - بمطابق ۲۹ ستمبر ۱۹۸۲ء - * شمارہ :- (۳۹)

ارشاداتِ حضرت مجدد صد چہاردہم

خداشناسی کے عظیم الشّان مرحلہ کی طرف ہم جماعت کو کھینچنا چاہتے ہیں

ہم اپنے خداتعالیٰ پر یہ قوی ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اپنے صادق بندہ کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ حضرت ابراہیمؑ کی طرح وہ آگ میں ڈالا جاوے تو وہ آگ اس کو جلا نہیں سکتی ہمارا مذہب یہی ہے کہ ایک آگ نہیں۔ اگر ہزار آگ بھی ہو تو وہ جلا نہیں سکتی۔ صادق اس میں ڈالا جاوے تو ضرور بچ جاوے گا۔ ہم کو اگر اس کام کے مقابلہ میں جو خداتعالےٰ نے ہمارے سپرد کیا ہے آگ میں ڈالا جاوے تو ہمارا یقین ہے کہ آگ جلا نہ سکے گی۔ اور اگر شیروں کے پنجرہ میں ڈالا جاوے تو وہ کھا نہ سکیں گے۔ میں یقیناً کہتا ہوں کہ ہمارا خدا وہ خدا نہیں جو اپنے صادق بندہ کی مدد نہ کر سکے بلکہ ہمارا خدا قادر خدا ہے جو اپنے بندوں اور اس کے غیروں میں مابہ الامتیاز رکھ دیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر دُعا بھی ایک فضول شے ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو کچھ میں خداتعالےٰ کی نسبت بیان کرتا ہوں اس کی قوتیں اور طاقتیں اس سے بھی کروڑ در کروڑ درجے بڑھ کر ہیں جن کو ہم بیان نہیں کر سکتے۔

ہمارا ایمان ہے کہ اگر قریشِ مکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کو پکڑ کر آگ میں ڈال دیتے تو وہ آگ ہرگز ہرگز آپ کو جلا نہیں سکتی تھی۔ اگر کوئی محض اس بناء پر کہ آگ اپنی تاثیر نہیں چھوڑتی انکار کرے تو وہ خبیث اور کافر ہے۔ کیونکہ خداتعالےٰ نے جب ان سب دشمنوں کو مخاطب کر کے یہ کہہ دیا کہ فکیدونی جمیعًا تم سب مکر کر کے دیکھ لو میں اس کو ضرور بچا لوں گا۔ پھر اگر کوئی یہ وہم بھی کرے کہ آگ میں ڈالتے تو معاذاللہ جل جاتے قرآن شریف سچا ہے اور خداتعالےٰ کے وعدے سچے ہیں۔ وہ کوئی بھی حیلہ اور فریب آپؐ کی جان لینے کے لئے کرتے اللہ تعالےٰ ضرور ان کے گزند سے محفوظ رکھتا جیسا کہ محفوظ رکھ کر دکھایا۔ خواہ وہ صلیب کا مکر کرتے خواہ آگ میں ڈالنے کا۔ غرض کوئی بھی کرتے آخر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے وعدے کے موافق صادق ثابت ہوتے جیسا کہ ہوئے۔ جس طرف ہم جماعت کو کھینچنا چاہتے ہیں وہ یہی عظیم الشّان مرحلہ خداشناسی کا ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ سب کچھ ہو جاوے گا۔

ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خداتعالےٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں اور اس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے لوگوں کو بچا لیں۔

(الحکم ۱۰ر جولائی ۱۹۰۲ء)

قارئینِ کرام!

۱۳ر اکتوبر ۱۹۸۲ء کی اشاعت پیغامِ صلح کا مولانا محمد علیؒ" نمبر ہو گا۔ اس لئے ۶ر اکتوبر کا پرچہ شائع نہیں ہو گا۔ قارئین کرام نوٹ فرمالیں۔

(ادارہ)

محترمہ صفیہ جاوید صاحبہ۔ لاہور

نمائشِ دستکاری

ایک زندہ روایت

جلسہ سالانہ پر مردوں کے دوش بدوش تنظیم خواتینِ احمدیہ کی سرگرمیاں اور مفید نتائج کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ خواتین کی ان سرگرمیوں کا شعبہ نمائش دستکاری بھی ہے جس کی آمد سے انجمن کو تبلیغ واشاعت اسلام کے کام میں بہت مدد ملتی ہے۔ محترمہ صفیہ جاوید صاحبہ نے ذیل کے مضمون میں شعبہ دستکاری کے تدریجی ارتقاء کی تفصیل دی ہے۔ اور آئندہ جلسہ سالانہ ۱۹۸۲ء کے لئے مؤثر تحریک بھی کرتی ہیں۔ اُمید ہے ہر احمدی گھرانہ میں اس تحریک کا مناسب چرچا کیا جائیگا تاکہ تمام بہنیں اور بچیاں اس میں شمولیت کی سعادت حاصل کریں اور خدمتِ دین میں معاون ہوں۔ (ادارہ)

جلسہ سالانہ پر دستکاری کی نمائش کی ابتداء کب ہوئی، شاید یہ میں نہ بتا سکوں لیکن اپنی عمر کی اولین یادوں میں لاہور، جلسہ اور نمائش" کے الفاظ کچھ اس طرح محفوظ ہیں کہ ایک کے بغیر دوسرے کا تصور ہی ناممکن ہے۔ جن خواتین نے انجمن اشاعتِ اسلام کی تاریخ کا ابتدائی دور دیکھا ہے اُن سے یہ سننے میں آیا ہے کہ نمائش کا اہتمام خود امیر اول کی تجویز پر محترمہ بیگم محمد علی صاحبہ مرحومہ کی زیر نگرانی عمل میں آیا اور خواتین کی اپنی لگن اور ذوق وشوق نے اسے نت نیا رنگ دیا۔ اگرچہ نمائش اور دستکاری سے راقم الحروف کا تعلق اُسوقت سے ہے جب اول اول سلائی کڑھائی کا شعور پیدا ہوا۔ مگر باقاعدہ طور پر تنظیم خواتین لاہور کی طرف سے اس سلسلے میں کوئی خدمت سرانجام دینے کی ذمہ داری ۱۹۷۴ء میں سونپی گئی۔ اس تحریک کو زیادہ منظم طریقے پر چلانے اور دُوسری بہنوں کو ترغیب دلانے کے لئے ابتدائی قدم یہ اُٹھایا گیا کہ مقامی طور پر گھر گھر جا کر خواتین کو متوجہ کیا گیا اور سینکڑوں کی تعداد میں ملک کے ہر اس مقام پر جہاں کی جماعتوں کا یا خواتین کا انفرادی پتہ دستیاب ہو سکا چِٹھیاں اور اپیلیں روانہ کی گئیں۔ احمدی خواتین کے دل تو پہلے سے ہی احمدیت سے محبت اور جذبات سے لبریز تھے شوق دلایا گیا تو ہر جماعت سے دستکاری آنے لگی۔ دو چار سال باقاعدہ یاد دہانی کے خطوط بھیجے جاتے رہے لیکن پھر اس کی بھی ضرورت باقی نہ رہی۔ بس ابتداء ہوئی تو شوق بڑھتا ہی چلا گیا اور نتیجہ سب کے سامنے ہے۔ دستکاری کے پنڈال کی رونق کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ مختلف شہروں کی خواتین اپنے اپنے شہروں کے اسٹال سجاتی ہیں اور ایک دُوسرے سے سبقت لے جانے کے شوق میں اتنی دستکاری بنتی ہے۔ کہ مخصوص پنڈال میں جگہ کم ہو جاتی ہے۔

۱۹۷۸ء میں مس ناصرہ ملک صاحبہ دستکاری کی نگران مقرر ہوئیں تو اُن کے ذاتی ہنر اور ذوق نے دستکاری کی نمائش کو ایک نیا رنگ اور نیا رُوپ بخشا۔ اور ہر سال منفرد اور اچھوتی قسم کی چیزیں نمائش کی زینت بننے لگیں۔

۱۹۷۴ء سے ۱۹۸۱ء تک کی دستکاری کی آمدنی کا خاکہ پیشِ خدمت ہے۔

سال	آمدنی	سال	آمدنی
سال ۱۹۷۴ء	... ۱۹۳۰ روپے	۱۹۷۶ء	... ۶۰۸۲ روپے
۱۹۷۵ء	... ۳۰۷۶ "	۱۹۷۷ء	... ۴۰۴۰ "
سال ۱۹۷۸ء	... ۸۰۰۰ روپے	سال ۱۹۸۰ء	... ۱۲۷۱۶ روپے
" ۱۹۷۹ء	... ۱۱۵۴۵ "	" ۱۹۸۱ء	... ۱۱۶۴۰ "

جلسہ سالانہ پر اکثر وبیشتر اشیاء فروخت ہو جاتی ہیں مگر حاضرین کا دائرہ اکثر جماعت تک ہی محدود ہوتا ہے اور وہ بھی مخلص خواتین تک (باوجود اپیل کے مردوں کی طرف سے حوصلہ افزائی کم ہی ہوتی ہے) اس لئے کچھ نہ کچھ اشیاء بچ رہتی ہیں جنہیں دورانِ سال خواتین اپنے اپنے حلقۂ احباب میں عید میلاد النبی یوم وصال اور اپنے ماہانہ اجلاس میں فروخت کرنیکی کوشش کرتی ہیں بعض اشیاء جو غیر متناسب ناپ یا کسی اور وجہ سے بک نہیں سکتیں انہیں کوئی نئی شکل دے کر بہتر بنا لیا جاتا ہے۔ اور کچھ اگلے سال کی نمائش میں دوبارہ پیش کی جاتی ہیں۔ گو کم قیمت پر مگر بہر حال کبھی نہ کبھی وہ اشیاء بک ضرور جاتی ہیں۔ دورانِ سال فروخت ہونے والی دستکاری کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ سال ۱۹۸۱ء کے جلسہ پر جو رقم ادا کی گئی ہے اس میں ۱۹۷۹ء کے جلسہ کی بچی ہوئی چیزوں سے وصول ہونے والی رقم مبلغ ۲۷۸۷ روپے شامل ہیں۔ اسی طرح ۱۹۸۱ء کی بچی ہوئی چیزوں کی فروخت سے تا دمِ تحریر تقریباً ۱۵۰۰ روپے وصول ہو چکے ہیں۔ چونکہ اب ہر شہر کی دستکاری خود وہیں کی خواتین پیش کرتی ہیں اس لئے تمام جماعتوں کا الگ الگ حساب بھی پیشِ خدمت ہے۔

حساب دستکاری ۱۹۸۱ء

دورانِ سال حاصل ہوئے	... ۲۷۸۷ روپے	نقد عطیات بر موقعہ جلسہ سالانہ	... ۸۱۰ روپے
دستکاری خواتین لاہور	... ۵۴۴۴ "	تنظیم خواتین لاہور	... ۲۰۰۵ روپے
کیری ہوم	... ۲۲۵۰ "	جماعت ملتان	... ۱۶۴۵ "
جماعت پشاور	... ۱۵۶۶ "	جماعت کراچی	... ۱۱۳۰ "
جماعت اوکاڑہ	... ۵۰۰ "	سیالکوٹ وزیرآباد	... ۴۷۰ "
بددملہی	... ۱۵۰ "	کُل میزان	... ۱۷۹۳۷ روپے

اس میں سے ۱۷۵۴۰ روپے جلسہ کے موقعہ پر ادا ہو چکے ہیں۔ اس سے پہلے کہ میں اس تحریر کو ختم کروں میں چند خواتین کا ذکر کرنا ضروری سمجھتی ہوں جو اپنی کوششوں کے لئے خاص طور پر قابلِ مبارکباد ہیں۔ ان میں مسز فرحت نشاط ملتان، مسز کرم الٰہی اور مس پروین واحد پشاور، مسز اختر نذیر احمد کراچی، مس رفعت عزیز اوکاڑہ، مس یاسمین ظفر سیالکوٹ، مجیدہ بیگم صاحبہ اور شگفتہ بیگم بددملہی کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اگر یہاں میں محترمہ سلیمہ فاروقی صاحبہ کا ذکر نہ کروں تو یہ انصاف نہ ہوگا جو گذشتہ دو سال سے کیری ہوم کے نام سے اپنی انفرادی کوشش سے اشیائے خورد و نوش بطور عطیاتِ احمدی اور غیر از جماعت خواتین سے حاصل کر کے جلسے کے دوران فروخت کر کے کافی رقم حاصل کر کے جمع کرواتی ہیں اس کوشش کے لئے وہ مبارکباد کی مستحق ہیں جلسے کے دوران جن بہنوں اور بچیوں نے آخری دن تک جانفشانی اور انتھک محنت سے اس نمائش کو کامیاب بنایا وہ زاہدہ جنجوعہ، شاہدہ احمد صادق، مسز غلام حیدر، فریدہ احمد صادق، ناجیہ طارق، شاہدہ مسعود اور نسرین جاوید ہیں۔

سچی بات تو یہ ہے کہ تمام بہنوں کے بھرپور تعاون سے ہی کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ کچھ سال بھر کام کرتی ہیں۔ کچھ اس خاص موقعہ پر۔ اور کچھ خریداری کر کے حوصلہ افزائی کرتی ہیں۔ یہ کامیابی سب کی کوششوں اور تعاون کا نتیجہ ہے۔ کوشش جاری رکھیئے اور آنے والے جلسہ کی نمائش کو ہمیشہ سے بڑھ چڑھ کر کامیاب بنایئے۔

از قلم مکرم میاں نصیر احمد فاروقی صاحب

درسِ قرآن —— سبق نمبر (۵)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ـ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۙ مٰلِكِ
یَوْمِ الدِّیْنِ ؕ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ؕ اِهْدِنَا
الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝ اٰمین

پچھلے چار سبقوں میں ہم نے بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم اور الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین الرّحمٰن الرّحیم کے اندر جو زبردست علم اور معرفت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اُس کی کچھ جھلک دیکھی تھی۔ آج انشاء اللہ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ اور اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ کے معنوں پر غور کریں گے۔ مٰلک یوم الدّین کے معنی ہیں "جزا کے وقت کا مالک" لفظ یوم کے معنی عام طور پر "دن"، کے کئے جاتے ہیں یعنے سُورج کے نکلنے سے لے کر اُس کے غروب ہونے تک کے وقت کو یوم کہا جاتا ہے۔ مگر عربی زبان میں اکثر اور خود قرآن کریم میں یہ لفظ "وقت"، کے معنوں میں آیا ہے یعنے وقت یا زمانہ کی کوئی مدّت ہو خواہ بہت ہی کم ہو یا بہت زیادہ۔ چنانچہ قرآن کریم میں كُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ آیا ہے جسکے معنے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ہر آن ایک نئی شان میں ہوتا ہے۔ یعنے اس آیت میں یوم بمعنی ایک آن یا لمحہ کے آیا ہے۔ اس کے برعکس ہزار سال بلکہ پچاس ہزار سال کے لئے بھی قرآن مجید میں لفظ یوم آیا ہے جیسا کہ فرمایا فی یومٍ کان مقدارہٗ خمسین الف سنۃٍ یعنے ایک یوم میں جس کی مدّت پچاس ہزار سال ہے۔

تو پھر مٰلک یوم الدّین کے کیا معنی ہیں؟ اِس میں کوئی شک نہیں کہ ایک دن ضرور آئیگا جس دن انسان کے نیک یا بد اعمال کا بلکہ سینہ کے رازوں کا بھی حساب کتاب ہو گا اور اُسے جزا یا سزا ملے گی۔ وہ یوم ایک دن بھی ہو سکتا ہے، اور وہ تمام وقت بھی جس میں انسان اپنے نیک اعمال کی جزا پاتا رہے گا یا وہ لمبی مدّت جس کے لئے انسان اپنے بُرے اعمال یا سینہ کی گندگیوں کا خمیازہ بھگتتا رہے گا۔ مگر یوم الدّین ہر اُس گھڑی کے لئے بھی ہے جو انسان پر گزرتی ہے اور جس میں انسان کے نیک عمل یا بدعمل کی جزا یا سزا مرتب ہوتی رہتی ہے اگرچہ اس کا صحیح علم اکثر انسانوں کو نہیں ہوتا۔ مثلاً نیک عمل سے فوراً ہی انسان کو تسکین یا خوشی ہوتی ہے اور بدی سے انسان کے دل میں بے چینی اور فکر یا پریشانی پیدا ہوتی ہے ایک ایماندار آدمی بھوکا رہ سکتا ہے مگر اُس کے دل میں اطمینان ہوتا ہے اور وہ آرام کی نیند سوتا ہے مگر ایک بے ایمان کے دل میں ہر وقت خطرہ یا بے چینی یا فکر رہتا ہے۔ تو نیکی یا بدی کی جزا یا سزا انسان کو فوراً ہی مل جاتی ہے اگرچہ اِس دُنیا میں وہ اُس کا مُنکر رہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں متّقی انسان کے لئے جو دو جنّتوں کا ذکر ہے تو سب نے اس کے معنے یہی کئے ہیں کہ ایک جنّت اِس دنیا میں اور ایک آخرت میں۔ اب متّقی انسان کو اِس دنیا میں باغ یا نہریں تو شاذ ہی ملتی ہیں مگر ایک چیز جو ضرور ملتی ہے وہ دل کی ٹھنڈک اور اطمینان ہوتا ہے۔ اس کے برعکس ایک بدکار انسان ممکن ہے کہ اس دنیا میں تو باغ اور نہر رکھتا ہو مگر اس کے دل میں بے اطمینانی کے علاوہ ھل من مزید یعنے "اور" اور"، کی آگ بھڑکتی ہے۔ جو دُنیادار سینکڑوں کما رہا ہے وہ ہزاروں کے فکر اور غم میں ہوتا ہے، اور ہزاروں کمانے والا لاکھوں کی ہوس رکھتا ہے اور لاکھوں کمانے والا کروڑوں کی طلب میں بے قرار رہتا ہے۔ مرنے کے بعد ایک دنیادار کے دل کی طمع اور حرص اور لالچ کی سُلگتی ہوئی آگ باہر کے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ بن جائے گی جیسا کہ قرآن حکیم نے بتایا ہے کہ نارُ اللّٰہ الموقدۃ ۙ الّتی تطّلع علی الافئدۃ ؕ اِنّھا علیھم مُؤصدۃٌ ۙ فی عمدٍ مُمَدَّدۃٍ ۝ یعنے اللہ اس دنیا میں دلوں پر آگ بھڑکاتا ہے جو یقیناً مرنے کے بعد اُن پر بلند ستونوں میں بند کر دی جائے گی۔ اس کے برعکس جس کے دِل میں اس زندگی میں جنّت پیدا ہو جائے وہ مرنے کے بعد باہر کی جنّت میں داخل ہو جائے گا۔ جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ یاایّتھا النّفس المطمئنّۃُ ۙ ارجعیٓ اِلٰی ربّك راضیۃً مّرضیۃً ۝ فادخلی فی عبادی ۙ وادخلی جنّتی۔ یعنے مومن کو مرنے کے بعد اللہ تعالےٰ کی جناب سے یہ آواز آتی ہے کہ اے وہ نفس جو اطمینان پا گیا تھا اپنے ربّ کی طرف لوٹ آ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری بنائی ہوئی جنّت میں داخل ہو جا۔

الغرض جزا اور سزا تو اِسی دُنیا میں ملنا شروع ہو جاتے ہیں جو یہاں اکثر ظاہری آنکھ سے مخفی ہوتے ہیں مگر مرنے کے بعد ظاہر ہو جائیں گے۔ اور نہ یہاں نہ وہاں یہ جزا و سزا انسان کے بس یا اختیار میں ہیں ورنہ ہر انسان اپنے لئے جو چاہتا ظاہر اور باطن میں کر لیتا، بلکہ یہ جزا و سزا اُسی ذات کے اختیار میں ہیں جسے سُورۃ فاتحہ نے مٰلک یوم الدین بتایا ہے اور بالکل سچ فرمایا ہے۔

تو سُورۃ فاتحہ نے اگر ایک طرف الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین ۝ الرّحمٰن الرّحیم ۝ میں انسان کے دِل کو کھینچا ہے اُس اللہ کی طرف جو تمام خوبیوں کا مالک ہے اور انسان کی ربوبیّت یعنے ادنیٰ حالت سے اعلےٰ حالت کی طرف لے جانے کی قدرت صرف اُسی کو ہے اور پھر وہ الرّحمٰن الرّحیم بھی ہے کہ انسان کے ہر کام اور ہر آن سے پہلے اور بعد میں اُس کا رحم انسان کے لئے اس قدر ہے کہ محض اپنے رحم کے جوش سے دُنیا کی تمام نعمتوں کے علاوہ اِنسان کی اخلاقی اور رُوحانی ربوبیّت کے لئے اُس نے قرآن جیسی کامل اور اعلےٰ ہدایت اُتاری ہے اور اگر انسان اُس پر عمل کرے تو اس دُنیا اور آخرت میں کبھی ختم نہ ہونے والے انعامات اللہ تعالیٰ کی رحیمیّت اُسے دے گی، تو دوسری طرف انسان کو آگاہ کیا ہے (جو نہایت ضروری تھا) کہ وہ اس دُنیا کی زندگی کیسے گذارتا ہے اُس کی ذمہ داری اُس پر ہے۔ اور وہ کیا سوچتا،

کیا کہتا اور کیا کرتا ہے۔ اُس کی جزا یا سزا اسی دُنیا سے شروع ہو جاتی ہے جو مرنے کے بعد اور بھی ظاہر ہو جائے گی۔ الغرض انسان نہ صرف اپنے وجود اور زندگی کے لئے بلکہ اس زندگی اور اس کے نتیجہ میں اگلی زندگی کی کامیابی اور سکھ کے لئے اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور مدد کا محتاج ہے۔ اِن باتوں کا علم ہونے پر انسان کے دل سے بے اختیار آواز اُٹھتی ہے ایّاك نعبد و ایّاك نستعین یعنے ہم تیری ہی فرمانبرداری کرتے ہیں اور تیری ہی مدد مانگتے ہیں جو سورۃ فاتحہ کے اگلے الفاظ ہیں۔

میں نے نعبد کے معنی فرمانبرداری کرنے کے لئے ہیں حالانکہ اکثر لوگ یہ غلطی کھاتے ہیں کہ وہ عبادت کے معنی نماز پڑھنے کے لیتے ہیں۔ حالانکہ نماز کے لئے قرآن پاک میں لفظ صلوٰۃ آیا ہے۔ عبادت کے لغوی معنی عاجزی سے فرمانبرداری کرنے کے ہیں۔ اور عبادت اور نماز کے فرق کو اللہ تعالیٰ نے خود قرآن حکیم میں واضح کر دیا جب فرمایا کہ فاعبدنی و اقم الصلوٰۃ لذکری یعنے پس میری فرمانبرداری کرو اور مجھے یاد رکھنے کے لئے نماز کو قائم کرو۔ اسی طرح دُوسری جگہ آیا ہے الم اعھد الیکم یا بنی اٰدم ان لا تعبدوا الشیطٰن یعنے اے بنی آدم کیا میں نے تم کو حکم نہیں دیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا؟ اب یہاں عبادت کے معنے نماز پڑھنے کے ہرگز نہیں ہو سکتے کیونکہ کوئی انسان شیطٰن کے آگے ہاتھ باندھ کر نماز یا رکوع و سجود نہیں کرتا۔ بلکہ یہاں عبادت کے وہی معنی ہیں جو لغت بھی بتاتی ہے کہ فرمانبرداری کرنا جو اکثر انسان بدقسمتی سے شیطٰن کی کرتے ہیں۔

یہ عربی زبان کا کمال ہے اور اسی وجہ سے یہ زبان اللہ تعالےٰ جیسی حکیم اور علیم ذات کے آخری اور کامل ہدایت نامہ کے لئے چُنی گئی کہ اس میں کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ مفہوم ادا ہوتے ہیں جس کی مثال لفظ ربّ میں ہم دیکھ آئے ہیں۔ یہاں بھی فرمانبرداری اور وُہ بھی نہایت عاجزی اور انکساری سے کرنے کا جامع مضمون صرف ایک لفظ عبادت میں آ گیا۔

یہ سب باتیں جاننا ضروری ہے کیونکہ فرمانبرداری دو طرح سے ہوتی ہے۔ ایک تو سزا پا کر یا مجبوری سے اور ایک اپنی خوشی سے اور وہ بھی عاجزی سے۔ مثلاً ایک بچہ اُستاد سے مار کھا کر یا سزا کے خوف سے پڑھتا ہے اور دُوسرا اُستاد کو اپنا خیر خواہ اور محسن جان کر خوشی اور عاجزی سے اُس کی بات کو سننا اور اُس پر عمل کرتا ہے تو دونوں ایک جیسا فائدہ نہیں اُٹھائیں گے اور یقیناً وہی بچہ اُستاد کی تربیّت سے پورا فائدہ اٹھائیگا جو اُس کی بات کو سر آنکھوں پر رکھے گا۔ یہی معاملہ ماں باپ اور اولاد کی تربیت میں ہوتا ہے۔ اب اللہ تعالےٰ تو ماں باپ سے بہت بڑھ کر انسان کا خیر خواہ اور اُس پر رحم کرنے والا ہے بلکہ اللہ نے ہی ماں باپ کے دل میں اولاد کی محبّت اور رحم کو ڈالا ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ سے بڑھ کر کون انسان کا محسن یا خیر خواہ ہو سکتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بھلائی اور بُرائی کو کوئی سمجھتا ہے۔ ماں باپ اُستاد یا دنیاوی رہنما تو غلطی پر بھی ہو سکتے ہیں مگر اللہ تعالےٰ تو نہ صرف سُبحٰن ہے یعنے غلطی سے پاک، بلکہ وہ الحمد للّٰہ کے مطابق تمام تعریفیں اور خُوبیاں اپنے کمال میں اپنے اندر رکھتا ہے۔ تو جو وہ فرمائے کہ کرو اُسی میں انسان کا فائدہ ہے اور جس بات سے منع کرے اُسی میں انسان کا نقصان ہے۔ اور انسان کو اُس کے حکم کے آگے عاجزی سے سر جھکانا چاہیئے اور اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ تبھی وہ انسان اللہ تعالیٰ کی ربوبیّت سے پُورا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

مگر باوجود ایسی نیّت کے انسان کی کوشش یا عمل میں نقص یا کمی رہنے کا ہر آن امکان ہے کیونکہ انسان بھُول بھی جاتا ہے، کبھی سُستی بھی آجاتی ہے، کبھی پُورا علم نہیں رکھتا کہ کسی بارہ میں اللہ تعالےٰ کا کیا حکم ہے، اور پھر شیطان بھی ہر آن انسان کو بہکانے میں لگا ہوا ہے، اور اس لئے انسان کا قدم پھسل جانے کا امکان ہوتا ہے (خصوصاً آزمائش اور مصیبت کے وقتوں میں) تو اسی لئے اس عجیب و غریب دُعا کے اگلے الفاظ ہیں وایّاك نستعین یعنے ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں کہ تو ہمیں اپنی پناہ میں لے کر ہمیں توفیق دے اور ہمت دے کہ ہم تیری فرمانبرداری ویسی ہی کامل اور مکمل کریں جیسا کہ تُو ہم سے چاہتا ہے تاکہ ہم زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں اور ہر قسم کے نقصان سے بچ سکیں یا تیری کسی نعمت سے محروم نہ رہیں۔

یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین ۰ الرحمٰن الرحیم ۰ مٰلك یوم الدین ۰ کے الفاظ صیغۂ غائب میں ہیں۔ یہ اس لئے کہ جب انسان نماز کو شروع کرتا ہے یا سُورۃ فاتحہ کو ویسے بطور دُعا کے شروع کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ انسان کے قلب کی نگاہوں سے غائب ہوتا ہے۔ مگر الحمد للّٰہ رب العٰلمین ۰ الرّحمٰن الرّحیم ۰ مٰلك یوم الدّین کے الفاظ اپنے ان وسیع ترین معانی اور معرفت کے ساتھ جن پر میں نے کچھ روشنی ڈالی ہے جب انسان توجہ سے پڑھتا ہے تو اللہ تعالےٰ کی ہستی اپنے پُورے حُسن اور احسان کے ساتھ اُس کے قلب کی آنکھ کے آگے آجاتی ہے تبھی انسان اُس ہستی کو مخاطب کے صیغہ میں پکارتا ہے ایّاك نعبد و ایّاك نستعین یعنے تیری ہی ہم فرمانبرداری کرتے ہیں اور تجھی سے ہم مدد مانگتے ہیں

دُعا کے یا عبادت کے وقت خدا کے تصور کو قائم کرنے کے لئے لوگوں نے بُت گھڑ کر اپنے آگے رکھے یا اپنے نبیوں کے فرضی مجسّمے یعنے بُت یا تصویریں اپنے آگے رکھیں۔ مگر وہ کیا گھٹیا بلکہ ہتک آمیز تصور ہے خدا کا جو یہ چیزیں انسان کے آگے پیش کرتی ہیں؟ کیا ان سے خدا کی وہ عظمت وہ جلال، وہ حسن یعنے دلکش خوبیاں، اور وہ احسان یعنے ان خوبیوں سے انسان کو فائدہ پہنچنے کے طریق جو الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین ۰ الرحمٰن الرحیم ۰ مٰلك یوم الدّین کے زبردست تصوّرات انسان کے قلب کے آگے رکھتے ہیں پیدا ہو سکتے ہیں کہ انسان کا دل بے اختیار پکار اُٹھے ایّاك نعبد و ایّاك نستعین ؛ اور یُوں اس کے دل میں دُعا کے لئے تڑپ اور جوش پیدا ہو جن کے بغیر سب دُعا بے کار ہے؟ ایک اور بات نوٹ کرنیکے قابل ہے کہ ایّاك نعبد و ایّاك نستعین میں جمع کا صیغہ ہے حالانکہ یہ دُعا پڑھنے والا اکیلا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز جس میں یہ دُعا باقاعدہ ہر روز کئی بار پڑھی جاتی ہے اس میں فرض نماز تو حتی الامکان باجماعت پڑھنی چاہیئے اور جماعت کی دُعا جمع کے ہی صیغہ میں ہونی چاہیئے تھی تاکہ دُعا میں ہم آہنگی ہو اور فرض نماز کے آگے پیچھے سنّت نماز میں بھی اکثر مسجد میں سب نمازی اکٹھے ہوتے ہی ہیں اگر ایسا نہ بھی ہو تو اس اہم دُعا کے وقت انسان کو اپنے بیوی، بچّوں یا بھائی بہنوں یا دُوسرے رشتہ داروں یا دوستوں بلکہ اپنی جماعت کے ممبروں کو بھی اپنے ساتھ دل میں شامل کر کے اُن کیلئے دُعا کرنی چاہیئے کہ اس سے بڑھ کر کوئی دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کی دُعا نہیں ہو سکتی۔

پھر ایّاك نعبد و ایّاك نستعین اس لئے بھی جمع کا صیغہ ہیں کہ ہر انسان اپنی ذات میں بھی مجموعہ ہے مختلف قوتوں کا۔ انسان کی آنکھیں اُس کے کان اسکی زبان اسکے ہاتھ پاؤں اُس کا دل سب اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں ہونے چاہئیں تبھی ایّاك نعبد صحیح طور پر ادا ہوتا ہے۔ اسی طرح ایّاك نستعین میں مدد مانگی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو تو یہ طاقتیں بھٹک جاتی ہیں کبھی آنکھ گناہ کر بیٹھتی ہے تو کبھی زبان، کبھی ہاتھ اور کبھی پاؤں، اور دل تو اکثر ہر قسم کی گندگی میں پھنس جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو ان خطرات سے بچائے۔ آمین۔

(باقی آئندہ)

از قلم محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ، لندن

وَاَدْخِلْنَا فِیْ دَارِ السَّلَامِ

"اور ہمیں سلامتی کے گھر میں داخل فرما"

لاہور انجمن کے نئے گھر کا افتتاح لندن میں

اللہ تعالےٰ جب کسی امر کے پورا ہونے کا حکم فرماتا ہے تو مشکلیں آسان ہوتے دیر نہیں ہوتی اور اس کے عاجز بندوں کی تدبیریں آخر کار سیدھی پڑجاتی ہیں۔

کہاں تو پرانے احمدیہ ہوس ٹوٹنگ کے بعد لندن میں انجمن کا مشن بے سروسامانی کی حالت میں بے ٹھکانہ ہو رہا تھا، اور کہاں جب خدا کی نصرت آئی تو پچھلے سال حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب کی پُراثر اپیل پر نہ صرف پاکستان اور ہالینڈ بلکہ سب سے بڑھ کر جو صدائے لبیک امریکہ سے آئی اور جس فیاضی سے وہاں کی مختصر جماعت اور خصوصاً چند نفوس جیسے ڈاکٹر نعمان الٰہی ملک اور دُوسرے نوجوانوں نے دل کھول کر چندہ دیا، اس سے یہ ممکن ہو گیا کہ لندن میں ایک نئے مکان کی تلاش کی جائے۔ اور اس بار اُسے احمدیہ انجمن لاہور کے نام پر خرید لیا جائے۔ چنانچہ یو۔ کے جماعت کی پریذیڈنٹ مسز جمیلہ خاں، سیکرٹری شاہد عزیز اور سب سے بڑھ کر انجمن کے بھیجے ہوئے نئے امام مسٹر محمد انور نے ایک مناسب مکان کی تلاش شروع کر دی۔ ان سب کی دوڑ دھوپ اور اُمید و مایوسی کا سلسلہ چند ماہ چلتا رہا لیکن اس سال کے شروع میں آخر ایک موزوں مکان لندن کے مغربی علاقے ویمبلے میں مل گیا۔ خرید و فروخت کے پُر پیچ معاملات نہ صرف اللہ نے آسان کر دیئے بلکہ کم از کم وقت میں طے ہو گئے۔ اور اکسٹھ ہزار/ ۶۱۰۰۰ پونڈز پر مکان کا سودا ہو گیا نقد رقم کم تھی تو بنک سے بقایا رقم قرض بھی بفضلہ آسانی اور رعائت سے مل گئی۔ جولائی کے شروع میں قبضہ مکان مل گیا۔ اور انور صاحب معہ اپنی اہلیہ ارجمند بانو اُس میں منتقل ہو گئے۔ تو پھر یو۔ کے جماعت نے مکان کے باقاعدہ افتتاح کے لئے تیاری شروع کی۔ اور سب سے پہلے حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ایدہ اللہ تعالےٰ سے یہاں تشریف لاکر رسم افتتاح ادا کرنے کی درخواست کی گئی۔ جب آپ نے نہایت خوشی اور حوصلہ افزائی سے یہ دعوت قبول فرمائی تو پھر پاکستان کے اور بزرگ ممبرز کو بھی دعوت نامے بھیجے گئے۔ اور ساتھ ہی امریکہ۔ ہالینڈ۔ کینیڈا۔ سُرینام ٹرینیڈاڈ۔ فیجی کی جماعتوں کو بھی بلاوے گئے۔ اور ہر طرف سے متعدد ممبرز کی آمد کی خبر آ گئی۔ اور اس طرح مارا مار مہمانوں کے استقبال اور خاطر و مدارات اور جلسہ کے لئے دن اور تاریخ مقرر کرنے کی مصروفیت شروع ہو گئی۔ اور آخر کار ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - اگست ۸۲ء کے تین دن اس اجتماع کے لئے چُنے گئے اور پروگرام وغیرہ چھپ گئے۔

۸۔ اگست کو سب سے پہلے حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ لاہور سے تشریف فرما ہوئے۔ ہیتھرو ائرپورٹ پر یُو۔ کے جماعت کے بہت سے ممبروں نے مسز جمیلہ خان کے ہمراہ اُن کا استقبال کیا۔ اور اُن کے آنے ہی نئے مکان میں چہل پہل اور لوگوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔ ۱۸۔ اگست کو مسٹر ظفر عبداللہ معہ اپنی اہلیہ زکیہ بیگم اور دو بچوں کے سان فرانسسکو سے آ گئے۔ ساتھ ہی ڈاکٹر محمد احمد لوز یانا سے اور مسٹر جعفر حسین سان فرانسسکو سے اور کئی دُوسرے ممبرز مختلف مقامات سے آ گئے۔ ۲۱۔ اگست کو لاہور سے مسٹر و مسز فضل احمد کی آمد ہوئی۔ اور پھر حضرت ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اور ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب بھی تشریف لے آئے۔ ہالینڈ سے ہیگ جماعت کے صدر مسٹر نور سردار، نائب صدر الٰہی بخش صاحب یوٹرخ سے مولانا جگو صاحب، راٹرڈیم سے صدر عبدل سنتو صاحب اور ایمسٹرڈیم جماعت کے خزانچی مسٹر مراد بن بھی آ گئے۔ سُرینام سے مسٹر صفدر حاکم معہ اہلیہ صاحبہ اور دیگر ممبرز کی آمد ہوئی۔ عین جمعہ ۲۷۔ اگست کی صبح ڈاکٹر نعمان الٰہی ملک معہ مسٹر و مسز اعجاز الٰہی ملک کے کولمبس (امریکہ) سے پہنچ گئے۔ ناصرہ ملک صاحبہ جو کچھ عرصہ سے پاؤں کی تکلیف سے چلنے پھرنے میں دقّت محسوس کرتی ہیں اور امریکہ چیک اپ کے لئے بیٹے کے پاس گئی ہوئی تھیں ان کا اس طرح شمولیت کے لئے ہمت کرنا قابلِ داد تھا۔

ماشاء اللہ اس موجودہ مکان میں سب ملا کر ۹ کمرے ہیں۔ نچلے داخلہ کے ہال کے ایک طرف ایک لمبا سا دالان بطور ڈرائینگ اور ڈائننگ روم کے ہے۔ اس کے اور سامنے کے بڑے بیڈ روم کے درمیان ایک بڑا سا دروازہ عارضی طور پر بند تھا۔ اس کو کھول کر جو اس ہال سے ملا دیا تو نہ صرف مسجد بلکہ پہلے دن کے لئے نشست و نماز کا اچھا بندوبست ہو گیا۔ اور قیام کرنے والوں کو دن بھر مل کر بیٹھنے اور رات کو سونے، کھانے پینے کے لئے کھلی جگہ مل گئی۔

باقی اُوپر کی منزل اور نچلے بقایا دو کمروں میں خاصی طرح مہمانوں کی سمائی ہو گئی۔ اور کسی کو اللہ کے فضل سے دقّت یا شکایت کا موقع نہیں ملا۔ الحمد للہ

اب تاریخ وار ۲۷۔ اگست جمعہ سے حال بیان کرتی ہوں۔

جمعہ ۲۷۔ اگست۔ میرا گھر ویمبلے سے تقریباً تیس پینتیس میل دُور (سرے) کے علاقے میں ہے اور یہاں سے کوئی سیدھی بس یا ٹرین اُدھر نہیں جاتی۔ پہلے بس۔ پھر برٹش ریل اور وکٹوریہ سے بذریعہ ٹیوب سفر کرنا پڑتا ہے۔ ٹیوب بھی ایک جگہ بدلنی پڑتی ہے۔ خوش قسمتی سے ان دنوں میری بہن حامدہ رحمان میرے پاس لاہور سے آئی ہوئی ہیں اور مل کر روزانہ اتنا لمبا سفر سہل اور دلچسپ رہا۔ چنانچہ اپنے اس تین گھنٹے کے سفر پر ہم دونوں صبح سات بجے گھر سے نکلے۔ اب تک تو موسم ابر آلود رہتا تھا لیکن اس دن تو اللہ کی عنایت سے سُورج چمک کر نکلا۔ "ہیمرسمتھ" کے ٹیوب سٹیشن پر گاڑی بدلی تو ہمارے کمپارٹمنٹ میں ہماری نو مسلمہ بہن عطیہ لاکیئر بھی آ گئیں جو صبح ۶ بجے ساؤتھ ہمپٹن سے بذریعہ بس کوچ روانہ ہوئیں تھیں۔ اُن کا فاصلہ ڈیڑھ سو میل سے بھی زائد ہے۔ سو وہ مختصر سامان لئے تین دن رہنے کو آئی تھیں بہت خوشی ہوئی۔ کہ ماشاء اللہ ہر سمت سے ہمارے مہمان آ رہے ہیں۔

ویمبلے کا علاقہ کافی بڑا ہے۔ اور اس میں "البرٹن" کا ٹیوب سٹیشن اس نئے گھر سے دس پندرہ منٹ کے پیدل فاصلے پر ہے۔ چنانچہ ہم تینوں تقریباً ساڑھے دس بجے مکان پر جا پہنچے۔ وہاں ماشاء اللہ خوب رونق اور گہما گہمی تھی۔ صبح نو بجے ڈاکٹر نعمان الٰہی ملک اور

اُن کے والدین کو ائرپورٹ سے مسز جمیلہ خان لائی تھیں۔ باقی پاکستان، امریکہ، ہالینڈ، سُرینام، ٹرینیڈاڈ، کے مہمان یو کے جماعت کے میزبانوں کے ساتھ دالان میں بیٹھے تھے۔ مسٹر و مسز انور کے ہمراہ مسٹر و مسز ظفر عبداللہ میزبانی کے فرائض ادا کر رہے تھے۔ مہمانوں کے استقبال اور ان کو چائے، ناشتہ دینے میں ارجمند بانو اور زکیہ ظفر بے طرح مصروف تھیں۔ معلوم ہوا کہ ہمارے سیکرٹری مسٹر شاہد عزیز معہ اہلیہ رفعت عزیز، مسٹر زاہد عزیز اور فوقیہ عزیز سب رات گئے تک یہیں مصروف تھے۔ رفعت عزیز بڑی بڑی محفلوں کے لئے کھانا تیار کرنے میں ماہر ہیں۔ چنانچہ وہ دُوسری بی بیوں کے ساتھ باورچی خانہ سنبھالے تھیں۔ عطیہ لاکیئر بھی آتے ہی اپنا ایپرن پہن کر اس ٹولے میں شامل ہو گئیں۔ اور ایک اَن تھک مددگار ثابت ہوئیں۔ ان کے علاوہ مقامی یو کے جماعت کے ممبرز مسٹر فیاض خاں، مسٹر سعادت احمد، مسز شازیہ علی اور دیگر ممبرز بھی مہمانوں کی خاطر مدارات میں لگے تھے۔ سب سے بالا مسز جمیلہ خاں ہماری پریذیڈنٹ تھیں۔ یُوں تو اس جماعت کی رُوحِ رواں وہی ہیں لیکن خُدا نے جو ہمت حوصلہ اور اَن تھک کام کرنے کی توفیق ان کو دی ہے اُس پر رشک آتا ہے۔ مہینوں سے تمام انتظام و انصرام میں لگی تھیں۔ مگر ہر وقت ہر جگہ خوش اور تر و تازہ نظر آتی تھیں۔

بارہ بجے دوپہر تک سب لوگ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی معیت میں بڑے دالان میں جمع ہو گئے۔ ایک بجے اذان دی گئی۔ اور حضرت امیر نے اپنے ایمان اور بصیرت افروز خطبے سے اس نئے مشن کا افتتاح فرمایا۔ آپ نے سورۃ فاتحہ سے پُراثر خطبہ شروع کیا۔ الحمد للہ کی صدا جو ہر کامیابی اور خوشی کے موقعہ پہ بے اختیار مومن کے دِل سے نکلتی ہے۔ اس کو اس وقت جب دل اللہ کے شکر و احسان سے لبریز تھے آپ کے پُرسوز اور ملکوتی لہجہ میں سن کر پگھل گئے۔ چونکہ آپ کا انگریزی سے ترجمہ ہو کر من و عن اخبار پیغامِ صلح میں شائع ہو چکا ہے۔ اس لئے یہاں میں اپنے کمزور قلم سے اس کو کیا تلخیص کروں۔ وہ تو کوزہ میں دریا بند تھا۔ خطبہ کے آخر میں آپ نے اعلان فرمایا کہ اس گھر کا نام "دارالسلام" تجویز کیا گیا ہے۔ سبحان اللہ کیسا پیارا نام عطا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اسمِ بامسمیٰ ثابت فرمائے۔ میں نے اسی لقب کو اپنے اس مضمون کا عنوان رکھا ہے۔ اور اب سے انشاءاللہ یہی نام اس کے لئے لکھوں گی۔

خطبہ کے بعد حضرت امیر کی امامت میں نماز جمعہ ادا ہوئی۔ آپ کی پُرسوز اور دلنشیں حُسنِ قرأت سے تو ایک دُنیا متاثر ہے۔ اُس وقت تو ایک عجب سماں ہی بندھ گیا۔

نماز کے بعد منتظم خواتین نے دوپہر کا کھانا دیا۔ کھانے میں پلاؤ۔ مُرغ کا قورمہ۔ دہی اور کھیرے کا رائیتہ، سب بہت لذیذ تھے۔ مشروب میں پیپسی کولا۔ لیمن اور اورنج سکواش با افراط تھے۔ کھانے سے فارغ ہو کر سب لوگ دوبارہ جم جما کر بیٹھ گئے، تو مسز جمیلہ خاں نے مائیک سنبھالا۔ اور سب سے پہلے تو بے شمار پیغامات مبارک باد و تہنیت جو دُنیا کے ہر کونے سے موصول ہوئے پڑھ کر سُنائے۔ اس کے بعد نام بنام باہر سے آئے ہوئے مہمانوں کا مقامی جماعت کے ممبرز سے تعارف کروایا۔ بعد ازاں حضرت امیر کی صدارت میں باہر کے ہر ایک نمائندے نے مائیک پہ آکر سب کو خطاب کیا۔ یہ سلسلہ مسٹر ظفر عبداللہ سان فرانسسکو سے شروع ہوا۔ پھر مولانا جگو یوٹرخ۔ ڈاکٹر محمد حسین سُرینام۔ مولوی ایوب الٰہی بخش سُرینام مسٹر نور محمد ہیگ۔ مسٹر عبدل سنتو ارٹرڈیم، مسٹر مُرادین ایمسٹرڈیم، مسٹر جعفر حسین سان فرانسسکو، مسٹر صفدر حاکم سُرینام اور مسٹر و مسز فضل احمد لاہور سب نے اُٹھ کر اس نئے جشن کی افتتاح پر اظہارِ خوشی و اطمینان کیا۔ مبارکباد دی۔ اور ساتھ ہی سب نے بیش بہا رقوم اپنی اور اپنی جماعت کی طرف سے "دارالسلام" کے قرضہ کی ادائیگی کے فند میں عطا کیں۔ مقامی یو۔ کے جماعت عید کے موقع پر اس مد میں چندہ دے چکی تھی۔ پھر بھی مجھ سے اور حامدہ رحمان سے اس وقت کی سعادت میں حصہ لئے بغیر نہ رہا گیا۔ اور میں نے اُٹھ کر پہلے تو اپنے بیٹے راس محمود کی فون پر بھیجی ہوئی مبارکباد سب کو پہنچائی اور پھر اس کی طرف سے پچاس پونڈز اور حامدہ رحمان کی طرف سے چالیس پونڈ کا چندہ کا مزید اعلان کیا۔ باقاعدہ رقوم چندہ تو رجسٹر میں درج ہوئیں مگر اندازاً دس ہزار پونڈز سے زائد ماشاءاللہ جمع ہو گئے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ

دورانِ جلسہ میں ہی مستعد کارکن خواتین نے گرما گرم چائے اور بسکٹ سب کو پیش کر دیئے یہ سلسلہ تقریر و تحسین گہری شام تک چلا۔ اور کئی مقررین کے پُرجوش وجذبہ بھرے خطاب سے رنگ بندھ گیا۔ اسی وقت سان فرانسسکو کے بزرگ مُبلغ ماسٹر عبداللہ صاحب معہ ایک ساتھی کے جو ایک روز قبل جہاز نہ پکڑ سکے اب پہنچے اور شاملِ جلسہ ہو گئے۔ جلسہ کی یہ پہلی نشست مغرب وعشاء کی باجماعت نمازیں ادا ہو کر بخیریت اختتام کو پہنچی۔ حامدہ رحمان اور میں تو اسی وقت گھر کے لئے روانہ ہو گئے۔ باقی تمام مہمانوں اور آئے گئے کے لئے، کھانا پینا۔ اور جائے رہائش کا سامان مہیا تھا۔ اور سُنا کہ گئے رات تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔

۲۸۔ اگست بروز ہفتہ، اللہ کی عنایت اور بزرگوں کی دُعا کا اثر کہ آج بھی صبح صبح جب ہم دونوں گھر سے نکلے تو مطلع صاف تھا۔ انگلینڈ میں سب سے پہلے موسم کی خبر سنانی پڑتی ہے۔ آج جب ہم گاڑی بدل رہے تھے تو عزیزہ ثریا فاروقی صبح کی ایسکس (ESSEX) سے چلی ہوئی ہمیں آملیں اور جب ہماری پارٹی دس بجے دارالسلام پہنچ گئی۔ آج کا جلسہ دارالسلام سے بیس منٹ کے پیدل فاصلہ پر ایک ہال میں تھا اس لئے جلد ہی دارالسلام سے لوگ اس ہال کی طرف روانہ ہونے شروع ہو گئے۔ جلسہ کا وقت تو ساڑھے دس بجے صبح سے تھا لیکن سب کے جمع ہونے میں کچھ دیر ہو گئی اور کارروائی جلسہ گھنٹہ بھر دیر سے شروع ہوئی۔ جب حضرت امیر ایدہ اللہ کے ساتھ حضرت ڈاکٹر اللہ بخش صاحب۔ ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب۔ مولانا جگو صاحب اور ماسٹر عبداللہ صاحب، اور ہمارے امام محمد انور صاحب پلیٹ فارم پر متمکن ہو گئے تو مسز جمیلہ خان نے مسز عطیہ لاکیئر کو بلایا کہ وہ آکر ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب کا تعارف کروائیں۔ عطیہ لاکیئر ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئی ہیں سو اُن کی عقیدت اور جذبۂ تعریف تو ظاہر اور حق تھا۔ ڈاکٹر صاحب کے فاضلانہ لیکچر کا عنوان تھا۔ ISLAMIC CONCEPT OF EVOLUTION یعنی نسلِ انسانی کی بتدریج نشوونما اور ترقی اسلامی نقطۂ نظر سے۔ اس میں انسان کی پیدائش اور منزل بہ منزل انسانیت اور عقل و علم کے عروج پر پہنچنے کا ثبوت آپ نے قرآن اور اس کی پُرحکمت سائنس سے ثابت کیا۔ اس بہت پُرمغز اور علم بھرے لیکچر کے بعد مولانا جگو صاحب کا تعارف کروایا گیا۔ آپ کی تقریر کا انگریزی عنوان تو

OUR CONTRIBUTION TO THE PROPAGATION OF ISLAM IN SURINAME, GUYANA, AND TRINIDAD،

(ہمارا اشاعتِ اسلام کا کام سرینام۔ گیانا اور ٹرینیڈاڈ میں) تھا لیکن معذرت کے بعد آپ نے

اپنی تقریر اُردو میں شروع کی۔ اور خوب جوش اور جذبہ سے سرِ پیام۔ گیا نا۔ اور ٹرینیڈاڈ میں اوّل سے آخر تک اشاعتِ اسلام کی داستان سنائی۔ جس میں احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے سر سہرا تھا کہ اس کی وجہ سے ان جگہوں میں نام کے مسلمان اصلی خوبصورت اسلام سے آشنا ہوئے اور عیسائی مشنریوں کے حربے اس انجمن کے لٹریچر کی وجہ سے بے کار ہو گئے۔ ان کی پُرجوش و پُرصداقت تقریر کے بعد حضرت ڈاکٹر اللہ بخش صاحب سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنے عالمانہ لیکچر سے سامعین کو نوازیں۔ آپ کا موضوع تھا "SCIENCE FROM QURAAN" یعنی قرآن کی سائنس آپ کا لیکچر کیا تھا۔ قرآن کی رُو سے سائنس اور علم کا ایک بہتا ہوا دریا تھا۔ قرآنِ کریم کا ایک نسخہ آپ کے ہاتھ میں تھا اور آپ کی ہر بات کے ثبوت میں ایک مؤثر آیتِ قرآنی سنائی دیتی اور بات کی تصدیق کرتی تھی۔ آپ کا لیکچر ختم ہوا تو نماز کا وقت تھا۔ وہیں ہال میں چادریں بچھا کر نمازِ ظہر و عصر ادا ہوئی۔ اور بعد نماز ہال میں میز کرسیاں لگا کر بہت سلیقے اور صفائی سے دوپہر کا کھانا دیا گیا۔ آج کھانے پر بہت نفیس خشکا چاول۔ آلو گوشت کا لذیذ سالن۔ دہی کا رائتہ اور ساتھ سویوں کا باداموں بھرا شیر خورمہ تھا۔ پینے کو پیپسی کولا اور سکواش موجود تھے۔ کھانے سے فراغت ہوتے ہی جلد از جلد میز کرسیاں ہٹا کر نشستیں درست کی گئیں اور سٹیج پر محمد انور صاحب نے ماسٹر عبداللہ صاحب کا تعارف کرایا۔ آپ کی تقریر کا کوئی مقرر عنوان نہ تھا لیکن تقریر اشاعتِ اسلام و قرآن اور ہمیشہ کی طرح آپ کے تجربہ اور سعی پر مشتمل تھی۔ اس ایمان افروز لیکچر کے بعد مسز جمیلہ خان نے مجھے پکارا۔ مجھے "HISTORY OF OUR MOVEMENT IN U.K" یعنی یو۔ کے مشن کی رُوداد پر بولنا تھا۔ اس لئے میری تقریر کا موضوع تھا "FROM PAST TO PRESENT" "ماضی سے حال تک" آدھی صدی کی ہسٹری وہ بھی جو زیادہ بزرگوں سے سُن سنا کر دل و دماغ میں رچی بسی تھی بیس منٹ میں بیان کرنا تھی۔ بس طائرانہ نظر ڈالنے والی بات تھی۔ پھر بھی اللہ کے فضل و احسان سے انگریزی اور اس کے بعد دس منٹ اُردو میں نہ صرف بات پوری ہو گئی بلکہ سب سامعین نے ازراہِ ذرّہ نوازی گوشِ دل سے سنی اور بہت پسند کی۔ الحمد للہ

قارئینِ پیغام صلح جو میرے پرانے حوصلہ افزائی کرنے والے ہیں اُن کی نذر یہ تقریر بھی کرتی ہوں۔ انگریزی والی کو شاید لائیٹ میں جگہ مل جائے۔ اس کے بعد مسز جمیلہ خان نے حضرت امیر ایدہ اللہ سے تقریر کی درخواست کی۔ آپ کی آج کی انگریزی تقریر آیاتِ قرآنی ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر۔۔۔۔ سے شروع ہوئی۔ اور ترجمہ کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ آیاتِ قرآنی ہماری جماعت اور مشن کی بنیاد ہیں۔ اور یوں آپ نے اس جماعت کے تین اہم بنیادی اصول بیان فرمائے کہ (۱) دُوسروں کو نیکی کی دعوت دینا (۲) جو بھی حق بات ہو اس کو قبول کرنا (۳) جو بُری بات ہو اُس سے روکنا۔

فی الواقعہ اگر ان بنیادی اصولوں کو ہر انسان اپنا لے تو اشاعتِ اسلام عملی طور پر ہوتی جائے گی۔ میں آپ کی اس صداقت اور اثر سے بھری ہوئی تقریر کی تفصیل میں اس لئے نہیں جا رہی کہ ان شاء اللہ جلد ہی یہ تقریر مع ترجمہ آپ سب کی خدمت میں پہنچ جائے گی۔ آخر میں آپ نے اپنی اس تقریر کو اس دُعا اور اپیل پر ختم فرمایا کہ نہ صرف یو۔ کے کے احمدی بلکہ مغرب کے تمام احمدیوں کو میں یہ الوداعی دُعا دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے ساتھ ہو۔ تمہاری رہنمائی فرمائے اور اس راستہ پر چلائے جو اس کے سب مقبول اور انعام یافتہ بندوں کا ہے۔ آمین

آخر میں آپ نے ان سب کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے آپ کی خاطر و خدمت میں حصہ لیا۔ کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی رحمت و مہربانی سے نوازے اور کہ سب کے لئے میں یہ دُعائیں اور نیک خواہشات لے کر واپس وطن جا رہا ہوں۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کی اس دلگداز و دلنشین تقریر اور دُعا پر یہ دو روزہ جلسہ بخیر و خوبی اختتام کو پہنچا۔ الحمد للہ رب العالمین

اب شام ہو رہی تھی۔ جلد جلد ہال کو صاف ستھرا کر کے اپنی چیزیں سنبھال کر ہم سب واپس دارالسلام کو لوٹ آئے۔ یہاں پہلے چائے کا دور چلا۔ پھر مغرب و عشا کی نمازیں ادا کر کے دوبارہ ملنے ملانے کا سلسلہ شروع ہوا۔ یہاں پر میں ان تحائف کا ذکر کر دوں جو دارالسلام کے لئے علاوہ نقد چندوں کے دیئے گئے۔

مسٹر و مسز فضل احمد نے حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علیؒ کی ایک خوبصورت بڑی کی ہوئی فوٹو نذر کی جو بڑے دالان میں صدر دیوار پر لگا دی گئی۔ ظفر عبداللہ صاحب کی صاحبزادی افروز عبداللہ نے ایک دیوار کی گھڑی تحفہ دی۔ وہ بھی دالان کے محراب پر بہت اچھی جگہ نصب کر دی گئی۔ جناب مجید علی صاحب یو۔ کے نے ایک خوبصورت دیدہ زیب قطعہ آیۃ الکرسی کا عطا فرمایا جو داخلے کے روز والی دیوار پر بہت سجا۔

سب سے کارآمد تحائف جناب ماسٹر عبداللہ صاحب سان فرانسسکو سے لے کر آئے ہیں۔ آپ نے نہایت قیمتی اور مکمل سامان دفتر کے لئے عنایت فرمایا ہے جو ٹائپ رائٹر سے لے کر فائلز، نام پتہ چھپے ہوئے کاغذات لفافوں اور فائل کرنے کی پن۔ گوند غرض ہر ضرورت کی چیز پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔

۲۹۔ اگست کا پروگرام تمام مہمانوں کو بس کوچ پر لندن کی سیر کا تھا۔ چنانچہ حامدہ رحمان کو جو یو۔ کے میں مہمان ہیں شب گذاری کے لئے دارالسلام چھوڑ کر میں سب سے سلام دُعا کر کے گھر کے لئے روانہ ہوئی۔ تصور میں ان دو نہ بھولنے والے دنوں کی یاد ابھی تازہ اور بسی ہوئی ہے اور ان شاء اللہ عرصہ دراز تک نقش رہے گی۔

آخر میں مسٹر محمد انور اور عزیزہ ارجمند بانو کا شکریہ اور اُن کے بے مثال اخلاق و مہمان نوازی کا اعتراف ضروری ہے۔ ان دونوں نے جس توجہ، محنت اور خندہ پیشانی سے دونوں دن سب کی خاطر و خدمت کی اس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جزائے خیر دے اور صحت و ہمت عطا فرمائے۔ آمین!

اخبارِ احمدیہ!

- سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تازہ ترین اطلاع کے مطابق عید الاضحیٰ کے بعد واپس وطن تشریف لا رہے ہیں۔ احباب سلسلہ حضرت موصوف کی صحت و عافیت کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی دُعائیں جاری رکھیں۔
- عید الاضحیٰ۔ اللہ تعالیٰ اس کی اصل رُوح کو اپنانے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حافظ شیر محمد صاحب خوشابی

"مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ"

وہ خُدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اَب بھی اُس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار (حضرت اقدس)

مغربی فلسفہ کا مذہب پر حملہ

آج اس مادی اور سائنسی دور میں مغربی فلسفہ نے تمام دنیا کو متاثر کر رکھا ہے۔ خاص کر دینی اور دہریت کے لئے تو اس نے کھاد کا کام کیا ہے اور مذہب کے خلاف اس قدر سخت حملہ کیا اور اس پر تیر چلایا ہے کہ مذہب کی بنیادیں ہل گئیں اور سوائے اسلام کے تمام مذاہب کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اسی حملہ سے متاثر ہو کر تعلیم یافتہ اور نئی تہذیب کا دلدادہ طبقہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہے کہ کیا آج مذہب کی ضرورت ہے بھی یا نہیں؟ بلکہ یہاں تک سننے میں آتا ہے کہ مذہب زمانۂ جاہلیت کے لئے تھا۔ آج مذہب انسان کو بجائے ترقی کی طرف لیجانے کے آٹھ ہزار سال پیچھے کی دنیا کی طرف لے جاتا ہے اس دور میں مذہب زمانہ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ اگر کوئی مافوق الادراک اور ماوراء الوریٰ ہستی ہے تو وہ اور دو چار کی طرح اسے ثابت کرنا چاہیئے اسی طرح الہامی صحائف اگر پرانے اور فرضی قصے نہیں تو آج بھی خدا تعالےٰ کو اپنے بندہ کے ساتھ اسی طرح کلام کرنا چاہیئے جس طرح وہ پہلے کرتا تھا اگر آج وہ کسی سے کلام نہیں کرتا تو اس امر کے لئے کوئی دلیل نہیں رہتی کہ اس نے گذشتہ زمانہ میں کسی سے کلام کیا تھا۔

مسلمان بھی اس حملہ کی مدافعت نہ کر سکے

مغربی فلسفہ کا مذہب کے خلاف یہ اعتراض اس قدر خطرناک تھا جس کا جواب دوسرے مذاہب تو ایک طرف رہے مسلمانوں کے پاس بھی کوئی نہ تھا کیونکہ واقعاتی طور پر فلسفہ زدہ اشخاص کو اپنے تجربہ اور مشاہدہ سے کوئی مولوی اور کوئی بزرگ مطمئن نہیں کر سکتا تھا۔

قرآن کریم میں مکالمہ الٰہی کو ہستی باری تعالےٰ کا ثبوت قرار دیا گیا۔

حالانکہ قرآن مجید میں ہے کہ سچے مذہب کا ہر زمانہ میں یہی طرۂ امتیاز رہا ہے کہ وہ ایسے زندہ خدا کی طرف دعوت دیتا ہے جو اپنے بندوں سے کلام کرتا اور دکھی انسانوں کی دعائیں سنتا ہے اور مشکلات و مصائب کو دور فرماتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ اپنے باپ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں یا ابت لم تعبد مالا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنک شیئا (مریم ۴۲) اے میرے باپ تو کیوں اس کی عبادت کرتا ہے جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے۔ اور نہ کچھ تیرے کام آ سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالےٰ میں ان صفات کا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے عجل سامری کی پرستش کرنے والوں پر یوں ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔

الم یروا انہ لا یکلمھم ولا یھدیھم سبیلا ۔ (الاعراف ۱۴۸)
کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ وہ ان سے کلام نہیں کرتا اور نہ ان کو راستہ دکھاتا ہے اسی واقعہ کو دوسری جگہ اس طرح بیان کیا ہے۔ افلا یرون الا یرجع الیھم قولا ولا یملک لھم ضرا ولا نفعا ۔ (طٰہٰ ۸۹)
کیا وہ غور نہیں کرتے کہ وہ اُن کی بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ اُن کے لئے کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہے اور نہ نفع کا — قرآن مجید میں ایک جگہ ان تمام معبودان باطلہ کے پیروؤں کے متعلق فرمایا الذین یدعون من دونہ لا یستجیبون لھم بشیء (الرعد ۱۴) اور وہ جنہیں اسکے سوا پکارتے ہیں وہ انہیں کوئی جواب نہیں دیتے۔

غرض قرآن شریف کی ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ سچے مذہب نے ہر زمانہ میں ادیانِ باطلہ کے پیروؤں کو للکارا اور زندہ خدا کی دعوت دی جو کلام کرتا اور لوگوں کے کام آتا ہو۔

زندہ خُدا اور زندہ رسول کا ثبوت اسلام میں

آج کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ بے دین اور لامذہب لوگ مذہب کے ماننے والوں کو چیلنج کرتے ہیں اور ایسے خدا کا پتہ پوچھتے ہیں جو کلام کرتا اور اپنی معرفت کے پانی سے رُوح کی پیاس بجھاتا ہو۔ دوسرے مذاہب کے پیروؤں کو تو جانے دیجئے کیونکہ ان کے ہاں خُدائی عرفان کے چشمے تو خشک ہو چکے ہیں اور ان کے انبیاء اب روحانی فیض نہیں پہنچا سکتے کیونکہ اُن کی نبوتیں ختم ہو گئیں۔ صرف ایک ہی زندہ نبی ہے جس کی نبوت دائمی اور جس کا روحانی فیض ابدی ہے۔ قرآن مجید نے اسے کہیں تو آسمانی بارش کے نام سے موسوم کیا ہے جس سے مردہ قلوب کی زمین سرسبز ہوتی ہے اور کسی جگہ اس عظیم الشان درخت سے اسکی مثال دی ہے جو ہر وقت سرسبز رہتا ہے اور ہمیشہ پھل دیتا ہے۔ تؤتی اکلھا کل حین باذن ربھا (ابراہیم ۲۵) یہ اپنے رب کے اذن سے ہر وقت پھل دیتا رہتا ہے تو حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ لگائے ہوئے پھل زندہ خدا کی ہستی اور آپ کے زندہ نبی ہونے پر گواہ ہے۔

اسلامی درخت کے پھل اولیاء اللہ کا وجود

ان وجودوں کو جو ہر زمانہ میں اسلام کی صداقت اور حضرت نبی کریم صلعم کی صداقت ثابت کرتے رہتے ہیں اسلام کے درخت کا پھل کہا گیا ہے۔ ایسے وجود ہر زمانہ میں ہوتے رہے ہیں چنانچہ وہ پھل کبھی عمر بن عبدالعزیزؒ کے رنگ میں ظاہر ہوا اور کبھی امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے رنگ میں۔ کبھی سید عبدالقادر جیلانیؒ اور سہروردیؒ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ تو کبھی حضرت مجدد الف ثانیؒ کی شکل میں۔ اگر کبھی شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے روپ میں آیا تو کبھی سید احمد بریلویؒ کی صورت میں اور سب کے آخر میں اس زمانہ کے مجدد اور امام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے رنگ میں پیدا ہوا۔ پس حضرت اقدس کا وجود بھی اس درخت کے پھلوں میں سے ایک پھل ہے یا یوں کہئیے کہ آپ کا فیض روحانیت حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی روحانیت کے بحرِ ذخار کا ایک قطرہ ہے۔ بقول حضرت اقدس :-

این چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم + یک قطرۂ زبحرِ کمالِ محمدؐ است

مخالفین اسلام کی اسلام دشمنی

ہر زمانہ میں مخالفینِ اسلام نے اسلام اور بانیٔ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف بہت کچھ کہا ہے اور لکھا ہے لیکن اس دور میں جتنی مخالفت حضرت نبی کریمؐ کی ہوئی اس کی نظیر پہلے زمانوں میں ملنی ناممکن ہے عیسائیوں نے نہ صرف اپنے مشنریوں کے ذریعہ بلکہ اخبارات، رسائل اور ہزارہا کی تعداد میں کتابیں شائع کر کے آپ کی اتنی سخت مخالفت کی ہے کہ الامان والحفیظ۔ اسی طرح متحدہ ہندوستان میں پادریوں کی دیکھا دیکھی ہندوؤں نے بھی اسلام کو مٹانے کا تہیہ کر لیا خصوصًا

(بقیہ صفحہ ۱۲ کالم ۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

کائنات کے نظام میں ایک توازن ہے

آپ بھی اپنی زندگی میں ایک توازن اور اعتدال پیدا کریں

سائنس مذہب کی مصدّق اور مؤیّد ہے

تبارک الذی بیدہ الملک وھو علیٰ کلّ شیءٍ قدیر ... الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر ٥ (سورۃ الملک : رکوع ۱)

سورۃ ملک کے اس پہلے رکوع میں خداتعالیٰ کی حکمرانی اور اس کی پیدا کردہ موت اور حیات کا مقصد بیان کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ ایکم احسن عملاً یعنی تم میں سے کون بہتر عمل کرتا ہے۔ اس کے علاوہ کائنات کے اندر ایک محکم قانون بیان کیا ہے کہ تم کائنات کی وسعتوں پر غور کرو تو تمہیں کوئی فساد نظر نہیں آئے گا۔ اور یہ حقیقت منکشف ہوگی کہ اس کائنات میں ایک ہی قانون کی عملداری ہے اور اس نظام کا چلانے والا بھی ایک ہے۔ بار بار غور کرو تو پھر بھی کوئی نقص اور اختلاف نہیں پاؤگے اور پھر فرمایا۔ کہ جو لوگ ان حقائق کو نہیں مانتے اور انکار کرتے ہیں تو اُن کے لئے عذابِ سعیر ہے۔ منکر کہیں گے اے کاش ہم سنتے اور غور کرتے اور عقل سے کام لیتے تو آج ہم جہنم میں داخل نہ ہوتے اور وہ اپنے گناہ کے معترف ہوں گے اور اُن کے مقابل جو لوگ اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں اُن کے لئے مغفرت اور اجرِ کبیر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی یہ صفت بھی ہے کہ اس کے سامنے کوئی شے پوشیدہ نہیں اور وہ دلوں تک کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ کیا وہ نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے اور وہ باریک بین اور خبردار ہے۔

اس میں گویا اس حقیقت کی جانب توجہ دلائی ہے کہ جیسے کائنات کا یہ عظیم نظام خدا کے احکامات اور منشاء کے مطابق کام کر رہا ہے۔ اور ضابطہ اور قواعد کے مطابق سرانجام پا رہا ہے ایسا ہی اس نے رُوحانی نظام بھی برپا کیا اور انبیاء اور مامورین کا سلسلہ قائم کیا۔ جس طرح اس مادی اور جسمانی نظام کی خلاف ورزی نقصان دہ ہے ایسے ہی روحانی نظام کا انکار اور اس سے روگردانی موجبِ خسرانِ عظیم ہے۔ اور انجامِ کار اپنے گناہوں کا اعتراف کرنا پڑے گا اور اس کی سزا بھگتنا ہوگی۔ اس لئے بھلائی اور فلاح اسی میں ہے کہ انسان خدا کے قائم کردہ اخلاقی اور رُوحانی نظام کو قبول کرے اور خدا کا خوف رکھے تاکہ خدا کی مغفرت اور بخشش اور اجرِ عظیم سے بہرہ مند ہو سکے۔

یہ بھی فرمایا ہے کہ خدا کے قائم کردہ قوانین میں تضاد نہیں یعنی جُوں جُوں ہم کائنات پر غور کریں گے یہ انکشاف ہوتا چلا جائے گا کہ سارا نظام مربوط ہے اور سائنٹیفک ہے۔ اور مذہب اور روحانیت جو قرآن نے پیش کی ہے وہ نیچر کے مطابق ہے۔ اور سائنٹیفک ہے اور یہ تصور کہ مذہب سائنس کے خلاف ہے ایک ناقص تصوّر ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ مذہب نے جو کچھ بیان کیا ہے سائنس اس کی موید ہے۔ سائنس اور مذہب دو مختلف چیزیں نہیں ہیں بلکہ ایک دوسرے کے متوازی اور پیرالل (PARALEL) ہیں۔ یہ ذکر قرآن پاک میں کئی پیرائیوں میں آیا ہے۔ لطف یہ ہے کہ سائنس جن حقائق کو آج بیان کرنے لگی ہے اس کو قرآن کریم نے چودہ سو سال قبل بیان کر دیا ہوا ہے۔ اور سائنس ان نظریات کی جو قرآن پاک نے بیان کئے ہیں مؤید ہے۔ قرآن کریم میں ہے " یہ سیارے اور کائنات جو تم دیکھتے ہو بغیر کسی ستون کے قائم ہیں بغیر عمدٍ ترونھا زمین اور دیگر سیارے گردش میں ہیں کل فی فلک یسبحون یہ سب اپنے اپنے مدار میں گرداں ہیں لیکن ان کا نظام ان کمزور آنکھوں سے نظر نہیں آتا اور سائنس اس نظریہ کی موید اور مصدق ہے۔

عجب بات ہے کہ لوگ زمین کو ساکن اور چپٹی خیال کرتے تھے لیکن قرآن نے زمین کا نام ہی الارض فرمایا ہے یعنی گردش کرنے والی اور گھومنے والی چیز۔ اور یہ نیوٹن کا نظریہ کشش ہے ان سیارگان کو اپنے اپنے مدار میں سرگرمِ عمل رکھنے کے لئے خداتعالیٰ کا نظام حیرت ناک ہے سُورج ایک بہت بڑا ستارہ ہے اور دُوسرے سیارگان کو اپنی طرف کھینچے ہوئے ہے یہ LAW OF RELSITION اس کی مثال یوں ہے کہ اگر آپ ایک اینٹ یا گیند کو ایک ڈور میں باندھ کر اپنے گرد گھمائیں تو وہ ایک رفتار کے ساتھ گھومتا رہے گا اور آپ مرکز کی حیثیت میں ہوں گے۔

ایسا ہی ایک ڈارون کے نظریۂ حیات پر مبنی نظریہ ارتقا ہے۔ کہ تمام جانداروں کی اقسام ایک نوع سے ہیں۔ لیکن الگ الگ اقسام میں ہیں۔ ——— LAW OF یعنی جہد للبقا کے زیر اثر ترقی کرتا ہے۔

اس حقیقت کو ربّ العالمین کے لفظ نے وضاحت کی ہے۔ رب کے معنی ہیں پیدا کردہ چیز کو اس کے کمال تک پہنچانا۔ تو گویا ہر چیز اپنے نشوو ارتقاء کو خدائی قانون کے مطابق حاصل کر رہی ہے۔

قرآن پاک نے فرمایا:۔ ان الارض یرثھا عبادی الصالحین یعنی جو لوگ فسادی ہوں گے وہ تباہ و برباد ہوں گے اور جو لوگ صالح ہوں گے وہ زمین پر وارث ہوں گے۔ یہ قانونِ سائنس بھی اس حقیقت کا مصدق ہے کہ جو لوگ انسانوں کے لئے مفید ہوئے وہ اس زمین پر حاکم ہوئے۔ اور جو لوگ فساد فی الارض کے مرتکب ہوئے ان سے سلطنتیں چھن گئیں سورہ رحمٰن میں ہے۔ ووضع المیزان خُدا نے ایک توازن پیدا کیا ہے ان لا تطغوا فی المیزان واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان۔ کلوا واشربوا ولا تسرفوا ان اللہ لا یحب المسرفین۔ یعنے جیسے خُدا نے تمام نظام میں توازن رکھا ہے تم بھی اپنی زندگی میں توازن و اعتدال پیدا کرو۔ تاکہ تمہاری جسمانی اور اخلاقی صحت برقرار رہے۔ ایک اور قانون بیان فرمایا۔ سبحان الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض

(بقیہ صـ۱۲ کالم ۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

سیرتِ امام —— چوہدری عبدالحمید صاحب

عام پیروں اور برگزیدگانِ الٰہی میں فرق

حضرت مجدد صد چہاردہم کی سادگی اور بلندیٔ کردار

آج کل پیروں میں عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ وہ ایک خاص لباس جو دوسرے لوگوں سے مختلف ہوتا ہے پہنے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کے بیٹھنے کی جگہ دوسرے لوگوں سے علیحدہ اور نمایاں ہوتی ہے اور ایک خاص شان ان میں نظر آتی ہے۔ گفتگو کا ایک خاص انداز ہوتا ہے اور حرکات و سکنات میں تکلف اور تصنع ہوتا ہے۔ ۔ ۔ اس کے مقابلہ میں خدا تعالےٰ کے پاک اور برگزیدہ بندے نہایت سادہ اور منکسر المزاج ہوتے ہیں۔ تکلف ریا اور تصنع کا شائبہ تک ان میں نہیں ہوتا۔ ذیل میں حضرتِ اقدس کے کردار اور وضع قطع کی چند جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں۔

مجلس میں بلا امتیاز نشست:۔

حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ لکھتے ہیں:۔ باہر مسجد مبارک میں آپ کی نشست کی کوئی خاص وضع نہیں ہوتی ایک اجنبی آدمی آپ کو کسی خاص امتیاز کی معرفت پہچان نہیں سکتا آپ ہمیشہ دائیں صف میں ایک کونے میں مسجد کے اندر اس طرح مجتمع ہو کر بیٹھتے ہیں جیسے کوئی فکر کے دریا میں خوب سمٹ کر تیرتا ہے میں جو اکثر محراب میں بیٹھتا ہوں اور اس لئے داخلی دروازہ کے عین محاذ میں ہوتا ہوں بسا اوقات ایک اجنبی جو مارے شوق کے سرزدہ اندر داخل ہوا ہے تو سیدھا میری طرف ہی آیا ہے اور پھر خود ہی اپنی غلطی پر متنبہ ہوا ہے یا حاضرین میں سے کسی نے اس حقدار کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ آپ کی مجلس میں احتشام اور وقار اور بے تکلفی دونوں ایک ہی وقت میں جمع رہتے ہیں۔ ہر ایک خادم ایسا یقین کرتا ہے کہ آپ کو خصوصاً مجھ سے ہی پیار ہے۔

مریدین کی گفتگو میں آزادانہ رویہ پر اظہار پسندیدگی

آگے چل کر حضرت مولانا صاحبؓ لکھتے ہیں:۔ ایک دفعہ ایک شخص جو دنیا کے فقیروں اور سجادہ نشینوں کا شیفتہ اور خوکردہ تھا ہماری مسجد میں آیا۔ لوگوں کو آزادی سے آپ سے گفتگو کرتے دیکھ کر حیران ہو گیا۔ آپ سے کہا کہ آپ کی مسجد میں ادب نہیں لوگ بے محابا بات چیت آپ سے کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

"میرا یہ مسلک نہیں کہ میں ایسا تند خو اور بھیانک بن کر بیٹھوں کہ لوگ مجھ سے ایسے ڈریں جیسے درندے سے ڈرتے ہیں اور میں بُت بننے سے سخت نفرت رکھتا ہوں۔ میں تو بُت پرستی کو رد کرنے آیا ہوں نہ یہ کہ میں خود بُت بنوں اور لوگ میری پوجا کریں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں اپنے نفس کو دوسروں پر ذرا بھی ترجیح نہیں دیتا۔"

مولانا محمد علیؒ صاحب کے پاس خود چل کر جاتے تھے۔

سیرت المہدی میں لکھا ہے کہ:۔ "نفس میں اس قدر فروتنی اور انکسار تھا کہ مولوی محمد علی صاحب آپ کے مرید تھے اور حضرتِ اقدس سے نہایت درجہ اخلاص اور ارادت رکھتے تھے اور آپ کے مکان کے ایک حصہ میں ہی رہتے تھے اگر آپ دن میں سو مرتبہ انہیں بلاتے تب بھی حاضر ہونے میں عذر نہ تھا۔ لیکن آپ کو مولوی صاحب سے کوئی بات وغیرہ دریافت کرنی ہوتی تو آپ بجائے اس کے کہ ان کو اپنے پاس بلا بھیجتے خود مولوی صاحب کی کوٹھڑی میں تشریف لے جاتے۔"

مولانا محمد احسن صاحبؒ کی قیامگاہ پر آدھی رات کو دعا کروانے کیلئے گئے۔

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کی ایک صاحبزادی کی ولادت کے وقت آپ کو ایک منذر الہام ہوا۔ آپ اسی وقت آدھی رات کو مولانا محمد احسن صاحب کی جائے رہائش پر تشریف لے گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ انہوں نے اندر سے پوچھا۔ کون؟ فرمایا "غلام احمد" مولوی صاحب حیران ہو گئے اور دروازہ کھولا عرض کی حضرت خیر ہے؟ ایک منذر الہام بیان کر کے ارشاد فرمایا کہ میں بھی دعا کر رہا ہوں آپ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ اس تقدیر کو ٹال دے۔"

دوستوں کے رنج و راحت میں شرکت

ایک مرید نے حضرتِ اقدس کی خدمت میں عرض کی کہ حضور میرے پاس ایک بکری ہے وہ میں حضور کی خدمت میں پیش کرتا ہوں حضور اسے ذبح کروا کے اپنے استعمال میں لائیں۔ حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ "ہمارا دل اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ ہمارے دوست دالیں کھائیں اور ہمارے گھر میں گوشت پکے۔"

سادگی اور کسر نفسی

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب آپ کی سادگی اور کسر نفسی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

۲۰ مارچ ۱۹۰۸ء کو جمعہ تھا جمعہ میں کثرتِ ہجوم کی وجہ سے مسجد مبارک میں گنجائش نہ تھی اس لئے حضرت اقدس نے حکم دیا کہ بڑی مسجد میں جمعہ پڑھا جائے لوگ حسبِ معمول مسجد مبارک میں جمع ہو رہے تھے جونہی یہ پتہ لگا کہ جمعہ بڑی مسجد میں ہو گا یہ سنتے ہی سب لوگ مسجد کو دوڑ پڑے۔ پچھلی صفوں والے دوڑ کے مسجد جامع میں پہلے پہنچ گئے۔ اور اگلی صفوں والے پیچھے رہ گئے۔ چنانچہ میں بھی جو اگلی صف میں بیٹھا ہوا تھا اس دوڑ میں پیچھے رہ گیا جب مسجد جامع میں پہنچا تو مسجد کا اندر سب بھر چکا تھا مجھے صرف صحن میں جگہ مل سکی مسجد کے اندر امام کی جگہ کے قریب دوستوں نے حضرتِ اقدس کے لئے آج خلافِ معمول جانماز بچھا رکھی تھی میں نے خلافِ معمول اس لئے کہا کہ آپ کے لئے مسجد میں اس قسم کا تکلف نہیں ہوا کرتا تھا۔ آج غالباً زیادہ ہجوم کی وجہ سے دوستوں نے آپ کے لئے جگہ مخصوص کر دی تھی اور ایک جانماز بچھا دی تھی میں تڑپ کر رہ گیا کیونکہ وہ جگہ مجھ سے بہت دور تھی۔ وہ مسجد کے اندر تھی اور میں باہر تھا۔ شیخ رحمت اللہ صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب اس کے قریب کھڑے ہوئے حضرتِ اقدس کا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے بڑی حسرت سے ان کو دیکھا کہ کیسے خوش قسمت لوگ ہیں کہ حضرتِ اقدس کے پاس بیٹھیں گے۔ اور میں اپنی شامتِ اعمال کی وجہ سے آپ سے کس قدر دور ہوں۔ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ اتنے میں حضرت اقدس تشریف لائے آپ کے پیچھے ایک جمِ غفیر تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ ابر آگے آگے چاند چمکتا ہوا چلا آ رہا ہے۔ جیسے ہی صحن میں پہنچے اور میری اور آپ کی آنکھیں چار ہوئیں تو پھول کی طرح کھل گئے ہنس کے فرمایا۔ اخّاہ آپ بھی آ گئے۔ میں نے عرض کی کہ جی ہاں حاضر ہو گیا ہوں۔ بس باتیں کرتے ہوئے وہیں میرے پاس بیٹھ گئے۔ اور ہنس ہنس کر باتیں کرنے لگے۔ بعض دوستوں کو خیال ہوا کہ شاید آپ باتیں کر کے اندر تشریف لائیں گے چنانچہ دریافت کرنے پر آپ نے حکم دے دیا کہ مولوی نورالدین صاحب خطبہ شروع کر دیں اور وہیں میرے پاس بیٹھے رہے۔ مسجد کے اندر احباب تڑپ کر رہ گئے۔ اور میں خدا کے فضل اور اپنی خوش قسمتی اور حضرت اقدس کی سادگی اور کسرِ نفسی پر حیران ہو کر رہ گیا۔ اللہ اللہ اتنا بڑا عظیم الشان انسان۔

مولوی عبدالکریمؓ کی بیماری میں بے چینی اور علاج میں انہماک

آپ کو اپنے مریدوں سے بے اندازہ محبت تھی۔ چنانچہ جب حضرت مولانا عبدالکریم صاحب بیمار ہوئے تو آپ کی نیندیں اچاٹ ہو گئیں ایک پل چین اور آرام نہ آتا۔ حضرت مرزا ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب لکھتے ہیں کہ:۔ "حضرت اقدس کی محبت مولوی صاحب کے والدین اور ان کے ہر ایک رفیق سے

بڑھ کر تھی۔ حضرت اقدس کو مولوی صاحب کی ایسی حالت میں نیند آنی ناممکنات سے معلوم ہوتی تھی۔ حالانکہ حضور کی عمر بھی قریب ستر سال کے تھی علاوہ دورانِ سر وغیرہ امراض کے بوجہ بہت سا خون نکل جانے کے آپ اور بھی کمزور ہو گئے تھے مگر پھر بھی اپنے آرام پر مرحوم کو آرام پہنچانا مقدم سمجھتے تھے۔ میں نے ایک دن عرض کی کہ حضور خود بہت کمزور ہیں اور حضور کی طبیعت بیمار ہے رات کو کسی وقت آرام فرما لیا کریں۔ تو مجھے جواب میں فرمایا کہ "یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایسا عزیز اور مخلص رفیق ایسی تکلیف اور کرب میں ہو اور بے چین ہو اور میں سو رہوں مجھ سے ایسا نہیں ہو سکتا۔"

حضرتِ اقدس نے مولوی صاحب کے لئے یہاں تک دعا کی کہ کئی دفعہ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے اپنی اولاد کے لئے ایسی دعا کبھی نہیں کی۔ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کے علاج کے لئے ڈاکٹروں کا ایک بورڈ علاج میں مصروف تھا مولوی نورالدین صاحب علاج کر رہے تھے لیکن ساتھ ہی آپ کے لئے ہر ضرورت کی چیز لاہور، امرتسر سے منگوا لیتے۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب لکھتے ہیں:۔

"مولوی صاحب کو برف کی بہت ضرورت محسوس ہوتی تھی اس لئے حضرتِ اقدس نے ان کے لئے التزام کیا ہوا تھا۔ کہ کبھی دو تین من برف منگوا لیتے اور پھر جب وہ قریب ختم ہونے کے ہوتی تو اور آدمی لاہور یا امرتسر بھیج کر اتنی ہی برف منگوا لیتے۔ اور اس ذخیرہ کو ختم نہ ہونے دیتے۔۔۔ مولوی صاحب کو چونکہ بہت ضعف ہو گیا تھا کوئی بوجھل غذا ہضم نہ کر سکتے تھے اس لئے ایک مہینہ سے زائد عرصہ سے رات کے لئے حضرت اقدس تین چار مرغ کی یخنی ہر روز تیار کرواتے اور بکرے کے گوشت کا جگ سوپ اس سے علاوہ اکثر تیار کروا دیتے تھے۔ بعد میں حضرتِ اقدس کی خدمت میں یہ عرض کی گئی کہ یہ یخنی وغیرہ جو دی جاتی ہے اس میں مقدار بہت ہوتی ہے مگر اصل طاقت کا جزو بہت کم ہوتا ہے۔ انگلینڈ سے تیار ہو کر ایک قسم کا گوشت کا ست آتا ہے۔ (بیف جوس) چنانچہ وہ مدت تک مولوی صاحب مرحوم کو دیا گیا ایک شیشی جس میں قریب دو اونس (ایک چھٹانک) کے غذا ہوتی تھی تین روپے میں آتی تھی۔ حضرتِ اقدس نے اس کی کئی شیشیاں ان کے لئے خریدیں۔"

خواجہ کمال الدین صاحب سے محبت

آپ کا مزاج نہایت معصومانہ رنگ کا ہوتا تھا۔ مثلاً خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم سے آپ کو بہت محبت تھی یہاں تک کہ ان کے دوست ان کو لاڈلا مرید کہا کرتے تھے خواجہ صاحب چونکہ بہت فربہ اور جسیم شحیم آدمی تھے اس لئے جب مجلس میں چائے آتی تو سب سے بڑا پیالہ خواجہ صاحب کے سامنے خود رکھ دیتے اس پر آپ بھی ہنستے اور سب دوست بھی ہنستے۔ اور خواجہ صاحب ناز سے مسکراتے دوستوں نے کہیں حضرت اقدس کو خبر دی کہ خواجہ صاحب کو اچھا اور لذیذ کھانے کا بڑا شوق ہے اس پر باورچی کو حضرتِ اقدس نے خاص طور پر حکم دے دیا کہ جب خواجہ صاحب آویں تو ان کے لئے عمدہ کھانا تیار کیا جاوے۔ ایک دفعہ خواجہ صاحب جو قادیان میں حاضر ہوئے تو حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ خواجہ صاحب اب کے جلدی نہ واپس جایئے گا ہم نے ایک باورچی منگوایا ہے جو نہایت لذیذ کھانا پکاتا ہے۔ بس پھر کیا تھا سب دوست کھل کھلا کر ہنس پڑتے اور خواجہ صاحب مسکراتے جاتے تھے اور معذرت کرتے جاتے تھے۔ خود حضرتِ اقدس ہنستے جاتے تھے خیر واپس مہمان خانہ گئے تو خواجہ صاحب اپنے دوستوں پر برس پڑے کہ تم نے حضرت کی خدمت میں یہ رپورٹ کیوں پہنچائی۔

دوستوں کے ساتھ شرکتِ طعام اور ان کی خدمت :- جن ایام میں حضرت اقدس باہر دوستوں کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے تو بارہا ایسا ہوتا تھا کہ آپ درمیان میں اٹھ اٹھ کر گرم چپاتی اندر سے لے آتے کسی دوست کی فرمائش پر مرتبہ یا اچار اندر سے لے آتے خود تو بہت کم کھاتے تھے اس لئے زیادہ وقت دوستوں کو کھلانے میں ہی گزرتا تھا۔ اپنے آگے سے گوشت کی بوٹیاں اٹھا کر دوستوں کے آگے رکھ دیتے۔ اگر خادم سالن کا بڑا پیالہ آپ کے آگے رکھ دیتا تو وہ اٹھا کر کسی دوسرے کے سامنے رکھ دیتے۔ خود چھوٹا پیالہ لے لیتے۔ حافظ عظیم بخش صاحب پٹیالوی آنکھوں سے نابینا تھے وہ ذکر کیا کرتے تھے کہ حضرتِ اقدس اپنے ہاتھ سے لقمہ بنا کر دیتے اور میں کھاتا۔

پگڑی سے کاٹ کر مرید کو کھانا باندھ دیا

مفتی محمد صادق صاحب بیان فرماتے ہیں۔

"ایک دفعہ جب میں شام کے قریب قادیان سے آنے لگا تو حضرت صاحب نے اندر سے میرے واسطے کھانا منگایا۔ جو خادم کھانا لایا وہ یوں ہی کھلا کھانا لے آیا۔ حضرت صاحب نے خادم سے فرمایا کہ مفتی صاحب یہ کھانا کس طرح ساتھ لے جائیں گے کوئی رومال بھی تو ساتھ لانا تھا۔ جس میں کھانا باندھ دیا جاتا۔ اچھا میں انتظام کرتا ہوں اور پھر آپ نے اپنے سر کی پگڑی کا ایک کنارہ کاٹ کر اس میں کھانا باندھ دیا۔

ایک کمپونڈر کی عزت افزائی۔

حضرت مولانا صدرالدین صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

"ایک کمپونڈر علی الصبح حضرت کو ملنے کے لئے قادیان پہنچا۔ حضرت اقدس اسوقت سیر کو جا رہے تھے کمپونڈر کو دیکھتے ہی کہا اخاہ! ڈاکٹر صاحب آ گئے اور فرمایا پہلے آپ کے لئے لسی لے آؤں اور اندر جا کر لسی سے بھرا ہوا کٹورا اور تازہ روٹی لے آئے۔ اور فرمایا کہ آپ اطمینان سے کھائیں اور پھر سیر کو چلیں گے۔"

اللہ اللہ یہ شان ہوتی ہے خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے مامور کی کہ وہ خود اپنے متبعین کی نہ صرف حوصلہ افزائی کرتے ہیں بلکہ ان کی خدمت کرتے ہیں اور ایسا محسوس کرا دیتے ہیں کہ وہ سچ مچ من انفسکم (یعنی تم میں سے ہی ایک) ہی ہیں اور اپنے اخلاقِ فاضلہ اور پیار و محبت سے دل موہ لیتے ہیں۔

* * *

توحید الٰہی کی تفصیلات!

قرآن شریف نے اس بات کی بڑی تفصیلات دی ہیں کہ خدا برتر و قدوس تمام کائنات کا خالق و مالک ہے۔ اور تمام کائنات اور تمام اقوام کی ربوبیت کرنے والا ہے۔ اور تمام کائنات پر اسی ایک خدا کی حکومت ہے۔ چونکہ اس سے وحدتِ نسل انسانی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اس توحید کے ذکر کی تفصیلات پر قرآن کریم نے بڑا زور دیا ہے۔ لیکن اس مضمون میں صرف چند آیات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اللّٰہ خالق کل شیٔ و ھو علیٰ کل شیٔ قدیر۔ اللہ تعالےٰ خالق ہے ہر ایک چیز کا اور وہ ہر ایک چیز کا کارساز بھی ہے۔ اللّٰہ الذی خلق السمٰوٰت والارض وما بینھما اللہ تعالےٰ وہ ہے جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے اور جو کچھ بھی ان دونوں کے درمیان ہے۔ بدیع السمٰوٰت والارض۔ وہ آسمانوں اور زمینوں کا موجد ہے ان ربکم الذی خلق السمٰوٰت والارض تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ رب السمٰوٰت والارض وما بینھما فاعبدہ۔ وہ آسمانوں اور زمین کی ربوبیت کرنے والا ہے۔ اور ہر ایک چیز کا بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے۔ پس تم اس کی عبادت کرو۔

(بقیہ کائنات کے نظام میں ایک توازن ہے آمدہ صہ ۹)

ممن انفسھم و مما لا یعلمون ہم ہر چیز کو جوڑے پیدا کیا۔ خواہ وہ حیوانات ہیں یا نباتات ہیں یا جمادات۔ اور جمادات کو مما لا یعلمون سے واضح کیا اور سائنس نے اس کی تصدیق کر دی ہے کہ ہر ایٹم اور ذرّہ دو اجزا پر مشتمل ہے مثبت اور منفی یعنی الیکٹران اور پروٹان کے اجزا سے مرکب ہیں۔ اور ایک ذرّہ اس قدر قوت کا حامل ہے کہ حیرت پیدا کرتا ہے۔ جب ذرّہ کو پھاڑا جائے تو شعلوں سے چکاچوند ہوتی ہے۔ اللہ اکبر۔ اللہ نور السموات والارض۔ ان ذرات میں نور بھی خدا کا ہی ڈالا ہوا نور ہے۔

اور انسانی بقاء و احیاء کا تعلق انبساط اور اختلاط ہے یعنی سوشیالوجی نظام کارفرما ہے انسان کے اندر سوچنے کا مادہ محسوس کرنے فکر و غور کرنے کا مادہ ہے یعنی ———— کا تعلق ہے ماہرین نفسیات اور دماغی امراض کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ذہنی مریض کا علاج خدا اور مذہب پر ایمان سے بہت جلد کرنا ممکن ہے بہ نسبت ان مریضوں کے جن کا مذہب سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ سب باتیں اس بات کی شاہد ہیں کہ سائنس مذہب کی موید ہے اور مصدق ہے۔ لہٰذا جوں جوں سائنس ترقی کریگی مذہب اسلام کی صداقت واضح سے واضح تر ہوتی چلی جائے گی ؏

———— *** ————

(بقیہ مکالمہ الٰہیہ آمدہ صہ ۸)

آریوں نے تو حد کر دی.

مکالمۂ الٰہیہ سے مخالفین کا انکار اور حضرت اقدس کا زندہ خدا اور زندہ رسول کو پیش کرنا.

دُوسرے مذاہب والوں کو تو جانے دیجئے ہمارے مسلمانوں نے بھی جن کی دینی اور مذہبی کُتب تعلق باللہ سے بھری پڑی ہیں خدا تعالےٰ سے مکالمہ مخاطبہ کے منکر نظر آتے ہیں۔ حالانکہ یہی روحانی فیض ہے جو حضرت نبی کریم صلعم کی پیروی سے ملتا ہے۔ اس دور میں صرف حضرت مجدد صد چہاردہم ہی کی عظیم الشان شخصیت نظر آتی ہے جس نے تمام دُنیا کے سامنے زندہ خدا اور زندہ نبی پیش کیا۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں

"میں تمام لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اب آسمان کے نیچے اعلےٰ اور اکمل طور پر زندہ رسول صرف ایک ہے یعنی محمد مصطفےٰ صلعم، اسی ثبوت کے لئے خدا نے مجھے بھیجا ہے جس کو شک ہو وہ آرام اور آہستگی سے مجھ سے یہ اعلیٰ زندگی ثابت کرالے۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو کچھ عذر بھی تھا مگر اب کسی کے لئے عذر کی جگہ نہیں کیونکہ خدا نے مجھے بھیجا ہے۔ کہ میں اس بات کا ثبوت دوں کہ زندہ کتاب قرآن ہے اور زندہ دین اسلام ہے اور زندہ رسول محمد مصطفےٰ صلعم ہے۔ دیکھو میں آسمان اور زمین کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ یہ تمام باتیں سچ ہیں اور خدا وہی ایک خدا ہے جو کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں پیش کیا گیا ہے۔ اور زندہ رسول وہی ایک رسول ہے جس کے قدم پر نئے سر سے دُنیا زندہ ہو رہی ہے نشان ظاہر ہو رہے ہیں برکات ظہور میں آ رہے ہیں غیب کے چشمے کھل رہے ہیں پس مبارک وہ جو اپنے تئیں تاریکی سے نکالے۔"

"اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو اور اے تمام وہ انسانی رُوحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو میں پُورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی صرف وہی ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی

روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے رُوح القدس اور خُدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں"

———— * * * * * * ————

حمدِ ربُّ العٰالمین

کس قدر ظاہر ہے نُور اس مبدء الانوار کا + بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا
چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہو گیا + کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمالِ یار کا
اُس بہارِ حسن کا دل میں ہمارے جوش ہے + مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا
ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف + جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا
چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں + ہر ستارے میں تماشہ ہے تری چمکار کا
تُو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک + اس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا
کیا عجب تو نے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص + کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا
تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں + کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا
آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب + ورنہ تھا قبلہ ترا رُخ کافر و دیندار کا
ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغِ تیز + جس سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا
تیرے ملنے کے لئے ہم مل گئے ہیں خاک میں + تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا
ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا + جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خون نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

حضرت مولانا محمد علی نمبر
جماعت کے مضمون نگار احباب کی خدمت میں

ماہ اکتوبر کے دُوسرے ہفتہ میں ادارہ پیغام صلح حسب معمول "مولانا محمد علی نمبر" شائع کر رہا ہے احباب سے درخواست ہے کہ وہ دورِ حاضر کے اس عظیم مفسر قرآن کی دینی خدمات اور حالات زندگی پر مشتمل اپنے مضامین ۸ اکتوبر ۱۹۸۲ء تک بھیج کر مشکور فرمائیں تاکہ خاص نمبر میں شائع ہو سکیں

(ادارہ)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور — مورخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۸۲ء — جلد ۶۹ شمارہ (۳۹)

باہتمام ریاض حسین ایجڈ پرنٹرز اردو بازار سے چھپا کر پبلشر محمد اعظم ... نے ... بلڈنگس لاہور سے شائع کیا

بیگم صاحبہ چوہدری رحمت خاں 993
7 آستانہ سٹریٹ ٹاؤن
ڈاکخانہ اچھرہ ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ پائے احمدِ مختار ہیں

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اَور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام

ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

رجسٹرڈ ایل ۸۳۸
تار کا پتہ ۔ تبلیغ
فون ۔ ۵۲۷۳۷

مدیر اعزازی
خلیل الرحمٰن

نائب مدیر
عبد الرؤف کھوکھر

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے — تیس روپے
بیرونی ممالک سے — دو پونڈ (علاوہ محصول ڈاک)

بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید — وپائے محمدیاں برمنارِ بلند تر محکم افتاد

دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا

الہاماتِ حضرت مسیحِ موعود

جلد :- ۶۹ — شمارہ :- ۴۸ — ۱۱/۱۱/۸۱

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں

جب تک فلک پہ مہرِ منوّر کو ہے قیام
روشن رہے گا دہر میں اس نامور کا نام،
مقبولِ بارگاہِ خدائے جلیل تھا
اس کا وجود رحمتِ حق کی دلیل تھا
علم و عمل میں سارے جہاں میں یگانہ تھا
یکتائے روزگار تھا فخرِ زمانہ تھا
اس کے قلم نے علم کا دریا بہا دیا
شاداب جس سے گلشنِ دینِ ھدیٰ ہوا
اس کو حضورِ خاص میں باجملہ اصفیاء
اعلیٰ مقام حضرتِ حق نے کیا عطا،

(حسن) ***

مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کی ان...

سیدنا حضرت امیر ڈاکٹر...

صاحب

حضرت امیر...

...صاحب ...ہیں۔

...اشعار پیش کر رہے ہیں۔

ذاتِ والا ... اتم

ازخدا ... کرم

روضۂ ... شد

باغ دیں ... شد
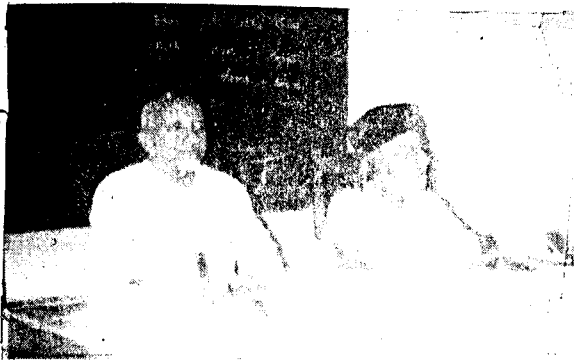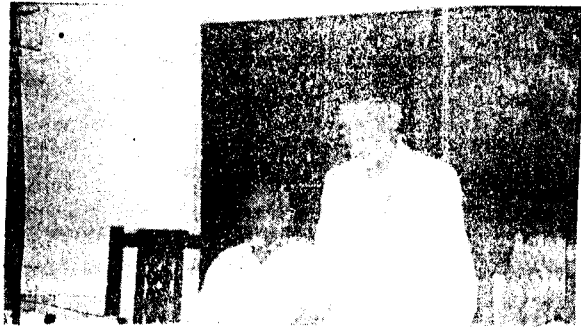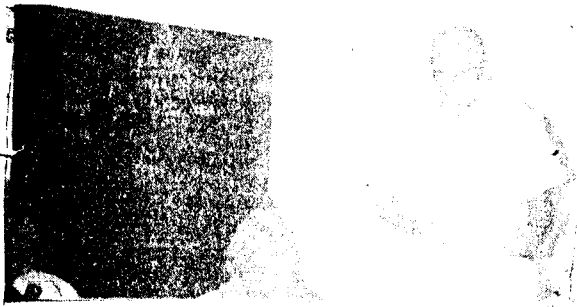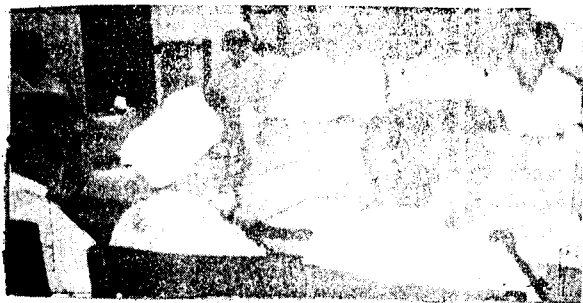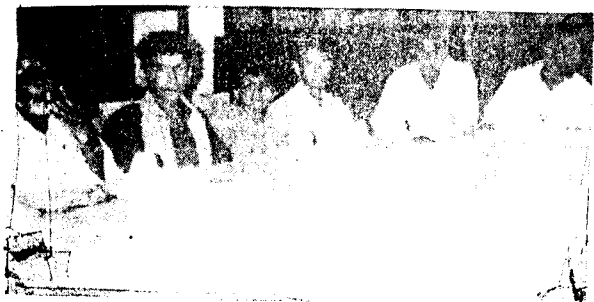
از قلم: مکرم میاں نصیر احمد فاروقی۔ لاہور

یادِ ایّام

حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یومِ وفات ایک دفعہ پھر آرہا ہے اور صاحبِ مدیر اخبار پیغام صلح نے ایک دفعہ پھر فرمائش کی ہے کہ میں مرحوم و مغفور کے بارہ میں کچھ لکھوں۔ عام طور پر تو صاحبِ مدیر کو کئی بار فرمائش کرنی پڑتی ہے تب جا کر میں قلم کو ہاتھ میں پکڑتا ہوں۔ مثلاً انہوں نے قریب دو تین سال فرمائش کی کہ میں اپنے خطباتِ جمعہ و عیدین لکھ کر اخبار کے لئے دوں مگر میں ٹال مٹول کرتا رہا کیونکہ نہ تو میری قلم میں روانی ہے اور نہ مجھے قادر الکلامی حاصل ہے اور اس لئے میرے لئے کوئی مضمون لکھنا دشوار ہوتا ہے۔ اسی لئے اگرچہ اب میں ان خطبات کو لکھ کر دینے کے معاملہ میں ایک طرح پکڑا گیا ہوں پھر بھی کئی بار لکھ کر نہیں دے سکتا۔ مگر حضرت امیر مرحوم کے بارہ میں صاحبِ مدیر کا ایک دفعہ کہنا کافی ہوتا ہے۔ کیونکہ مرحوم میرے محبوب تھے اور محبوب کے نام پر کوئی سوال کیا جائے تو انسان انکار یا ٹال مٹول نہیں کر سکتا۔

"خطباتِ محمّد علیؒ"

اس لئے لکھنے تو میں بیٹھ گیا ہوں مگر سمجھ نہیں آتا کہ کیا لکھوں۔ حضرت موصوف کی گرانقدر اور زندہ جاوید رہنے والی تصنیفات اور خدماتِ اسلامی کے بارہ میں اس قدر لکھا گیا اور کہا گیا ہے کہ میرے جیسے انسان کے لئے اُن کے بارہ میں کچھ نئی بات لکھنا ممکن نہیں۔ بہر حال وہ تصنیفات موجود ہیں اور ہمیشہ اُن کی مانگ رہے گی کیونکہ تشنگانِ علم و تحقیق اور دینِ اسلام کے اس زمانہ کے حسبِ حال نور کو ڈھونڈھنے والے ہمیشہ ان کتابوں کو سر آنکھوں پر رکھیں گے۔ ایک کمی تھی کہ حضرت مرحوم کے خطبات و تقاریر پیغامِ صلح کی فائلوں میں تو مدفون تھیں مگر دنیا ان سے محروم تھی۔ ورثاءِ حضرت امیر مرحوم کا اللہ تعالیٰ بھلا کرے کہ انہوں نے تمام اخراجات مہیا کر کے ان خطبات اور تقاریر کو چھپوانے کا اہتمام کیا ہے اور "خطباتِ محمّد علیؒ" کی پہلی جلد چھپ کر تیار ہو گئی ہے۔ یوں ایک بہت بڑی کمی کے پورا کرنے کا بفضلہٖ تعالیٰ بندوبست ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ اسے اتمام کو پہنچائے۔

تو حضرت امیر مرحوم کی تصنیفات و تالیفات اور اُن کے خطبات و تقاریر علم و معرفت اور نور و ہدایت کے سرچشمے بن کر صفحۂ قرطاس پر موجود ہیں۔ اس سمندر کو اس مضمون کے حقیر کوزے میں بند کرنا نہ تو ممکن ہے اور نہ کوئی عقلمند انسان کا کام ہوگا۔ ایک دُنیا اُسے سراہ چکی ہے اور ہمیشہ سراہتی رہے گی۔

صفاتِ حسنہ

اگر میں نے حضرت امیر مرحوم کو اپنا محبوب لکھا ہے تو آپ کی تصنیفات اور خطبات کی وجہ سے نہیں کیونکہ اُن سے تو آپ کی عزت و تکریم دلوں میں پیدا ہوتی ہے اور قدر و منزلت بڑھتی ہے۔ محبت انسان کے اخلاق اور ذاتی خوبیوں سے پیدا ہوتی ہے۔ حضرت مرحوم کے اخلاقِ عالیہ اور صفاتِ حسنہ کو تھوڑا بہت اُن تمام لوگوں نے دیکھا ہے جن کا آپ سے واسطہ پڑا۔ میں خوش قسمت ہوں کہ مجھے چھ سات سال گرمیوں میں ڈلہوزی پہاڑ پر حضرت موصوف کے گھر کے اندر دن رات رہ کر قریب سے انہیں دیکھنے کا موقعہ ملا۔ وہ میرے بڑے بہنوئی تھے اس لئے اس سے قبل اور بعد میں بھی سالہا سال میں نے انہیں اندر سے اور قریب سے دیکھا۔ اور جب دیکھا میرا دل اُن کی محبت و عزت میں بڑھتا چلا گیا۔ پھر حضرت مرحوم کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص خُوبی رکھی تھی کہ وہ ہر شخص سے محبت کرتے تھے چاہے وہ مجھ جیسا نااہل انسان ہو۔ اور محبت سے محبت پیدا ہوتی ہے۔

شائد اور لوگوں کو بھی خیال ہو کہ حضرت مرحوم اُن سے محبت کرتے تھے اور وہ بالکل صحیح تاثر ہوگا کیونکہ اولیاء اللہ کی یہ صفت ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے پیار کرتے ہیں مگر جس بات کا خیال کر کے میرا دل آج بھی حضرت مرحوم کی محبّت و تکریم میں پگھلتا ہے وہ یہ کہ اس سال ہا سال کی رفاقت میں میں نے بے شمار دفعہ ایسی بات یا حرکت کی ہو گی جس سے حضرت مرحوم کے دل کو رنج یا ناراضگی ہوئی ہو گی۔ مگر اِن بے شمار غلطیوں اور نالائقیوں کے باوجود وہ مجھ سے محبت کرتے رہے، میری کمزوریوں کا بدلہ نیکیوں سے دیا، میری چھوٹی سی کسی اچھی بات کو بڑھا چڑھا کر دُوسروں سے ذکر کیا۔ اور میرے اُوپر ہر قسم کے احسانات کا ایسا انبار لگا یا کہ میں نے اُن کا بدلہ کیا دینا ہے میں ان کا کماحقہٗ شکریہ بھی ادا نہ کر سکا۔ وہ جو قرآنِ کریم میں انبیاء کے ذکر میں آیا ہے کہ لا اسئلکم من اجرٍ ان اجری الّا علیٰ ربّ العٰلمین اس کی صداقت حضرت مرحوم کی اور میری زندگی میں مجھے نظر آئی۔ ایسے لوگ جب دُوسروں سے حُسنِ سلوک کرتے ہیں تو کسی اجر کی توقع نہیں رکھتے مگر ان کا اجر اللہ تعالیٰ ضرور دیتا ہے کہ وہ کسی نیکی کو ضائع نہیں ہونے دیتا اور جو وہ بڑھ چڑھ کر اجر دیتا ہے وہ کسی انسان نے کیا دینا ہے۔

صبغۃ اللہ

اگر حضرت امیر مرحوم نے میری نالائقیوں اور خطاؤں پر گرفت تو کیا اُف تک نہ کی اور مجھ پر احسان پر احسان کرتے گئے تو یہ بھی تخلقوا باخلاق اللہ کا رنگ تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی بُرائیوں اور گناہوں پر نظر رکھے جیسا کہ ہم میں سے اکثر کرتے ہیں تو یہ دنیا ایک دن نہ بچے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ انسان کی کسی مخفی اور ادنیٰ خُوبی پر نگاہ رکھتا ہے تو ہی یہ دُنیا بچی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے دن رات مستفیض ہوتی رہتی ہے۔ یہی رنگ اولیاء اللہ میں بھی آجاتا ہے۔ صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ "اللہ کا رنگ اور اللہ سے بڑھ کر کون خوبصورت رنگ یعنے صفات رکھتا ہے" اس کے اگلے الفاظ ہیں:۔

ونحن لہٗ عٰبدون " اور ہم اس کی عاجزی سے فرمانبرداری کرنے والے ہیں" اللہ تعالیٰ کی ایسی ہی فرمانبرداری سے اللہ کا رنگ لوگوں میں آجاتا ہے۔ میں نے یہ باتیں اس لئے لکھی ہیں کہ ہمیں بھی کوشش کرنی چاہیئے کہ بجائے لوگوں کے عیبوں اور کمزوریوں پر نگاہ رکھنے کے اُن کی کوئی خُوبی ہو تو اس پر نگاہ رکھیں۔ اور کوئی خوبی نہ بھی نظر آئے تو کم سے کم اللہ تعالیٰ کی صفات ستّاری و غفّاری کو اختیار کرتے ہوئے اپنے بھائیوں کی بُرائیاں کُریدنے یا اُن کا چرچا کرنے کی بجائے اُن سے پردہ پوشی کریں اور انہیں معاف کیا کریں۔ تبھی کوئی جماعت آپس میں محبّت و یگانگت کی جماعت بن سکتی ہے بلکہ قائم رہ سکتی ہے یا مفید خدماتِ اسلامی بجا لا سکتی ہے، ورنہ اُس میں پھُوٹ پڑ جائے گی اور اس کا

شیرازہ بکھر جائے گا۔

غیر معمولی صفات

حضرت امیر مرحوم کی کچھ اور صفات تھیں جن کا ایک ذات میں جمع ہونا کم نظر آتا ہے۔ اگر آپ ایک زبردست عالم باعمل تھے اور اخلاقی اور روحانی کمالات کے مالک تھے تو ساتھ ہی دنیاوی امور سے باخبر انسان تھے اور آپ کی رائے دنیاوی امور میں بھی اتنی ہی صائب تھی جتنی کہ دینی امور میں۔ یہ صرف ان لوگوں کی رائے ہی نہ تھی جو آپ کے ہر پہلو سے واقف تھے بلکہ ہم لوگ دنیاوی امور میں بھی حضرت مرحوم کی نہ صرف رائے لیتے تھے بلکہ جب وہ رائے دیدیں تو پھر اُس سے انحراف کرنا ناممکن پاتے تھے۔ دنیاوی امور سے باخبر رہنے کے لئے حضرت مرحوم اخبارات، رسائل اور کتب کے مطالعہ کے لئے وقت دیتے تھے اور باوجود اپنی بزرگی اور علمی کمالات اور بے نظیر عقلمندی کے اپنے سے کم تر لوگوں سے پوچھ لینے میں اپنی سُبکی نہ سمجھتے تھے۔

ایک اور اجتماع ضدّین تو نہیں مگر غیر معمولی صفت حضرت امیر مرحوم میں یہ تھی کہ اگر وہ ایک طرف پکّے عابد و زاہد انسان تھے تو دوسری طرف طبیعت میں غیر معمولی ظرافت اور شگفتگی بھی رکھتے تھے اور اکثر پاکیزہ لطیفوں اور ستھرے مذاق سے ہم سب کو ہنساتے اور خوش رکھتے تھے۔ آخری عمر میں چند صدمات نے اُن کی طبیعت میں سے ہنس مکھ پنے اور کھلکھلا کر ہنس پڑنے کو کم کر دیا تھا مگر پھر بھی خوش مزاجی میں فرق نہیں آیا تھا۔

حضرت مرحوم کی ایک اور صفت غیر معمولی تھی اور وہ تھی وقت کی پابندی۔ یہاں تک کہ اگر میں یہ کہوں کہ انسان اپنی گھڑیوں کو ان کی تقسیم کار سے ٹھیک کر لیا کرتا تھا تو یہ مبالغہ نہ ہوگا۔ مثلاً جب وہ میرے غریب خانہ پر دو سال کراچی میں رہے تو جب وہ اپنے لکھنے کی میز سے دوپہر کو اُٹھتے تھے تو آپ آنکھ بند کر کے یعنے بغیر گھڑی دیکھے کہہ سکتے تھے کہ ایک بجنے میں پانچ منٹ ہیں کیونکہ اُس وقت وہ ہمیشہ اُٹھ کر غسل خانہ جا کر اور وضو کر کے ٹھیک ایک بجے کھانے کی میز پر تشریف لے آیا کرتے تھے۔ کھانے کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر قیلولہ کرتے تھے تو جب اپنے کمرہ سے باہر تشریف لاتے تو ہم سب جانتے تھے کہ ۳½ بجے بعد دوپہر ہوگا کیونکہ آدھا گھنٹہ کام کر کے وہ ٹھیک چار بجے چائے کے لئے میز پر تشریف لے آیا کرتے تھے۔ الغرض جو اوقات اُن کے اپنے بس میں تھے اُن میں وہ گھڑی کی طرح باقاعدہ تھے۔ آگے پیچھے دوسرے لوگ اُن کے اوقات میں بے قاعدگی پیدا کر دیں تو وہ اپنی خوش اخلاقی کی وجہ سے اُسے سہہ لیا کرتے تھے۔

اعلیٰ ترین سرٹیفکیٹ

ممکن ہے کہ کسی کے دل میں یہ خیال آئے کہ میں جو اس قدر حضرت مرحوم کی تعریفیں کر رہا ہوں تو اس میں شاید میری اُن سے رشتہ داری کی بھی وجہ ہو۔ میرے بہنوئی بلکہ زیادہ قریبی رشتہ دار تو اور بھی تھے۔ میں اُن کی محبت میں کیوں اس طرح اندھا نہ ہوگیا؟ خیر میں تو ایک خطاؤں اور کمزوریوں کا پلندہ ہوں۔ آپ حضرت اقدس مجدد صدی چہار دہم کی جو مولانا محمد علی صاحب کی بابت رائے تھی اُسے کس رشتہ داری پر محمول کریں گے؟ مولانا مرحوم کو اپنے مکان کے ایک حصہ میں رکھ کر حضرت اقدس نے لکھا:-

"اور میں اس مدت میں یعنے جب سے کہ وہ میرے پاس ہیں **ظاہری نظر سے اور نیز پوشیدہ طور پر** اُن کے حالات کا، اخلاق اور دین اور شرافت کی رُو سے تجسّس کرتا رہا ہوں۔ سو خُدا کا شکر ہے کہ میں نے اُن کو دینداری میں، اور شرافت کے ہر پہلو میں نہایت عمدہ انسان پایا ہے۔ غریب طبع، باحیا، نیک اندرون، پرہیزگار آدمی ہے۔ **اور بہت سی خُوبیوں میں رشک کے لائق ہے۔**"

ایک اور جگہ حضرت اقدس نے لکھا:-

"اور مجھے اس سے بہت خوشی ہے کہ ایک اور جوان صالح خدا کے فضل کو پا کر ہماری جماعت میں داخل ہوا ہے۔ یعنی حبّی فی اللہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے پلیڈر۔ میں اُن کے آثار بہت عمدہ پاتا ہوں .... مجھے یقین ہے کہ میری فراست اس بات میں خطا نہیں کرے گی کہ جوان موصوف خدا تعالےٰ کی راہ میں ترقی کرے گا۔ اور یقین ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کے فضل سے تقویٰ اور محبّتِ دین میں قائم رہ کر ایسے نمونے دکھائے گا جو ہم جنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہوں گے۔ اے خُدا تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین!"

مولانا مرحوم کے نام ایک خط میں حضرت اقدس نے لکھا:-

"مجھے آپ پر بہت ہی نیک ظن ہے۔ اسی وجہ سے میں آپ کے ساتھ خاص محبت رکھتا ہوں۔ اگر آپ کی خدا تعالےٰ کے نزدیک فطرت نیک نہ ہوتی تو میرا اس قدر نیک ظن ہو نہیں سکتا۔ ہرگز نہ ہوتا۔ مگر میں دل سے اور دلی جوش سے آپ سے محبت رکھتا ہوں اور آپ کے لئے اکثر پنج وقت غائبانہ دُعا کرتا ہوں۔"...

اگر حضرت اقدس مولانا کی ابتداءِ عمر کی خوبیوں کو دیکھ کر آپ سے "دل سے اور دلی جوش سے محبت رکھتے تھے" تو مجھ عاصی پُر معاصی نے حضرت مولانا کی آخری عمر کی بہت بڑھی چڑھی خوبیوں کو دیکھ کر حضرت کو اپنا محبوب لکھا تو یہ کوئی شاعری یا مبالغہ یا جذباتی امر نہیں۔ اگر میں نے حضرت مولانا کے ساتھ سالہا سال رہ کر انہیں اندر باہر سے بخوبی دیکھا تو حضرت اقدس مجدد اعظم کی فراستِ مومنانہ کی تیز ترین نگاہوں نے جو ہر انسان کے آر پار دیکھ سکتی تھیں بھی آپ کو چند سال اپنے پاس رکھ کر اور "ظاہری نظر سے اور نیز پوشیدہ طور پر" دیکھ کر آپ سے "دل سے اور دلی جوش سے محبّت کی"۔ وہ شخص واقعی ایسی محبت کا اہل تھا جسے مرورِ زمانہ مٹا نہیں سکی۔

دلوں کی میل

اس لئے ان لوگوں کو جن کے دلوں میں مولانا مرحوم کے بارہ میں کوئی شک یا انقباض ہے حضرت اقدس کی مقدس تحریروں کی روشنی میں اپنے دلوں سے ایسی میل کچیل کو نکال دینا چاہیئے صاف شیشہ میں صاف عکس آتا ہے۔ اور میلے شیشہ میں میلا۔ اس لئے ہمیں اپنے دلوں کی فکر کرنی چاہیئے۔

ایک اعتراض حضرت امیر مرحوم کی زندگی میں اُن پر کیا گیا جس کا جواب شاید تحریر میں نہیں آیا۔ اس لئے میں آج اُسے ریکارڈ پر لانا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ اس بارہ میں تھا کہ حضرت مرحوم گرمیوں میں پہاڑ پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ تو لوگوں میں چہ میگوئیاں ہوئیں کہ یہ ایک رُوحانی و دینی پیشوا کے حسبِ حال نہیں۔ سو اوّل تو حضرت مرحوم اگر گرمیوں میں پہاڑ پر تشریف لے جاتے تھے تو قوم کے خرچ پر نہیں بلکہ اپنے خرچ پر جس کو وہ کس طرح پورا کرتے تھے وہ اگر

معترضین جانتے تو شاید اعتراض نہ کرتے۔ مگر اصل وجہ یہ تھی کہ ابھی وہ قادیان میں تھے اور حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ کا زمانہ تھا تو گرمیاں آنے پر مولوی محمد علی صاحب (جس نام سے وہ تب جانے جاتے تھے) کو بخار اور اسہال کی تکلیف رہنے لگی۔ علاج معالجہ سے عارضی فائدہ ہو جاتا مگر تکلیف پھر ہو جاتی۔ تو حضرت مولانا نورالدین صاحب جو ایسے حاذق حکیم تھے کہ اُن کے پائے کے تھوڑے ہوئے ہیں اُن کی فراست نے پہچانا کہ یہ تکالیف گرمی کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ تو حضرت موصوف نے مولوی محمد علی صاحب کو کہا کہ وہ تبدیلِ آب و ہوا کے لئے کسی پہاڑ پر تشریف لے جائیں۔ چنانچہ پہاڑ پہ جانے سے وہ دور ہو گئیں۔ مولوی محمد علی صاحب نے اس بیماری کو ایک عارضی بات سمجھا اور اگلے سال گرمیوں میں میدان میں ہی رہے تو بیماری دوبارہ آن چمٹی۔ دوائیوں سے کوئی فائدہ نہ ہوا تو پھر مجبوراً پہاڑ پر جانا پڑا تو تکلیف دُور ہو گئی۔ قصہ کوتاہ یہ کہ ایسے تلخ تجربوں کے بعد مولوی محمد علی صاحب اس نتیجہ پر پہنچے کہ اُن کے جسم میں کوئی کمزوری ہے جس کا علاج گرمی کی شدت میں دوا دارو سے نہیں بلکہ کسی ٹھنڈی جگہ پر چلے جانے سے ہی ہو سکتا ہے۔ اس لئے مجبوراً اور اپنی تنگدستی کے باوجود انہیں گرمیوں سے بچنے کے لئے پہاڑ پر جانا پڑا۔ یہ کسی آرام پسندی یا شوق سے نہ تھا بلکہ طبّی مجبوری کی وجہ سے۔

اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ کو حضرت موصوف کو یہ مرض لگا دینے میں جو مفید نتائج منظور تھے وہ بعد میں کھلے۔ قادیان میں رہ کر اور انجمن اور جماعت کی مصروفیات میں پھنسے رہ کر حضرت موصوف وہ مشکل ترین اور تاریخی کام نہیں کر سکتے تھے جو قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ اور تفسیر کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اور لاہور آنے کے بعد اختلافِ سلسلہ اور لاہور انجمن کی صدارت کی وجہ سے حضرت موصوف کی مصروفیات میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ میں نے خود یہ نظارے دیکھے کہ صبح و شام ملاقاتی چلے آ رہے ہیں یا انجمن کے کارکن چھوٹی سے چھوٹی بات لئے چلے آ رہے ہیں۔ ان مصروفیات میں وہ عظیم الشان لٹریچر جو حضرت مرحوم نے لکھ کر نسلِ انسانی پر احسانِ عظیم کیا وہ ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ پہاڑ پر جا کر تحریری مصروفیات کے علاوہ بہت کم دُوسری مصروفیات ہوتی تھیں اس لئے حضرت مرحوم دلجمعی سے اُس تحقیق اور تحریر کے سلسلہ کو جاری رکھ سکے جو اُن کے بعد اب ہماری جماعت میں نظر نہیں آتا۔ اور حضرت مرحوم وہ بے نظیر لٹریچر اسلام اور احمدیت پر چھوڑ گئے جو موتیوں میں وزن کیا جائے تو بھی سستا ہے۔

اس لئے میں بدظنی یا اعتراض میں جلدی کرنے والے اصحاب کی خدمت میں قرآن پاک کے الفاظ میں کہوں گا کہ یاآیہا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم (ترجمہ:- اے لوگو جو ایمان لائے ہو بہت گمانِ بد کرنے سے بچو کیونکہ بعض بدگمانی گناہ ہوتی ہے) اور ایک حدیث بھی اس موضوع پر ہے ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث (ترجمہ: ظن سے بچو۔ ظن سب سے جھوٹی بات ہوتی ہے) اگر اس پر عمل ہو تو روحانی پیشواؤں کو جو اپنے ہی لوگوں سے بہت سی اذیتیں پہنچی ہیں وہ نہ پیدا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ روحانی پیشوا اللہ تعالیٰ کے حضور اپنا دکھ یوں کہیں کہ ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم + کہ بامن ہر چہ کرد آں آشنا کرد

مگر بدقسمتی سے ہوتا یوں ہی آیا ہے کہ نیکوں کو اُن کی زندگی میں ہر قسم کا دُکھ پہنچائے گئے اور مرنے کے بعد اُن کی قبروں تک کو پُوجا گیا۔ یہ دونوں ہی بُری باتیں ہیں کہ زندگی میں تو دُوسروں کو دُکھ پہنچایا جائے اور مرنے کے بعد اُن کی قبروں کو پُوجا جائے۔ قبروں کو تو کبھی پوجا جائے تو بعد میں کفِ افسوس ملنے سے کیا فائدہ؟ ؎

کی میرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ + ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

قابلِ تقلید صفت

حضرت امیر مرحوم کی ایک اور صفت بھی جو قابلِ تقلید ہے میں نے اُن کے مونہہ سے کسی کی بُرائی نہیں سُنی۔ ایک صاحب حضرت مرحوم کے حاسد تھے اور انہوں نے حضرت مرحوم کے خلاف بہت کچھ کہا اور کیا۔ مگر میں نے تنہائی میں بھی کبھی حضرت امیر مرحوم کو ان کی بُرائی کرتے نہیں سُنا حالانکہ آخری سالوں میں حضرت مرحوم مجھ سے دل کی بات کہہ دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ جب میں نے اُن صاحب کی ایک نہایت تکلیف دہ بات کا جو انہوں نے حضرت مرحوم کی بابت کی ذکر کیا تو حضرت مرحوم نے صرف اتنا فرمایا "اِن صاحب نے عجیب طبیعت پائی ہے" اور بس اور کچھ نہ کہا۔ مگر حضرت کے چہرہ سے جو دُکھ اور رنج اُن کے دل کو ہوا ظاہر تھا۔

کاش ہم بھی حضرت مرحوم کی طرح اپنی زبانوں کو قابو میں رکھ سکیں۔ قرآن شریف میں آتا ہے کہ ما یلفظ من قولٍ الا لدیہ رقیبٌ عتید جس کا ترجمہ یہ ہے کہ انسان کوئی بات نہیں کہتا مگر اس کے پاس ایک نگہبان تیار ہوتا ہے یعنے لکھنے والا اُسے لکھ لیتا ہے۔ اگر لوگوں کو اس کا پتہ ہوتا یا اس پر ایمان ہوتا تو وہ اس بات کی بہت احتیاط کرتے کہ وہ زبان سے کیا نکالتے ہیں۔

جماعت سے محبت

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے حضرت امیر مرحوم کے محبت بھرے رویہ سے ہر شخص سمجھتا تھا کہ حضرت موصوف اُس سے خاص محبت کرتے ہیں اور واقعی اُن کی محبت عام تھی مگر اپنی جماعت سے جو انہیں محبت تھی وہ کیا کسی باپ کو اپنی اولاد سے ہوگی۔ اور واقعی اصل معنوں میں جو روحانی پیشوا ہوتے ہیں وہ اپنی قوم کے باپ ہی ہوتے ہیں۔ انہی معنوں میں قرآن حکیم کی آیت خاتم النبیین میں بھی حضور صلعم کو تمام اُمت کیلئے روحانی باپ قرار دیا گیا ہے۔ حضرت امیر مرحوم کو اپنی جماعت سے خاص طور پر محبت اس لئے تھی کہ وہ اپنی قوم کے صرف روحانی پیشوا ہی نہ تھے بلکہ جماعتِ احمدیہ لاہور کے بانی مبانی بھی تھے۔ اس لئے یہ جماعت ہر لحاظ سے اُن کے اپنے بچّوں کی طرح تھی بلکہ روحانی فرزندی کی وجہ سے قریب تر اور عزیز تر تھی۔ اس کا نظارہ میں نے کئی دفعہ دیکھا۔ ایک واقعہ کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔

حضرت امیر مرحوم کے آخری ایام میں، وہ بہت بیمار اور کمزور تھے۔ تو اکثر وقت آنکھیں بند کئے بستر میں لیٹے ہوتے تھے جیسا کہ ڈاکٹر نے انہیں کہا تھا تیسرے پہر کو ڈاکٹر کی اجازت تھی کہ عزیز رشتہ دار اُن کے پاس تھوڑی دیر کیلئے بطور عیادت آ کر بیٹھا کریں۔ بدقسمتی سے وہی دن تھے کہ حضرت موصوف کے خلاف اپنی جماعت میں سے معاندانہ سرکولر نکلے تھے جن سے انہیں اس قدر دُکھ ہوا تھا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ تو ایک دن تیسرے پہر کے وقت جب حضرت امیر کے پاس ہم چند عزیز بیٹھے تھے تو انہی معاندانہ سرکولرز کا کسی طرح ذکر آ گیا کہ اپنے بانی مبانی اور مربی اور محسن اعظم کو اس کے بسترِ مرگ پر اپنی جماعت کے بعض سرکردہ لوگوں کے ہاتھوں کیا تکلیف دہ چرکہ لگایا گیا تو میں نے بے اختیار کہا کہ ہم ایسی ہی حرکتیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ کو ضرورت پڑیگی کہ نئے مجدد کو بھیج کر اور لوگوں سے خدمتِ دین کا کام لے۔ اس پر حضرت امیر مرحوم کا جو ردِّ عمل ہوا وہ غیر معمولی تھا۔ عام طور پر تو اُن کے پاس ہر قسم کی باتیں ہوتی تھیں مگر وہ ان میں ** کوئی حصہ نہ لیتے تھے اور آنکھیں بند کئے ہماری واہی تباہی باتوں کو سُن کر چپ بیٹھے تھے۔ مگر میرے مندرجہ بالا ریمارک پر حضرت موصوف نے آنکھیں کھول کر اور سر اُٹھا کر فرمایا: "نہیں مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ میری جماعت کو کبھی ضائع نہ کریگا۔" میں اُن کے اس آخری ایام کے قول پر ہی اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

توحید کا منّاد، قرآن کا نقیب، حضرت محمد رسول اللہ کا سچّا عاشق

سے جب کبھی اعتراض ہوا ان کو سکون نہیں آتا تھا۔ جب تک کہ اس کا جواب نہ لکھ لیں۔ ایک دفعہ علماء کی طرف سے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں احمدیوں کی تکفیر کے متعلق کوئی ریزولیوشن پیش ہونا تھا مولانا کو اس کی خبر ہوئی۔ انہوں نے تکفیر اہلِ قبلہ کے نام سے ایک کتابچہ چند گھنٹوں میں لکھ کر اُسے طبع کرا دیا۔ ریزولیوشن پیش ہونے سے چند گھنٹے قبل ورکنگ کمیٹی کے ہر ایک ممبر کے ہاتھ میں اس کتابچہ کی ایک ایک کاپی تھی۔ مولانا کے دلائل نے لوگوں کے جوش کو سرد کر دیا اور اہلِ قبلہ کی تکفیر کا فتوٰے دینے سے ان کے دل لرز گئے۔ قائدِ اعظم محمد علی جناح خود ایسی تخریبی کارروائیوں کی کبھی حوصلہ افزائی نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے ریزولیوشن پیش کرنے کی اجازت ہی نہیں دی۔ اور لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اور اس کے خلاف ایک صدا بھی بلند نہ ہو سکی۔ اور وقت بغیر کسی ہنگامہ کے خیریت سے گزر گیا۔

۱۹۴۰ء کا ذکر ہے کہ راقم الحروف خواجہ عبدالغنی صاحب کی معیت میں قائدِ اعظمؒ کی کوٹھی واقع مالابار ہل ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ وہاں دورانِ ملاقات احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے کارناموں کا ذکر ہوا۔ اور برسبیل تذکرہ ووکنگ مشن بھی موضوعِ گفتگو بن گیا۔ قائدِ اعظم نے نہایت ہی پیارے اور دلآویز انداز میں اپنے چشم دید حالات بیان کئے۔ جو ووکنگ مشن میں جا کر اُن کے مشاہدہ میں آئے تھے۔ وہ ہماری جماعت کے کاموں سے بہت متاثر تھے۔ جب مولانا رح کی قرآن کریم کی انگریزی تفسیر کا ذکر آیا اور ہم نے ایک نسخہ قرآن شریف کا اُن کے سامنے رکھا تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور ہمیں اپنی لائبریری میں لے گئے اور وہاں سب سے اونچے مقام پر مولانا صاحبؒ کی انگریزی تفسیر پڑی ہوئی ہمیں دکھائی دی۔ اور فرمایا کہ یہ کئی سالوں سے میرے پاس ہے۔ وہ وہاں لائبریری کی زیبائش کے لئے نہ تھی وہ اسے پڑھا بھی کرتے تھے۔ اور اسی سے انہوں نے اسلام کی رُوح کو اخذ کیا تھا۔

لاہور میں جب وہ ایک دفعہ تشریف لائے تو مولانا محمد علی صاحبؒ نے انہیں چائے پر مدعو کیا انہوں نے ہر قسم کی مخالفتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسے خوشی سے قبول کیا اور اس میں اپنی شمولیت کو کارِ ثواب اور مبارک فال سمجھا۔ غالبًا یہ وہی موقع تھا جب انہوں نے ایک دفعہ حاضرینِ مجلس کو سنایا۔ وہ یہ تھا کہ وائسرائے سے ایک ملاقات کے دوران میں جب مجھ سے سوال کیا گیا کہ پاکستان کیا ہے اور آپ اُسے کیوں چاہتے ہیں تو میں نے مولانا محمد یعقوب خاں صاحب احمدی کے لکھے ہوئے اخبار "لائٹ" کا ایڈیٹوریل جو اسی مضمون پر ایک مفصّل مقالہ تھا اُن کے سامنے رکھ دیا۔ کہ آپ کے سوال کا اس میں مکمل جواب ہے، قائدِ اعظمؒ "لائٹ" کا باقاعدہ مطالعہ کرتے تھے اور ہماری جماعت کے کاموں سے خوب واقف تھے۔

مولانا محمد پکتھال قرآن شریف کے انگریزی مترجم ہیں انہوں نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ کے متعلق بالکل صحیح فرمایا کہ "اس دور میں اکیلے محمد علی صاحب نے اسلام کی جو خدمات کی ہیں وہ نہ کسی انجمن نہ کسی ادارے اور نہ کسی سلطنت نے بحیثیت مجموعی سرانجام دی ہیں۔ افسوس کہ حضرت مولانا مرحوم کی دُنیا نے وہ

کا ایک سمندر ہے۔ جو اُن کی تحریروں میں متلاطم نظر آتا ہے۔ آپ ان کو پڑھتے جائیے تو دماغ تسلیم و رضا سے جھکتا اور دل ارادت اور عقیدت سے پگھلتا چلا جاتا ہے۔ جس مضمون پر بھی حضرت مولانا نے قلم اٹھایا ہے اس کے کسی گوشہ کو تشنہ نہیں رہنے دیا۔ مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے جو احمدیت کی ناؤ کو میاں بشیر الدین محمود صاحب کے غلو کی اٹھتی ہوئی موجوں سے صاف بچا کر ساحلِ مراد پر لے آئے۔ کاش جس طرح جماعتِ ربوہ نے مبر کمیٹی کے سامنے اپنے وہی عقائد بیان کئے جو چالیس سال سے مولانا رحمۃ اللہ تلقین کرتے تھے عملاً بھی وہ اس پر دل سے رضامند ہو جائیں۔ اور غالیانہ عقائد سے دستبردار ہو کر احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے کھلم کھلا ہمنوا ہو جائیں تا متحد ہو کر دنیا کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر پیش کریں۔ انسانوں کے دلوں میں خدا کا جلال قائم ہو۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام بلند ہو۔ اور قرآنِ کریم کی تعلیمات سے تالیفِ قلوب کا کام اس سرعت سے شروع ہو جائے کہ دنیا کے ممالک ایک دوسرے سے نفرت کرنے کی بجائے محبت و مودت کے رشتہ میں منسلک ہو جائیں اور اس وقت وہ لاینحل مسائل جو زعماء انسانیت کے سامنے پیش ہو رہے ہیں آنِ واحد میں حل ہو جائیں۔ رحمت اللعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کی ہی شان ہے جس نے انسانوں کے دلوں سے غیض و غضب و عناد و انتقام کے آتشیں جذبات نکال کر آشتی اور محبت، امن اور سلامتی کی مسرت آگیں امنگیں پیدا کیں۔

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ، قرآن کے نقیب ہیں۔ توحید کے مناد ہیں۔ حضرت رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود کے سچے خادم ہیں۔ وہ سراپا محبت و رافت، اخلاص و لقین ہیں مفکر دینِ متین اور مبلغ شریعت بیضا ہیں۔ جن کی تصانیف مقبولِ عام اور شہرتِ دوام کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اسلام کا مغز احمدیت ہے اور احمدیت کا مغز حضرت مولانا محمد علی رح کی کتب ہیں۔ ہم احبابِ سلسلہ سے خصوصًا استدعا کرتے ہیں کہ حضرت مولانا کی کُتب کا از سر نو مطالعہ کریں۔ انہیں ان میں زندہ خدا کی زندہ حقیقتیں نظر آئیں گی۔ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا صحیح عکس دیکھنے میں آئے گا اور حضرتِ اقدس کی چلتی پھرتی تصویر بھی ان کی آنکھوں کے سامنے آئے گی۔ ان کتب کو خوب پڑھیئے۔ دوسروں کو پڑھائیے ان کو بار بار طبع کرائیے اور ان کی نشر و اشاعت میں اپنی فلاح سمجھیئے۔ ہم حضرت مولانا کی رُوح پرفتوح کو نہایت ادب سے سلام عرض کرتے ہیں اور خُدا سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے اور ہمارے دلوں میں اسلام کے لئے وہی جوش وہی خلوص، وہی غیرت اور وہی جذبہ خدمت پیدا کرے۔ جو حضرت مولانا رح کو خداوند قدوس نے مرحمت فرمایا تھا۔

محمد حسن
(ماخوذ)

* * * *

کر اپنا سب کچھ بھول گیا۔ اس کا چہرہ ہی اس راز درون کی غمازی کر دیتا کہ یہ اس دنیا کا انسان نہیں حضرت "میر مرحوم ایسے انسانوں میں بھی ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ حضرت صاحب نے کسی موقعہ پر فرمایا کہ جو فرشتہ میرے اندر بولتا ہے وہی محمد علی" کے اندر بولتا ہے۔ کیا یہ وہی مقام نہیں کہ ؎

تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

بیان القرآن کے دیباچہ میں آپ کا اپنا یہ صریح اعتراف موجود ہے کہ

جمال ہمنشیں درمن اثر کرد + وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اپنے محسن کے احسانات کا کتنا حسین اعتراف ہے اور اپنے عجز و انکسار کا کیسا اظہار، مگر دکھ کی بات یہ ہے کہ اس کے مقام کو اپنوں نے نہ جانا بیگانے کیا پہچانیں گے۔ ہاں اس ملک سے باہر کسی وطن میں چلے جایئے۔ یورپ، امریکہ، افریقہ۔۔۔ آسٹریلیا ہو یا کوئی اور ملک آپ کو کہیں نہ کہیں کوئی ایسا قدر شناس انسان ضرور مل جائے گا جو محمد علی کا نام سن کر یہ پکار اٹھے ہاں میں اندھیروں میں بھٹک رہا تھا مجھے روشنی میں لانے والا میرا محسن یہی "محمد علی لاہوری" ہے۔ ایسے میں اس کی عظمت کے سامنے سر جھک ہی جاتا ہے اور جھکتا رہے گا۔ اپنے مرشد سے جوانی میں جو عہد باندھا آخری سانس تک اسے نبھایا۔

اور میں نے دیکھا:۔

یہ ۱۹۲۷ء دسمبر کا واقعہ ہے جب میں پانچویں یا چھٹی جماعت کا طالب علم تھا۔ میرے محسن و مربی حضرت مولانا مولوی محمد یحییٰ صاحب مرحوم و مغفور تین چار دوسرے بچوں کے ساتھ پہلی بار مجھے جلسہ سالانہ پہ لے کر آئے۔ بچپن کا دور تھا۔ نمازیں بھی مجبوراً پڑھنی تھیں۔ اور تقریریں سننے کا بھی حکم تھا بیعت کا اعلان ہوا۔ ہمیں بھی بیعت کے لئے لے جایا گیا۔ جو آپ فرماتے رہے ہم دوہراتے رہے۔ میں خاص طور پر آپ کے چہرے کی طرف دیکھتا جاتا تھا۔ میرے دل و دماغ پر آپ کی شخصیت۔ چہرے کی تر و تازگی اور رونق کا ایک عجیب سا پرکشش اثر ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک مومن انسان کے اندر مقناطیسی قوت ہوتی ہے جو خواہ مخواہ اس کے پاس بیٹھنے والوں اور قریب آنے والوں کو اپنی طرف کھینچ کر ان پر اثر انداز ہوتی رہتی ہے۔ کونوا مع الصادقین میں شاید یہی فلسفہ پوشیدہ ہے۔

ان گلیوں میں کچھ اور ہستیوں کو بھی ادھر ادھر مہمانوں میں چلتے پھرتے۔ ان سے ملتے۔ ان کے حال احوال پوچھتے بھی دیکھا۔ سب ایک ہی رنگ میں رنگین نظر آتے تھے۔ حضرت اقدس نے ان میں کیا روح پھونک دی تھی۔ کچھ عجیب لوگ تھے محبت۔ ہمدردی۔ اخلاص۔ عجز و انکسار اور تواضع کے پیکر۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے دور احمدیہ بلڈنگس کی ساری فضا ہی مسحور کن تھی۔ سادہ سی مسجد سادہ سادہ، رہائشی مکانات اور سادہ سادہ سے دفاتر۔ نمازوں میں خشوع و خضوع اور آنکھیں اشکبار۔ اب تو رنگ ہی بدل گیا ہے۔ کاش وہ دن لوٹ آئیں۔ ایسا کیوں تھا۔ اس لئے کہ جو امانت حضرت صاحب ہمارے سپرد کر گئے ہیں اس کے بارے میں کس طرح عہدہ برآ ہوا جائے یہی وہ غم تھا جو کھائے جا رہا تھا کہ آپ کے مشن کی تکمیل کیسے ہو۔ قرآن کو کیسے غیر اقوام تک ان کی زبانوں میں پہنچایا جائے۔ مقصد کی لگن اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب لیڈر بے لوث اور بے غرض ہو۔ اس کے اپنے اندر جو آگ سلگ رہی ہے اس کی حرارت دوسروں تک بھی پہنچا سکے اور اس کے ساتھیوں کو اس پر اعتماد ہو۔ اس کی نگاہ بلند، سخن دلنواز اور جاں پرسوز ہو۔

یہی بات تھی کہ جب آپ تقریر کے لئے کھڑے ہوتے سننے والے ہمہ تن گوش ہو جاتے گلیوں میں گھومنے والے چھوٹے بڑے جلسہ گاہ کی طرف بھاگے آتے۔ لوگوں کے ہاتھ غیر ارادی طور پر اپنی جیبوں میں چلے جاتے۔ ہر ایک یہی سوچتا کہ جب آپ کی زبان سے نصرت دین کی خاطر مالی امداد کے لئے اپیل ہو، میں پیچھے نہ رہ جاؤں۔ میں نے تقریباً ہر جلسہ میں ایک بزرگ کو اپنے ہاتھوں میں کشکول لے کر جلسہ گاہ میں گھومتے پھرتے دیکھا۔ جب ان کا کاسۂ گدائی دو دو آنے چار چار آنے سے بھر جاتا وہ سٹیج پر جاکر اسے انڈیل دیتے۔ اور ایک دوسرے بزرگ کا یہ جذبہ تو میرے لئے ایک ناقابل فراموش واقعہ بن گیا ہے کہ وہ سارا سال گھاس کاٹتے اور جلسہ سالانہ کے لئے یوں رقم جمع کر کے ساتھ لاتے اور خدا کے دین کے لئے نذر کر دیتے۔

باہر سے آنے والے مہمانوں کے آرام کا ہر طرح خیال کرتے، انہیں کمبلوں میں لپیٹے ہوئے سادہ سادہ لباس والے دیہاتیوں سے بہت پیار تھا۔ کیونکہ یہی ان کی قوت تھی۔ مجھے یاد ہے ایک بار جب جلسہ ختم ہو گیا تو مسلم ہائی سکول نمبر ۱ میں ابھی کچھ مہمان ٹھہرے ہوئے تھے لیکن کارکنوں کو صفائی کا حکم ملا۔ وہ ایک کمرے سے پرالی اٹھا کر باہر پھینک رہے تھے کہ اس میں ٹھہرے ہوئے ایک مہمان آ گئے انہوں نے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے۔ ہم تو ابھی یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا ہمیں حکم ہوا ہے۔ یہ مہمان سیدھے حضرت امیر مرحوم کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت آرام فرما رہے تھے انہوں نے ایک ملازم کو اندر اطلاع کرنے کو کہا مگر اس نے یہی جواب دیا کہ آپ اس وقت آرام فرما رہے ہیں۔ مہمان کہنے لگے "وہ تو پلنگ پر آرام کر رہے ہوں گے اور ہمیں یہاں پرالی کے فرش پر بھی کوئی سونے نہیں دیتا۔" آپ کے کانوں میں یہ بات پڑ گئی۔ فوراً باہر تشریف لے آئے معاملہ دریافت کیا۔ اور صرف اتنا فرمایا کہ آپ جائیں۔ مہمان چلے گئے۔ صرف ان کا ہی کیا سارے مہمانوں کے آرام کا بندوبست ہو گیا۔ حضرت امیر مرحوم کو آئندہ جمعہ کے خطبہ کے لئے موضوع مل گیا اور وہ درد بھرا خطبہ ارشاد فرمایا کہ لوگوں کی آنکھیں چھلک اٹھیں اور بعض رقیق القلب انسانوں کی داڑھیاں تر ہو گئیں۔ اور وفور جذبات سے آپ کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ یہ دیکھ کر کوئی بھی اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ اس متین سنجیدہ اور خاموش چہرہ والے انسان کے قلب کی گہرائیوں میں درد پیار۔ محبت اور خلوص کے کیسے جذبات موجزن رہتے ہیں۔ آپ جانتے تھے کہ کسی قوم یا جماعت کی طاقت اور قوت کا اصلی سرچشمہ اس کا غریب طبقہ ہوتا ہے۔ اس طبقہ میں وفا بھی ہوتی ہے اخلاص اور محبت بھی۔ قرآن کا مفسر ہونے کی حیثیت سے آپ عبس و تولیٰ کے فلسفہ سے بھی باخبر تھے۔ جلسہ کے اختتام پر بیرونی جماعتوں سے ملاقات کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا تاکہ ہر جماعت کے ہر فرد سے ملاقات ہو جائے۔

۱۹۱۴ء سے لے کر ۱۹۵۰ء تک کا عرصہ جماعت احمدیہ لاہور کا ایک درخشاں باب تھا اس میں آپ کی شب و روز کی محنت۔ کاوشوں اور دعاؤں کا بہت بڑا حصہ تھا۔ میرے لئے تو "محمد علی" رحمۃ اللہ علیہ ایک جذبہ۔ ایک تڑپ، ایک خواہش اور ایک آرزو کا نام ہے اور وہ کیا ہے کہ :۔

"ہمارا کام قرآن کو دنیا میں پہنچا دینا ہے اور آگے اپنا کام وہ خود کرے گا۔"

اگر آج بھی یہ جماعت اس بجھی ہوئی چنگاری کو متحد ہو کر اپنے دلوں میں پھر روشن کرے تو وہ اپنی کھوئی ہوئی راہ پر واپس لوٹ کر اپنی منزل اور مقام کو پا سکتی ہے۔ اور سلامت رہ سکتی ہے اللہ تعالیٰ حضرت امیر مرحوم کی روح پر ہزاروں ہزار رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

از قلم نصیر احمد فاروقی ۔ لاہور

مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ — (ایک تعبیر طلب خواب)

طرق بیان فرمائے ہیں اُن میں دوسرے نمبر پر رؤیا یعنی سچے خواب ہیں۔ کشوف اور رؤیا صادقہ دونوں کے لئے مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ اسی لئے سچے خواب بھی تعبیر طلب ہوتے ہیں کیونکہ وہ ایک پردہ میں ہوتے ہیں جو وقت پر جا کر کھلتا ہے۔ تبھی جا کر پتہ لگتا ہے کہ اُن کے اندر علم غیب تھا جو اللہ تعالےٰ کے سوا نہ کوئی جانتا ہے اور نہ کوئی انسان کو دے سکتا ہے۔ مگر علم تعبیر رکھنے والوں (جیسا کہ حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کے واقعات سے ظاہر ہے) یا بعض وقت سچا خواب دیکھنے والے کو ہی اللہ تعالےٰ کی طرف سے تفہیم دی جاتی ہے کہ رؤیا کا مطلب کیا ہے۔

حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب کی نسبت حضرت مجدد صدی چہاردہم نے جو رؤیا یا کشوف دیکھے جو بعد میں پورے ہوئے اُن کا ذکر اُن کی سوانح "مجاہد کبیر" میں آ چکا ہے۔ اس لئے میں اُن کو نہیں دُہراؤں گا۔ مگر اُن کے متعلق کچھ اور لوگوں نے بھی رؤیا دیکھے جن میں سے چند کا میں ذکر کروں گا۔ اس ذکر میں ایک دو الہامات کا بھی ذکر آئے گا جو ان کی ذات سے متعلق ہیں۔ آخیر میں مَیں اپنے ایک دو رؤیا کا بھی ذکر کروں گا جن میں سے آخری تعبیر طلب ہے۔

پہلا خواب

سب سے پہلے مَیں ایک خواب لکھنا چاہتا ہوں جو میرے والد مرحوم (حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب) نے ۱۹۱۴ء میں دیکھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت امیر مرحوم قادیانی اعتقادات سے مجبور ہو کر قادیان سے ہجرت کر کے لاہور آئے تھے اور وہاں نہایت بے سر و سامانی کی حالت میں تھے۔ قادیان میں جو کچھ انہوں نے بنایا تھا وہ سب کھویا جا چکا تھا۔ اور لاہور میں از سرِ نو ایک جماعت بنانے اور ایک انجمن کی بنیاد رکھنے میں کوشاں تھے۔ اُس وقت جب کہ قادیان کا بنایا ہوا انتظام اور مرکز کھویا جا چکا تھا، کچھ مٹھی بھر لوگوں کو لے کر وہ ایک نیا انتظام اور مرکز بنانے کی فکر میں تھے۔ اُس وقت کسے معلوم تھا کہ اس لاہور کے مرکز سے اللہ تعالےٰ کو اپنے دین، اپنے قرآن، اور اپنے رسولؐ کی کیا کیا خدماتِ علمی و قلمی و لسانی حضرت امیر کی تن تنہا علمی شخصیت سے لینی تھیں۔ تو اس وقت آئندہ کے واقعات کی ایک جھلک اللہ تعالےٰ نے میرے والد مرحوم کو دکھائی جو کہ حضرت امیر مرحوم کے لئے دن رات جنابِ باری میں دست بدُعا تھے۔

میرے والد مرحوم نے دیکھا کہ وہ اور مَیں (میری عمر اُس وقت ۸ سال کی تھی) ایک ساکن ٹانگہ کی پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہیں۔ دُور افق میں ایک شخص ہے جو اس قدر دراز قد ہے کہ اس کے پَیر تو زمین پر ہیں مگر اُس کا سر آسمان کو چھُو رہا ہے۔ وہ شخص ہماری طرف تھا۔ جُوں جُوں وہ شخص ہمارے قریب آ رہا تھا اُس کا قد کم ہونے ہوتے دُوسرے انسانوں کے قریب آتا جا رہا تھا۔ جب وہ بالکل قریب آ گیا تو میرے والد مرحوم نے پہچانا کہ وہ حضرت مولانا محمد علی صاحب ہیں۔ مگر میرے والد مرحوم کو آواز آئی "یہ حضرت داتا گنج بخش صاحب ہیں"۔ اس مرحلہ پر میں نے اُسی خواب میں حضرت مولانا سے کہا "آپ میرے لئے دعا فرمائیں" تو انہوں نے جواب دیا "میں تو آپ کے لئے دعا ضرور کروں گا مگر آپ بھی اپنے لئے دُعا کریں"۔

بعد کے واقعات نے یہ رؤیا بالکل سچّا ثابت کیا۔ حضرت مولانا مرحوم کی دراز قدی میں اُنکی دینی بلندی اور عظمت کی پیشگوئی تھی۔ اُن کے پیروں کے زمین پر ہونے مگر سر کے آسمانوں میں ہونے میں اشارہ تھا کہ یہ شخص اگرچہ زمین میں ہو گا مگر اُس کو آسمانی علوم دیئے جائیں گے۔ لقب "داتا گنج بخش" میں پیشگوئی تھی کہ جس طرح حضرت داتا صاحب نے لاہور میں بیٹھ کر علم و معرفت کے دریا بہائے، حضرت مولانا بھی لاہور میں رہ کر علم و معرفت کے خزانے چار دانگِ عالم میں لٹائینگے جیسا کہ اُن کے لٹریچر خصوصاً انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن مجید اور کتاب "دی ریلیجن آف اسلام" نے ساری دُنیا میں پھیل کر کیا۔

مَیں تو اُس وقت بچہ تھا۔ مگر جوان ہو کر اور بعد میں بھی مَیں ساری عمر حضرت امیر مرحوم کی دُعاؤں کا محتاج رہا اور انہوں نے بھی دل کھول کر میرے لئے دعائیں کیں۔ افسوس ہے تو یہ کہ میں نے اپنے لئے دُعائیں نہ کیں جن کی نصیحت حضرت امیر مرحوم نے اس رؤیا میں مجھے میرے والد کے توسط سے کی تھی اور اس کی وجہ سے میں بہت دُکھوں اور ابتلاؤں میں پڑا۔ اللہ تعالےٰ مجھے معاف فرمائے۔

لیلۃ القدر

ہماری جماعت کے معروف ملہم حضرت سید اسد اللہ شاہ صاحب اُن بزرگوں میں سے تھے جو حضرت امیر مرحوم کی بیش بہا خدماتِ دینی اور قومی کو دیکھ کر اُن کے لئے اکثر وقت دست بدُعا رہتے تھے۔ انہوں نے مجھے لکھا کہ میں سویا ہوا تھا تو مجھے ایک پُر جلال آواز آئی کان خلیفتنا فی الارض یقال لہٗ محمد علی ھو لیلۃ القدر والیہ مرجعکم (یعنے زمین میں جو ہمارا خلیفہ ہے اُس کا نام محمد علی ہے۔ اُس کی ذات میں اُسی طرح انوارِ الٰہی برستے ہیں جس طرح لیلۃ القدر میں برستے ہیں۔ تم سب کو اُس کی طرف رجوع کرنا چاہیئے)۔

شاہ صاحب مرحوم نے مجھے لکھا کہ مجھ پر کبھی ایسا سخت الہام نہیں ہوا۔ میں مرعوب اور خائف جاگ اُٹھا اور اگرچہ سخت سردی کی رات تھی مگر میں چلّا رہا تھا مجھے پینے کو پانی دو، مجھے پانی دو۔ اسی الہام میں "چار لاکھ" بھی دیئے جانے کا ذکر تھا۔ میں نے حضرت امیر مرحوم

کے نام اپنے خط میں لکھا کہ یہ شاید روپیہ ہو اُس سکیم کے لئے جو اُن دنوں زیرِ تجویز تھی تا کہ دُنیا کی لائبریریوں میں اسلامی کتابوں کے سیٹ رکھوائے جائیں۔ مگر حضرت موصوف نے اپنے جواب میں لکھا کہ " میری تو یہ دُعا ہے کہ یہ چار لاکھ جماعت کے آدمی ہوں۔ **روپیہ مل جاتا ہے ، آدمی نہیں ملتے** "۔ یہ وُہ بات تھی جس کی پُوری حکمت اور اہمیت مجھے اب جا کر معلوم ہوئی ہے۔

" پاکستان زندہ باد "

یہ ۱۹۴۷ء کی بات ہے میں اُن دنوں کراچی کا ڈپٹی کمشنر تھا۔ سندھ کے گورنر سر فرانسس میوڈی تھے جو اُن چند انگریزوں میں سے تھے جو ہندوؤں کی چالوں اور سینہ زوریوں سے آگاہ ہو کر اُن کے خلاف اور مُسلمانوں کے بہت خیر خواہ تھے۔ وہ پاکستان بننے کے بھی حق میں تھے۔ میں کچھ عرصہ اُن کا سیکرٹری رہ چکا تھا اس لئے مجھ سے وہ دِل کی بات کر لیا کرتے تھے خصوصاً اس لئے کہ انہوں نے مجھے اپنا ہم خیال پایا تھا۔ بعد میں جب میں گورنر کے سیکرٹری سے تبدیل ہو کر کراچی کا ڈپٹی کمشنر ہو گیا تب بھی گورنر صاحب موصوف مجھ سے پاکستان کے حق میں تبادلۂ خیالات کر لیا کرتے تھے۔

اُن کی مسلمان نوازی کوئی راز نہ تھا اور ہندو اُن کے ابتدائی ناموں " الیف۔ ایم " کو طنزاً " فتح محمد میوڈی " کر کے اپنے مقامی اخباروں میں لکھتے تھے اور وائسرائے (لارڈ ویول) اور سیکرٹری آف سٹیٹ لارڈ پیتھک لارنس کو تاروں پہ تاریں دیا کرتے تھے۔ مگر سر فرانسس میوڈی بجائے مرعوب یا خائف ہونے کے ڈٹ کر مقابلہ کرتے تھے۔

تو جب برطانیہ کا کیبنٹ مشن (زیر سرکردگی لارڈ پیتھک لارنس) لندن سے نئی دہلی جاتے ہوئے رات بھر کے لئے کراچی میں ٹھہرا تو وہ گورنر سندھ کا مہمان ہوا۔ اگلی صبح اُس نے ہوائی اڈہ سے نئی دہلی روانہ ہونا تھا تو بطور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ میری ڈیوٹی میں سے تھا کہ ہوائی اڈہ پر موجود رہوں۔ جب کیبنٹ مشن روانہ ہو گیا تو گورنر صاحب نے مجھے اشارہ کر کے اپنی موٹر میں اُن کے ساتھ چلنے کو کہا۔ جونہی موٹر روانہ ہوئی تو سر فرانسس میوڈی نے مجھ سے کہا :-

FARUQI, THEY ARE NOT GOING TO GIVE US PAKISTAN

یعنی " فاروقی۔ یہ لوگ ہم کو پاکستان ہرگز نہیں دینے لگے "۔ معلوم ہوا کہ برٹش گورنمنٹ کا یہ آخری اور قطعی فیصلہ ہے۔ لازمی طور پر میرا دل ہموم و غموم سے بھر گیا۔ میں اس کا ذکر کسی سے نہیں کر سکتا تھا کیونکہ یہ بات ابھی بالکل مخفی تھی۔ سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کس کو مدد کے لئے پکارا جا سکتا تھا ؟ مگر میں اپنی گنہگاری اور نالائقیوں کی وجہ سے اُس درگاہ سے بہت دُور پڑا تھا۔

حضرت امیر مرحوم اُن دِنوں ڈلہوزی میں تھے۔ میں اُن کی جنابِ باری میں قبولیت سے بخوبی آگاہ تھا۔ اس لئے میں نے انہیں خط لکھا جس میں صرف اتنا لکھا " کیبنٹ مشن رات کراچی ٹھہر کر نئی دہلی گیا ہے ؎

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں + محوِ حیرت ہوں کہ دُنیا کیا سے کیا ہو جائیگی

جناب مُسلمانوں کے مستقبل اور بھلائی کے لئے خاص طور پر دُعا فرمائیں "۔ تو حضرت امیر کا لوٹتی ڈاک جواب آیا۔ آپ نے فرمایا " میں تو ہمیشہ مُسلمانوں کی بھلائی اور دینی اور دنیوی کامیابی کے لئے دُعا کرتا رہا ہوں مگر آپ کا خط آنے پر گذشتہ رات میں نے خاص طور پر دُعا کی تو مجھے آواز آئی کہ " پاکستان زندہ باد "۔

یہ مبشر خبر پا کر میں تو مطمئن ہو کر بیٹھ گیا۔ مگر میرا اطمینانِ قلب جلد رخصت ہو گیا جب میں نے اخبار میں پڑھا کہ مُسلم لیگ نے متحدہ برصغیر کو قبول کر کے پنڈت نہرو کے زیرِ قیادت بننے والی حکومت میں وزارتیں قبول کر لی ہیں۔ یُوں پاکستان کا خواب ہی ختم نہیں ہو گیا بلکہ حضرت امیر مرحوم کے الہام کے بارہ میں بھی میں تذبذب میں پڑ گیا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد واقعات نے پلٹا کھایا اور جب پاکستان بنا تو " پاکستان زندہ باد " کے نعرے قریہ قریہ اور شہروں کی فضاؤں میں گونجنے لگے۔ اور یُوں اُس مردِ مومن کا الہام من وعن پورا ہو گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

ہیڈ رسول پہ

حضرت امیر مرحوم کی وفات کے بعد میری طبیعت خراب رہنے لگی تو تبدیلِ آب و ہوا کے لئے میں مہینہ بھر کی رخصت لے کر سوات چلا گیا۔ وہاں میں نے ایک رات خواب دیکھا جو میرے دل میں میخ کی طرح ٹھوک گیا اور میری آنکھ کھل گئی۔ گھڑی دیکھی تو رات کے دو بجے تھے۔ اُس خواب کا ذکر کرنے سے پہلے میں دو باتوں کا ذکر کر دوں جو میری ذات سے خاص ہیں اوروں کے لئے نہیں :-

۱ :- میں اپنی عمرِ رفتہ پر جب نگاہ ڈالنے لگا تو مجھے بار بار یہ حسرت پیدا ہوتی تھی کہ کاش اگر مجھے اُن دنوں سے دوبارہ زندگی مِل جائے جن دنوں میرے والد مرحوم **خان پور** (جو اُس وقت ریاست بہاول پور میں تھا) متعین تھے تو میں اپنی زندگی کو اور طرز پہ گذاروں جو بہتر ہوتی۔

۲ :- چونکہ ان دنوں میں میرے والد خان پور کے ریلوے ہسپتال کے انچارج تھے شاید اس لئے یا کسی اور وجہ سے جب میں کسی خواب میں ریلوے اسٹیشن کو یا ریلوے ٹرین کو دیکھوں تو وہ خواب خُدا کے فضل سے ہمیشہ سچا ہوتا ہے۔

تو میں نے سوات میں خواب دیکھا کہ میں خان پور کے ریلوے پلیٹ فارم پر کھڑا ہوں تو کراچی سے ایک ریلوے ٹرین آئی۔ اُس ٹرین کے ڈبے نئے اور رنگ و روغن سے چمک رہے تھے۔ جیسے ہی وہ ٹرین خان پور کے پلیٹ فارم پر رُکی تو میں نے ایک چار برتھ کے فرسٹ کلاس کے ڈبے کا دروازہ کھولا تو وہ کمرہ ایک تیز نُور سے جگمگا رہا تھا اور اُس کمپارٹمنٹ کی نچلی برتھ پر حضرت امیر مرحوم لیٹے ہوئے تھے۔ دوسرا کوئی اور مسافر وہاں نہ تھا۔ وہ تیز نور حضرت امیر مرحوم کی ذاتِ پُر نور سے تمام کمپارٹمنٹ کو روشن کئے ہوئے تھا۔ مجھے دیکھ کر حضرت موصوف میرے پاس دروازہ میں آئے (میں پلیٹ فارم پر ہی دروازہ کھولے کھڑا تھا) اور ایک کاغذ کی گولی سی میرے ہاتھ میں رکھ دی۔ ساتھ ہی وہ ٹرین چل پڑی (لاہور کی جانب) ٹرین کے جانے پر میں نے کاغذ کی گولی کو کھول کر دیکھا تو اس میں حضرت امیر مرحوم کی اپنی تحریر یُوں لکھی ہوئی تھی :-

" میں وہاں ہوں جہاں محمد احمد ہے۔ میں وہاں ہوں جہاں نصیر احمد ہے۔ میں ہیڈ رسول پہ ہوں "

میری آنکھ کھُلی تو میں اس خواب سے بہت متاثر تھا۔ گھڑی دیکھی تو رات کے دو بجے تھے۔ اس کے بعد سونا تو حرام ہو گیا۔ پہلا خیال تو یہ دل سے گذرا کہ حضرت امیر مرحوم کا اُس دن چالیسواں تھا۔ پھر خیال ہوا کہ " ہیڈ رسول " سے مُراد وہ نہر کا ہیڈ ہے جو ضلع گجرات میں ہے

اور کہلاتا ہیڈ رسول ہے مگر فوراً ہی کسی نے میرے دل میں یہ خیال ڈالا کہ نہیں ہیڈ رسول سے خود رسول اللہ صلعم مُراد ہیں جو رسولوں کے سردار ہونے کی وجہ سے ہیڈ رسول ہیں۔

بعد میں یہ بھی توجیہہ ہوئی کہ محمد احمد سے بھی مراد رسول اللہ صلعم ہی ہیں کیونکہ حضورؐ کے ہی یہ دونوں اسم مُبارک ہیں۔ اور "نصیر احمد" سے مُراد حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہیں کہ وہ رسول اللہ صلعم کے جمالی نام احمد کے نصیر یعنے مددگار معاون بن کر اس دُنیا میں آئے تھے۔ حضرت اقدس نے خود بھی ادھر اشارہ کیا ہے اس شعر میں ؎

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیحِ زمان ہے۔

سو حضرت امیر مرحوم مع الذین انعم اللّٰہ علیھم من النبیّین والصدّیقین والشھدآء والصالحین وحسن اولٓئك رفیقا کے خوش نصیبوں میں سے ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں اُن سے بڑھ کر کون اس کا اہل تھا؟

تعبیر طلب خواب

یہاں تک کے جو رُویا تھے اُن کی تعبیر یا تو اللہ تعالےٰ نے سمجھا دی اور یا واقعات نے بتا دی۔ مگر ایک خواب ہے جس کی تعبیر نہ تو مجھے ابھی تک خود سمجھ آئی ہے اور نہ واقعات نے کھولی ہے۔ اگر پیغام صلح کے قارئین میں سے کسی صاحب کے سمجھ آئے تو وہ میرے گھر کے پتہ:۔

"الکوثر" ۱۶۲ شادمان ۲، لاہور ۳

پہ تحریر فرما کر مجھے مشکور و ممنون فرمائیں۔ خواب یہ ہے:۔

میں نے دیکھا کہ فرنٹیئر میل (جو تقسیم برصغیر سے پہلے بمبئی سے لاہور ہوتی ہوئی پشاور تک جاتی تھی اور جس سے میں اکثر بمبئی سے لاہور آتا تھا) وہ ٹرین امرتسر کے پلیٹ فارم پر کھڑی ہے۔ میں اس میں سوار ہوں اور ایک فرسٹ کلاس کُوپے (دو برتھ کے کمپارٹمنٹ) کے دروازہ میں ہینڈل پکڑے کھڑا ہوں۔ پلیٹ فارم پر بہت سے لوگ کھڑے ہیں اور وہ سب میرے کمپارٹمنٹ سے معاً اگلے فرسٹ کلاس کے چار برتھ کے کمپارٹمنٹ کی طرف اُنگلیوں سے اشارہ کر کے کہہ رہے ہیں:۔

"اس کمپارٹمنٹ میں ایک بہت عظیم الشان آدمی ہے۔ اگر اس کی زیارت ہو جائے تو یہ گاڑی چل سکے۔"

اب میں نے آگے کی طرف دیکھا تو اس کمپارٹمنٹ کے جھرنے (جو اس زمانہ میں لکڑی کے ہوتے تھے) سب بند ہیں۔ اور آگے کئی ڈبے چھوڑ کر انجن میں غالباً کوئی خرابی ہے۔ بہرحال اتنے میں اس اگلے چار برتھ کے فرسٹ کلاس کے کمپارٹمنٹ کا ایک جھرنا اُترا اور اس میں سے حضرت امیر مرحوم نے باہر کی طرف جھانکا۔ تو معاً جھٹکے سے گاڑی ایک دم چل پڑی اور ذرا سی دیر میں ہوا سے باتیں کرنے لگی۔ میں اسی طرح اپنے کُوپے کے دروازہ میں دونوں ہینڈل پکڑے کھڑا تھا۔ اور حضرت امیر مرحوم بھی اس کھڑکی میں سے جو انہوں نے اتاری تھی باہر دیکھ رہے تھے۔ تو میں نے چلتی گاڑی میں اُن سے کہا "میں نے تو جناب کو چائے بھی نہیں پوچھی۔" تو وہ مسکرا کر فرمانے لگے "نہیں میں نے لی ہے۔"

حضرت امیر مرحوم کی اُردو تو بہت اعلےٰ تھی مگر وہ کسی دوائی یا چائے پینے کے لئے لفظ "لینا" استعمال فرماتے تھے جو وہ غالباً نادانستہ انگریزی محاورہ کے لفظ TAKE کا ترجمہ کر کے کہا کرتے تھے اور یہ اُن سے خاص تھا۔ اب چائے کی تعبیر تو "چاہ" کی میں کیا کرتا ہوں۔ اور مجھ میں اور حضرت امیر میں جو چاہ تھی اس کا انہیں علم تھا۔ مگر باقی کے خواب کا کیا مطلب ہے؟ واللّٰہ اعلم بالصواب

مولٰنا محمدّ علی رحؒ

مِلا تھا ہم کو قسمت سے یہ میرِ کارواں ایسا

ہوئی خاموش محفل میں جو تھی اک شمع نورانی
نمایاں جس کے دم سے تھا جہاں میں نورِ ایمانی

محمدؐ اور علیؓ کے نام کا وہ متقی انساں
ہوئی جس کی بدولت علم و عرفاں کی فراوانی

مسیحِ وقت کے لُطف و کرم کا فیض تھا یہ بھی
کہ اس کے جذبۂ ایثار میں تھا جوشِ ایمانی

چُنا تھا حق نے اس کو خدمتِ قرآں کی خاطر
قیامت تک گواہی دے گی یہ تحریکِ قرآنی

روانی فیضِ سُلطانِ قلم سے وہ قلم میں بھی
کہ دُنیا کر سکی پیدا نہ اُس کا آج تک ثانی

جہادِ فی سبیل اللہ میں تھا منہمک ایسا
نہ تھا رنجِ گرانجانی نہ فکرِ تن آسانی

مِلا تھا ہم کو قسمت سے یہ میرِ کارواں ایسا
کہ جس کی رہنمائی سے ہوئی منزل کی آسانی

جماعت کو بفضلِ حق ہدایت نیری از بر ہے
کرے گی علمِ قرآں کی قیامت تک نگہبانی

درخشاں جس کے دم سے تھی رہِ دیں میں خدا ترسی
حقیقت کور چشموں نے مگر اُس کی نہ پہچانی

الٰہی پھول برسیں قبر پر روزِ قیامت تک
رہے سایہ فگن تا حشر اُس پہ فضلِ ربّانی

(برقؔ اکبر آبادی)

مکرم ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب سان فرانسسکو۔ کیلی فورنیا

حضرتِ امیر مولانا محمد علیؒ کی آخری جھلک

۱۹۳۱ء علیسوی کا سال اور غالباً اگست کا مہینہ تھا کہ خاکسار بمعہ اہلیہ صاحبہ لاہور سے عازم جزائر فیجی ہوا۔ روانگی سے قبل میں مسلم ہائی سکول بدوملہی ضلع سیالکوٹ میں انگلش ٹیچر تھا۔ میرے فیجی جاکر مسلمانانِ جزائر کی تعلیمی اور مذہبی خدمات سرانجام دینے کے لئے ہجرت کرانے کے محرک قبلہ جناب بابو منظور الٰہی مرحوم تھے جو ان ایام میں احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے جائنٹ سیکرٹری تھے۔ اور جن کی خط وکتابت اقوامِ عالم کے اسلامی اداروں اور انفرادی طور پر مسلمانوں سے ہوتی رہتی تھی لیکن فیجی کے لئے ایک معلّم اور ایک مبلّغ کی درخواست جناب بابو صاحب مرحوم کو انجمن حمایت اسلام لاہور کی معرفت ملی تھی۔

بیرون ممالک میں جتنے مبلغ پیشتر ازیں انجمن کی طرف سے بھیجے گئے تھے اُن کے لئے انجمن کی طرف سے الوداعی جلسے ہوئے تھے۔ لیکن میرے لئے الوداعی میٹنگ کا انجمن کی طرف سے اعلان نہیں ہوا تھا جس کے لئے جناب مولانا مظفر بیگ ساطع مرحوم فاتح فیجی کو بہت احساس ہوا۔ انہوں نے احمدیہ بلڈنگ سے رخصت ہونے کے وقت مجھے بزرگانِ سلسلہ سے ملاقات کرنے سے روک دیا۔ چونکہ ساطع مرحوم ہم نوجوانوں کے قافلہ کے سالار تھے اس لئے مجھے بادل نخواستہ آپ کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی۔ اور میں مولانا مظفر بیگ مرحوم اور چند دوستوں کے ساتھ لاہور ریلوے اسٹیشن کو روانہ ہوگیا۔ اور بمبئی جانے والی ٹرین کی روانگی سے پندرہ منٹ قبل پلیٹ فارم پر ہم سب پہنچ گئے۔ اپنی اہلیہ صاحبہ کو بمعہ سامان ٹرین پر سوار کرایا اور میں پلیٹ فارم پر اپنے احباب سے باتیں کرنے میں مصروف ہوگیا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت امیر مولانا محمد علی رح تیز رفتار سے دوڑے دوڑے خاکسار کی طرف آرہے ہیں۔ میں حضرت امیرؒ کی طرف مصافحہ کے لئے لپکا۔ ٹرین چھوٹنے میں صرف پانچ منٹ رہ گئے تھے۔ حضرت امیرؒ نے میرے دونوں ہاتھ مضبوطی سے پکڑے اور دعائیں پڑھنی شروع کیں۔ میں اُن دعاؤں کو تو سُن نہیں سکتا تھا لیکن اس کے اثرات ضرور محسوس ہو رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرے دونوں ہاتھ ایک بجلی کی بیٹری سے پیوستہ ہوگئے ہیں اور اس بیٹری کی لہروں کا اثر میرے جسم کے رگ و ریشے میں سرایت کر رہا ہے۔ ٹرین نے سیٹی بجائی۔ جلد اس پر سوار ہوگیا۔ لیکن جہاں حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی تصرف کو محسوس کرکے خداوند کریم کا شکریہ ادا کیا۔ وہاں میں نے محسوس کیا کہ الوداعی جلسہ نہ ہونے میں مشیت ایزدی تھی۔

خداوندکریم کے کام مصلحت سے خالی نہیں ہوتے۔ اگر میرے اعزاز میں الوداعی جلسہ ہوتا ممکن ہے تقاریر کے ساتھ حاضرین کی تواضع چائے اور پیسٹری سے کی جاتی اور میری حوصلہ افزائی کے لئے چند تعریفی الفاظ کہے جاتے۔ میری جوابی تقریر ہوتی۔ ایسے جلسے انسان کی زندگی میں کئی بار ہوا کرتے ہیں اور ان کے نقوش عارضی ہوتے ہیں۔ ان کا تصوّر ہر وقت قائم نہیں رہتا۔ لیکن حضرت امیرؒ جیسی عالمانہ شخصیت کا اس عاجز کو الوداع کہنے کے لئے دوڑے دوڑے لاہور ریلوے سٹیشن کے پلیٹ فارم پر عین وقت پہ پہنچنا میرے دونوں ہاتھ پکڑے رکھنا اور دعاؤں کا دَم کرنا۔ اور ان دعاؤں کے اثرات کا مجھے اسی وقت محسوس ہونا یہ نقشہ ناقابلِ فراموش ہے۔

قلم کی روانی بند ہوگئی ہے آنکھیں اشکبار ہیں۔ سمجھ نہیں آتی کہ آگے اس خاص ایڈیشن پیغامِ صلح کے لئے کیا لکھوں۔ اگر میں اس مضمون کو ادھورا چھوڑتا ہوں تو تحدیثِ نعمت کے خلاف ہوگا ..... خداوندکریم کے فضل وکرم اور حضرت امیر رحمۃ اللہ کی دعاؤں کی بدولت ہمارا سفر ٹرین اور بحری جہاز خیر وخوبی سے طے ہوا آسٹریلیا کے مشہور پورٹ فری مینٹل اور سڈنی میں جہاں چند مسلمان اپنی زندگی کے آخری سال بسر کر رہے تھے اور اُن کے کاروبار پر RECESSION اور DEPRESSION کا بُرا اثر پڑ گیا تھا انہوں نے ہماری تواضع میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی تھی۔ ہم اُن کے لئے گویا عید کا چاند ہو گئے تھے۔

دُعاؤں کے اثرات

میں قدآور، لحیم وجسیم نوجوان نہیں تھا۔ کہ اپنے ظاہری ڈیل ڈول سے فیجی مسلم لیگ کے عہدہ داروں پر اثر ڈالتا اور نہ ہی بات چیت میں تیز وطرار تھا کہ اپنی علمی قابلیت کا سکّہ ان پر جما تا۔ ان حالات میں فیجی مسلم لیگ کے آفیشل یہ محسوس کر رہے تھے کہ میرے اعزاز میں استقبالیہ جلسہ کا انتظام نہ کرنے میں ہی بہتری ہوگی۔ اگر اس خاموش طبع مشنری کو پبلک میں تقریر کرنے کا موقع دیا گیا تو قوم کی رسوائی ہوگی۔ غیر مذاہب لوگوں پر بُرا اثر ہوگا۔ اس شش وپنج میں آخری فیصلہ استقبالیہ جلسہ کے انعقاد کے حق میں ہوا۔ اور اس کے لئے صوبا شہر کا تھیٹر حاصل کیا گیا۔

تھیٹر کا وسیع ہال جلسہ کی کارروائی سے پیشتر بھر گیا۔ تل دھرنے کی جگہ بھی خالی نظر نہیں آتی تھی سینکڑوں ہندو مسلم۔ عیسائی خاکسار کو خوش آمدید کہنے اور تقریر سُننے کے لئے پہنچ گئے۔ خاکسار نے تقریر کے نوٹ ایک رات پیشتر تیار کر لئے تھے۔ لیکن جب اس عاجز کی تقریر شروع ہوئی تو نوٹوں کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ سفر کی وجہ سے تکان اور فلو کے اثر کے باوجود دو گھنٹے متواتر اسلام کے فضائل بیان کئے۔ جلسہ گاہ سے کوئی فرد ٹس سے مس نہ ہوا۔ سامعین پر گہرا اثر پڑا۔ آریہ سماجی نمائندوں اور عیسائیوں نے محسوس کیا کہ اب اسلام کی نکتہ چینی آسان نہ ہوگی۔ بعض مخیر ہندو لیڈروں نے اعلانیہ کہا کہ اگر ایسے ٹیچر اور مشنری ہندوستان سے آیا کریں تو کبھی ہندو اور مسلمانوں میں نااتفاقی نہ ہوگی۔ فیجی مسلم لیگ کے خزانچی اور مسلم سکول کے منیجر نے جلسہ کے بعد مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا کہ جو کرایہ جہاز وغیرہ ہم نے خرچ کیا ہے وہ آج وصول ہوگیا ہے۔ آئندہ تمہارا کام سکول میں ہے وہاں کے کام کے مطابق تنخواہ پاؤ گے۔ مسلمانوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ آریہ سماجی پرچارکوں کی زہر آلود تقاریر اور اُن کے چیلنج کو سُن کر اُن کے دل مجروح ہو چکے تھے۔ اسلام کی فضیلت کے دلائل سن کر اُن کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ میں اپنے دل میں محسوس کرتا تھا کہ یہ کامیابی اس خدا پرست بزرگ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے جس کو دُنیائے اسلام مولانا محمد علی کے نام سے یاد کرتی ہے۔ دو سال کے بعد حضرت مرزا مظفر بیگ فیجی میں تشریف لائے اور انہوں نے تبلیغی کام سنبھالا لیکن آپ کی آمد سے پہلے ہمارے مذہبی جلسے کامیاب ثابت ہوئے۔

عالمِ باعمل اور پُراثر واعظ

حضرت امیرؒ کے خداداد علم کا اندازہ آپ کی تصنیفات سے ہو سکتا ہے۔ خواہ وہ اُردو میں ہوں یا انگریزی میں۔ یہ تصنیفات اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں مقبولِ عام ہو چکی ہیں۔ اس قدر جامع اور واضح تفسیر قرآن کریم اُردو اور انگریزی ہندوستان میں لکھنے کی سعادت آپ ہی کو نصیب ہوئی ہے۔ آپ دین کو تسبیح اور وظائف کے پڑھنے اور دن بھر تسبیح کے دانے پھیرنے پر محدود نہیں فرماتے تھے بلکہ آپ کی طرزِ زندگی اور عمل تعلیم قرآن اور سنّت کے مطابق تھا۔ نماز تہجد کی ادائیگی کے بعد آپ فوراً مسجد میں

داخل ہوتے۔ اگر جماعت کا کوئی ممبر آپ سے پیشتر مسجد میں ہوتا تو اُسے دیکھ کر خوش ہوتے۔ خاکسار دورانِ تعلیم کالج احمدیہ بلڈنگ کی مسجد کے بالمقابل خواجہ جلال الدین کی بلڈنگ میں ایک کمرہ میں رہتا تھا۔ اور میری ہمیشہ یہی کوشش رہتی تھی کہ میں حضرت امیر کے مسجد میں داخل ہونے سے پیشتر مسجد میں جاؤں۔ فجر کی نماز کی ادائیگی کے بعد آپ بھی سیر کے لئے مال روڈ کی طرف چلے جاتے۔ آپ کی رفتار تیز ہوتی تھی۔ لہٰذا کسی کو ہمت نہ ہوتی تھی کہ آپ کے ساتھ اس رفتار سے چل سکے۔ آپ وقت کے بڑے پابند تھے۔ کھانا کھانے تصنیفات کرنے۔ انجمن کے کاروبار میں ہمیشہ وقت کی پابندی کو ملحوظ رکھتے۔ صاحب قلم مصروفیت کی وجہ سے اپنے دوستوں اور ملاقاتیوں سے کم ملتے ہیں۔ اور ایسی ملاقاتوں کو تضیع اوقات خیال کرتے ہیں۔ آپ ہر ایک ملاقاتی سے خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ عام طور پر نماز مغرب کے بعد آپ کی مجلس میں ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ یہ سماں کیسا ہی رُوح افزا ہوتا تھا۔

جمعہ کی مجھے انتظار رہتی تھی۔ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کا خطبہ جمعہ عالمانہ رنگ رکھتا تھا۔ اور ہر جمعہ ایک نیا TOPIC یا مضمون پر ہوتا تھا۔ بلکہ اس کی حیثیت ایک ایسے وعظ کی ہوتی تھی جس کے اثر کی گہرائی کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ آپ جس مضمون کو شروع کرتے اس کا اختتام مختلف طور پر اشاعتِ اسلام کی ضرورت قرآن کریم کی مختلف زبانوں میں اشاعت اور اسلام کے لئے مالی قربانی کرنے پر ہوتا تھا۔ یہی طریق آپ کے سالانہ جلسہ کی تقریر کرنے کا تھا۔ تقریر کا اختتام چندہ کی اپیل پر ہوتا تھا۔ ایک سالانہ جلسہ کے موقع پر میں نے اپنے ایک رشتہ دار قاضی عبدالرحمان مرحوم سابق ڈپٹی انسپکٹر مدارس کو کہا کہ آج مولانا محمد یعقوب خاں مرحوم (جو قاضی صاحب کے ہم جماعت تھے) کی تقریر احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام کے سالانہ جلسہ کی ایک نشست میں ہوگی۔ چونکہ مولانا مرحوم سے کافی عرصہ سے قاضی صاحب کی ملاقات نہیں ہوئی تھی اس لئے وہ جلسہ میں شریک ہونے پر راضی ہو گئے۔

خُدا کی شان اس نشست میں جناب مولانا محمد یعقوب خاں صاحب مرحوم کے علاوہ حضرت مولانا صدرالدینؒ اور حضرت مولانا محمد علی رح کے لیکچر بھی ہوئے۔ اور ان تینوں اصحاب کے لیکچروں کے سننے کا موقع قاضی عبدالرحمان صاحب مرحوم جن کا تعلق جماعت سے نہیں تھا کو ملا۔ اور انہوں نے ان تقاریر کا جائزہ لیتے ہوئے کہا کہ مولانا محمد علی رح با اثر واعظ ہیں۔ مولانا صدرالدین سیرت النبیؐ صلعم کے بہترین لیکچرار ہیں اور مولانا یعقوب خاں فلاسفر ہیں۔

خاکسار کی بیعت

حضرت امیر مولانا محمد علی رح اختلافی مسائل میں طویل بحثوں کی طرف نہیں جاتے تھے۔ حکیم الامت مولانا نورالدینؒ کی طرح چند کلمات میں سائل کو تسلی بخش جواب دیا کرتے تھے۔ یوں تو خاکسار "رسالہ قادیان کے آریہ اور ہم" کو پڑھ کر سلسلہ احمدیہ میں شامل ہو گیا تھا لیکن جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے، قادیانی جماعت کے ایک مخلص احمدی سربلند خاں کی تحریک سے اُن کے ساتھ قادیان چلا گیا تھا اور وہاں لوگوں کے اثر دباؤ سے متاثر ہو کر میں نے حضرت میاں محمود احمد صاحب کی بیعت کر لی۔ خدا کی شان واپسی پر لاہور پہنچ کر ٹرین بدلنے میں دو گھنٹے کا وقفہ تھا۔ میں نے غنیمت جانا اور اپنے ہمراہی کو بتلائے بغیر احمدیہ بلڈنگ چلا گیا۔ مغرب کی نماز کا وقت تھا۔ مسجد نمازیوں سے بھرپور تھی۔ کسی احمدی نے یہ معلوم کر کے کہ میں قادیان سے واپس ضلع مظفرگڑھ جا رہا تھا مجھے حضرت مولانا رحمۃ اللہ کے پیش کیا۔ حضرت امیرؒ نے دریافت کیا کہ میں حضرت مرزا صاحبؑ کو کیا مانتا ہوں۔ میں نے فوراً جواب دیا "نبی"۔ آپ نے دوسرا سوال یہ کیا کہ حضرت مرزا صاحب کے منکر کو میں کیا سمجھتا ہوں۔ میں نے کہا کافر۔ نبی کا منکر کافر ہوتا ہے۔ اس کے بعد دریافت کیا کہ احمدی کا کیا نصب العین ہے؟ میں نے جواب دیا "اشاعتِ اسلام"۔ آپ نے پوچھا کہ میں اگر کسی غیر مسلم کو دائرہ اسلام میں داخل کروں گا تو کون سا کلمہ پڑھاؤں گا۔ میں نے کہا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا کہ جب میرے خیال کے مطابق کلمہ طیبہ پڑھنے والے کافر ہو گئے تو اسلام میں داخل کرنے کے لئے نیا کلمہ ہونا چاہیئے۔ اب میں حضرت امیر رح کی گرفت میں ایسا آ گیا کہ جان بچا کر بھاگنے کی کوشش کی۔ اور دونوں جماعتوں سے تعلقات ٹوٹ گئے۔ حضرت اقدس کی کتب کا مطالعہ غور و خوض سے شروع کر دیا اور جب مجھے تیقنِ کامل ہو گیا کہ حضرت اقدس نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی اپنے نہ ماننے والوں کو کافر قرار دیا ہے۔ میں حضرت مولانا محمد علی رح کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں دوبارہ شامل ہو کر صحیح مسلک پر قائم ہو گیا۔

فیجی میں میری تقرری تین سال کے لئے تھی۔ لیکن حالات نے واپس وطن لوٹنے کی اجازت نہ دی۔ دس سال کی غیر حاضری کے بعد حضرت امیر رح کے انتقال پُر ملال کی ہوش رُبا خبر ملی۔ اور نظروں کے سامنے حضور کی آخری جھلک کا منظر آ گیا۔ جو کچھ تھوڑی بہت خدمتِ اسلام خاکسار سے گذشتہ اکاون برس کے دوران ہوئی ہے وہ حضرت امیرؒ کی دعاؤں کا صدقہ ہے۔

* * * *

حکیم الامت حضرت مولانا نورالدینؒ کا اظہارِ خوشنودی

"۹ رفروری ۱۹۱۴ء۔ آج رات ہم چند احباب حضور کو کھانا کھلا رہے تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ میں نے آپ سے بھی کچھ سیکھا ہی ہے۔ میں نے عرض کی کہ میں نے تو حضور سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ فرمایا مجھے تو قرآن ہی آتا ہے۔ وہی میں سکھاتا ہوں۔ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ حضور کو لمبی عمر عطا فرمائے اور ہم حضور سے قرآن سیکھیں۔ فرمایا مولوی محمد علی صاحب سے پوچھو مجھے کتنا قرآن آتا ہے۔ مولوی صاحب بہت محنت کر کے صدہا صفحے لکھ کر لاتے ہیں۔ میں ان کو مختصر کر دیتا ہوں۔ بعض اوقات وہ کہتے ہیں کہ آپ کی رائے تمام تحقیقات سے بالاتر ہے۔ پھر فرمایا کہ مجھے مولوی صاحب نے بہت خوش کیا ہے میرا دل باغ باغ ہو گیا ہے۔ انہوں نے یاجوج ماجوج اور اصحاب کہف ذوالقرنین کی تحقیقات عجیب کی ہے۔ انسائیکلوپیڈیا چھان مارے ہیں۔ کیا مسئلہ صاف ہے واہ واہ!"

"قادیان ۱۱ رفروری ۱۹۱۱ء۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب جب قرآنِ مجید کا ترجمہ سنانے کے لئے حاضر ہوئے تو ان کو مخاطب کر کے حضرت مولانا نورالدینؒ نے فرمایا کہ "تو بیا کہ زندہ مانم""

"۱۸ رفروری ۱۹۱۴ء۔ آج حضرت کو ضعف تھا اور حالت کمزور تھی۔ مولوی محمد علی صاحب حسبِ معمول قرآن شریف کے نوٹ سنانے کے لئے حاضر ہوئے۔ قرآن کی بعض آیات پر آپ نے ان کو کچھ ارشادات فرمائے مگر کمزوری سے ٹھہر ٹھہر کر بولتے تھے ------ پھر مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا "تمہارا روز دیکھنا یہ بھی میری رُوح کی غذا ہے"۔ پھر فرمایا "مولوی محمد علی صاحب تم مجھے بہت پیارے ہو۔ ایک کام کا ہتھیار ملا ہے (یعنی مولوی محمد علی صاحب) علم ہی علم ہے تمہارا فضل ہے۔""

* * *

از محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ، لنڈن

"ماضی سے حال تک"

محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ کے نام نامی سے ہمارے قارئین بخوبی واقف ہیں۔ اُن کی تحریر و تقریر میں بلا کی شگفتگی سے اپنے والد نامدار حضرت ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم و مغفور کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ محترمہ نہایت سلیس، سادہ اور دلپذیر الفاظ میں بڑی گہری اور حکیمانہ حقیقتیں اس طرح بیان کر جاتی ہیں کہ قاری کا دل متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ یہ تقریر لندن میں نئے مشن ہاؤس "دارالسلام" کی افتتاحی تقریب میں سمع نواز ہوئی۔ قارئین بھی لطف اندوز ہوں۔ (ادارہ)

حضرت امیر، معزز بہنو اور بھائیو! السلام علیکم!

میرے لئے یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ میں اس پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر احمدیہ موومنٹ کے "ماضی سے حال تک" کے انگلستان کے مشن کے متعلق کچھ عرض کروں۔ میں اپنی از حد محدود علمی اور تاریخی قابلیت سے آگاہ ہوں۔ لیکن پھر بھی میں اس تھوڑے سے وقت میں کوشش کروں گی کہ آپ کو ایک طائرانہ نظارہ اُن سنہرے کارناموں کا دکھا سکوں جو ہمارے باہمت مبلغوں نے اس ملک میں انجام دیئے۔ ایسے ایسے بزرگ جیسے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب جو احمدیہ تحریک کے آغاز میں ہی اپنا وطن، کنبہ اور اہل و عیال کو چھوڑ کر تن تنہا انگلینڈ تشریف لے آئے۔ بظاہر تو وہ تنہا آئے لیکن اللہ کی مشیت اور نصرت اُن کے شاملِ حال تھی۔ چنانچہ یہاں آکر تھوڑے سے عرصہ میں آپ نے نہ صرف ایک خوبصورت مسجد مع مکان انگلستان کے سرسبز و خوشنما مقام ووکنگ میں حاصل کر لئے، اور اس طرح سب سے پہلے اور مشہور ووکنگ مشن کی بنیاد ڈالی۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی بہت سے تعلیم یافتہ، قابل اور خاندانی مرد و عورت انگریزوں نے خواجہ صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ جن میں الفاروق لارڈ ہیڈلے۔ سر عبداللہ آرچی بالڈ ہیملٹن جیسے نامی گرامی لوگ شامل تھے۔

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو اللہ تعالیٰ نے حُسنِ بیان کی صفت سے نوازا تھا۔ لوگ پروانہ وار اُن کی تقاریر سُننے آتے تھے اور اسلام کی سچائی اور خُوبی کے قائل ہو کر جاتے تھے۔ اسی دور میں آپ نے ایک رسالہ "اسلامک ریویو" بھی شائع کرنا شروع کیا جو تعلیم یافتہ طبقے میں بہت مقبول ہوا۔ اور اشاعتِ اسلام کے کام میں بے حد مفید و مددگار ثابت ہوا۔

حضرت خواجہ صاحب کے بعد آپ کے نقشِ قدم پر ہمارے کئی قابل اور مخلص بزرگ مبلغ آئے۔ جن میں حضرت مولانا صدر الدین صاحب، مولانا محمد یعقوب خاں صاحب۔ مولانا آفتاب الدین صاحب اور آخر میں پروفیسر محمد عبداللہ صاحب خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اِن سب نے انتہائی محنت، لیاقت اور اخلاص سے ووکنگ مشن میں کام کیا۔ انہوں نے جس طرح تن، من، دھن سے اسلام اور قرآن کی خدمت و اشاعت کی وہ انجمن کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گی۔

انجمن کے ان نامور مبلغوں کے ساتھ یہاں میں اپنی محترمہ بہن محمودہ عبداللہ صاحبہ کے جذبہ خدمت و ایثار کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتی جو انہوں نے اپنے محترم شوہر کے ہمراہ ووکنگ مشن میں سال ہا سال تک انجام دیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو عمرِ دراز کے ساتھ ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ آمین!

یہی وہ زمانہ تھا کہ اسلام کے مردِ مجاہد حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ جو نہ صرف احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے بانیوں میں سے ایک تھے بلکہ اُس زمانہ میں امیرِ جماعت بھی تھے۔ انہوں نے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ قرآن کریم کو انگریزی میں ترجمہ کرنے کی خواہش سب سے پہلے حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ مجددِ صد چہاردہم کی طرف سے ظاہر ہوئی۔ اور ساتھ ہی آپ نے فرمایا کہ یہ کام صرف وہی ہستی انجام دے گی جو میری شاخ کی طرح مجھ سے ہی ہوگی۔ چنانچہ یہ سعادت حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کے حصہ میں آئی۔ آپ نے ستره سال کی محنت سے اسے مکمل کیا اور سب سے پہلے ووکنگ مشن کی معرفت یہ ترجمہ انگلینڈ میں چھپا اور چھپ کر اس قدر مقبول و محبوب ہوا کہ آج تمام دنیا میں اس کے پڑھنے والے اور اس سے فائدہ اٹھانے اور ہدایت پانے والے پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ تھے شاندار کامیابی اور ترقی کے ساٹھ سال ہمارے ووکنگ مشن کے۔

اس کے بعد یہ سنہرا باب اس مشن کا ختم ہو گیا۔ ہمارے مخالفوں کے غلط پروپیگنڈا سے آناً فاناً ہمارا مشن دُوسرے لوگوں کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ جب ۱۹۶۸ء میں اپنے بیٹے راس محمود کے ساتھ میں انگلینڈ آئی تو ووکنگ مشن کا خاتمہ قریب تھا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے آدمیوں، ہماری کتابوں۔ ہمارے انگریزی ترجمہ قرآن کو رکھنے کا کہیں ٹھکانہ نہ رہا۔ مسجد اور مکان سب اوروں کے قبضہ میں چلے گئے۔ پریشانی اور بے سروسامانی کے وہ دن بہت سخت تھے۔

مگر پھر ایک کرن اُمید کی چمکی۔ جب مرحوم مسٹر عزیز احمد صاحب آف ٹرینیڈاڈ نے جو ایک سچے مُسلمان اور مخلص احمدی تھے دس ہزار پونڈز کی خطیر رقم انگلینڈ میں اسلامی مشن کے لئے لاہور انجمن کو پیش کی۔ لیکن بدقسمتی سے یہ رقم غلط ہاتھوں میں چلی گئی اور جو مکان اس رقم سے خریدا گیا وہ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام کے نام پر نہ تھا۔ میں اسکی تکلیف دہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتی مگر اس کام کو کرنے والی پارٹی نے جب ۱۹۷۵ء کی لندن احمدیہ کنونشن میں یہ تجویز پیش کی کہ یو۔ کے جماعت کو لاہور انجمن سے جو سب غیر ملکی مشنوں کا مرکز ہے قطع تعلق کر لینا چاہیئے تو ہم لوگ تو سُن کر حیران و پریشان ہو گئے اور مسٹر عزیز احمد صاحب مرحوم نے اُسی وقت سٹیج پر جا کر اس تجویز کی شدید مخالفت کی۔

اس وقت خدا کا ہاتھ حضرت ڈاکٹر سعید احمد صاحب ہمارے موجودہ (حضرت) امیر کو سامنے لے آیا اور آپ نے ایک بہادر مجاہد کی طرح بعد کی میٹنگ میں اس نقصان دہ تجویز کی مخالفت فرمائی اور خدا کا شکر ہے کہ اس طرح یہ ناکام رہ گئی۔ اس کے بعد آپ نے ہی موجودہ یو۔ کے جماعت کی تنظیم کی ابتداء فرمائی۔ یہ بھی خدائی تصرّف تھا کہ اس جماعت کی صدارت کے لئے اس وقت ہماری لائق۔ فائق مخلص اور انتھک کام کرنے والی بہن مسز جمیلہ خاں کا انتخاب ہوا۔ جب سے لے کر آج تک یہ صرف مسز جمیلہ خاں کی دن رات کی محنت اور مخلصانہ جدوجہد کا پھل ہے جو آج ہمیں اس مرکز کی شکل میں نظر آ رہا ہے۔ لیکن ابتداء میں دُوسری پارٹی کی کوشش یہ تھی کہ ہم چند لاہور کے ممبروں کو منعقد کی گئی جماعت سے ملنے نہ دیں۔ چنانچہ ہم ایک دُوسرے سے بیگانہ تھے اور حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب کی مراجعتِ وطن کے بعد جماعت کا کام سست پڑ گیا تھا۔ اس وقت راس محمود نے سب سے پہلے ایک دُوسرے سے مل کر تنظیم کی جدوجہد اس طرح کی کہ پہلے تو مسز جمیلہ خاں صاحبہ سے مل کر ان کو لاہور انجمن کے حالات اور مشکلات سے آگاہ کیا۔ پھر سب سے بڑے یو۔ کے جماعت کے ہمدرد و سرپرست مسٹر

عزیزاحمد صاحب آف ٹرینیڈاڈ کے پاس جاکر اُن کو مخالفوں کی نیت بتاکر اُن کی مدد حاصل کی۔ جب ہی حُسنِ اتفاق سے مسٹر و مسز عزیزاحمد صاحب اور اُن کے لائق و فائق فرزندان شاہد عزیز اور زاہد عزیز صاحب سے ہوئی۔ ہمارا یہ پکّا احمدی مشہور خاندان دل سے لاہور انجمن کے ساتھ تھا۔ اور اس سے علیحدگی کا مخالف تھا۔

اسی طرح ایک ایک کر کے بہت سے دُوسرے ممبر جماعت آپس میں آ ملے جیسے مسٹر و مسز فاروق عبداللہ، مسٹر سعادت احمد، مسٹر و مسز عزیز علی، مسٹر زمان شاہ، اور سب سے بڑھ کر ہمارے پکّے اور پُرجوش احمدی مبلغ مسٹر مجید علی معہ فیملی۔ یہاں میں یو۔ کے جماعت کی تمام اپنی خواتین کا بھی ذکر ضروری سمجھتی ہوں کہ وہ سب دل و جان سے ہر کام میں جماعت کی مددگار اور کارکن ہیں۔ نام بنام سب کو یاد کروں تو فہرست بہت لمبی ہو جائے گی مگر ہمارے دلوں میں ان سب کے لئے جگہ ہے۔ اب ایک اپنے بہت ہی مخلص، خاموش، نرم دل، بگر چٹان کی طرح جماعت کی پشت پر موجود بھائی مسٹر فیض خاں صاحب کا نام لے کر اس فہرست کو مکمل کرتی ہوں۔

اسی زمانہ میں ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی معہ اپنے اسسٹنٹ امام مسٹر مسعود اختر چوہدری کے لاہور انجمن کی طرف سے یہاں تشریف لائے۔ ان دونوں سرگرم مبلغوں نے بہت مشکل حالات میں ثابت قدمی سے کام کیا اور ڈاکٹر صاحب نہ صرف اپنے تبلیغ و تصنیف کے کام میں لگے رہے بلکہ برابر دو سال تک پرانے احمدیہ ہاؤس میں ازحد مخالفانہ روک اور تکلیف کے باوجود تن تنہا ہتے رہے ان کے اس حوصلے کی داد دینا میرا فرض ہے۔

اگرچہ اب خُدا کے فضل سے ہماری یو۔ کے جماعت منظم اور شمار میں بڑھ گئی تھی لیکن پُرانے احمدیہ ہاؤس کا جھگڑا پریشان کر رہا تھا۔ نوبت عدالت تک آ گئی تھی اور جماعت اور مشن کے کام کے لئے کوئی ڈھنگ کا ٹھکانہ نہ تھا۔ یہاں میں اپنے پیارے عزیز محمد احمد خلف حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ دوسرا سال ہے کہ وہ انگلینڈ آئے اور دل و جان سے احمدیہ جماعت یو۔ کے کی مدد اور خدمت بذریعہ عملی کام اور مفید مشورہ کے اور تحریر و تقریر سے کرنے لگے۔ افسوس کہ موت نے ان کو اچانک ہم سے چھین لیا۔ ان کی ہستی ایک روشن ستارے کی طرح گھڑی بھر کو اُفق پر چمکی لیکن غروب ہو کر بھی اس کی چھوڑی ہوئی شعاعیں روشن ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔ یو۔ کے جماعت ان کو کبھی بھول نہیں سکتی۔

پچھلے سال ہمارے موجودہ امیر حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب نے ایک بار پھر یو۔ کے جماعت کے لئے ایک مکان بطور مرکز کے خریدنے کو چندہ کی اپیل کی۔ اس اپیل پر جو آپ نے امریکہ کے علاقے سان فرانسسکو میں کی جس طرح وہاں کی جماعت نے لبیک کہا وہ قابلِ صد ستائش ہے۔

ہمارے نوجوان عزیز ڈاکٹر نعمان الہٰی ملک اور دیگر ممبران نے جس دریا دلی سے چندہ دیا اُس سے یہ ممکن ہو گیا کہ یہاں کی جماعت لاہور انجمن کے لئے یہ مکان خریدنے کا سامان کر سکے۔ چنانچہ ہماری پریذیڈنٹ مسز جمیلہ خان، سیکرٹری مسٹر شاہد عزیز اور ہمارے نئے سرگرم امام مسٹر محمد انور اور دیگر ممبران کی سال بھر کی تلاش اور کوشش کے بعد یہ موجودہ مکان جس کا نام "دارالسلام"، تجویز ہوا ہے آپ کے سامنے ہے۔ میں آپ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ۔ جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب اور سب بزرگ نوجوان بھائی بہنوں کو خوش آمدید کہتی ہوں۔ اور مسز جمیلہ خاں، مسٹر شاہد عزیز، محمد انور صاحب اور سب یو۔ کے جماعت کو اس کامیابی پر مبارکباد دیتی ہوں۔ آخر کار ہمارے ماضی کی سنہری راکھ سے پھر ایک شعلہ چمکا ہے۔ اللہ کرے کہ اس کی چمک دمک دُور دور پہنچے اور بڑھتی ہی جائے۔ آمین!

***

بیادِ مجدّدِ احمدیت

حضرت مولانا محمّد علی رحمۃ اللہ علیہ

شبِ تاریکِ ملّت کو فروزاں کر دیا تُو نے — خزاں دیدہ چمن کو گل بداماں کر دیا تُو نے

ترے سوزِ دروں نے قلب کو نُورِ یقیں بخشا — شعاعِ نُورِ عرفاں سے چراغاں کر دیا تُو نے

مرے افکار کی دُنیا میں اِک طوفان ہے برپا — مرے خلوت کدہ کو حشر ساماں کر دیا تُو نے

ترے زورِ قلم کا ہے زمانہ معترف اب تک — صریرِ خامہ سے باطل کو لرزاں کر دیا تُو نے

ترے حق میں مسیحِ وقت نے جو جو دُعائیں کیں — ترے حسنِ عمل، سب کو نمایاں کر دیا تُو نے

تمنّائے امامِ وقت ہے تفسیرِ انگریزی — زمانے بھر میں رخشاں نُورِ فرقاں کر دیا تُو نے

ترا نُورِ بصیرت نُورِ دیں کے عشق کا پرتَو — چمن کے ذرّے ذرّے کو درخشاں کر دیا تُو نے

صفِ ماتم بچھا دی عالمِ تثلیث میں تُو نے — اِدھر تکفیر بازوں کو پریشاں کر دیا تُو نے

صدائے وحدتِ دم، نوائے خدمتِ انساں — جہاں میں اتحادِ اہلِ ایماں کر دیا تُو نے

ترے وابستگانِ عہد ہیں مردانِ حق، جن کو — شہیدِ جلوۂ تسلیم و رضواں کر دیا تُو نے

تری شب خیزیاں، پُر درد نالے یاد ہیں جن سے — تلاطم خیز بحرِ لطفِ رحماں کر دیا تُو نے

دُعا کر حضرتِ حق میں، امامِ وقت کے صدقے — میرا ہر ذرّہ دیں کے عشق سے معمور ہو جائے

میں لڑ جاؤں زمانے کے حوادث کی چٹانوں سے — مئے توحیدِ حق سے جاں مری مخمور ہو جائے

خدا کر دے مری تخلیق کے مقصود کو پورا — یہ عاصی حق کی خاطر پیرو منصور ہو جائے

میں دیکھوں موت سے پہلے جہاں میں دین کا غلبہ — مری ضربوں سے دِرعِ کفر و باطل چُور ہو جائے

جوانوں کی اُمنگوں میں عمل کی بجلیاں بھر دے — ہر اک مژگاں کی جنبش رشکِ برقِ طُور ہو جائے

مکینِ گنبدِ خضرا کا گونجے نام عالم میں
عَلم توحید کا لہرائے پھر اقوامِ عالم میں
"مجھے فطرت نوا پر دم بدم مجبور کرتی ہے
کہ اس محفل میں ہے شاید کوئی درد آشنا باقی"

(ابو طاہر ستادا عرفانی)

مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب،

ہستی باری تعالیٰ اور اجتماع اقوام عالم

حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ اور مولانا محمد انور صاحب امام کو ۹ ستمبر کے دن ہالینڈ کی جماعت احمدیہ کی کانفرنس میں شرکت کے لئے جانا پڑا۔ ان صاحبان کی غیر حاضری میں راقم الحروف کو احمدیہ ہاؤس۔ ۱۵ بینٹلے ایونیو ویمبلی میں ۱۰ ستمبر کو خطبہ جمعہ کا موقعہ ملا۔ جو قارئین اخبار پیغام صلح اور احباب جماعت احمدیہ کے مطالعہ کے لئے بھیجا جاتا ہے،
(ڈاکٹر اللہ بخش)

۲۷ ستمبر ۱۹۸۲ء کو لندن میں جماعت احمدیہ لاہور کے نئے مرکز لندن کی افتتاحی تقریب کے سلسلہ میں راقم الحروف کو یہاں آنا پڑا۔ اس موقعہ پر میرا مضمون "قرآن کریم میں سائنس" کے موضوع پر لکھا گیا تھا۔

۲۹ راگست اتوار کو بی بی سی ٹیلی ویژن کا پروگرام دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ پروگرام کا آغاز گرجے میں خدا تعالیٰ کی دُعا و ثناء سے ہوا۔ بائبل میں سے مدحیہ کلام پڑھنے کے بعد ایک ہندو صاحب نے اردو زبان میں حمد و ثناء کے گیت پڑھے اس کے بعد ایک مسلمان بنام عنایت اللہ عیسیٰ خیل نے پردہ پر آکر نعتیہ کلام سنایا۔ پھر بنگلہ زبان میں کسی صاحب نے اشعار پڑھے۔ اس طرح تین چار مذاہب کے نمائندوں کو خدا کی حمد سنانے کا موقعہ دیا گیا۔ اس طرح ایک ہی وقت و موقعہ پر مذاہب عالم کے مختلف نمائندوں نے حمد باری تعالیٰ کے گیت ناظرین کو سنائے۔ میرے دل میں قرآن کریم کی آیت موجزن ہوئی۔ قل یا اھل الکتٰب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ۔ "اے اہل کتاب آؤ ایک مشترکہ مقصد کی طرف آجاؤ یعنی خدا تعالیٰ کی توحید پر جمع ہو جائیں۔ ایک ہی پلیٹ فارم پر بیک وقت رب العالمین کی عبادت کا نظارہ دیکھ کر تیرہ سو برس قبل کی دُنیا جو ندا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بلند کی تھی اس سے دل میں عجیب کیفیت پیدا ہوئی۔ اگرچہ مغربی ممالک میں عام طور پر دہریت و مادیت اور مادی سائنس کا دور دورہ ہے مگر پھر بھی جملہ مذاہب کے نمائندگان کو خدا تعالیٰ کی ہستی پر جمع کرنے کی تحریک سے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ قلوب میں خدا کی یاد کی تڑپ جاگزین ہے۔ فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا یعنی فطرت انسانی کے اندر یہ امر مرکوز کر دیا گیا ہے کہ خدا کے وجود پر جملہ اقوام و ملل جمع ہو جائیں

چونکہ لندن اس وقت ایک بین الاقوامی شہر بن چکا ہے جہاں قریبًا ہر ملک و ملت کے اصحاب آ بسے ہیں۔ اور کثرت سے آباد ہو گئے ہیں۔ اس لئے یہاں ٹی وی پر یہ امر انسب سمجھا گیا ہے لیکن ہے دُنیا کے دُوسرے عظیم شہروں میں بھی جہاں پر مختلف ممالک کے لوگ موجود ہیں ایسا ہی انتظام کیا گیا ہو

دُوسرا نظارہ ٹی وی پر ایک مکالمہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جس میں بہ یک وقت چھ سائنسدانوں کو بلا کر اُن سے سوالات کئے جاتے تھے۔ اور مضمون بھی یہی خدا تعالیٰ کی ہستی کا تجویز کیا گیا تھا۔ جب ان میں سے ایک سائنسدان سے یہ دریافت کیا گیا کہ خدا تعالیٰ کی غیب الغیب ہستی کا ثبوت کیا ہے اور اس امر کا دل میں یقین کیوں کر پیدا ہونا ممکن ہے۔ تو اُس نے کہا کہ یہ امر خُدا سے ذاتی تعلق پیدا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ جب بندہ خدا کی ذات کے بارہ میں بار بار اخلاص سے توجہ کرتا اور اس سے دُعا مانگتا ہے تو خدا کی ذات کا یقین جاگزین ہو جاتا ہے۔ اس سے میری توجہ قرآن کریم کی اس آیت کی طرف مبذول ہوئی۔ واذکروا اللہ ذکرًا کثیرًا وسبحوہ بکرۃ واصیلًا۔

اس سائنسی و دینی پروگرام دیکھنے سے بھی طبیعت لطف اندوز ہوئی کہ اب یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ سائنس اور دین کی مطابقت ثابت کی جائے۔ اور خود سائنسدانوں کے مُنہ سے باری تعالیٰ کی نہاں ہستی کے ثبوت کہلوائے جائیں۔ جملہ مذاہب کے نمائندگان کو ٹی وی کے ایک پردہ پر جمع کر کے خدا کی حمد و ثناء اور پھر سائنسدانوں کی زبان سے اس پوشیدہ و نہاں ہستی کے ثبوتوں کو پیش کرنے سے دل میں ایک عجیب کیفیت پیدا ہوئی۔ کہاں آج سے ایک صدی پیشتر دنیا میں علماء و فضلاء کا یہ فیصلہ کہ انسان ایک ایسی مخفی ہستی کی زندگی و قدرت پر کیسے ایمان لا سکتا ہے اور کہاں آج یہ انقلابی حالت کہ خود چوٹی کے سائنسدان اس کی ہستی کے بارہ میں ذاتی تعلق کے ثبوت کو پیش کر رہے ہوں! کہاں فلاسفروں اور سائنسدانوں کا تمسخر و استہزاء کہ خدا کو ماننے والے محض توہم پرستی اور خوش عقیدگی کا شکار ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو خوف و ڈر کا شکار ہو کر ایک فرضی ہستی کے یقین میں پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ اور کہاں اس کے عین برعکس یہ پلٹا ہوا نظارہ کہ علم و سائنس کے ماہرین خدا تعالیٰ کی ہستی کے بارہ میں ثبوت پیش کر رہے ہوں!!

صرف یہی بات نہیں کہ اپنے ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے ٹی وی پر ایسے پروگرام پیش کئے جاتے ہیں۔ بلکہ اس موضوع پر کُتب تصنیف کی جا رہی ہیں۔ چنانچہ ایک دوست کے ذریعہ ایک کتاب مطالعہ کرنے کی کوشش میں ہوں جس کا عنوان ہے۔ (ترجمہ) خدا تعالیٰ کی ہستی پر مذاہب عالم کا اجتماع" اب یہ امر کہ صرف دین اسلام نے ہی وہ اصول تلقین کئے ہیں جن سے بین الملی و بین الاقوامی وحدت قائم ہوتی ہے۔ جماعت احمدیہ نے دنیا پر ثابت کر دکھلائی ہے۔

بانئے سلسلہ احمدیہ کی پیشگوئی کہ اب دین کی جانب رُخ کو نیکا دور آ گیا ہے۔

مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ خدا تعالیٰ کی زندہ ہستی، اس سے ذاتی تعلق۔ نیز اس عالی و نہاں ذات پر اجتماع اقوام اور مذاہب کا اجتماع یہ سب امور تو ایسے ہیں جن پر قرآن کریم نے اپنے صفحات میں اور اپنے عالی پیغامبر محمد رسول اللہ صلعم نے آج سے چودہ سو برس پیشتر جو روشنی ڈالی تھی اس کی صداقت کی طرف کس طرح باوجود شدید مخالفت و انکار کے دنیا کو پلٹنا پڑ رہا ہے۔

پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ چودہ سو برس قبل کی وحدانیت باری تعالیٰ اور عالمگیر اجتماع نسل انسانی کی قرآنی تعلیم پر اس زمانہ میں کس نے بہانگ دہل دنیا کو پکارا۔ ؟ نہ صرف ان عظیم و بنیادی دینی اصولوں اور قرآنی ارشادات کی طرف بانئے سلسلہ احمدیہ نے دعوت دی بلکہ وہ قیمتی ثبوت دنیا کو بتایا کہ جو اور کسی جانب و جگہ سے آج نہیں ملتا۔ یعنی یہ کہ جس شخص کو خدا کی ہستی کا زندہ ثبوت درکار ہو وہ میرے پاس آئے میں اس وراء الوراء ہستی کے نشانات جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہیں دکھلانے کا ذاتی ذمہ لیتا ہوں۔ تعجب تو یہ ہے کہ اس گمنام گاؤں کے رہنے والے جسے نہ موجودہ سائنسی تعلیم و فلسفہ کا علم تھا نہ ہی وہ ایسی مطبوعات سے واقف تھا اس نے دہریت و انتشار اقوام کے عالمگیر دور میں یہ پیشگوئی بھی نشر کر دی تھی کہ اب دنیا خدا اور اجتماع اقوام عالم کے اصولوں کی جانب لوٹ آنے والی ہے۔ جیسے آپ کے ان اشعار میں بھی یہ اعلان کیا گیا ہے

اک بڑی مدت سے تھا کفر اس دیں کو کھاتا رہا + اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن
چھوڑ دو وہ راگ جس کو آسماں گاتا نہیں + اب تو ہیں اے دل کے اندھو دیں کے گُن گانے کے دن

کام کرنیوالوں کی نیکیوں پر نظر رکھو اور کمزوریوں سے چشم پوشی کرو

ارشادات حضرت امیر مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

"کتنا بڑا اور کتنا عظیم الشّان مقصد ہے جو آپ لوگوں کے سامنے ہے۔ گویا ایک عظیم الشّان پہاڑ آپکے راستے میں ہے۔ جسے اٹھا کر آپ نے راستہ صاف کرنا ہے۔ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹانا آسان ہے مگر یہ کام اس سے بھی اہم تر ہے جو ہمارے امام نے ہمارے سپرد کیا ہے۔ اسلام کو دنیا میں پھیلانا یہ کوئی چھوٹا سا کام ہے؟ یہ کوئی آسان بات ہے؟ مگر تسلّی دینے والی جو بات ہے وہ یہی ہے کہ خود خدا کا وعدہ ہے کہ میں اس جماعت کے ذریعے اسلام کو غلبہ دوں گا۔ پس گھبرانے اور بزدلی دکھانے کی کوئی بات نہیں

خشک ایمان کو تازہ اور زندہ ایمان سے بدل دیا۔ اور ہمارے دلوں میں خدا اور اس کے رسول کی عزت عظمت فولاد کی طرح بھر دی۔ ہماری عملی حالتیں ناگفتہ بہ تھیں مگر اس نے کچھ ایسا شربت پلایا کہ نماز اور ذکر الٰہی میں ہمیں لذت اور سرور آنے لگا اور قرآن مجید کی محبت ہمارے دلوں میں موجزن ہوئی۔ اور ہر ایک نفس نے اپنی مقدور اور استعداد کے مطابق نیکی میں ترقی کی۔ ۔ ۔ ۔ پس ہمیں آپ کی وفات سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ مبارک ہیں وہ جو اس وقت پاک تبدیلی اور ثبات قدم کا بہترین نمونہ دکھائیں۔ مومن کی

مکتوب حضرت امیر مرحوم و مغفور ——— بیٹے کے نام

عزیزی حامد سلمہٗ تعالیٰ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ میں اس عمر کو پہنچا ہوا ہوں کہ میں نہیں جانتا کہ آپ سے پھر اس زندگی میں ملاقات ہوگی یا نہیں، یہ چند نصائح لکھتا ہوں کہ اس لمبے سفر میں آپکے ساتھ رہیں۔

(۱) اس بات کو کبھی نہ بھولنا کہ ہمارا ایک اللہ قادر خدا ہے جو انسان کے دکھ اور مصیبت کے وقت اسکے کام آتا ہے اور اسکے لئے ایسی راہیں کھول دیتا ہے جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتیں (۲) یہ بھی نہ بھولنا کہ ہمارا ہر عمل خدا کے ہاں لکھا جاتا ہے اگر وہ اچھا ہے تو اپنا اچھا اثر اور اگر برا ہے تو برا اثر ہم پر چھوڑ جاتا ہے۔ انسانوں سے ہم چاہے کتنا ہی چھپ جائیں مگر خدا سے نہیں چھپ سکتے (۳) شراب سب برائیوں کی جڑ ہے۔ اس کے نزدیک کبھی نہ جانا کبھی جوا کبھی نہ کھیلنا۔ کسی مجلس میں شامل نہ ہونا جس میں شراب پی جاتی ہو (۴) نماز کی پابندی کرنا۔ روزانہ صبح اٹھ کر نماز ضرور پڑھ لینا اور دو چار آیات قرآن کی ضرور تلاوت کر لینا۔ اس عادت پر پابندی کرنے سے زندگی میں بہت برکت ہوگی ۔ ۔ ۔ مگر یہ نہ سمجھنا ہے۔ (۵) محنت اور سچائی۔ اگر یہ دو عادات قائم رہیں تو یہ ساری عمر کیلئے ایک راحت کا سامان ہوگا (۶) اپنی پڑھائی پر خوب محنت کرنا لیکن دین کی خدمت اور اپنی بھلائی کا کوئی کام بھی ضرور مدنظر رکھنا ۔ ۔ ۔ (۷) اس بات کو کبھی نہ بھولنا کہ ہم خدا کے فضل سے مسلمان ہیں اور اس صدی کے مجدد کو ہم اپنا امام مانتے ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کے بعد کسی نبی کا آنا نہیں مانتے اور کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے ۔ ۔ ۔ اگر ان باتوں پر عمل کی آپ کوشش کریں گے تو خدا بھی آپکے حامی ہوگا۔ آپکے ماں باپ بھی راضی ہوں گے اور خود آپ کا نفس بھی راضی ہوگا۔ سب سے بڑھ کر اپنی ماں کی بہت خدمت کرنا۔" والسلام "محمد علی"

حضرت اقدس نے خود اپنی تحریروں میں ۔ ۔ ۔ دشوار گذار گھاٹیوں، خار دار بیابانوں اور جنگلات سے گذرنا ہے ۔ ۔ ۔ دوستو! اب وقت آگیا ہے ۔ ۔ ۔ اور ہمارا جنگل اور ڈراؤنے بیابان آج ہمارے آگے ہیں۔ جن کو طے کر کے ہم اپنے امام پاک اور ہادی برحق کے بتائے ہوئے منزل مقصود پر پہنچنا ہے۔ اس سے پہلے تو ایک ایسا وجود ہم میں موجود تھا جو اپنے ہاتھوں تمام کاروبار کو بڑے سلیقے اور احسن طرز سے انجام دیتا تھا۔ دراصل سچ پوچھو تو بات یہی تھی کہ ہم اس وقت مزے کی نیند سوتے تھے اور وہ پاک نفس اور خدا کا برگزیدہ انسان ایک شفیق ماں سے بڑھ کر ہمیں آرام دیتا تھا اور ہر مشکل کے لئے خود ہمارا سپر بن جایا کرتا تھا اور ہم مطمئن اور بے فکر تھے۔ اب وہ وقت گذر گیا ہے اور ہمارے سارے بوجھ اپنے سر پر اٹھانے والا پاک وجود خدائی وعدوں کے مطابق اپنا کام کر کے خدا کو جا ملا ہے۔ اور وہ تمام بوجھ آپ لوگوں نے اپنے سروں پر اٹھانے ہیں اور آپ ہی لوگوں نے اس کام کو سرانجام دینا اور اس کی تکمیل کرنی ہے۔ ۔ ۔ ۔ حضرت صاحب کا وجود اس زمانے میں ہمارے لئے خدا کی طرف سے ایک ابر رحمت اور سایہ کرم تھا۔ آپ نے ہمیں بدیوں سے ہٹا کر نیکی پر قائم کیا۔ ہماری دہریت اور

نشانی یہ ہے کہ وہ خدا کے وقت ۔ ۔ ۔ آگے ہی قدم اٹھاتا ہے۔"

"ایک بات اپنے نوجوان دوستوں سے کہنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ آپ لوگ احمدی قوم کی روایات کو زندہ رکھیں۔ ۔ ۔ دین کو دنیا میں پھیلانے، قرآن کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے کھڑی ہوئی ہے اپنی اس روایت کو کمزور نہ ہونے دو۔ میں یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر عزت کا اور کوئی کام اس دنیا میں نہیں۔ یہ وہ کام ہے جس کے لئے خدا انبیاء اور صلحاء کو کھڑا کرتا رہا ہے۔ دنیا میں اور بھی بے شمار کام ہیں لیکن خدا اور کسی کام کے لئے انبیاء کو نہیں بھیجتا۔ سو ہمارے لئے یہ فخر کا مقام ہے کہ اس زمانے میں جب مسلمانوں نے تبلیغ دین کے کام کو پس پشت ڈال دیا ہے اللہ نے ہماری جماعت کو دین کے پھیلانے کے لئے چن لیا ہے۔ جہاں ہمارے لئے یہ فخر کا مقام ہے وہاں عاجزی اور گریہ کا مقام بھی ہے۔ کہ جس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے اتنے بلند لوگوں کو چنا تھا اس کے لئے اس زمانے میں ہم ناکارہ اور نالائق لوگوں کو موقع دیا ہے۔ سو خدا سے توفیق مانگو کہ تم اس کسوٹی پر پورے اترو ــــــ میں پھر اپنے نوجوان دوستوں سے کہوں گا اور بار بار کہوں گا کہ اپنی قوم کی روایات کو زندہ رکھو۔ اسلامی اخلاق و عادات کی پابندی کرو۔ قرآن کو پڑھو، سنو، اس پر غور اور

عمل کرو۔ اسلامی احکام کے احترام کو اپنا شعار بناؤ۔ ایک دن آئے گا کہ تم اپنے ایک بزرگ کے جسم کو اپنے ہاتھوں سے مٹی میں دفن کرو گے تمہارے پیچھے آنے والے تمہارے جسموں سے بھی یہی کریں گے۔ اے میرے نوجوان دوستو! میں تمہیں بڑی تاکید کے ساتھ یہ کہتا ہوں اور نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنے بزرگوں کے جسموں کے ساتھ کہیں اپنی روایات کو دفن نہ کر دینا، ان کو زندہ رکھنا اور ترقی دینا تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ یہ قوم مرتی چلی جاتی ہے۔" پیغام صلح ۳۰ نومبر ۱۹۴۸ء

"اے خدا تیرا دین نہایت بے کسی کی حالت میں ہے۔ دنیا تیری دی ہوئی نعمتوں سے بھری ہوئی ہے۔ سونے اور چاندی کے پہاڑ بھی دنیا میں موجود ہیں مگر اے مالک تیرے دین کو، ہاں اس دین کو جس کے متعلق تو نے وعدہ فرمایا ہے کہ اسے سب ادیان پر غالب کر دوں گا جس کے متعلق تیرا حکم تھا کہ اسے دنیا کے کناروں تک پہنچایا جائے۔ دنیا میں پہنچانے کے لئے سامان نہیں ملتا۔ اے خدا تثلیث اور کفارہ کے پھیلانے کے لئے دنیا کا مال پانی کی طرح بہہ رہا ہے۔ اور دنیا کی طاقت اس کی پشت پر ہے مگر تیرا دین حق اس بے کسی کی حالت میں ہے کہ مسلمانوں کے دل بھی اس کے لئے نرم نہیں ہوتے۔ تیرے پیغمبر کے پروانے تو بہت ہیں مگر اس کی محبت کی آگ میں اپنے آپ کو جلا دینے والے نظر نہیں آتے۔ اے خدا۔ تیرے مسیح نے ایک قوم تیار کی تھی کہ وہ تیرے دین کو دنیا میں پہنچائے اور تیرے وعدوں کے پورا ہونے کا نظارہ دیکھے مگر آہ وہ قوم بھی سیاست میں بہہ گئی۔ اور ایک چھوٹا سا گروہ جو دنیا کی نظر میں حقیر ہے باقی رہ گیا ہے۔ مگر اے خدا وہ بھی کمزور ہے اور تیری امانت کا حق ادا کرنے سے قاصر ہے۔ اے خدا تو ان کے سینوں میں وہ درد اپنے دین کا پیدا کر دے جو تو نے اپنے پاک رسول صلعم کے سینے میں پیدا کیا تھا۔ اور اپنے دین کے غم میں ان کی وہ حالت کر دے جو تو نے اپنے پاک رسولؐ کی کی تھی۔ لعلک باخع نفسك الا یکونوا مؤمنین اے خدا تو ان کی دنیا کی محبت کو ٹھنڈا کر دے اور اپنی محبت کی ایسی آگ ان کے سینوں میں جلا کہ وہ سب خس و خاشاک کو جلا دے اور اس کی حرارت سے مُردہ دلوں کے اندر زندگی پیدا ہو جائے اے خدا تو اپنی نصرتوں کی ہوائیں اس گروہ پر چلا اور اپنے فضلوں کی بارشیں ان پر برسا اور اپنی رحمتوں کے دروازے ان پر کھول دے۔ اے خدا تو اس گروہ کو یہ توفیق دے کہ تیرے کلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے۔ اے خدا تو ہماری زندگیوں میں یہ نظارہ دکھا کہ دجّال کی مملکت میں اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوں اور مسجدیں بن جائیں۔ اور تیرا نام فضا میں گونجنے لگ جائے۔ اے خدا ہمیں وہ نظارہ دکھا جو تو نے اپنے رسولؐ اور اس کے سچے نام لیواؤں کو دکھایا ہے کہ ان کے ہاتھوں پر فوج در فوج لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ آمین! ثم آمین!" پیغام صلح ۲۷ جنوری ۱۹۴۸ء

"آپ آج ایک مصلح کے جانشین بن کر کھڑے ہوئے ہیں۔ آپ نے دنیا میں خدا کے نام کو پھیلانا اپنے ذمہ لیا ہے۔ کیا ہم سب نے اپنے آپ کو اس مقام پر پہنچایا ہے جو علیکم انفسکم کا تقاضا ہے۔ کیا ہم نے دُوسروں کی عیب چینی اور دُوسروں کو گرانے کی فکر چھوڑ کر اپنی ساری توجہ کو اپنے آپ کو زیادہ مفید بنانے پر لگا دیا ہے۔ اور اپنے آپ کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے کہ دُوسرے ہمارے نمونہ سے سبق لیں۔ افسوس کہ یہاں بھی بہت لوگوں میں تعمیری کاموں کی طرف توجہ کم ہے۔ اپنی اصلاح کا خیال اتنا نہیں جتنا دوسروں کو نیچا دکھانے کا خیال ہے۔ میں اپنے دوستوں کو کہتا ہوں کہ جماعت بنانے کا یہ طریق نہیں۔ جماعت بنانے کے لئے ایک دُوسرے کے نقائص اور عیوب مدِنظر رکھنے کی بجائے اپنے نقائص اور عیوب کی اصلاح کی طرف توجہ ہونی چاہیئے۔" پیغام صلح ۱۷ مارچ ۱۹۴۸ء

"جو شخص مغفرت کا خواہاں ہے اس کی مغفرت کی خواہش باطل ہے اگر وہ خُدا کے بندوں کی مغفرت نہیں کرتا۔ یہی تخلق باخلاق اللہ ہے جو سکھایا ہے۔ خدا غافر ہے مگر اس کے لئے جو اس کے بندوں کا غافر ہے۔ وہ بغیر توبہ کے بھی معاف کر دیتا ہے۔ اسی طرح تم بھی اسی مقام پر کھڑے ہو جاؤ۔ امام وقت نے بھی اسی بات پر زور دیا ہے اور فرمایا کہ تم سچے ہو کر بھی جھوٹے بن جاؤ۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خواہ مخواہ آپ کو جھوٹے کہنے لگ جاؤ بلکہ مطلب یہ ہے کہ تم سچے تو ہو لیکن اپنی معافی کی طاقت سے کام لو اور یہ توقع نہ رکھو کہ دوسرا شخص آئے اور تم سے معافی مانگے ــــ بعض لوگ ذرا ذرا سی بات پر بگڑ جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ جب تک دوسرا شخص معافی نہ مانگے اس سے تعلق نہ رکھنا چاہیئے۔ یہ صحیح طریق نہیں۔ قرآن کریم نے اس سے منع کیا ہے۔ حضرت اقدس نے اس سے روکا ہے اور فرمایا کہ بھائیوں کو معاف کرنے میں ہی نظام جماعت چل سکتا ہے۔ مقابلہ کی طاقت دشمن کے لئے رکھو اور جھکنے کی طاقت اپنے بھائیوں کے لئے۔ کام کرنے والوں کی نیکی کو اُوپر رکھنا چاہیئے اور کمزوریوں سے چشم پوشی کرنی چاہیئے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ہم لوگ خود بڑی بڑی غلطیاں کرتے ہیں اور اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے مگر جو بڑے بڑے عظیم الشان کام کرنے والے ہیں ان سے اگر ذرا سی بھی لغزش دیکھتے ہیں تو اُن کے خلاف زبانیں کھل جاتی ہیں۔"

* * * *

"سر آنکھوں پر آئیں قرآن سنائیں" ــــ حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ

"۲۲ فروری ۱۹۱۴ء ــــ اس روز طبیعت بہت بشاش تھی۔ مولوی محمد علی صاحب کے متعلق عرض کی گئی کہ قرآن شریف سنانے کے لئے حاضر ہوئے ہیں تو پنجابی میں فرمایا "سر آنکھوں پر آئیں۔ قرآن سنائیں۔ کوئی میرا دماغ تھکتا ہے۔" اپنے پلنگ کی طرف اشارہ کرکے مولوی محمد علی صاحب کو فرمایا "میرے پاس آ جائیں۔ فرمایا۔ مجھ کو بڑا پیارا ہے۔"

ــــ اور انہی دنوں میں ایک دن کا واقعہ ہے کہ مولانا محمد علی صاحب کو آنے میں کچھ دیر ہوگئی۔ مولانا نورالدین صاحب کی طبیعت بہت کمزور تھی لیکن اس حالتِ ضعف میں آپ نے فرمایا "میرے پیارے بیٹے کو بلاؤ میرے پیارے بیٹے کو بلاؤ"۔ ڈائری ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم و مغفور

"یہ ایک حقیقت ہے اگر آج زمانہ اس سے آشنا نہیں تو ایک وقت آئے گا کہ اسے پتہ لگ جائے گا کہ یہ بزرگ قابلِ قدر نوجوان مولوی محمد علی ایم۔ اے ہیں جس نے اسلام کی حمایت اور اس کی صداقتوں کے اظہار کے لئے ریویو آف ریلیجنز کے ذریعہ اپنے قلم کا وہ سکہ ایشیا اور یورپ میں بٹھایا ہے کہ خود رسل ویب جیسے شخصوں اور ٹالسٹائے جیسے فلاسفروں نے تسلیم کیا ہے کہ اسلام کا وہ فلسفہ جو اس رسالے میں ظاہر کیا گیا ہے وہ دل کو اطمینان دینے والا ہے۔ یورپ و امریکہ میں رسالے کے مضامین نہایت دلچسپی سے پڑھے گئے ہیں۔ پھر یہ مضامین نہیں بلکہ ایسے اہم امور ہیں جن پر قلم اٹھانا ہر شخص کا کام نہیں۔ مثلاً دوزخ و بہشت۔ تعدد ازدواج۔ غلامی۔ جہاد۔ حفاظت قرآن۔ جمع احادیث وغیرہم

.... جناب مولوی صاحب کا نام میں نے اس لئے نہیں پیش کیا کہ مسلمانانِ ہند انہیں اس مقصد کے لئے منتخب کریں یا ان کو چندہ بھیجیں۔ ان کو نہ اس کی ضرورت ہے اور نہ ایسی خواہش کا پابند۔ وہ خدا تعالےٰ کے مامور کے تحت نہایت اخلاص اور جوش سے سال ہا سال سے اسلام کی خدمت کر رہا ہے ....."

جلد ۶۹ * یوم چہارشنبہ ۲ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ بمطابق ۲۰ اکتوبر ۱۹۸۲ء * شمارہ ۴۲

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

دُعا کے ذریعہ اللہ تعالےٰ سے معرفت طلب کرو

جہاں تک طاقت ہے نماز میں رقت پیدا کرنے کی کوشش کرو اور تضرع سے دعا مانگو

یہ بات بہت ضروری ہے کہ تم لوگ دُعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے معرفت طلب کرو بغیر اس کے یقین کامل ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا وہ اس وقت حاصل ہوگا جبکہ یہ علم ہو کہ اللہ تعالےٰ سے قطع تعلق کرنے میں ایک موت ہے۔ گناہ سے بچنے کے لئے جہاں دُعا کرو وہاں ساتھ ہی تدابیر کے سلسلہ کو بھی ہاتھ سے نہ چھوڑو اور تمام محفلیں اور مجلسیں جن میں شامل ہونے سے گناہ کی تحریک ہوتی ہے ان کو ترک کرو اور ساتھ ہی ساتھ دُعا بھی کرتے رہو اور خوب جان لو کہ ان آفات سے جو قضاء و قدر کی طرف سے انسان کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں جب تک خدا تعالےٰ کی مدد ساتھ نہ ہو ہرگز رہائی نہیں ہوتی۔ نماز جو کہ پانچ وقت ادا کی جاتی ہے اس میں بھی یہی اشارہ ہے کہ اگر وہ نفسانی جذبات اور خیالات سے اُسے محفوظ نہ رکھے گا تب تک وہ سچی نماز ہرگز نہ ہوگی۔ نماز کے معنے ٹکریں مار لینے اور رسم اور عادت کے طور پر ادا کرنے کے ہرگز نہیں نماز وہ شے ہے جسے دل بھی محسوس کرے کہ رُوح پگھل کر خوفناک حالت میں آستانہ الوہیت پر گر پڑے جہاں تک طاقت ہے وہاں تک رقت کے پیدا کرنے کی کوشش کرے اور تضرع سے دُعا مانگے کہ شوخی اور گناہ جو اندر نفس میں ہیں وہ دُور ہوں۔ اسی قسم کی نماز بابرکت ہوتی ہے اور اگر وہ اس پر استقامت اختیار کرے گا تو دیکھے گا کہ رات کو یا دن کو ایک نور اس کے قلب پر گرا ہے اور نفس امّارہ کی شوخی کم ہو گئی ہے جیسے اژدہا میں ایک سمّ قاتل ہے۔ اسی طرح نفس امارہ میں بھی سمّ قاتل ہوتا ہے اور جس نے اُسے پیدا کیا اُسی کے پاس اُس کا علاج ہے۔ (ملفوظات جلد ہفتم صـ ۱۲۳)

امیرِ قوم کا ورودِ مسعود

یو۔کے جماعت کی درخواست پر نئے مشن ہاؤس لندن کی تقریب افتتاح پر سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ۷ راگست ۸۲ء کو مرکز سے لندن تشریف لے گئے تھے۔ اس تقریب سعید کی مفصل رپورٹ محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ کے قلم سے پیغام صلح کے شمارہ ۲۸ ستمبر میں قارئین کرام ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

یہ دورہ ہر لحاظ سے بفضلہ تعالیٰ کامیاب رہا ہے اور اس سے بڑے مفید اور دور رس نتائج برآمد ہونے کی توقع ہے۔ انشاء اللہ العزیز۔

احباب سلسلہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے اپنی دُعائیں جاری رکھیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ ۱۲ اکتوبر کو مرکز میں واپس تشریف لا چکے ہیں

اصلاحِ معاشرہ اور اسلامی تصوّف کی ضرورت

یہ بات اظہر من الشمس اور مفکرین کے نزدیک مُسلّم ہے کہ اسلامی تصوّف انسانیت کا علمبردار ہے اور ان اصولوں کا مجموعہ ہے جو انسانیت کو درجہ کمال عطا کرتے ہیں لہٰذا ان اصولوں پر کاربند ہونے پر ہی انسان خلیفۃ اللہ اشرف المخلوقات اور انسانِ کامل بنتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق مقرب بھی بن جاتا ہے اس قرب کی ابتدا خود شناسی اور خدا شناسی ہے۔ بقول حضرت علیؓ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اُس نے اپنے رب کو پہچانا۔

اگر آج کے دور میں انسان کو تنگ نظری، تنگ دلی، صوبائیت، وطنیت، قومیت، نسل پرستی، فرقہ پرستی ایسی خطرناک بُرائیوں سے کوئی مسلک باز رکھ سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی سرزمین کو باہمی جنگ و جدل خونریزی سے بچا سکتا ہے تو وہ اسلامی تصوف ہے۔ اور اسلام کے اخلاقی و روحانی اصولوں پر عملدرآمد ہے۔ اسلامی تصوف ہمیشہ ایسے حالات میں امن و سلامتی اور فلاح و بہبود کا علمبردار رہا ہے۔ اسلامی تصوف کے اصول ابتدائے ابدی حقائق پر مبنی ہیں اسی لئے ہر زمانے اور ہر ملک میں معاشرے کی اصلاح کے لئے اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہ اصول ابتدائے آفرینش سے ہی انسان کی راہنمائی کرتے ہیں اور یہی اصول مختلف ارتقائی مراحل سے گذرتے ہوئے حضور اکرمؐ کی بارگاہ تک پہنچے اور ہادیٔ برحق کی ذاتِ گرامی سے منسوب ہو کر درجۂ کمال کو پہنچے۔

اس طویل ارتقائی سفر میں بعض اوقات انسانی ذہن کی گمراہیوں، فکر کی کوتاہیوں اور عقل کی ہرزہ سرائیوں کے سخت حملے بھی ہوئے لیکن وحی الٰہی اور انبیائے کرام۔ اولیائے عظام اور ان کے کشف و الہام نے ہمیشہ تصوف کی کسوٹی پر کھوٹے کھرے علیحدہ علیحدہ کر کے رکھ دیئے۔ یا اس طرح انسان کو معراجِ کمال پر پہنچانے کی کوشش کی گئی کہ آج بھی ان محسنین انسانیت کی برگزیدہ تعلیمات اپنی جگہ برحق ہیں۔ آج بھی اسلامی تصوّف اور اولیائے کرام کی تعلیمات کی اتنی ضرورت ہے جتنی زمانۂ جاہلیت میں تھی۔ ان کے ارشاداتِ گرامی کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے اور ضرورت اس امر کی بھی ہے کہ صوفیائے کرام کی تعلیمات تصوف کی افادیت، روحانیت کی درخشندگی، اسلامی فقر و تصوف کی بیش قیمت انسانیت نوازی کی طرف موجودہ تعلیم یافتہ اور محقق طبقہ کا رُخ پھیرا جائے تاکہ اسلامی تصوف سے بیزار حضرات ایسی تعلیمات سے استفادہ کر سکیں۔ موجودہ دور میں تصوف کے خلاف ایسی تحریکیں پائی جاتی ہیں جن کا مقصود اسلامی تصوف کی افادیت کو کم کرنا ہی نہیں بلکہ تعلیم یافتہ ذہنوں کو مسموم کرنا بھی ہے جس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ خود داعیانِ تصوف نے اپنے کارہائے نمایاں سے جو تاثر پیش کیا ہے اس سے ایک خلیج حائل ہو گئی ہے۔ صوفیائے کرام کے مسلک کے مطابق عاملانِ تصوف کا کردار نہیں ہے۔ لہٰذا اب ضروری ہو گیا ہے کہ موجودہ قحط الرجال کے دور میں تعلیم یافتہ نوجوانوں میں سے ایسے ہی خواہ منظرِ عام پر آئیں جو اپنے کردار و عمل سے تصوف کے مسلک کی ترویج کریں اور موجودہ مصائب و پریشانیوں کی اندمالی کے لئے کوشاں ہوں۔ آج اللہ کے نیک بندوں کی اشد ضرورت ہے۔ خلوت نشینی کا دور نہیں ہے۔ آج جب کہ فقیہہ شہر بھی رہبانیت پہ ہے مجبور، درویش صفت اور لا طمع حضرات کی ضرورت ہے۔ جو اخلاقِ محمدی اور تعلیماتِ اسلامی بندگانِ خدا کو پیش کریں آج اقبال کے الفاظ میں ایسے افراد کی ضرورت ہے جو ؎

حُسنِ کردار سے قرآن مجسم بن جا ✤ تجھ کو ابلیس بھی دیکھے تو مسلماں ہو جائے،

کیونکہ انسان کی باطنی تربیت کرنا اور اس کی اخلاقی و روحانی ترقیوں کی تشریح کرنا اور اس کے حصول کے طریقے بتانا اسلامی تصوف کا خاص حصہ ہے۔ اسلامی تصوف میں ان امور کی تفصیل فن کی حیثیت سے موجود ہے۔ اگر انسان صحیح اخلاقی و روحانی ترقی میں کمال حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسلامی تصوف اختیار کئے بغیر چارہ نہیں کیونکہ خلق اللہ کو عیال اللہ سمجھنا اور ان میں اخوت حریت اور مساوات قائم کرنے کی کوشش میں زندگی بسر کرنا اسلامی تصوف کی خاص تعلیم ہے لیکن افسوس کہ ایثار و قربانی کا اہم ترین پہلو ہنوز تشنۂ تکمیل ہے اور رہبرانِ عظام اس پر کاربند نہیں ہیں۔ جس کی وجہ سے اسلامی تصوف سے عملی اقدار کے فقدان سے لوگ نالاں ہیں اور بعض حلقے متنفر ہیں۔ ان کے افعال سے اخلاقِ محمدیؐ کی جھلک نظر نہیں آتی اور آمریت کی دہلیز پر بے فکری کی نیند سو رہے ہیں۔ دنیا میں جس چیز کو انسانیت کہا جاتا ہے اس کی بنیاد اخلاق و روحانیت پر قائم ہے۔ اور انہی پر انسانی ارتقا کی تکمیل منحصر ہے۔ اسلام اور اسلامی تصوّف دراصل انسانیت اور معراجِ انسانیت کے نام ہیں علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

"دورِ حاضر کو علوم عقلیہ اور سائنس کی عدیم المثال ترقیات پر بہت فخر و ناز ہے اور یہ فخر و ناز بلاشبہ حق بجانب ہے لیکن ان ترقیات کے باوجود ملوکیت کے جبر و استبداد نے جمہوریت قومیت اشتراکیت اور خدا جانے کیا کیا نقاب اوڑھ رکھے ہیں اور ان نقابوں کے نیچے دنیا بھر کے گوشوں میں قدرِ حریت اور شرف انسانیت کی وہ مٹی پلید ہو رہی ہے۔ کہ تاریخ عالم کا کوئی تاریک سے تاریک صفحہ بھی اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔

یاد رکھو! انسان کی بقا کا راز انسانیت کے احترام میں ہے جب تک تمام دنیا کی تعلیمی طاقتیں اپنی توجہ کو محض احترام انسانیت کے درس پر مرتکز نہ کر دیں گی، یہ دنیا بدستور درندوں کی بستی بنی رہے گی۔ وحدت صرف ایک ہی معتبر ہے اور وہ بنی نوعِ انسان کی وحدت ہے جو نسل زبان رنگ اور قوم سے بالاتر ہے۔" (آثارِ اقبال) ؎

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے ✤ مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

اولیائے اللہ نے بے لوث خدمتِ خلق اور بے ریا عبادات کے ذریعہ انسان کو خدا تک پہنچنے کا راستہ دکھایا۔ اور دنیا میں رہنے کا صحیح نمونہ پیش کیا۔ انہوں نے علم کی خدمت سے فکر کی نئی نئی راہیں دکھائیں اور زمانہ کی کجروی سے کنارہ کشی کی ترغیب دی۔ انہوں نے اخلاقی روحانی تربیت کے مراکز قائم کئے اور درس و تدریس کا ایک جال بچھا دیا۔ اور معاشرہ کی اخلاقی بنیادیں استوار کیں اور عملی زندگی سے آزادیٔ حریت کا بہترین معیار قائم کیا۔ انہوں نے ملوکیت کے ظلم و استبداد سے خلق اللہ کو بچانے کی سعی کی اور خدا کے بندوں کے ساتھ معاملات میں میانہ روی اختیار کی اولیاء اللہ نے اتباعِ رسولؐ پر زور دیا ہے۔ اور اپنی عملی زندگیوں سے نمونہ پیش کیا اور تصوف کی درسگاہوں میں ایک عالم کو روحانی فیض عطا کیا۔ انہوں نے اسلام کی رُوح اور اس کی معنوی حیثیت معاشرہ کے سامنے پیش کر کے رُوحِ انسان کی تسکین کا سامان بہم پہنچایا۔ سیدھا راستہ طالبانِ حق کو دکھایا جو انہیں اپنی منزلِ مقصود

(بقیہ صفحہ ۱ کالم ۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب پی ایچ۔ڈی۔ لاہور

چودھویں صدی کی تین عظیم شخصیتیں

سب جانتے ہیں کہ علم کی کوئی انتہا نہیں اور نہ ہو سکتی ہے۔ جیسے فرمایا۔ "وفوق کلّ ذی علم علیم" (سورۃ یوسف آیت ۷۷) صرف عالم ہونا کوئی کمال نہیں۔ علم وہ مفید ہوتا ہے جو کسی نیک اور اعلیٰ مقصد کے حصول کی راہنمائی کرے۔ بعض علوم تو "حجاب اکبر" بن جاتے ہیں اور ایسے علوم سے تو پناہ مانگی گئی ہے۔ ایں علم تیرہ را بہ پشیزے نے خرم۔ (ترجمہ) اس تاریک علم کو تو میں ایک پیسے میں بھی نہیں خریدتا۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی نگاہ میں کون سا علم انسان کو شرف اور عزت بخشتا ہے۔ مختصراً عرض ہے کہ جو علم اللہ تعالےٰ نے نسلِ انسانی کی فطرت میں رکھا ہے جیسے فرمایا۔ "وعلّم آدم الاسمآء کلھا" ایسے ہی "وعلم الانسان مالم یعلم" اور "وعلمنٰہ من لدنا علما" یہی حقیقی مفید علم ہے اس علم پر گامزن ہونا کامیابی ہے۔ سو ہم کہہ سکتے ہیں کہ علم وہی مفید اور موزوں ہے جو علم نسلِ انسانی کا صحیح تعلق خالقِ کائنات اور مالک ارض والسماوات کے ساتھ پیدا کرے۔

اس صدی میں بھی بلا شبہ بڑے بڑے عالم اور فاضل پیدا ہوئے جنہوں نے بعض قیمتی اور اچھی تصانیف پیدا کیں۔ مگر اس صدی میں جو اسلام کے لئے ایک نہایت فتنہ وفساد اور ابتلاءِ عظیم کا موجب تھی کوئی بڑا یا چھوٹا عالم۔ پیر یا فقیر نظر نہیں آتا کہ اس کا دل اسلام کی مصیبت پر گداز ہو گیا ہو۔ اور اس کی دن رات کی نیند اور چین حرام ہو گیا ہو۔ اس فتنہ کا اثر عالمگیر تھا۔ مسلمانوں کی رہی سہی سلطنتیں بھی اس کا شکار تھیں اور دینِ اسلام دہریت۔ عیسائیت اور ہندومت کے حملوں کا شکار تھا۔

اچانک اللہ تعالےٰ نے ایک معجزہ دکھایا اور ایک گمنام گاؤں کا شخص اسلام کے دفاع کے لئے کھڑا کیا جس کی عظیم کتاب براہینِ احمدیہ نے ہندوؤں۔ عیسائیوں۔ دہریوں اور دیگر مخالفین کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اس خادمِ دین نے یہ ثابت کر دکھایا کہ اسلام کا خدا ہی ایک زندہ خدا ہے اور وہ ہر انسان کی پکار اور دعا کو سنتا ہے۔ اور قبول کرتا ہے۔ اس کے مقابل میں موجودہ تمام عقائد اور خیالات محض باطل اور ناکارہ ہیں۔ اس عظیم انسان نے اسلام کو جو دنیا پر صرف رسمی طور پہ رہ گیا تھا دوبارہ رائج کرنے پر اپنی زندگی داؤ پر لگا دی۔

ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ ایک طرف علماء فضلاء۔ پیرانِ با صفا۔ سجادہ نشین حضرات اور دیگر مذہبی لیڈر موجود تھے۔ مگر اسلام کی اور قرآن پاک کی محبت اور درد صرف ایک ہی دل میں تھا۔ اور وہ کس طرح اللہ تعالےٰ کے حضور دن رات آہ وزاری سے دعا کرتا ہے اور اسلام کو بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی آہ وزاری سے عرش پر بھی ایک تہلکہ مچ گیا۔ ملاحظہ کیجئے حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

در دا کہ حُسنِ صورتِ فرقاں عیاں نماند + آں خود عیاں مگر اثرِ عارفاں نماند

بینم کہ ہر یکے بغمِ نفس مبتلا است + کس را غمِ اشاعتِ فرقاں بجاں نماند

جانم کباب شد ز غمِ ایں کتابِ پاک + چنداں بسوختم کہ خود امیدِ جاں نماند

اے سید الوریٰ مددے وقتِ نصرت است + در بوستاں سرتے تو کس باغباں نماند

صد بار نقصہا کنم از خور رمی اگر + بینم کہ حُسنِ دلکشِ فرقاں نہاں نماند

اے بے خبر بخدمتِ فرقاں کمر ببند

زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند

یہ اشعار حضرتِ اقدس مجدد صد چہاردہم بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے عارفانہ کلام سے بطور نمونہ پیش کیئے گئے ہیں۔ ورنہ حضور کی کتب قرآن پاک کی خوبیوں سے اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلّم کی عظمت اور محبّت سے اور اسلام کی برتری اور برتری سے پُر ہیں۔ یہی تین موضوعات ہیں جن سے حضرتِ اقدس مرزا صاحب کا اور حضرت مولانا نور الدین علیہ الرحمۃ اور جناب مولانا محمد علی صاحب مرحوم ومغفور کا علم کلام بھرا ہوا ہے۔ یہی علم کلام ہے جو صرف ان احمدی حضرات کے پاس ہے اور کوئی دوسرا اس میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس زمانہ میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ صرف اس صدی کے مجدد اور اسکے ساتھیوں کے ذریعہ سے مقدر ہے۔ جیسے حضرت مرزا صاحب نے خود فرمایا کہ یاد رکھو یہ کام صرف اسی سے ہوگا جو مجھ میں داخل ہے اور میری شاخ ہے۔ یاد رکھو یہ غلبہ اسلام صرف اس علم کلام اور تفسیر قرآن اور تجدید سنت پیغمبر آخر الزماں سے ہوگا۔ چنانچہ ایسے باطل عقائد اور خیالاتِ فاسدہ اور دیگر بدعتیں اور خود ساختہ باتیں اسلام کی طرف منسوب کی گئیں کہ موجودہ زمانہ کے روشن دماغ علماء اور سائنس اور فلسفہ سے واقف لوگ ایسی روایات اور اعتقادات کو ہرگز نہیں مان سکتے تھے حضرت مرزا صاحب کا سب سے بڑا معجزہ اسلام کے خدا کو ایک زندہ اور طاقتور اور علیم اور خبیر خدا ثابت کرنا ہے۔ اس کے ثبوت میں آپ نے عملی طور پر انسان کے تعلقات کو ثابت کرنے کے لئے دعا اور فلسفہ دعا کو قرآن پاک سے واضح اور آسان طرز پر پیش کیا۔ خود بیسیوں مثالیں دیں اور قرآن پاک کی مشہور آیت "اذا سالک عبادی عنی فانی قریب۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعانِ" کسی دیگر دین نے یہ مسئلہ حل نہیں کیا۔ صرف اسلام نے بندے اور اس کے مالک کے درمیان سے یہ پردہ اٹھایا اور بالکل بلا واسطہ خدا کے سامنے عرضِ معروض کا موقعہ بہم پہنچایا۔ ہزارہا لوگوں کو اس کا تجربہ ہوا۔ اور انہیں خدا کی ذات پر ایمانِ کامل اور زبردست بھروسہ نصیب ہوا۔ انہوں نے ثابت کر دیا کہ دعا ایک ایسا ہتھیار ہے جو ہر میدان میں مسلمان کے کام آتا ہے یہی راز قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی کامیابی کا تھا

آپ نے کئی غلط مسئلوں کی تصحیح اور تشریح کی اور بعض عجیب عقیدوں سے نجات دلائی۔ قرآن کی آیات کے متعلق مسئلہ ناسخ ومنسوخ کے چکر میں کئی مسلمان علماء پھنسے ہوئے تھے اور صریح طور پر بعض آیات کو منسوخ سمجھتے تھے حالانکہ ایک شوشہ بھی خدانخواستہ منسوخ ہو جائے تو پھر قرآن پاک کی صحت پر شبہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ عیسائیت اور یہودیت اور دیگر ادیان کے صحیفوں میں کافی ردّ وبدل ہوا۔ حتیٰ کہ اُن کی اصلی شکل خود مسخ ہو گئی۔ ان ادیان کے پیرو خود ایسی تبدیلیوں کے قائل ہیں لیکن قرآن پاک کا ایک شوشہ بھی تبدیل نہیں ہو سکتا اور نہ ہوا ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے فرمایا۔ "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہٗ لحافظون"۔ یہ بہت بڑی پیشگوئی اور بہت بڑا معجزہ ہے۔

حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو دنیا کے سامنے نہایت واضح اور صاف طور پر پیش کیا اور حضور کی پاک زندگی پر جس قدر اعتراضات عیسائیوں۔ یہودیوں اور دہریوں نے کئے تھے اُن کا خاطر خواہ جواب دیا۔ اور اپنے آپ کو بطور گواہ کے پیش کیا۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ "کرامت گرچہ بے نام ونشاں است

بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ ——— حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ہر مسلمان ایمان رکھتا ہے اور اس کے بغیر مسلمان کا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا لیکن جس عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائی پیش کرتا ہے اور انہیں ایک زندہ خُدا کا درجہ دے کر دو ہزار سال سے آسمان پر زندہ مانتا ہے اس عقیدہ سے اسلام اور آنحضرتؐ کی شان میں فرق آتا ہے۔ دونوں جہان کا بادشاہ تو مدینہ منورہ میں مدفون ہے اور حضرت ابنِ مریم صرف زندہ ہی نہیں بلکہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ اُن کی آمد کے ساتھ وابستہ ہے۔ اہلِ بصیرت کو اس پر غور کرنا چاہئیے اس لئے نہیں کہ کسی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کچھ عناد ہے۔ بلکہ یہ عقیدہ قرآن کے اصُولوں کے خلاف ہے اور اسلام کے لئے نقصان دہ۔ اس عقیدہ کی زبردست وضاحت حضرت مرزا صاحب نے کی۔ غرضیکہ تمام ایسی بدعات کو دُور کیا جن کا بُرا اثر اسلام پر پڑتا تھا۔ احبابِ فکر و نظر سے ایک عرض ہے کہ ایک شخص اسلام اور قرآنِ پاک اور نبیٔ اکرم کے عشق اور محبّت میں دیوانہ وار رو رہا ہے اور تمام دُنیا کو اللہ تعالےٰ اور اس کے آخری پیغامبر محمد رسول اللہ صلعم اور قرآن کی خدمت کے لئے پکارتا ہے ایسے عاشقِ رسول اور خادمِ دین کو کافر اور دجّال کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ لیکن ملاحظہ ہو وہ شخص ذرہ بھی ناراض نہیں ہوتا بلکہ اس قسم کے کفر کے فتووں پر فخر کرتا ہے اور یُوں کہتا ہے۔ ؎

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم + گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو بے جا تعصب اور ذاتی عناد اور بغض سے نجات دے اور اپنے عذاب سے بچائے۔ آمین!

دُوسری عظیم شخصیّت

حضرت مرزا صاحب کو اللہ تعالےٰ نے حضرت حکیم الحاج مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ ایسے ساتھی جو اپنے زمانہ کے نہایت قابل طبیب ہونے کے علاوہ ہر قسم کے دینی علوم کے عالم بے بدل اور فاضل اجل تھے۔ آپ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بھی رہے جہاں آپ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے اور تکمیل علومِ ظاہری اور باطنی کی۔

حضرت مولانا نورالدینؒ مروجہ علوم اور فنون میں مہارتِ تامہ رکھنے کے علاوہ قرآن پاک کے عاشق تھے۔ نہ صرف ان کے طب سے ہر مکتبہ فکر کے لوگوں نے فائدہ اٹھایا بلکہ آپ کے علم و فضل اور تقوےٰ اور توکل علی اللہ کے دوست اور دشمن بھی قائل تھے۔ آپ کی زندگی کا نمایاں پہلو عشقِ قرآن اور عشقِ رسُول تھا۔ اللہ تعالےٰ نے خاص طور پر انہیں قرآن پاک کا علم عنایت فرمایا تھا اور آپ نے اُسے دُوسروں تک پہنچانے میں دن رات ایک کر دیا تھا۔ حضرت مولانا نورالدینؒ جموں و کشمیر کے شاہی دربار کے طبیب تھے لیکن جب وہ حضرت مرزا صاحب کو ملنے قادیان تشریف لائے تو حضرت مرزا صاحب سے اس قدر متاثر ہوئے کہ شاہی دربار کی نوکری سے فارغ ہو کر حضرت مرزا صاحب کے قدموں میں بیٹھ گئے۔ اور اپنی باقی زندگی اسلام کی اشاعت کے لئے وقف کر دی۔ حضرت مولانا نورالدین کو حضرت مرزا صاحب سے بے پناہ عقیدت اور محبت تھی۔ انہیں حضرت مرزا صاحب نے عیسائیت کے بطلان کے لئے ایک مفصّل کتاب لکھنے کو کہا اور فرمایا کہ اس زمانہ میں یہی سب سے بڑا کام اور بڑا ذطیفہ ہے۔ وہ کتاب بہت مقبول ہوئی اور اب بھی اپنی جگہ عیسائیت کے خلاف ایک سند سمجھی جاتی ہے۔ جب وہ مرزا صاحب کے بہت قریب آ گئے تو حضرت مرزا صاحب نے اپنی فراستِ نوریہ سے ان کے تقوےٰ، طہارت اور توکل علی اللہ کو دیکھ کر یہ فرمایا کہ۔ ؎

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نورِ دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر یک پُر از نورِ یقیں بودے

حضرت مولانا نورالدین اعظم نے بھی اس زمانہ میں اسلام کی ڈوبتی ناؤ کو بچانے کے لئے زندہ خُدا پر لوگوں کو یقین دلایا۔ قرآنِ عظیم کا درس عمر بھر دیتے رہے خود تفسیر لکھی اور حضرت مولنا محمد علی مرحوم کی بہت مدد کی اور انکی قرآنِ پاک کی بے نظیر تفسیر بیان القرآن میں راہنمائی کی۔ اس کے علاوہ انگریزی ترجمۃ القرآن ان کے ارشاد اور ہدایات کے مطابق تیار کیا گیا۔ اس کے تمام نوٹ حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم سے سُنے باوجود صاحبِ فراش ہو چکے۔ اور جب تمام نوٹ ختم ہو گئے تو آپ سجدہ میں گر گئے اور انہیں اللہ تعالےٰ نے خوشخبری دی کہ "ترجمہ مقبول ہو گیا!"

اپنی تمام زندگی نبی کریم صلعم کے نقشِ قدم پر چل کر بسر کی۔ توکل علی اللہ اور سخاوت آپ کی خلقِ ثانیہ بن گئی تھی۔

تیسری عظیم شخصیّت۔

چودہویں صدی کی تیسری عظیم شخصیت جس نے اسلام کی کشتی کو کنارے لگانے میں بہت اہم خدمات سر انجام دیں ہیں وہ ہمارے مرحوم امیر حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ تھے۔ اس عظیم انسان کو ان کے جوانی کے زمانہ میں ہی حضرت مرزا صاحب نے اپنی فراست سے دین کی خدمت کے لئے چُنا تھا۔ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا:-

"مجھے آپ پر بہت ہی نیک ظن ہے اور اسی وجہ سے میں آپ کے ساتھ خاص محبت رکھتا ہوں۔ اگر آپ کی خدا تعالیٰ کے نزدیک فطرت نیک نہ ہوتی تو میرا اس قدر نیک ظن ہو نہیں سکتا تھا۔ اور ہرگز نہ ہوتا۔ میں دِل سے اور دلی جوش سے آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ اور آپ کے لئے اکثر پانچ وقت غائبانہ دعا کرتا ہوں!"

عجیب حسنِ اتفاق ہے کہ جس طرح براہینِ احمدیہ پر تبصرہ کرتے وقت مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے جو اہلِ حدیث گروہ کے سرکردہ عالم تھے حضرت مرزا صاحبؒ کی معرکۃ الآراء کتاب براہینِ احمدیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں لکھا تھا:- "آج تک تیرہ سو سال سے کسی شخص نے اسلام کی جانی، مالی، قلمی اور لسانی خدمت نہیں کی جس قدر مرزا غلام احمد صاحب نے کی ہے!" اور کچھ اسی طرح مسٹر پکتھال انگریزی مترجمِ قرآن نے حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحبؒ کے متعلق لکھا ہے:-

"کسی زندہ انسان نے اسلام کی تجدید کے لئے مولانا محمد علی صاحب سے زیادہ قیمتی اور طویل خدمات سرانجام نہیں دیں!" دُنیا کے کئی بڑے بڑے عالم لوگوں نے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور نے اسلام کی بے پایاں خدمت کی ہے۔

"علمِ قرآن حضرت مرزا صاحب کا ورثہ ہے"

حضرت مولنا محمد علی صاحب فرمایا کرتے تھے "علمِ قرآن حضرت اقدس کا ورثہ ہے" جس کے ساتھ اسلام کا دنیا پر غلبہ وابستہ ہے۔ سب علوم حاصل کرو۔ مگر انہیں قرآن کا خادم بناؤ۔ اِن چیزوں کو آپ خادم نہیں بنا سکتے جب تک کہ خود قرآن نہ سمجھیں۔ آپ ان تین باتوں کے بغیر اسلام دنیا تک نہیں پہنچا سکتے۔

(۱) خود علمِ قرآن حاصل کرنا (۲) دُوسرے دنیاوی علوم سیکھنا اور انہیں خادمِ قرآن بنانا۔ (۳) دُوسری بانیں سیکھنا اور ان میں تعلیماتِ قرآنی کو منتقل کرنا۔

"اور خوب یاد رکھو کہ بغیر راتوں کے اُٹھنے کے کوئی نماز کا حظ نہیں پا سکتا۔ تمہارے دلوں کے اندر وہ تڑپ ہونی چاہیئے کہ تمہاری راتوں کی نیند جاتی رہے تتجافی جنوبهم عن المضاجع يدعون ربهم

(بقیہ صفحہ ۱ کالم ۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

کتاب، میزان، حدید (لوہا)

جناب ماسٹر محمد عبداللہ صاحب کی انگریزی تقریر کا خلاصہ جو انہوں نے جماعت کے نئے مرکز لندن کے افتتاحی اجلاس کے دوسرے دن کانفرنس ہال میں کی۔ (ادارہ)

جناب ماسٹر محمد عبداللہ صاحب کیلی فورنیا۔

لقد ارسلنا رسلنا بالبیّنٰت وانزلنا معھم الکتٰب والمیزان لیقوم الناس بالقسط ج وانزلنا الحدید فیه باسٌ شدید ومنافع للناس ولیعلم اللّٰہ من ینصرہ ورسلهٗ بالغیب ط ان اللّٰہ قوی عزیزہ (الحدید ۵۷ - ۲۰)

ترجمہ:۔ "ہم نے اپنے رسولوں کو دلائل کے ساتھ بھیجا اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔ اور ہم نے لوہا اتارا اس میں شدت کی سختی ہے اور لوگوں کے لئے فائدے بھی ہیں۔ اور تاکہ تو جان لے کون اُس کی اور اس کے رسولوں کی غیب میں مدد کرتا ہے۔ اللہ قوت والا غالب ہے۔"

مندرجہ بالا آیاتِ قرآنی جو سورۃ الحدید سے ہیں نے کتاب، میزان اور حدید (یعنی لوہا) کو فلسفیانہ اور پُر از حکمت ترتیب دے کر قرآن کریم کی نہ ہی صرف فصاحت و بلاغت کو قارئینِ کرام کے سامنے رکھا ہے بلکہ لوہا جس کے عنوان سے یہ سورۃ موسوم ہے کی ضرورت، قدر اور قیمت کی طرف مسلمانوں کی توجہ دلائی ہے۔

عام طور پر دھاتوں میں سے سونا زیادہ قیمتی خیال کیا جاتا ہے۔ شادی بیاہ کے وقت طے کر لیا جاتا ہے کہ کس قدر طلائی زیورات دُلھن کے لئے لاؤ گے۔ سونے کے زیورات مستورات کی زینت اور خوبصورتی کا آئینہ خیال کئے جاتے ہیں۔ کسی ملک کی اکنامک پوزیشن کا اندازہ اس کے گولڈ ڈیپازٹس سے کیا جاتا ہے حضرت عُمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کا نظریہ گولڈ، زر و جواہرات کے متعلق عین تعلیم اسلام کے مطابق تھا۔ انہوں نے قومی اخلاق کی پختگی اور اُس کے بہترین نمونہ کو زر و جواہرات پر ترجیح دی ہے۔ کیوں نہ ہو۔ اگر سونے کو بھاری اہمیت حاصل ہوتی تو قرآن کی اِس سورۃ کا نام الحدید کی بجائے الذہب ہوتا اور اس میں زر و مال کی فراوانی کی برکات کا ذکر ہوتا۔

مندرجہ بالا آیت میں بتایا گیا ہے کہ لوہے میں لوگوں کے لئے فائدے ہیں۔ اِن فوائد کو اگر تفصیلاً بیان کیا جائے تو اس کے لئے دفتر چاہئیں۔ جن ممالک یعنی جرمنی۔ انگلینڈ، شمالی امریکہ، سویڈن، ناروے جن میں سونے اور تیل کی کانوں کی بجائے لوہے کی کانیں ہیں اور لوہا بکثرت نکالا جاتا ہے اِن ممالک نے لوہے کو کام میں لاکر مختلف قسم کی مشینیں ایجاد کی ہیں اور اپنے ممالک کو مشینری کی بدولت برسر اقتدار کیا ہے، بلکہ اسی کے ذریعہ یہ اقوام بہت حد تک مضبوط اور جفاکش ہو گئی ہیں۔ جاپان کی بحری طاقت اور مصنوعات کا باعث اس ملک کی وہ پالیسی تھی جس کی بناء پر اس نے دُنیا کے مختلف ممالک سے پرانے لوہے کے ٹکڑے خریدنے شروع کئے تھے اور وہ اب بھی اپنے ملک کے لئے پُرانے لوہے کے ٹکڑوں کو خریدتے ہیں۔ یورپین اقوام نے لوہے کے ذخائر اور سٹیل انڈسٹری کی وجہ سے ترقی کی ہے۔ اور انہی کی پیروی جاپان اور چین کر کے ترقی کے میدان میں بڑھ رہے ہیں۔ تقسیم ہند کے وقت پاکستان کے حصہ میں وہ صوبے آئے جو زرعی تھے لیکن ہندوستان کے حصہ میں وہ علاقہ آیا جہاں سے لوہا نکلتا تھا۔ اور جس کی وجہ سے ٹاٹا ملز چلتی تھی اور انڈیا کی انڈسٹریز کی قوت کا باعث تھیں۔ ایک معمولی پن۔ سوئی سے لے کر سلائی کی مشین پرنٹنگ پریس۔ ریلوے انجن اور ٹرین کے چھکڑے اور گاڑیاں۔ موٹر کاریں۔ بسیں۔ ہوائی جہاز اور بحری جہاز، لڑائی کے ہتھیار اور مختلف کارآمد اوزار ان ممالک میں تیار ہوتے ہیں جہاں لوہا نکلتا ہے یا اُن ممالک میں جہاں لوہا برآمد کیا جاتا ہے۔ دنیا کی بلند ترین عمارات جن کی بلندی دس بارہ منزل سے تجاوز کر کے ساٹھ ستّر منزل تک تجاوز کر گئی ہے۔ لوہے نے ان کی تعمیر کے امکانات پیدا کر دیئے ہیں۔ امریکہ اور یورپ میں اتنی بلند عمارات کی تعداد میں ہر سال اضافہ ہو رہا ہے۔

لوہے اور سیمنٹ کا قدرتی طور پر جوڑ ہے۔ سیمنٹ کی دیوار یا بنیاد میں مضبوطی پیدا نہیں ہو سکتی جب تک اس میں لوہے کی سلاخیں نہ ڈالی جائیں۔ یہ دونوں اجزا لازم و ملزوم ہیں۔ لوہے کو بھسم کر کے ٹانک کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور اسے وٹامن میں ملا کر خُون کی کمی کے مریضوں کو دیا جاتا ہے۔ لوہا اپنے وزن کی وجہ سے پانی میں ڈوب جاتا ہے لیکن اس کی چادریں بھاری جہازوں میں ایسے طور سے استعمال کی جاتی ہیں کہ جہاز سینکڑوں ٹن مال اٹھا کر گہرے سمندر کو چیر لیتا ہے۔ لوہے کی توپ اور گن پاؤڈر مسلمانوں کی ایجاد ہیں۔ قرآنِ کریم کی ایک سُورۃ کا نام الحدید ہے۔ اور حدید "طاقت" کا نشان ہے۔ قرآنِ کریم نے ایک گری ہوئی اور پس ماندہ قوم کو ایک مضبوط قوم بنا دیا اور وہ دنیا کی دو بڑی سلطنتوں سے ٹکر لگانے کے قابل ہو گئی۔ اُن کی رگِ ہمیّت برداشت نہ کر سکتی تھی کہ دشمن مسلمانوں کے کسی طبقہ کو اذیت پہنچا سکے۔ جب شاہِ رُوم نے مُسلمانوں کی باہمی نااتفاقی سے فائدہ اٹھانا چاہا اور حضرت علیؓ کے علاقہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو امیر معاویہ نے حضرت علیؓ سے اختلاف کے باوجود شاہِ روم کو ایسی وارننگ دی کہ شاہِ روم کے ہوش ٹھکانے ہو گئے۔

کاش یہ سپرٹ مسلمان حکمران میں اسرائیل کے محاصرہ لبنان کے وقت ہوتی اور باوجود اختلافات رحماء بینھم بن کر اشدّاء علی الکفّار بن جاتے اور جو خُون کی ہولی لبنان میں کھیلی گئی ہے یا کھیلی جا رہی ہے اس کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جاتا اور ہزاروں مُسلمان۔ زن و مرد اور معصوم بچّے یہودیوں اور عیسائیوں کا شکار نہ بنتے۔

اب میں اس ترتیب الفاظ کو لیتا ہوں جو قرآنِ کریم نے کتاب، میزان اور حدید میں قائم کی ہے سورۃ رحمٰن میں لفظ میزان تین بار آیا ہے۔ جو عدل پر دلالت کرتا ہے۔ اور عدل تب ہی ہو سکتا ہے جبکہ ترازو کے دونوں پلڑے برابر ہوں۔ کتاب کو حدید سے میزان کا لفظ درمیان میں لا کر الگ کر دیا ہے اس میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگرچہ کتاب اور حدید اپنے اپنے مقام پر اعلےٰ مدارج رکھتے ہیں لیکن ان کے درمیان میزان کی ضرورت اس واسطے معلوم ہوتی ہے کہ کتاب اور حدید کو عملی جامہ پہنانے کے وقت توازن قائم رہے۔ اگر لوہے کو کتاب کے ساتھ رکھ دیا جائے تو کتاب کے پھٹ جانے کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا درمیان میں میزان ہے۔ عام پنجابی مثال ہے۔ چار کتاباں عرشوں آیاں پنجواں آیا ڈنڈا۔ چار کتاباں سہت کجھ کیتا سب کجھ کیتا ڈنڈا۔ یہ کہاوت قرآنِ کریم کی تعلیم کے عین خلاف ہے دین کے معاملہ میں قرآنِ کریم کی تعلیم لا اکراہ فی الدّین ہے۔ کسی جبر اور زبردستی کی ضرورت نہیں ہے۔

دشمن سے مقابلہ کرنے اور ہتھیار اٹھانے کے بارے میں فرمایا وقاتلوا فی سبیل اللہ یقاتلونکم و لا تعتدوا۔ ان اللہ لا یحب المعتدین۔ خدا کی راہ میں جارحانہ لڑائی کو جائز قرار نہیں دیا اور صاف بتادیا کہ خدا وندکریم لڑائی میں اقدام کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

الہامی کتاب یا قومی و مذہبی ضابطہ کو ماننے والے بسا اوقات افراط و تفریط کا تختہ مشق ہو جاتے ہیں۔ طاقت اور ثروت زر کے نشہ میں آکر توازن سے ان کا عمل نکل جاتا ہے۔ مسلمانوں کو توازن قائم رکھنے اور عدل و انصاف کو مدنظر رکھنے کے لئے سورۃ الحدید میں ہماری توجہ کتاب، میزان اور حدید کی طرف مبذول کرائی گئی ہے۔ کیوں نہ ہو۔ اسی طرز زندگی میں قومی، ملّی اور روحانی ترقی مضمر ہے

حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم یہ ہے کہ اگر کوئی تمہارے داہنے گال پر طمانچہ مارے تو بائیں گال آگے کر دو۔ مغربی اقوام عالم نے اس تعلیم کی پرواہ نہ کی۔ اور حضرت مسیحؑ کی عظمت کو تسلیم کرنے کے باوجود ان اقوام کا طرز زندگی اور دشمنوں سے سلوک صدیوں سے وحشیانہ اور درندانہ چلا آیا ہے۔ ان کی کالونیل تاریخ غلاموں سے نفرت نسلی اور لونی امتیازات کی زہرآلود کارستانیوں سے لبریز ہے۔ آج سے پچیس سال پیشتر کسی نیگرو عیسائی کو ایسے گرجا گھر میں عبادت کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ جو سفید فام عیسائیوں کے لئے مخصوص تھے۔ اس قوم کا عالم بارنیس نہ ہی ہوٹل میں ٹھہر سکتا تھا اور نہ ہی ریسٹورنٹ میں کھانا کھا سکتا تھا یہاں تک کہ بس یا ریلوے اسٹیشنوں پر کالے اور گورے مسافروں کے لئے الگ الگ ڈیپارٹمنٹ یا کافی شاپ اور ویٹنگ روم تھے۔ عیسائی اقوام کا دیگر اقوام کے ساتھ جو سلوک ہوتا رہا یا اب تک ہو رہا ہے اس کو نظرانداز کرتے ہوئے جب ہمارے سامنے گذشتہ دونوں جنگ عظیم کا نقشہ سامنے آتا ہے۔ تو بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان جنگوں میں ہر قسم کے ماڈرن ہتھیاروں۔ جنگی جہازوں۔ ہوائی حملوں۔ بمباری اور زہریلی گیسوں کو متواتر طویل عرصے تک استعمال میں لاکر ہزاروں لاکھوں جانوں کو تلف کیا گیا۔ عمارتوں کو مسمار کیا گیا۔ شہروں اور بستیوں کو غارت کیا گیا۔ یہ سب کچھ اس واسطے ہوا کہ کتاب کے قریب حدید آگیا اور درمیان میں میزان کے لئے جگہ نہ رکھی گئی۔ دور کیوں جائیں گذشتہ چند ماہ کے دوران اسرائیل کی حکومت نے لبنان کا محاصرہ کر کے جو مظالم فلسطینی مسلمانوں پر ڈھائے ان کی نظیر دنیا کی تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔ اور ابھی تک وہاں کے باشندے ان مظالم کا شکار ہو رہے ہیں اور دنیا کی کوئی طاقت ان کو روک نہیں سکی۔ حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں۔

"اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو۔ جہاں کیڑا اور زنگ خراب کرتا ہے۔ اور جہاں چور نقب لگاتے ہیں اور چراتے ہیں۔ کیونکہ جہاں تیرا مال ہے وہاں تیرا دل بھی لگا رہے گا" (متی ۶: ۱۹-۲۱) (لوقا ۱۲: ۳۴)

حضرت مسیح علیہ السلام کی دونوں قسم کی تعلیمیں جو آپ نے قومی یا ذاتی دفاع اور مال کے لئے جمع یا پس انداز کرنے کے بارہ میں ارشاد فرمائیں اُن کا انتہائی رجحان روحانیت کی طرف ہے چونکہ آپ کی تعلیم میں ایسی گنجائش نہیں پائی جاتی جو حالات زمانہ کے ماتحت توازن پیدا کر کے قوم کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھ سکے اس لئے اس کا ری ایکشن ہمیں جنگ عظیم میں دکھائی دیتا ہے جو عیسائی اقوام کے مابین لڑی گئی۔ یا اس کا ری ایکشن ہمیں کمیونزم میں دکھائی دیتا ہے جس کا شکار وہ ممالک ہوئے جن میں عیسائیوں کی اکثریت تھی۔ عیسائیت نے اپنے پیروکاروں کو مال جمع کرنے سے تو روک دیا لیکن مال کے جائز طور پر اخراجات کا کوئی ایسا ضابطہ مقرر نہ کیا جس کو بروئے کار لاکر قومیں کمیونزم کے زہریلے اثرات سے بچ جائیں۔ اس کے برعکس اسلام نے یہ دعا۔

ربّنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃً و فی الاٰخرۃ حسنۃً وقنا عذاب النّار

مسلمانوں کو سکھا کر اعتدال کی زندگی بسر کرنے کی تعلیم دی ہے۔ مادہ پرستی (کیپٹلزم) سے بچنے کیلئے فرمایا کی لا یکون دولۃً بین الاغنیاءِ منکم (تاکہ یہ دولت تم میں سے صرف دولتمند طبقہ کے اندر نہ رہے) وصیّت کے قوانین بنائے جس کی بدولت دولت حق داروں میں تقسیم ہو جاتی ہے اور کوئی فرد لکھ پتی نہیں رہ سکتا۔ وصایا کے لئے جائیداد کو ایک تہائی کی حد تک موصی خیراتی کاموں کیلئے چھوڑ سکتا ہے۔ صدقات اور زکوٰۃ کے جمع کرنے اور اُن کو مناسب مقامات پر خرچ کرنے کے لئے ایک نظام مقرر کیا۔ شراب نوشی۔ جوا۔ سٹہ کو شیطانی عمل قرار دیا۔ سود۔ بیاج پر قرضہ لینا۔ دینا ناجائز قرار دیا۔ روزہ ہر غریب اور مالدار پر فرض قرار دیا۔ تاکہ مالدار کو غریب بھائی کی بھوک کا احساس ہو۔ نماز باجماعت ہر غریب۔ امیر پر یکساں فرض قرار دی تاکہ امیر غریب کے درمیان مساوات قائم ہو۔ اور اس مساوات کا اعلےٰ سبق فریضہ حج میں رکھ دیا۔

جنگ عظیم ثانی کے فوراً بعد دنیا کی سیاسی حالت میں بھاری تغیر پیدا ہوا۔ جو اسلامی ممالک برطانیہ فرانس۔ ہالینڈ یا دیگر یورپین اقوام کے زیرنگین تھے ان کو تدریجاً آزادی ملنی شروع ہو گئی۔ آج حالت یہ ہے کہ کوئی ایسا اسلامی ملک باقی نہیں رہ گیا جو غیر قوم کا غلام ہو۔ اس آزادی کا اثر ان ممالک کی اقتصادی۔ تجارتی اور تعلیمی حالات پر پڑ رہا ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ جن ہزارہا نوجوانوں کو غیر ملکی تسلط اور قبضہ کی وجہ سے گورنمنٹ کی اعلےٰ پوزیشن پر پہنچنے کے مواقع حاصل نہیں تھے اُن کی ترقیات کے دروازے حصول آزادی ملک کے بعد کھل گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے وزارت سنبھال لی اور غیر ملکی حکام کو اپنے ملکوں میں واپس لوٹنا پڑا۔ ہر ایک ترقی یافتہ ملک سے ایڈز آنی شروع ہو گئی۔ جو موجودہ انڈسٹریز کے قیام کا باعث ثابت ہوئیں۔ رہائشی بنگلے اور کوٹھیاں بکثرت تعمیر ہونے لگیں۔ نئے سکول۔ کالج۔ یونیورسٹیاں اور مذہبی ادارے کھل گئے۔ یہ تمام نتائج صرف آزادی کے ملنے سے پیدا ہوئے لیکن خداوندکریم کا شکرگذار ہونے اور قوم و ملت کا خدمت گذار ہونے کی بجائے انسان توازن سے نکل گیا۔ اس میں لالچ حرص کا مادہ بڑھ گیا۔ حکام میں رشوت ستانی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سرمایہ داروں میں ہمدردی کے جذبات کافور ہو گئے۔ اور انہوں نے ہر ناجائز طریق سے مال جمع کرنا شروع کر دیا۔ جن ممالک میں تیل کے چشمے نکلنے شروع ہو گئے اُن کی دولت کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ اس فراوانی مال و دولت کے باوجود بعض اسلامی ممالک میں لامذہبیت اور کمیونزم کے اثرات کا پیدا ہونا اور بعض حکومتوں کا روسی بلاک میں شامل ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ مالدار ممالک کی حقیقی ہمدردی اور برادرانہ سلوک اپنے کم نصیب پڑوسی ملک سے کماحقہٗ نہیں رہا۔ ایک مالدار ملک اپنی خداداد دولت میں اپنے غریب پڑوسی ملک کو شریک خیال نہیں کرتا اسکی مالی امداد قرضہ کے طور پر ہوتی ہے۔ اور اس کے ساتھ سُود کی شرح بھی مقرر ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم کتاب اور حدید کے درمیان میزان کو لاتا ہے لیکن افسوس ہے کہ اسقدر انعامات الٰہی کے باوجود اسلامی ممالک روز افزوں لوٹ۔ مار، چوری۔ ڈکیتی۔ رشوت ستانی۔ حرص اور لالچ جیسی خیانت کا شکار ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں اصلاحی تدابیر تب ہی کامیاب ہو سکتی ہیں کہ ہم اپنے اکنامک سسٹم کو اسلامی حدود کے اندر لے آدیں اور مغربی زہریلے اثراتِ سرمایہ داری اور کمیونزم سے نکل کر اپنی ملکی زندگی کے اندر میزان کے اثرات پیدا کریں۔ ربّنا تقبّل منّا انّک انت السّمیع العلیم۔ اٰمین۔

* * * * *

مکرم شیخ فضل الرحمٰن صاحب ۔ لاہور

"مہدی مسیح کی صدی"

نجم قرآن ۔ بائیبل سے پیشگوئیوں کا مجموعہ

اس نام کا ایک کتابچہ غازی منجم صاحب صدر پاکستان نجم سوسائٹی کی جانب سے برائے تبصرہ موصول ہوا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے فرستادوں کو لوگ "فکر ہر کس بقدر ہمت اوست" کے تحت پہلے بھی پرکھتے رہے ہیں اور اب بھی اظہار خیال کرتے ہیں ۔ اگر یہ پرکھ کسی اصول اور دلیل کے ساتھ ہو تو قاری حسب استعداد اس سے مستفید ہو سکتے ہیں ورنہ پُرپیچ تاویلوں میں اُلجھ کر خاموش ہو جاتے ہیں ۔

کتاب مذکور میں علم نجوم کی روشنی میں جہاں مختلف ممالک کو پیش آنے والے اتار چڑھاؤ کا ذکر ہے وہاں پاکستان کی سیاسی شخصیتوں کے حالات پر بھی تنقید و تبصرہ کیا گیا ہے خصوصاً سابق حکمران پارٹی اور اس کے لیڈر کے بارہ میں پیشگوئیوں کو نہایت دلچسپی سے بیان کیا گیا ہے ۔

ہمیں ملکی سیاست اور سیاسی لیڈروں کے مخمصے میں پڑنے کی چنداں ضرورت نہیں ہماری دلچسپی کے لئے اس کتابچہ میں دو موضوعات ہیں ۔ آنے والے مسیح مہدی کے باب میں پیشگوئی اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانئے سلسلہ احمدیہ کی ذات کے بارے میں رائے زنی ۔ آنے والے مسیح مہدی کو منجم صاحب نے "خاورِ جہاں" (دُنیا کا بادشاہ) "سلطانِ جہاں" وغیرہ القابات دیئے ہیں ۔ اس بارے میں انہیں قبل ازیں ایک خط لکھا تھا کہ آپ کے یہ "خاورِ جہاں" مصلح دین کی صورت میں کم از کم اس خطۂ زمین (پاکستان) میں ظاہر نہیں ہو سکتے اور اگر وہ ایسی جسارت فرما بھی لیں تو "آئینِ پاکستان کی رُو سے درخورِ اعتنا نہیں ہونگے بلکہ وہ دماغی امراض کے ہسپتال یا جیل کی ہوا کھائیں گے ۔ علاوہ ازیں منجم صاحب کے حساب میں غالباً کوئی بھول آ گیا ہے انہوں نے خاورِ جہاں کے ظہور کا زمانہ ۱۴۰۱ھ کے آخر تک بنایا ہے (یہ آخری حد ہے) مگر اب ۱۴۰۲ھ بھی ختم ہونے کو ہے ، اسی طرح حضرت مرزا صاحب کے بارہ میں جو حساب لگایا ہے اور زائچہ بنایا ہے اس میں بھی غلطی کھائی ہے یا پھر اپنے معتقدات کے زیرِ اثر اظہارِ رائے میں جانب داری سے کام لیا ہے ۔

اس کتاب کے صفحہ نمبر ۸۲ پر حضرت نعمت اللہ کرمانوی کے فارسی اشعار دیئے گئے ہیں انمیں آخری شعر آنے والے مسیح و مہدی کے نام کی طرف اشارہ کرتا ہے ۔ فرماتے ہیں ؎

الف و حا و میم و دال می خوانند — نام آں نامدار مے بینم

اس شعر کے اعداد ملاحظہ فرمائیے اور قدرت کا تماشہ دیکھئے ۔

ل و ح و م و د م ی خ و ا ن د

۱، ۲، ۸، ۶، ۴۰، ۶، ۴، ۴۰، ۱۰، ۶۰۰، ۶، ۱، ۵۰، ۴

ن و م ل ن ن ل م د ا ر م ی ب ی ن م

۵۰، ۱، ۴۰، ۱، ۵۰، ۵۰، ۱، ۴۰، ۴، ۱، ۲۰۰، ۴۰، ۱۰، ۲، ۱۰، ۵۰، ۴۰ = ۱۳۷۲

اب حضرت "مرزا غلام احمد" کے اعداد جمع کیجئے ،

م، ر، ز، ا، غ، ل ا م، ا، ح، م د

۴۰، ۲۰۰، ۷، ۱، ۱۰۰۰، ۳۰، ۱، ۴۰، ۱، ۸، ۴۰، ۴ = ۱۳۷۲

حضرت نعمت اللہ کرمانوی کے جن اشعار کو آپ نے عقیدت و احترام سے جگہ دی ہے اور اُمید ہے اُن کے آخری شعر میں پوشیدہ پیشگوئی پر بھی آپ کا یقین کامل ہو گا اور ہم نے اس خدا رسیدہ بزرگ کے اشارات کو صداقت کا وہ رُوپ دے دیا ہے جسے کوئی تاویل جھٹلا نہیں سکتی ۔

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا + قدر کیا پتھر کی لعلِ بے بہا کے سامنے

کتاب کے صفحہ ۱۰۰ پر حضرت مرزا صاحب کے بارہ میں آپ کے یہ الفاظ "مرزا غلام احمد قادیانی بانئے جماعت احمدیہ کی نبوت پر ایمان لانا لازمی ہے بلکہ جو ایمان نہیں لاتا وہ کافر ہے ۔" سراسر زیادتی ہے اول تو آپ کو اتنی بڑی بات کہنے کے ساتھ حضرت مرزا صاحب کی کسی کتاب کا حوالہ دینا چاہیئے تھا جہاں یہ الفاظ دیئے گئے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ احمدیت کے بارہ میں آپ کا مبلغ علم ان اعتراضات تک محدود ہے جو مخالفین سلسلہ احمدیہ اپنی دوکان چمکانے کے لئے اِدھر اُدھر سے توڑ مروڑ کر شائع کرتے ہیں ۔ آپ حضرت صاحب کی کسی کتاب سے یہ الفاظ ثابت کریں تو آپ کو منہ مانگا انعام دیا جائے گا ۔ آپ کے علم میں اضافہ کے لئے حضرتِ اقدس کی چند کتب سے واضح بیانات دیئے جاتے ہیں ۔ غیر جانبدارانہ طور پر انہیں پڑھیں اور اپنے بیان پر جو کھلا اتہام ہے استغفار کریں ۔

۱ :۔ "خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور اُن سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں جو اہل سنت والجماعت مانتے ہیں اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہوں ۔ اور قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہوں اور میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں ۔" (آسمانی فیصلہ ص ۶)

۲ :۔ "نبی صلعم کے بعد کس طرح کوئی نبی آ سکتا ہے جبکہ ان کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی ۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ کر دیا ۔" (حمامۃ البشریٰ ص ۲)

۳ :۔ "ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا ۔" — تریاق القلوب ص ۱۳۰

۴ :۔ "میں صاف صاف اقرار اس خانہ خدا مسجد (جامع مسجد دہلی) میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں ۔" (مجموعہ اشتہارات ص ۳۳۳)

۵ :۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمیں بجز خادم اسلام ہونے کے اور کوئی دعویٰ نہیں ۔" (الحکم مورخہ ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

ان اقتباسات کے مطالعہ کے بعد آپ کے بیان کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے خود ہی غور فرما لیں ۔

خلاصہ یہ کہ غازی صاحب کی کتاب کا انحصار اپنے خود ساختہ علم نجوم اور بائیبل کی محرّف عبارات پر مشتمل ہے ۔ دُوسری طرف وہ اپنے مسلمان ہونے کا بھی دعوٰے کرتے ہیں ہم نے تو غیر جانبدار ہو کر جب اس کتاب کا مطالعہ کیا تو ایسا احساس بھی ہوا کہ ان میں کوئی "مسیحی" پوشیدہ ہے ۔

آپ نے اتنا بڑا دعویٰ تو کر دیا کہ مہدی موعود کلنکی اوتار ، پنجاب میں پیدا ہو گیا لیکن قرآن مجید تو تمام رہنمائیوں کا سرچشمہ ہے ۔ احادیثِ مبارکہ اور چودہ سو سال میں بڑی ہی عظیم ، باخدا ہستیاں مسلمانوں میں پیدا ہوئی ہیں ۔ ان کو چھوڑ دیا ہے ۔ ابنِ بطوطہ کی ایک روایت جس کے بارے میں وہ خود لکھتے ہیں کہ ایسے ایسے افراد بھی امتِ محمدیہ میں پیدا ہوئے ہیں اور پھر خود ہی لکھتے ہیں کہ وہ موعود امام مہدی جس کی حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے ضرور اپنی نشانیوں کے ساتھ مبعوث ہو گا ۔ اور وہ اپنے کارناموں سے پہچانا جائے گا ۔

غازی صاحب ! شائد اس کتاب کی اشاعت سے آپ کی دوکان چمکے لیکن آپ نے اسلام ، اور اپنے ملک پاکستان کی کوئی خدمت نہیں کی ۔ میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ صرف حضرت نواب صدیق حسن خاں صاحب

کی کتاب" حجج الکرامہ" جو گذشتہ صدی میں ۱۲۹۰ھ میں شائع ہوئی۔ اور امت محمدیہ میں جو جو انقلابات آئے۔ اور جو جو بشارتیں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دی ہیں۔ ایک مستند کتاب ہے جس کے دشمن بھی معترف ہیں اس کا مطالعہ کریں۔

جائے افسوس ہے کہ حضرت امام مہدی کی آپ خبر دیتے ہیں لیکن مخبر صادق حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے جو بشارتیں دی ہیں اُن کو پی جاتے ہیں۔ کیا آپ کو علم ہی نہیں ہے۔ آپ جس بحر کے شناور نہیں اس میں چھلانگ کیوں لگاتے ہیں۔ نتیجہ ناکامی اور ہلاکت کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔ آپ نے بڑے بلند بانگ دعوے کئے ہیں۔ لیکن اب ۱۴۰۳ھ کی آمد! ان اضغاث احلام یا سرگرداں پھرنے کی کھلی تضلیل و تکذیب کر رہا ہے۔ آپ نے حضرت مرزا صاحب کے بارے میں بڑی کذب بیانی سے کام لیا ہے۔ میرا چیلنج اوپر درج ہو چکا ہے اب دیدہ باید! اگر ہمت ہے تو مرد میدان بن کر سامنے آئیں۔

حضرت امام مہدی کے بارے میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اتنی بشارتیں دی ہیں جو کہ دن سے زیادہ روشن تر دقوع کے ساتھ حضرت مرزا صاحب کے وجود با جود میں ثابت ہو چکی ہیں۔ آپ کی ضیافت طبع کے لئے ایک ہی نشانی درج کرتا ہوں۔ (ویسے تو بیسیوں علامات ہیں جو سب کی سب پوری ہو چکی ہیں) آپ (حضرت مرزا صاحب) اُن کے کامل مصداق ہیں۔ اگر آپ صدقِ دل سے خواہش مند ہوں تو کتب مہیا کی جا سکتی ہیں۔

مسلمانوں میں دو عظیم فرقے ہیں اہل سنت والجماعت، دوسرے اہل تشیع۔ ان دونوں کی احادیث کی کُتب اس پر متفق ہیں کہ حضرت امام مہدی کے ظہور کے بعد چاند اور سورج کو رمضان کے مہینہ میں چاند کو تیرھویں تاریخ اور سورج کو اٹھائیسویں تاریخ کو گرہن لگے گا۔ اور جب سے زمین و آسمان کو بنایا گیا ہے انہی تاریخوں میں انہیں علامتوں کے ساتھ کبھی یہ نشان اکٹھا نہیں ہوا۔ اور اس روایت کو حضرت امام باقرؒ نے بیان کیا ہے۔ جو تمام مسلمانوں میں مسلّم امام ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے ۱۳۰۰ھ میں مجدّد ہونے کا دعویٰ کیا اور ۱۳۰۷ھ میں امام مہدی ہونے کا زور دار الفاظ میں دعویٰ فرمایا۔ اور یہ نشان ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۴ء ظاہر ہوا۔ اور ایک حدیث میں لکھا ہے کہ یہ نشان دو مرتبہ ظاہر ہوگا۔ اگلے سال یہ مرکبہ بیں انہی تاریخوں میں گرہن لگا تاکہ مشرق و مغرب تک امام مہدی کی خبر پہنچ جائے۔

پس منجم صاحب کے لئے اگر ممکن ہو تو وہ صدق دل سے دُعائے استخارہ فرمادیں ممکن ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذاتِ پاک اُن پر رحم فرماتے ہوئے ان کو راہ ہدایت کی طرف رہنمائی فرمائے۔

——— ٭٭٭ ———

(بقیہ چودہویں صدی کی تین عظیم شخصیتیں — آمدہ صفحہ ۶)

خوفاً وطمعاً و مما رزقنا هم ینفقون"

"تمہارے سامنے ایک بہت بلند مقصد ہے اسلام کو دنیا میں غالب کرنے کی کوشش۔ اپنے آپ کو اس کام پر لگا دو"

مولانا محمد علی مرحوم ایک جگہ حضرت اقدس مرزا صاحب کے متعلق لکھتے ہیں — "جتنا مجھے یقین ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو کوئی بڑی سے بڑی طاقت ہلا نہیں سکتی اتنا ہی مجھے یقین ہے کہ کوئی شخص اس جماعت کو گرا نہیں سکتا۔ جب تک اس جماعت میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کے آنسو راتوں کو اللہ تعالےٰ کے حضور بہتے ہیں"

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا ذرہ بھی خوف رکھنے والا شخص اس بات کا قطعاً انکار نہیں کر سکتا کہ گذشتہ صدی کے مجدد حضرت اقدس نے اسلام کے احیاء، قرآن پاک کی اشاعت اور دُنیا کے آخری پیغامبر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی زندگی کے صحیح حالات اور آپ کی سنت کو دوبارہ دنیا تک پہنچانے کا کام کیا ہے۔ اس کام میں ان کے عظیم ساتھی حضرت مولانا نورالدینؓ اور حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم "مجاہد کبیر" نے حضرت مرزا صاحب کی راہنمائی اور ہدایت سے اس خدائی مشن کی تکمیل کی۔ حضرت امیر مرحوم نے اپنی تحریرات اور اپنے فصیح اور بلیغ علم کلام کے ذریعہ بیان القرآن۔ انگریزی ترجمۃ القرآن اور اپنی آخری معرکۃ الآرا کتاب دی ریلیجن آف اسلام جیسی بے نظیر کتب تصنیف کیں اور ایک ایسا کام کیا جس کے لئے نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دل میں زبردست تڑپ تھی اور جس کے متعلق اللہ تبارک وتعالےٰ نے حضرت محمد صلعم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ لعلك باخع نفسك الا یکونوا مؤمنین بلکہ انہیں یاد دہانی کرائی کہ انك لا تهدی من احببت ۔ ولکن الله یهدی من یشاء کیونکہ دراصل اللہ تعالےٰ جو کہ علیم بذات الصدور ہے اور جو عالم الغیب والشہادۃ ہے اور اس کا علم کامل اور مکمل ہے۔ وہی یہ کام کرتا ہے۔ نبی کا کام تو صرف "بلغ ما انزل الیك" ہے۔

اللھم انصر من نصر دین محمد صلی الله تعالےٰ علیه وسلّم واجعلنا منهم

آمین۔ ثم آمین!

——— ٭٭٭ ———

(بقیہ اصلاح معاشرہ اور اسلامی تصوف کی ضرورت، آمدہ صفحہ ۲)

تک لے گیا۔ ان کے نزدیک مومن اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک اس کا دل اخلاقی امراض سے پاک نہ ہو جائے اور جب تک اس کی موت و حیات اللہ کے لئے نہ ظاہر ہو ایسی صورت عشق سے پیدا ہوتی ہے اور عشق دراصل صوفیائے کرام کی غلامی سے پیدا ہوتا ہے اور اسی عشق کو پانے کی تلقین ہے۔ صوفیائے کرام نے تصوف کی تعلیم دیکر عبد کو عبدیت کے مقام پر کھڑا کیا اور بندے کا تعلق اللہ تعالےٰ سے قائم کر دیا۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جبلی اعتبار سے انسان کا جہاں ملوکیت ہوگی وہاں انسانیت خون ہو جاتی ہے انسان کی اصل معراج یہی ہے کہ انسان کا تعلق اپنے مرقبہ سے قائم ہے اس کو اہل حق تصوف کا نام دیتے ہیں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں: "کہہ دو ہم نے اللہ کا رنگ اختیار کیا اس سے بہتر رنگ کس کا ہو سکتا ہے"۔ اقبال ترجمانی یوں کرتے ہیں ؎

قلب را از صبغۃ اللہ رنگ دہ + عشق را ناموس و نام و ننگ دہ

ان کو اللہ تعالےٰ کے رنگ میں رنگ لے اس سے بہتر کوئی رنگ نہیں اس طرح عشق کے لئے عزت نیک نامی اور ناموس کا سرو سامان پیدا ہوگا"۔ اولیاء اللہ نے ہر دور میں مصائب و آلام میں ملت اسلامیہ کی راہنمائی کی ہے اور فتنہ و فساد، بغض و عناد خانہ جنگی کو مٹانے کی سعی کی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ صوفیائے کرام نے واردات قلبی اور روحانی تصرفات سے دنیا کو روشن و منور کیا اور تصوف کی تعلیم سے سعی و کوشش کی شمع روشن کر کے تاریکیوں کو مٹا گئے۔ جن کا شہرہ اکناف عالم میں موجود ہے ان کی داستانیں سینوں میں بھی موجود ہیں۔ آج جبکہ ملک میں بدامنی ہے بے چینی ہے، بے قراری ہے اور حالات ابتر سے ابتر ہوتے جا رہے ہیں۔ ہوس زر کی دوڑ ہے فواحش کا عالم ہے بغض و عناد کی شمع جل رہی ہے۔ بداخلاقی کے مظاہرے ہو رہے ہیں۔ ہر آدمی بدنیت رشوت پرست اور بدخواہ ہے۔ انسانیت ختم ہو رہی ہے۔ خدا کو بھلایا جا رہا ہے۔ رسول اللہ صلعم کی پیروی نہیں ہو رہی ہے۔ انسان موت کو بھول چکا ہے۔ ان حالات میں اسلامی تصوف اور روحانی فیض کی ضرورت ہے تعلیمات اسلامی کے پھیلانے کی ضرورت ہے اور ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان کو انسانیت کے درجہ سے روشناس کرایا جائے اور اخلاق و محبت کی تعلیم دی جائے صلح و آشتی کا پیغام پہنچایا جائے اور صحیح معنوں میں پاکستانی بننے کی سعی کی جائے ٭٭

(بشکریہ نوائے وقت)

ازقلم:۔ چوہدری عبدالحمید صاحب سانگلہ ہل

مجھے حضرت مولانا محمد علیؒ سے کیوں محبت ہے؟

ثم ننجی رسلنا والذین اٰمنوا کذالک ج حقاً علینا ننج المومنین ٥

ترجمہ:۔ "پھر ہم اپنے رسولوں کو اور انھیں جو ایمان لائے بچاتے ہیں۔ اس طرح مومنوں کو بچانا ہماری ذمہ داری ہے"

بنام محمد بنام علی ہے۔ مجھے اپنے قائد کے یاد آگئے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد یکدم عرب کے حالات تبدیل ہو گئے بیشتر قبائل باغی ہو گئے۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ ایسے میں حضور نبی کریمؐ کے جانثار ساتھی نے کمال استقامت کا ثبوت دیا۔ حضرت عمرؓ جیسی شخصیت نے بھی حضرت صدیق اکبرؓ کو مشورہ دیا کہ افہام و تفہیم صلح جوئی اور مصلحت سے کام لینا بہتر رہے گا اور یہ زکوٰۃ وصول کرنے کا معاملہ ایک عرصہ تک کے لئے اٹھا رکھیں لیکن صدیق اکبرؓ نے ایسی استقامت دکھلائی کہ یہ تاریخ اسلام میں خلافتِ اسلامیہ کا پہلا زریں باب بن گیا۔ اس نمونہ پر ملتِ اسلامیہ کے برگزیدگان نے وقتاً فوقتاً اعلےٰ نمونے دکھائے۔ یہی نمونہ مجھے ۱۹۱۴ء میں نظر آتا ہے کہ جماعت ساری کی ساری (سوائے معدودے چند ذی علم افراد کے) جذبات کی رَو میں بہے جا رہی ہے حضرت صاحب کی اولاد کی محبت میں وہ چودہ صدیوں سے قائم عقائد کو روندے جاتے ہیں بے دھڑک تکفیرِ اہلِ قبلہ کو اپنایا جا رہا ہے۔ ختمِ نبوت اجرائے نبوت میں تبدیل ہو رہی ہے۔ مبارک سلامت کا کان پڑا شور سنائی نہیں دیتا ہے۔ کسی کی مجال جو اس سیلاب کے آگے بند باندھے۔ ہے کوئی اس آندھی اس طوفان کو روکنے والا۔ گھپ اندھیرا ہو گیا ہے۔ تاریکی ہی تاریکی ہے۔ انصار (میاں محمود احمد صاحب کے ساتھی) بپھرے ہوئے ہیں۔ وہ اس زبان کو کھینچ لینا چاہتے ہیں جو حق کے لئے بولے۔ اس ہاتھ کو کاٹ دینا چاہتے ہیں جو حق کے لئے اُٹھے۔ ایسے میں ایک بطلِ جلیل ایک مردِ حق عاشقِ رسولؐ عاشقِ قرآن صلعم میں سے بے دھڑک اُٹھتا ہے یکدم ایک نور روشن ہوتا ہے وہ بے خوف و خطر پکار اُٹھتا ہے تکفیرِ اہلِ قبلہ کے بارے وضاحت کرنے دو نئی نبوت اور نئے عقائد گھڑنے سے احتراز کرو۔ لیکن یہ آواز طوفان کی نذر ہو جاتی ہے۔ اور اس مقام پر ایک نئے دین کا اجرا ہو جاتا ہے۔ اور حالت یہ ہوتی ہے کہ لولا الاکرام لھلک المقام

حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ کی شجاعت۔ بہادری اور حق کی خاطر جاں نثاری جرأت و بے باکی نے ملک کی عظیم شخصیتوں کو بھی بے حد متاثر کیا اور مولانا ابوالکلام جیسی شخصیت (جو علم و فضل کی شہرت کے علاوہ سیاست میں ہندوستان کے قائم مقام وزیراعظم کے عہدہ تک گئے) پکار اُٹھی کہ یہ اس سال کا یادگار واقعہ رہے گا۔ میں حیران رہ جاتا ہوں جب صدیق اکبرؓ کے نقشِ قدم پر حضرت مولانا صاحب کی یہ استقامت دیکھتا ہوں۔ تمام قوم ایک طرف ایک رَو میں بہہ گئی ہے۔ اس جماعت میں آپکا بڑا وقار اور مرتبہ ہے علم و فضل کی تمام پونجی وہیں ہے۔ دُنیا کی پونجی بھی وہیں سمیٹ کر لے آئے ہیں۔ عزت اور شہرت کو بھی یہاں چار چاند لگے ہوئے ہیں لیکن آپ اس بے قابو ہجوم میں امام احمد بن حنبلؒ بن گئے ہیں استقامت کا یہ کمال نمونہ۔ اپنے عقائد اور علم و فضل پر یہ یقین۔ اپنے پختہ عہدِ بیعت "میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا" کا یہ پاس۔ اللہ اللہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے قلوب اور ذہان پر ملائکہ کا نزول ہو رہا ہے۔ بوجہ ان کی استقامت کے۔ اور یہی وجہ ہے کہ مجھے اس دَور کے امام مالکؒ مولانا محمد علیؒ سے محبت ہے۔

اب بظاہر دل شکستگی کے سارے حالات پیدا ہو چکے ہیں لیکن اس مردِ خدا کے سامنے ایک بہت بڑا کام تھا اس نے اپنے امام سے ایک عہد کر رکھا تھا۔ کمال ہے کہ اس مردِ حق کو یقین ہے اس کا ایمان ہے کس پر؛ اس خدا پر جس نے اس کے برگزیدہ امام کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اس کو یقین ہے دینِ اسلام یقیناً غالب آئیگا۔ اسے یقین ہے کہ میرے امام کا لگایا ہوا پودا خشک نہیں ہوگا۔ وہ بڑھے گا پھولے گا پھلے گا۔ اور دنیا کو اپنے سایہ تلے ضرور لے گا۔ وہ بغل میں قرآن دبائے۔ ہاں وہی قرآن جس کا عشق اس کے امام نے اس کے اندر بھر دیا تھا۔ (یہ عشق حالات کے بارکیں نہیں سوچا کرتا) چل دیتا ہے۔ اس کے استاد (حضرت مولانا نورالدین اعظم) نے اُسے فہمِ قرآن بخشا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ دین و دنیا کی دولت لوٹنے لئے جا رہا تھا اس کا اوڑھنا بچھونا ہی قرآن تھا۔ وہ قرآن لئے لاہور میں آ جاتا ہے اور قرآن کو کبھی پڑھتا ہے کبھی پڑھاتا ہے کبھی لکھتا ہے کبھی لکھاتا ہے گویا دن رات طوافِ کعبہ میں لگا ہے ہاں اُس کے امام نے بھی کہا تھا۔ ؎

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں + قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ اس ایمان اور یقین سے بھرپور عالم باعمل سے مجھے محبت ہے۔

یہ "رانی" نحی جو شہد کے چھتے کو آگ دکھانے والوں کی وجہ سے اُڑ کر لاہور آ گئی اس رانی نے شہد کا چھتہ پھر بنانا شروع کر دیا۔ چھتہ بنتا گیا شہد تیار ہوتا چلا گیا۔ شہد کی مکھیاں آتی چلی گئیں۔ پھولوں سے رس لا لا کر چھتہ بھرنا شروع ہوا۔ حتیٰ کہ شہد خوبصورت بوتلوں (تصانیف) میں بھر بھر کر باہر جانے لگا اور علم و فضل نے اپنی دھاک بٹھائی۔ ایک عالم شہد ہاں میٹھے شہد کے شربت سے سیراب ہوتا چلا گیا۔ حضرت مولانا نہ پیر۔ نہ صاحبزادے۔ نہ سید گدی نشین یہ ایک عظیم الشان کا زمانہ ہے کہ ہزاروں افراد فیہ شفاء للناس قرآن پر جمع ہو گئے اور حضرت اقدس کا الہام ینصرک رجال نوحی الیہم من السماء کا نظارہ سامنے آ گیا۔ کمال یہ ہے کہ آپ نہ صاحبزادے سیدزادے ہیں نہ کوئی ہادی مقام ہی آپ کے پاس ہے جہاں کسی پیر کا روضہ یا گھر ہی ہو۔ قرآن کی شمع روشن کر رکھی ہے اپنے اور غیر نیر انداز ہیں سمندر کے اندر یہ روشنی کا مینار کھڑا ہے۔ تھپیڑے کھا رہا ہے لیکن نور برسا رہا ہے۔

ہوا ہے تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے + وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے ہیں انداز خسروانہ

اس ملک کی عام رو گدی نشینی۔ پیری مریدی سے ہٹ کر سنتِ رسولؐ پر جمہوری انداز کثرتِ رائے کے فیصلے کے اتباع میں کاروائی کرنے والا یہ انوکھا دینی لیڈر ہے یہی وجہ ہے کہ مجھے حضرت مولانا محمد علیؒ سے محبت ہے — حضرت مجددِ صدِ چہاردہم سے اگر حضرت مولانا صاحب کو محبت ہے تو حضرت اقدس کو بھی آپ سے بے پناہ محبت ہے۔ اور امام الزماں کی قوتِ قدسیہ اور انوار و تجلیات کو خوب خوب اپنے اندر سمویا ہے۔ فرماتے ہیں:۔ ؎ جمالِ ہمنشیں درمن اثر کرد + وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

امام الزماںؑ کبھی تو اپنے عاشق صادق کو دودھ کے جام پر جام پلائے جا رہے ہیں۔

وقد اشربت کاسًا بعد کاسٍ + بنعماء المحبۃ والدلال

کبھی یہ ہو رہا ہے کہ اپنا فوٹو کھنچوا رہے ہیں تا یورپ کے تصویروں پر ماہر قیافہ شناس فوٹو دیکھ کر کاذب اور صادق ہونے کے بارے میں اپنی رائے دیں۔ تو ساری جماعت کو چھوڑ کر صرف اور صرف حضرت مولانا محمد علیؒ کو بلا کر فوٹو کھنچوانے کا حکم دیتے ہیں۔ اور فراستہ المؤمن ینظر بنور اللّٰہ کا نظارہ دیکھئے کہ تصویر کے ساتھ قرآن شریف کی تصویر بھی آ جاتی ہے اور یہ عملاً حضرتِ اقدس کی طرف سے اعلان ہے کہ محمد علی اور قرآن لازم و ملزوم ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ :۔

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن + قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

حضرت امام الزماں اپنی صداقت پر اپنے مِن جانب اللہ ہونے پر یہ اعلان کرتے ہیں کہ طاعون نے جو ملک میں تباہی پھیلا رکھی ہے میں اس سے محفوظ رہوں گا۔ اور فرمایا میری جماعت کے لوگ بھی عموماً اس سے محفوظ رہیں گے۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب کو ان ایام میں بخار ہو گیا کیونکہ یہ خدا کے پیارے بندے خشیۃ اللّٰہ تو بہ و استغفار میں مستغرق رہتے ہیں۔ اپنے آپ کو گنہگار اور عاجز کے طور پر اللہ تعالےٰ کے حضور پیش کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا صاحب نے اس تیز بخار کی وجہ سے جس کی تپش ساتھ بیٹھنے والے کو بھی محسوس ہو سکتی تھی وصیت لکھوانا شروع کر دی۔ حضرت صاحب کو جو مفتی محمد صادق صاحب نے یہ بات بتائی تو آپ ایک جذبہ سے اٹھے اور مولوی صاحب کے پاس آ کر بازو تھام کر فرمایا کہ اگر آپ کو طاعون ہو جائے تو میرا دعوےٰ ہی غلط ہے اور یوں ہوا کہ حضرتِ اقدس نے ادھر یہ الفاظ کہے اُدھر تپ غائب، حضرتِ اقدس فرماتے ہیں :۔

"ظاہر نظر سے اور نیز پوشیدہ طور پر ان کے حالات کا، اخلاق اور دین اور شرافت کی رُو سے تجسس کرتا رہا ہوں سو خدا کا شکر ہے کہ مَیں نے ان کو دینداری میں اور شرافت کے ہر پہلو میں نہایت عمدہ انسان پایا ہے۔ غریب طبع۔ باحیا۔ نیک اندرون۔ پرہیزگار آدمی ہے اور بہت سی خوبیوں میں رشک کے لائق ہے۔" فرماتے ہیں :۔

مجھے یقین ہے کہ میری فراست اس بات میں خطا نہیں کرے گی کہ جوان موصوف خدا تعالیٰ کی راہ میں ترقی کرے گا۔ اور یقین ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کے فضل سے تقویٰ اور محبتِ دین پر ثابت قدم رہ کر ایسے نمونے دکھائے گا جو ہم جنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہوں گے اے خدا تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین"

مزید فرماتے ہیں :۔

"مجھے آپ پر بہت ہی نیک ظن ہے۔ اسی وجہ سے میں آپ کے ساتھ خاص محبت رکھتا ہوں۔ اگر آپ کی خدا تعالےٰ کے نزدیک فطرت نیک نہ ہوتی تو میرا اس قدر نیک ظن ہو نہیں سکتا ہرگز نہ ہوتا مگر میں دل سے اور دلی جوش سے آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ اور آپ کے لئے اکثر پنجوقت غائبانہ دعا کرتا ہوں۔" فرمایا

"۔۔۔۔ پھر بعد اس کے ایک کتاب مجھ کو دی گئی جس کی نسبت یہ بتایا گیا کہ یہ تفسیر قرآن ہے جس کو علی نے تالیف کیا ہے۔ اور اب علی وہ تفسیر تجھ کو دیتا ہے۔" فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک

تو میرے امام کو حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ سے بے پناہ محبت تھی۔ اور شفقت پدرانہ فرماتے تھے۔ اسی لئے مجھے بھی حضرت مولانا صاحب سے محبت ہے۔

نور الدین اعظم کی محبت

فرماتے ہیں :۔ "مجھے مولوی صاحب (حضرت مولانا محمد علیؒ) نے بہت خوش کیا ہے۔ میرا دل باغ باغ ہو گیا ہے انہوں نے یاجوج اور ماجوج اور اصحاب کہف ذوالقرنین کی تحقیقات عجیب کی ہے انسائیکلوپیڈیا چھان مارے ہیں کیا مسئلہ صاف کیا ہے۔ واہ۔ واہ۔ واہ۔"

"حضرت مولوی محمد علی صاحب جب قرآن مجید کا ترجمہ سنانے کے لئے حاضر ہوئے تو ان کو مخاطب کر کے فرمایا :۔ تو بیا کہ زندہ مانم"

"حضرت صاحب (حضرت مولانا نور الدین) نے مولوی محمد علی صاحب کو درس قرآن کے لئے اندر بلا لیا اس وقت والدہ عبدالحی بھی موجود تھیں۔ درس قرآن کے بعد مولوی محمد علی صاحب کا ہاتھ حضرت نے پکڑا اور آہستہ آہستہ اپنے منہ کے پاس اس کو لے گئے اور اس پر بوسہ دیا۔"

اسی طرح مولوی محمد علی صاحبؒ کو فرمایا "سر آنکھوں پر آئیں قرآن سنائیں کوئی میرا دماغ تھکتا ہے۔ اپنے پلنگ کی طرف اشارہ کر کے مولوی محمد علی صاحب کو فرمایا میرے پاس آ جائیں فرمایا مجھ کو بڑا پیارا ہے"

اسی طرح حضرت حکیم الامت نے حالتِ ضعف میں فرمایا :۔

"میرے پیارے بیٹے کو بلاؤ۔ میرے پیارے بیٹے کو بلاؤ۔" سننے والوں کا خیال ہوا کہ آپ اپنے صاحبزادہ عبدالحی کو بلانا چاہتے ہیں مگر آپ نے پھر فرمایا :۔

"میری روحانی غذا لاؤ۔ میری روحانی غذا لاؤ۔" اور جب مولانا محمد علی صاحب پہنچ گئے تو انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا۔ پھر مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"تمہارا روز دیکھنا یہ بھی میری رُوح کی غذا ہے۔" پھر فرمایا :۔ "مولوی صاحب تم مجھے بہت پیارے ہو۔ ایک کام کا ہتھیار ملا ہے۔ علم ہی علم ہے۔ تمہارا فضل ہے۔"

تو یہ تھی محبت اس ہستی کی حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ سے جس ہستی کے بارے میں حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ میں نے جہان میں اس جیسا عالم نہیں دیکھا اور جس کے فہم قرآن پر رشک کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مجھے حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمتہ سے محبت ہے۔ ہاں وہی محمد علی جسے اللہ تعالےٰ نے اپنے مسیح کے ذریعے سے آسمان سے قلم بھیجا۔

---

* محترمہ محمد بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم مہر دین ساکن بدوملہی مختصر سی علالت کے بعد انتقال کر گئی ہیں انا للّٰہ وانا الیہ راجعون مرحومہ بڑی نیک، پارسا اور سلسلہ سے محبت رکھنے والی خاتون تھیں۔ ان کی وصیت کے مطابق ان کے شوہر محترم نے اُن کے حق مہر کی رقم مبلغ پانچصد ۵۰۰/- روپے برائے مفت اشاعت انگریزی ترجمۃ القرآن بلاد غیر کے لئے ادا کر دی ہے۔ تمام جماعتوں سے مرحومہ کے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔ اللہ تعالےٰ مرحومہ کے درجات جنت میں بلند فرمائے (شیخ اللہ بخش بدوملہی)

جامع احمدیہ دارالسلام میں ۱۵۔اکتوبر بعد نماز جمعہ غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔

* جلسہ یوم وصال حضرت مولانا محمد علیؒ منعقدہ جامع احمدیہ دارالسلام مورخہ ۱۳/۱۰/۸۲ کی رپورٹ اگلے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

اعتذار :۔ مولانا محمد علی نمبر میں سہو کتابت سے شمارہ نمبر لکھنے سے رہ گیا ہے قارئین کرام اپنی کاپیوں پر ۴۰/۴۱ لکھ لیں۔ ادارہ اس سہو پر معذرت خواہ ہے۔ (ادارہ)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۲۰۔اکتوبر ۱۹۸۲ء — جلد ۶۹ شمارہ ۴۲ رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بیگم صاحبہ چوہدری رحمت خاں ۹۹۳
۷ آستانہ سٹریٹ ٹاؤن
ڈاک خانہ اچھرہ۔ لاہور

PAKISTAN POSTAGE 5P

باہتمام ریاض حسین الجدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس [illegible] ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش

رجسٹرڈ ایل ۸۳۸
تار کا پتہ - تبلیغ
فون - ۵۲۸۳۷

مدیر اعزازی
خلیل الرحمٰن

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد
دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردیگا
الہامات حضرت مسیح موعود

نائب مدیر
عبدالروف کھوکھر

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے تیس روپے
بیرونی ممالک سے دو پونڈ (علاوہ محصولڈاک)

جلد :- ۶۹ * یوم چہارشنبہ ۹ - محرم الحرام ۱۴۰۳ھ - بمطابق ۲۷ - اکتوبر ۱۹۸۲ء * شمارہ :- ۴۳

ارشادات حضرت مجدد صدچہاردہم

سید الشہداء حضرت امام حسینؓ کا مقام حضرت مجدد صد چہاردہم کی نظر میں

ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتداء کرنے والے ہیں

میں اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دنیا کا کیڑا اور ظالم تھا اور جن معنوں کی رُو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنے اس میں موجود نہ تھے۔ مومن بننا کوئی سہل امر نہیں ہے اللہ تعالےٰ ایسے شخصوں کی نسبت فرماتا ہے قالت الاعراب اٰمنا قل لم تؤمنوا ولٰکن قولوا اسلمنا مومن وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اعمال ان کے ایمان پر گواہی دیتے ہیں۔ جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے۔ اور جو اپنے خُدا اور اس کی رضا کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں اور تقوےٰ کی باریک اور تنگ راہوں کو خدا کے لئے اختیار کرتے ہیں۔ اور اس کی محبت میں محو ہو جاتے ہیں اور ہر ایک چیز جو بُت کی طرح خدا سے روکتی ہے خواہ وہ اخلاقی حالت ہو یا اعمالِ فاسقانہ ہوں۔ یا غفلت اور کسل ہو، سب سے اپنے تئیں دُور لے جاتے ہیں لیکن بدنصیب یزید کو یہ باتیں کہاں حاصل تھیں۔ دنیا کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔

مگر حسین رضی اللہ عنہ طاہر و مطہر تھا۔ اور بلاشبہ ان برگزیدوں سے ہے جن کو خدا تعالےٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے۔ اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے۔ اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے اور اس امام کا تقوےٰ اور محبت اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ اور ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتداء کرنیوالے ہیں۔ جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہوگیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے۔ اور کامیاب ہوگیا وہ دل جو عملی رنگ میں اسکی محبت ظاہر کرتا ہے اور اسکے ایمان، اخلاق، شجاعت، تقوٰی اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ ایک خوبصورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں کون جانتا ہے ان کی قدر مگر وہی جو انہی میں سے ہے دنیا کی آنکھ انکو شناخت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ دُنیا سے بہت دور ہیں یہی وجہ حضرت حسینؓ کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی تا حسین رضی اللہ عنہ سے بھی محبت کی جاتی۔

* * *

جلسہ سالانہ ۱۹۸۲ء

۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷ دسمبر تاریخیں مقرر ہوئی ہیں

جمعہ، ہفتہ، اتوار، پیر

(ادارہ)

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام (لاہور) فیجی کی سالانہ رپورٹ

ہمیں مذکورہ بالا شاخ کی طرف سے سالانہ رپورٹ اور حسابات برائے سال ۸۲-۱۹۸۱ء (جو ۳۰ جون ۱۹۸۲ء کو ختم ہوا) موصول ہوئے ہیں۔ قارئین کی اطلاع کے لئے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

ادارہ

پچھلے سالوں کی نسبت اس سال انجمن کی کارروائیوں اور مجالس میں زیادہ باقاعدگی پائی گئی۔ ڈائرکٹرز کے بورڈ کی کوشش رہی کہ ان کارروائیوں کا دائرہ وسیع کیا جائے اور ماموروقت کی ہدایت کے مطابق دین کو دنیا پر مقدم کیا جائے۔ بورڈ کی یہ خواہش رہی ہے اور اسی کے مطابق کوشش بھی کہ ملک بھر میں عوام تک پہنچا جائے تاکہ اُن کی خواہشات کے مطابق دینی مسائل حل کئے جائیں۔ بیرون ملک بھی مقامی جماعت نے مرکز اور دوسری جماعتوں کے ساتھ رابطہ قائم رکھا۔ اللہ کے فضل سے انجمن ہر جگہ روبہ ترقی ہے۔

ملکی عوام تک پہنچنے کی کوشش کے سلسلے میں بورڈ نے اپنے اجلاس مختلف اضلاع میں کئے چنانچہ دو اجلاس مسجد نور سووا میں اور ایک ایک نادی (NADI) مارو (MARO) نوسوری (NAUSORI) اور با (BA) میں ہوا۔ اُمید ہے آئندہ سالوں میں اس میں اور ترقی ہو گی اور عوام کے ساتھ رابطہ دن بدن زیادہ مستحکم ہو گا۔ اب بورڈ اور اس کی تشکیل کردہ کمیٹیوں کی سال بھر کی کارروائیوں کی مختصر رپورٹ درج کی جاتی ہے:۔

ا:۔ اشاعت

اس سلسلے میں ایک کمیٹی بنائی گئی تھی جس کے چیئرمین جی۔ این ڈین صاحب تھے اور ممبران نظام الدین صاحب (پیغام حق کے ایڈیٹر) اے وحید خاں صاحب۔ شوکت اے علی صاحب۔ ایم امین ساہو خان صاحب اور مولانا حافظ شیر محمد صاحب تھے۔ اس کمیٹی نے ۱۹۸۲ء کے لئے انجمن کا کیلنڈر ترتیب دیا۔ جس میں وہ تمام تاریخیں درج کی گئیں جو انجمن کے لئے اہمیت رکھتی تھیں۔ یہ کام فیجی کی انجمن کی تاریخ میں پہلی بار کیا گیا۔ اُمید ہے آئندہ بھی جاری رہے گا۔ اس کے علاوہ "عید مبارک" اور "EID GREETINGS" کارڈ چھاپے گئے۔ پیغام حق نکالا گیا اور کئی ایک رسالے اور کتابچے شائع اور تقسیم کئے گئے۔

ب:۔ تعلقاتِ عامہ

اس سلسلے میں ایک کمیٹی بنائی گئی تھی جس کے چیئرمین امین ساہو خان تھے اور ممبران مولانا صاحب، صاحب صدر، جنرل سیکرٹری صاحب، اے وحید خاں صاحب، الیف کے دین صاحب، محبوب رضا صاحب، جے اے بخش صاحب، ایم ولایت خاں صاحب۔ ایم وائی ساہو خاں صاحب۔ طاہر علی صاحب ایم عثمان خاں صاحب۔ اخلاق علی صاحب۔ الیف شیر خاں صاحب اور حفیظ اللہ صاحب تھے۔ اس کمیٹی نے کامیابی سے یوم نبیؐ۔ یوم حضرت مجدد صد چہاردہم اور یوم محمد علی اور کئی دوسرے جلسوں کا اہتمام کیا۔ کمیٹی نے مذہبی نشریات کے لئے انجمن کے سالانہ کوٹہ میں اضافے کے لئے کئی کوششیں کیں۔ اس وقت ہمارے سالانہ حصے میں پندرہ علی الصبح کے اور دو اتوار کے چاشت کے وقت کے نشریات آتے ہیں مرکز کی طرف سے آمدہ سولہ کتابوں کا ایک سیٹ سووا سٹی کونسل لائبریری کو پیش کیا گیا۔ اور مقامی پریس میں پبلسٹی کی گئی۔

ج:۔ **تعمیرات**:۔ اس سلسلے میں جو کمیٹی بنائی گئی تھی اس کے چیئرمین اے وحید خاں صاحب تھے اور ان کے ساتھی الیف کے دین صاحب۔ وحید علی بخش صاحب۔ جعفر علی صاحب۔ نور عالم صاحب، الیف شیر خاں صاحب اور حفیظ اللہ صاحب تھے۔ مسجد نور پچھلے سال سووا میں مکمل کی جا چکی تھی لیکن اس منصوبے کے دُوسرے مرحلے یعنی کنڈرگارٹن ہال اور رہائشی مکانوں کی تعمیر کا کام جون ۱۹۸۲ء میں ہی شروع کیا جا سکا۔ بقیہ سارے کام پر لاگت کا تخمینہ ۵۰،۰۰۰ ڈالر ہے۔ اُمید ہے کہ مشکلات کے باوجود معقول رقم حاصل ہو جائے گی اور کام بغیر روک کے جاری رہے گا۔

مقامی جماعتوں کی کاروائیاں

۱۔ سووا (SUVA) میں پنجوقتہ نمازوں کے علاوہ ہفتہ وار درسِ قرآن اور جمعہ کی نماز کا اہتمام سارا سال ہوتا رہا۔ اس سلسلے میں مولانا حافظ شیر محمد صاحب۔ جی این دین صاحب اور اے ڈبلیو خاں صاحب خدمات سرانجام دیتے رہے۔ رمضان شریف میں ہر روز تراویح کی نماز میں تقریباً سو کی حاضری ہوتی تھی۔ اور بعد میں مختصر سا درس قرآن بھی ہوتا تھا۔ عید کے موقع پر تو ساری مسجد بھر جاتی ہے۔ اُردو اور عربی کی کلاسیں بھی مسجد نور میں جاری ہیں جن میں حاضری ابھی کم ہے۔ سووا کے ممبران کو اس طرف زیادہ توجہ دینی چاہیئے اور مولانا صاحب کی موجودگی سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ اس کے علاوہ سال کے دوران کئی ایک تقریبات کا بھی بندوبست کیا گیا۔

۲:۔ مارو (MARO) میں پچھلے سالوں کی طرح ہمارے لیڈروں نے کئی نئے ممبر بنائے۔ ایک پانچ افراد پر مشتمل غیر مسلم خاندان نے اسلام قبول کیا اور انجمن سے وابستہ ہوا۔ اس سلسلے میں ہمارے نیشنل وائس پریذیڈنٹ ایم حافظ خاں صاحب اور کچھ اور ممبران نے انتھک کام کیا۔ مسجد محمد علی میں روزانہ نمازوں اور جمعہ کی نمازوں کے علاوہ ہفتہ وار درسِ قرآن کا سلسلہ بھی جاری ہے اس کے علاوہ انجمن کے اہم مواقع پر دینی تقریبات کا انتظام کیا جاتا ہے۔ یوم حضرت مجدد صد چہاردہم کے موقع پر ۲۶ مئی کو ساری مسجد مغربی ڈویژن کے حاضرین سے بھر گئی۔ مسجد محمد علی کا انتظام جو ۱۹۴۰ء میں تعمیر کی گئی شروع ہی سے مارو کی شاخ کے سپرد ہے۔ اب کچھ مرمت درکار ہے اور جنگلا ابھی لگنا ہے۔ اس کے لئے نوجوانوں کی کمیٹی بنائی گئی ہے جو اُمید ہے مناسب رقم جمع کرے گی اور اگلی برسات سے پہلے پہلے کام مکمل کر لیا جائے گا۔

۳۔ نوسوری (NAUSORI) میں بھی درسِ قرآن اور جمعہ کی نماز کا سلسلہ سارا سال جاری رہا۔ درس مولانا صاحب دیتے رہے اور اُن کی غیر حاضری میں ماسٹر ایم رسول بخش صاحب درس کے علاوہ جمعہ کی نماز اور تراویح کی نمازوں میں امامت کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔

۴۔ لاؤٹوکا (LAUTOKA) میں جمعہ کی نماز، درسِ قرآن اور تراویح کا اہتمام مرکز ہی میں ہوتا رہا البتہ عید کا بندوبست سی بریز ہوٹل کے مالک صادق اکبر صاحب کے پاس ہوا۔

بورڈ کی بڑی خواہش ہے کہ لاؤٹوکا میں بھی اگلے سال تک انجمن کی مستقل جائیداد بن جائے۔ سووا منصوبے کے دُوسرے مرحلے کا کام جب ختم ہونے والا ہو گا تو بورڈ اس طرف پوری توجہ دینے کا ارادہ رکھتا ہے۔ بورڈ لاؤٹوکا کے ممبروں کا شکر گذار ہے کہ وہ اس کے لئے مدد اور تعاون جاری رکھے ہوئے ہیں اور اُمید رکھتا ہے کہ وہ اور زیادہ دلچسپی لیں گے۔ مغربی ضلع کے دورہ کے موقع پر مولانا صاحب لاؤٹوکا میں درسِ قرآن کے لئے رُکتے ہیں اور ایک دو بار انہوں نے تراویح اور جمعہ کی نمازیں

(بقیہ صفحہ ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیے)

پیغامِ صُلح ——— بجواب ——— نوائے وقت

(از مُدیر اعزازی)

"ادارہ نوائے وقت" نے اپنے روزنامہ مورخہ ۲۵ ستمبر ۱۹۸۲ء میں "گذارشِ احوال واقعی" میں لکھا ہے کہ :- "لاہوری حضرات مرزا صاحب کو نبی نہیں صرف مصلح قرار دیتے ہیں حالانکہ مرزا صاحب نے دعوٰی نبوت کیا تھا۔ اور ان کی جھوٹی نبوت پر ایمان لانے والے لوگ بھی خاص تعداد میں موجود ہیں۔ ظاہر ہے کہ جھوٹی نبوت کے دعویدار کو مصلح ماننے والے بھی نبی کے بھائی بند ہو سکتے ہیں اور انہی کی صف میں شامل ہیں۔"

میں حضرت مرزا صاحب کی اپنی کتب کے حوالے سے آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کے متعلق چند تحریرات پیش کرنے کے بعد "ادارہ نوائے وقت" سے چند سوالات کے جوابات کا مطالبہ کروں گا۔ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں :-

(۱) اس عاجز نے سُنا ہے کہ اس شہر (دہلی) کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مدعی۔ ملائک کا منکر۔ بہشت و دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبرائیلؑ اور لیلۃ القدر اور معجزات اور معراج نبویؐ سے بکلی منکر ہے۔ لہٰذا میں اظہاراً للحق عام و خاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افتراء ہے۔ میں نہ نبوّت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے۔ ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کے رو سے مسلّم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفٰے صلعم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلعم پر ختم ہو گئی ہے۔" (اعلان مورخہ ۲-اکتوبر ۱۸۹۱ء۔ بمقام دہلی)

۲ :- "دوسرے الزامات جو مجھ پر لگائے جاتے ہیں کہ یہ شخص لیلۃ القدر کا منکر ہے اور معجزات کا انکاری اور معراج کا منکر اور نیز نبوت کا مدعی اور ختم نبوت کا انکاری ہے۔ یہ سارے الزامات دروغ اور باطل ہیں۔ ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہلِ سنّت والجماعت کا ہے اور میری کتاب "توضیح مرام" اور "ازالہ اوہام" سے جو ایسے اعتراضات نکالے گئے ہیں یہ نکتہ چینیوں کی سراسر غلطی ہے۔ اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانۂ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ ایسا ہی میں ملائکہ اور معجزات اور لیلۃ القدر وغیرہ کا قائل ہوں۔" (تقریر بمقام جامع مسجد دہلی مورخہ ۲۳۔اکتوبر ۱۸۹۱ء دین الحق صد ۲۹)

۳ :- "بالآخر یاد رہے کہ جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اس کی جماعت کے عقائد اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے یہ ان حاسد مولویوں کے وہ افترا ہیں کہ جب تک کسی دل میں ایک ذرا بھی تقوٰی ہو ایسے افترا نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کے کلام یعنی قرآن کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں .... اور اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم اس کے رسُول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق۔ اور روزِ حساب حق اور جنّت حق اور جہنم حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جلّ شانہٗ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرّہ کم کرے یا ایک ذرّہ زیادہ کرے یا ترکِ فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچّے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم و صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسُولؐ کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہلِ سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے۔ اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوٰی اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے۔ اور قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوٰی ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں الا ان لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین والمفترین۔" (ایام الصلح ۱۸۹۹ء صد ۸۶-۸۷)

۴ :- "ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کے قائل ہیں۔ اور آنحضرتؐ کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔" (مجموعۂ اشتہارات صد ۲۲۴)

۵ :- "کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود نبوت اور رسالت کا دعوٰی کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلعم کے بعد رسُول اور نبی ہوں۔" (انجام آتھم۔ حاشیہ صد ۲۷)

۷ :- "آنحضرت صلعم نے بار بار فرمایا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور حدیث "لانبی بعدی" ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت پر کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا۔ کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔" (حاشیہ کتاب البریہ صد ۱۸۴)

۸ :- "ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے اور کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم خاتم الانبیاء اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمیں بجز خادمِ اسلام ہونے کے اور کوئی دعوٰی بالمقابل نہیں اور جو کوئی شخص ہماری طرف اس کے خلاف منسوب کرے وہ ہم پر افترا کرتا ہے۔" (الحکم جلد ۳ صد ۱۰۔ اگست ۱۸۹۹ء)

۹ :۔ "والہ ... قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ولا کتاب بعد الفرقان الذی ھو خیر الصحف السابقۃ ولا شریعۃ بعد الشریعۃ المحمدیۃ ۔"

ترجمہ ا۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت یقیناً منقطع ہو گئی ہے اور فرقان کے بعد جو تمام سابقہ صحیفوں سے بہتر ہے کوئی کتاب نہیں اور شریعت محمدی کے بعد کوئی شریعت نہیں۔ (ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴)

۱۰ :۔ "مگر یہ دین جو ہمارے پاک نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت دنیا میں آیا اس میں تمام دنیا کی اصلاح منظور تھی اور تمام استعدادوں کے موافق تعلیم دینا مدنظر تھا اس لئے یہ دین تمام دنیا کے دینوں کی نسبت اکمل اور اتم ہوا اور اسی کا نام بالخصوصیت اسلام رکھا گیا اور اسی دین کو خدا نے کامل کہا جیسا کہ قرآن شریف میں ہے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ اسلام تمام دنیا اور تمام استعدادوں کے لئے آیا اور قرآن کو تمام دنیا کی کامل اصلاح مدنظر تھی جن میں عوام بھی تھے اور خواص بھی تھے اور حکما اور فلاسفر بھی۔ اس لئے انسانیت کے تمام قوای پر قرآن نے بحث کی اور یہ چاہا کہ انسان کی ساری قوتیں خدا تعالےٰ کی راہ میں فدا ہوں اور یہ اس لئے ہوا کہ قرآن کا مدنظر انسان کی تمام استعدادیں تھیں اور ہر ایک استعداد کی اصلاح منظور تھی اور اسی وجہ سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ٹھہرے کیونکہ آنحضرت صلعم کے ہاتھ پر وہ کام تمام پورا ہو گیا جو پہلے اس سے کسی نبی کے ہاتھ پر پورا نہیں ہوا تھا۔" (ست بچن صفحہ ۱۲۸)

۱۱ :۔ "یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنے ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت کے اقتدا اور متابعت سے باہر جاتا ہوں۔ یہ الزام صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے۔ اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ یہی لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے۔" (خط بنام اخبار عام ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء)

یہ بھی یاد رہے کہ اس کے تین دن بعد یعنی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ وفات پا گئے۔

اس قسم کے اور بھی بے شمار حوالے ہیں لیکن میں نے اختصار کی خاطر صرف ان گیارہ حوالوں پر اکتفا کیا ہے جو ۱۸۹۱ء سے لے کر ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء تک کی حضرت صاحب کی کتب اور دیگر تحریرات میں موجود ہیں۔ ان حوالہ جات کے پیش کرنے کے بعد "ادارہ نوائے وقت" سے میرے مندرجہ ذیل مطالبات ہیں۔

۱ :۔ کہ "براہین احمدیہ" (۱۸۸۴ء) سے ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء تک کی حضرت صاحب کی کسی کتاب، اشتہار یا خط سے وہ یہ ثابت کرے کہ حضرت مرزا صاحب نے متذکرہ صدر امور سے انکار کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ :۔

(ا) :۔ میں آنحضرت کو خاتم النبیین نہیں مانتا کیونکہ میں آپ کے بعد خود مدعی نبوت ہوں اس لئے خاتم الانبیا میں خود ہوں اور آپ کے بعد میں کسی مدعی نبوت کو مفتری۔ کافر۔ کاذب۔ لعنتی، بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھتا۔

(ب) :۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنیاد ہے وہ میرا عقیدہ نہیں بلکہ بحیثیت نبی اسلام کے مقابل پر میں ایک نیا دین لایا ہوں جس کے مطابق قرآن خاتم الکتب اور شریعت محمدیہ آخری شریعت نہیں کیونکہ میں قرآن کے مقابل پر ایک نئی کتاب اور اس شریعت کے مقابل پر نئی شریعت لایا ہوں اس لئے میں ان تمام امور کا قائل نہیں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے؟

(ج) :۔ وحی رسالت اور نبوت آنحضرت پر ختم نہیں ہوئی بلکہ جاری ہے کیونکہ مجھ پر ایسی وحی نبوت اور رسالت بذریعہ جبرائیل نازل ہوتی ہے جس کے ذریعے مجھے جدید احکام شریعت سکھائے جاتے ہیں۔ میں نیا کلمہ لایا ہوں اور میرا قبلہ بھی نیا ہے؟ اگر ادارہ نوائے وقت یہ ثابت کر دے تو میں اپنے تمام کنبے کے ساتھ جس میں تقریباً ۲۰ افراد شامل ہیں جماعت احمدیہ لاہور سے الگ ہو جاؤں گا لیکن اگر وہ ایسا نہ کر سکے اور ہرگز ایسا نہیں کر سکے گا تو اُسے سیاسی اور مالی مفاد حاصل کرنے کے لئے اس قسم کی افترا پردازیوں اور الزام تراشیوں سے باز آ جانا چاہیئے۔ کیونکہ جو اللہ تعالےٰ کے کسی ولی کی دشمنی مول لیتا ہے تو اللہ تعالےٰ کا اس کے خلاف اعلان جنگ ہے جس کا نتیجہ اس کے لئے تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

۲ :۔ میرا دوسرا مطالبہ نہ صرف "ادارہ نوائے وقت" سے بلکہ اسلامی دنیا کے تمام علماء اور فضلا سے یہ ہے کہ قرآن کریم کی وہ کون سی آیت ہے یا رسول کریم صلعم کی وہ کون سی مستند حدیث ہے جس کی رُو سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے، اپنے آپ کو مسلمان کہنے اور کہلانے اور اسلامی عقائد پر عمل کرنے والے کسی شخص کو کافر کہنے اور دائرہ اسلام سے خارج کرنے کا اختیار کسی سیاسی ادارے (اسمبلی وغیرہ) صدر۔ وزیراعظم کیبنٹ یا علماء کو حاصل ہو جاتا ہے؟

۳ :۔ "ادارہ نوائے وقت" نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان کی (حضرت مرزا صاحب کی) جھوٹی نبوت پر ایمان لانے والے لوگ بھی خاص تعداد میں موجود ہیں۔ ظاہر ہے کہ جھوٹی نبوت کے دعویدار کو مصلح ماننے والے بھی انہی کے بھائی بند ہو سکتے ہیں اور انہی کی صف میں شامل ہیں۔"

(ا) :۔ اب "نوائے وقت" سے میرا سوال یہ ہے کہ اگر "ایک خاص تعداد" کا کسی شخص کی طرف ایسا دعویٰ منسوب کرنا جو اس نے درحقیقت نہیں کیا اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے واقعی یہ دعویٰ کیا ہے اور اس سے یہ اختلاف رکھنے والے کہ اس نے یہ دعویٰ نہیں کیا دونوں بھائی بند ہیں اور ایک ہی صف میں شامل ہیں تو عیسائیوں کی غالب اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ حضرت مسیح خدا کا بیٹا اور خدا ہے لیکن مسلمان اس سے اختلاف کرتے ہوئے اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت مسیح خدا کا بیٹا اور خدا نہیں بلکہ اس کے نبی اور رسول ہیں تو کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا درست ہوگا کہ حضرت مسیح نے خدا کا بیٹا اور خدا ہونے کا دعویٰ کیا ہے کیونکہ ایک کثیر تعداد اس کی قائل ہے اور اس کے خلاف یہ عقیدہ رکھنے والے کہ انہوں نے یہ دعویٰ نہیں کیا بلکہ وہ نبی اور رسول ہیں۔ دونوں بھائی بند اور ایک ہی صف میں شامل ہیں؟

(ب) :۔ اللہ تعالےٰ نے تمام انبیاء کے ذریعے اپنی ہستی پر یہ شہادت دلائی ہے کہ میں موجود ہوں یعنی اللہ تعالےٰ کا یہ دعویٰ ہے کہ میں ہوں لیکن اس وقت دنیا کی تقریباً ڈیڑھ ارب آبادی جو مسلمانوں سے بہت زیادہ اکثریت میں ہے خدا کی ہستی کی منکر اور دہریہ ہے۔ اس کے برعکس مسلمان خدا کی ہستی کے قائل ہیں تو کیا اس سے یہ سمجھا جائے کہ چونکہ خدا کو نہ ماننے والوں کی ایک خاص تعداد موجود ہے اس لئے نعوذ باللہ خدا کی کوئی ہستی نہیں اور اس کے برعکس خدا کی ہستی کے قائل مسلمانوں اور دہریوں کو بھائی بند اور ایک ہی صف میں شامل تصور کیا جائے؟

یہ کون سی منطق ہے کہ صحیح اور غلط عقائد رکھنے والوں کو بھائی بند اور ایک ہی صف میں شامل قرار دیا جائے اس طرح تو حق و باطل اور سچ اور جھوٹ کی تفریق ختم ہو کر رہ جاتی ہے اور قرآن کریم کے ان الفاظ کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی کہ "ھل یستوی الاعمٰی والبصیر"۔ "وما یستوی الاعمٰی والبصیر"۔ "ولا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ"۔ "افمن کان علیٰ بینۃ من ربہ کمن زین لہ سوء عملہ واتبعوا اھواءھم"۔ اگر اندھے اور آنکھوں والے نیکی اور برائی کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھلی دلیل پر قائم ہونے والے اور ان کے مقابل میں بُرے عمل کو اچھا سمجھنے اور اپنی خواہشات کی پیروی کرنیوالے سب برابر اور ایک ہی صف میں شامل ہوں تو پھر کون سا دین باقی رہ جاتا ہے۔ اسی قسم کی نامعقولیت نے پاکستان کو گوناگوں مشکلات اور مصائب سے دوچار کر رکھا ہے۔ اس قسم کی ناروا روش سے جتنا جلدی باز آیا جائے اتنا ہی ملک و قوم کے لئے بہتر ہو گا۔

الکوثر

خطبۂ عید الاضحٰی ۔ فرمودہ مکرم میاں نصیر احمد فاروقی بتاریخ ۲۸ ستمبر ۱۹۸۲ء بمقام مسجد جامع ، دارالسلام لاہور

انا اعطینٰک الکوثر ○ فصلّ لربّک وانحر ○ انّ شانئک ھوالابتر ○

ترجمہ :۔ ہم نے تجھے کوثر دی ہے ۔ سو تو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر ۔ بے شک تیرا دشمن ہی ناکام و نامراد ہوگا۔

(نوٹ :۔ اس سورت پر میں نے خطبہ ایک دفعہ پہلے بھی دیا تھا ۔ اور دینی تربیتی کورس میں بھی نوجوانوں کو اس کی تفسیر سنائی تھی ۔ مگر پچھلی عید الاضحٰی پر جو میں نے خطبہ دیا اُسے سامعین میں سے بعض کی درخواست پر میں لکھ کر اخبار پیغام صلح میں چھپوا رہا ہوں ۔)

برت میں کون مخاطب ہے ؟ اور "کوثر" کیا ہے ؟ میں نے جو اس کی عام ، وہ یہ ہے کہ کوثر جنت کی وہ نہر ہے جس سے تمام نہریں نکلتی ہوں گی ۔ اور وہ رسول اللہ صلعم سے خاص ہے ۔ اور حضورؐ ہی یہاں مخاطب ہیں ۔ یہاں تک تو ٹھیک ہے ۔ مگر اگلے الفاظ کو رسول اللہ صلعم پہ لگانے کو کم سے کم میرا دل تو نہیں چاہتا کہ "تو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر ۔ جو تیرا دشمن ہے وہی ناکام و نامراد ہوگا (یا اس کا نام لیوا کوئی باقی نہ رہے گا)" کیوں ؟ اس لئے کہ رسول اللہ صلعم کے لئے الفاظ "سو تو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر" میرے دل کو تو نہیں بھاتے ۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلعم تو آگے ہی اس قدر نماز پڑھتے تھے کہ کسی نے کیا پڑھنی ہے ۔ اور جو حضورؐ نے قربانیاں کی ہیں وہ کسی نے کیا کرنی ہیں ۔

حضورؐ کی نمازیں

حضورؐ نے سالہا سال غارِ حرا میں جو یادِ الٰہی کی اور دن رات سربسجود رہے اُس کی مثال کم ملتی ہے ۔ نبوت کے انتہائی مصروف عہدہ پر فائز ہو کر بھی جتنی نماز حضورؐ نے پڑھی کس نے پڑھی ہے ؟ وہ کون اور نبی ہے جس نے دل کی مصروفیات کے باوجود پانچ وقت کی نماز نہ صرف خود پڑھی بلکہ اپنی اُمت کے لئے فرض کر دی ؟ اور خود تو حضورؐ موقع ملے تو اشراق کی نماز بھی پڑھ لیا کرتے تھے ۔ اور تہجد کی نماز تو جتنی باقاعدہ اور کثرت سے حضورؐ نے پڑھی کس نے پڑھنی ہے ؟ ہر شب بلاناغہ حضورؐ تہائی ، آدھی بلکہ اس سے بھی زیادہ رات اللہ تعالیٰ کے حضور اس قدر کھڑے ہوتے تھے کہ پاؤں سوج جاتے تھے ۔ اور حضورؐ کا قیام اور سجود اس قدر لمبے اور عاجزی و گریہ زاری کے ہوتے تھے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ تم (لوگ) اُن کے حُسن کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے ۔

اِن نمازوں کے علاوہ ، اور کون نبی ہے جس نے سورج گرہن لگا تو نماز پڑھی ، خشک سالی کے لئے خاص نماز پڑھی ، سفر پہ جانے لگا تو پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی ، سفر سے واپس آیا تو پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی پھر گھر آیا ، سفر کے دوران بھی نماز پڑھی اور پڑھوائی بلکہ جنگ کی شدت کے دوران بھی نماز پڑھی اور پڑھوائی ؟ حضورؐ نماز میں ہی اپنی راحت پاتے تھے چنانچہ اذان کے لئے حضرت بلال رضؓ کو ان الفاظ سے مخاطب فرماتے ارحنا یا بلال (اے بلال ہماری راحت کا سامان کر دو) اور حضورؐ نے یہ بھی فرمایا قرّۃ عینی فی الصلوٰۃ (میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے) اور حضورؐ نے ہی نماز کو مومن کے لئے معراج قرار دیا ۔ ایسے نبی کو کہنا کہ اپنے رب کے لئے نماز پڑھ کم سے کم میرے دل کو تو نہیں بھاتا ۔

حضورؐ کی قربانیاں

پھر جو قربانیاں حضورؐ نے کیں وہ کس نے کرنی ہیں ؟ اپنی ساری عُمر ، اپنا سکھ ، اپنا مال (جو حضرت خدیجہ رضؓ نے حضورؐ کی نذر کیا اور حضورؐ نے اللہ کی راہ میں لٹا دیا) غرض جو کچھ تھا وہ اللہ تعالیٰ کے لئے قربان کر دیا ۔ کفارِ مکہ نے لالچ دیا کہ اگر بادشاہت چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں ، اگر دولت چاہیئے تو سونے چاندی کے ڈھیر تمہارے آگے لگا دیتے ہیں ، اگر عورتوں میں دلچسپی ہے تو حسین سے حسین عورتیں جو کہو حاضر کر دیتے ہیں مگر حضورؐ نے ان تمام کو جس طرح اللہ تعالیٰ کی خاطر ٹھکرا دیا اس کی مثال کہاں ملتی ہے ؟ جنگوں میں جا کر حضورؐ نے اپنی جان قربان کرنے کے لئے متعدد بار حاضر کر دی ، بلکہ حضورؐ تو دن رات اپنی جان اپنی ہتھیلی پہ لئے پھرتے تھے کیونکہ دشمن تو ہر آن حملہ کر سکتا تھا اور وہ صرف حضورؐ ہی کی جان چاہتا تھا ۔ تو ایسے انسان کے لئے کہنا کہ اپنے ربّ کے لئے قربانی کر کم سے کم میرے دل کو تو نہیں بھاتا ۔

مخاطب کون ہے ؟

قرآن حکیم میں جہاں واحد مخاطب کا صیغہ آئے تو اس کا مخاطب رسول اللہ صلعم کو ہی قرار دینا مجھے تو صحیح نہیں معلوم دیتا ۔ جہاں حضورؐ مخاطب ہیں وہاں سیاق و سباق یا "اے نبی" یا "اے رسول" کے الفاظ یا خود حضورؐ کا نام آنا اس بات پہ دلیل ہوتا ہے مگر جہاں ایسا نہیں تو مخاطب پڑھنے والا ہی ہوتا ہے مثلاً لا تمش فی الارض مرحًا (زمین میں تو اکڑ کر نہ چل) یا ولا تکن للخآئنین خصیما (اور خیانت کرنے والوں کی طرف سے تو جھگڑنے والا نہ بن) ۔ تو سورۃ الکوثر میں بھی مخاطب اگر کوئی رسول اللہ صلعم کو ہی سمجھتا ہے تو اس طرح بھی اس سورت کے وسیع مضامین ہیں مگر میں اُن میں اس وقت نہ جاؤں گا سوائے ایک مضمون کے ۔ مگر اس کے ذکر سے پہلے میں بتا دوں کہ الکوثر کے لفظی معنٰی خیرِ کثیر کے ہیں ۔ اور وہی معنے سامنے رکھ کر میں تمام خطبہ دوں گا ۔

مصائب اور ابتلاء

یہ سورت مکّی ایّام میں نازل ہوئی جب کہ حضورؐ مٹھی بھر ساتھیوں کے ساتھ دشمنوں میں گھرے

ہوئے تھے اور مسلمانوں کو سخت اذیتیں اور دُکھ پہنچائے جا رہے تھے جن کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ ان سے واقف ہیں ۔ مدینہ آکر دشمنوں کے حملوں، یہودیوں اور منافقوں کی بغاوتوں اور شرارتوں ، اور مال و جان کی قربانیوں کے ابتلاء مسلمانوں پر تمام وقت وارد ہوتے رہے ۔ غزوہ خندق یا غزوہ تبوک جو رسول اللہ صلعم کے آخری زمانہ میں پیش آیا کس قدر مسلمانوں کے لئے ابتلاء اور آزمائش کے اوقات تھے ۔ یہ تمام مصائب اللہ تبارک و تعالےٰ کی تقدیر کے ماتحت آئے جیسا کہ آیات لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ، اور یاایھاالذین اٰمنوا استعینوا بالصبّر والصلٰوۃ ۔۔۔۔۔ المھتدون سے ظاہر ہے ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان مصائب اور آزمائشوں کے لئے لفظ ابتلاء قرآن حکیم میں استعمال فرمایا ہے جسکے معنی ہیں انسان کے مخفی جوہروں کو باہر لانا یا انسان کی خوبیوں اور نقائص کو ظاہر کر دینا ہے تاکہ انسان میں اگر کوئی کمی ہو تو وہ بھی ظاہر ہو جائے تا وہ اس کی اصلاح کر سکے پہلے اس سے کہ اس کا وقت ختم ہو جائے اور جو اس کے مخفی جوہر اور خوبیاں ہیں وہ بھی ظاہر ہو کر لوگوں کے لئے نمونہ اور مثال بن جائیں ۔ اور اس طرح وہ دوہرے ثواب کو پائے ۔ یعنے ایک تو اپنی نیکیوں اور خوبیوں کا جو ایسے ابتلاؤں میں دکھائی گئیں اور دوئم دُوسروں کے لئے نیک اور قابلِ تقلید نمونہ پیش کرنے کا ۔ تو ان بے مثال مصیبتوں اور دُکھوں کی بھٹی میں پڑ کر ہی صحابہ رض ایسے نکھرے اور اخلاقی اور رُوحانی خوبیوں کے مالک بنے کہ اللہ تعالےٰ سے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا سرٹیفکیٹ پایا جو اور کسی نبی کی قوم نے نہیں پایا ۔ اور خود رسول اللہ صلعم نے بھی انہیں سرٹیفکیٹ دیا کہ اصحابی کالنجوم فبایّ ما اقتدیتم اھتدیتم (میرے صحابی ستاروں کی طرح ہیں سو تم ان میں سے جس کسی کی بھی پیروی کرو گے تو ہدایت پاؤ گے) ۔ عرب کے ریگستانوں میں لوگ رات کو سفر کرتے تھے اور راستے اور سڑکیں تو نہ تھیں اس لئے ستاروں سے اپنی رہنمائی پاتے تھے ۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلعم نے اپنے صحابہ رض کو ستاروں سے تشبیہہ دی ۔

تو ان مصائب ، دُکھوں اور ابتلاؤں کو جن سے انسان گھبراتا اور کتراتا ہے اللہ تعالیٰ نے اگر خیر کثیر کہا تو بالکل سچ فرمایا ۔ انجام کار وہ ایسے ہی ثابت ہوئے ۔ سُورت کے اگلے الفاظ میں جو اپنے رب کے لئے نماز پڑھنے اور قربانی کرنے کا ذکر ہے وہ بھی نہایت ہی موزوں ہے ۔ کیونکہ انسان خوشی اور بے فکری میں خدا کو بھولا رہتا ہے ۔ مگر مصائب اور ابتلاء اُسے اللہ تعالےٰ کی طرف اور نماز کی طرف مائل کرتے ہیں اور اس نماز میں جو دل لگتا ہے اور اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع میں ہی انسان کے لئے خیر کثیر ہے جیسا کہ میں بعد میں عرض کروں گا ۔

اور مصائب اور آزمائشیں ہی انسان کو پکڑ کر اس سے قربانیاں کرواتی ہیں ۔ ورنہ انسان نہ تو اپنا مال خدا کی راہ میں آسانی سے دیتا ہے نہ جان ۔ حالانکہ دنیا کا مال انسان کے مرنے پیچھے رہ جاتا ہے ۔ اور جان تو بہرحال اُسے دینی پڑتی ہے ۔ حالانکہ اگر وہ خُدا کے راستہ میں جان دیتا تو شہید اور صدیق کا درجہ پاتا ۔ پھر آخرت میں اس کا وہ مال جو اس نے خدا کی راہ میں خرچ کیا اُسے بہت بڑھ چڑھ کر ملے گا ۔ اس مال کے سوا اور وہاں اُس کے لئے کچھ نہ ہو گا ۔ اس لئے جو لوگ اپنے ہمیشہ کے گھر کے لئے کچھ نہیں بھیجتے یا تھوڑا بھیجتے ہیں وہ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں ۔ تو مسلمانوں کو جو مصائب اور دُکھوں اور ابتلاؤں میں آزمائے جا رہے تھے سُورت کی آخری آیت میں یہ فرمایا کہ انّ شانئک ھوالابتر تمہارا دشمن باوجود اپنی کثرت اور طاقت اور غلبہ کے بالآخر ناکام و نامراد ہو گا ۔ اور ایسا ہی ہوا حالانکہ دُنیاوی حالات اس کے بالکل برعکس تھے ۔

فسبحٰن اللہ وبحمدہٖ سبحٰن اللہ العظیم

دُنیا داروں کے لئے :-

مگر مصائب اور دُکھوں اور ابتلاؤں کے اندر خیر کثیر دیکھنا صرف عارفوں اور دین داروں کا کام ہے ۔ ایسے لوگ تھوڑے ہوتے ہیں ۔ آج دیکھیں کہ انسانوں کی بھاری اکثریت کس کو خیر کثیر سمجھتی ہے ؟ مالِ کثیر کو ۔ مال کی تلاش میں ساری دُنیا دن رات دیوانوں کی طرح لگی ہوئی ہے اور تھوڑے مال پہ کوئی راضی نہیں ہوتا ۔ ہر شخص کو "اور ، اور" مال کی ہوس اور بھڑکن ہے ۔ چلیئے الکوثر (خیرِ کثیر) کو مال کے معنوں میں ہی وقتی طور پر لے لیتے ہیں ۔ تو اس معنٰی کی رُو سے بھی مسلمانوں کو کہا کہ ہم تم کو بھی مالِ کثیر دیں گے (جیسا کہ عربوں اور ایرانیوں کو تیل مل کر اور باقی مسلمانوں میں بھی ملکی آزادی کی برکت سے اور تجارت اور صنعت و حرفت کی ترقی ہو کر بے شمار لوگ لکھ پتی اور کروڑ پتی بن گئے ہیں) مگر مالِ کثیر پا کر اس مال کو دینے والے کو نہ بھول جانا بلکہ اُسے یاد رکھنے کے لئے فصل لربّك نماز کو قائم کرنا اور مال کو اپنا رب سمجھنے کی بجائے اپنے اصلی ربّ اللہ کو نہ بھول جانا ۔

غریب کو یا بھوکے کو تو اللہ ہر وقت یاد رہتا ہے ۔ مگر جن کے ہر کام دولت کی بدولت طے پا رہے ہوں وہ دولت کے نشہ میں خُدا کو بھول جاتے ہیں الا ما شاء اللہ ۔ یہ امامِ وقت کی برکت اور فیض ہے کہ ہماری جماعت کے امیر بھی خُدا کے فضل سے اللہ کو یاد رکھنے والے اور نماز کو قائم کرنے والے ہیں ۔ فالحمد للہ علیٰ ذالك

دولت مندوں کو دُوسرا حکم یہ دیا کہ قربانی کرو ۔ دولت مندوں کے لئے سب سے مشکل یہ کام ہے کہ وہ اپنی دولت کی قربانی کریں غرباء و مساکین کی خاطر یا اللہ کے دین کی خاطر ۔ وہ اپنی مجبوری یا عذر یہ پیش کرتے ہیں کہ جی ہمارا مال تو جو آتا ہے وہ تجارت یا انڈسٹری میں لگ جاتا ہے ۔ ؟ یہ بالکل غلط ہے ۔ اگر یہ کہیں کہ وہ پہلے سے بڑھ کر مال کمانے کے لئے جو بھی اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی ضروریات یا تفریحات سے مال بچتا ہے وہ مال تجارت یا انڈسٹری میں لگاتے چلے جاتے ہیں تو یہ ٹھیک ہے ۔ مگر اپنے لئے ، اپنے بیوی بچوں کی ضروریات بلکہ فضول خرچیوں کے لئے اور مکان بنانے ، یورپ امریکہ کی سیروں کے لئے ، موٹریں خریدنے یا شادی بیاہوں پر لُٹانے کے لئے تو لاکھوں روپیہ نکل آتا ہے مگر اللہ کے دین کی خاطر یا غرباء و مساکین کی خاطر کیوں نہیں نکل سکتا ؟ تو یہ مال کی ہوس جو ھل من مزید کی آگ اپنے اندر رکھتی ہے اور مال کی محبت جو شرک کا رنگ اختیار کر لیتی ہے اس کا علاج یہ نہیں کہ دولت مت کماؤ جیسا کہ رہبانیت کی شکل میں تمام مذاہب میں پیدا ہوا ۔ بلکہ یہ ہے جو قرآن نے فرمایا ہے کہ مال کماؤ مگر مال کی محبت اور ہوس کی قربانی یوں کرو کہ مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو جیسا کہ قرآنِ کریم نے مختلف مقاصد پر خرچ کرنے کی تلقین فرمائی ہے ۔

اس بارہ میں بھی حضرت امام الزمان کی برکت اور فیض کا اثر ہے کہ ہماری جماعت کے اکثر امراء اللہ تعالےٰ کے فضل سے زکوٰۃ اور صدقات کو دینے والے اور اللہ کے دین کے لئے چندے (ماہوار یا خاص اپیلوں پر) دینے والے ہیں ۔ فالحمد للہ علیٰ ذالك

تو مالدار کو آخری بات اس سورتِ مبارکہ میں یہ فرمائی کہ انّ شانئک ھوالابتر (تیرا جو دشمن ہے وہ نامراد رہے گا) اب عجیب بات یہ ہے کہ غریب کا کوئی اور وجہ سے دشمن

ہوتو ہو مگر اُس کی غربت کیوجہ سے اس کا کوئی دشمن نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس دولت مند انسان کے اُسکی دولت کیوجہ سے بہت سے حریف، رقیب، حاسد اور دشمن بن جاتے ہیں۔ اور نہیں تو چور اور ڈاکو اس کے مال کیوجہ سے اس کی جان تک لینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ کوئی چوکیدار کوئی پولیس والا اسے یا اُس کے مال کو بچا نہیں سکتے بلکہ چوکیدار تو چوروں سے مل جاتے ہیں۔ صرف اللہ تعالٰے ہی مالدار کو یا اُس کے مال کو بچا سکتا ہے مگر اس کے لئے اللہ کو راضی رکھنے کی ضرورت ہے۔ فصل لربک وانحر یعنے خدا کو یاد رکھنے اور مال کی خدا کی راہ میں قربانی کر کے۔

سیاستدان کے لئے۔

مال کے بعد دُنیا داروں کو جو سب سے زیادہ پیاری شئے ہے وہ سیاست، حکومت، وزارت اور ان کو پاکر طاقت کو پانے کی ہوس ہے۔ تو سیاست دان سے پوچھیئے تو وہ الکوثر یعنے خیر کثیر سیاست اور دنیاوی حکومت اور دبدبہ کو ہی بتائے گا۔ اسی ہوس کی وجہ سے ملک گیری اور فتوحات کے لئے ملک گیروں نے دوسروں کی ہزاروں لاکھوں جانیں تک قربان کرائیں۔ خون خرابے، فسادات، لوٹ مار سب اس کا نتیجہ ہوئے۔ دُوسرے مذاہب نے دولت کی طرح حکومت کو بھی بُرا کہا اور منع کیا۔ اور راہب یا نن یا سادھو یا بھکشو بن کر زندگی گذارنے کو کہا۔ اسلام نے دولت کی طرح حکومت کو بھی حرام نہیں کیا۔ خود رسول مقبول صلعم عرب کے بادشاہ بنے۔ خلافت راشدہ کے بعد سینکڑوں ہزاروں سال تک مسلمانوں نے حکومتیں کیں اور اب بھی کر رہے ہیں۔

مگر سیاست دان یا حاکم یا بادشاہ کو یہ سُورت مبارکہ فرماتی ہے کہ اگر ہم تجھے حکومت کی خیر دیتے ہیں تو یاد رکھنا کہ دینے والا اللہ ہے وہ دے سکتا ہے تو لے بھی سکتا ہے۔ اور اُس کے آگے تیری جوابدہی بھی ہوگی۔ اس لئے اپنے رب کو یاد رکھ کہ تیرے اوپر وہ اصل حاکم ہے تُو اس کا محض خلیفہ ہے۔ قرآن نے خود فرمایا ہے کہ اقم الصلوٰۃ لذکری (مجھے یاد رکھنے کے لئے کم سے کم پانچ وقت نماز کو قائم کرو) قائم کرنے کے معنی صرف نماز پڑھنا نہیں بلکہ سوچ سمجھ کر کہ تم کس کے آگے کھڑے ہو یا جھکتے ہو یا زمین پر سجدہ میں گر پڑتے ہو نماز کو سمجھ کر پڑھنا ہے۔ نماز انسان کو پانچ وقت یہ یاد دلاتی ہے کہ اللہ تعالٰے ہر جگہ تمہارے ساتھ ہے۔ (ھو معکم اینما کنتم) اسی لئے نماز ہر جگہ ہو سکتی ہے، اللہ تعالٰے تمہیں دیکھ رہا ہے (لبصیر بما تعملون) اسی لئے ہم اُس کے آگے ہاتھ باندھنے، جھکنے اور سجدہ میں گر پڑتے ہیں، اللہ تعالیٰ تمہاری بات کو سن رہا ہے (سمیع بصیر) اسی لئے نماز کا کچھ حصہ بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے اور بالآخر اللہ تعالٰے تمہارے دلوں کے رازوں سے واقف ہے (علیم بذات الصدور) اسی لئے نماز کا بیشتر حصہ خاموشی سے دل میں پڑھا جاتا ہے۔ تو یہ پانچ وقت کی یاد دہانی اور ایمان جو نماز کو قائم کرنا سکھاتے ہیں اسی سے زندہ خُدا پر زندہ ایمان پیدا ہوتا ہے۔ تو سیاستدان کو یہ یاد رکھنا کہ اصل حاکم خدا ہے جو اُسے دیکھ رہا ہے، اس کی باتوں کو سُن رہا ہے۔ اس کے سینہ کے رازوں سے واقف ہے اور ہر وقت اس کے ساتھ ہے، یہ باتیں ہی سیاستدان کو سیدھا اور اچھا حاکم بنا سکتی ہیں ورنہ حکومت یا کُرسی انسان میں فرعون کی طرح انا ربکم الاعلیٰ جیسا تکبر پیدا کر دیتی ہے۔

دُوسری بات جو سیاست دان کو اس آیت مبارکہ میں یہ فرمائی کہ وانحر (قربانی کر) میری ساری عمر سیاست دانوں کے ساتھ بطور سرکاری افسر کے گذری ہے۔ سیاست میں تمام نقائص یوں پیدا ہوتے ہیں کہ اکثر سیاستدان اپنے ذاتی مفاد، اپنے بال بچوں اور رشتہ داروں کا مفاد، اپنے دوستوں یاروں کا مفاد، اپنی پارٹی کے ممبروں کے مفاد کو ترجیح دینے لگتے ہیں قوم کے مفاد پر۔ اس لئے اگر سیاست دان قوم یعنے محکوموں کے مفاد کی خاطر اپنے ذاتی مفاد، اپنے بیوی بچوں اور رشتہ داروں کے مفاد، اپنے دوستوں یاروں کے مفاد اور اپنی پارٹی کے مفاد کو قربان کریں تو پھر کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ اس لئے قربانی بنیاد ہے اچھی سیاست اور حکومت کی۔

سیاست دان کے لئے آخری بات یہ سُورت مبارکہ یہ فرماتی ہے کہ ان شانئک ھوالابتر (تیرا دشمن نامراد ہوگا) اب جس قدر دشمنیاں سیاست میں پیدا ہوتی ہیں کہیں پیدا نہیں ہوتیں۔ سیاست ہے ہی دوسرے کو گرا کر اس کی کرسی یا حکومت لینے کا نام۔ سیاستدان کے مخالف پارٹی والے تو خیر اُس کے دشمن ہوتے ہی ہیں، اس کے خود اپنی پارٹی کے لوگ ہر آن اس کی کُرسی کے خواہشمند رہتے ہیں۔ اور اُسے بدنام کر کے اس کی کُرسی کو خود حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس دشمنی سے کوئی سیاست دان نہیں بچا۔ اور دشمن کی فکر سیاست دان کو ہر وقت پریشان رکھتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم مجھے یاد رکھو گے اور راضی رکھو گے اور اپنے مفاد کو قوم کے مفاد کی خاطر قربان کرو گے تو تمہارا دشمن تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

الکوثر کا اصل مطلب

مگر میں دنیا داروں، مال کے پجاریوں، حکومت کے ہوس گیروں کے ذکر سے تنگ آگیا ہوں اور آپ بھی تھک گئے ہوں گے۔ الکوثر یعنے خیر کثیر نہ دنیا ہے نہ دولت نہ حکومت۔ یہ سب آنی جانی چیزیں ہیں۔ اور جب وہ انسان کے پاس بھی ہوں تو اُن کی بُرائیوں سے انسان کو ہر وقت خطرۂ عظیم ہے۔ اس لئے انہیں الکوثر یا خیر کثیر کہنا بالکل غلط ہے۔ تو پھر الکوثر کے اصل معنی کیا ہیں؟

یاد رہے کہ انّا اعطینک الکوثر میں ہر انسان مخاطب ہے۔ اب وہ کیا خیر کثیر ہے جو ہر انسان کو دیا گیا ہے جس میں امیر غریب، مرد عورت، بوڑھا بچہ سب شامل ہیں۔ ہر انسان کو دو ہی چیزیں دی گئی ہیں۔ اوّل بالظاہر اس کا جسم ہے۔ کیا وہ خیر کثیر ہے؟ انسان کا جسم تو دوسرے حیوانوں کی طرح ہے بلکہ اُن سے کمزور اور بعض حیوانوں سے کم عمر کے لئے ملتا ہے، پھر اس جسم میں پیدائش کے وقت اگر نہیں تو بعد میں بیسیوں بیماریاں یا نقائص یا کمزوریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور بالآخر اس جسم کا جو انجام مقدر ہے وہ ہے مر کر اور گل سڑ کر مٹی میں مل جانا تو یہ تو خیر کثیر ہو سکتا ہی نہیں۔

ہر انسان کو، ہاں ہر مرد و عورت بوڑھے بچے اور امیر و غریب، کالے گورے، کو ایک نعمت عظمیٰ ایک برابر دی گئی ہے وہ ہے وہ رُوح جو خدا میں سے آئی ہے۔ قرآن کریم میں ایک سے زیادہ دفعہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے فرمایا ہے نفخت فیہ من روحی (میں اپنی رُوح میں سے انسان میں پھونکتا ہوں) اسی رُوح کی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات ہے، اسی رُوح کیوجہ سے خلیفۃ اللہ فی الارض ہے۔ اسی رُوح کی بدولت انسان تخلقوا باخلاق اللہ یا صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ کے بموجب الٰہی صفات کا عکس اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے، اور وہی رُوح مرنے کے بعد اگلے عالم میں نیا اور ہمیشہ رہنے والا جسم پاکر اللہ تعالیٰ کی جنّت میں رہ کر ابدی سکھ اور راحت اور بڑھ چڑھ کر نعمتیں پاتی رہے گی اور ترقیات کرتی

رہے گی۔ اس رُوح سے بڑھ کر کون سی خیر کثیر ہو سکتی ہے جو ہر انسان کو ملی ہے؟ تو انا اعطینک الکوثر سے مُراد وہی رُوح ہے جس سے بڑھ کر کوئی اللہ تعالے کی نعمت نہیں ہو سکتی۔ اس بیش بہا بلکہ انمول امانت کے بارہ میں جو انسان کو دی گئی ہے اور جس کے بارہ میں انسان اللہ تعالے کے آگے جوابدہ ہوگا اس سورت مبارکہ میں کیا پیغام ہے؟

رُوح کے غذا

میں نے کہا تھا کہ ہر انسان کو دو چیزیں دی گئی ہیں۔ ایک تو اُس کا جسم اور دُوسرے اُس کی رُوح۔ تو جس طرح انسان کا جسم نہ تو پنپ سکتا ہے اور نہ نشوونما پا سکتا ہے جب تک کہ اُسے روزانہ کئی بار غذا نہ ملے اسی طرح انسان کی رُوح نہ تو پنپ سکتی ہے اور نہ نشوونما پا سکتی ہے جب تک کہ اُسے روزانہ کئی بار رُوحانی غذا نہ ملے۔ وہ روحانی غذا کیسے اور کہاں سے مل سکتی ہے؟ قرآن کریم وہ واحد الہامی کتاب ہے جس نے بتایا ہے کہ انسان کی رُوح کی غذا نماز میں ملتی ہے۔ چنانچہ سورۃ طٰہٰ کے آخری رکوع میں فرمایا:۔

ولا تمدن عینیک الیٰ ما متّعنا بہٖ ازواجًا منھم زھرۃ الحیٰوۃ الدنیا ۵ لنفتنھم فیہ ؕ ورزق ربّک خیرٌ وّابقیٰ ٥ وامر اھلک بالصّلوٰۃ واصطبر علیھا ؕ لا نسئلک رزقًا ؕ نحن نرزقک ؕ والعاقبۃ للتقوٰی ٥ (آیات ۱۳۱-۱۳۲)

ترجمہ:۔ ”اور اپنی نگاہیں (لالچ سے) اُس کے پیچھے لمبی نہ کر جو ہم نے اُن میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیا کی زندگی کے لئے آرائش کا سامان دیا ہے تاکہ ہم اُن کو اُس کے ذریعہ آزمائیں۔ اور تیرے رب کا رزق تو بہت بہتر اور زیادہ دیرپا ہے۔ اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود بھی نماز پر قائم رہ۔ ہم تجھ سے رزق نہیں مانگتے۔ ہم تجھے رزق دیتے ہیں۔ اور اچھا انجام تو تقویٰ کے لئے ہی ہے۔“

ان آیات مبارکہ میں جو حکمت کے موتی پروئے گئے ہیں وہ مختصراً یہ ہیں:۔

۱:۔ اللہ تعالےٰ اپنی حکمتِ بالغہ کے ماتحت دُنیا کے لوگوں کو دنیاوی زندگی کی آرائش کے سامان مختلف مقداروں میں دیتا ہے۔

۲:۔ ان سامانوں کی ظاہری دلربائی اور کشش کے پیچھے لوگوں کے لئے آزمائش ہوتی ہے۔

۳:۔ اس لئے ان ظاہری دلربائی مگر باطنی آزمائش کے سامانوں کو ایک مومن کو لالچ اور حسرت کی نگاہوں سے نہیں دیکھنا چاہیئے (کہ وہ بھی انسان کے دل میں لالچ اور حسرت کی آگوں کو سلگاتا ہے)۔ اور ان میں پڑ کر انسان اپنے رب اور اس کے روحانی رزق سے غافل یا محروم ہو جاتا ہے۔ حالانکہ دنیاوی رزق (جو بھی چیز اللہ سے ملے وہ رزق ہے) گھٹیا چیز ہے جو حیوانوں کو بھی دیا جاتا ہے اور بہرحال وہ چند روزہ ہے۔ اس کے برعکس روحانی رزق جو صرف انسان کے لئے خاص ہے وہ بہت بہتر اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ کیونکہ انسان کی رُوح ہمیشہ رہنے والی چیز ہے۔

۴:۔ وہ روحانی رزق نماز کے ذریعہ ملتا ہے۔

۵:۔ اس لئے اس روحانی رزق کو پانے کے لئے اپنے بیوی بچوں کو حکم دو۔ اور خود بھی نماز پر مضبوطی سے قائم رہو۔ (یہاں بیوی بچوں کو کیوں پہلے رکھا؟ اس لئے کہ ان کے لئے جسمانی رزق مہیا کرنے ہر انسان پر فرض ہے۔ اور وہ اپنی کمائی کا بیشتر حصہ اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرتا ہے۔ تو فرمایا کہ اسی طرح اپنے بیوی بچوں کے روحانی رزق کی بھی فکر کرو۔ اور خود بھی نماز پر مضبوطی سے قائم ہو کر اپنے بیوی بچوں کے لئے نمونہ بنو)

۶:۔ آگے ایک عجیب بات فرمائی ہے۔ فرمایا کہ جس طرح جسمانی رزق ہم تجھے دیتے ہیں اور تجھ سے اپنے لئے رزق نہیں مانگتے، اسی طرح اگر ہم تجھے اور تیرے بیوی بچوں کو نماز کے لئے بلاتے ہیں تو تمہیں روحانی رزق دینے کے لئے۔ تمہاری نماز سے ہمیں کچھ نہیں ملتا۔ سبحٰن اللہ و بحمدہٖ کیسا عبادت کے معاملہ کو سمجھایا اور صاف کیا ہے۔!

۷:۔ اس رُوحانی رزق سے تمہیں تقویٰ جیسا اچھا انجام حاصل کرنے میں مدد ملے گی۔ وہ کیسے؟ اس کا ذکر سورۃ الکوثر (جو زیرِ غور ہے) اُس کے اگلے لفظ میں ہے۔

وانحر

”اور قربانی کر“، لفظ قربانی خود عربی زبان کا ہے۔ وہ کیوں نہیں استعمال فرمایا؟ اور وانحر کیوں فرمایا؟ نحر سینہ کا وہ حصّہ ہے جہاں دل ہوتا ہے۔ اور اس لفظ سے جب فعل بنتا ہے یعنے نَحَرَ تو اُس کے معنے ہیں سینہ پر مارنا یا ذبح کرنا۔ اب صرف ایک جانور ہے جس کو سینہ پر برچھا مار کر ذبح کیا جاتا ہے اور وہ ہے اُونٹ جو اتنا بڑا جانور ہے کہ اُسے لٹا کر یا گرا کر ذبح کرنا مشکل ہوتا ہے اس لئے کھڑے اونٹ کے دل میں برچھا مار کر اُسے گرایا جاتا ہے اور بعد میں ذبح کیا جاتا ہے۔ اب دُوسری جگہ افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت (الغاشیۃ ۸۸- آیت ۱۷) میں انسان کو توجہ دلائی ہے کہ اونٹ کی طرح اپنے مالک (اللہ تعالےٰ) کا فرمانبردار بنے کہ اونٹ ببول کے کانٹے کھا کر اور ہفتہ ہفتہ بھر پانی نہ پی کر بھی اور اتنا بڑا اور طاقتور جانور ہوتے ہوئے بھی مالک کے ایک نکیل کے اشارہ پر جدھر مالک چاہے خاموشی اور عاجزی سے تپتے ہوئے ریگستانوں پر بوجھ اُٹھائے چلا جاتا ہے اور اُف تک نہیں کرتا۔ اور بالآخر اپنے دِل کو قربان کر کے اپنے مالک کے لئے جان تک دے دیتا ہے۔

اب دل خواہشات و جذباتِ انسانی کا مرکز ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ میرا فلاں چیز کو دل چاہتا ہے، فلاں چیز کو نہیں چاہتا۔ اسی طرح تمام جذبات بھی دل میں سے اُٹھتے ہیں تو قربانی کے لئے لفظ وانحر میں قربانی کے مسئلہ کو کیسا صاف فرمایا ہے کہ سمندر کو کوزہ میں بھر دیا ہے۔ یعنے یہ کہ اگر اللہ تعالےٰ نے جانور کی قربانی مقرر فرمائی ہے تو وہ اس لئے کہ انسان کا جانور تو اس کے اندر ہے۔ اُسے خود ذبح کرنا تو صرف خودکشی کے رنگ میں ہو سکتا ہے جو منع ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے ظاہر میں ایک جانور لیکر اُسے ذبح کرنے میں انسان کے لئے دو عہد مقرر فرمائے ہیں۔ اول تو یہ کہ وہ اپنے اندر کے حیوان پر اُسی طرح اللہ کے حکم کے آگے چُھری پھیرتا ہے جس طرح وہ قربانی کے جانور پر پھیر رہا ہے۔ دوئم یہ کہ ضرورت پڑنے پر وہ اللہ تعالےٰ کے لئے اپنی حیوانی زندگی بھی قربان کر دے گا جس طرح اس حیوان کو اللہ کے لئے قربان کیا۔

یہ بات کہ ظاہری قربانی میں انسان عہد کرتا ہے اپنے باطنی حیوان کو ذبح کرنے کا۔ اُسے حضرت مجدد صد چہاردہم نے بھی لکھا ہے۔ اور اس کی بنیاد قرآن حکیم کی وہ آیت ہے کہ لن ینال اللہ لحومھا ولا دمآؤھا ولکن ینالہ التقوٰی منکم (الحج ۲۲-۳۷)

یعنے اللہ تعالےٰ کو ان قربانیوں کا گوشت یا خون نہیں پہنچتا (جس طرح کہ ہندو دلوی دلیتاؤں کے لئے جانور قربان کرنے میں سمجھتے ہیں) بلکہ اُسے تمہارا تقوٰی پہنچتا ہے۔ انسان کا جسم دوسرے حیوانوں کے جسموں کی طرح ہے۔ اس لئے اس میں سے جو جذبات وخواہشات پیدا ہوتے ہیں وہ حیوانی ہیں ان کو اللہ تعالےٰ کے احکام کے آگے قربان کرنے کا نام تقوٰی ہے۔ اسی لئے وانحر کی تشریح میں بھی حضرت امام راغب نے لکھا ہے کہ وہ اپنی شہوات کو دبا کر یا دُور کر کے نفس کُشی کرنا ہے۔ قربانی میں دُوسرا عہد کہ ضرورت پڑنے پر میں اپنی جان بھی اللہ تعالےٰ کے لئے قربان کر دوں اس کی تائید بھی قرآن حکیم کی انہی آیات سے ہوتی ہے جن میں سے ایک میں نے اُوپر لکھی ہے۔ سورۃ الحج ۲۲ کے رکوع ۵۔ اور ۶ میں ذکر ہی ہے حیوان کی قربانیوں، انسان کا تقوٰی حاصل کر کے اللہ تعالےٰ کا فرمانبردار بننے کا اور ضرورت پڑنے پر خدا کی راہ میں جنگ کرنے کا۔

خلاصہ یہ کہ انسان کو روزانہ کی زندگی میں اپنے جذبات وخواہشاتِ حیوانی کو اللہ تعالےٰ کا فرمانبردار رکھنا چاہیئے اور ضرورت پڑنے پر اللہ تعالےٰ کی خاطر جان تک دے دینے میں دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔ غالب نے سچ کہا ہے ؎

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی + حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

تو اس بیش بہا نعمت کا جو اللہ تعالےٰ نے انسان کو بطور امانت دی ہے (یعنے رُوح کا) حق انسان کو یُوں ادا کرنا چاہیئے کہ نماز کے ذریعہ اُس رُوح کی پرورش کرے، اور اس رُوح کی ترقیات کے لئے جو اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں احکام دیئے ہیں ان کو اپنی حیوانیت کے اُوپر مسلّط کرے (جو کہ تقوٰی ہے) اور اس طرح اس کی رُوح اس کے حیوان پر جم کر سوار ہو نہ کہ یہ ہو کہ اس کا حیوان مونہہ زور اور بے قابو ہو کر اپنے سوار یعنے رُوح کو کھینچ کر تباہی کے گڑھے میں پھینک دے۔

دُشمن کون ہے؟

اس ہیروں سے چمکتی سُورت الکوثر میں آخری بات یہ فرمائی کہ: ان شانئک ھو الابتر "تیرا دشمن ضرور ناکام و نامراد ہوگا"، وہ دشمن شیطان ہے جس کے بارہ میں قرآن شریف نے بار بار انسان کو متنبہ کیا ہے کہ انہ لکم عدوٌ مبین۔ شیطان انسان کی حیوانیت کو غالب کر کے انسان کی رُوح (جو انسان کا اصل اور ہمیشہ رہنے والا حصہ ہے) کو برباد کرنا چاہتا ہے۔ یہ ننھی سی سُورت اُس خطرۂ عظیم سے بھی انسان کو بچانے کی راہ بتاتی ہے۔

کیا معانی و معارف اور ہدایت کے سمندر کو اس چھوٹے سے کوزے میں بند فرمایا ہے!

فسبحٰن اللہ و بحمدہٖ سبحٰن اللہ العظیم۔

****

ارشاداتِ باری تعالےٰ:۔

- "اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔"
- "اور جو تمہیں السّلام علیکم کہے اُسے یہ مت کہو کہ تو مومن نہیں۔"

***

ایک غلط فہمی کا ازالہ

گذشتہ چند ماہ سے احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور (جنوبی افریقہ برانچ) کی طرف سے جنوبی افریقہ کی سپریم کورٹ میں ایک دعوای استقرارِ حق زیرِ سماعت ہے ۲۲۔ جون ۱۹۸۲ء کو عدالت موصوف کی طرف سے ایک عارضی حکم امتناعی برخلاف مسئول علیہم جاری کیا گیا تھا جو عدالت نے ۱۰-۹-۸۲ کو ڈسچارج کر دیا۔ اصل مقدمہ ہنوز عدالت میں فیصلہ طلب ہے۔

عارضی حکم امتناعی کی خبر کو ریڈیو رپورٹ کے حوالے سے پاکستان کے اخبارات نے شہ سرخیوں کیساتھ کچھ اس طرح شائع کیا گویا عدالت سے احمدیوں کا مُسلمان ہونے کا دعوای مسترد کر دیا گیا ہے۔ اخباروں میں یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ مولانا ظفر احمد انصاری کی قیادت میں اکثر گئے وفد نے احمدیوں کو غیر مُسلم قرار دیئے جانے کے حق میں دلائل پیش کئے جس کے بعد عدالت نے یہ دعوای خارج کر دیا۔

یہ سب کچھ اصل حقائق کے خلاف ہے مجھے افسوس ہے کہ قومی پریس تو ایک طرف ریڈیو پاکستان نے جو ایک سرکاری ادارہ ہے اور جسے اس سلسلہ میں خبر کی تصدیق وتوثیق کیلئے زیادہ ذمہ داری کا ثبوت دینا چاہیئے تھا۔ اپنے فرضِ صداقت اور غیر جانبداری کی مسلّمہ روایات پر پورا نہیں اُترا۔ ریڈیو پاکستان سنیوں شیعوں، احمدیوں، عیسائیوں غیر مسلموں سب کے لئے ہے کسی فرقے بلکہ کسی بھی گروہ کی اس پر اجارہ داری نہیں ہونی چاہیئے عدالت موصوف نے عارضی حکم امتناعی کو خارج کرتے ہوئے خود ہی یہ وضاحت کر دی ہے کہ "یہ حکم سناتے ہوئے یہ بھی واضح کر دیں کہ یہ فیصلہ محض عبوری حکم امتناعی کے بارے میں ہے جو ہماری طرف سے خواہ کیسے ہی دلائل پر مبنی ہوگا دونوں فرقوں کے مابین مذہبی تنازعات کا حل ہے نہ ایسا ممکن ہے۔"

عدالتی کاروائی سے واقف ایک عام آدمی بھی جانتا ہے کہ دعوای منتقل حقوق کے متعلق ہوتا ہے جبکہ عارضی حکم امتناعی کی درخواست محض عبوری عرصہ کے لئے فوری دادرسی کے طور پر طلب کی جاتی ہے اور عارضی حکم امتناعی کے اجراء یا اخراج سے اصل تنازعہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ نہ اس سے فریقین کے مابین تنازعات کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ نہ ان کے حقوق کا حتمی فیصلہ۔

اُمید ہے یہ سطور اپنے اخبار میں شائع کر کے ایک غلط فہمی کا ازالہ کرنے میں مدد دیں گے تاکہ ریکارڈ درست رہے۔

نوٹ:۔ جنوبی افریقہ کی سپریم کورٹ سے متعلقہ فیصلے کی مصدقہ نقل بھی منگوائی گئی ہے۔ آپ کا اخبار اسے چھاپنے میں دلچسپی رکھتا ہو تو اس کی نقل مہیا کی جا سکتی ہے۔

فتح محمد عزیز ایڈووکیٹ —— سول لائن گجرات

***

"حیوانات بلا کو ٹالے دیتے ہے"

(ترجمہ حدیثِ نبویؐ)

(بقیہ ...... فیجی کی سالانہ رپورٹ آمدہ صہ ۲)

بھی پڑھائیں۔

۵۔ با (BA) میں بھی درس قرآن جاری ہے اور حاضری بالعموم اچھی ہوتی ہے۔ فیجی میں واپسی کے بعد مولانا صاحب نے باقاعدگی سے یہاں آنا دوبارہ شروع کر دیا ہے۔

۶۔ نادی (NA DI) میں بھی انجمن کا معروفیات حسب معمول جاری ہیں لیکن اس دفعہ نماز تراویح میں بہت زیادہ لوگوں نے حصہ لیا۔ اس شاخ میں کچھ نئے ممبر شامل ہوئے ہیں اور باقاعدگی سے جماعت کی سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہیں۔ مولانا صاحب نے مغربی ضلع کے دورہ کے موقع پر نادی میں بھی درس قرآن دیا۔

بیرون ملک دورے

(i) نیشنل پریذیڈنٹ جی این دین صاحب معہ بیگم صاحبہ نے فرینا چھ ہفتوں کے دورہ پر بیرون ملک تشریف لے گئے اور سالانہ جلسہ لاہور (پاکستان) میں بھی شریک ہوئے۔ راستے میں احمدیہ جماعت لاہور کی انڈونیشی اور ہندوستانی شاخوں کے ہاں بھی گئے۔ جلسہ کے بعد ٹرینیڈاڈ گیا اور پھر انجمن کی ہالینڈ، لندن، ڈین کوور، سرینام، ٹرینیڈاڈ اور سان فرانسسکو کی شاخوں کا بھی دورہ کیا۔ ہر جگہ انہیں مفید گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ ہمیں ان کی زبانی یہ سن کر خوشی ہوئی کہ ہماری تحریک دنیا میں ہر جگہ اچھا کام کر رہی ہے۔

(ii) مولانا حافظ شیر محمد صاحب بھی ہمارے نئے امیر حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی دعوت پر سالانہ جلسہ میں شرکت کے لئے لاہور گئے۔ مولانا صاحب نے انجمن کی پاکستانی شاخوں کا بھی دورہ کیا اور واپسی پر ہالینڈ، لندن، وینکوور اور سان فرانسسکو کی جماعتوں کے پاس بھی کچھ کچھ دن ٹھہرے۔ (ہالینڈ کی جماعت نے ان کا لندن کا سفر خرچ برداشت کیا) مولانا صاحب نے مسجد نور کے قالین کے لئے وینکوور کے ممبروں سے ۵۴/۷۷۰ ڈالر اور سان فرانسسکو کے ممبروں سے ۴۴/۲۳۱۰ ڈالر چندہ جمع کیا۔ مزید چندے کے وعدے بھی وہاں سے ہوئے۔

مالیات

چندہ اکٹھا کرنے کی کمیٹی کے سربراہ اے وحید خاں صاحب تھے اور اس میں بورڈ کے سب ممبران شامل تھے۔ دوسرے مرحلے کی تعمیر کے لئے مناسب رقم کی فراہمی کا کام پوری تندہی سے جاری ہے اور اس کے لئے ڈاکٹر ایم، ایس ساہو خاں صاحب نے اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ امید ہے کہ ستمبر ۱۹۸۲ء تک مطلوبہ رقم ...،۲۵ ڈالر مہیا کر لی جائے گی۔ انشاء اللہ۔ اس سال فجی جماعت کی کل آمدنی ۹۵۲۴۴٫۲۲۱ ڈالر اور خرچ ۴۲۔۹۶۴٫۱۳۱ ڈالر ہوا۔ اس طرح ۱۰۔۶۵۳٫۸ ڈالر کی بچت ہوئی۔

اموات:- انا للہ وانا الیہ راجعون

- حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب ۱۳ر نومبر ۱۹۸۱ء کو فوت ہوئے۔ انہوں نے بانی سلسلہ حضرت اقدس مرزا صاحب کے ہاتھ پر ۱۹۰۵ء میں بیعت کی تھی۔ انہوں نے برلن مشن قائم کیا اور وہاں جرمن زبان میں ایک ماہوار رسالہ مسلم ریویو نکالا۔ پہلے جرمن ترجمۃ القرآن کے ساتھ بھی ان کا گہرا تعلق تھا۔ آپ ووکنگ مسلم مشن کے بھی امام رہے اور مشہور اسلامک ریویو کی ادارت کی۔ آپ ۱۹۵۱ء میں جماعت احمدیہ لاہور کے بانی اور پہلے امیر حضرت مولانا محمد علی کے انتقال پر جماعت کے امیر منتخب ہوئے۔ آپ کے انتقال کے بعد حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ لاہور کے امیر اور پریذیڈنٹ مقرر ہوئے ہیں۔

ہمارے خزانچی ایم عزیز ٹی خاں صاحب کی خوشدامن مسز مریم صاحبہ (جنہوں نے لاؤٹوکا کی شاخ کے مرکز کے لئے زمین کا ٹکڑا عنایت فرمایا تھا) لاؤٹوکا ہی کی مولوی شیخ عثمان صاحب کی اہلیہ صاحبہ اور ناسینا (NA SINA) کے ایوب منیر صاحب کی بیٹی مس نذرین ایوب منیر بھی اس سال انتقال فرما گئیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو ہمیشہ رہنے والی سلامتی عطا فرمائے اور جنت الفردوس میں ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین!

———— * * * ————

اخبار احمدیہ

- سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خیریت سے ہیں اور حسب معمول خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔ بزرگان سلسلہ اور جماعت کے دیگر سب بیدار احباب حضرت کی صحت و عافیت کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

- **درخواست جنازہ غائبانہ**

راولپنڈی سے مولانا بشیر احمد منٹو صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ:۔

نفیس ممبر کو بیوہ حکیم عبدالغنی مرحوم وفات پا گئی ہیں۔ اسی شام کو انہیں سپرد خاک کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں مرحومہ کے اعزہ سے دلی ہمدردی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت میں بلند مقام عطا فرمائے۔ بیرونی جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

- جامع احمدیہ دارالسلام میں بعد نماز جمعہ غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔

ایک ضروری اعلان

"حضرت امیر مرحوم مولانا صدرالدین مرحوم و مغفور کی پہلی برسی ۱۵ نومبر ۱۹۸۲ء بروز سوموار بڑے عقیدت و احترام سے منائی جائے گی۔ اس سلسلے میں شبان الاحمدیہ کی طرف سے اسی روز بعد نماز عصر احمدیہ بلڈنگس میں ایک اجلاس منعقد ہو رہا ہے۔ آپ سے گذارش ہے کہ مع اہل و عیال شامل ہو کر عنداللہ ماجور ہوں۔"

(ارشد حسین سیکرٹری شبان الاحمدیہ لاہور)

دیکھ کر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا
نور سے تیرے شیاطیں کو جلایا ہم نے
ہم ہوئے خیر اُمم تجھ سے ہی اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے
قوم کے ظلم سے تنگ آ کے میرے پیارے آج
شور محشر تیرے کوچہ میں مچایا ہم نے (از حضرت مجدد صد چہار دہم)

باہتمام ریاض حسین المجدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع۔ (چیف ایڈیٹر:- ڈاکٹر اللہ بخش)

جلد:- ۶۹ ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۸۲ء — شمارہ:- ۴۳ رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

جناب ماسٹر رصفر علی صاحب

جلد :- ۶۹ ٭ یوم چہار شنبہ ۱۶ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ بمطابق ۳ نومبر ۱۹۸۲ء ٭ شمارہ :- ۴۴

ارشادات حضرت مجدد صد چہار دہم

متقی کا معلّم خدا ہوتا ہے

تم لوگوں کو میں بشارت دیتا ہوں کہ تم میں سے جو اپنے اندر تبدیلی کرے گا وہ ابدال ہے۔

"دیکھو! جس جس قدر انسان تبدیلی کرتا جاتا ہے اسی قدر وہ ابدال کے زمرہ میں داخل ہوتا جاتا ہے۔ حقائق قرآنی نہیں کھلتے جب تک ابدال کے زمرہ میں داخل نہ ہو۔ لوگوں نے ابدال کے معنے سمجھنے میں غلطی کھائی ہے اور اپنے طور پر کچھ نہ کچھ سمجھ لیا ہے اصل یہ ہے کہ ابدال وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرتے ہیں اور اس تبدیلی کی وجہ سے اُن کے قلب گناہ کی تاریکی اور زنگ سے صاف ہو جاتے ہیں شیطان کی حکومت کا استیصال ہو کر اللہ تعالیٰ کا عرش اُن کے دل پر ہوتا ہے پھر وہ رُوح القدس سے قوت پاتے اور خداتعالیٰ سے فیض پاتے ہیں۔ تم لوگوں کو میں بشارت دیتا ہوں کہ تم میں سے جو اپنے اندر تبدیلی کرے گا وہ ابدال ہے۔ انسان اگر خدا کی طرف ایک قدم اٹھائے تو اللہ تعالیٰ کا فضل دوڑ کر اس کی دستگیری کرتا ہے۔ یہ سچی بات ہے اور میں تمہیں بتاتا ہوں کہ چالاکی سے علوم قرآن نہیں آتے۔ دماغی قوت اور ذہنی ترقی قرآنی علوم کو جذب کرنے کا اکیلا باعث نہیں ہو سکتا۔

اصل ذریعہ تقویٰ ہی ہے۔ متقی کا معلّم خدا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ نبیوں پر اُمیّت غالب ہوتی ہے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کو اس لئے اُمّی بھیجا کہ باوجودیکہ آپ نے نہ کسی مکتب میں تعلیم پائی اور نہ کسی کو اُستاد بنایا۔ پھر آپ نے وہ معارف اور حقائق بیان کئے جو دُنیا دی علوم کے ماہروں کو دنگ اور حیران کر دیتے ہیں۔

قرآن پاک جیسی کامل کتاب آپ کے لبوں پر جاری ہوئی جس کی فصاحت اور بلاغت نے سارے عرب کو خاموش کرا دیا۔ وہ کیا بات تھی جس کے سبب سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم علوم میں سب سے بڑھ گئے۔ وہ تقویٰ ہی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مطہر زندگی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ قرآن شریف جیسی کتاب وہ لائے جس کے علوم نے دنیا کو حیران کر دیا۔

آپ کا اُمّی ہونا ایک نمونہ اور دلیل ہے اس امر کی کہ قرآنی علوم و آسمانی علوم کے لئے تقویٰ مطلوب ہے نہ دنیوی چالاکیاں۔"

٭٭٭ ملفوظات احمدیہ جلد اوّل

جلسہ سالانہ ۱۹۸۲ء

کی تاریخیں ~~۲۴-۲۵-۲۶-۲۷~~ ۲۵-۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر مقرر کی گئی ہیں۔ اس بابرکت اجتماع میں شمولیت کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔

(ادارہ)

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

مؤرخہ ۸۔ اکتوبر ۱۹۸۲ء

بمقام مسجد دار السعید، ایبٹ آباد

(مرتبہ:۔ مدیر المسزازی)

تشہد و تعوذ کے بعد آپ نے سورۃ الفرقان کا آخری رکوع " تبارك الذی جعل فی السماء بروجًا .... فقد کذبتم فسوف یکون لزاما۔ تلاوت فرمایا۔

آپ نے یہ رکوع اس خطبہ کے لئے منتخب کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ گذشتہ روز جب میں نے یہ رکوع پڑھا تو میرے دل پر اس کا بہت گہرا اثر ہوا۔ اور جو باتیں اس رکوع میں بیان کی گئی ہیں ان کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے اپنا جائزہ لیا کیونکہ اس رکوع میں ان لوگوں کا نقشہ بیان کیا گیا ہے جنہیں رحمٰن کے بندے فرمایا ہے۔ رحمٰن کے بندے کیسے ہوتے ہیں اور ان میں کون کون سی صفات پائی جاتی ہیں۔ یہ بات بہت قابلِ غور ہے اس لئے میں نے سوچا کہ اپنے خطبہ میں میں اس رکوع کے متعلق کچھ بیان کروں تاکہ مجھے اس پر توجہ ہو جائے کیونکہ دوسروں کو نصیحت کرنیوالے کو خود بھی یہ احساس ہو جائے کہ اُسے ان صفات سے متصف ہونا چاہیئے۔

اس رکوع میں دراصل آنحضرتؐ کے صحابہ کرام کا نقشہ کھینچا گیا ہے وہ لوگ حقیقی معنوں میں عباد الرحمٰن تھے۔ اس رکوع کی پہلی آیت میں آسمان میں سورج اور قمر بنانے کا ذکر ہے۔ یہ سُورج اور قمر دراصل آسمانِ روحانیت کے سُورج اور قمر آنحضرت صلعم ہیں۔ سُورج کی روشنی رات کی تاریکی کو دور کر کے ساری دنیا کو منور کر دیتی ہے اور قمر سورج سے روشنی حاصل کر کے رات کو اپنی چاندنی سے روشن کر دیتا ہے۔ آپؐ قمر اس لئے ہیں کہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے جو سب روشنی اور نور کا سرچشمہ ہے نور حاصل کیا۔ اور دُوسرے انسانوں کے لئے سورج اس لئے ہیں کہ اس نور سے آپ نے ان کے دلوں کا اندھیرا دور کر کے ان میں روشنی بھر دی۔ وہ ظلمات سے نور میں آ گئے اور اللہ تعالیٰ ان کا ولی ہو گیا صحابہ کرام نے سب سے زیادہ اکتسابِ نور کیا۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جو رات کو چلنے والوں کو روشنی بھی دیتے ہیں اور اُن کے لئے سمت بھی متعین کرتے ہیں۔ میرے صحابہ روشنی بھی دیں گے اور سمت بھی بتائیں گے۔ اس لئے ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے تم ہدایت پا جاؤ گے۔

جس طرح اس دُنیا میں ظاہری سُورج۔ چاند اور ستارے ہیں اسی طرح روحانی دنیا کے بھی سُورج چاند اور ستارے ہیں جس طرح ان ظاہری اجرامِ فلکی میں اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے صفات اور خصوصیات رکھی ہیں اسی طرح روحانی زندگی کے قیام کے لئے بھی اُس نے اپنے بندوں میں سے سُورج، چاند اور ستارے بنائے ہیں جس طرح اس دنیا میں ظاہری دن رات ہوتے ہیں اسی طرح روحانی دنیا میں بھی یہ سلسلہ چل رہا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے بندے ہوتے ہیں وہ اپنی راتوں کو قیام و سجود سے روشن کر دیتے ہیں وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر و شکر میں گذارتے ہیں۔ یہ انقلاب صحابہ کی زندگیوں میں کیسے پیدا ہوا اور وہ کس طرح عباد الرحمٰن بن گئے؟ آنحضرتؐ نے اپنی قوم کو ہر لحاظ سے پستی کی حالت میں پایا آپ نے اس میں وہ انقلاب پیدا کیا کہ اس متکبر۔ اکھڑ اور اپنی جاہلیت پر فخر کرنے والی قوم میں عباد الرحمٰن کی صفات پیدا ہو گئیں اور وہ زمینی سے آسمانی ہو گئی تکبر کے مقابل پر ان میں عجز و انکسار پیدا ہو گیا اور جہالت کے مقابل پر انہوں نے شریفانہ اندازِ زندگی اختیار کر لیا۔ انہوں نے اپنے آپ کو بڑا اور دوسرے کو اپنے سے کم تر سمجھنا ترک کر دیا۔ جہاں ان کی راتیں عیاشی میں گذرتی تھیں وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گذرنے لگیں۔ انہوں نے اس دنیا کی زندگی کو جہنم سمجھ لیا اور اس سے پناہ مانگنے کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنے لگے۔ وہ اپنی زندگی کے عام معمولات میں بھی میانہ رو ہو گئے۔ ان کی بے جا اسراف کی عادات چھوٹ گئیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے میں بخل سے کام نہ لیا۔ یہ صفات ہوتی ہیں عباد الرحمٰن کی۔ اور انہی صفات نے صحابہ کرام کو متقین کے قائد اور پیشرو بنا دیا۔ اور بڑی بڑی حکومتیں ان کا لوہا ماننے پر مجبور ہو گئیں۔

افسوس ہے کہ مسلمانوں میں سے جو باتیں مٹ گئی تھیں وہ پھر ان میں آ گئی ہیں۔ دنیا میں بہت کم لوگ ہیں جو نماز پڑھتے اور رات کو عبادت کرتے ہیں۔ نام و نمود کے لئے بے جا اسراف سے کام لیتے ہیں لیکن خدا کے لئے خرچ کرنے میں تنگی محسوس کرتے ہیں ہم بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ ہم میں بھی یہ باتیں آ گئی ہیں جو نہایت افسوسناک ہے۔ ہمیں بھی اپنے اعمال پر نگاہ رکھنی چاہیئے۔

آپ نے فرمایا کہ اللہ کے بندے شرک سے پاک ہوتے ہیں۔ وہ قتل نہیں کرتے اور نہ بدکاری کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ سب بڑے بڑے گناہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کو بخشنے پر قادر ہے مگر شرک بدترین گناہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں کرتا۔" ان اللہ لا یغفر ان یشرك به و یغفر ما دون ذٰلك " اللہ تعالیٰ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے اور جو اس کے علاوہ ہے اسے جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہے جب کوئی انسان بدیوں کو ترک کر کے نیکیاں اختیار کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی گذشتہ بدیوں کو معاف کر دیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس رکوع میں فرماتا ہے کہ اللہ کے بندے لغویات اور جھوٹی گواہی دینے سے بچتے ہیں جب ان کو اللہ تعالیٰ کی آیات یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ اندھے اور بہرے ہو کر ان پر نہیں گرتے۔ وہ سنی ان سنی نہیں کرتے۔ وہ ان باتوں کو اپنے دلوں میں جگہ دیتے ہیں۔ ان پر غور و فکر کرتے ہیں اور انہیں اپنی زندگی کا لائحہ عمل بناتے ہیں۔ وہ صرف اپنی ذات کی ہی نہیں اپنے اہل و عیال کی بھی بھلائی چاہتے ہیں۔ وہ ان سے آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل کرنا چاہتے ہیں اور یہ ٹھنڈک تب ہی حاصل ہوتی ہے جب انسان کے بیوی بچے بھی صالح نیک اور با خدا ہوں۔ سارا گھرانہ ایسا ہو کہ اس میں رات دن خدا کی یاد ہوتی ہو۔ خدا کے بندے اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو بھی آگ سے بچانے کے لئے کوشش کرتے اور دُعا کرتے ہیں۔ وہ معمولی مومن بھی نہیں بلکہ متقیوں کے پیشرو اور قائد بننا چاہتے ہیں۔ ان کا نصب العین یہ ہے کہ ہم متقیوں میں سب سے اوّل نمبر پر ہوں۔ اور وہ یہ درجہ حاصل کرنے کے لئے اپنا نمونہ پیش کرتے ہیں اور صبر و استقامت کے ساتھ اس رستے پر چلتے رہتے ہیں تو انہیں دنیا میں بھی عزت ملتی ہے اور آخرت میں بھی اُونچے مقامات ملتے ہیں اور ہمیشہ رہنے والی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ بچہ جب محنت کرتا ہے تو تب ہی اُسے کوئی کمال اور عہدہ حاصل ہوتا ہے اور اُسے خوشی ہوتی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ہم ایک خطرناک دور سے گذر رہے ہیں لیکن ہمیں خطرے کا احساس نہیں۔ اپنے اردگرد سب کچھ ہوتا ہوا دیکھتے ہیں لیکن ہمارے دل اسے محسوس نہیں کرتے۔ ہمارے لئے خاص قسم کی مشکلات ہیں۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے بندوں میں شمار نہیں ہوتے تو پھر اس کو ہماری کوئی پرواہ نہیں۔ اگر اس کے ساتھ ہمارا تعلق نہیں تو جو گرفت اس کی طرف سے آتی ہے وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ کون اس میں آتا ہے۔ خدا سے بے تعلق زندگی جانوروں کی سی زندگی ہے۔ ہزاروں جانور روزانہ ذبح ہوتے ہیں لیکن کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ ہاں جو نماز پڑھتے ہیں اور اس سے دُعا کرتے ہیں وہ اُس کی

(بقیہ صـ پر ملاحظہ فرمائیں)

از :- مدیر اعزازی

یہ قطعاً غلط ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے بعض غیر مصدقہ روایات کو اپنے دعوے کی بنیاد بنایا۔

روزنامہ "نوائے وقت" راولپنڈی مورخہ ۷ - اکتوبر ۱۹۸۲ء کے صفحہ ۵ پر شائع ہونے والی یہ خبر قارئین کرام کی نظر سے ضرور گزری ہوگی کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے کشمیر میں آنے اور وہیں دفن ہونے کی روایت کی چھان بین کے لئے اسرائیلی ماہرین آثارِ قدیمہ اور مورخوں کا ایک وفد مقبوضہ کشمیر کے دورے پر آیا ہے۔ اور اسی سلسلہ میں روزابل اور بندی پورہ کے مقامات دیکھنے گیا ہے۔ چونکہ ہمارے مہربان حضرت مرزا صاحب کے برخلاف کچھ نہ کچھ بے پر کی اڑانے اور انہیں اعتراضات کا نشانہ بنانے کے لئے ہمیشہ موقع کی تلاش میں رہتے ہیں اس لئے انہوں نے اس خبر کے ساتھ یہ بے تکی ہانکنا بھی ضروری سمجھا ہے کہ "بعض غیر مصدقہ روایات کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کے جسد خاکی کو صلیب سے اتار کر ایک پُرفضا مقام پر دفن کیا گیا تھا اور یہ مقام وادی کشمیر بتایا گیا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اس روایت کی بنیاد پر مسیحِ موعود اور مسیحِ ثانی ہونے کا دعوےٰ کیا تھا اور مری کو حضرت مریم علیہ السلام سے منسوب کیا تھا۔

جب تعصب اور نفرت کی تاریکی دل و دماغ پر چھا جائے تو انسان جھوٹ اور سچ میں تمیز کرنے کی اہلیت سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ اور روزِ روشن کی طرح نمایاں اور واضح حقائق سے آنکھیں چرانے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔ یہ کہنا بالکل بے بنیاد اور بے حقیقت ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے کسی "غیر مصدقہ روایت کی بنیاد پر "مسیح موعود اور مسیحِ ثانی" ہونے کا دعویٰ کیا تھا کیونکہ آپ نے اپنی سب سے پہلی تصنیف "براہینِ احمدیہ" کے حصہ چہارم پہلی فصل ص ۴۹۸-۴۹۹ حاشیہ در حاشیہ ۳ میں ھو الذی ارسل رسولہ ۔۔۔۔۔ لیظہرہ علی الدین کلہ کے متعلق لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ "یہ آیت جسمانی اور سیاستِ ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے۔ اور جس غلبہ کاملہ دینِ اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئیگا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دینِ اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ لیکن اس عاجز پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کے رُو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہے۔ گویا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک ہی درخت کے دو پھل ہیں ۔۔۔۔۔ اور نیز ظاہری طور پر بھی ایک مشابہت ہے اور وہ یوں کہ مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسیٰ کا تابع اور خادم دین تھا اور اس کی انجیل توریت کی فرع ہے اور یہ عاجز بھی اس جلیل الشان نبی کے احقر خادمین میں سے ہے جو سیّد الرسل اور سب رسولوں کا سرتاج ہے۔"

اس تحریر سے پانچ باتیں بالکل واضح ہو جاتی ہیں:۔

(۱) اس وقت تک حضرت مرزا صاحب مسلمانوں کے روایتی عقیدہ حیاتِ مسیح اور اُن کے دوبارہ اس دنیا میں آکر اسلام کو غالب کر کے دکھلانے کے قائل تھے۔

(۲) اس تحریر میں آپ نے مسیح سے اپنی شدید مماثلت اور مشابہت بیان کر دی ہے۔

(۳) اگرچہ براہینِ احمدیہ ۱۸۸۴ء میں شائع ہوئی لیکن ہر چہار حصہ کا مسودہ ۱۸۷۹ء میں مکمل ہو چکا تھا اس لئے آپ کی مندرجہ بالا تحریر کو ۱۸۷۹ء کی تحریر ہی تصور کیا جائے گا۔

(۴) براہینِ احمدیہ کے شائع ہونے پر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے اخبار اشاعۃ السنہ جلد ۶ میں اس پر جو یہ تبصرہ کیا کہ "یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی۔ اور آئندہ کی خبر نہیں لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں حضرت مرزا صاحب کی مسیح سے بیان کردہ مماثلت اور مشابہت کے ذکر کو بھی پڑھا اور اسے تسلیم کیا اور اگر اسے بغیر پڑھے تبصرہ لکھ دیا تو بھی اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جناب مولوی صاحب کو یہ یقین تھا کہ یہ شخص صادق اور متقی ہے اس لئے اس نے اپنی کتاب میں کوئی ایسی بات نہیں لکھی ہوگی جو خلافِ اسلام ہو۔

(۵) بائیبل، مختلف تاریخیں اور یورپین محققین کی تحقیقات اور روایات تو ۱۸۸۴ء سے بہت پہلے موجود تھیں تو کیوں نہ حضرت صاحب نے ان روایات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جہاں آپ نے مسیح سے اپنی مماثلت بیان فرمائی ہے وہیں مثیلِ مسیح اور مسیحِ موعود ہونے کا دعویٰ کیوں نہ کر دیا اور ۱۸۹۱ء تک انتظار کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ انتظار آپ نے اس لئے کیا کہ جب کثرت سے لوگوں کا رجوع آپ کی طرف ہو جائے تو تب یہ دعویٰ کریں تو یہ فرض کر لینا بھی خلافِ واقعات ہے کیونکہ جب آپ نے یہ دعویٰ کیا تو آپ پر اور آپ کے ماننے والوں پر کفر کا فتویٰ لگ گیا سخت مخالفت کا ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہوا۔ بھائی بھائی، باپ بیٹا اور میاں بیوی ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ جن لوگوں نے آپ کے زہد و تقویٰ علم و فضل اور صاحب کشف والہام ہونے سے متاثر ہو کر آپ کی بیعت کی اور جو آپ سے حسنِ ظن رکھتے اور بیعت کیلئے تیار تھے وہ بھی اس دعویٰ کے بعد پھر گئے اور آپ کے دعویٰ مجددیت کو بھی شک کی نظر سے دیکھنے لگے۔ اگر آپ نے یہ دعویٰ کسی غیر مصدقہ انسانی روایت کی بنیاد پر کیا ہوتا تو آپ کو اس طرح اپنی شہرت اور عروج کو نقصان پہنچانے کی کیوں اور کیا ضرورت پڑی تھی۔

ان تمام امور کا بنظرِ غائر مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دعویٰ کسی بودی اور بے دلیل روایت پر نہیں بلکہ کسی ایسی یقینی اور ٹھوس بنیاد پر تھا جس کی وجہ سے آپ اپنا قدم پیچھے نہ ہٹا سکتے تھے اور اس کی خاطر ہر قسم کی دنیوی ذلت و رسوائی۔ لوگوں کی گالی گلوچ۔ لعن طعن سازشوں اور مخالفت کو "واللہ یعصمک من الناس" کے خدائی وعدے پر یقین کرتے ہوئے اپنے اور اپنی جماعت کے لئے قبول کر لیا۔

وہ بنیاد کیا تھی؟ اس کے متعلق آپ "مباحثہ الحق دہلی دسمبر ۱۸۹۱ء" میں مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالوی اور ان کے ہمراہیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"مولوی صاحب! مجھے اللہ تعالےٰ کی قسم ہے کہ میرا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سچا ہے۔ اس دعوے کی بنا یہ ہے کہ مجھے کئی ماہ تک متواتر الہام اور کشوف کے ذریعہ بتلایا جاتا رہا

کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو گئے اور جس مسیح کے آنے کا وعدہ ہے وہ تُو ہے۔ پہلے میں نے اس طرف توجہ نہیں کی لیکن جب یہ امر تواتر اور پورے پُورے یقین کے مرتبہ کو پہنچ گیا تو میں نے اس امر کو کتاب اللہ پر عرض کیا۔ قرآن مجید کھولتے ہی سورۃ مائدہ کی آیت فلما توفیتنی نکل آئی میں نے جب اس پر غور کیا تو اپنے الہامات کو صحیح پایا اور ثابت ہو گیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گئے پھر میں نے قرآن شریف کو اوّل سے آخر تک خوب تدبر اور غور سے پڑھا تو سوائے وفاتِ مسیح کے حیاتِ مسیح کا کہیں نشان نہ ملا۔ پھر میں نے اس امر کو حدیث شریف پر عرض کیا صحیح بخاری کھولی۔ خدا کی قدرت کھولتے ہی کتاب التفسیر میں یہ دو آیتیں ایک انی متوفیک الخ اور دُوسری فلما توفیتنی الخ نکل آئیں پہلی آیت میں متوفیک کا ترجمہ ممیتک خود ابن عباس رض نے کئے ہیں اور دُوسری آیت فلما توفیتنی کو خود آنحضرت صلعم نے اپنے اُوپر چسپاں کرکے بات کو بالکل صاف کر دیا۔ گویا فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم کے معنی خود آنحضرت صلعم نے کر دیئے وہ یہ کہ جب تو نے مجھے وفات دیدی تو پھر تو ان لوگوں پر نگہبان تھا اور امام بخاری نے دونوں آیتوں کو جو دو مختلف مقام پر ہیں ایک جگہ جمع کرکے اپنا مذہب ظاہر کر دیا کہ ان دونوں آیتوں سے مسیح کی موت ثابت ہے۔ پھر میں نے تمام صحیح بخاری کو اوّل سے آخر تک ایک ایک لفظ پڑھا اس میں سوائے موت کے حیاتِ مسیح کا کوئی لفظ اشارتًا یا کنایتًا نہ نکلا۔ پھر میں نے صحیح مسلم وغیرہ کل کتب احادیث کو لفظًا لفظًا دیکھا اور خوب غور سے ایک ایک سطر اور ایک ایک حرف پڑھا لیکن کہیں سے بھی حیاتِ مسیح نہ نکلی۔ اگر نکلی تو مسیح کی موت ہی نکلی۔ رہیں نزول کی حدیثیں۔ ان میں کہیں نزول من السماء نہیں ہے۔ پس جب آسمان سے نازل ہونے کا کہیں ذکر نہیں تو پھر محض نزول کا لفظ حیاتِ مسیح کو ثابت نہیں کرتا کیونکہ نزول کا لفظ عربی زبان میں بہت وسیع المعانی ہے چنانچہ نزیل مسافر کو بھی کہتے ہیں جیسے میں نے اب دہلی میں نزول کیا ہے۔ نزول کے معنی بعثت کے بھی ہیں قد انزل اللہ الیکم ذکرا رسولا۔ اور یہ بھی غور کرنے کا مقام ہے کہ مسیح ناصری اس امت میں کیوں کر آسکتے ہیں۔ وہ مختص الزمان اور مختص القوم رسول تھے اور آنحضرت صلعم تمام دنیا جہان کے لئے رسول تھے۔"

آپ نے جن الہامات کا وفاتِ مسیح کے بارے میں ذکر کیا ہے ان میں سے ہم چار الہامات ذیل میں درج کرتے ہیں۔

۱:۔ "مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے وجعلناک المسیح ابن مریم"

۲:۔ "الحمد للہ الذی جعلک المسیح ابن مریم" یہ الہام دو دفعہ ہوا

۳:۔ "یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی"

مسیح کی وفات پر آپ نے قرآن کریم سے تیس آیات اپنی کتاب "ازالہ اوہام" میں لکھی ہیں اس لئے حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ مسیح کسی روایت کی بناء پر نہیں قرآن اور حدیث کی بنا پر تھا۔

آپ کو سب سے پہلا الہام "مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے وجعلناک المسیح ابن مریم" ۱۸۹۰ء میں ہوا۔ چونکہ یہ الہام آپ کے اپنے روایتی عقیدہ حیاتِ مسیح کے مخالف تھا اس لئے یہ آپ کے لئے ایک حیران کن انکشاف تھا۔ جب تک آپ کو اسی قسم کے مزید الہامات نہ ہوئے آپ اپنے پہلے عقیدہ پر قائم رہے مگر بار بار کے الہامات نے آپ کو اپنی توجہ اس طرف پھیرنے اور اس کے متعلق تحقیق کرنے پر مجبور کر دیا۔ برابر ایک سال تک آپ ان الہامات کو قرآن اور حدیث پر پیش کرتے رہے۔ جب قرآن اور احادیث نے ان کی تصدیق کر دی تو آپ نے ۱۸۹۱ء میں مسیح ابن مریم کی وفات اور اپنے مسیح موعود اور مثیلِ مسیح ہونے کا اعلان کیا۔ جب آپ نے براہین احمدیہ میں اس مماثلت کا ذکر کیا تھا تو اس وقت آپ پر مسیح ابن مریم کی وفات کا انکشاف نہیں ہوا تھا۔ آپ نے اپنی تحقیق کو یہیں ختم نہیں کیا۔ قرآن کی آیت فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (نحل ۴۳) کے مطابق آپ نے یہود و نصاریٰ کی کتب کی طرف رجوع کیا۔ تو وہاں سے بھی یہی معلوم ہوا کہ مرے ہوئے اس دُنیا میں واپس نہیں آتے۔ ہاں اگر کسی فوت شدہ نبی کے دوبارہ آنے کا کہیں ذکر ہو تو اس کا مطلب بالکل مختلف ہوتا ہے۔ جیسا کہ یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ مسیح سے پہلے ایلیاہ دوبارہ واپس آئے گا لیکن جب آپ کے شاگردوں نے پوچھا کہ:۔

"پھر فقیہہ کیوں کہتے ہیں کہ ایلیاہ کا پہلے آنا ضروری ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ ایلیاہ البتہ آئے گا اور سب کچھ بحال کر دے گا۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاہ تو آ چکا اور انہوں نے اسے نہیں پہچانا بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا۔ اسی طرح ابن آدم بھی ان کے ہاتھ سے دُکھ اٹھائے گا۔ تب شاگرد سمجھ گئے کہ اس نے ان سے یوحنا بپتسمہ دینے والے کی بابت کہا ہے۔" (متی باب ۱۷، ۱۰ تا ۱۴)

انجیل کے ان الفاظ کے مطابق کتنی مماثلت ہے حضرت مسیح اور حضرت مسیح موعود کے درمیان۔ حضرت مسیح پہلے فرماتے ہیں کہ "ایلیاہ البتہ آئے گا اور سب کچھ بحال کرے گا" جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا بھی پہلے یہی عقیدہ تھا کہ ایلیاہ آئے گا۔ حضرت مرزا صاحب بھی پہلے اس بات کے قائل تھے کہ حضرت مسیح دوبارہ آئیں گے اور غلبہ دین ان کے ہاتھ سے ہوگا۔ حضرت مسیح پر فورًا ہی یہ منکشف ہوتا ہے کہ ایلیاہ تو آ چکا۔ اور حضرت یحییٰ کو ایلیاہ کا مثیل قرار دیتے ہیں یعنی ایلیاہ مر چکا ہے اب وہ دوبارہ نہیں آئے گا۔ اور حضرت یحییٰ اس کے مثیل ہیں۔ حضرت صاحب پر بھی آپ کے پہلے عقیدہ کے خلاف یہ انکشاف ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم تو فوت ہو گیا ہے۔ وہ دوبارہ نہیں آئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں مسیح ابن مریم یعنی اس کا مثیل بنایا ہے۔ پھر حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایلیاہ کو نہیں پہچانا اور اس کے ساتھ جو کچھ چاہا کیا اور اسی طرح ابن آدم یعنی مسیح بھی ان کے ہاتھ سے دُکھ اٹھائے گا۔ یعنی وہ اسے نہیں پہچانیں گے اور جھوٹا سمجھ کر اس کو دُکھ دیں گے اور ستائیں گے۔ یہی حضرت مرزا صاحب کے ساتھ بھی ہوا۔ اپنی قوم نے ان کو نہ پہچانا اور دُکھ دیئے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں:۔

امروز قوم من نشناسد مقام من + روزے بگریہ یاد کند وقت خوشترم

حضرت مرزا صاحب نے انجیل کے حوالوں سے بھی یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر سے زندہ اتارے گئے اور کئی بار اپنے آپ کو اپنے شاگردوں پر ظاہر کیا۔ اپنے ہاتھوں اور پاؤں پر کیلوں کے زخم دکھلائے۔ ان کے ساتھ مچھلی کھائی وغیرہ۔ چنانچہ "رسولوں کے اعمال" باب ۱ میں لکھا ہے۔ "اس نے دُکھ سہنے کے بعد بہت سے ثبوتوں سے اپنے آپ کو ان پر زندہ ظاہر بھی کیا چنانچہ وہ چالیس دن تک انہیں نظر آتا اور خدا کی بادشاہی کی باتیں کہتا رہا۔" (آیات ۳، ۴)

پھر اسی باب میں لکھا ہے کہ:۔

"یہ کہکر وہ اُن کے دیکھتے دیکھتے اُوپر اٹھا لیا گیا اور بدلی نے اُسے ان کی نظر سے چھپا لیا" (آیت ۹) "اُوپر اٹھائے جانے" اور بدلی کی وجہ سے ان کی نظروں سے اوجھل ہو جانے سے عیسائیوں میں یہ روایت چلی ہے کہ وہ زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے اور یہی روایت بدقسمتی سے مسلمانوں میں آگئی اور مسیح کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے اور تاقیامت وہاں زندہ رہنے کا غلط اور خلافِ قرآن و حدیث عقیدہ رواج پا گیا۔ یہ عین ممکن ہے کہ حضرت مسیح کے حواریوں

نے یہ بات اس لئے مشہور کر دی ہو کہ کہیں یہودی ان کا تعاقب کر کے انہیں دوبارہ پکڑ کر مروا نہ دیں۔

حضرت مرزا صاحب نے تاریخی حقائق کے حوالے سے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر سے زندہ اتارے گئے تو زخم اچھے ہونے کے بعد آپ نے فلسطین سے ہجرت کی اور عراق۔ افغانستان اور ہندوستان کے مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے کشمیر میں آئے اور آپ کی والدہ آپ کے ساتھ تھیں۔ یہ سارے واقعات آپ کی کتاب "مسیح ہندوستان میں" میں درج ہیں جو بہت پہلے لکھی جا چکی تھی لیکن شائع ۱۹۰۸ء میں آپ کی وفات کے بعد ہوئی۔ اور یہی کتاب دراصل بعد میں ہونے والی تحقیقات کی بنیاد بنی۔

حضرت مسیح اور آپ کی والدہ کے کشمیر میں آنے کی تصدیق قرآن کریم کی آیت "وجعلنا ابن مریم وامہ ایۃ واوینٰھما الی ربوۃ ذات قرار ومعین" سے بھی ہوتی ہے۔ (مومنون ۵۰) یعنی ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو ایک نشان بنایا ہے اور ان دونوں کو ایک بلند جگہ پر پناہ دی جو ہموار اور چشموں والی تھی۔ قرآن کریم نے ان الفاظ میں جس زمین کا نقشہ بیان فرمایا ہے وہ "کشمیر جنت نظیر" کے بغیر اور کوئی نہیں ہو سکتی اور تاریخ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ وہ احادیث بھی اس پر شہادت دیتی ہیں جن میں آنحضرت صلعم نے حضرت عیسٰی کی عمر ۱۲۰ سال بیان فرمائی ہے کیونکہ اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ صلیب سے زندہ بچ جانے کے بعد آپ نے اپنی باقیماندہ عمر کہاں گذاری؟

تاریخ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ ہجرت کر کے اسرائیل کی ان گم شدہ بھیڑوں کی تلاش میں آئے جو بابل کے بادشاہ بخت نصر کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر وہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئیں یہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے دس قبیلے تھے جو اس طرف بھاگ آئے اور حضرت مسیح بھی فلسطین سے انہی کی تلاش میں آئے اور اپنی باقیماندہ عمر کشمیر میں گذار کر یہیں فوت ہوئے اور محلہ خانیار سری نگر میں دفن ہوئے۔ یوحنا کی انجیل میں ہے:۔

"اور میری اور بھی بھیڑیں ہیں جو اس بھیڑ خانہ کی نہیں۔ مجھے ان کو بھی لانا ضرور ہے۔ اور وہ میری آواز سنیں گی پھر ایک ہی گلہ اور ایک ہی چرواہا ہوگا۔" (باب ۱۵؛ ۱۶)

پھر اسی انجیل میں ہے کہ حضرت مسیح شمعون یوحنا کے بیٹے کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:۔

"اے شمعون یوحنا کے بیٹے کیا تو مجھ سے محبت رکھتا ہے؟ اس نے کہا ہاں خداوند تو تو جانتا ہی ہے میں تجھ کو عزیز رکھتا ہوں۔ اس نے اس سے کہا تو میری بھیڑوں کی گلہ بانی کر۔"

(باب ۲۱ : ۱۶)

پھر حضرت مسیح تیسری بار اس سے یہی سوال کر کے فرماتے ہیں:۔ "تو میری بھیڑیں چرا۔" (آیت ۱۷) یہ بار بار کی تاکید یہی بتاتی ہے کہ حضرت مسیح ان سے کہیں اور جانے کے لئے رخصت ہو رہے ہیں اور اپنی اور بھیڑوں کی تلاش میں جانے والے ہیں۔ یہ بھیڑیں بنی اسرائیل کے وہی دس قبیلے تھے جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔

خواجہ نذیر احمد مرحوم نے اپنی کتاب "JESUS IN HEAVEN ON EARTH" میں اپنی تحقیق کی بنا پر ثابت کیا ہے کہ کشمیری یہودی النسل ہیں کیونکہ ان کی شکل و شباہت، رسم و رواج۔ لباس۔ آبادیوں کے نام اور کشمیری زبان کے اکثر الفاظ۔ سب اس کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اور کشمیری خود بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے کسی غیر مصدقہ روایت کی بنا پر مسیح موعود ہونے کا دعوٰی کیا۔ آپ کا دعوٰی قرآن اور حدیث کی بنا پر ہے جنہیں غیر مصدقہ کہنا اپنے ایمان کو جواب دینا ہے۔ بائبل اور دیگر تاریخی شواہد بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ جوں جوں زمانہ ترقی کرتا جا رہا ہے اور ہر علمی میدان میں نئے نئے انکشافات ہو رہے ہیں وہ قرآن کریم کے علوم و معارف پر سے پردہ اٹھاتے جا رہے ہیں۔ وہ وقت بہت قریب ہے کہ حضرت مسیح کے زندہ آسمان پر اٹھا لے جانے اور قرب قیامت تک جس کے متعلق کسی کو سوائے خدا کے علم نہیں کہ کب برپا ہوگی۔ آسمان پر زندہ رہنے کے افسانہ کی حقیقت بھی سامنے آ جائے گی کیونکہ اب تو یہودیوں اور عیسائیوں نے بھی اس تحقیق میں دلچسپی لینا شروع کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ اب تو مکہ مکرمہ سے شائع ہونے والے رابطۃ الاسلامی کے ماہوار رسالہ جلد ۸ ص ۱۲ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۸۱ء کے صفحہ ۱۸ پر جناب شیخ ذکریا ادریس اسینی نے بھی اپنے مضمون —

"JESUS IN THE SCRIPTURES-MUSLIM VIEW POINT"

میں قرآن کریم اور بائیبل کی روشنی میں حضرت عیسٰی کے متعلق بحث کرتے ہوئے یہ لکھ دیا ہے کہ:۔

"WHATEVER BE THE CASE, THE ISLAMIC BELIEF IS THAT JESUS DIED A NATURAL DEATH AFTER GOD HAD SAVED HIM FROM CRUCIFIXION."

یعنی صورت حالات جیسی بھی ہو اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح کو صلیب پر مرنے سے بچا لیا تو اس کے بعد انہوں نے طبعی موت سے وفات پائی۔

اس کا منطقی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ جب حضرت مسیح ابن مریم فوت ہو گئے ہیں تو ان کے مردوں میں سے دوبارہ زندہ ہو کر آنے کی کوئی امید نہیں اس لئے احادیث میں جس مسیح کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہے وہ آنحضرت صلعم کی ہی امت کا کوئی فرد ہوگا۔

چودھویں صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے جب مسیح موعود ہونے کا دعوٰی کیا تو آپ نے اپنی کتابوں میں ان تمام نشانات اور واقعات کا ذکر کیا جو مسیح کے آنے کے متعلق احادیث اور علماء کی کتابوں میں بیان ہوئے ہیں اور وہ ایک ایک کر کے پورے ہو چکے ہیں اس لئے آپ نے فرمایا ہے ؎

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت + میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

چودھویں صدی میں دوسرا کوئی شخص ایسا پیدا نہیں ہوا جس نے مجدد اور مسیح موعود ہونے کا دعوٰی کیا ہو اور اس کے حق میں یہ تمام نشانات پورے ہوئے ہوں۔ دن کو رات اور رات کو دن کہہ دینے سے ان کی حقیقت نہیں بدل سکتی۔ حضرت مرزا صاحب نے زمین و آسمان میں ظاہر ہونے والے نشانات کو اپنے دعوٰی پر گواہ ٹھہرایا ہے:۔ ؎

اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح

نیز بشنو از زمین آمد امام کامگار

آسمان سے آنے والی اس آواز کو سنو کہ مسیح آ گیا ہے اور مسیح آ گیا ہے۔ زمین سے آنے والی اس آواز کو بھی سنو کہ امام کامگار آ گیا ہے۔

"ہمیں اس بات پر سخت تعجب ہے اور حیرت ہوتی ہے کہ مسلمان کیوں حضرت مسیح کو قیامت تک آسمان پر زندہ رکھ کر آنحضرت صلعم کی ہتک اور توہین کے مرتکب بننا پسند کرتے"

(بقیہ صـ۲ کالم ۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

محترمہ ساجدہ احمد صاحبہ ایم۔اے۔ ڈن ہیگ (ہالینڈ)

حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں امیر جماعت احمدیہ لاہور کا ہالینڈ میں ورود مسعود

کسی دینی جماعت کے روحانی سربراہ کے دورہ کی اخباری رپورٹ لکھنے کی میری یہ پہلی کوشش ہے اور مجھے پہلی دفعہ ہی حضرت مجدد صد چہاردہم کے موجودہ جانشین امیر جماعت احمدیہ لاہور حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایسی مقدس، دل آویز اور دلپذیر ہستی کے دورۂ ہالینڈ کی رپورٹ لکھنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے یہ بڑا ہی مشکل کام تھا۔ اگر کہیں غلطی نظر آئے تو قارئین سے معافی کی خواستگار ہوں۔

(ساجدہ احمد۔ ڈن ہیگ)

۹ ستمبر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام یو۔کے (لاہور) کی دعوت پر لندن میں نئے تبلیغی مرکز "دار السلام" کے افتتاح کے لئے پاکستان سے تشریف لائے ہوئے تھے اس لئے ہالینڈ کی جماعتیں بھی محو انتظار تھیں کہ آپ یہاں بھی تشریف لائیں گے۔ چنانچہ ہماری یہ اُمید بر آئی اور آپ ۹ ستمبر ۶ بجے شام ایمسٹرڈم کے ہوائی اڈے پر تشریف فرما ہوئے۔ جناب محمد انور صاحب ایم۔اے نائب امام لندن۔ یو۔کے بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

چونکہ حضرت ڈاکٹر صاحب بحیثیت امیر پہلی مرتبہ ہالینڈ تشریف لا رہے تھے اس لئے ہالینڈ کی تمام جماعتوں کے سرکردہ ارکان کثیر تعداد میں آپ کے استقبال کے لئے ایمسٹرڈم کے ہوائی اڈے پر پہلے ہی پہنچے ہوئے تھے اور بڑے ذوق و شوق کے ساتھ ان کی نظریں بار بار آسمان کی طرف اُٹھتی تھیں کہ کب طیارہ طیارگاہ میں اُترے اور وہ اپنے امیر کا استقبال کریں اور انہیں اس نئی حیثیت میں تشریف لانے پر خوش آمدید کہیں اور مبارکباد دیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں پھولوں کے ہار تھے اور ہر ایک کا جوش و جذبہ قابلِ دید تھا جب حضرت امیر ہوائی اڈے سے باہر تشریف لائے تو پُرجوش نعروں سے اور پھولوں کے ہار پہنا کر آپ کا استقبال کیا گیا۔ حضرت امیر ہر ایک سے گلے ملے اور ہر ایک سے اس کا حال احوال دریافت کیا۔ یہ ایک عجیب رُوح پرور نظارہ تھا۔ آپ کو اپنے درمیان پاکر جو خوشی اور مسرت ہر ایک نے محسوس کی اس کی کیفیت سب کے چہروں سے عیاں تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت امیر کی اپنی شخصیت بھی مسحور کن ہے۔ لیکن یہ سب سے بڑا اعجاز چودہویں صدی میں تجدید دین کے لئے مبعوث ہونے والے آنحضرت صلعم کے عاشق اور خادم اسلام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کا ہے جن کی روحانی تاثیرات نے زمین کے فاصلوں کو مٹا کر دلوں کو آپس میں جوڑ دیا ہے۔ اور درمیان میں سمندروں اور پہاڑوں کے حائل ہونے کے باوجود سب ایک ساتھ دھڑکنے لگے ہیں۔ اس ایک مقصد نے کہ کس طرح لیظهرہ علی الدین کلہ کی پیشگوئی پوری ہو۔ سب کو ایک رشتہ سے منسلک کر دیا ہے۔ نئی قیادت اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے جماعت میں ایک نئی رُوح پھونکنے اور اس رشتہ کو مضبوط تر بنانے کی کوششوں میں ہمہ تن مصروف ہے۔

تقریباً نصف گھنٹہ بعد آپ سب استقبال کرنے والوں کی معیت میں ہیگ کی مسجد میں تشریف لائے جہاں چائے وغیرہ سے آپ کی تواضع کی گئی۔ اتنے میں مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا۔ نماز آپ کی اقتداء میں ادا کی گئی۔ نماز کے بعد حضرت امیر کا سب حاضرین سے تعارف کرایا گیا۔ گفتگو کے دوران میں آپ سے آپ کے سفر اور پاکستان کے حالات کے متعلق سوالات پوچھے گئے۔ سب نے آپ کی باتیں بڑی توجہ سے سنیں۔ اس کے بعد آپ کو اپنی قیام گاہ پر پہنچایا گیا۔ باقی لوگ اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہو گئے اور اس طرح یہ دلچسپ مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

۱۰ ستمبر ۱۹۸۲ء۔ ۱۰ ستمبر کو جمعہ تھا۔ یہاں جمعہ کو چھٹی نہیں ہوتی لیکن حضرت امیر کی قیادت میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے لوگوں نے چھٹی لے لی تاکہ وہ اس سعادت سے اپنے دُنیا کے کاروبار کی خاطر محروم نہ رہیں۔ دور و نزدیک کے مقامات سے بھی لوگ نماز کے لئے آ گئے اور مسجد نمازیوں سے بھر گئی۔ اس موقعہ پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اس میں خاص طور پر یورپ کے لوگ مخاطب تھے آپ نے فرمایا:

"یورپ کے رہنے والے اس وقت مادی دوڑ میں اس قدر منہمک ہو گئے ہیں کہ ان کے لئے خدا اور اس کے دین کے لئے وقت نکالنا مشکل ہو گیا ہے لیکن اس مادی دوڑ اور مادہ پرستی سے انسان کو کچھ حاصل نہ ہو گا اُسے اپنی آخرت کا بھی فکر کرنا چاہیئے۔ آپ نے اپنے مخاطبین پر زور دیا کہ آپ نماز قائم کرنے کے لئے تھوڑا سا وقت ضرور نکالیں۔ کیونکہ یہی ایک ذریعہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جا سکتا ہے اس کے بعد آپ نے نماز پڑھنے اور نماز قائم کرنے کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ نماز پڑھنا تو کچھ مشکل نہیں جیسے اسے ایک بیگار سمجھ کر جلدی جلدی پڑھ کر اپنے سر پر سے ایک بوجھ پھینک دیا جاتا ہے ایسی نماز کا نہ کوئی فائدہ ہے اور نہ ہی یہ خدا کے ہاں قبول کی جاتی ہے اس لئے یہ فرمایا گیا ہے کہ نماز قائم کرو جیسا اس کے قائم کرنے کا حق ہے۔ قرآن، حدیث اور حضرت مرزا صاحب کے اقوال سے مثالوں کے ذریعے آپ نے یہ سمجھایا کہ نماز ایسے قائم کی جاتی ہے۔

نماز جمعہ کے بعد چند ایک دینی مسائل پر سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا۔ آپ نے تمام سوالوں پر تفصیل سے گفتگو کی اور حاضرین کو مطمئن کیا۔ اس مبارک دن کی ایک خاص بات یہ ہے کہ نماز جمعہ کے بعد بہت سے لوگوں نے حضرت امیر کے ہاتھ پر بیعت کی جن میں جناب فاضل رمضان اور بیگم زمرد فاضل رمضان خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

۱۱ ستمبر ہفتہ:۔ جماعت کے ہر فرد کی یہ دلی خواہش اور شوق تھا کہ حضرت امیر اس کے گھر تشریف لے جائیں اس لئے بہت سے لوگوں نے آپ کو دعوت دی لیکن چونکہ حضرت امیر کا قیام بہت مختصر تھا اس لئے آپ باوجود چاہنے کے ہر ایک کی یہ خواہش پوری نہ کر سکتے تھے لیکن پھر بھی آپ تھوڑے تھوڑے وقت کے لئے جماعت کے مختلف لوگوں کے گھروں پر تشریف لے گئے اور ہر ایک سے بہت پیار اور محبت سے بات چیت کی اسی روز شام کو حضرت امیر کی قیام گاہ پر بورڈ کے ارکان اور دوسرے ارکان کی ایک میٹنگ منعقد ہوئی جس میں جماعتی مسائل پر سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ حضرت امیر کے سامنے جو مسائل پیش کئے گئے ان کے حل کے لئے آپ نے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا جن کے مطابق ان مسائل کو حل کر لیا گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

۱۲ ستمبر اتوار۔ احمدیہ جماعت ہالینڈ کی فیڈریشن نے ۱۲ ستمبر بروز اتوار دوپہر ایک بجے ڈن ہیگ میں ایک جلسہ عام کا اہتمام کیا اس کے لئے ایک ہال لیا گیا۔ اس جلسہ میں سارے ہالینڈ سے کثرت سے لوگ شامل ہوئے۔ فیڈریشن کے متعلق میں آپ کو بتاتی چلوں کہ ہالینڈ میں پانچ مقامات ڈن ہیگ، ایمسٹرڈم، روٹرڈم، یوترخت اور ارن ہم میں ہماری احمدیہ جماعتیں اپنی اپنی جگہ کام کر رہی ہیں لیکن

یا آپ کو دل سے مانتے بھی ہوں مگر بیعت نہ کی ہو کافر اور خارج از اسلام قرار دے دیا۔

(تشحیذ الاذہان۔ اپریل ۱۹۱۱ء)

اس مسئلہ پر جو قطعاً حضرت صاحب کے عقیدہ کے خلاف تھا جماعت میں دو گروہ پیدا ہو گئے۔ ۱۹۱۴ء میں جب حضرت مولانا نورالدین وفات پا گئے تو میاں محمود احمد صاحب پہلے سے سوچے سمجھے منصوبے اور انتظامات کے ماتحت خلیفہ منتخب ہو گئے۔ اور اپنی بیعت پر زور دیا۔ لیکن حضرت مولانا محمد علی اور آپ کے رفقاء نے اختلافِ عقیدہ کی بناء پر بیعت نہ کی اور یہ ضروری بھی نہ تھی کیونکہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی تھی۔ اور میاں صاحب کی بیعت کرنے کا یہ مطلب تھا کہ یہ لوگ بھی میاں صاحب کے عقیدہ کفر و اسلام سے متفق ہیں دوسری وجہ یہ تھی کہ میاں صاحب ایک مطلق العنان اور آمر خلیفہ بننا چاہتے تھے اور حضرت صاحب کی وصیت کے مطابق قائم کردہ انجمن کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ جس کے ہاتھ میں حضرت صاحب نے اپنے بعد سارے معاملات سونپ دیئے تھے اور اسی کے فیصلوں کے مطابق عمل کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔ اس کے باوجود حضرت مولانا محمد علی اور آپ کے رفقاء نے قادیان میں رہ کر اشاعتِ قرآن کے کام کو جاری رکھنا چاہا لیکن ان پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا۔ اس لئے وہ قادیان سے لاہور ہجرت کر آئے اور یہاں انجمن قائم کر کے اپنا کام شروع کیا۔

۱۳۔ جہاد بمعنے جنگ کے متعلق ہمارا عقیدہ

آنحضرت صلعم کی حدیث ہے جس کا ترجمہ یہ ہے :" قریب ہے کہ جو شخص تم میں سے زندہ رہا عیسیٰ ابن مریم سے ملاقات کریگا جو امام زمانہ ہوگا اور وہی مہدی ہوگا اور حکم عدل ہوگا صلیب کو توڑے گا۔ خنزیر کو قتل کریگا جزیہ موقوف ہوگا۔ اور جہاد یا اوزار بند ہو جائیگا" (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۱۱)

یعنی ہتھیاروں کے ساتھ جنگ بند ہو جائے گی حضرت صاحب فرماتے ہیں :۔ (عربی عبارت اور ترجمہ عربی عبارت) "لا شک ان وجوہ الجہاد معدومۃ فی ھذا الزمن وھذہ البلاد (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ)" اس میں شک نہیں کہ جہاد (بمعنی جنگ بذریعہ اوزار) کی شرائط اس ملک میں اور اس زمانہ میں پائی نہیں جاتیں۔ آپ نے یہاں یہ نہیں فرمایا کہ جہاد کا حکم اب منسوخ ہے بلکہ فرمایا کہ جہاد بالسیف کی شرائط اس ملک (ہندوستان) میں اور اس زمانہ میں پائی نہیں جاتیں جس کا مطلب یہ ہے کہ انگریز تلوار کے ذریعے مسلمانوں کو اسلام چھوڑنے اور عیسائیت قبول کرنے پر مجبور نہیں کر رہے ہیں بلکہ اپنی تحریرات اور قلم کے ذریعے سے ایسا کر رہے ہیں اور ان کے خلاف وہی ہتھیار استعمال کرنا چاہیئے جو وہ کر رہے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے بھی لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے کے لئے تلوار نہیں اٹھائی بلکہ جب آپ کے خلاف تلوار اٹھائی گئی تو تب آپ نے تلوار اٹھائی اپنے دفاع کیلئے۔ اسلام جارحیت کو پسند نہیں کرتا۔ اور نہ کسی کو تلوار کے ذریعے زبردستی اسلام میں داخل کرنے کی قرآن اجازت دیتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے " وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین (البقرۃ، ۱۹۰) ترجمہ :۔ اور اللہ کی راہ میں اُن لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی (جارحیت) نہ کرو۔ اللہ زیادتی کرنے والوں سے پیار نہیں کرتا"۔ حضرت صاحب کا ایک شعر ہے :۔

فرما چکا ہے سید کونین مصطفےٰ + عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا

(یہ اوپر والی حدیث کی طرف اشارہ ہے)

اس لئے ہم ایسی جنگ کو جو اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو اپنا دین ترک کرنے پر مجبور کرنے کے لئے کسی مخالف قوت کی طرف سے بزور شمشیر لڑی جائے اور مسلمان اپنے دین کی حفاظت کے لئے اس کے خلاف تلوار اٹھائیں قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت کی روشنی میں دفاعی جنگ سمجھتے ہیں اور جب ایسے حالات نہ ہوں تو اُسے ملتوی سمجھتے ہیں منسوخ نہیں سمجھتے۔

۴ :۔ ہم عام مسلمانوں (غیر احمدی) کی مساجد میں اُن کے امام کے پیچھے نماز اور غیر احمدی لڑکے یا لڑکی سے اپنے بچوں کی شادیاں جائز سمجھتے ہیں بشرطیکہ امام اس بات کا اعلان کرے کہ میں حضرت مرزا صاحب اور آپ کے ماننے والوں کو مسلمان سمجھتا ہوں اور انہیں کافر نہیں کہتا۔ اور یہی شرط شادی کے لئے بھی ہے۔ چنانچہ ہماری کئی بچیاں غیر احمدی گھرانوں میں ہیں اور کئی غیر احمدی بچیاں ہمارے گھرانوں میں ہیں لیکن غیر احمدیوں نے یہ کہہ کر کہ مرزا صاحب اور ان کے ماننے والے نعوذ باللہ کافر ہیں ہمیں مار پیٹ کر اور گالی گلوچ دے کر اپنی مسجدوں سے دھکے دے نکال دیا کہ کافر نہ ہماری مسجدوں میں داخل ہو سکتے ہیں اور نہ ہمارے ساتھ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ ہم نے مجبوراً علیحدہ نمازیں پڑھنا شروع کیا۔ ۱۹۷۴ء کے بعد تو حالات ہی بدل چکے ہیں ہمیں آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیدیا گیا ہے۔ اور یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ یہ اذان نہیں دے سکتے۔ قرآن نہیں پڑھ سکتے کلمہ اور نماز نہیں پڑھ سکتے۔ حج نہیں کر سکتے۔ اپنی مساجد کو مساجد نہیں کہہ سکتے وغیرہ۔ اس صورتِ حالات میں ان کی مسجدوں میں اُن کے امام کے پیچھے نماز پڑھنے اور شادیاں وغیرہ کرنے کا اب سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۵ :۔ جن تین کتابوں کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ ہماری مطبوعات نہیں ہیں اور ہمیں یہ بھی علم نہیں کہ وہ کہاں سے مل سکتی ہیں البتہ احمدیت پر لکھی گئی ہماری سابقہ اور موجودہ تصانیف ہمارے ہاں سے مل سکتی ہیں۔ ان کی فہرست آپ کو ارسال کر دی جائے گی۔

۶ :۔ اندرون اور بیرون ملک ہمارا ایک ہی شغل۔ ایک ہی تڑپ اور آرزو یہ ہے کہ دنیا قرآن اور اسلام کی روشنی سے منور ہو جائے اور آنحضرت صلعم کی غلامی کا جوا اپنی گردن میں ڈال لے۔ یہی حضرت مرزا صاحب کے دل کا درد اور خواہش تھی اور یہی آپ کے آنے کا مقصد تھا۔ کیپ ٹاؤن افریقہ میں ہمارے مرکز کا پتہ درج ذیل ہے :

MR. USMAN SYDOW
17 BURGRAAF ROAD, CAPE TOWN
VANGUARD ESTATE 7764
SOUTH AFRICA

انگلستان میں ہمارے مرکز کا پتہ یہ ہے :۔

MR. MOHAMMAD ANWAR, M.A
15 STANLEY AVE.. WEMBLEY, MIDEX
LONDON, U.K

۷ :۔ قرآن کریم کی محکم اور مبین آیات کو درمیان میں رکھ کر اُمّتِ مسلمہ کے اتحاد کی کوشش کرنا ہمارے نزدیک بہت بڑا دینی فریضہ ہے۔ حضرت صاحب بھی یہی چاہتے تھے۔ جب مسلمان علماء تکفیر بازی اور تفرقہ بازی میں حد سے بڑھ گئے تو آپ نے فیصلہ کے لئے ان چار چوٹی کے علماء مولوی محمد حسین بٹالوی، مولوی عبدالجبار غزنوی۔ مولوی عبدالحق غزنوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ آپ بھی دعا کریں اور میں بھی دعا کرتا ہوں جس فریق کی تائید میں اللہ تعالےٰ ایک سال کے اندر اندر کوئی زبردست نشان ظاہر کر دے اُسے سچا سمجھا جائے اور دوسرا فریق اس کے ہاتھ پر توبہ کرے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس طریقے سے یہ روز روز کے جھگڑے طے ہوں۔ اور ہم سب متفق ہو کر دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کریں"۔ پھر آپ نے امرتسر اور لاہور کے مسلمان اکابر سے بھی اپیل کی کہ " خدا کے لئے اٹھو اور انصاف سے فیصلہ کرو اور ہمارے آپس کے جھگڑوں کو طے کر کے اسلام اور مسلمانوں پر رحم کرو اور اتحاد اور اتفاق کی بنیاد ڈالو" (اشتہار قطعی فیصلہ کیلئے ۹ مئی ۱۸۹۱ء) مگر افسوس کسی نے بھی آپ کی بات پر کان نہ دھرا جس کا نتیجہ آج ہم سب کے سامنے ہے۔ اب ہمیں تو غیر مسلم اقلیت ٹھہرا دیا گیا ہے ہم نے اگر توازن کی راہ اپنائی بھی ہے تو ہماری کون سنے گا ہاں اگر آپ جیسے انصاف پسند چند انسان اللہ پر بھروسہ کر کے اس نیک کام پر کربستہ ہو جائیں اور ایک تحریک چلانا شروع کر دیں تو اس میں ہماری جس قسم کی مدد کی ضرورت ہوگی ہم انشاء اللہ ضرور دیں گے۔ ہمارا تو مشن ہی اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی ہے۔ اس سلسلے میں بھی حضرت صاحب کا ایک الہام ہے " بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد"۔ اٹھو تمہارا وقت قریب آگیا ہے اور محمدیوں [illegible]

[illegible] آنحضرت صلعم کے پیروؤں کا قدم بلند تر مینار پر مضبوطی سے جم گیا ہے۔

پیغام صلح لاہور مورخہ ۳- نومبر ۸۲ء — ۱۲

اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے تعارف میں سلسلۂ احمدیوں کی ابتدائی مساعی

لاہور کی جماعت احمدیہ نے تعلیمیافتہ طبقہ کے لئے انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر تیار کرنے کے کام سے خاص دلچسپی لی، ان کے کام کو ہند و بیرون ہند کے تعلیمیافتہ طبقہ میں انگریزی زبان میں ہونے اور اچھے انداز میں پیش کئے جانے کی وجہ سے خاصی مقبولیت حاصل ہوئی۔ ان مصنّفین میں سرِفہرست خود جماعتِ احمدیہ لاہور کے بانی و امیر مولوی محمد علی لاہوری ہیں جنھوں نے انگریزی زبان میں قرآن کا ترجمہ شائع کیا جدید تعلیمیافتہ حضرات نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا، ان کے قلم سے جو تشریحات و حواشی نکلے ان سے ایسے بہت سے افراد متاثر ہوئے، جن کا اسلام اور علومِ اسلام کا مطالعہ براہِ راست اور گہرانہ تھا، اور جو جدید نظریات وتحقیقات اور سائنس کی ترقی سے مرعوب تھے، اور جن کو ایسی کتابوں اور اسلام کی ایسی تشریحات کی تلاش تھی، جو اُن کی علمی و مذہبی پیاس بجھا سکے، ان کے تفسیری نوٹس میں معجزات اور غیبی حقائق کو طبعی اشیاء اور عام قانونِ قدرت کے تابع بنانے کا رنگ، مبالغہ آمیزی و انتہاء پسندی کی حد تک غالب ہے خواہ ایسے موقعوں پر عربی زبان اور قرآنی الفاظ ساتھ نہ دے سکیں[۱]۔ انھوں نے اس حقیقت کو بھی نظر انداز کر دیا کہ طبیعات کا علم اور اس کی تحقیقات تغیر پذیر ہیں، اور وہ ابھی طفولیت کے مرحلہ سے آگے نہیں بڑھی ہیں۔

مولوی محمد علی لاہوری کی ایک کتاب سیرتِ نبویؐ کے موضوع پر (MOHAMMAD THE PROPHET) کے نام سے ہے، جو ہند و بیرون ہند میں وسیع پیمانہ پر پڑھی گئی اور تعلیم یافتہ نوجوان اور یونیورسٹیوں کے ان اساتذہ نے اسے پسند کیا، جن کے سامنے سیرت پر انگریزی میں کوئی اور ایسی کتاب نہ تھی، جو نبوتِ محمدیؐ کی عظمت اور پیغام اسلام سے پردہ اٹھاتی، اور اس ماحول و حالات کی تصویر کشی کرتی جن میں نبوت کا ظہور ہوا۔ نیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی زندگی میں پیش آنے والے واقعات کو اختصار و جامعیت کے ساتھ پیش کرتی، اس صورتِ حال سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ صحیح اسلامی کتابوں کا وجود جن سے نوجوان اور تعلیمیافتہ افراد اسلام اور پیغامبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلّم سے متعارف ہو سکیں، از حد ضروری ہے، کیونکہ اگر مکمل قابلِ اعتبار اور معیاری تصنیفات موجود نہیں ہیں، تو یہ طبقہ اپنی پیاس ان کتابوں سے بجھائے گا جو بآسانی میسر ہو جاتی ہیں، اور جن میں صحیح الخیال طبقہ اور علمائے دین کو قابلِ اعتراض چیزیں نظر آتی ہیں۔

مولوی محمد علی لاہوری کے بعد اُن کے رفیق و ہمعصر اور انگلینڈ میں مشہور و معروف مبلغ اسلام اور انگریزی کے زبان آور خطیب خواجہ کمال الدین نے اس میدان میں خصوصی شہرت حاصل کی، اس سلسلہ میں ان کی دو کتابیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، ایک THE IDEAL PROPHET (مثالی نبی) دُوسری SOURCES OF CHRISTIANITY (ینابیع المسیحیت) یہ بھی اپنے رفیق و امیر مولوی محمد علی لاہوری کی طرح مرزا غلام احمد صاحب کے معتقد و مرید تھے، لندن کا WOKING MISSION سنٹر عرصہ تک ان کی زیرِ نگرانی اور سرپرستی میں کام کرتا رہا۔

[۱] قادیانیوں سے (جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نبوت کے صراحت کے ساتھ قائل ہیں) سے الگ ہونیوالی شاخ کے یہ صدر تھے، اس شاخ کا یہ عقیدہ ہے کہ مرزا صاحب چودہویں صدی کے مجدد اور مصلح اعظم تھے، اسی کے ساتھ وہ مسیحِ موعود تھے، یہاں تک وہ قادیانیوں سے متفق ہیں عام مسلمان احمدیوں کو بھی غیر اسلامی اقلیت سمجھتے ہیں، پاکستان کی سرکاری قرارداد میں اس بات کی تصریح ہے، جماعتِ احمدیہ لاہور کے عقائد و خیالات معلوم کرنیکے لئے مصنّف کی کتاب قادیانیت: ایک جائزہ ایک مطالعہ کے باب "لاہوری شاخ کا مطالعہ" مفید ہو گا۔
[۲] اس کے دلچسپ نمونے ہماری کتاب قادیانیت کی تیسری فصل "لاہوری شاخ" میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس موقعہ پر اس علمی اور تاریخی حقیقت کا اظہار بھی ضروری ہے کہ ہندوستان میں مغربی تعلیم کے داعی اوّل اور علی گڑھ یونیورسٹی کے بانی سر سید احمد خاں مرحوم سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے یہ راستہ کھولا اور اپنی تفسیر قرآن تفسیراتِ احمدیہ میں یہ خیالات ظاہر کئے ان کے بعد آنیوالوں نے عموماً انھیں کی خوشہ چینی کی اور اُنکے مسلک کو اختیار کیا اور پھر اکثر جیسا کہ ایسے رجحانات میں ہوتا ہے ان سے بھی بہت آگے بڑھ گئے۔

بحوالہ مغربی مستشرقین و مسلمان مصنّفین، عالمِ اسلام میں مسلمان مصنّفین کے علمی و تحقیقی کاموں کا جائزہ، مصنفہ سید ابوالحسن ندوی، شائع کردہ مجلس تحقیقات اسلام۔ لکھنو (بھارت) — ترجمہ از عربی، مولوی سید سلیمان حسینی ندوی،

اخبارِ احمدیہ:۔ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے اور آپ حسبِ معمول خدمتِ دین کے کاموں میں ہمہ تن مصروف ہیں احباب سلسلہ حضرت موصوف کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی دُعائیں جاری رکھیں۔

۲۹/۱۰/۸۲ کے خطبہ جمعہ میں آپ نے ارشاد فرمایا۔ حضور نے احباب کو توجہ دلائی کہ خطبہ جمعہ کی بڑی غرض قرآن کریم کے احکام کی یاد دہانی اور ان پر عمل کرنے کی تلقین ہے۔ انسانی قلوب پر یاد دہانی کا اثر ہوتا ہے ہاں فائدہ کس کو ہوتا ہے؟ جو قلب سلیم کے ساتھ اسکو سنتے ہیں۔ اس خطبہ کو آئندہ شمارہ میں شائع کیا جائیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ،

باہتمام ریاض حسین الجدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح، احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر۔ ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور — مورخہ ۳- نومبر ۱۹۸۲ء — جلد ۶۹ شمارہ ۴۴

جناب ماسٹر اصغر علی صاحب

جلد :- ۶۹ ✱ یوم چہار شنبہ ۲۳ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ بمطابق ۱۰ نومبر ۱۹۸۲ء ✱ شمارہ :- ۴۵

ارشاداتِ حضرت مجدد صد چہاردہم

قرآنی علوم کے حصول کیلئے تقویٰ شرط ہے

علومِ ظاہری اور علومِ قرآنی کے درمیان ایک عظیم الشان فرق ہے۔ دنیوی اور رسمی علوم کے حاصل کرنے کے واسطے تقویٰ شرط نہیں ہے۔ صرف و نحو، طبعی، فلسفہ، ہیئت و طبابت پڑھنے کے واسطے یہ ضروری امر نہیں ہے کہ وہ صوم و صلوٰۃ کا پابند ہو اور امرِ الٰہی اور نواہی کو ہر وقت مدِ نظر رکھتا ہو، اپنے ہر قول و فعل کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی حکومت کے نیچے رکھے بلکہ بسا اوقات کیا عموماً دیکھا گیا ہے کہ دنیوی علوم کے ماہر اور طلب گار دہریہ منش ہو کر ہر قسم کے فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ آج دنیا کے سامنے ایک زبردست تجربہ موجود ہے۔ یورپ اور امریکہ باوجودیکہ وہ لوگ ارضی علوم میں بڑی بڑی ترقیاں کر رہے ہیں اور آئے دن نئی ایجادات کرتے رہتے ہیں لیکن ان کی روحانی اور اخلاقی حالت بہت کچھ قابلِ شرم ہے۔ لندن کے پارکوں اور پیرس کے ہوٹلوں کے حالات جو کچھ شائع ہوئے ہیں ہم تو ان کا ذکر بھی نہیں کر سکتے۔ مگر علومِ آسمانی اور اسرارِ قرآنی کی واقفیت کے لئے تقویٰ پہلی شرط ہے اس میں توبۃ النصوح کی ضرورت ہے۔ جب تک انسان پوری فروتنی اور انکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام کو نہ اٹھا لے اور اس کے جلال اور جبروت سے لرزاں ہو کر نیازمندی کے ساتھ رجوع نہ کرے قرآنی علوم کا دروازہ نہیں کھل سکتا اور روح ان کے خواص اور قویٰ کی پرورش کا سامان اس کو قرآن شریف سے نہیں مل سکتا جس کو پا کر روح میں ایک لذت اور تسلی پیدا ہوتی ہے۔

(ملفوظاتِ احمدیہ جلد اوّل)

جلسہ سالانہ میں شرکت کیلئے حضرتِ اقدس کا ارشاد

تمام مخلصین و داخلین سلسلۂ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولا کریم اور رسول مقبول صلعم کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالتِ انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفرِ آخرت مکروہ معلوم نہ ہو لیکن اس غرض کیلئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے تا اگر خدا تعالیٰ چاہے تو کسی برہانِ یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دور ہو اور یقینِ کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق اور ولولۂ عشق پیدا ہو جائے ..... لہٰذا قرینِ مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کیلئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرطِ صحت و فرصت و عدمِ موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں ...... اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور بادرگاہِ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے۔ اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہونگے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے (ایک اشتہار)

مکرم چوہدری فضل داد صاحب گجرات،

احباب کرام سے چند ضروری گذارشات

میرے عزیز ساتھیو اور بزرگو !

آج پیغام صُلح کے ذریعے میں اپنے جذبات بڑی دلسوزی کے ساتھ اپنے قارئین کرام تک
... دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھا وہ میری جماعت میں
سے نہیں ۔"

ہر احمدی (مرد ہو یا عورت) اس پر علیحدگی کی گھڑیوں میں غور کرے اگر ہم نے اس پر عمل نہیں کیا تو ہم نے اپنے عمل سے امام وقت کے ساتھ وعدہ کر کے وعدہ شکنی کی ہے۔ ایک طرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت صاحب کو مانا ہی نہیں اور دُوسری طرف ہم لوگ ہیں جنہوں نے آپ کے دعویٰ کو تسلیم کیا اور حضور کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا اور اگر ہم اس عہد کو نہیں نبھاتے تو ہم دوہرے مجرم ہیں۔ بڑی دلسوزی سے میری استدعا ہے کہ خدا کے لئے اس عہد کو پورا کریں۔ یاد رکھیئے انسان اپنا محاسب آپ ہے۔ چونکہ انسان کے ہر عمل کا اثر اس کی ذات پر مرتب ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کی ذات اس کا اعمالنامہ ہے۔ حتیٰ کہ اس کے دل میں گذرنے والے خیالات تک کی فلم ساتھ ساتھ تیار ہوتی جاتی ہے اور ظہور نتائج کے وقت یہی فلم پردہ سکرین پر سامنے آجاتی ہے۔ انسان قانون مکافات کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ انسان صحیح روش پر صرف اسی وقت چل سکتا ہے جب اسے اس بات کا یقین ہو کہ غلط روش پر چلنے سے تباہ ہو جائے گا۔ اگر یقین ہی نہ رہے تو پھر انسان اپنی غلط روش کو چھوڑ ہی نہیں سکتا۔ سورۃ توبہ آیت ۸۸" جاھدوا باموالھم ---- واولٰئك ھم المفلحون میں فلاح پانے والوں کی یوں تعریف کی گئی ہے کہ وہ اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں اور انہی کے لئے سب بھلائیاں ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ یعنے اپنے مال اور جان سے اس مقصد کے حصول کے لئے مصروف سعی و عمل رہتے ہیں ۔

جنت یُوں ہی نہیں مل جایا کرتی ۔ اس کو پانے کے لئے صبر آزما اور ہمت شکن مراحل سے گذرنا پڑتا ہے۔ جو ان جانکاہ مراحل میں ثابت قدم رہے وہ جنّت کی نعمائے سے بہرہ ور ہوئے ۔

یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل ہے کہ آئندہ کے واقعات کا کسی کو علم نہیں۔ لیکن اہل بصیرت اپنے روشن ماضی کی مدد سے مستقبل کے اندھیرے کو جھانک ضرور سکتے ہیں۔

جو لوگ صراطِ مستقیم سے دُور ہٹ گئے ہیں وہ اپنی تباہیوں، بربادیوں، اپنے مصائب اور اپنے مسائل کے خود ذمہ دار ہیں۔ اب ہماری نجات اسی میں مضمر ہے کہ ہم قرآن کریم اور اسوۂ حسنہ کو دوبارہ اپنے لئے مشعل راہ بنائیں اور ان پر ثابت قدمی سے چلنے کا عہد کریں۔ رسولِ کریمؐ کا عملی نمونہ قرآن پاک کی تعلیم ہے۔ لیکن ہمارا یہ اظہارِ عقیدت اس وقت تک بیکار اور بے معنی رہے گا جب تک ہم اپنے عمل سے اس کی تصدیق نہ کریں۔ دینِ اسلام محض چند مذہبی عبادات و شعار کی ادائیگی کا نام نہیں ۔ ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ ہم حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا بھی اہتمام کریں۔ اور اپنے اخلاق کی اصلاح کی طرف سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہوں ۔ کیونکہ جب تک انسان کا اخلاق درست نہیں اس وقت تک وہ حقیقی معنوں میں اشرف المخلوقات کا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

لکسبت و علیہا ما اکتسبت ۲ : ۲۸۶ ۔ جو شخص کوئی اچھا کام کرے گا اس کا اثر اس کی ذات پر مرتب ہوگا اور جو غلط کام کرے گا اس کے تباہ کن نتائج بھی اس کی ذات کو بھگتنے پڑیں گے ۔

نجات کا مستحق کون ہے ۔

نجات کوئی ایسی شے نہیں کہ اس کے ثمرات کا پتہ انسان کو مرنے کے بعد ملے بلکہ نجات تو وہ امر ہے جس کے ثمرات اسی دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ نجات یافتہ آدمی کو ایک بہشتی زندگی اسی دنیا میں مل جاتی ہے ۔

نماز کے متعلق حضرت اقدس نے فرمایا ۔

اگر نماز میں توجہ پیدا نہ ہو تو ہر نماز میں خدا کے حضور کھڑے ہو کر یہ دعا کرو ۔ اے خدا تعالےٰ میں گنہگار ہوں اور اس قدر گناہ کے اثرات نے میرے دل اور رگ و ریشہ میں اثر کیا ہے کہ مجھے رقّت اور حضور قلب حاصل نہیں ہوتا تو اپنے فضل و کرم سے میرے گناہ بخش۔ میری تقصیرات معاف فرما اور میرے دل میں اپنی عظمت ڈال۔ اپنا خوف اور اپنی محبت بٹھا دے تا اس کے ذریعے سے میری سخت دلی دور ہو کر حضور قلب میسر آئے۔ یہ دعا قیام ۔ رکوع ، سجدہ میں کرے ۔ نیز آپ نے فرمایا۔ خدا بڑا خزانہ ہے۔ خدا بڑی دولت ہے ۔ بکری کے سر پر شیر کھڑا ہو وہ گھاس نہیں کھا سکتی ۔ لوگوں میں بکری جتنا بھی ایمان نہیں۔

رسُول کریم صلعم کی تشریف آوری کا مطلب صرف اور صرف یہ تھا کہ خدا کی صرف خدا کی پوجا کی جائے ۔ لیکن آجکل اس کا حکم کا مسلم معاشرہ میں مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ درواز وں، عرسوں اور اسلام کو اپنے سیاسی اور تجارتی مقصد کی خاطر قربان کیا جاتا ہے ۔ توبہ ۔ قرآن کریم فرماتا ہے و لکن کانوا انفسھم یظلمون ۱۱۲ ، ۳۳ ۔ وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں اور وہی ظلم ہلاکت بن کر سامنے آجاتا ہے۔

میرے بزرگو علیحدگی کی گھڑیوں میں اپنے موجودہ معاشرہ کو نظر میں لائیں۔ اخبار میں آئے دن لرزہ خیز، اندوہناک اور حوصلہ شکن خبریں آتی ہیں۔ یہ اس قوم کا حال ہے جو اسلام کی مدعی ہے۔ رشوت ۔ ملاوٹ ۔ سمگلنگ ۔ قتل و غارت ۔ علماء کا حال دیکھئے معاشرتی اصلاح کی طرف دھیان ہی نہیں ۔

لیڈران قوم کی عملی زندگی پر نظر ڈالئے ۔ اپنے علاقہ ۔ محلہ ، شہر پر نظر ڈالئے ۔ دور نہ جایئے اپنے گریبان میں نظر ڈالیئے اور خدا لگتی کہیئے ۔ کہ آپ کی نظر میں کتنے افراد آپ کو ایسے ملیں گے جن کے قول و فعل میں یکسانیت ہوگی اور کتنے ایسے ہونگے جن کے عمل اور قول میں تضاد ہوگا۔ کیا ان واقعات کی موجودگی سے یہ روز روشن کی طرح ثابت نہیں ہو رہا کہ یہ دنیا تباہی کے کنارے پر کھڑی ہے ۔ اس لئے ہر روز نماز تہجد میں بارگاہ رب العلمین میں سجدہ ریز ہو کر اپنے گناہوں سے توبہ کریں۔

* * *

مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

تبلیغ واشاعتِ دین کے لئے اِصلاح وتنظیم مُسلمانان کی ضرورت

ایکہ داری مقدرت ہم عنم تابیدات دیں + دینِ حق را گردش آمد صعبناک و سہمگیں

لُطف کن ما را نظر بر اندک و بسیار نیست + دیدنش از دور کار مردم دیندار نیست

مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب چیف ایڈیٹر پیغام صلح مشن ہاؤس لندن کی نئی عمارت کے افتتاح کے موقعہ پر وہاں تشریف لے گئے تھے اور ابھی تک وہیں ہیں۔ آپ بکمال مہربانی اپنے اخبار کو وہاں بھی یاد رکھتے اور قارئین کے لئے مفید مضامین بھیجتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بخیریت واپس لائے۔

(ادارہ)

قرآنِ کریم میں ارشاد ہوا وجاھدھم بہٖ جہادًا کبیرًا، کفار سے جہاد کا دینِ اسلام کا فریضہ ادا کرو۔ چنانچہ اسی ارشادِ ربانی کے ماتحت حضرت ابوبکر رضؓ نے کہا کہ جو قوم جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر دیتی ہے وہ زندہ نہیں رہتی۔ اسلام میں زندگی کا اصل مفہوم یہ ہے کہ قوم وجماعت میں، ایمان باللہ اور عملِ صالحہ کی صفاتِ عالیہ کامل طور پر موجود ہوں۔ اسی کے مطابق خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکرؓ نے ایک طرف تو ملک شام کے مقابل مسلمانوں کے لشکر کو جو خود آنحضرت صلعم نے حضرت اسامہؓ کے ماتحت تیار کیا تھا روانہ کیا، حالانکہ بعض صحابہ کرامؓ کا خیال تھا کہ اس وقت خود مدینہ کی مخدوش حالت کے پیشِ نظر اس کی حفاظت مقدم پڑی تھی کیونکہ مسلمانوں میں اندرونی طور پر تین مفاتن برپا ہو رہے تھے یعنی مدعیانِ نبوت مرتدین اور مخالفینِ زکوٰۃ یعنی بغاوت کے فتنہ ہائے مگر حضرت نے فرمایا کہ جو اقدام آنحضرت صلعم خود اٹھا چکے ہیں اسکے برخلاف آپ نہ کریں گے۔ پھر مخالفینِ زکوٰۃ اور مدعیانِ نبوت کے برخلاف کارروائی کی کیونکہ یہ دونوں تحریکیں فتنہ مرتدین کی مانند درحقیقت مرکزی حکومتِ اسلامیہ سے بغاوت پر تھیں۔ مدعیانِ نبوت کا مقصد بھی کوئی نیا دین قائم کرنا نہ تھا بلکہ ان کا اصل مدعا حکومت پر قبضہ کرنا تھا۔ دعویٰ نبوت محض ایک بہانہ تھا ورنہ وہ کوئی نیا نظریہ یا نیا دین نہ لائے تھے۔ بہرحال حضرت ابوبکر رضؓ کے کامل ایمان و دانشمندی پر یہ ایک اعلیٰ دلیل ہے کہ دونوں مقاصد کو یعنی کفار کے برخلاف کارروائی یا جہاد اور اندرونی مفاتن کا قلع قمع کرنا، یعنی اصلاح کر کے مرکزی قوت کو مضبوط کرنا، بیک وقت قائم رکھا۔ غور کیا جائے تو یہ دونوں مقاصد لازم وملزوم ہیں کیونکہ جہاد یا تبلیغ کا مدعا دین کو وسعت دینا ہے اور تنظیم یا اصلاح مسلمانان کی ضرورت وافادیت، اس بات سے ظاہر ہے کہ اگر مرکزی قوت منتشر ہو جائے تو تبلیغ کیسے ہو گی۔

موجودہ زمانہ کے جہاد کی حقیقت

دینِ اسلام صداقت وحقیقت کا دین ہے لہٰذا اس کے اصول اعلیٰ ہمیشہ ایک ہی رہے ہیں اور رہیں گے۔ البتہ ظاہراً صورت میں زمانہ کی ضرورت کے مطابق ان میں اختلاف ہو سکتا ہے جہاد اور قتال میں فرق عظیم ہے۔ قتال فی سبیل اللہ بعض شرائط کے ماتحت فرض ہوتا ہے۔ مگر جہاد ہمیشہ جاری ہے اور رہے گا۔ اس وقت چونکہ دین واعتقاد کے بارہ میں جبر وزبردستی نہیں اس لئے قتال کی صُورت میں جہاد کا جواز موجود نہیں۔ مگر مسلمان قوم کی اندرونی اصلاح اور بیرونی طور پر تبلیغ اسلام کے فرائض بدستور عائد ہوتے ہیں اس لئے جہاد کی یہ دو صورتیں جاری وقائم ہونی چاہئیں۔ چنانچہ چوہدری افضل حق صاحب صدر احرار نے بھی یہ اعتراف کیا کہ اس زمانہ میں صرف ایک مردِ خُدا کھڑا ہوا جس کے دل میں تبلیغ حق کی تڑپ تھی اور اس نے اپنے گرد ایک جماعت تیار کی جس کا مقصد تبلیغ واشاعت ہے مگر یہ مقصد کسی اور جماعت سے قائم نہیں ہو سکا۔ علامہ اقبال رحؒ نے بھی ۱۹۱۱ء میں اپنے لیکچر علیگڑھ میں یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اگر تمہیں ٹھیٹھ اسلامی تہذیب کا نمونہ اس زمانہ میں دیکھنا ہو تو وہ تمہیں فرقہ احمدیہ میں ملے گا۔ لہٰذا ان دونوں اعترافات کے ماتحت جماعتِ احمدیہ کے قیام کا اصل مقصد تبلیغ واشاعتِ اسلام اور اندرونی طور پر مُسلمانوں میں اسلامی تہذیب کا قیام تھا۔ چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ کی زندگی کے بعد ۶ برس تک حضرت مولٰنا نور الدّین صاحب کے زمانہ تک یہی دونوں مقاصد جو باہم لازم وملزوم تھے سلسلۂ احمدیہ کے پیشِ نظر رہے، ایک طرف ۱۹۱۲ء میں تبلیغ واشاعت کا پہلا بیرونی مرکز انگلستان میں خواجہ کمال الدّین مرحوم نے قائم کیا اور حاکم انگریز قوم میں نہایت کامیابی سے اشاعتِ اسلام کا سلسلہ جاری کر دکھایا۔ دوسری طرف اصلاح کے لئے قرآنِ کریم کی تفسیر وترجمہ انگریزی حضرت مولٰنا محمد علی صاحبؒ کو تصنیف کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ یہ ترجمہ وتفسیر انگریزی ۱۹۱۷ء میں ایسی کمال خوبی وعمدگی سے ہوا کہ مولٰنا نور الدّین صاحب نے اس خدائی بشارت پر کہ "یہ ترجمہ مقبول ہو گیا"، سجدۂ شکر ادا کیا۔ فرقانی مطالب کے بیان کرنے میں اس ترجمہ وتفسیر نے دوگونہ حق ادا کیا ہے۔ ایک طرف بقول مولٰنا عبد الماجد دریابادی ہزاروں غیر مسلموں کو دینِ اسلام کا قائل کر دیا اور لاکھوں کو اسلام کے نزدیک لے آیا تو دوسری طرف خود مسلمانوں میں دین کی صداقت گاڑنے کا موجب بھی یہی ترجمہ ہوا۔ چنانچہ اس امر کے ثبوت میں مولٰنا عبد الماجد صاحب نے اپنی مثال بھی دی کہ جب وُہ تشکک والحاد ودہریت کی وادیوں میں بھٹک رہے تھے تو اس ترجمہ وتفسیر کے مطالعہ سے ہدایت نصیب ہوئی۔ جناب محمد اکرم صاحب نے بھی اپنی تصنیف موجِ کوثر میں یہ اعتراف کیا ہے کہ اگرچہ متعدد انگریزی تراجم شائع ہو رہے ہیں مگر شرف اولیّت مولٰنا محمد علی صاحب کو ہی حاصل ہے کہ جس کے ذریعہ انگریزی خواں طبقہ کی دلچسپی قرآن سے قائم رہتی ہے۔ تاریخ دان جب آئندہ احیائے اسلام در حیاتِ مسلمانانِ عالم کے حالات رقم کرے گا تو وہ ضرور اس بات کا اعتراف کرے گا کہ اس بارہ میں سب سے زیادہ خدمت حضرت مولٰنا محمد علی نے کی ہے۔ بلکہ مسٹر محمد مارماڈیوک پکتھال صاحب جو خود بھی مترجم قرآن ہیں نے برملا یہ اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ آپ حضرت مولٰنا کی کتاب "دی ریلیجن آف اسلام"، پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

"فی زمانہ تجدید دینِ اِسلام کے بارہ میں جس قدر طویل وقابل قدر خدمات مولٰنا محمد علی صاحب لاہوری نے کی ہیں یہ خوش نصیبی کسی دُوسرے انسان کو حاصل نہیں ہوئی۔"

پس جہاد دینِ اسلام کی یہ دو مقدّم ضروریات یعنی غیر مسلموں میں تبلیغ اور مسلمان اقوام میں رجوع الی القرآن و سنہ کی تحریکات کی داغ بیل اس زمانہ میں جماعتِ احمدیہ لاہور کے امیر حضرت مولانا محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدّین صاحب نے ہی ڈالیں۔ الغرض حضرت مولانا محمد علی صاحب نے اشاعتِ علمِ قرآن کی خدمت انجام دی اور خواجہ صاحب نے اشاعت و تبلیغ اسلام مغرب میں کر کے دُنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ مجدّد زماں کا اصل مقصد احیائے دینِ اسلام ہی تھا۔ بعض دوست معترض ہیں کہ جماعتِ لاہور نے حضرت مسیح موعود کو پیش کرنے اور احمدیہ معتقدات کو تسلیم کرانے کی خاطر وہ جد وجہد نہیں کی جو اس کا حق ہے۔ اس بارہ میں یہ عرض ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے دعاوی اور مخصوص احمدیہ عقائد، دینِ اسلام سے الگ کوئی امر نہیں ہیں بلکہ یہ اس زمانہ کی مخصوص ضرورت ہیں نہ کہ بجائے خود مستقل امور، دینِ اسلام اور فرقانِ حمید بطورِ اصل کے ہیں۔ رجوع الی القرآن والسنہ بموجب آیت شریفہ واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعًا ولا تفرّقوا۔ جملہ مسلمانوں کے لئے مرکزی نقطہ اتحاد کا کام دیتا ہے۔ ان کی

تفسیر و تشریح میں نیک نیتی سے اختلاف جائز ہے۔ جو بموجب حدیث اختلاف امتی رحمۃ کا مصداق ہے۔ مقدم قرآن و سنت ہیں۔ چنانچہ جب حضرت مولانا نورالدین نے حضرت خواجہ کمال الدین کو مغرب میں تبلیغ دین کی ہدایت دی تو فرمایا کہ آپ پہلے عیسائیوں کو لا الہ الا اللہ کا سبق پڑھائیں چنانچہ [illegible]
کی قائل ہو گئی تھی۔ ایسے نامساعد حالات میں فروعی مسائل متنازعہ فیہ اور مخصوص احمدیہ معتقدات پر تکرار کیونکر کیا جا سکتا ممکن تھا۔ پس حضرت مرزا صاحب کی صحیح پوزیشن اور جماعتِ احمدیہ کا صحیح مقام واضح کرنے کے لئے خالصتاً اشاعتِ دینِ اسلام اور اہلِ قبلہ کے اتحاد کے موقف پر تاکید و تکرار کی ضرورت پیش آئی۔ اسی طرح اس لائحہ عمل کے اختیار کرنے میں ان معترضین کا بھی جواب ہے کہ جو یہ کہتے ہیں کہ اگر جماعت احمدیہ، اصولِ مشترکہ اسلامیہ کو پیش کرنے کے پروگرام پر عمل کرے تو ہم بدل و جان اس میں شرکت کے لئے تیار ہیں مگر واقعاتِ حقہ کیا ہیں، خواجہ صاحب کی غیر فرقی خطوط پر تحریک اشاعتِ اسلام کو مسلمانوں نے کہاں تک اپنایا؟ نیز حضرت مولانا محمد علی صاحب کی اتحاد کلمہ گویاں کی اسلامی اخوت کی تحریک پر مسلمانوں نے کہاں تک لبیک کہا؛ مگر بہرصورت مسلمانوں کو بالآخر تو یہ ماننا ہی پڑا کہ تبلیغ اسلام وقت کا سب سے بڑا تقاضا اور جہاد ہے جس کی طرف توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے اور اتحاد بین المسلمین کے بغیر کسی عالمگیر تحریکِ اسلامی کا پروان چڑھنا ممکن نہیں لیکن باوجود اس اقرار کے نوعِ انسانی کے اسطرف عملی طور پر کوئی قدم اٹھایا نہیں جا رہا۔ جب بھی کوئی تحریک مسلمانوں میں عیسائیت میں تبلیغ اسلام کے لئے قائم ہوگی تو اس وقت اس پر یہ امر بخوبی عیاں ہو جائے گا کہ دینِ اسلام عیسائیت پر فتح نہیں پا سکتا جب تک عیسائی معتقدات کے مقابل اسلامی معتقدات کی وہی تشریح نہ کی جائے جو جماعت احمدیہ لاہور کرتی ہے۔ نیز اتحاد و اخوت مسلماناں کے بارہ میں جب تک وہی موقف اختیار نہ کیا جائے جو اس جماعت کا ہے یعنی یہ کہ ہر کلمہ گو دائرہ اسلام میں داخل ہے۔ نیز اصلاح و تنظیم قوم کے لئے اسلامی جمہوری نظام کا یعنی کثرتِ رائے کا فیصلہ قابل قبول نہ ہو۔ غیر مامور انسان کے ہاتھ پر غیر مشروط اطاعت کا اقرار خلافِ قرآن والسنہ اور غیر اسلامی قدم ہے جس سے تنظیم کا رُخ ایک اندھی و بے جان تنظیم کی مانند ہو کر رہ جاتا ہے جس کی خاطر قرآنِ کریم نے شوریٰ کا حکم صادر فرمایا ہے اور جس کے عملی نفاذ کے لئے حضرت مجدد زماں نے کثرتِ رائے کے فیصلہ کو قابلِ عمل قرار دیا ہے۔ جمہوری نظام شوریٰ کا قیام بھی حضرت مجدد زماں کے کارناموں میں ایک عظیم کارنامہ ہے جس کا احیاء بعد وفات حضرت مولانا نورالدین حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ نے جماعتِ احمدیہ لاہور کے قیام کی صورت میں کیا۔

اب سنجیدگی سے یہ امر جائے غور ہے کہ دینِ اسلام کی غیر مسلموں میں اشاعت کے بغیر کیا نجات بنی نوعِ انسان ممکن ہے؛ نیز وحدت و اخوت کی اسلامی تنظیم کے قائم کرنے کے لئے کیا کلمہ گویاں کی تکفیر سے بیزاری اور جماعت میں شوریٰ کے فیصلوں کی پابندی کے بجز کوئی اور راہ مقدر ہے؛ بے شک غور کرو اور خوب اغور کرو! غلبہ دین و فتح اسلام کا مقصد بجز اشاعت و تبلیغ آج کامیاب نہیں۔ نیز عیسائیت کے مقابل افضلیت اسلام و بلندی شانِ حضرت خیرالانام جناب محمد مصطفےٰ صلعم بجز ان مخصوص معتقدات کبھی ممکن نہیں جو جماعتِ احمدیہ لاہور کے معتقدات ہیں۔ تبلیغ اسلام کے فدائیو! اور اسلام کے غلبہ کے فدائیو! تم خوب سوچ بچار کر کے آزادانہ طور پر نیک نیتی سے کسی نتیجہ پر پہنچو! تمہیں معلوم ہوگا اور تم پر یہ حقیقت ضرور منکشف ہو جائے گی کہ جماعتِ احمدیہ لاہور کا مخصوص ترجمہ و تفسیر دینِ متین ہی آج کامیابی لانے کا ضامن ہے اور جماعتِ احمدیہ لاہور کی مخصوص تنظیم ہی اسلامی اصولوں کی ضامن ہے۔ آخر اس طرف آنا ہی پڑے گا اور آپ بھی اسکی طرف اقدامات اٹھاتے جا رہے ہیں مگر اسے علانیہ تسلیم کرنے میں ہچکچاہٹ اور انکار ہے۔ زمانہ کی ضروریات اور واقعات مسلمانوں کو کشاں کشاں کھینچ کر اس طرف لا رہے ہیں مثلاً دیکھو جہاد اور قتال کے بارہ میں صحیح نظریہ کس جماعت نے ترویج کیا؟ کیا یہی نظریہ ہی آج مقبول [illegible]
نے جو کتاب لکھی ہے اس میں مغربی اقوام کو دجال دیا جوج و ماجوج تسلیم نہیں کیا؟ زبانِ حال و قال سے کیا اب تمام مسلمان اقوام میں یہی ندا بلند نہیں ہو رہی کہ بجز اتحاد مسلمانانِ عالم ملتِ بیضا کی بھنور میں پھنسی ہوئی کشتی پار نہ لگے گی؛ غور و فکر کرنے والے اصحاب کیا آج اسی نتیجہ پر نہیں پہنچ چکے کہ احیائے دین و اتحاد ملت کا مرکزی نقطہ اخلاق عالیہ آنحضورؐ کے نمونہ کی اتباع میں ہی مرکوز ہے؛ پھر جماعتِ احمدیہ لاہور نے قرآن و سنت کی طرف رجوع اور اتحاد مسلماناں کے سوا کوئی اور اصول تلقین کئے؛ بلکہ سچ بات تو یہ ہے کہ پاکستان کی حکومت کا مطالبہ و قیام اور دوام بھی انہی اصولوں کی ترویج کے باعث ہوا۔ ایسی جماعت کی طرف سے بے اعتنائی و بے پروائی برتنا کہاں تک دین کی نصرت و اعانت کے مطابق ہے؟ بعض لوگ یہ بھی کہنے کے عادی ہیں کہ کسی جماعت کی ضرورت نہیں لیکن یہ نظریہ تو بالکل غلط ہے۔ پھر بعض اصحاب موجودہ مخالفتِ عامہ کے باعث سے ڈر کر جماعتِ احمدیہ لاہور کی طرف توجہ کرنا اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنے کے مترادف سمجھتے ہیں۔ لیکن انہیں غور کرنا مناسب ہے کہ صداقت کی خاطر تو دنیاوی مفاد کو قربان کرنا قرآن کریم کی تعلیم جہاد کا عظیم حصہ ہے۔ کیونکہ فرمایا جاھدوا باموالکم و انفسکم۔ اپنے اموال و انفاس کے ساتھ جہاد کرو۔ نیز فرمایا: ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ویعلم الصٰبرین۔ کیا تمہارے خیال یہ ہیں کہ خدا تمہیں فلاحِ عظیم عطا کر دے گا حالانکہ اس نے ابھی دنیا پر یہ ظاہر نہیں کیا کہ تم میں سے کون مجاہد ہے اور کون صاحب صبر و صاحبِ استقامت؛ اسی طرح یہ فرمایا: ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ والذین اٰمنوا معہ متٰی نصر اللہ ۔ الا ان نصر اللہ قریب، کیا آپ نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ فوز و فلاح کی منزل حاصل کر لو گے بغیر ایسی آزمائشوں و ابتلاؤں کے جو پہلے مجاہدینِ دین پر وارد ہوئیں۔ جب انہیں عظیم مشکلات و مصائب میں ڈالا گیا اور شدید زلزلوں سے جھنجھوڑے گئے یہاں تک کہ رسول اور مومن بلبلا کر چلا اٹھے، خدایا تیری نصرت کب آئے گی؛ مگر یاد رکھو خدائی نصرت قریب ہی آنے والی ہے۔ بعض لوگ یہ تو چاہتے ہیں کہ دین کی فتح و غلبہ ہو مگر اس تمنا کے بجز کسی آزمائش کے وارد نہیں۔ بلکہ وہ یہ جھوٹی تمنا رکھتے ہیں کہ بغیر جہاد و قربانی کا رستہ اختیار کئے ہوئے کامیابی ان کے قدم آن چومے۔ وہ یہ سوچیں کہ سنت اللہ کبھی اس قسم کی واقع ہوئی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اگر تمنا صادق ہے تو مجاہدہ کا طریق اختیار کرو۔ جماعتِ احمدیہ لاہور کا موقف تو یہ نہیں کہ اس جماعت نے خدائی فضلوں کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔ وہ تو اقوال و اعمال صالحہ اور اقداماتِ مجاہدہ کے ثمرات ہیں لیکن دیکھنا تو یہ ہے کہ کیا کوئی اور جماعت ان اصولہائے مجاہدہ کو اختیار کئے ہوئے ہے اگر کہیں نظر آتی ہے تو وہ بخوشی اس میں شمولیت اختیار کرے۔ اگر نہیں تو پھر ایسی صفات کی جماعت میں شمولیت سے کیوں اجتناب و پرہیز کیا جائے؟

بکوشید اے جوانان تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

نفس کے ساتھ ایک ضروری مجاہدہ

خطبۂ جمعہ فرمودہ مکرم میاں نصیر احمد فاروقی بتاریخ ۲۲۔ اکتوبر ۱۹۸۲ء بمقام مسجد جامع، دارالسلام، لاہور

فاما من طغیٰ ۙ واثر الحیوٰۃ الدنیا ۙ فان الجحیم ھی الماویٰ ۙ واما من خاف مقام ربہٖ و نھی النفس عن الھویٰ ۙ فان الجنۃ ھی الماویٰ ۙ (سورۃ النّٰزعٰت ۷۹: آیات ۳۷ تا ۴۱)

ترجمہ: "سو جو حد سے گذر گیا اور اُس نے دُنیا کی زندگی کو مقدم کیا تو ایسے کا ٹھکانہ تو جہنم ہی ہے۔ اور جو اپنے ربّ کے آگے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اور اپنے نفس کو (نیچے گرا دینے والی) خواہشات سے روکتا ہے تو ایسے انسان کا ٹھکانہ جنّت ہی ہے۔"

حضرت مجدد وقت نے جو ہم سے بیعت لی اُس کی ایک اہم شق یہ ہے کہ ہم دین کو دُنیا پر مقدم کریں گے۔ یہ عہد دراصل نفس سے ایک مسلسل مجاہدہ چاہتا ہے۔ عام طور پر جو پیر فقیر مجاہدات بتاتے ہیں اُن کی کوئی سند قرآن حکیم یا حدیث نبویؐ سے نہیں ملتی۔ مگر اللہ تعالےٰ کا مامور کوئی بات اپنی طرف سے گھڑ کر نہیں عائد کرتا۔ بلکہ اس کی سند قرآن حکیم یا حدیث نبویؐ سے حاصل کرتا ہے مثلاً انہی آیات میں جو انسان دنیا کی زندگی کو مقدم کرتا ہے اور آخرت کی پرواہ نہیں کرتا اُس کے بُرے انجام کا ذکر فرمایا ہے۔ اُس کے برعکس دین کو مقدم کرنے والے کے اچھے انجام کا ذکر فرمایا ہے۔ دُوسری کئی جگہوں سے بھی یہی سبق ملتا ہے۔ مثلاً فرمایا:۔ بل تؤثرون الحیٰوۃ الدّنیا ۝ والاٰخرۃ خیرٌ وابقیٰ ۝ (الاعلیٰ ۸۷۔ آیات ۱۶، ۱۷) "بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔" یا فرمایا کلّا بل تحبّون العاجلۃ ۙ وتذرون الاٰخرۃ (القیٰمۃ ۷۵۔ آیات ۲۰، ۲۱) "ہرگز نہیں بلکہ تم دُنیا سے محبت کرتے ہو اور آخرت کو چھوڑتے ہو۔"

دین و دُنیا

دین اور دُنیا کی کشمکش تو ہمیشہ رہی ہے۔ اور اس کا علاج دوسرے مذاہب نے رہبانیت میں بتلایا۔ مگر وہ تو مقابلہ سے بھاگ جانے کا نام ہے اور اگر رہبانیت میں انسان کا فائدہ ہوتا ہے تو اللہ تعالےٰ نے دُنیا کو نہ بنایا ہوتا مسلمان کو تو ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃً وفی الاٰخرۃ حسنۃ کی دُعا میں دُنیا اور آخرت دونوں کی بھلائیاں مانگنا سکھایا گیا ہے۔ اگرچہ اسی دُعا کے اگلے الفاظ وقنا عذاب النّار میں متنبہ کیا گیا ہے کہ دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی آگ کا عذاب انسان کو آ لے سکتا ہے اگر وہ اللہ تعالےٰ کی ہدایت پر عمل پیرا نہ ہو۔ اسی کی تشریح اُن آیات میں ہے جن سے میں نے یہ خطبہ شروع کیا تھا۔ مگر اس سے پہلے میں ایک اور حکمت کی بات بتا دوں جو حدیث نبویؐ سے ملتی ہے کہ الدنیا حرث الاٰخرۃ یعنے دُنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ جیسا عمل یہاں کرو گے ویسا پھل آخرت میں پاؤ گے۔

تو دُنیا کی زندگی گذارنے کے لئے کیا ہدایات آج کے خطبہ کی آیات سے ملتی ہیں:۔

حدود اللہ

دُنیا ومافیہا سے فائدہ اٹھانے کے لئے کچھ حدود ہیں جو اللہ تعالےٰ نے انسان کے فائدہ کے لئے ہی مقرر فرمائی ہیں۔ ان حدود کو توڑنے کا ذکر آج کی آیات کے ابتدائی فاما من طغیٰ میں ہے "پس جو حد سے گذر گیا۔" مثلاً دنیا پیسے سے چلتی ہے۔ تو پیسہ کمانے کے لئے بھی اللہ تعالےٰ نے حلال وحرام کی حدود مقرر فرما دی ہیں۔ پھر آجکل جنسی خواہشات (SEX) کی بہت بھڑک ہے۔ اُن کو بھی شادی بیاہ کی حد کے اندر مقرر فرما دیا اور اس کے علاوہ سے منع فرمایا۔

اب جو اِن حدود کو توڑتا ہے اور ان سے آگے چلا جاتا ہے تو اس کا انجام اسی دُنیا میں ھل من مزید کی آگ کے رنگ میں اس کے دل پر وارد ہو جاتا ہے۔ اسی لئے کیا صحیح فرمایا فان الجحیم ھی الماویٰ ایسے انسان کا انجام یا ٹھکانا اسی دُنیا میں آگ میں جلنا بن جاتا ہے۔ اس کے برعکس جو مال و دولت یا جنسی یعنے (SEX) کے معاملات میں حدود اللہ کے اندر رہتے ہیں اُن کے دلوں کو اسی دنیا میں سُکھ کی جنّت نصیب ہو جاتی ہے۔

دُنیا پرستی

دُوسری بات جس سے انسان کو آگاہ کیا گیا وہ یہ کہ بے شک دُنیا میں رہو سہو مگر دنیا پرستی میں مت پڑ جانا۔ دنیا پرستی سے بڑھ کر کیا کوتاہ بینی ہے کہ دُنیا اور اس کی لذات سب عارضی ہیں جو اِن کو پایا تا زندگی کا مقصد بنالے گا وہ لازماً حسرت کی آگ میں جا پڑے گا۔ اصل اور ہمیشہ رہنے والی زندگی آخرت کی ہے۔ اس کو ترجیح دو اور اس کو اچھا بنانے کی ہر وقت فکر کرو۔ بالفاظِ دیگر دین کو دُنیا پر مقدم کرو۔ اسی بات کو دُوسری جگہ قرآن حکیم نے کیا عمدہ طریقہ سے واضح فرمایا ہے۔

انّ ھٰذا القراٰن یھدی للتی ھی اقوم و یبشّر المؤمنین الّذین یعملون الصّلحٰت ان لھم اجرًا کبیرًا ۙ وان الذین لا یؤمنون بالاٰخرۃ اعتدنا لھم عذابًا الیمًا ۝ ویدع الانسان بالشرّ دعاءہٗ بالخیر وکان الانسان عجولًا ۝ (بنی اسرائیل۔ آیات ۹ تا ۱۱) فرمایا "بے شک یہ قرآن اُس بات کی طرف ہدایت کرتا ہے جو ہمیشہ قائم رہنے والی ہے۔ اور خوش خبری دیتا ہے اُن لوگوں کو جو اس پر ایمان لا کر نیک عمل کرتے ہیں کہ اُن کے لئے بڑا اجر ہے۔ اور کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے اُن کے لئے دردناک دُکھ تیار کر رکھا ہے (نوٹ:۔ ظاہر ہے کہ جس نے آخرت کے لئے کچھ نہ کیا وہ جب وہاں جائے گا اور اُس کی حقیقت اور ہمیشگی کو دیکھے گا تو اُسے سر ان کتنا دُکھ رہے گا)۔ مگر انسان جو جلد باز ہے وہ بُرائی لے لیتا ہے حالانکہ چاہتا اپنے لئے بھلائی ہی ہے۔"

ایسے انسان کی مثال اُس بچے کی سی ہے جو کھیل کود کی فوری خوشی کے خاطر پڑھ لکھ کر دنیا میں کامیاب زندگی کو چھوڑ دیتا ہے۔ تو پھر بالآخر وہ ساری عمر دُکھ اور درد میں گذارتا ہے۔

فراستِ مؤمنانہ

میں نے پہلے کہا تھا کہ دین اور دنیا کی کشمکش تو ہمیشہ رہی ہے مگر اس زمانہ میں آکر اس نے اپنا توازن کھو دیا تھا۔ پہلے تقریباً برابر کی جنگ تھی مگر اس زمانہ کے مجدد اور مامور کو جو اللہ تعالےٰ نے دُوربین فراستِ مؤمنانہ کا نور عطا فرمایا تھا اُس سے اُس نے آنے والے سَو سال کے مرض کو پہچانا کہ نہ صرف اہل مغرب بلکہ اُن کے زیر اثر اہل مشرق بھی دین کو چھوڑ کر دُنیا کے پیچھے لگ جائیں گے۔ اور دُنیا کی طلب میں وہ حدود اللہ کی بھی پرواہ نہ کریں گے۔ اس لئے ہمارے اس محسن اعظم نے جہاں ہم سے دین کو دُنیا پر مقدم کرنے کا عہد لیا وہاں حدود اللہ کو قائم رکھنے پر بھی زور دیا جو کہ تقویٰ کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ کیوں نہ ہو آپ مسیحا تھے اور رُوحانی بیماریوں سے نجات دلانا آپ کا کام تھا۔

تقویٰ:۔ آج جو دُنیا میں فسق وفجور پھیلے ہیں اور نہ صرف عام ہو گئے ہیں بلکہ فیشن بن گئے

ہیں۔ اور ان کو اچھا سمجھا جانے لگا ہے، اس گناہوں کے طوفانی سمندر میں اگر کوئی محفوظ رہ سکتے تو وہ دل سے ایمان لاتے ہوئے ہم کما حقہٗ باعمل انسان بن سکتے ہیں۔ دل اور عقل دونوں کے ایمان کے بعد ہی تقویٰ کو حاصل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آپ نے بار بار زور دیا کہ آپ ایک متقی جماعت بنانے کے لئے آئے ہیں جو دوسرے لوگوں کے لئے نمونہ بنے۔ اس زمانہ میں فسق و فجور نے پھیلنا تھا اور مغربی تعلیم اور پروپیگنڈہ کے زیر اثر نوجوان نسل نے یہ کہنا تھا کہ قرآن پاک جو ھدًی للمتقین ہے اس کی تعلیم انسان کی بساط سے باہر ہے۔ خود مسلمان نوجوان یہ کہنے لگے کہ قرآن کی تعلیم تو بہت اعلےٰ ہے مگر ہم دنیا میں رہ کر مجبور ہیں کہ اس پر پورا عمل نہیں کر سکتے۔ تو حضرت مجدّد وقت نے اپنی جماعت کو دنیا میں رہ سہہ کر متقی بننا سکھایا تاکہ وہ لوگوں کے لئے نمونہ بنیں۔

یاد رہے کہ وہی لوگ دنیاوی مجبوریوں سے اللہ تعالےٰ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرتے ہیں جو دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ اسی لئے قرآن حکیم نے حدود اللہ سے گذر جانے والے (فامّا من طغٰی) کے ذکر کے معًا بعد فرمایا وٰاثر الحیٰوۃ الدنیا کہ وہ دنیا کی زندگی کو مقدم کرتا ہے۔ تو تقویٰ یعنے حدود اللہ کے اندر رہنے کی تاکید کے ساتھ حضرت امام الزمان نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا بھی عہد لیا۔ وہ کیا کامل ہادی تھا!

آخرت

دین کو دنیا پر مقدم کرنے والا بظاہر اس دنیا میں اکثر گھاٹے میں رہتا ہے۔ اور اسے ضرور کچھ قربانی بھی کرنی پڑتی ہے۔ مگر اسی مسلسل عمل سے اس کا ایمان آخرت پر مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے، ورنہ زبانی ایمان بالآخرۃ سے انسان میں کوئی اصلاح نہیں ہوتی۔ اور آخرت پر زندہ ایمان اسی دین کو دنیا پر مقدم کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ تبھی جا کر انسان کی اصلاح ہوتی ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم کی اگلی آیت میں فرمایا فامّا من خاف مقام ربّہٖ یس جو اپنے رب کے آگے جوابدہی کے لئے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے ونہی النفس عن الھوٰی تو وہی اپنے نفس کو ایسی خواہشات نفسانی سے روک سکتا ہے جو انسان کو اس کے اعلےٰ مقام سے جس پر وہ پیدا کیا گیا ہے گرا دیتی ہیں۔

آج دیکھیئے کہ دنیاوی طور پر انسان نے کیا محیر العقول ترقی کی ہے۔ مگر اخلاقی اور روحانی طور پر وہ کیا گرا ہے کہ حیوانوں سے بدتر ہو گیا ہے کیونکہ حیوان کبھی خلاف فطرت افعال نہیں کرتے جو انسان کھلم کھلا اور فخریہ کرنے لگا ہے۔ مگر ساتھ ہی انسان جو دل کی جنت کو لے کر بچپن کی معصومیت میں پیدا ہوا تھا۔ اپنی گنہگاری سے اس دل کی جنت کو کھو کر بے اطمینانی اور اضطراب کے جہنم میں مبتلا ہے۔ اور اسی سے نجات حاصل کرنے کے لئے وہ منشیات میں تیزی سے مبتلا ہو رہا ہے جیسا کہ غالب نے اقرار کیا کہ ؎

مَے سے غرض نشاط ہے کس رُوسیاہ کو + ایک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیئے

مگر منشیات میں خسر الدنیا والآخرۃ کے سوا کیا ہے؟

نجات

تو آج دنیا میں دکھوں سے نجات اور سکھوں کو پانے کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے،

(۱) تقویٰ (۲) دین کو دنیا پر مقدم کرنا۔

انہی دو راہوں پر ہمیں امام وقت نے چلایا۔ اس کی شکرگذاری نہ صرف یُوں ہو سکتی ہے کہ ہم ان دونوں راہوں پر استقلال سے گامزن ہوں بلکہ یُوں بھی کہ امن امام وقت کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے رہیں۔ حضرت اقدس کو جماعت بنانے کا حکم الٰہی جن الفاظ میں ہوا وہ قابل غور ہیں واصنع الفلک باعیننا و وحینا۔ یہ وہ الفاظ مبارکہ ہیں جن میں حضرت نوح کو کشتی بنانے [illegible]

بچنے کے لئے جو اس زمانہ میں پیدا ہونی تھیں۔

اس کی قدر کرو۔

اس لئے اس جماعت کی قدر کرو اور اس میں شامل ہونے میں اپنی مذہبی اور آخرت کی نجات اور فلاح کو نہ بھولو۔ اگر اس کشتی کو طوفان اور تلاطم کے تھپیڑے لگیں تو ایسا تو ہونا ہی تھا مگر ان سے گھبرا کر کشتی میں سے کود کر سیلاب میں جا پڑنا کوئی عقلمندی نہیں بلکہ اپنی ہلاکت ہے۔

ابھی میں نے اس موضوع کی آیات میں آخرت کی جوابدہی اور نفس کی خواہشات جو اعلےٰ مقام سے گرانے والی ہوں۔ ان سے بچنے کے قرآنی وعید کا ذکر کیا تھا۔ اس لئے اول تو اس بات کی جوابدہی سے ڈرو کہ تم کو اللہ تعالےٰ نے امام وقت کے دامن سے وابستہ کیا تھا اُسے چھوڑ دینا گمراہی میں ڈوب جانا ہے۔ دوئم قرآن حکیم نے نفس کی اُن خواہشات یا جذبات سے اپنے آپ کو روکنے کو کہا ہے جو ہمیں اعلےٰ مقام سے گرا دیں۔ تو امام وقت کی جماعت ہونا اور اس کے بتائے ہوئے مسلک پر قائم رہنا تو بہت اعلےٰ مقام ہے۔ اس اعلےٰ مقام سے ہمیں اپنے نفس کے جذبات میں آکر نہیں گرنا چاہیئے۔ میں نے دیکھا ہے کہ ہمیں ایک دوسرے سے یا انجمن سے کسی ذاتی یا نجی معاملہ میں رنجش ہو (جو کہ اپنے نفس کا جذبہ ہوتا ہے) تو ہم احمدیت سے دل برداشتہ ہو جاتے ہیں بلکہ بعض تو چھوڑ کر چلے گئے یا علیحدہ ہو کر بیٹھ گئے۔ حالانکہ ونہی النفس عن الھوٰی (نفس کو روکنا ایسے جذبات سے جو اچھے مقام سے گرا دیں) اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد (بلکہ قرآنی حکم) کے ماتحت ہمیں نفسانی جذبات اور دنیاوی فوائد کی خاطر اپنے دین کو چھوڑنا تو نہیں چاہیئے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں ایسے ابتلاؤں میں ثابت قدم رکھے اور ہم اپنے نفس کے جذبات کے جوش میں آکر اپنی دینی فلاح سے محروم نہ ہو جائیں۔ آمین یا رب العٰلمین۔

* * * * *

پیشِ خدائے ذوالمنن گریۂ شب شعار کر

دولتِ وصل چاہیئے تجھ کو اگر اے بےخبر + دل میں گداز پیدا کر آنکھ کو اشکبار کر

حُسن و شباب پر نہ جا عمرِ دو روزہ پر نہ بھول + یہ تو نہیں ہیں پائیدار ان پہ نہ اعتبار کر

دیدہ و دل ہے وا اگر یارِ ازل کے حُسن پر + لعل و گہر ہے چیز کیا جان و جگر نثار کر

والہ و شیفتہ ترا سوزِ دروں سے جل گیا + تجھ کو کرم کا واسطہ ایک نظر نگار کر

تیر بلا کو ٹال دے آہِ سحر وہ چیز ہے، + پیشِ خدائے ذوالمنن گریۂ شب شعار کر

راہِ لقائے یار میں صبر ہے شرطِ اولیں + ٹھہر ذرا اے دردِ دل اتنا نہ بیقرار کر

دعوٰیِ صدق کا ثبوت حُسنِ عمل سے چاہیئے

جانِ عزیز اے حسنؔ وقفِ رہِ نگار کر

مولٰنا مرتضٰے خاں حسنؔ

* * *

مکرم جناب فتح محمد عزیز ایڈووکیٹ، گجرات

گذارشِ احوالِ واقعی

گذشتہ چندماہ سے جنوبی افریقہ کی سپریم کورٹ میں احمدیوں اور غیر احمدی مسلمانوں کے درمیان تنازعات پر کاروائی جاری ہے۔ اس سلسلہ میں پاکستانی اخبارات "نوائے وقت" اور "جنگ" میں غلط اور گمراہ کن خبریں شائع ہوئیں۔ تو ہمارے بہت سے احباب اور بہی خواہوں نے فون پر اور خطوط کے ذریعہ اصل حالات دریافت کرنے کے لئے سوالات کئے۔ سنجیدہ طبقہ کو خوب علم ہے کہ مذکورہ اخبارات اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ کسی طریق سے انہیں کوئی موقعہ ایسا ہاتھ آجائے جسے وہ اچھالیں۔ اور احمدیوں کے خلاف نفرت کے جذبات اسجار کر اشتعال دلائیں۔

مختصراً واقعہ یہ ہے کہ جنوبی افریقہ میں خدا کے فضل وکرم سے ہماری منظم جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور (جنوبی افریقہ) کے نام سے قائم ہے۔ اراکینِ جماعت جنوبی افریقہ میں اشاعتِ اسلام کی خاطر ایک اسلامک سینٹر قائم کرنا چاہتے ہیں جس غرض کے لئے پبلک فنڈز کی اپیل کرنا چاہتے تھے ملکی قانون کے تحت اُن پر لازم ہے کہ وہ اس غرض کے لئے پہلے اخبار میں اشتہار دیں۔ بعد سماعت عذرات حکومت پبلک فنڈز کی اپیل کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ اور اس اجازت کے بعد ہی ایسی اپیل عوام سے ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اس قانونی شرط کے تحت اخبار میں اشتہار دیا گیا۔ جس پر مولویوں نے ایک طوفان مخالفت کا کھڑا کر دیا بلکہ کفر کے فتاوٰی صادر کئے گئے۔ مساجد میں احمدیوں کے خلاف نفرت کے جذبات اسجارے گئے۔ بے بنیاد اور غلط الزامات تراشے گئے۔ جن کی وجہ سے احمدی مجبور ہو گئے کہ وہ عدالتی چارہ جوئی کریں۔

احمدیوں نے اس سلسلہ میں فوری حکم امتناعی عبوری عرصہ کے لئے سپریم کورٹ سے طلب کرنے کی درخواست پیش کی اور ۲۲/۶/۸۲ کو مسئول علیہم کے خلاف جن میں عام مسلمانوں کی سپریم جوڈیشنل کونسل کے علاوہ چار دیگراں بھی شامل ہیں عارضی حکم امتناعی مل گیا جو بعد میں مورخہ ۱۰/۹/۸۲ کو ڈسچارج کیا گیا ہے اور اسی حکم پر نوائے وقت اور جنگ نے مہم چلا دی۔

عدالتی کاروائی سے واقف لوگ تو جانتے ہیں کہ دعوٰی مستقل حقوق کے متعلق ہوتا ہے۔ اور عارضی حکم امتناعی کی درخواست صرف عبوری عرصہ کے لئے فوری دادرسی کے طور پر طلب کی جاتی ہے۔ ایسی درخواست کے حکم میں فریقین کے حقوق کا کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا جاتا بلکہ صرف اس امر کا فیصلہ کیا جاتا ہے کہ کیا سائل کو فوری طور پر عبوری عرصہ کے لئے (تا فیصلہ مقدمہ) دادرسی دی جائے یا نہیں۔ جب کہ دعوٰی کے فیصلہ میں جملہ امور کا قطعی فیصلہ کیا جاتا ہے۔

کاروائی مذکور میں صرف درخواست حکم امتناعی عارضی کا فیصلہ ۱۰/۹/۸۲ کو سنایا گیا جس پر "نوائے وقت" نے آٹھ کالمی شہ سرخی قائم کی:۔

"جنوبی افریقہ کی سپریم کورٹ نے قادیانیوں کا دعوٰی خارج کر دیا۔ دو روز کی سماعت کے دوران پاکستانی وفد کے دلائل سننے کے بعد قادیانیوں کے خلاف فیصلہ دے دیا۔"

روزنامہ جنگ نے بھی اس خبر کو شہ سرخی طویل سے شائع کیا۔

"جنوبی افریقہ کی سپریم کورٹ نے قادیانیوں کا دعوٰی خارج کر دیا۔ قادیانیوں کی جانب سے مسلمان ہونے کا دعوٰی مسترد۔"

روزنامہ نوائے وقت میں یہ بھی شائع کیا گیا۔

"..... اس دعوٰی کی سماعت کے دوران مولانا ظفر احمد انصاری کی قیادت میں آٹھ رکنی وفد نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیئے جانے کے حق میں دلائل پیش کئے جس کے بعد عدالت نے اس دعوٰی کو خارج کر دیا۔"

یہ خبریں جس طرح اخبارات میں شائع ہوئیں سراسر غلط اور گمراہ کن تھیں۔ مولانا ظفر احمد انصاری کی قیادت کے کسی رکن نے عدالت میں نہ شہادت دی (جیسا کہ خبر کے دوسرے حصہ میں ایسا درج کیا گیا ہے) نہ ہی وفد کے کسی رکن نے عدالت میں کوئی دلائل پیش کئے اور نہ ہی احمدیوں کو اس فیصلہ میں غیر مسلم قرار دیا گیا ہے۔

جب یہ خبریں شائع ہوئیں تو سنجیدہ طبقہ نے انہیں نوائے وقت اور جنگ کی احمدیوں کے خلاف روایتی تعصب اور اپنے اخبار کی اشاعت بڑھانے کی ایک کوشش سمجھا لیکن نوائے وقت نے اپنی اشاعت مورخہ ۱۲/۹/۸۲ کو اپنے خبث باطن کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہایت دیدہ دلیری سے ایک اداریہ لکھ مارا جس میں ناصح مشفق بن کر کچھ مشورے احمدیوں کو دیئے اور کچھ مشورے حکومت کو، یہ اداریہ "دعوٰی کے اخراج" کو واقعہ کے طور پر بیان کر کے لکھا گیا تھا۔ اس اداریہ کے بعد بعض احباب کو خیال گذرا کہ جب کثیر الاشاعت رکھنے والے اخبار کا ایڈیٹر ایک خبر کو بنیاد بنا کر شرانگیزی کی کوشش کر رہا ہے تو ہو سکتا ہے کہ حکم امتناعی عارضی کے ڈسچارج کئے جانے تک بات نہ ہو بلکہ فی الواقعہ کہیں احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے کر دعوٰی ہی نہ خارج کر دیا گیا ہو۔ اس پر ہم نے سپریم کورٹ جنوبی افریقہ سے نقل فیصلہ ۱۰/۹/۸۲ منگوائی اور مذکورہ مختلف رنگوں میں دہرائی جانے والی خبر کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ عدالت مذکور نے فریقین کے درمیان اصل تنازعہ مسلم اور غیر مسلم پر تو کوئی فیصلہ نہ دیا تھا بلکہ اپنے فیصلہ میں خاص طور پر یہ وضاحت کر دی تھی کہ:۔

"یہ حکم سناتے ہوئے یہ بھی واضح کر دوں کہ یہ حکم محض عبوری حکم امتناعی کے بارہ میں ہے جو ہماری طرف سے خواہ کیسے ہی دلائل پر مبنی ہوگا دونوں فرقوں کے مابین نہ ہی مذہبی تنازعات کا حل کرے گا اور نہ ہی ایسا ہو سکتا ہے۔"

ہم نے ایڈیٹر نوائے وقت کو لکھا ہے کہ حق بات یوں ہے کہ:۔

۱۔ احمدیوں کی درخواست حکم امتناعی پر جو عبوری حکم اُن کے حق میں ۲۲/۶/۸۲ کو جاری کیا گیا تھا صرف وہ حکم ۱۰/۹/۸۲ کو ڈسچارج ہوا ہے۔

۲۔ احمدیوں کو فیصلہ مورخہ ۱۰/۹/۸۲ کی رُو سے غیر مسلم قرار نہیں دیا گیا اور نہ ہی احمدیوں کا اس سلسلہ میں استقرارِ حق ہی کو خارج کیا گیا ہے۔

اور اس کے ساتھ سپریم کورٹ جنوبی افریقہ کے حکم مورخہ ۱۰/۹/۸۲ جس کا اتنا ڈھنڈورہ پیٹا گیا ہے کی نقل ارسال کر دی اور عرض کیا ہے کہ اصل حالات اور حق بات یہ ہے آپ اپنے اخبار میں اس کی تصحیح فرمالیں مگر ان کی جانب سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ اور نہ ہی حق بات شائع کرنے کی انہیں توفیق ملی ہے۔

اپنے اخبار کی پیشانی پر اپنے کاتب سے ایک فقرہ جلی حروف میں لکھوا لینا کہ "بہترین جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے۔" ایک آسان بات ہے مگر عملی صورت میں حق کی بات جابر سلطان کے سامنے تو ایک طرف اخبار میں عوام کے سامنے کہنا بھی مشکل ہے۔ یوں صحافتی اخلاق کا بھی یہ تقاضا ہے کہ اگر اخبار میں کوئی واقعہ غلط درج ہو گیا ہے تو اس کی تصحیح کی جائے۔

نوائے وقت نے ایک گمراہ کن خبر کو بنیاد قرار دے کر اُس پر اشتعال انگیز اداریہ لکھ دیا اور مشورہ دیا کہ :-

" اِس بات کی ضرورت ہے کہ قادیانیوں کا تعاقب کیا جائے اور افریقہ کے دُوسرے ملکوں ، خاص طور پر وہاں کی سابق برطانوی نو آبادیات میں بھی اِس نوعیت کے وفد بھیجے جائیں ۔"

اگر مشورہ دینے کی کوئی ایسی ہی مجبوری تھی تو کیا اچھا ہوتا کہ نوائے وقت یہ مشورہ دیتا کہ عام مسلمان بھی افریقہ اور دُوسرے مغربی ممالک میں اشاعتِ اسلام کا فریضہ ادا کریں ۔

ہم اپنے قارئین کے لئے سپریم کورٹ جنوبی افریقہ کے حکم مورخہ ۱۰ ۹/۸۲ کا ترجمہ ذیل میں پیش کرتے ہیں :-

وان ڈین ہیور جج :-

میں نے دستاویزات سے اخذ کیا ہے کہ مرزا غلام احمد کے خلاف کفر کے الزامات میں ایک الزام جس پر زیادہ زور دیا جاتا ہے یہ ہے کہ انہوں نے متشدد جہاد کی بجائے جہاد بالقلم کی تلقین کی ہے ۔ میں یہ واضح کر دوں کہ تشدد کی ہر کارروائی کا سدِّباب بر وقت اور مضبوطی سے ہونا چاہیئے اور مجھے اس میں ہرگز شبہ نہیں ہے کہ پولیس اور عدالتیں کسی بھی صورتِ حال سے خاطر خواہ طور پر نپٹ لیں گی ۔ یہ ذکر کرنے کی یوں ضرورت محسوس ہوئی کہ عدالت کے اندر انسانوں کا ایک جمِ غفیر موجود ہے ۔ اِس لئے نہیں کہ دستاویزات سے سُنیّوں کی جانب سے احمدیوں کے خلاف تشدد کی دھمکیاں ثابت شدہ ہیں بلکہ اس لئے کہ یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ دیگر شائع ہونے والے بیانات میں دھمکیاں پوشیدہ ہیں ۔

میں دُکھ اور یاس کے ساتھ کہنے پر مجبور ہوں کہ تاریخ اس پر شاہد ہے اور میرے سامنے مذہبی تنازعات سے بھرپور دستاویزات سے بھی میرے اس ذاتی تجربہ کو تقویت ملتی ہے کہ مذہبی عقائد کے علاوہ شاید ہی دنیا میں اور کوئی ایسا مسئلہ ہو جس پر بنی نوعِ انسان اتنی شدید عدم رواداری اور تعصب کا شکار رہا ہو ۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ بیشتر وہی مذہبی تعلیمات انسانوں کے مابین امن ۔ صلح و آشتی اور محبت کا درس دیتی ہیں ۔

موجودہ مسئلہ ایسا ہے کہ جس میں بے یقینی کی صورتِ حال ختم ہونی چاہیئے اور ہم ابھی کسی نتیجہ پر پہنچ جائیں ۔ چنانچہ ایک حکم صادر کیا جاتا ہے اور اس بارہ میں استدلال پر مبنی مفصل حکم بعد میں مناسب وقت پر صادر کیا جائے گا ۔

یہ فیصلہ سناتے ہوئے یہ بھی واضح کر دوں کہ یہ حکم محض عبوری حکم امتناعی کے بارہ میں ہے جو ہماری طرف سے خواہ کیسے ہی دلائل پر مبنی ہوگا دونوں فرقوں کے مابین نہ ہی مذہبی تنازعات کا حل کرے گا اور نہ ہی ایسا ہو سکتا ہے ۔ اس مرحلہ پر عارضی حکم امتناعی کو ڈسچارج کیا جاتا ہے اور مقدمہ کے اخراجات کے بارے میں فیصلہ محفوظ رکھا جاتا ہے ۔"

اس مرحلہ پر سائلان کی طرف سے اپیل دائر کرنے تک عبوری حکم امتناعی کو جاری کرنے کی استدعا کی گئی جسے عدالت نے مسترد کر دیا ۔

ہمیں افسوس ہے کہ اخبار نوائے وقت اور جنگ نے احمدیوں کے خلاف جو نفرت اور اشتعال پھیلانے کی کوشش کی تھی وہ کامیاب ہو گئی ہوگی ۔ اور اس کا ازالہ اب بہت ہی مشکل ہے ۔ جو غلط فہمی وہ سادہ عوام میں پیدا کرنا چاہتے تھے وہ تو ان کے کثیر الاشاعت اخبارات کے ذریعہ پیدا ہو چکی ہوگی ۔ اخبار نوائے وقت میں ہی ۲۸ ۹/۸۲ کو اس سُرخی کے تحت کہ :-

"جنوبی افریقہ میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی خوشی میں تقریب" ، خبر شائع ہوئی ہے جس میں لکھا ہے :-

" ناظمِ اعلیٰ مجلسِ احرار مُریدکے نے جنوبی افریقہ میں قادیانیوں کو غیر مُسلم قرار دینے کی خوشی میں ایک دعوتِ عام کا اہتمام کیا ۔ اس موقعہ پر انہوں نے مُسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جو لوگ خُدا اور رسولؐ پر ایمان نہ رکھیں ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہ رکھیں ۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو الگ کیا جائے اور ان کو مُسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن کرنے کی ہرگز اجازت نہ دی جائے ۔"

اس کے بعد اخبارات میں باقاعدہ نفرت اور حقارت کی خبریں شائع ہو رہی ہیں ۔ اب ہماری طرف سے تردید تو یہ اخبار شائع نہیں کرتے کہ عوام کو صحیح صورتِ حالات کا علم ہو سکے ۔ یا صرف اسی خدائے قہار ، جبّار اور قادر کے آگے سجدہ ریز رہنا ہے کہ وہ ہمیں ہر شر سے محفوظ رکھے ۔

***

" وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ "

حوصلہ اے دوستو آگے قدم رکھتے چلیں
جب تلک بھی ہو سکے ممکن قدم بڑھتے چلیں

یہ ہمارا کام ہے اس کو کرے گا اور کون
نام لے کر اپنے مولا کا اسے کرتے چلیں

گاڑ دیں افضائے عالم میں عَلَمِ اسلام کا
مشکلوں اور مرحلوں سے کھیلتے ، ہنستے چلیں

دوستو اندھیر ہے گر چار سو پھیلا ہوا
ہم دُعائے حضرتِ یونس نبیؑ پڑھتے چلیں

ہر طرف مایوسیوں کی ہے گھٹا چھائی ہوئی
بن کے شمع ہم دلوں میں روشنی بھرتے چلیں

بھول جائیں دُوسروں کے ساتھ چلنے کا خیال
کمرِ ہمت باندھ لیں تنہا سفر کرتے چلیں

ہم امامِ وقت کے پیغام کی آواز ہیں
ہم پہ لازم ہے کہ اس پیغام پر چلتے چلیں

منتظر ہیں لوگ دُنیا میں ہدایت کے لئے
ہاتھ میں قرآن لے کر کُو بکُو پڑھتے چلیں

مانتا ہوں ہر قدم پر ہے بتوں سے واسطہ
مَا رَمَیتَ اِذ رَمَیت پھونکتے پڑھتے چلیں

یہ یقیں رکھو صداقت رنگ لائے گی ضرور
کل یہی دُنیا خُدا کے در پہ آئے گی ضرور

محمّد صالح نُور

***

از مکرم ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب۔ پی ایچ۔ ڈی،

نسلِ آدم کی پیدائش اور اُس کا ارتقاء قرآن پاک کی روشنی میں

اللہ تعالےٰ کی کائنات میں انسان سب سے زیادہ کمزور اور محتاج مخلوق ہے۔ انسان کے بارے میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

" وخلق الانسان ضعیفا" (سورۃ النساء آیت ۲۹) چونکہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ بناکر اشرف المخلوقات کا درجہ عطا کیا ہے اور اس لئے اُسے علّم ادم الاسماء کلّھا کی نعمت سے سرفراز فرمایا ورنہ فطرتی طور پر انسان واقعی ایک نہایت کمزور اور محتاج مخلوق ہے۔

اور اس حقیقت کا بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ تمام کائنات کا پیدا کرنے والا صرف وہی اللہ تعالیٰ ہے جو اپنی ذات اور صفات میں واحد اور یکتا ہے اور قادرِ مطلق ہے۔ قرآن پاک کی آیت ملاحظہ ہو

ھو اللہ الخالق البارئُ المصوّر لہٗ الاسمآء الحسنیٰ۔ یسبّح لہ ما فی السمٰوٰت والارض وھو العزیز الحکیم، چونکہ انسان کی فطرت میں تحقیق اور تدقیق کی صلاحیت ودیعت کی گئی ہے۔ اور اُسے عقل وفکر اور تدبّر کی خوبیوں سے نوازا گیا ہے اس لئے انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ موجودہ کائنات کا علم حاصل کرے اور اُسے اپنے کام میں لائے۔ جیسے فرمایا:۔

" وسخّر لکم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض جمیعًا منہ۔ انّ فی ذالک لاٰیاتٍ لقومٍ یتفکرون" (سورۃ الجاثیہ۔ آیت ۱۳)

لیکن بجائے کائنات کی ان نعمتوں کو کام میں لانے کے انسان کی کوشش یہ ہے کہ اپنا وقت یہ معلوم کرنے میں صرف کرے کہ ان چیزوں کی ابتداء کب اور کیسے ہوئی۔ زمین۔ آسمان، پہاڑ اور سمندر کیسے پیدا ہوئے اور ان کے اندر جو مخلوق ہے وہ کب پیدا ہوئی اور کیوں ہوئی؟ بلکہ وہ تو خالقِ ارض وسماوات کی حقیقت جاننے کی بھی بے سود کوشش کرتا ہے اور انسان نے اس بارے میں عجیب عجیب باتیں لکھ ڈالی ہیں حالانکہ یہ سب کچھ اس کی دسترس سے بالکل باہر اور ناممکن ہے۔

کسی نے انسان کو بندر یا دوسرے ادنیٰ جانوروں سے ترقی کرنے والا بیان کیا ہے اور کسی نے انسان کو اس کی موجودہ پوزیشن سے گرا کر پھر چلتے پھرتے بندر اور کتے اور سؤر بنا دیا۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ نے انسان کے متعلق واضح طور پر فرمایا:۔

" لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم"

انسان خدا کا خلیفہ ہے اور اس کی شکل وصورت بھی نہایت احسن طور پر بنائی ہے۔ ایسے لوگ اپنے محدود علم کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کی طرف غلط اور عجیب باتیں منسوب کرتے ہیں اور دُنیا کی پیدائش کو ایک حادثہ بیان کرتے ہیں۔ جو اچانک خود بخود ظہور میں آگئی۔ ایسے لوگوں کی مثال قرآن کریم میں یوں بیان ہوئی ہے:۔

" یا ایھا النّاس ضرب مثل ۔۔۔۔۔۔ ضعف الطالب والمطلوب"

ترجمہ:۔" اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے، سو اُسے سُن رکھو، وہ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو ایک مکھّی بھی پیدا نہیں کر سکتے، گو وہ سب اس کے لئے اکٹھے ہو جائیں اور اگر مکھّی ان سے کوئی چیز چھین لے جائے تو اسے اُس سے نہیں چھڑا سکتے۔ طالب اور مطلوب دونوں کمزور ہیں۔" انہوں نے اللہ کو نہیں پہچانا (جس طرح) اس کے پہچاننے کا حق ہے، بیشک اللہ طاقتور اور غالب ہے۔"

ایسے لوگ جو بغیر علم کے اللہ اور اُس کی کائنات کے متعلق غلط باتیں بیان کرتے ہیں اُن کے متعلق قرآن پاک میں یہ حکم ہے:۔

" ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم و یتّبع کل شیطانٍ مرید"

کم از کم مسلمانوں کو ایسی لغو باتوں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور اس میں ہر ضروری بات علم اور معرفت کی بنیاد پر بیان کی گئی ہے۔

یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ جو لوگ بغیر کسی علم اور معرفت کے وہمی اور قیاسی بات بیان کرتے ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں اللہ تعالےٰ نے ایسے لوگوں کو گمراہ قرار دیا ہے۔

ما اشھدتھم خلق السمٰوٰت والارض ولا خلق انفسھم وما کنت متّخذ المضلّین عضدًا (سورۃ ۱۸۔ آیت ۱۵)

ترجمہ:۔" میں نے ان لوگوں کو وہاں حاضر نہیں رکھا ہوا تھا جب میں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور نہ ہی یہ لوگ اپنی پیدائش کے وقت موجود تھے۔ میں ایسے مضّل لوگوں کو ساتھی نہیں بناتا۔" کس قدر سادہ اور آسان دلیل ہے۔ جب کوئی بھی انسان پیدائش کائنات کے وقت موجود نہیں تھا تو انسان کی ایسی تحقیق اور معلومات کیسے درست ہو سکتے ہیں۔ اس کائنات اور پیدائشِ انسان کے متعلق کوئی فرد بھی موجود اور گواہ نہیں تھا اور یہ امرِ ربّی سے سب کچھ پیدا ہوگیا۔ بعینہٖ جب مقررہ وقت آئے گا تو یہ تمام کائنات ایک پل بھر میں فنا ہو جائے گی اور کسی کو کچھ سمجھ نہ آئے گا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

" یوم ینفخ فی الصور ونحشر المجرمین یومئذٍ زرقا ۔۔۔۔۔ ویسئلونک عن الجبال فقل ینسفھا ربّی نسفا۔ فیذرھا قاعًا صفصفا۔ لا تریٰ فیھا عوجًا ولا امتا"

" اور تجھ سے پہاڑوں کے متعلق پوچھتے ہیں تو کہہ دے کہ میرا رب انہیں جڑھ سے اکھیڑ کر بکھیر دے گا۔ پس ان کو صاف ہموار میدان کر چھوڑے گا۔ نہ تو ان میں کجی دیکھے گا اور نہ اونچ نیچ۔" ان آیاتِ مذکورہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کائنات کی پیدائش اور اس کی آخر میں تباہی انسان کی سمجھ سے قطعًا باہر ہے۔ بس اتنا علم ہے و یبقیٰ وجہ ربک ذی الجلال والاکرام۔

آدم ابو البشر جو نسلِ انسانی کا بانی اور جدّ امجد ہے اس آدم کی پیدائش کے متعلق بھی ہمیں کوئی علم نہیں دیا گیا جیسے آیت مذکورہ بالا میں ذکر ہوا تھا ولا خلق انفسھم اس کے برعکس جو کچھ فرضی روایات اور اسرائیلاتی قصّے کہانیاں ہیں۔ وہ سب بے معنی اور ظنّی باتیں ہیں۔ کم از کم اسلام سے ان کا کچھ تعلق نہیں۔ جس طرح اللہ تعالےٰ نے اپنے حکم "کُن" سے باقی کائنات پیدا کی اسی طرح آدم اور اس کا زوج بھی پیدا ہوا۔ آدم اوّل میں پوری نسلِ انسانی کا تصور موجود ہے۔ آدم کا جوڑا اسی کی اپنی قسم اور نوع سے پیدا ہوا اور آدم کا جوڑا پیدا ہونا ضروری تھا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

" وخلقنا کلّ شئٍ زوجین"

اس میں بھی بہت بڑی حکمت ہے کیونکہ صرف اللہ تعالےٰ کی ذات ایک ایسی ہستی ہے کہ اس کا کوئی زوج نہیں۔ جیسے فرمایا:

" ولم تکن لہ صاحبہ" اس کی بیوی نہیں اس لئے اللہ احد، اللہ الصمد،

ولم یلد ولم یولد ۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کیسی بے نظیر ہے ۔ اب تمام دنیا مانتی ہے کہ موجودات میں ہر چیز جوڑا جوڑا ہے سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ۔

غور کا مقام ہے جو آدم ابوالبشر اور نسل انسانی کا بانی ہے وہ رسول اور نبی کیسے ہو سکتا ہے ۔ جب پہلے نسلِ انسانی موجود ہی نہیں تو وہ کس کے لئے پیغام لائے گا ۔

پس نسلِ انسانی کی ابتداء از رُوئے قرآن یوں شروع ہوئی ہے :۔

"یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکرٍ وانثی وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا ۔ انّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم

٭ — نسلِ انسانی کے ارتقاء کا قرآنی تصوّر

اگر ذرا غور کیا جائے تو قرآن پاک سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آدم اور اس کی نسل ابتداء سے ہی ایک اعلیٰ اور ممتاز اور قابلِ عزت مخلوق پیدا ہوئی ہے ۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے شروع ہی سے اچھے اور بُرے کی تمیز سکھائی اور نیکی اور بُرائی کا فرق بتایا ۔ یہ فرق کسی اور مخلوق کو نہیں سمجھایا گیا ۔ قرآن پاک کی مندرجہ آیات اسی طرف اشارہ کرتی ہیں :۔

انّا خلقناہ من نطفۃٍ الانسان نبتلیہ فجعلناہ سمیعاً بصیرا ۔
انّا ھدیناہ السبیل امّا شاکراً و امّا کفورا

"ہم نے انسان کو "سمیع اور بصیر" بنایا اور اس کو اختیار دیا کہ جو راستہ چاہے اختیار کرے انسان اپنے افعال میں آزاد ہے ۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

او لو یذکر الانسان انّا خلقناہ ولم یک شیئاً (سورۃ ۱۹، آیت ۶۷)

انسان کو عدم سے وجود میں لایا گیا ۔

اس میں پھر واضح طور پر انسان کی پوزیشن بیان کی گئی ہے ۔

ولقد کرّمنا بنی آدم وحملناھم فی البرّ والبحر ورزقناھم من الطیّبات وفضّلناھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا

" اور بلاشک ہم نے بنی آدم کو عزت اور بزرگی دی ہے اور خشکی اور تری میں غلبہ دیا ہے اور انہیں عمدہ عمدہ چیزیں عطا کی ہیں اور ہم نے اسے مخلوقات کے اکثر حصہ پر فضیلت دی ہے "۔

اس مذکورہ بالا آیت سے صریح اور واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ بنی آدم کو تخلیقِ کائنات سے ہی ایک بہت بڑا امتیاز اور فضیلت دی گئی ہے ۔ کیا کبھی یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بندروں سؤروں اور کتّوں کو بھی ایسی فضیلت دی گئی ہو ۔ اس لئے ثابت ہوا کہ نسل انسانی کو اللہ تعالیٰ نے بہت اعلیٰ اور افضل صورت میں پیدا کیا ہے ۔ سو نہ انسان کبھی کتّا ۔ بندر، سؤر یا کوئی اور جانور بنایا ہے اور نہ پہلے کبھی ایسا ہوا ہے ۔ بلکہ جہاں کہیں ان جانوروں کا ذکر آیا ہے وہ حقیقت پر مبنی نہیں ہوتا ۔ بلکہ بطورِ مثال اور استعارہ کے ہوتا ہے ۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب کچھ غیر اسرائیلی لوگ حضرت مسیح ناصری کے پاس آئے اور درخواست کی کہ انہیں بھی ہدایت کی جائے تو مسیح علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ اپنے بچّوں کی خوراک سؤروں کے آگے نہیں ڈال سکتے ۔ ایسے استعارات اور مثالیں مذہبی کتب میں بے شمار ملتی ہیں ۔ انسان اپنی بداعمالی کی وجہ سے کتّوں بندروں اور دیگر جانوروں سے بھی نیچے گر جاتا ہے ۔ جیسے فرمایا :۔

کالانعام بل ھم اضل

یہ لوگ تو جانور ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ۔

آج تک تو کسی تحقیق اور تاریخ نے یہ ثابت نہیں کیا کہ فلاں قوم بندروں یا ان سے بھی ادنیٰ مخلوق سے ترقی کرتے کرتے اب ترقی کے عروج پر جا پہنچی ہے ۔

اس جگہ ایک چھوٹا سا لطیفہ یاد آگیا ۔ کسی مسجد میں مولوی صاحب اپنے شاگردوں کو سبق پڑھا رہے تھے ان شاگردوں میں ایک غالباً کافی کند ذہن تھا مولوی صاحب نے تنگ آکر اسے ڈانٹا اور فرمایا کہ اگر تیری جگہ کوئی گدھا ہوتا تو وہ اس کو آسانی سے کوئی ڈھال سکتا دیتی اور دو سبق ملنے اسے بہت فائدہ ہو ۔

جب مولوی صاحب درس سے فارغ ہوئے تو موقعہ پاکر گدھے والا ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضرت میرا ایک گدھا ہے میں اس کو آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں مہربانی فرما کر اس کو آدمی بنا دیں اور پڑھا کر عالم بنا دیں ۔ میں آپ کا بہت شکر گذار ہوں گا ۔ مولوی صاحب سمجھ گئے کہ گدھے والا گدھے سے کم نہیں معلوم ہوتا ۔ انہوں نے بصد خوشی گدھے والے کو کہا کہ وہ گدھا کچھ مدت کے لئے ان کے پاس چھوڑ دے اور جب یہ گدھا پڑھ کر عالم بن جائے گا تو آکر اُسے لے جائے ۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد گدھے والا مولوی صاحب کی خدمت میں پہنچا اور اپنا مطالبہ دوہرایا ۔ تو مولوی صاحب جو کافی ہوشیار انسان تھے ۔ انہوں نے گدھے والے کو کہا کہ اس کا گدھا پڑھ پڑھا کر ایک بڑا عالم بن گیا تھا اور اب وہ قرطبہ کی جامعہ مسجد میں بہت بڑا قاضی لگا ہوا ہے ۔ اور وہاں لوگوں کو درس دیتا ہے ۔ تم وہاں جا کر اُسے ساتھ لے چلو ۔ چنانچہ گدھے والا جب اس مسجد میں پہنچا تو وہاں کے قاضی صاحب طلباء کو درس دے رہے تھے ، گدھے والا فوراً آگے بڑھا اور اپنی جھولی پھیلا کر قاضی صاحب کی طرف اشارہ کر کے اسے بلانے لگا جس طرح کوئی زبان سے ایسی آوازیں نکالتا ہے جس پر جانور اس آدمی کی طرف آجاتا ہے جب لوگوں نے گدھے والے کو یہ حرکت کرتے دیکھا تو وہ سمجھے کہ کوئی پاگل آدمی مسجد میں گھس آیا ہے اس لئے اس کو باہر نکالنے اٹھ کھڑے ہوئے ۔ لیکن گدھے والے نے اصرار کیا کہ یہ قاضی صاحب اس کے گدھے ہیں جو پڑھ لکھ کر یہاں قاضی ہو گئے ۔ اور وہ انہیں اب لینے آیا ہے ۔ یہ اسلئے ہوا کہ گدھے والے کو حقیقت اور مجاز کا فرق معلوم نہ تھا ۔

یہ لوگ سراسر بھول جاتے ہیں کہ قرآن پاک کی روشنی میں انسان کو اللہ تعالیٰ نے ابتداءِ آفرینش سے نہایت عمدہ شکل و صورت اور وضع قطع دی ہے ۔ جیسے فرمایا :۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم " (سورۃ التّین)

انسان کا صرف روحانی اور اخلاقی ارتقاء ہوتا اور اسکی انتہاء یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں متقی اور پرہیزگار ثابت ہو ۔ انّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم ۔

* * * *

ارشادِ باری تعالیٰ !

" اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو "

* * *

باہتمام ریاض حسین الجدید پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا ۔ (چیف ایڈیٹر ۔ ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور — مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۸۲ء — جلد ۶۹ ۔ شمارہ نمبر ۴۵

جلد:- ۶۹ * یوم چہارشنبہ ۳۰ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ - بمطابق ۱۷ نومبر ۱۹۸۲ء * شمارہ:- ۴۶

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

اللہ تعالیٰ اُن لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اُسکی عزت و عظمت کیلئے جوش رکھتے ہیں

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کا جلال ظاہر ہو۔ نماز میں جو سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلیٰ کہا جاتا ہے وہ بھی خدا تعالےٰ کے جلال کے ظاہر ہونے کی تمنا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ایسی عظمت ہو جس کی نظیر نہ ہو سکے۔ نماز میں تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے یہی حالت ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ترغیب دی ہے کہ طبعاً جوش کے ساتھ اپنے کاموں سے اور اپنی کوششوں سے دکھاوے کہ اس کی عظمت کے خلاف کوئی شئے مجھ پر غالب نہیں آسکتی۔ یہ بڑی عبادت ہے جو لوگ اس کی مرضی کے مطابق جوش رکھتے ہیں وہی موید کہلاتے ہیں اور وہی برکتیں پاتے ہیں۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال اور تقدیس کے لئے جوش نہیں رکھتے اُن کی نمازیں جھوٹی ہیں اور اُن کے سجدے بیکار ہیں، جب تک خدا تعالےٰ کے لئے جوش نہ ہو یہ سجدے صرف جنتر منتر ٹھہریں گے۔ جن کے ذریعہ سے یہ بہشت کو لینا چاہتے ہیں۔

یاد رکھو کوئی جسمانی بات جس کے ساتھ کیفیت نہ ہو فائدہ مند نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کو قربانی کے گوشت نہیں پہنچتے، ایسا ہی تمہارے رکوع و سجود بھی نہیں پہنچتے۔ جب تک اُن کے ساتھ کیفیت نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ کیفیت کو چاہتا ہے اور ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اُس کی عزت اور عظمت کے لئے جوش رکھتے ہیں۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ ایک باریک راہ سے گزرتے ہیں اور کوئی دوسرا شخص ان کے ساتھ نہیں جا سکتا جب تک کیفیت نہ ہو۔ انسان ترقی نہیں کر سکتا۔ گویا خدا تعالےٰ نے قسم کھائی ہے جب تک اس کے لئے جوش نہ ہو کوئی لذت نہیں دے گا۔ ہر ایک آدمی کے ساتھ ایک قصا ہوتی ہے لیکن

کوئی شخص مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ ساری تمناؤں پر اللہ تعالیٰ کی عظمت کو مقدم نہ کرے۔

—— (۱۰ دسمبر ۱۸۹۹ء)

جلسہ سالانہ ۱۹۸۲ء کی تاریخوں میں
ضروری تبدیلی!

جلسہ سالانہ ۱۹۸۲ء اب ۲۴ دسمبر کی بجائے ۲۵ دسمبر سے شروع ہوگا

اس تاریخ کو خواتین کا جلسہ اور نمائش دستکاری ہوگی، احمدی خواتین اور بچیاں

دستکاری کی اشیاء ہمراہ لائیں یا پہلے اعلان کردہ پتہ (بر صـ (۱۱)) پر بھیجدیں،

دستکاری کی فروخت سے ہر سال ایک معقول رقم جمع ہو جاتی ہے جو اشاعت اسلام کے کاموں میں مدد دیتی ہے۔

تاریخہائے جلسہ سالانہ
۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر ۱۹۸۲ء

کاروائی جلسہ منعقدہ مورخہ ۸۲/۱۵ بیاد حضرت امیر مولٰنا صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ

در جامعہ احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

تنظیم شبان الاحمدیہ لاہور کے زیر اہتمام یہ اجلاس ۴ بجے شام شروع ہوا جس کی صدارت حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمائی۔ جلسہ کا آغاز قرآن پاک کی تلاوت سے ہوا جو راقم الحروف نے کی اور چوہدری محمد حیات صاحب نے حضرت اقدس کا کلام ترنم سے پیش کیا۔ بعد ازاں حضرت امیر مولٰنا صدرالدین مرحوم کی ریکارڈ شدہ تقریر حاضرین کو سنائی گئی جس میں آپ نے افرادِ جماعت کو نماز کی تلقین فرمائی تھی۔ ان الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر کہ نماز بری اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی اور اعلیٰ کردار پیدا کرنے کی موجب ہے جس میں آپ نے کردار و اخلاق عمدہ بنانے کی تاکید فرمائی تھی اور حدیثِ مجدد کے حوالے سے بتایا تھا کہ آنحضور صلعم کے بعد نبی نہیں آسکتا، اولیاء اور مجددین ہونگے جو قرآن پاک پر عمل کی بدولت مقامِ ولایت پانے والے ہوں گے۔ یہ تقریر یہ تاثر دے رہی تھی کہ گویا حضرت امیر مولٰنا صدرالدین مرحوم ہم میں موجود ہیں۔

جناب مرزا مقبول بیگ صاحب نے اپنے تاثرات میں بتایا کہ حضرت امیر مولٰنا صدرالدین مرحوم ۱۸۸۱ء میں سیالکوٹ میں ملک خیرالدین صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بڑے تاجر تھے اور ان کا تجارتی کاروبار کلکتہ تک پھیلا ہوا تھا۔ آپ بچپن میں مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم سیالکوٹی کا درسِ قرآن سنتے رہے اور مولانا نورالدینؓ اور حضرت مجدد صدِ چہاردہم سے تعارف پیدا ہوا۔ آپ تعلیم کی تکمیل کے بعد انسپکٹر آف سکولز مقرر ہوئے۔ پھر حضرت مرزا صاحب کے ارشاد پر گورنمنٹ کی ملازمت چھوڑ کر قادیان حاضر ہو گئے اور وہاں سکول قائم کیا جو ایک بے مثال سکول تھا۔ اسی سکول میں علامہ اقبال کے بیٹے آفتاب اقبال نے تعلیم پائی۔ ۱۹۱۴ء میں لندن کی ووکنگ مسجد میں خواجہ کمال الدین مرحوم نے تبلیغی مشن قائم کیا تو وہاں مولانا صدرالدین رح نے بھی کام کیا اور وہیں قرآن پاک کا انگریزی ترجمہ اپنی نگرانی میں طبع کروایا۔ لندن میں بڑے بڑے لوگ حضرت مولانا کے درسِ قرآن میں شامل ہوتے تھے۔ مثلاً لارڈ ہیڈلے اور سر آغا خاں وغیرہ، مولانا عبدالمجید سالک نے ایک مرتبہ لکھا کہ جماعت لاہور کے لندن مشن کی وجہ سے اب وہاں کا گندہ لٹریچر ہمارے ملک میں آنا بند ہو گیا ہے۔ ۲۲-۱۹۲۱ء میں آپ نے برلن مشن قائم کیا اور وہاں ایک عالی شان مسجد تعمیر کی۔ ۱۹۳۸ء میں جرمن زبان میں ترجمۃ القرآن شائع کرایا اور اس کا پہلا نسخہ مسٹر ہٹلر کو پیش کیا۔ حضرت امیر بہت بہادر تھے ۱۹۵۳ء میں سخت فسادات تھے، آپکے داماد آپ کو لینے آئے لیکن آپ نے کہا کہ جو میری قوم کا حشر ہوگا وہی میرا ہوگا اور کہا کہ یہ ساری قوم کی بیٹیاں میری بیٹیاں ہیں، یوں اپنی جگہ چھوڑنے سے انکار کر دیا۔

جناب مرزا مسعود بیگ صاحب نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ حضرت مولٰنا صدرالدینؒ کی یاد دو حیثیتوں سے ناقابلِ فراموش ہے۔ ایک بطور معلم اور دوسرے بطور مبلغ اسلام، آپنے ۱۹۱۲ء میں مسلم ہائی سکول قائم کیا یہ سکول اس قادیان کے سکول کی طرح جاری کیا گیا جس میں بچوں کی نہ صرف تعلیم کا خیال رکھا جاتا تھا بلکہ ان کے اخلاق و کردار اور دین پر بھی توجہ دی جاتی تھی اور ان کی صحت کا خیال رکھا جاتا تھا چنانچہ کھیلوں میں بھی اس سکول کے طلبہ ایک عمدہ مقام رکھتے تھے۔ ایک دفعہ ایک انسپکٹر آف سکولز نے ایک بچے کو کسی وجہ سے یہ کہہ دیا کہ تو جھوٹ بولتا ہے، حضرت مولانا اس قدر خفا ہوئے کہ ان صاحب کو معافی مانگنا پڑی۔ آپ اخلاق کے معلم تھے، خوش اخلاق تھے تواضع کرتے تھے اور دوسرے لوگوں کا احترام کرتے تھے، نبی کریم صلعم کی سیرت بیان کرنے کا انہیں زبردست ملکہ تھا۔ اوکاڑہ کی اراضی کا قبضہ بڑی جرأت اور دلیری سے حاصل کیا۔ حضرت مولٰنا نے ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم کیا۔ حضرت امیر اول مولٰنا محمد علی صاحبؒ اور خواجہ کمال الدینؒ، مولٰنا یعقوب خاں صاحب اور دیگر بزرگوں نے اپنی اعلیٰ درجہ کی دنیاوی ملازمتیں چھوڑ کر دین کے کام کو انجام دیا۔

جناب محمد اعظم علوی صاحب نے مولٰنا کے بارے میں مختصر نظم پیش کی۔

ریاضِ دین و دنیا کی جنہیں زینت کہتے تھے + ہماری انجمن میں انکو صدرالدین کہتے تھے۔

جناب ناصر احمد صاحب نے بیان کیا کہ ہمارا بچپن اور یہ عمر اس احمدیہ بلڈنگس میں گذری ہے اور جب سے آنکھ کھولی ہے ہم نے حضرت مرحوم کو دیکھا وہ ایک نہایت مہربان اور شفیق انسان تھے، باپ کی طرح شفقت فرماتے تھے، ان کے وجود سے احمدیہ بلڈنگس کے مکینوں کو ہمیشہ حوصلہ اور ہمت رہی۔ مولانا صاحب اعلیٰ پایہ کے مقرر تھے جو بات فرماتے وہ اس انداز سے فرماتے کہ وہ ذہن نشین ہو جاتی تھی۔ ایک خاتون نے ایک کتاب "مشرق کے تین دانشور" لکھی ہے اس نے ان تین دانشوروں میں حضرت مولانا صدرالدین کا ذکر کیا ہے۔ کہ یہ لوگ اپنے مشن میں کامیاب گئے مغرب میں اسلام کی روشنی پھیلا گئے۔ جرمن مسلم مشن کے بارے میں سلیم احمد صاحب نو مسلم نے لکھا ہے کہ اس اسلامی برلن مشن میں تمام دنیا کے لوگ حاضری دیتے تھے۔ ترکی۔ ایرانی۔ اور پاکستانی سفرا تک وہاں آتے رہے ان کی زندگی خدماتِ دینیہ کا مجموعہ ہے۔

مولٰنا بشیر احمد منٹو صاحب نے والسابقون ۔۔۔۔ ذالک الفوز العظیم (التوبہ ۹-۱۰) تلاوت کر کے بتایا کہ کسی کے ذکرِ خیر کے لئے ضروری ہے کہ وہ باتیں بیان کی جائیں جو اس کی بڑائی ظاہر کریں نبی کریم صلعم پر ایمان لانے والے مہاجر، انصار تھے اور وہ تھے جو ان کے متبع بن تھے ان میں سے فوقیت السابقون کو حاصل ہے کہ خدا ان سے راضی ہو گیا اور وہ خدا سے راضی ہو گئے۔ اس طرح حضرت مولانا صدرالدینؒ بھی السابقون الاولون میں سے تھے جنہوں نے حضرت مرزا صاحب کی اوائل میں بیعت کی بعد زندگی کو خدمتِ اسلام کے لئے وقف کر دیا۔ احمدیہ بلڈنگس تعمیر کی۔ اوکاڑہ کی اراضی کا قبضہ لیا۔ جرمن مشن قائم کیا لیکن سب سے بڑی خوبی یہ کہ وہ السابقون میں سے ہیں اور اس پر استقامت دکھائی۔ آپ نے بتایا کہ شیعہ اصحابِ ثلاثہ کو سب و شتم کرتے ہیں۔ حضرت زین العابدین کے سامنے یہ بات ہوتی تو آپ نے سب و شتم کرنے والوں سے کہا کیا تم مہاجر یا انصار ہو، انکار پر کہا کہ پھر تمہیں صحابہ پر اعتراض کا کیا حق ہے۔ تو یہ وہ شخصیت تھے جب لوگ حضرت مرزا صاحب کی مخالفت کرتے تھے تو آپنے بیعت کی یہ چیز ہمارے لئے قابلِ قدر ہے۔

حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ایدہ اللہ نے ام کنتم شھداء ۔۔۔۔ یعملون (البقرۃ ۱۳۳ تا ۱۳۴) کی تلاوت اور ترجمہ کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایسی مجالس کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ بزرگوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ان باتوں کو اپنی زندگی میں کیسے داخل کیا جائے جو ہمارے بزرگوں میں تھیں۔ اگر ان سے فائدہ حاصل نہ کیا جائے تو یہ محض رسم ہو گی۔ اسی لئے حضرت امیر مرحوم مولٰنا محمد علی رح نے فرمایا تھا کہ تم اپنے بزرگوں کے ساتھ ان کی روایات کو بھی دفن نہ کر دینا۔ چنانچہ ہمیں اپنی زندگیوں کو بزرگوں کے نقشِ قدم کے مطابق استوار کرنا چاہیئے۔ حضور کی اختتامی دعا پر جلسہ برخواست ہوا۔ حاضرین کو پھل اور چائے وغیرہ پیش کی گئی۔ جلسہ بڑا پُر رونق تھا جس میں مولٰنا صدرالدین مرحوم کو ہدیۂ تحسین پیش کیا گیا۔

از قلم: مکرم میاں نصیر احمد فاروقی صاحب

درس قرآن ـــ سبق نمبر ۱۱

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔
اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ
مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝

ترجمہ :۔ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ (البقرۃ ۲ ۔ آیت ۳)

پچھلا درس ایمان بالغیب کے مضمون پر تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ہر جگہ موجود ہونا مگر اپنے آپ کو پردۂ غیب میں رکھنا جن حکمتوں پر مبنی ہے اُن میں سے کچھ کا ذکر میں نے پچھلے درس میں کیا تھا مگر یہ اس قدر وسیع اور اہم مضمون ہے کہ اس پر جتنا بھی کہا جانے کم ہے۔ کچھ ضروری باتیں ابھی کہنا باقی ہیں جو میں اس درس میں انشاء اللہ کہہ کر پھر میں باقی کی آیت کو لوں گا۔

خداتعالےٰ کی مخلوق تو خدا پر ہمیشہ دلیل تھی۔ اس زمانہ میں آ کر سائنس نے جو مادہ کو پھاڑ کر پھر اٹیم کو پھوڑا تو اس کے اندر جو کائنات بسی ہوئی ہے اور جو عجائبات روز بروز ظاہر ہو رہی ہیں اس کے بعد تو کوئی شک باقی رہا ہی نہیں کہ اس تمام کائنات کا ایک عجیب و غریب خالق اور حاکم ہے جس کی عظمت، طاقت اور خوبیوں کے آگے انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اس عقل اور سائنس کی گواہی کے علاوہ ایک اور گواہی ہے جو انسان کے باطن میں ایسی ٹھونکی ہوئی ہے کہ نکالے بھی نکلتی نہیں

انسان کا قلب انسان کی فطرت کا مرکز ہے۔ اور انسان کی فطرت میں اپنے خالق سے ایسا تعلق ہے جو توڑے سے بھی نہیں ٹوٹتا۔ قرآن حکیم نے اس تعلق کا ان الفاظ میں ذکر دیا ہے۔ واذ اخذ ربّك من بنی ادم من ظهورهم ذرّيّتهم و اشهدهم علىٰٓ انفسهم ج الست بربكم ط قالوا بلىٰ ج شهدنا ج ان تقولوا يوم القيٰمة انا كنّا عن هذا غٰفلين لا او تقولوٓا انّمآ اشرك اٰبآؤنا من قبل وكنّا ذرّيّة من بعدهم ج افتهلكنا بما فعل المبطلون ۝ (سورۃ الاعراف ۷: آیات ۱۷۲، ۱۷۳) یعنے "اور جب تیرے رب نے بنی آدم سے اُن کی پیٹھوں سے اُن کی اولاد نکالی اور ان کو اپنے آپ پر گواہ ٹھہرایا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ انہوں نے کہا ہاں ہم گواہ ہیں، (تاکہ) ایسا نہ ہو کہ تم قیامت کے دن کہو کہ ہم تو اس سے (یعنے خدا کی ہستی سے) بے خبر تھے۔ یا کہو کہ وہ تو ہمارے باپ دادا نے پہلے شرک کیا اور ہم تو اُن کے پیچھے (اُن کی اولاد) تھے۔ تو کیا تو ہم کو اس کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے جو حق کو جھٹلانے والوں نے کیا۔"

ان آیات میں قرآن حکیم نے اُس عہد فطرت کو یاد دلایا ہے جو ہر انسان کے باطن میں خدا سے رشتہ یا تعلق کے طور پر بندھا ہوا ہے۔ اُسی فطرت کی گواہی کی وجہ سے بڑے سے بڑا دہریہ بھی بعض وقت خدا کو یا ایک مشرک خدائے واحد کو بے اختیار پکار اُٹھتا ہے۔ یہ پکار خصوصاً مصیبت کے وقت انسان سے خدا کی طرف اُٹھتی ہے۔ مگر ویسے بھی یہ رشتہ توڑے نہیں ٹوٹتا۔ اس زمانہ میں دہریت کو دنیا میں پھیلانے والی تحریک اشتراکیت یا کمیونزم ہے اُس کے لیڈر روس کے صدر آنجہانی بریزنیف نے ۱۹۷۹ء میں ویانا (VIENNA) میں امریکہ کے صدر جمی کارٹر سے مہلک ہتھیاروں کے معاہدہ SALT II کے بارہ میں کہا کہ "اگر ہم ایسا معاہدہ نہیں کریں گے تو خدا ہم کو کبھی نہیں بخشے گا۔" اس دہریت کے علمبردار کے مونہہ سے خدا کا یوں ذکر سن کر صدر جمی کارٹر کو اتنا اچنبھا ہوا کہ انہوں نے اپنی پاکٹ بک نکال کر صدر بریزنیف سے کہا "کیا آپ مہربانی کر کے اس فقرہ کو دوہرا دیں گے تاکہ میں اسے صحیح الفاظ میں نوٹ کر سکوں؟" تو صدر بریزنیف کو احساس ہوا کہ اُن کے مونہہ سے کیا نکل گیا اور وہ مسکرا کر چپ رہے۔ روس کے بعد اشتراکیت یا کمیونزم کا سب سے بڑا مرکز ملک چین ہے۔ اس کو کمیونسٹ بنانے والے چیئرمین ماؤزے تنگ تھے۔ ڈاکٹر ہنری کیسنجر جو امریکہ کے مشہور وزیر خارجہ رہے ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ چیئرمین ماؤزے تنگ نے اپنی آخیر عمر میں اُن سے کئی بار کہا "میں اپنے خالق سے عنقریب ملنے والا ہوں" یا "خدا مجھے بلا رہا ہے۔"

اسی طرح روس کے مطلق العنان ڈکٹیٹر سٹالن کی بیٹی سوتیلانا جب اپنے باپ کی وفات کے بعد بھاگ کر امریکہ پہنچی تو اُس سے اُس زمانہ کے مشہور ہفتہ وار میگزین "لائف" کے نمائندے نے جب پوچھا کہ وہ کیوں اپنے وطن عزیز سے بھاگی تو اُس نے جو سب سے بڑی وجہ بتائی وہ یہ تھی کہ "خدا کو دل میں بسائے بغیر انسان کے لئے زندہ رہنا مشکل ہے" اور یہ دل میں بسا ہوا خدا سے تعلق ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ یہ خاتون دہریت کے گڑھ کریملن میں پیدا ہوئی اور بڑی ہوئی۔ اور اس ماحول میں دہریت رچی ہوئی تھی اور خدا کا نام لینا منع تھا وہاں کی پلی ہوئی خاتون کے دل کے اندر اگر خدا پر ایمان یوں کھٹکا ہوا تھا تو یہ کسی ماحول کا اثر نہ تھا بلکہ یہ وہ پیدائشی گواہی ہے خداتعالےٰ کی ہستی اور توحید پر جس کا ذکر قرآن حکیم نے کیا ہے

عقل کی گواہی، سائنس کی گواہی اور انسانی فطرت کی گواہی کے علاوہ خداتعالےٰ کی ہستی کی سب سے بڑی گواہی خداتعالےٰ کا انسان سے بولنا ہے جب وہ تلاش کرنے والے کا جواب دیتا ہے۔ اس کی دُعا کو سنتا ہے اور اس کی مشکل کو دور کرتا ہے۔ ان باتوں کا سب سے نمایاں مظاہرہ نبیوں، مجددوں اور اولیاء اللہ کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ دنیا کی عدالتیں تو ایک سچے گواہ کی گواہی پر بڑے سے مقدمہ کا فیصلہ کر دیتی ہیں بلکہ بڑے سے بڑے آدمی کو پھانسی دے دیتی ہیں۔ انبیاء تو ایک لاکھ چوبیس ہزار تھے۔ اور اولیاء اللہ کو ملا کر تو یہ تعداد کہیں کی کہیں پہنچتی ہے۔ یہ سب کے سب لوگ اپنی صداقت یعنے سچ بولنے کی وجہ سے مشہور تھے۔ ان کی گواہی کہ خدا ہے کتنی بڑی گواہی ہے؟ اور خدا کی ہستی پر زندہ ثبوت وہ کتاب تھی جو وہ انبیاء لاتے رہے یا وہ وحی والہام تھا جو ان اولیاء اللہ اور راستباز لوگوں پر ہوتا تھا اور جس کا علم غیب اس وحی والہام کے اللہ کی طرف سے ہونے کا یقینی ثبوت تھا۔ ان لوگوں کی ساری زندگیاں، قربانیاں، اور دشمنوں کی کثرت اور طاقت کے باوجود اُن پر کامیابی جس کا علم پہلے سے خداتعالےٰ کا وحی والہام اُن کو دے دیتا تھا اور وہ اُس کا اس وقت اعلان کرتے تھے جبکہ کامیابی بالکل ناممکن نظر آتی تھی خداتعالیٰ کی ہستی پر سب سے بڑا ثبوت ہے۔ پھر وحی والہام ہی ہے جس نے اللہ تعالےٰ کی صفات کا بھی علم دیا۔ اس بارہ میں قرآن حکیم نے تو کمال کر دیا ہے کہ الحمد للہ سے لے کر والناس تک سارا قرآن اللہ تعالےٰ کی صفات کا زبردست علم دے رہا ہے۔ اور یہ میں پچھلے درس میں بتا آیا ہوں کہ جب ہم مادہ کی حقیقت کو بھی صرف اُس کی صفات

(PROPERTIES) سے پہچان سکتے ہیں حالانکہ مادہ ہماری آنکھوں اور دوسرے حواس کے سامنے ہے تو اللہ تعالیٰ کو جسے انسان کی آنکھ نہ تو دیکھنے کی تاب لا سکتی ہے نہ اس کا احاطہ کر سکتی ہے اس کی معرفت بھی اس کی صفات سے ہی اس دنیا میں حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر بالفرض خدا تعالیٰ نظر آتا ہوتا تو اس کی ہستی تو اتنی جاذب ہے کہ انسان کے لئے یہ ممکن نہ ہوتا کہ اُس پر سے اپنی نظر ہٹا سکے۔ پھر انسان اور کوئی کام کاج نہ کر سکتا۔ جہاں اللہ تعالیٰ کا ہر جگہ اور ہر آن انسان کے ساتھ ہونا ضروری ہے تاکہ وہ انسان کی ربوبیت کرے، انسان کی حفاظت کرے، انسان کے اعمال اور دل پر نگاہ رکھے، انسان کی کارسازی فرمائے اور اس کی مدد کی پکار کو سن کر اس کی غیر معمولی نصرت فرما سکے، وہاں خدا کا ہر آن سامنے ہونا خود انسان کے لئے اچھا نہ تھا۔ اسی میں اُس کی آزادی اور پردہ پوشی ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ اگر خدا تعالیٰ نظر آتا ہوتا تو انسان کے باطنی قویٰ بالکل ترقی نہ کر سکتے۔

عالم ظاہر میں دیکھ لیجئے کہ انسان کے دماغ نے اور انسان نے تمام ترقیات تبھی کیں کہ ہر چیز شروع میں پردۂ غیب میں تھی اور انسان نے جدوجہد کر کے اُسے نکالا یا پا لیا اور پھر دم بدم ترقی کرتا چلا گیا مثلاً نیوٹن نے سیب کو نیچے گرتے دیکھا تو سوچ میں پڑ گیا کہ یہ سیب نیچے کیوں گرا اور زمین کے گھومنے اور ہوا کے زور سے اُوپر کیوں نہیں گیا۔ پھر وہ ایمان بالغیب لایا کہ کوئی طاقت ہے جسے اگرچہ وہ دیکھ نہیں سکتا مگر وہ ہر وہ مادی چیز پر اثر انداز ہے۔ اس ایمان بالغیب لانے کے بعد جب نیوٹن نے تلاش کی تو اُس نے کشش ثقل کا پتہ لگایا جس پر موجودہ سائنس کی بنیاد پڑی۔ بلکہ نیوٹن نے اور بھی بہت سی مخفی باتوں کا پتہ لگایا جس پر آج بھی سائنس کا انحصار ہے۔ اسی طرح ایٹم جس کے انکشاف پر نئی سائنس کی بنیاد پڑی ہے وہ آنکھ سے نظر نہیں آتا نہ خوردبین سے نظر آتا ہے وہ صرف اپنی ہستی کا پتہ اپنی PROPERTIES یعنے اپنی صفات سے دیتا ہے اور اس کی موجودگی پر ایمان بالغیب لا کر سائنس دانوں نے حیرت انگیز ترقیات کی ہیں۔ تو جو عالم ظاہر میں معاملہ ہے وہی عالم باطن یا عالم روحانیت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جو نظر نہیں آتا اُس پر ایمان بالغیب لا کر اُس کی تلاش اور جستجو سے ہی انسان کے باطنی اور روحانی قویٰ کی ترقی ہے۔

جو مغرب زدہ دہریئے خدا پر ایمان بالغیب کو قبول نہیں کرتے وہ خود صبح سے لے کر شام تک اپنے تمام معاملات ایمان بالغیب سے کرتے ہیں۔ مثلاً اگر کھانا کھاتے ہیں یا پانی پیتے ہیں تو اس ایمان بالغیب پر کہ وہ انہیں فائدہ پہنچائیں گے۔ اگر انہیں پہلے سے پتہ لگ سکتا کہ ان سے کوئی خطرناک بیماری انہیں ہو جائے گی تو کیا یوں بے فکری سے کھاتے پیتے؟ اسی طرح اگر وہ کوئی نوکری کرتے یا تجارت کرتے ہیں تو اس ایمان بالغیب پر کہ اس میں اُن کا فائدہ ہے۔ اگر انہیں پہلے سے پتہ ہوتا کہ اس نوکری میں وہ جیل خانہ میں چلے جائیں گے یا مارے جائیں گے یا تجارت کے سودے میں انہیں گھاٹا ہو جائے گا تو وہ کبھی اُسے کرتے؟ اگر لڑکے یا لڑکی کی شادی کرتے ہیں تو اس ایمان بالغیب پر کہ وہ کامیاب ہوگی۔ اگر پتہ ہوتا کہ ان کا لڑکا یا لڑکی ساری عمر کے لئے دکھی ہو جائے گی تو کبھی وہ رشتہ کرتے؟ اگر یہ دہریئے موٹر میں یا بس میں یا ہوائی جہاز میں سفر کرتے ہیں تو اس ایمان بالغیب پر کہ وہ بخیریت اپنی منزل مقصود پر پہنچ جائیں گے۔ اگر انہیں پہلے سے پتہ ہوتا کہ حادثہ پیش آنے پر یا تو مر جائیں گے یا ساری عمر کے لئے لنگڑے لولے یا اندھے ہو جائیں گے تو کبھی وہ سفر کرتے۔ تو اگر یہ دہریئے صبح سے لے کر شام تک اپنے کام ایمان بالغیب کی بناء پر کرتے ہیں تو خدا پر ایمان بالغیب لانے میں کیوں اُن کی جان جاتی ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد صد چہار دہم نے کیا خوب لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہستی کو روشن دلائل اور قرائن سے صاف ظاہر کر کے پھر اپنے آپ کو پردۂ غیب میں رکھا تاکہ انسان ایمان لا کر اُس کا ثواب پائے۔ یہ تو ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ قرآن حکیم نے ایمان اور اعمال صالحہ دونوں کا اجر اور ثواب علیحدہ علیحدہ رکھا ہے۔ اگر خدا نظر آ رہا ہوتا تو نہ تو اُس پر ایمان لانے میں کوئی خوبی تھی اور نہ اعمال صالحہ تب کوئی خوبی رکھتے۔ پولیس مین کے آگے سب نیک بنے ہوتے ہیں مگر اس کے معنے یہ نہیں کہ دراصل نیک ہیں۔

انسان کی مادی آنکھ تو موت کے بعد یہیں گل سڑ کر مٹی میں مل جاتی ہے مگر اس کے قلب یا نفس کی آنکھ اس کے نفس کے ساتھ آگے جاتی ہے۔ میں انشاء اللہ اگلے درس میں بتاؤں گا کہ نماز کے ذریعہ سے جس کا ذکر مَعًا آگے ہے انسان کی باطنی آنکھ اسی دنیا میں خدا کو دیکھنے لگتی ہے۔ اسی لئے قرآن شریف نے فرمایا ہے کہ :-

وَمَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا

(بنی اسرائیل ۱۷ - ۷۲) یعنے جو کوئی اس دُنیا میں اندھا رہا تو وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور راستہ کے معاملہ میں زیادہ گمراہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ یہ جسمانی اندھے کا ذکر نہیں بلکہ روحانی اندھے کا ہے۔ تو انسان کی روحانی آنکھ جو نماز کے ذریعہ سے اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کو دیکھنے لگتی ہے وہ آخرت میں جا کر اُس حسن و احسان کے کمال ذات کو سچ مچ دیکھ سکے گی۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے :-

وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (القیامة ۷۵ - ۲۲، ۲۳)

یعنے اُس دن مومنوں کے چہرے خوشی سے چمک رہے ہوں گے اس لئے کہ وہ اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی زیارت جنت کی سب سے بڑی نعمت ہوگی۔

(باقی آئندہ)

جلسہ سالانہ میں شرکت کیلئے حضرت اقدس کا ارشاد

تمام مخلصین داخلین سلسلۂ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ دُنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولا کریم اور رسُول مقبول صلعم کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو لیکن اس غرض کیلئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عُمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے تا اگر خدا تعالیٰ چاہے تو کسی برہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دور ہو اور یقین کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق اور ولولۂ عشق پیدا ہو جائے ..... لہٰذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کیلئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں ..... اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین و معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دُعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور بدرگاہ ارحم الرّاحمین کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے۔ اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے (ایک اشتہار)

اخبار احمدیہ!

- سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خیریت سے ہیں اور حسب معمول خدمت دین کے کاموں میں مصروف ہیں۔ احباب کرام حضرت ممدوح کی صحت والی لمبی زندگی کے لئے اپنی دعائیں اللہ تعالیٰ کے حضور جاری رکھیں۔

خطباتِ جمعہ کی بڑی غرض خدا تعالیٰ کے احکام کو بار بار یاد دلانا ہے

ترجمہ: ”اے بنی اسرائیل میری نعمت کو یاد کرو جو میں نے تمہیں عطا کی، اور میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔ اور مجھ ہی سے ڈرو۔“

اس سے پہلے گذشتہ جمعہ خطبہ میں جو کچھ آپ سے بیان کر چکا ہوں اسکو دوبارہ تفصیل سے بیان نہیں کر سکتا لیکن بطور یاد دہانی ذکر کرتا ہوں کہ خطبات کی بڑی غرض خدا کے احکام کو بار بار یاد دلانا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ یاد دلانے سے فائدہ ہوتا ہے فذکر ان نفعت الذکرٰی یاد دلاتا رہ اس سے فائدہ ہوتا ہے۔ فائدہ کس کو ہوتا ہے ؟ دوسری جگہ فرمایا: فذکر بالقرآن من یخاف وعید۔ سو قرآن کے ساتھ اُسے نصیحت کر جو میرے وعدہ (عذاب سے) ڈرتا ہے۔ ایک جگہ فرمایا فذکر انما انت مذکر۔ نصیحت کر، تیرا کام صرف نصیحت کرنا ہے۔ ایک اور مقام پر یوں فرمایا۔ وذکر فان الذکرٰی تنفع المومنین، تو یاد دلا مومنوں کو نصیحت ضرور فائدہ پہنچاتی ہے۔ بہرحال میں نے پچھلے خطبہ میں جو آیات شروع میں تلاوت کی تھیں میں ان کو اسی فرمانِ الٰہی کے ساتھ دوہراتا ہوں۔ یٰعبادی الذین اٰمنوا ان ارضی واسعۃ فایای فاعبدون اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو میری زمین فراخ ہے سو میری ہی عبادت کرو۔ کل نفسٍ ذائقۃ الموت، ہر انسان نے موت کا پیالہ پینا ہے پھر میری طرف لوٹ کر آنا ہے یعنی حساب کے لئے، پھر فرمایا والذین اٰمنوا وعملوا الصالحات ..... نعم اجر العاملین، پھر ایک جگہ ہے الذین اٰمنوا وکانوا یتقون۔ جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں ہم انہیں جنت میں اونچے مقامات پر جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ابدالآباد تک ان میں وہیں رہیں گے عمل کرنے والوں کا کیا ہی عمدہ بدلہ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے اور تقوٰی کرتے ہیں۔ مزید فرمایا وکاین من دابۃ لا تحمل رزقہا ..... (تا آخر) اور کتنے ہی جاندار ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے، اللہ انہیں رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

ان آیات کا مضمون ظاہر ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زمین فراخ ہے، اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اگر کسی مقام پر حرج پیش آتا ہے تو اس کی زمین وسیع ہے اس مقام کو چھوڑ سکتے ہو لیکن اللہ پاک کی فرمانبرداری اور اس کی بندگی نہیں چھوڑ سکتے۔ موت نے تو بہرحال آنا ہے جس کے بعد اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب کے لئے پیش ہونا ہے۔

مومنوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے بہت عمدہ وعدے ہیں اسکی راہ میں مشکلات پر صبر اور اُسکی ذات پر توکل ضروری ہے۔ رزق کے متعلق فکرمندی کی ضرورت نہیں وہ اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ سب جانداروں کو رزق دیتا ہے۔ ان کو بھی جو جمع نہیں کر سکتے اور نہ ساتھ لئے پھرتے ہیں۔ بہرحال رزق سب کو ملتا ہے۔ پیٹ کے لئے زندگی گذار دینے اور اصل مقصدِ حیات سے غفلت کا نیک انجام ہرگز نہیں ہوتا۔ یہ میرے سابقہ خطبہ کا خلاصہ ہے۔

آج شروع میں جو آیت میں نے تلاوت کی قرآن کریم میں بنی اسرائیل کے ذکر میں سب سے پہلا حکم یہی ہے، جو اس کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ بنی اسرائیل کا ذکر قرآن کریم میں کثرت سے آتا ہے جن میں بار بار یاد دلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت نعمتیں دیں اور فضیلت بخشی۔ ان سے کہیں بڑھ کر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات سے نوازا ہے۔ دیا گیا انہیں ہی تو یہ دلائے گئے ہیں۔ فرمایا۔ اے بنی اسرائیل میری نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تمہیں عطا کیں اور میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔ اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔

”میرے عہد“ اور ”تمہارے عہد“ سے کیا مُراد ہے ؟ ”میرا عہد“ وہ ہے جو بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا اور بنی اسرائیل کا عہد وُہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا۔ فرمایا تم اس عہد کو پورا کرو جو تم نے میرے ساتھ کیا، تب میں اس عہد کو پورا کروں گا جو میں نے تمہارے ساتھ کیا۔

کسی قوم کا اللہ تعالیٰ سے عہد یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں گے اور اس کے احکام مانیں گے، ایمان کے اقرار کے سوا اور کوئی عہد مراد نہیں ہے۔ ایک مسلمان خواہ مُسلمان کے گھر پیدا ہو یا خود اُس نے اسلام قبول کیا ہو وہ جب کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے تو گویا وہ اس کا عہد ہو جاتا ہے کہ وہ خدا کے بغیر کسی کو اپنا الٰہ نہیں مانے گا۔ اسی کو اپنا معبود اسی کو اپنا مقصود اور اسی کو اپنا محبوب بنائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ صدقِ دل سے جسے اپنا معبود، مقصود اور محبوب مان لے گا تو پھر اسی کی مرضی پر چلے گا اور اسی کے احکام کی تعمیل کرے گا۔ گویا جو لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرتا ہے اور ساتھ محمد رسول اللہ کہتا ہے وہ اس بات کا عہد کرتا ہے کہ وہ احکامِ الٰہی پر کاربند ہوگا۔ اور محمد رسول اللہ صلعم کے پاک نمونہ پر چلے گا۔ یہی دراصل ایک مسلمان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد ہے اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام مسلم قوم پر اس سے کہیں زیادہ ہیں جو بنی اسرائیل پر ہوئے۔

قرآن کریم میں مومنوں کے اس عہد کو وضاحت سے بھی بیان فرمایا ہے۔ جب فرمایا ان اللہ اشترٰی ..... بان لہم الجنۃ، اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے جانیں اور اُن کے مال خرید لئے ہیں اس کے بدلہ میں اُن کے لئے جنّت ہے نہ صرف موت کے بعد بلکہ یہاں پر بھی آگے اسی آیت میں فرمایا۔ وعدہ یہ تھا۔ ذالک ھو الفوز العظیم یہ وعدہ اس کے ذمہ سچا ہے اور اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدے کو کون پورا کرنے والا ہے۔ تم اپنے سودے پر جو تم نے اس سے کیا ہے خوش ہو جاؤ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

ایک اور عظیم الشان وعدہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ساتھ یہ فرمایا ہے کہ ھو الذی ارسل رسولہٗ بالھدٰی ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ، اللہ تعالیٰ وہ ذات بابرکات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کرے۔ ایک اور وعدہ یُوں فرمایا۔

لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین

اور نہ سست ہو اور نہ غمگین ہو اور تم ہی غالب رہو گے۔ اگر تم مومن ہو۔

تاریخ شاہد ہے کہ مُسلمان جب تک مومن رہے تو دنیا میں غالب رہے۔ اللہ تعالیٰ کے عہد کو جب تک وہ پورا کرتے رہے ان کو عروج ملتا رہا۔ ایسا عروج جس کی مثال نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ حقًا علینا نصر المومنین۔ مومنوں کی نصرت ہمارے ذمے ہے ہمیشہ پورا ہوتا رہا۔ تین سو سال تک عروج کا زمانہ تھا۔ پھر بتدریج زوال کا دور شروع ہوا جو ہزار سال تک رہا یُوں تیرہ صدیاں اسلام پر گذریں۔ یہ سب کچھ قرآن کریم کی پیشگوئیوں کے مطابق ہوا۔ جیسا کہ فرمایا:۔

یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہٗ الف سنۃٍ مما تعدون۔

عین جب ایک ہزار کا یہ زمانہ پورا ہوتا ہے یعنی جب اسلام کی تیرہ صدیاں پوری ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو مامور کر کے بھیجا جس کے ذریعہ مسلمانوں کو جو انتہائی انحطاط اور زوال کی حالت میں تھے خوشخبری دی کہ اب اسلام کی فتح کے دن قریب آ گئے ہیں ؎

اِک بڑی مدت سے تھا کفر اِس دیں کو کھاتا رہا۔

اب یقیں سمجھو کہ آئے کُفر کو کھانے کے دن

یہ خوشخبری لے کر وہ آتا ہے اور دعوٰی مجددیت کے بعد سب سے پہلی کتاب فتح اسلام کے نام سے شائع کرتے ہیں جس سے مسلمانوں میں ایک نئی زندگی کے آثار پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کے عروج اور حملہ مذاہب باطلہ پر اسلام کے غلبہ کے ایک دور کا آغاز ہوتا ہے یہاں تک کہ ایک صدی نہیں گذرتی وہ غلبہ کامل طور پر نمایاں نظر آنے لگتا ہے۔ دینی غلبہ کے ساتھ ساتھ دنیوی غلبہ کے لئے بھی آثار پیدا ہونے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ اور قانون کے تحت اس غلبہ کی بنیاد تو ڈال دی ہے جس کی تکمیل انشاء اللہ ہو کر رہے گی۔ مسلمانوں کا جس قدر عروج بے نظیر تھا اسی طرح اُن کا زوال بھی عبرت ناک تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق جس کا احادیث میں کثرت سے ذکر موجود ہے وُہ تمام امور ظاہر فرما دیئے ہیں اللہ تعالےٰ نے اپنے مامور کے ذریعہ ایک ایسی جماعت پیدا کی جس کی کوششوں سے دُنیا کے اندر ایک عظیم الشان تبدیلی واقع ہوئی اور ایک انقلاب آیا جس نے خُدا سے بھاگے ہوئے انسانوں کو پھر خُدا سے ملا دیا غیر تو غیر خود مایوسی کے شکار مسلمانوں کو پھر خدا کی راہ دکھائی۔ اغیار جو اسلام کی حقیقت سے بے خبر تھے اور سخت غلط فہمیوں میں مُبتلا تھے ان میں سے بہتوں کو اسلام اور دینِ اسلام کے سمجھنے میں مدد دی۔ یہ ایک بہت بڑا انقلاب ہے جو دنیا میں آیا۔ اس کا اعتراف دنیا کو جلد یا بدیر کرنا ہوگا کہ یہ انقلاب لانے والا کون شخص تھا اور کس قوم کی کاوشوں کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔

اس مامور الہٰی نے ایک پاکباز، خُدا سے ڈرنے والی، شب بیدار متقی جماعت پیدا کی۔ اِس جماعت کی جب تک حالت بہت اچھی رہی اس کے کاموں میں اللہ تعالےٰ نے برکت ڈالی والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ ہماری راہ میں جو کوشش کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنی راہوں پر ڈال دیتے ہیں۔

اگرچہ دُنیا کی نگاہ میں وہ معمولی لوگ تھے اور اپنی مسلمان قوم کی اکثریت کے نزدیک بھی قابلِ نفرت رہے اور اب تک چلے آتے ہیں لیکن اللہ تعالےٰ نے انہیں جو کامیابیاں دیں دُنیا نے اعتراف کیا ہے کہ اس چھوٹی سی جماعت نے دنیا کو اسلام سے روشناس کرایا ہے۔ ہر مشکل وقت میں خدا تعالےٰ نے اس جماعت کا ساتھ دیا اور اس کی تائید فرمائی ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے مخالف لوگ اس کا انکار کر سکتے ہیں لیکن ہم لوگ خود اس حقیقت کا کیسے انکار کر سکتے ہیں۔ یہ ایک امر واقعہ ہے جو تاریخ میں لکھا جا چکا ہے اور بالآخر دنیا اس کا اعتراف کرے گی۔

اسوقت گو حالات حد سے زیادہ ناموافق اور ناساز گار دکھائی دے رہے ہیں ہم پر خدا تعالےٰ کے عہد کا پورا کرنا پھر بھی لازم ہے۔ ہم تائیدِ الہٰی کی اس وقت اُمید رکھ سکتے ہیں جبکہ ہم اس کے ساتھ کئے گئے عہد کو پورا کریں۔ میں نے کہا تھا کہ یہ وعدہ تو اسی وقت ہو جاتا ہے جب ہم کلمہ طیبہ پڑھ لیتے ہیں مگر ہم نے تو اس سے کچھ بڑھ کر بھی عہد کیا ہوا ہے اس عہد کی طرف ایک بار پھر میں آپ کو توجہ دلاتا ہوں۔

محاسبۂ نفس کی دعوت

ہمارے اندر کمزوریاں پیدا ہو گئی ہیں اس کا ہمیں اعتراف کرنا چاہیئے۔ کمزوریوں میں پڑے رہنا اور اس حالت سے نکلنے کی کوشش نہ کرنا اور بجائے اس کے کہ ان کمزوریوں کو دور کیا جائے اور اس کی تدبیر سوچی جائے دوسروں کو ملامت کرنا کہاں تک درست ہے۔ ہر انسان اپنی اپنی جگہ پر سوچے کہ میں اس کمزوری کا کس حد تک ذمہ دار ہوں اور کس طرح اس کمزوری سے نکل سکتا ہوں جو شخص بھی اس جماعت کے ساتھ وابستہ ہے اپنے دل کو ٹٹولے اور سوچے کہ اس عہد کا جو اس نے کیا ہے کہاں تک پابند ہے۔ اور جماعت کی کمزوری میں اس کی بے توجہی اور غفلت کا کس قدر حصّہ ہے کیونکہ کسی قوم میں جو کمزوریاں ہوتی ہیں ان کی ذمہ داری کسی ایک شخص پر ڈالنا زیادتی ہے۔ دوسروں پر نکتہ چینی کی بجائے اور اپنے آپ کو پاک اور بے گناہ سمجھا جائے خدا کی نظر میں بہت بُری بات ہے جس رکوع سے میں نے شروع میں پڑھا تھا وہیں بنی اسرائیل کو اس بات پر مُجرم ٹھہرایا ہے۔ اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتٰب افلا تعقلون ترجمہ:۔ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو، پس کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

<u>اپنی کمزوری کا اعتراف کرو</u>:۔ قرآن میں یہ ذکر فرمانا دراصل ہمارے فائدہ کے لئے ہے ایسا رویہ جماعت پر ظلم ہے اور اس کی کمزوری کا موجب ہے۔ ایک جماعت کا فرد ہو کر بجائے اپنی کمزوری کا اعتراف کرنے کے اور اپنی اصلاح کی طرف توجہ کرنے کے دوسروں کو طعنے دینا اور اپنی نفسانی خواہشات پر پردہ ڈالنے کے لئے اور اپنی کمزوریوں کو چھپانے کے لئے دوسروں پر دانستہ یا نادانستہ زیادتی کرنا اور اپنی کمزوریوں کو بھُول جانا اس سے بڑھ کر اور کوئی ظلم نہیں ہو سکتا۔ اس سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

<u>وقت کی سب سے بڑی ضرورت</u>:۔ یہ بات جو میں نے اس وقت کہی ہے ہمارے لئے اس وقت کی سب سے بڑی ضرُورت ہے جو ہم سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ ہم نکتہ چینی کی بجائے تعمیری رنگ اختیار کریں ہر ایک شخص سوچے کہ میں اس کمزوری کے دور کرنے کے لئے کیا کر سکتا ہوں۔ خدا سے ڈرے عاجزی سے اس سے دُعا کرے۔ اپنی کمزوری کا لوگوں کے سامنے اعتراف نہیں کر سکتا تو کم از کم خدا کے سامنے ضرور اعتراف کرے اور خاموش راتوں کی تنہائیوں میں اپنے دل میں جھانک کر دیکھے اور خُدا سے ڈرے۔ میں سمجھتا ہوں ہمیں مشکلات سے ڈرنے کی کوئی ضرُورت نہیں ہے اور نہ دُنیا سے خائف ہونے کی ضرورت ہے اپنی کمزوریوں اور بداعمالیوں سے ڈرنا چاہیئے۔ کیونکہ ان کی موجودگی میں اللہ کی نصرت اور حفاظت سے آدمی محروم ہو جاتا ہے پچھلے خطبہ کا جو تھوڑا سا بیان میں نے کیا اس میں ہماری تسلی کا کافی سامان موجود ہے۔ کوئی کیا بگاڑ لے گا۔ جان لیگا تو کل نفسٍ ذائقۃ الموت رزق چھین نہیں سکتا۔ ملک سے نکال دے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الارض واسعۃ۔ ایای فارھبون شرط ہے۔

عہد کا پاس

ہم جب ایک بار فیصلہ کر لیتے ہیں کہ ہم نے ہر حال میں جماعت کا ساتھ دینا ہے اور ہم نے جو عہد ایک مامور الہٰی کے ساتھ ہو کر خدا تعالےٰ سے کیا ہے اس عہد کو نبھانا ہے تو پھر ہمارے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم اس عہد کو سچے دل سے نبھانے والے بن جائیں۔ ہم کتنے ہی قلیل کیوں نہ ہوں، ہم دنیا کی نظروں میں کیسے ہی حقیر اور کمزور کیوں نہ ہوں اگر اللہ تعالےٰ کو ہم نے ناراض نہیں کیا تو اس کی تائید و نصرت ہمارے ساتھ ہو گی۔ اور ہمیں وہ ضائع نہیں ہونے دے گا ہم نے اپنی زندگیوں میں پہلے بارہا دیکھ لیا ہے کہ وہ ہماری تائید سے ہرگز عاجز نہیں وہ اپنے بندوں کو کبھی بھی نہیں چھوڑتا۔ ہمیں اپنے نفسوں کی فکر کرنی چاہیئے۔ اور اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ کرنا چاہیئے۔

ھو اعلم باعدائکم وعلی اللہ فلیتوکل المومنون؟

ترجمہ:۔ وہ تمہارے بداندیشوں کو خوب جانتا ہے، چاہیئے کہ مومن اللہ پر بھروسہ کریں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

والصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد وآلہ واصحابہ

اجمعین،

مذاہب عالم کی تحریک اور پُرامن و پُرسکون زندگی بسر کرنے کا طریق کار

گذشتہ چند ایام میں قیام کے دوران بی بی سی لندن ٹی وی کے پردہ سکرین پر تین مکالمے پیش کئے گئے جن کا باہم گہرا ربط اور زندگی کی حقیقتوں سے باہم شدید تعلق ہے۔

(۱) ایک اتوار کے روز گرجا میں خدا کی حمد و ثناء کے ساتھ ہندو اور مسلمان نمائندوں نے بھی خدا کی حمد و ثناء کے ترانے اپنی اپنی زبانوں میں سنائے. گویا ٹی وی سکرین پر ایک قسم کا مذاہبِ عالم کا خُدا کی ذاتِ بابرکات پر اجتماع کا نظارہ پیش کیا گیا۔

(۲) خدا کی ہستی پر چھ سائنسدانوں سے سوالات اور اُن کے جوابات کا ایک سلسلہ پیش کیا گیا

(۳) ایک خاتون خانہ سے ایک ماہرِ نفسیات نے اس کی طلاق اور اقدامِ خودکشی پر سوالات کر کے ان سے جواب طلب کئے۔ ان تین مکالموں پر راقم الحروف کے دل میں جو تاثرات پیدا ہوئے وہ آپ کی خدمت میں مختصراً پیش ہیں۔ (ڈاکٹر اللہ بخش)

جب ایک سائنسدان سے یہ پوچھا گیا کہ خدا تعالیٰ کی زندہ ہستی کا ثبوت آپ کے پاس کیا ہے، تو اُس نے جواب میں کہا کہ اُس ذاتِ عالی برکات سے ذاتی تعلق یعنی اُس کی عبادت اور اُس سے دُعا۔ اس زمانہ میں جب ایک طرف خدا کی موجودگی و زندہ ہستی کا برملا انکار کیا جا رہا ہے کیونکہ انسان محض اپنے ظاہری حواس اور عقلی دلائل سے اس کی ہستی کا کوئی حتمی ثبوت پیش کرنے سے عاجز ہے تو دُوسری طرف چھ سائنسدانوں کی یہ کوشش کہ وہ خدا کی زندہ ہستی پر ثبوت پیش کریں ایک معنی خیز تبدیلی اور مادی دنیا میں انقلابِ عظیم کے مترادف ہے۔ عقلی دلائل اور کائنات کی اعلیٰ ترتیب و نظام سے بے شک خدا کی ہستی کا ثبوت ظاہر ہوتا ہے۔ بے شک ہر ذرّہ اور ہر پتّہ میں اُسکی جلوہ گری اور اعلیٰ کاریگری کا ثبوت مضمر ہے اور آج کی سائنس نے تو یہ راز کھول دیا ہے کہ ایک خوردبین سے نظر نہ آنے والے ذرّہ میں کس قدر خُدائی تجلّی مضمر ہے کہ اس کے اجزاء کو پھاڑنے سے لاانتہا طاقت بجلی حاصل کی جا سکتی ہے۔ ؎

کیا عجب تُو نے ہر اِک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص + کون پڑھ سکتا ہے سارا دفترِ ان اسرار کا

اگر عمیق نظر سے غور کیا جائے تو سائنس کی ترقی و ایجادات سے خدا کی ہستی اور عالم معاد پر مزید مثبت روشنی پڑتی ہے تاہم یہ بات درست ہے کہ خدا کی زندہ ہستی اور اس کی عالی صفات پر حتمی ثبوت انسان اپنی عقل و دانش اور مطالعہ قدرت سے نہیں پیش کر سکتا۔ کیونکہ آخر کار انسانی دلائل اور کاوشیں اسے صرف اس نتیجہ پر پہنچاتی ہیں کہ اس کائناتِ عالم کا کوئی "صانع ہونا چاہیئے" لیکن یہ بات کہ فی الواقع "وہ موجود بھی ہے" بمعہ اپنی جملہ صفاتِ کاملہ کے، اس پر کوئی عقلی برہان انسان قائم نہیں کر سکتا۔ انسان کے دل میں یہ وسوسہ اُٹھتا ہے کہ اگر کوئی ایسی عظیم ہستی موجود ہے تو وہ اپنے آپ کو اپنے بندوں پر ظاہر کیوں نہیں کرتی؟ جب یہ کائنات تخلیق کر کے خدا نے اپنی ذات کا ظہور فرمایا تو کیا یہ امر ضروری نہیں کہ وہ ہستی براہِ راست اپنے بندوں پر جلوہ گری کرے؟ جب کوئی بندہ اس سے دُعا اور اس کی عبادت و محبت میں ہمہ تن غرق ہو جائے تو پھر کیا خدائے رحیم و کریم سے یہی توقع نہیں رکھی جانا چاہیئے کہ وہ پکارنے والے کی گریہ و زاری اور دردِ دل سے نکلی ہوئی ندا کا جواب بھی دے؟ اگر وہ باوجود اس کے جواب نہیں دیتا تو اس سے کم از کم یہ تو ثابت ہو گیا کہ نعوذ باللہ وہ سننے اور جواب دینے سے قاصر اور عاجز ہے تو پھر ایسے صامت و جامد خدا سے تعلق کا کیا فائدہ؟ مگر قرآن کریم تو ہرگز ایسے خدا کو نہیں منواتا۔ وہ تو یہ تعلیم دیتا ہے کہ خدا تعالیٰ بندے کی مضطربانہ پکار کو سُن کر اس کا جواب دیتا ہے چنانچہ فرمایا امن یجیب المضطر اذ دعاہ ویکشف السوء

خدا تعالیٰ کی ذات تو ایسی رحیم و کریم واقع ہوئی ہے کہ اپنے بندوں کی مضطربانہ دعاؤں کا نہ صرف سنتی ہے بلکہ اس کا انہیں جواب بھی دیتی ہے۔ اور ان کی مصائب و مشکلات کو دور کر دینے کی انہیں خوشخبری بھی قبل از وقت دیتی ہے۔ چنانچہ مزید یہ ارشاد فرمایا کہ لهم البشرٰی فی الحیٰوۃ الدنیا، مومنین کے لئے بشارتیں ہیں بلکہ یہاں تک فرمایا کہ تتنزل علیهم الملٰئکة ان پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ کیا قرآن کریم میں مرقوم نہیں کہ فلاں فلاں نبی نے جب اپنی پیش آمدہ مصائب و مشکلات میں تضرعانہ دعا کی تو انہیں دُعا کی قبولیت کی بشارت بھی ملی، پھر انہوں نے یہ سوال کیا کہ خدایا جس امر کی بشارت تو نے مجھے دی ہے اس کے پورا ہونے کے تو کوئی سامان و ذرائع موجود نہیں ہیں پھر یہ بات کیونکر انجام پذیر ہو گی؟ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے پھر اُسے یہ جواب ملا کہ یقیناً ایسا ہو کر ہی رہے گا۔ پھر واقعات میں آخر کار وہ بات جسے عقل انسانی اور ذرائع و اسباب کی ناموجودگی کی وجہ سے ناممکن قرار دیتی تھی ہو کر ہی رہی۔ قرآن کریم کو خدا کا کلام سمجھنے والے کیا اس کتاب پاک میں انبیاء کی استجابت دُعا کے واقعات کے علاوہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی والدہ کے واقعات نہیں پڑھتے؟ یہ دونوں خواتین نبیہ تو ہرگز نہ تھیں مگر کیا خدا نے اُن پر ان کی مصائب و مشکلات کے وقتوں میں ان کو حتمی بشارتیں نہ دی تھیں جو بعد میں پوری ہوئیں مگر جن کے پورا ہونے کے کوئی وجوہ اس وقت موجود نہ تھے جب وہ بشارتیں انہیں دی گئی تھیں؟ اس اُمتِ محمدیہ میں کیا سینکڑوں ایسے صلحاء و اولیاء اور مامورین و مجددین زمانہ نہیں ہو گذرے جن سے خدا وحی و ولایت کے ذریعہ کلام صادق کرتا تھا؟

خدا تعالیٰ کی زندہ ہستی کا ثبوت اس زمانہ کی حقیقی ضرورت و پکار ہے۔

حاصلِ کلام یہ کہ خدا تعالیٰ اپنے وجود کی خبر خود اپنے بندوں کو پکار کر دیتا ہے تو یہ سلسلہ ایمان ذاتِ الٰہیہ کا بندوں میں چل نکلتا ہے نہ یہ کہ فلاسفروں اور سائنسدانوں کے دلائل و براہین سے۔

اس زمانہ دہریت و مادیت کے وسیع پیمانہ پر پھیل جانے اور خدا کی ہستی سے منکر ہو جانے کا تقاضا کیا یہی نہ تھا کہ ایسے تاریک و منکرانہ زمانہ میں بھی خدا اپنے وجود کا پتہ خود دیتا؟ یقیناً اس ذاتِ عالی برکات نے ایسا ہی کر دکھلایا اور مجدد صد چہاردہم پر اُس نے اپنے مکالمہ وحی ولایت سے تجلی فرما کر بندوں کے یقین و ایمان کو مضبوط کر دیا۔ پس چودہویں صدی میں کسی مامور من اللہ کا ظہور عین ضرورتِ زمانہ کا زبردست تقاضا تھا جسے خُدا نے پورا کر کے بندوں کی طلب و پکار کو پورا کرنے کا سامان کیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ خدا نے جو یہ شہادت اپنے وجود پر پیش کی ہے اسے دہریت و مادیت کے تاریک گڑھوں میں آج پیش کرنے کی کس قدر ضرورت ہے احباب خود اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں!

دوسرا پہلو وہ ہے جسے بی بی سی نے جملہ مذاہب کے نمائندوں کو ایک سکرین پر لا کر اور خدا کی حمد و ثناء کے ترانے پیش کر کے توجّہ دلائی اور وہ یہی ندا ہے جسے قرآن کریم نے اپنے پاک کلام میں یوں ادا کیا ہے کہ یاهل الکتاب تعالوا الیٰ کلمة سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ آؤ اے اہلِ کتاب! خُدا کی توحید کے اصول پر جمع ہو جائیں۔ پھر یہ بات کہ مذاہب کے عالمگیر اجتماع

کی اس وقت طلب کی شدید ضرورت ہے یہ بات خود اس امر سے عیاں ہے کہ جب جملہ دنیاوی امور میں دُنیا میں عالمگیر پیمانہ پر تحریکیں جاری ہو چکیں تو کیا یہ ضروری نہیں ہو گیا کہ مذاہب عالم میں بھی اتحاد و اتفاق کی تحریک جاری ہو ؟ آج عالمگیر اتحاد کا یہ عالم ہے کہ دنیا کے عظیم شہر اپنے اندر تمام اوطان و اقوام کے باشندوں کو موجود پاتے ہیں گویا اس وجہ سے ہم ہر عظیم شہر کو اجتماع اقوام عالم کا مرکز کہہ سکتے ہیں۔ سیاست کے میدان میں بھی اقوام عالم کا اجتماع یو۔ این۔ او کی صورت میں موجود ہے۔ پھر تجارتی اور صنعت و حرفت کے میدان میں تمام دنیا ایک بن چکی ہے۔ ذرائع نقل و حمل کے تیز تر اور سہولت سے میسر آنے کی بدولت اقوام و اوطان کا باہم ربط و ارتباط کس قدر ترقی پذیر ہے حتیٰ کہ کھیلوں نے بھی بین الاقوامی صورت حاصل کر لی ہے۔ ان کے علاوہ خبروں کے دُنیا میں نشر کے ذرائع نے کس قدر ترقی حاصل کی ہے۔ کہ ایک جگہ کی خبر اسی لحظہ مصنوعی سیاروں کے ذریعہ دنیا کے کونہ کونہ میں پہنچ جاتی ہے۔ اخباروں۔ رسائل اور کُتب تو بے شمار تعداد میں شائع ہو کر تمام ممالک میں پھیل جاتے ہیں۔ کیا یہ اس زمانہ کی صاف و نمایاں خصوصیت نہیں ہو چکی ہے کہ یہ ہر رنگ میں بین الاقوامی حیثیت کا حامل ہو چکا ہے۔ تو پھر یہ امر نہ صرف ضروری ہے بلکہ مذاہب عالم میں بھی اتحاد و اتفاق پیدا ہو بلکہ یہ امر لازمی بن چکا ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ اگر دُنیاوی اختلاط و ارتباط تو اتنا گہرا ہو جو اُوپر بیان ہو چکا لیکن اگر دینی میدان میں باہمی مغائرت و منافرت ہو تو اس کا نتیجہ خطرناک ظاہر ہو گا۔ کہ باہم محبت و اُنس اور انصاف و ہمدردی کی بجائے تعلقات منافرت و مغائرت پیدا ہو کر امنِ عالم خطرہ میں پڑ جائے گا۔

اسلام ایک عالمگیر دین ہے۔

لہٰذا ایک ایسے مذہب کی ضرورت لابدی ہے جو تمام دینوں میں صلح و اتفاق قائم کرنے والا ہو۔ جائے غور ہے کہ دینِ اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب نے ایسے اصول وضع نہیں کئے جو جملہ مذاہب میں تفریق کی بجائے اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کا موجب ہوں۔ یہ تو غیر مسلم محققین کا بھی مسلّمہ ہے کہ جس قدر یگانگت و مساوات اسلام نے مختلف المذاہب اقوام و نسلوں میں پیدا کر دکھائی ہے وہ کسی اور دین کو نصیب نہیں ہو سکا۔ اسلام نے ایک عالمگیر رب العالمین خدا کو پیش کیا۔ اسلام نے ایک ایسا مقدس صحیفہ قرآن کریم پیش کیا جس میں دُنیا بھر کی صداقتیں مرکوز اور جمع کر دی گئی ہیں۔ پھر اسلام نے ایک ایسا پیغامبر پیش کیا جو تمام انبیاء کی تاریخ کا خلاصہ اپنی تاریخی حیاتِ طیبہ میں پیش کرتا ہے۔ بالآخر اسلام نے ایک ایسی روحانیت کی بناء ڈالی جو ایک عالمگیر درجہ رکھتی ہے جس میں نسل و رنگ، قوم و وطن کی تفریق باقی نہیں رہی۔ اسلام کے ایسے عالمگیر اصولوں کو الم نشرح کر کے انہیں عالمگیر طور پر اشاعت کی کس قدر ضرورت ہے احباب اس کا اندازہ خود لگائیں!

جیسے میں نے اُوپر بیان کیا ہے تیسری بات جو ٹی۔ وی بی بی سی لندن پر دکھائی گئی اور جسے میں نے شوق اور عبرت سے دیکھا وہ یہ تھی کہ ایک ادھیڑ عمر خاتون سے ایک ماہرِ نفسیات نے سوالات کئے جن کے جوابات وہ دیتی رہی۔ وہ خاتون ایک نرس تھی جس نے گھریلو زندگی سے تنگ آ کر خودکشی کی کوشش کی تھی مگر بروقت علاج سے اس کی جان بچا لی گئی تھی۔ مگر بعد میں اُس نے اپنے خاوند سے طلاق لے لی تھی۔ ماہرِ نفسیات کے سوالوں کے جواب میں جو کچھ اُس نے کہا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کی گھریلو زندگی بہت ناخوشگوار تھی اور اس وجہ سے وہ اکثر پریشان رہا کرتی۔ آخر کار یہ پریشانی حد سے بڑھ گئی تو اس نے نشہ آور گولیاں زیادہ مقدار میں کھالیں مگر اُسے ہسپتال میں لے جایا گیا جہاں مناسب علاج معالجہ سے وہ بچ گئی۔ مگر چونکہ وہ اپنے خاوند کے سلوک سے پریشان رہتی تھی اس لئے اس نے اس سے طلاق حاصل کر لی۔ اُس نے یہ تسلیم کیا کہ جب ایسے معاملات میں ناچاقی رہے تو قصور طرفین کا ہوا کرتا ہے۔ اب اُس نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ وہ خود مختارانہ و آزادانہ زندگی بسر کرے گی اور کسی پر بھروسہ نہ کرے گی۔

ٹی وی سکرین پر ایک خاتون کی یہ آپ بیتی دیکھ کر مجھے خیال پیدا ہوا کہ ہمارے مُلک اور اسلامی تہذیب کے زیر اثر کس قدر کثرت سے خواتین ہیں جو باوجود ناخوشگوار و ناساعد حالات کے ساری عُمر اپنے خاوند، بچوں اور گھر سے وفاداری کا رشتہ استوار رکھ کر تمام عُمر گذار دیتی ہیں۔ مگر رشتۂ ازدواج کو قائم رکھتی ہیں کیونکہ اسلام میں طلاق اگرچہ جائز ہے مگر بہت ہی کم اور خال خال ہوتی ہے چنانچہ قرآن کریم میں نیک خواتین کی پہلی صفت یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ خاوند کی فرمانبردار ہوتی ہیں۔ فالصٰلحٰت قٰنتٰت حٰفظٰت للغیب نیک بی بیاں فرمانبردار اور خاوند کے مال و عزت کی محافظ ہوا کرتی ہیں مگر مغربی تہذیب میں یہ عام کمزوری ہے کہ ذرا ذرا سی خاوند کی بات پر ناراض ہو کر بیزار ہو جاتی ہیں اور نوبت طلاق اور خودکشی تک پہنچ جاتی ہے حالانکہ اگر صبر و حوصلہ سے کام لیا جائے تو آپس میں عمر بھر کا تعلق قائم رکھا جا سکتا ہے اس میں شک نہیں کہ مشرقی روایات میں کئی مرد بھی اسلامی معیارِ تہذیب پر پورے نہیں اُترتے۔ اور امر بالمعروف کے سنہری اُصول پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ نیز رسولِ خُدا صلے اللہ علیہ وسلّم کے اس قول کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو یہ ہے کہ خیرکم خیرکم لاھلہ۔ تم میں بہترین وہ شخص ہے جو اپنی اہلیہ سے بہترین سلوک روا رکھتا ہے مگر باوجود کئی مردوں کے ایسا ناروا سلوک کے مسلمان خواتین میں اب تک بھی جو نسوانی روایات، صبر، حوصلہ، وفاداری، عُمر دُکھ سُکھ میں گذر بسر ایسا کسی دُوسری قوم میں دیکھا نہیں گیا۔ البتہ مغربی تہذیب کے زیر اثر یہ افسوسناک رجحان ترقی پذیر ہے۔

باہمی تعلق کے اصول کو اگر زیادہ وسعت پذیری سے دیکھا جائے تو یہی بات معلوم ہو گی کہ تعلقات میں رواداری، حُسنِ سلوک، صبر و حوصلہ جس قدر بھی دکھلایا جائے اتنا ہی نتائج عُمدہ نکلتے ہیں۔ نیز تعلقِ وفا میں یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ طرفین میں اخلاقی اقدار کی برقراری موجود رہے نہ کہ صرف مادی اقدار مدنظر ہوں۔

بی بی سی لندن کے ان پروگراموں سے مفصلہ ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں۔ (۱) دُنیا میں زندہ خدا کی تلاش ہے۔

(۲) ایک عالمگیر دین کی طلب موجود ہے۔

(۳) تعلقاتِ انسانیہ میں جب تک اخلاقی اقدار مدنظر نہ ہوں محض مادی اقدار سے تعلقات باہمی مضبوط استوار نہیں ہو سکتے۔ ان عالی اقدار کی غیر موجودگی میں پُر امن و پُر سکون زندگی بسر نہیں ہو سکتی۔

اپیل برائے جلسہ فنڈ ۱۹۸۲ء

اخی مکرمی و محترمی ـــــــ السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

امامِ وقت حضرت اقدس نے ہمیں جن دینی خصوصیات سے نوازا ہے ان میں جلسہ سالانہ کا انعقاد ایک ایسی خصوصیت ہے جو اسلام میں اجتماعی زندگی کی بنیاد ہے۔ اور اس سے تبلیغ اسلام کے خوش کن نتائج متوقع ہوتے ہیں۔ امسال یہ اجتماع اپنی روایتی شان و شوکت سے ۲۵ تا ۲۸ دسمبر ۸۲ء منعقد ہو رہا ہے۔ بیرون پاکستان سے غیر معمولی تعداد کی شمولیت متوقع ہے جملہ احباب و خواتین کی اس میں شمولیت بیحد ضروری ہے۔

موجودہ دور میں جبکہ افراطِ زر کی وجہ سے خورد و نوش کی ہر چیز مہنگی ہو گئی ہے اشاعتِ اسلام کے ذرائع بھی بہت سے اخراجات کے متقاضی ہیں، احباب سے گذارش ہے کہ وہ موجودہ مخصوص مہنگائی کے پیش نظر دل کھول کر جلسہ فنڈ میں چندہ دے کر اپنی درخشندہ روایات کو قائم رکھیں اور عنداللہ ماجور رہوں۔

والسلام خاکسار جنرل سیکرٹری (مرزا) مسعود بیگ

حضرت مولانا صدرالدین مرحوم کی پہلی برسی کے موقع پر

مکرم سید ناصر احمد صاحب کی تقریر

خواتین و حضرات! احمدیہ بلڈنگس میں بچپن سے اب تک رہنے کے حوالے سے چند ذاتی تاثرات اس وقت حضرت مولانا صدرالدین مرحوم کی برسی کے موقع پر بطور عقیدت پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔

آج سے ٹھیک ایک سال پہلے ۱۵ نومبر کو حضرت مولانا صدرالدین صاحب اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایک مدت تک ہم ان کی تقاریر اور خطبات اس مسجد میں سنتے رہے۔ ہم ان کے وجود کو احمدیہ بلڈنگس میں یوں محسوس کرتے تھے جیسے کوئی شفیق باپ اپنے خاندان کے افراد کی مشفقانہ سرپرستی کرتا ہو۔ ان کی پُراثر شخصیت، خود اعتمادی، حوصلہ اور شجاعت پوری جماعت کے لئے بالعموم اور احمدیہ بلڈنگس کے مکینوں کے لئے بالخصوص بڑی ڈھارس کا موجب تھی۔ مختلف نازک اور پُرخطر موقعوں پر ہم ان کے ایمان اور حوصلہ سے اپنی ہمتوں کو سنوارتے اور مشکلات کو برداشت کرنے کی توفیق پاتے۔ ان کی نفاست پسندی، نیکی، پاکیزگی، شگفتہ مزاجی اور دین سے لگاؤ، ہمیں نیک زندگی گذارنے کے لئے ایک نئی امنگ اور شوق بخشتا۔ مولانا مرحوم حضرت اقدس بانئے سلسلہ احمدیہ کے فیض یافتہ تھے جن کے رخصت ہونے سے تحریکِ احمدیہ لاہور کے سنہرے دور کی ایک نشانی اور رخصت ہوئی۔ احمدیہ بلڈنگس ایک ایسے بزرگ سے محروم ہوگیا جو اس کی عظمتِ رفتہ کا ایک نشان تھا۔ خداوند کے حضور دست بدعا ہوں کہ وہ حضرت مولانا مرحوم پر اپنی رحمتوں کی بارشیں نازل فرمائے۔ اور انہیں اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ ؎

اے خدا بر تربتِ او بارشِ رحمت ببار + داخلش کن از کمالِ فضل در بیت النعیم

خواتین و حضرات! مولانا مرحوم نہایت ہی اعلیٰ پایہ کے مقرر تھے۔ ان کا طرزِ بیان نہایت سادہ لیکن دلکش اور پُراثر ہوتا تھا۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اسلامی تاریخ کے واقعات کو اس طریق پر بیان کرتے کہ واقعات ذہنوں میں محفوظ ہو جاتے۔ اپنی تقاریر اور خطبوں میں ہر جملہ اور ہر دلیل اس یقین اور خود اعتمادی سے بیان کرتے کہ سننے والے پر دیر تک اس کا اثر رہتا۔ وہ اکثر اپنے خطبوں میں خداخوفی کی زندگی گذارنے پر بہت زور دیتے تھے۔ آج بھی ان کے ادا کئے ہوئے قرآن مجید کے الفاظ **اتقوا اللہ** میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔

اپنی زندگی کے آخری ایام میں ان میں کافی کمزوری آچکی تھی اور مولانا مرحوم اوپر کی منزل سے نیچے نماز کے لئے مسجد میں نہ آسکتے تھے۔ لیکن اس حالت میں بھی ان کی آواز میں ہمیشہ جیسی تمکنت، ہمت اور عزم موجود تھا۔ گذشتہ سال کی بات ہے، تربیتی کلاس کے لئے نوجوان مختلف جماعتوں سے مرکز میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ نوجوانوں کا حضرت مولانا سے ملاقات کا انتظام کیا گیا۔ اس پروگرام کا انتظام محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے کیا تھا۔ چنانچہ سب نوجوانوں کے ہمراہ وہ خود بھی تشریف لے گئے۔ ڈاکٹر صاحب کا خیال تھا کہ شاید کمزوری کے باعث حضرت مولانا نوجوانوں سے کچھ خطاب نہ کرسکیں گے اس لئے انہوں نے کہا کہ مولانا نوجوانوں کے لئے دُعا فرمادیں۔ ڈاکٹر صاحب کی توقع کے خلاف حضرت مولانا نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا "ٹھہریئے" ہم سب یک لخت حضرت مولانا کی طرف متوجہ ہوئے انہوں نے نوجوانوں کو نصیحت فرمائی کہ:۔

"وہ جہاں بھی ہوں جس کام میں مصروف ہوں، ملک میں ہوں یا ملک سے باہر ہوں تعلیم حاصل کر رہے ہوں یا تجارت کرتے ہوں اپنی زندگی کو خدا سے ڈر کر گذاریں۔ کیونکہ یہی اسلام ہے اور اسی میں کامیاب زندگی کا راز مضمر ہے۔"

حضرت مولانا نے چند منٹ تک اسی قسم کی نوجوانوں کو نصیحتیں فرمائیں اور پھر دُعا کی۔ اس کے بعد سعید ڈھیری، ضلع پشاور کے ایک احمدی نوجوان جو انجینئرنگ کے طالب علم تھے انہوں نے حضرت مولانا کے ہاتھ پر بیعت کی حضرت مولانا نے باقاعدہ ان کی بیعت لی اور ان کی کامیابی کے لئے دُعا فرمائی اور شاید یہ آخری بیعت تھی جو حضرت مولانا نے لی۔ غرضیکہ حضرت مولانا آخری دم تک نیکی اور ہمت کا نمونہ تھے جس کی یادیں دیر تک دلوں میں نیکی کی تحریک کا باعث بنتی رہیں گی۔

تحریکِ احمدیہ لاہور کی ترقی میں حضرت مولانا صدرالدین صاحبؒ کا حصہ اہمیّت کے لحاظ سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے۔ انگریزی اخبار لائٹ کا اجراء ہو یا پیغام صلح کا ابتدائی دور، انجمن کے تعلیمی میدان میں کارہائے نمایاں ہوں یا انگریزی ترجمۃ القرآن کے پہلے ایڈیشن کی انگلستان میں طباعت واشاعت، ووکنگ مسلم مشن کی اسلامی خدمات ہوں یا ماہنامہ اسلامک ریویو کی ادارت، جرمن مسلم مشن کا قیام ہو یا برلن مسجد کی تعمیر، انجمن کے لئے زرعی زمینوں کا معاملہ ہو یا احمدیہ بلڈنگس میں مارکیٹوں کی تعمیر، غرضیکہ ہر ایک کام میں حضرت مولانا کی ہمت، استقلال، قوتِ ایمانی، شجاعت، اسلام کے لئے محبت اور آنحضرت صلعم کے لئے غیرت کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ اس مختصر وقت میں حضرت مولانا کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنا ممکن نہیں۔ ان پہلوؤں سے متعلقہ واقعات کو آپ میں سے اکثر احباب بخوبی جانتے ہیں۔

میں اس مجلس میں صرف چند باتوں کا ذکر کروں گا۔ انگلستان کی ایک نومسلم خاتون نے ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغِ اسلام کے سلسلہ میں خدماتِ جلیلہ کا ذکر "مشرق کے تین دانشور" کے عنوان کے تحت کیا ہے۔ اور اس ضمن میں حضرت مولانا صدرالدین صاحب کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ وہ لکھتی ہیں:۔

"ووکنگ مسجد میں ہر اتوار کو لیکچر ہوتے، یہ لوگ مشرق سے آئے تھے اور اپنے دین کی دعوت و تبلیغ کے لئے سب کچھ قربان کر کے مغرب کی انجان بستی میں آ بیٹھے تھے۔ یہاں کے باسی ان کی بدیسی ذات اور ان کے اجنبی مذہب کے خلاف تھے۔ بڑی مخالفت ہوئی مگر ان نوواردین کا صبر گویا پتھر کا تھا۔ ہم ان مشرقیوں کو سنتے۔ وہ تین تھے۔ ان کے سروں پر خوبصورت پگڑیاں تھیں۔ اس وقت میں ان کو مشرق کے وہ تین دانشور خیال کرتی تھی جن کی تصویر میں نے دیکھی ہوئی تھی۔ کہ وہ ایک ستارے کی رہنمائی میں ایک ایسے مہد کی تلاش میں سرگرداں ہیں جس میں ایک معصوم و حسین بچہ آرام کر رہا ہے (اس میں اشارہ حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کی طرف ہے) اس وقت میں بچی تھی اور اپنے والد مرحوم کے ساتھ اکثر مسجد ووکنگ آیا کرتی تھی۔ اور خیال کرتی تھی کہ یہ تینوں یعنی منشی نور محمد صاحب، حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اور حضرت مولانا صدرالدین صاحب وہی تین دانشور ہیں جو تصویر میں دکھائے گئے ہیں۔ جب میں جوان ہوئی تو میں نے محسوس کیا کہ وہ واقعی مشرق کے تین دانشور تھے جو ایک ستارہ یعنی اسلام کی پیروی کرتے ہوئے اس مہد کی تلاش میں یہاں آ نکلے تھے اور اسلام کی پرورش و تربیت کے لئے اور اس کو پروان چڑھتے دیکھنے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر کے اس اجنبی دنیا میں آ بیٹھے تھے۔ وہ مہد جو انہوں نے تلاش کیا ووکنگ مسجد تھی۔

میں آج سوچ رہی ہوں کہ وہ تین دانشور جو یہاں ایک مہد کی تلاش میں اپنا گھر بار، دوست احباب چھوڑ کر آئے تھے پوری طرح اپنے مقصد میں کامیاب ہیں اور ان کی قربانیاں مقبول ہیں۔ ایک وقت تھا کہ عید کے موقعہ پر چند افراد دکھائی دیتے تھے مگر آج ہزاروں لوگ یہاں جمع ہوتے ہیں۔ کاش وہ تینوں دانشور اس منظر کو دیکھتے۔ مگر اب ان میں سے صرف ایک حضرت مولانا صدرالدین صاحب دیکھنے والے رہ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی بہترین نوازشوں سے متمتع فرمائے جنہوں نے

انگلستان میں اسلام کا بیج بویا۔"

خواتین وحضرات! اب وہ ممتاز دانشور بھی ہم سے رخصت ہو چکا ہے اور آج ہم ان کی یاد کو تازہ کرنے کے جمع ہیں۔

خواتین وحضرات! اب ذرا مغربی جرمنی کے شہر برلن چلیں جہاں حضرت مولانا صدرالدین صاحب کا زندہ جاوید کارنامہ برلن مسجد موجود ہے۔ اور جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ حضرت مولانا کی طرح اس کی عمارت بھی کشادہ، پرشکوہ اور نفیس ہے۔ اس کو دیکھ کر انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ یورپ کے مرکز میں ایسی شاندار مسجد کیونکر ممکن ہو سکی۔ یہ مسجد جماعت احمدیہ لاہور کے مخلص مردوں، اور عورتوں کا مغرب میں تبلیغ اسلام کے لئے بے مثال جذبہ اور قربانی کا زندہ ثبوت ہے۔

حال ہی میں ایک جرمن نومسلم صحافی نے جرمنی میں اسلام کی تاریخ کے موضوع پر کتاب شائع کی ہے جس میں ایک پورا باب جرمن مسلم مشن اور برلن مسجد کی اسلامی خدمات کا شاندار الفاظ میں ذکر کیا ہے اس باب کا جرمن سے انگریزی میں ترجمہ ہمارے نومسلم نوجوان بھائی سلیم احمد صاحب نے لندن سے ارسال کیا ہے۔ جو لائٹ اخبار میں شائع ہو چکا ہے۔ عنقریب اس کا اردو ترجمہ پیغام صلح میں بھی شائع ہو گا۔ اس وقت موقع کی مناسبت سے میں اس میں سے چند اقتباسات پیش کرتا ہوں۔

"جرمنی میں ۱۹۲۴ء تک صحیح معنوں میں مسلم تنظیم کا وجود نظر نہیں آتا۔ مگر ۱۹۲۴ء میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور پاکستان (جو ربوہ رقادیان کی احمدیہ تحریک یا مشن سے الگ ہے) کے ہندوستانی امام مولانا صدر دین صاحب نے برلن میں مسجد کی تعمیر کے ارادہ سے ایک مسلم انجمن قائم کی۔ اس مسجد کو لاہور (پاکستان) میں موجود ان کی جماعت کے منصوبہ کے مطابق یورپ میں اسلامی مرکز کے طور پر استعمال ہونا مقصود تھا۔"

"اس مسجد کا افتتاح ۲۶۔ اپریل ۱۹۲۵ء کو مسلم انجمن برلن کے سربراہ مولانا صدرالدین صاحب کے ہاتھوں ہوا۔ اس اہم تقریب میں شرکت کرنے والی ممتاز شخصیتوں میں کمال پاشا ممتاز سفیر ترکی، ایرانی سفیر جناب سری ہوسس ساتما صدری اور افغانستان کے سفیر سردار غلام صدیق خاں صاحب بھی شامل تھے۔۔۔۔۔ شروع سے ہی برلن مسجد مسلمانوں اور دیگر اقوام کے لئے کھلی رکھی گئی۔ افتتاح کی تقریب کے موقع پر امام صاحب نے فرمایا۔ "ہماری مسجد فراخدلی کے ساتھ خدا کی وحدانیت اور انسانی بھائی چارہ کا درس دیتی رہے گی۔ یہ عبادت گاہ ہمیشہ یہ واضح کرتی رہے گی کہ ہم سب کا آقا صرف اور صرف خدائے واحد ہی ہے۔ یہ اس ملک میں ببانگ دہل اعلان کرتی رہے گی کہ ہم بلاتفریق تمام انبیاء کو تعظیم کرتے ہیں خواہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوں یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں یا حضرت محمد رسول اللہ صلعم، نیز اس امر کا بھی اعلان کرتی رہے گی کہ ہم تمام صحف مقدسہ پر بھی ایمان رکھتے ہیں خواہ وہ عہد نامہ جدید ہو یا عہد نامہ قدیم یا قرآن مجید۔"

"۱۹۳۹ء تک اس مسجد سے جرمن زبان میں خاصی تعداد میں قیمتی تصانیف منظر عام پر آئیں۔ جس کا ایک بڑا حصہ آج بھی برلن فری یونیورسٹی لائبریری اور واشنگٹن کی کانگریس لائبریری میں موجود ہے۔"

"۱۹۳۸ء میں مسجد کا ایک نادر تحفہ یعنی قرآن کریم کا پہلا عربی جرمن ایڈیشن مترجم مولانا صدرالدین صاحب شائع ہوا۔ فاضل مترجم نے ترجمہ کے ساتھ تفسیر کا اضافہ بھی کیا۔ اس کا دیباچہ جرمن اور عیسائی قارئین کے لئے بے حد مفید ثابت ہوا۔ اس کے دیباچہ میں حضرت مولانا موصوف فرماتے ہیں۔ "جرمن میں اسلام کو غیر متعصبانہ ممنونیت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ چنانچہ مجھے یقین کامل ہے کہ جرمنی کے عوام ایک مسلمان کا کیا ہوا جرمن میں ترجمہ کو دوستانہ خوش آمدید کے ساتھ قبول کریں گے۔"

"برلن مسجد میں رکھی گئی مہمانوں کے تاثرات کی کتاب کے مطالعہ سے اس کی بین الاقوامی حیثیت کا پتہ چلتا ہے۔ جو جنگ عظیم دوم کی ابتداء تک اس اسلامی مرکز کو حاصل تھی۔ چند مہمانوں کے نام یہ ہیں۔ سر آغاخان۔ صدر لیگ آف نیشنز۔ (۲) چیف آف وار وزیر امیر تکیب ارسلان موسیٰ دہلی۔

(اس وقت کے مراکو کے شیخ الاسلام کا صاحبزادہ، مہاراجہ آف بروده، سر مرزا اسماعیل وزیر اعظم میسور مر لیاقت علی بھوپال کے وزیر مملکت اور جسٹس سر عبدالقادر، اس کتاب میں برلن کے مقام پر ۱۹۳۶ء کی اولمپک کھیلوں میں حصہ لینے والے مسلمان کھلاڑیوں کے بھی دستخط موجود ہیں۔")

"اس وقت کا ذکر بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ عظیم اسلامی مفکر، فلاسفر اور شاعر علامہ اقبال جن کی وفات ۱۹۳۸ء میں ہوئی اس مسجد کے دوست اور معاون تھے۔"

یہ پورا مضمون نہایت دلچسپ ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ وقت کی کمی کی وجہ سے میں نے چیدہ چیدہ باتیں آپ کو سنائی ہیں۔ احباب اس کو پیغام صلح میں شائع ہونے پر ضرور پڑھیں۔

مختصر یہ کہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی اسلامی خدمات نہایت درخشاں ہیں اور احمدی نوجوانوں کے لئے مثال ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کے حالات کو پڑھیں ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی زندگیوں کو صحیح معنوں میں سنواریں۔ اور خدا کی رحمتوں کے وارث بنیں۔

یقین جانیے کہ تحریک احمدیت کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ ہم میں دین اسلام کے لئے ایک زبردست جذبہ اور شوق پیدا ہو اور ہم اس کی اشاعت کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے والے ہوں۔ اے خدا تو ہماری دعاؤں کو قبول فرما اور ہمیں اپنی بخشش سے نواز۔ آمین

* * * *

حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو وادیٔ کشمیر میں دفن کیا گیا تھا؟

چھان بین کے لئے اسرائیلی ماہرین کا دورۂ کشمیر

سری نگر۔ ۳۰ ستمبر۔ اسرائیل کے ماہرین آثار قدیمہ اور مؤرخوں کے ایک وفد نے اس ماہ کے وسط میں مقبوضہ کشمیر کے متعدد علاقوں کا دورہ کیا۔ اس دورے کا مقصد اس روایت کی چھان بین بتایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وادیٔ کشمیر میں دفن کیا گیا تھا۔ وفد کے ارکان سری نگر کے ایک گنجان آباد محلے روزا بل اور پچاس کلومیٹر دور بندی پورہ کے بعض علاقوں میں بھی گئے اور مقبوضہ کشمیر کے بعض اعلیٰ افسروں، ماہرین آثار قدیمہ اور اساتذہ سے ملاقات کر کے اس مسئلے پر تبادلہ خیال کیا۔

مشہور کشمیری مؤرخ کلہانا کی تصنیف راج ترنگنی میں دو پیغمبروں کا ذکر کیا گیا ہے جبکہ مشہور محقق فدا حسین کے مطابق وادیٔ کشمیر کے بعض قدیم دستاویزات میں حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ کے حالات درج ہیں بعض غیر مصدقہ روایات کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسد خاکی کو صلیب سے اتار کر ایک پر فضا مقام پر دفن کیا گیا تھا اور یہ مقام وادیٔ کشمیر بتایا گیا ہے۔ (حضرت) مرزا غلام احمد قادیانی نے اسی روایت[1] کی بنیاد پر مسیح موعود اور مسیح ثانی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اور مری کو حضرت مریم علیہا السلام سے منسوب کیا تھا کئی سال قبل سابق وزیر اعلیٰ بخشی غلام محمد نے بھی یہودی دانشوروں کے ایک وفد سے ملاقات کے دوران کشمیریوں کو یہودی النسل قرار دیا تھا کہ کشمیری یہودیوں کے گم شدہ قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔

(بحوالہ نوائے وقت مجریہ یکم اکتوبر ۸۲ء صفحہ ۲ کالم ۵)

* * * *

[1] روایت کی بنیاد پر نہیں بلکہ صحیح حدیث کی بنیاد پر یہ دعویٰ کیا گیا۔

جناب ارجمند صادق صاحب،

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے:

جلسہ سالانہ کی تاریخوں کا اعلان ہو چکا ہے۔ ہر سال یہ جلسہ حضرتِ اقدس کے فرمان کے مطابق منعقد ہوتا ہے۔ اس سال یہ اجتماع ۲۵ دسمبر سے دارالسلام میں شروع ہوگا۔

جلسہ سالانہ کی تاریخوں کے اعلان کو پڑھ کر میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اپنے نوجوان بھائیوں سے پیغام صلح کے ذریعہ کچھ عرض کر دوں۔ قوموں کی تاریخ میں اتار چڑھاؤ قانونِ قدرت کے عین مطابق ہے۔ اور تاریخ سازی کے لئے کسی قوم کا آزمائش اور ابتلاء سے گزرنا انتہائی ضروری ہے۔ وہ قومیں جو آزمائش کی گھڑیوں میں ثابت قدم رہتی ہیں تاریخ ساز کہلاتی ہیں اور جن کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں اُن کی جگہ ایک نئی قوم لے لیتی ہے۔ یہ خدا کا قانون ہے جو ازل سے ابد تک رہے گا۔

مصائب و آلام کے دور میں قوم کی کشتی کو بھنور سے نکالنے والا طبقہ نوجوانوں کا ہوتا ہے۔ اور اس طبقہ پر پوری قوم کی نظریں لگی ہوتی ہیں اور وہی شکل میں شمع کا کام دیتا ہے۔ ہم اپنی تاریخ کے مشکل ترین ایام سے گذر رہے ہیں لیکن پریشانیوں اور ابتلاء کا یہ دور ہمیشہ نہیں رہے گا بشرطیکہ ہم خدا، اُس کے رسُول صلعم اور مجدد وقت کے بتائے ہوئے اصولوں پر کاربند رہیں۔ یاد رکھیں امتحان صرف ان قوموں کا ہوتا ہے جو خدا کو سب سے زیادہ عزیز اور پیاری ہوتی ہیں۔ ایسے میں انہیں ثابت کرنا ہوتا ہے کہ وہ خُدا سے کتنا پیار کرتے ہیں۔ یا خدا کی محبت کے کتنے حقدار ہیں۔

ہم جو مامور کو ماننے والے ہیں ہم نے مامور سے ایک وعدہ کیا ہوا ہے اور وہ ہے "دین کو دُنیا پر مقدم رکھنا"۔ میں اپنے نوجوان بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ خدارا اس عہد پر کاربند ہوں اور تمام نوجوان اس جلسہ سالانہ پر ہر قسم کی قربانی دے کر اور تمام دنیاوی کاموں کو ترک کر کے شریک ہوں۔ اور اپنے اس عہد کی تجدید کریں اور عملاً جماعتِ احمدیہ لاہور سے اپنی وابستگی کا ثبوت دیں۔ میرا ایمان ہے کہ خدا آپ کو اس کا صلہ دے گا۔ انشاء اللہ! انشاء اللہ!

اپیل برائے دستکاری

جلسہ سالانہ ۲۴ دسمبر ۸۲ء سے منعقد ہو رہا ہے۔ بہنیں اور بچیاں حسبِ دستور دستکاری کی تیاری میں مصروف ہوں گی۔ درخواست ہے کہ اس کی تکمیل جلد از جلد کر کے منتظمین دستکاری تک پہنچائیں۔ ہر شہر اور علاقے کی دستکاری اپنی اپنی متعلقہ منتظمین تک پہنچائی جائے کیونکہ اس سال بھی حسبِ روایت ہر شہر کی دستکاری کے الگ الگ سٹال ہوں گے۔

لاہور میں مقیم خواتین اپنی تیار شدہ دستکاری براہ راست محترمہ ناصرہ ملک صاحبہ یا راقم الحروف تک پہنچائیں۔

احمدیہ بلڈنگس میں محترمہ صابرہ رحمان صاحبہ اور دارالسلام میں محترمہ عظمت رفیق صاحبہ اور محترمہ بیگم راجہ محمد افضل صاحبہ کو دستکاری کی اشیاء پہنچائی جا سکتی ہیں۔

(محترمہ) صفیہ جاوید (صاحبہ)

نظامِ ربوبیّت

— ابوالاسرار رمزی - جودھ پور (بھارت)

(صحابہؓ کرام کے عہدِ زریں کا ایک منظر)

جو ذرّے پامال ہو رہے تھے اُفق پہ وہ آسماں کی چھائے

یقیں کا زینہ بلند کر کے شعاعیں سورج کی چھین لائے

قوی ستونوں کو ڈھا دیا ہے گلیم پوشوں کے بازوؤں نے

جگر پہاڑوں کا چیر ڈالا خُدا کے مخلص سپاہیوں نے

بساطِ باطل اُلٹ کے رکھ دی اکھاڑ ڈالی بُنِ ہمالہ

گرا دیا عزمِ آہنی نے جلال و جبروت کا شوالہ

انھوں نے تکبیر جب کہی ہے فلک کا گنبد ہلا دیا ہے

وہ ایسی دیوار بن گئے تھے کہ جیسے سیسہ پلا دیا ہے

ضرورتوں نے جہاں پکارا وہیں عَلم لے کے ڈٹ گئے ہیں

اگرچہ ٹوٹے ہیں دانت ان کے بدن سے بازو بھی کٹ گئے ہیں

برابری کے حقوق لائے، سلامتی کا پیام لائے

عمل کے میدان میں اُتر کر ربوبیّت کا نظام لائے

نبیؐ کے جاں باز ساتھیوں نے ملوکیّت کا طلسم توڑا

جو خواب دیکھا تھا بیکسوں نے اُسے حقیقت بنا کے چھوڑا

نظام ایسا کیا تھا برپا عوام خوشحال و مطمئن تھے

زمیں کو جنّت بنا دیا تھا سہانی راتیں سنہرے دن تھے

مبصروں کا یہ فیصلہ ہے نظام ایسا کہیں نہیں ہے

اگر یہ کہیں تو بے ریاست جو ہے سیاست تو دیں نہیں ہے

اڑسٹھواں جلسہ سالانہ ۱۹۸۲ء

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ محض اپنے فضل سے ہم جملہ وابستگان مجدد صد چہاردہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو یہ توفیق اور موقع دیا کہ پھر ایک دفعہ سب بھائی، بہنیں اور بچے مل بیٹھے! انسان غور کرے تو معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یہ بہت بڑا انعام و احسان ہے۔ ورنہ زندگی کا کیا اعتبار، پلک جھپکنے کا دعویٰ بھی انسان نہیں کرسکتا۔

حضرتِ اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر اس جلسہ کی بنیاد رکھی اور اس میں شامل ہونے والوں کے لئے بڑی دعائیں فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر حال میں اُن کا معین و مددگار ہو۔ اُن پر، اُن کے عیال پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ اور ہر دکھ، درد، تکلیف سے انہیں اپنی حفاظت میں رکھے۔

جب آپ نے اس جلسہ کی بنیاد رکھی تھوڑے لوگ آپ کے ساتھ تھے لیکن الٰہی بشارتیں خبر دے رہی تھیں کہ یہ کونپل ایک تناور درخت بنے گا۔ اس کی شاخیں زمین کے کناروں تک پھیل جائیں گی۔ فرمایا "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" اور

یاتون من کل فجٍ عمیق۔ تیری طرف دور دور سے لوگ (تجھ سے دین سیکھنے کے لئے) آئیں گے۔

کیا کوئی قیافہ شناس ایسی بات کہہ سکتا ہے۔ جب کہ حضرتِ اقدس خود فرماتے ہیں ؎

میں تھا غریب و بیکس و گمنام بے ہُنر + کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیان کدھر

تمام ظاہری اسباب، ذرائع جن سے ایک انسان شہرت پاتا ہے، یا اس کی طرف لوگوں کا رجوع ہوتا ہے وہ سب مفقود! اور جس کو اس کی بستی والے بھی نہیں جانتے، خبر یہ دی جا رہی ہے کہ تو زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور لوگ کثرت سے دُور دُور سے تیرے پاس علمِ دین سیکھنے کے لئے آئیں گے۔

برادرانِ کرام! آپ جب جلسہ سالانہ جو کہ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷، ۲۸ دسمبر کو منعقد ہو رہا ہے اور رُوحانی پرندوں کو جو دُنیا کے مختلف اطراف و جوانب سے تشریف لائیں گے ان کو دیکھ کر، اُن سے مل کر اُن کا حال سُن کر یقیناً آپ کا ایمان تازہ نہیں بلکہ زندہ و فعال ہو جائے گا۔

کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ قادیان کی بستی! جہاں نہ ریل جاتی تھی نہ پختہ سڑک، نہ اخبار اور نہ کوئی دانش گاہ۔ اور دُنیاوی اعتبار سے کوئی کشش! حضرت امام وقت کا خدا تعالیٰ پر کتنا پختہ ایمان تھا کہ دھڑلے سے اعلان کر رہے ہیں کہ میں زمین کے کناروں تک شہرت پاؤں گا۔ اور دُور دُور سے لوگ آئیں گے۔

قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا —— یہ خدائی وعدے ہیں جو ضرور پورے ہوں گے —— اور آج لاہور! دسمبر کے آخری عشرہ میں تشریف لا کر اپنی آنکھوں سے دیکھئے! آپ کا قلب بول اُٹھے گا صدق اللہ العظیم!

جزائر فجی! ہزار ہا میل کا فاصلہ! دنیا کا کنارہ، اور حضرتِ اقدس کو صدقِ دل سے ماننے والے آپ کے مشن کو پھیلانے والے جب آپ دیکھیں گے تو اس سے آپ کے ایمان میں کتنی زیادتی ہو گی۔ دوسری طرف جنوبی امریکہ! سُرینام کا علاقہ جہاں آج بھی اگر آپ ہالینڈ سے رختِ سفر باندھیں تو وہاں پہنچنے کے لئے بذریعہ ہوائی جہاز ۹، ۱۰ گھنٹے کا سفر، دنیا کا کنارہ ہے۔ (ایک رنگ میں) حضرت اقدس کے ذریعہ اسلام کی خدمت کرنے والے ہزار ہا کی تعداد میں نہایت مخلص اور فدائی ملیں گے۔ جہاں اُن کے اپنے ریڈیو سٹیشن آپ کی پاک تعلیمات کو نشر کر رہے ہیں۔

[illegible] دوست! ابھی سے ارادہ کرلیں، پختہ ارادہ، ایسا عزم، جس میں لچک نہ آئے، کہ ضرور تشریف لائیں گے۔

اے خدا! اپنے فضل و رحم سے ہم پر کرم فرما۔ ہمیں توفیق دے کہ حضرت مجدد زماں کے قائم کردہ جلسہ میں شامل ہو کر وہ دعائیں جو آپ نے شاملِ جلسہ ہونے والوں کے لئے فرمائی ہیں، اُن سے بہرہ ور ہوں۔ آمین!

آپ کے ازدیادِ علم و عرفان کے لئے جلسہ سالانہ کا پروگرام نہایت سوچ بچار کے بعد مرتب کیا جا رہا ہے۔ جس کے سُننے سے انشاء اللہ ہم سب کی معلومات و معرفت میں اضافہ ہو گا۔ ہم سب آپ کی آمد کے لئے چشم براہ ہیں۔

—— * * * * * ——

مکتوب کراچی —— از محمد بیدار صاحب

درسِ قرآن کی مقبولیت

اور ایک مفید تجویز

سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں محمد بیدار صاحب کراچی سے لکھتے ہیں کہ:-

دلی تمنا تھی کہ آپ لندن سے براستہ کراچی لاہور تشریف لے جاتے تو مشتاقانِ دید کو بھی زیارت کی سعادت نصیب ہو جاتی مگر تمنا، تمنا ہی رہی۔

محترم فاروقی صاحب نے درسِ قرآن کریم کا جو سلسلہ بطور درس پیغام صلح میں شروع کیا ہے وہ بڑا مبارک اور قارئین کے ازدیادِ علم کا باعث ہے۔ حضرت امیر مولانا محمد علی رح کے بعد جو جمود پیدا ہو گیا تھا وہ آپ کی پُر برکت اور متحرک قیادت میں ٹوٹتا ہوا نظر آتا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک،

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور نے اپنا علمِ قرآن جس دلپذیر انداز میں بصورت انوار القرآن ہمیں دیا تھا اسی طرح اگر جناب فاروقی صاحب پورے قرآن کریم کی تفسیر کریں تو یہ تفسیر بھی اپنے رنگ میں منفرد اور پندرہویں صدی کی ضرورت پوری کرنے والی ہو گی۔ میری استدعا ہے کہ سردست تفسیر سورۃ فاتحہ اور الکوثر جو شائع ہو چکی ہیں عمدہ اور دیدہ زیب صورت میں علیحدہ طبع کرا کے ملک کی تمام دینی درسگاہوں میں پہنچائی جائے تو درس و تدریس کا مشغلہ رکھنے والوں کے لئے یہ ایک نعمتِ غیر مترقبہ ثابت ہو گی اور انہیں آٹھ آٹھ ضخیم جلدوں والی تفاسیر سے بے نیاز کر دیگی اور ان کے لئے تقویتِ ایمان کا موجب ہو گی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاروقی صاحب کو پورے قرآن کی تفسیر لکھنے کی توفیق دے۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

خاکسار:۔ محمد بیدار

باہتمام ریاض حسین الجدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس براندرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا۔ چیف ایڈیٹر:۔ ڈاکٹر اللہ بخش

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۷ نومبر ۱۹۸۲ء —— جلد ۶۹ —— شمارہ ۴۶

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

جلسہ سالانہ نمبر

ہفت روزہ

پیغام صلح

لاہور

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک پائے احمد مختار ہیں

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

رجسٹرڈ ایل ۸۳۸۰
تار کا پتہ ۔ تبلیغ
فون ۔ ۵۲۷۳۷

مدیر اعزازی
پروفیسر خلیل الرحمٰن

نائب مدیر
عبدالرؤف کھوکھر

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے تیس روپے
بیرونی ممالک سے دو پونڈ (ہوائی ڈاک)

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید
وپائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا

الہامات حضرت مسیح موعود

جلد ۶۹ ٭ بیوم چہار شنبہ ۷/۱۴ صفر المظفر ۱۴۰۳ ہجری، مطابق ۲۴ نومبر، یکم دسمبر ۱۹۸۲ء ٭ شمارہ نمبر ۴۷/۴۸

حضرت اقدس مغرب میں تبلیغ اسلام اور مغرب سے سورج طلوع

ہونے یعنی مغربی اقوام کے اسلام قبول کرنے کے متعلق ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ خدا تعالےٰ ان پیشگوئیوں کو اس عاجز کے ایک ایسے کامل متبع کے ذریعہ سے کسی زمانہ میں پورا کر دیوے۔ چنانچہ فرمایا:-

"ہر ایک آدمی سمجھ سکتا ہے کہ متبعین کے ذریعہ سے بعض خدمات کا پورا ہونا درحقیقت ایسا ہی ہے کہ گویا ہم نے اپنے ہاتھ سے وہ خدمات پوری کیں۔ بالخصوص جب بعض متبعین فنا فی الشیخ کی حالت اختیار کر کے ہمارا ہی روپ لیلیں اور خدا تعالےٰ کا فضل انہیں وہ مرتبہ ظلّی طور پر بخش دیوے جو ہمیں بخشا تو اس صورت میں بلاشبہ اُن کا ساختہ پرداختہ ہمارا ساختہ پرداختہ ہے کیونکہ جو ہماری راہ پر چلتا ہے وہ ہم سے جدا نہیں۔ اور جو ہمارے مقاصد کو ہم میں ہو کر پورا کرتا ہے درحقیقت ہمارے ہی وجود میں داخل ہے"۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۳۱۶)

٭٭٭٭

مشن ہاؤس لندن کی نئی عمارت "دارالسلام" کا عکس

جس کا افتتاح ۲۷/۸/۸۲ کو سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے دست مبارک سے فرمایا۔

از قلم نصیر احمد فاروقی، لاہور

لاتجعلوا دعآء الرّسول بینکم کدعآء بعضکم بعضا ط قد یعلم اللّٰہ الذین یتسلّلون منکم لواذًا ج فلیحذر الّذین یخالفون عن امرہٖ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم ۝ الاانّ للّٰہ مافی السّمٰوٰت والارض ط قد یعلم ما انتم علیہ ط ویوم یرجعون الیہ فینبّئھم بما عملوا ط واللّٰہ بکلّ شیءٍ علیم ع

(النور ۲۴۔ آیات ۶۳ و ۶۴)

ترجمہ:۔ ”(مومنو!) رسُول کے بُلانے کو آپس میں ایسا نہ بناؤ جیسا تمہارا ایک دُوسرے کو بلانا ہے۔ اللہ اُن لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے چُھپ کر نکل جاتے ہیں۔ پس جو لوگ اُس کے حکم کے خلاف عمل کرتے ہیں انہیں چاہیئے کہ وہ ڈریں کہ وہ آزمائش میں نہ پڑ جائیں یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔ سُن لو کہ اللہ کا ہی ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ وہ جانتا ہے جس حال میں تم ہو۔ اور جس دن وہ اُس کی طرف لوٹائے جائیں گے تو وہ انہیں اس کی خبر دے گا جو وہ کرتے تھے۔ اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔“

کیا خوش نصیب تھے وہ لوگ جن میں اللہ کا رسول موجود تھا! اور جب وہ انہیں بُلاتا تھا تو کیا دلیوانہ وار وہ دوڑے آتے تھے! یہاں تک کہ جنگِ اُحد میں جب کچھ تیر اندازوں کی اللہ کے رسُول کی حکم عدولی سے کفّار نے مورچہ خالی دیکھ کر مسلمانوں کے (جو فتح کے بعد قیدی پکڑنے اور مالِ غنیمت اکٹھا کرنے میں مصروف تھے) عقب سے حملہ کر دیا تو اُن میں پریشانی پھیل گئی اور بعضوں کے پیر اُکھڑ گئے تو اس حالت میں بھی جب اللہ کا رسُول جو پہاڑ کی طرح مضبوط کھڑا تھا جب اُس نے چھوٹے سے ٹیلے پر چڑھ کر آواز دی الی عباد اللّٰہ انا رسول اللّٰہ ”اے اللہ کے بندو میری طرف آجاؤ۔ میں اللہ کا رسول ہوں“ (اور اس لئے میری پکار اللہ کی پکار ہے۔ کیونکہ حضورؐ کا کوئی دینی یا قومی حکم اللہ تعالےٰ کی وحیٔ خفی کے سوا نہ ہوتا تھا) تو مُسلمان اُلٹے پیر رسول اللہ صلعم کی طرف دوڑے۔ حالانکہ اُس میں دوبارہ دشمن کے (جو تعداد میں چار گُنا تھا اور اب اس کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے) نرغہ میں پھنس جانا تھا۔ مگر رسولؐ کی آواز کافی تھی کہ وہ اپنی جان تک کا خطرہ مول لے کر حضورؐ کے اردگرد جمع ہو گئے۔

کمزور لوگ

مسلمانوں کا یہی حال ہر موقعہ پر تھا خواہ وہ جنگ میں ہو یا امن میں۔ مگر ان میں دو قسم کے کمزور لوگ بھی تھے۔ اول تو وہ منافقین جو ارادۃً مسلمانوں میں اپنے وقتی مفاد کی خاطر مل گئے تھے۔ اور یا گنتی کے چند لوگ جن کا ایمان اور عمل ابھی ایسا پختہ نہ ہوا تھا کہ بار بار کے امتحانوں میں وہ پُورا اُترے اور غزوۂ تبوک کے موقعہ پر انہوں نے رسولؐ کے بُلانے کی پرواہ نہ کی۔ تو غزوۂ تبوک سے واپسی پر پچاس دن تک اُن کا بائیکاٹ کیا گیا یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے ان کی توبہ کو قبول فرما کر انہیں معاف کر دیا۔

رُسولوں کے بُلانے کی پرواہ نہ کرنے والے اگر اس دُنیا میں کسی فتنہ میں اللہ کی طرف سے نہ ڈالے جائیں یا انہیں دردناک عذاب نہ آپکڑے جیسا کہ آیاتِ مذکورہ بالا میں وعید ہے تو بھی آخرت میں اُن کی جواب دہی کا ذکر قرآن حکیم میں متعدد جگہ ہے مثلاً سورت القصص ۲۸ کی آیات ۶۵، ۶۶ میں فرمایا ”اور جس دن اللہ انہیں بلوائے گا اور کہے گا کہ تم نے رسُولوں کے بُلانے کا کیا جواب دیا تو اُس دن عذر بہانے انہیں نہ سُوجھیں گے اور نہ وہ اُس دن ایک دوسرے سے پوچھ (کر جواب دے) سکیں گے۔“

انمول نعمتیں

اللہ کا رسُول اگر لوگوں کو بلاتا ہے تو ان امور کے لئے جن میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت مِل سکتی ہے اور انسان اس کے عذاب سے بچ سکتا ہے (الاحقاف ۴۶۔ ۳۱) اور انسان کو روحانی زندگی ملتی ہے جیسا کہ فرمایا یٰایّھا الّذین اٰمنوا استجیبوا للّٰہ وللرّسول اذا دعاکم لما یحییکم ج واعلموا ان اللّٰہ یحول بین المرءِ وقلبہٖ وانّہٗ الیہ تحشرون ۝ واتّقوا فتنۃً لاّ تصیبنّ الذین ظلموا منکم خآصّۃ ج واعلموا انّ اللّٰہ شدید العقاب (الانفال ۸۔ آیات ۲۴۔۲۵)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور اُس کے رسُول کا حکم مانو جب وہ (رسول) تمہیں اس بات کی طرف بلاتا ہے جو تمہیں زندگی بخشے گی۔ اور جان لو کہ اللہ انسان کے اور اُس کے دل کے درمیان حائل ہے اور یہ کہ تم اس کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے۔“ اس کی اگلی آیت ہے واتّقوا فتنۃً لاتصیبنّ الذین ظلموا منکم خآصّۃ ج واعلموا انّ اللّٰہ شدید العقاب ۝ ”اور اپنے آپ کو بچالو اس عظیم الشان فتنہ سے جو صرف ان لوگوں پر ہی نہیں آسکتا جو تم میں سے ظالم ہیں۔ اور جان لو کہ اللہ سزا دینے میں سخت ہے۔“

خلاصہ

اِن دل ہلا دینے والی آیات میں مندرجہ ذیل اہم امور سمجھائے ہیں۔

۱۔ اللہ اور اس کا رسُول ایک ہیں۔ سو جب رسُول بُلائے تو وہ اللہ کا بھی بُلانا ہے۔

۲۔ اس لئے رسُول کے بُلانے پر آجایا کرو خصوصاً اس لئے کہ رسُول تمہیں اُس بات کی طرف بلاتا ہے جو تمہیں زندگی بخشے گی (ظاہر ہے کہ یہ روحانی زندگی ہے جو اگر انسان پالے تو پھر مرنے کے بعد بھی وہ فوراً زندہ ہو جاتا ہے)

۳۔ جان لو کہ اللہ تمہارے اور تمہارے دلوں کے درمیان حائل ہے۔ اس لئے اگر وہ ایک طرف تمہارے عمل کو دیکھتا ہے تو دوسری طرف وہ تمہارے دِل کے رازوں کو بھی جانتا ہے۔ اس لئے عذر بہانے رسول کے سامنے کر بھی لو تو اللہ سے تم اصل بات نہیں چھپا سکتے خواہ وہ تمہارے دل کی ایمانی کمزوری ہو یا کوئی اور وجہ ہو۔

۴۔ اگر اللہ اور اس کے رسُول کے بلانے پر تم جمع نہ ہو گے تو ایک دن اللہ کے سامنے پکڑے ہوئے جمع ہو گے۔

۵۔ وہ تو آخرت میں ہو گا مگر اس دُنیا میں بھی تم پر عظیم الشان فتنہ اللہ تعالےٰ بھیج سکتا ہے، اور اس فتنہ میں گیہوں کے ساتھ گھُن بھی پِس سکتا ہے۔ یعنے ساری قوم

پر وہ فتنہ آسکتا ہے خواہ اُس میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہوں جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم نہ کیا ہو۔

۲۔ اور جان لو کہ "دیر گیر د سخت گیر د"، یعنے اللہ بہت مہلت اور ڈھیل دیتا ہے مگر جب پکڑتا ہے تو وہ سخت پکڑ ہوتی ہے۔

غزوۂ اُحد میں قصور تو ۳۹ تیر اندازوں کا تھا مگر آفت ساری جماعت پر آگئی۔ اور ایسی مصیبت کا گناہ اُن تھوڑے لوگوں کے نامۂ اعمال میں جا پڑتا ہے جن کی کمزوری سے وُہ مصیبت آئی۔ مومنوں کو جنہوں نے کمزوری نہ دکھائی تھی اللہ تعالیٰ اس کا اجر دے گا جیسا کہ اُسی واقعہ کے ذکر میں فرمایا ہے۔

رسول کیوں بلاتا ہے ؟

اب مَیں سورۃ النّور کی اُن آیات کی طرف دوبارہ آتا ہوں جو اس مضمون کے شروع میں درج ہیں۔ ان میں مندرجہ ذیل باتیں فرمائی ہیں:-

۱۔ رسُول کا بلانا تمہارے آپس میں ایک دُوسرے کو بُلانے کی طرح نہیں کیونکہ رسُول کا بلانا اللہ تعالیٰ کی وحیٔ خفی سے ہوتا ہے اور وہ ضروری قومی کاموں کے لئے ہوتا ہے جنہیں انفرادی یا ذاتی کاموں پر فوقیت ہوتی ہے، خواہ وہ قومی کام دینی نوعیت کے ہوں یا دنیادی۔ دوسرے وہ تمہاری اخلاقی اور روحانی بھلائی کے لئے ہوتے ہیں جو بھلائی کہ ابدی رہنے والی ہے بہ نسبت دُنیاوی بھلائی کے جو عارضی ہوتی ہے نہ صرف اس لئے کہ وہ آکر چلی بھی جاتی ہے بلکہ اس لئے بھی کہ وہ آج نہیں تو کل تمہاری موت پر ختم ہو جائے گی۔ اس کے برعکس اخلاقی اور رُوحانی بھلائی انسان کے لئے اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحم کو لاتی ہے اور مرنے کے بعد بھی، اور دنیا میں دل کی جنّت و خوشی اور آخرت میں ظاہری جنّت میں انسان کو لے جاتی ہے۔ ولمن خاف مقام ربّہٖ جنّتان

۲۔ اور رسُول کے بُلانے پر جمع ہونے کے بعد تم اس کی آنکھ بچا کر کھسک جاؤ تو رسُول کو نہ بھی پتہ لگے تو اللہ تعالیٰ تو اُسے ضرور جانتا ہے۔ اور پکڑنے والا یا سزا دینے والا رسُول نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے جو تم پر قدرتِ کاملہ رکھتا ہے۔

۳۔ سو جو لوگ رسُول کے حکم کے خلاف عمل کرتے ہیں (خواہ نہ آکر یا آکر کھسک جا کر یا پھر کسی اور رنگ میں حکم عدولی کر کے) تو انہیں ڈرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ جس کی منشاء سے رسُول نے بلایا تھا انہیں کسی آزمائش میں نہ ڈال دے یا کوئی دردناک عذاب میں مبتلا نہ کر دے۔

۴۔ یہ بھی جان لو کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے یا زمین میں ہے وہ اللہ کا ہی ہے۔ یہاں "آسمانوں" سے مُراد ظاہری آسمان ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ وہ کھرب ہا کھرب میلوں بلکہ اَن گنت فاصلوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور اس زمین کے کسی انسان کا اُن آسمانوں سے کوئی واسطہ نہیں نہ ہی وہ ان سے کوئی فائدہ اٹھاتا ہے۔ جیسا کہ میں بارہا واضح کر چکا ہوں "آسمانوں" کا لفظ قرآن حکیم میں اکثر جگہ انسان کی مرنے کے بعد کی زندگی کے آسمانوں کے لئے آتا ہے جن میں انسان نے مرنے کے بعد رُوحانی ترقی کرتے ہوئے جانا ہے۔ اُن آسمانوں کی تمام نعمتوں سے ہر انسان کو فائدہ پہنچے گا اگر وہ اُن خوش نصیبوں میں سے ہوا جو مغفرت یا معافی پاکر اُن میں داخل ہونگے

۵۔ بہرحال اس زمین میں بھی جو کچھ ہے وہ اللہ کا ہی ہے کیونکہ انسان تو اس دنیا میں اپنی ماں کے پیٹ سے خالی ہاتھ آتا ہے اور قبر میں خالی ہاتھ جا لیٹتا ہے۔ اور اس زمین کی جو بھی نعمت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بخشش سے ہی اُسے ملتی ہے ورنہ ہر شخص مالدار ہو جاتا یا بادشاہ بن جاتا یا کبھی نہ بگڑنے والی صحت کا مالک ہو جاتا ؟ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ اُس کی قابلیت یا اس کی محنت سے ہی صرف وہ دنیا کی نعمتیں پاتا ہے کیونکہ قابل سے قابل لوگ بھوکے یا غریب رہتے ہیں جبکہ معمولی قابلیت اور معمولی عقل والے لوگ بعض وقت عیش و عشرت میں نظر آتے ہیں۔ اسی طرح محنت کے باوجود ایک مزدور کیا کماتا ہے ؟ یا ایک فلاسفر کیا کماتا ہے ؟ اور بعض لوگ سونا کا چمچہ منہ میں لئے پیدا ہوتے ہیں اور مزدور سے کم محنت کر کے لاکھوں کروڑوں کما لیتے ہیں۔ اس لئے رزق کی تقسیم اس دنیا میں بھی اللہ کی ہی ہے۔

۶۔ تو زمین کی نعمتوں کو چاہتے ہو یا مرنے کے بعد اگلی زندگیوں کی ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کو تو ان کے مالک کی مرضی کے خلاف چلو گے یا اُسے ناراض کر دو گے تو گھاٹے میں کون رہے گا ؟ تم خود۔

۷۔ یہ بھی سُن لو کہ اللہ جانتا ہے جس حالت میں کہ تم اس دُنیا میں ہو۔ اس لئے اگر دنیا میں ہی تم کو پکڑ لے تو بعید نہیں۔

۸۔ بہرحال مرنے کے بعد تم اس کے آگے لائے جاؤ گے۔ تو وہ تمہیں اُس کی خبر دے گا جو تم کرتے تھے۔ تب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ تمہیں دیکھ رہا تھا اور تم کو جوابدہی کرنا ہوگی۔

۹۔ اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے خواہ وہ تمہارے مخفی عمل ہوں یا دل کی نیت یا تمہاری مخفی عیب۔ تو اس کی پکڑ سے تم عذر بہانے کر کے بچ نہ سکو گے اگرچہ تمہارے عذر بہانے اس دُنیا میں اوروں کے آگے چل بھی جائیں۔

رسول کے معنے

اللہ تعالیٰ کے اس تفصیلی وعید کے بعد مجھے کچھ مزید کہنے کی ضرورت نہیں سوائے اس کے کہ "رسول" کے لفظ میں رسول اللہ صلعم کے خلفاء مثلاً مجددین بھی آ جاتے ہیں اور لغت میں "رسول" کسی پیغامبر یا بھیجے ہوئے کے بھی ہوتے ہیں۔ اگر ان آیات میں لفظ "رسول" سے مُراد صرف رسُول اللہ صلعم ہی ہوتے تو حضورؐ کی وفات کے بعد بھی اِن آیات کو روزِ قیامت تک قرآن حکیم میں رکھنے کے کیا معنی ہیں ؟

نے بھی اللہ تعالیٰ سے حکم پاکر جلسۂ سالانہ کی بنیاد رکھی۔ اور حضرتِ اقدس نے بھی وہی الفاظ استعمال فرمائے جو ان آیاتِ مبارکہ میں ہیں کہ اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح نہ سمجھو بلکہ یہ مشیت الٰہی سے جماعت کو روحانی زندگی بخشنے کے لئے مقرر ہوا ہے۔ میں اپنی ساری عمر میں صرف دو دفعہ ان مبارک جلسوں سے محروم ہوا کیونکہ والد مرحوم مجھے میرے بچپن سے اپنے ساتھ جلسۂ سالانہ پر لاتے تھے۔ ایک تو جب میں ولایت میں طالبعلم تھا۔ اور دوسرے وہ جلسہ تھا جو بجائے دسمبر کے آخیر کے ایسٹر کی تعطیلات میں ایک دفعہ منعقد ہوا تھا۔ اور میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ جب میں شامل نہ ہوا تو میں نے اپنے اندر روحانی موت کو دیکھا اور روحانی احیاء ہی ان جلسوں کا مقصد ہے جیسا کہ سورۃ الانفال کی آیت ۲۴ میں فرمایا ہے کہ یاایھا الذین امنوا استجیبوا للہ و للرسول اذا دعاکم لما یحییکم یعنے "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو جب وہ (رسول) تمہیں بلاتا ہے تاکہ وہ تمہیں زندگی بخشے۔"

اپیل

میرے عزیز بھائیو اور بہنو ! اُوپر کی باتوں کو ایک دفعہ پھر پڑھو اور میرے سوال کا جواب دو "سالانہ جلسہ آرہا ہے کیا آپ بھی آرہے ہیں ؟"، کیا ہمارے عذر کہ دفتر میں چھٹی نہ تھی اللہ تعالیٰ کو قابلِ قبول ہونگے جبکہ ہم اپنے ذاتی کام کاج کے لئے

چھٹی لے لیتے ہیں؟ اور اب کے تو تین چھٹیاں جلسہ سالانہ کی تاریخوں میں آرہی ہیں یعنے ۲۴ و ۲۵ دسمبر اور اغلباً ۲۸ دسمبر یا ۲۹ دسمبر عید میلاد کیوجہ سے۔ اور خدانخواستہ اگر جیسا کہ مذکرہ بالاآیات میں وعید ہے اللہ تعالیٰ کسی فتنہ میں ڈال دے مثلاً بیماری میں تو کیا ہم چھٹی نہ لیں گے؟ اس سے بہت لمبی خواہ وہ بلاتنخواہ تک ہو۔ بزنس والے کہتے ہیں کہ تجارت تو کسی کا انتظار نہیں کرتی۔ اگر وہ بیمار ہوجائیں تو انتظار کرلیتی ہے؟ یا وہ ملک سے باہر جائیں جو کہ ہفتوں بلکہ مہینوں کے لئے ہوتا ہے تو اپنے کام کاج کی نگہداشت کے لئے کسی اور کو مقرر کر کے نہیں جاتے؟ تو کیا ان تین چار دن کے لئے نہیں کرسکتے؟ زمیندار بھائیوں کے پاس تو کوئی ایسا عذر ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ نہ تو یہ فصل بونے کے دن ہیں نہ کاٹنے کے۔

باقی رہے وہ بھائی بہن جو سفر خرچ کو برداشت نہیں کرسکتے۔ تو حضرت اقدس نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اس مقصد کے لئے سال بھر تھوڑی بہت بچت کرکے زادِ سفر مہیا کریں، مگر اللہ تعالیٰ نے اور بھی آسان طریق اس دفعہ اپنی مہربانی سے پیدا کردیا ہے اور وہ یہ کہ ہر جماعت کے سیکرٹری صاحب کو اب تک انجمن سے اطلاع پہنچ چکی ہوگی کہ جو نادار بھائی بہن سفر خرچ کا بوجھ نہ اُٹھا سکتے ہوں تو انجمن اس بوجھ کو اُٹھالے گی۔

تو سوائے اُن بھائی بہنوں کے جو اس قدر علیل ہیں کہ سفر نہیں کرسکتے، ہم میں سے اوروں کا عذر اللہ تعالیٰ کے آگے کیا ہوگا؟

اور دین کو دُنیا پر مقدم کرنے کا عہد بھی یاد رکھیں۔ ان العھد کان مسئولاً "اور عہد کے متعلق بھی تم سے محاسبہ ہوگا"۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس دن سرخرو کرے۔ اور اس دُنیا میں بھی ہماری شامتِ اعمال کیوجہ سے ہمیں فتنوں میں نہ ڈالے۔ آمین!

****

جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی کے تاکیدی ارشادات

میں اپنے جماعت کے بہت سے دوستوں کو جلسہ سالانہ کے متعلق بڑی بھاری غلطی کا مرتکب خیال کرتا ہوں کہ اسے وہ اہمیت نہیں دیتے جو دینی چاہیئے۔ کسی جماعت میں سے ایک شخص آجاتا ہے اور کسی میں سے دو آجاتے ہیں حالانکہ حضرتِ اقدس نے ایک وقت مقرر کردیا ہے جب تمام مخلصین اکٹھے ہوجائیں تاکہ ہر ایک شخص کو بالمواجہ دینی فائدہ اُٹھانے کا موقع ملے اور ان کی دینی معلومات وسیع ہوں اور معرفت ترقی پذیر ہو جس سے تبلیغ اسلام کی بُنیاد مضبوط ہو اور آپنے فرمایا کہ آئندہ بھی ہمیشہ اس جلسہ کے یہی مقاصد رہیں گے کہ اشاعتِ دین و ہمدردیٔ نومسلمین، امریکہ اور یورپ کے لئے احسن تجاویز سوچی جائیں۔ ان مقاصد کو حاصل کرنیکا ذریعہ جلسہ سالانہ ہے سو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ سالانہ جلسہ حضرتِ اقدس کا قائم کردہ ایک طریق ہے جس کے بغیر کامیابی مشکل ہے اسی سلسلہ میں قومی مانع کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں، جب انسان کے دل میں تڑپ موجود ہو مگر ظاہری حالات ایسے پیش آجاتے ہیں کہ وہ اسے مجبور کردیتے ہیں ایسے انسان کی وہ حالت ہوگی جس کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں ہے۔ تولوا واعینھم ۔۔۔۔ وما ینفقون' وہ واپس چلے گئے اور اُن کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اس غم سے کہ وہ مال نہیں پاتے جسے خرچ کریں۔۔۔ سو اگر حالت ایسی ہو کہ اس قسم کا مانع پیش آجائے کہ اس سالانہ جلسہ میں غیر حاضری کیوجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں اور دل میں غم ہو تو بے شک قوی مانع ہے لیکن جب اپنی ضروریات کے لئے مثلاً کسی شادی میں شمولیت کیلئے گھرانوں کے گھرانے نکل پڑتے ہیں تو اپنے آپ کو ادنیٰ ادنیٰ عذروں کی بناء پر شمولیتِ جلسہ کی برکات سے خود کو محروم کرلینا جسے خدا کے مامور نے اسقدر اہمیت دی ہے بڑی بدقسمتی ہے۔

***

مرکزی تنظیم شبان الاحمدیہ کے ایک سہ رکنی وفد کا دورہ جماعتہائے وزیرآباد و سیالکوٹ

سینئر نائب صدر شبان الاحمدیہ مرکزیہ لاہور محترم زاہد جنجوعہ صاحب کی تجویز کے مطابق ایک سہ رکنی وفد مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۸۲ء علی الصبح محترم ارجمند صادق صاحب کی کار میں جماعتہائے وزیرآباد اور سیالکوٹ کے دورے پر روانہ ہوا۔ آپ کی معیت بڑی خوشگوار رہی۔ وزیرآباد کے احباب کو اپنی آمد سے پہلے ہی مطلع کیا گیا تھا۔ وہ انتظار فرما رہے تھے، بے حد تپاک اور گرمجوشی سے ملے۔ سب احباب کو حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور دیگر بزرگانِ سلسلہ کی خیر و عافیت سے آگاہ کرنے اور ان کی طرف سے جملہ جماعت کو السلام علیکم کہنے کے بعد بتلایا گیا کہ ہم آمدہ جلسہ سالانہ کو کامیاب اور بھرپور بنانے کے لئے یہ دورہ کر رہے ہیں۔ سب دوستوں نے بڑی خوشدلی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تعداد میں شمولیتِ جلسہ کا وعدہ فرمایا۔ یہاں سے وفد سیالکوٹ روانہ ہوگیا۔

سیالکوٹ میں محترم شیخ نثار احمد صاحب کے ہاں پُرتکلف کھانے کا بندوبست تھا۔ اس بزرگی میں بھی آپ خدمتِ دین کے لئے عزم جواں رکھتے ہیں اور مرکز سے جانے والوں کو ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔ محترم بزرگ میاں غلام احمد صاحب وزیرآبادی نے سیالکوٹ میں اپنے دولت کدے پر پُرتکلف چائے کا اہتمام فرمایا۔ محترم بزرگ برکت اللہ صاحب راٹھور اور محترم بھائی نجم وسیم صاحب کی عیادت کے لئے گئے۔ محمد سعید صاحب بھٹہ مبلغ اسلام مرحوم و مغفور کے افرادِ خانہ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ جماعتِ سیالکوٹ میں زندگی اور بیداری کے واضح نشان دیکھنے میں آئے۔ کثیر تعداد میں ۔۔۔ مستورات کو مسجد میں دیکھ کر خوشی کی انتہا نہ رہی۔ الحمد للہ رب العلمین

نمازِ جمعہ :-

ہمارے نہایت ہی محترم بزرگ جناب شیخ نثار احمد صاحب نے پُر محل اور بصیرت افروز خطبہ ارشاد فرمایا۔ نمازِ جمعہ بھی آپ کی سادہ اور پُراثر قرأت میں ادا کی گئی۔ نمازِ جمعہ کے بعد محترم شاہد جنجوعہ صاحب سابق سیکرٹری جنرل شبان الاحمدیہ مرکزیہ لاہور نے واتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین کی آیتِ کریمہ کی پُراثر اور بلیغ تفسیر فرماتے ہوئے صحبتِ صادقین کے مختلف پہلو بیان فرمائے اور بتلایا کہ انسان ہر لمحہ اور ہر آن اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے۔ ارکانِ اسلام کی پابندی کرے۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپنا دستور العمل بنائے۔ آپ پر بکثرت درود شریف بھیجے۔ اس ۔۔۔ میں سب سے بڑے خادمِ دین امامِ ۔۔۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہوئے ہیں۔ آپ کی کتب اور سیرت کو زیرِ مطالعہ رکھا جائے۔ حضرتِ اقدس نے محض للہی اغراض کے لئے جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھی تھی اس کے بہت سے فوائد بھی حضور نے بیان فرمائے ہیں۔

فاضل مقرر نے سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ جماعتِ سیالکوٹ کے اس دورے کو اولیت اس لئے دی گئی کہ اس شہر کو حضرت امام زمانہ کا وطن ثانی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہاں ہماری بہت سی بزرگ ہستیاں ابدی نیند سو رہی ہیں۔ ان کی روحوں کا اثر اور حضرتِ اقدس کی برکات کا یہاں آکر اندازہ ہوتا ہے۔ ہم توقع رکھتے ہیں کہ جماعتِ سیالکوٹ حسب سابق اس دفعہ بھی کثیر تعداد میں اطفال شبان، بنات اور بزرگ خواتین کو بھیجے گی۔ اور صدر انجمن کی اپیلوں پر لبیک کہے گی۔

برادر محترم شاہد جنجوعہ صاحب کی اس تقریر کا احبابِ سلسلہ پر گہرا اثر دیکھا گیا۔

محترم شیخ نثار احمد صاحب کی طرف سے ایک معقول رقم حضرت امیر مولانا صدر الدین مرحوم کی برسی پر منعقد ہونے والی تقریب کے لئے صدر شبان الاحمدیہ لاہور یونٹ چوہدری ظہور اکبر الٰہی صاحب کے لئے دی گئی اور احباب نے کثیر تعداد میں جلسہ سالانہ پر تشریف لانے کا وعدہ بھی فرمایا۔

آخر پر احباب سے سیدنا حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے والہانہ اظہارِ عقیدت و وابستگی اور نیم شبی دعاؤں میں یاد رکھنے کی درخواستیں اپنے دامن میں سمیٹے ہم رات گئے بخیر و عافیت واپس لاہور پہنچ گئے۔ فالحمد للہ علی ذالک

(رپورٹر)

جالینوس کے قلم سے،

تھوڑوں کے ساتھ بہتوں کی بدسلوکیاں
کلام پاک کی روشنی میں

نوٹ: مضمون نگار نے تمہید میں مختصر سا نوٹ اپنی طرف سے لکھا ہے باقی سب کلام الٰہی کی زبان میں ہے۔ اپنی طرف سے کچھ نہ لکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ (ادارہ)

تمہید: ہمارے ایک دوست فوج میں کرنل تھے ان کا شیوہ تھا کہ پنجگانہ نماز کے سختی سے پابند تھے اور جمعہ کی نماز کبھی باجماعت اپنے گھر پر ادا کرتے تھے وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں ان کے دوست بریگیڈیئر تھے اور جو دہریہ تھے وہ اُن سے ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ کرنل زیادہ نمازیں نہ پڑھا کرو خدا تمہاری پرستش کا محتاج نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔ جب ایک مسلمان اقلیت کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کا عمل ہوا تو اس بریگیڈیئر نے پتہ ہے کرنل سے کیا کہا؟ یہ کہا کہ "کرنل ہور پڑھ لے نمازاں" اور اس کرنل کو جو دیکھنے میں از حد صحت مند تھا اس غم سے کینسر ہو گیا اور وہ جوانی میں ہی اس بے رحم دنیا سے چلا گیا جہاں اُسے کوئی غیر مسلم کہنے والا نہیں ہو گا۔

اس مختصر تمہید کے بعد قرآن پاک کی چند آیات پیش کرتا جس میں خدا کا پیغام دینے والے تھوڑوں کے ساتھ بہتوں کے سلوک کا بار بار ذکر کیا گیا ہے وھو ھذا:۔

(۱) قوم نوحؑ کا سلوک:۔

"اور ان کو نوحؑ کی خبر بھی سنا جب اُس نے اپنی قوم سے کہا کہ اگر تم پر میرا مقام اور خدا کی باتوں کا تذکرہ گراں گذرتا ہے تو مجھے تو خدا پر کامل بھروسہ ہے۔ تم سب مل کر میرے خلاف سازش کر لو اور اپنے (پارلیمنٹ) کے ممبروں کو بھی شامل کر لو اور تم جو چاہو میرے خلاف کرو اور مجھے بے شک دفاع کا موقعہ نہ دو ... پس ان سب نے اس کی ایک نہ سنی، پس ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو (جو کشتی نوح میں سوار تھے) نجات دی اور ہم نے غرق کر دیا (چن چن کر موت کے گھاٹ اتار دیا) ان لوگوں کو جو ہماری آیات کا انکار کرتے تھے۔" (یونس ۷۳)

"قوم کے لوگوں نے کہا کہ ہم تجھ پر کیسے ایمان لے آئیں جب کہ تیرے پیروکاروں میں گھٹیا قسم کے لوگ شامل ہیں ... اس نے کہا کہ میں ایمان لانے والوں کو دھتکار تو نہیں سکتا۔ انہوں نے کہا کہ اگر تو باز نہ آیا تو ہم تم سب کو سنگساری کی سزا دیں گے۔" (الشعراء ۱۱۶)

(۲) قوم ابراھیمؑ کی سوچ

"اس کی قوم کے پاس (دلائل کا) اور کوئی جواب نہ تھا سوائے اس کے کہ اس نے کہا کہ اسے قتل کر دو یا جلا دو۔ پس خدا ہی تھا جس نے اُسے ان آگ لگانے والوں سے محفوظ رکھا۔" (العنکبوت ۲۴)

(۳) قوم موسیٰؑ کی سرکشی

"اور ہم نے ان کے بعد موسیٰؑ کو دلائل کے ساتھ فرعون اور اس کے وزیروں کے پاس بھیجا۔ پس انہوں نے ظلم کی راہ اختیار کی ... اور موسیٰ نے فرعون سے کہا کہ میں رب العالمین کی طرف سے پیغامبر ہوں اور جو میں کہتا ہوں وہ حق پر مبنی ہے اور میں اپنے رب سے دلائل لے کر آیا ہوں ...

تو فرعون نے موسیٰ پر ایمان لانے والوں سے کہا کہ تم میری اجازت کے بغیر موسیٰ پر ایمان لائے ہو یہ سب تم لوگوں نے ایک چال چلی ہے کہ تم یہاں (بر سر اقتدار آ کر) ہم لوگوں کو بے دخل کر دو پس تم کو عنقریب پتہ چل جائے گا میں تمہیں (بے بس کر کے) تمہارے ہاتھ پاؤں اس خلاف ورزی کی وجہ سے کاٹ دوں گا اور سب کو سولی پر لٹکا دوں گا ... پس موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور صبر کا اعلیٰ نمونہ پیش کرو۔ یہ ملک تو خدا کا ہے جس کو چاہے دیتا ہے اور عاقبت تو متقیوں کی اچھی ہوتی ہے۔" (الاعراف ۱۲۸)

۴۔ قوم ثمود کی صالحؑ سے زیادتی

"اور ہم نے قوم ثمود کی طرف اُن کے بھائی صالح کو مبعوث کیا اور اُس نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے ... اس کی قوم کے (پارلیمنٹ) کے سرداروں نے جو بزعم خود اپنے کو برسر اقتدار سمجھتے تھے کہا کہ تم کو معلوم نہیں کہ یہ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو ان کمزور لوگوں نے کہا کہ ہم تو خدا کے پیغام پر ایمان لائے ہیں تو حکومت والوں نے کہا کہ ہم اس کو برحق ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔" (الاعراف ۷۰)

"قوم نے کہا کہ اے صالح ہم کو تجھ سے بہت سی امیدیں وابستہ تھیں کیا تو ہمیں ان معبودوں (غلط خیالات) سے ہٹانا چاہتا ہے جس پر ہمارے بڑے چلتے رہے اور ہمیں تو تیری باتوں پر یقین نہیں آتا۔" (ھود ۶۲)

۵ حضرت ہودؑ سے قوم عاد کا سلوک

"اور ہم نے قوم عاد کی طرف اُن کے بھائی ہودؑ کو بھیجا اور اُس نے کہا کہ اے میری قوم اللہ واحد اور لاشریک کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ کیا تم تقویٰ کی راہ اختیار نہیں کرو گے۔ اس کی قوم کی (پارلیمنٹ) کے ممبروں نے کہا کہ ہم تجھ کو بے وقوفی میں مبتلا پاتے ہیں اور تجھے غلط راہ (غیر اسلامی) پر گمان کرتے ہیں۔" (الاعراف ۶۷)

۶۔ قوم شعیبؑ (مدین والے) سے اصحٰب الایکہ کا طرز

"قوم کے لوگوں نے کہا کہ اے شعیبؑ تیری نمازیں تجھے یہی سکھاتی ہیں کہ ہم اپنے باپ دادا کا طریق کار ترک کر دیں یا اپنے موال کو اپنی مرضی کے مطابق خرچ نہ کریں تو تو بہت حلم اور رشد والا معلوم ہوتا ہے۔" (ھود ۸۷)

"قوم نے (شعیب سے) کہا اے شعیب تیری بہت سی باتیں تو ہماری سمجھ سے بالا ہیں اور ہم تو تجھے اپنے اندر (اقلیت میں) بہت کمزور پاتے ہیں۔ اگر تیرے قبیلے کا خیال نہ ہوتا تو ہم تجھ کو سنگساری کی سزا دے دیتے اور تو تو ہم سے زیادہ طاقتور بھی نہیں ہے۔" (ھود ۹۱)

"اور مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا اس نے کہا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اب تو تمہارے پاس روشن دلائل آ چکے ہیں پس سب کے لئے ایک پلڑا رکھو اور لوگوں سے کم بڑھتی سلوک نہ کرو اور جب ملک میں امن وامان ہے تو کیوں فساد کی فضا پیدا کرتے ہو اگر تم ایمان کے دعویدار ہو تو یہی تمہارے لئے بہتر ہے اور دیکھو ہر راہ پر پہرے نہ لگاؤ۔ خدا کی راہ سے ڈرانے اور رکاوٹ کی راہیں پیدا نہ کرو ان کے لئے جو ایمان لاتے ہیں اور تم کجی اختیار کرتے ہو اور یاد کرو جب تم بھی اقلیت میں تھے تمہیں خدا نے (الگ الگ ملک نہ کر کے) اکثریت میں تبدیل کر دیا اور تم

توجانتے ہی ہوکہ فسادی لوگوں کا انجام کیا ہونا ہے۔۔۔۔ تو اس قوم کی (پارلیمنٹ) کے سرداروں نے کہا کہ ہم تجھے اور تیرے ساتھیوں کو اپنے (مذہب سے) ملک سے نکال باہر کریں گے ورنہ تم ہماری ملت میں واپس آجاؤ تو اس نے کہا کہ خواہ ہم کو اس بات سے نفرت ہی کیوں نہ آتی ہو؟"

[illegible]

دلائل کا کوئی جواب نہ بن پڑا تو یہ کہا کہ انہیں اپنی بستی (مذہب سے) الگ کردو۔ یہ لوگ بڑے پاکباز بنے پھرتے ہیں" (الاعراف ۸۲)

۸:۔ حضرت سلیمانؑ سے قوم سباء کی خط و کتابت :۔

"ملکہ سباء نے کہا کہ اے وزیرو (پارلیمنٹ کے ممبرو) میرے پاس ایک بہت معزز مکتوب آیا ہے اور وہ سلیمانؑ نے لکھا ہے اور وہ کچھ یوں ہے :۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میرے خلاف ہتھیار نہ اٹھاؤ اور فرمانبرداری قبول کرکے چلے آؤ۔" اس نے پوچھا اے سردارو اب کیا کرنا چاہیئے تمہارے مشورے کے بغیر میں کوئی قطعی فیصلہ کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتی۔ قوم کے سرداروں نے جواب دیا ہم سب بہت طاقتور (اکثریت) ہیں اور شدید سزا دینے کے اہل ہیں مگر تم دیکھ لو جو جناب کا حکم ہو" (النمل ۳۳)

۹۔ حضرت عیسیٰؑ کا مثالی کردار

"اور جب ہم نے عیسیٰؑ کو مثالی کردار بنا کر بھیجا تو قوم نے اس کی راہ میں روڑے اٹکانے شروع کردیئے۔ وہ یقیناً ایک بندہ تھا صرف یہ کہ ہم نے اس کو انعام و اکرام سے نوازا تھا اور اسکو بنی اسرائیل کے لئے بطور مثال کے بنایا تھا" (الزخرف ۵۹)

اختصار سے کام لیتے ہوئے چند واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے اور اب چند اشارے کرتا ہوں۔

خیر البریہ :۔ (۱) "یقیناً وہ لوگ جو ایمان اور نیک اعمال کی راہ پر گامزن ہوتے ہیں وہی ہیں جو خیر البریہ ہیں۔ ان کی جزا اُن کے رب کے پاس ہمیشگی کی جنتیں ہیں جن میں نہریں بہتی ہوں گی۔ ان کا خدا اُن سے راضی ہوا کہ وہ اس کی رضا کی راہوں پر چلے اور یہ اسی کے لئے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں" (البینہ ۸)

(۲) "کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ خدا نے اچھی بات کی مثال ایک پاکیزہ درخت سے دی ہے جس کی بنیاد پاتال میں ہوتی ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں اس کو خدا کے حکم سے ہر موسم میں پھل لگتا رہتا ہے" (ابراہیم ۲۶)

شر البریہ :۔ (۱) "یقیناً اہل کتاب اور مشرکین میں سے جنہوں نے انکار کی راہ اختیار کی وہ جہنم کی آگ کے سدا کے لئے سزاوار ہیں اور یہی لوگ شر البریہ ہیں (البینہ ۸)

(۲)۔۔۔۔"غلط بات کی مثال خدا نے گندے درخت سے دی ہے جو زمین کے اوپر سے ہی اکھڑ جاتا ہے اور اس کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی" (ابراہیم ۲۶)

فرعونوں کی فرعونیت

"ہم نے موسیٰؑ کو کھلے دلائل دے کر اور براہین کے ساتھ فرعون، ہامان اور قارون کی طرف بھیجا مگر انہوں نے کہا کہ یہ جھوٹا ہے جادوگر ہے مگر جب وہ ہماری طرف سے دیئے گئے سچ کو لیکر کھڑا ہوا تو انہوں نے کہا کہ (اسکی جماعت کو) اسکے ساتھ ایمان لانے والوں کو سب کو قتل کردو اور ان کی عورتوں کو (اپنے بد مقاصد کے لئے) زندہ رکھو مگر انکار کرنے والوں کی سازشوں کو پھل نہ لگا۔۔۔۔ اور فرعون نے کہا کہ مجھے موسیٰؑ کو قتل کر لینے دو اور اسے اپنے رب کو بلا لینے دو۔ مجھے تو یہ خوف دامنگیر ہے کہ یہ تمہارا دین بدل دے گا یا ملک میں فساد کی راہ پیدا کرے گا" (المومن ۲۷)

آوازِ حق :

"اور فرعون کی قوم میں سے ایک شخص نے جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا کہا (تم پر حیف ہے) کیا سچی باتوں اور زیادتی کرنے والوں کا ساتھ نہیں دیا۔" (المومن - ۳۸۶)

ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ (۱) ابن آدم کی مثال

"اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے دست درازی کرے گا تو میں تجھ پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا مجھے تو رب العالمین کا خوف دامنگیر ہے" (البقرۃ)

(۲) صرف ایک راستہ :۔

"اور ہمارے لئے اور کوئی راستہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ ہم اپنے خدا پر کامل بھروسہ رکھیں جب کہ اس نے ہماری راہیں روشن رکھی ہیں۔ اور تم جو ہمارے لئے اذیت کے سامان پیدا کرتے ہو تو ہم اس پر سوائے صبر کرنے کے اور کیا کر سکتے ہیں اور متوکل لوگوں کو اپنے خدا پر ہی بھروسہ کرنا ہوتا ہے۔ مگر خدا کے پیغام کا انکار کرنے والوں (سرداروں) نے کہا ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے یا تم واپس ہماری ملت میں (اکثریت میں) داخل ہو جاؤ" (ابراہیم ۱۳)

حرفِ آخر :۔

ایک محاورہ ہے کہ جو کسی کے لئے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اس میں گرتا ہے

"فاعتبروا یا اولی الابصار"

آنکھوں والو! آنکھیں بڑی نعمت ہیں۔ یہ عبرت کے نشانات دیکھنے کے لئے ہی دی گئی ہیں ذرا تاریخ آدمیت پر نظر ڈالیئے۔ ہابیل قابیل کے واقعہ سے لے کر لبنان اور اسرائیل تک ہمیشہ ہی طاقتور نے کمزور پر اپنی قوت کے بل بوتے پر مظالم ڈھائے ہیں نہ معلوم اس ابن آدم کا ضمیر کب جاگے گا جو اس کو ملامت کرے گا کہ اے انسان کے بچے ہر انسان کا اپنے ماحول میں اپنی مرضی سے شرافت کی زندگی گذارنا اس کا پیدائشی حق ہے۔ جب تک کوئی دوسرا شخص دوسرے پر ہتھیار نہ اٹھائے اس کو جینے دینا ہی انسانیت ہے۔

* * * * * *

ہمارا سالانہ جلسہ
قوم کی ترقی اور اتحاد
کی وہ تجویز ہے جسکی بنیاد
حضرت مجدد صدِ چہاردہم
نے اپنے دعوٰی کے ساتھ رکھی اور آپ کی زندگی میں برابر
یہ جلسہ ہر سال ہوتا رہا
جلسہ سالانہ کی
اغراض
حضرت مجدد صد چہاردہم کے الفاظ میں مندرجہ ذیل ہیں :-
۱۔ تعلقاتِ جماعت کا استحکام ۲۔ معرفت الٰہی میں
ترقی
۳۔ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے
تدابیر کا عمل میں لانا
جلسہ پر
آنے والے تمام احباب
غور کریں
کہ خدا کے دین کو قوت پہنچانے کیلئے وہ کیا ساتھ لارہے ہیں
ابھی تقریباً ایک ہفتہ باقی ہے۔ اس سے
فائدہ اٹھائیں
جلسہ پر
نہ آنے والے احباب
غور کریں کہ
جو عذر آپ دینی اجتماع میں آنے کے لئے کیا کرتے ہیں
کیا اس عذر نے کبھی آپ کو اپنے ضروری دنیوی
کاموں سے بھی روکا ہے ؟
خدا کے
دین کی تائید کے لئے
حرکت کرنا * تکلیف اٹھانا * ذلت اٹھانا
زندگی * راحت * عزت
کا موجب ہے
کیا آپ ایک کو اختیار کر کے دوسری کو حاصل کرینگے
بزرگانِ قوم سے
التماس ہے !
کہ وہ اپنی حاضری سے نوجوانانِ قوم کے حوصلے بڑھائیں
اور نوجوانوں سے درخواست ہے کہ وہ اپنے دینی جوش
کے مظاہرے سے بزرگانِ قوم کی زندگیوں میں
راحت پیدا کریں
(محمد علی)

ازقلم: مکرم میاں نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور

درسِ قرآن — سبق نمبر ۱۲

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ
وَ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝

ترجمہ: ”جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔“ (البقرۃ ۲: ۳)

پچھلے درس میں میں نے اللہ تعالیٰ کے اپنے آپ کو پردۂ غیب میں رکھنے اور ایمان بالغیب کی حکمتوں پر کچھ عرض کیا تھا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ اُن حکمتوں کی وجہ سے آنکھوں سے اوجھل ہے اس لئے انسان خدا کو بھول جاتا ہے۔ خدا کی یاد دل میں تازہ رکھنے کے لئے نماز ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں آگے سورۂ طٰہٰ ۲۰ میں آتا ہے: واقم الصّلوٰۃ لذکری (آیت ۱۴) یعنے نماز کو قائم کر مجھے یاد کرنے یا یاد رکھنے کے لئے۔

اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنے کے لئے چند بنیادی باتیں ہیں۔ اوّل تو یہ کہ وہ ہر جگہ ہے، نہ کہ صرف مسجد میں یا مندر میں یا گرجا میں یا آسمان پہ۔ اسی لئے قرآن فرماتا ہے **ھو معکم اینما کنتم** یعنے جہاں کہیں بھی تم ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ اس لئے نماز ہر جگہ ہو سکتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ نماز خصوصًا فرض نماز باجماعت افضل اور بابرکت ہوتی ہے۔ اسی لئے مسجد کا ہونا ضروری ہے تاکہ ایک مقررہ جگہ پر لوگ جمع ہو کر حضور باری تعالیٰ کے آگے عرض و نیاز کریں۔ مگر نماز کی جماعت ضرورت پڑنے پر کہیں بھی ہو سکتی ہے۔ اور اگر جماعت نہ میسّر ہو تو نماز اکیلے بھی ہو سکتی ہے۔ گھر میں، میدان میں، سواری کی یا سفر کی حالت میں، بلکہ کھڑے ہو کر ممکن نہ ہو تو بیٹھ کر یا لیٹ کر اشاروں سے، یہاں تک کہ میدانِ جنگ میں بھی نماز ہو سکتی ہے۔ الغرض نماز پہلے تو انسان کو یہ یاد دلاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ ہر جگہ ہے۔ اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے تھا ورنہ انسان کی حفاظت اور مدد اور مشکل کشائی کیسے ہو سکتی؟ وہ خدا ہی کیا جو کہیں محدود ہے ایک بُت کی شکل میں یا ایک انسان کی شکل میں۔

پھر وہ خدا ہی کیا جو ہر آن اپنی مخلوق کو خصوصًا جہاں تک ہمارا تعلق ہے انسان کو ہر آن دیکھتا نہ ہو تاکہ اس کی حفاظت فرمائے، اس کی ربوبیت فرمائے، اُس کی مدد کو آئے۔ پھر یہ بھی ضروری تھا کہ خدا کی ہر مخلوق پر اس کی ہر آن نگاہ ہو ربوبیت کے لئے، خصوصًا انسان پر جو خدا کا خلیفہ ہے یہ دیکھنے کے لئے کہ وہ اپنے فرائض کیسے پورا کر رہا ہے اور کیا عمل کر رہا ہے کیونکہ جیسا کہ میں ملٰک یوم الدّین کی تفسیر میں بتا آیا ہوں کہ عمل کا (خواہ وہ نیک ہو یا بد) نتیجہ فورًا مترتب ہو رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ انسان کی بات کو سُن رہا ہو۔ اول تو یُوں کہ انسان نہ صرف اپنے عمل کے لئے جوابدہ ہے بلکہ اپنے قول کے لئے بھی۔ دوئم یُوں کہ انسان اگر جناب باری میں کچھ عرض کرنا چاہے تو اُس کی شنوائی ہو نہ کہ وہ نعوذ باللہ ایک بُت یا مرے ہوئے انسان کی طرح ہو جو کبھی کتنا بھی خدائی صفات کا مظہر ہو وہ اب نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے۔ بالآخر یہ بھی نہایت ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ انسان کے سینہ کے رازوں سے واقف ہو ورنہ انسان دُوسرے انسانوں سے اپنے سینہ کے رازوں کو چھپا کر بہت کچھ دھوکا دینا اور نقصان پہنچا جاتا ہے۔ پھر تمام اعمال کی اچھائی یا بُرائی اُس نیت پر مبنی ہوتی جس سے وہ کئے جائیں اور نیّت سینہ میں مخفی ہوتی ہے۔ ایک قاتل بھی گلا کاٹتا ہے ایک سرجن بھی مگر چونکہ دونوں کی نیتّوں میں آسمان، زمین کا فرق ہے اس لئے قاتل کو پھانسی دی جاتی ہے مگر سرجن کو فیس کے علاوہ شکریہ بھی ادا کیا جاتا ہے اگرچہ اُس کا آپریشن تقدیر کے ہاتھوں کامیاب نہ رہا ہو۔ جس خُدا نے انسان کا باطن جو سینہ کے اندر ہے بنایا ہے وہ اس سے کیسے ناواقف ہو سکتا تھا؟

ان تمام باتوں کو قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی صفات سمیع یعنے سننے والا، بصیر یعنے دیکھنے والا اور علیمٌ بذات الصدور یعنے سینوں کی باتوں کو جاننے والا کو بار بار دوہرا کر واضح کرتا ہے، اور نماز اللہ تعالیٰ کی ان صفات کو یاد دلاتی اور ان پر ایمان کو قائم کرتی ہے کیونکہ نماز میں ہم اللہ تعالیٰ کے آگے ہاتھ باندھ کر عاجزی سے کھڑے ہوتے، رکوع کرتے اور سجدہ میں جاتے ہیں اسی لئے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھ رہا ہے۔ پھر نماز کا کچھ حصہ باآوازِ بلند ہوتا ہے تو اکثر حصہ خاموشی سے دل میں کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ انسان کی بات کو سنتا اور اُس کے سینہ کی باتوں کو جانتا ہے۔ نماز ہر روز دن میں کم سے کم پانچ دفعہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کی ہستی کو یاد دلاتی اور اُس پہ ایمان کو تازہ کرتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اور انسان کا کیا گہرا ہر آن کا تعلق ہے اس کو بھی یاد کراتی اور اس پر ایمان کو قائم کرتی ہے۔ گویا نماز پردۂ غیب کو اٹھاتی ہے اسی لئے ایمان بالغیب کے معًا بعد یُقیمون الصّلوٰۃ کا ذکر فرمایا۔

یاد رہے کہ قرآنِ حکیم میں ہمیشہ نماز کو قائم کرنے کا حکم آتا ہے نماز پڑھنے کا نہیں آتا۔ ایک جگہ جہاں نماز پڑھنے کا ذکر آتا ہے تو وہ بطور مذمت کے فویل للمصلین ۝ الّذین ھم عن صلاتھم ساھون ۝ الّذین ھم یرآءون ۝ و یمنعون الماعون ۝ (الماعون ۱۰۷: ۴ تا ۷) جس کے معنٰے ہیں کہ افسوس ہے نماز پڑھنے والوں پر جو اپنی نماز سے غافل ہیں وہ دکھاوا کرتے ہیں اور خیرات (یا نیکی کے کاموں سے) روکتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگ نماز تو پڑھتے ہیں مگر اس کی حقیقت یعنی روح سے غافل ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ان کی نماز محض دکھاوا ہوتا ہے نہ کہ دل سے، جس دل میں بجائے خُدا کے دولت کا بُت بستا ہے۔ اسی لئے وہ خیرات سے روکتے ہیں اور اُن کے دلوں میں مخلوقِ خُدا سے ہمدردی یا رحم نہیں پیدا ہوتا۔

جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا تھا جس نماز کا ذکر بطور تعریف کے بارہا قرآنِ حکیم میں آیا ہے وہ وہ نماز ہے جس کو قائم کیا جاتا ہے۔ اس کے ایک معنٰی تو یہ ہیں (اور وہ ہم سب کا تجربہ ہے) کہ شروع شروع میں جب انسان نماز پڑھتا ہے تو شیطان انسان کی توجہ کو ہر ممکن طریقہ سے بجائے خدا کی طرف قائم ہونے کے دوسری طرفوں کو بھٹکاتا ہے۔ ایسے انسان کی نماز جب بھی توجہ بھٹک جائے تو بجائے قائم ہونے کے گِر گِر جاتی ہے تو مومن جب بھی اُس کی نماز گِر جائے تو اُسے پھر اٹھا کر کھڑا کرتا ہے۔ توجہ کو بھٹکانے کے علاوہ شیطان انسان کے دل میں وسوسے اور شبہات بھی ڈالتا ہے تاکہ مومن نماز پر قائم نہ رہے۔ مگر باوجود اِن آزمائشوں کے جب مومن نماز پر ڈٹا رہتا ہے تو پھر اس کو نماز میں وہی لذّت آنے لگتی ہے جو عمدہ غذا میں ہوتی ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا قول ہے کہ ثواب اسی بات کا ہے کہ انسان کو نماز قائم کرنے کے لئے جد و جہد یعنے کوشش

اور کشمکش کرنی پڑتی ہے۔ تو اُن سے پوچھا گیا کہ جب انسان اس مقام سے نکل گیا اور اب اُس کو حضوری قلب نصیب ہو گئی تو کیا اس کا ثواب ختم ہو گیا؟ تو انہوں نے فرمایا تب نماز اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام بن جاتی ہے اور اس کا ثواب وہ لذّت اور راحت ہے جو اُسے نماز میں ملنے لگتی ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلعم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نماز کے لئے اذان دینے کو یُوں فرماتے ارحنا یا بلال۔ یعنے اے بلال ہماری راحت کا سامان کرو۔ اور حضورؐ نے فرمایا: قُرّۃ عینی فی الصلوٰۃ یعنے میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

نماز کو قائم کرنے کے لوازمات میں مندرجہ ذیل باتیں آتی ہیں:۔

۱۔ طہارتِ جسمانی یعنے وضو، غسل اور کپڑوں کی پاکیزگی۔ ان کی بابت احکام ہیں سورۃ المائدہ ۵۔ ۶ الاعراف۷۔ ۳۱، سورۃ المدثر ۷۴۔ ۴ میں۔

۲۔ دوئم نماز کو اوقاتِ مقررہ پر ادا کرنا جیسا کہ فرمایا ان الصّلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابًا موقوتا۔ یعنے بے شک نماز مومنوں پر مقررہ اوقات میں فرض کی گئی ہے۔ (النسآء۴۔ ۱۰۳) ہاں سفر میں یا جنگ میں یا دوسری مجبوری سے نمازیں جمع کر لینے کی اجازت ہے،

۳۔ تیسرے نماز پر دوام یعنے یہ نہیں کہ کوئی پڑھ لی کوئی چھوڑ دی علیٰ صلاتہم دائمون (المعارج۷۰۔ ۲۳)

۴۔ چوتھے نماز کی محافظت یعنے سفر ہو، بیماری ہو، جنگ ہو کوئی سی مشکلات ہوں نماز نہ چھوڑے جیسا کہ فرمایا۔ ھم علی صلاتہم یحافظون (المعارج۷۰۔ ۳۴)

۵۔ پانچویں نماز کو سمجھ کر پڑھے یعنے انسان کو علم ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور کس کے حضور کہہ رہا ہے۔ اپنی عاجزی اور بے کسی کا بھی احساس ہو اور ادب کی صورت میں نماز ادا کرے تبھی نماز میں خشوع اور خضوع پیدا ہوتا ہے جس کی تعریف قرآن حکیم نے یُوں فرمائی ہے الذین ھم فی صلاتہم خاشعون (المؤمنون۲۳۔ ۲)

۶۔ چھٹے توجہ کو نہ بھٹکنے دیا جائے جیسا کہ اُوپر یقیمون الصّلوٰۃ کی تفسیر میں بتا آیا ہوں۔

۷۔ ساتویں نماز میں دکھاوا یا ریاکاری نہ ہو (الماعون۱۰۷۔ ۶)

۸۔ آٹھویں نماز کی ادائیگی میں طبیعت میں کسل یا سستی نہ آئے کیونکہ منافقوں کے ذکر میں ہے، کہ لا یأتون الصلوٰۃ الّا وھم کسالیٰ

۹۔ نویں حتی الامکان نماز، کم سے کم فرض، باجماعت ادا کئے جائیں جیسا کہ فرمایا وارکعوا مع الراکعین (البقرۃ۲۔ ۴۳)

۱۰۔ دسویں نماز کو جلدی جلدی پڑھ لینا اور بعد میں ہاتھ اٹھا کر لمبی لمبی دعائیں کرنا اپنی نماز کو ضائع کرنا اور دعاؤں کے اثر کو کم کرنا ہے۔ نماز کے لئے جو عربی کا لفظ صلوٰۃ ہے اس کے معنے ہی ہیں دُعا کے۔ تو نماز ساری کی ساری دُعا ہے اُسے سوچ سمجھ کر ادب اور عاجزی سے پڑھنا اور جو دعائیں دل میں اُٹھیں انہیں نماز میں ہی خصوصًا سجدوں میں کرنا صحیح طریق اور سنّتِ نبوّی بھی ہے۔ جو شخص نماز تو فر فر یعنے جلدی، جلدی پڑھتا ہے اور سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر لمبی دعائیں کرتا ہے وہ اُس شخص کی طرح ہے جو کسی حاکم یا بادشاہ کے دربار میں تو گیا مگر وہاں عرضِ حال کرنے کی بجائے باہر آکر اس حاکم یا شہنشاہ کو چلّا چلّا کر مخاطب کرنا چاہتا ہے۔

یاد رہے کہ شہنشاہوں کے شہنشاہ یعنے اللہ تعالےٰ کے حضور میں دن میں پانچ بار حاضری کی اجازت بہت بڑی عزّت ہے اور موقعہ ہے کہ انسان اس احکم الحاکمین کو جو اس کی تمام ہستی اور زندگی اور آخرت کا مالک ہے راضی کر سکے۔ وہ ذاتِ بابرکات مومن کا دوست بن جاتی ہے جیسا کہ قرآن میں بارہا اللہ تعالےٰ کے مومنوں کا ولی، اُن کا مولیٰ، اُن کا مددگار ہونے کا ذکر آیا ہے۔ دنیا میں اگر کسی انسان کا کوئی افسر دوست ہو یا اُس افسر کے ہاں اُس کا آنا جانا ہو تو وہ شخص اس پر کتنا اتراتا اور فخر کرتا ہے۔ تو زمینوں اور آسمانوں کے شہنشاہ اور مالک کے حضور میں پانچ دفعہ حاضری کا موقعہ ہو یا اُس کی دوستی کا فخر نصیب ہو سکے اور انسان اس سے فائدہ نہ اُٹھائے تو اس سے بدنصیب کون انسان ہو سکتا ہے؟

میں نماز کے مضمون کو انشاء اللہ اگلے درس میں جاری رکھوں گا اور اس کے ایک نہائیت اہم فائدہ اور ضرورت کا ذکر کر دوں گا۔

(باقی آئندہ)

اپیل برائے دستکاری

جلسہ سالانہ ۲۴ دسمبر ۸۲ء سے منعقد ہو رہا ہے۔ بہنیں اور بچیاں حسبِ دستور دستکاری کی تیاری میں مصروف ہوں گی۔ درخواست ہے کہ اس کی تکمیل جلد از جلد کر کے منتظمین دستکاری تک پہنچا دیں۔ ہر شہر اور علاقے کی دستکاری اپنی اپنی متعلقہ منتظمین تک پہنچائی جائے کیونکہ اس سال بھی حسبِ روایت ہر شہر کی دستکاری کے الگ الگ سٹال ہوں گے۔

لاہور میں مقیم خواتین اپنی تیار شدہ دستکاری براہِ راست محترمہ ناصرہ ملک صاحبہ یا راقم الحروف تک پہنچا دیں۔

احمدیہ بلڈنگز میں محترمہ صابرہ رحمان صاحبہ اور دارالسلام میں محترمہ عظمت رفیقہ صاحبہ اور محترمہ بیگم راجہ محمد افضل صاحبہ کو دستکاری کی اشیاء پہنچائی جا سکتی ہیں۔

(محترمہ) صفیہ جاوید (صاحبہ)

اپیل برائے جلسہ فنڈ ۱۹۸۲ء

اخی مکرمی و محترمی ـــــــــ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

امامِ وقت حضرت اقدس نے ہمیں جن دینی خصوصیات سے نوازا ہے ان میں جلسہ سالانہ کا انعقاد ایک ایسی خصوصیت ہے جو اسلام میں اجتماعی زندگی کی بنیاد ہے۔ اور اس سے تبلیغ اسلام کے خوش کن نتائج متوقع ہوتے ہیں۔ امسال یہ اجتماع اپنی روائتی شان و شوکت سے ۲۵ تا ۲۸ دسمبر ۸۲ء منعقد ہو رہا ہے، بیرون پاکستان سے غیر معمولی تعداد کی شمولیت متوقع ہے جملہ احباب و خواتین کی اس میں شمولیت بیحد ضروری ہے۔

موجودہ دور میں جبکہ افراطِ زر کی وجہ سے خورد و نوش کی ہر چیز مہنگی ہو گئی ہے اشاعتِ اسلام کے ذرائع بھی بہت سے اخراجات کے متقاضی ہیں، احباب سے گذارش ہے کہ وہ موجودہ مخصوص مہنگائی کے پیشِ نظر دل کھول کر جلسہ فنڈ میں چندہ دے کر اپنی درخشندہ روایات کو قائم رکھیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

والسلام خاکسار جنرل سیکرٹری (مرزا) مسعود بیگ

از:- محمد شریف چوہدری

بلادِ غیر میں اسلام پر احمدیہ لٹریچر کی مقبولیت

اکنافِ عالم سے آمدہ خطوط کی جھلک

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" الہام حضرت اقدس

گھانا کے زیر انتظام مڈل سکول میں بطور عربی انسٹرکٹر کام کر رہا ہوں اس لئے مجھے مذکورہ تفاسیر کی امتیازی خصوصیات کی وجہ سے بہر صورت ضرورت ہے اس لئے التماس ہے کہ آپ تحفۃً ارسال کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔ میں ذاتی طور پر ہدیہ ادا کرنا چاہتا ہوں اور اس کی مالی استطاعت بھی رکھتا ہوں مگر ملکی زر مبادلہ کی پابندیوں کی وجہ سے مجبور محض ہوں امید ہے جواب باذواب سے مطلع فرمائیں گے۔

○ الازہر یونیورسٹی قاہرہ مصر سے محمد کریم ابراہیم رقمطراز ہیں:-

پیارے جناب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ مکتوب آپ کی خدمت عالیہ میں تحریر کرتے ہوئے بے حد مسرت ہو رہی ہے امید ہے کہ آپ اس پر ہمدردانہ غور فرمائیں گے۔ میں نائیجیریا سے حصول علم کے لئے مصر آیا ہوں اور الازہر یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہوں۔ مذہب اسلام کے متعلق کافی معلومات رکھتا ہوں لیکن عیسائیت کے متعلق خصوصاً بائیبل کے متعلق میرا علم بہت کم ہے۔ کیا آپ ایسی کتب بھیج کر میری امداد فرمائیں گے جن کے مطالعہ سے میں عیسائیوں کو جو اسلام کے حریف اول ہیں شکست دے سکوں۔ عرصہ ہوا ایک دوست نے مشورہ دیا تھا کہ آپ کی کونسل کو خط لکھوں جس نے عیسائیت کے رد کے لئے بے شمار علمی و تحقیقی شاہکار کتب شائع کی ہیں۔ لہٰذا ملتمس ہوں کہ مجھے ایسی کتب بھیج دیں بے حد شکر گذار ہوں گا۔

نائیجیریا سے الحاج جالو لکھتے ہیں:-

جناب عالی!

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۶ جنوری ۸۲ء پیش نظر ہے اس کے مطابق خاکسار کو کتب تا حال موصول نہیں ہوئیں۔ ان کتب کی ترسیل کے لئے انتہائی شکر گذار ہوں۔ لہٰذا وصولی پر اطلاع دوں گا۔ خود بھی مطالعہ کروں گا اور دوستوں کو بھی پیش کروں گا۔ امید رکھتا ہوں کہ آپ مجھے تازہ لٹریچر ارسال کرتے رہیں گے۔

○ گھانا مغربی افریقہ سے احمد ابراہیم الیاس تحریر کرتے ہیں:-

مکرمی جناب السلام علیکم!

مہربانی فرما کر ترجمہ و تفسیر انگریزی قرآن کریم اور دیگر اسلامی لٹریچر ارسال کر کے شکریہ کا موقع دیں۔ میں نے عربی کی تعلیم عربی سکول اور مغربی تعلیم سیکنڈری سکول سے حاصل کر لی ہے۔ مذہب اسلام کے متعلق علم حاصل کرنے کا بے حد شوق ہے۔ ملتمس ہوں کہ انگریزی ترجمہ قرآن تحفۃً ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

○ نائیجیریا سے صلاح بائیو لکھتے ہیں۔

مکرم و محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مرسلہ انمول و مقدس تحفہ انگریزی ترجمہ قرآن کریم گذشتہ سال نومبر کو موصول ہوا۔ معذرت خواہ ہوں کہ اپنی طویل علالت کی وجہ سے مطلع نہ کر سکا۔ فروری ۸۱ء تا اگست ۸۲ء صاحب فراش رہا ہوں۔ اب بفضل تعالیٰ صحت بحال ہو رہی ہے۔ آپ کی پیشکش کے لئے دعا گو ہوں کہ

جلسہ سالانہ ۱۹۸۲ء کی تاریخوں میں

ضروری تبدیلی!

جلسہ سالانہ ۱۹۸۲ء اب ۲۴ دسمبر کی بجائے ۲۵ دسمبر سے شروع ہوگا

۲۵ تاریخ کو خواتین کا جلسہ اور نمائش دستکاری ہوگی، احمدی خواتین اور بچیاں

دستکاری کی اشیاء ہمراہ لائیں یا پہلے اعلان کردہ پتہ (بر صفحہ ۱۱) پر بھیج دیں،

دستکاری کی فروخت سے ہر سال ایک معقول رقم جمع ہو جاتی ہے جو اشاعت

اسلام کے کاموں میں مدد دیتی ہے۔

تاریخہائے جلسہ سالانہ
۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر ۱۹۸۲ء

اجلاسِ عام

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کا ایک اجلاس عام بتاریخ ۱۷ دسمبر ۱۹۸۲ء بروز جمعۃ المبارک بعد از نماز جمعہ "جامع احمدیہ دار السلام" میں منعقد ہوگا جس میں آئندہ سال ۱۹۸۳ء کے لئے مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے ممبران مجلس انتظامیہ اور عہدیداران کا چناؤ ہوگا۔

آپ سب احباب و خواتین سے استدعا ہے کہ اس اجلاس عام میں شامل ہو کر گرامی رائے سے مستفید فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

والسلام

خاکسار

سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ لاہور

محترم خواتین، معزز حضرات و عزیزانِ خوش خصال

الحمدللہ ہماری جماعتی سرگرمیوں کا ایک اور سال قدم قدم پر آپ کے بھرپور تعاون کے مظاہرے کو سمیٹے ہوئے قریب الاختتام ہے۔ قومی زندگی کے اس قلیل عرصہ میں ہم نے مل جل کر احمدی بچوں نوجوانوں اور دوستوں کو جماعت اور اجتماعی زندگی کی ان راہوں سے مانوس کرنے کی کوشش کی ہے جو منزل مراد قریب سے قریب تر کر دیتی ہیں۔ ہم یہ کوشش بھی کر رہے ہیں کہ ہمارے کارواں کی جادہ پیمائی آسودگی کا شکار نہ ہو۔ اور ہم ایک فعال اور مثالی قوم کی حیثیت سے خوب سے خوب تر کے مظہر ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے کسی حد تک ہماری ناچیز کوششوں میں برکت ڈالی۔ ملاحظہ فرمائیں اور آئندہ [illegible] اپنے قیمتی مشوروں سے نوازیں۔

۱۔ رابطہ اجلاس

دورانِ سال آٹھ رابطہ اجلاس لاہور کے قریباً تمام حلقوں میں منعقد کئے گئے جنہوں نے افرادِ جماعت میں ایک روح پھونک دی۔ بچوں۔ نوجوانوں، بزرگوں (مرد و خواتین) نے نہایت ذوق و شوق سے ان اجلاسوں میں شرکت کی اور یکجہتی کا اعلیٰ نمونہ پیش فرمایا۔ سال آئندہ کے لئے اس نتیجہ خیز مہم کو مزید مؤثر بنانے کی تجاویز غور طلب ہیں اس سلسلہ میں آپ کی مفید آراء بھی ہماری رہنمائی کا موجب ہو سکتی ہیں ضرور تکلیف فرمائیے۔ شکریہ

۲۔ بچوں کی ماہانہ کلاس

رواں سال میں ہم نے جماعت کو ایک اور اہم فرض بھی یاد دلایا تھا چھوٹے بچوں کی دینی خطوط پر تعلیم و تربیت کا انتظام اس کے لئے ہر ماہ کے پہلے سوموار کو درسِ قرآن مجید سے قبل ننھے بچوں کو جمع کیا جاتا رہا جس کے لئے کہنہ مشق معلم و مبلغ جناب مرزا محمد لطیف صاحب شاہد فاضل عربی کے درس و تدریس نے دلآویز رنگ بھر دیئے اور بچوں کی تعداد روز افزوں ہوتی رہی اللہ تعالیٰ مرزا صاحب کو اس کا اجر خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ اس سلسلہ کو آئندہ مفید تر بنانے کی تجاویز بھی زیر غور ہیں، اگر کوئی دوست ننھے بچوں کی اس روحانی تربیت کے لئے تھوڑا سا وقت دے سکتے ہوں تو یہ کلاس پندرہ روزہ بھی کی جا سکتی ہے جس کے مفید نتائج برآمد ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ یاد رکھیں ہماری چھوٹی سی جماعت میں یہ ایک اہم اور بنیادی ضرورت ہے ہم آپ کی پیشکش کے منتظر ہیں۔

۳۔ درسِ قرآن

ہر سوموار کو بعد از نماز عصر جناب نصیر احمد فاروقی صاحب کے درسِ قرآن نے روح کی پرورش کا جو سامان مہیا فرمایا اس کے لئے اس جواں ہمت بزرگ نے جس کاوش اور باقاعدگی سے وقت دیا اور اس بابرکت کام کو جاری و ساری رکھا ہم اس کے لئے ممنون ہیں انہیں خراجِ تحسین پیش کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اس درس میں پابندی سے آئیں اور جو خواتین اور احباب اس روح پرور درس سے محروم رہے ہیں اُن کو تحریک کریں اور ساتھ لائیں۔ اس سلسلہ میں ہمارے انتہا رہینہ بھائی چوہدری ریاض احمد صاحب اور دوسرے دوستوں کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے جو درس سے پہلے حاضرین کو چائے اور دیگر لوازمات پیش فرماتے رہے تاکہ حاضرین تنگیٔ وقت کے سبب گھر پر چائے کا تردد اور وقت بچا کر درس میں شامل ہو سکیں۔ اُمید ہے آئندہ سال بھی اس خدمت سے دستکش نہ ہوں گے۔ جزاک اللہ،

۴۔ گھروں پر جا کر ملنا:۔

سالِ رواں کے پروگرام میں یہ منصوبہ شامل تھا جو میری غیر معمولی مصروفیت کے سبب پروان نہ چڑھ سکا۔ اور تشنۂ تکمیل رہا۔ اس پروگرام کے تحت ان خواتین اور احباب تک رسائی تھی جو حالاتِ حاضرہ یا کسی مشکل کی وجہ سے ہماری سرگرمیوں میں حصہ نہیں لے رہے تاکہ ان کے مسائل کا جائزہ لے کر ایسی رکاوٹوں کو دور کرنے کی کوشش کی جائے اور ع

آملیں پھر سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک

ہم نے اس طرف قدم تو اٹھایا مگر کما حقہٗ نہیں تھا۔ آئندہ سال انشاء اللہ اس پر خصوصیت سے توجہ دی جائے گی۔ اگر آپ ایسے دوستوں کے نام اور پتہ دے سکتے ہیں جو جماعت سے متعلق رہے ہوں اور اب کسی وجہ سے دور رہوں تو یہ بھی دینی خدمت ہوگی۔

۵۔ محمد علی میموریل ڈسپنسری

رفاہِ عامہ اور خدمتِ خلق بھی دینی اداروں کا زیور ہوتے ہیں۔ دکھی انسانیت کی خدمت بھی تعلیم اسلام کا جزو لاینفک ہے۔ انجمن سال ہا سال سے یہ ڈسپنسری چلا رہی تھی۔ اگست ۸۲ء سے اسے مقامی جماعت کی تحویل میں دے دیا گیا جس نے اس دواخانہ کو ایک علیحدہ کمرے میں منتقل کر کے جز وقتی ڈاکٹر اور ڈسپنسر کا انتظام کیا ہوا ہے۔ روزانہ نماز مغرب سے قبل دو گھنٹہ کے لئے اس سے علاج معالجہ کی سہولتیں میسر ہوتی ہیں اور اب دسمبر سے محترم ڈاکٹر مبارک احمد صاحب نے دو گھنٹے اس خدمت کے لئے وقف کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور اپنے تجربہ اور اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ضرورتمندوں کی اور زیادہ خدمت کر سکیں گے۔ جزاکم اللہ احسن الجزا۔ ہماری خواہش ہے کہ اس ڈسپنسری کو حضرت امیر مرحوم کی شان شایان ایک ایسے کلینک کی صورت میں لایا جائے جو احباب دارالسلام کے علاوہ پورے علاقوں کے مکینوں کے دکھ درد میں کام آسکے۔ اس کے لئے وسیع عمارت اور عملہ کی ضرورت ہوگی جس کے نتیجہ میں ہم غیراز جماعت افراد کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں جماعت سے مانوس کر سکیں گے اور اس طرح ایک رابطہ مہم کا آغاز ہو سکے گا۔ یہ منصوبہ کثیر مالی امداد اور آپ کی معاونت کا متقاضی ہے۔ اور ہم خرما و ہم ثواب کے مترادف بھی ہے۔ سے زبذل مال در راہش کسے مفلس نمے گردد۔ دل کھول کر اس کارِ خیر میں شامل ہوں اور ثواب دارین حاصل کریں۔

۶۔ شبان الاحمدیہ :۔

نوجوانانِ جماعت کی یہ تنظیم مقامی جماعت کے ماتحت کام نہیں کر رہی ہم نے بچوں اور احباب و خواتین سلسلہ کے لئے رابطہ اجلاس، درس و تدریس اور تربیتی کلاس کا اہتمام کیا ہوا ہے جس پر اُوپر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جبکہ شبان الاحمدیہ کی سرگرمیاں ہماری نظروں سے اوجھل ہیں تاہم وہ اپنے طور پر کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں اور ابھی ۱۵ نومبر ۱۹۸۲ء کو ان کے زیرِ اہتمام حضرت مولانا صدرالدین صاحبؒ کی پہلی برسی زیرِ صدارت حضرت امیر قوم احمدیہ بلڈنگس میں منائی گئی جو انتظام اور حاضری کے لحاظ سے حوصلہ افزا تھی تاہم ہماری خواہش ہے کہ شبان کے مشورہ سے کوئی ایسا قدم اٹھایا جائے جو شبان کے پروگرام میں ممد و معاون ہو اور تحریک کو استحکام ملے شبان کے عہدیداران سے استدعا ہے کہ وہ ہم سے تعاون کریں۔ جماعتیں باہمی تعاون اور اشتراکِ عمل سے ہی بنتی اور پروان چڑھتی ہیں۔ سے

برآور ہرچہ اندر سینہ داری — سرودے، نالۂ، آہے، فغانے

آخر میں میں آپ سب کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے موجودہ عہدیداران مقامی جماعت کے ہر پروگرام میں معاونت فرما کر اسے کامیابی سے ہمکنار کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر اور ہمت میں برکت ڈالے اور مجھے اُمید ہے کہ سالِ آئندہ کے لئے عہدیداران سے بھی آپ اسی تعاون اور گرمجوشی کا مظاہرہ فرما کر والے درمے قدمے سخنے مددگار بن کر عنداللہ ماجور ہوں گے آپ بہتر جانتے ہیں کہ فی زمانہ مل جل کر یکجہتی سے کام کرنے کی کتنی ضرورت ہے۔ اور بچوں اور نوجوانوں میں بیداری باہمی یگانگت اور عزمِ راسخ پیدا کرنا کتنا ضروری ہے۔ خدا آپ کا حامی و ناصر ہو اور دین و دنیا کی نعمتوں سے مالا مال کرے۔ آمین ثم آمین!

——— خیر اندیش:۔ (میاں فضل احمد) صدر مقامی جماعت لاہور

مکرم ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب، پی ایچ، ڈی۔ لاہور

پَر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

انّ ھٰذا القرآن یھدی للّتی ھی اقوم و یبشّر المؤمنین الّذین یعملون الصّالحات ان لھم اجرًا کبیرًا۔

"یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو زیادہ مضبوط ہے اور ان مومنوں کو خوشخبری دیتا ہے جو اچھے کام کرتے ہیں۔ کہ اُن کے لئے بڑا اجر ہے۔" (بنی اسرائیل آیت ۹)

علاوہ ازیں اللہ تبارک وتعالےٰ نے اپنے پہلے صحیفوں میں بھی یہی اصول بیان فرمایا ہے۔

"ولقد کتبنا فی الزّبور من بعد الذّکر انّ الارض یرثھا عبادی الصالحون۔ انّ فی ھٰذا لبلاغًا لقومٍ عابدین۔" اور ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث میرے صالح بندے ہوں گے۔ یقیناً اس میں عبادت کرنے والے لوگوں کے لئے پیغام ہے۔" زبور ۔ ۳۷ ـ ۲۹ "صادق زمین کے وارث ہونگے"

لیکن کس قدر بدقسمتی کا مقام ہے کہ جو قوم اللہ تعالےٰ کے ایسے واضح احکام کے باوجود جان بوجھ کر اپنی آنکھیں اور کان بند کر دیتی ہے اور قرآن پاک جو مسلمانوں کے لئے ایک ضابطۂ حیات ہے اس سے لاپرواہی برتتے ہیں۔ اور اللہ کی ناراضگی کو ایک دعوت دیتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک نہایت دردمند دل سے اللہ تعالےٰ کے حضور رونا رویا۔ وقال الرسول یا رب انّ قومی اتخذوا ھٰذا القرآن مھجورًا "(اور رسول نے کہا اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑی ہوئی چیز کی طرح قرار دیا) اب ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیں اور اپنے ضمیر کو جواب دیں کہ آیا اس رسول کی فریاد جو خود رحیم و کریم اور رؤف اور رحمۃ للعالمین ہے اللہ تعالےٰ کو کس قدر عجیب و غریب معلوم ہوتی ہوگی کیونکہ اس کا یہ عظیم الشان نبی انسانوں کے غم میں اپنے آپ کو رو رو کر ہلاک کر رہا ہے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کو اپنے محبوب کا اس قدر خیال ہے کہ وہ اسے خود تسلی دیتا ہے کہ آپ اس غم میں اپنے آپ کو ہلاک نہ کریں کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اور نیک عمل نہیں کرتے چنانچہ حکم ہوا۔ لعلّک باخعٌ نفسک الّا یکونوا مؤمنین شاید کہ آپ اپنے آپ کو اس غم میں ہلاک کر دیں گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

۱۔ لقد جاءکم رسولٌ منکم عزیزٌ علیہ ما عنتّم حریصٌ علیکم بالمؤمنین رؤفٌ رحیم۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ "فلا تخشوا النّاس واخشون۔۔۔ (المائدہ: ۴۴)
"لوگوں سے مت ڈرو۔ مجھ سے ڈرو۔"

۳۔ انّ الّذین قالوا ربّنا اللہ ثمّ استقاموا تتنزّل علیھم الملائکۃ الّا تخافوا ولا تحزنوا ۔۔۔۔ نحن اولیاؤکم فی الحیٰوۃ الدنیا و فی الاٰخرۃ ۔۔۔۔ نزلًا من غفورٍ رحیم۔ (حٰمٓ السجدۃ آیت ۳۱-۳۲)

ترجمہ:۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں اللہ ہمارا رب ہے پھر سیدھی راہ پر لگے رہتے ہیں۔ ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ تم نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو اور اس جنت کی خوشخبری لو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے ولی ہیں۔ اور تمہارے لئے اس میں (وہ سب کچھ) ہے جسے تمہارے دل چاہیں اور تمہارے لئے اس میں (وہ سب کچھ) ہے جو مانگو، یہ مہمانی بخشنے والے رحم کرنے والے (اللہ کی طرف سے ہے)

۴۔ والّذین جاھدوا فینا لنھدینّھم سبلنا۔ وانّ اللہ لمع المحسنین۔
"اور جو لوگ ہمارے لئے جہاد کرتے ہیں ہم یقیناً انہیں اپنے راستوں پر چلائیں گے۔"

۵۔ انا لننصر رسلنا والّذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا و یوم یقوم الاشھاد
"یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور اُن کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔" (سورۃ المومن۔ آیت ۵۱)

۶۔ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انّھم لھم المنصورون۔ وانّ جندنا لھم الغالبون (الصّافات ۱۷۱-۱۷۲)
"اور ہمارا حکم ہمارے بندوں کے لئے پہلے سے ہو چکا ہے کہ وہ ضرور نصرت دیئے جائیں گے اور ہمارا لشکر یقیناً غالب رہے گا۔"

بطور یاد دہانی بتایا۔ لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃٍ۔

اللہ تعالےٰ نے اس سلسلے میں ایک اور حقیقت بھی بتائی کہ اگر اللہ تعالےٰ کا منشاء نہ ہو تو کوئی بھی کسی کی مدد نہیں کر سکتا۔ جیسے فرمایا:۔ ولا یستطیعون نصرکم (الاعراف ۱۹۷) اور ولا یستطیعون نصرھم (یٰسین ۷۵) من ینصرکم من دون الرحمان (سورہ ملک ۲۰) ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم (آل عمران ۔ ۱۶۰)

یہ چند آیات بطور نمونہ اور یاد دہانی کے پیش کی ہیں ورنہ حقیقت تو یہ ہے لا غالب الا اللہ اور یہی مومن کا ایمان اور یقین ہے۔ مومن کا تو حتمی ایمان اور کامل یقین ہے کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہی وہ مضبوط حبل اللہ ہے جس کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم ہے اور مسلمانوں کی سیاست اور عبادت کی بنیاد صرف اس حکم پر ہے۔

"قل اللّٰھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممّن تشاء و تعزّ من تشاء و تذلّ من تشاء بیدک الخیر انّک علیٰ کلّ شیءٍ قدیر۔

جب اس حقیقت پر ایمان اور عمل پختہ ہو جائے تو پھر مسلمان کا عمل ایک تقدیر الٰہی کا روپ دھار لیتا ہے۔ اور ایسے عمل کے لئے فرمایا گیا ہے۔ وما رمیت اذ رمیت ولٰکن اللہ رمیٰ۔ اور ایسے ہی عقیدہ کا اظہار علامہ اقبال مرحوم نے کیا ہے۔ ؏

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے۔

بات یہاں تک ہی ختم نہیں ہو جاتی۔ اللہ تعالےٰ کا کلام سچا ہے اور اللہ تعالےٰ کے وعدے برحق ہیں۔ لیکن ضرورت ایمان، یقین اور عمل کی ہے۔ اگر کسی طبیب یا ڈاکٹر نے ایک نسخہ تجویز کیا ہو اور بیمار کو تاکید کی ہو کہ اس کو پورے اعتماد اور احتیاط کے ساتھ استعمال کرے اور اگر ایسا نہیں کیا جاتا اور طبیب کی بات کی پرواہ نہیں کی جاتی تو یقیناً وہ بیماری ہلاکت کا موجب بن سکتی ہے۔

اسی طرح روحانی اور دینی بیماری کا حال ہے اس کا علاج کرنے والا قطعاً خطا نہیں

کرتا۔ لیکن اگر روحانی بیمار ان ہدایات پر عمل نہیں کرتا تو حالت وہی ہوگی جو آجکل کے مسلمانوں کی ہے۔

یہاں ہم دو ایک مثالیں دیتے ہیں اور پھر نتیجہ آپ پر چھوڑتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں سے ایک وعدہ فرمایا تھا کہ انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین تم ہی دنیا پہ غالب رہو گے اگر تم مومن رہے تو، ہم سب جانتے ہیں کہ یہ خوشخبری مشروطہ ہے مومن ہونا لازمی شرط ہے اگر یہ شرط پوری رہی تو واقعی کامیابی اور کامرانی اور دنیا پر غلبہ ہمارا ہے حضرت علامہ مرحوم کا مشہور شعر اسی آیہ کریمہ کی تفسیر ہے۔ ؎

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث + مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے

جہاں تمام ہے میراث مردِ مومن کی ، میرے کلام پہ حجت ہے نکتۂ لولاک

مگر جس بے دردی اور غفلت سے ہم نے قرآنِ پاک کے احکام کو پسِ پشت ڈالا ہے اس کی مثال تو سوائے یہود اور نصاریٰ کے کہیں نہیں ملتی اس لئے ہمارا حشر بھی وہی ہوگیا ہے جو ان قوموں کا ہوا۔ کچھ ہم میں سے مغضوب علیہم بن گئے۔ اور کچھ نے اپنی خود غرضی اور دنیاوی اغراض کے لئے فرضی عقائد تراش لئے اور اپنا صراطِ مستقیم گم کر بیٹھے۔

میں اپنے مفروضے کو مکمل کرنے سے پہلے ایک قرآنی اور تاریخی شہادت پیش کرنی چاہتا ہوں تاکہ یہ ثابت ہوسکے کہ مدد حقیقت میں اللہ تعالےٰ کی جانب سے ہی آتی ہے۔ اور اگر اسکی اجازت نہ ہو تو کوئی مدد کارگر نہیں ہوسکتی۔ ملاحظہ ہو فرمانِ الٰہی۔

ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہ وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون۔ (آل عمران)

ترجمہ:۔ "اگر اللہ تمہاری مدد کرتا ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے؟"

اس حقیقت کے بعد آپ کی توجہ جنگِ بدر کے تاریخی واقعہ کی طرف مبذول کراتا ہوں۔ اس واقعہ کا ذکر کرنے سے میرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مدد کی اور اس کے رسول نے مدد مانگنے کا نمونہ دکھایا اور مسلمانوں نے اپنے توکل کا زبردست مظاہرہ کیا۔ پس لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ اس سے بڑھ کر آپ کس چیز کے متلاشی ہیں۔ اب قرآنی آیات کو غور سے پڑھیں اور سوچیں اور خود فیصلہ کریں کہ ہمارا کردار اور عمل اُن مسلمانوں سے کس قدر مختلف ہے وہی خدا وہی رسول اور وہی قرآن مگر ان کے اور ہمارے درمیان کس قدر تفاوت ہے۔ فتدبّروا!

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ۔ فاتقوا اللہ لعلکم تشکرون۔ اذ تقول للمومنین الن یکفیکم ان یمدکم ربکم بثلثۃ الافٍ من الملائکۃ منزلین بلیٰ۔ ان تصبروا وتتقوا ویاتوکم من فورھم ھٰذا یمددکم ربکم بخمسۃ الافٍ من الملائکۃ مسوّمین وماجعلہ اللہ الا بشریٰ لکم ولتطمئنّ قلوبکم بہ۔ وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم۔ (سورۃ آل عمران ۱۲۲-۱۲۳)

ترجمہ:۔ "اور یقیناً اللہ نے تم کو بدر میں مدد دی جب تم تھوڑے تھے پس اللہ کا تقویٰ کرو تاکہ تم شکر گذار ہو۔ جب تو مومنوں کو کہتا تھا کہ کیا یہ تمہارے لئے کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار اتارے ہوئے فرشتوں سے تمہاری مدد کرے۔ ہاں اگر تم صبر کرو اور تقویٰ کرو اور وہ اپنے پورے جوش میں تم پر حملہ کریں۔ تمہارا رب پانچ ہزار (دشمن) کو تباہ کرنے والے فرشتوں سے تمہاری مدد کریگا۔"

آپ خود انصاف کیجئے اور فیصلہ کیجئے کہ کیا ہم اللہ تعالےٰ کے صریح احکام کی خلاف ورزی نہیں کرتے تعجب کا مقام ہے ایک دفعہ مصر کے سابق صدر جناب سادات نے کھلے طور پہ اعلان کیا تھا کہ دین اور سیاست دو مختلف تصوّرات ہیں۔ حکیم الامت حضرت علامہ اقبال مرحوم فرماتے ہیں

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشہ ہو + جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اور سادات صاحب نے صریح طور پر قرآن شریف کی مندرجہ آیات کی خلاف ورزی کی اور یہود جیسے دشمن دین قوم کے ساتھ دوستی کی اور تمام مسلمانوں کے مفاد کو پسِ پشت ڈال کر کس قدر ظلم کیا۔ ملاحظہ ہو فرمان الٰہی۔

یا یہا الذین امنوا لا تتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیآء بعضھم اولیآء بعضٍ ومن یتولھم منکم فانہ منھم۔ ان اللہ لا یھدی القوم الظّلمین۔ فتری الذین فی قلوبھم مرضٌ یسارعون فیھم یقولون نخشیٰ ان تصیبنا دآئرۃ۔ فعسی اللہ ان یأتی بالفتح او امرٍ من عندہٖ فیصبحوا علیٰ ما اسرّوا فی انفسھم نٰدمین۔ (المائدہ ۵۱-۵۲)

ترجمہ:۔ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو یہودیوں اور عیسائیوں کو ولی مت بناؤ۔ وہ ایک دوسرے کے ولی ہیں اور جو کوئی تم میں سے ان کو اپنا ولی بناتا ہے بلاشبہ وہ انہی میں سے ہے۔ یقیناً اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔ پس جن کے دلوں میں بیماری ہے تو اُن کو دیکھے گا کہ ان کی (دوستی) کے لئے جلدی کرتے ہیں کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ ہم پر کوئی گردش نہ آجائے۔"

اللہ کس قدر رحیم و کریم ہے کہ وہ قدم قدم پر مسلمانوں کی راہنمائی فرماتا ہے۔ اور انہیں ہر ممکن خطرے سے آگاہ کرتا ہے۔ مسلمانوں کو ان کے دوست اور دشمن کی نشاندہی کرتا ہے مگر مسلمان اپنی بدقسمتی کے سبب خود بخود مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں۔ چنانچہ سورۃ ۹/۱ میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ:۔ "اللہ تمہیں ان لوگوں سے روکتا ہے جنہوں نے دین کے بارے میں تم سے لڑائی کی۔ اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں دوسروں کی مدد کی کہ تم ان سے دوستی کرو اور جو ان سے دوستی کرتا ہے تو وہی ظالم ہیں۔" (سورۃ الممتحنۃ ۹-۱۰)

یہاں بہتر ہوگا کہ ایک شبہ دور کر دیا جائے۔ بعض لوگوں کا خیال ہوگا کہ خواہ مخواہ لڑائی اور بدامنی پیدا کرنا اچھا نہیں۔ یہ تو سیاست کے خلاف بات ہے لیکن ایسا نہیں ہے اسلام کی سیاست کھلی اور صاف سیاست ہے۔ چنانچہ المائدہ ۸/۹ میں فرمایا:۔

ترجمہ:۔ "اور تمہیں ان سے نہیں روکتا جنہوں نے تمہارے ساتھ دین کے بارے میں لڑائی نہیں کی۔ اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ کہ تم ان سے بڑے بڑے احسان کرو اور ان سے انصاف کرو۔ اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

یہ احکام اس قدر واضح اور ضروری ہیں کہ ان کی موجودگی میں کسی دھوکے اور غلطی کا احتمال نہیں ہوسکتا۔ لیکن ایسے احکام کے باوجود مسلمان اپنی بے یقینی کے باعث مصیبت کا شکار ہیں تو اس میں قصور اُن کا اپنا ہے۔ حضرت علامہ اقبال مرحوم نے کیا خوب فرمایا۔

اے مسلماں اپنے دل سے پوچھ مُلّا سے نہ پوچھ + ہوگیا اللہ کے بندوں سے کیوں خالی حرم

ڈاکٹر اقبالؒ کے بعض اشعار مسلمان قوم کے لئے پیشگوئی کا کام دیتے ہیں۔

سمجھ رہے ہیں وہ یورپ کو ہم جوار اپنا + ستارے جن کے نشیمن سے ہیں زیادہ قریب

دِل ہے مسلماں میرا نہ تیرا + تو بھی نمازی میں بھی نمازی

مجھے یہ ڈر ہے مقامر ہیں پختہ کار بہت + نہ رنگ لائے کہیں تیرے ہاتھ کی خامی

تیرے ضمیر پہ نہ ہو جب تک نزولِ کتاب + گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

اطاعتِ امیر اور جماعت کی

شیرازہ بندی

جماعت کی شیرازہ بندی اطاعت امیر میں ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"جس نے میری اطاعت کی (صحیح معنوں میں) اس نے اللہ تبارک و تعالےٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری فرمانبرداری نہ کی (وہ میری ہی نہیں بلکہ) اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری سے بھی دست کش ہو گیا جس نے امیر قوم کی فرمانبرداری کی گویا اس نے میری فرمانبرداری کی اور جس نے امیر کی فرمانبرداری سے انکار کیا (یقیناً) وہ میری فرمانبرداری سے نکل گیا۔ لاریب امیر بمنزلہ ڈھال کے ہے جس کی قیادت میں قتال (یا اعلائے کلمۃ اللہ) کیا جاتا ہے اور اُسی کی قیادت میں ہر قسم کا بچاؤ حاصل ہوتا ہے پس اگر وہ تقوی اللہ کا اور عدل و انصاف کا حکم کرے تو اس کے (امیر کے) لئے بہت بڑا اجر ہے اگر تقوی اللہ اور عدل و انصاف کے سوا حکم کرے تو گناہ کا مرتکب ہوگا۔"

اطاعتِ امیر بہرحال ضروری ہے

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"جو شخص امیر قوم میں ایسی چیز دیکھے جسے وہ ناپسند کرے تو چاہیئے کہ وہ صبر کرے (اور معاملہ پر غور کرتا رہے شاید وہ خود غلطی پر ہو) پس جو شخص بھی جماعت سے ایک بالشت جدا ہو (اور جماعت میں انتشار پیدا کیا) وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔"

دُکھ برداشت کر کے جماعت کو انتشار سے بچانا چاہیئے۔

وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ سلمہ بن یزید الجعفی نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا نبی اللہ اس بات کے متعلق ہمیں ہدایات صادر فرمائیں کہ اگر ہم پر ایسے امراء مسلّط ہوں جو ہم سے اپنا حق (اطاعت) مانگیں مگر ہمارے حق (حقوق العباد) کی رعایت نہ رکھیں حضورؐ نے فرمایا۔ ان کا حکم سنو اور اطاعت کرو۔ (بغاوت سے باز آؤ کیونکہ جماعت کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ اور کمزور ہو کر وہ تباہ ہو جائے گی۔) یقیناً وہ (امراء) اپنے کئے کی سزا پائیں گے اور تم اپنے اعمال (صبر و تحمل) کی جزا پاؤ گے (اللہ تعالےٰ خود ایسی صورت پیدا کر دے گا جس سے اصلاح حال ہوگی اور قوم اتفاق و اتحاد کی مضبوط چٹان پکڑی ہو جائے گی)

ـــ (ماخوذ) ـــ

(مولانا محمد علیؒ)

حضرت امیر مرحوم کا

ـــ پیغام ـــ

نوجوانانِ قوم کے نام

میں ایک بات اپنے نوجوان دوستوں سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آپ لوگ احمدی قوم کی روایات کو زندہ رکھیں۔ احمدی جماعت دین کو دنیا میں پھیلانے قرآن کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے کھڑی ہوئی ہے۔ اپنی اس روایت کو کمزور نہ ہونے دو۔ میں یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر عزت کا اور کوئی کام اس دنیا میں نہیں۔

یہ وہ کام ہے جس کے لئے خُدا انبیاء اور صلحاء کو کھڑا کرتا رہا ہے۔ دُنیا میں اور بھی بے شمار کام ہیں لیکن خُدا اور کسی کام کے لئے انبیاء کو نہیں بھیجتا۔

سو ہمارے لئے یہ فخر کا مقام ہے کہ اس زمانے میں جب کہ مسلمانوں نے تبلیغ دین کے کام کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ہماری جماعت کو دین کے پھیلانے کے لئے چن لیا ہے۔ جہاں ہمارے لئے یہ فخر کا مقام ہے وہاں عاجزی اور گریہ کا مقام بھی ہے۔ کہ جس کام کے لئے اللہ تعالےٰ نے اتنے بلند لوگوں کو چنا تھا اس کے لئے اس زمانے میں ہم ناکارہ اور نالائق لوگوں کو موقع دیا ہے۔

سو خُدا سے توفیق مانگو کہ تم اس کسوٹی پر پورے اترو۔ میں پھر اپنے نوجوان دوستوں سے کہوں گا اور بار بار کہوں گا کہ اپنی قوم کی روایات کو زندہ رکھو۔ اسلامی اخلاق و آداب کی پابندی کرو۔ قرآن کو پڑھو سنو۔ اس پر غور اور عمل کرو۔ اسلامی احکام کے احترام کو اپنا شعار بناؤ۔ ایک دن آئے گا کہ تم اپنے ایک ایک بزرگ کے جسم کو اپنے ہاتھوں سے مٹی میں دفن کرو گے۔ تمہارے پیچھے آنے والے تمہارے جسموں سے بھی یہی کریں گے۔

اے میرے نوجوان دوستو !

میں تمہیں بڑی تاکید کے ساتھ یہ کہتا ہوں اور نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنے بزرگوں کے جسموں کے ساتھ کہیں اپنی روایات کو دفن نہ کر دینا۔ ان کو زندہ رکھنا اور ترقی دینا۔ تاکہ لوگ نہ کہیں کہ یہ قوم مرتی چلی جاتی ہے

پیغام صلح۔ ۳۰ نومبر ۱۹۳۸ء

از:۔ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

جلسہ سالانہ کی اغراض

قیام اجتماع جماعت کی ضرورت اور تزکیہ و طہارت نفوس

جماعت احمدیہ لاہور کے مخلص افراد ہر سال کم از کم ایک مرتبہ اپنے مرکز میں جمع ہوتے ہیں۔ اس جلسہ کی اغراض کیا ہیں؟ سب سے بڑی اور اعلیٰ ترین غرض اس اجتماع کی یہ ہے کہ احیاء و تجدید دین کے لئے جو جماعت قائم کی گئی ہے اسکے باہم اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ ہو۔ اتحاد ایک بڑی برکت و نعمت ہے اور من جملہ ان اوصاف حمیدہ کے ہے جن سے باہمی انسانوں کو مربوط ہونے کی عام طور پر ضرورت ہے مگر جو جماعت قائم ہی اس غرض کے لئے ہو کہ وہ نیکی کو قائم کرے تو اس کے لئے بغیر اتحاد و اتفاق اور کوئی چارۂ کار نہیں۔ انفرادی طور پر نیکی قائم کرنے سے ہی ایک نیک معاشرہ وجود میں آتا ہے لیکن اگر نیک افراد منتشر و الگ الگ پڑے ہوں یا باہمی اتفاق و اتحاد کے رشتوں سے منسلک نہ ہوں تو خواہ ہر فرد نیکی و خوبی میں ولی اللہ کا مقام ہی کیوں نہ رکھتا ہو کبھی وہ اثر پیدا نہیں کر سکتا جو اس صورت میں ممکن ہے جب وہ سب اتحاد کی رسی میں جکڑے ہوئے ہوں۔ اسی لئے تو ارشاد ہوا واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا خدا تعالیٰ کے عہد کو پورا کرتے ہوئے یعنی نیکی کا نمونہ پیش کرتے ہوئے بھی تمہیں اس عظیم امر کی حاجت درپیش ہے کہ تم باہمی اتفاق و اتحاد کا زبردست مظاہرہ کرو۔ چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ کا ارشاد ہے

"یہ سلسلہ بیعت بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو۔ اور وہ بہ برکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آ سکیں۔۔۔۔ جبکہ وہ ایسی قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں۔ یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے سرانجام دینے کے لئے عاشق کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں تمام کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان سے تمام برکات دنیا میں پھیلیں۔ اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان کا پاک چشمہ ہر ایک دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آئے۔"

دین کا خلاصہ تو ان دو کلمات میں آ جاتا ہے۔ التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ۔ مندرجہ بالا عبارت میں کس خوبصورتی و عمدگی سے اس حقیقت کو آشکارا کر کے پھر فرمایا کہ نیکیوں اور خوبیوں والے افراد ایک جگہ جمع ہونے ہوں تو نیکی کا ایک دریا بہتا نظر آئے اور ہر ایک کے سامنے نیکی کا دریا ٹھاٹھیں مارتا دکھائی دے۔

جس طرح کسی مقام پر ایک پھول اگر کھلا ہوا ہو تو وہ کبھی ایسی کشش و جذب کا موجب نہیں بن سکتا جتنا یہ کہ ایک جگہ پر ہر قسم کے رنگا رنگ پھولوں کا اجتماع ایک باغ کی شکل میں دلربائی کا باعث بنتا ہے۔ اسی طرح اگر ایک اکیلا انسان ورزش کے کرتب کر رہا ہو تو وہ باعث توجہ نہیں بنتا جتنا یہ نظارہ کہ چند ہزار لوگ ایک نظم و نسق کی صورت میں فوجی پریڈ میں مشغول ہوں۔ اسی طرح دوسری جگہ حضرت اقدس اپنی بعثت کی اصل غرض ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

ایمان باللہ و عمل صالحہ پر مبنی ایک اصلاح یافتہ جماعت :۔

"اصل غرض یہ ہے کہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جائے جو سچی مومن ہو۔ اور خدا پر حقیقی ایمان اور اس کے ساتھ حقیقی تعلق رکھے۔ اسلام کو اپنا شعار بنائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر کاربند ہو اور اصلاح و تقویٰ کے رستہ پر چلے۔ اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ قائم کرے تا پھر ایسی جماعت کے ذریعہ دنیا ہدایت پائے۔ اور خدا کا منشاء پورا ہو۔ پس اگر یہ غرض پوری نہیں ہوتی تو اگر دلائل و براہین کے ذریعہ ہم نے دشمن پر غلبہ پا بھی لیا تو پھر بھی ہماری فتح کوئی فتح نہیں۔ کیونکہ اگر ہماری بعثت کی اصل غرض پوری نہ ہوئی تو ہمارا سارا کام رائیگاں گیا۔"

اسلام دلوں میں گھر کر رہا ہے مگر مسلمانوں کا نمونہ اشاعت اسلام کے لئے روک بن رہا ہے

اسی طرح حضرت اقدس یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اصول اسلام اس قدر سچے و راست ہیں کہ لوگ عام طور پر ان کو دلوں میں قبول کرتے جاتے ہیں مگر وہ اظہار اسلام نہیں کرتے کیونکہ مسلمانوں کا نمونہ روک بن رہا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"اسلام لوگوں کے دلوں میں گھر کر رہا ہے، یورپ اور ایشیا کے لوگ اندر ہی اندر اس بات کو بخوبی سمجھ رہے ہیں کہ دیگر تمام ادیان باطل ہیں مگر دنیا سب کو محجوب ہو رہی ہے یہ ایک زہر ہے جو ایک منٹ کیا ایک سیکنڈ میں ہلاک کر دیتی ہے۔ بڑا گناہ جو اس زمانہ میں پیدا ہوا ہے وہ حب دنیا ہے یہ ایک باریک زہریلا کیڑا ہے جو خوردبین سے بھی نظر نہیں آتا۔ مسلمانوں کے اندرونی حالات کو بھی خوب جانتے ہیں اور ان کے دل پہچانتے ہیں کہ کس فرقہ کے اصول عمدہ ہیں اور خدا تعالیٰ اس وقت کس طرح راضی ہو سکتا ہے۔ مگر ان کی اندرونی حالتیں خراب ہیں۔ قرآن شریف میں آیا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اے نبی تو کہہ دے اگر تم اللہ تعالیٰ سے پیار کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کرتے ہیں؟ کیا ان کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سود لیتے تھے؟ یا مداہنہ کرتے تھے یا غفلت کرتے تھے یا دنیا کو دین پر مقدم کرتے تھے یا نفاق کرتے تھے؟ یہ سب باتیں ان لوگوں میں پائی جاتی ہیں اور ان کی حالتیں وہ نہیں رہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبعین کی ہوا کرتی تھیں۔ چاہیئے کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندگی بسر کیا کرتے تھے اسی طرح زندگی بسر کریں۔ تب سچے مسلمان ہو جائیں گے۔ ان لوگوں کے دلوں میں اسلام کا مذہب نہیں رہا۔ علم کتب اور آثار میں اسلامی حقیقت موجود ہے۔ صحابہؓ کی ——— یہ حالت تھی کہ نہ دنیا ان سے پیار کرتی تھی اور نہ وہ دنیا سے پیار کرتے تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں ایک نئی زندگی حاصل کر لی تھی۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ ان لوگوں کا قدم صحابہؓ کے قدموں پر ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس خدا تعالیٰ کا منشاء اس سلسلہ کے قیام سے یہ ہے کہ لوگ پھر اس راہ پر چلنے لگیں۔"

تنازعہ و جھگڑا کرنے کی بجائے نیک اعمال میں ترقی اختیار کرو۔

قرآن کریم نے بھی یہی ارشاد فرمایا ہے کہ باہمی ایک دوسرے سے جھگڑنے اور برسرِ پیکار ہونے کی بجائے ایک دوسرے سے نیکی میں سبقت اختیار کرو۔ اس سے تمہارے اندر اتفاق و اتحاد پیدا ہو جائیگا فاستبقوا الخیرات اینما تکونوا یات بکم اللہ جمیعا۔ ایک دوسرے سے نیک کرداری میں بازی لے جانے کی کوشش کرو نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے اندر اتحاد پیدا ہو جائیگا یہ نسخہ کیمیا کہ نیکی و نیک کرداری میں سابقت اختیار کرنے سے تمام فتنے فساد ختم ہو کر باہمی محبت اور اتحاد پیدا ہو جائے گا۔ جو نہ صرف کسی جماعت یا قوم کے باہمی تعلقات میں ہونا لازم ہے بلکہ قرآن کریم کے نزدیک غیر اقوام و غیر ادیان سے تعلقات لگانے میں بھی اسا رتیہ اکسیر اعظم کا کام دیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

قل اتحاجوننا فی اللہ وھو ربنا و ربکم ولنا اعمالنا ولکم اعمالکم لا حجۃ بیننا وبینکم والیہ المصیر۔ (القرآن)

ان سے کہہ دو کہ کیا تم ہمارے برخلاف اس لئے ہو کہ ہم نے خدا تعالیٰ کی زندہ ہستی کو مان لیا ہے؟ حالانکہ وہی واحد ذات ربوبیت کی مالک ہے۔ ہمارے لئے بھی اور تمہارے لئے بھی، بدلہ اور انجام کا کلیتہً دار و مدار تو اعمال پر ہے۔ قانونِ الٰہی اٹل یہی ہے کہ ہمارے کام ہمارے اعمال آئیں گے۔ اور تمہارے کام تمہارے اعمال۔ پس ہمارے تمہارے درمیان جھگڑے و تنازعے کی کوئی بات نہیں ہم سب نے اسی کی طرف جانا ہے یعنی نتائج اعمال بھگتنا ہے۔

اس آیت شریفہ میں بھی دین کی اصل حقیقت و روح کو بیان فرما دیا۔ یعنی یہ کہ رب تمام انسانوں کا واحد ہے۔ اور تمام کے لئے قانون ایک ہی جاری و ساری ہے۔ مومن ہو یا منکر انجام و بدلہ تو اعمال پر ہی مرتب ہونا ہے پس باہم تنازعہ کرنے جھگڑے۔ دست و گریباں ہونے کی کوئی حاجت نہیں رہ جاتی! نیک کرداری و نیک عملی اور مودت نیکوں کو نشوونما دینے میں ہمہ تن مشغول ہو جاؤ۔ یہی ربوبیتِ خداوندی کی غرض اور یہی جماعتوں کے جمع ہونے کی انتہائی غرض و غایت ہے!

اسی لئے قرآن کریم نے بھی آنحضرت صلعم کی راہ نمائی کی غرض و غایت تزکیہ نفوس قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم آیتہ و یعلمھم الکتاب والحکمۃ و یزکیھم وہی ذات ہے جس نے تعالیٰ قوم میں اس عظیم نبی کو مبعوث فرمایا جو ان پر تلاوت قرآن پاک کرتا ہے پھر کتاب حکمت کی تعلیم دیتا ہے ان تمام سے غرض یہ ہے کہ ان کے نفوس میں تزکیہ و طہارت پیدا ہو تلاوت کلام پاک اور کتاب و حکمت کی تعلیم کے بعد انتہائی غرض بعثت نبوی تزکیہ و طہارت نفس قرار پائی اور اسی آخری غرض کی تکمیل سے دنیا میں عالمگیر اشاعتِ اسلام و قرآن کا مقصد پورا ہوا۔

* * * *

یہ غنچہ بِن کھلے مُرجھا گیا

چمن میں نونہالانِ چمن کے + ہوا کرتے ہیں اکثر باغباں صدقے
گُل و لالہ کی لیتے ہیں بلائیں + وہ جب بھی مسکرائیں، کھلکھلائیں،
قیامت کیوں نہ پھر اس پر بپا ہو + جو غنچہ بِن کھلے مُرجھا گیا ہو،
رضائے ایزدی بالا ہے سب پر + دلِ انوار ہو یا جانِ اصغر
الٰہی ہم کو توفیقِ عمل دے + جو نعمت چھن گئی اس کا بدل دے

دلِ انوار تھا اور جانِ اصغر
یہ غنچہ بِن کھلے مرجھا گیا ہے

شریکِ غم:۔ محمد اعظم علوی

اخبارِ احمدیہ

* سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خیریت سے ہیں۔ جلسہ سالانہ قریب ہونے کے باعث آپ کی مصروفیات بہت بڑھ گئی ہیں۔ جماعتِ احمدیہ کے مبارک سالانہ اجتماع ۱۹۸۲ء میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں شمولیت کے لئے حضرتِ ممدوح کے تاکیدی ارشادات اسی شمارہ میں قارئین دوسری جگہ ملاحظہ فرمائیں گے۔ یقین ہے کہ حضرتِ اقدس مجدد صدی چہاردہم کے ارشادِ شمولیتِ جلسہ کی یاد دہانی حضور کے سچے جانشین کی زبانی پڑھ سُن کر احباب و خواتین دیوانہ وار جلسہ میں پہنچیں گے اور یہ چار دن خدا کے لئے وقف کرتے ہوئے جملہ تقاریر پوری توجہ سے سننے کے علاوہ اپنے امیرِ قوم کے ذکرِ الٰہی اور نورِ بصیرت سے بھرپور باتیں سُنیں گے جملہ احباب، خصوصاً جماعت کے شب بیدار بزرگ حضرتِ ممدوح کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی دُعائیں جاری رکھیں۔

* ولادت اور عطیہ

شاہدرہ سے ماسٹر ناصر احمد صاحب (ولد چوہدری اللہ دتہ مواحد) اطلاع دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تیسرا بیٹا عطا فرمایا ہے۔ اس خوشی میں انہوں نے دس روپے بمد اشاعتِ اسلام ارسال فرمائے ہیں۔ وہ بزرگانِ جماعت سے نومولود کی درازیٔ عمر اور اُس کے خادمِ دین بننے کی دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

* ایک معصوم بچے کی وفات
ماسٹر اصغر علی صاحب کو صدمہ

عزیزم انوار احمد کا کمسن بچہ جو مکرم ماسٹر اصغر علی صاحب لاہور کا پوتا تھا مختصر علالت کے بعد ۲۶ نومبر ۸۲ء کو وفات پا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

بچے کے والد کراچی میں تھے ان کی عدم موجودگی میں بچے کے دادا محترم نے اس کے علاج معالجہ اور نگہداشت میں [illegible] کے علاوہ بڑی صبر آزما تکلیف اٹھائی مگر حیات اس کا مقدر نہ تھی، ۵ بجے شام نمازہ پڑھا گیا جس میں عمائدین جماعت کے علاوہ کثیر احباب نے شرکت کی اور بہت سی معزز خواتین عمر زدہ خاندان کے گھر دارالسلام لو۔ بیت کے لئے آئیں، بچے کے والد کراچی سے بذریعہ ہوائی جہاز دس بجے رات لاہور پہنچے۔ گیارہ بجے شب تدفین عمل میں آئی۔ بچے کے والد انوار احمد صاحب اور دادا محترم اصغر علی صاحب نے اس صدمہ پر صبر و شکر اور تسلیم و رضا کا جو اعلیٰ نمونہ پیش کیا وہ حضرتِ اقدس مجدد صد چہاردہم کے ایک شعر کے اس مصرعہ کی عملی تفسیر تھا ۔

بُلانے والا ہے سب سے پیارا + اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انوار احمد صاحب کو اس کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین!

جلسۂ سالانہ ۱۹۸۲ء — ہمارا قومی و دینی اجتماع

ہمارا دینی و قومی اجتماع یعنی جلسہ سالانہ بہت قریب آگیا ہے ۲۵-۲۶-۲۷ اور ۲۸ دسمبر ۱۹۸۲ء (ہفتہ، اتوار، پیر، منگل) تاریخہائے انعقاد مقرر ہوئی ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بہت تھوڑے دن باقی رہ گئے ہیں، ضرورت ہے کہ سارے دوست اپنے فرائض کا جو اُن پر اس مقدس اجتماع کے سلسلہ میں عائد ہوتے ہیں فی الفور اُن کا احساس کریں اور دینی خدمت کے اس موقع پر عمل و قربانی کا عمدہ نمونہ پیش کریں۔

——— (ادارہ)

جلسہ سالانہ کے

اغراض و مقاصد

از: حضرت محمد صدر چہاردہم

اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے اور ان کی معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو۔ پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور اس جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہوں گے۔ ماسوا اس کے اس جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام کے قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں اور اسلام کے تفرقہ مذاہب سے بہت لرزاں اور ہراساں ہیں چنانچہ انہی دنوں میں ایک انگریز کی میرے نام چٹھی آئی جس میں لکھا تھا کہ آپ تمام جانداروں پر رحم کرتے ہیں اور ہم بھی انسان ہیں اور مستحق رحم کیونکہ دین اسلام قبول کر چکے ہیں اور اسلام کی سچی اور صحیح تعلیم سے اب تک بے خبر ہیں۔ سو بھائیو یقیناً سمجھو کہ یہ ہمارے لئے ہی جماعت تیار ہونے والی ہے۔ خدا تعالیٰ کسی صادق کو بے جماعت نہیں چھوڑتا۔ انشاء اللہ القدیر سچائی کی برکت ان سب کو اس طرف کھینچ لائے گی۔ خدا تعالیٰ نے آسمان پر یہی چاہا ہے اور کوئی نہیں کہ اس کو بدل سکے۔ سو لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے۔ ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زاد راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ ہرجوں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر ایک قدم پر ثواب دیتا ہے۔ اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی۔ اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آ ملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ اس مذہب میں نہ نیچریت کا نشان رہے گا اور نہ نیچر کی تفریط پسند اور اوہام پسند مخالفوں کا نہ خوارق کے انکار کرنے والے باقی رہیں گے اور نہ ان میں بے ہودہ اور بے اصل اور مخالف قرآن روایتوں کو ملانے والے اور خدا تعالیٰ اس امت وسط کے لئے بین بین کی راہ زمین پر قائم کر دے گا۔

ذکر الٰہی کے چار دن

حضرت امیر قوم مولانا محمد علی کی ایک خواہش

جلسہ سالانہ ایک ایسا موقع ہے جو اگرچہ صرف تین دن کا اجتماع ہے لیکن اس میں ایک ایسا زبردست ماحول پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ بہت سے برے اثرات کو دور کر کے دلوں پر ایک ایسا نقش کر دیتا ہے جو بعد میں تھوڑی سی توجہ سے سارا سال قائم رہتا ہے۔

ہمارا سالانہ اجتماع عام اجتماعوں کی طرح نہیں بلکہ خدا کے فضل سے یہ تین دن ایک طرح پر صبح سے شام اور شام سے صبح تک ذکر الٰہی کے دن بن جاتے ہیں۔ تقریروں کی غرض صرف قرآن کریم کی عظمت، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، اسلام کی عظمت کو دلوں پر نقش کرنا ہے۔ نیز بتایا جاتا ہے کہ یہ عظیم الشان کام جو ہمارے سید و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دلی تڑپ یعنی کلمۂ حق کا دنیا میں پہنچانا اس میں ہم نے اب تک کیا کچھ کیا ہے اور آئندہ کیا کچھ کرنا ہے۔

باہم دوستوں کی میل ملاقات ہو تو اس میں بھی یہی ذکر ہو۔ دن ہے تو مسجد میں سب اکٹھے ہو کر خدا کے سامنے گر رہے ہیں، رات ہے تو اپنی اپنی جگہ گریہ زاری کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسلام کا بول بالا کر دے۔ غرض سارے مجمع پر ذکر الٰہی کا ایک ایسا رنگ چڑھا ہوا ہوتا ہے جو کسی دوسرے مجمع میں نظر نہیں آتا۔ اس پاکیزہ مجمع میں آپ کے بچے آئیں گے تو یقین رکھیئے کہ وہ ایک نہایت نیک اثر لے کر جائیں گے اور مادہ پرستی اور دہریت کی اس لہر کیلئے جس کے اندر انہیں سال بھر رہنا پڑتا ہے یہ ایک نہایت مؤثر تریاق ہے۔

میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر نوجوانوں کو خاص طور پر مخاطب کیا جائے اور ان کے سامنے ایک ایسا لائحہ عمل رکھا جائے جس سے وہ اپنے آپ کو خود اپنے لئے، اپنے والدین کے لئے اپنے عزیزوں اور اقرباء کے لئے، مخلوق خدا کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید بنا سکیں۔ اس لئے میری یہ خواہش ہے کہ جلسہ سالانہ کے اس موقع پر

بارہ سال کے اوپر کے سب نوجوانوں کو شامل کیا جائے

ارشادات [illegible]

سیّدنا حضرت [illegible] ایدہ اللہ

جلسہ سالانہ ۱۹۸۲ء [illegible]
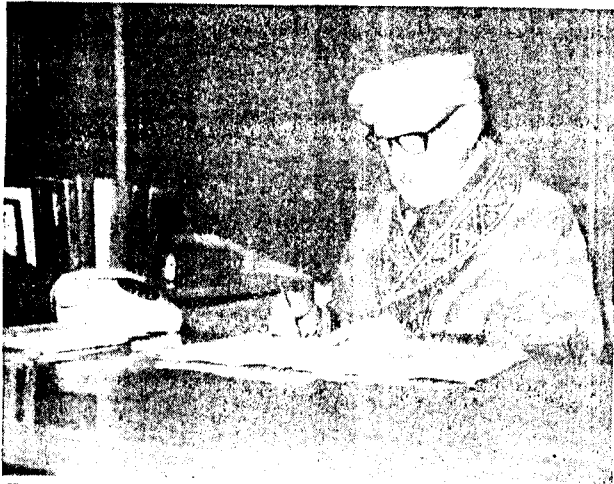
جلسہ سالانہ کی بنیاد خود حضرتِ اقدس نے اپنے دعویٰ کے ساتھ رکھی اور اس کے لئے تین دن بھی آپ نے خود ہی مقرر فرمائے۔ جلسہ کی اہمیت اور برکات کے متعلق حضور کے مبارک ارشادات آپ اکثر پڑھتے اور سنتے چلے آئے ہیں۔ میں جب احباب جماعت کو جلسہ میں شامل ہونے کی دعوت دیتا ہوں تو یہ حضرتِ اقدس کی خواہش کی تعمیل ہے اور احباب کی طرف سے اسی دعوت پر لبیک کہنا ہے۔

جلسہ سالانہ میں شمولیت بھی ایک قسم کا جہاد ہے اگر غور کیا جائے تو ہر شخص کو دین کے لئے اپنی جان، اور مال کے ساتھ جہاد کرنے کے زندگی میں موقعے ملتے رہتے ہیں۔ ان مواقع میں سے ایک موقع ہمارا سالانہ جلسہ بھی ہے جس میں جہاں کچھ مال خرچ کرنا پڑتا ہے وہاں جسمانی تکلیف بھی اٹھانی پڑتی ہے جو دُور دراز رہتے ہیں اُن سے کہیں زیادہ صعوبت وہ لوگ اٹھاتے ہیں جو دور دراز سے تشریف لاتے ہیں۔ ان کا اجر اسی قدر زیادہ ہے۔ مقامی احباب اس ثواب کی کمی میزبانی کے فرائض کما حقہٗ ادا کر کے پوری کر سکتے ہیں۔ ہمارے دوست جہاں کہیں بھی ہوں میں چاہتا ہوں کہ جلسہ سالانہ پر آئیں جلسہ سالانہ میں شمولیت یقیناً دین کو قوت پہنچانے والی چیز ہے۔ اسے معمولی چیز نہ سمجھیں۔

ہمیں اللہ تعالیٰ نے دین کی خدمت کا بڑا موقع دیا ہے اسے اپنے ہاتھ سے ہرگز نہ جانے دیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسانِ عظیم ہے کہ اُس نے اس چھوٹی سی جماعت کو اس کام کے لئے منتخب کر لیا ہے۔ اصولوں کے لحاظ سے اسے پاکیزہ عقائد پر قائم فرما دیا اور استقامت بخشی ہے۔ دوسری بہت بڑی جماعت کے مقابلے میں اس لحاظ سے آپ کا قدم ایسا مضبوط ہے کہ اب عقائد کے میدان میں وہ اعلانیہ پُشت دکھاتے نظر آتے ہیں۔ دنیا کو قرآن کے پہنچانے کے کام میں بھی آپ کی جماعت کو بھاری توفیق بخشی گئی ہے۔ ہم پر خدا کا حق ہے کہ ہم اپنی جماعت کو اس عظیم الشان کام کے لئے پہلے سے بڑھ کر تیار کریں۔

حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب نے قرآن کریم سے استدلال کرتے ہوئے جلسہ سالانہ کو "امرِ جامع" فرمایا ہے۔ "امرِ جامع" میں امر کے ساتھ لفظ جامع خود اس کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے یعنی یہ اتنا اہم کام ہے جس نے لوگوں کو خود جمع کیا ہے۔

ہماری جماعت کو "امرِ جامع" کے لئے کھڑا کیا گیا ہے۔ حضرت صاحب نے اُس چیز کو پیش کیا جو اسلام کا "امرِ جامع" تھا کہ قرآن کریم کو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ کیونکہ قرآن کریم کو دنیا میں پیش کرنے کا وقت آ گیا تھا کہ دنیا تباہی کی طرف جا رہی تھی اور جا رہی ہے۔ تباہی سے وہی چیز بچا سکتی ہے جو ذہنوں کو بدل دے اور وہ قرآن کریم ہے۔ اللہ کا اس جماعت پر احسانِ عظیم ہے کہ اسے اس بات کی توفیق ملی لیکن ابھی بہت کام باقی ہے۔ ہم نے جو کچھ ہو چکا ہے اس کا جائزہ لینا ہے۔ اور جو کرنا ہے اس کی تدابیر سوچنی ہیں۔ آپ آئیں اور اس میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ منجملہ دوسرے دینی اور روحانی مقاصد کے جب ظاہری سامان کچھ بھی نظر نہ آتے تھے حضرت صاحب نے اس ابتدائی زمانہ میں جلسہ کا ایک مقصد یہ بھی بیان فرمایا کہ اس اجتماعی موقعہ پر یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ سوچی جائیں۔

جلسہ کی اغراض میں سے ایک بڑی غرض یہ بھی ہے کہ جماعت کے اندر جذباتِ اخوت اور مروّت کو ترقی دی جائے۔ ہماری تعداد میں افرادِ جماعت کا مل کر عبادت کرنا اور اجتماعی دعاؤں میں شرکت تاثیر سے ہرگز خالی نہیں ہوتی۔ ایسا ہی تقاریر جو اس موقعہ پر کی جاتی ہیں علم میں اضافہ کا موجب ہوتی ہیں۔ اور دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے بعض کلمات دلوں میں ایک دائمی اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ اور ان تین چار دنوں کے پاکیزہ اجتماع میں اکثر دلوں کی کدورتیں دُھل جاتی ہیں جلسہ کے اختتام پر کئی دوستوں کی زبان سے یہ پاکیزہ کلمات سننے میں آئے ہیں کہ ان ایام میں رُوح کو تازگی ملی ہے اور سال بھر کے لئے روحانی غذا مہیا ہوئی ہے۔ خدمتِ دین کی توفیق صرف اس وقت ملتی ہے جب روح تازہ ہو۔ اس میں شک نہیں کہ وہ روحانی حالت جو حضرت صاحب کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کے قریب کے زمانہ میں تھی ویسی تو ہونی محال ہے تاہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب بھی جماعت ان کیفیات سے ہرگز بیگانہ نہیں ہوئی۔

میں سمجھتا ہوں کہ بغیر معقول عذر یا قومی موانع کے جلسہ پر نہ آنا اور خواتین اور بچوں کو ساتھ نہ لانا اپنے آپ کو اور انہیں بھی ایک بڑی نعمت سے محروم کرنا ہے اور یہ ایسا خسارہ ہے جس کی تلافی کسی دوسرے ذریعہ سے ہرگز ممکن نہیں۔ میں ساری جماعت سے درخواست کرتا ہوں کہ جلسہ کو "امرِ جامع" سمجھیں اور نہایت پابندی اور اہتمام سے اس میں شامل ہوں۔

آخر میں میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی جو مشکلات بھی جلسہ پر آنے کی راہ میں حائل ہوں انہیں دور فرمائے اور آپ کے سفر جو محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے آپ اختیار کرنے والے ہیں آپ کے لئے آسان کر دے اور اس کی معیت آپ کو ہمیشہ نصیب ہو۔ آمین ! ثم آمین !!

[illegible] آؤ

[illegible] باوداں آؤ
[illegible] گماں آؤ
[illegible] کی داستاں آؤ
[illegible] رواں آؤ
[illegible] بام و در و دیار و آستاں آؤ
[illegible] کارواں آؤ
[illegible] جہاں آؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک پائے احمد مختار ہیں

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے تیس روپے
بیرونی ممالک سے دو پونڈ (علاوہ محصول ڈاک)

نائب مدیر
عبدالرؤف کھوکھر

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید
وپائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا

الہام حضرت مسیح موعود

مدیر اعزازی
پروفیسر خلیل الرحمٰن

رجسٹرڈ ایل ۸۳۸
تار کا پتہ - تبلیغ
فون - ۵۲۷۳۷

جلد :- ۶۹ ٭ یوم چہارشنبہ ۲۱ صفر المظفر ۱۴۰۳ھ - بمطابق - ۸ دسمبر ۱۹۸۲ء ٭ شمارہ نمبر :- ۴۹

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردھم

اسلام اپنے آسمانی نشانوں کی وجہ سے کسی زمانہ کے آگے شرمندہ نہیں

وہ قرآن شریف نے باوجود اس کے کہ اس کے عقائد کو دل مانتے ہیں اور ہر ایک پاک کانشنس قبول کرتا ہے پھر بھی ایسے معجزات پیش نہیں کئے کہ کسی آئندہ صدی کے لئے قصوں اور کہانیوں کے رنگ میں ہو جائیں بلکہ ان عقائد پر بہت سے عقلی دلائل بھی قائم کئے اور قرآن میں وہ انواع و اقسام کی خوبیاں جمع کیں کہ وہ انسانی طاقتوں سے بڑھ کر معجزہ کی حد تک پہنچ گیا اور ہمیشہ کے لئے بشارت دی کہ اس دین کی کامل طور پہ پیروی کرنے والے ہمیشہ آسمانی نشان پاتے رہیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور ہم یقینی اور قطعی طور پر ہر ایک طالب حق کو ثبوت دے سکتے ہیں کہ ہمارے سید و مولا آنحضرت صلعم کے زمانہ سے آج تک ہر ایک صدی میں ایسے باخدا لوگ ہوتے رہے ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ غیر قوموں کو آسمانی نشان دکھلا کر ان کو ہدایت دیتا رہا ہے جیسا کہ سید عبدالقادر جیلانیؒ اور ابوالحسن خرقانی اور ابویزید بسطامی اور جنید بغدادی اور محی الدین ابن العربی اور ذوالنون مصری اور معین الدین چشتی اجمیری اور قطب الدین بختیار کاکی اور فرید الدین پاک پٹنی اور نظام الدین دہلوی اور شاہ ولی اللہ دہلوی اور شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ اسلام میں گذرے ہیں اور ان لوگوں کا ہزار ہا تک عدد پہنچا ہے اور اس قدر ان لوگوں کے خوارق علماء اور فضلاء کی کتابوں میں منقول ہیں کہ ایک متعصب کو باوجود سخت تعصب کے آخر ماننا پڑتا ہے کہ یہ لوگ صاحب خوارق و کرامات تھے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے نہایت صحیح تحقیقات سے دریافت کیا ہے کہ جہاں تک بنی آدم کے سلسلہ کا پتہ لگتا ہے سب پر غور کرنے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جس قدر اسلام میں، اسلام کی تائید میں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی گواہی میں آسمانی نشان بذریعہ اس امت کے اولیاء کے ظاہر ہوئے اور ہو رہے ہیں ان کی نظیر دوسرے مذاہب میں ہرگز نہیں۔

اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کی ترقی آسمانی نشانوں کے ذریعہ سے ہمیشہ ہوتی رہی ہے اور اس کے بے شمار انوار و برکات نے خداتعالےٰ کو قریب کر کے دکھلا دیا ہے۔ یقیناً سمجھو کہ اسلام اپنے آسمانی نشانوں کی وجہ سے کسی زمانہ کے آگے شرمندہ نہیں اسی اپنے زمانہ کو دیکھو جس میں اگر تم چاہو تو اسلام کے لئے روبیت کی گواہی دے سکتے ہو۔ تم سچ سچ کہو کہ کیا اس زمانہ میں تم نے اسلام کے نشان نہیں دیکھے۔

(کتاب البریہ)

٭ ٭ ٭

۲۵ دسمبر ۸۲ء کو

خواتین سلسلہ

اپنی روایات کو قائم رکھتے ہوئے

زیادہ سے زیادہ تعداد میں سالانہ جلسہ میں شریک ہو کر یہ ثابت کر دیں کہ وہ ایک زندہ اور فعال جماعت کی خواتین ہیں۔

(ادارہ)

(مفصل پروگرام جلسہ صفحہ ۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

از محترمہ رضیہ مدد علی صاحبہ، صدر تنظیم خواتین احمدیہ لاہور

تنظیم خواتین کی سرگرمیاں "فاستبقوا الخیرات"

۵ ستمبر کو سیکرٹری تنظیم خواتین احمدیہ۔ ملتان کی مندرجہ ذیل رپورٹ موصول ہوئی۔ ان کے ہی الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے۔

"لاہور سے بہنوں کے وفد کی آمد نے ہمیں تنظیم جماعت، کیطرف توجہ مبذول کروائی۔ انسانی فطرت میں بھول جانے کا مادہ ہے۔ لہٰذا ہم نے یہ پروگرام بنایا ہے کہ مہینے کے آخری جمعہ کو بچوں اور عورتوں کی خصوصی میٹنگ بلائی جائے۔ جسمیں بچوں کی تربیت کے لئے۔ احمدیت اور اسلام کے درخشندہ اصولوں پر روشنی ڈالی جائے۔ خاکسار بچوں کے لئے سوالات اور جوابات تیار کرتی ہے محترمہ فرحت نشاط صاحبہ اور محترمہ جسارت نذر صاحبہ اس پروگرام کو کامیاب بنانے میں بھرپور حصہ لیتی ہیں محترمہ رفعت مبارک صاحبہ حاضرین کی آمد و رفت اور نشست کی ہر میٹنگ میں سربراہی فرماتی ہیں۔ آنے والے بچوں کو اگلی میٹنگ کے لئے سوالات کا ایک پرچہ تیاری کے لئے دیا جاتا ہے جس کا پھر امتحان لیا جاتا ہے۔ تاکہ بچوں کی صحیح خطوط پر ذہنی رہنمائی کی جائے۔ اور ہمارے متعلق غلط تصورات سے اُن کے ننھے ذہن پاک کئے جائیں۔ جن خواتین سے آپ نے رابطہ قائم کرنے کو کہا ہے میں انشاءاللہ پوری کوشش کروں گی۔ حوصلہ افزائی کا شکریہ۔ مزید کار لائق سے یاد فرمائیں۔"

(آپ کی مخلص نصرت مبارک احمد)

مرکز سے بہنوں کا ایک اور وفد بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز بدوملہی تشریف لے گئیں۔ رابطہ اجلاس ہوا۔ اور اسی دن شام کو بخیریت واپس لاہور تشریف لے آئیں۔

انگلستان سے واپسی پر محترمہ اختر نذیر صاحبہ جو کراچی میں تنظیم خواتین احمدیہ کی بانی ہیں اُن کا دعوت نامہ موصول ہوا۔ یہاں سے میرے ہمراہ محترمہ عظمت رفیق صاحبہ ۱۸ ستمبر کو کراچی پہنچیں۔ اسٹیشن پر محترمہ اختر نذیر صاحبہ اور بیگم زکیہ شیخ صاحبہ موجود تھیں۔ وہاں سے ہمیں ہماری قیامگاہ محترم عمر فاروق کے گھر لے گئیں۔ جہاں ہماری کراچی تنظیم کی سیکرٹری محترمہ غزالہ فاروق صاحبہ سے ملاقات ہوئی بفضل۔ طعام و مختصر کلام کے بعد جمعہ کی نماز کے لئے مسجد کو روانہ ہوئے۔ جہاں بہنوں سے ملاقات ہوئی۔ بعد از نماز جمعہ ہمشیرہ فریدہ صاحبہ، ضیاء صاحبہ، ور نجمہ صاحبہ کے ہاں پھر محترمہ ارشد نذیر احمد صاحبہ۔ زکیہ شیخ صاحبہ اور غزالہ فاروق صاحبہ کے ہمراہ حاضری دی رات تمام جماعت کی بہنوں کا عشائیہ محترم غزالہ فاروق صاحبہ کے ہاں تھا۔ اگلے دن صبح کچھ گھروں میں جانے کے بعد محترمہ اختر نذیر صاحبہ کے ہاں ظہرانہ تھا اور اس کے بعد مسجد میں میٹنگ تھی۔ بڑی تعداد میں بہنیں تشریف لائیں۔ صدارت کے فرائض میری عزیز بچپن کی رفیق محترمہ سعیدہ احمد صاحبہ (ڈاکٹر غلام احمد صاحب مرحوم) کی صاحبزادی اور خواجہ کمال الدینؒ کی بہو) نے ادا کئے۔ محترمہ اختر نذیر صاحبہ کی تعارفی تقریر کے بعد محترمہ غزالہ رفیق صاحبہ نے رپورٹ پڑھی۔ فریدہ رحمٰن نے اپنی تیار کردہ نظم حالاتِ حاضرہ پہ پیش کی۔ اور پھر خاکسار نے قرآن و حدیث کی روشنی میں ایک ایسی جماعت کی ضرورت پر روشنی ڈالی کہ جو ہمہ وقت تبلیغ و اشاعتِ اسلام میں دین کو دنیا پر مقدم کر کے اس راہ پر گامزن رہے۔ جس کا موٹو فاستبقوا الخیرات ہو۔ اس کے بعد بہنوں نے خدمتِ دین کے قلمی جہاد کی خاطر ایک ٹیم تیار کرنے کے لئے جماعت کی ہونہار طالبات کے وظائف کی مد میں Rs ۲۹۰۰ دیئے۔ محترمہ فہمیدہ شریف صاحبہ نے ۵۰۰ روپے جہیز فنڈ اور کئی بہنوں نے جہیز کے لئے سلے ہوئے کپڑے کا عطیہ دیا۔ جزاک اللہ۔ سب سے پہلا قدم جو کہ سنتِ رسول صلعم ہے یعنی اپنی قوم کے مستحقین کے وارث بن جانا وہ محترمہ روحی شمیم صاحبہ نے اٹھایا یعنی ایک میڈیکل کالج کی طالبہ کی پوری تعلیم کا پانچ سال کا خرچہ وہ برداشت کریں گی۔ اُس بچی سے ماں کیطرح خط و کتابت رکھیں گی۔ (شاباش روحی بیٹی آخر کس نانا کی نواسی ہو!! (حضرت مولانا محمد علی صاحب کی نواسی) محترمہ غزالہ فاروق صاحبہ نے دس ہزار روپیہ کے عطیہ کا اعلان فرمایا۔ یہ رقم بھی مرکز میں وصول ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت کے ان سپوتوں کے مال اور انفاق فی سبیل اللہ میں دن دونی رات چوگنی ترقی دے۔ آمین

پھر ایبٹ آباد سے راولپنڈی اور گجرات سے محترمہ بیگم فتح محمد عزیز صاحبہ کو ساتھ لیتے ہوئے اپنی پرانی کارکن مخلص بہن محترمہ خورشید راجہ کے ہاں سیالکوٹ پہنچے۔ یہاں ہماری ایک باعمل اور مستعد جماعت ہے۔ جہاں ننھی ننھی بہنوں اور بھائیوں کی نمازوں اور جلسوں میں سو فیصد شرکت ہے۔ فرداً فرداً سب کے گھروں میں گئے۔ ساتھ بھائی شیخ نثار احمد صاحب بطور گائیڈ رہے۔ چند نوجوان بچیوں سے سوالات اور جوابات کا سلسلہ رہا (جو میں سمجھتی ہوں تقریر سے زیادہ سودمند ہے) خصوصاً بیٹی نسیم شیخ صاحبہ اور مسرت شیخ صاحبہ سے۔ ذہنی بیداری قوم کا سرمایہ ہے دونوں بچیوں کی تقاریر جلسہ سالانہ خواتین میں آپ سنیں گی۔ اور اس جلسہ میں رپورٹ رشیدہ شیخ صاحبہ سیکرٹری سے اور خورشید راجہ صاحبہ کی مخصوص دُعا سے آپ یقیناً لطف اندوز ہوں گی۔

اس سال کا آخری رابطہ اجلاس اوکاڑہ میں تھا۔ میرے ہمراہ میری بچپن کی رفیق بہن محترمہ زکیہ شیخ صاحبہ اور محترمہ حامدہ رحمٰن صاحبہ تھیں۔ جن الفاظ میں دعوت نامہ ملا۔ وہ تو میں اس وجہ سے نہیں لکھ سکتی کہ ان کا تعلق میری ذات سے ہے لیکن ایک جملہ آپ کی نذر ہے۔ محترمہ پروین چوہدری ایم۔ اے بی ایڈ سیکرٹری لکھتی ہیں۔ آپکے آنے کے متعلق پڑھ کر قدم زمین پر نہیں ٹکتا وہ ہمیں لینے کے لئے اسٹیشن پر موجود تھیں۔ بعد از نمازِ ظہر فرداً فرداً سب کے گھر پہنچ کر شرفِ ملاقات حاصل کیا ہر جگہ فعال مخلص اور سو فیصد سالانہ جلسہ پر حاضری دینے والی خواتین اور بچوں کو پایا۔ ان کا اصرار تھا کہ جلسہ میں ان کے نوجوان صاحبزادے جو کاروبار سے مغرب کے بعد فارغ ہوتے ہیں وہ بھی شامل ہوں لہٰذا مسجد میں جہاں درمیانی پردہ بہنوں اور بھائیوں کی صفوں کو جُدا کر دیتا ہے۔ جہاں وہ سب دن میں پانچ بار سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ بعد از نماز عشاء خاکسار نے ان سے خطاب کیا۔ صرف دو باتوں پر زور دیا۔ اول یہ کہ نوجوان بچے جلسہ سالانہ کے موقع پر دوسری جماعتوں سے آنے والے مہمانوں سے اپنا فرداً فرداً تعارف کروائیں۔ نیز اس بات پر زور دیں کہ خواتین مساجد اور جلسوں میں خصوصی شرکت کا انتظام کریں یہ نہ بھولیں کہ مائیں ہی بچوں کی صحیح خطوط پر تربیت کر سکتی ہیں۔ نیز عہد کریں کہ حضرت امیر مولانا محمد علی مرحوم کو اپنا معلم قرآن گردانیں ہر دو زبان کی تفسیر قرآن کا مطالعہ کریں۔ جس چیز نے مجھے اوکاڑہ میں سب سے زیادہ متاثر کیا وہ صبح کی نماز میں بچوں کی شرکت اور بعد از نماز دیکھا کہ کچھ خواتین چھوٹے چھوٹے ڈیسکوں پر بچوں کو ناظرہ کلام پاک پڑھا رہی ہیں اور باقی بیٹھ کر خود تلاوت کر رہی ہیں۔ نماز سے پہلے جو غیر حاضر ہیں ان کو اطلاع کیجاتی ہے جماعت تیار ہے۔ الحمدللہ۔ جلسہ سالانہ خواتین کے روز آپ محترمہ پروین چوہدری صاحبہ رفعت عزیز صاحبہ کی تقاریر سنیں گی۔ اچھا خدا حافظ! اب ۲۵ دسمبر کو جلسہ پر صبح ۹ بجے آپ سے ملاقات ہوگی۔ انشاءاللہ!

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کا

۶۸ اٹھسواں جلسۂ سالانہ ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۲ء

دار السّلام ۔ ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن ۔ لاہور ۱۶

پروگرام جلسہ

مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۲ء بروز اتوار ۔ پہلا اجلاس

زیرِ صدارت :۔ محترم جناب میاں ظہور احمد صاحب لاہور

۹-۳۰ تا ۹-۴۰	تلاوت قرآن مجید	مولوی عبد الرحمٰن صاحب پشاور
۹-۴۰ تا ۹-۵۰	منظوم کلام حضرت مجدد صد چہاردہم	جناب عنایت الرحمٰن صاحب شیخ محمدی
۹-۵۰ تا ۱۰-۰۰	ملفوظات ، ، ، ،	، یاتیمین صاحب انڈونیشیا
۱۰-۵ تا ۱۰-۳۵	افتتاحی خطاب	حضرت امیرِ قوم ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
۱۰-۴۰ تا ۱۱-۲۰	امام الزماں کی شناخت	جناب شیخ نثار احمد صاحب سیالکوٹ
۱۱-۲۵ تا ۱۲-۵	جماعت احمدیہ لاہور کی امتیازی خصوصیات	جناب چوہدری فتح محمد عزیز صاحب گجرات
۱۲-۱۰ تا ۱۲-۵۰	اسلامی معاشرہ	جناب مرزا محمد لطیف شاہد صاحب

(وقفہ طعام و نمازِ ظہر و عصر ۱ تا ۲ ½ بجے)

دوسرا اجلاس ، زیرِ صدارت :۔ صاحبزادہ محمد احمد صاحب بنوں

۲-۱۵ تا ۲-۲۰	تلاوتِ قرآن مجید	جناب مولوی شفقت رسول خانصاحب
۲-۲۰ تا ۲-۲۵	منظوم کلام حضرت مجدد صد چہاردہم	جناب ظہیر رسول صاحب ملتان
۲-۳۰ تا ۳-۱۰	تقریر	جناب ملک ظفر اللہ خانصاحب راولپنڈی
۳-۱۵ تا ۳-۵۵	یورپ میں مذہبی رجحانات	جناب زاہد عزیز صاحب لندن
۴-۰۰ تا ۴-۴۰	مسابقت فی الخیرات	، راجہ محمد بیدار صاحب کراچی

تیسرا اجلاس
زیرِ صدارت :۔ جناب کیپٹن جمیل الرحمٰن صاحب ، صدر شبان الاحمدیہ ، از ۷ ½ تا ۹ بجے شب

۷-۳۰ تا ۷-۴۰	تلاوت قرآن پاک	
۷-۴۰ تا ۸-۰۰	سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم ،	جناب زاہد جنجوعہ صاحب لاہور
۸-۰۰ تا ۸-۲۰	حضرت مجدد صد چہاردہم کی بعثت ،	جناب خانزادہ اختر علی صاحب سفید ڈھیری
۸-۲۰ تا ۸-۴۰	حضرت مجدد صد چہاردہم کا مشن اور کام	جناب عبد العزیز خاں صاحب
۸-۴۰ تا ۹-۰۰	ہستی باری تعالےٰ	، شیخ حفیظ الرحمٰن صاحب
۹-۰۰ تا ۹-۳۰	صدارتی خطاب	

مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۸۲ء بروز پیر ۔ پہلا اجلاس
زیرِ صدارت :۔ جناب شیخ عمر فاروق صاحب کراچی

۹-۳۰ تا ۹-۴۰	تلاوت قرآن مجید	ملک غلام علی صاحب شیخ محمدی
۹-۴۰ تا ۹-۵۰	منظوم کلام حضرت مجدد صد چہاردہم	جناب فاروق احمد صاحب سفید ڈھیری
۹-۵۰ تا ۱۰-۰۰	ملفوظات ، ، ، ،	، زاہد جنجوعہ صاحب
۱۰-۵ تا ۱۰-۴۵	کنتم خیر امۃٍ	، جناب میاں بشیر احمد منٹو صاحب راولپنڈی
۱۰-۵۰ تا ۱۱-۲۰	سالانہ رپورٹ	، جنرل سیکرٹری صاحب
۱۱-۲۵ تا ۱۲-۲۵	ہمارا کام قرآن کریم اور رحمۃ للعالمین کے نور کو دنیا میں پھیلانا ہے ۔	تقریر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

(وقفہ طعام ، نمازِ ظہر و عصر ۱۲ ½ تا ۲ ½)

دوسرا اجلاس ، زیرِ صدارت :۔ جناب ڈاکٹر نعمان الٰہی ملک صاحب ، امریکہ

۲-۳۰ تا ۲-۴۰	تلاوتِ قرآن مجید	جناب عبد العزیز صاحب فاروقیہ
۲-۴۰ تا ۲-۵۰	منظوم کلام حضرت مجدد صد چہاردہم	، چوہدری محمد حیات صاحب لاہور
۲-۵۰ تا ۳-۵	وفات حضرت مسیح علیہ السلام	، یاتیمین صاحب طالب علم انڈونیشیا
۳-۱۰ تا ۳-۵۰	مسلمانیم از فضلِ خدا	، چوہدری شکر اللہ خان منصور صاحب
۳-۵۵ تا ۴-۲۵	ہمارا ماضی اور نئی نسل کو ہمارا پیغام ،	جناب شیخ شریف احمد صاحب پشاور

تیسرا اجلاس ، زیرِ صدارت :۔ جناب راس محمود صاحب لندن ،

۷-۰۰ تا ۷-۱۰	تلاوتِ قرآن مجید	جناب مولانا عبد الرحیم جگو صاحب ہالینڈ
۷-۱۵ تا ۷-۵۵	اسلام کا معاشی نظام	جناب حامد الرحمٰن خاں صاحب لاہور
۸-۰۰ تا ۸-۴۰	تقریر	جناب ڈاکٹر عبد الکریم سعید پاشا صاحب ایبٹ آباد

مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۸۲ء ـــ بروز ـــ منگل
زیرِ صدارت :۔ جناب میاں نشاط احمد صاحب ملتان

۹-۳۰ تا ۹-۴۰	تلاوت قرآن مجید	جناب یاتیمین صاحب انڈونیشیا
۹-۴۰ تا ۹-۵۰	منظوم کلام	، محمد اعظم علوی صاحب
۹-۵۵ تا ۱۰-۳۵	پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار	جناب مرزا مسعود بیگ صاحب
۱۰-۴۰ تا ۱۱-۲۰	بیرونی جماعتہائے احمدیہ !	، مولانا عبد الرحیم جگو صاحب ہالینڈ
۱۱-۲۵ تا ۱۲-۲۵	ایک درد بھرے دل کی دعا	، جناب میاں نصیر احمد فاروقی صاحب
۱۲-۳۰	اختتامی خطاب	حضرت امیرِ قوم ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

پروگرام جلسۂ سالانہ ۱۹۸۲ء

خواتین احمدیہ ۔ مورخہ ۲۵ دسمبر ۸۲ء بروز ہفتہ

زیرِ صدارت :- محترمہ بیگم عطاء اللہ صاحبہ
مہمانِ خصوصی :- مندوب ہالینڈ
سٹیج سیکرٹری :- محترمہ زکیہ شیخ صاحبہ

وقت	پروگرام	
۹-۳۵ تا ۹-۴۵	تلاوتِ قرآن مجید و ترجمہ	محترمہ طاہرہ جبیں	محمد صالح صاحبہ
۹-۴۵ تا ۹-۵۵	انسانِ کامل و معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم	محترمہ پروین چودھری صاحبہ اوکاڑہ
۹-۵۵ تا ۱۰-۰۰	نعت	محترمہ نسیم شیخ صاحبہ لندن
۱۰-۰۰ تا ۱۰-۱۰	تحریکِ احمدیت میں خواتین کا حصہ	محترمہ طاہرہ فضل احمد صاحبہ
۱۰-۱۰ تا ۱۰-۲۰	بیعت کیوں؟	” جسارت نذر صاحبہ
۱۰-۲۰ تا ۱۰-۳۰	تقریر	” رضیہ فاروقی صاحبہ
۱۰-۳۰ تا ۱۰-۳۵	نظم	” فریدہ رحمٰن صاحبہ کراچی
۱۰-۳۵ تا ۱۰-۴۵	خطبۂ صدارت	
۱۰-۴۵ تا ۱۱-۰۵	تقریر و اپیل چندہ	محترمہ رضیہ مدد علی صاحبہ
۱۱-۰۵ تا ۱۱-۱۵	چندہ	
۱۱-۲۵ تا ۱۱-۳۰	دُعا	محترمہ خورشید راجہ صاحبہ سیالکوٹ
۱۱-۳۰ تا ۱-۲	نمائشِ دستکاری	

وقفہ برائے طعام و نمازِ ظہر و عصر

دوسرا اجلاس ۲½ تا ۵ بجے

زیرِ صدارت :- محترمہ اختر نذیر احمد صاحبہ، مہمانِ خصوصی :- محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ لندن
سٹیج سیکرٹری :- عصمت خالد صاحبہ سیکرٹری تنظیم خواتین احمدیہ لاہور

وقت	پروگرام	
	تلاوتِ قرآن مجید	محترمہ آمنہ عبدالغنی صاحبہ بدوملہی
	نعت	مدیحہ شمائلہ
۵ منٹ	رپورٹ تنظیم خواتین احمدیہ کراچی	محترمہ غزالہ فاروق صاحبہ
”	” ” ” ملتان	” نصرت مبارک احمد صاحبہ
”	” ” ” بدوملہی	” حمیدہ ماسٹر اللہ بخش صاحبہ
”	” ” ” سیالکوٹ	” رشیدہ ظفر صاحبہ
”	” ” ” لاہور	” عصمت خالد صاحبہ
”	” ” ” اوکاڑہ	” پروین چودھری صاحبہ

مجلسِ مذاکرہ :- احمدیت ! تاریخِ اسلام کا ایک درخشندہ باب ہے !

وقت	موضوع	
۷ منٹ	ہمارے عقائد	ساجدہ رحمٰن صاحبہ لاہور
”	زندہ خدا پر ایمان اور مجدد صد چہاردہم	محترمہ مدیحہ رسول صاحبہ ملتان
”	مجدد صد چہاردہم کے حالاتِ زندگی	” مسرت شیخ صاحبہ سیالکوٹ
”	تقریر	” رفعت عزیز صاحبہ ساہیوال
”	احمدیت اور اشاعتِ اسلام !	” نسرین جاوید صاحبہ لاہور
۷ منٹ	مسلماں را مسلماں باز کردند	محترمہ شمائلہ غفور صاحبہ لاہور
”	تقریر	” ساجدہ صاحبہ ایبٹ آباد
۵ ”	تبلیغ اسلام میں نوجوانوں کا حصہ	” سلیمہ ملک صاحبہ
۱۰ ”	خطبۂ صدارت	
۵ ”	تقسیمِ کتب برائے شرکاءِ مذاکرہ	” رضیہ فاروقی صاحبہ
۵ ”	دُعا اور اختتامی کلمات	” رضیہ مدد علی صاحبہ
۲۰ ”	اگلے سال کا پروگرام	حاضرات کی رائے

آپ کی شرکت کی متمنی

• اخبارِ احمدیہ :-

سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیریت سے ہیں۔ احباب سلسلہ اور جماعت کے سب بزرگ آپ کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی دعائیں جاری رکھیں۔ تا اللہ تعالیٰ حضرت ممدوح کی حیاتِ پُر برکات سے دیر تک جماعت کو مستفید فرمائے رکھے۔ اور حضور کی ساری دنیا میں قرآنی نور کو پھیلانے کی تڑپ خدا تعالیٰ کے فضل سے پوری ہو۔

• سرینام سے ایک دوست کی مرکز میں آمد :- سرینام میں خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہماری جماعت کی بہت بڑی تعداد ہے جو ہزاروں تک پہنچی ہے۔ وہاں کے ایک دوست حاجی شہاب الدین الٰہی بخش سیاحت کے سلسلہ میں مختلف ممالک کا دورہ کرتے ہوئے بھارت پہنچے تو انہیں اپنے مرکز اور اکابر جماعت سے محبت لاہور کھینچ لائی۔ آپ نے تقریباً ہفتہ عشرہ مرکز (دارالسلام) میں قیام فرمایا۔ سب بزرگوں سے عموماً اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سے خصوصاً متاثر ہوئے اور جلسہ سالانہ تک قیام نہ کر سکنے پر آپ نے بڑی معذرت کی اور جلسہ سالانہ کی متوقع اپیل میں چندہ کے طور پر حضور کی خدمت میں مبلغ ایک ہزار روپیہ پیش کیا۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ جو بذریعہ رسید نمبر ۲۱۷ خزانہ انجمن میں جمع ہو چکے ہیں۔ حاجی صاحب ۱۲/۸۲/۸ کو بذریعہ ہوائی جہاز واپس تشریف لے گئے ہیں۔

• اپیل برائے دستکاری

جلسہ سالانہ ۲۵ دسمبر ۸۲ء سے منعقد ہو رہا ہے۔ بہنیں اور بچیاں حسبِ دستور دستکاری کی تیاری میں مصروف ہوں گی۔ درخواست ہے کہ اس کی تکمیل جلد از جلد کر کے منتظمین دستکاری تک پہنچائیں۔ ہر شہر اور علاقے کی دستکاری اپنی اپنی متعلقہ منتظمین تک پہنچائی جائے کیونکہ اس سال بھی حسبِ روایت ہر شہر کی دستکاری کے الگ الگ سٹال ہوں گے۔ لاہور میں مقیم خواتین اپنی تیار شدہ دستکاری براہِ راست محترمہ ناصرہ ملک صاحبہ یا راقم الحروف تک پہنچائیں۔ احمدیہ بلڈنگس میں محترمہ صابرہ رحمٰن صاحبہ اور دارالسلام میں محترمہ عظمت رفیق صاحبہ اور محترمہ بیگم راجہ محمد افضل صاحبہ کو دستکاری کی اشیاء پہنچائی جا سکتی ہیں۔

(محترمہ) صفیہ جاوید (صاحبہ)

جالینوس کے قلم سے

کنتم خیر امۃٍ اخرجت للنّاس

(ہم کیا ہیں اور ہمیں کیا کرنا ہے)

اللہ تعالیٰ نے اُمتِ اسلامیہ کی شان اور مقام کا ذکر قرآن پاک میں یُوں فرمایا ہے۔

"تم بہترین اُمت ہو جس کو بنی آدم کے لئے وجود میں لایا گیا ہے تم اچھی باتوں کی تلقین کرتے ہو اور تم بُری باتوں سے منع کرتے ہو اور تم اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان رکھتے ہو اور اگر اہلِ کتاب بھی (تمہاری طرح) ایمان لے آئیں تو یہ اُن کے لئے بھلائی کی بات ہو گی۔ ان میں بھی بعض لوگ ایمان والے ہیں مگر اکثر عہد کی پابندی کرنے والے نہیں ہیں۔" (آل عمران: ۱۱۰)

یہ قرآنِ پاک کا وہ مقام ہے جس سے حقیقت میں اُمتِ اسلامیہ کا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے کہ یہ مرتبۂ بلند صرف اور صرف اُن لوگوں کو دیا گیا ہے جو حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم کے جھنڈے تلے جمع ہو کر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُولؐ کے فرمانوں کا پابند قرار دے لیتے ہیں اور کلام پاک میں اس مقام کو "کنتم" (فعل ماضی) سے ذکر کر کے اس بات کا اظہار کیا گیا ہے کہ یہ خیرِ اُمت ہونے کی شان کسی وقت، کسی حال، اور کسی زمانے کے ساتھ وابستہ یا محدود نہیں ہے بلکہ یہ بلند مرتبہ تا قیامت اس امت کو عطا کیا گیا ہے۔

اس مقام پر امتِ اسلامیہ کی یہ شان بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو باقی تمام اُمتوں پر فضیلت اور اعلیٰ مقام عطا کیا ہے کہ یہ اُمت خدا تعالیٰ کے حکم اور رضا سے وجود میں لائی گئی ہے۔ اور نہ ایسی امت پہلے پیدا ہوئی اور نہ ہی قیامت تک پیدا ہو گی کہ خدا تعالیٰ نے اپنی تمام نعمتوں کو ان کے وجود میں ودیعت فرما دیا ہے۔ جیسے دُوسری جگہ فرمایا ہے:۔

ـــ "آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے اور تم پر اپنی تمام نعماء کی تکمیل کر دی ہے اور تمہارے لئے میں نے دینِ اسلام کو پسند فرمایا ہے۔"

ـــ "اور جو دینِ اسلام کے سوا کسی اور طریق کو اپنائے گا تو وہ قابلِ قبول نہ ہو گا۔"

یہاں اللہ تعالیٰ نے اس خیرِ امت کے لئے "اخرجت للنّاس" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں کہ اس کو بنی آدم کی بہبود اور بہتری کے لئے وجود میں لایا گیا ہے۔ "من النّاس" (لوگوں میں سے) اس لئے نہیں فرمایا کہ اسلام کا سورج طلوع ہونے کے وقت تمام دنیا کی عموماً اور اہلِ عرب کی خصوصاً جو حالت تھی اور خاص کر مکّہ کے لوگ جہاں اس شریعت کا ملہ کا نزول ہوا اس قسم کی جہالت اور گمراہی میں پڑے ہوئے تھے کہ اس جگہ سے خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کے بغیر اس قسم کی جماعت کا وجود میں آجانا صریحًا ناممکنات میں سے تھا۔ عرب کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کی جہالت گمراہی اور بے راہ روی کے وہ شکار تھے اور "لوگوں کے لئے"، اس لئے فرمایا کہ ان اصولوں کے ذریعہ جن کو لے کر یہ اُمت کھڑی ہوئی ہے تمام دُنیا کی، تمام ادیان کی، تمام اقوام کی، تمام ممالک کی، روئے زمین پر بسنے والے تمام ابناءِ آدم کی اصلاح مقصود تھی اور انہیں ضلالت اور گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر صداقت اور روشنی کے سُورج میں لا کھڑا کرنا تھا۔

اور ساتھ ہی "لوگوں کے لئے"، اس لئے بھی فرمایا کہ جو لوگ اس خیرِ امت ہونے کے دعویدار ہوں انہیں یہ احساس رہے کہ ہمیں خدا تعالیٰ نے کن اغراضِ جلیلہ اور مقاصد عالیہ کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور ہمارے ذمہ کون کون سے اہم امور ہیں جنہیں ہم نے بجا لانا ہے اور جس کے بغیر ہم اس خیرِ امت کے فرد ہونے کے دعوٰی میں کبھی صادق نہیں ہو سکتے۔

اس خیرِ امت کو جو محض بنی آدم کے مفاد میں پیدا کی گئی ہے یہ سبق دیا گیا ہے کہ تم کو خُدا کی طرف سے اس انعام کے دیئے جانے کے عوض میں کیا کیا فرائض ادا کرنے ہیں سو انہیں یُوں بیان فرمایا ہے:۔

ـــ "تم سدا اچھی اور معروف باتوں کی تلقین و تبلیغ کرتے رہنا"

ـــ "بُری باتوں اور منکرات سے حتی المقدور روکنے کے لئے جو تمہارے اختیار میں ہو وہ کرنا۔"

ـــ "ان امور کی بجا آوری کی راہ میں جب مشکلات آویں تو اپنے خدا پر کامل ایمان رکھنا۔"

اصولاً یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "ایمان باللہ" کو "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" کے بعد کیوں بیان فرمایا ہے جبکہ بظاہر تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان تو ہر اچھے کام میں مقدم ہوتا ہے اور کوئی کام بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول اور منظور نہیں ہوتا جو بغیر ایمان باللہ کے ہو اور جو لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عظیم کام کو لے کر کھڑے ہونگے ان کا سب سے پہلے ایمان باللہ پر قیام، رضائے الہٰی کے لئے اپنے تمام حرکات و سکون کو خاص کرنا اور ہر قدم شریعتِ الہٰی کے مطابق اٹھانا ضروری ہے۔

تو اس کی وجہ یہی سمجھ میں آتی ہے کہ ایمان باللہ ایک اعلیٰ مقام ہے اور خدا تعالیٰ کی ذات پر کامل ایمان لے آنا کسی انسان کے لئے رضائے الہٰی کے حصُول کی خاطر نہایت ضروری ہے ایمان باللہ سے پہلے بھی بہت سے مقام ہیں جہاں سے ایک انسان کو گذرنا ہوتا ہے اور وہ ہیں اچھے اور خوبصورت اعمال کا انسان سے سرزد ہونا اور بُرے اور گندے افعال سے اس کا دُور رہنا اس میں یہی سبق دیا گیا ہے کہ کسی قوم کو ایمان کی طرف لانے کے لئے یہ از حد ضروری ہے کہ پہلے اس میں سے ابتدائی بُرائیوں کو دُور کیا جائے اور اچھی عادات اور فضائلِ حسنہ کو پیدا کیا جاوے جب یہ دو باتیں اس میں پیدا ہو جاویں گی تو اس کے قدم خود بخود ایمان کی راہ پر گامزن ہو جاویں گے۔ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں کہلا سکتا جب تک اس میں ان دو امور کا جلوہ نظر نہ آئے۔ ایمان کی بلندیوں کو چھُونے کے لئے نیکیوں پر چلنے اور بُرائیوں سے بچنے کی سیڑھی سے گزرنا ضروری ہے۔

یہ امر بھی ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ کوئی نصیحت کرنے والا یا اچھی باتوں کا تلقین کرنے والا اور بُری باتوں سے باز رہنے کے لئے کہنے والا ہو لوگوں میں کبھی اور کبھی مقبول و منظور نہیں ہو سکتا اور اس کی باتوں پر کوئی کان دھرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا جب تک وہ خود ایمان کی ان ابتدائی سیڑھیوں سے گذر کر ان پر عمل پیرا ہوتا ہوا ایک سچا مومن نہ بن چکا ہو۔

دُوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"تم ایسی باتوں کی تلقین لوگوں کو کیوں کرتے ہو جو باتیں تم سے خود سرزد نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اس حرکت سے سخت ناراض ہوتا ہے کہ تم اس بات کی نصیحت کرو جس پر تم خود عمل پیرا نہیں ہو۔"

جو لوگ تاریخ عرب سے واقف ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جہاں یہ قوم گمراہی کی انتہاء گہرائی میں گری ہوئی تھی وہاں اُن میں بعض اچھے اخلاق بھی پائے جاتے تھے اور خدا تعالیٰ نے اس مقام کو اپنے آخری پیغام کے نزول کے لئے اس لئے چُنا کہ ان کے گند

دور کر کے اور انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لایا جا سکتا آسان تھا۔ وہ لوگ گمراہ نہ در تھے، بتوں کے پجاری بھی تھے۔ پتھروں کو اپنا خدا بھی مانتے تھے۔ نبیوں کو خدا کے بیٹے قرار دیتے تھے۔ احبار اور رہبان کو خدا کا درجہ دیتے تھے اور ایک خدا کی بجائے سینکڑوں بتوں کو خدائی کی صفات سے متصف مانتے چلے آرہے تھے۔ مگر دوسری طرف ان میں بعض اخلاقِ عالیہ کا پایا جانا، سلیم العقل لوگوں کا موجود ہونا، ادب اور اشعار میں بلند پایہ مقام رکھنا۔ مہمان کی عزت اور مہمان نوازی کرنا۔ پڑوسی کا احترام کرنا۔ کمزوروں اور بے سہاروں کا ساتھ دینا۔ مسافروں، مسکینوں ضعیفوں۔ بیواؤں اور یتیموں کا خیال رکھنا اس قسم کی بعض اچھی عادات بھی ان میں پائی جاتی تھیں۔ ان لوگوں کے پاس جب خدا کا پیغام آیا اور اچھے لوگ ان میں سے اس پر ایمان لائے اور اس شریعتِ الٰہی کو مضبوطی سے پکڑا اور خدا کے فرستادہ کا ساتھ دیا اور اس کے نقشِ قدم پر چلے تو ان اخلاقِ حسنہ کے ساتھ ساتھ وہ خدا تعالےٰ پر ایمان میں کامل ہو گئے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اچھے کام کی تلقین کرنا گو بعض حالات میں مشکل ہو مگر انسان اس کو نبھا لیتا ہے اور کر گزرتا ہے مگر اکثر مقامات پر بُری باتوں سے روکنا ذرا مشکل ہو جاتا ہے تو اس کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک قول کافی ہے کہ :۔

ـ "اگر تو کوئی بُری بات کسی سے سرزد ہوتے دیکھے تو اسے اپنی طاقت سے (ہاتھ سے) دور کرنے کی کوشش کر، اگر ایسا کرنے کی طاقت نہ ہو تو زبان سے منع کر اور اس کی بھی مقدرت نہ پائے تو دل میں اُسے بُرا سمجھ مگر یہ ایک کمزور ایمان کی علامت ہوگی۔"

اس نوٹ کے لکھنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم جو خیرِ اُمت ہونے کے دعویدار ہیں ہمیں ان امور کی طرف وافر توجہ دینی چاہیئے تاکہ ہم اہلِ ایمان ہونے کے دعویٰ میں صادق ثابت ہو سکیں ورنہ محض زبان سے کسی مقام کا دعویٰ کر لینا نہ خدا کے ہاں مقبول ہے اور نہ ہی زیادہ دیر تک اس قسم کے دعویٰ سے دنیا والوں کو دھوکا دیا جا سکتا ہے۔ واقول قولی ھذا وما التوفیق الا باللہ العلی العظیم۔

کلام الامام

ہم نے اس حقیقت کو جو خُدا تک پہنچاتی ہے قرآن سے پایا

حقیقی نور کیا ہے؟ وہ جو تسلی بخش نشانوں کے رنگ میں آسمان سے اترتا اور دلوں کو سکینت اور اطمینان بخشتا ہے۔ اس نور کی ہر ایک نجات کے خواہشمند کو ضرورت ہے کیونکہ جس کو شبہات سے نجات نہیں اسکو عذاب سے بھی نجات نہیں جو شخص اس دنیا میں خدا کے دیکھنے سے بے نصیب ہے وہ قیامت میں بھی تاریکی میں گریگا۔ خُدا کا قول ہے من کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی، اور خُدا نے اپنی کتاب میں بہت جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ میں اپنے ڈھونڈنے والوں کے دل نشانوں سے منور کرونگا یہاں تک کہ وہ خدا کو دیکھیں گے اور میں اپنی عظمت انہیں دکھلا دوں گا۔ یہاں تک کہ سب عظمتیں ان کی نگاہ میں ہیچ ہو جائیں گی۔ یہی باتیں ہیں جو میں نے براہِ راست خُدا کے مکالمات سے بھی سُنیں۔ پس میری رُوح بول اٹھی کہ خدا تک پہنچنے کی یہی راہ ہے اور گناہ پر غالب آنے کا یہی طریق ہے۔ حقیقت تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم حقیقت پر قدم ماریں۔ فرضی تجویزیں اور خیالی منصوبے ہیں کام نہیں دے سکتے ہم اس بات کے گواہ ہیں اور تمام دنیا کے سامنے اس شہادت کو ادا کرتے ہیں کہ ہم نے اس حقیقت کو جو خدا تک پہنچاتی ہے۔ قرآن سے پایا۔ ہم نے اس خدا کی آواز سنی اور اسکے پُرزور بازو کے نشان دیکھے جس نے قرآن کو بھیجا۔ سو ہم یقین لائے کہ وہی سچا خدا اور تمام جہانوں کا مالک ہے۔ ہمارا دل اُس یقین سے ایسا پُر ہے جیسا کہ سمندر کی زمین پانی سے۔ سو ہم بصیرت کی راہ سے اس دین اور اسکی روشنی کیطرف ہر ایک کو بلاتے ہیں ہم نے اس نورِ حقیقی کو پایا جسکے ساتھ سب ظلماتی پردے اٹھ جاتے ہیں اور غیر اللہ سے درحقیقت دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے یہی ایک راہ ہے جس سے انسان نفسانی جذبات اور ظلمات سے ایسا باہر آ جاتا ہے جیسا کہ سانپ اپنی کینچلی سے۔ (کتاب البریہ)

"گذارشِ احوالِ واقعی"

عنوانِ بالا کے تحت ہر ماہ آپ کی خدمت میں ایسے اہم مسائل کا ذکر ہوا کریگا جو کسی بھی تنظیم اور ادارہ کے لئے عموماً اور ہماری جماعت کے لئے خاص طور پر توجہ طلب ہوں گے۔ ان میں جماعت کی سرگرمیوں میں تنوع پیدا کرنے، اور ملّی اقدار کو اجاگر کرنے کی تجاویز اور مشورے ہونگے۔ قارئین بھی اس میں شامل ہو سکتے ہیں۔ آپکے تعاون اور تنقید سے یہ کالم مفید سے مفید تر بن سکے گا۔ اس کالم میں آپ اشاعتِ اسلام اور تراجم قرآن کے سلسلہ میں جماعت کی عالمگیر مساعی کے تذکرے اس کارِ خیر کے لئے آپکے گرانقدر چندے اور عطیات کی حفاظت اور صحیح مصرف کے اعداد و شمار بھی ملاحظہ کر سکیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ (ادارہ)

مجوّزہ کالم ہٰذا صدر مقامی جماعت لاہور محترم میاں فضل احمد صاحب کا مراسلہ :۔

جلسہ سالانہ ۸۲ء

امسال یہ جلسہ سالانہ ۲۵ تا ۲۸ دسمبر ۸۲ء منعقد ہو رہا ہے۔ گذشتہ سال کی حاضری کے اعداد و شمار دیکھ کر محسوس کیا کہ ابھی سے آپ لوگوں کو آگاہ کر دوں کہ اس جلسہ میں شمولیت اور ذوق و شوق سے تقاریر کو سننا کیوں ضروری ہے؟

حضرت اقدس نے جو کچھ فرمایا وہ آپکے سامنے ہے۔ اخبار حضور کے ارشادات سے آپ کو آگاہ رکھتے ہی ہیں۔ اس جلسہ کا ایک مقصد ایک دوسرے سے مل لینا اور اپنے بھائیوں کو دیکھ کر کلیجہ اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانا بھی ہے۔ آپ اکثر و بیشتر اپنے شہر کے اردگرد سال میں مزاروں اور گدیوں پر عُرس دیکھتے ہیں۔ اور لوگوں کو جوق در جوق نعرے لگاتے حاضری دیتے دیکھتے ہیں مگر اس حاضری کی غرض اور مقصد شمولیت کیا ہے؟ کیا پایا اور کیا کھویا؟ کسی کو علم نہیں ہوتا۔ لوگ ہزاروں کی تعداد میں بستر سر پر اٹھائے نذر نیاز جیب میں ڈالے حاضر ضرور ہوتے ہیں اور گدی پر نذرانہ دیکر اپنے گناہوں کا بوجھ ہلکا محسوس کرنے لگتے ہیں۔ اور سادہ لوح لوگ دور دراز سے کرایہ خرچ کر کے شمولیت کرتے ہیں۔ پھر قیام کے دوران خوراک کا خرچہ اور پھر نذر نذرانہ کا علیحدہ خرچ یہ بھی ایک رنگ یا کیفیت ہے لیکن اس سے ذکر و فکر کے لحاظ سے کہیں بہتر ہمارا جلسہ ہے۔ حضرتِ اقدس کے ارشاد کے مطابق پاک جلسہ اور نیک لوگوں کا با مقصد اجتماع۔ بلند پایہ تقاریر اشاعتِ اسلام کی ترقی اور توسیع کے لئے تجاویز پر غور، گذشتہ سال کی روئداد کا جائزہ۔ گویا دنیاوی اجتماعات میں یہ ایک منفرد اجتماع ہے لوگ ایکدوسرے کو سال بعد ملیں۔ تین چار یوم اکٹھے رہیں اور اس طرح باہمی محبت اور اخوت کا مظاہرہ ہو ایکدوسرے سے ملنا۔ ان کی مشکلات سے آگاہ ہونا اور ایک دوسرے کے عزم نیک نمونہ سے متاثر ہو کر جماعت میں استحکام اور یکجہتی کی فضا پیدا کرنا ضروری ہے۔ [illegible] خود ایک مقصد ہے۔ مل کر نمازیں اور دعائیں کرنا بھی اللہ کے افضال کی کشش کا باعث ہے۔ کیا ہم ان چند دراز فع مقصد کے حصول کیلئے چار یوم وقف نہیں کر سکتے۔ کیا ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد نہیں کیا۔ اگر کیا ہے تو پھر جلسہ میں شمولیت اوسکی طرف پہلا قدم ہے۔ اس طرف ایک قدم اٹھائیں۔ خدا ہماری طرف چار قدم آگے بڑھ کر اپنی برکات اور افضال سے نوازے گا۔

خطبہ جمعہ فرمودہ محترم میاں نصیر احمد فاروقی صاحب

لله مافی السمٰوٰت وما فی الارض ؕ وان تبدوا مافی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ الله ؕ فیغفر لمن یشآء و یعذب من یشآء ؕ والله علیٰ کل شیءٍ قدیر ۝

ترجمہ :۔ "اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے ۔ اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے یا اُسے چھپاؤ ، اللہ اس کا تم سے حساب لے گا ۔ پھر وہ جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے عذاب دے ۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۔" (البقرۃ ۲ ۔ آیت ۲۸۴)

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مجھے دو چیزیں دی گئی ہیں جو کسی اور نبی کو نہیں دی گئیں ایک تو سورۃ فاتحہ ۔ اور دوسرے سورۃ البقرۃ کا آخری رکوع ۔ اس رکوع کی پہلی آیت میں نے آپ کے سامنے آج پڑھی ہے ۔ حضورؐ نے ہی فرمایا کہ آیاتِ قرآنی کے سات ممکن مفہوم ہوتے ہیں اور وہ سب اپنے اپنے رنگ میں صحیح ہوتے ہیں ۔ اکثر لوگ تو ظاہری معنی پر ہی رُک جاتے ہیں مگر قرآن حکیم پر جس قدر غور اور تفکر کرو اس کے مخفی علم و حکمت کے خزانوں پر سے پردہ اُٹھتا چلا جاتا ہے ۔ آج کی آیت کے دو معانی پر میں کچھ روشنی ڈالنا چاہتا ہوں ۔

پہلے تو ظاہری معنے کو ہی لے لیتے ہیں ۔ " اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے " اس حقیقت کے بارہ میں کس کو شک و شبہ ہو سکتا ہے ؟ انسان جو اشرف المخلوقات ہے اور جس کے لئے سب کچھ بنا ہے (خلق لکم مافی السمٰوٰت ومافی الارض جمیعًا منہ) وہ انسان خود اس دنیا میں ماں کے پیٹ سے خالی ہاتھ آتا ہے اور خالی ہاتھ قبر میں جا کر لیٹ جاتا ہے ۔ یہ زمین و آسمان اور ان میں جو کچھ ہیں وہ تو اسی کے ہیں جس نے انہیں بنایا ہے ۔

کس نے بنایا ہے ؟

زمین و آسمانوں کو کس نے بنایا ہے ؟ سائنس دانوں نے ایک زمانہ میں کہا تھا کہ تمام کائنات اتفاقیہ طور پر معرضِ وجود میں آگئی ۔ اور اس سے بڑھ کر کوئی لغو اور نامعقول بات نہیں ہو سکتی تھی ۔ اپنے ظاہری رنگ میں بھی یہ کائنات عجیب و غریب مخلوق ہے ۔ انسان اپنے آپ کو ہی دیکھ لے ۔ اس کے جسم کی ایک ایک چیز نہ صرف تخلیق کا شاہکار ہے بلکہ ہر چیز نعمت بے بدل ہے جو جب کھوئی جائے تو ہی اسکی قدر و قیمت معلوم دیتی ہے ۔ دنیا کا کوئی سائنس دان یا صنعت گر اس جسم کا ایک بال تک نہیں بنا سکتا کجا یہ کہ وہ انسان کے دماغ جیسی عجائبات کا مجموعہ یا اُس کی آنکھ یا زبان یا معدہ کو بنا سکے ۔ یہ کہنا کہ یہ عجیب و غریب کارخانہ اتفاقیہ طور پر معرضِ وجود میں آگیا (اور وہ بھی تمام انسانوں میں ایک جیسا ہی) اس قدر لغو اور نامعقول بات ہے کہ مجھے حیرت ہوتی ہے اُن سائنسدانوں کی اندھی جہالت پر جو یہ بات عرصہ تک کہتے رہے ، اور ان لوگوں پر جو اُسے مانتے رہے ۔

مگر اب جو کائنات کے ظاہر سے یہ سائنسدان اس کے باطن کی گہرائیوں میں اُترے تو ان کو خود اعتراف کرنا پڑا کہ اس کائنات کا ضرور کوئی خالق ہے ۔ اور وہ ایک ہے کیونکہ تمام کائنات باوجود اپنی محیر العقول وسعت کے ایک ہے اور ایک ہی قوانین کے ماتحت کام کر رہی ہے ۔ کائنات کے ایک ہونے کا قطعی ثبوت تو یوں ملا کہ سائنسدان اب اس حقیقت سے واقف ہوئے ہیں کہ یہ کائنات باوجود اپنے ظاہر اختلافات کے باطن میں ایک ہے یعنی تمام مادی چیزیں (جن میں روشنی اور ہوا اور پانی اور ایک نظر نہ آنے والی " FORCES " یعنے قوتیں شامل ہیں) یہ سب " انرجی " (ENERGY) یعنے ایک قوت یا طاقت کے مختلف مظہر ہیں ۔

کیا زبردست قوت و طاقت و جبروت کا مالک وہ خالق ہے جس نے حکم کن فیکون سے (جس کی تشریح میں ایک دفعہ کر چکا ہوں) اس حیرت انگیز عظمت اور قوتوں والی کائنات کو بنایا ہے اور اس کی ایک ایک چیز کو علیحدہ علیحدہ مقاصد کے لئے تشکیل دیا ۔ اللہُ اکبر ۔ تو زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے وہ تو اُسی خالق و مالک کا ہے ۔

انسان کا مقام

اللہ تعالےٰ کا انسان پر کس قدر احسانِ عظیم ہے کہ اُس نے اس تمام کائنات کو انسان کے لئے بنایا جیسا کہ فرمایا خلق لکم مافی السمٰوٰت ومافی الارض جمیعًا منہ مگر ساتھ ہی انسان پر یہ بھی فرض ہے کہ کائنات کی تمام چیزوں کو جو اُسے وقتی طور پر اور عاریتًا دی گئی ہیں ان کے اصل مالک کی مرضی کے مطابق استعمال کرے ۔ اگر کسی بادشاہ کا کوئی خلیفہ اُس بادشاہ کے احکام کے خلاف چلے تو اس خلیفہ کو سزا دی جائے گی یا نہیں ؟ اور یہاں مال سب خدا کا ہے مگر ہم سمجھتے ہیں کہ ہم جو چاہیں اُس سے کریں ۔ میں نے لفظ "مال" اپنے وسیع ترین معنوں میں استعمال کیا مگر اس کے مخصوص معنوں "دولت" کے رنگ میں بھی یہ صحیح ہے اس لئے کہ دنیا کی تمام نعمتیں پیسہ یا دولت سے حاصل کی جاتی ہیں ۔ اور اسی لئے " پیسہ اور پیسہ " تمام دُنیا کی زندگی کا مقصد بنا ہوا ہے ۔

تو مال و دولت کے اصل مالک نے فرمایا ہے کہ الھٰکم التکاثر ۔۔۔ ثم لتسئلن یومئذٍ عن النعیم (التکاثر ۱۰۲) یعنے کثرتِ مال کی خواہش نے تمہیں غافل کر رکھا ہے ۔ اس بات سے کہ ایک دن تم سے اُن تمام نعمتوں کے بارہ میں پوچھا جائے گا ۔ کہ تم نے ان کو کس طرح استعمال کیا ۔ اور ان کو حاصل کرنے کے لئے کس طرح مال کو کمایا اور کس طرح صرف کیا ۔

یومِ حساب

یومِ حساب کی سختی کا جس تفصیل سے قرآن حکیم میں ذکر ہے کسی الہامی کتاب میں اُس کا عشرِ عشیر بھی ذکر نہیں ۔ ان تمام آیات کو پڑھتے ہوئے انسان کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ۔ کہیں فرمایا کہ " وہ دن بچوں کو بوڑھا کر دے گا " (المزمل ۷۳ ۔ ۱۷) کہیں فرمایا " جس دن انسان اپنے بھائی سے بھاگے گا اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے ، ہر انسان کو اس دن اپنی ، اپنی پڑی ہوگی " (عبسٰ آیات ۳۴ تا ۳۷) اگر انسان کو عُمر دی گئی تو اس کے بارہ میں بھی سوال ہوگا کہ اپنے وقت کو کس طرح صرف کیا ، اور اگر انسان کو آنکھ کان ، ہاتھ پاؤں ، اور جسم دیا گیا تو ان کے بارہ میں بھی محاسبہ ہوگا ۔ اور " ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے جسم ان کے خلاف ان کے عملوں کی گواہی دیں گے ۔ اور وہ اپنے جسموں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں

گواہی دی تو وہ کہیں گے کہ اللہ نے ہمیں (آج) بولنے کی قوت دی جس طرح اس نے ہر چیز کو بولنے کی قوت دی تھی "۔ (حٰم السجدۃ ۴۱۔ ۲۰۔ ۲۱) ایک اور جگہ فرمایا " آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں اس کی گواہی دیں گے جو وہ کماتے تھے "۔ (یٰسٓ ۳۶۔ آیات ۶۵۔ ۶۶)

مگر سب سے زیادہ مال و دولت کے محاسبہ کا ذکر ہے جس کی ایک مثال سورۃ التکاثر میں ہے جس کا ذکر میں اُوپر کر آیا ہوں کیوں کہ نہ صرف یہ ہے کہ اس زندگی کی اکثر نعمتیں مال و دولت کما کر حاصل کی جاتی ہیں۔ بلکہ یُوں بھی کہ مال و دولت کمانے کو انسان نے اپنی زندگی کا مقصد بنایا ہوا ہے بلکہ اُسے اپنا خدا بنایا ہوا ہے۔

لمحۂ فکر

تو انسان کے لئے مقامِ فکر ہے کہ دولت جو اللہ کی دین ہے اور اس کا وہ حساب بھی لیگا تو مَیں اس حساب سے کس طرح سرخرو ہوں گا۔ ہر انسان غور کرے تو اس کی تمام عمر میں اللہ تعالے نے اُسے ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں بلکہ اربوں روپے تک کی دولت دیتا ہے۔ اس کے حساب سے کس طرح سرخرو ہوا جائے ؟ حضرت مجددِ زماں کے منجملہ اور احسانات کے ہم پر یہ بڑا احسان ہے کہ ہمیں اس راہ پر ڈالا کہ ہم اُس حساب کے دن ہلکے ہوں۔

آپ نے ہر شخص کے لئے اُس کی آمدنی میں سے چندۂ ماہوار کو ضروری ٹھہرایا۔ افسوس ہے کہ ہمیں آخرت کے حساب کا خوف نہیں ورنہ ہم چار آنے یا آٹھ آنے یا روپیہ دو روپیہ چندہ نہ دیتے۔ مَیں اپنے احمدی بھائیوں سے درد بھری اپیل کرتا ہوں۔ اس لئے نہیں کہ انجمن کا فائدہ ہو، ہاں اس لئے کہ اللہ کے دین کا فائدہ ہو۔ مگر سب سے بڑھ کر میں اپنے بھائیوں کے فائدہ کے لئے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی ماہوار آمدنی کا دسواں حصہ بطور چندہ دیں تاکہ یومِ حساب اُن کے لئے آسانی ہو۔ یہ اس لئے کہ قرآن کریم میں آیا ہے کہ من جآء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا یعنے جو ایک نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لئے اس جیسا دس گنا اجر ہے۔ اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ اللہ تعالے نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ جو ایک بدی کرے تو اُسے ایک ہی لکھو مگر جو ایک نیکی کرے تو اُسے دس نیکیاں لکھو۔ اس لئے جو اپنی آمدنی کا دسواں حصہ چندہ دے اُس کے اعمالنامہ میں یہ لکھا جائے گا کہ گویا اس نے اپنی ساری آمدنی فی سبیل اللہ دے دی۔ تو پھر آمدنی کا محاسبہ لازمی آسان ہو جاتا ہوا۔

میں نے اللہ تعالےٰ کے فضل سے یہ ساری عمر کر کے دیکھا ہے کہ کچھ فرق نہیں پڑتا بلکہ اللہ تعالےٰ اس دُنیا میں اسس قدر بڑھ چڑھ کر دیتا ہے کہ انسان حیران ہو جاتا ہے۔ الشیطٰن یعدکم الفقر قرآن حکیم میں آیا ہے کہ یہ تو شیطان ہے جو تمہیں راہِ خدا میں خرچ کرنے سے ڈراتا ہے کہ فقر و فاقہ آجائے گا۔ اگر دس روپے میں سے ایک روپیہ خدا کی راہ میں خرچ کر کے نُو روپے اپنے لئے باقی رہیں اور آخرت کا محاسبہ بھی آسان ہو جائے تو یہ کوئی بُرا سودا تو نہیں خصوصًا جب کہ جو آپ راہ خدا میں دیتے ہیں وہ آپ ہی کو بڑھ چڑھ کر آخرت میں ملے گا۔ اور اس کے سوا جو آپ نے آگے بھیجا اور وہاں کچھ نہ ہوگا۔

دُوسرا محاسبہ

تو قرآن پاک نے پہلا محاسبہ تو اُن نعمتوں کا بتایا جو انسان کو اس دُنیا میں عالمِ ظاہر میں دی جاتی ہیں۔ دوسرے محاسبہ کا ذکر آج کی آیت مبارکہ کے دُوسرے حصہ میں ہے کہ وان تبدوا ما فیٓ انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ یعنے اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے یا اُسے چھپاؤ اللہ اس کا تم سے محاسبہ کرے گا۔

یہ دلوں کے محاسبہ کا ذکر صرف قرآنِ حکیم میں ہے اور کسی اور الہامی کتاب میں نہیں ملتا۔ میری واقفیت دُوسری الہامی کتابوں سے کم ہے۔ اس لئے میں نے حضرت مولٰنا عبدالحق ودیارتھی صاحب مرحوم و مغفور سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ دلوں کو پاک رکھنے کا ذکر تو کہیں نہ کہیں ملتا ہے مگر محاسبہ کا ذکر اور کہیں نہیں۔ اور یہ دُوسری سینکڑوں باتوں میں سے ایک بات ہے جس کی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ کامل دین صرف اسلام ہے اور کامل کتابِ ہدایت صرف قرآن حکیم ہے۔ وجہ یہ ہے کہ دنیا کے کام کاج چلانے والا تو حضرت انسان ہے مگر انسان کو چلانے والا حضرتِ دل ہے۔ اس لئے دنیا کی اصلاح نہیں ہو سکتی جب تک کہ انسان کی اصلاح نہ ہو۔ اور انسان کی اصلاح نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کے دل کی اصلاح نہ ہو۔ اس لئے دل کا محاسبہ ضروری ہے تاکہ انسان اپنے دل کو پاک وصاف رکھے۔ دوسرا کوئی میرے دل کو پاک وصاف نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی کر سکتا ہے تو وہ صرف میں خود ہوں۔ اور چونکہ انسان کے دل کے حالات دُوسروں سے مخفی ہوتے ہیں اسی لئے نہ کوئی عدالت، نہ کوئی قانون، نہ کوئی دوسرا انسان دوسروں کے دلوں کا محاسبہ کر سکتا ہے۔ اپنے دل کا حال یا تو خود انسان جانتا ہے جیسا کہ قرآنِ حکیم نے واضح فرما دیا کہ بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ۝ ولو القٰی معاذیرہ (القیٰمۃ ۷۵۔ آیات ۱۴۔ ۱۵) یعنے ہم نے انسان کو اپنے دل پہ بصیرت دی ہے اگرچہ وہ ہزار عذر بہانے کرے۔ بصیرت کہتے ہیں قلب کی آنکھ سے دیکھنے کو۔ تو ہر انسان اپنے دل کے رازوں کو خوب جانتا ہے۔ یا پھر اللہ تعالےٰ جانتا ہے جیسا کہ فرمایا قل ان تخفوا ما فی صدورکم او تبدوہ یعلمہ اللہ (آل عمران ۳۔ ۲۹) یعنے چاہے تم جو کچھ اپنے سینوں میں ہے اُسے چھپاؤ، چاہے اُسے ظاہر کرو اللہ اُسے جانتا ہے۔

ظاہری اعمال

جن مذاہب نے صرف ظاہری اعمال پر محاسبہ کا ذکر کیا ہے وہ اس لئے ناقص ہیں کہ ظاہری عمل تو صرف نتیجہ ہے اُس کھچڑی کا جو انسان کے دل میں عرصہ تک پکتی رہتی ہے۔ یا انسان کے دل کی کسی کمزوری یا بیماری کا۔ مثلًا ایک چور چوری کرنے سے قبل اس کی سکیم دل میں بناتا ہے، پوچھ گچھ کرتا ہے، مکان جس میں چوری کرنی ہو یا اس کے مکینوں پر نگاہ رکھتا ہے۔ اور پھر جا کر چوری کرتا ہے۔ یہ تو دل میں سکیم بنانے کی مثال ہے اور دل کی بیماری کی مثال اُس شہوت پرست کی ہے جس کے دل میں مرض پیدا ہو جانے کا ذکر خود قرآن حکیم میں ہے (الاحزاب ۳۳۔ ۳۲) تو اس مرض کے نتیجہ میں وہ ہر عورت کے پیچھے بھاگا پھرتا ہے۔

اسی طرح دشمنیاں، بغض، حسد، نفرت، کینہ، نفاق وغیرہ انسان کے دل میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایسے انسان کے ظاہری افعال دوسرے انسانوں کے اعمال کی طرح ہوتے ہیں۔ اور آپ ان کی بُرائی کو نہیں سمجھ سکتے جب تک کہ اس انسان کے دل کا حال نہ ظاہر ہو۔

اُس مذہب کا جو صرف ظاہر اعمال کا محاسبہ کرتا ہے حال اس انسان کا ہے جو ایک ناسور کا علاج صرف اُس پیپ کو پونچھنے سے کرنا چاہتا ہے جو زخم سے ظاہر ہوتی ہے۔ ایسا ناسور کبھی دُور نہ ہوگا۔ صحیح علاج تب ہوتا ہے کہ ناسور کی جڑ تک پہنچا جائے اور جڑ کو نکال باہر پھینکا جائے۔ تمام گناہوں اور بدیوں کی جو انسان سے ظاہر ہوتی ہیں جڑ انسان کے دل میں ہوتی ہے۔ اور دل کی صفائی نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کے محاسبہ کا خیال نہ ہو۔ اور جب دل پاک وصاف ہو جائے تو وہ انسان پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ کیا حکیم کتاب ہے قرآن پاک کہ صرف اُسی نے انسانوں کی اصلاح کا مؤثر طریقہ بتایا ہے۔

میں نے شروع خطبہ میں ذکر کیا تھا کہ اس آیت مبارکہ کے ایک اور معنی بھی ہیں مگر آج اس کا وقت باقی نہیں رہا۔ اس لئے پھر کبھی سہی انشاء اللہ تعالیٰ۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین

* * * *

امیرِ جماعت مرحوم حضرت مولانا صدر الدینؒ کی برسی پر میرے تاثرات

اس محترم بزرگ کی یاد میں اُن کی زندگی کے حالات سن کر ایمان تازہ ہوا۔ دراصل ایسی ہی زندگی کی خواہش کرنی چاہیئے ورنہ ایک مختصر مدت کے لئے اس فانی دنیا میں آنا اور دُنیا کے لئے ہی زندہ رہنا یہ قابل رشک نہیں۔

خیرے کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر + زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند

حضرتِ اقدس نے اسے یُوں کہا ہے۔

اے بے خبر بخدمتِ قرآں کمر بہ بند + زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند

اس دُنیا سے جلد یا بدیر کوچ کرنا تو ایک اٹل حقیقت ہے تو کیوں نہ با مقصد زندگی گذاری جائے۔ دُنیاوی لحاظ سے حضرت مولانا موصوف کے لئے ترقی کے کم مواقع نہ تھے۔ آپ کے پاس اعلیٰ تعلیم کی ڈگریاں بھی تھیں بلکہ B.T کے پہلے BATCH میں سے آپ تھے۔ ایک اعلیٰ سرکاری عہدے پر بھی فائز اور ترقی کے مزید امکان دن بدن روشن تھے مگر بہتر جذبہ غالب آیا۔ دنیا کی کشش اور خوب سے خوب تر کی تلاش پہلے زمانہ میں بھی تھی لیکن ماحول کو بھی اہمیت ہے۔ اور مولانا صاحب نے اپنے متعلق "چند ناقابل فراموش یادیں" کے تحت لکھا ہے۔ میں نے جس ماحول میں ہوش سنبھالا وہ دینی تھا۔ گھر میں قرآن شریف کا التزام تھا۔ مڈل تک بلا ترجمہ قرآن ذوق و شوق سے پڑھتا رہا ان دنوں حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم و مغفور کے درسِ قرآن کا شہر بھر میں شہرہ تھا۔ یہ درس حکیم حسام الدین رحمت اللہ علیہ کی مسجد میں ہوتا تھا۔ میں درس میں باقاعدہ شریک ہوتا رہا۔ آپ کا طرزِ بیان سحر کن تھا۔ حضرت مرزا صاحب کی بھی خوبیاں بیان فرماتے۔ انہی ایام میں حضرتِ اقدس کی صداقت کا مجھے یقین ہو گیا۔" یہ تھا ماحول جس سے آپ نے اثر لیا چنانچہ آپ نے اشاعتِ اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی۔ آپ نے نہایت بے لوث زندگی گذاری دُنیا سے کوئی محبّت نہیں تھی۔ ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقع پر آپ نے اپنا سیالکوٹ والا مکان پیش کیا کہ جو رقم اس سے آئے میں انجمن کو دینا چاہتا ہوں مگر ایک شخص بھی خریدنے کے لئے تیار نہ تھا۔ خاموشی چھا گئی۔ ایسے بزرگ کی جائیداد کون خریدے جس نے اپنے لئے کچھ نہ بنایا ہو بہر حال آپ نے بار بار بلند آواز سے یہ پیشکش دُہرائی مگر وہی سکوت کا عالم۔ آخر آپ نے فرمایا اتنا روپیہ اب میں خود انجمن کو دیتا ہوں۔ جو شخص اپنا ایک ہی مکان انجمن کو دینے کے لئے بیچنا چاہتا ہے اُس کے جذبات قربانی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے آپ نے انجمن کے لئے جائیداد بنائی مگر اپنے لئے کچھ نہ بنایا۔ باوجود اس درویشانہ زندگی کے آپ کے پاس کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ لباس۔ رہن سہن نہایت صاف ستھرا۔ ایک امیرانہ زندگی لیکن سادہ مہمان نوازی میں پیش پیش۔ حضرتِ اقدس نے لکھا ہے کہ جو دنیا کو خدا کے لئے چھوڑتا ہے "تو خدا دنیا کو اُس کے قدموں میں ڈال دیتا ہے۔ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔ جو خدا پر توکل کرتا ہے تو خدا اُس کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ دین اور دُنیا کا امتزاج ایک بہت بڑی نعمت ہے اور جس کے سینہ میں یہ چنگاری روشن ہو جائے وہ خوش نصیب ہے۔ اس زمانہ کے امام نے یہ چنگاری سینوں میں روشن کی اور اس تحریک نے ہمارے لئے یہ ماحول پیدا کیا ہے یقین ہونا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں۔ اس کی قدرتیں بے انتہا ہیں مگر بقدر یقین لوگوں پر ظاہر ہوتی ہیں۔ جو نفسانی عادتوں سے باہر کئے گئے ہیں انہی کے لئے خارق عادت قدرتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ خدا نے ارادہ کیا ہے کہ وہ نئی زمین اور نیا آسمان بناوے۔ نئی زمین وہ پاک دل ہیں جن کو خدا نے اپنے ہاتھ سے تیار کیا ہے وہ خود خدا سے ظاہر ہوئے اور خدا اُن سے ظاہر ہوگا۔ اور نیا آسمان وہ نشان ہیں جو اس کے بندے کے ہاتھ سے اُسی کے اذن سے ظاہر ہو رہے ہیں لیکن افسوس ہے کہ دُنیا نے خدا کی اس نئی تجلّی سے دشمنی کی۔ وُہ خدا نہایت وفادار ہے اور وفاداروں کے لئے عجیب کام ظاہر ہوتے ہیں۔ تم ان لوگوں کے پیرو مت بنو جنہوں نے سب کچھ دُنیا کو ہی سمجھ رکھا ہے۔ چاہیئے کہ تمہارے ہر ایک کام میں خواہ دنیا کا ہو یا دین کا خدا سے طاقت اور توفیق مانگنے کا سلسلہ جاری رہے۔ کیا ہی نیک طالع وہ شخص ہے جو اس خدا کا دامن نہ چھوڑے۔ ہم اس پر ایمان لائے ہم نے اس کو شناخت کیا۔ یہ امام دین کی ترویج کے لئے ہی مبعوث ہوا۔ اس نے کوئی الگ مذہب نہیں بنایا۔ اشاعتِ اسلام کے لئے ایک تحریک کی بنیاد رکھی۔ ارشادِ خداوندی ہے۔ کونوا مع الصادقین۔ اچھے کام کو کوئی ناپسند نہیں کر سکتا بلکہ تعاون کے لئے پیش پیش ہونا چاہیئے۔ حق کی شعاعیں ان روحوں پر اثر کر جاتی ہیں جو فطرۃً نیک طبع اور اخلاقِ حسنہ کی مالک ہوں۔ یہ سعید روحیں تھیں جو پروانہ وار اس روشنی کی طرف لپکیں جو اس ظلمت کدہ میں زمانہ کے امام نے پھیلائی۔ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے ملک میں اور ملک سے باہر پرچم اسلام بلند کیا۔ ہم ان کے نقشِ قدم پر چلیں اور اس تحریک کی تقویت کا باعث ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان اولین پر ہزاروں ہزار رحمتیں نازل فرمائے۔ ان یکتائے روزگار بزرگوں نے اس صداقت کو پہچانا اور اسکو چار چاند لگائے اور اپنے مقصد کو پا لیا۔ ہم اس تحریک کا اور گہرا مطالعہ کریں اور حضرت صاحب کی تحریرات اور نصائح ذہن نشین کریں۔ یہ قرآنی تعلیم پر ہی مبنی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ حق کو قبول کر لو۔ جو چیز قبلہ حق سے تمہارا منہ موڑتی ہے وہی تمہاری راہ میں بُت ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العظیم۔

(شیخ نثار احمد)

جلسہ سالانہ کا مدعا

"اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بارگاہ الرحم الراحمین میں کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور پاک تبدیلی بخشے۔"

" ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناس ہو کر آپس میں رشتہ تودّد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا۔ اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کے لئے دُعائے مغفرت کی جائے گی اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق درمیان سے اٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت جلشانہ کوشش کی جائے گی۔"

از:- مکرم شیخ نثار احمد صاحب، سیالکوٹ

جلسۂ سالانہ ——— وسیلۂ فیض

اس رُوحانی اجتماع کی بُنیاد حضرت اقدس نے اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھی۔ یہ آج تک جاری ہے اور انشاء اللہ جاری رہے گا۔ حق اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے اور اس پر واقعات کی شہادت ایک زبردست دلیل ہے۔ ایک وقت تھا کہ یہ مدعی اکیلا تھا اور پیشگوئی ہوئی ایسا زمانہ آنے والا ہے اگرچہ تو اکیلا ہے مگر فوج در فوج لوگ آئیں گے دور دراز سے بھی آئیں گے اور اموال آپکے پاس لائیں گے۔ آپنے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کثرت کا حکم دیتا ہے۔ جب یہ مکان جنگل کی طرح تھا گاؤں کے لوگ بھی نہ جانتے تھے اس سے زیادہ معجزہ کیا ہوسکتا ہے۔ کیا کوئی آئندہ کے متعلق ایسی خبر دے سکتا ہے یقیناً یہ خدا کا کلام ہے۔ اگر یہ اتفاقی بات تھی تو کوئی اور ایسا اتفاقی واقعہ پیش کیا جائے روکنے والے موجود۔ لوگ رستوں میں کھڑے ہو جاتے کہ وہاں جاکر کیا کرنا ہے۔ کیا کوشش سے ایسی قبولیت ہوسکتی ہے۔ یہ خدا کی بات تھی جو پوری ہوئی۔

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت + اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور + ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

مخالفت کے متعلق بھی بتا دیا اور انجام بھی کہ کسی کی پیش نہیں جاتی تو حق کی پہچان مشکل نہیں حضرت صاحب نے فرمایا ہے۔ مذہب کی جڑ سچائی ہے اور جو سچا نہیں اس کا کچھ مذہب نہیں۔ لوگوں کا آنا ایک پیشگوئی ہے اس کے ماتحت ہر ایک جو آتا ہے وہ ایک نشان ہوتا ہے۔ یاد رکھیں جو جھوٹے ہوتے ہیں اللہ تعالےٰ اُن کی نصرت نہیں کرتا۔

بہت خوش قسمت ہے وہ جو اسلام رکھتا ہے اور جو اسلام میں داخل ہے۔ اسلام یہ نہیں کہ چند باتیں مان کر ورد کرتا رہے بلکہ چاہیئے کہ عملی رنگ میں اپنے تئیں اس حد تک پہنچائے کہ فیض آئے۔ اور آپ نے اولیاء کی مثال دی ہے ان کی راستبازی اس حد تک نہ تھی جس طرح آجکل کے لوگ بلکہ وہ گداز ہو گئے تھے صرف اللہ کا وجود ہی باقی رہ گیا تھا اور کسی کا وجود باقی نہ تھا جب ایسی حالت ہوجاتی ہے تو قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ اس پر انعام واکرام ہوتے ہیں یہ امام حقیقی خدا پرستی سکھانے آیا اور جلسہ کی غرض بھی یہی بتائی کہ ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے معلومات وسیع ہوں۔ تعلقات اخوّت استحکام پذیر ہوں۔ معرفت ترقی کرے اور کُل دنیا کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں۔ اس سے زیادہ بلند مقصد کیا ہوسکتا ہے اور آج سے کم وبیش سو سال ان مقاصد عالیہ کو پیش نظر رکھا اور اُن کے لئے عملی قدم اٹھایا۔

——— اور تا پیدا یزدی پر یہ یقین کہ سعید لوگ قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔ خدا کسی صادق کو بے جماعت نہیں چھوڑتا۔ سچائی کی برکت ان کو اس طرف کھینچ لائے گی۔ خدا تعالےٰ نے یہی چاہا ہے کوئی نہیں جو اس کو بدل سکے۔

ان الفاظ کی صداقت آج اظہر من الشمس ہے اور واحد مقصد اس سلسلہ کے قیام کا تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت جمع کرنا ہے۔ جو دین کو دنیا پر مقدم کرے۔ اور آپ نے نصیحت فرمائی کہ ہماری جماعت عیسیٰ کی وفات کی بجائے اب شیطان کی وفات پر توجہ دے مگر یہ ایسا مسئلہ نہیں کہ زبانی مان لینے کا ہے بلکہ عملی طور پر دکھانا چاہیئے کہ مرگیا۔ شیطان قال سے نہیں حال سے مرتا ہے۔ وہ بے شک مرنے والا ہے کیونکہ تمام انبیاء کا یہی وعدہ ہے کہ آخری زمانہ میں ہلاک ہوگا لاحول ولا قوۃ الا باللہ سے بھاگتا ہے مگر اس کے یہ معنے نہیں جو لوگ سمجھتے ہیں۔ شیطان ایسا سادہ نہیں کہ محض لفظوں سے بھاگ جائے تم سو دفعہ لاحول کرو اپنی شیطنیت سے باز نہیں آئیگا۔ ہاں اگر وجود کے ذرّہ ذرّہ میں لاحول رچ جائے اور ہر حال میں توکل رکھا جائے اور اسی کا سہارا پکڑا جائے اور خدا کا فیض چاہا جائے تو پھر شیطان کا کچھ خوف نہیں یہی ہیں جن کو فلاح نصیب ہوتی ہے۔ انسان کے لئے طرح طرح کے طوق ہیں۔ محبت بھی ایک طوق ہے خدا کا فیض دُعا سے شروع ہوتا ہے اور مامور کی دعائیں زہے نصیب۔ حضرت اقدس نے جلسہ پر آنے والوں کے لئے بڑی درد بھری دعائیں کیں۔ ہم ان دعاؤں کے اہل اور مصداق بنیں آپ نے تاکید فرمائی ہے کہ ہر ایک کو چاہیئے کہ دُعا میں لگا رہے۔ اور فرمایا دُعا چند الفاظ کا زبان سے رٹ لینے کا نام نہیں بلکہ دُعا تو موت کے مترادف ہے۔ دُعا میں ایک مقناطیسی قوت ہوتی ہے۔ جو خُدا کے فضل کو جذب کرتی ہے۔ زبان سے اھدنا الصراط المستقیم پڑھ رہے ہیں اور دل میں ہے کہ جلدی جلدی چل کر دکان کھولیں یا کاشتکاری کا کام کریں۔ یہ دعا نہیں بلکہ اپنی عمر کو ضائع کرنا ہے۔ جب تک انسان خدا کو مقدم نہیں کرتا پورے طور پر دُعا میں خو نہیں ہوجاتا اس کی دعا کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ خدا کی سچی محبت دنیا کی محبت کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ خُدا سے تعلق رکھنے والا دنیا دار نہیں کہلاتا۔ بلکہ دنیا دار وہ ہے جسے خدا یاد نہ ہو۔ یہی نماز تھی جس سے لوگ قطب ہو گئے۔ غوث ہو گئے اور تم اسی طرح تحت الثریٰ میں پڑے ہو نفس کو دھوکہ نہ دو۔ بینائی پیدا کرو۔ ایمان خدا کا فضل ہے جب آتا ہے تو وہ شخص عملی طور پر فاسقانہ کام نہیں کرتا۔ سچی محبت سچے رجوع سے جو آیا وہ اس کے اخلاص کو ضائع نہیں کرتا وہ اپنے خاص بندوں پر ایسے ایسے فضل کرتا ہے کہ زمین وآسمان کو اس کے تابع کر دیتا ہے۔ کیا یہ سودا مہنگا ہے۔ اس روحانی اجتماع کی اصل غرض خدا کے ساتھ تعلق استوار کرنا ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ ہم جلسہ میں شریک ہونے کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دیں اور کوشش کریں کہ عزیز واقارب کے علاوہ اور احباب کو بھی ترغیب دیں اور جلسہ کو بارونق بنانے میں معاون ہوں۔ خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ دعوت حق عام ہو۔ ؎

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے
اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

——— ***

ہفت روزہ باہتمام ریاض حسین الحیدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا۔ چیف ایڈیٹر:- ڈاکٹر اللہ بخش

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ——— مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۸۲ء

دفتر مقامی جماعت احمدیہ لاہور

جلد:- ۶۹ ✦ یوم چہار شنبہ ۲۸ صفر المظفر / ۵ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ — بمطابق ۱۵/۲۲ دسمبر ۱۹۸۲ء ✦ شمارہ نمبر ۵۰/۵۱

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

جلسہ سالانہ کا مدعا

حضرت امام وقت کے اپنے الفاظ میں

"اس جلسہ سے مدعا اور اصلی مطلب یہ ہے کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لیں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلّی جھک جائیں اور اُن کے اندر :-

خُدا تعالےٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زُہد و تقوٰے اور

خُدا ترسی اور پرہیزگاری اور نرم دِلی اور باہم محبت اور

مُواخات میں دُوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں۔"

(شہادت القرآن)

جلسہ سالانہ میں شرکت

کرنیوالوں کیلئے

حضرت امام وقت کی دُعائیں

"ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسے کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ اُن کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور اُن پر رحم کرے اور اُن کی مشکلات اور اضطراب کے حالات اُن پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دور فرما دے۔ اور اُن کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی ہر ایک مرادات کی راہیں اُن پر کھول دے اور روزِ آخرت میں اپنے نیک بندوں کے ساتھ اٹھاوے جن پر اُس کا فضل اور رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد اُن کا خلیفہ ہو۔

اے خُدا، اے ذوالمجد والعطا اور رحیم و مشکل کشا ہماری تمام دُعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔"

آمین! ثم آمین!!

قومی اجتماع
بہت سی برکات کا جاذب ہے،

حضرت امیر قوم مولنا صدر الدینؒ مرحوم کا ارشاد گرامی

یہ قومی اجتماع جس کی بنیاد حضرت مجدد صد چہاردھم نے ڈالی تھی بہت سی برکات کا جاذب ہے مبارک ہے وہ مرد اور وہ خاتون جس کے جذبہ کو دیکھ کر دوسرے بھی سرشار نظر آنے لگیں اور کثرت سے جمع ہو کر خدا کے حضور نہایت تضرع سے دعائیں کریں تاکہ اُن پر رب العزت کی بارگاہ سے فضل اور کرم اُترے۔ جماعت پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے اور جماعت کے اجتماع پر انوار الٰہی کا نزول ہوتا ہے اس سے مستفید ہونے کے لئے اور ثواب عظیم حاصل کرنے کے لئے اخلاص اور سعی بلیغ درکار ہے۔ پروردگار عالم کے حضور میں دست بدعا ہوں کہ وہ حضرت صاحبؑ کی جماعت پر۔ اُن کے معمر لوگوں اور جوانوں پر۔ اُن کے لڑکے لڑکیوں پر اور سلسلہ کی خواتین پر عنایات اور اپنے انعامات نازل فرمائے۔ اور اُن کے دلوں کو اخلاص سے معمور کر دے اور اُن کے دلوں کو جذبۂ خدمت دین سے بھرپور کر دے تاکہ :-

فتح اسلام

کا کام نصف النہار تک پہنچ جائے :

——— *** ———

از قلم: مکرم نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور

درسِ قرآن ـــــ سبق نمبر (۱۴)

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ○ (البقرۃ: آیات ۳-۴)

ترجمہ:۔ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف اُتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اُتارا گیا۔ اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔

پچھلے دو درسوں میں مَیں نے نماز کو قائم کرنے پر کچھ عرض کیا تھا۔ آج ہم اُس سے اگلی بات کو لیتے ہیں کہ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ یعنے جو کچھ ہم نے دیا اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ رزق کے معنیٰ عام طور پر کھانا پینا سمجھا جاتا ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ مال و دولت سمجھا جاتا ہے۔ مگر رزق کے معنیٰ بہت وسیع ہیں۔ لغت میں اسکے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی انسان کو کوئی بھی عطا یا بخشش جو جاری ہو، چاہے وہ اِس دُنیا میں ہو، یا آخرت میں، کبھی اُس حصّہ یا نصیب کے معنیٰ میں یہ لفظ آتا ہے جو کسی انسان کو دیا گیا ہو، کبھی غذا کے معنیٰ میں۔ اِس لئے مما رزقنٰھم میں نہ صرف مال مراد ہے بلکہ جو کچھ قوائے جسمانی، دماغی یا روحانی کسی انسان کو ملے ہیں وہ سب شامل ہیں۔ بلکہ انسان کو اگر کوئی عہدہ یا ہُنر یا خاص موقعے ملے ہیں وہ سب شامل ہیں۔ انسان کو جو عقل یا فراست یا علم ملے وہ بھی لفظ رزق میں داخل ہیں۔ لفظ علم سے مُراد صرف دنیاوی علوم نہیں بلکہ دینی اور روحانی معلوم اور معرفت یعنے باطن کی باتوں کا عِلم وہ سب شامل ہیں اب انسان سوچے تو مثلاً اسکو جسمانی قواء جو ملے ہیں وہ اس کی مرضی یا بس کی بات نہ تھے۔ اسی طرح دماغی یا عقلی یا روحانی قواء سب اللہ تعالیٰ کی دَین ہیں کسی کو زیادہ کسی کو کم۔ جس قدر ملے ہیں اُسی قدر اُن کے بارہ میں انسان کی ذمہ داری اور جوابدہی ہے۔ رزق بمعنیٰ مال و دولت کو لے لیجئے۔ سب میں پہلے تو انسان ماں باپ کی دولت سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ سو یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کسی کو امیر گھرانے میں پیدا کرتا ہے، کسی کو متوسط گھرانے میں، کسی کو غریب گھرانے میں۔ ہر انسان خود تو خالی ہاتھ اس دنیا میں آتا ہے اور خالی ہاتھ جاتا ہے۔ ماں باپ کے دل میں محبّت کس نے ڈالی کہ وہ اپنا مال اپنی اولاد پر بہا دیتے ہیں اور جو بچ رہے وہ انہی کے لئے چھوڑ جاتے ہیں؟ پھر انسان کی اپنی کمائی اس کے بس میں نہیں۔ نہ اس کے علم و عقل یا ہُنر پر مبنی ہے۔ نہ اس کی کوشش پر ورنہ مزدور سے بڑھ کر کون محنت کرتا ہے مگر اُسے کیا ملتا ہے؟ میں نے بڑے بڑے عالم فاضل دیکھے ہیں کہ بھوکے یا غریب حال رہتے ہیں۔ حالانکہ جاہل بلکہ اجہل لوگ مال و دولت میں لوٹ رہے ہوتے ہیں۔ نہ اس میں ہُنر یا قابلیت فیصلہ کرتی ہے۔ میں نے کامرس یعنی تجارت کی ڈگریوں والے تو بمشکل روٹی کھاتے دیکھے ہیں جبکہ سیٹھ لوگ جن میں سے اکثر کوئی تجارت کی ڈگریاں کیا معمولی علم بھی نہیں رکھتے بلکہ بعض تو بمشکل اپنا دستخط کر سکتے ہیں وہ کروڑوں اربوں روپیہ کما رہے ہوتے ہیں۔ اگر مال و دولت انسان کے بس کی بات ہوتی تو ہر انسان قارون کے خزانوں کا مالک بن جاتا، مگر ایسا نہیں ہوتا۔

اگر آج دُنیا دولت کی پجاری ہے تو اِس لئے کہ دُنیا کے کاروبار پیسے سے چلتے ہیں۔ [illegible] انسان کی زندگی کا مقصد بنا ہوا ہے اور انسان خدا کو بھولا ہوا ہے۔ دولت کی اس [illegible] کو دیکھ کر اسلام کے سوا دوسرے مذاہب نے دولت اور دنیا کو بالکل چھوڑ کر راہب یا سادھو اور بھکشو کی زندگی اختیار کرنے میں انسان کی فلاح سمجھی۔ اسلام نے درمیان کا راستہ اختیار کیا۔ مال و دولت کماؤ مگر جائز طریقہ پر اور اُسے اپنا اَن داتا سمجھ کر سانپ کی طرح اُس پر کُنڈلی مار کر مت بیٹھو بلکہ اُسے خرچ کرو اللہ کے راستے میں جو اُسے دینے والا ہے۔ اسی لئے فرمایا مما رزقنٰھم یعنے تمہیں جو مال و دولت ملتا ہے وہ ہم دیتے ہیں۔ اگر دینے والے کی دولت پر کوئی قابض ہو کر اُسے اپنا مال اور حق سمجھے تو وہ غاصب اور خائن بلکہ چور ہے۔ آپ اگر کسی کو سو روپے دے دیں مگر کہیں کہ میاں اس میں سے دس روپے میرے فلاں کام پر خرچ کر دینا اور دس روپے فلاں غریب کو دیدینا اور باقی تم اپنے بیوی بچّوں کے کام میں لے آنا، اور وہ شخص سارے کے سارے پیسے کھا جائے یا آپ کو ٹکا سا جواب دیدے کہ آپ ہوتے کون ہیں تو آپ ایسے ناشکر گذار بلکہ غاصب انسان کو کیا سمجھیں گے اور پولیس کے حوالے کریں گے یا نہیں تاکہ اُسے سزا ملے؟

خدا کے بتائے ہوئے کاموں پر خدا کے دیئے ہوئے مال کو خرچ کرنے پر پھر ثواب اتنا کہ کم سے کم دس گنا بلکہ ستر گنا یا سات سو گنا اور اس سے بھی زیادہ ثواب ملنے کی خوشخبری دی گئی ہے؟ اِس لئے کہ بظاہر چونکہ یہ مال خدا کے ہاتھوں سے نہیں ملتا بلکہ انسان اپنے ہاتھوں سے کماتا ہے اس لئے وہ اسے اپنا سمجھتا ہے۔ اور مال سے جو کام نکلتے ہیں اور عیش و آرام اور دنیاوی زینت کے سامان ملتے ہیں ان کی وجہ سے انسان مال سے بے حد محبت کرنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم جہنّم سے پوچھیں گے کہ کیا تو بھر گئی تو وہ کہے گی ھل من مزید یعنے کیا کچھ اور ہے؟ تو مال کی محبت اور طلب کا بھی یہی رنگ بن جاتا ہے جو سینکڑوں کماتا ہے وہ ہزاروں کی فکر میں ہے، جو ہزاروں کماتا ہے وہ لاکھوں کی فکر میں ہے، جو لاکھوں کماتا ہے وہ کروڑوں کے غم میں ہے، جو کروڑوں کما رہا ہے وہ اربوں کے لئے ہائے ہائے کر رہا ہے۔ مال کی ہوس کبھی ختم نہیں ہونے میں آتی ہے بلکہ آگ کی طرح بھڑکتی اور پھیلتی ہے۔

اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کی محبّت، اس کے رسولؐ کی محبّت، اس کے دین کی محبت اُس کے کلام کی محبت اور اپنے غریب بہن بھائیوں یعنے خدا کی مخلوق سے محبت اور ہمدردی ٹھنڈی محبتیں ہیں اور یہ مال کی آگ بھری محبت پر ٹھنڈے پانی کا کام کر کے اُس محبت کو ہلکا کر کے ان اعلیٰ محبتوں کے ماتحت کر دیتی ہیں۔ آگ جو قابو میں ہو مفید ہوتی ہے۔ جو بے قابو ہو کر بھڑک اُٹھے وہ جہنّم بن جاتی ہے۔ تو مال کی محبّت پر چھُری پھیر کر خدا اور خدا کی مخلوق کی خدمت میں مال کو خرچ کرنا انسان کے لئے اجر کا باعث بن جاتا ہے۔ قرآن نے فرمایا ومما رزقنٰھم ینفقون یعنے جو ہم نے رزق دیا ہے اُس

میں سے خرچ کرتے ہیں یعنے ضرورت اور موقعہ کے مطابق خرچ کرتے ہیں۔ اہم دینی یا قومی ضرورت کے موقعہ پر سب کا سب مال خرچ کر دینا جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ نے ایک موقع پر خرچ کر دکھایا، یا آدھا دے دینا جیسا کہ حضرت عمرؓ نے کیا، ہی ٹھیک ہے مگر دوسرے موقعوں پر جیسی ضرورت ہو ویسا خرچ کرنا چاہیئے۔

تو اگر سب مال خدا کا ہے تو پھر اُس نے کیوں نہ اُسے اپنے ہاتھ میں رکھا اور دینی اور سماجی ضروریات پر خود خرچ کیا؟ اگر وہ ایسا کرتا تو پھر انسان کو اپنی اگلی زندگی کے لئے اجر کمانے کا موقعہ کہاں ملتا؟ وہاں تو وہی دولت بڑھ چڑھ کر ملے گی جو آپ نے خود اگلے گھر بھیجی۔ پھر مال کو خُدا کے بتائے ہوئے کاموں پر خرچ کرنے سے خدائی صفات انسان کے اندر پیدا ہوتی ہیں جس سے بڑھ کر کوئی کامیابی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بنیادی صفات چار ہیں جو سورۃ فاتحہ میں مذکور ہیں۔ ربّ العٰلمین یعنے تمام مخلوق کو ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف لیجانے والا، الرحمٰن یعنے جو بن مانگے محض اپنے رحم کے جوش سے دے، الرّحیم یعنے مانگنے پر بڑھ چڑھ کر دینے والا، اور مٰلک یوم الدین یعنے جزاء کے دن کا مالک۔ تو مال خرچ کرنے سے، جتنا خرچ کرو اتنا ہی زیادہ، یہ صفات انسان کے اندر پیدا ہوتی ہیں۔ ایسا انسان ربوبیّت کا کام کرتا ہے جب وہ غریب اور نادار بہن بھائیوں کو مال کی امداد دے کر اُن کی حالت بہتر بناتا ہے۔ یا دینی کاموں پر خرچ کر کے دنیاداروں کو دیندار بنانے میں مدد کرتا ہے۔ کہ وہ بھی ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف ترقی دیتا ہے۔ اسی طرح اگر انسان بن مانگے خلقِ خُدا کی یا دینی ضرورتوں کی مدد کرتا ہے تو وہ رحمانیت کی صفت ایسے انسان میں پیدا کرتی ہے۔ یا مانگنے پر خلقِ خدا یا دین کے لئے بڑھ چڑھ کر دیتا ہے تو وہ رحیمیت کا رنگ ہے، یا لوگوں مثلاً مزدور کے کام کا بڑھ چڑھ کر اجر دے تو وہ مٰلک یوم الدّین کی خوبی ہے تو جو شخص مال کو خدا کے بتائے ہوئے کاموں پر خرچ کرتا ہے وہ نہ صرف آخرت میں جو ہمیشہ کا گھر ہے دولت مند ہوگا جبکہ اس دُنیا کے مال و دولت یہیں رہ جائیں گے بلکہ وہ خدائی صفات اپنے اندر پیدا کر کے ہمیشہ کے لئے خوش و خُرّم رہے گا۔

مَیں نے بتایا تھا کہ لفظ رزق میں انسان کے جسمانی قواء، اس کی عقل، اُس کے ہنر سب شامل ہیں۔ تو جو شخص اپنے جسمانی قواء کو کام میں لا کر خلقِ خدا کی خدمت کرتا ہے جیسا کہ مثلاً ایک نرس کرتی ہے۔ یا خدا کے دین کے لئے جہاد کرنے والا کرتا ہے، تو وہ بھی ممّا رزقنٰھم ینفقون کے ماتحت آجاتا ہے۔ ایک انسان اپنی عقل یا اپنے علم یا ہُنر سے خلقِ خدا یا خدا کے دین کی خدمت کرتا ہے تو وہ بھی ممّا رزقنٰھم ینفقون ہے۔ اسی طرح جو روحانیت یا معرفت انسان کو نماز قائم کر کے یا قرآن حکیم کے مطالعہ سے ملے اُسے دوسروں تک پہنچانا اور اس سے خدمتِ دین کرنا یہ بھی ممّا رزقنٰھم ینفقون ہے۔ یا وہ عُمر یا وقت جو انسان کو ملا ہے اُسے خلقِ خدا کی خدمت میں لگانا یا دین کی خدمت میں لگانا وہ بھی ممّا رزقنٰھم ینفقون ہے۔

اب مَیں آج کے سبق کی آخری آیت کو لیتا ہوں والذین یؤمنون بمآ انزل الیک وما انزل من قبلک ۚ وبالاٰخرۃ ھم یوقنون یعنے وہ لوگ جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف اتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا، اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ اللہ تعالےٰ نے تمام کائنات کو انسان کے لئے پیدا کیا مگر انسان کو نہ بتایا کہ اُسے کس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اور کس راستہ پر چل کر وہ اس مقصد کو پاسکتا ہے۔ مَیں سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں بتا آیا ہوں کہ وہ اعلےٰ ترین مقصد خدا کو پانا ہے اور میں سورۃ البقرۃ کی پہلی آیت کی تفسیر میں بتا آیا ہوں کہ خدا کو پانے کا راستہ قرآن حکیم بتاتا ہے یعنے اس قرآن پر چل کر انسان خدا کو پاسکتا ہے اس لئے اس قرآن پر ایمان لا کر اس پر عمل کرنا ازبس ضروری ہے مگر ساتھ ہی قرآن سے پہلی کتابوں پر بھی ایمان لانا ضروری ٹھہرایا تاکہ مسلمان میں تکبّر نہ پیدا ہو۔ تنگ دلی نہ پیدا ہو۔ کہ صرف مجھے خدا کی ہدایت ملی ہے بلکہ نسلِ انسانی سے اخوت اور ہمدردی پیدا ہو کیونکہ قرآن مجید بتاتا ہے (جس کو آج دوسرے مذاہب والے خود مانتے ہیں) کہ اُن کی کتابیں ضائع ہوگئیں یا ان میں تحریف اور ردّ و بدل ہوگیا ہے اور اس لئے آج اُن پر ایمان لانا مشکل ہے کیونکہ اُن کی حالت ایسی خراب ہے کہ یقین نہیں آتا کہ وہ خدا کی کتابیں ہوسکتی ہیں۔ اسی لئے اگرچہ تاریخ کے لحاظ سے وہ کتابیں پہلے اتریں اور قرآن پاک بعد میں، مگر یہاں قرآن کا پہلے ذکر فرمایا کہ اس پر ایمان لا کر ہی انسان دُوسری الہامی کتابوں کو بھی منجانب اللہ مان سکتا ہے ورنہ نہیں۔ تو یہ قرآن حکیم کا دوسرے مذاہب پر کس قدر احسان ہے اور اسی سے مذہبی صلح و آشتی پیدا ہوسکتی ہے کہ دوسرے مذاہب کی کتابوں کو بھی منجانب اللہ منوایا اگرچہ اُن کے ضائع ہوجانے یا ردّ و بدل ہوجانے کی وجہ سے، جسے دوسرے مذاہب والے اب خود مانتے ہیں، اُن پر عمل اب ممکن نہیں رہا پھر وہ کتابیں ایک خاص قوم (جیسے بنی اسرائیل یا آریہ قوم) کے لئے اتری تھیں اور ان کی تعلیم وقتی اور نامکمل تھی۔ جیسا کہ انجیل نے خود مانا ہے (یوحنا۔ باب ۱۶ آیات ۱۲ تا ۱۴)۔ اور ان میں جو باتیں محفوظ کرنے یا عمل کے قابل تھیں انہیں قرآن میں رکھ دیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا فیھا کتبٌ قیّمۃ (البیّنۃ ۹۸ - ۳) تو قرآن پر عمل سب اچھی تعلیموں پر عمل ہے۔

آخری بات تھی آخرت پر یقین۔ یہ انسان کے لئے سب سے بڑی خوشخبری ہے کیونکہ کوئی انسان مر کر ختم نہیں ہونا چاہتا تو انسان کو خبر دی کہ جس طرح تمہاری زندگی میں اگر کوئی چیز یقینی ہے تو وہ موت ہے۔ اسی طرح یہ یقینی ہے کہ تم نے مر کر ختم نہیں ہوجانا بلکہ بہتر اور اعلیٰ اور ہمیشہ کی زندگی پانا ہے مگر وہاں دنیا کی زندگی کا حساب کتاب بھی ہے۔ اگر تم نے دنیا کی زندگی قرآن پاک کی ہدایت کے مطابق گذاری تو آخرت میں بھی خوش و خُرّم جنّت میں رہو گے ورنہ تمہارا علاج اور تمہیں پاک جہنم کی آگ سے کیا جائے گا جو بہت دُکھ اور ہولناک انجام ہے اس دنیا میں تو نیک بعض وقت دکھوں میں ہوتے ہیں اور بد لوگ مزے کر رہے ہوتے ہیں مگر اگر نیکی کا انجام بالآخر اچھا ہے اور بدی کا بُرا تو دانشمندی یہ ہے کہ تم آخرت کی فکر کرو کہ کسی فوری فائدہ یا آرام کی۔ جو بچہ امتحان اور اس کے ہونے والے نتیجوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کھیل کود میں زندگی گنوا دیتا ہے وہ بالآخر رُسوا اور دُکھی ہوتا ہے اور جو امتحان کے لئے اور اس کے بعد اعلےٰ زندگی پانے کے لئے محنت کرتا اور فضول باتوں میں وقت نہیں گنواتا وہ بالآخر ہمیشہ کے لئے سکھی اور آرام میں ہوتا ہے۔ اس لئے آخرت پر یقین کئے بغیر نہ تو انسان کی اصلاح ہوسکتی ہے نہ وہ محنت اور مشقت جو نیکی کرنے میں ہے وہ کرسکتا ہے اور پھر انسان کی پیدائش کا مقصد اللہ تعالےٰ کو پانا ہے تو اللہ تعالیٰ کی زیارت اور اُس کا قُرب تو آخرت میں ہی نصیب ہوگا۔

(باقی آئندہ)

خوش آمدید اے مہمانانِ جلسہ

یہ پرچہ جس وقت احباب کے ہاتھوں میں پہنچے گا جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے وہ لاہور تشریف لا رہے ہوں گے اور بعض دوست پہنچ بھی چکے ہوں گے ہم ان سب دوستوں کا تہ دل سے خیر مقدم کرتے ہیں ایک مبارک کام کے لئے آپ کا صعوبت اٹھا کر مرکز میں آنا یقیناً بہت بڑی سعادت ہے، اور ہم اس سعادت کے حصُول پر اپنے بھائیوں اور بہنوں کی خدمت میں تہ دل سے مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ (ادارہ)

خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کرنیکا بہترین اور یقینی ذریعہ

خطبہ جمعہ ۲۶/۱۱/۸۲ فرمودہ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جامع مسجد دار السلام لاہور

اِنّھا لاحدی الکبر ۵ نذیرًا للبشر ۵ لمن شآء منکم ان یتقدّم او یتاخّر ۵ کل نفسٍ بما کسبت رھینۃ ۵ اِلآ اصحب الیمین ۵ فی جنّتٍ یتسآءلون ۵ عن المجرمین ۵ ماسلککم فی سقر ۵ قالوا لم نک من المصلّین ۵ ولم نک نطعم المسکین ۵ وکنّا نخوض مع الخآئضین ۵ وکنّا نکذب بیوم الدین ۵ حتّٰی اَتٰنا الیقین ۵ (المدثر ۷۴، آیات ۳۵ تا ۴۷)

ترجمہ:۔ یہ بہت بڑی چیزوں میں سے ایک ہے۔ انسان کے لئے ڈرانے والی۔ اس کے لئے جو تم میں سے چاہتا ہے کہ آگے بڑھے یا پیچھے رہے۔ ہر شخص اُس کے بدلے جو اُس نے کمایا گرفتار (بلا) ہوگا سوائے داہنے ہاتھ والوں کے وہ بہشتوں میں ہونگے۔ پوچھیں گے مجرموں سے تمہیں کیا چیز دوزخ میں لائی کہیں گے ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور نہ ہم مسکین کو کھانا کھلاتے تھے اور ہم بے ہودہ باتیں کرنے والوں کیساتھ مل کر بے ہودہ باتیں بنایا کرتے تھے اور ہم سزا و جزا کے دن کو جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ ہمیں موت نے آ لیا۔

فرمایا:۔ میں پچھلے خطبہ میں بتا چکا ہوں کہ خطبہ کی اصل غرض خدا تعالیٰ کے احکام کی یاد دہانی ہے۔ بنی اسرائیل سے اللہ تعالےٰ نے ایک عہد لیا تھا کہ "تم میری تابعداری کرو گے اور میں اس کے بدلہ میں ساری قوموں میں تمہیں عزّت دوں گا" اس طرح کا عہد مسلمانوں سے بھی حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ذریعہ خدا تعالےٰ نے لیا ہے سُورۃ توبہ میں فرمایا (ترجمہ) اللہ نے مومنوں سے ان کے مالوں اور جانوں کو خرید لیا ہے اور اس کا معاوضہ جنّت ہے۔ اب مسلمان بھی اپنے عہد پر قائم نہ رہنے کے نتیجہ میں مصیبتوں میں گرفتار ہو گئے ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ کے جو وعدے کسی قوم کے ساتھ ہوتے ہیں وہ احکامِ الٰہی کی تابعداری اور مرسلینِ الٰہی کی پیروی کے ساتھ مشروط ہوتے ہیں جب کوئی قوم اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کرتی ہے اور اعلےٰ اغراضِ زندگی سے رُوگردانی کر کے دنیا پر گر جاتی ہے تو اس سے تمام تر برکات چھین لی جاتی ہیں اور ان پر تباہی اور بربادی مسلط کر دی جاتی ہے۔ بنی اسرائیل کے ذکر سے مسلمانوں کو تنبیہ کرنا مقصود ہے تاکہ وہ اعلیٰ اغراضِ زندگی پر توجہ دیں اور دنیا میں نیکی کو فروغ دیں۔

فرمایا:۔ یٰعبادی الذین اٰمنوا ان ارضی واسعۃ فایای فاعبدون (عنکبوت ۲۹/۵۶) یہاں ایمان کے بعد بندگی کا حکم دیا ہے۔ کیسے بھی حالات ہوں میری بندگی کرو میری زمین فراخ ہے۔ بندگی کا مفہوم وسیع ہے۔

سب سے پہلا حکم جس سے قرآن کریم شروع ہوتا ہے ذٰلک الکتاب لاریب فیہ ھدًی للمتّقین الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصّلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون۔ یہ کتاب اس میں کوئی شک نہیں متقیوں کے لئے ہدایت ہے۔ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور اس میں سے جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے خرچ کرتے ہیں؛ ایمان باللہ کے بعد نماز کا درجہ رکھا ہے

اس سے نماز کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ یہ خدا پر ایمان بالعمل کا اظہار ہے۔ قرآن کریم میں نماز کا حکم تقریبًا ستّر مرتبہ آیا ہے۔ اس سے آپ نماز کا مقام خوب سمجھ سکتے ہیں۔ نماز کے بغیر کوئی شخص تعلق باللہ کا دعویٰ نہیں کر سکتا کیونکہ خدا تعالےٰ کے قرب کا وسیلہ صرف نماز ہے۔ درسِ قرآن کریم کا سلسلہ جو اسباق کی شکل میں پیغام صلح میں شائع ہو رہا ہے اس کی بارہویں قسط میں نماز کی شرائط عنقریب آپ کی نظروں سے گذریں گی۔ حضرت امیر مولٰنا محمد علیؒ نے بھی نماز کی تلقین کی خاطر ایک خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا تھا جو نماز اور ترقی کی تین راہیں کے نام سے بعد میں کتابچہ کی شکل میں شائع ہو گیا تھا، یہ اب بھی دستیاب ہے احباب سے مفت حاصل کر کے ضرور پڑھیں۔ سورۂ مدثر کی جو آیات میں نے شروع میں تلاوت کی ہیں ان میں انسان کے لئے جھنجھوڑنے والی ایک تنبیہ ہے۔ لمن شاء منکم ان یتقدم او یتاخر پس جو چاہے ترقی کرے جو چاہے تنزّل میں جائے۔ ہر شخص نے جو کیا وہ اس میں مبتلا ہوگا۔ آخر خدا تعالےٰ کے حضور جوابدہی کے لئے پیش ہونا پڑے گا۔

اصحاب الیمین کے سوا ہر شخص اس ابتلاء سے گزرے گا۔ اصحاب الیمین یعنی جنت والے دوزخ میں پڑے مجرموں سے پوچھیں گے تمہیں کیا چیز دوزخ میں لائی۔ وہ کہیں گے ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے۔ نہ ہم خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے تھے۔ خدا کو مان کر اس کے سب سے ضروری اور تاکیدی حکم کو ٹال دینا اپنے آپ کو مجرم بنانا ہے۔ چنانچہ اس بات کو ذہن میں رکھ کر اس پر غور کریں۔ خدا تعالےٰ پر ایمان لانے کا دعویٰ کر کے نماز نہ پڑھنا اپنی جان پر بہت بڑا ظلم ہے۔ سجدوں کے ماتھے پر لکھا ہوتا ہے۔

روزِ محشر کہ جاں گداز بود + اولیں پرسش نماز بود

(یوم حساب کے روز جبکہ دل کانپ رہے ہونگے سب سے پہلے نماز کے متعلق پوچھا جائیگا)

دوسرے مقام پر قرآن کریم میں آتا ہے:۔ ویدعون الی السجود فلا یستطیعون خاشعۃ ابصارھم ترھقھم ذلّۃ ۵ اس دن جب انہیں سجدہ کے لئے بلائے جائیں گے تو نہ کر سکیں گے۔ ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی ذلّت اُن پر چھائی ہوئی ہوگی تو یہ بہت ہی بُری بات ہے، آگے فرمایا وقد کانوا یدعون الی السجود وھم سالمون (پہلے یعنی پہلی زندگی میں انہیں نماز کے لئے بلایا جاتا تھا تو وہ توجہ نہ کرتے تھے حالانکہ وہ چنگے بھلے تھے)

مجھے اس کی ضرورت محسوس ہوئی ہے اس لئے میں آپ کو اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں مسجد کا قرب اللہ تعالےٰ کی ایک نعمت ہے اور اس بستی دار السلام کے مکینوں کو دیگر نعمتوں اور آسائشوں کے علاوہ یہ نعمت بھی خدا نے دی ہوئی ہے۔ یہاں کے سب رہنے والوں کا فرض ہے کہ وہ پانچوں نمازیں با جماعت ادا کریں کسی معقول عذر اور شدید مانع کے بغیر وہ نماز کے وقت مسجد سے ہرگز غیر حاضر نہ ہوں۔ میرے ایک دوست ہر دفعہ ملاقات پر کہتے ہیں کہ اس بستی کے بعض لوگ مسجد میں حاضری دینے سے کیوں غافل اور سست ہیں اور دفتر انجمن والے نماز کی اذان سن کر بھی کیوں نماز کے لئے نہیں آتے الا ماشاء اللہ

مسجد کی نماز کا درجہ گھر کی نماز سے زیادہ ہے حضورؐ نے ایک دفعہ یہاں تک فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ اذان کا حکم دوں پھر گھروں میں جاؤں اور دیکھوں کہ کون کون لوگ

کی اہمیت اور ضرورت کا پتہ چلتا ہے۔ حضور رحمۃ للعالمین نبی کریم کی یہ تنبیہ باجماعت سے غفلت برتنے والوں کے حق میں کتنی سخت ہے۔

اس بستی (دارالسلام) کے لوگوں کو مسجد تک آنے میں منٹ ڈیڑھ منٹ لگتا ہے اس کے باوجود ان کا نماز باجماعت کے آب حیات سے محروم رہنا بڑے ہی دکھ اور فکر کی بات ہے، جہاں اپنی مسجد قریب نہ ہو وہاں دوست کسی ایک جگہ اکٹھی نماز پڑھنے کا بندوبست کر سکتے ہیں۔ جہاں صرف ایک گھر ہو وہاں کنبہ کے افراد کیساتھ مل کر نماز باجماعت پڑھی جا سکتی ہے اب بھی بعض دوست جو اس بستی سے دور رہتے ہیں روزانہ مسجد میں آتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ جمع ہو کر نماز پڑھنے سے دل کو جو ٹھنڈک اور تسکین ملتی ہے۔ اس کے حصول سے ادنیٰ ادنیٰ عذرات کی بناء پر محروم رہنا درست نہیں۔

میں پھر تاکید کرتا ہوں کہ اکٹھے ہو کر نماز پڑھنا بڑا بابرکت ہے، اس سے روحانیت بڑھتی ہے۔ بچوں کو بھی نماز کی عادت ڈالیں چھوٹی عمر کی عادت زندگی بھر ساتھ دیتی ہے اور نماز کی عادت تو بڑی مبارک ہے،

ذاتی تجربہ:۔

اپنا تجربہ بتاتا ہوں اور بچوں کے فائدہ کے لئے عرض کرتا ہوں۔ میں جب چھوٹا تھا تو میرے والد مرحوم نماز فجر سمیت پانچوں نمازوں میں مسجد میں مجھے ساتھ لے جاتے تھے جب میں آٹھویں جماعت میں تھا ایک بزرگ کے وعظ کا مجھ پر ایسا اثر ہوا کہ میں نے اپنے دل میں عہد باندھا کہ اب میں زندگی بھر کوئی نماز ترک نہیں کروں گا اور اب میں تحدیث نعمت کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ اس دن کے بعد آج تک بالارادہ ایک نماز بھی مجھ سے نہیں چھوٹی۔

نماز میں توجہ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز میں توجہ نہیں ہوتی لیکن یہ ایک دن میں حاصل نہیں ہو سکتی کوشش کرو۔ کوشش کرو۔ بار بار کی توجہ سے توجہ الی اللہ حاصل ہو جائیگی۔ نماز کا کرنا اور اُسے قائم کرنا اسے ہی کہتے ہیں۔ ایک بے علم انسان بھی نماز میں بار بار کی کوشش سے رجوع الی اللہ کا حظ اٹھا سکتا ہے۔ وہ لطف پا سکتا ہے جو بندگی سے بندے اور خدا کے درمیان تعلق سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ احساس لے کر مسجد میں آئیں کہ خدا کے حضور حاضری دینے جا رہا ہوں۔ توجہ الی اللہ کے حصول کی کوشش کی طرف یہ پہلا قدم ہے نماز کی عادت ہو جائے تو وہ رُوح کی غذا بن جاتی ہے۔ اپنے بچوں کو کم از کم سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ ابھی وقت ہے کہ ہم سنبھل جائیں اور مزید وقت ضائع نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ میرے الفاظ میں تاثیر ڈالے۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے بعض خواتین بھی باقاعدہ مسجد میں آتی ہیں مگر زیادہ سے زیادہ تعداد میں انہیں آنا چاہیئے بسا اوقات نمازِ باجماعت میں ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور مجھے جبکہ حاضرین نماز کی کیفیت کا اندازہ بھی ہونے لگتا ہے۔ تو ایسے لمحات میں ایک خاص رنگ محسوس کر کے اس نماز میں شمولیت سے رہ جانے والے دوستوں کا غم ہوتا ہے اور میرا دل ان عزیزوں کے لئے کڑھتا ہے کہ وہ کیوں اس سے محروم رہے اور دل میں تڑپ پیدا ہوتی ہے کاش وہ بھی نماز کی اس کیفیت میں شامل ہوتے۔ میں دارالسلام کے مکینوں کو ایک بار پھر تاکید سے کہتا ہوں کہ مسجد میں پابندی سے آیا کریں اپنے بچوں کو بھی ساتھ لائیں اور نمازِ باجماعت کی برکات سے محروم نہ رہیں چھوٹے چھوٹے عذرات کو سدِ راہ نہ بننے دیں اور میں جھنجھوڑ کر پھر کہتا ہوں کہ مسجد میں باقاعدگی سے آئیں اور باجماعت نماز کی برکات سے متمتع ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور

ایک افسوسناک خبر بھی آپ کو سناتا ہوں کہ اس بستی دارالسلام میں جمعہ کی اذان سے پیشتر ایک شیر خوار معصوم بچہ جو انوار احمد کا بیٹا اور ماسٹر اصغر علی صاحب کا پوتا تھا۔ فوت ہو گیا ہے۔ بہت ہی پیارا بچہ تھا وہ چند دن بیمار رہ کر چل بسا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

یہ خدا تعالیٰ کے امتحان ہیں جو صبر کرتے ہیں ان کے لئے وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون صبر کرنے والوں کو خوشخبری دو جب ان کو مصیبت پہنچتی ہے تو یہ کہہ کر اپنے دل کو ٹھنڈک پہنچاتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ہی ہیں اور اسی کی طرف ہم سب نے جانا ہے۔ ان کا اجر قرآن نے بتایا ہے۔ اولئک علیھم صلوٰۃ من ربھم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون (ترجمہ) یہی وہ ہیں جن پر خدا کی طرف سے مغفرت اور رحمت ہے اور یہی وہ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں میرے دل کو بھی اس بچہ کے گزر جانے سے بڑا صدمہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے اس قدر ہی وقت مقرر کیا تھا پھر اسے اپنے پاس بلا لیا۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر دے اور اس کو ان کے لئے شفاعت کا موجب بنائے۔ آمین!

اپیل برائے دستکاری

جلسہ سالانہ ۲۵ دسمبر ۸۲ء سے منعقد ہو رہا ہے۔ بہنیں اور بچیاں حسب دستور دستکاری کی تیاری میں مصروف ہوں گی۔ درخواست ہے کہ اس کی تکمیل جلد از جلد کر کے منتظمین دستکاری تک پہنچائیں۔ ہر شہر اور علاقے کی دستکاری اپنی اپنی متعلقہ منتظمین تک پہنچائی جائے کیونکہ اس سال بھی حسب روایت ہر شہر کی دستکاری کے الگ الگ سٹال ہوں گے۔ لاہور میں مقیم خواتین اپنی تیار شدہ دستکاری براہ راست محترمہ ناصرہ ملک صاحبہ یا راقم الحروف تک پہنچائیں۔ احمدیہ بلڈنگس میں محترمہ صابرہ رحمٰن صاحبہ اور دارالسلام میں محترمہ عظمت رفیق صاحبہ اور محترمہ بیگم راجہ محمد افضل صاحبہ کو دستکاری کی اشیاء پہنچائی جا سکتی ہیں۔

(محترمہ صفیہ جاوید صاحبہ)

جلسہ سالانہ کا مدعا

"اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بارگاہ ارحم الراحمین میں کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور ایک تبدیلی بخشے"

"ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناس ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا۔ اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کے لئے دُعائے مغفرت کی جائے گی اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق درمیان سے اُٹھا دینے کے لئے بارگاہ حضرت جلشانہ کوشش کی جائے گی" (از حضرت اقدس)

جالنیوس کے قلم سے!

إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

بے شک خداتعالےٰ ہمارے ساتھ ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ پاک کے ذریعہ جہاں بنی آدم کو عموماً اور خدا کے کلام پر ایمان لانے والوں کو خصوصاً بہت سی نصائح فرمائی ہیں اور زندگی کے تمام مراحل سے گذرنے کے آداب سکھلائے ہیں وہاں ایک بڑی نصیحت یہ فرمائی ہے کہ جب مخالف حالات کے بادل گھِر گھِر کر آویں اور قدم قدم پر مصائب و آلام اس کی راہ روکے کھڑے ہوں تو وہ خدا کی نصرت اور اس کی مدد کا منتظر رہے اور کسی قدم پر بھی اس کی رحمتوں اور اس کے فضلوں سے مایوس نہ ہو۔ یہ تو ہر انسان پر واضح ہے کہ مایوسی اُسے اندھیرے کی طرف اور اُمید اُسے روشنیوں کی طرف لے جاتی ہے اور یہی سچے ایمان والوں کی علامت ہے کہ وہ سدا خدا کی رحمت پر نظر رکھتے ہیں اور پُر اُمید رہتے ہیں مایوسی اور ناامیدی کو اپنے قریب پھٹکنے بھی نہیں دیتے۔

اس سلسلہ میں خدا کا کلام ہمیں یوں ہدایت فرماتا ہے۔

۱۔ "اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا۔ یقیناً نہیں مایوس ہوتے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مگر کافروں کی قوم کے لوگ"۔ (سورۃ یوسف ۸۷)

۲۔ "ان سے کہہ دے کہ اے میرے بندو جو (بعض اوقات) اپنی جانوں کے خلاف حد سے گذر جانے ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا۔ یقیناً اللہ تعالےٰ سب کے سب گناہ (توبہ کر لینے پر) بخش دے گا۔ وہ یقیناً بخشنے والا اور رحم کرنیوالا ہے"۔ (سورۃ الزمر ۵۳)

سورۃ الزمر کی آیت ۳۶ میں اللہ تعالےٰ سوالیہ رنگ میں فرماتا ہے کہ میرے جو بندے خدا کی رحمت سے مایوس ہو جاتے ہیں وہ یہ تو بتلائیں۔ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ؟ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے؟ اس آیت سے تو انسان پر ناامیدی کے چھائے ہوئے تمام اندھیرے اور بادل چھٹ جانے چاہئیں کیونکہ اس میں اللہ تعالےٰ خود اپنی معیت کا یقین دلاتا ہے۔ اس سلسلہ میں ذیل میں چار باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو ایک انسان کے لئے پُراُمید رہنے کے لئے ایک نہایت روشن مشعلِ راہ کا کام دیتی ہیں۔

اوّل:۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک کے متعدد مقامات پر بار بار اس امر کا بیان فرمایا ہے کہ تم دیکھتے نہیں ہو کہ زمین جب خشک۔ بنجر اور بے آباد ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل فرما کر کس طرح اسے سرسبز و شاداب کر دیتا ہے جب اس زمین سے سرسبزی اور ہریالی کا نام و نشان تک غائب ہو جاتا ہے اس وقت خداتعالیٰ بادلوں کو برساتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ زمین کس طرح تمہارے لئے کھیتوں اور باغات کے ذریعہ رزق پیدا کرتی ہے۔ پس جس طرح وہ ایک بنجر زمین کو اپنی رحمت کی بارش سے شادابی عطا فرماتا ہے اسی طرح وہ اس بات کی قدرت رکھتا ہے کہ وہ ان نفوس اور قلوب کو بھی اپنی رحمت سے زندگی عطا فرمائے۔ اس امر کو بار بار کلام پاک میں بیان کیا گیا ہے

"اور اللہ ہی ہے جو بلندیوں سے پانی کو نازل فرماتا ہے اور اس کے ذریعہ زمین کے مُردہ (بنجر) ہو جانے کے بعد زندگی عطا کرتا ہے یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشانی ہے جو سنتے ہیں"۔ (النحل ۶۵)

اس مضمون کو بار بار اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا ہے۔ سورۃ یٰسٓ آیت ۳۳ تا ۳۵، سورۃ العنکبوت آیت ۶۳، سورۃ الشوریٰ آیت ۲۸ اور اس کے علاوہ بیشتر مقامات پر یہ مضمون وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ اور بار بار ان لوگوں کو جو بعض اوقات حالات کی وجہ سے مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں سمجھانے اور عقل سے کام لینے کی طرف توجہ دلائی ہے اور اسی کو بعث بعد الموت کا نام دیا گیا ہے۔

دوئم:۔ ایک اور طریق سے بھی ایک مومن کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ مشکلات اور مصائب و آلام اور ہموم و غموم میں بجائے مایوس ہونے کے خداتعالےٰ کے عمل اور اس کے کلام سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ فرمایا:۔

"اور یقیناً تمہارے لئے چوپایوں میں نشانِ عبرت ہے۔ کس طرح ہم تم کو پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں ہے۔ گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ جو پینے والوں کے لئے کس قدر خوش ذائقہ ہے"۔ (النحل ۶۶)

سبحان اللہ! کیا عجب طریق ہے جس سے یہ مضمون سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ خوش ذائقہ، مزیدار، شیریں، لذیذ اور صاف شفاف دودھ اللہ تعالےٰ گوبر اور خون کے درمیان سے الگ کر کے ہماری اعلےٰ غذا کے طور پر ہمیں عطا فرماتا ہے اب اس کے بعد بھی انسان خدا کی قدرت کا قائل نہ ہو اور مایوسیوں میں گھرا رہے تو حیف ہے ایسے انسان پر اور اس کی عقل پر، انسان کو یہ یقین اس سے بہتر طریق سے کیسے دلایا جاسکتا ہے کہ یُسر کے بعد عُسر، اور عُسر کے بعد یُسر آتا ہے۔ اور اگر ہمارے بعض اعمال اور غلطیوں کی وجہ سے ایسے حالات پیدا ہو جائیں جو موافق نہ ہوں تو اس میں مایوس ہونے کی بجائے خداتعالےٰ کی رحمت کے نزول کے لئے اسے پکارنا چاہیئے اور ہر قدم پر پُراُمید رہنا چاہیئے۔

سوئم:۔ ایک اور طریق سے اسی مضمون کو بارہا بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات کو لاتا ہے۔ یُولِجُ اللَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَیُولِجُ النَّهَارَ فِی اللَّیْلِ۔ کس طرح اللہ تبارک و تعالےٰ سخت اندھیری۔ ڈراؤنی اور سیاہ رات جو ہر چیز پر چھا جاتی ہے اس کے بعد روشنی کی صبح طلوع فرماتا ہے اور رات کی سیاہی کے پیٹ میں سے صبح کی چمکدار روشنی کو جنم دیتا ہے۔ اور کس قدر ایمان پیدا ہوتا ہے اس قادرِ مطلق کی ذات پر کہ کیسے وہ اندھیروں کو غائب کر دیتا ہے۔ اور فجر طلوع ہو جاتی ہے۔ اور صبح کی روشنی سے سورج کے طلوع ہونے سے کس طرح ہر چیز پر رونق آجاتی ہے اور اندھیرا ایسے غائب ہو جاتا ہے کہ وہ کبھی تھا ہی نہیں۔ تمام ویرانے اور تمام آبادیاں کھیتیاں پہاڑ اور میدان روشنی سے منور ہو جاتے ہیں۔

چہارم:۔ ایک اور طریق جو اللہ تعالےٰ نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا ہے کہ کیسے خدا کے سوا بتوں کی پرستش کرنے والوں، خدا کے پیغام کا انکار کرنے والوں، خدا کے فرستادہ کو طرح طرح کا ایذائیں دینے والوں اور حق کے خلاف کھڑے ہونے والوں کی اولاد میں سے اللہ تعالےٰ نے ایسے عظیم لوگوں کو پیدا کیا جن کا نام تاریخ کے صفحات پر سونے اور چاندی کے سنہرے اور اُجلے حروف سے لکھا جاتا ہے۔ کفار اور مشرکین کی نسل میں سے ایسے عظیم لوگوں کو پیدا کیا جن پر دنیا فخر کرتی ہے اور جن لوگوں جیسے نہ کبھی

نسلِ آدم میں پیدا ہوئے اور نہ ہی آئندہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے اور خود زبان نبوی سے یہ بیان ہوا ہے کہ خیر القرون قرنی کہ میرا دور اور اس دور میں حق کا ساتھ دینے والے لوگ سب سے بہتر ہیں۔ یہ لوگ کہاں سے آئے۔ یہ انہیں لوگوں کی نسل اور اولاد ہیں جنہوں نے خدا کے پیغام کو ختم کر دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا بیان اس طرح فرمایا:۔

"یخرجھم من الظلمٰت الی النور کہ جو لوگ اندھیروں میں بھٹک رہے تھے اور ضلالت اور گمراہی میں دھکے کھا رہے تھے انہیں اللہ تعالیٰ اسلام کی ہدایت سے روشنی کی طرف لے آیا:

* خدا تعالیٰ کا یہ عمل اس امر کی شہادت ہے کہ کسی مومن کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی موقعہ پر بھی اس کی رحمت سے مایوس ہو۔ اسے ہر وقت اس کی رحمت پر نظر رکھنی چاہیئے اور امید کا دامن کبھی بھی نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ ع

"وہ جو چاہے تو اٹھے سینۂ صحرا سے حباب"

* ایک ایک صحابی کا ذکر کرنا تو اس جگہ ممکن نہیں ہے۔ صرف حضرت عمر بن الخطابؓ کا ذکر ہی کافی ہوگا کہ کس طرح اسلام قبول کرنے سے پہلے جو انسان نہایت سخت رویہ رکھتا تھا وہ اسلام قبول کرنے کے بعد ایک ایسا نمونہ بن گیا جس کی قیامت تک تقلید کی جائے گی اور صحابۂ کرامؓ جو سب کے سب ان لوگوں کی اولاد میں سے تھے جو اسلام کے خلاف نبرد آزما رہے یا جنہیں اللہ تعالیٰ نے گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کی روشنی عطا فرمائی ان کی شان میں حضورؐ نے خود یہ فرمایا:۔

"میرے ساتھی ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے تم ہدایت کی طرف رہنمائی پاؤ گے"

* انہی صحابہ کرامؓ نے تمام دنیا کے اتالیق ہونے کا حق ادا کیا اور اسلام کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچایا۔ وہ خود ایک نمونہ بنے اور اس نمونہ کو دنیا میں پھیلایا اور خدا کے فرمان کے مطابق نیکی اور تقویٰ کے ساتھ آپس میں تعاون کر کے ایک مضبوط بنیاد قائم کی اور گناہ اور زیادتی کی راہوں کا قلع قمع کر کے رکھ دیا اور کسی مقام پر بھی اسلام کی بنیادی ہدایت کے خلاف دشمنوں سے سمجھوتہ نہیں کیا۔

* مندرجہ بالا احکام قرآنی کے بیان کرنے کا مقصد وحید یہی ہے کہ ہمیں ہر دم اور ہر قدم پر، زندگی کے ہر موڑ پر کسی وقت، کیسے ہی حالات میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی بھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر ہم خدا کے پیغام کی حفاظت کرنے، خدا کے احکامات پر عمل کرنے، خدا کے بتلائے ہوئے راستے پر چلنے اور اپنی زندگیوں کو اوامر الٰہی کے تحت گذارنے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرنے میں حق بجانب ہیں۔ تو ہمیں ہر دم پُر اُمید رہنا چاہیئے اور خدا کی رحمت اور اس کے فضل کا انتظار کرنا چاہیئے۔ اور یہ یقین کرنا چاہیئے کہ ان اللہ معنا ہمیں خدا تعالیٰ کی ہر دم معیت حاصل ہے۔

اخبارِ احمدیہ:۔ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خیریت سے ہیں جامع احمدیہ دارالسلام میں محترم فاروقی صاحب کے ہفتہ وار درس کے علاوہ اب حضرت ممدوح کے ارشاد پر بعد نماز مغرب روزانہ مرزا محمد لطیف شاہد صاحب حضرت اقدس مجدد صد چہار دہم کے ملفوظات سناتے ہیں۔ احباب آپ کی صحت و عافیت کے لئے اپنی دعائیں بدستور جاری رکھیں۔

ارشاد سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ہمیں اللہ تعالیٰ نے دین کی خدمت کا بڑا موقع دیا ہے اسے اپنے ہاتھ سے ہرگز نہ جانے دیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسانِ عظیم ہے کہ اس نے اس چھوٹی سی جماعت کو اس کام کے لئے منتخب کر لیا ہے۔ اصولوں کے لحاظ سے اسے پاکیزہ عقائد پر قائم فرما دیا اور استقامت بخشی ہے۔ دوسری بہت بڑی جماعت کے مقابلے میں اس لحاظ سے آپ کا قدم ایسا مضبوط ہے کہ اب عقائد کے میدان میں وہ اعلانیہ پشت دکھاتے نظر آتے ہیں۔ دنیا کو قرآن کے پہنچانے کے کام میں بھی آپ کی جماعت کو بھاری توفیق بخشی گئی ہے۔ ہم پر خدا کا حق ہے کہ ہم اپنی جماعت کو اس عظیم الشان کام کے لئے پہلے سے بڑھ کر تیار کریں۔

حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب نے قرآن کریم سے استدلال کرتے ہوئے جلسہ سالانہ کو "امرجامع" فرمایا ہے۔ "امرجامع" میں امر کے ساتھ لفظ جامع خود اس کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ یعنی یہ اتنا اہم کام ہے جس نے لوگوں کو خود جمع کیا ہے۔

ہماری جماعت کو "امرجامع" کے لئے کھڑا کیا گیا ہے۔ حضرت صاحب نے اس چیز کو پیش کیا جو اسلام کا "امرجامع" تھا کہ قرآن کریم کو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ کیونکہ قرآن کریم کو دنیا میں پیش کرنے کا وقت آ گیا تھا کہ دنیا تباہی کی طرف جا رہی تھی اور جا رہی ہے۔ تباہی سے وہی چیز بچا سکتی ہے جو ذہنوں کو بدل دے اور وہ قرآن کریم ہے۔ اللہ کا اس جماعت پر احسانِ عظیم ہے کہ اسے اس بات کی توفیق ملی لیکن ابھی بہت کام باقی ہے۔ ہم نے جو کچھ ہو چکا ہے اس کا جائزہ لینا ہے۔ اور جو کرنا ہے اس کی تدابیر سوچنی ہیں۔ آپ آئیں اور اس میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ منجملہ دوسرے دینی اور روحانی مقاصد کے جب ظاہری سامان کچھ بھی نظر نہ آتے تھے حضرت صاحب نے اس ابتدائی زمانہ میں جلسہ کا ایک مقصد یہ بھی بیان فرمایا کہ اس اجتماعی موقعہ پر یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ سوچی جائیں۔

جلسہ کی اغراض میں سے ایک بڑی غرض یہ بھی ہے کہ جماعت کے اندر جذباتِ اخوت اور مروت کو ترقی دی جائے۔ بھاری تعداد میں افرادِ جماعت کا مل کر عبادت کرنا اور اجتماعی دعاؤں میں شرکت تاثیر سے ہرگز خالی نہیں ہوتی۔ ایسا ہی تقاریر جو اس موقعہ پر کی جاتی ہیں علم میں اضافہ کا موجب ہوتی ہیں۔ اور دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے بعض کلمات دلوں میں ایک دائمی اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ اور ان تین چار دنوں کے پاکیزہ اجتماع میں اکثر دلوں کی کدورتیں دھل جاتی ہیں جلسہ کے اختتام پر کئی دوستوں کی زبان سے یہ پاکیزہ کلمات سننے میں آتے ہیں کہ ان ایام میں روح کو تازگی ملی ہے اور سال بھر کے لئے روحانی غذا مہیا ہوئی ہے۔ خدمت دین کی توفیق صرف اس وقت ملتی ہے جب روح تازہ ہو۔ اس میں شک نہیں کہ وہ روحانی حالت جو حضرت صاحب کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کے قریب کے زمانہ میں تھی ویسی تو ہونی محال ہے تاہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب بھی جماعت ان کیفیات سے ہرگز بیگانہ نہیں ہوئی۔

میں سمجھتا ہوں کہ بغیر معقول عذر یا قومی موانع کے جلسہ پر نہ آنا اور خواتین اور بچوں کو ساتھ نہ لانا اپنے آپ کو اور انہیں بھی ایک بڑی نعمت سے محروم کرنا ہے اور یہ ایسا خسارہ ہے جس کی تلافی کسی دوسرے ذریعہ سے ہرگز ممکن نہیں۔ میں ساری جماعت سے درخواست کرتا ہوں کہ جلسہ کو "امرجامع" سمجھیں اور نہایت پابندی اور اہتمام سے اس میں شامل ہوں۔

آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی جو مشکلات بھی جلسہ پر آنے کی راہ میں حائل ہوں انہیں دور فرمائے اور آپ کے سفر جو محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے آپ اختیار کرنے والے ہیں آپ کے [illegible] آپ کو ہمیشہ نصیب ہو۔ [illegible]

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا

نوٹ :- قارئین کرام کی سہولت اور تسلسل کی خاطر سابقہ رپورٹ کا کچھ تذکرہ اس میں دوہرایا گیا ہے۔ (ادارہ)

امسال جلسہ سالانہ پر زیادہ تعداد میں احباب سلسلہ کو شرکت کی دعوت دینے کے لئے محترم زاہد جنجوعہ صاحب سینیئر نائب صدر شبان الاحمدیہ مرکزیہ کی تجویز پر ایک رابطہ مہم کا پروگرام ترتیب دیا گیا تھا۔ آغاز کے طور پر ۱۲ر نومبر ۸۲ء بروز جمعۃ المبارک ایک سہ رکنی وفد وزیر آباد پہنچا جس کی بے حد پذیرائی ہوئی اور محترم میاں ممتاز احمد صاحب اور میاں غلام احمد صاحب نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور مقامی شبان نے ارکانِ وفد کی گفتگو بے حد دلچسپی سے سنی۔

سیالکوٹ :- میں محترم شیخ نثار احمد صاحب نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور آپ ہی کی اقتداء میں نماز ادا کی گئی۔ اس بزرگی میں بھی آپ کا جذبہ اور خدمت سلسلہ قابل تقلید نظر آئی۔ بعد نماز جمعہ محترم شاہد جنجوعہ صاحب سابق سیکرٹری جنرل شبان الاحمدیہ مرکزیہ لاہور نے اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین کی تفسیر کی روشنی میں احباب سلسلہ کو جلسہ سالانہ پر شمولیت کی دعوت دی جس کا سامعین پر بڑا اثر ہوا۔ اور انہوں نے بڑی گرمجوشی سے لبیک کہا۔ احباب جماعت برادر محترم ارجمند صاحب کی گفتگو سے بے حد محظوظ ہوئے اور اس امر پر مسرت کا اظہار کیا گیا کہ شبان ایک نئے عزم اور ولولے سے جماعتی سرگرمیوں میں حصہ لے رہے ہیں۔ محترم بزرگ برکت اللہ صاحب ایڈووکیٹ کی عیادت کی گئی۔ محترم میاں سلیم صاحب اور جناب محمد سعید بٹ صاحب مبلغ اسلام مرحوم و مغفور کے اہل خانہ سے ملاقات کیلئے گئے۔ محترم بزرگ شیخ نثار احمد صاحب نے پرتکلف کھانے کا بندوبست فرمایا۔ محترم میاں غلام احمد صاحب کے عصرانے میں شبان کے لیے شفقت و لطف و کرم قابل دید تھا۔ احباب سیالکوٹ حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی کے وطن ثانی ہونے کی وجہ سے بزرگانِ سلسلہ احمدیہ کے احترام و عقیدت سے لبریز نظر آئے۔ (یہاں تک پہلے چھپ چکا ہے)

اوکاڑہ :- مورخہ ۱۹ر نومبر خاکسار کے علاوہ محترم شاہد جنجوعہ صاحب، ارجمند صادق صاحب اور محترم عبدالسلام صاحب سابق خازن شبان الاحمدیہ لاہور اوکاڑہ پہنچے۔ گاؤں کے پُرفضا ماحول میں احباب جماعت بے حد تپاک سے ملے اور بے تکلفی سے اصلاح و تعمیر جماعت کی بہت سی تجاویز زیر بحث آئیں۔ محترم پروفیسر عزیز احمد صاحب نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ نماز کی ادائیگی کے بعد شاہد جنجوعہ صاحب نے یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقٰتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون کی آیت کے حوالہ سے خطاب فرمایا۔ جناب ارجمند صادق صاحب کی گفتگو میں بے حد دلچسپی کا رنگ تھا۔ مقامی شبان نے جلسہ سالانہ پر رضاکاروں کے لئے اپنی خدمات پیش کیں۔ احباب جماعت نے ارکان کو اپنی دلی دعاؤں سے رخصت کیا۔

چک ۸۱ سرگودھا :- مورخہ ۲۶ نومبر ۸۲ء خاکسار، محترم ارجمند صادق صاحب اور نعیم احمد صاحب چک ۸۱ پہنچے تو مقامی شبان اپنے کھیتوں میں جا چکے تھے تاہم اطلاع ملنے پر بہت سے بھائی واپس تشریف لے آئے اور مرکز کے نمائندوں کو اپنے درمیان پاکر ان کے چہرے فرطِ مسرت سے کھل اٹھے۔ محترم بزرگ چوہدری سردار علی صاحب علالت طبع اور پیرانہ سالی کے باوجود عزمِ جواں لئے ہوئے نظر آئے۔ چوہدری سردار علی صاحب کی پُراثر گفتگو سے بے حد لطف آیا۔ محترم مولوی محمد علی صاحب نے دلنشیں انداز میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور آپ کی قرأت بھی عجیب دلسوزی لئے ہوئے تھی۔ شاہد جنجوعہ صاحب نے اپنی تقریر میں جلسہ سالانہ کو صحبتِ صادقین کا ایک اہم موقعہ قرار دیا۔ اور بے حد مؤثر انداز میں صحبتِ صادقین کی اہمیت و فضائل بیان فرمائے۔ محترم ارجمند صادق صاحب کا بیان بھی دلچسپی سے سنا گیا اور احباب جماعت نے آپ کے خدمتِ دین سے سرشار جذبہ کو بے حد سراہا۔ مقامی شبان نے اس اہم قومی اجتماع میں جوق در جوق شمولیت کا وعدہ فرمایا اور جلسہ سالانہ پر سونپی جانے والی ہر خدمت کو بطریق احسن پورا کرنے کا یقین دلایا۔

راولپنڈی :- محترم شاہد جنجوعہ صاحب، عزیزم نعیم احمد کے ہمراہ یکم دسمبر راولپنڈی پہنچے اور ارجمند صادق اور محترم بزرگ فخر الدین احمد صاحب کے افرادِ خانہ سے ملاقاتیں کی گئیں اور مقامی شبان نے رضاکارانہ خدمات کے لئے اپنے نام لکھوائے یہاں سے رخصت ہو کر محترم ارجمند صادق صاحب کی کار میں پشاور جانے کے لئے روانہ ہو گئے۔ سفید ڈھیری میں محترم سردار علی خاں صاحب، محترم عبدالباری صاحب ایڈووکیٹ اور محترم عبدالباری خاں صاحب نے مرکز کے نمائندگان کی خوب آؤ بھگت فرمائی اور مقامی شبان پشاور شہر اور مواضعات کی جماعتوں میں جانے کے لئے ساتھ ہو لئے۔ محترم غلام محبوب صاحب، میاں شریف احمد صاحب اور چوہدری سعید احمد صاحب کے علاوہ مولوی عبدالرحمن صاحب اور محترم محمد الرحمن صاحب اور عبدالصمد خاں صاحب کے خانوادوں سے ملاقاتیں کی گئیں۔

شیخ محمدی کی مسجد احمدیہ صوبہ سرحد کی تمام مساجد میں خوبصورت اور دلکش نظر آئی جو کہ مقامی شبان سے بھر گئی اور مرکز کے نمائندگان کی تقاریر اور گفتگو بڑے غور سے سنی گئیں محترم ملک غلام علی صاحب کے اخلاص اور تقدس کی جھلک تمام شبان میں نظر آئی۔ اسلام اور احمدیت سے وابستگی اور دینی حمیت میں یہ ایک لاثانی جماعت ہے۔ اور شہید خوست حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید کی پاک روح کے کیف و جذب سے سرشار شبان سے ارکانِ وفد بے حد متاثر ہوئے۔ جماعت ہائے پشاور نے کثیر تعداد میں جلسہ سالانہ پر آنے کا وعدہ فرمایا اور مقامی شبان نے اس موقعہ پر جلسہ کا نظم و ضبط برقرار رکھنے کے لئے اپنی خدمات پیش کیں۔

پشاور میں دو روزہ قیام نے ارکانِ وفد کو بھی بہت کچھ سکھایا اور ہر طرح سے ان کی اپنی اصلاح کا موجب بنا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

مورخہ ۱۰ر دسمبر سینیئر نائب صدر شبان الاحمدیہ مرکزیہ لاہور محترم زاہد جنجوعہ صاحب بدوملہی اور دیگر مواضعات میں ایک وفد کی صورت میں حاضری دیں گے۔ انشاء اللہ!

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں ہے خیر ہے۔

(حضرتِ اقدس)

—— * * * * ——

۲۵ دسمبر ۸۲ء کو

خواتین سلسلہ

اپنی روایات کو قائم رکھتے ہوئے

زیادہ سے زیادہ تعداد میں سالانہ جلسہ میں شریک ہو کر یہ ثابت کر دیں کہ وہ ایک زندہ اور فعال جماعت کی خواتین ہیں۔

(ادارہ)

محترم فخرالدین احمد صاحب راولپنڈی

یادِ رفتگاں

الحاج حضرت مولانا صدرالدین رح

ولادت:۔ ۱۳۰۰ھ ثناخوانِ محمدؐ وفات ۱۴۰۲ھ غفرلہ

رفتید ولے نہ از دلِ ما

جماعتِ احمدیہ لاہور کا محبوب امیر حضرت امام الزماں کا مایۂ ناز شاگرد۔ گلشنِ احمدیت کا گلِ خندہ جو ایک صدی خزاں سے ناآشنا رہا۔ وہ طوطیٔ شیریں مقال جو دیس بدیس میں مشرق و غرب میں محسنِ انسانیت مفخرِ عالم رسولِ عربی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سیرتِ طیّبہ سناتا رہا۔ وہ بیباک اور حق گو مفکر جس نے امام زماں کا پیغام دُنیا کے کناروں تک پہنچا دیا سنتِ الٰہیہ کے مطابق ہم سے ایک سال قبل جدا ہوا۔ ؎

آخر گل اپنی صرف درِ میکدہ ہوئی + پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔

ایک مشہور انگریز شاعر کا قول ہے جس کا اُردو ترجمہ ہے :۔

بزرگوں کے سوانح داستانیں انکی عظمت کی + ہیں روشن مشعلیں جو راستہ ہم کو دکھاتی ہیں
وہ راہیں جن پہ چل کر زندگانی جاوداں ہو گی + ہمارے نقشِ پا جو ثبت ہوں اس راہ ہستی میں
نشانِ راہ بن جائیں کسی گم گشتہ راہی کے

قومی تشخص کے زندہ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے اکابرین اور بزرگانِ سلسلہ کے حالات کا مطالعہ کرتے رہیں اسلام بھی ہمیں یہی سبق سکھاتا ہے کہ اپنے پیشرو بزرگوں کی روشن اور تابندہ زندگیوں سے استفادہ کرتے رہا کریں چنانچہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں اور عباد الرحمٰن کا بار بار ذکر آتا ہے انکے صدق وصفا کے کارناموں کا بیان ملتا ہے اور ہمیں یہ دُعا بار بار پڑھنے کیلئے سکھائی گئی ہے" اے خدا ہمیں ان برگزیدہ بندوں کی راہ پر چلا جن پر تُو نے انعام کیا"۔ امام الزماں کے شاگردوں اور آپ کی صحبت میں بیٹھ کر فیض پانے والے بزرگوں کے حالات سے آگاہی ہماری روحانی تحریک کے احیاء کا بہترین ذریعہ ہیں۔ ان کے کارنامے اور خدماتِ دینیہ تاریخ اسلام میں سدا روشن اور درخشاں رہیں گے حضرت مولانا محمدؐ علی کی گراں بہا تصانیف۔ حضرت خواجہ کمال الدین اور حضرت مولانا صدرالدین کے خطبات۔ لیکچر اور سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلّم کی تقاریر آنیوالی نسلوں کے لئے ازدیادِ ایمان کا باعث ہوں گی اور متلاشیانِ حق ان سے روشنی حاصل کریں گے۔

حکیم الامت حضرت مولانا نورالدینؓ جماعتِ احمدیہ کے پہلے قائد قادیان میں بیمار تھے۔ قادیان میں مقیم احباب شب و روز آپ کی خدمت میں حاضر رہتے۔ حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ حضرت شیخ رحمت اللہ اور حضرت مولانا صدرالدینؒ اس شمع کے گرد پروانہ وار منڈلاتے اور انہیں ہر ممکن آرام و آسائش بہم پہنچانے کی فکر میں رہتے حکیم الامت کی نقاہت کے ازالہ کیلئے حضرت مولانا صدرالدین نے LIPTON YELLOW LABEL چائے کی پتی جو چائے کی بہترین قسم تھی اور نفیس ٹی سیٹ لاہور سے لیا اور وقفے وقفے کے بعد اپنے ہاتھ سے چائے پکا کر مولانا کی خدمت میں پیش کرتے۔ اس مشروب کی مہک ذائقہ اور نفاست سے حضرت محظوظ ہوتے اور مولانا صدرالدینؒ کو بڑی دُعائیں دیتے بزرگوں کی خدمت اور عقیدت کا یہ نمونہ کم ہی دیکھنے میں آتا ہے ـــــ سیرتِ نبویؐ کے موضوع پر آپ کا تبحرِ علمی اپنے اور بیگانے کو یکساں فیض پہنچاتا تھا شاہنامہ اسلام کے مصنف جناب ابوالاثر حفیظ جالندھری تاریخ اسلام کے واقعات شعری قالب میں ڈھال کر ان کی صحت کے بارے میں حضرت مولانا سے اطمینان کر لیا کرتے اور اس امر کا فردوسیٔ اسلام نے کھلے بندوں اعتراف بھی کیا۔ سیرتِ نبویؐ کے وسیع مطالعہ نے آپ میں جرأت، بیباکی حلیم، درگذر اور چشم پوشی کے اوصاف پیدا کر دیئے تھے۔ محترم شیخ عبدالغنی اسسٹنٹ کنٹرولر انجینئرنگ ریڈیو پاکستان نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ مانسہرہ میں حضرت مولانا کا سیرتِ نبویؐ پر لیکچر ہو رہا تھا میں ان دنوں پشاور کالج میں پڑھتا تھا۔ اور موسم گرما کی تعطیلات گذارنے اپنے گھر ایبٹ آباد آیا ہوا تھا۔ لیکچر سننے میں بھی مانسہرہ پہنچا وہاں جا کر معلوم ہوا کہ مولویوں نے حسبِ عادت جماعت احمدیہ کیخلاف عوام کو بھڑکا رکھا ہے اور مقامی لوگوں کو جلسے کا مقاطعہ کرنے بلکہ اُسے ناکام بنانے پر اُکسایا ہوا ہے جلسہ کے منتظمین نے جب یہ حالات دیکھے تو جلسہ ملتوی کرنے کا خیال کیا۔ حضرت مولانا کو جب اس کا علم ہوا تو فرمایا میں لیکچر کروں گا چاہے مجھ پر پتھر کیوں نہ برسائے جائیں۔ میں تو لاہور سے مانسہرہ اس رحمت للعالمینؐ کے حالات سنانے آیا ہوں جس کو طائف والوں نے پتھر مار کر لہولہان کر دیا تھا۔ آپکے عزم و استقلال اور جرأت کو دیکھ کر منتظمین نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ چنانچہ آپ کا لیکچر ہوا جلسہ گاہ سامعین سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ جماعت کے احباب تو گنتی کے تھے البتہ غیر از جماعت کی کثرت تھی مضمون کی رفعت اور حضرت مولانا کا اندازِ بیاں سامعین کو مسحور کر رہا تھا اور وہ ڈیڑھ دو گھنٹے دم بخود بیٹھے یہ لیکچر سنا کئے۔ آپ نے درود شریف پڑھ کر جب لیکچر ختم کیا تو معززین علاقہ اور اہلِ علم آپکے گرد جمع ہو گئے اور آپکے ہاتھوں کو بوسہ دینے لگے اور بار بار کہتے کہ ہم نے سیرت کے موضوع پر ایسی بلند پایہ اور اعلیٰ تقریر آج تک نہیں سنی۔

آپکی جرأت اور استقلال کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو گا کہ ۱۹۴۷ء کے فسادات اور ۵۳ء اور ۷۴ء کے پُرآشوب دنوں میں جب احمدیوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا تھا اور ان کی جان مال عزت و آبرو محفوظ نہ تھے۔ ان کے مال و اسباب لوٹنے۔ جائیداد تباہ و برباد کرنے اور قتل کرنے کو موجبِ ثواب ٹھہرایا گیا تھا آپ احمدیہ بلڈنگس میں اپنے مکان سے نکل کر کہیں نہیں گئے اور احمدیہ بلڈنگس میں ہی قیام رکھا اور اسی جگہ آپنے جان جانِ آفریں کے سپرد کی اور اس قطعۂ زمین کو جس پر حضرتِ اقدس حکیم الامت اور لاہور کے پاک ممبران کا گذر رہا سے زندگی بھر جدا نہ ہوئے۔

ہوتا ہے ہر مکاں کو مکیں سے شرف اسدؔ + مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے

حضرت مولانا میں درگذر اور چشم پوشی کا یہ عالم تھا کہ انگلستان اور جرمنی اور برصغیر میں آپ کے ساتھ کام کرنے کا سینکڑوں کارکنوں کو موقعہ ملا۔ آپکے مشفقانہ سلوک حُسنِ اخلاق اور مروّت کے سبھی معترف رہے کسی کارکن یا ماتحت کے قصوروں اور کوتاہیوں کو معاف کر دینا اور انہیں اصلاح کا موقعہ دینا آپ کا شیوہ رہا کسی نے آپکے بارے میں کوئی نازیبا کلمہ کہا اور خلافِ واقعہ امر کی تشہیر کی تو بھی اسکے ساتھ تلطّف اور تودّد سے پیش آتے رہے بعد میں وہ شخص خود اپنے کئے پر نادم ہوا ؎ پروانہ جل کے اپنی مرادوں کو پا گیا + اور شمع رہ گئی رُخِ زیبا لئے ہوئے

دوست پروری کی ایک مثال آپ کا مولانا عبدالرزاق مرحوم حیدر آبادی (دکن) کی اولاد سے مشفقانہ سلوک تھا۔ مولانا عبدالرزاق مرحوم جماعت حیدر آباد کے ایک مخلص اور ممتاز رکن تھے تبلیغی دورہ پر حضرت مولانا جب بھی حیدر آباد تشریف لے گئے مولانا کو میزبانی کا موقعہ ملا مولانا کے بڑے صاحبزادے مولوی عبدالمجید ایڈیٹر اسلامک ریویو (ووکنگ) محتاجِ تعارف نہیں۔ اُن کے دوسرے بیٹے عبدالباسط خاں کراچی میں تھے وہ وہیں ان کا انتقال ہوا تیسرے بیٹے عبدالسلام خاں راولپنڈی کی ایک فیکٹری میں اعلیٰ عہدے پر تھے مجھ سے کہ ان کی خیر و عافیت پوچھتے اور انکے حالات معلوم کر کے بڑے خوش ہوتے۔ فرمایا کرتے کہ مولانا مرحوم میرے احباب میں سے تھے اور مجھے انکی اولاد کی خیر و عافیت معلوم کر کے بڑی خوشی ہوتی ہے مکرم عبدالسلام خاں کو بھی آپ سے بڑی عقیدت ہے اور وہ ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ مولانا مرحوم حضرت مجدد صد چہاردہم کے شاگردوں اور حضور سے فیض پانے والوں میں سے ہیں۔ یہ بزرگ اور خوش نصیب ہستیاں سلسلہ کی سرسبز اور ثمر شاخیں ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

***

از: مکرم جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب (لندن)

خدا سے سچی محبت مالِ دنیا کی غلامی سے نجات دلاتی ہے

ہم لوگ جو اپنے آپ کو لاہور احمدیہ جماعت سے منسلک کہتے اور ہر سال جلسہ پر جمع ہوتے ہیں ہم پر تو یہ امر عیاں ہے کہ ہم سب جلسہ کی اصل غرض کے حصول کے لئے اپنے ایمان میں تازگی اور درخشندگی کی لہر پیدا کرنے کی خاطر آتے ہیں۔ آیئے اس مرتبہ پھر سے اپنے ایمانوں میں یقین کی ایزادی کرنے کی کوشش کریں۔ اس وقت دنیا عام طور پر دین سے بے نصیب ہو کر اپنی تمام تر توجہ دنیا پر مرکوز کئے اخلاقی اور روحانی۔ ان تمام کی نشوونما ایک متوازن صورت میں کرنا اسلام نے انسان کے ذمہ فرض قرار دیا ہے۔ جیسے رب العلمین کے جامع جملہ سے قرآن کریم نے ادا فرمایا ہے۔ انفرادی رنگ میں انسان کی مکمل نشوونما اور اجتماعی رنگ میں سارے انسانوں کی یکساں ربوبیت، ترقی۔

اس عالی غرض کے حصول کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ ہر انسان خدا کی حمد و ثنا میں مصروف ہو چنانچہ رب العلمین کے جملہ سے قبل الحمد للہ کا جملہ استعمال کیا۔ خدا کی حمد و ثنا محض زبان سے ہی نہیں بلکہ سچے دل سے اور روح کی گہرائیوں سے ادا کرے۔ کیوں؟ اس لئے اطمینان و پرسکون ہونے کی حالت ہی وہ ہے جس سے انسان بہترین طریق پر اپنے فرائض ادا کرنے کے قابل ہوتا ہے، اور یہی وہ حالت ہے، جو خدا کی حمد و ثناء کا حقیقی مقصد ہے جب انسان کسی وجہ سے نفسِ مطمئنہ کو کھو بیٹھتا ہے تو ایسی حالت میں وہ خدا کی رضا کو قبول نہیں کرتا اور جب رضائے الٰہی کو قبول نہیں کرتا تو اپنی صلاحیتوں کی نشوونما میں ہارج ہو جاتا ہے۔ اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیوں کر ممکن ہے کہ گوناگوں حالاتِ زندگی میں انسان اپنے سکون و اطمینان کو برقرار رکھ سکے۔ ایک نہایت محدود پیمانہ پر تو ہر انسان اپنے حالات میں اپنی منشاء کو حاصل کر لیتا ہے مگر یہ تو کسی طرح ممکن نہیں کہ وہ ہر حالت میں اپنی منشاء کے مطابق اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے قابل ہو۔ جب اس کی کوئی مرضی پوری نہ ہو تو اس صورت میں اسکے لئے مطمئن و پرسکون رہنے کی کیا صورت ہے؟ یہ وہ غرض و غایت ہے جو ایمان سے بہترین طرح پر حاصل ہو سکتی ہے۔ یعنی وہ خدا کی رضا کو سچے دل سے قبول کرے۔ یہی کیفیت پیدا کرنا درحقیقت نماز کی غرض و غایت ہے جب انسان کی اپنی مرضی پوری نہ ہو سکے یا اس کے ذرائع موجود نہ ہوں تو وہ رضائے الٰہی کو تسلیم کر کے حمد و ثناء میں مشغول ہو جائے اور اپنے ماحول کے مطابق اپنے مفوضہ فرائض کو ادا کرنے میں لگ جائے اپنے دل میں کسی قسم کا شکوہ و شکایت یا رنج و غم پیدا نہ کرے۔ اگر ایسی کیفیات پیدا ہوں تو وہ رضاء الٰہی کے جذبہ کے تحت انہیں جگہ نہ دے۔ گویا فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کے جذبات عالیہ سے اس کا دل لبریز ہو۔ رضائے الٰہی کو تسلیم کرنے کے ہرگز یہ معنی نہیں کہ انسان اپنی بہتری کے لئے جائز سعی سے مجتنب ہو جائے بلکہ صحیح مطلب تو اس کے عین برعکس ہے کہ ہموم و غموم سے بالاتر ہو کر اپنی صلاحیتوں کی نشوونما میں ہمہ تن لگا ئے۔ ناموافق و ناسازگار حالات اور اس کی خواہشات کے برخلاف واقعات اس کے قلبی سکون اور روحانی اطمینان کو برباد نہ کر دیں جس کے لئے قرآن پاک میں جملہ آیا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔

انسان کو جو دوسری مخلوق پر فوقیت حاصل ہے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ فوقیت بے لگام ہو۔ بلکہ جملہ صفات کی مانند اپنی حدود میں رہ کر ہی یہ انسانی صفت قابلِ ستائش او مفید مطلب ہو سکتی ہے۔ جو لوگ ان حدود کو ملحوظ خاطر نہ رکھ کر اپنی مرضی و خواہش کو پورا کرنا یا ایسی تمنا رکھتے ہیں وہ ایک عظیم غلطی میں مبتلا ہونے کے باعث اپنے لئے بہت بڑے نقصان کا باعث بنتے ہیں۔ دنیا کی کوئی اعلےٰ سے اعلےٰ ترقی یا مال و دولت کے انبار انسان کو مطمئن نہیں کر سکتے بلکہ اس کے برعکس ... افرایت من اتخذ الٰہہ هواه آپ نے اس شخص کی حالت پر غور کیا جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیتا ہے؟ پھر فرمایا الھٰکم التکاثر حتیٰ زرتم المقابر۔ کثرت کی خواہش تمہیں غلام بنا دیتی ہے اور یہ خواہش مرنے دم تک بڑھتی رہتی ہے۔ پھر فرمایا خواہش کی بھڑکتی ہوئی آگ اور زیادہ اور مزید اور زیادہ طلب کرتی ہے۔ یہ جو فرمایا کہ کثرت کی خواہش قبر تک لے جاتی ہے یا قبر تک چلتی ہے، تو یہ صادق بات تجربہ سے ثابت ہے۔ جب انسان اپنی کسی ہوائے نفس کے نیچے دب جاتا ہے تو جس قدر وہ حاصل ہوتی چلی جائے اسی قدر زیادہ وہ اور تیز ہوتی چلی جاتی ہے۔ نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ، دلوں پر بھڑکتی ہوئی آگ بجھنے میں نہیں آتی۔ جن لوگوں کو ہوس زر کا مرض لگ جاتا ہے وہ اس میں آگے ہی آگے مبتلا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ شاید کسی نے اسی حقیقت کو اس شعر میں بیان کیا ہے ؎

بجھے گی آگ نہیں زیر خاک بھی + ہوگا درخت گور پہ میری چنار کا

ایک حدیث شریف میں اسے یوں بیان کیا ہے کہ جہنم پر ایک وقت آئے گا کہ خدا اُسے بجھانے کے لئے اپنے پاؤں ڈال کر اُسے ٹھنڈا کرے گا تو پھر جہنم کے دروازے جنت کی ہواؤں سے کھٹکھٹائے جائیں گے۔ ان تمام تمثیلات کے ذریعہ بتلانا مقصود یہی ہے کہ زندگی میں ہوائے نفس کی بھڑکائی ہوئی آگ خداتعالےٰ کے ذکر سے ہی ٹھنڈی ہوتی ہے اسلام جائز ذرائع سے کسب حلال سے منع نہیں کرتا، نہ اس کی یہ تعلیم ہے کہ جوگیوں کی مانند لوگ جنگلوں یا پہاڑوں میں تیاگ کی زندگیاں بسر کریں۔ لا رھبانیۃ فی الاسلام۔ اسلام میں رہبانیت نہیں لیکن اس انتہا کے مقابل دوسری انتہا اختیار کرنا بھی اسی قدر خلاف اسلام ہے۔ کہ انسان ہوائے نفس کا غلام بن کر اپنے جیب و دامن کو چھوڑ دے اسکے سر پہ ایک ہی خبط متولی و مسلط ہو جائے۔ ایسی ترقی پسندی قرآن کے صریحاً خلاف ہے۔ ترقی وہی مفید ہوتی ہے جس سے قلبی ٹھنڈک نہ کھوئی جائے۔ جہاں ترقی کا جذبہ ہو وہاں قناعت پسندی بھی ہو بلکہ اپنی جائز ترقی سے کمائی ہوئی دولت کو اپنے ہاتھوں بخوشی مخلوقِ خدا کی بہبود میں خرچ کرنے کی عادت ہو۔ اسی لئے اسلام نے انفاق فی سبیل اللہ پر بہت زور دیا ہے۔ بہبود و فلاح عامہ پر صرف کرنے سے نہ صرف دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے بلکہ اس سے خود صرف کرنے والے کو راحت اور تسکین ملتی ہے وہ بجائے نفس کی غلامی کے نفس پر حکومت کرتا ہے۔ اس بات کی وضاحت ایک مثال سے بخوبی ہو جاتی ہے۔ سید عبدالقادر جیلانیؒ کی بابت یہ حکایت مشہور ہے کہ ان کے پاس ایک شخص ان کی کرامت دیکھنے آیا مگر کچھ عرصہ رہنے پر اُسے کوئی خاص بات نظر نہ آئی۔ سید صاحب ایک بڑے تاجر بھی تھے اور بیرون سمندر ملکوں سے مالِ تجارت منگوایا کرتے تھے ایک دن ان کے کارندے

نے یہ افسوس ناک خبر سنائی کہ آپ کے جو جہاز مال تجارت سے لدے ہوئے آرہے تھے وہ تمام غرق ہوگئے ہیں۔ آپ نے آنکھیں بند کیں اور تھوڑی دیر بعد کھول کر الحمد للہ پڑھا۔ مگر دوسرے روز اس کارندے نے یہ بتلایا کہ اس کی کل کی بات غلط نکلی ۔ جہاز بخیریت پہنچ گئے ہیں۔ آپ نے پھر آنکھیں بند کیں اور کھول کر الحمد للہ پڑھا۔ اس پر جو شخص آپ کی کرامات دیکھنے آیا تھا بولا کہ اس کی سمجھ میں نہیں آیا آپکا مال کے نقصان پر اور اس کے محفوظ ہونے، دونوں پر الحمد للہ پڑھنا کیونکر درست ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے الحمد للہ کا کلمہ نہ مال کے غرقاب ہونے پر پڑھا اور نہ ہی اس کے محفوظ رہنے پر۔ بلکہ اس امر پر پڑھا کہ نقصان پر میں نے اپنے باطن میں جھانکی لگائی تو محسوس کیا کہ قلب پر نقصان سے کوئی اثر نہیں پڑا۔ پھر اسی طرح مال کے محفوظ رہنے کی خبر آئی تو میں نے اپنے اندر جھانکی لگائی تو کوئی خاص اثر محسوس نہ کیا۔ اس پر میں نے پھر خدا کا شکر ادا کیا۔ مال کے آنے یا جانے سے دل کو بے اثر پانے پر میں نے الحمد للہ پڑھا۔

اس ایک مثال سے یہ امر خوب واضح ہوجاتا ہے کہ دنیا کمانے کے جائز اسباب استعمال کرکے مال کمانا معیوب نہیں مگر قلب کا مال کی محبت سے بے اثر رہنا ولایت اور کرامت ہے، چنانچہ حضرت سلیمانؑ کا واقعہ جو قرآن میں بیان ہوا ہے اس سے بھی سبق یہی دینا منظور ہے کہ ایک عظیم الشان بادشاہ بھی اپنی املاک کو دیکھ کر یہ پکارتا ہے انی اجبت حبّ الخیر عن ذکر ربی۔ میں تو ان اموال سے محبت خدا کے ذکر کے لئے کرتا ہوں۔ کیا عجیب یہ قول ہے کہ میری محبت ان ذرائع واسباب سے وابستہ نہیں بلکہ خدا کے ذکر کی خاطر ہے۔ گویا دو متضاد محبتوں کا ذکر کرکے اور پھر خدا کی محبت کو مال کی محبت پر فائق و مقدم کرکے دنیا اور دین کا باہمی صحیح تعلق بتلا دیا۔ یہی عہد احمدی قوم سے حضرتِ اقدس بانئے سلسلہ احمدیہ نے لیا تھا یعنی کہ :۔

" میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا "

دین کی اشاعت اور احمدی جماعت کی ترقی و توسیع کے لئے اموال کی جس قدر حاجت ہے، اس سے کون بے خبر ہے ؟ بلکہ ایسے عہد کی ضرورت اس لئے ہے کہ آپ کو یہ علم تھا کہ اب اس ملک میں بھی مغربی تہذیب کی ترقی ہونے والی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے زیر اثر ہماری جماعت کے لوگ بھی مال و زر کی محبت میں گرفتار ہوجائیں۔ یہ امر اگر ایک طرف جماعتی اور اشاعتی ترقی کے لئے مضر ہوگا تو دوسری طرف یہاں کے مسلمان اور بالخصوص احمدی جماعت اس میں مبتلا ہو کر اس امن و اطمینان اور راحت و تسلی کو کھو بیٹھیں گے جس کا حصول دین اسلام کی اصل غرض و غایت ہے۔ جو شخص اسلام پر عمل نہیں کرتا وہ خدا یا اسلام کا تو کچھ نہیں بگاڑتا البتہ اپنے آپ کو ہی نقصان میں ڈالتا ہے ۔ چنانچہ جہاں مغربی تہذیب نے مادی میدان میں نمایاں ترقی کی ہے جس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ ان اقوام کے قلوب امن و امان اور تسلی و اطمینان سے لبریز ہوتے وہاں اس کا اثر عین برعکس نکلا ہے یعنی قلوب میں سے وہ تمام صفات جاتی رہی ہیں جن کا پیدا کرنا انسانی زندگی کی غرض و غایت ہے۔ نہ صرف مغربی یک طرفہ تہذیب نے دنیا میں فساد بے امنی کو خوب ہوا دی ہے بلکہ کئی ذہنی و جسمانی بیماریوں کو جنم دے رکھا ہے۔

ہماری قوم بالخصوص جماعتِ احمدیہ کو لازم ہے کہ وہ اموال و املاک کی محبت میں مبتلا ہونے سے اپنے قلوب کو محفوظ رکھیں تاکہ وہ صحیح ترقی و تہذیب کے آئینہ دار ہوں اور اپنی صحت و عمر میں اضافہ کرنے کا موجب بنیں۔

حضرتِ اقدس کی الوصیت کو بار بار پڑھیں۔ وہاں آپ نے یہی بار بار تحریر کیا ہے کہ ہر قوم اس وقت دنیا پرستی کی محبت میں مبتلا ہے۔ اور خدا کی محبت کا میدان خالی پڑا ہے۔ تم اس راستہ میں اپنے جوہر دکھلاؤ اور خدا سے خاص انعام پاؤ۔ حضرت اقدس خدا تعالیٰ پر ایمان و یقین پیدا کرانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے جس کا مطلب صرف یہی نہ تھا کہ زبان پر تو خدا کا نام جاری رہے مگر دل دنیا کی محبت میں غرق ہوں۔ چنانچہ یہ امر واقعہ ہے کہ جتنا کوئی شخص آپ کے زیر اثر آیا اسی قدر وہ خدا کی محبت میں سرشار ہو کر دنیا پرستی سے کنارہ کش ہوگیا۔ کئی اصحاب نے اپنی زندگیاں اس راستہ میں وقف کر دیں کیونکہ اس کے بغیر نہ کوئی قوم زندہ رہ سکتی ہے اور نہ ترقی ہی کر سکتی ہے مگر جن کا کاروبار رہا انہوں نے مال کما کر قربانی کا ایسا نمونہ پیش کیا جو کہیں نظر نہیں آتا۔ وہ اموال کے نقطۂ نظر سے بھی خسارہ میں نہ رہے اور خدا اور مخلوقِ خدا سے محبت کا نمونہ بھی دکھلا گئے ۔

مکتوب بنام مکرم عبدالقادر حسن صاحب

از محترمہ بلقیس عزیز صاحبہ عزیز سٹریٹ بھمبر روڈ گجرات

مکرم جناب : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مورخہ ۲ دسمبر کے نوائے وقت میں آپ کا کالم غیر سیاسی باتیں پڑھا۔ یقین کیجئے کہ میں اخبار نوائے وقت صرف آپکے کالم کی وجہ سے ہی پسند کرتی ہوں۔ بلکہ اگر اخبار فروش غلطی سے کوئی دوسرا اخبار دے جائے تو کسی کے ہاں سے آپکا اخبار منگوا کر پڑھتی ہوں۔ لیکن ۲ دسمبر کو جب میں نے آپکی قلم سے احمدی کی جگہ " مرزائی " لکھا دیکھا تو میں دم بخود رہ گئی کہ یا خدا میرے سامنے جو اتنی خوبصورت عمارت کھڑی تھی یکدم منہدم ہوگئی۔ کیا اتنے عالم لوگ بھی بغیر سوچے سمجھے اپنے دل کی کدورت کو ظاہر کرنے پر اس قدر مجبور ہوتے ہیں کہ خدا اور رسول کے حکم کے خلاف نام بگاڑنے میں ذہنی خوشی محسوس کرتے ہیں۔ ویسے تو قریباً ہر روز نوائے وقت میں پہلے صفحہ پر کچھ نہ کچھ احمدی جماعت کیخلاف تحریر دیکھتی ہوں لیکن عوام کم علمی کی وجہ سے احمدی کی جگہ اگر " مرزائی " کا لفظ استعمال کریں تو تعجب نہیں ہوتا۔ لیکن جب معاشرہ کے عالم بھی عوام کی سطح پر بات کرنے لگیں تو پھر اس معاشرہ کے لئے سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتی ہوں کہ خدا اپنا رحم فرمائے اور ہم سب کو نیک ہدایت عطا فرمائے اور اس قوم اور ملک کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین ! ـــ میں صرف احمدی ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک انسان ہونے کی حیثیت سے آپکو صحیح علم سے آگاہ کرنا چاہتی ہوں۔

کہ حضرت مرزا غلام احمد (قادیانی) نے ۱۹۰۱ء میں اپنی جماعت کا نام رسولِ پاک صلعم کے دو پاک نام احمدؐ اور محمدؐ میں سے احمدؐ چونکہ جمالی نام ہے اسکو پسند فرمایا اور اپنی جماعت کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ رکھا۔ قرآن مجید میں بھی اللہ پاک فرماتا ہے ولا تنابزو بالالقاب، نام کو مت بگاڑو۔ آپ کا بھولا اگر فضول مذاق کرے اور آپ قہقہہ لگائیں تو وہ تو ہوا ہی بھولا۔ آپ تو ماشاءاللہ عبدالقادر حسن ہیں۔

والسلام

بلقیس عزیز

باہتمام ریاض حسین الجدہ پرنٹرز اُردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا ۔ چیف ایڈیٹر ۔ ڈاکٹر اللہ بخش

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ــــ مؤرخہ ۱۵/۲۲ دسمبر ۱۹۸۲ء ــــ شمارہ نمبر ۵۰/۵۱

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ

پیغامِ صلح

لاہور

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفٰے مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

دل کا ویں
ختم المرسلیں
...ت سے ہم بیزار ہیں
...س پائے احمد مختار ہیں

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے — تیس روپے
بیرونی ممالک سے — دو پونڈ (علاوہ محصول ڈاک)

نائب مدیر
عبدالرؤف کھوکھر

مدیر اعزازی
پروفیسر خلیل الرحمٰن

رجسٹرڈ ایل ۵۳۸
تار کا پتہ۔ تبلیغ
فون ۔ ۵۲۷۳۲

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید — وپائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کریگا

الہاماتِ حضرت مسیح موعود

جلد: ۶۹ ٭ یوم چہار شنبہ ۱۲۔ ربیع الاوّل ۱۴۰۳ھ بمطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۸۲ء ٭ شمارہ: ۵۲

ملفوظاتِ حضرتِ مجدد صدچہاردہم

خاتم النبیین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں

حضرتِ مجدد صدچہاردہم کا اظہارِ عقیدت

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است — خاکم نثار کوچۂ آلِ محمدؐ است

میرے جان و دل محمدؐ کے جمال پر فدا ہیں۔ اور میری خاک آلِ محمدؐ کے کوچہ پر قربان ہے

دیدم بعینِ قلب و شنیدم بگوشِ ہوش — در ہر مکاں ندائے جلالِ محمدؐ است

میں نے دل کی آنکھوں سے دیکھا اور عقل کے کانوں سے سُنا۔ ہر جگہ محمدؐ کے حُسن کا شہرہ ہے

"اس حسین کو ایک دفعہ مِلنا ہمیشہ کی زندگی سے بہتر ہے۔ مجھے اس کے حُسن کا علم ہے اسی لئے اوروں نے تو دل دیا ہے میں اپنی جان بھی قربان کرتا ہوں۔ اس کی صورت کی یاد ہر وقت بیخود کرتی ہے اور اس کی محبت کی شراب ہر آن مجھے مست رکھتی ہے۔ اگر میرے پَر ہوتے تو میں اُڑ کر اس کی گلی میں پہنچتا ....."

(حضرتِ اقدسؑ)

پاکئ محمدؐ مصطفیٰ نبیوں کا سردار

محمدؐ است امام چراغ ہر دو جہاں + محمدؐ است فروزندۂ زمین و زماں
خدا نگویمش از ترس حق مگر بخدا + خدا نما است وجودش برائے عالمیاں
بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم + گر کفر این بود بخدا سخت کافرم

درشانِ سرورِ کونین، سید الثقلین محمدؐ مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم

از حضرت مرزا غلام احمد مجدد صد چہاردہم

ہم یقیناً جانتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کا سب سے بڑا نبی اور سب سے پیارا جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ دوسرے نبیوں کی اُمتیں ایک تاریکی میں پڑی ہوئی ہیں اور صرف گذشتہ قصے اور کہانیاں ان کے پاس ہیں مگر یہ اُمت ہمیشہ خدا تعالےٰ سے تازہ بتازہ نشان پاتی ہے لہٰذا اس امت میں ایسے عارف پائے جاتے ہیں جو خدا تعالیٰ پر اس درجہ کا یقین رکھتے ہیں کہ گویا اس کو دیکھتے ہیں اور دوسری قوموں کا خدا تعالیٰ کی نسبت یہ یقین نہیں۔ لہٰذا ہماری رُوح سے یہ گواہی نکلتی ہے کہ سچا اور صحیح مذہب صرف اسلام ہے۔ ہم نے حضرت عیسیٰؑ کا کچھ نہیں دیکھا۔ اگر قرآن شریف گواہی نہ دیتا تو ہمارے لئے اور ہر ایک محقق کے لئے ممکن نہ تھا کہ ان کو سچا نبی سمجھتا کیونکہ جب کسی مذہب میں صرف قصے اور کہانیاں رہ جاتی ہیں تو اس مذہب کے بانی یا مقتدا کی سچائی صرف ان قصوں پر نظر کر کے تحقیقی طور پر ثابت نہیں ہو سکتی۔ وجہ یہ کہ صدہا برس کے گذشتہ قصے کذب کا بھی احتمال رکھتے ہیں۔ بلکہ زیادہ تر احتمال یہی ہوتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں جھوٹ زیادہ ہے۔ پھر کیونکر دلی یقین سے ان قصوں کو واقعاتِ صحیحہ مان لیا جائے۔ لیکن ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات صرف قصوں کے رنگ میں نہیں ہیں بلکہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر کے خود ان نشانوں کو پا لیتے ہیں۔ لہٰذا معائنہ اور مشاہدہ کی برکت سے ہم حق الیقین تک پہنچ جاتے ہیں۔ سو اس کامل اور مقدس نبی کی کس قدر شان بزرگ ہے جس کی نبوت ہمیشہ طالبوں کو تازہ ثبوت دکھلاتی رہتی ہے۔ اور ہم متواتر نشانوں کی برکت سے اس کمال سے مراتبِ عالیہ تک پہنچ جاتے ہیں کہ گویا خدا تعالےٰ کو ہم آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں۔ پس مذہب اسے کہتے ہیں اور سچا نبی اس کا نام ہے جس کی سچائی ہمیشہ تازہ بہار نظر آئے محض قصوں پر جن میں ہزاروں طرح کی کمی بیشی کا امکان ہے بھروسہ کر لینا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ دُنیا میں صدہا لوگ خُدا بنائے گئے اور صدہا پُرانے افسانوں کے ذریعہ سے کراماتی کر کے مانے جاتے ہیں مگر اصل بات یہ ہے کہ سچا کراماتی وہی ہے جس کی کرامات کا دریا کبھی خشک نہ ہو۔ سو وہ شخص ہمارے سید و مولیٰ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۔ دیکھو آسمان سے نشان ظاہر ہو رہے ہیں اور طرح طرح کے خوارق ظہور میں آ رہے ہیں۔ اور ہر ایک حق کا طالب ہمارے پاس رہ کر نشانوں کو دیکھ سکتا ہے۔ گو وہ عیسائی ہو یا یہودی یا آریہ۔ یہ سب برکات ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہیں۔ ؎

محمدؐ است امام و چراغ ہر دو جہاں + محمدؐ است فروزندۂ زمین و زماں
خدا نگویمش از ترسِ حق مگر بخدا + خدا نما است وجودش برائے عالمیاں

(کتاب البریہ)

" اس مقدس نبی کے وعظ اور تعلیم نے ہزاروں مُردوں میں توحید کی رُوح پھونک دی اور دُنیا سے کوچ نہ کیا جب تک ہزاروں انسانوں کو موحد نہ بنا لیا۔ وہ خُدا ماننے کیلئے پیش کیا جس کو قانونِ قدرت پیش کر رہا ہے۔ زُہد اور تقویٰ اور عبادت اور محبتِ الٰہی کی نصیحت کی اور ہزارہا آسمانی نشان دکھلائے جو اَب تک ظہور میں آ رہے ہیں۔" (کتاب البریہ)

" اور ہم یقینی اور قطعی طور پر ہر ایک طالبِ حق کو ثبوت دے سکتے ہیں کہ ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آج تک ہر ایک صدی میں ایسے باخدا لوگ ہوتے رہے ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ غیر قوموں کو آسمانی نشان دکھلا کر ان کو ہدایت دیتا رہا ہے جیسا کہ سید عبدالقادر جیلانیؒ اور ابوالحسن خرقانیؒ اور ابو یزید بسطامیؒ اور جنید بغدادیؒ اور محی الدینؒ ابن العربی اور ذوالنون مصریؒ اور معین الدینؒ چشتی اجمیری اور قطب الدین بختیار کاکیؒ اور فرید الدینؒ پاک پٹنی اور نظام الدینؒ دہلوی اور شاہ ولی اللہ دہلوی اور شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ اسلام میں گذرے ہیں اور ان لوگوں کا ہزارہا تک عدد پہنچا ہے۔ اور اس قدر ان لوگوں کے خوارق علماء اور فضلا کی کتابوں میں منقول ہیں کہ ایک متعصب کو باوجود سخت تعصب کے آخر ماننا پڑتا ہے کہ یہ لوگ صاحبِ خوارق و کرامات تھے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے نہایت صحیح تحقیقات سے دریافت کیا ہے کہ جہاں تک بنی آدم کے سلسلہ کا پتہ لگتا ہے سب پر غور کرنے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جس قدر اسلام میں اسلام کی تائید میں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی گواہی میں آسمانی نشان بذریعہ اس امت کے اولیاء کے ظاہر ہوئے اور ہو رہے ہیں اُن کی نظیر دوسرے مذاہب میں ہرگز نہیں۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کی ترقی آسمانی نشانوں کے ذریعہ سے ہمیشہ ہوتی رہی ہے اور اس کے بے شمار انوار و برکات نے خُدا تعالےٰ کو قریب کر کے دکھلا دیا ہے۔"

(کتاب البریہ)

" بات یہ ہے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے نام اپنے اندر جمع رکھتے ہیں کیونکہ وہ وجود پاک جامع کمالات متفرقہ ہے پس وہ موسیٰؑ بھی ہے اور عیسیٰؑ بھی۔ اور آدمؑ بھی اور ابراہیمؑ بھی۔ اور یوسفؑ بھی اور یعقوبؑ بھی۔ اسی کی طرف اللہ جلّشانہٗ اشارہ فرماتا ہے فبھدٰیھم اقتدہ یعنی اے رسول اللہ تو ان تمام ہدایات کو اپنے اندر جمع کرلے۔ جو ہر ایک نبی خاص طور پر اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ پس اس سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء کی شانیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات میں شامل تھیں اور درحقیقت محمدؐ کا نام صلے اللہ علیہ وسلم اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ محمدؐ کے یہ معنی ہیں کہ نہایت تعریف کیا گیا۔ اور غایت درجہ کی تعریف تب ہی متصور ہو سکتی ہے کہ جب انبیاء کے تمام کمالات متفرقہ اور صفاتِ خاصہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں جمع ہوں۔ چنانچہ قرآن کریم کی بہت سی آیتیں جن کا اسوقت لکھنا موجبِ طوالت ہے اسی پر دلالت کرتی بلکہ بصراحت بتلاتی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک باعتبار اپنی صفات اور کمالات کے مجموعہ انبیاء تھی۔ اور ہر ایک نبی نے اپنے وجود کے ساتھ مناسبت پا کر یہی خیال کیا کہ میرے نام پر وہ آنے والا ہے۔ اور قرآنِ کریم ایک جگہ فرماتا ہے کہ سب سے زیادہ ابراہیمؑ سے مناسبت

(بقیہ صفا پر)

جلسہ سالانہ ۸۲ء (۲۶ دسمبر) پر سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ کا افتتاحی خطاب

الحمد للہ رب العلمین ہ الرحمٰن الرحیم ہ ملک یوم الدین ہ ایاک نعبد وایاک نستعین ط اھدنا الصراط المستقیم ہ صراط الذین انعمت علیھم ۵ غیر المغضوب علیھم والا الضالین ہ امین۔

اسوقت میں نے قرآن کریم کی وہ جامع دُعا پڑھی ہے جو آپ دن میں کئی بار اپنی نمازوں میں پڑھتے ہیں اور جس کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے کہ لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب یعنی اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اسی لئے اس کا نام بھی "الفاتحہ" یعنی کھولنے والی ہے۔ اسی سے قرآن کریم کی ابتداء ہوتی ہے۔ اور کوئی کام شروع کرنے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی دُعا نہیں ہو سکتی۔ الحمد للہ! ہم اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں ایک اور سال عافیت کے ساتھ زندہ رکھا اور اپنے دین کی کچھ خدمت کا موقع عطا فرمانے کے بعد آج پھر اس مبارک سالانہ اجتماع کے لئے اکٹھا ہونے کی ہمیں توفیق بخشی۔ میرا جی چاہتا ہے کہ ہم اس وقت اپنے دلوں میں اپنے محسن خدا کی موجودگی کا احساس پیدا کرتے ہوئے اس سے نہایت عاجزی سے اس طرح سوال کریں جیسے ایک بے نوا محتاج سائل ایک غنی کے سامنے دست سوال دراز کرتا ہے کیونکہ ہم بہت عاجز اور کمزور ہیں۔ خدا کے بغیر اپنا کوئی آسرا اور سہارا نہیں پاتے۔ ہم مالک الملک اپنے مالک کے دروازے پر بھیک مانگنے کے لئے حاضر ہیں۔ کوئی کتنا ہی مالدار اور صاحب علم و فہم کیوں نہ ہو خداوند تعالیٰ کے سامنے ایک فقیر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ ارشادِ ربانی ہے:۔ واللہ الغنی وانتم الفقراء (اللہ تعالےٰ غنی ہے اور تم فقیر ہو) یا ایھا الناس انتم الفقراء واللہ ھو الغنی الحمید (اے لوگو تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز تعریف کیا گیا ہے)

ہمارا سوال اس سے اس کام کی تکمیل کے لئے ہے جو اُس نے امام ماموراور مجدد اعظم کی معرفت ہمارے سپرد کیا ہے۔ اس فرض کی پوری طرح ادائیگی میں ہم اپنے آپ کو بہت عاجز اور کمزور پاتے ہیں اور اپنی کوتاہیوں کو بڑی شدت سے محسوس کرتے ہیں۔ اس لئے ہم اسی طاقتور بادشاہ سے مدد مانگتے ہیں جو پہلے بھی اُن لوگوں کی جو اس کے کام کا بیڑا اٹھاتے رہے ہیں مدد کرتا چلا آیا ہے۔ اور اسی کا یہ وعدہ بھی ہے کہ جو اس کا ہو جائیگا وہ اس کی مدد کریگا۔

یا رب العالمین۔ اپنے بندوں کی ربوبیت فرمانے والے خدا تُو نے اپنی مخلوق کو خصوصاً اس زمانہ میں مادی طاقت اور رزق کی فراوانی عطا کر رکھی ہے۔ رزق اور آسائش کے دروازے اس پر کھول دیئے ہیں۔ دُنیا کی اس ظاہری کشش نے انہیں تجھ سے غافل کر دیا ہے اور وہ انہیں ہلاکت اور بربادی کی طرف لے جا رہی ہے۔ اس کے متعلق قرآن کریم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیھم ابواب کل شیء ط حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذنٰھم بغتۃ فاذا ھم مبلسون (جب انہوں نے چھوڑ دیا جس کی انہیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھولدیئے۔ یہاں تک کہ جب وہ اُن پر بہت خوش ہو گئے جو انہیں دیا گیا تو ہم نے اُن کو اچانک پکڑ لیا تب وہ مایوس ہو گئے) فقطع دابر القوم الذین ظلموا ط والحمد للہ رب العالمین (یوں اس قوم کی جڑ کاٹ دی گئی جنہوں نے ظلم کیا۔ سو سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو جہانوں کی پرورش کرنے والا ہے) بظاہر یُوں نظر آتا ہے کہ یہ وعید آج کے متعلق ہے۔ جب بار بار جھنجھوڑنے کے بعد دُنیا خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوتی۔ تو یہ وعید پوری ہو جاتی ہے۔ ہم سخت خائف ہیں کہ یہ وہی وقت نہ ہو! اے ربوبیت کرنے والے! تُو اب روحانی رزق کے دروازے کھول دے کیونکہ تُو نے خود ہی فرمایا ہے کہ رزق ربک خیر و ابقیٰ۔ اور ہم تیرے اس حکم کے مطابق کہ لا تمدن عینیک الیٰ ما متعنا بہ ازواجا منھم اپنی آنکھیں مادی طاقت اور رزق کی فراوانی سے پھیر کر تیرے باقی رہنے والے رزق کی طرف پھیر دیں۔ تُو انہیں اس ربوبیت کے لئے اپنی آخری کتاب قرآن کریم کی طرف لے آ۔ ہمیں تو توفیق دے کہ ہم تیرے پاک کلام اور تیرے آخری رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک تصویر ساری دُنیا میں پہنچا دیں۔

یا الرحمٰن الرحیم۔ اے بے انتہا رحمتوں کے مالک! تُو ہم عاجزوں پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اے مالک یوم الدین! ہم ناسپاس، خطاکار اور گنہگار ہیں۔ اگر دُنیا تیری سزا کی مستوجب ہو جائے تو ہم عاجزوں کو اپنی رحمت کی چادر میں لے لینا۔ تیرے پاک نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تیرے متعلق فرمایا ہے:۔

سبقت رحمتی علیٰ غضبی۔ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔

ایاک نعبد وایاک نستعین۔ ہم تیرے عاجز غلام اور چاکر ہیں تیری غلامی کا فخر ہمیں نصیب ہو تو ہمیں قبول فرما۔ ہم تیری مدد کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ تیرا وعدہ ہے

انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا (ہم اپنے رسولوں اور مومنوں کی بھی دُنیا کی زندگی میں مدد کرتے ہیں۔ اے اللہ! تو ہمیں وہ مومن بنا اور ہمارے حق میں یہ وعدہ پُورا فرما ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آمین!

وانصر عبادک المستضعفین اے اللہ! تُو اپنے ان کمزور بندوں کی نصرت فرما! اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم والضآلین۔ آمین۔ تیرے دین کا کام جو ہم نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے اس کام کی راہ میں بڑی مشکلات ہیں ہمیں تو اس راستے پر چلا جس پر انعام یافتہ لوگ چلے اور باوجود ہر قسم کی مشکلات کے اپنی منزلِ مقصود تک پہنچے اور تیری بارگاہ سے انہیں بڑے بڑے انعامات ملے۔ یہ راہ بڑی کٹھن اور سنگلاخ ہے۔ اس میں بے شمار رکاوٹیں ہیں۔ ہمیں ایسی ٹھوکروں سے بچا جنہیں کھا کر کچھ پہلے لوگ تیرے غضب اور ناراضگی کے نیچے آ گئے۔ یا ایک بار صحیح راستہ پر پڑے پھر اُسے چھوڑ کر انہوں نے غلط راستہ اختیار کر لیا۔ ہم بڑی اُمیدیں لے کر تیرے دروازہ پر آئے ہیں۔ کہ ہم تیرے قرآن اور تیرے پاک اور آخری رسُول محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے نور سے دُنیا کو روشن کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ تُو ہماری اُمیدیں پُوری فرما۔ آمین!

میں اپنے بھائیوں اور بہنوں کو جو دور اور نزدیک سے آئے ہیں خوش آمدید کہتا ہوں اور اللہ تعالےٰ سے کامل اُمید رکھتا ہوں کہ اس جلسہ میں شمولیت اُن کے لئے برکات

کا موجب ہوگی۔ یہ تین دن آپ نے محض دینی اغراض اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے وقف کئے ہیں۔ یہ ہمارے لئے ایام اللہ ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص توجہ اور رجوع برحمتہ کے دن ہیں۔ ہمیں ان سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ ہمیں چاہیئے کہ ان گھڑیوں کو پوری احتیاط اور پاکیزگی کے ساتھ اس طرح گذاریں کہ ہر وقت اللہ تعالےٰ کی معیت کا احساس ہم اپنے دلوں میں موجود پائیں۔ ہر نماز میں حاضری اپنے لئے لازم کریں۔ اور ان ایام میں بہرصورت ہر شخص کوشش کرے کہ وہ نماز تہجد بھی پڑھے۔ اور نماز فجر سے کبھی غیر حاضر نہ ہو۔

ہم ایک نازک دَور سے گذر رہے ہیں۔ اور ہمیں اپنے کام کی راہ میں کئی مشکلات درپیش ہیں ہمارے کئی بھائی اور بہنیں کئی قسم کی محرومیوں اور ابتلاؤں سے دوچار ہیں اور سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی کو اپنا یار اور مددگار نہیں دیکھتے۔ حضرتِ اقدس کی زبانِ مبارک سے دین کی انتہائی مشکلات کے وقت یہ کلمات نکلے تھے۔

اندریں وقتِ مصیبت چارۂ ما بیکساں

جُز دعائے بامداد و گریۂ اسحار نیست

اس مصیبت کے وقت ہم بیکسوں کا چارۂ کار صبح کی دُعا اور سحری کی گریہ وزاری کے سوا کچھ بھی نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ نسخۂ کیمیا پہلے کس طرح کامیاب ہوتا رہا ہے۔ یہ نسخہ انبیاء، صُلحائے امت اور خود ہماری جماعت کا آزمودہ ہے۔ ہم کیوں اسے ایک بار پھر نہیں آزماتے۔ اس لئے میں تاکید کے ساتھ آپ سے عرض کرتا ہوں کہ تہجد اور نماز فجر سے جس میں خصوصیت سے اجتماعی دُعائیں ہوتی ہیں۔ سوائے بیماری کے عذر کے ہرگز غافل نہ رہیں۔ اس بات کا ابھی سے دل سے عہد کرلیں۔ تین دنوں کے لئے یہ اہتمام رکھنا کوئی بڑی بات نہیں۔

جلسہ کی سبھی تقریریں قابلِ قدر ہوتی ہیں۔ لوگ ان کے لئے تیاری کرکے آتے ہیں انہیں توجہ سے سنیں۔ مجھے حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علیؒ کی یہ بات ہمیشہ یاد آتی ہے جو ہر جلسہ کے موقع پر اس سلسلہ میں وہ فرمایا کرتے تھے کہ "کیا معلوم کس مقرر کی زبان سے کس وقت کوئی ایسی بات نکل جائے جو دل پر دائمی اثر چھوڑ جائے اور بھلائی کا موجب ہو جائے" جلسہ پر تکلیف اُٹھا کر آنا اور اوقاتِ جلسہ کی پابندی نہ کرنا اور پورا پورا فائدہ نہ اُٹھانا اس تمام تکلیف کو عبث کر دیتا ہے۔

میں مقامی بہنوں اور بھائیوں اور دارالسلام کے رہنے والوں کو خصوصیت سے اس طرف توجہ دلاتا ہوں جلسہ شروع ہو اور لوگوں کا گھروں کے اندر بیٹھے رہنا ہرگز مناسب نہیں۔ اور سخت قابلِ اعتراض امر ہے۔ منتظمینِ جلسہ سے جائز طور پر بہت سی توقعات ہوتی ہیں مجھے یقین ہے کہ وہ آپ کو آسائش اور آرام پہنچانے کی انتہائی کوشش کریں گے۔ یہ اُن کا فرض ہے۔ اگر کسی شخص کی کوتاہی سے کوئی شکایت پیدا ہو جائے تو افسر جلسہ کے نوٹس میں ضرور لائیں۔ تاہم جو لوگ محض اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کے لئے جلسہ پر آتے ہیں انہیں ایسی تکلیف کو اللہ تعالےٰ کی راہ کا ایک لازمہ تصور کرتے ہوئے درگزر سے کام لینا چاہیئے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ (التوبہ ۱۱۹)

ترجمہ: یہ اس لئے کہ انہیں اللہ کی راہ میں نہ پیاس پہنچتی ہے نہ تکان اور نہ بھوک۔۔۔۔ مگر اس کے لئے ان کا نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ اللہ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

اگر قرآن کریم کے ان ارشادات پر نگاہ رکھی جائے تو پریشانی راحت میں بدل جاتی ہے اور اس سے دل کو ٹھنڈک ملتی ہے۔ اور دُنیا کی ہر آسائش اس کے سامنے ہیچ معلوم ہونے لگتی ہے۔ میں آپ دوستوں سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنے بلند مقاصد پیش نظر رکھیں اور چھوٹی چھوٹی چیزوں کو نظر انداز کر دیں۔ اپنا وقت صرف ایسی باتوں میں خرچ کریں جس میں جماعت کا مفاد ہو۔ اللہ تعالےٰ آپ کے ساتھ ہو۔ میں ان الفاظ پر اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ اور اس اڑسٹھویں سالانہ جلسہ کا افتتاح کرتا ہوں۔ اور دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ اور آپ میں سے ہر ایک کو اس جلسہ کی برکات سے مستفید فرمائے۔ آمین! اور آپ جب یہاں سے جائیں تو آپ محسوس کریں کہ اس سالانہ جلسہ سے آپ کو نئی زندگی ملی ہے۔ وآخر دعونا عن الحمد للہ رب العالمین

———— *** ————

اخبارِ احمدیہ:۔

* سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز بخیریت ہیں۔ احباب کرام نے جلسہ کے دنوں میں آپ کی علم و معرفت سے بھرپور باتیں بڑے شوق اور توجہ سے سُنیں اور آپ کی افتتاحی و اختتامی تقریر کے دوران سامعین پر گہری خاموشی طاری رہی۔ پنڈال پر ایک رُوحانی تقدس سایہ فگن رہا۔ باخُدا لوگوں کے شاداب چہروں اور تعلق باللہ کی غماز نُورانی پیشانیوں کے اثر سے دارالسلام کا پورا ماحول مشکبار رہا۔ جامع مسجد دارالسلام ان دنوں ذکر الہٰی کی کثرت اور نیم شبی دعاؤں کی اثر آفرینی حضرتِ اقدسؑ کے زمانہ کی یاد تازہ کرتی رہی۔ احباب کرام جو دور دور سے موسم کے ان سرد ترین دنوں میں محض اللہ کی خاطر اپنے مرکز میں جمع ہوتے تھے ان کی مالی قربانیاں بھی قابلِ دید اور ایمان افروز تھیں۔ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل پر ہر شخص نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جس کی پوری تفصیل اگلے ایشوع میں ہدیہ قارئین کرام ہوگی۔ احباب سلسلہ حضرت موصوف کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے اپنی دُعائیں جاری رکھیں۔

* دعائے صحت کی درخواست:۔

مکرم خواجہ محمد نصیر اللہ صاحب راولپنڈی نے ۲۶ دسمبر کو اطلاع دی ہے کہ:۔

(۱) ہمارے ایک بھائی خواجہ عبدالسلام صاحب ان دنوں تشویشناک حد تک علیل ہیں۔ وہ اپنے سب بھائیوں کو السلام علیکم کہتے ہیں اور ان سے درخواست کرتے ہیں کہ احباب سلسلہ خاص طور پر ان کی صحت کے لئے بحضور رب العزت دُعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(۲) ہماری بہن فرحت آراء بیگم جناب محمود احمد صاحب ریڈیو پاکستان راولپنڈی بیمار ہیں اور سی۔ ایم۔ ایچ میں داخل ہیں۔ اُن کی صحت کے لئے بھی دوست دردِ دل سے دُعا فرماویں۔

* وفات

نہایت افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے کہ انڈونیشیا کے درج ذیل دوست اس سال مختلف اوقات میں وفات پا گئے ہیں۔

۱۔ جناب محمد سینگیہ صاحب (۲) جناب ساھودی صاحب

(۳) جناب سوسیلا دارما صاحب

بیرونی جماعتوں اور احباب سلسلہ سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

———— **** ————

از:- الحاج داؤد احمد مبلغ اسلام مصنف تاریخ مسلمانانِ برما

خواجہ کمال الدّین مرحوم و مغفور اور اُن کی تبلیغی سرگرمیاں

خواجہ کمال الدّین مرحوم کے سینہ میں جذبۂ تبلیغ اسلام کی یہ چنگاری حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجدد صد چہاردہم نے روشن کی تھی جس کا حوالہ دینا صاحب مضمون غالباً بھول گئے ہیں۔ (ادارہ)

آج اسلام کے ایک مشہور مجاہد، سرگرم مبلغ اور بلند پایہ مصنّف الحاج خواجہ کمال الدّین مرحوم و مغفور کو دُنیا سے رحلت کئے ہوئے نصف صدی کا عرصہ گذر چکا ہے۔ موصوف نے اپنی باسٹھ سالہ زندگی میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں وہ اس قابل ہیں کہ بار بار ان کا تذکرہ کیا جائے اور موجودہ نسل کو ان کی دینی حمیّت۔ جوشِ تبلیغ۔ خطیبانہ طرز بیان۔ اسلام کی مدافعت میں اُن کا پُر زور قلم اور بلند پایہ تصنیفات سے روشناس کیا جائے تاکہ ان کی زندگی ہم لوگوں کے لئے، مشعلِ راہ بن سکے۔ جس جوش و خروش کے ساتھ انہوں نے مغرب میں تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا بیڑہ اٹھایا تھا اور جس حُسن و خوبی کے ساتھ اسے سرانجام دیا تھا وہ تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ آپنے نہایت ناساعد حالات میں محض اپنے دست و پا پر بھروسہ کرتے ہوئے اس عالی کام کو شروع کیا تھا۔ ایک طرف ہندوستان جو غلامی کی زندگی بسر کر رہا تھا اور دُوسری جانب انگلینڈ جو ایک فاتح اور غالب ملک تھا اور اپنی سائنسی تحقیقات اور علمی انکشافات پر نازاں تھا۔ اس کے پاس بے شمار دولت اور بے انتہا ذرائع و وسائل تھے ایسی حالت میں کسی ہندوستانی مسلمان کا انگلینڈ میں دینِ اسلام کی تبلیغ کرنا کوئی آسان کام نہ تھا بلکہ بعض جذبہ طبقہ لوگوں کے نزدیک ایک مضحکہ خیز بات تھی۔ لیکن بعد کے واقعات نے ثابت کر دکھایا کہ جس عزم و ہمت کے ساتھ آپنے یہ تبلیغی سفر کیا تھا وہ کتنا کامیاب نکلا۔ اس کے دُور رس نتائج نکلے۔ اور بعض متعصب مستشرقین کی طرف سے پھیلائے ہوئے زہریلے مواد کے ذریعہ اسلام کے بارے میں جو غلط فہمیاں پیدا ہوگئی تھیں ان کا بڑی حد تک ازالہ ہوگیا۔

تصنیفات پر ریویو

آپ کی بلند پایہ تصنیفات جن کے بڑے حصہ کا موضوع بقول علامہ سید سلیمان ندوی احمدیت نہیں محمدیت ہے اس قابل ہیں کہ ان کو اسلامی ادب میں ایک مؤقر درجہ دیا جائے۔

خاص طور پر "عیسائی مذہب کے ماخذ"

ینابیع المسیحیت۔ ام الالسنہ، جس میں آپنے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ عربی الہامی زبان ہے۔ اور کُل دنیا کی زبانیں اس زبان سے نکلی ہیں اور ابتداء میں سب ملکوں کے آباؤ اجداد عربی بالاصل تھے۔ براھین نیرہ۔ اس میں دکھلایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے، جس میں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ دیگر مذاہب کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی گئی ہے۔ اسوۂ حسنہ آپ کا وہ مشہور لیکچر ہے جو علیگڑھ مُسلم یونیورسٹی میں آپنے پانچ دسمبر ۱۹۱۰ء میں دیا تھا۔ اس میں آپنے آنحضرت صلعم کے کامل نمونہ کو بحیثیت انسانِ کامل پیش کیا۔ ان کے علاوہ آپ کی کئی اور کتابیں ہیں جن میں اِسلام کی صداقت کو دلائل قاطعہ اور براہینِ ساطعہ سے ثابت کیا ہے۔ ایک مبلغ کے لئے ان کا مطالعہ نہایت ضرُوری ہے۔

آپ کی تبلیغی مساعی۔ تصنیف و تالیف اور دیگر مذہبی سرگرمیوں کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ایک مختصر عرصہ میں اتنا بڑا اور ہمہ گیر کام آپنے کس طرح سرانجام دیا کسی نے سچ کہا ہے ؎ مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

یہ اظہار واقعی ہے کہ آپ ایک فردِ واحد نہیں بلکہ بذاتِ خود ایک انجمن تھے آپکے نام سے تمام مغرب میں اشاعتِ اسلام کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ آپنے اپنی شخصیت کو اس عالی مقصد کے حصول میں اتنا گم کر دیا تھا کہ عالم اسلام و غیر اسلام میں دورِ حاضر کے سب سے بڑے کارنامے یعنی یورپ کو مُسلمان بنانے کی تحریک اُن کی ذات سے وابستہ ہوگئی۔ آپ نے ۱۹۱۲ء سے لے کر ۱۹۳۲ء تک اپنی پوری بیس سال کی زندگی اسلام کی تبلیغ اور اس کے محاسن کی اشاعت اور یورپ میں اسلامی لٹریچر کی فراہمی میں صَرف کی۔

ووکنگ مشن — تبلیغی مرکز

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے ایک مرتبہ ووکنگ مشن کو اس صدی کے بڑے کارناموں میں شمار کیا۔ اپنی اہمیت کے لحاظ سے شاید یہ اس سے بھی بڑا کارنامہ تھا۔ اس کا فیصلہ مؤرخین کریں گے۔ بعض کا خیال ہے کہ ووکنگ نہ صرف اس صدی کا کارنامہ ہے بلکہ تاریخ کا ایک سنگ میل ہے۔ اس کے پیچھے کون سا جذبہ کارفرما تھا۔ وہ جذبہ جس نے اسلام کے اولین فرزندوں کو یورپ کی تسخیر پر آمادہ کیا تھا۔ اور اپنی کشتیوں کو جلانے اور گھوڑوں کو سمندر میں ڈالنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ؎

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے (اقبالؒ)

مقدر نے خواجہ کمال الدین مرحوم کے لئے وہی بلند مقام متعین کیا تھا لیکن دُوسرے اسلحہ کے ساتھ یعنی یورپ کی روحانی تسخیر، ووکنگ کا مقابلہ تاریخ کے ان شاندار واقعات کے ساتھ کرنا چاہیئے۔ وہ درحقیقت اپنے زمانہ کے طارق تھے۔ علامہ اقبالؒ نے طارق کے تعجب خیز واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ ؎

طارق چو برکنارۂ اندلس سفینہ سوخت ✦ گفتند کارِ تو بطریق خرد خطا است

خواجہ کمال الدّین کا کارنامہ بھی کچھ اسی نوعیت کا تھا۔ انھوں نے کشتیوں کو نذرِ آتش تو نہیں کیا تھا لیکن اپنی دنیاوی ترقی کی کشتی کو جلا دیا تھا اور سمندر پار اسی بلند حوصلگی اور جوش سے پہنچے اور اور اس عالی مقصد کے حصول کے لئے ہمہ تن مصروف ہو گئے جس کا حاصل کرنا بعض لوگوں کے نزدیک محال نہیں تو مشکل ضرور تھا۔ وہ اس بلند مقصد کے حصول میں اس قدر منہمک ہو گئے کہ اس کے علاوہ دوسری چیزوں کو فراموش کر دیا۔ یہاں تک کہ خود اُن کے شریکِ کار اور احباب بھی شاکی رہے کہ اس جنون کی حد تک انہماک نے انھیں اپنی صحت کی طرف سے بھی بے پرواہ کر دیا۔ لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ کارخانۂ قدرت میں ایسے بلند ہمت اشخاص نے ہی محیر العقول کارنامے کر دکھائے ہیں کسی نے سچ کہا ہے ؎

باہر کمال اندکے آشفتگی خوش است
ہر چند عقل کل شدۂ بے جنوں مباش

اسی اثناء میں اُن کے خاندانی حالات بھی کم صبر آزما نہ تھے۔ ان کے بڑے لڑکے بشیر جن کے ساتھ ان کی بہت سے توقعات وابستہ تھیں عین عالم جوانی میں انفلوئنزا میں مُبتلا ہو کر راہیٔ ملکِ عدم ہو گئے۔ ان کی بڑی بہو بھی اسی مرض میں انتقال کر گئیں۔ ان دونوں سانحات کی خبر ان کو بذریعہ تار ووکنگ کی گئی۔ بندۂ خُدا نے مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ

کے مصداق جواباً یہ تار ارسال فرمایا کہ وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔ اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب ایک مرتبہ انھوں نے اپنی کشتی کو نذر آتش کر دیا تو ان کے لئے واپسی کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔ سخت سے سخت حالات بھی انھیں اپنے مشن سے باز نہ رکھ سکے۔

ووکنگ سے ان کا تعلق بڑا گہرا تھا وہ اس کے لئے اپنی تمام متاع حیات قربان کر دینے کے لئے تیار رہتے وہ ہر کسی سے ووکنگ ہی کے متعلق گفتگو کیا کرتے تھے اور اسی کے بیان سے لُطف اندوز بھی ہوتے تھے۔ ووکنگ سے مُراد اشاعت اسلام کا وہ مرکز ہے جہاں سے وہ اہل یورپ تک دین کی باتیں پہنچا دیا کرتے تھے اور اپنی بے پناہ صلاحیتوں کو اس عالی کام کے لئے صرف کیا کرتے تھے۔

مولنا یعقوب خاں صاحب اپنے مضمون گلدستۂ عقیدت (اسلامک ریویو اپریل مئی ۱۹۳۳ء) میں رقمطراز ہیں۔

مجھے مرض مرگ میں ان سے ملاقات کرنے کا موقعہ ملا۔ اس نازک حالت میں بھی جب تک ان کے ہوش و حواس قائم رہے وہ اسی طرح مضامین لکھاتے رہے اور اسلام کے خلاف اعتراضات کا جواب دیتے رہے۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ وہ اسلام کے ایک ایسے زخمی مجاہد تھے جو مرتے مرتے بھی اپنی بندوق کو سنبھالے رہے۔ ہمارے خواجہ صاحب ایسے ہی تھے۔ اسلام کے ایک مجاہد کبیر جو تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے آخر دم تک مقابلہ کرتے رہے"۔ وہ دُنیا سے چلے گئے لیکن ان کی یاد صدیوں زندہ رہے گی۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

آگے چل کر وہ فرماتے ہیں: "میرے خیال میں ان کی کامیابی کی راز اس میں مضمر تھا کہ اُن کے اندر ایک ناقابل تسخیر جذبہ کارفرما تھا وہ اپنے مشن سے بڑے پُرامید تھے کبھی میں نے ان کو تردد کے عالم میں نہیں پایا۔ ایک واقعہ سے اس امر کی وضاحت ہو سکتی ہے وہ جب شروع شروع ووکنگ پہنچے اور لوگوں کو اطلاع ملی کہ ایک ہندوستانی انگلینڈ کو اسلام کی دعوت دینے آیا ہے تو بعضوں کو ہنسی آگئی۔ ایک ریٹائرڈ فوجی افسر جس نے ہندوستان میں اپنی زندگی کا بڑا حصہ گذارا تھا خواجہ صاحب کی آمد کی خبر پا کر ان سے ملاقات کرنے کے لئے ووکنگ پہنچے اور ان کو ایک معمولی کمرہ میں بٹھا یا گیا۔ کرنل صاحب نے ان سے آمد کا مقصد دریافت کیا۔ انھوں نے برجستہ جواب دیا کہ آپ کو مسلمان بنانے کے لئے۔ کرنل صاحب نے کہا تو آیئے دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ آپ لڑ کر مجھے مسلمان بنا لیجئے۔ خواجہ صاحب کُشتی باز نہ تھے لیکن پھر بھی یہ کہتے ہوئے لڑنے کے لئے آمادہ ہو گئے کہ اگر اسی طریقہ سے آپ اسلام قبول کریں گے تو مجھے یہ بھی منظور ہے۔ کرنل صاحب نے بڑی گرمجوشی کے ساتھ ان سے ہاتھ ملائے اور کہا کہ واقعی آپ سے یہ کام ہو سکے گا۔ میں آپ کا امتحان لے رہا تھا کہ آپ کس خمیر کے بنے ہوئے ہیں۔ بعد کے واقعات ثابت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایسا کر دکھایا اور کرنل صاحب مشرف بہ اسلام ہو گئے

خواجہ صاحب کی کامیابی کا معیار یہ نہ تھا کہ انہوں نے کتنے لوگوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا تھا بلکہ انہوں نے کئی ہزار انگریزوں کو اسلام کی روشنی دکھائی۔ یہ کوئی معمولی کارنامہ نہ تھا۔ اس کی وجہ سے مغرب کو اسلام کے دائرہ کے اندر لانے کا راستہ ہموار ہو گیا۔ یہی ان کی زندگی کا خواب تھا۔ وہ صرف ایک خواب دیکھنے والے شخص نہیں تھے بلکہ ایک بڑے مفکر تھے اسلام کے بارے میں ان کا ایک فلسفہ تھا اُن کے اندر اسلام کو موجودہ رجحانات کے مطابق دلنشیں پیرائے میں پیش کرنے کا خاص ملکہ تھا۔ اُن کے پُرزور بیان اور حکیمانہ طرز کلام سے عیسائی مبلغین بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے بلکہ ان کو خطرہ محسوس ہونے لگا۔ خطرۂ ووکنگ کی باتیں پریس میں بھی ہونے لگیں۔ لیکن اس نئے خطرہ کا مقابلہ کرنا وہ نہ جانتے تھے۔ اُن کے دماغوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی ایک مسخ شدہ تصویر تھی جس کو پروپیگنڈے کے ذریعے تیار کیا گیا اور سنوارا گیا۔ جب خواجہ صاحب نے ان کے سامنے اسلام کی صحیح اور خوبصورت تصویر پیش کی اور پیغمبر اسلام کا صحیح حلیہ مبارک پیش کیا تو وہ آنکھ ملنے لگے۔ بلاشبہ خواجہ صاحب کی سب سے زبردست کامیابی اس امر میں تھی کہ انہوں نے اسلام کے متعلق یورپ کے خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ اگر عالمی شہرت کے ادیب برنارڈ شا کو یہ نظر آتا ہے کہ ایک صدی کے اندر یورپ اسلام کو قبول کر لے گا تو اس میں خواجہ صاحب کے تبلیغی و تصنیفی مساعی کا بڑا حصہ ہو گا۔ موجودہ صدی میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے دین کی تبلیغ کا ان سے جو کام لیا ہے اس میں وہ علمائے مصر سے ممتاز ہیں۔ حالانکہ وہ علماء کے طبقہ سے تعلق نہ رکھتے تھے۔ علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے ایک مرتبہ علماء کے بالمقابل نوجوان تعلیم یافتوں میں سے خواجہ صاحب کے عزم تبلیغ کو سامنے رکھ کر یہ شعر خود انھیں کے خط میں لکھا تھا۔

کام اس فرقۂ زہاد سے اُٹھا نہ کوئی

کچھ ہوئے تو یہی رندان قدح خوار ہوئے۔

انہوں نے اپنی دلآویز شخصیت۔ بے پناہ تبلیغی خدمات حکیمانہ طرز بیان اور دلپذیر طرز تقریر سے یورپ کو اسلام کے قریب لا کر کھڑا کر دیا۔ اگرچہ خواجہ صاحب نے اپنی مہم کے لئے مغرب کو منتخب کیا اور وہیں سے اس کام کی ابتداء کی لیکن اس کا اثر خود عالم اسلام پر ہوا۔ جس کا نتیجہ احیائے دین کی شکل میں ظاہر ہوا۔ مغربی تہذیب و تمدن کے اثر سے جو تشکیک و الحاد کی لہر دنیائے اسلام میں پیدا ہوئی تھی اب وہ دور ہونی شروع ہو گئی۔ مغرب زدہ مسلمان اب مغرب کی مرعوبیت سے نجات پانے لگے اور اپنی مسلمانی پر شرمندہ ہونے کے بجائے اب اس پر فخر کرنے لگے۔

۱۹۱۲ء میں ان کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ مسلم تبلیغی مشن کا یورپ میں اجراء کیا جائے اس کے لئے انھوں نے عیسائیت کے مرکز یعنی لندن کا انتخاب کیا۔ یورپ میں آ کر ایک ایسے ماحول میں تبلیغ کرنا جبکہ وہ اپنی مادی ترقی۔ سائنسی فتوحات اور علمی و عصری انکشافات و اکتشافات پر نازاں تھا۔ جس کے پاس مذاہب عالم کے بارے میں مستند ترین اور بہترین ذخیرہ موجود تھا۔ خاص طور پر جس کے علماء نے اسلام کا بنظر غائر مطالعہ کیا تھا اور کئی ہزار کتابیں تصنیف کی تھیں۔ جہاں اسلام کو ایک فرسودہ اور پسماندہ مذہب خیال کیا جاتا تھا۔ یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔ کہ مفتوح قوم کا ایک فرد ایک فاتح قوم کے اندر اپنے دین کی تبلیغ و اشاعت کرے۔ لیکن انھیں اپنے مشن کی کامیابی پر کامل اعتماد تھا۔ یقین محکم۔ عزم راسخ اور بے پناہ خلوص و محبت کی ناقابل تسخیر قوت ان کے پاس تھی۔ انہوں نے یہ کام تن تنہا توکل علی اللہ شروع کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے مساعی جمیلہ کو قبول کرتے ہوئے ہزاروں لوگوں کو ہدایت کی راہ دکھلائی۔

خواجہ صاحب کی کامیابی کا راز اس امر میں تھا کہ انہوں نے اپنی تحریک کو فرقہ واریت اور تعصب سے پاک رکھا۔ ان کے جذبات کی عکاسی اس دعا سے ہو سکتی ہے جو انہوں نے علیگڑھ یونیورسٹی میں اپنی مشہور لیکچر بعنوان اسوۂ حسنہ کے ابتدا میں کی تھی۔

اے دلوں کے مالک خدا تو ہم سے تنگ دلی اور تنگ ظرفی دور فرما۔ تو ہمیں وسعت قلب عطا کر تاکہ تعصب و ضدیت سے الگ ہو کر حقیقی نور و ہدایت کو جہاں کہیں وہ ہمیں مل سکے اختیار کریں۔ آمین

اُنھوں نے اتنا بڑا کام محض اخلاص و محبت اور عالمگیر ہمدردی کے جذبے کے تحت سرانجام دیا۔ انھیں اپنے مشن پر کامل یقین تھا۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے

بے پناہ محبت تھی جس کا اظہار انہوں نے اپنی کتابوں میں کئی جگہ کیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں،

"میرا یہ ایمان ہے کہ تعلیم قرآن کی خوبی کو مبرہن کرنے کے لئے آپ کی مقدس زندگی سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں اور ایسا ہی اسلام کی حقانیت میں آپ کے حالات سے بہتر اور کوئی معجزہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ کی مطہر زندگی وہ زبردست معجزہ ہے کہ جس کی نظیر اور کہیں نظر نہیں آتی۔" (دیباچہ اسوۂ حسنہ)

اسلامک ریویو

انہوں نے فروری ۱۹۱۳ء میں اسلامک ریویو جاری کیا جو تھوڑے ہی عرصہ میں عالمِ اسلام کا سب سے بڑا موقر جریدہ بن گیا۔ اس کے لکھنے والوں میں دنیائے اسلام کے مشہور علماء۔ دانشور، فلسفی سائنیدان اور سیاستدان تھے۔ یہ درجہ کسی جریدہ کو حاصل نہیں ہوا۔ افسوس یہ ہے کہ یہ جریدہ اب ووکنگ سے شائع نہیں ہو رہا ہے۔ خواجہ صاحب کو سب سے بڑا خراجِ عقیدت جو پیش کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اسلامک ریویو کے دوبارہ اجراء کے لئے کوشش کی جائے تاکہ ان کی دعوت کا تسلسل برقرار رہے۔ شاید اللہ تعالے اس کا داعیہ کسی کے دل میں پیدا کر دے اور وہ اس کی دوبارہ اشاعت کے لئے کمربستہ ہو جائے

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

اس مختصر تعارف کو آپ کی مختصر سوانح عمری کے ساتھ ختم کرتا ہوں جس کے بغیر یہ مضمون تشنہ کام رہے گا۔

سوانح عمری

الحاج خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی ۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق ایک معزز علمی خاندان سے تھا۔ آپ کے والد صاحب کا نام خواجہ عزیز الدین تھا۔ اور آپ کے دادا کا نام عبدالرشید تھا۔ جو لاہور کے قاضی اور مشہور شاعر تھے۔ آپ کے بھائی کا نام خواجہ جمال الدین بی اے تھا۔ کشمیر اور جموں میں مسلمانوں کے اندر تعلیم کو رائج کرنے میں ان کا بڑا ہاتھ تھا۔ گورنمنٹ اسکول سے میٹرک پاس کرنے کے بعد وہ فارمن کرسچین کالج میں داخل ہو گئے اور وہیں سے بی۔اے کی سند ۱۸۹۳ء میں حاصل کی۔ چار سال بعد ۱۸۹۸ء میں آپ نے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی۔ علم اقتصادیات پر آپ کے مضامین کے پیش نظر پنجاب یونیورسٹی نے انھیں اقتصادیات کا طلائی تمغہ مرحمت فرمایا۔

بائبل پر عبور: آپ کو شروع ہی سے بائبل سے شغف تھا اور آپ نے اس کا خاص مطالعہ کیا تھا۔

ملازمت: آپ اسلامیہ کالج لاہور میں تاریخ و اقتصادیات کے پروفیسر مقرر ہوئے ترقی کرتے ہوئے بہت جلد اس کالج کے پرنسپل کے عہدے پر فائز ہو گئے۔ چار سال تک آپ نے مسلم نوجوانوں کی تعلیم کی طرف خاص توجہ کی۔ ۱۸۹۸ء میں قانون کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد آپ نے سب سے پہلے پشاور میں وکالت شروع کی اور اس کے بعد لاہور منتقل ہو گئے۔ اس زمانہ میں آپ نے ہندوستان کے کئی علاقوں کا دورہ کیا اور محاسن اسلام پر کئی تقریریں کیں۔ ان میں سب سے مشہور آپ کی وہ تقریر تھی جو آپ نے ۵ دسمبر ۱۹۱۰ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں بعنوان اسوۂ حسنہ دی۔ جو اب شائع بھی ہو چکی ہے۔ اس تقریر کے اعتراف کے طور پر مسلم یونیورسٹی نے آپ کو اپنا فیلو مقرر کیا اور آپ کئی سال تک کورٹ کے رکن رہے۔

۱۹۱۲ء میں جبکہ آپ کی پریکٹیس خوب چل رہی تھی۔ بڑے بڑے عہدے آپ کے منتظر تھے کہ آپ کے دل میں تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا داعیہ پیدا ہوا اور قدرت نے اس کا انتظام بھی کر دیا۔ آپ کو لندن ایک مقدمہ کے سلسلہ میں جانا ہوا اور وہیں آپ نے تہیہ کر لیا کہ اب واپس نہ جاؤں گا بلکہ اس ملک میں رہ کر دین کی تبلیغ و اشاعت کے اہم فریضہ کو سرانجام دوں گا۔

مختصر عرصہ میں آپ نے عیسائیت کے قلب میں اسلامی پرچم لہرا دیا۔ ۱۹۱۳ء میں آپ ووکنگ شاہجہان مسجد کے امام ہو گئے آپ نے اسی سال اپنی ذاتی آمدنی سے عالم اسلام کے موقر ترین جریدہ اسلامک ریویو کو جاری کیا۔ اور اُردو دان طبقہ کے لئے رسالہ اشاعتِ اسلام شائع کیا۔

آپ نے کئی رسالے اور کتابیں تصنیف کیں جن کی تعداد پچاس سے زائد ہے۔ ضرورت ہے کہ ان کتابوں کو دوبارہ جاری کیا جائے۔ دیگر یورپی زبانوں میں ان کے تراجم شائع کئے جائیں۔

عیسوی سال کے خاتمہ پر ۲۸ دسمبر ۱۹۳۲ء کو عیسائی مذہب کے سب سے بڑے نقاد اور تبلیغ اسلام کے اس مجاہد کبیر نے کئی سال سل کے مرض میں مبتلا رہتے ہوئے اس دار فانی سے دار باقی کی طرف رحلت فرمائی۔

اللہ تعالے دین کے اس مجاہد کی مغفرت فرمائے اور اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

سالہا زمزمہ پرواز جہاں خواہد شد + زیں نوا ہا کہ دریں گنبد گردان زدہ است

~~~ ٭٭٭ ~~~

ہدیۂ نعت

در شانِ نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم

از حضرت مجدد صد چہاردہم

لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

درد لم جوشد ثنائے سرورے + آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے

میرے دل میں اس سردار کی تعریف جوش مار رہی ہے جو خوبی میں اپنا کوئی ہمسر نہیں رکھتا

آنکہ جانش عاشقِ یارِ ازل + آنکہ روحش واصلِ آں دلبرے

وہ جس کی جان خدائے ازلی کی عاشق ہے۔ وہ جس کی رُوح اس دلبر میں واصل ہے

آنکہ در بر و کرم بحرِ عظیم + آنکہ در لطفِ اتم یکتا دُرے

وہ جو نیکی اور بزرگی میں ایک بحرِ عظیم ہے۔ اور کمال لطف میں ایک نایاب موتی ہے۔

آنکہ در جود و سخا ابرِ بہار + آنکہ در فیض و عطا یک خاورے

وہ جو بخشش اور سخاوت میں ابرِ بہار ہے۔ اور فیض و عطا میں ایک سورج ہے

آں دلے روشن کہ روشن کردہ است + صد دورنِ تیرہ راچوں اخترے

وہ ایسا روشن ضمیر ہے جس نے سینکڑوں سیاہ دلوں کو ستاروں کی طرح روشن کر دیا۔

احمدِ آخر زماں کز نورِ او + شد دلِ مردم زخور تاباں ترے

اس احمدِ آخر زماں کے نور سے لوگوں کے دل آفتاب سے زیادہ روشن ہو گئے

اُمّی و در علم و حکمت بے نظیر + زیں چہ باشد حجتے روشن ترے

وہ اُمّی ہے مگر علم و حکمت میں بے نظیر ہے۔ اس سے زیادہ آپ کی صداقت پر اور کیا دلیل ہو گی۔

ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال

اس کے پاک نفس پر ہر کمال ختم ہو گیا

لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

اس لئے اس پر پیغمبروں کا خاتمہ ہو گیا۔
~~~

(بقیہ صفحہ ۲ سے آگے)

رکھنے والا یہ نبی ہے اور بخاری میں ایک حدیث ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ میری مسیح سے لشدت مناسبت ہے اور اس کے وجود سے میرا وجود ملا ہوا ہے پس اس حدیث میں حضرت مسیح کے اس فقرہ کی تصدیق ہے کہ وہ نبی میرے نام پر آئے گا۔ سو ایسا ہی ہوا کہ ہمارا مسیح صلے اللہ علیہ وسلم جب آیا تو اس نے مسیح ناصری کے ناکام کاموں کو پورا کیا اور فالحمد للہ [illegible] (آئینہ کمالات اسلام)

"وہ خُدا جس کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا اس پر یقین لانے کے لئے بہت گواہوں اور زبردست شہادتوں کی ضرورت ہے جیسا کہ دو آیتیں قرآن شریف کی اس واقعہ پر گواہ ہیں اور وہ یہ ہیں:-

(۱) وان من امۃ الاخلا فیھا نذیر

(۲) وکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید

یعنی کوئی قوم نہیں جس میں ڈرانے والا نبی نہیں بھیجا گیا یہ اس لئے کہ تا ہر ایک قوم میں ایک گواہ ہو کہ خدا موجود ہے۔ اور وہ اپنے نبی دُنیا میں بھیجا کرتا ہے۔ اور پھر جب ان قوموں میں ایک مدّت دراز گذرنے کے بعد باہمی تعلقات پیدا ہونے شروع ہو گئے اور ایک ملک کا دُوسرے ملک سے تعارف اور شناسائی اور آمد و رفت کا کسی قدر دروازہ بھی کھل گیا اور دُنیا میں مخلوق پرستی اور ہر ایک قسم کا گناہ بھی انتہا کو پہنچ گیا۔ تب خدا تعالےٰ نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلّم سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم کو دنیا میں بھیجا تا بذریعہ اس تعلیم قرآنی کے جو تمام عالم کی طبائع کے لئے مشترک ہے دُنیا کی تمام متفرق قوموں کو ایک قوم کی طرح بنا دے اور جیسا کہ وہ وحدہٗ لا شریک ہے ان میں بھی ایک وحدت پیدا کرے اور تا وہ سب مل کر ایک وجود کی طرح اپنے خدا کو یاد کریں اور اس کی وحدانیت کی گواہی دیں اور تا پہلی وحدت قومی جو ابتدائے آفرینش میں ہوئی اور آخری وحدت اقوامی جس میں بنیاد آخری زمانہ میں ڈالی گئی یعنی جس کا خدا نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے مبعوث ہونے کے وقت میں ارادہ فرمایا یہ دونوں قسم کی وحدتیں خُدائے واحد لاشریک کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دوسری شہادت ہو کیونکہ وہ واحد ہے اس لئے اپنے تمام نظام جسمانی اور روحانی میں وحدت کو دوست رکھتا ہے۔ اور چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپؐ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپؐ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی۔ یعنی شبہ گذرتا تھا کہ آپؐ کا زمانہ وہیں تک ختم ہو گیا۔ کیونکہ جو آخری کام آپؐ کا تھا وہ اسی زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا۔ اس لئے خُدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک وقت کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں زمانہ محمّدی کے آخری حصہ میں ڈال دی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے۔" (چشمۂ معرفت)

"دنیا میں کروڑ ہا ایسے پاک فطرت گذرے ہیں اور آگے بھی ہونگے لیکن ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوب تر اس مردِ خدا کو پایا ہے جس کا نام ہے محمد صلے اللہ علیہ وسلّم۔ ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبیؐ یا ایھا الذین اٰمنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیماً

ان قوموں کے بزرگوں کا ذکر تو جانے دو جن کا حال تفصیل سے قرآن شریف میں بیان نہیں کیا گیا۔ صرف ہم ان نبیوں کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں جن کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ۔ حضرت داؤد۔ حضرت عیسےٰ علیہم السلام اور دُوسرے انبیاء سو ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم دُنیا میں نہ آتے اور قرآن شریف نازل نہ ہوتا اور وہ برکات ہم بچشم خود نہ دیکھتے جو ہم نے دیکھ لئے تو ان تمام گذشتہ انبیاء کا صدق ہم پر مشتبہ رہ جاتا کیونکہ صرف قصوں سے کوئی حقیقت حاصل نہیں ہو سکتی اور ممکن ہے کہ وہ قصّے صحیح نہ ہوں اور ممکن ہے کہ وہ تمام معجزات جو اُن کی طرف منسوب کئے گئے ہیں وہ سب مبالغات ہوں کیونکہ اب ان کا نام و نشان نہیں بلکہ ان پرانی کتابوں سے تو خدا کا پتہ بھی نہیں لگتا۔ اور خدا کے نشان کس طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ اور کس طرح دُعائیں قبول ہو جاتی ہیں۔ اور یہ سب کچھ ہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے پایا اور جو کچھ قصّوں کے طور پر غیر قومیں بیان کرتی ہیں وہ سب کچھ ہم نے دیکھ لیا۔ پس ہم نے ایک ایسے نبی کا دامن پکڑا ہے جو خُدا نما ہے کسی نے یہ شعر بہت ہی اچھا کہا ہے ؎

محمد عربی بادشاہ ہر دو سرا + کرے ہے رُوح قدس جسکے گھر کی دربانی

اسے خُدا تو نہیں کہہ سکوں پر کہتا ہوں + کہ اسکی مرتبہ دانی میں ہے خُدا دانی

ہم کس زبان سے خُدا کا شکر کریں جس نے ایسے نبی کی پیروی ہمیں نصیب کی جو سعیدوں کی ارواح کے لئے آفتاب ہے جیسے اجسام کے لئے سورج۔ وہ اندھیرے کے وقت ظاہر ہوا اور دُنیا کو اپنی روشنی سے روشن کر دیا۔ وہ نہ تھکا نہ ماندہ ہوا جب تک کہ عرب کے تمام حصّہ کو شرک سے پاک نہ کر دیا۔ وہ اپنی سچائی کی آپ دلیل ہے کیونکہ اس کا نور ہر ایک زمانہ میں موجود ہے۔ اور اسکی سچی پیروی انسان کو یُوں پاک کرتی ہے کہ جیسا ایک صاف اور شفاف دریا کا پانی میلے کپڑے کو۔" (چشمۂ معرفت)

"اس پوشیدہ طاقت سے وہ لوگ بالکل بے خبر ہیں جس کے قبضہ قدرت میں یہ بات داخل ہے کہ اگر چاہے تو ایک دم میں ہزار مسیح ابن مریم بلکہ اس سے بہتر پیدا کر دے چنانچہ اس نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کو پیدا کر کے ایسا ہی کیا مگر یہ اندھی دُنیا اسکو شناخت نہ کر سکی۔ وہ ایک نور تھا جو دُنیا میں آیا اور تمام نوروں پر غالب آ گیا۔ اس کے نور نے ہزاروں دلوں کو منور کیا۔ اور اسی کی برکت کا یہ راز ہے کہ روحانی مدد اسلام سے منقطع نہیں ہوئی بلکہ قدم بقدم اسلام کے ساتھ چلی آتی ہے۔ ہم ایسی تازہ بتازہ برکتیں اس نبیؐ کے دائمی فیض سے پاتے ہیں کہ گویا اس زمانہ میں بھی وہ نبی ہم میں موجود ہے اور اس وقت بھی اس کے فیوض ہماری ایسی ہی راہنمائی کرتے ہیں کہ جیسا اس پہلے زمانہ میں کرتے تھے۔"

(چشمۂ معرفت)

* * * *

"پھر جس قدر ہم نے آنحضرت صلعم کے معجزات قرآن شریف سے لکھے ہیں انہیں پر حصر نہیں ہے بلکہ احادیث صحیحہ اور اخبار الاسلامیہ کی رُو سے اس تواتر سے بارش کیطرح معجزات آنحضرتؐ کا ثبوت ملتا ہے۔ کہ جس سے بڑھ کر کسی نبی یا رسول کے معجزات مروی نہیں ہیں۔ بعض پیشگوئیاں ایسی ہیں کہ جن کتابوں میں وہ لکھی گئی تھیں وہ کتابیں ان پیشگوئیوں کے پُورا ہونے سے صدہا برس پہلے عموماً تمام اسلامی دُنیا میں شائع ہو چکی تھیں اگر ہم اس جگہ ان معجزات کی تفصیل لکھیں تو وہ تمام معجزات میں جزو میں بھی سما نہیں سکتے۔ اور تفصیل کی حاجت نہیں کیونکہ وہ کتابیں نہ صرف مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں بلکہ اسی پُرانے زمانہ میں بعض اتفاقات حسنہ سے وہ کتابیں عیسائیوں کو مل گئی تھیں جواب تک یورپ کے پُرانے کُتب خانوں میں موجود ہیں تا وہ بھی ان معجزات کے گواہ ہو جائیں۔"

(چشمۂ معرفت)